منزلِ یار

صائقہ رند

رات کی تاریخی دن کے اجالے کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی مغرب کی اذانوں کا وقت تھا سنسان روڈ تھی آس پاس جنگل تھا جنگل کے سوا وہاں کچھ بھی نہیں تھا پرندے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔

نیلا آسمان سرخ سرخ سماں پیش کر رہا تھا وہ روڈ پر چلتی جا رہی تھی اسے صبح کی چہل قدمی اور شام کی چہل قدمی بہت پسند تھی اس لیے وہ ہر روز صبح اور شام میں یہ کام ضرور کرتی تھی وائیٹ شرٹ پر اس نے بلیک ٹراؤزر ڈال رکھا تھا۔

اسے عادت تھی ایسے کپڑے پہنے کی اس سے یہ شلوار قمیض اور فراک جیسی چیزیں نہیں پہنی جاتی تھی اور یہی بات اس کی حویلی کے ہر شخص کو ناگوار گزرتی وہ چلتی چلتی بہت دور نکل آئی تھی۔

اسے پتہ تھا اب حویلی جانے پر اسے باتیں سننے کو ملنی تھی اپنی ماں سے لیکن اسے عادت ہو گئی تھی سب سے زیادہ اس کے لیے تکلیف دے تھی یہ بات کہ وہ اس حویلی کی سگی بیٹی نہیں تھے جن ماں باپ کو بچپن سے مان باپ مانا وہ اس کے اپنے نہیں تھے۔

آج سے دو سال پہلے اس پر یہ حقیقت آشکار کوئی تھی اور تب سے ہی وہ ایسی ہو گئی تھی وہ مڑی تھی کیوں کہ اب حویلی بھی تو جانا تھا وہ نیچے زمین کو دیکھ کر چل رہی تھی جب اس کے آگے جیپ آکر رکی تھی۔

اس نے نظریں اٹھائی تھی اور پھر اس کے بعد سائیڈ پر ہو گئی جیپ میں بیٹھا وہ خوبرو نوجوان شخص اتر کر اس کے پاس آیا تھا۔۔

"بھائی کی شہزادی یہاں کیا کر رہی ہے"

سید ہاشم نقوی اپنی وجاہت پر سنیلٹی کے ساتھ اس کے پاس آکر بولا تھا حویلی میں ایک وہی تھا جو اس کی ساری باتیں سنتا بھی تھا مانتا بھی تھا اور وہ اس کے آگے نخرے بھی کر سکتی تھی باقی سب اس کے انداز اور ڈریسنگ کی وجہ سے اس سے بات نہیں کرتے تھے اسے غصے سے دیکھ کر بس چلے جاتے۔۔

"آپ یہاں کیوں آئے"

اس کے سوال کو اگنور کر کے آگے آگے چلتی روح نے پوچھا تھا۔۔

"روح بچے میں یہ جیپ اس لیے تو نہیں لایا نہ کہ ہم یوں پیدل چلیں"

ہاشم اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے کہہ رہا تھا سیاہ رنگ کے اس کے بال اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے ڈارک چاکلیٹ رنگ کی اس کی آنکھیں تھی دودھیا صاف رنگت ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں بلیک شلوار قمیض ڈالے کندھوں پر شال لیے وہ اپنی 18 سالا بہن کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔۔

"بھائی مجھے تو پیدل چلنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر آپ کو ہے تو آپ کی مرضی"

روح اپنے حسین بھائی کو نکھرے دیکھاتے ہوئے بولی تھی کوئٹہ کی سردی اپنا آغاز کر چکی تھی آگست کا مہینہ تھا اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھی وہ سید زادہ بلا کا حسن لیے اپنی بہن کے نخرے اٹھاتا اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔۔

"بچے چل لو یار رحم کھاؤ اپنے بھائی پر تھوڑا جانتی ہو ابھی حویلی سے آرہا ہوں وہاں تم مجھے نہ ملی فوراً یہاں آیا ہوں تم جانتی ہو نہ مجھے آتے ساتھ ہی اپنی بچی اپنے آنکھوں کے سامنے چاہیے ہوتی ہے"

ہاشم نے اس کے آگے آتے معصومیت سے کہا وہ سچ میں تھکا ہوا لگ رہا تھا وہ صبح اس سے کہہ کر گیا تھا کہ سردار سائیں کے حکم سے وہ شہر جارہا ہے تو شام میں اسے اپنی بہن ہر حال میں اپنے سامنے چاہیے لیکن وہ روح ہی کہاں جو کسی کی سن لے۔

"ویسے تو میں آپ کے ساتھ چل لیتی لیکن میں نے آپ کو منع کیا تھا نہ آپ اس سردار کا کوئی حکم نہیں مانیں گیں تو آپ نے کیوں مانی اس کی بات"

روح اس سے اس بات پر غصہ ہو گئی تھی لیکن ہاشم اپنے سردار سائیں کا حکم نہیں ٹال سکتا تھا ہاں جب سے اس کی بہن کو یہ حقیقت پتہ چلی تھی کہ وہ اس حویلی کی سگی نہیں ہے تب سے اس کے دل میں سب کے لیے نفرت پیدا ہو گئی تھی اور حویلی کے مردوں کو خود سے نفرت کرنے پر اس نے خود مجبور کیا تھا۔

اپنی ڈریسنگ کی وجہ سے ہاشم نہیں چاہتا تھا کہ اس کی بہن یوں اکیلی ہو جائے وہ بچپن سے ان دونوں بھائیوں کی لاڈلی رہی تھی لیکن اس کا ایسا رویہ حنان برداشت نہیں کر سکا تھا وہ بھی اس سے بات نہیں کرتا تھا۔۔

"اچھا میری ماں معاف کر دو نہ اور سچی تمھاری پسند کی ساری چیزیں لایا ہوں"

ہاشم نے اسے لالچ دینا چاہا تھا جس پر اس کا چہرہ کھل اٹھا تھا وہ واحد شخص تھا اس حویلی میں جو اس کا اب بھی ویسے ہی خیال رکھتا تھا جیسے کہ پہلے رکھتا تھا۔۔

"آپ مجھے لالچ نہیں دے سکتے"

اچانک ہی اس کے انداز بدل گئے تھے اور وہ فوراً سے غصہ ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔

"پلیز"

اس نے معصومیت سے اس کے آگے اب کی بار ہاتھ جوڑ لیے تھے اس کی حالت پر رحم کھاتے ہوئے وہ کھل اٹھی تھی اور مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"شکر ہے میری ماں مان تو گئی تم"

ہاشم مسکرایا تھا ابھی وہ بات کہہ رہا تھا روح اس کے سینے سے لگ گئی تھی اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

"میری بچی میری جان میری شہزادی"

ہاشم اس کے ماتھے پر بہت محبت سے ہونٹ رکھ کر بول رہا تھا۔۔

"آپ دنیا کی بیسٹ بھائی ہیں"

وہ اس سے دور ہو کو مسکرا کر بولی تھی جس پر ہاشم بھی مسکرایا تھا۔۔

"اب تم یہی رہو میں جا کر جیپ لے کر آتا ہوں اس کے بعد میں نے اپنی پرنسز کو اس کے لیے جو چیزیں لایا ہوں وہ بھی تو دیکھانی ہیں نہ"

ہاشم سچ میں بہت خوش ہوتا تھا جب اس کی بہن مسکراتی تھی اس کو یوں افسردہ دیکھ رہا پل میں خود بھی اداس ہو جاتا تھا۔

"اوکے جائیں"

وہ ہنس کر بولی تو وہ فوراً چلا گیا تھا وہ جیپ لے کر آیا تھا اور اس کے پاس آکر روکی تھی روح اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی اچانک ہی ہوا کی سرد لہر اس کے وجود سے ٹکرائی تھی جس پر وہ کانپی تھی ہاشم اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا تھا اس نے اپنی شال اتار کر اس کے اوپر دی تھی۔۔

"لیکن آپ"

روح نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں میرا بچہ"

اس نے یہ کہتے ہی جیپ اسٹارٹ کی تھی اور اس کے رخ حویلی کی طرف کیا تھا۔۔

🎀🎀

وہ کتابوں میں سر دیے بیٹھی تھی ابھی وہ first year کی اسٹوڈنٹ تھی اور اسے میڈکل سے بہت زیادہ وابستگی تھی اور وہ ڈاکٹر بنانا چاہتی تھی اس کے میٹرک میں اچھے نمبر تھے اور اس کے گھر والے بھی اسے پڑھانا چاہتے تھے اس لیے وہ دل لگا کر پڑھتی تھی اس کی خالہ کی بیٹی بھی mbbs پڑھ رہی تھی اسے دیکھ کر اس کا یہ شوق اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔۔

"کیا کر رہی ہو ماہا"

ماہنور بیگم نے اس کے کمرے میں آتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ماما پڑھ رہی ہوں آپ بتائیں کوئی کام تھا"
اس نے ان کے طرف مڑ کر مسکرا کر کہا تھا جس پر وہ بھی مسکرائی تھی۔

"ہاں بچے میں تھک گئی ہوں تم تو ایسا کرو کہ آ کر رات کی روٹیاں ڈال دو اس کے بعد دودھ گرم کر لینا"
ماہنور بیگم اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتی ہوئی بولی تھی وہ ایک میڈل کلاس سے تعلق رکھتے تھے ماہا کی ماں ہاؤس وائف تھی اور بابا ایک اچھے عہدے پر ٹیچر تھے اتنی ان کی تنخاہ تھی کہ اپنی بیٹی اور بیوی دونوں کی ہر خواہش کو وہ پورا کر سکیں۔

"اچھا ماما میں کر دیتی ہون آپ آرام کریں"
وہ کتابیں بند کرتے ہوئے بولی تھی جس پر ماہنور بیگم بھی مسکرائی تھی۔۔

"اچھاہاں ایک اور بات"

وہ دونوں ایک ساتھ ہی ماہا کے کمرے سے نکلے تھے جب ماہنور بیگم نے کہا تھا۔۔

"جی ماما کیا ہوا"

ماہا نے کیچن میں جاتے ہوئے کہا تھا ماہنور بیگم لاونج میں ہی بیٹھ گئی تھی لاونج کے سامنے ہی کیچن تھا جہاں سے وہ ذہنی بیٹی کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔۔

"وہ تمھاری خالہ نے کال کی تھی بلا رہی تھی"

ماہنور بیگم نے ٹی وی کھولتے اس کی آواز کم کرتے ہوئے کہا تا کہ ان کو ماہا کی آواز اچھے سے آسکے۔۔

"کس لیے امی"

خالہ کے گھر کا سن کر اس کا منہ بن گیا تھا وہ امیر لوگ تھے اور وہ ٹھہرے بیچارے غریب وہاں جا کر ہمیشہ ہی ماہا کو کمتری کا سامنا کرنا پڑتا تھا اس لیے وہ وہاں جاتی ہی نہیں تھی۔۔

"وہ دو دن بعد بڑی عید ہے نہ تو وہ چاہتی ہیں کہ سب مل کر منائیں"
ماہنور بیگم نے اسے ان کا حوالہ سنایا جس پر وہ بس ہاں میں سر ہلا کر رہ گئی
وہاں کے لوگ اچھے سے کسی میں کوئی برائی نہیں تھی لیکن وہاں وہ کمتری کا شکار ہوتی تھی پتہ نہیں کیوں لیکن اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ ان سے کم ہے جہاں اس کے جیب خرچ صرف دن کے سو روپے ہوتی تھی۔
وہاں وہ ایک ہزار بھی اگر ایک دن میں خرچ کر لیں مسئلہ نہیں تھا اس کے پاس جو چیزیں تھی وہ لوکل مارکیٹ سے لی گئی تھی اور وہ ہر چیز برینڈ کی استعمال کرتے تھے اور وہاں جاتے ہی ان کے آگے تحفے رکھ دیے جاتے تھے جو کہ بہت مہنگی ہوتی تھی۔

اگر یہاں سے کوئی چیز لے جائی جاتی تو وہ اٹھی خاص نہیں ہوتی تھی اور وہ مہنگے مہنگے تحفے اسے اچھے نہیں لگتے تھے شاید یہ بھی ایک وجہ تھی۔۔

"کیا ہوا تم چپ کیوں ہو گئی"

اسے خاموش دیکھ کر ماہنور بیگم نے ایک بار پھر سے پوچھا تھا۔۔

"نہیں کچھ نہیں امی وہ میں اپنا سوال یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں آپ بھی ٹی وی دیکھیں"

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی جس پر ماہنور بیگم نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا اور ٹی وی میں مصروف ہو گئی۔۔



گاڑیوں کی لمبی قطار حویلی کے پورچ میں آکر رکی تھی گاڑی روکتے ساتھ ہی اس کی اگلی سیٹ سے ایک آدمی باہر آیا تھا اور اس نے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا تھا گاڑی سے ایک خوبرو نوجوان باہر آیا تھا جس کی عمر لگ بھگ 27 سال ہو گی اپنی شال کو کندھے پر ڈالتے ہوئے باہر آیا تھا پوری حویلی روشن ہو چکی تھی باہر لگی بلبوں سے سیاہ رنگ کے بال اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے سبز رنگ کی نگینوں والا وہ سید زادہ سچ میں ترکی شہزادوں جیسا حسن رکھتا تھا ہلکی ہلکی سی اس کی مونچھیں اس کے نیچے گلابی ہونٹ جو کہ قدرتی ایسی ہی گلابی رہتے ہلکی سی داڑھی سرخ و سفید رنگت سچ میں وہ شہزادہ ہی تو تھا اس ریاست کو سردار سید موسیٰ نقوی یہ سرداری کی وراثت اسے اس کے سید سائیں سے ملی تھی سید سائیں نے اپنے کسی بھی بیٹے کو اس قابل نہیں سمجھا تھا لیکن ان کے اس پوتے میں ہر وہ ہنر تھا جو کہ ایک سردار میں ہونا چاہیے وہ اپنے قبیلے کے ساتھ ساتھ باقی اور پانچ قبیلوں کی سرداری سنبھال رہا تھا جو کہ اس کے آس پاس ہی تھے وہ لمبے لمبے قدم لیتا

مردان خانے کی طرف چلا گیا تھا مردان خانے میں داخل ہوتے سب سے پہلے ان کی نظر سید سائیں پر گئی تھی جو کہ اس کے احترام میں کھڑے تھے یہ دیکھ موسیٰ کو شرمندگی ہوئی تھی۔۔

"کیا کرتے ہیں دادا جان کیوں مجھے شرمندہ کرتے ہیں میں آپ کا ہوتا ہوں اور آپ میرے سردار ہمیشہ سے رہیں گیں قبیلے کا سردار ہونے سے یہ ہر گز مطلب نہیں کہ میں آپ کا بھی سردار ہوں"

موسیٰ کو بچپن میں شرمندگی ہوتی تھی جب اس کی دادا جان اس کے لیے یوں کھڑے ہوتے تھے حویلی میں سب انھیں سید سائیں لکھتے تھے سوائے موسیٰ کے موسی وہ واحد تھا جو انھیں دادا جان کہتا تھا ان کے ہر قبیلی فیصلے میں وہ ان کے ساتھ ہوتا تھا اور اس کا انصاف کا تقاضا ایسا کہ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہوتی اس لیے سید سائیں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ اپنے اس پوتے کو قبیلے کا سردار بنائے گا اس سرداری کے باقی لوگ بھی خواب دیکھ رہے تھے وہ قریبی پانچ قبیلے جو کہ نہ ہو سکے تھے لوگوں نے سید موسیٰ نقوی کو اس نشست کے قابل جانا تھا اس لیے اب اندر ہی اندر ان کے صفح میں غدار پیدا ہو گئے تھے لیکن موسیٰ نقوی بھی بہت سنجیدہ سمجھدار اور نہایت ہی چلاک انسان تھا جو کہ انسان کو دیکھ کر پرکھنے کا ہنر رکھتا تھا کون اپنا ہے اور کون پرایا۔۔

"لیکن تو میری جان میرا سردار ہے جب باقی لوگ کھڑے ہو سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں"

انھوں نے ہمیشہ والا جملہ کہا تھا جس پر موسیٰ نقوی خاموش ہو گئے تھے وہ اپنی سربراہی جگہ پر بیٹھا اس کے بیٹھتے ہی حویلی کے باقی افراد بھی بیٹھ گئے تھے۔۔

"ہاشم کہاں ہے"

اس نے ہاشم کو وہاں موجود نہ پا کر کہا تھا کیونکہ اس نے اسے بہت ضروری کام سے شہر بھیجا تھا جس کا ہونا ضروری تھا۔۔

"وہ کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا لیکن پھر اس کے بعد واپس چلا گیا سردار سائیں" حنان نے جواب دیا تھا جو پر موسیٰ نے صرف سر کو خم دیا تھا۔۔

"دو دن بعد عید ہے اس کی تیاریاں مکمل ہیں کسی قسم کی کوئی ضرورت یا کچھ بھی ہو سب کی وہ پوری ہونی چاہیے اور جو لوگ اس قابل نہیں کہ قربانی نہ کر سکیں ان کی لسٹ مجھے لازمی چاہیے تھی آج تک کیا وہ مکمل ہے"

موسیٰ نے اپنے ساتھ موجود ساتھی دانیال سے کہا تھا وہ اس کے ساتھ ہمیشہ ہوتا تھا اس کے ہر کام میں اس کا شریک جس پر اس نے ایک پیپر نکال کر اس کے آگے رکھا تھا۔۔

"ٹھیک بہت اچھا ہو گیا یہ ہر قسم کی ہر ضرورت کا خیال رکھنا ہے تم نے دانیال"

موسیٰ نے لسٹ اس کی طرف واپس بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"بیٹا یہ سب تو ہو گیا ہے اب یہ وہ دیکھ لیا کرو یہاں حویلی والا ماحول ہو تو ہی اچھا ہے"

سید ریاست نقوی نے اپنے بیٹے سے مسکرا کر کہا تھا جس پر موسیٰ نقوی نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"جو آپ کا حکم بابا سائیں"

وہ مسکرا کر بولا تھا۔۔

"اس بار بھی سب رشتے داروں کو بلانا ہے عید پر"

سید سائیں نے اپنے خوبرو پوتے کو دیکھ کر کہا پہلے جو وہ چاہتے تھے وہ ہوتا تھا لیکن اب جو سردار سائیں چاہتے ہیں وہی ہو گا۔۔

"دادا جان میں اس کے حق میں نہیں ہوں تو میں نہیں چاہتا کہ بلایا جائے باقی اگر آپ چاہیں تو دیکھ لیں"

موسیٰ نقوی کو یہ ہر گز پسند نہیں تھا کہ باہر کے مرد یہاں آئے اور رشتے داروں کے نام پر ان کو زنان کھانے کی طرف آنا جانا ہو اسے ان سب سے سخت نفرت تھی۔۔

"نہیں بچے آپ سردار ہیں جیسا آپ کو صحیح لگے"

سید سائیں اپنے پوتے کا چہرہ دیکھ موقف سمجھ گئے اس لیے مسکرا کر بولے۔۔

"اچھا بس پھوپھو کو اور ماہنور خالہ کو بلا لیں وہ دونوں ہی اس گھر کی بیٹیاں ہیں تو میں نہیں چاہتا وہ نہ آئیں"

موسیٰ نقوی نے ان سب کو دیکھ کر فیصلہ سنایا تھا آیت بیگم اور ماہنور بیگم بس دو بہنیں تھیں آیت بیگم بڑی تھی تو شادی کے بعد وہ ماہنور بیگم کو اپنے ساتھ ہی حویلی لے آئی تھی وہ دونوں ہی سید سائیں کی بہن کی بیٹیاں تھی بہن اور بہنوئی کے جانے کے بعد انھوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ آیت بیگم کی شادی اپنے بیٹے ریاست نقوی سے کروائیں گی اس وقت ماہنور چھوٹی تھی اکیلے رہ نہیں سکتی تھی اس لیے اسے بھی اپنے ساتھ حویلی لے آئی تھی جس وجہ سے ماہنور بیگم کا بھی اس حویلی سے بیٹیوں والا رشتہ ہے۔۔

"ٹھیک ہے میرے شہزادے"
سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا۔۔

"سائیں کھانا لگ گیا ہے"

ملازمہ نے مردان خانے کے دروازے کے پاس آکر کہا تھا جس پر وہ سب لوگ ہی اٹھے تھے کیوں کہ وہاں سب کھانا مل کر اور ایک ساتھ کھاتے تھے اور بلکل ٹائم پر۔



وہ ہاشم کے ہمراہ مسکراتے ہوئے آرہی تھی دونوں ہی زنان خانے والی سائیڈ آئے تھے کیوں کہ ہاشم کو پتہ تھا کہ یہ وقت کھانے کا ہوتا ہے اور سب لوگ مل کر کھانا کھاتے ہیں وہ روح کو لے کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف جانے لگا جب اس نے نہ میں سر ہلا دیا۔

"میری گڑیا چلو تو"

ہاشم نے request کی تھی جس پر وہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"کسی کو بھی اچھا نہیں لگے گا بھائی آپ کھانا کھا کر میرے روم میں آ جانا"
روح نے اس کو دیکھ کر کہا وہ نہ نہیں کہنا چاہتی تھی لیکن جانا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔

"اور تم"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آپ جانتے ہیں نہ بھائی نائے سردار آئے ہیں تو ان کی سردارنی بھی آنی ہے اس کے بعد ہی یہ نظام صحیح ہو گا ہمارا عورتوں کا ورنہ تو جب بھوک لگتی ہے کھا لیتی ہوں"
وہ ہاشم کو دیکھ کر بولی تھی۔

"لیکن فلحال چلو"

ہاشم اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا اس کے وجود پر شال تھی اس وقت اسے کسی نے کچھ نہیں کہنا تھا لیکن سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی وجہ سے ضرور کہتے۔۔

"کہاں تھے تم"

موسی نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"وہ روح کے ساتھ تھا سردار سائیں"

ہاشم نے اسے جواب دے کر روح کے لیے کرسی نکالی اور سے بیٹھایا سب ہی لوگ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے کیوں کہ حویلی کے مرد کبھی بھی عورتوں کے لیے ایسا نہ کرتے ان کی محبت عزت بس کمرے کی حد تک ہی تھی لیکن موسیٰ یہ دیکھ مسکرایا تھا ہاں اسے وہ لڑکی نہیں پسند تھی لیکن ایک بھائی کو اپنی بہن کے لیے ایسا ہی ہونا چاہیے تھے۔۔

"کیا ضرورت تھی بیٹھا تمھیں اس کے پیچھے جانے کی جانتے تو ہو تم اسے کسی کی نہیں سنتی"

عافیہ بیگم نے اپنے بیٹے ہاشم سے کہا تھا جس پر وہ خاموش رہا تھا۔۔

"تم سے بات کر رہی ہے تمھاری ماں ہاشم"

احمد نقوی ہاشم کے بابا نے غصے سے کہا تھا۔۔

"بابا سائیں اس حویلی میں ایک میں ہی ہوں جو اپنی بہن کے قریب ہوں اور میرا ساتھ ہے اس کے پاس مجھ سے میری بہن روٹھ سکتی ہے مجھ سے اپنی باتیں کر سکتی ہے اور میں آہنی اس بہن کو ناراض کیسے چھوڑ سکتا تھا اور ماں سائیں کو میں نے اس لیے جواب نہیں دیا کہ وہ میری بہن کو ہمیشہ باتیں سناتی ہیں میں ان کی عزت کرتا ہوں لیکن میری بہن میں میری جان ہے حویلی کے ہر فرد کا رویہ میں دیکھ چکا ہوں اپنی بچی کے ساتھ صرف 18 سال کی ہے میری معصوم سی گڑیا جو بچپن سے ہمیں اپنا سب مانتی ہو تو اچانک یہ حقیقت آشکار ہونا آپ نے اسے سمجھنے کے بجائے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا لیکن میں نہیں کر سکتا اپنی بہن کے ساتھ ایسا ہوں روح میں وہ خون نہیں جو ہمارے اندر ہے لیکن میرے لیے میری بہن ہر سگے رشتے سے زیادہ عزیز ہے"

ہاشم نے اپنے بابا سائیں کو بہت احترام سے جواب دیا تھا۔۔

"سردار سائیں یہاں موجود ہیں ہاشم اور سید سائیں بھی ہیں یہ تم کیسے بات کر رہے ہو اپنے بابا سے"
عافیہ بیگم نے کہا تھا۔۔

"چاچی سائیں حویلی میں میں کوئی سردار نہیں بس اگر کچھ غلط ہو گا تو میں سردار ہوں آپ اور ہاشم ٹھیک ہے آپ کو اس بچی کو سمجھانا چاہیے تھا اور وہ صحیح کہہ رہا ہے اس کے لہجے میں کہیں بھی چاچا سائیں کے لیے کوئی گستاخی نہیں اگر ہوتی تو میں خاموش کروا چکا ہوتا"
موسیٰ نے اپنی چاچی سائیں کو مسکرا کر جواب دیا تھا جس پر وہ بھی خاموش ہو گئی تھی۔۔۔

"آپ کھاؤ نہ میری گڑیا"

روح کو بلکل خاموش دیکھ کر ہاشم نے کہا تھا جس پر وہ کھانے لگی تھی باقی سب بھی ان دونوں بہن بھائیوں کا پیار دیکھ رہے تھے اور ان کے سردار سائیں کو جب اس سے کوئی مسئلہ نہیں تھا وہ بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے سب لوگوں نے بعد میں خاموشی سے رات کا کھانا کھایا تھا۔۔

وہ اپنا وائیٹ کوٹ پریس کر رہی تھی اسے اپنے وائیٹ کوٹ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی اس کا پہلا سال چل رہا تھا mbbs کا اور اسے کچھ دنوں پہلے ہی یہ وائیٹ کوٹ ملا تھا حویلی میں لڑکیوں کو آگے پڑھنے کی اجازت نہ تھی بس انٹر کروا کر گھر بیٹھا دو لیکن سردار موسیٰ نقوی نے اسے یہ اجازت دی تھی۔

سردار موسیٰ نقوی کے آنے سے بہت سی چیزیں تبدیل ہو گئی تھی جو جو چیزیں اسے سخت ناپسند تھی اس نے پوری کوشش کی تھی انھیں بدلنے کی لیکن کچھ جگہوں پر وہ اپنے بڑوں کا خیال کر جاتا تھا اور رک جاتا لیکن اس سے جو ممکن ہو سکا تھا اس نے وہ بدلہ تھا اور ویسے بھی نور الہدیٰ تو پھر اس کی بہن تھی۔

اس نے ہاشم کو جب جب دیکھا تھا روح کے نکھرے اٹھاتے ہوئے اس کا بھی دل کرتا تھا کہ وہ اپنی دونوں بہنوں کے نکھرے اٹھائے ان کو لاڈ پیار کرے ان کی باتیں سنیں لیکن سید سائیں کے سردار ہوتے ہوئے ایسا ممکن نہیں تھا اور سردار کے ہر حکم کو مانا جاتا تھا۔

یہاں کا رواج تھا کچھ قبیلے ساتھ ہوتے تھے جس کے الگ الگ سربراہ ہوتے تھے لیکن سردار ایک ہی ہوتا تھا اور بہت سالوں سے یہ سرداری سید سائیں کے پاس ہی تھی۔

ان کی ایمانداری اور ان کے انصاف کرنے کی وجہ سے چونکہ اب ان کی عمر ہو گئی تھی تو اس سرداری کو آگے منتقل کرنا تھا اس نشست کے لیے بہت سے لوگ امیدوار تھے اور ان میں سید موسیٰ نقوی کا اپنا پھوپھی زاد کزن بھی تھا۔

موسیٰ کو وہ بلکل بھی پسند نہیں تھا موسیٰ یہ سرداری نہیں چاہتا تھا لیکن اگر کوئی اور سردار آتا تو اس نے اس قبیلے کے حالات اور خراب کر دینے تھے اس لیے وہ سردار بنا تھا صرف اور صرف انصاف کے لیے اس وجہ سے اس کی پھوپھو بھی آج کل ان لوگوں سے خفا خفا سی تھی۔۔

نورالہدیٰ اپنے کام میں مصروف تھی جب پیچھے سے ہاشم کی آواز اس کے کان میں پڑی تھی جس پر اس نے فوراً سے استری سائیڈ پر رکھی تھی سر پر اچھے سے دوپٹہ دیا تھا اور اس کی طرف مڑی تھی۔

ہاشم اور نور الہدیٰ کا رشتہ سید سائیں نے طے کیا تھا اور اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ یہ سید سائیں کا فیصلہ تھا اور ہاشم کو بھی نور الہدیٰ میں کوئی برائی نہیں نظر آتی تھی وہ بلکل ویسی تھی جیسی لڑکی اسے چاہیے تھی۔

"جی سائیں"

اس نے اپنی نظریں جھکی ہی رکھی تھی ہاشم کو اس کی یہی ادا تو سب سے زیادہ پسند تھی اس نے بھی آج تک اس کے چہرے کے علاوہ کہی نظر نہیں ڈالی تھی کیونکہ ابھی وہ اس کے لیے نامحرم تھی ایک نظر اس پر ڈال کر اس نے بھی اپنی نظریں جھکالی تھی۔

وہی سے موسیٰ اپنے کمرے میں جا رہا تھا ہاشم کو نور الہدیٰ کے کمرے کے باہر دیکھ کر وہ رک گیا تھا وہ اسے بہت اچھے سے جانتا تھا آخر اس کے ساتھ پلا بڑا تھا لیکن پھر بھی وہ وہاں آ گیا تھا۔

"وہ وہ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ "

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اس سے کیسے بات کرے دو سال ہو گئے تھے ان کا رشتہ طے پایا تھا لیکن آج تک ان دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔

"جی سائیں آپ بات کریں ہم سن رہے ہیں"

نورالہدیٰ کو اس کی ایسی حالت پر ہنسی بھی آرہی تھی وہ باہر آتی جاتی تھی اس نے باہر کے لڑکوں لڑکیوں کو دیکھا تھا لیکن اس کے سردار سائیں میں تو باہر کی لڑکیوں سے بھی زیادہ شرم تھی۔۔

"وہ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ آپ روح کو اپنے ساتھ رکھا کریں وہ ہر وقت اکیلی رہتی ہے کوئی اس سے بات نہیں کرتا تو آپ اس سے بات کر لیا کریں اسے ٹائم دے دیا کریں"

ہاشم نے سر جھکائے ہوئے ہی بات کی تھی اس کی غیرت یہ گوارا نہیں کر رہی تھی کہ جو لڑکی اس کے نام سے منسوب ہو لیکن ابھی تک اس کی محرم نہیں تھی کہ وہ اس کی طرف دیکھے بھی۔

"ٹھیک ہے ہاشم سائیں"

نور الہدیٰ نے ہلکہ سا مسکرا کر جواب دیا تھا جبکہ موسیٰ نقوی یہ دیکھ کر مسکرایا تھا اسے اپنے سید سائیں کا یہ فیصلہ بلکل صحیح لگا تھا وہ لڑکا جس کے نام ایک لڑکی منسوب ہو وہ اس کی طرف ہی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

تو کوئی اور لڑکی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ واحد تھا اس حویلی میں جس کے دل میں لڑکیوں کے لیے نرم گوشہ حد سے زیادہ تھا۔

"آپ کا وائیٹ کوٹ"

ہاشم نے اس کا دھیان پیچھے کی جانب دلایا تھا وہ تو شرتھا اس نے استری اٹھالی تھی وہ فوراً سے مڑی تھی اسے لگا تھا وہ استری اٹھانا بھول گئی ہے لیکن شکر تھا کہ اس نے اٹھالی تھی ہاشم وہاں سے چلا گیا تھا

نورالہدیٰ نے مڑ کر دیکھا تو کوئی بھی نہیں تھا یعنی وہ اس سے کہہ نہیں سکا تھا کہ وہ جا رہا ہے اس لیے اس نے یہ طریقہ اپنایا نورالہدیٰ مسکراتے ہوئے اپنا وائیٹ کوٹ پریس کرنے لگی۔۔

ہاشم کے جانے کے بعد موسیٰ نور کے کمرے میں آیا تھا اپنے کمرے میں پھر سے کسی کی موجودگی محسوس کر کے وہ مڑی تھی۔

"بھائی آپ"

موسیٰ کو دیکھ اسے خوشگواری حیرانی ہوئی تھی کیونکہ یہ پہلی بار تھا کہ موسیٰ اس کے کمرے میں آیا تھا وہ جب بھی ہاشم کو دیکھتی تھی روح کے نکھرے اٹھاتے ہوئے اس کا بھی دل کرتا تھا کہ اس کا بھائی ان کے لیے یہ سب کرے لیکن شاید یہ سب حسرتیں ہی رہ جانی تھی۔۔

"کیا کر رہی ہے میری گڑیا"

نور کو لگا شاید اس نے کچھ غلط سنا ہے کیوں کہ پہلی بار ہی تو اپنے بھائی کے منہ سے اس نے اپنے لیے ایسے الفاظ سنے تھے۔

"بھائی"

وہ نم آنکھوں سے موسیٰ کی طرف دیکھ رہی تھی وہ جب جب روح کو ہاشم کے سینے سے لگا دیکھتی تھی اس کا بھی دل کرتا تھا اور آج اپنے دل کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے اس نے ایسا کیا بھی تھا وہ قریب آئی تھی اور موسیٰ کے سینے سے لگ گئی تھی موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"تھینک یو بھائی"

اسے لگا شاید موسیٰ اسے خود سے دور کر دے اس لیے وہ خود ہی فوراً سے پیچھے ہو گئی تھی ہاشم کو چائے کی سخت ضرورت تھی وہ وہی کہنے کے لیے واپس آیا تھا لیکن آج پہلی بار یہ منظر اس نے حویلی میں دیکھا تھا اس کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی تھی

لیکن ساتھ میں غصہ بھی آیا تھا کیوں کہ وہ لڑکی اس کی تھی اس کے نام سے منسوب تھی اسے اس کے بھائی کے ساتھ بھی وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم یہاں"

ہاشم کو پھر سے وہاں دیکھ کر موسیٰ نے کہا موسیٰ کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا جواب دے کیونکہ سامنے سردار سید موسیٰ نقوی تھا وہ اس کے آگے نورالہدیٰ پر کوئی بات برداشت نہیں کر سکتا کیوں کہ اسے تو یہی لگنا تھا

وہ کسی وجہ سے آیا ہے لیکن اسے کیا پتہ تھا اس کے سردار سید موسیٰ نقوی کی سوچ بلکل بھی باقی سرداروں جیسی نہیں تھی۔۔

"میں یہاں سے گزر رہا تھا یہ منظر دیکھ مجھے بہت خوشی ہوئی بس اس لیے"

ہاشم نے موسیٰ کو دیکھ کر جھوٹ بولا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"ٹھیک ہے چلو پھر مجھے تم سے بات بھی کرنی ہے"

موسیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کیا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا موسیٰ آگے آگے چل رہا تھا اور ہاشم اس کے کم قدم۔۔

"کل تم اپنی بہن کے ساتھ مصروف تھے اور مجھے اپڈیٹ دینا شاید بھول گئے"

موسیٰ نے اس کو مڑ کر دیکھا تھا۔

"ہم یہی سمجھ لو"

ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا وہ اس سے ہمیشہ سے ایسے ہی بے تکلف تھا عمر میں بھی ان دونوں کے کوئی خاص فرق نہیں تھا ہاشم بس موسیٰ سے ایک سال ہی چھوٹا تھا۔

"کام کر آئے تھے جو میں نے کہا تھا"

موسیٰ نے اس کو گھور کر دیکھتے ہوئے بات کی تھی۔۔

"ہان ہو گیا تھا وہ جتنے بھی کیس تھے نہ زمینوں کے جو وڈیروں نے ان کسانوں کی زمین قبضہ کرنے کے لیے کیے تھے سب ہی سولو کر کے آیا ہوں اور ان کے زمین کے کاغذات بھی ان مظلوم لوگوں کے ہاتھ میں دے کر آیا ہوں"

ہاشم نے مسکرا کر اسے بتایا تھا سچ میں دوسروں کی مدد کرنے میں سکون تو تھا۔

"یہی امید تھی مجھے تم سے"

موسیٰ نے مسکرا کر اس کو دیکھا تھا۔۔

"اور ہاں میں نے تمہارا ایک کام بڑھا دیا ہے"

موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر سے کہا۔

"کیا کام"
ہاشم نے اسکی طرف دیکھا تھا پہلے ہی اس کے پاس کام بہت تھے۔

"ویسے تو تم بس روح کو کالج ڈراپ کرتے ہو نہ اب روح کے ساتھ ساتھ تم نور اور کندیل دونوں کو کالج ڈراپ کیا کرو گے"
موسیٰ نے مسکرا کر کہا تھا دونوں ہی اس وقت زنان خانے کے لاونج میں بیٹھے ہوئے تھے جس پر اس نے ہاں میں بھی سر ہلایا تھا نور الہدیٰ جس کو پڑھائی کا حد سے زیادہ شوق تھا سیریس رہنے والی اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی وہی پر کندیل اس کے الٹ تھی اسے پڑھائی سے نفرت تھی پڑھائی کا نام سن کر ہی اسے بخار چڑھ جاتا تھا

وہ تو اس بات سے بہت خوش تھی 2nd year کے بعد پڑھنا نہیں پڑھے گا لیکن یہ جو اس کی بہن کے اندر کتابوں کا کیڑا تھا اس کے ساتھ ساتھ موسیٰ نے اس کا بھی ایڈمیشن کروا دیا تھا۔۔

نورالہدیٰ نے میڈیکل رکھا تھا تو اس نے بھی میڈیکل ہی رکھا تھا اسے ویسے تو پڑھنے کا شوق نہیں تھا اگر وہ اس کے ساتھی ہوتی تو اس کی بھی چیٹنگ مدد سب ہو جانی تھی وہ دونوں جڑواں تھی جس وجہ سے ایک ہی کلاس میں تھی ان کا قد بھی ایک جتنا تھا
وہ دونوں دیکھتی بھی ایک جیسی تھی بس ان دونوں کی آنکھوں کا فرق تھا نورالہدیٰ کی آنکھیں بڑی اور اپنے بھائی کی طرف سبز رنگ کی تھی جبکہ کندیل کی آنکھیں اس سے چھوٹی اور سیاہ رنگ کی تھی اس وجہ سے ہی حویلی والے ان دونوں میں پہنچان کر پاتے تھے۔۔

نورالہدیٰ mbbs پڑھ رہی تھی جبکہ وہ medicines کے بارے میں پڑھ رہی تھی اس کا دل تو بلکل بھی نہیں تھا لیکن مجبوری میں اسے یہ ایڈمیشن لینا ہی پڑا تھا کیونکہ سردار سید موسیٰ نقوی کا جو حکم تھا روح ابھی 2nd year کی اسٹوڈنٹ تھی اس نے بھی میڈیکل ہی رکھا تھا کیوں کہ کزنوں کی شوق میں اس نے 9 میں یہی رکھا تھا تو آگے بھی یہی رکھا تھا اس نے اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اتنی بڑی سچائی کے بعد پڑھنے کا لیکن اپنے بھائی کی وجہ سے اس نے کالج میں ایڈمیشن لے لیا تھا ایک حنان تھا ہاشم کا چھوٹا بھائی وہ بھی یونیورسٹی جاتا تھا ابھی وہ بزنس پڑھ رہا تھا کیونکہ اسے اس میں بہت انٹرسٹ تھا تو سید سائیں نے بھی زیادہ کچھ نہیں کہا اور اسے پڑھنے دیا۔۔

سید سائیں کے چار بچے تھے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی بڑے بیٹے کا نام تھا سید ساجد نقوی ان کی شادی پسند کی تھی اپنی کلاس فیلو کنزہ کے ساتھ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بیٹے جیسی نعمت سے نوازا تھا لیکن 20 سال کی عمر میں کچھ ایسا ہوا تھا کہ جس وجہ سے سید سائیں نے ان کے بیٹے سید یہیٰ نقوی کو حویلی سے نکال دیا تھا جس کی جدائی اس کے ماں باپ اب تک برداشت کر رہے تھے اس وجہ سے وہ ان سے خفا بھی تھے لیکن کوئی بھی سردار کے فیصلے کے خلاف نہیں جا سکتا تھا

اس لیے سب ہی خاموش تھے اس کی سزا پانچ سال حویلی سے دور رہنا تھی لیکن اس کے بعد سے وہ واپس آیا ہی نہیں تھا اور اس بات کو اب 9 سال ہونے کو آئے تھے کسی سے اس کا کوئن رابطہ بھی نہیں تھا۔

اس سے چھوٹے بیٹے کا نام تھا سید ریاست نقوی ان کی شادی ان کی کزن سے ہوئی تھی جس کا نام تھا آیت بیگم اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم نوازی کی تھی انھیں ایک بیٹے اور دو جڑواں بیٹوں سے نواز تھا

بیٹا سید موسیٰ نقوی اور بیٹیاں سیدہ نور الہدیٰ اور سیدہ کندیل نقوی دونوں ہی ایک جیسی دیکھتی تھی بس آنکھوں کے فرق سے ہی دونوں کو پہچانا جا سکتا تھا اور دوسرا نور کے بال بڑے تھے اور کندیل کے اس سے تھوڑا چھوٹے تھے۔

اس کے بعد ان کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے سید احمد نقوی اور ان کی بیوی عافیہ بیگم اللہ تعالیٰ نے انھیں دو بیٹے دیے تھے سید ہاشم نقوی اور سید حنان نقوی انھیں بیٹی کی بہت چاہ تھی لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا ایک دن احمد نقوی کہیں جا رہے تھے

اورانھیں وہاں روڈ پر روح ملی تھی وہ اس ننھی سی جن کو یوں نہیں چھوڑ سکتے تھے اس لیے اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے اور پورے 16 سال اسے بلکل اپنی بیٹی کی طرح پیار دیا لیکن ایک دن وہ یہ بات کر رہے تھے اور روح نے سن لی جس وجہ سے وہ اکیلا اکیلا رہنے لگی

اور اپنی اسکول کی لڑکیوں سے بہت غلط چیزیں سیکھتی تھی اور بگڑ گئی سب نے ہی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا سوائے ہاشم کے ہاشم اس کے ساتھ رہا اس کے قریب رہا اس کا ہر رویہ برداشت کیا اسی وجہ سے آج وہ اس کے سب سے زیادہ قریب تھا امید ہے آپ کو ناول کے تمام کردار سمجھ آ گئے ہوں گیں۔۔

🎀🎀

"دادا سائیں اپ نے مجھ سے کوئی بات کرنی تھی"

سردار موسیٰ نقوی جو کہ باہر جا رہے تھے اسے پہچان ملا تھا کہ سید سائیں نے اس سے بات کرنی ہے جس وجہ سے وہ اس وقت ان کے کمرے میں موجود تھا۔۔

"ہاں بیٹھو میرے شیر"

سید سائیں نے اسے بیٹھنے کے لیے کہا تھا ان کے کہنے پر وہ بیٹھ گیا تھا۔۔

"جی دادا سائیں"

وہ ان کے سامنے صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔۔

"دیکھو موسیٰ تم یہیٰ کے بعد تم اس حویلی کے سب سے بڑے پوتے ہو ہم جانتے ہیں کہ ہم نے اس کے ساتھ زیادتی کی ہے اور وہ ایسی وجہ سے حویلی واپس بھی نہیں آیا نہ ہی ہم میں سے کسی کو پتہ ہے وہ کہاں ہے کیا کرتا ہے کیا نہیں نہ ہی اس نے ہمارے ساتھ اس کے بعد تعلق رکھا وہ بھی ہمارے دل کے اتنا ہی قریب تھا جتنا کہ تم تھے ہم نے اس کے ساتھ غلط کیا موسیٰ"
سید سائیں کی آنکھوں میں نمی جھلک اٹھی تھی سردار موسیٰ نقوی فوراً سے ان کے قدموں میں آکر بیٹھے تھے۔

"یہ کیا کر رہے ہو موسیٰ تم سردار ہو"
سید سائیں نے اٹھانا چاہا تھا لیکن موسیٰ نے منع کر دیا تھا۔۔

"میں سردار ہوں گا لیکن باقی سب کے لیے آپ کے لیے میں آپ کو پوتا ہوں دادا جان"

سردار موسیٰ نقوی نے ان کو بیٹھے رہنے کا کہا تھا۔

"اور آپ یہیٰ کی فکر نہ کریں میں ہوں نہ اب میں لے کر آؤں گا اسے میرا وعدہ ہے آپ سے"
سردار موسیٰ نقوی نے انھیں خاموش دیکھ کر ایک بار پھر کہا تھا۔۔

"میری ایک اور خواہش بھی ہے موسیٰ"
سید سائیں نے اس کی بات کے بعد اپنی بات دوبارہ کی تھی جس پر اس نے سر کو خم دیتے ہوئے انھیں بولنے کا کہا تھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم اب شادی کر لو اس قبیلے کو آپ ی سردارنی کی ضرورت ہے عورتوں کے مسلے مسائل تو وہی دیکھے گی نہ"

سید سائیں نے اس کو دیکھ کر بات کی اس بات پر اس کے چہرے کے نقوش سخت ہوئے تھے۔۔

"داداجان آپ ایسے ہی کسی کو سردارنی بنادیں کیا اس کے لیے میرا شادی کرنا ضروری ہے"
سید موسیٰ نقوی کو شادی والی بات پر غصہ آیا تھا وہ ابھی اپنی زندگی میں کوئی بھی لڑکی نہیں چاہتا تھا۔

"ضروری ہے اور یہ میرا حکم ہے سید موسیٰ نقوی جو کہ تمھیں ماننا ہوگا"
سید سائیں نے سختی سے کہا تھا جس پر سردار موسیٰ نقوی کو ہاں کرنی پڑی تھی کیوں کہ وہ اپنے داداجان کی کوئی بات نہیں ٹال سکتے تھے۔۔

"اگر تمھیں کوئی لڑکی پسند ہے تو بتاؤ ورنہ ہم اپنی مرضی سے تمھارا رشتہ کر رہے ہیں"

سردار موسیٰ کے ہاں میں سر ہلانے پر سید سائیں نے کہا تھا جس پر اس نے نہ میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"جیسا آپ کو صحیح لگے دادا جان"

سردار موسیٰ نقوی نے مسکرا کر کہا تھا وہ اپنے دادا جان کا کوئی بھی حکم ٹال نہیں سکتا تھا اور یہ بات بھی سچ تھی کہ اسے کوئی بھی لڑکی پسند نہیں تھی۔۔

"ٹھیک ہے تو پھر عید کے بعد ہم یہ بات سب کے سامنے رکھیں گیں"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا اور اس کے بعد اجازت مانگ کر وہاں سے چلا گیا تھا کیوں کہ اس کسی کام سے جانا تھا۔۔

🎀🎀

شام کا وقت تھا مہمان سب آ چکے تھے پھوپھو کو بلایا تھا وہ بھی اپنی فیملی کے ساتھ حویلی پہنچ گئی تھی اور ماہنور بیگم بھی اپنے شوہر سید مصطفی نقوی کے ساتھ آ گئے تھے ساتھ میں ماہا بھی آئی تھی

حویلی کا یہ رواج تھا کہ وہ لوگ اپنی بیٹی سیدوں سے باہر نہیں دیں گیں شادی ہو گی تو سید سے ہی ہو گی بلکہ سارے قبیلے کا ہی یہی رواج تھا

ان سب کے استقبال شاندار کیا گیا تھا کیوں کہ وہ دونوں ہی اس حویلی کی بیٹیاں تھی اور ان کے آنے پر وہاں سب لوگ موجود تھے خواتین زنان خانے میں آ گئی تھی سب جبکہ مرد سارے مردان خانے کی طرف تھے۔۔

"کیسی ہو ماہا بیٹا اور پڑھائی کیسی جا رہی ہے میری گڑیا کی"
آیت بیگم نے مسکرا کر اپنی بھانجی سے پوچھا تھا۔۔

"خالہ اچھی جا رہی ہے اور میں ٹھیک ہوں"
اس نے مختصر سا جواب دیا تھا جتنا کہ اس سے پوچھا گیا تھا اس نے زحمت نہیں کی تھی ان کا حال حوال پوچھنے کی اسے تو اپنے سامنے بیٹھی گل ناز کو دیکھ کر الجھن ہو رہی تھی وہ کتنا سج سنور کر اس کے سامنے بیٹھی تھی جبکہ باقی سب بھی حیران تھے وہ عام دنوں سے آج کچھ زیادہ ہی تیار لگ رہی تھی۔۔

"آپی کیا کوئی خاص بات ہے جو آج اپ اتنا تیار ہوئی ہیں یہ آپ کو لگتا ہے کہ عید آج ہے"

کندیل نے اپنے مزاج کے مطابق اس کا مذاق بنایا تھا جبکہ اس کی اس بات پر وہاں موجود ساری لڑکیوں کے چہروں پر ہلکی ہلکی مسکراہٹ آئی تھی

روح ان محفلوں میں بیٹھنا پسند نہیں کرتی تھی اس لیے وہ یہاں موجود نہیں تھی کل ہاشم نے اسے منع کیا تھا وہ شام میں کہیں نہیں جائے گی کیوں کہ مہمانوں نے آنا ہے تو اس وجہ سے اس نے اپنے بھائی کی بات مان لی تھی۔۔

"تمھیں کوئی مسئلہ ہو رہا ہے کیا یہ تمھاری چیزیں استعمال کر کے تیار ہوئی ہوں"

گل ناز کو اس کی بات پر غصہ آیا تھا اس لیے اس نے سختی سے کہا تھا جبکہ اسکی سختی پر اسکی ماں نادیہ بیگم نے اسے آنکھیں دیکھائی تھی۔۔

"نہیں آپی میں نے ایسا کب کہا میں نے تو بس ویسے ہی پوچھ لیا تھا وہ اصل میں یہ جو لائنز ہے نہ یہ بھی برابر نہیں کے اگر لپس ٹک بھی تھوڑا خراب ہو جاتی"

ابھی وہ بات کر رہی تھی کہ روح بھی وہاں آئی تھی۔۔

"اور ساتھ میں جو یہ آنکھوں کے اوپر وائیٹ وائیٹ لگایا ہے یہ اگر گالوں پر بھی لگ جاتا تو جوکر لگنا تھا پوری آپ نے آپی"

روح نے آکر کندیل کو ہائے فائے دیتے ہوئے کہا تھا کیوں کہ اس لڑکی کو تنگ کرنے میں ان دونوں کو الگ مزہ آتا تھا اور وہ پھر ہمشیہ ایک ہی ٹیم میں ہو جاتی تھی۔۔

"تم نے اپنا حولیا دیکھا ہے یہ چھوٹی سی تنگ شرٹ اور پھر یہ ٹراؤزر خود بھی تو کوئی اجوبہ ہی لگ رہی ہو"

گل ناز نے بھی روح کے حولیے کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔۔

"اوہو کم اون گل آپی غصہ نہیں پوتے صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا ورنہ اپ کی یہ جو آنکھیں پہلے سے ہی چھوٹی ہیں اور چھوٹی ہو جائیں گی"
روح نے اس کے پاس آتے ہوئے بات کی تھی لڑکیاں تو سب یہ منظر دیکھ لطف اندوز ہو رہی تھی جبکہ زنان خانے میں آتے سردار موسیٰ نقوی اور سید ہاشم نقوی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"روح بڑی ہیں وہ تم سے اور چپ کر کے ٹک کر ایک جگہ بیٹھ جاؤ"

عافیہ بیگم نے سختی سے کہا تھا جس کا روح پر تو کوئی اثر نہیں ہوا تھا لیکن حویلی کے مردوں کو زنان خانے میں آتا دیکھ سب ہی خواتین کھڑی ہو گئی تھی اور اپنے سروں پر اچھے سے دوپٹہ لیا تھا سردار موسیٰ نقوی آکر بیٹھا تھا اس نے سب کو اشارہ کیا تھا بیٹھنے کا جس پر سب لوگ ہی بیٹھ گئے تھے لاونج اتنا بڑا تھا کہ سب لوگوں نے بہت آسانی سے آجانا تھا۔۔

"نورالہدیٰ، کندیل، روح، ماہا اندر جاؤ تم لوگ"

سردار موسیٰ نے لاؤنج میں سب مردوں کی موجودگی میں ان بچیوں کو ہونا بلکہ یوں کہا جائے کہ عدنان کی نظریں اسے ان پر برداشت نہیں ہوئی تھی اس لیے اندر جانے کا کہا تھا عدنان اس کی پھوپھو کا بیٹا تھا

ان تینوں کو اندر جاتا دیکھ کر روح اپنی جگہ پر ہی کھڑی رہی تھی لیکن ہاشم کے اشارے پر اس نے منہ بنایا تھا جو کہ اس کے آگے ریکوئسٹ کر رہا تھا جس پر وہ ناچاہتے ہوئے بھی وہاں سے چلی گئی تھی

ہاشم صحیح تھا اس لڑکی کو بس سمجھانے کی ضرورت تھی ہاشم سمجھ گیا تھا اس لیے وہ اس کی ساری باتیں بھی مان لیتی تھی کہ بات آج سردار موسیٰ نقوی نے بہت اچھے سے محسوس کی تھی جبکہ ان لوگوں کے اندر جانے پر عدنان کا منہ بنا گیا تھا اور وہ غصے سے سردار موسیٰ نقوی کو دیکھ رہا تھا۔

"بیٹا اگر تم نے حویلی کی باقی سب لڑکیوں کو بھیج دیا ساتھ میں ماہا کو بھی تو گل ناز کو نا بھیجنے کی وجہ"
نادیہ بیگم کو اس کی یہ بات بری لگی تھی۔۔

"کیوں کہ مجھے یہ لگتا ہے پھوپھو میں نے ان لڑکیوں کو کہا جو کہ میری بات مانتی ہیں اور جیسے مجھے پسند ہیں وہ ویسے رہتی ہیں اور اس حویلی کی عزت ہیں میں نے ان کو ہر گز نہیں کہا جو کہ خود کو یوں شو پیس بنا کر سامنے پیش کریں اور سید ذات ہیں ہم اپنی عورتوں کو باہر چھپا کر رکھتے ہیں لیکن آپ کی بیٹی کیا خوف کو یونیورسٹی چھپا کر جاتی ہے"

وہ بھی سردار موسیٰ نقوی تھا کس کو کتنی عزت دینی تھی وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔

"اچھا تو ایسی بات ہے پھر روح کو کوئی کیوں کچھ نہیں کہتا جیسے دیکھو اس کی تیروں کا رخ میری بیٹی کی طرف ہوتا ہے"

نادیہ بیگم کو موسیٰ نقوی کی بات بلکل اچھی نہیں لگی تھی۔۔

ں ہو گئی یہ پلٹا بہت اچھے سے جانتے ہیں اور ویسے
نے آپ کو چھٹکے کے لیے نہیں بلکہ چھٹی موقع ہے تو عید
کہ یوں لڑ جھگڑ کر رہیں حویلی میں ز خانے کی
مردو کا کمرہ ہو گا جن ہکو تیکھی ہے آج کے بعد
نے بھی میں کمرہ نہیں ہو گا بلکہ مردا خانے میں ہو گا چاہے
یلہ کی کیوں نہ ہو
نے ان چھتی خاصکی کہ کہی تھی کیوں کہ اپنی کی سردار
ں نے مہانی کر لی تھی لیکن ا

ں کام کے کوئی خانجی نے زکی طرف نہیں آئے گا او
مدنہیتی تو تعمیل کام ہو ملازم سے کہہ دینا
نے م خاصلی کر کہا تھا کیوں کہ وہ اس کی
، اچھے سے واقف

"موسیٰ"

سید سائیں نے اس کو دیکھ کر کہا کیوں کہ وہ اپنی بیٹی کی بے عزتی ہر گز برداشت نہیں کر سکتے تھے۔۔

"داداسائیں عدنان ہماری حویلی میں نہیں رہتا اور نہ ہی ہمارے حویلی کی لڑکیاں ایسے کمفرٹیبل ہیں تو پلیز آپ میری بات مانیں"

سردار موسیٰ نے اپنے داداجان کو دیکھے بغیر کہا اگر وہ انھیں دیکھ لیتا تو وہ اپنا فیصلہ بدل دیتا۔

"موسیٰ عدنان گھر کا بچہ ہے"

سید سائیں نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔

"ہاشم"

سردار موسیٰ نے ہاشم کو بلایا تھا جس پر وہ فوراً سے اس کے پاس آیا۔

"سید سائیں کو ان کے گھر کے بچے کے کرتوت تو دکھاؤ"

سردار موسیٰ نے آج پہلی بار اپنے دادا سائیں کو سید سائیں کہا تھا ہاشم نے موبائل نکال کر سید سائیں کے آگے کیا تھا جیسے دیکھ وہ حیرانی سے اپنے نواسے کو دیکھ رہے تھے۔۔

"ابھی تو صرف شراب پیتے اور لڑکیوں کو تنگ کرتے ہوئے میرے پاس ویڈیوز ہیں اگر یہ باز نہ آیا تو اور بھی بہت کچھ ہے سید سائیں اگر آپ نے مجھے سردار بنایا ہے تو اپنے پوتے پر یقین بھی کریں"

موسیٰ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا باقی کسی میں بھی کوئی ہمت نہیں تھی کہ کوئی بات کر سکے نادیہ بیگم تو اپنے بیٹے کو منع کر چکی تھی بہت بار لیکن وہ سنتا نہیں تھا لیکن آج اس کے کرتوت سردار موسیٰ نقوی نے اپنی پھوپھو کا بھی لحاظ کیے بغیر سب کے سامنے رکھ دیے تھے۔۔

"روح"

وہ سب سے الگ بیٹھی ہوئی تھی پہلی ان تینوں کے ساتھ اس کی اچھی خاصی دوستی تھی

لیکن پھر جب وہ بدلی تو وہ لوگ بھی بدل گئے اگر اس نے بات کرنا چھوڑ دیا بدتمیزی کرنا شروع کر دی تو ان تینوں نے بھی اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا

لیکن سید ہاشم نقوی کے کہنے پر نورالہدیٰ اس کے پاس آئی تھی نورالہدیٰ کی پکار پر اس نے اس کی طرف دیکھا تھا

اس نے کوئی بات نہیں کی تھی اور اپنا منہ پھیر لیا تھا۔۔

"تمھاری ہونے والی بھابھی ہین ہم اور اپنی ہونے والی بھابھی سے کوئی اس طرح منہ پھیرتا ہے"

نورالہدیٰ اس کے پاس بلکل نیچے بیٹھ گئی تھی جبکہ اس کے ایسا کرنے پر جہاں ماہا اور کندیل حیران تھے وہی روح بھی کھڑی ہو گئی۔۔

"یہ یہ کیا کر رہی ہیں آپی پلیز"

ہاں وہ بد تمیز اور ضدی ضرور ہو گئی تھی لیکن اسے یہ بات ضرور یاد تھی وہ اس کے بھائی کے نام سے اس حویلی میں منسوب تھی وہ بھی اس بھائی کے جو اس کی ساری باتیں مانتا اس کے لاڈ اُٹھاتا

تو وہ اس کی ہونے والی بیوی سے یہ سب تو نہیں کروا سکتی تھی۔

"مجھے آپ سے بات نہیں کرنی بلکہ یہاں موجود کسی سے بھی نہیں کرنی اس حویلی میں بھی کسی سے نہیں کرنی میری باتیں سننے کے لیے میرے بھائی ہیں"

روح نے نور کو دیکھ کر اُتارتے ہوئے جواب دیا تھا جبکہ اس کی بات پر نور کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی جبکہ اس نے ماہا اور کندیل کو بھی اشارہ کیا تھا۔۔

"روح ہم مانتے ہیں ہم تمھیں سمجھ نہیں پائے تمھارے بکھرے پن کو تمھارا ایٹیٹوڈ سمجھ لیا اور یہ سمجھ بیٹھے ہم سب جو بچپن سے تمھارے ساتھ تھے صرف یہ بات معلوم ہونے پر کہ تم ہمارا خون نہیں ہو ہم سب کو پل میں پرایا کر دیا"

روح نے اس کے بلکل ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے آپی کون ہوں میں ذرا سوچیں نہ میرے ماں باپ نے کیوں مجھے یوں چھوڑ دیا"
وہ نم آنکھوں سے بولی تھی اس کی نم آنکھیں دیکھ کر وہ دونوں بھی اس کے پاس آگئی تھی۔۔

"تم سیدہ روح نقوی ہو تمہاری پہچان تمہارے بابا اور تمھارے بھائی ہیں کیا یہ بات کافی نہیں ہے میری جان"
کندیل نے اس کے قریب ہو کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔

"تمھیں کبھی ایسا لگا روح کہ ہم میں سے کسی نے تم سے زیاتی کی ہو تمھیں اپنا مانا ہو 16 سال تم نے گزارے ہمارے ساتھ خالہ جان یا خالو کسی نے تمھیں یہ احساس دلایا تم ہماری نہیں ہو

روح تم ہماری ہو خون کا ایک ہونا ضروری نہیں ہوتا ہاشم بھائی کو ہی دیکھ لو کیا وہ تمھارا خون ہیں نہیں نہ روح پھر بھی وہ تم سے کتنی محبت کرتے ہیں" ماہا نے بھی اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔۔

"ہاشم سائیں کے جتنا نہ صحیح لیکن ہم بھی تم سے محبت کرتے ہیں روح ہم سب کے دل میں تمھاری جگہ ہے روح"
نور نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا لیکن اس نے ان کا ہاتھ پیچھے کر دیا تھا۔۔

"آپ میں سے کوئی بھی مجھ سے محبت نہیں کرتا اگر کسی کو مجھ سے محبت ہے جو مجھے چاہتے ہیں جن کی سگی میں ہوں تو وہ بس ہاشم بھائی ہیں جنہوں نے مجھے کبھی اکیلا نہیں چھوڑا"
روح نم آنکھوں سے بول رہی تھی۔۔

"ہاں ٹھیک ہے میں بد تمیز ہو گئی تھی میرا دماغ کام کرنا چھوڑ گیا تھا اتنی بڑی حقیقت پر لیکن آپ سب لوگ مل کر مجھے سنبھال سکتے تھے

نہ ہان نہیں ضروری یہ کہ خون کا رشتہ ہونا ضروری ہے کیوں کہ یہ بات میرے ہاشم بھائی نے ثابت کی اپ سب بھی تو ثابت کرتے نہ"

اس نے روتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ ان تینوں کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی کیوں کہ ٹھیک ہی کہہ رہی تھی وہ۔

"معاف نہیں کرو گی ہمیں"

کندیل نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا وہ دونوں گل ناز کو تنگ کرنے کے لیے ہمیشہ ایک ٹیم میں ہو جایا کرتی تھی۔۔

"نہیں میں نے بہت اکیلا پن محسوس کیا ہے میں جب جب روتی نہ مجھے تم سب کی ضرورت تھی میں سوچتی تم لوگ آؤ گی میرے پاس میرے ساتھ باتیں کرو گی کھیلو گی لیکن تم لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اور میری ایک کال پر ہاشم بھائی دوڑے آتے تھے میرے پاس میں کسی کو معاف نہیں کروں گی"

روح ان تینوں کے درمیان سے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"لیکن معاف کرنے سے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوتیں ہیں نہ تو پھر تم کیوں نہیں معاف کر سکتی"

ماہا نے اس کے پاس آ کر سوال پوچھا تھا۔

"ماہا تم تو بیسٹ فرینڈ تھی نہ میری تمھیں میں نے ہر ایک بات بتائی تھی تم کیسے منہ پھیر گئی مجھ سے بولو"

روح نے پھر سے اس سے وہی سوال کیا جو کہ اس کے دل میں تھا۔

"اپنی بھابھی کی بات مان لو روح ہاشم سائیں کا سوچ کر ہماری بات مان لو" نور نے ایک آخری کوشش کی تھی۔۔

"ٹھیک ہے بھابھی لیکن وہ پورنا ہمارا رشتہ نہیں ہو سکتا میں آپ کی روح تھی اور آپ میری آپی تھی جس کے اگے میں آکر فرمائش کرتے ضد کرتی تھی کبھی کبھی اپ کی گود میں سر رکھ کر سو جاتی بھابھی آپ مجھ سے صرف دو سال بڑی تھی نہ لیکن پھر بھی آپ نے مجھے ایسے ٹریٹ کیا جیسے میں آپ کی بیٹی ہوں پھر کیا مشکل وقت میں بیٹوں سے منہ موڑا جاتا ہے"
وہ روتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی جبکہ نور کو آج وہ صحیح اور باقی سب غلط لگ رہے تھی ہاشم کیوں روح ہے اتنا قریب ہو گیا تھا اسے ابھی معلوم ہو رہا تھا۔

"ہماری روح"

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن روح نے روک دیا۔

"بھابھی اس نام سے مجھے نہ بلائیں مجھے ہماری روح آپ نے نہیں کہنا میں آپ سے بات کروں گی بات کروں گی لیکن آپ میری بھابھی اور میں آپ کے ہونے والے شوہر کی بہن"

وہ جواب دے کر وہاں سے چلی گئی تھی

جبکہ ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا وہ سچ میں صحیح تھے اگر غلط تھے تو وہ لوگ تھے وقت اور حالات اسے ایسا بناتے گئے اور وہ بنتی گئی

اگر اس کا کوئی اپنا رستہ ہوتا تو اس کا ساتھ دیتا لیکن سب نے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیا بس اس کا بھائی تھا اس کے ساتھ اس کے پاس صرف اس کا بھائی۔۔

🎀🎀

وہ ہاتھ میں تصویر لیے بیٹھا تھا آج سے ایک سال چار ماہ پہلے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا تب سے ہی اس کے دل کی دُنیا وہ لڑکی ہلا چکی تھی اور لیکن اہم بات یہ تھی

کون تھی وہ جس نے اس خوبرو شخص کے دل پر حکومت کی تھی اس نے وہ تصویر واپس اس بک میں ڈال دی تھی جس سے نکالی تھی

چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ لڑکی اب اس کی تھی اگر کسی کی جان لے کر بھی اسے اس لڑکی کو حاصل کرنا پڑتا تو وہ کرے گا ہاں اگر اسے سیدہ روح نقوی چاہیے تھی

اسے اپنی ہر حد پار کرنی تھی اب تو اس سے ملاقات کا وقت بھی آگیا تھا اتنے عرصے سے وہ بس اس کا دیدار کر رہا تھا اب کیوں نہ اسے بھی دیدار کرایا جائے۔۔

اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ آئی تھی اور اسی مسکراہٹ کے ساتھ اس کے چہرے پر ایک گہرہ، گڑہ بنا تھا جو کہ اسے مزید دلکش بنا رہا تھا وہ عام سے حولیے میں بھی دلکش لگ رہا تھا

سچ میں وہ سیاہ آنکھوں والا شہزادہ کسی بھی لڑکی کے دل میں پل میں اتر سکتا تھا اسے دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ نیلی اور سبز انکھوں سے زیادہ کالی انکھیں جان لیتی تھی اور دلکش محسوس ہوتی ہیں۔

"سر وہ آپ سے ملنے کے لیے وہ لوگ آ گئے ہیں جنھیں آپ نے میٹنگ کے لیے گھر بلایا تھا"

دلبر خان نے اس کے سامنے آ کر احتراماً سر جھکا کر بتایا تھا۔

"کتنی بار تم سے کہاں ہے میرے سامنے سر ناجھکایا کرو ایک بات سمجھ نہیں اتی تمہیں"

وہ کھڑا ہوا تھا اور اس کو دیکھ کر بولا۔

"سر کیا کریں عادت ہو گئی ہے اور اپ کا نمک کھایا ہے"

اس نے اب بھی ادب سے سر جھکا رکھ کر کہا تھا۔۔

"کسی دن تم میرے ہاتھوں ضائع بھی ہو جاؤ گے تم جانتے ہو نا تم میرے بھائیوں کی طرح میرے دوست تو تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے"

اس نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔

"یہ منظور ہے سر لیکن اپ سے نظریں ملا کر ہم بات نہیں کر سکتے"

اس نے اب بھی وہی انداز اپنایا ہوا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ انہیں بٹھاؤ میں چینج کر کے اتا ہوں"
وہ پھول والی سائیڈ پر بیٹھا ہوا تھا اور بالکل رف سے ہو لیے میں تھا اس لیے اس نے دلبر خان سے یہ بات کہی اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا جس پر دلبر خان بھی اندر ان کی خدمت تواضوں کے لیے گیا تھا۔۔



بلیک پینٹ شرٹ پہن کر بالوں کو جل کے ساتھ سیٹ کر کے وہ نیچے ایا تھا ہاتھ میں برانڈڈ واچ تھی اس کی انکھیں سچ میں بہت دل نشین تھی ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں اسے اور زیادہ نکھارتی تھی اس کے حسن کو چار چاند لگاتے تھے اور اس کے گلابی ہونٹ جن پر لڑکیاں اکثر لائن بھی مارا کرتی تھی۔۔

"اسلام علیکم"

وہ لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے بولا تھا اسے دیکھ کر اس کے بزنس پارٹنر کھڑے ہو گئے تھے۔۔

"وعلیکم السلام"

وہ دو لوگ تھے ان دونوں نے ہی اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے سلام کا جواب دیا تھا اس نے ان دونوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اس کے اشارہ کرنے پر وہ دونوں بیٹھ گئے تھے۔۔

"ہاں تو بتائیں کیسے آنا ہوا اور یہ میٹنگ کیوں"

اس نے ایٹیٹیوڈ کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اپ تو جانتے ہیں اپ کی کمپنی کتنی زیادہ رینک کر رہی ہے اور اج کل سب سے زیادہ ہائی جا رہی ہے مارکیٹ میں اپ کے پروڈکٹس بہت زیادہ پسند کیے جا رہے ہیں تو ہم اپ کے ساتھ پارٹنر شپ کرنا چاہتے ہیں"

اس میں سے ایک آدمی نے کہا تھا جس کا نام حسن نواز تھا جبکہ وہ ادمی اسے دیکھ رہا تھا یہ وہی شخص تھا دو سال پہلے جس کی کمپنی میں وہ جاب لینے گیا تھا لیکن اس نے سفارش پر دوسرے لڑکے کو رکھ لیا تھا اس کے پاس ٹیلنٹ تھا اس کے پاس ایجوکیشن تھی اسی لیے ہی تو اج وہ ایک جاب کرنے کی بجائے ایک پوری ایمپائر کھڑا کر چکا تھا۔

"اپ مجھ سے پارٹنر شپ کرنا چاہتے ہیں انٹرسٹنگ جہاں تک مجھے لگتا ہے اپ کی کمپنی کو الموسٹ 20 سال ہونے والے ہیں میری ابھی ایک سال پہلے کی شہرت ہے تو اپ کو لگتا ہے میری کمپنی کے ساتھ کام کرنے سے اپ کی رینکنگ بڑھے گی"

اس نے دلبر خان کو اشارہ کیا تھا جو کہ وہیں کھڑا تھا اس کا اشارہ سمجھ کر دلبر خان اس کے لیے سگرٹ لے کے ایا تھا سگرٹ پینا اسے سب سے زیادہ پسند تھا اور وہ یہی کام بہت شوق سے کرتا تھا۔۔

"اج کل اپ کے پروڈکٹس مارکیٹ میں سب کو بہت پسند ارہے ہیں اور ان پروڈکٹس کی مارکیٹنگ بھی ہو رہی ہے لوگ خرید بھی رہے ہیں اور پسند بھی کر رہے ہیں اور سب سے بڑی بات وہ دوسرے ممالک میں بھی بھیجی جاتی ہیں"

محمود نواز نے اسے دیکھ کر کہا وہ دونوں بھائی تھے اور اس کے سامنے بیٹھے تھے اس وقت اپنی کمپنی ڈوبنے کے چکر میں۔۔

"سوری ٹو سے لیکن مجھے اپ کے ساتھ کوئی پارٹنر شپ نہیں کرنی میں اتنا بھی پاگل نہیں ہوں جو کمپنی گھاٹی کی طرف جا رہی ہو میں اس کے ساتھ پارٹنر شپ کر کے اپنی امیج مارکیٹ میں خراب کرو اپ کی بات یہاں نہیں سنی جائے گی تو اپ یہاں سے جا سکتے ہیں"

وہ کھڑا ہو گیا تھا اسے کھڑا ہوتا دیکھ کر وہ دونوں بھی کھڑے ہوئے تھے۔۔

"اور ہاں ایک ایڈوائس دینا چاہوں گا جن کے پاس ٹیلنٹ ہو ناکام پہ انہیں رکھنا چاہیے نہ کہ جن کی سفارش ہو میرے اس مشورے پر غور کیجئے گا ورنہ جو بچی کچی عزت اور شہرت ہے وہ بھی اپ کی چلی جائے گی"

وہ یہ کہہ کر جن قدموں سے ایا تھا انہیں سے واپس اسی راستے پر چلا گیا تھا وہ دونوں اپنی اتنی بے عزتی برداشت نہیں کر پائے تھے مطلب کل کا ایا ہوا لڑکا جس نے بزنس میں ابھی قدم رکھا تھا وہ ان کی اتنی بے عزتی کر کے گیا تھا ان دونوں کو شدید غصہ ارہا تھا اور غصے کی وجہ سے ان کے چہرے سرخ ہو گئے تھے لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے دلبر خان نے بھی انہیں باہر کا راستہ دکھایا تھا کیونکہ ان کا سر کہہ چکا تھا کہ وہ لوگ یہاں سے جا سکتے ہیں تو اب ان لوگوں کی یہاں پر کوئی جگہ نہیں تھی۔۔

🎀🎀

سب لڑکیاں اپنے ہاتھوں پر مہندی لگوا رہی تھی اج عید کی رات تھی کل عید تھی تو وہ سب لوگ بہت زیادہ خوش تھی ان کی حویلی میں عید بہت دھوم دھام سے سیلیبریٹ کی جاتی تھی اور اس میں بہت زیادہ مزہ بھی اتا تھا ہر بار کی طرح تو ایسے ہی ہوتا تھا کیوں کہ آس پاس کے سارے رشتہ دار اتے تھے لیکن اب کی بار سردار سید موسی نقوی نے ایسا نہیں کیا تھا۔

"کیا ہوا تم یہاں سے کیوں بیٹھی ہو"
عافیہ بیگم اپنی بیٹی روح کو سب سے الگ بیٹھا دیکھ کر بولی تھی۔

"کچھ نہیں اپ جانتی ہیں مجھے سب کے درمیان بیٹھنا اچھا نہیں لگتا"
روح نے روکھے سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہے میں یہ بات جانتی ہوں لیکن کل عید ہے تو تمہیں نہیں لگتا تمہیں سب کے درمیان ہونا چاہیے"

عافیہ بیگم نے اس کا کٹا کٹا رویہ دیکھ کر کہا۔۔

"ماں سائیں پلیز مجھے ان سب کا نہ تو شوق ہے نہ ہی عادت ہے اور میں جانتی ہوں بھائی نے کہا ہو گا کہ میرا ابھی پوچھ لیجئے گا اسی لیے اپ میرا پوچھنے اگئ ہیں تو بہت بہت شکریہ"

روح نے ان کو دیکھے بغیر ہی کہا تھا اس کے لہجے پر عافیہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا اور وہاں سے چلی گئی ہاں وہ ہاشم کے کہنے پر اس کا خیال رکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انہیں ان کا بیٹا غلط لگ رہا تھا کیونکہ یہ لڑکی کسی کی نہیں سننے والی تھی عافیہ بیگم کے جانے کے بعد اس نے ایک نظر لاؤنج میں ڈالی تھی وہاں پر مہندی ارٹسٹ ائی ہوئی تھی سب کو مہندی لگانے کے لیے ساری لڑکیاں بیٹھی اپنی اپنی مہندی لگوا رہی تھی اسے ان سب چیزوں کا کوئی شوق نہیں تھا اسے جب لگا تھا اس کے ماما بابا اس کی فیملی اس کے حویلی والے اس کا ساتھ دیں گے تب سب نے اسے اکیلا چھوڑ دیا اب جب اس کے بھائی نے اسے سمیٹ لیا تھا تو وہ سب اس کے واپس قریب ارہے تھے اب اسے یہ اپنا پن نہیں چاہیے تھا وہ اپنے بھائی کے ساتھ خوش تھی۔۔

"ایسا کیوں بیٹھے ہو یہاں"

نور الہدی اس کے پاس اکر بیٹھی تھی۔۔

"بس ویسے ہی"

اس نے مختصر سا جواب دیا تھا۔۔

"تم مہندی نہیں لگوا رہی"

نور الہدیٰ نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا جہاں اس کی مہندی لگ چکی تھی۔

"پچھلے دو سالوں میں میں نے ایسا کچھ کیا ہے؟؟"

روح نے جیسے اس سے سوال کیا تھا اس کے سوال پر نور الہدیٰ نے اس کی طرف دیکھا۔۔

"ہاں وہ بات ٹھیک ہے لیکن اب تم اپنی بھابھی کی بات تو انہیں سکتی ہو نا"

نورالہدی اسے دیکھ کر بولی۔

"نہیں فلحال مجھے میری بھابھی اتنی عزیز نہیں ہوئی کہ میں ان کی بات مانوں"

وہ اٹھ کر وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ نورالہدی بس اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔



وہ حویلی کی چھت پر آگئی تھی اسے یہ سب رونقیں نہیں پسند تھی اس وقت وہ چھت پر بیٹھی اسمان کو دیکھ رہی تھی چمکتا ہوا چاند اس کے گرد ستارے کالا اسمان ایک الگ ہی سماں پیش کر رہا تھا وہ خوبصورتی کو محسوس کرنے والی اس میں رہنے والی اس کو انجوائے کرنے والی لڑکی تھی اور اس وقت اسے یہ منظر بہت زیادہ پسند ارہا تھا ایٹ لیسٹ اس کے لیے حویلی کے اندر والا جو منظر تھا اس سے کئی گناہ بہتر اور پیارا منظر یہ تھا۔۔

"میری بچی"

پیچھے سے ہاشم کی اواز ائی تھی ہاشم کی اواز پر وہ مڑی تھی لیکن کوئی جواب نہیں دیا تھا اس کے جواب نہ دینے کا صاف صاف مطلب یہی تھا کہ وہ ناراض ہے۔۔

"کیا مطلب اج پھر میری گڑیا مجھ سے ناراض ہے اج کون سی غلطی ہو گئی مجھ سے"

سید ہاشم نقوی اس کے پاس اگیا تھا۔۔

"مجھے نہیں پتا"

روح نے غصے سے کہا تھا۔۔

"اپنے بھائی کو جب تک بتاؤ گی نہیں تو ہم مسئلہ کیسے سالو کریں گے میری چندہ"

سید ہاشم نقوی نے بہت پیار سے کہا تھا۔۔

"مجھے نہیں کرنا کوئی بھی مسئلہ وسلہ سالو"

وہ ابھی کہہ ہی رہی تھی کہ سید ہاشم نقوی نے گجرے نکال کر اس کے اگے کیے تھے اسے پھولوں سے بہت زیادہ وابستگی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ ائی تھی لیکن پل میں غائب ہو گئی۔۔

"اتنے میں میں نہیں پگھلنے والی"

اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ہاشم نے دو گلاب کے پھول اس کے اگے کیے تھے۔۔

"اتنے سے بھی کچھ نہیں ہونے والا"

وہ منہ پھیر گئی تھی۔

"ہمم یہ معاملہ تو بہت سنگین ہو گیا ہے اور کیسے مانے گی میری کیوٹ سی بچی"

اس کے منہ پھیر لینے پر سید ہاشم نقوی اس کے اگے اتے ہوئے بولا۔۔

"مجھے کیا پتا اپ کو پتہ ہو گا"
وہ پھر سے منہ پھیر گئی تھی۔۔

"سنو"

اس سے ناراض اور دور کھڑا دیکھ کر اس نے اسے پکارا تھا رونے اس کی طرف دیکھا ہاشم نے اسے اشارہ کیا تھا کان اگے کرنے کا جس پر اس نے کچھ سوچتے ہوئے اپنا کان اگے کیا تھا۔۔

"تمہارے کمرے میں گول گپے پڑے ہیں چاول تو نارا ضگی ختم کر کے وہ کھا سکتی ہو اگر نہیں تو پھر میں"
ابھی اس کی بعد میں مکمل نہیں ہوئی تھی کہ روح نے اسے ہگ کر لیا تھا۔

"یو ار دی بیسٹ برادران دی ورلڈ"

وہ پیچھے ہوتے فوراً سے اپنے کمرے کی طرف گئی تھی سید ہاشم نقوی پیچھے کھڑا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا وہ پلٹی تھی اور واپس ائی۔۔

"اب کیا ہوا"

سید ہاشم نقوی اسے واپس اتا دیکھ کر بولا تھا۔

"یہ میرے کچرے اور میرے پھول"

اس نے اپنا ہاتھ اگے کیا تھا کیونکہ وہ جھپٹ نہیں سکتی تھی پھول تھے ٹوٹ جانے تھے اج تک اس کے بھائی نے اسے جتنے بھی پھول دیے تھے اس نے سب سنبھال کے رکھے تھے۔۔

"یہ میرے پاس ہی رہنے دو تم گول گپے لے لو یہ میں تمہاری بھابھی کو دے دوں گا"

سید ہاشم نقوی نے معصومیت سے کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں اتنی اپ کی ہمت نہیں کہ اپ جا سکیں اور دوسری بات یہ کہ یہ چیزیں میرے لیے ائی تھیں تو یہ میری ہے جو چیزیں ہم بھابھی کے لیے لائیے گا نا وہ بھابھی کو دیجیے گا"

وہ ایک مرتبہ پھر سے منہ بنا کر کھڑی ہو گئی تھی جس پر سید ہاشم نقوی نے فورا سے وہ گجرے اور پھول اس کے ہاتھ پر رکھے تھے۔۔

"ایک منٹ"

اس کے ہاتھ خالی دیکھ کر سید ہاشم نقوی نے اسے گھورا تھا۔۔

"تم نے مہندی نہیں لگوائی"

ہاشم اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔۔

"نہیں اپ جانتے ہیں نا مجھے نہیں پسند"

روح نے کندھے اچھکا کر کہا۔۔

"ہم"

اس نے بس مختصر سا جواب دیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ روح سے ناراض ہے۔۔

"میں نیچے جا رہا تم اجانا"

سید ہاشم نقوی یہ کہہ کر جا چکا تھا روح نے اسے پیچھے سے اواز لگائی تھی لیکن وہ ان سنی کر کے وہاں سے چلا گیا تھا اب روح کی جان عذاب ہوئی تھی کیونکہ وہ ناراض ہونا جانتی تھی منانا نہیں اور وہ ہمیشہ اس سے ناراض ہو کے بیٹھتے تھے اور وہ اسے مناتا تھا کبھی کبھار ایسا ہو جاتا تھا کہ ہاشم اس سے ناراض ہو جائے تب بھی وہ بہت مشکلوں سے اسے مناتی تھی اج پھر اس کی جان عذاب ہو گئی تھی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی تھی۔۔

منزلِ یار

تحریر صائقہ رند

Episode : 04

وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے ارہا تھا اور روح اس کے پیچھے پیچھے ارہی تھی وہ اسے پیچھے سے پکار رہی تھی لیکن وہ اس کی پکار کو اگنور کر کے نیچے ارہا تھا نیچے لاؤنج میں سب ہی لوگ بیٹھے ہوئے تھے بڑے چھوٹے سب لوگ تھے۔

"بھائی پلیز اپ میری بات تو سنیں ایک مرتبہ"
اس نے ہاشم کے پیچھے پیچھے اتے ہوئے کہا تھا جب کہ اس کی بات پر اب کی بار ہاشم رک گیا تھا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"بتاؤ نا کیا سنوں میں میں تمہاری ساری باتیں مانتا ہوں اور تم سے میری ایک چھوٹی سی بات نہیں مانی جاتی"
سید ہاشم نقوی نے مڑ کر غصے سے کہا تھا زنان خانے میں اس وقت سب لوگ ہی موجود تھے اور سب کی نظریں ان دونوں بہن بھائیوں پر تھی۔۔

"اپ جانتے ہیں نا مجھے یہ سب پسند نہیں ہے تو اپ کیوں مجھے فورس کرتے ہیں اپ"

وہ اس کے سامنے اکر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"ٹھیک ہے تمہیں نہیں پسند تم مت کرو میں تمہیں کچھ بھی نہیں کہہ رہا اور نہ ہی میں نے اوپر تمہیں کچھ کہا ہے تمہارے ہاتھ میں نے کھالی دیکھیں بس نیچے اگیا نا"

ہاشم نقوی نے اسے اگنور کرتے ہوئے کہا تھا جب کہ باقی سب اج پہلی بار یہ منظر دیکھ رہے تھے کہ روح سید ہاشم نقوی کو منا رہی ہے ورنہ ہر بار روح اگے اگے ہوتی تھی اور ہاشم اس کے پیچھے پیچھے ہوتا تھا اور ہاشم اسے منا رہا ہوتا تھا اور اس کی منتیں کر رہا ہوتا تھا۔۔

"ایسے بات کریں گے اب اپ مجھ سے"

اس کا لہجہ دیکھ کر وہ بھی سب کے سامنے روح کی اواز نم ہوئی تھی لیکن اب کی بار ہاشم پگھلنے والا نہیں تھا کیونکہ وہ ہر بار اپنی بات منوا لیتی تھی اور اس کی نہیں سنتی تھی۔

"خبر دار روح اگر تم روئی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا ابھی جو میں تمہارے سامنے کھڑا ہوں نا میں حویلی چھوڑ کر چلا جاؤں گا پھر منانا اپنی عید کل اکیلے"

وہ غصے سے بولا تھا جبکہ اس کا ایسا لہجہ دیکھ کر روح اب اسے گھور رہی تھی وہ جو یہ سوچ رہی تھی ایموشنل بلیک میل کر کے اسے منا لیں گی لیکن اج اسے لگ رہا تھا اس کا یہ کارنامہ نہیں کامیاب ہونے والا۔۔

"ایسے تو نہ بولیں بھائی"

وہ اس کو دیکھ کر معصومیت سے بولی تھی۔۔

"اور کیسے بولوں بتاؤں میں جو بھی کہتا ہوں وہ تو مانتی نہیں تو اور میں کیا کروں دیکھو میں نے تمہاری ساری باتیں وہ نہیں تھی نا مجھے پتہ تھا میری گڑیا مجھ سے ناراض ہو گئی کیوں کہ میں نے اسے باہر جانے سے منع کیا ہے تو میں اپنی گڑیا کو منانے کے لیے گجرے لے کر آیا پھول لے کر آیا اور اس کے بعد تمہاری فیورٹ گول گپے بھی لایا تھا لیکن تم نے کیا کیا میں نے صرف اتنا کہا تھا نا کہ مہندی لگوانی ہے تم نے تم نے میری وہ بات بھی کی نہیں مانی"

سید ہاشم نقوی اس کے معصومیت سے بولنے پر اسے غصے سے گھورتے ہوئے بول رہا تھا جتنی وہ معصوم بنتی تھی نا اتنی وہ معصوم تھی نہیں۔۔

"کیا ہو رہا ہے کیوں شور مچایا ہوا ہے اور کیوں تنگ کر رہی ہو تم اپنے بھائی کو"

عافیہ بیگم نے روح کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"چاچی سائیں چھوڑیں کرنے دیں"
سردار سید موسی نقوی نے عافیہ بیگم سے کہا جب کہ یہ دیکھ کر نادیہ بیگم گل ناز اور عدنان کے چہرے پر حسد تھی باقی سب لوگ ہی یہ منظر انجوائے کر رہے تھے۔۔

"اچھا نہ میں سوری کہہ رہی ہوں ناسید سائیں آپ بولیں نہ"

اس نے بے دھیانی میں اج پورے دو سال بعد سید سائیں کو پکارا تھا اج وہ سب کو ایک ساتھ دیکھ کر پرانی والی روح بن گئی تھی لیکن اچانک ہی اس نے سید سائیں کی طرف دیکھا تھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہے تھے وہ لڑکی ان کی سب سے زیادہ پسندیدہ تھی اس کے ساتھ وہ سب سے زیادہ وقت گزارتے تھے لیکن جب سے وہ بدل گئی تھی سید سائیں نے بھی اپنا منہ پھیر لیا تھا اسے اس کی ڈریسنگ سینس بالکل نہیں پسند تھی لیکن اب انہیں عادت ہو گئی تھی وہ پہلے بولتے تھے لیکن اب نہیں بولتے کیونکہ انہیں پتہ تھا اس نے ماننی نہیں ہے لیکن اج بہت دنوں بعد اپنی پوتی کے منہ سے اپنا نام سن کر انہیں اچھا لگا تھا۔۔

"سوری"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگی تھی لیکن نور الہدیٰ اس کے اگے اگئی تھی۔۔

"کہاں جارہی ہو ہم سب لوگ یہاں ہیں اور تم یہاں سے جا کر کیا کرو گی"
نورالہدی نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔

"بھابھی مجھے جگہ دیں"
وہ بہت ارام سے بولی تھی اسے یاد ایا تھا ان سب لوگوں نے اسے اکیلا چھوڑ دیا تھا ہاں وہ تو بچی تھی لیکن وہ سب تو سمجھدار تھے نا بڑے تھے نا ان سب کو اس کا سہارا بننا چاہیے تھا نہ کہ یوں اس سے دور ہو جاتے۔۔

" صحیح کہہ رہی ہے وہ کہیں جانے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے اور اگر تمہیں یاد ہو تو میں ناراض ہوں تمہیں مجھے منانا ہے"
سید ہاشم نقوی بھی اس کے پاس اگیا تھا روح نے ہاشم کی طرف دیکھا تھا۔

"لیکن بھائی میں یہاں نہیں رہ سکتی"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا ہاشم نے پاس ہو کر اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

"میری شہزادی میری گڑیا رانی اپ کو کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا اپ بس مجھ سے بات کرنا اور مجھے بناؤ مجھے نہیں پتا پہلی مرتبہ میں تم سے ناراض ہوا ہوں مجھے مناؤ ورنہ دیکھ لوں کل کی اپنی عیدی بھول جانا"

سید ہاشم نقوی نے اسے بلیک میل کیا تھا جبکہ اس کی بات سن کر روح اس سے پیچھے ہوتے ہوئے اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"سوچیے گا بھی مت میری عیدی نہ اپ کو دینی پڑے گی"

روح نے گھور کر اسے دیکھا تھا یہ منظر دیکھ کر سید سائیں اور سردار سید موسیٰ نقوی کے چہرے پر مسکراہٹ تھی سید ساجد نقوی اور کنزہ بیگم دونوں ہی حسرت بھری نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے اگر سید سائیں اس وقت صحیح فیصلہ کرتے تو آج ان کا بیٹا ان کے پاس ہوتا انہیں ان سے کوئی جیلسی نہیں تھی نہ ہی وہ ایسے تھے لیکن پھر بھی ان سب کو یہاں دیکھ کر ان کے دل میں یہ ضرور آتا تھا ان کا بیٹا بھی ان سب کے درمیان ہوتا۔۔

"بڑی تائی امی"

روح کنزہ بیگم کے پاس آئی تھی ان کی حالت وہ سمجھ سکتی تھی ان کے پاس ان کی اولاد نہیں تھی اس لیے وہ ان دونوں سے خفا بھی نہیں تھی۔۔

"جی بچے"

کنزہ بیگم کو وہ بچی بہت زیادہ پسند تھی وہ اور جب سے اسے اپنی حقیقت پتہ چلی تھی وہ کبھی کبھی سید ساجد نقوی اور کنزہ بیگم کے ساتھ آ کر ٹائم گزار لیا کرتی تھی۔۔

"اپ ہی مجھے بتائیں میں کیسے بناؤں بھائی کو ورنہ میری عیدی چلی جائیں گی اور میں بھائی کو خود سے ناراض بھی نہیں دیکھ سکتی"
اس نے معصومیت سے اکر کہا تھا اور ان کے پاس نیچے بیٹھ گئی تھی۔۔

"میری بچی یہ کیا کر رہی ہو اوپر اٹھو"
کنزہ بیگم نے اسے اٹھانا چاہا تھا۔۔

"اپ میری مما کی جگہ ہیں بالکل اور ویسے بھی ماں کے قدموں میں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا اب اپ مجھے بتائیں نا اگر اپ نے بتائیں گے تو میں بڑے تایا ابو سے پوچھ رہی ہوں پھر میں سارا کریڈٹ ان کو دوں گی"

سید سائیں روح کو دیکھ رہے تھے جو ان کے بڑے بیٹے اور بڑی بہو کا درد سمجھتی تھی ان کے پاس بھی ان کا بیٹا نہیں تھا اور روح کو پتہ نہیں تھا اس کے ماں باپ کون ہیں۔۔

"ہاشم بیٹا اپ سے ناراض ہے تو اپ ایسا کرو جس بات پہ وہ ناراض ہیں وہ مکمل کر لو وہ بھی خوش ہو جائیں گے اور ان کی ناراضگی بھی دور ہو جائے گی"

کنزہ بیگم نے مسکرا کر اس مشورہ دیا تھا۔۔

"گریٹ آئندہ بڑی تائی امی تھینک یو سو مچ"

روح نے ان کے گال پر کس کرتے ہوئے کہا تھا جب کہ اس کی حرکت پر وہاں موجود بہت سے لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"یہ الگ ہی چونچلے ہیں اس کے کوئی اسے کچھ کہہ ہی نہیں رہا"
نادیہ بیگم نے روح کو دیکھ نفرت سے کہا تھا۔

"پھوپھو اپ نہیں سمجھیں گے اسے چونچلے نہیں محبت کہتے ہیں جو مجھے لگتا ہے کہ اپ کو کبھی سمجھ نہیں ائے گی"
روح نے ان کو دیکھ کر احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے جواب دیا تھا اسے اتنا تو پتہ تھا بڑوں کی عزت کیا ہوتی ہے وہ یہ کہہ کر نورالہدیٰ کے پاس ائی تھی۔۔

"کیا"

روح نے اس کے اگے اپنا ہاتھ کیا تھا جس پر نورالہدی کنفیوز ہوتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

"مہندی"

اس نے مسکرا کر اس سے کہا تھا جس پر نورالہدیٰ نے ملازمہ کو اشارہ کیا تھا۔

"ہم بس آرہی ہے"

نورالہدیٰ نے مسکرا کر کہا جس پر وہ اب ہاشم کے پاس آئی تھی۔۔

"تو مسٹر بھائی اپ چاہتے ہیں میں مہندی لگواؤں ٹھیک ہے میں لگوا لیتی ہوں لیکن ایک شرط ہے میری مہندی کسی ارٹسٹ سے نہیں لگوانے والی"

روح نے ہاشم کو دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم کنفیوز ہو کر اسے دیکھ رہا تھا روح ادھر سے ادھر جا رہی تھی وہاں موجود حویلی کے مردوں کی نظریں اس کے چہرے پر تھی وجود پر نہیں لیکن عدنان کی نظریں اس کے وجود پر بھی جا رہی تھی روح نے وائیٹ شارٹ فراک کے ساتھ وائیٹ ہی ٹراؤزر ڈالا ہوا تھا یہ بات سردار سید موسیٰ نقوی نے نوٹس کی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھا تھا سب لوگ ہی اسے دیکھ رہے تھے سید موسی نقوی روح کے پاس ایا تھا اور ایسا پہلی بار تھا کہ وہ روح کے پاس ایا ہو حویلی کے سبھی افراد اسے حیرانی سے دیکھ رہے تھے گلناز کی تو انکھوں میں غصہ اگیا تھا سید موسی نقوی نے اپنی شال اتار کر اس کے اوپر دی تھی جس پر روح حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"آپ میری حویلی کی عزت ہیں میں نہیں چاہتا کسی پر بھی آپ کی بری نظریں پڑیں"

سید موسی نقوی نے بہت اہستہ سے کہا تھا اتنا کے پاس کھڑے صرف ہاشم اور روح کو ہی اس کی اواز ائی تھی اس کی بات کا مطلب ہاشم سمجھ گیا تھا اس نے بھی عدنان کی طرف دیکھا تھا جبکہ ہاشم کے عدنان کی طرف دیکھنے پر کچھ کچھ اندازہ روح کو بھی ہوا تھا پہلے تو وہ یہ شال لینے کے حق میں نہیں تھی لیکن اب اس نے اسے اپنے اوپر اچھے سے دیا تھا۔

"تھینک یو سردار موسیٰ نقوی"

اس نے سردار سائیں نہیں کہا تھا بلکہ اس کا نام لیا تھا سید موسی نقوی واپس سے جا کر اپنی جگہ پر بیٹھ کر سید سائیں بھی اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"بولو تمہاری کیا شرط ہے"

ہاشم نے اب پھر سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا سچ میں یہ منظر سب حویلی والوں کے لیے بہت خوبصورت تھا۔۔

"میری شرط یہ ہے کہ مجھے مہندی اپ لگائیں گے اگر لگا سکتے ہیں تو میں مہندی لگاؤں گی ورنہ میں نہیں لگوا رہی"

نورالہدی نے ملازمہ سے مہندی لے کر اکر روح کے ہاتھ میں دی تھی اور روح نے سید ہاشم نقوی کے اگے کرتے ہوئے کہا۔۔

"اتنا مشکل کام وہ بھی مجھ سے"

اس نے خفگی سے کہا تھا۔۔

"سوچ لیں اگر خود مہندی لگائیں گیں تو میں لگواؤں گی ورنہ میں نہیں لگاؤں گی"

روح نے شال کو کندھے پر صحیح کرتے ہوئے کہا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے تھے سید موسی نقوی کی شال اس کے گرد دیکھ کر گلناز کو حد سے زیادہ غصہ ارہا تھا لیکن اپنی ماں کی اشاروں کی وجہ سے وہ وہاں بیٹھی ہوئی تھی ورنہ اس کا بالکل بھی ارادہ نہیں تھا اب وہاں بیٹھنے کا۔۔

"نورالہدی کندیل ماہا کل عید ہے تو تم لوگ ایسا کرو سب کے لیے کچھ میٹھا بنا کر لاؤ"

آیت بیگم نے ان تینوں سے کہا تھا جس پر وہ تینوں ہاں میں سر ہلاتے ہوئے آٹھ گئی تھی۔۔

"گلناز تم بھی جا کر ان کی مدد کرو"

نادیہ بیگم نے گلناز کو دیکھ کر کہا ان کی اس بات پر اس کا منہ بن گیا تھا لیکن پھر سب کا لحاظ کرتے ہوئے اسے مجبورا اٹھنا پڑا تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو ہاں بول دو"

سید موسیٰ نقوی نے اسے یوں کنفیوز کھڑا دیکھ کر کہا تھا سید حنان نقوی بھی وہاں موجود تھا وہ اپنی بہن کے بارے میں بہت برا سوچتا تھا لیکن اس کی بہن اتنی بھی بری نہیں تھی۔۔

"یار میں تھک جاؤں گا یہ مہندی لگانا اتنا اسان تو نہیں ہے"

سید ہاشم نقوی نے بے چارگی سے کہا تھا۔۔

"تو پھر میں اپ کی مدد کر دوں گا نا ایک ہاتھ پہ اپ لگا لیجئے گا ایک ہاتھ پر میں لگا دوں گا"

سید حنان نقوی نے کہا تھا جبکہ اس کی اواز پر روح نے اس کی طرف دیکھا باقی سب لوگوں نے تو کوشش کی تھی اس سے بات کرنے کی اس نے تو کوشش تک نہیں کی تھی اپنی بہن کے درد کو سمجھنے کی اس نے ایک بار صرف اس سے بد تمیزی کی تھی اور دوبارہ وہ اس کی طرف پلٹ کر نہیں ایا تھا۔۔

"نہیں ضرورت سید حنان نقوی"

روح نے اسے اپنی جگہ سے اُٹھتا دیکھ کر کہا تھا جبکہ روح کی بات پر سب لوگ ہی اس کو دیکھ رہے تھے وہ حنان کو بھی بہت اچھے سے جانتے تھے وہ اس طرح کے چونچلے نہیں برداشت کرتا تھا اور سب سے زیادہ زیاتی اسی نے کی تھی روح کے ساتھ۔۔

"اچھا اچھا ٹھیک ہے تم اس سے مت لگواؤ میں ہی لگالوں گا"

ہاشم نے فوراسے کہا تھا کہیں روح کا مونڈ نہ خراب ہو جائے اور جو اتنا اچھا ماحول بنا ہوا تھا وہ بھی نہ بگڑ جائے روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور وہ دونوں بیٹھ گئے تھے سید ہاشم نقوی اپنی بہن کے ہاتھوں میں مہندی لگانے لگا تھا۔۔

"یار میں کیا مہندی لگاؤں مجھے تو مہندی کی الف بے تک نہیں اتی مجھے یہ نہیں سمجھ ارہا میں کیا بناؤں"

وہ کچھ بنانے ہی لگا تھا کہ فوراً سے بولا جس پر روح نے اسے گھورا تھا روح جب گھورنے پر وہ خاموشی سے اب مہندی لگانے میں مصروف ہو گیا تھا باقی سب مسکرائے تھے۔۔

"ویسے یہ پہلی بار ہو رہا ہے سید حویلی میں کوئی بھائی اپنی بہن کو مہندی لگا رہا ہے"

سید ریاست نقوی نے محبت سے کہا تھا جس پر سید سائیں کھل کر مسکرائے تھے ہاشم نے بہت مشکل سے ٹیڑے پھیڑے پھول اسکے دونوں ہاتھوں پر بنائے تھے اسے یہ کرتے کرتے پورا ایک گھنٹا لگ گیا تھا اتنے میں تو لڑکیاں میٹھے میں حلوہ بنا کر لے بھی آئی تھی۔۔

"دیکھائیں بڑی تائی امی کیسی ہے"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ کنزا بیگم کے اگے کرتے ہوئے کہا کنزا بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا اور پھر اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے تھے جیسے ان کا بیٹا ان سے دور تھا ویسے ہی وہ بچی ماں باپ کی محبت سے دور تھی۔

"بہت پیارے لگ رہیں ہیں میری بچی کے ہاتھ"

کنزہ بیگم نے مسکرا کر کہا تھا وہ بھی کھل کر مسکرائی تھی ان کی بات پر آج تقریباً دو سالوں بعد روح یوں ان سب کے درمیان میں تھی سب لوگ ہی خوش تھے۔۔



وہ شاور لے کر باہر آئی تھی اس کی نظر جب بیڈ پر پڑی تو اسے بہت بڑی حیرانی ہوئی تھی کیونکہ بیڈ پر ایک بہت ہی خوبصورت ڈریس پڑا ہوا تھا جو کہ سیاہ رنگ میں تھا جسے دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی کیونکہ حویلی میں سب لوگ ہی جانتے تھے وہ ایسے کپڑے نہیں پہنتی اور کسی نے بھی اسے ایسے کپڑے عید کے لیے نہیں لینے تھے پھر یہ کس نے رکھا تھا وہ یہ بات سمجھ نہیں پائی تھی لیکن پھر اس نے اگنور کر دیا کہ شاید حویلی میں سے ہی کوئی رکھ کر گیا ہو لیکن وہ ڈریس بہت ہی پیارا تھا نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے اس ڈریس کو ہاتھوں میں لیا تھا اس نے جیسے ہی وہ ڈریس اٹھایا اس کے نیچے ایک پیپر پڑا ہوا تھا اس پیپر کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی اس نے وہ اٹھایا اور پڑھنے لگی۔۔

"میں جانتا ہوں یہ ڈریس دیکھ کر آپ حیران ہوں گی اور حیران ہونا اپ کا بنتا بھی ہے کیونکہ اپ کو ایسے کپڑوں کی توقع جو نہیں ہے ویسے اب سوچ رہی ہوں گی یہ اپ کی حویلی میں سے کسی نے رکھا ہو گا لیکن ایسا بالکل بھی نہیں ہے ایک سال چار مہینے پہلے میں نے اپ کو دیکھا تھا اپ بہت پیاری ہیں اور یہ اچھی بات نہیں ہے کل رات اپ نے اپنے بھائی سے مہندی لگوا لی میں بھی بہت اچھی مہندی لگا سکتا تھا اگر اپ کہتی"

اس نے یہ چھوٹی سی تحریر پڑھی تھی جو کہ اس چٹ کر لکھی ہوئی تھی اور ساتھ میں اس کے نیچے انگلش کا چند لیٹرز SYN لکھے ہوئے تھے اسے بہت زیادہ حیرت ہوئی تھی یہ کون بھیج سکتا تھا۔۔

"یہ سب کیا ہے ایک سال چار مہینے"

وہ یہ بات سوچ ہی رہی تھی نورالہدی اس کے کمرے میں ائی تھی اس کے ہاتھ میں سیاہ ڈریس دیکھ کر وہ بھی حیران ہوئی تھی کیونکہ اس طرح کے کپڑے تو وہ پہنتے نہیں تھی۔

"واؤ بہت اچھا ڈریس ہے کس نے دیا"

نورالہدی اس کے پاس اتے ہوئے بولی۔۔

"معلوم نہیں"

اس نے اتنا کہتے ہیں ساتھ ہی وہ ڈریس وہیں بیڈ پہ رکھ دیا تھا۔۔

"کیا مطلب"

نورالہدی نے وہ ڈریس اٹھایا تھا اس کے ساتھ میں ہی اسے وہ لیٹر ملا تھا نور نے وہ لیٹر اٹھایا اور اسے پڑھنے لگی۔

"تم جانتی ہو یہ کون ہے"
نور اس کے پاس ائی تھی۔۔

"معلوم نہیں پہلی بار ہی آیا ہے اب پتہ نہیں یہ کون ہے"
اس نے کندھے اچھکائے تھے۔

"اچھا کیا پہنے والی ہو تم آج"
نور نے اس کو دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"اپ کو ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے بھابھی میں پہن لوں گی"
اس نے نور کو سے کہا تھا اس کی اس بات پر نور نے لمبی سی آہ بھری تھی۔

"ہم صرف اس لیے پوچھ رہے ہیں کیونکہ ہمیں بھائی نے بھیجا ہے اور انہوں نے سخت انسٹرکشن کی ہے جب تک عدنان حویلی میں ہیں اپ نے خود کو چھپا کے رکھنا کیونکہ وہ نہیں چاہتے حویلی کی کسی بھی لڑکی کو وہ گندی نظر سے دیکھے"

نور نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"لیکن مجھ سے یہ سب نہیں ہوتا میں وہی پہنوں گی جو مجھے اچھا لگے گا اور اس کی نظریں وہ جانے"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر نور کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مارے۔۔

"تمھیں کیوں نہیں سمجھ آتا روح عورت کا خود کو چھپا کر رکھنا کتنا ضروری ہے"

نور نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی وہ اس وقت وائیٹ شلوار قمیض میں جس پر گولڈن کلر کا کام کیا گیا تھا ساتھ میں میچنگ کا وائٹ دوپٹہ لیے اس پر بھی گولڈن کلر کا کام ہوا تھا اور اس کے اوپر اس نے سکارف لیا تھا مطلب ایک دوپٹے کو حجاب کی طرح لپیٹا تھا ہلکا سا میک اپ اس نے کیا تھا ہاتھوں میں اس نے گجرے ڈالے تھے وہ عید کے لیے بالکل تیار کھڑی تھی۔۔

"پیاری تو اپ بہت ہے ماننا پڑے گا لیکن میرا بھائی بھی کچھ کم نہیں ہے" اس کو دیکھ کر روح نے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ شرما گئی تھی۔۔

"تم ہمیں کیوں تنگ کر رہی ہو جو بات ہم نے کہی ہے وہ سنو" نور نے اپنی شرم کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اپ جانتی ہیں میں نہیں سننے والے تو اپ جائیں اپنے ہونے والے شوہر کو اپنا دیدار کروائیں میں تیار ہو کے اجاؤں گی"

اس نے ایک بار پھر اسے تنگ کیا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ سے گھور کر رہ گئی تھی جتنی ڈھیٹ لڑکی تھی وہ نور بس سوچ کر رہ گئی تھی۔۔

"بہت جلد نہ تمہارا بھی رشتہ ہو جائے گا کہیں نہ کہیں پھر ہم تمہیں بتائیں گیں"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔۔

"فلحال ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا فلحال ہم اپ کو تنگ کریں گے"

اس نے مسکرا کر کہا تھا نور الہدیٰ نے مزید کچھ نہیں کہا کیوں کہ اسے شرم آ رہی تھی اس لیے وہ وہاں سے چلی گئی تھی پیچھے اس نے ایک نظر اس ڈریس پر ڈالی تھی اپنی بھابھی کو تنگ کرنے پر وہ مسکرائی تھی۔۔



سب لوگ ہی تیار ہو کر زنان خانے کے لاونج میں آ گئے تھے مرد حضرات عید کی نماز پڑھ کر آ چکے تھے اور اب وہ قربانی کے لیے باہر ہی تھے حویلی بہت وسیع تھی اس لیے اس کے ایک کونے میں قربانی کی جانی تھی حویلی کے ہر افراد نے اپنی قربانی الگ الگ کی تھی اور اس وقت سب مرد حضرات اسی میں مصروف تھے زنان خانے میں عورتیں بیٹھی ہوئی تھی۔۔

"کب آئیں گیں بھائی جب تک وہ نہ آ جائیں میری تو عید بھی نہیں ہوتی" روح نے منہ بنا کر کہا تھا اس نے آج گولڈن شارٹ فراک کے نیچے وائیٹ ٹروزار ڈالا تھا جو کہ اس پر بہت پیارا لگ رہا تھا بال اس نے پونی میں بند کیے تھے میک آپ اسے پسند نہیں تھا اس لیے اس نے کیا نہیں تھا اور ہاتھوں میں اس نے گجرے پہنے ہوئے تھے۔۔

"وہ باہر کام کروا رہا ہے اب تمہارے لاڈ اتنے تو نہیں اٹھا سکتا نا"

نادیہ بیگم نے طنز کیا تھا جبکہ اس کی بات کا روح ابھی جواب دیتی کہ اس سے پہلے ہی آیت بیگم بولی تھی۔۔

"کیوں نہیں اٹھا سکتا کل آپ نے نہیں دیکھا تھا کیسے ہاشم اس کے لاڈ اٹھا رہا تھا"

آیت بیگم کو ان کی یہ عادت بلکل بھی پسند نہیں تھی۔۔

"اور ویسے بھی ہمارا ہاشم تو اپنی بہن پر جان دیتا ہے ماشاءاللہ"

کنزہ بیگم نے مسکرا کر کہا تھا ان کی بات پر اس کا منہ بن گیا تھا۔۔

"اسی لیے تو اتنی بگڑ گئی ہے دو تھپڑ مارے ہوتے تو آج کپڑے ڈھنگ کے ہوتے"

گلناز نے بھی اپنا منہ کھولا تھا۔۔

"اچھا تو آپ جو یوں سج دھج کر رہتی ہیں ہر وقت آپ کی طرح کے کپڑے پہن لیتی"

کندیل نے فوراً سے کہا تھا۔

"میرا بھائی میری مرضی میں جو کراؤں اور میرے بھائی میرے لاڈ اُٹھاتے ہیں تمھیں اس میں کیا مسئلہ ہے کہیں یہ بات تو محسوس نہیں ہو رہی کبھی تمھارے بھائی نے سیدھے منہ تم سے بات نہیں کی کیوں کہ وہ لڑکیوں کو کتنا کم تر سمجھتا ہے"

روح نے بھی غصے سے کہا تھا جبکہ اس کی زبان درازی پر عافیہ بیگم نے اپنا سر پکڑ لیا تھا۔۔

"خاموش روح"

عافیہ بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آپ اسے کیوں خاموش کروا رہی ہیں مامی ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے روح" ماہا نے بھی اس کی سائیڈ لی تھی وہ آیت بیگم کو خالہ کہتی تھی کیوں کہ وہ اس کی ماما کی بہن تھی باقی حویلی کے مردوں نے انھیں بہن کا مان دیا تھا اس لیے ان کو وہ مامی اور ماما کہتی تھی۔۔

"ماہا تم خاموش رہو"

ماہنور بیگم نے اپنی بیٹی سے کہا تھا جس پر وہ ان کو دیکھ رہی تھی۔۔

"اور ویسے بھی گلناز آپی آپ جو ہے وہ بھائی کے خواب دیکھنا بند کر دیں وہ کبھی بھی آپ سے شادی نہیں کریں گیں"

کندیل اپنے منہ پر وہ بات لے آئی تھی جو اس کے دل پر تھی جبکہ اسکی بات پر وہاں موجود سب لوگ ہی حیران ہوئے تھے۔۔

"کیوں نہیں کرے گا موسیٰ میری بیٹی سے شادی کیا برائی ہے اس میں"

نادیہ بیگم کو اس کی بات بلکل بھی پسند نہیں آئی تھی اس لیے وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو نادیہ"

آیت بیگم نے اس کو دیکھا تھا۔۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے کہ تم ایسے دیکھ رہی ہو"
نادیہ بیگم نے آیت بیگم سے کہا تھا۔

"تم ایسے کیسے ایسا سوچ سکتی ہو جانتی ہو نہ موسیٰ کی نیچر کو ہم میں سے کسی نے ابھی اس سے کوئی بات نہیں کی کیوں کہ اس کی اپنی مرضی ہے تو تم بھی دوبارہ یہ بات مت کرنا"
آیت بیگم کو ہر گز بھی اپنے بیٹے کے لیے ایسی بیوی نہیں چاہیے تھی وہ تو اپنے بیٹے کے لیے ماہا کو پسند کرتی تھی وہ چاہتی تھی ان کی بھانجی ان کی بہو بن کر آئے۔۔

"کیوں نہیں سوچ سکتی"
وہ مزید کچھ کہتی کہ آیت بیگم نے پھر سے انھیں خاموش کروا دیا۔۔

"پلیز نادیہ جو موسیٰ چاہے گا وہی ہو گا سو پلیز اب خاموش"
وہ غصے سے بولی تھی جس پر وہ خاموش ہو گئی تھی اور غصے سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی باقی سب لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔۔

سید ہاشم نقوی سب چھوڑ کر زنان خانے میں آیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا اس کی بہن اس کی منتظر ہو گی اس نے اب تک کسی سے عید نہیں ملی ہو گی کیوں کہ وہ ایسی ہی تھی اسے حویلی والوں سے اتنی کوئی وابستگی نہیں تھی بس اگر اسے کسی سے لینا دینا تھا تو وہ اس کا بھائی تھا۔۔

"بھائی"

روح جو کہ منہ بنا کر بیٹھی تھی اسے سامنے سے آتا دیکھ کر وہ فوراً سے بولی تھی جبکہ باقی سب لوگ بھی سید ہاشم نقوی کو دیکھ رہے تھے باقی سب تو جانتے تھے اس نے آنا تھا لیکن نادیہ بیگم اور گلناز کو لگا تھا وہ نہیں آئے گا اور اب وہ منہ پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی سید ہاشم نقوی نے اپنی بہن کے لیے اپنی باہیں کھولی تھی روح بھاگ کر جا کر ان میں سمائی تھی۔۔

"عید مبارک میرا گڈا"

سید ہاشم نقوی نے اسے خود سے دور کر کے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھ کر کہا تھا۔۔

"آپ کو بھی عید مبارک بھائی"

وہ مسکرا کر بولی تھی ابھی ہی تو اس کا چہرہ کھلا تھا سب لوگ ہی مسکرا کر اسے دیکھ رہے تھے سوائے نادیہ بیگم اور گلناز کے ان دونوں بہن بھائیوں کے کپڑے تقریباً ایک جیسے تھے اگر روح گولڈن شارٹ فراک اور ٹراؤزر میں تھی تو سید ہاشم نقوی بھی وائیٹ شلوار قمیض میں تھا ساتھ ہی اس نے گولڈن شال کندھوں پر ڈالی تھی بازوؤں کو اس نے کہنیوں تک فولڈ کیا تھا سیاہ بالوں کو اس نے بکھیر کر رکھا تھا کیوں کہ اس کی بہن کو اس کے بال ایسے ہی پسند تھے اس کی ڈارک براؤن کلر کی ائیز اور پھر ہلکی ہلکی داڑھی اور مونچھیں پیارے سے ہونٹ وہ آج سچ میں بہت خوبصورت لگ رہا تھا نور الہدیٰ تو اسے دیکھ کر صدقے واری جا رہی تھی کیوں کہ اس کا ہونے والا شوہر لگ ہی اتنا خوبصورت رہا تھا وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی وہ کم تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں اتنا اچھا شخص لکھا تھا وہ اچھے سے جانتا تھا کہ عورت کی عزت کیسے کرنی ہے اس اسے کیسے رکھنا ہے وہ چاہتی

تھی اس کا شوہر اس سے محبت کرے لیکن شاید وہ نہیں کرتا تھا وہ یہی سمجھتی تھی کہ اس نے سید سائیں کے فیصلے کی تاکید کی ہے لیکن وہ پھر اس بات پر بھی خوش تھی کہ اسے کسی اور سے بھی کوئی محبت نہیں۔۔

"تھینک یو میرا کیوٹ سا بچہ"
اس نے مسکرا کر کہا تھا جس پر وہ بھی مسکرائی تھی روح نے اسے کان اگے کرنے کا کہا تھا جس پر وہ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔

"کریں تو"
وہ مسکرا کر بولی تھی جس پر اسنے اس کے آگے اپنا کان کیا تھا نور الہدیٰ بھی ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔

"بھائی بھابھی بہت پیاری لگ رہی ہیں"

روح نے مسکرا کر اس کے کان میں کہا تھا جس پر اس کی نظر ایک پل کو نور الہدیٰ پر گئی تھی جو کہ وائیٹ ڈریس میں ساتھ میں وائیٹ ہی حجاب کیے ہاتھوں میں گجرے پہنے ہلکے سے میک اپ میں تیار کھڑی تھی وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی سید ہاشم نقوی کے دیکھنے پر ان دونوں کی نظریں ملی تھی لیکن ہاشم نے اپنی نظریں فوراً سے پھیر لی اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔

"بد تمیز ہو گئی ہو تم"
سید ہاشم نقوی نے اسے گھورا تھا اس کی بات پر وہ مسکرائی تھی۔۔

"میں کیسے بد تمیز ہو گئی بھابھی آپ کو دیکھ سکتی ہیں آپ نہیں"
اس نے اب کی بار بھی آہستہ سے کہا تھا۔

"چپ کر وورنہ عیدی نہیں ملے گی"

وہ آگے آگے چلتا ہوا بولا تھا وہ چل کر ان سب خواتین کے پاس آیا تھا اور ان کے درمیان میں بیٹھ گیا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی میں تو آپ کی بھلائی کی بات کر رہی تھی اور آپ میری برائی کر رہے ہیں"
روح اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی تھی۔۔

"تم میری بھلائی کی بات مت کرو وہ میں بہت جلد خود کر لوں گا کیوں کہ مجھے بھی لگ رہا ہے اب مزید دیر نہیں کرنی چاہیے"
اس نے نور الہدیٰ پر چور سی نظر ڈالی تھی جبکہ باقی سب ان دونوں بہن بھائی کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"سچی"

اس نے excited ہوتے ہوئے کہا تھا سید ہاشم نقوی نے اسے گھورا تھا۔۔

"عیدی لگتا ہے اس بار میری گڑیا کو نہیں چاہیے"
وہ ہر بات پر زور دیتے ہوئے بولا تھا جس پر وہ اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھے نہ آپ جلدی سے میری عیدی دیں ورنہ مجھے کھ رہا ہے آپ کی ان باتوں سے سچ میں مجھے عیدی نہیں ملنی"
وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"ٹھیک ہے"

اس نے اپنے جیب سے پانچ روپے کا سکہ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا جبکہ روح کبھی اس پانچ روپے کے سکے کو دیکھ رہی تھی کبھی ہاشم نقوی کو تو کبھی حویلی کی خواتین کو یہ دیکھ کر نادیہ بیگم کا قہقہہ ہوا میں بلند ہوا تھا۔۔

"تو یہ ہے تمھاری محبت اپنی بہن کے لیے"

وہ زور زور سے ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی سید ہاشم نقوی جو کہ اسے تنگ کرنے کے مونڈ میں تھا یہ کیسے بھول گیا کہ وہاں اس کی پھوپھو بھی تھی جن کو صرف موقع چاہیے تھا کسی بھی بات کو بڑا کرنے کا جب کہ ان کی بات پر وہاں موجود سبھی خواتین کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی سید ہاشم نقوی کو لگ رہا تھا اس نے غلط کیا ہے کیوں کہ اس کی بہن نے ابھی رو دینا تھا ہاں وہ بھی جانتی تھی وہ اس کے ساتھ مذاک کر رہا ہے لیکن ہرٹ اس نے پھر بھی ہونا تھا روح نے ان کو دیکھا تھا اور ان کے پاس آئی۔۔

"ہم بولیں پھوپھو جان کیا کہہ رہی ہیں"

روح نے ان کے سامنے آتے ہوئے کہا تھا تب ہی سید سائیں سردار موسیٰ نقوی اور ساجد نقوی اندر داخل ہوئے تھے باقی سب مردوں کو گوشت کے تقسیم پر لگایا تھا یہ سب کام ملازم بھی کر سکتے تھے لیکن ریاست نقوی اور احمد نقوی نے کہا تھا وہ یہ سب خود کرنا چاہتے ہیں تو سردار موسیٰ نقوی نے بھی ہامی بھر دی تھی سید موسیٰ نقوی کی نظر روح پر گئی تھی اج وہ روز کے بانسبت تھوڑی الگ لگ رہی تھی لیکن اس نے فوراً سے نظریں پھیر لی تھی سردار موسیٰ نقوی کے آنے پر سب لوگ ہی کھڑے لیکن روح نے اتنا خاص غور نہیں کیا موسیٰ نے سب کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا اور خود بھی بیٹھ گیا۔۔

"اب کیا ہو گیا"

سید موسیٰ نقوی نے ہاشم کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

"مذاق کر رہا تھا میں روح کے ساتھ اور پھوپھو نے اس بات کو سیریس لے کر طنز مارا ہے اب دیکھو روح کیا کرتی ہے"
سید ہاشم نقوی نے آہستہ سے کہا تھا۔

"بتائیں نہ پھوپھو خاموش کیوں ہو گئی سردار موسیٰ نقوی ہی آئے ہیں کوئی موت کا فرشتہ آپ کے سامنے نہیں آ گیا کہ زبان بند ہو گئی ہے یا پھر مجھے آپ سردار موسیٰ نقوی کے سامنے غلط پیش کرنا چاہتی ہیں اس لیے"
روح بھی روح تھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی اس نے سردار موسیٰ نقوی اور سید سائیں دونوں کا لحاظ کیے بغیر کہا تھا۔

"دیکھ لیں سید سائیں یہ لڑکی مجھ سے کیسے بات کر رہی ہے"
نادیہ بیگم نے فوراً سے سید سائیں سے شکایت کی تھی۔۔

"پھوپھو جان میں نے ایسا بھی کیا کہہ دیا اور بھائی اپ"
وہ نادیہ بیگم سے بات کر رہی تھی لیکن پھر سید ہاشم نقوی کے پاس آئی تھی۔۔

"کہاں ہے میری عیدی"
روح نے اس کے پاس آکر کہا تھا اس نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکالی تھی جیسے دیکھ کر نافیہ تو ضرور حیران ہوئی تھی لیکن حویلی والے نہیں ہوئے تھے کیونکہ ہاشم روح پر ایسے ہی خرچ کرتا تھا۔۔

"یہ نہیں وہ جو ابھی آپ نے کچھ دیر پہلے دی تھی"

روح نے اس کے آگے اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا جو اسے اب سردار موسیٰ نقوی اور سید سائیں دونوں کے سامنے شرمندہ کرنے والی تھی۔۔

"تم یہ لے لو نہ وہ رہنے دو"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر بہت پیار سے کہا۔۔

"نہیں مجھے وہی چاہیئے"
ہاشم نے اس کے ہاتھ پر پیسے رکھے تھے لیکن وہ روح نے اسے واپس کر دیے۔۔

"دو وہی جو وہ مانگ رہی ہے"

سردار موسیٰ نے کہا تھا جس پر اسے مجبوراً پانچ روپے کا سکہ نکال کر روح کے ہاتھ پر رکھنا پڑا تھا جبکہ سردار موسیٰ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا سید سائیں بھی حیران اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"پھوپھو جان"

روح وہ سکہ لے کر نادیہ بیگم کے پاس آئی تھی جو کہ اپنی بیٹی گلناز ے ساتھ بیٹھی تھی گلناز نے آج ریڈ کلر کی شلوار قمیض ڈالی تھی جس پر بھاری سا کام ہوا تھا ہیوی سا میک اپ تھا بالوں کی لٹیں باہر آ رہی تھی اور نام کا دوپٹہ اس نے سر پر لیا تھا۔۔

"الحمدللہ میرے پاس ایسا بھائی ہے جس سے میں ابھی کہوں نہ میرے لیے جان دے دیں تو وہ بغیر سوچے میرے لیے جان دے دیں گیں وہ یہ بھی نہیں پوچھیں گیں کیوں گڑیا کیوں کہ وہ اس حد تک محبت کرتے ہیں مجھ سے دینے والا کیا دیتا ہے یہ نہیں دیکھا جاتا بلکہ اس کا خلوص کتنا ہے یہ دیکھا جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ مجھے پتہ ہے میرے بھائی مجھ پر کتنا خرچ کرتے ہیں میرے کہے بغیر وہ سب میرے لیے حاظر ہوتا ہے یہ ابھی بھی بھائی مجھے تنگ کر رہے تھے میں جانتی ہوں لیکن مجھے کر چیز برداشت ہے بس اپنے اور اپنے بھائی کے رشتے کے خلاف ایک لفظ نہیں میں آپ سے یہی امید کروں گی دوبارہ آپ ہمارے معاملے میں مت بولیں اور یہ پانچ روپے کا سکہ میرے لیے بہت خاص ہے اور اچھا ہی ہے انھوں نے یہ عیدی دی کیوں کہ یہ نوٹ تو میں کہیں یوز کر لیتی لیکن میں یہ سنبھال سکتی ہوں میری پہچان میرا بھائی ہے میرے لیے میری ماما میرے بابا میرا ہر رشتہ ان میں ہے"

وہ ان کو دیکھ کر کہہ رہی تھی لیکن سب لوگ اس کی باتیں سن رہے تھے سچ میں وہ بری نہیں تھی حالات اس کے لیے ایسے تھے اور ان حالات میں جس نے اسے سمجھا تھا اس کا مقام اس وقت کیا تھا اس کے دل میں وہ سب دیکھ بھی رہے تھے۔۔

"میرا بچہ"

ہاشم نے اس کے پاس آ کر اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا اور ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے اس کے پاس جتنے پیسے تھے سب نکال کر اس نے روح کا صدقہ دے دیا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی بھائی کیا صرف روح ہی آپ کی بہن ہے"

کندیل فوراً سے کھڑی ہوئی تھی جب کہ اسکے احتجاج میں کھڑے ہونے پر روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔

"خبردار جو میرے بھائی کی طرف دیکھا سید ہاشم نقوی کی صرف ایک ہی بہن ہے سیدہ روح نقوی بس"
روح نے اسے انگلی دیکھائی تھی۔۔

"اور وہ دیکھو سردار سید موسیٰ نقوی جاؤ فوراً شاباش ان کے پاس جاؤ"
روح نے اسے سردار موسیٰ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"بڑی آئی کیا صرف روح آپ کی بہن ہے"
وہ اس کی نکل اتارتے ہوئے بولی تھی جبکہ ہاشم اپنی بہن کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"کیوں جی ہاشم بھائی ہمارے بھی بھائی ہیں"

کندیل نے پھر سے کہا تھا۔

"چپ کر جاورنہ منہ توڑدوں گی سردار موسیٰ نقوی سمجھالیں اپنی بہن کو"
وہ سردار موسیٰ نقوی سے بولی تھی جبکہ وہ آج پہلی بار اس کی بات پر مسکرا رہا تھا۔

"بچے آپ اپنے بھائی کے پاس آؤ"
سردار موسیٰ نقوی نے پہلی بار کندیل کو اپنے پاس بلایا تھا جبکہ وہ جو روح اور ہاشم کو دیکھ رہی تھی اب یک ٹک کھڑی سردار موسیٰ کو دیکھ رہی تھی کیا اس نے صحیح سنا تھا باقی سب بھی حیران تھے کیوں کہ آج تک جو ہاشم کر گیا تھا وہ کسی نے بھی نہیں کیا تھا سید سائیں کی سرداری میں جن باتوں پر منع تھا وہ منع ہی تھی۔۔

"بھائی"

وہ حیران ہوئی تھی سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا تھا کندیل فوراً سے اس کے پاس آئی تھی سردار موسیٰ نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا سید سائیں اپنی پوتی کو دیکھ رہی تھے جو کتنی خوش تھی شاید ان کا یہ فیصلہ غلط تھا سردار موسیٰ نے نور کو بھی اشارہ کیا تھا وہ بھی فوراً سے اس کے پاس آئی تھی اس کے ایک سائیڈ کندیل تھی اور ایک سائیڈ پر نور سب لوگ ہی مسکرا کر یہ منظر دیکھ رہے تھے۔۔

"ماہا بچے"

سردار موسیٰ نے ان دونوں کو دور کر کے ماہا کو دیکھا تھا جو کہ نم آنکھوں سے ان کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"آپ کا بھی بھائی ہوں میں"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو وہ بھی فوراً اس کے پاس آ کر اس کے ساتھ لگی تھی جبکہ سردار موسیٰ کا خود کو اس کا بھائی کہنا آیت بیگم کو مشکل میں ڈال گیا ایسے تو کبھی بھی ان کا بیٹا اس رشتے کے لیے نہیں مانے گا۔۔

"عیدی چاہیے میری بہنوں کو"

سردار موسیٰ نے ان تینوں کو دیکھ کر کہا تھا جس پر وہ فوراً سے ہاں میں سر ہلاتی ہیں سردار موسیٰ نے اپنی جیب سے پانچ پانچ ہزار کے تین نوٹ نکال کر ان تینوں کے آگے کیے تھے۔۔

"فلحال تم لوگوں کو اتنی ہی عیدی ملنی ہے جانتا ہوں یہ فضول سی چیزیں کھا کر اڑاؤ گی اس لیے"

سردار موسیٰ نے ان تینوں کو گھور کر کہا تھا لیکن ان تینوں نے مسکرا کر عیدی لی تھی۔۔

"روح"

سردار موسیٰ نے اس اپنی طرف دیکھتا دیکھ کر کہا تھا کیوں کہ وہ یہی منظر دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ نے اسے پہلی بار مخاطب کیا تھا اس نے اس کے آگے اسکی عیدی کی تھی اس نے عیدی لے لی تھی کیوں کہ اسے سردار موسیٰ سے بھی کوئی اتنا مسئلہ نہیں تھا کیوں کہ اس سے کبھی اسکی بات ہی نہیں ہوئی تھی تو وہ اس سے کیسی امیدیں رکھتی۔۔

"تھینک یو"

اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا حویلی کے باقی مرد بھی آ گئے تھے۔۔

"مجھے آپ سب سے بات کرنی ہے"

سید سائیں سب کو وہاں موجود دیکھ کر بولے تھے سب لوگ ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔۔

"یہیٰ کے بعد موسیٰ اس حویلی کا سب سے بڑا پوتا ہے"
یہیٰ کے نام پر اس کی ماں کنزہ کی آنکھیں نم ہو گئی تھی روح اس کے پاس ہی بیٹھی تھی اس نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔

"ہم نے اس کی شادی کا سوچا ہے اور خواتین کے لیے سردارنی کا ہونا بھی ضروری ہے کیوں کہ ان کے مسئلے عورت ہی دیکھ سکتی ہے"

سب لوگ ان کی بات بہت خاموشی سے سن رہے تھے نادیہ بیگم کے چہرے پر خوشی تھی نور اور کندیل اس کی بہیں تھی روح نے ویسے اس سے شادی نہیں کرنی تھی اور ماہا اس سے چھوٹی تھی وہ اپنی بیٹی کا رشتہ آگے کر دے گی جبکہ آیت بیگم کے بھی چہرے پر فکر مندی آگئ تھی سی سائیں کا چہرہ دیکھ کر لگ رہا تھا وہ لڑکی کا انتخاب کر چکے ہیں۔۔

"یہ تو اچھی بات ہے سید سائیں لیکن کس سے"
ریاست نقوی نے انھیں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"میں موسیٰ کے لیے حویلی کی ہی بیٹی چاہتا ہوں تو اس لیے میں نے روح کا انتخاب کیا ہے"

سید سائیں کی بات پر سب لوگ ہی حیران ہو گئے تھے کسی کو بھی توقع نہیں تھی اس رشتے کی سردار موسیٰ نقوی خود اپنے دادا جان کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے روح کو بھی دھچکا لگا تھا اور تو اور نادیہ بیگم کے چہرے پر غصہ آ گیا تھا گلناز کا بھی کچھ یہی حال تھا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی سید سائیں گلناز بڑی ہے پہلے آپ کو اس کے بارے میں سوچنا چاہیے تھا نہ"
نادیہ بیگم نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس نئے انکشاف پر بھی وہاں موجود کافی لوگ حیران ہوئے تھے۔

"شادی کے بعد بیٹیاں پرائی ہو جاتی ہیں تم ہمارے لیے پرائی ہو گلناز کے لیے ہم کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے اس کی ماں اور بھائی ہیں ابھی اس کے لیے فیصلہ کرنے کے لیے"

سید سائیں کو نادیہ بیگم کا یوں بولنا اچھا نہیں لگا تھا اس لیے انھوں نے ٹوک دیا۔۔

"تو میں تو موسیٰ کو سوچ رہی تھی اپنی بچی کے لیے"
نادیہ بیگم نے ایک بار پھر کہا۔۔

"لیکن میں روح کو موسیٰ کے لیے پرفیکٹ سمجھاتا ہوں"
سید سائیں نے نادیہ کو ایک بار پھر خاموش کروادیا۔۔

"لیکن سید سائیں"
سردار موسیٰ اب تک ان سے ناراض تھا عدنان والی بات پر اس لیے اب بھی سید سائیں کہہ رہا تھا۔۔

"سردار موسیٰ تم نے یہ فیصلہ ہم پر چھوڑا تھا اس وقت ہم نے تم سے پوچھا بھی تھا تم سے تمھاری پسند بھی پوچھی لیکن تم نے سب ہم ہر چھوڑ دیا تو اب ہمارا یہی فیصلہ ہے اور تمھیں ماننا ہو گا"

سید سائیں نے اسے خاموش کروا دیا تھا۔

"لیکن میں نہیں کرنا چاہتی شادی اور وہ بھی ان سے ہر گز نہیں"

روح کو لگا تھا موسیٰ منع کر دے گا کیوں کہ وہ بلکل اس کے opposite تھی لیکن اسے خاموش دیکھ کر اب وہ خود ہی بولی تھی۔۔

"ہاشم اپنی بہن کو سمجھا لینا کیوں کہ اس کا اور سردار موسیٰ کا رشتہ پکا ہے اور اب سے یہ سردار موسیٰ نے نام سے منسوب ہو گی اس حویلی میں"

سید سائیں نے سختی سے کہا تھا جس پر روح غصے میں وہاں سے ہی چلی گئی تھی جبکہ سید موسیٰ نقوی کو اس کے شادی سے منع کرنے پر اور وہ بھی اس کے ساتھ بہت غصہ دلا گیا تھا سب لوگ ہی حیران تھے یہ ہوا کیا تھا آیت بیگم کو روح سے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن وہ ماہا کو چاہتی تھی اپنے موسیٰ کے لیے عافیہ بیگم پر سکون ہو گئی تھی کیوں کہ اب وہی ہینڈل کرے گا اس لڑکی کو جبکہ عدنان کو یہ بات پسند نہیں آئی تھی کیوں کہ وہ اس کا رشتہ چاہتا تھا نادیہ بیگم اور گلناز نے تو صاف صاف اپنا غصہ واضح کیا تھا۔۔

"مزید ہم یہاں نہیں روک سکتے"

یہ کہہ کر نادیہ بیگم کھڑی ہوئی تھی اپنے بیٹے اور بیٹی کو لے کر وہ چلی گئی تھی۔۔

"ماہا کندیل نور کمرے میں جاؤ"

سردار موسیٰ معاملے کو دیکھ کر بولا وہ تینوں چلی گئی تھی لیکن بہت زیادہ خوش تھے سید سائیں کے اس فیصلے پر۔

"سید سائیں"
ہاشم نے انھیں پکارا تھا۔۔

"اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو روح نہیں مانے گی تو مت کہنا سے منانا تمھارا مسئلہ ہے"
سید سائیں نے اس کی بات سننے سے پہلے ہی ختم کر دی تھی ساجد نقوی اور کنزہ نقوی اس میں خاموش تھے کیوں کہ یہ آن کی اولاد کا فیصلہ نہیں تھا جن کا تھا وہ بات کریں گیں ماہنور بیگم اور مصطفی نقوی بھی اسی لیے خاموش بیٹھے تھے۔۔

"سید سائیں ایک بار سوچ لیں آپ روح کو جانتے ہیں"
آیت بیگم نے بہت مشکل سے یہ بات رکھی تھی۔۔

"ہمیں کچھ نہیں معلوم یہ ہمارا فیصلہ ہے اور تم سب کو ماننا پڑے گا"
سید سائیں سختی سے کہتے وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ باقی سب پریشان ہو گئے تھے کیون کیا تھا سید سائیں نے یہ رشتہ وہ لوگ سمجھ نہیں سکے۔۔



"میری گڑیا کہاں ہے"
سید سائیں کے جانے کے بعد ہاشم اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا جبکہ کمرے میں آتے ہی کمرے کی حالت دیکھ کر ہاشم کو اس سے یہی امید تھی کیوں کہ اس کی بہن بہت جذباتی تھی ہاشم کے پیچھے پیچھے ہی وہ تینوں بھی آئی تھی۔۔

"خبر دار خبر دار جو آپ نے مجھے اپنی گڑیا کہا"

وہ غصے سے بولی تھی جبکہ اس کے اس قدر غصہ کرنے پر ہاشم پریشان ہو گیا تھا جب جب وہ غصہ کرتی تھی اسٹریس لیتی تھی اس کی طبیعت خراب ہو جاتی تھی۔۔

"اور تم تینوں یہاں کیا کر رہی ہو تماشا دیکھنے آئی ہو میرا نکلو یہاں سے"

وہ ڈریسنگ سے پرفیوم اٹھا کر نیچے پھینکتی ہوئی بولی تھی جس پر ہاشم نے ان نینوں کو جانے کا اشارہ کیا تھا اور وہ چلی بھی گئی تھی۔۔

"میری جان"

ہاشم نے اس کے پاس آنا چاہا تھا۔۔

"خبردار سید ہاشم نقوی دور رہیں مجھ سے اگر آپ مجھے اس شادی کے لیے کنوینس کرنے آئے ہیں تو واپس چلے جائیں کیوں کہ میں اس شادی کے لیے ہر گز بھی راضی نہیں ہوں گی"

وہ غصے سے بولی تھی جبکہ اس کی بات سن کر ہاشم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"خاموش ادھر آؤ"

ہاشم نے اسے غصہ کرتا دیکھ کر کہا تھا۔۔

"میں نے کہا کہ ادھر آؤ"

اسے اپنی جگہ پر ویسے ہی کھڑا دیکھ کر ہاشم نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔۔

"نہیں انا میں نے اور نہ ہی میں نے اس پاگل سردار سے شادی کرنی ہے بتہ دیجیے گا سب کو"

روح غصے سے بولی تھی اور ہاشم کو بھی گھور رہی تھی۔۔

"اچھا اچھا یہ غصہ کرنا بند کرو اور ادھر آؤ"
ہاشم اچھے سے جانتا تھا اسے کیسے کنٹرول کرنا ہے اس لیے اس وقت وہ اس کی ہر ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔۔

"نہیں آؤں گی آپ کو چاہیئے تھا وہاں میرے لیے بولتے لیکن"
ہاشم اس کی بات پر واپس مڑا تھا جانے کے لیے جب وہ فوراً سے اس کے پاس آئی تھی وہ یہ بات جانتا تھا اسے اس وقت اس کی ضرورت ہے یہ تو بس وہ لاڈ اٹھوا رہی تھی اپنے۔۔

"آئی ہیٹ یو"

اس نے پیچھے سے اس کی قمیض پکڑ کر کہا تھا ہاشم مڑا تھا اور مڑ کر اس نے اپنی بہن کو دیکھا تھا۔۔

"میری گڑیا میری بچی"

سید ہاشم نقوی نے اسے اپنے ساتھ لگاتے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے۔

"میری لیے میری بچی بہت ضروری ہے اور سب سے پہلے ہے اور سب چھوڑو ہم باہر چلتے ہیں ان سب کی باتوں گولی مارو"

ہاشم نے اس کا مانڈ فریش کرنے کر لیے کہا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا اس نے اس وقت کوئی بات نہیں سنی بلکہ ہر بات کو negative لے لینا ہے۔۔

"آر جو سیریس حولی کی سچویشن دیکھی ہے آپ نے"
روح کو دھچکا لگا تھا جس پر ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اس ماحول سے کچھ دیر کے لیے میں اور میری گڑیا دور چلتے ہیں او کے"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا جس پر اس نے فوراً سے ہاں میں سر ہلایا تھا ویسے بھی عید کی وجہ سے ہاشم نے اسے باہر جانے سے منع کر دیا تھا اور اس نے اپنے بھائی کی بات مانی بھی تھی کیوں کہ وہ اس کی ساری باتیں مانتا تھا۔۔
🎀🎀

"سید سائیں"
سردار موسیٰ اس وقت سید سائیں کے کمرے میں موجود تھا۔۔

"پہلے تو یہ سید سائیں بولنا بند کرو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

سید سائیں جانتے تھے ان کا پوتا ان سے ناراض ہے لیکن اس کے یہ الفاظ انھیں بلکل بھی پسند نہیں آرہے تھے۔۔

"تو اپ کو لگتا ہے میں کچھ غلط کر سکتا ہوں آپ نے سب کے سامنے مجھے غلط ثابت کرنا چاہا اگر آپ ہی اپنے قبیلے کے سردار کو غلط ثابت کریں گیں تو کیا لوگ اسے صحیح سمجھیں گیں"

سردار موسیٰ نقوی نے ان سے سوال کیا تھا جبکہ اس کے سوال پر وہ خاموش ہو گئے تھے۔۔

"تم جانتے ہو نہ موسیٰ میری ایک ہی بیٹی ہے اور مجھے وہ عزیز ہے میں اس کی یوں بے عزتی نہیں برداشت کر سکتا تھا"

سید سائیں اسے دیکھ کر بولے۔۔

"لیکن دادا جان جو غلط ہے وہ غلط ہے"

وہ اب کی بات انھیں دادا جان کہہ کر بولا تھا جس پر وہ مسکرائے تھے۔۔

"سب چھوڑو بتاؤ ہمارا فیصلہ تمھیں پسند آیا"

سید سائیں نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا اور بغور اس کے چہرے کو دیکھ رہے تھے۔۔

"دادا جان مجھے سمجھ نہیں آیا آپ نے کی سوچ کر یہ فیصلہ کیا ہے کیا آپ کو لگتا ہے وہ لڑکی میرے ساتھ ایڈجسٹ کر سکے گی"

سردار موسیٰ اب آکر ان کے سامنے بیٹھ گیا تھا پہلے وہ ٹھہل کر ان سے بات کر رہا تھا۔۔

"اس حویلی کو سردارنی چاہیے اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ روح اس حویلی سے دور جائے دیکھو اس بچی نے بہت تکلیف برداشت کی ہے اب مجھے احساس ہو رہا ہے اس کے اکیلے پن نے اسے ایسا بنا دیا ہے اور وہ ہمیشہ سچ کے ساتھ ہوتی ہے وہ ایک سردارنی بننے کے قابل ہے اس کے علاوہ تم گلناز کو اچھے سے جانتے ہو وہ اگر سردارنی بن گئی وہ حویلی کی بڑی خواتین کا بھی لحاظ نہیں کرے گی روح کو دیکھو تو اس میں بات کرنے کی لحاظ اب بھی ہے بس اس کے کپڑے واحیات ہوتے ہیں جو مجھے یقین ہے تم بدل لو گے اس کے علاوہ ماہا بچی ہے وہ بھی حویلی کی بچی ہے لیکن وہ سردارنی نہیں بن پائے گی روح اور تم ایک ساتھ بھی کافی اچھے لگو گے"

سید سائیں نے آخر میں اسے دیکھ مسکرا کر کہا تھا آج وہ پہلی بار اس لڑکی کو اس نظر سے دیکھ رہا تھا اور اس کے بارے میں سوچ رہا تھا آج سے پہلے اسنے اس کے بارے میں نہ کبھی ایسا سوچا تھا اور نہ ہی چاہا تھا لیکن اب یہ اس کے دادا جان کا حکم تھا اسے منانا تھا۔



ہاشم اسے گول گپے کھلانے کے لیے لایا تھا اور وہ مزے سے گول گپے کھا رہی تھی۔۔

"بتاؤ کیسے ہیں گول گپے"

ہاشم اسے ایک کے بعد دوسرہ کھاتا دیکھ کر بولا تھا جس پر اس نے ہاتھ کے اشارے سے واؤ کہا تھا ہاشم اسے دیکھ مسکرایا تھا۔

"بس کرو روح بہت کھا لیے ہیں ورنہ تمھاری طبیعت خراب ہو جائے گی"

وہ دو پلیٹوں سے زائد کھا چکی تھی اس لیے ہاشم بولا تھا۔۔

"بعد میں آئیس کریم کھا لینا نہ"

اس کے منہ بنانے پر ہاشم نے کہا تھا جس پر وہ مسکرائی تھی۔۔

"بہت مزے کے تھے بھائی اپ کو بھی کھانا چاہیے تھا"
روح نے اس کے پیسے دینے کے بعد کہا تھا۔۔

"روح"
وہ دونوں ایک ساتھ چل رہے تھے جب ہاشم نے اسے پکارا تھا وہ اسے ایسے تب ہی بلاتا تھا جب کوئی اپنی بات منوانی ہو۔

"مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے آپ مجھے مصیبت میں ڈالنے والے ہیں"
روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا کیوں کہ اسے اندازہ تھا اسے کیا بات کرنی ہے۔۔

"بچے اس کا سب سے بڑا benefit یہ ہو گا میری بچی ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی"

ہاشم نے معصومیت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جس پر روح نے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"میری بچی دیکھو شادی تو ایک نہ ایک دن ہونی ہے نہ اپ کی لیکن میری گڑیا میری شہزادی اس سے اچھا ہے حویلی میں ہو جائے نہ آپ ہمشیہ اپنے بھائی کے ساتھی رہو موسیٰ کے علاوہ کوئی اور رشتہ بھی تو نہیں ہے میں اور حنان تمھارے بھائی ہیں"

ہاشم اسے اس کے سارے benefits بتا کر ہی اب ہاں کروا سکتا تھا۔۔

"لیکن بھائی ابھی مجھے نہیں کرنی ہے شادی اور دوسری بات یہ کہ میں اس سردار موسیٰ کے ماتحت نہیں ہونا چاہتی جو بھی کام کرنا ہو اس سے اجازت لینی پڑے بتانا پڑے"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"میری بچی اب بھی تو اپ مجھ سے اجازت لیتی ہو نہ مجھے بتاتی ہو نی تو آپ بعد میں اسے بتا دینا"

ہاشم نے کار میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"خود کو اس سے کمپیئر نہ کریں آپ ان سے لاکھ درجے بہتر ہیں"

روح نے گندہ سا منہ بنایا تھا۔

"وہ بھی بہت اچھا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں نہ کبھی تمھیں کچھ کہا ہے"

ہاشم نے اس سے سوال کیا تھا اس کے سوال پر وہ سوچ میں پڑ گئی تھی وہ تو اس کی طرف دیکھتا ہی نہیں تھا کچھ کہتا کیسے۔۔

میں نہیں کر سکتی ایسے شخص سے شادی جیسے میں پسند نہیں وہ مجھے دیکھتا تک نہیں ہے اور اب بس خاموش اگر آپ نے اس کی مزید حمایت کی میں اس چلتی گاڑی سے کود جاؤں گی"

اس نے غصے سے منہ بنا کر کہا تھا جس پر ہاشم کو خاموش ہونا پڑا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا اب وہ کیسے سمجھائے گا اسے۔۔

🎀🎀

رات کو سب لوگ ایک ساتھ مل کر کھانا کھا رہے تھے

لیکن روح وہاں موجود نہیں تھی ہاشم نے اس سے کہا تھا لیکن اس نے منع کر دیا تھا وہ ان سب کو سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی بات کرنا چاہتی تھی کیوں کہ انھوں نے پھر سے اسے فورس کرنا تھا اور وہ سردار موسیٰ سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

"روح کہاں ہے ہاشم"
سید سائیں نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"سید سائیں آپ جانتے ہیں وہ کیسی ہے وہ نہیں مانے گی"
ہاشم نے سید سائیں کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"یہ ہمارا حکم ہے ہاشم اور تمھیں ماننا ہو گا"
سید سائیں نے غصے سے کہا تھا۔۔

"سید سائیں میں اس کے ساتھ زبردستی تو نہیں کر سکتا نہ"

ہاشم پریشان ہوا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے وہ روح کو فورس نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ اس کے پاس بہت ریزن تھے کہ وہ کیوں نہ کر رہی ہے۔۔

"زبردستی کرنی ہے زبردستی کرو جو کرنا ہے کرو بس مجھے اس کا جواب ہاں میں چاہیے"

سید سائیں یہ بات کر رہے تھے اسی وقت روح نیچے آئی تھی۔

"سید سائیں"

روح نے ان کو پکارا تھا اس کی پکار پر سب نے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"ہم"

سید سائیں نے اسے بنا دیکھے کہا تھا۔۔

"آپ کو بھائی کو فورس کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نہیں مانے والی آپ اپنی کوشش بند کر دیں"

روح نے ان کو جواب دیا تھا اور وہاں سے باہر جانے لگی تھی جب روکی۔۔

"لڑکی تمھیں نکاح کرنا ہو گا موسیٰ سے ورنہ بہت برا ہو گا"

سید سائیں نے غصے سے کہا تھا وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے تھے ان کے کھڑا ہونے پر سب لوگ ہی کھڑے ہو گے تھے روح جو جا رہی تھی وہ پلٹ کر واپس آئی تھی اور ان کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔۔

"کیا کر لیں گیں بولیں"

روح نے ان کے مدِ مقابل کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اگر تم موسیٰ سے شادی نہیں کر سکتی تو ہاشم اور نور کا رشتہ بھی نہیں ہو گا"
سید سائیں کی اس بات پر سب حویلی والوں پر قیامت ٹوٹی تھی سب سے
بڑی قیامت تو نور پر ٹوٹی تھی وہ تو محبت کرتی تھی نہ ہاشم سے ہاشم بھی
پریشان ہو گیا تھا موسیٰ کو بھی سمجھ نہیں آیا تھا یہ اس کے دادا جان کیا کر
رہے ہیں باقی سب لوگ بھی حیران تھے روح کی نظریں نور پر گئی تھی جس
کی انکھیں میں آنسوں آ گئے تھے اپنے بھائی کے لیے وہ اس کی محبت سے
واقف تھی اس نے اس سے نظریں چرا لی تھی اور وہاں سے چلی گئی تھی وہ
اس وقت حویلی میں نہیں رو کنا چاہتی تھی اس لیے باہر لون کی طرف بڑھ
گئی باقی سب بس اسے جاتا دیکھ رہے تھے نور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی
اس کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔۔

"سید سائیں"

ہاشم نے کچھ بولنا چاہا تھا۔۔

"اگر تم کچھ کہنا چاہتے ہو تو اپنی بہن سے کہو ہم سے نہیں"

سید سائیں وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ ہاشم پریشان ہو گیا تھا سید موسیٰ نقوی کو بھی غصّہ آ رہا تھا انھیں اپنے دادا جان کی یہ ضد سمجھ نہیں آ رہی تھی لیکن وہ اپنی بہن کی انکھوں میں آنسوں نہیں دیکھ سکتا تھا یہ رشتہ اس کے دادا جان نے کیا تھا اور اس رشتے میں بندھنے کے بعد اس نے اسی شخص سے محبت کی جس کو اس کا کیا گیا روح کو اس سفر شادی کرنی ہو گی ہر حال میں کرنی ہو گی سردار موسیٰ نقوی سوچتے ہوئے بولا تھا۔۔

آج بہت دنوں بعد وہ باہر نکلی تھی عید تھی جس وجہ سے ہاشم نے اسے منع کیا تھا اس نے اس کی بات مان لی تھی اور وہ نہیں گئی تھی لیکن آج پھر وہ جنگلوں والے روڈ کی طرف نکل آئی تھی دونوں اطراف میں جنگل تھا اور وہ چلتی جا رہی تھی اسے یہ بات منظور نہیں تھی کہ اس کی وجہ سے اس کے بھائی کا رشتہ خراب ہو وہ یہ بات اچھے سے جانتی تھی کہ نور الہدیٰ اس کے بھائی سے محبت کرتی ہے تو پھر سید سائیں ایسا کیسے کر سکتے تھے اس وقت بھی وہ چلتی جا رہی تھی اور اس کے دماغ میں ان کی باتیں چل رہی تھی۔۔

"اگر تم موسیٰ سے شادی نہیں کر سکتی تو ہاشم اور نور کا رشتہ بھی نہیں ہو گا"

وہ ان باتوں کو سوچ رہی تھی اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کیا کرے کیا نہیں اس شخص سے وہ ہر گز بھی شادی نہیں کس سکتی تھی وہ اس کے ماتحت نہیں ہو سکتی تھی کیوں پہلے کی طرح اسے کوئی بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ حد سے زیادہ پریشان ہو گئی تھی اس وقت بھی وہ بس روڈ پر چلتی جا رہی تھی جب اچانک ہی اس کے آگے ایک آدمی اگیا تھا جس نے tracksuit ڈالا ہوا تھا سیاہ رنگ میں اس کے چہرے پر ماسک لگا ہوا تھا روح اسے اپنے سامنے دیکھ کر فوراً سے پیچھے ہوئی تھی لیکن اس کی سیاہ آنکھیں بہت پر کشش تھی روح بھی اسے دیکھتی رہ گئی تھی لیکن اسے دیکھ کر وہ خوف زدہ ضرور ہوئی تھی کیونکہ اس سے پہلے کوئی بھی یوں اس کے آگے نہیں آیا تھا۔

"ریلکس ہو میں کچھ نہیں کہتا"

اس نے اس کے چہرے پر ڈر دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"کون ہو تم"

روح نے غصے سے پوچھا تھا جبکہ اس کے غصہ کرنے پر اس کے عنابی لب مسکرائے تھے لیکن ماسک ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں سکی تھی۔۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے کون ہوں میں"

اس نے اس کے چہرے پر اپنی نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اگر فرق نہیں پڑتا تو میرے سامنے آنے کی کیا ضرورت تھی"

روح کو غصہ ایا تھا اس کی بات پر۔۔

"آپ کو دیکھنے کا دل کر رہا تھا اس لیے آ گیا"

اسنے اس کے قریب ہونا چاہا تھا روح نے فوراً سے اپنے قدم پھر سے پیچھے کی جانب لیے تھے۔۔

"زیادہ میرے ساتھ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ یہی پر تمھاری قبر بن جائے گی اور مجھے کیوں دیکھنا ہی میں کویھ اجوبہ ہوں یا جادو کرتی ہوں جو مجھے دیکھنے کا تمھارا دل کر رہا تھا"

روح کو ویسے بھی غصہ تھا اس لیے وہ اپنا سارا غصہ اب اس پر اتار رہی تھی۔۔

"اجوبہ نہ صحیح محبوبہ تو ہو نہ"

اس نے اس سے فاصلے پر رہتے ہوئے ہی کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح کا دل کیا اس کا سر تن سے الگ کر دے۔۔

"یہ اپنا سر کولڈ ٹھرک پن اپنے پاس رکھو اور میرا دماغ خراب نہ کرو"
وہ واپس جانے کے لیے مڑ گئی تھی کیوں کہ سامنے وہ شخص کھڑا تھا اس لیے وہ آگے نہیں جا سکتی تھی۔۔

"کہاں جا رہی ہو"
وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولا تھا۔۔

"مین جنگِ عظیم لڑنے جا رہی ہوں اگر آپ نے شہادت کا مرتبہ حاصل کرنا ہے تو میرے ساتھ چل سکتے ہیں"
روح نے پیچھے مڑ کر غصے سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ اس کو دیکھ رہا تھا آج اس لڑکی سے اس کی پہلی ملاقات تھی اور وہ اس سے کتنی بے تکلف ہو کر بات کر رہی تھی اسے اس کا کوئی بھی ڈر یا خوف نہیں تھا۔۔

"آپ جہاں کہیں گی ہم تو وہاں چلنے کے لیے تیار ہیں"
اس نے اس کے آگے آتے ہوئے کہا تھا جبکہ روح کو وہ اس وقت بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔

"کیا مسئلہ ہے تمھارے ساتھ نہیں تم ہو کون کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہے جاؤ یہاں سے"
روح نے غصے سے کہا تھا جبکہ وہ بس اسے دیکھتا رہ گیا تھا اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کا بازو تھامنا چاہا تھا لیکن اس سے پہلے ہی روح اپنے شوز سے چاقو نکال کر اس کے ہاتھ پر وار کر چکی تھی جبکہ وہ شخص کھڑا حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"ایسی ویسی کوئی غلطی کرنے کی کوشش بھی مت کرنا اب تک تم مجھ سے بات کر رہے تھے میں بھی بس بات کر رہی تھی اس سے زیادہ کچھ کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

روح نے غصے سے کہا تھا جبکہ وہ شخص اس کی اتنی بہادری پر مسکرایا تھا۔۔

"کافی انٹرسٹنگ ہو تم"

وہ اب اس کو دیکھ کر بولا تھا جبکہ روح اس کی بات کو اگنور کر کے آگے چلنے لگی تھی۔

"تم سے بات کر رہا ہوں میں"

وہ بھی اپنے ہاتھ کو اگنور کر کے اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولا تھا جبکہ روح پھر بھی نہیں رکی تھی۔۔

"لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی بہتر یہی ہے کہ میرے پیچھے نہ آؤ"
وہ غصے سے بولی تھی اور تیز تیز قدم لینے لگی تھی جبکہ اس کی بات کا اس نے
کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا اپنے پیچھے سے کوئی بھی جواب نہ پا کر اس نے
پیچھے مڑ کر دیکھا تھا لیکن وہاں پر کوئی بھی نہیں تھا اس نے ادھر ادھر بھی
دیکھا تھا لیکن اسے وہاں کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔۔

"عجیب"

وہ یہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی کیوں کہ وہ شخص اسے سچ میں سمجھ نہیں آیا تھا
ایک تو اس کی اس سے پہلی بار ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی وہ اس سے ایسے
بات کر رہا تھا اس کے علاوہ اس کی وہ سیاہ آنکھیں سچ میں وہ حد سے زیادہ
پیاری اور جان لیوا تھی اس بات کو روح نے بھی تسلیم کیا تھا۔۔



وہ حویلی میں داخل ہوئی تھی اسی وقت سردار موسیٰ نقوی باہر کی جانب جا رہا تھا لیکن اسے دیکھ کر وہ روک گیا تھا اور اس کے پاس آیا تھا وہ سر تا پیر اسے دیکھ رہا تھا پہلے اسے اس سے کوئی سروکار نہیں تھا وہ کہاں جا رہی ہے اور کہاں نہیں لیکن اب وہ اس کی منگ کے نام سے منسوب ہو چکی تھی۔۔

"کہاں گئی تھی"

سردار موسیٰ نقوی نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے کہا تھا۔

"تم مجھ سے بات کر رہے ہو"

اس نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"یہاں اور کوئی تمھیں نظر آ رہا ہے جس سے میں بات کر سکتا ہوں"

اسنے اس کی بات پر غصے سے کہا تھا۔۔

"نہیں"

اس نے بس اتنا ہی کہا اور خاموش ہو گئی۔

"کہاں گئی تھی"

اس نے اپنا پہلے والا کیا سوال پھر سے دھرایا تھا۔

"آپ کو اس سے مطلب"

روح نے eyebrow اچھکا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اب تمہارے سارے مطلب مجھ سے ہی وابستہ ہیں"

سردار موسیٰ نقوی کو اس کی اس بات پر غصہ آیا تھا۔۔

"زیادہ ہوائوں کی سیر ہو رہی ہے سردار موسیٰ نقوی یہ آپ کی غلط فہمی ہے"

اس نے طنزیہ کہا تھا جبکہ اس کے اس طرح بات کرنے پر سردار موسیٰ کو غصہ ایا تھا کیوں کہ آج تک اس سے کسی نے بھی ایسے بات نہیں کی تھی سردار موسیٰ نقوی نے زور سے اس کا بازو پکڑ لیا تھا۔

"میری غلط فہمی اگر تمھیں لگتا ہے میں تمھیں اپنی بہن کی خوشیاں خراب کرنے دوں گا تو ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا تو تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم اس رشتے کے لیے ہان کر دو"

سردار موسیٰ نقوی نے اس کے بازو پر اپنی سختی دیکھائی تھی روح کو درد ہوا تھا لیکن اسے نے pretend نہیں کیا تھا۔۔

"سردار موسیٰ نقوی مجھ سے یہ بات کرنے سے بہتر ہے آپ جا کر اپنے دادا جان کو یہ بات سمجھائیں ورنہ میری طرف سے نہ ہی سمجھیں"

روح نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا تھا۔۔

"ایسا ہر گز نہیں ہونے والا تمھیں ہاں کرنی ہو گی اب تو میری بھی زد ہے کہ تمھیں اپنی بیوی بناؤں گا"

اس نے اس کا بازو چھوڑ کر اسے خود سے دور کیا تھا۔۔

"ایک اور بات اب کی بات جب دادا جان پوچھیں تمھارا جواب ہاں میں ہونا چاہیے"

وہ غصے سے بولا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ روح بس اس اکڑ والے سردار کو دیکھ رہی تھی جو کہ صرف اپنا فیصلہ تھوپنا جانتے تھے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں اس نے بھی اب سوچ لیا تھا کچھ بھی ہو جائے وہ اس سے شادی نہیں کرے گی۔

🎀🎀

وہ کچن میں آئی جہاں پر نور الہدیٰ کندیل عافیہ بیگم مل کر صبح کا ناشتہ بنا رہی تھی اس نے فریج سے اپنا فیورٹ چاکلیٹ شیک نکال کر پینا شروع کیا تھا۔۔

"آج کیا ہے ناشتے میں بھابھی"

اس نے نور الہدیٰ کے پاس آکر پوچھا تھا جبکہ اس کے بھابھی کہنے پر نور نے اس کی طرف دیکھا تھا اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی اس نے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا۔۔

"میں اپ سے بات کر رہی ہوں بھابھی"

روح نے ایک بار پھر سے بلایا۔۔

"پلیز روح ہمیں تم سے کوئی بات نہیں کرنی ہم جانتے ہیں تم نے بھائی سے شادی نہیں کرنی جس وجہ سے ہمارا اور ہاشم سائیں کا رشتہ بھی ختم ہو جائے گا اور ہم سید سائیں کے فیصلے کو اچھے سے جانتی ہوں وہ اپنا فیصلہ نہیں بدلیں گیں"

نورالہدیٰ روتے ہوئے بول رہی تھی ہاشم جو کہ عافیہ بیگم کو ڈھونڈنتے ڈھونڈنتے کچن میں آیا تھا اسے روتا دیکھ کر اس کے دل میں درد اٹھا تھا وہ اندر نہیں آیا تھا اور وہی سے واپس چلا گیا تھا۔

"تو یہ بات آپ سب لوگ سید سائیں کو سمجھائیں وہ غلط کر رہے ہیں سب لوگ مجھے کیوں قصور وار بنا رہے ہیں"
وہ بھی غصے سے بولی تھی۔۔

"تمھیں کوئی قصور وار نہیں بنا رہا بس ہمیں بھابھی نہ کہو نہ ہی ہم نے تم سے کوئی بات کرنا ہے"
نورالہدیٰ کی یہ بات روح کو بھی ابھی نہیں لگی تھی اسکی بھابھی بس نور تھی اور وہ دونوں ماشاءاللہ ایک دوسرے کے ساتھ بہت اچھے لگتے تھے۔۔

"سوری بھابھی لیکن میں بھابھی کہنا بند نہیں کرنے والی کیوں کہ میری بھابھی تو آپ ہی بنیں گی"

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی تھی نور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا وہ جانتی تھی اس وقت یہاں کسی نے اس سے کوئی بات نہیں کرنی ہے اس لیے وہ وہاں سے چلی گئی تھی کندیل نے نور کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسا دیا تھا۔

🎀🎀

سید سائیں سردار موسیٰ ساجد نقوی اور ریاست نقوی کے ساتھ زنان خانے میں موجود تھے حویلی کی سبھی بڑی خواتین بھی وہاں موجود تھی انھوں نے روح کو پورا دن دے دیا تھا اب وہ ایک بار پھر اس سے بات کرنا چاہتے تھے۔۔

"عافیہ بیٹا جاؤ روح کو لے کر آؤ"

سید سائیں نے عافیہ بیگم سے کہا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور کھڑی ہوئی تھی وہ بھی یہی چاہتی تھی ان کی کم عقل بیٹی کی شادی سردار موسیٰ سے ہو جائے لیکن یہ بات وہ نہیں سمجھ رہی تھی کچن کے دروازے پر نور الہدیٰ کندیل اور ماہا بھی کھڑی تھی کیوں کہ نور کی تو سانسیں جا رہی تھی وہ تو بس یہ دعا کر رہی تھی کہ روح ہاں کر دے عافیہ بیگم روح کے ساتھ لاونج میں آئی تھی سید سائیں نے اس پر ایک نظر ڈالی سردار موسیٰ نے اسے نہیں دیکھا تھا وہ کنزہ بیگم کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

"بتاؤ پھر کیا فیصلہ ہے آپ کا بچے"

سید سائیں نے محبت سے پوچھا تھا جبکہ ان کے لہجے میں اتنی محبت دیکھ کر روح کے ان کی طرف دیکھا روح جانتی تھی اس کے جواب کے بعد اس لہجے کی میٹھاس ختم ہو جائے گی لیکن وہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس سردار سے شادی۔

"سید سائیں آپ میرا فیصلہ جانتے ہیں"
روح ایک بار پھر سے انکار نہیں کر سکی تو ایسے جواب دیا۔۔

"کیا فیصلہ ہے آپ کا روح"
انہوں نے پھر سے پوچھا تھا۔۔

"مین نہیں کرنا چاہتی یہ شادی"
وہ یہ کہہ کر کھڑی ہو گئی تھی جبکہ اس کے جواب پر وہاں موجود سب کے چہرے پر پریشانی آ گئی تھی زنان خانے میں قدم رکھتے ہاشم نے بھی اس کے الفاظ سنے تھے جو بھائی اس پر جان دیتا تھا اسکی بھی اسے فکر نہیں تھی۔۔

"ٹھیک ہے روح جیسی آپ کی مرضی آج ایک اور رشتہ بھی ختم ہو گا"

سید سائیں نے روح کو دیکھ کر کہا جبکہ روح نہ میں سر ہلا رہی تھی۔۔

"دادا جان آپ یہ کیا کر رہے ہیں"
سردار موسیٰ نے کچھ کہنا چاہا تھا۔۔

"سردار تم ہو قبیلے کے لیکن حویلی میں اب بھی وہی ہو گا جو ہم چاہیں گیں"
سید سائیں نے اسے خاموش کروا دیا تھا نور الہدیٰ کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے اور وہ ہاشم کو دیکھ رہی تھی جو روح کا جواب سن کر جہاں تھا وہی کھڑا ہو گیا ہاشم کی نظر بھی نور پر گئی تھی دل کٹ سے گیا تھا اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر۔۔

"سید سائیں ایسا نہ کریں"

روح کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن سید سائیں نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"میں ہاشم اور نور کا رشتہ بھی ختم کر رہا ہوں اور ہاشم کی شادی میں گلناز کے ساتھ اسی ہفتے کرنا چاہتا ہوں میں نے نادیہ سے بات کر لی ہے اسے کوئی اعتراض نہیں وہ لوگ آج ہی واپس آ رہے ہیں"

سید سائیں نے سب لوگوں پر ایک نیا انکشاف کیا تھا جبکہ گلناز اور ہاشم کے رشتے کا سن کر تو نور کی سانسیں اٹک گئی تھی اس سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا مشکل ہو گیا تھا سب لوگ ہی حیرانی سے سید سائیں کی طرف دیکھ رہے تھے گلناز کو اپنی بھابھی بنانا روح ایسا نہیں کر سکتی تھی ہر گز نہیں وہ وہاں سے فوراً اوپر کی طرف بھاگ گئی تھی وہاں موجود کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ یہ سید سائیں کا فیصلہ تھا۔۔



نور نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا وہ کسی کی کوئی بھی بات نہیں سن رہی تھی اور نہ ہی مان رہی تھی اس کا رونا اب ختم ہی نہیں ہو رہا تھا وہ تو ہاشم کے ساتھ آہنی پوری دنیا بنا چکی تھی تو پھر یہ سب کیوں کیا تھا سید سائیں نے اس کے ساتھ ایسا روح کے انکار کی سزا اسے کیوں ملی تھی وہ رو رہی تھی اور اس کا یہ رونا ختم نہیں ہو رہا تھا اس نے پوری رات خود کو کمرے میں قید رکھا تھا ہاشم کی کیفیت بھی اس سے کچھ الگ نہیں تھی اسے بھی تو محبت ہو گئی تھی اس لڑکی سے جو اس کے نام منسوب کی گئی تھی تو پھر کیوں سید سائیں ایسا کر رہے تھے ہاشم کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ روح اس کی کوئی بات نہیں سن رہی تھی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیسے اپنی محبت حاصل کرے۔۔

وہ صبح صبح کمرے سے باہر نکل آیا تھا کمرے میں اسے گھٹن ہو رہی تھی وہ باہر حویلی کے گارڈن کی طرف آ گیا وہ اپنی ہی دنیا میں کھویا ہوا تھا جب کسی نے پیچھے سے آ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی نور الہدیٰ یہ منظر دیکھ رہی تھی ہاشم نے کوئی بھی رسپانس نہیں دیا تھا کیونکہ اسے لگا تھا روح ہے وہ اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتا تھا گلناز نور الہدیٰ کو دیکھ چکی تھی اس لیے اس نے ہاشم کو پیچھے سے ہگ کر لیا ہاشم نے اب کی بار بھی کچھ نہیں کہا تھا یہ منظر دیکھ کر نور الہدیٰ کا دل کرچی کرچی ہوا تھا اس کا دل کیا اپنی جان اپنے ہاتھوں سے لے لے اس طرف آتی روح نے بھی یہ منظر دیکھا تھا اس سے برداشت نہیں ہوا تھا یہ سب وہ فوراً سے ان کے پاس آئی تھی گلناز کے بالوں سے پکڑ کر روح نے اسے ہاشم سے پیچھے کیا تھا۔۔

"تمھاری اتنی ہمت"

روح نے اسے اپنے سامنے کر کے اس کے چہرے پر تھپڑ مارا تھا جبکہ گلناز نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا ہاشم بھی پلٹ گیا تھا اسے کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب"
ہاشم نے روح کو دیکھ کر کہا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہ سب یہ تو آپ بتائیں گیں نہ کیا ہو رہا ہے یہ سب کیا کر رہی تھی یہ آپ کے ساتھ"
روح نے غصے سے پوچھا۔۔

"کیا مطلب"
ہاشم کو روح کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

"واہ کیا بات ہے یہاں یہ آپ کو ہگ کر کے کھڑی تھی اور آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کیا مطلب"
روح کی بات پر ہاشم کو دھچکا لگا تھا اور اس نے گلناز کی طرف دیکھا۔۔

"روح ابھی جس نے مجھے ہگ کیا ہوا تھا وہ تم نہیں تھی"
ہاشم نے حیرانی سے پوچھا تھا جس پر روح نے نہ میں سر ہلایا ہاشم بغیر کچھ بھی کہے وہاں سے چلا گیا تھا۔

"اگر تمھیں لگتا ہے نہ تم بھائی سے شادی کر لو گی تو ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا یہ جگہ نور بھابھی کی ہے اور اسی کی رہے گی"
روح نے اسے انگلی دیکھا کر کہا تھا۔۔

"لیکن تم خود مجھے یہ جگہ دے چکی ہو ڈیئر اور اس تھپڑ کا جواب تمھیں ضرور ملے گا"

اس نے ایک نظر کھڑکی پر ڈالی جہاں اب کوئی نہیں تھا اور وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ روح پریشان ہو گئی تھی یہ سب کیا ہو گیا تھا اس نے ایسا تو کچھ بھی نہیں سوچا تھا گلناز اس کی بھابھی کبھی بھی نہیں بن سکتی تھی ہرگز نہیں۔

🎀🎀

روح مردان خانے کی طرف آئی تھی اسے وہاں دیکھ کر سب لوگ ہی حیرانی اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"کیا کر رہی ہو تم یہاں"

سردار موسیٰ نے غصے سے سوال کیا تھا اسے اس لڑکی پر بہت غصہ تھا اس کی وجہ سے سب خراب ہو گیا تھا وہ سردار موسیٰ کو جواب دیے بغیر اوپر جانے لگی تھی جب وہ فوراً سے اسکے پاس آیا تھا۔۔

"کہاں جا رہی ہو"
سردار موسیٰ نے اس کے پاس آ کر کہا تھا۔

"مجھے ہاشم بھائی سے بات کرنی ہے"
اس نے غصے سے کہا تھا۔۔

"کیا تمھیں پتہ نہیں اس طرف آنا عورتوں کا منع ہے"
وہاں حویلی کے مردوں کے ساتھ ساتھ ملازم بھی موجود تھے۔۔

"تم زنان خانے میں جاؤ جب وہ آجائے تو کر لینا"
سردار موسیٰ نے غصے سے کہا جبکہ روح غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھے ابھی بات کرنی ہے"
روح نے بھی اٹل لہجے میں کہا تھا۔۔

"میں کہہ رہا ہوں نہ جب وہ زنان خانے میں آئے تب کر لینا"
سردار موسیٰ نے اس کی کلائی غصے سے پکڑ لی تھی اور اسے زنان خانے کی طرف لے جانے لگا۔۔

"میں نے بھی کہا نہ مجھے ابھی بات کرنی ہے"

وہ اپنی کلائی چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ ناکام ہو رہی تھی اس نے پوری کوشش کی تھی لیکن اس سے نہیں ہوا تھا وہ خوبرو نوجوان مرد تھا اور روح اس کے آگے چیونٹی جتنی تھی۔۔

"جب وہ زنان خانے میں آئے گا تب کر لینا بات دوبارہ اس طرف آنے کی حماقت مت کرنا"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا تھا اس کی آنکھوں میں حد سے زیادہ غصہ تھا اتنا کہ وہ اس کی جان بھی لے سکتا تھا لیکن فلحال وہ ضبط کیے ہوئے تھا اسکی آنکھیں دیکھ کر روح کو بھی ڈر سا محسوس ہو رہا تھا۔۔

"تم ہوتے کون ہو جس کی بات میں مانو"

وہ غصے سے چیخی تھی زنان خانے کی طرف آتے ہوئے سردار موسیٰ نے اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا تھا۔۔

"تمھیں اگر میری بات یاد ہو تو میں نے کہا تھا بیوی تو میں تمھیں ہی بناؤں گا تو یہ بات یاد رکھنا ہاشم اور نور کا رشتہ ہو یا نہ ہو میرا اور تمھاری رشتہ ہو کر رہے گا قسم کھاتا ہوں میں"

وہ غصے سے کہتا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ اس کی بات سن کر روح خوفزدہ ہو گئی تھی ایسا بھی کیا کرنے والا تھا وہ اور یہ بات تو طے تھی جو وہ کہتا تھا وہ کر کے ہی رہتا تھا۔۔

"میں بھی دیکھتی ہوں کیسے ہوتا ہے یہ"

وہ کچھ پل کے لیے ڈر گئی تھی لیکن اچانک ہی اپنے پہلے والے ٹون میں آتے ہوئے بولی تھی اور وہاں سے چلی گئی۔۔

🎀🎀

نور اپنے کمرے میں گم سم سج بیٹھی تھی اس کی انکھوں کے سامنے بار بار صبح والا منظر آرہا تھا جب گلناز نے آکر ہاشم سائیں کو پیچھے سے گلے لگا لیا تھا اس کی انکھوں میں آنسوں تھے وہ نم آنکھوں سے یہ سب سوچ رہی تھی وہ شخص اس کی محبت تھا۔۔

وہ کیسے اس سے دستبردار ہو سکتی تھی؟؟

وہ کیسے اس سے دور ہو سکتی تھی؟؟

وہ کیسے اسے چھوڑ سکتی تھی؟؟

اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا فلحال اس نے کل سے کچھ کھایا نہیں تھا کندیل اور ماہا اس کے پاس آئی تھی لیکن اس نے نہیں کھایا تھا اور وہ ان دونوں سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

"کندیل ماہا مجھے کوئی بات نہیں کرنی تم دونوں جاؤ"

وہ نم آنکھوں سے روتے ہوئے بولی تھی۔۔

"نور"

پیچھے سے جو آواز اس کی کانوں میں پڑی تھی وہ حیران ہوئی تھی فوراً سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی اس نے مڑ کر دیکھا تھا اپنے سامنے سید ہاشم نقوی کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔۔

"ہاشم"

وہ نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"آپ یہاں"

وہ حیران ہو رہی تھی اس نے فوراً سے اپنے آنسوں صاف کیے تھے اور اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"

وہ اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر بولا تھا اس کی سرخ ہوتی انکھیں اس بات کی گواہ تھی کہ وہ کتنا روئی ہے۔۔

"لیکن مجھے کوئی بات نہیں کرنی"

صبح کا منظر اس کی انکھوں کے سامنے آیا تو وہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔

"نور رونا بند کرو میں نہیں کروں گا گلناز سے شادی"

وہ اس کو روتا دیکھ کر بولا تھا جب کہ اس کی بات پر وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"جھوٹ"

وہ نم آنکھوں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔۔

"پلیز جائیں آپ یہاں سے ہم نہیں چاہتے کوئی آپ کو ہمارے کمرے میں دیکھے اور ہمارے کردار پر بات آئے صبح ہم نے دیکھا تھا آپ کیسے سے خود سے لگا کر کھڑے تھے اب ہمارے سامنے یہ ناٹک نا کریں اور جائیں"

وہ روتے ہوئے بولی تھی جبکہ اس کی یہ بات سن کر وہ حیران ہوا اس نے صبح کا منظر دیکھا تھا مطلب وہ حد سے زیادہ تکلیف میں تھی۔۔

"تم میری بات تو سنو نور جیسا تم نے دیکھا ویسا کچھ نہیں ہے"

ہاشم نے اسے اپنی بات کا یقین دلانا چاہا تھا۔۔

"ہمیں اس بات سے اب کوئی فرق نہیں پڑتا بس آپ یہاں سے جائیں"
نور نے غصے سے کہا ہاشم اس کے پاس آیا تھا۔۔

"اگر تمھیں کوئی فرق نہیں پڑتا تو رو کیوں رہی ہو"
ہاشم نے اس کے دونوں کندھوں سے پکڑ لیا تھا۔۔

"دل ٹوٹنے پر آنسوں آتے ہی ہیں"

وہ اس کی انکھوں میں دیکھ کر بول رہی تھی جبکہ اس کی انکھوں میں اپنے لیے بے یقینی دیکھ کر اس کے قدم لڑکھڑائے تھے ان آنکھوں میں تو اس نے جب بھی دیکھا تھا محبت دیکھی تھی پھر یہ بے یقینی ابھی وہ اس سے کچھ کہتا کہ کمرے کا دروازہ بجا تھا نور نے ڈر کر اسے دیکھا تھا وہ فوراً سے کھڑکی کی طرف چلا گیا تھا نور بھی اس کے پیچھے پیچھے آئی تھی وہ وہاں سے نیچے اترنے کی کوشش کر رہا تھا نور نے واپس آکر دروازہ کھولا تو سامنے آیت بیگم اور ریاست نقوی کھڑے تھے۔۔

نور نے آکر دروازہ کھولا تو سامنے آیت بیگم اور ریاست نقوی کھڑے تھے انھیں دیکھ کر اس نے خود کو مضبوط ظاہر کیا تھا اور ان کی طرف مسکرا کر دیکھا وہ دونوں انڈر آئے تھے ریاست نقوی نے بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"میں جانتا ہوں بچے آپ بہت سے زیادہ تکلیف میں ہو لیکن میں کچھ کر نہیں سکتا"

ریاست نقوی اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گئے تھے اور انھوں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھایا تھا۔

"نہیں بابا آپ ایسے نہ کہیں"

نور نے فوراً سے کہا تھا وہ اپنے بابا کو یوں نہیں دیکھ سکتے تھے۔۔

"نور تم ہماری فرمانبردار بیٹی ہو ہم سب یہ بات جانتے ہیں اس رشتے میں بھی سید سائیں نے تمھیں باندھا اور میری بچی کو محبت ہو گئی کم واقف ہیں تمھاتی محبت سے میری جان لیکن ہمیں معاف کر دو"

آیت بیگم بھی اس کے دوسرے سائیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"ہم بس اللہ سے دعا کر سکتے ہیں وہ کوئی معجزا کر دے اس کے علاوہ کچھ نہیں"

ریاست نقوی نے کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا سچ میں ان کی بیٹی نے ہمیشہ وہی کیا جو انھوں نے کہا تھا۔۔

"بابا سائیں ماں سائیں آپ لوگ ایسے نہ کریں ہم ٹھیک ہیں"

اس نے ان دونوں کو ہگ کر کے کہا تھا جس پر ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کو دیکھا وہ لوگ جانتے تھے ان کی بیٹی کا تکلیف میں ہے لیکن وہ اپنے ماں باپ کو تکلیف نہیں دے سکتی تھی اس لیے انکے سامنے خود کو مضبوط ظاہر کر رہی تھی۔۔

"میری جان اللہ تمھیں ہر خوشیاں عطا کرے"

آیت بیگم نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے جس پر ریاست نقوی نے امین کہا تھا نور خاموش رہی تھی۔

🎀🎀

روح ہاشم کے کمرے میں آئی تھی جہاں پر وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر لیٹا ہوا تھا اس نے یہ بات نوٹس کی تھی کہ کل سے وہ اس سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی اس کے پاس آیا تھا نہ اسے محبت کیا نہ ہی اس سے یہ پوچھا کہ اس نے کھانا کھایا ہے یہ نہیں کوئی ضرورت تو نہیں کے اسے اور یہ بات اسے بہت زیادہ چب رہی تھی وہ کسی کی بھی وجہ سے اپنا بھائی نہیں کھو سکتی تھی جب اسے سب نے چھوڑ دیا تب اس کے ساتھ اس کا بھائی تھا آج وہ جانتی تھی کہ وہ تکلیف میں ہے اور سب سے زیادہ غصہ تو اسے اس بات کا تھا کہ تکلیف کی وجہ بھی وہی بنی تھی۔

"بھائی"

اس نے ہاشم کے پاس آکر اسے پکارا تھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"بھائی"

اس نے اب کی بار اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تھا ہاشم نے اپنی انکھوں سے اپنا بازو ہٹایا تھا اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی جیسے وہ کل رات سویا نہ ہو اور روتا رہا ہو یہ دیکھ کر اس کا دل بند ہو رہا تھا آج اس نے پہلی بار اپنے بھائی کو ایسے دیکھا تھا اور اس سے اس کی یہ حالت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔۔

"بھائی"

وہ اب نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا اور اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"اب کیوں رو رہی ہو سب ختم ہو گیا ہے روح"

ہاشم نے طنزیہ ہنستے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کے ایسے بات کرنے پر بھی وہ حیران ہوئی تھی۔۔

"ایسے کیوں کہہ رہے ہیں آپ ہم مل کر کوئی نہ کوئی حل نکال لیں گیں نہ"

اس نے ہاشم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا ہاشم نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے نیچے سے نکال لیا تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ سید ہاشم نقوی نے اپنی بہن کا لمس خود سے دور کیا تھا۔

"بھائی"

وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"تمھارا جب ہر رشتے سے یقین ٹوٹا تھا جانتی ہو اس وقت کی عزیت تم نے آج اپنے سب سے قریبی رشتے کو دی ہے"

ہاشم نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا روح تو اس کی آنکھوں میں دیکھ ہی نہ سکی تھی اس کے بھائی کا یقین اس پر سے ٹوٹ گیا تھا اس نے ایسا کیا کیا تھا اس کی تو کوئی غلطی نہیں تھی وہ نہیں کرنا چاہتی تھی اس سردار سے شادی اسے اس کا ساتھ دینا چاہیے تھا اس وقت وہ اس کے پاس اس لیے ائی تھی کہ وہ مل کر اس بات کا solution نکالیں لیکن اس کے بھائی نے اتنا بڑا الزام دے دیا اسے کہ اس نے اس کا یقین توڑا ہے۔۔

"روح تم کیسے کر سکتی ہو اپنے اس بھائی کے ساتھ ایسا جو تمھارے لیے سب کے خلاف چلا گیا جس نے تمھاری لیے ہر کسی کی ناراضگی مول لے لی تم مجھے بہت عزیز ہو روح میں نہیں چاہتا تمھیں اس وقت کچھ کہوں میں بہت تکلیف میں ہوں روح پلیز تم یہاں سے چلی جاؤ اور فکر مت کرو تمھیں تمہارا بھائی ضرور ملے گا ویسے ہی ملے گا جیسے پہلے تھا تم مجھے سب سے عزیز ہو بہت عزیز ہو بس یہ تکلیف کم ہو جائے"

سید ہاشم نقوی کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسوں آ گئے تھے یہ آنسوں تو اس نے بس ایک بار دیکھے تھے اس کی آنکھوں میں جب وہ تکلیف میں تھی مطلب اس کا بھائی نور سے بہت محبت کرتا تھا اور اس کو کھو دینے کی وجہ سے تکلیف میں تھا اس نے روح کے لیے بہت کچھ کیا تھا اس کی محبت بے مثال اور ہر لالچ سے پاک تھی اس کی محبت میں خلوص تھا اپنی بہن کے لیے تو آج جب اس کے بھائی کو اس کی ضرورت تھی تو پھر وہ کیسے اسے ایسے چھوڑ سکتی تھی لیکن وہ کیا کر سکتی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔

"روح پلیز جاؤ تم میں نہیں چاہتا تمھیں ہرٹ کروں"

اس نے روح کو جانے کا اشارہ کیا روح دیکھ رہی تھی اس کا بھائی کتنی تکلیف میں ہے اس نے ہاشم کو زور سے ہگ کر لیا تھا اور اس کے سینے میں منہ دیے وہ بھی رو رہی تھی یہاں پھر سے بھائی کی محبت تڑپ اٹھی تھی اس نے روح کو اپنے اندر سمایا تھا۔۔

"سوری بھائی"

وہ اتنا کہہ کر اس سے دور ہوئی تھی اس کی پیشانی پر بہت آہستہ سے اپنے ہونٹ رکھے تھے اور وہاں سے چلی گئی تھی اس کی آنکھوں میں آنسوں تھے اس سے نہیں برداشت ہو رہی تھی اپنے بھائی کی یہ حالت اب وہ جانتی تھی اسے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔



وہ نور کے کمرے میں آئی حویلی کے ماحول کی وجہ سے کوئی بھی کالج نہیں گیا تھا اس لیے وہ بھی حویلی میں ہی تھی اسے اپنے کمرے میں دیکھ کر نور نے اپنی آنکھیں صاف کی تھی نور کی آنکھیں بھی اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ پوری رات روتی رہی ہے ایک پل کو بھی وہ سکون سے نہیں سوئی ہے روح اس کے پاس آئی تھی اور آج دو سال کے بعد اس نے اپنا سر اس کی گود میں رکھا تھا نور اس سے بات کرنا نہیں چاہتی تھی لیکن وہ اسے نہیں اٹھا سکی وہ اسے دور دھکیل نہ سکی بلکہ اس کے ماتھے پر اپنے ہاتھ رکھے تھے روح کو لگا تھا وہ اسے خود سے دور کر دے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔۔

"معاف کر دیں اپنی روح کو بھابھی"

اس نے نم آنکھوں سے روتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کے دو سال بعد پھر سے اسے لہجے میں بات کرتے دیکھ کر وہ مسکرائی تھی۔۔

"میں نے آپ کو بہت زیادہ تکلیف دی نہ دو سال پہلے آپ نے مجھے دی تھی اور آج میں نے آپ کو دی ہے بھابھی حساب تو برابر ہو گیا لیکن جان نکل رہی ہے میری میں کیا کروں کیسے سنبھالوں خود کو آپ کو بھائی کو" وہ روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

"ایسے نہیں روتے ہماری روح"
نور نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"لیکن اب اور نہیں بھابھی میں اپ سے وعدہ کرتی ہوں ہاشم بھائی کی دلہن اور میری بھابھی اگر کوئی بنے گی تو وہ آپ ہوں گی"
وہ سیدھی ہو گئی تھی اب کی بار اور اپنے آنسوں صاف کرتی بولی تھی جبکہ اس کے ایسے لہجے کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔۔

"کیا کرنا ہے روح"

نور نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"بس میں نے کہا نہ میری بھابھی آپ بنیں گی تو بس"

روح نے اس کو دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا روح وہاں سے چلی گئی تھی نور بس اسے دیکھتی رہ گئی کیا اس نے رشتے کے لیے ہاں کرنا تھا اور اگر وہ ہاں کر بھی دیتی ہے تو کیا اب سید سائیں مانیں گیں۔۔



وہ سید سائیں کے کمرے میں آئی تھی اپنے کمرے میں روح کو دیکھ کر انھیں کافی حیرت ہوئی تھی کیوں کہ آج دو سال بعد اس نے اس کمرے میں قدم رکھا تھا روح کمرے کو دیکھ رہی تھی اب کچھ ویسے کا ویسا تھا ان کا یہ کمرہ اسی نے ہی تو سیٹ کیا تھا اور اس کی 15 سال گرہ پر اپنے سید سائیں کے ساتھ picture یہ تصویر اس کی فیورٹ تھی اس لیے اس نے یہ کمرے میں رکھوائی تھی وہ کمرے کو دیکھ رہی تھی اور سید سائیں اپنی پوتی کو دیکھ رہے تھے۔۔

"حیرت ہو رہی ہے"

سید سائیں نے اسے حیران دیکھ کر پوچھا۔۔

"نہیں مجھے کیوں ہو گی"

اس نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سید سائیں مسکرائے تھے۔

"اچھا بیٹھو"

سید سائیں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا جس پر وہ سامنے صوفے پر بیٹھنے کی بجائے ان کے ساتھ ہی اکر بیٹھ گئی تھی اور یہ اس کی ہمشیہ کی عادت تھی وہ ان کے ساتھ ہی بیٹھتی تھی۔۔

"دو سال بعد یہاں کا رخ"

سید سائیں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"بات کرنی تھی اپ سے"

اس نے سید سائیں کو دیکھا اور پھر نظریں گھما کر بولی۔۔

"ہاں ہم سن رہے ہیں"

سید سائیں نے اسے دیکھ کر کہا جیسے وہ جانتے ہوں اس نے کیا بات کرنی ہے۔۔

"مجھے سردار موسیٰ کا رشتہ قبول ہے"
اس نے نظریں جھکائے آنکھیں بند کر کے یہ بات کی تھی جبکہ اس کی بات پر سید سائیں کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہوئی تھی لیکن انھوں نے اپنے چہرے کے زاویے سخت کر لیے تھے۔۔

"یہ اس لیے ہے کیوں کہ تم ہاشم اور نور کا رشتہ بچانا چاہتی ہو"
سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"لیکن میں نادیہ کو کیا جواب دوں ء

سید سائیں نے ایک بار پھر سے پوچھا۔۔

"کیا مطلب کیا جواب دینا ہے منع کریں"
روح نے سختی سے کہا۔۔

"اسے کتنا برا لگے گا تم ھے سوچا ہے"
سید سائیں نے اس سے سوال کیا تھا۔۔

"اچھا اور جو نور کو برا لگا ہے بھائی کو لگا ہے ہم سب کو لگا ہے وہ آپ کے اس کی فکر نہیں ہے بلکہ اس رشتے کو طے کیے کافی عرصہ ہو گیا ہے آپ نے ابھی وہ بات کل ہی رکھی ہے مجھے نہیں پتہ آپ نے کیسے جواب دینا ہے بس مجھے بھائی اور نور کا رشتہ چاہیے باقی آپ کی مرضی"

روح نے کھڑے ہوئے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کے حکم چلانے پر سید سائیں اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"ایک اور شرط ہے ہماری"
سید سائیں نے اسے محبت سے دیکھ کر کہا۔۔

"آپ چاہتے تھے آپ کے پوتے سے شادی کر لوں کافی نہیں ہے کیا"
روح ھے گھور کر انھیں دیکھا تھا۔۔

"پوتے کے ساتھ ساتھ اس کے دادا جان کے ساتھ بھی تھوڑا سا وقت گزارنا پڑے گا آپ کو"
سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جس پر روح نے غور سے اسے دیکھا۔

"آپ یہ چاہتے ہیں آپ کے پوتے کے ساتھ ساتھ آپ سے بھی پرانہ والا رشتہ نبھاؤں کوشش کروں گی بس مجھے میرے بھائی اور بھابھی کا رشتہ چاہیے"

وہ واپس سے ان کے پاس بیٹھ گئی تھی جس پر سید سائیں بھی مسکرائے تھے نا جانے کیا تھا اس لڑکی میں لیکن بچپن سے ہی وہ ان کے حد سے زیادہ قریب تھی۔

"ہاں یہی سمجھ لو"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا۔۔

" صحیح لیکن ہاں یاد ہے نہ یہاں کی سردارنی بنوں گی میں بھی آپ کو میرے حکم ماننے ہوں گیں"

روح نے جیسے آرڈر دیا ہو۔۔

"ٹھیک ہے میری سردارنی"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا وہ بھی ان کے ساتھ کھل کر ہنسی تھی نا جانے کیوں سب اس سے دور ہو گئے بلکہ ایسا انھیں کرنا نہیں چاہیے تھا وہ ابھی ان کے ساتھ مسکرا رہی تھی جب سردار موسیٰ آئے تھے اس کے آنے پر روح فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"یاد ہے میری بات"

روح نے جاتے ہوئے کہا تھا۔

"بہت اچھے سے سردارنی"

وہ مسکرا کر بولے تھے جبکہ سردار موسیٰ نقوی حیرانی سے یہ سب دیکھ رہا تھا روح وہاں سے چلی گئی تھی۔۔

"آؤ بیٹھو"

سید سائیں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"یہ سب کیا تھا"

سردار موسیٰ نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا کیا تھا"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا۔۔

"یہی جو ابھی آپ اس سے کہہ رہے تھے"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کے انجان بننے پر کہا تھا۔۔

"مبارک ہو میری سر پھری پوتی اب تمہاری ہوئی"
سید سائیں نے اسے دیکھ کر کہا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ اسے دیکھ رہے تھے وہ تو اسے اپنے مطابق ڈیل کرنے والا تھا کیوں کہ اس کے لیے اس کی بہن کی خوشیوں سے زیادہ عزیز کوئی بھی نہیں تھا یہاں تو وہ خود مان گئی تھی چلو یہ بھی اچھا ہی تھا۔۔

"یہ چمکار کیسے ہو گیا"
سردار موسیٰ نقوی نے سید سائیں کو دیکھ کر پوچھا۔۔

"تم جانتے ہو نہ اس کے لیے سب سے ضروری ہاشم ہے اور ہاشم کی آنکھوں میں ہم نے نور کے لیے محبت دیکھی ہے وہ سب لوگوں کو اذیت میں دیکھ سکتی ہے لیکن اپنے بھائی کو کبھی اذیت نہیں دے گی"

سید سائیں کو جیسے یقین تھا ان کے ایسا کرنے سے روح اس رشتے کے لیے مان جائے گی۔۔

"تم بتاؤ آج کل زیادہ ہی حویلی میں نظر آرہے ہو باہر کے معاملات کون دیکھ رہا ہے"

سید سائیں نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"وہ تو ہاشم ہی دیکھتا ہے آپ جانتے ہیں نہ بس اج نہیں گیا میں دیکھتا ہوں ویسے بھی آج کل ہمسائے قبائل آگ برسا رہے ہیں دوسرہ آپ تو جانتے ہیں عدنان بھی اس سرداری کا امیدوار تھا ہاں ہے تو دوسرے قبیلے سے لیکن تھا تو صحیح نہ وہ یہی چاہتا تھا کہ یہ بڑا عہدہ جو سب قبیلوں کا سردار ہوتا ہے اس کے پاس آئے ویسے تو مسئلے حل کرنے کے لیے ہر قبیلے کا اپنا ایک سردار ہے ہی ہے میں تو بس سب کو دیکھوں گا اگر کوئی غلط کر رہا ہے تو باقی سب لوگ تو ٹھیک ہے بس عدنان کے قبیلے سے ہی سارے معاملات آ رہے ہیں"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کے آگے ساری ڈیٹیل رکھی تھی۔۔

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن تمھیں کم سے کم 5 لوگ اپنے ہر قبیلے میں رکھنے چاہیے وہاں کیا ہو رہا ہے کیا نہیں سب کی معلومات ہونی چاہیے ویسے بھی اگلے بڑے قبائل نہیں ہیں"

سید سائیں نے کہا تھا کہ قبائل پہاڑوں کے قریب تھے اور اتنے وسیع بھی نہیں تھے ایک دوسرے سے زیادہ دور بھی نہیں تھے سب سے بڑا قبیلہ سردار موسیٰ نقوی کا تھا جو 5000 گھروں پر مشتمل تھا جس کے ہر گھر کی اس کے پاس تفصیل تھی اور ساتھ میں کتنے لوگ ہیں اور سب سے چھوٹا قبیلہ بھی تھا جو کہ 200 گھروں پر مشتمل تھا ان سب چھ قبائل کا سربراہ سید موسیٰ نقوی تھا لیکن وہ ہر وقت وہاں جا نہیں سکتا تھا اس لیے اس نے باقی پانچ قبائل میں ان کا قبائلی سردار منتخب کیا تھا عدنان کو وہ اس کے قبیلے کا سردار نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن سید سائیں کی وجہ سے اسے کرنا پڑا تھا۔۔

"ٹھیک ہے سید سائیں جیسا آپ کہیں"

اس نے مسکرا کر سر کو خم دیا تھا۔۔

"اور اس کے علاوہ تم ہواتوار کو ان قبائل کے محاصرے کے لیے جاؤ گے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی"

سید سائیں اسے دیکھ کر بول رہے تھے جس پر اسنے ہاں میں سر کو خم دیا تھا۔

"ٹھیک ہے دادا جان اور کوئی حکم ہمارے لائق"

سردار موسیٰ مسکرا کر بولے تھے۔۔

"نہیں اور کچھ نہیں بس یہی اور ہاں شادی کی تیاریاں کرو بس"

سید سائیں نے ہنس کر کہا جس پر وہ بھی مسکرایا تھا۔

"او کے دادا جان میں اب چلتا ہوں رات کے کھانے پر ملاقات ہو گی"

اس نے کھڑے ہوتے ہوے کہا تھا جس پر سید سائیں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"اب پتہ چلے گا سیدہ روح نقوی بہت اکڑ تھی نہ میری بیوی نہیں بنو گے اب تم میری ہی بنو گی"

اس نے مسکراتے ہوئے سوچا تھا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔۔

🎀🎀

"منہ کیوں بنا ہوا ہے محترمہ کا"

وہ جو سید سائیں کو ہاں کر کے آئی تھی تب سے ہی پریشان تھی کہ اب کیا ہو گا اگر اس اکڑو کو پتہ چل گیا وہ تو اس کا ویسے مذاق بنائے گا کیوں کہ اس نے اس کے سامنے بڑے دھڑلے سے شادی سے انکار کیا تھا وہ بیٹھی یہی سب سوچ رہی تھی جب نور کی آواز اسے اپنی کانوں میں سنائی دی تھی اس نے جب اسے سید سائیں کے کمرے سے باہر آتے دیکھا تھا تب سے ہی وہ یہی گارڈن میں بیٹھی تھی اور اس کا چہرہ دیکھ کر نور اندازہ لگا گئی تھی کہ وہ سید سائیں کو منع چکی ہیں۔۔

"کیا بھابھی دیکھیں نہ کہاں وہ 27 سال کا سردار اور کہاں میں معصوم 18 سال کی اور اوپر سے ماشاءاللہ ہم سب میڈیکل اسٹوڈینٹ اگر یہ پتہ نہ ہوتا کہ شادی کی پہلی رات کیا ہوتا ہے تب بھی میری جان نہ جا رہیں ہوتی دیکھیں نہ وہ کیسے موٹے ہیں اور ان کا قد میں تو ان کی سینے تک مشکل سے آؤں گی"

وہ منہ بنا کر بولی تھی جبکہ اس کے یوں سر عام کہنے پر نور نے اس کے ماتھے پر ہلکا سا تھپڑ مارا تھا باہر جاتے سردار موسیٰ نے بھی اس کی اعلیٰ ترین باتیں سنی تھی۔۔

"گدھی ایسی باتیں یوں سر عام نہیں کرتے"
نور اس کے ساتھ ہی نیچے گھاس پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"آپ جانتی ہیں نہ ہم میڈیکل اسٹوڈینٹ نے بایو پڑھنے کے بعد شرم نیچ دی ہے"
اس نے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی باتوں پر نور اسے گھور رہی تھی۔۔

"اچھا جی تم ابھی FSC کی اسٹوڈنٹ ہو ہمارے بارے میں کیا خیال ہے ہم تو MBBS پڑھ رہے ہیں"

نور نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا وہ بہت خوش تھی اس کا ہاشم سائیں اسے واپس مل رہا تھا اس نے تو امید کھو دی تھی لیکن شاید روح ان کے لیے پھر سے امید بن کر آئی تھی۔

"ابھی بات ہے بھابھی بھائی کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی"
وہ یہ بات کہہ کر کھڑی ہو کر وہاں سے بھاگی تھی کیوں کہ اس کی بات پر اب اس نے آگے آگے اور نور نے اس کے پیچھے پیچھے ہونا تھا نور بھی اٹھی تھی اس کے پیچھے جانے کے لیے روح پیچھے دیکھ کر بھاگ رہی تھی اور سامنے جا کر سیدھا سردار موسیٰ کے سینے سے لگی تھی نور نے تو جیسے سردار موسیٰ کو دیکھا تھا وہی روک گئی تھی۔۔

کیا بھائی نے ہماری باتیں سنی ہوں گی"

وہ خود سے بولی تھی اور اس کا چہرہ شرم سے لال بھی ہو رہا تھا جبکہ روح نے اپنے سامنے حائل ہوتے چٹان کو دیکھا تھا اس چہرہ اٹھایا تو سامنے سردار موسیٰ تھا نور وہاں سے اندر بھاگ گئی تھی وہ سچ میں اس کے سینے تک ہی آتی تھی اس نے فوراً سے پیچھے ہونا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ نقوی نے ایسا ہونے نہیں دیا تھا اس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا تھا۔۔

"کنواری لڑکیوں کو یہ گفتگو زیب نہیں دیتی"
سردار موسیٰ نقوی نے سختی سے کہا تھا جبکہ وہ سمجھ گئی اس نے اس کی ساری باتیں سنی ہیں اب وہ شرم کے مارے کہاں جائے اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔

"ک۔۔ک۔۔ کیسی گفتگو"
اس نے جھجھکتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

"ڈونٹ واری بہت جلد پریکٹیکل کر کے بتاؤں گا میری ہونے والی بیوی"
اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی اور اسے چھوڑ دیا تھا۔۔

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گی"
اس نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"بہت کچھ ہو گا میری جان اس وقت اپ کی بولتی خود بند ہو جائے گی اب سے تم سردار موسیٰ کے نام سے منسوب کی گئی ہو یہ فیصلہ تم نے خود اپنے بھائی کے لیے کیا ہے اب تمھیں وہی کرنا ہو گا جو میں کہوں گا"
سردار موسیٰ نقوی نے اس کے شرماتے چہرے کو دیکھ کر کہا۔۔

"میں نے ہاں ضرور کی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ تمھاری ساری باتیں مانوں گی"

اس نے غصے سے کہا تھا۔۔

"مانی تو پڑیں گی"

وہ اس کو غور سے دیکھ رہا تھا۔۔

"اور سب سے پہلے اپنی یہ ڈریسنگ ذرا تبدیل کرو اب مجھے یہ بات برداشت نہیں ہو گی تم حویلی کے مردوں کے سامنے ایسے رہو"

سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا جو شرم کی وجہ سے جھجھک رہی تھی اپنی باتوں کی وجہ سے لیکن اب وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی اس نے ساری شرم کو پانی میں بھیجا تھا۔۔

"تمھاری باتیں مانتی ہے میری جوتی"

وہ غصے سے بولی تھی اور اندر چلی گئی تھی اسے بھی ضروری کام تھا اس نے روکا نہیں تھا وہ واپس اکر اس سے نپٹنے والا تھا۔۔

رات کو سب لوگ ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے روح نے آنا ضروری نہیں سمجھا تھا اس لیے وہ نہیں آئی تھی لیکن روح کے علاوہ باقی سب لوگ ہی وہاں موجود تھے سید سائیں نے کھانے کی ٹیبل پر کچھ بھی نہیں کہا تھا سب لوگوں نے مل کر کھانا کھایا تھا اس کے بعد وہ اب لوگ زنان خانے کی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے لڑکیاں چائے بنانے کے لیے گئی ہوئی تھی۔۔

"مجھے آپ سب لوگوں سے اپنے فیصلے سے متعلق اہم بات کرنی ہے"

سید سائیں نے سب سے کہا تھا ماہنور بیگم مصطفی نقوی اور ماہا جا چکے تھے وہ وہاں نہیں تھے ان کی اس بات پر سب لوگوں نے ہی ایک دوسرے کو دیکھا تھا اب کون سا فیصلہ تھا ان کا۔۔

"میں نے بہت سوچا ہے لیکن میں اپنے کیے فیصلے پر خوش نہیں ہوں میں ہاشم اور نور کا رشتہ دوبارہ سے جوڑ رہا ہوں"
سید سائیں کی بات پر وہاں موجود سب کے چہروں پر مسکراہٹ آ گئی تھی اور ساتھ میں ہاشم جو گم سم سا بیٹھا تھا اس نے حیرانی سے سید سائیں کو دیکھا تھا لیکن نادیہ بیگم اور گلناز کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔۔

"یہ کیا طریقہ ہے سید سائیں پہلے آپ نے گلناز کا رشتہ موسیٰ سے نہیں کیا اس کے بعد اچانک گلناز اور ہاشم کا رشتہ کر دیا اور اب یوں پھر سے کیا آپ نے میری بیٹی کو مذاق سمجھا ہوا ہے"

نادیہ بیگم بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی گئی تھی۔۔

"میں جانتا ہوں نادیہ یہ ٹھیک نہیں لیکن اب یہ میرا فیصلہ ہے تمھیں مانا ہو گا گلناز بھی میری بیٹی ہے اس کے لیے میں اچھا سا رشتہ خود تلاش کروں گا تم فکر نہ کرو"
سید سائیں نے سختی سے کہا تھا۔۔

"اگر ہاشم سے نہیں تو موسیٰ سے تو کر سکتے ہیں نہ سید سائیں"
نادیہ بیگم نے ایک بار پھر سے خود پر کنٹرول رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ایسا بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ روح نے رشتے کے لیے ہاں کر دی ہے"

سید سائیں کہ اس بات پر حویلی والوں پر ایک نیا انکشاف ہوا تھا جس پر سب لوگوں کو ہی دھچکا لگا تھا روح نے شادی کے لیے ہاں کر دی اس کا مطلب سید سائیں کا فیصلہ بدلنے والی بھی وہی تھی ہاشم کا بھی دھچکا لگا تھا اسے اپنی کہی ہوئی بات یاد آئی تھی جو اس نے روح سے کی تھی۔۔

"روح تم کیسے کر سکتی ہو اپنے اس بھائی کے ساتھ ایسا جو تمھارے لیے سب کے خلاف چلا گیا جس نے تمھاری لیے ہر کسی کی ناراضگی مول لے لی تم مجھے بہت عزیز ہو روح میں نہیں چاہتا تمھیں اس وقت کچھ کہوں میں بہت تکلیف میں ہوں روح پلیز تم یہاں سے چلی جاؤ اور فکر مت کرو تمھیں تمہارا بھائی ضرور ملے گا ویسے ہی ملے گا جیسے پہلے تھا تم مجھے سب سے عزیز ہو بہت عزیز ہو بس یہ تکلیف کم ہو جائے"

اس کے چہرے پر بھی ہلکی مسکراہٹ آئی تھی یہ فیصلہ اس کی بہن کے لیے بھی بیسٹ تھا نورالہدیٰ اور کندیل چائے لے کر آئی تھی وہ سب لوگوں کو دینے لگی نور جب ہاشم کے پاس آئی تو اس نے نظریں جھکالی تھی اس کی اس عادت پر احمد نقوی اور عافیہ بیگم نے سر فخر سے بلند ہو گئے تھے کیوں کہ یہ ان کی ہی تربیت تھی باقی سب لوگ بھی مسکرائے تھے۔۔

"ہم مزید یہاں نہیں روک سکتے اہنی ذلت کرانے کے لیے"
نادیہ بیگم نے غصے سے کہا تھا۔۔

نادیہ اگر تم آج گئی تو اس حویلی سے تمھارا کوئی تعلق نہیں ہو گا"
سید سائیں نے غصے سے کہا تھا جس پر وہ روک گئی تھی لیکن وہاں نہیں آئی تھی بلکہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی گلناز بھی ان کے پیچھے پیچھے گئی تھی۔۔

"آج سے جیسے نور ہاشم کے نام سے منسوب ہے ویسے ہی روح بھی سردار موسیٰ کے نام سے منسوب ہے اور بہت جلد ہی شادی کی تیاریاں شروع کی جائیں کیوں کہ اس قبیلے کو اس حویلی کو اس کی سردارنی کی ضرورت ہے"
سید سائیں نے سب کے سامنے عیلان کیا تھا جس پر سب لوگوں نے ہی سر کو خم دیا تھا۔۔

"ویسے وہ ہے کہاں سب کو حیران کر دیا ہے"
کنزہ بیگم نے کہا تھا وہ ان کو بلکل اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز تھی۔۔

"آپ تو جانتی ہی نہ تائی امی اس نے اپنے خلاف جا کر یہ ہاں کی ہے منہ بنا کر تو بیٹھے گی نہ"
کندیل نے کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر کہا تھا جبکہ اوپر سے آتی روح نے اسے غصے سے دیکھا تھا۔

"میں کیوں منہ بنا کر بیٹھوں گی منہ تو اسے بنا کر بیٹھنا چاہیے جس نے اس آندھی طوفان کو جھیلنا ہے کیوں بڑی تائی امی"
روح نے کنزہ بیگم کے پاس آکر کہا اس کی بات پر وہ مسکرائی تھی لیکن سردار موسیٰ نے گھور کر دیکھا تھا اسے۔۔

"سید سائیں اپنے پوتے کو بولیں مجھے گھورنا بند کرے کیوں کہ میرے بھائی یوں نور کو نہیں گھورتے"
اس نے کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر کہا تھا اس کے کپڑے دیکھ کر وہ اسے گھور رہا تھا۔۔

"اور دادا جان اپنی پوتی سے بولیں اب اس کا یہ حولیا میں برداشت نہیں کروں گا"

اس کا ٹارگٹ اس کے کپڑوں کی طرف تھا۔۔

"تم دونوں کا معاملہ مجھے کیوں بیچ میں لا رہے ہو"
سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا یہی رونک تو وہ چاہتے تھے اپنی حویلی میں جانتے تھے وہ اپنی پوتی کو بلکل ان کے پوتے کی ٹکر کی تھی وہ۔۔

"سید سائیں"

"دادا جان"

ان دنوں نے ہی ساتھ میں کہا تھا جبکہ ان کی ٹائمنگ پر سب لوگ ہی مسکرائے تھے۔۔

"اچھا بس"

سید سائیں نے آج دونوں کو ہی خاموش کروایا تھا۔۔

"روح اتنے سالوں بعد سید حویلی میں کوئی شادی ہے اور وہ بھی میرے دوسرے نمبر پوتے کی"

یہ بات کہتے ہوئے وہ جھجھکے تھے کنزہ بیگم اور ساجد نقوی کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔۔

"اوہو بڑی تائی امی بڑے تایا ابو یہیٰ جلد ہی واپس آئے گا آپ دیکھ لینا" روح نے مسکرا کر ان دونوں سے کہا تھا جبکہ یوں بے تکلف سے یہیٰ کے نام لینے پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا اسے غصہ آیا تھا۔۔

"انشاءاللہ"

وہ دونوں ساتھ میں بولیں تھے۔۔

"تو میں یہ بات کر رہا تھا پہلے نکاح ہو گا اس کے بعد دھوم دھام سے شادی"
سید سائیں نے ان سب کو دیکھا تھا۔۔

"لیکن سید سائیں میرے کالج ختم ہونے تک تو انتظار کر لیں"
روح نے فوراً سے کہا تھا اور التجائی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے پھر دھوم دھام سے نکاح ہو گا اس کی تیاریاں کرو"
سید سائیں نے کہا تھا جس پر اس کا پھر منہ بن گیا تھا فلحال وہ ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی اسے کھلے عام سرٹیفکیٹ نہیں دے سکتی تھی خود پر حکومت کی۔۔

"لیکن سید سائیں"
روح نے پھر کچھ کہنا چاہا۔۔

"بس روح نکاح ہو جائے گا تو تم سردارنی بن جاؤ گی اس لیے میں کہہ رہا ہوں"

وہ سختی سے بولے تھے آج روح کا رویہ بدلہ بدلہ سا تھا سب نے ہی یہ بات نوٹس کی تھی۔

🎀🎀

وائیٹ یونیفارم میں وہ تیار ہو کر آئی تھی وہ کمرے سے باہر نکلی تھی جب نظر سردار موسیٰ پر پڑی جو کہ اپنے کمرے سے باہر آیا تھا اسے دیکھ کر اس نے جو موبائل ہاتھ میں لیا ہوا تھا وہ پیچھے کر لیا اور برا سا منہ بنایا تھا سردار موسیٰ نے اس کا یونیفارم اور موبائل دونوں ہی بہت اچھے سے نوٹس کیے۔۔

"تمھیں کل میں نے کیا کہا سمجھ نہیں آئی کیا"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر کہا تھا اس کا یونیفارم بلکل تنگ تھا اور وجود بھی نظر آرہا تھا۔۔

"نہیں بلکل بھی نہیں"

وہ اسے دیکھ کر ڈھیٹ بن کر بولی تھی۔۔

"اور یہ موبائل تم لوگوں کو کالج میں علاؤ نہیں ہے نہ"

اس نے اس کو دیکھ کر کہا تھا لیکن وہ خاموش کھڑی رہی۔۔

"مجھے راستہ دین مجھے بہت بھوک لگی ہے ناشتہ کرنا ہے میں نے اس کے بعد کالج بھی جانا ہے"

روح نے منہ بنا کر کہا۔

"اس حولیے میں میں تمھیں کالج جانے تو نہیں دے سکتا ایٹ لیسٹ"
سردار موسیٰ نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا تھا جس پر وہ گھبرا کر پیچھے ہوئی تھی۔

"ارے ارے گھبرا کیوں رہی ہو"
سردار موسیٰ نے اسے گھبراتا دیکھ کر کہا تھا۔۔

"نہ۔۔ نہیں تو میں کیوں گھبراؤ گی"
اس نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"اچھی بات ہے ایک سردارنی کو گھبرانا چاہیے بھی نہیں"
وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"پیچھے ہوں مجھے جانے دیں"

اس نے اس کے سائیڈ سے گزر کر جانا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ پھر سے اسکے آگے آگیا تھا۔۔

"اگر تم نے اس حوالیے میں کالج جانا ہے تو تم آج سے کالج نہیں جاؤ گی"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر اپنا فیصلہ سنایا تھا جبکہ اسکی بات پر روح نے غصے سے اسے گھورا تھا۔۔

"اور میں کیوں مانو تمھاری بات"

روح نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔۔

"کیوں کہ میں تمہارا ہونے والا مجازی خدا اور اس حویلی کا سردار ہوں سردارنی ہو گی تم اس قبیلے اور حویلی کے عورتوں کے لیے میرے لیے تم میری بیوی ہو گی جیسے اپنے شوہر کی بات ماننی چاہیے"
وہ اس کے سامنے ہاتھ سینے پر باندھ کر کھڑا ہو گیا تھا جبکہ اس کی اس بات پر وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"نہ ہی میں تمھاری بات مانوں گی اور نہ ہی تم میرے شوہر ہو اس وقت تو اپنا یہ حکم جا کر ان پر چلانا جو تمھاری جی حضوری کرتے ہیں"
وہ یہ کہہ کر جانے لگی تھی سردار موسیٰ نقوی نے اس کی کلائی پکڑ لی۔۔

"میں نے ابھی تم سے کہا ہے کہ تم اس حولیے کے ساتھ کالج نہیں جاؤ گی"
سردار موسیٰ نے اسے کھینچ کر واپس اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا تھا روح آنکھوں میں غصہ لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں نہیں جارہی کالج اچھی بات ہے اس پڑھائی جیسے عذاب سے جان چھوٹے گی"

روح نے بھی اس کو دیکھ اپنی کلائی چھڑاتے ہوئے کہا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ نے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"واہ یہ تو اور اچھا ہے بس پھر آج ہی دادا جان سے بات کرتا ہوں کہ ان کی پوتی نے کالج چھوڑ دیا ہے نکاح چھوڑیں آپ شادی کی تیاریاں کریں"

سردار موسیٰ اسے زچ کر دینے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے بولا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس شخص کا منہ نوچ لے۔۔

"میری کلائی چھوڑیں سردار موسیٰ نقوی"

روح نے غصے سے کہا تھا اور اپنی کلائی اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی جدوجہد میں تھی سردار موسیٰ نے اسے کلائی سے اپنی طرف کھینچا جس سے وہ اس کے سینے سے آلگی تھی اس کے ایسا کرنے پر روح کے دل میں ہلچل مچی تھی اس نے دور ہونا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ نقوی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"سردار موسیٰ نقوی یہ کیا کر رہے ہیں اور اگر تمھیں یاد ہو تو اب تک میں تمھارے لیے نامحرم ہوں"

روح نے غصے سے کہا تھا وہ اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن وہ نہیں ہو رہا تھا۔۔

"لیکن بہت جلد محرم بن جاؤ گا لیکن اس سے پہلے تمھاری عقل بھی تو ٹھکانے لگانی ہے نہ"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔۔

"میں نے کہا مجھے چھوڑیں ورنہ میں شور مچادوں گی"
روح نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر لگام رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"مچاؤ شور"
سردار موسیٰ نے اس کی بات پر دلچسپی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"ماں سائیں بابا سائیں بڑی تائی امی بڑے ابو سید سائیں کہاں ہیں آپ لوگ جلدی آئیں آپ کا سردار مجھے تنگ کر رہا ہے"

روح نے اس کے توقع کے نے بر عکس کیا تھا اسے لگا تھا وہ بس کہہ رہی ہے ایسا کچھ نہیں کرے گی لیکن اسے نے کر دیا تھا اور وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس نے اس کے منہ پر ہاتھ نہیں رکھا تھا کیوں کہ وہ خود اتنا حیران ہوا تھا اس کی اس حرکت پر شاید وہ یہ بات بھول گیا تھا کہ اس کے مقابلے پر سیدہ روح نقوی ہے اس کے شور کرنے پر سب لوگ وہاں آ گئے تھے سردار موسیٰ نے فوراً سے اسے چھوڑا تھا روح اس سے دور ہوئی تھی۔۔

"دیکھ لیا سید سائیں آپ نے کیسے یہ مجھ پر اپنی سرداری جھاڑ رہے تھے اور مجھے زبردستی اپنے قریب کیا ہوا تھا اور جب میں نے کہا میں سب کو بلا لوں گی تو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے بلاؤ"

روح نے سید سائیں کو دیکھ کر کہا جو کہ سید موسیٰ نقوی کو دیکھ رہے تھے جس نے سر جھکا لیا تھا کیوں کہ وہ اس حویلی کا سب سے سنجیدہ اور سلجھا ہوا لڑکا تھا اس چیز کی توقع حویلی میں کوئی بھی اس سے نہیں کر سکتا تھا۔۔

"یہ کیا تھا سردار موسیٰ اپ بتائیں گیں"
سید سائیں نے سختی سے پوچھا تھا۔۔

"دادا جان اس لڑکی کے یہ کپڑے میں اسے کہہ رہا تھا کہ یہ ایسے کالج نہیں جائے گی"
سردار موسیٰ کو بہت غصہ تھا اس کا دل کر رہا تھا اس لڑکی کی جان نکال لے۔۔

"تو تم نے سوچا میں یہ طریقہ استعمال کر لیتا ہوں ہیں نہ"

سید سائیں کو اپنے پوتے سے ہر گز ایسی کوئی امید نہیں تھی اس وقت اس سے سوال جواب بس سید سائیں ہی کر سکتے تھے اس لیے وہاں موجود ہر کوئی بس خاموش کھڑا یہ سب دیکھ رہا تھا۔۔

"معاف کر دیجیے دادا جان لیکن آپ نے اسے میرے نام سے منسوب کیا ہے تو اس کے کپڑے کیا اس مطابق ہیں کہ یہ سردار موسیٰ کی بیوی اور اس کی عزت بنے سیدوں میں کیا ایسا ہوتا ہے کہ ان کی عورتیں یوں بے پردہ گھروں سے حویلیوں سے نکلیں آپ نور کو دیکھ لیں کندیل کو دیکھ لیں ماہا بچے کو دیکھ لیں آپ باقی سب کو چھوڑیں آپ ماں سائیں تائی امی اور چاچی سائیں کو ہی دیکھ لیں کیا وہ جاتی ہیں یوں بولیں"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کو دیکھ کر کہا تھا اس کی بات پر وہ خاموش ہو گئے تھے۔۔

"نکاح تک کا اس کے پاس وقت ہے اس نے جیسے رہنا ہے رہ لے ابھی میرا اس پر کوئی حق نہیں لیکن اس کے بعد ہی میں اس سے بات کروں گا"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ روح نے اس اکڑو شخص کو دیکھا تھا اسکول تک وہ لوگ اپنے قبیلے کے اسکول میں ہی پڑھے تھے جو حویلی کے بلکل ساتھ میں تھا وہاں صرف عورتیں ہی تھی جو بچیوں کو پڑھاتی تھی اسکے علاوہ کوئی نہیں تب بھی نور کندیل ماہا اور روح اچھے سے حجاب کرتی تھی اور اس کے بعد کالج میں آنے کے بعد انھیں شہر کی طرف ایڈمیشن دلانا پڑا اس کے بعد سے ہی انہوں نے پردے کا اہتمام کیا تھا ایک روح ہی تھی جس نے نہیں کیا تھا۔۔

"میں جیسی ہوں ویسی ہی رہوں گی"

وہ غصے سے بولی تھی اور واپس اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی۔۔

"ایک بار پھر سوچ لیں سید سائیں کیا آپ کا یہ فیصلہ درست ہے"
ریاست نقوی نے کہا تھا۔۔

"مجھے اس بارے میں کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے میں نے جو فیصلہ ایک مرتبہ کر لیا وہ سب تم سب کو ماننا ہے"
سید سائیں یہ بول کر وہاں سے چلے گئے تھے باقی سب لوگوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔۔

"میری گلناز اس سے سو درجے اچھی ہے لیکن ان لوگوں کو کون سمجھائے"
نادیہ بیگم نے ایت بیگم کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"پھوپھو اپ کی گلناز سے نا میرا بھائی کنوارا ہی بہتر ہے"

کندیل نے انہیں دیکھ کر کہا تھا جس پر ان کا منہ سرخ ہو گیا تھا۔۔

"دیکھ لیں بھائی صاحب اب تو یہاں کی لڑکیوں میں بھی اتنی زبان آگئی ہے کہ وہ مجھے جواب دے رہی ہیں"
انہوں نے ریاست نقوی کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔

"کندیل اب اگر تم نے کچھ کہا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اور جاؤ تم دونوں کالج"
ایت بیگم نے غصے سے کہا تھا۔۔

"ہاشم بیٹا انہیں چھوڑ دو"
ان دونوں سے کہنے کے بعد ایت بیگم نے ہاشم سے کہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تائی امی"

وہ مسکرا کر بولا تھا اور وہاں سے چلا گیا اس کے پیچھے پیچھے ہی نور الہدیٰ اور کندیل بھی نکل گئی تھی مرد حضرات بھی وہاں سے چلے گئے تھے اب صرف پیچھے خواتین تھی۔۔

"ویسے جب تمہاری بیٹی بگڑ رہی تھی نا ایک تھپڑ اس کے چہرے پر مارتے سب صحیح ہو جاتا ہوں"

نادیہ بیگم نے عافیہ بیگم کو دیکھ کر کہا۔۔

"نادیہ تم ہمارے بچوں کی فکر چھوڑو اپنے بچوں پہ توجہ دو"

عافیہ بیگم نے بھی غصے سے جواب دیا تھا وہ وہاں سے چلی گئی تھی کنزا بیگم کا وہاں رکنے کا ویسے موڈ نہیں تھا وہ بھی وہاں سے جا چکی تھی ایت بیگم نے بھی ایک نظر ان پر ڈالی اور وہاں سے چلی گئی وہ اپنی فطرت کبھی نہیں بدلنے والی تھی ایت بیگم بس سوچ کر رہ گئی نادیہ بیگم اور گلناز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا۔۔

"اپ نے تو کہا تھا موسی نہ صحیح تو ہاشم صحیح اب دیکھ لیں اپ کے ابا نے وہ رشتہ بھی ختم کر دیا اپ تو کہہ رہی تھی کوئی سازش کر کے موسی کو سرداری سے ہٹا کے ہاشم کو سردار بنا دیں گے اب بتاؤ کیا کرنا ہے"
گلناز نے غصے سے کہا تھا۔

"اب بھی ہو سکتا ہے"
وہ کچھ سوچ کر بولی تھی۔۔

"کیا"

گلناز حیرانی سے انھیں دیکھ رہی تھی۔۔

"یہیٰ"

نادیہ بیگم نے کچھ سوچ کر کہا۔۔

"یہیٰ"

گلناز حیران ہوئی تھی۔۔

"ہاں یہیٰ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ ائے گا اپنے ماں باپ کے لیے ہی صحیح لیکن وہ ائے گا تو تمہارا کام یہ ہو گا اس کا انتظار کرو اور اسے اپنا کرو"

نادیہ بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔

"مماآپ جانتی ہیں نا مجھے کسی سے کوئی وابستہ نہیں ہے میں سردار موسیٰ سے محبت کرتی ہوں اور مجھے وہی چاہیے"
وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"اب سردار موسی کی خواب دیکھنا چھوڑ دو کیونکہ ایسا کچھ نہیں ہونے والا اپنے اگے انے والے زندگی کے بارے میں سوچو اور یحییٰ ٹھیک"
وہ غصے سے بولی تھی گلناز نے ایک نظر ان کو دیکھا اور وہ وہاں سے جا چکی تھی۔۔



روح اپنے کمرے میں بیٹھی تھی اس کا دل بالکل بھی نہیں تھا سردار موسی سے شادی کرنے کا وہ تو مجبوری میں شادی کر رہی تھی صرف اور صرف اپنے بھائی کی محبت کے لیے اور نور کی محبت کے لیے نور کی محبت کا بھی اسے کوئی خیال نہ ہوتا کیونکہ جو کچھ ان سب نے اس کے ساتھ کیا تھا اس کے بعد اسے کسی سے کوئی ہمدردی نہیں تھی لیکن اپنے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس نے اپنی قربانی دے دی تھی وہ موسی سے شادی کے لیے راضی ہو گئی تھی لیکن اس کے بعد اس کا ایسا رویہ اس نے بھی سوچ لیا تھا وہ خود کو کبھی نہیں بدلے گی وہ جیسی ہے ویسی ہی رہے گی اسے بھی اس سے شادی کرنے کا بہت شوق تھا نا اگر یہ شادی کر کے وہ پچھتایا نہ تو اس کا نام بھی سیدہ روح نقوی نہیں تھا اگر وہ سید زادہ تھا تو وہ بھی سید زادی تھی وہ اچھے سے جانتی تھی کس کو کیسے ڈیل کرنا ہے۔۔

وہ واپس اکے اپنے کمرے میں قید ہو گئی تھی اسے سردار موسی کی حرکت پر بہت غصہ ارہا تھا اور اس نے اپنا غصہ اتارا بھی تھا اس نے اس سے مقابلہ کرنے کی پوری کوشش کی تھی اس نے اسے بتایا تھا کہ اگر وہ سردار ہیں تو وہ بھی اب اس حویلی کی سردارنی ہے کیسے اس نے اپنے حق میں اواز اٹھانی ہے وہ اچھے سے جانتی ہے وہ انہی باتوں کو سوچ رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا دروازہ کھولنے پر اس نے کوئی رسپانس نہیں کیا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ کون ایا ہو گا اور اس سے وہ ہر گز بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ میں کمرے میں ایا ہوں اور میری گڑیا نے کوئی رسپانس ہی نہیں کیا"

سید ہاشم اس کے پاس اکر بیٹھ گیا تھا روح کچھ بھی نہیں بولی تھی بس خاموش رہی..

"کیا ہوا ہے میری بچی کو"

ہاشم نے اسے غصے میں دیکھ کر کہا وہ اب بھی خاموش رہی تھی۔۔

"اپنے بھائی کے ساتھ کوئی ایسے ناراض ہوتا ہے"

اس کو بات نہ کرتا دیکھ کر ہاشم نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔۔

"کہاں جا رہی ہو"

وہ اٹھ کر جانے لگی تھی ہاشم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا روح نے پیچھے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا اور جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالنے کی کوشش کی تھی لیکن ہاشم نے اس کی یہ کوشش ناکام کر دی۔۔

"کیا ہوا ہے غصہ ہو اپنے بھائی سے"

ہاشم نے اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں روح"

ہاشم نے اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا لیکن پھر بھی وہ خاموشی سے کھڑی رہی۔۔

"ایسے کون کرتا ہے اپنے بھائی سے اس قدر ناراض ہوں اور اوپر سے بنانے کا موقع بھی نہیں دے رہی ہو کچھ کہہ بھی نہیں رہی ہو"

ہاشم نے اسے خاموش دیکھ کر پھر سے کہا تھا۔۔

"جب اپ اس کی بہن کی طرف انکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تو اس کی اتنی ہمت کیسے ہوئی کہ وہ مجھ سے زبردستی کر رہا تھا وہ خود کو یہاں کا سردار کہتا ہے کہ پوتی ہے سرداری بس اس نے میرے قریب آنے کی کوشش بھی کیسے کی اور جب اپ نے سب کچھ دے ہی لیا تھا تو بغیرتوں کی طرح خاموش کیوں کھڑے تھے"

روح غصے سے بول رہی تھی وہ اس سے ویسے بھی ناراض تھی کیونکہ اس نے جیسے اس دن اس سے بات کی تھی ہاں وہ ان کے لیے ہاں کر چکی تھی لیکن پھر بھی اس کے بعد اس نے اسے ایک تھینک یو تک نہیں کہا تھا اور اس کے بعد اج اتنا سب کچھ ہو گیا تھا اور وہ خاموش کھڑا رہا تھا روح کو اس سے کوئی بات ہی نہیں کرنی تھی۔۔

"میری بچی اپ میری بات تو سنو"

ہاشم نے اسے غصے میں دیکھ کر کہا۔۔

"مجھے اپ کی کوئی بات نہیں سننی ہے اج پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ مجھے اپ کی ضرورت تھی اپ نے میرے لیے سٹینڈ نہیں لیا میرے لیے بولا نہیں ایسا کب ہوا تھا میں نے اپ کے لیے اپنی خوشیاں تک گروی رکھ دی میں نے اپنی خوشیاں اپ کے لیے اس شخص کے اگے رکھ دیں اور وہ مجھے اپنے طریقے سے استعمال کرنا چاہتا ہے اس بات پہ بھی میں خاموش ہوں صرف اور صرف اپ کی محبت کے لیے صرف اور صرف اپ کے لیے میں نے اس شخص سے شادی کرنے کے لیے ہاں کی ہے"

روح روتے ہوئے بول رہی تھی اس کے سنبھالنے کے بعد اج روح اس کے بعد ہی پہلی بار رو رہی تھی اس کا مطلب تھا اس کی بہن بہت ہرٹ ہوئی ہے۔۔

"تو ہاں ہی کیوں کی"

ہاشم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"کیوں کہ مجھے اپ عزیز ہو آپ کی خوشیاں عزیز ہیں آپ وہ واحد شخص ہیں جن کی ناراضگی میں مول نہیں لے سکتی"
وہ روتے ہوئے بولی تھی جب کہ اس کی بات پر ہاشم اسے دیکھ رہا تھا۔

"اپنے بھائی سے ناراضگی ختم نہیں کرو گی"
ہاشم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی ہے آپ جائیں"
روح نے اسے دیکھے بغیر کہا۔۔

"ایسے بات کرو گی اپنے بھائی سے"

ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا۔۔

"آپ کے لیے سب سے ضروری میں ہونی چاہیے لیکن آپ نے کیا کیا اپنے سردار کا حکم مانا اور ان کی بہنوں کو کالج چھوڑ کر آئے آپ کو میری ناراضی کی فکر ہونی چاہیے تھی لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا"
وہ غصے سے بول رہی تھی۔۔

"میری بچی"
ہاشم نے اس کا چہرہ تھامنا چاہا تھا۔۔

"دور رہیں مجھ سے"
روح نے اسے پیچھے کیا تھا۔۔

"میری بچی میر گڑیا"

ہاشم نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں لینا چاہا تھا۔۔

"میں نے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی جائیں یہاں سے"

وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"لیکن میں اپنی گڑیا کو ایسے نہیں چھوڑ سکتا"

ہاشم کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

"میں نے کہا نہ جائیں یہاں سے"

وہ غصے سے بولی تھی ہاشم نے اس کی طرف دیکھا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں بولا۔۔

"جائیں"

اس نے اسے جانے کا اشارہ کیا ہاشم اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"جائیں یہاں سے پلیز"

وہ روتے ہوئے بولی جس پر اس نے روح کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا اس کے ساتھ لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔۔

"اپنے بھائی کو بتاؤ کیا ہوا ہے کیوں میری جان ایسے رو رہی ہے"

اس نے اس کو اپنے اندر سماتے ہوئے کہا تھا لیکن روح اس سے دور ہو رہی تھی اسے اس وقت اس سے کوئی بات نہیں کرنی تھی وہ ہمیشہ اسے اپنے اندر چھپا کر پر سکون کر دیتا تھا لیکن آج شاہد ایسا کچھ نہیں ہونے والا تھا۔۔

"دور ہوں مجھ سے"

روح کی مزاحمت دیکھ کر وہ خود ہی پیچھے ہو گیا تھا۔۔

" Please leave me alone"

وہ اسے پیچھے کی طرف دھکا دے کر بولی تھی جس پر ہاشم وہاں سے چلا گیا تھا وہ جانتا تھا اس کی بہن اس وقت غصے میں ہے جب غصہ ٹھنڈا ہو گا اسے اس کی ہی ضرورت ہو گی اس لیے وہ اس کے کمرے کے باہر ہی بیٹھ گیا تھا۔۔

شام کے وقت وہ کمرے سے باہر آئی تھی دروازہ کھلنے پر سب سے زیادہ حیرت کی جو بات تھی وہ یہ تھی کہ ہاشم وہی بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر اسے زیادہ حیرانی نہیں ہوئی تھی کیوں کہ اس کی جان جاتی تھی جب روح اس سے ناراض ہوتی تھی اس لیے وہ یہی بیٹھ گیا تھا روح نے اسے ایک نظر دیکھا اور اگنور کر کے آگے چلی گئی ہاشم بھی اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اور اس کے پاس آیا۔۔

"اب تو ناراضگی ختم کر دو کب تک اپنے بھائی سے یوں ناراض رہنے کا ارادہ ہے"

ہاشم نے اس کے پیچھے پیچھے آتے ہوئے کہا تھا۔

"میں آپ سے ناراض نہیں ہوں اگر ناراض ہوتی تو اب تک نا جانے کون کون سی punishments آپ کو سنا کر آپ کی جان عذاب کر چکی ہوتی میں بس ہرٹ ہوں"

وہ اسے دیکھے بغیر آگے آگے چلتی ہوئی بولی تھی اس نے ابھی وائیٹ شرٹ پر بلیک جینز ڈالی تھی کچھ دن وہ فراکس ڈالنے لگی تھی کیوں کہ ہاشم نے اسے کہا تھا لیکن آج پھر اس نے یہ شٹ اور پینے ڈالی ہوئی تھی۔۔

"تو پھر بات کیوں نہیں کر رہی اپنے بھائی سے"

ہاشم نے اس کے آگے آتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کیوں کہ میں ہرٹ ہوں آپ نے مجھے ہرٹ کیا سب نے مجھے ہرٹ کیا جب میں نے شادی کے لیے ہان کی ایک بات بھی آپ میرے پاس نہیں آئے مجھ سے پوچھا نہیں میری کیفیت معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی اور اس کے بعد پوری رات گزر گئی آپ نہیں آئے میرے پاس وہ گھٹیا انسان اپنی مرضی مجھ پر تھوپ رہا تھا میرے ساتھ زبردستی کر رہا تھا اپ تب بھی خاموش رہے کیا ایسے ہوتے ہیں بھائی بولیں آپ کے لیے آپ کے سردار کا حکم ضروری ہے یہ آپ کی بہن آج آپ نے بھی مجھے اس بات کا احساس دلایا کے میں معمولی ہوں میری کوئی ویلیو نہیں ہے"

روح یہ کہہ کر جانے لگی تھی ہاشم اس کے سامنے آگیا تھا پھر سے۔

"آپ کو میرے سامنے آنے کی یا میرے پیچھے آنے کی ضرورت نہیں ہے
پلیز مجھے آپ کی ضرورت نہیں"
وہ غصے سے بولی تھی لیکن ہاشم پھر بھی اس کے آگے اگیا تھا۔۔

"آپ کو میری باپ سمجھ نہیں آرہی"
اس نے غصے سے کہا تھا۔۔

"نہیں آرہی"
ہاشم نے اس کے انداز میں جواب دیا۔۔

”Please Hashim get lost from here“
وہ چیخ کر بولی تھی وہ لوگ سیڑھیاں اتر کر نیچے آچکے تھے جب کہ اس کے
اس طرح چیخنے پر سب لوگ ہی لاونج میں آچکے تھے۔۔

"ہاشم"

اس نے اس کی طرف دیکھ کر اپنا نام دھرایا تھا اس نے کبھی بھی اس کا نام نہیں لیا تھا بلکہ بھائی کہتی تھی۔۔

"اب پھر لگے گا نیا تماشا"

نادیہ بیگم وہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی اور مزے سے یہ سب دیکھنے لگی صبح کے تماشے کو انھوں نے کافی انجوائے کیا تھا۔۔

"ایسے کون کرتا ہے گڑیا"

ہاشم اس کے پاس آیا تھا جبکہ وہ اسے ہاتھ کے اشارے سے دور رہنے کا اشارہ کر چکی تھی یہ خبر مردان خانے میں بھی پہنچ چکی تھی وہاں سے بھی سارے مرد اپنے سردار کے ساتھ اندر آ چکے تھے۔۔

"میں آپ کی گڑیا پرنسز روح بچی اپ کی جان کچھ بھی نہیں ہوں اور دوبارہ مجھے ان ناموں سے پکارنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو"
وہ اس کو انگلی دیکھا کر بولی تھی جبکہ اس کے کپڑے دیکھ کر سردار موسیٰ نقوی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔۔

"میری بچی میری شہزادی میری بات تو سن لیں نہ"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر بے چارگی سے کہا تھا۔

"نہیں ہوں میں آپ کی بچی نہیں ہوں میں آپ کی شہزادی اپنی بچیوں کو ایسے ٹریٹ کیا جاتا ہے بتائیں نہ کیا غلط کیا تھا میں نے رشتے سے نا کر کے کیا آج صبح آپ نے دیکھا نہیں میرا نا اس وجہ سے تھا آپ نے کیا کیا اس وجہ سے اپنی بہن کو خود سے دور کر دیا اپنی بہن کی خوشیوں کا نہیں سوچا اگر سوچا تو اپنے بارے میں سوچا اپنی محبت کے بارے میں سوچا یہ سوچا کہ میں اس شخص کے ساتھ زندگی کیسے گزاروں گی بولیں"

روح اس کے سامنے نم آنکھوں سے بول رہی تھی جبکہ اس کی باتیں سن کر سردار موسیٰ نقوی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس لڑکی کا جا کر منہ بند کروا لے اور دھچکہ تو نور الہدیٰ کو بھی لگا تھا اس کی بات سن کر کیا ہاشم کو اس سے محبت تھی ورنہ روح ایسی نہیں جو اس کے لیے اس رشتے سے ہاں کرتی وہ اس حویلی میں اگر کسی سے محبت کرتی تھی تو وہ اس کا بھائی تھا کیا ہاشم سائیں اس سے محبت کرتے تھے اور اسی وجہ سے روح نے موسیٰ سے شادی کے لیے ہاں کی تھی۔۔

"آپ خود گرز بن گئے بس یہی تھی آپ کی محبت اپنی بہن کے لیے جو اتنی جلدی ختم ہو گئی"

روح اسے دیکھ کر بول رہی تھی اس کے پاس ہوئی جواب نہیں تھا۔۔

"میرے پاس تمھارے سوالوں کا کوئی جواب نہیں ہے روح میں نے اپنے آپ کا سوچ کر تمھارے ساتھ غلط کیا لیکن اب اگر تم رشتے سے انکار کرنا چاہو تو کر سکتی ہو میں منع نہیں کروں گا نہ ہی تم سے غصہ ہوں گا"

ہاشم نے نم آنکھوں سے کہا تھا اس کی باتیں سن کر اس کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی روح نے اس کے پاس آ کر اس کے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا تھا جس پر سب حویلی والے حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے جبکہ وہ خود بھی حیران ہوا تھا وہ نور کے پاس آئی تھی جس کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے ہاشم کی بات پر۔۔

"یہ لڑکی عزت ہے آپ کی کیا آپ کے اس کو کھولنا سمجھا ہوا ہے کیا اس کی فیلنگز نہیں ہیں ایک بار مجھے بلیک میل کر کے شادی کے لیے ہاں کروا چکے ہیں مجھے ہرٹ کر لیا نہ اب اسے نہ کریں"

روح نے نور کے پاس آ کر کہا تھا جبکہ اسکا نور کے لیے اسٹینڈ لینا وہاں سب کو اچھا لگا تھا۔۔

"روح"

ہاشم اس کے پاس آیا تھا اس کا گال لال ہو گیا تھا روح نے اس کے گال سے نظریں چرا لی تھی۔۔

"اپنے بھائی کو معاف کر دو مجھ سے غلطی ہو گئی مجھے نہیں پتہ کیوں ہوا ہے یہ سب لیکن پلیز اپنے بھائی کو معاف کر دو تم تو جان ہو نہ میری سچ میں میرے لیے تم آج بھی ہر رشتے سے عزیز ہو پلیز مجھے معاف کر دو تمھارے لیے میں جھکنے کو بھی تیار ہوں روح اگر میں ہاتھ جوڑ کر یا پھر پاؤں پکڑ کر بھی معافی مانگو تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کیوں کہ مجھے اپنی بہن کے آگے اپنی آنا نہیں عزیز"

وہ نم آنکھوں سے روح کو دیکھ رہا تھا پہلی بار ایسا ہوا تھا کہ ہاشم نے خود اسے تکلیف دی تھی۔۔

"اللہ نہ کرے کہ آپ کو ایسا کرنا پڑے"

وہ تڑپ اٹھی تھی اس کی بات پر وہ ہر گز بھی سب ہے سامنے اپنے بھائی سے یہ نہیں کروا سکتی تھی اس لیے فوراً سے اس کے پاس آ کر اس کے سینے سے لگ کر فوراً سے بولی تم اس کا دل تڑپ اٹھا تھا اس کی بات پر اس کے بھائی کا سر ہمیشہ سب کے سامنے اونچا ہی اچھا لگتا تھا اکیلے میں وہ اس سے کچھ بھی کروا لے سب لوگ ہی مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ایسا بہن بھائی کا رشتہ وہ سب لوگ پہلی بار دیکھ رہے تھے جبکہ نادیہ بیگم اور گلناز کے چہرے کے تاثرات سرد ہو گئے تھے سردار موسیٰ نقوی بھی ہلکا مسکرایا تھا لیکن اس کا اس کے بھائی کے اس حد تک قریب ہونا اسے غصہ آیا تھا لیکن وہ کنٹرول کر گیا تھا۔۔

"روح بیٹا"

سید سائیں اسے ہاشم کے ساتھ لگا دیکھ کر بولے تھے ان کے بولنے پر وہ دونوں الگ ہوئے تھے۔۔

"کیا آپ سردار موسیٰ سے رشتے کے لیے راضی نہیں ہو خود سے"
سید سائیں کے سوال پر سردار موسیٰ کو دھچکا لگا تھا اگر سید سائیں نے اس کی مرضی جانی وہ نہ کرے گی اور یہ رشتہ ختم اور وہ ہر گز بھی ایسا نہیں چاہتا تھا سید سائیں کے پوچھنے پر روح نے سردار موسیٰ پر ایک نظر ڈالی جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے سید سائیں کی طرف دیکھا۔۔

"سید سائیں اب میں اس رشتے کے لیے راضی ہوں بس آپ اپنے پوتے کو ایک بات سمجھا دیجیے میرے پہنے اوڑھنے پر کوئی بات نہ کرے تو بہتر ہے"
روح نے غصے سے جواب دیا تھا اور وہاں سے جانے لگی تھی۔۔

"کہاں جا رہی ہوں"

سردار موسیٰ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔۔

"سردار موسیٰ نقوی ابھی تمہارا مجھ پر کوئی ایسا حق نہیں کہ تمھیں جواب دوں"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے باہر جا چکی تھی جبکہ اس کے اس جواب پر اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا وہاں کسی میں بھی اتنی جرت نہیں تھی کہ اسے نہ کہہ سکے ایک وہ تھی جو اس کی بات ماننا تو دور کی بات ہے سننا بھی گوارا نہیں کرتی تھی۔۔

"وہ ایسے کبھی بھی تمھارے کنڑول میں نہیں آئے گی اسے خود سے محبت کروانے پر مجبور کرو تم سے کہے بغیر وہ تمھاری باتیں مان لے گی"

سید سائیں نے اس کے قریب کھڑے آہستہ سے کہا تھا جبکہ سید سائیں کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گیا تھا باقی سب لوگ بھی بیٹھ گئے تھے نور اور کندیل سب کے لیے شام کی چائے بنانے گئی تھی۔۔



حویلی سے دور وہ جنگل کی طرف آگئی تھی اسے حویلی میں گھٹن ہو رہی تھی اور وہ کچھ دیر خود کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اس لیے وہ باہر آگئی تھی وہ اپنی سوچوں کی دنیا میں مگن چل دی تھی جب کچھ لوگ اس کے سامنے آگئے تھے انھیں دیکھ کر وہ اپنے ہوشوں میں آئی تھی اس نے فوراً سے خود کو صحیح کیا تھا اور ان کی طرف دیکھنے لگی وہ چار لوگ تھے اور ان کے چہروں پر رومال باندھا ہوا تھا۔۔

"کون ہو تم لوگ"

اس نے ان کو دیکھ کر غصے سے پوچھا تھا۔۔

"یہ تو نہیں بتانے والے کون ہیں ہاں لیکن یہ بتا سکتے ہیں کہ کیوں آئے ہیں"

اس میں سے ایک آدمی نے ہنس کر کہا تھا۔۔

"کیوں آئے ہو"

روح نے اسے دیکھ کر سوال کیا۔۔

"کیوں کہ ہم واقف ہیں تم سید حویلی کی بیٹی ہو تمھیں کیڈنیپ کر کے اس سردار موسیٰ نقوی کو اپنے سامنے جھکانا چاہتا ہے ہمارا سردار"

اسی آدمی نے پھر سے کہا جبکہ اس کی بات سن کو وہ سمجھ گئی تھی یہ انھیں قبیلوں میں سے کسی ایک کے آدمی سے جو کہ سردار موسیٰ کو نیچا دیکھانے کے لیے اسے کیڈنیپ کرنا چاہتے تھے۔۔

"تو آجاؤ کر لو کوشش"

روح نے اپنے بازو فولڈ کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کو اتنا نڈر دیکھ کر وہ لوگ بھی پریشان ہوئے تھے انھیں ایک اور بات کی سمجھ نہیں آئی تھی کیونکہ سید حویلی کی عورتیں تو باہر ہی نہیں آتی تھی خود کو چھپا کر رکھتی تھی تو یہ یوں کیسے یہاں تھی اور وہ بھی بغیر پردے کے اس آدمی نے اپنے دو لوگوں کو اشارہ کیا تھا جو کہ روح کی طرف بڑھے تھے ان میں سے ایک نے موکا بنا کر اس کی طرف کیا تھا جیسے روح نے پکڑ لیا تھا اور اس کا بازو پیچھے مروڑ کر ہاتھ ہی توڑ دیا تھا ہڈیاں ٹوٹنے کی آواز ان سب نے سنی تھی اور اس کی چیخیں بھی دوسرے نے یہ دیکھ کر اپنا چاقو نکال لیا تھا اور اس کے پیٹ پر مارنا چاہا تھا اس سے پہلے ہی کسی کا ہاتھ بیچ میں آ گیا تھا اور اس نے اس چاقو کو روک دیا جبکہ روح حیرانی سے اب اس شخص کو دیکھ رہی تھی یہ اس دن والا ہی آدمی تھا جو اسے اس دن ملا تھا آج بھی اس نے ماسک لگایا ہوا تھا اور اس کی وہ سیاہ آنکھیں جن میں نشہ تھا اس نے اس آدمی سے وہ چاقو لے کر اسے ہی مار دیا تھا۔

"ٹھیک ہو تم"

اس نے اس کو دیکھ کر پوچھا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"تم پیچھے ہو میں انھیں دیکھ لیتا ہوں"

اس نے اسے پیچھے ہونے کو کہا جس پر روح نے نہ میں سر ہلایا تھا۔۔

"آپ کا ہاتھ"

اس کے ہاتھ سے خون نکل رہا تھا جو کہ وہ چاقو پکڑنے کی وجہ سے تھا اور ابدن اس دن روح نے بھی اس کے ایسی ہاتھ پر اپنے چاقو سے وار کیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تم ٹینشن نہ لو"

اس کی فکر مندی پر ماسک میں چھپے اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تھے وہ بات کر رہے تھے کہ وہ باقی کے دو لوگ ان کے پاس آئے تھے اس نے ایک کو گردن سے پکڑ کر دور پھینکا تھا جس وجہ سے چوٹ اس کے سر پر لگی تھی روح نے اپنے شوز سے چھوٹا کٹر نکل کر دوسرے کو مارا تھا۔۔

"کافی اچھا لڑ لیتی ہو"

وہ اسے دیکھ کر بولا تھا روح نے اندازہ لگایا وہ مسکرا رہا ہے کیوں کہ اس کی آنکھیں مسکرا رہی ہیں۔۔

"تھینک یو"

روح نے بھی مسکرا کر کہا تھا۔۔

"آپ کا ہاتھ"

اس کے ہاتھ سے اب بھی خون نکل رہا تھا ان سب کو وہی چھوڑ کر اب وہ حویلی کی طرف جا رہے تھے کیوں کہ رات ہو رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہوں میں"

اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جس پر روح نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔۔

"پہلے تم روز آتی تھی اب کبھی کبھی کیوں"

اس نے اس سے دیکھ کر سوال کیا تھا جبکہ اس کے سوال پر روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"کچھ فیلی issues ہیں"

اس نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر اس نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

"یہاں سے آگے اس قبیلے کے سردار کے آدمی ہوتے ہیں اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی مجھے آپ کے ساتھ دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا تو اس لیے آپ چلے جائیں"

روح نے کہا تھا۔

"کچھ نہیں ہوگا تم چلو"

اسے پریشان دیکھ کر اس نے کہا تھا۔۔

"نہیں صحیح نہ تم واپس جاؤ"

وہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا بتاؤ یہ قبیلے الگ الگ کر کے چھ کیوں بنائے گئے ہیں ایک قبیلہ بھی تو بن سکتا ہے نہ"

اس لڑکے نے اسے دیکھ کر سوال کیا۔

"یہاں سیدوں کی تعداد زیادہ ہے اور کچھ کے گھر بہت دور ہیں اس وجہ سے سیدوں کے دو قبیلے بنانے پڑے اس کے علاوہ ایک قبیلہ خان لوگوں کا ہے ایک قبیلہ بلوچوں کا ہے"

روح ابھی بتہ رہی تھی کہ وہ بولا۔۔

"مطلب ہر برادری کو الگ الگ کر دیا ہے"

اس نے اس کی بات کاٹ کر کہا تھا جس پر وہ ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔۔

"تم اب جاؤ ہم بہت قریب آ گئے ہیں"

روح نے ایک بار پھر سے کہا تھا جس پر وہ ہاں میں سر ہلا گیا تھا وہ اسے کسی بھی مصیبت میں نہیں ڈال سکتا تھا۔۔



روح زنان خانے کی طرف جا رہی تھی جب اس کا سامنا حنان سے ہوا تھا حنان کو دیکھ کر وہ اگنور کر کے جانے لگی تھی لیکن اس نے اسے روک لیا تھا۔۔

"ہم بولو"

روح نے روکھا سا جواب دیا تھا۔۔

"جب سب سے ناراضگی ختم کر دی ہے تو اپنے اس بھائی سے بھی کر دو سچ میں میرا بھی دل کرتا ہے میں ہاشم بھائی جی طرح تمھیں اپنے ساتھ لگاؤں تمھارے لاڈ اٹھاؤں"

حنان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر اس نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔۔

"اچھا آج سے دو سال پہلے والے اپنے الفاظ یاد ہیں"
روح نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا جس پر حنان شرمندہ ہو گیا تھا۔۔

"کیا کہا تھا تم نے کہ تم پاگل ہو گئی ہو ہم سب نے تمھیں اپنا مانا لیکن تم ایک سچ پتہ چلنے پر ہمیں خود سے دور کر دیا تم سوتیلی ہو تم نے یہ بات ثابت کی ہے اب میرا تم سے کوئی تعلق نہیں، نہیں ہو تم میری بہن سڑتی رہو یہاں"
روح نے اسے اپنے الفاظ یاد دلائے تو وہ مزید شرمندہ ہو گیا۔۔

"ایک بات کہوں"

روح نے اسے شرمندہ دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"باقی سب اگر میرے ساتھ نہیں بھی تھے تو انھوں نے مجھے ایسے الفاظ نہیں کہے بس خاموشی سے کنارہ کر لیا لیکن اپ ہر بات مجھے سوتیلہ ہونے کا طعنہ دیتے تھے"

روح کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

"معاف کر دو مجھے"

وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ گیا تھا۔۔

"کبھی نہیں"

روح یہ کہہ کر وہاں سے جا چکی تھی جبکہ سردار موسیٰ جو کہ اس کے آنے کا انتظار کر رہا تھا کیوں کہ اسے روح سے بات کرنی تھی اس کی باتیں سن کر وہ حنان کو دیکھ رہا تھا حویلی میں کسی کو بھی اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ حنان اس سے ایسی باتیں کرتا ہے سردار موسیٰ کو دیکھ کر وہ بھی ڈر گیا تھا۔۔

"یقین نہیں آ رہا مجھے تم ہاشم کے بھائی ہو جہاں وہ اپنی بہن کو منانے کے لیے اسے خوش رکھنے کے لیے سب کے سامنے اس کے آگے جھکنے کو تیار تھا اور تم اسے توڑنے کے لیے اتنا گر گئے"

سردار موسیٰ نے ایک موکا اس کے چہرے پر مارا تھا پھر ایک کے بعد دوسرہ وہ اسے مارتا گیا تھا حنان کچھ بھی نہیں بولا تھا کیوں کہ وہ سردار موسیٰ کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اب وہ سمجھ رہا تھا جیسی وہ ہے وہ اصل میں ویسی بلکل بھی نہیں ہے بس اب اس روح کو کہیں دفنا کر اسے پہلی والی ہنستی کھیلتی روح کو لانا تھا وہ حنان کو وہی چھوڑ کر زنان خانے کی طرف چلا گیا تھا۔۔



صبح سب لوگ ساتھ میں ناشتہ کر رہے تھے اس بات سب کے ساتھ روح بھی تھی سب لوگ ہی خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے سر براہی کرسی پر سردار موسیٰ بیٹھا تھا وہ ہمیشہ یہ جگہ سید سائیں کے لیے چھوڑتا تھا لیکن وہ نہیں بیٹھتے تھے وہ اس کے دائیں سائیڈ پر بیٹھ جاتے تھے لیکن احتراماً اس نے یہ جگہ ان کے لیے ہی چھوڑی ہوتی تھی اس وقت بھی سر براہی کرسی پر سردار موسیٰ بیٹھا تھا اس کے دائیں طرف سید سائیں بیٹھنے ہوئے تھے سید سائیں کے ساتھ ریاست نقوی بیٹھے تھے اور ان کے ساتھ ان کی بیگم آیت ویسے تو یہ جگہ ساجد نقوی اور کنزہ بیگم کی تھی لیکن وہ نہیں بیٹھتے تھے اس سے آگے وہ دونوں ہی بیٹھے تھے اس کے بعد دائیں طرف احمد نقوی اور ان کی بیوی عافیہ بیٹھی ہوئی تھی ان کے ساتھ ہی نادیہ بیگم اور گلناز بیٹھی تھی گلناز کے ساتھ نور اور پھر روح اور کندیل بیٹھی تھی جبکہ روح کے سامنے ہاشم بیٹھا تھا اور کندیل کے سامنے حنان سب لوگ بیٹھ کر ناشتہ کر رہے تھے۔۔

"اگلا مہینہ محرم کا آنے والا ہے کچھ ہی دن رہ گئے ہیں تو میں چاہتا ہوں اس سے پہلے پہلے موسیٰ اور روح کا نکاح ہو جائے"

سید سائیں نے سردار موسیٰ اور روح کو دیکھ کر بات کی تھی جبکہ ان کی بات پر روح کے کھاتے ہاتھ روکے تھے سردار موسیٰ مسکرا کر اپنے دادا جان کو دیکھ رہا تھا۔۔

"سید سائیں لیکن اتنی جلدی سب ہو گا کیسے"

آیت بیگم نے پریشانی سے کہا تھا۔

"سب ہو جائے گا اتنے لوگ ہیں ملازم ہیں سب ہو جائے گا"

سید سائیں نے آیت بیگم سے کہا تھا۔۔

"لیکن سید سائیں اتنی جلدی کیا ہے"

روح نے اب کی باران کو دیکھ کر کہا تھا۔

"یہ جلدی نہیں ہے روح"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا وہ جو سوچ رہی تھی کچھ دن آہنی مرضی سے جی کے لے گی سید سائیں نے تو اس کے ارادوں پر پانی پھیر دیا تھا اور محرم میں زیادہ سے زیادہ 8 دن تھے اور اتنی جلدی نکاح روح پریشان ہو گئی تھی۔۔

"لیکن پھر بھی سید سائیں میں ابھی نکاح نہیں کرنا چاہتی آپ کچھ دن روک جائیں"

روح نے سید سائیں کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"روح اس حویلی کو اس قبیلے کو اس کی سردارنی کی ضرورت ہے جو تم دونوں کے نکاح کے بعد ہو سکتا ہے"

سید سائیں نے کہا تو روح خاموش ہو گئی تھی نادیہ بیگم اور گلناز کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا کچھ کر ڈالے اگر وہ نہ ہوتی تو آج یہ جگہ اس کی ہوتی۔۔

"ٹھیک ہے تو پھر نکاح کی تیاریاں شروع کی جائیں اس جمعے کو دھوم دھام سے نکاح ہو گا"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا جس پر سب لوگ ہی خوش ہو گئے تھے اور وہاں قبیلوں میں شادیوں کا شور تو ایک ہفتے پہلے ہی اٹھ جاتا تھا یہ تو پھر ان کے سردار کا نکاح تھا اس کا شور بھی بہت دیر تک رہنا تھا۔

"اور ہاں تم سب کو ان کی زمینداریاں سمجھا دینا کیا کرنا ہے اور کس کو"

سردار موسیٰ نے ہاشم سے کہا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا روح کو بلکل اچھا نہیں لگتا تھا جب اس کا بھائی اس سردار کا کوئی کام کرتا تھا اور بہت جلد وہ یہ ختم کرنے والی تھی۔۔

"لیکن سید سائیں میں پہلے سے بتا رہی ہوں اپنے پوتے کو اپنے کنڑول میں رکھے گا مجھ پر اپنی مرضی تھوپنے کی کوشش بالکل بھی مت کریں میں یہاں حویلی کی باقی لڑکیوں جیسی نہیں ہوں میں سیدہ روح نقوی ہوں جو صرف اور صرف اپنی کرتی ہے کسی کی نہیں سنتی اور اپ اپنے پوتے کو یہ بات اچھے سے سمجھا لینا میں کسی کی بھی نہیں سنوں گی"

وہ غصے سے بول رہی تھی اور جان بوجھ کر سید سائیں سے بات کر رہی تھی لیکن وہ سنا اصل میں سردار موسی نقوی کو رہی تھی وہ بھی یہ بات سمجھ رہا تھا لیکن خاموش کھڑا تھا۔۔

"اور دادا جان آپ بھی ایک بات اچھی طرح پوتی کے دماغ میں بیٹھا دین سردار موسیٰ اپنی عزت کو جیسے دیکھنا چاہتا ہے ویسے ہی رکھے گا بھی"

اس نے بھی مسکرا کر بات کی تھی جس پر روح نے برا سا منہ بنا لیا تھا..

"آپ اپنے سردار کے حکم بعد میں مانیے گا ابھی مجھے کالج چھوڑ دیں"

ہاشم کو دیکھ کر روح نے غصے سے کہا تھا سب لوگ ہی سمجھ گئے تھے اسے سردار موسیٰ نے جو کام دیا تھا اس پر وہ غصہ نکال رہی ہے۔

"اوکے چلو میری گڑیا"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا وہ روح اور ان دونوں کو ان کی منزلوں تک چھوڑنے کے لئے نکل گیا تھا۔۔



"مطلب انٹرسٹنگ تمھاری اور بھائی موسیٰ کی جوڑی واہ"

ماہا نے اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے کہا تھا ویسے تو وہ ماہا سے بات نہیں کرتی تھی لیکن نور سے رشتہ صحیح ہونے پر وہ اس سے تھوڑی بہت بات کر ہی لیتی تھی اور یہ بات ماہا کے لیے کافی تھی وہ اپنی دوست کا دل اپنے لیے نرم کر لے گی اسے یقین تھا۔۔

"بقواض مت کرو مجھے ویسے بھی غصہ ہے میں تمھارا منہ توڑ دوں گی"

روح نے غصے سے کہا تھا اسے بہت غصہ آرہا تھا اور اسے تو اب کوئی مل بھی گیا تھا اپنا غصہ نکالنے کے لیے۔۔

"اب کیا ہو گیا ہے"

ماہا نے اس کے آگے اپنا لنچ کھول کر رکھا تھا۔۔

"غصہ کرنے کے لیے یہ بات کافی نہیں ہے کہ میرا رشتہ اس کھڑوس ہٹلر کے چانسلر اس نویان سے ہو رہا ہے"

وہ اس کے لنچ سے سینڈوچ کھاتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ اسکی بات پر ماہا مسکرا رہی تھی۔۔

"یار اتنے اچھے تو ہیں بھائی"

اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"خبردار جو اسکی تعریف کی تم نے میں نے تمھیں جان سے مار دینا ہے"

وہ اسے انگلی دیکھا کر بولی جبکہ ماہا اب معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا یار نہیں کرتی میں ان کی تعریف"

ماہا نے سینڈوچ لینا چاہا تھا اس نے اس کے ہاتھ پر تھپڑ مار دیا۔۔

"یہ میرا ہے تم نہیں کھا سکتی"
روح نے غصے سے کہا تھا۔۔

"لیکن امی نے میرے لیے بھی بھیجے ہیں"
اس نے معصوم سی شکل بنائی تھی۔۔

"اور ہاں فضول میں یہاں بیٹھے کی ضرورت نہیں ہے اپنے اس سردار کی
برائیاں کرو میرے آگے"
روح نے ایک اور آرڈر دیا تھا اسے۔

"لیکن میں کیسے کر سکتی ہوں"
ماہا نے حیرانی سے کہا۔۔

"تم کر سکتی ہو اور سب شروع ہو جاؤ بھولو نہیں مین سردارنی ہوں سردارنی سیدہ روح نقوی"

روح نے اسے دیکھ کر ٹیلنٹ سے کہا تو وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔۔

"یہ جس سردارنی کے نام پر تم اتنا اِترا رہی ہو یہ بھی تو ان کی وجہ سے ہی ہے نہ"

ماہا نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بات کہہ دی جو اسے نہیں کرنی چاہیے تھی

روح نے اس کی کمر پر مکا مارا تھا۔۔

"ہائے مار دیا"

اس نے کمر پر ہاتھ رکھ لیا تھا اور اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"وہ کر لیتی جو میں نے کہا تھا تو شاید ایسا نہ ہوتا لیکن تم کہا باز آنے والی ہو اپنے سردار کی اچھائی کرنے سے اور میری برائی"
وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"اور پکڑو یہ"
روح نے اس کے آگے لنچ باکس کیا تھا۔۔

"میں جا رہی ہوں کلاس میں"
وہ یہ کہہ کر جا چکی تھی جبکہ وہ لنچ باکس کو دیکھ رہی تھی جو کہ خالی تھا اسے بھوک بھی لگی تھی اب کچھ کینٹین سے ہی کھانا تھا۔۔



حویلی میں نکاح کی تیاریاں ہو چکی تھی وہ لوگ کالج سے آئی تو حویلی سج رہی تھی یہ سب دیکھ کر کندیل اور نورالہدیٰ تو خوش ہو گئی تھی لیکن روح کا منہ بن گیا تھا اور وہ اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اس لیے اس کا وہان کی عورتوں میں بیٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی وہ ایسا کچھ چاہتی تھی کل تک سب مہمانوں نے بھی آجانا تھا کیوں کہ وہاں کے سردار کا نکاح تھا رونق تو ہونی ہی تھی عام طور پر جب وہاں شادیاں ہوتی تھی تو بہت دھوم دھام سے ہوتی تھی یہ تو ہر چھ قبیلوں کے سردار کا نکاح تھا رونق لگتی کیسے نہ وہاں موجود سبھی خواتین اس وقت نکاح کے لیے جوڑے دیکھ رہی تھی انھیں یوں مال میں جا کر شاپنگ کرنے کی اجازت نہ تھی تو اس لیے سردار موسیٰ نے اس کا انتظام حویلی میں ہی کروادیا تھا۔۔

"واہ بھائی کتنے پیارے ڈریسز ہیں"

کندیل نے اپنا بیگ وہی رکھا تھا اور ان کے پاس آگئی تھی۔۔

"یہ کیا بات ہے کندیل پہلے جا کر فریش ہو کر آؤ"
آیت بیگم اس کی ماں نے غصے سے کہا تھا۔۔

"ماما چھوڑیں نہ میں فریش ہوں بلکل"
وہ ان کے ساتھ ہی وہاں بیٹھ گئی تھی۔۔

"اور نور بیٹا آپ"
عافیہ بیگم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"نہیں چاچی سائیں میں پہلے ریسٹ کروں گی تھک گئی ہوں"
نور الہدیٰ نے کہا اور اوپر چلی گئی تھی۔۔

"تم بھی جا کر آرام کر لیتی"
آیت بیگم نے اسے ڈانٹا تھا لیکن وہ ڈھیٹ کہاں سننے والی تھی۔۔

"ویسے جس کے نکاح کے کپڑے دیکھے جا رہے ہیں وہ تو ایسے چلی گئی جیسے اسے کوئی سروکار ہی نہ ہو"
نادیہ بیگم نے غصے سے کہا تھا۔۔

"آپ اسے چھوڑیں پھوپھو آپ اپنی شاپنگ کریں یہ آپ سب کے لیے ہے وہ اپنی پسند سے دیکھ لے گی اپنا ڈریس"
کندیل نے جواب دیا تھا جبکہ اس کے جواب پر وہ اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"اور ایسا کیوں نکاح کا جوڑا تو سسرال سے ہونا چاہیئے نہ کیوں آیت بیگم"

نادیہ بیگم نے جان بوجھ کر آیت بیگم کو بیچ میں گھسیٹا تھا۔۔

"نہیں نادیہ بچی حویلی کی ہے اور اسنے یہی ہونا ہے یہی اس کا گھر ہے کیا سسرال تو کیا مائکا یہ اس کا اپنا ہے سب"
آیت بیگم کی بات پر نیچے آتی روح مسکرائی تھی وہ پہلے تو اوپر چلی گئی تھی لیکن اس نے ایسا ڈریس پسند کرنا تھا جیسے دیکھ کر سردار موسیٰ زچ ہو کر رہ جائے اور ایسی سوچ کے ساتھ وہ واپس نیچے آئی تھی۔۔

"بلکل تائی امی"
روح ان کے پاس آکر بولی تھی۔۔

"ارے بیٹا تم کیوں آگئی آرام کر لیتی"

آیت بیگم نے اسے دیکھ کر کہا جبکہ گلناز اسے غصے سے دیکھ رہی تھی وہ سردار موسیٰ کو پسند کرتی تھی اور وہ ہر گز بھی یہ نکاح نہیں ہونے دے سکتی تھی۔۔

"تائی امی میں نے سوچا میں بھی دیکھ لوں نکاح کا ڈریس"
روح نے مسکرا کر کہا تھا وہ جو لڑکی ڈریسز لے کر آئی تھی وہ بھی وہی تھی۔۔

"بچی ایسا کریں برائڈل ڈریسز نکال دیں"
آیت بیگم نے اس لڑکی سے کہا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا اس لڑکی سے برائیڈل ڈریسز نکالے تھے۔۔

"ایک منٹ"
روح نے فوراً سے کہا۔۔

"یہ وائیٹ دریسز کیوں ہیں سب کے مجھے یہ بتائیں نکاح میرا ہے وائیٹ بس میں پہنوں گی آپ سب ایسا کریں کہ وائیٹ اینڈ بلیو یہ پھر پنک کا تھیم رکھ لیں یہ بلیو کریں اپنے ڈریس یا پھر پنک"

روح نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سب لوگ اسے مسکرا کر دیکھ رہے تھے۔۔

"جو حکم سردارنی"

کندیل نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس کے ایسا کہنے پر نادیہ بیگم اور گلناز تو جل گئی تھی اس کی بات پر روح بھی مسکرائی تھی۔

"آپ کال کر کے کہہ دیں اپنی ٹیم سے وہ لے آئیں ڈریسز"

روح نے اس لڑکی سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلا کر کال کر دی تھی اور اب اسے ڈریس دیکھا رہی تھی لیکن اس کو غصہ تو تب آیا تھا جب اسے اپنے مطابق کا ڈریس نہیں ملا تھا وہ تو کسی بولڈ ڈریس چن کر اسے زچ کرنا چاہ رہی تھی لیکن وہاں ایسا کوئی ڈریس نہیں تھا لیکن وہ ڈریس ایک سے بڑھ کر ایک تھا بہت شاندار کام کیا ہوا تھا اور بہت خوبصورت تھے وہ ڈریس موسیٰ نے خود چنے تھے اس کے لیے اور وہ تین ڈریسز تھے۔۔

"یہ ہی ہیں سارے"

روح نے اس سے سوال کیا تھا۔۔

"جی ہمارے کولیکشن میں سب سے بیسٹ یہ تھی اور ہم وہی لے کر آئے ہیں"

اس لڑکی نے کہا تھا۔۔

"اچھا بات سنیں"

روح نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا وہ اس کے پاس آئی اس نے اس کے کان میں کچھ کہا جس پر وہ پریشان ہو گئی تھی ایسے ڈریسز سے سردار موسیٰ نے اسے سخت منع کیا تھا۔

"لیکن میم"

وہ پریشان ہو گئی تھی۔۔

"مجھے ایسا ہی کوئی ڈریس چاہیے"

روح نے سختی سے کہا تھا۔

"سوری میم سردار موسیٰ نے سختی سے منع کیا ہے اور میں ایسا کچھ نہیں کر سکتی"

اس لڑکی نے معذرت کی تھی روح نے سب ڈریسز کو پیچھے کیا۔۔

"بھاڑ میں جاؤ"

روح غصے سے بول کر وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ سب سے دیکھ رہے تھے اچانک اسے ہوا کیا تھا ابھی تو وہ بہت excited لگ رہی تھی اور اب یوں اچانک سب پیچھے کر کے چلی گئی۔۔

وہ اس وقت زنان خانے کے دروازے پر کھڑی ہو کر اس کے آنے کا انتظار کر رہی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی جب تک وہ آرڈر نہ دے دے تب تک اس کے حساب کا ڈریس نہیں آنا تھا اس نے اسے تنگ کرنے کے لیے وہ ڈریس تو پہنا ہی تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے پھر اسے کیسے بھی کر کے کیوں نہ آرڈر دینا پڑے وہ دے گی اور پہنے گی بھی۔۔

"کیا ہو رہا ہے کس کا انتظار کیا جا رہا ہے"

کندیل نے اس کے پاس آ کر اس کے کندھے سے کندھا مارتے ہوئے کہا تھا۔۔

"تمھارے بھائی کا"

روح نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔

"اوہو تو بھائی کا انتظار کیا جا رہا ہے مطلب something

"something

وہ اسے دیکھ کر تنگ کرتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

"اب اتنے برے دن بھی نہیں آئے میرے کہ میں something something feel کروں اور وہ بھی تمھارے بھائی کے لیے"

روح نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"یہ کریلے جیسے منہ کیوں بنا رہی ہو تم میرے بھائی کے نام پر"

کندیل کو بلکل بھی نہیں اچھا لگا تھا روح کا یوں اس کے بھائی کی برائی کرنا۔۔

"کریلا کیا میرا بس چلے تو وہ جو کچرہ پڑ پڑ کر سڑ جاتا ہے اس نے اس کی بدبو سے جیسے بندہ منہ بناتا ہے میں تو ویسا منہ بناؤں"

وہ ہنس کر بولی تھی کیوں کہ کریلا تو پھر کافی حد تک اچھا تھا اس بدبو سے کندیل گھور کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو شاید تم بھول رہی ہو اس حویلی کی سردارنی ہوں میں تمھارے حوالے سے کوئی بھی فیصلہ کر سکتی ہوں"

روح نے بھی اسے اپنے انداز سے جواب دیا تھا۔۔

"یہ جو آپ سردارنی کر کے اتنا اترا رہی ہیں نہ یہ بھی میرے بھائی کی وجہ سے ہی ہے"

کندیل بھی کندیل تھی اچھے سے جواب دینا جانتی تھی۔۔

"اچھا تو ایسی بات ہے جب میں صرف سیدہ روح نقوی تھی نہ تب بھی میرا اپنا لیول تھا"

اس نے اسے دیکھ کر اپنے بال پیچھے جھٹکے تھے جبکہ اسکی اس بات پر کندیل اسے گھور کر دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ جو کہ اندر آ رہا تھا اس کی باتیں سن کر وہی روک گیا تھا اور نا جانے کب سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔۔

"لیکن اب اس لیول کا کوئی فایدہ نہیں اور نہ ہی ویلیو ہے اب تو بھائی کی وجہ سے ہی ہو گی تمھاری ساری ویلیو"

کندیل سے بلکل بھی برداشت نہیں ہوئی تھی اپنے بھائی کی انسرٹ اس لیے وہ پھر سے بولی تھی۔۔

"تمیز سے یہاں کی سردارنی بننے والی ہوں میں"

روح نے غصے سے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"یہاں کی سردارنی بننے سے پہلے آپ کر میری بھائی کی بیگم اور میری بھابھی بننا پڑے گا"

کندیل یہ بات کہہ کر وہاں سے فرار ہو چکی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی اب اسے ضرور کچھ زیادہ ہی غصہ آجانا ہے۔۔

"بچی زرا تو اپنی خیر منا"

یہ کہہ کر اس نے اپنا چپل نکال کر اس کی کمر کا نشانہ لیا تھا جو کہ اس کی کمر پر ہی لگا تھا۔۔

"ہائے مار دیا لانتی انسان تمہارا نشانہ اتنا پرفیکٹ کیسے ہے"

وہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی جبکہ اسکی بات پر روح مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"دیکھ لو بولو دوبارہ لو گی مجھ سے پنگا"

روح نے ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے کہا تھا کندیل نے بھی اپنی چپل اتار کر غصے میں اس کی طرف پھینکی تھی روح تو نیچے ہو گئی تھی لیکن وہ سیدھا جا کر سردار موسیٰ کے چہرے پر لگی تھی جس پر کندیل نے فوراً سے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"ائے ہائے مر گئے"

کندیل خوف سے بڑبڑائی تھی جبکہ یہ منظر ان دونوں کی لڑائی کی شور سن کر لاونج میں آتی آیت بیگم نادیہ بیگم گلناز اور نور نے بھی دیکھا تھا روح مزے سے کھڑی کندیل کو دیکھ رہی تھی کیونکہ اس کا نشانہ چوک گیا تھا پیچھے کھڑا سردار موسیٰ غصے سے بھرا ہوا تھا۔۔

"پیچھے"

نور نے روح کو پیچھے دیکھنے کا اشارہ کیا تھا جس پر وہ نا سمجھی میں اسکی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں"

اسنے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے کہا تھا اس کے ساتھ ہاشم بھی تھا جبکہ اس کی بات پر روح ایک پل کو ڈری تھی کیوں کہ آواز بلکل اس کے پاس سے آئی تھی لیکن پھر مسکرا کر پیچھے موڑی تھی اور مڑتے ساتھ ہی اس کی ہنسی چھوٹی تھی اس کے چہرے پر چپل کا نشان بنا ہوا تھا مطلب کہ اس کی مٹی لگی ہوئی تھی وہ بھی گھیلی شاید کندیل باہر سے ہی اس کے پاس آئی تھی اس کے ہنسنے پر سب لوگ ڈر کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے کیوں کہ سردار موسیٰ نقوی بہت زیادہ غصے میں تھا۔۔

"اسٹوپ روح"

وہ اس کو زور زور سے ہنستا دیکھ کر پھر سے غصے سے بولا تھا۔۔

"I said stop rooh"

اس نے پھر سے غصے سے کہا تھا جبکہ روح ہنسی جا رہی تھی۔۔

"اب تمھاری میرا مطلب آپ کی شکل دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی میں کیا کروں"

وہ تم کہنے لگی تھی لیکن وہاں پر لوگوں کی موجودگی دیکھ کر اس نے آپ کہا تھا۔۔

"اب لگایہ تھپڑ"

گلناز نے نادیہ بیگم کے قریب کھڑے ہوئے کہا تھا نادیہ بیگم نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"میں نے کہا خاموش"

سردار موسیٰ نے اس کے پاس آکر اس کا بازو بہت سختی سے پکڑ لیا تھا۔۔

"اور یہ سب کیا ہو رہا ہے یہ حویلی ہے یہ سرکس جہاں تم دونوں اپنے کرتو دیکھا رہے تھے"

اس نے کندیل کو دیکھ کر بھی کہا تھا جبکہ روح کے بازو پر اس کی گرفت کافی سخت تھی اسے درد بھی ہو رہا تھا۔۔

"میرا بازو چھوڑیں مجھے درد ہو رہا ہے"

روح نے غصے سے کہا تھا جبکہ وہ آنکھوں میں خون لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا وہ غصے کا بہت تیز تھا اس نے بہت برداشت کر لیا تھا اسے لیکن اب مزید نہیں۔۔

"تیار ہو جاؤ تمھاری لگام تو بہت جلد میں ٹائیٹ کروں گا"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر آہستہ سے کہا تھا اس کی سرد و سپاٹ آنکھیں دیکھ کر وہ بھی خوف زدہ ہوئی تھی سردار موسیٰ نے اس کا بازو چھوڑ دیا تھا۔۔

"یہ سب کیا تھا"

وہ کندیل کے پاس آکر بولا تھا۔۔

"سوری بھائی"

اس نے نظریں جھکالی تھی اور نم آواز میں سوری کہا تھا اس کی نم آواز محسوس کر کے سردار موسیٰ کا دل موم ہوا تھا۔

"اچھا کوئی بات نہیں بٹ نیکسٹ ٹائم نہ ہو"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر سختی سے کہا تھا کندیل نے ہاں میں سر ہلایا اور فوراً سے اپنے دوپٹے سے اس کا چہرہ صاف کیا اور پھر اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔۔

"ایسے کرو گی تو بھائی کی ساری ناراضگی ختم ہو جائے گی"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تھا جس پر وہاں موجود لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"ماشاءاللہ میرے بچے"

آیت بیگم ان دونوں کے پاس آئی تھی سردار موسیٰ نے فوراً سے ان کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے اپنے ہونٹوں سے لگایا۔۔

"کیسی ہیں میری پیاری اور جوان ماں سائیں"

سردار موسیٰ نے انھیں تنگ کرتے ہوئے کہا تھا جس پر وہاں موجود لوگ مسکرائے تھے۔۔

"بدتمیز ہو گیا ہے"

آیت بیگم نے اس کے کندھے پر ہلکا سا مارتے ہوئے کہا تھا وہ بھی مسکرایا تھا۔۔

"اوتو یہاں پر دو پیاری پیاری خواتین اور بھی ہیں کیا حال ہیں آپ کا تائی امی اور چاچی سائیں"

وہ اب ان دونوں کے پاس آکر بولا تھا جس پر ان دونوں نے ایک ایک سائیڈ سے اس کا کان پکڑ لیا تھا۔۔

"آہ تائی امی چاچی سائیں کچھ تو خیال کر لیں سردار ہوں میں"
اس نے اب معصوم بنتے ہوئے کہا تھا۔

"اور جب ہمیں تنگ کر رہا تھا تب سردار نہیں تھا"
کنزہ بیگم نے اس کا کان چھوڑ دیا تھا جس پر عافیہ بیگم نے بھی چھوڑ دیا۔۔

"مطلب میں اپنی پیاری پیاری خواتین سے مذاق بھی نہیں کر سکتا"
سردار موسیٰ نے منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"دے تو رہے ہیں تمھیں مذاق کرنے کے لیے اپنی بیٹی"

عافیہ بیگم نے اس کے پاس آکر اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا جس پر اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا یہ منظر دیکھ کر اس کے چہرے پر بھی ہلکی ہلکی مسکراہٹ تھی وہ دل کی بری سچ میں نہیں تھی اس اپنے سے لگاؤ تھا اور اپنوں کی خوشی میں اس وقت وہ خوش بھی تھی سردار موسیٰ کے آہنی طرف دیکھنے پر اس نے فوراً سے نظریں پھیر لی تھی کیوں کہ آج وہ پہلی بار اسے دیکھ رہی تھی یوں کھل کر مسکراتے ہوئے وہ بھی اپنی ماں سائیں تائی امی اور چاچی سائیں کے ساتھ اس کی سبز رنگ کی آنکھیں مسکراتے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی آج روح پہلی بار اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔

"اچھا سب چھوڑیں ماما مجھے بہت بھوک لگی ہے تو میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں فریش ہونے آپ روح کے ہاتھوں کچھ ہلکا پھلکا بھیج دیجیئے گا"

اس نے جان بوجھ کر واضح روح کا نام لیا تھا جس پر وہ خود اسے دیکھ رہی تھی خیر اچھا ہی ہو گیا تھا ویسے بھی اسے اس سے بات کرنی تھی اس کی بات بھی ہو جانی تھی اس کی اس بات پر باقی سب اسے حیرانی سے ضرور دیکھ رہے تھے۔۔

"بھائی"

روح نے اپنے ساتھ کھڑے ہاشم کو بلایا تھا۔۔

"یہ باہر سے ایسا کیا کر کے آیا ہے جو اس نویان کا مونڈا اتنا ٹھیک ہے"

روح نے جیسے راز کی بات پوچھی ہو اس سے۔۔

" باہر سے تو غصے میں ہی تھے پھر تم دونوں کی حرکت نے اور غصہ دلا دیا لیکن شاید ماں سائیں بڑی تائی امی اور چھوٹی تائی امی کی وجہ سے اس کا مونڈ ٹھیک ہو گیا اپنوں کی بہت پرواہ ہے اسے "
ہاشم نے مسکرا کر بتایا تھا جبکہ اس کی تعریف پر روح کا حلق تک کڑوا ہوا تھا۔

"میرے سامنے اسکی تعریف کرنا ضروری ہے"
روح نے اسے گھورا تھا سردار موسیٰ وہ بات کر کے چلا گیا تھا۔۔

"آؤ روح بیٹا اپ میرے ساتھ کیچن میں او میں آپ کو کھانا دیتی ہوں آپ کے جاؤ"
آیت بیگم نے اسے ہاشم کے ساتھ باتیں کرتا دیکھ کر کہا تھا۔۔

"جی تائی امی"

روح مسکرا کر ہاں میں سر ہلا گئی اور ان کے پاس آئی۔۔

"شکر ہے آپ نے یہ نہیں کہا میں نے کچھ بنانا ہے ورنہ آج آپ کے بیٹے کو بھوکا رہنا پڑتا"

روح ان کے ساتھ چلتے ہوئے بولی تھی جس پر وہ مسکرائی تھی وہ دونوں ہی کیچن میں چلے گئے تھے۔۔



وہ ٹرے میں کچھ چیزیں لے کر اس کے کمرے میں آئی تھی جہاں وہ شرٹ لیس شیشے کے سامنے کھڑا تھا اسے یوں کھڑا دیکھ کر روح کا دل کیا خود کو کہیں چھپا لے اس نے فوراً سے ٹرے ٹیبل پر رکھی تھی اور گھوم کر کھڑی ہو گئی تھی ویسے تو سب مردوں کے کمرے مردان کھانے کی طرف ہی تھے لیکن پھر زنان کھانے میں بھی ان کے کمرے تھے جب مہمان ہوتے حویلی میں تو شادی شدہ حضرات کے علاوہ باقی سب مردان خانے میں ہی ٹھہرتے تھے ان کے ساتھ۔۔

"تمھیں کسی نے بتانا نہیں کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے نوک کرتے ہیں"

سردار موسیٰ اسے منہ پھیرے ہوئے کھڑا دیکھ کر کہا تھا۔۔

"کسی کے کمرے میں نہ"

وہ اپنا رخ اس کی جانب کر کے بولنے لگی تھی لیکن پھر سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا اسے یوں دیکھ کر اس کے دل میں کچھ کچھ ہو رہا تھا اس کا کسرتی جسم چوڑا سینا اس کے دل کی دُنیا میں خلل برپا کر رہا تھا۔۔

"پلیز شرٹ پہن لو تم"

اس نے بہت ہی معصومیت سے کہا تھا۔۔

"کیوں ایسے اچھا نہیں لگ رہا"

سردار موسیٰ نے اسے تنگ جو کرنا تھا اور ساتھ میں اپنا بدلہ بھی تو لینا تھا۔۔

"پہن لو نہ شرٹ کیوں مجھے ذلیل کر رہے ہو"

وہ اب غصے سے بولی تھی۔۔

"پہلے اپنی یہ ٹون ٹھیک کرو ذرا آپ کہہ کر بات کرو تم سے عمر میں بھی بڑا ہوں اور دوسرا تمھارا ہونے والا شوہر ہوں"

اس نے اسے آنکھوں پر ہاتھ رکھے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"آپ اور وہ بھی تمھیں اگر اس شکل پر جا کر پلاسٹک سرجری بھی کروا کر آ جاؤ نہ اس بدل کر تم وہ عثمان ڈرامے میں اس کے بیٹے ارحان کی شکل بھی لگوالو تب بھی میں تمھیں آپ نہ کہوں"

وہ بھی سیدہ روح نقوی تھی کہاں اس سے پیچھے رہنے والی تھی۔۔

"اب یہ کیا بلا ہیں"

سردار موسیٰ کو اس کا کسی اور مرد کے نام لینے پر غصہ آیا تھا۔۔

"یہ میں تمھیں تب بتا سکتی ہوں جب تم شرٹ پہنو گے"

روح نے محسوس کیا ارحان کے نام پر اسے غصہ آیا تھا۔۔

"وہ تو میں نہیں پہننے والا"

اسنے بھی اپنی بات پر قائم رہتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تمہاری مرضی پھر میں بھی تمھیں یہ نہیں بتانے والی کہ میں کس کی بات کر رہی ہوں"

وہ مڑ کر کھڑی ہو گئی تھی کیوں کہ اس سے اب زیادہ دیر منہ پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہوا نہیں جا رہا تھا سردار موسیٰ نے اس کی پشت کو گھورا تھا اسے یہ بات تو جانی ہی تھی وہ کس کی بات کر رہا ہے اگر وہ ڈارمے میں بھی کسی کی بات کر رہا ہے تب بھی اسے یہ بات جانی تھی آہستہ آہستہ اسے غصہ بھی آ رہا تھا کیوں کہ اب اس نے اس کے کپڑوں پر غور کیا تھا اس نے شارٹ شرٹ اور اس کے نیچے ٹراؤزر ڈالا تھا جو کہ انتہا کا بے ہودہ لگ رہا تھا اس نے اپنی شرٹ چھوڑی تھی اس کے پاس آ کر اس کے بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا اس نے آنکھیں کھولی دل زور سے دھڑکا تھا وہ اس شخص کے اتنے قریب تھی وہ بھی اس نے شرٹ نہیں ڈالی ہوئی تھی اس کا چوڑا سینا اس نے پیچھے ہونا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ نے اس کی اس کوشش کو اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر ناکام بنایا تھا اور اسے اپنے مزید قریب کر لیا اس نے آنکھیں زور سے بند کر لی۔۔

"میں نے کہا آنکھیں کھولو روح"

اس نے سختی سے کہا تھا جبکہ وہ نہ میں سر ہلا گئی تھی سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے آئینے کے سامنے کھڑا کیا تھا۔

"میں نے کہا اپنی آنکھیں کھولو روح"

آہنی جگہ تبدیل ہونے پر اس نے آنکھیں کھولی اور خود جو آئینے میں دیکھا سردار موسیٰ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔۔

"کیا"

روح نے آئینے میں اسے دیکھ کر سوال کیا تھا۔۔

"اتنا بے ہودہ اور فحاش لباس تم نے آج تک نہیں ڈالا تھا تو آج کیوں؟؟"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے سوال کیا تھا وہ ایک دوسرے کو آئینے میں دیکھ رہے تھے وہ اسے تنگ کرنے کے لیے ایسا کر چکی تھی لیکن شاید اب محسوس ہو رہا تھا اس کی حرکت بلکل بھی ابھی نہیں تھی۔۔

"یہ وائیٹ شارٹ شرٹ ڈرا ہاتھ اوپر کرنا"

سردار موسیٰ نے اس کو آئینے میں دیکھ کر کہا وہ خاموش ہی رہی تھی اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔۔

"میں کہہ رہا ہوں کہ ہاتھ اوپر کرو"

وہ غصے سے اب کی بار دھاڑا تھا اس کی دھاڑ پر وہ لرز کر رہ گئی تھی روح نے فوراً سے اپنا ہاتھ اوپر کیا تھا ہاتھ اوپر کرنے کی وجہ سے اس کی کمر اور پیٹ دونوں نظر آ رہی تھی وہ فوراً سے ہاتھ جھکا گئی تھی کیوں کہ اس کے سامنے وہ خود ہی شرما گئی تھی۔۔

"مجھے نیچا دیکھانے کے لیے تم اس حد تک گر سکتی ہو روح ذرا اپنے پر غور کرو سب تو نظر آ رہا ہے ان کپڑوں میں تم نے چھپایا ہی کیا ہے"
وہ اب کی بار غصے سے پھٹ پڑا تھا۔۔

"آج کے بعد تم یہ کپڑے نہیں پہنو گی یہ میرا آخری فیصلہ ہے ورنہ ملازمہ سے کہہ کر سب کو آگ لگوا دوں گا"

سردار موسیٰ نے اسے چھوڑا تھا وہ سچ میں اب کی بار شرمندہ تھی اس نے جو لباس پہنا تھا اس میں دیکھ اسے خود شرمندگی محسوس ہو رہی تھی سردار موسیٰ وہاں سے چلا گیا تھا وہ اپنی اسٹڈی میں گیا تھا جو کہ اس کے روم کے ساتھ۔ہی اٹیچ تھی وہ کچھ دیر کے بعد آیا تھا اس نے ایک بک اس کے آگے کی تھی۔۔

"یہ پکڑو اسے پڑھنا اس کے بعد تمھاری مرضی ہے خود کو چھپاؤ یا پھر دنیا کے سامنے پیش کرو"

وہ اسے کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا تھا وہ جانتا تھا اس نے اس کی بات نہیں مانی اس لیے اس نے اس کے آگے ایک بک کی تھی جس کا ٹائٹل تھا پردہ سردار موسیٰ اپنی الماری سے اپنی ایک شال لے کر آیا تھا وہ اسنے اس کے وجود پر دی تھی۔۔

"جب تک اپنے کمرے میں نہ پھنچو اسے مت اتارنا اور ہاں دوبارہ میں تمھیں اس تک پنچ حولیے میں نہ دیکھو پہنا ہے تو اپنی وہ فراک اور اس کے نیچے جینز یوز کرو"

سردار موسیٰ کہہ کر دوبارہ سے آہنی اسٹڈی میں چلا گیا تھا اس کی تو مانو جیسے ساری بھوک ہی ختم ہو گئی تھی روح نے بک کو دیکھا تھا وہ یہ بک پڑھنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اپنے ساتھ لے گئی تھی اسے برا لگ رہا تھا اپنی بے عزتی پر لیکن اس کے کپڑے سچ میں بہت پنچ اور گھٹیا تھے۔۔

🎀🎀

"سر آپ ٹھیک تھے سید حویلی میں آج کل جو ہلچل ہے وہ ایسے ہی نہیں ہے بلکہ اس حویلی کے سردار کا نکاح ہے کچھ دنوں میں"

دلبر خان نے اس کے آگے احتراماً آکر بات کی تھی اس کی بات سن کر اس نے سر صرف ہاں میں ہلا دیا تھا۔۔

"کس کے ساتھ ہے"

اس لڑکے نے بک سائیڈ پر رکھ دی تھی اور اسے دیکھ کر پوچھا تھا جس پر دلبر خان ڈر گیا تھا وہ بتائے کہ نہیں کیوں کہ اس کے بعد طوفان آنے والا تھا۔۔

"سروہ"

دلبر خان کو سمجھ نہیں آرہا تھا وہ بولے یا نہ جب کہ اس کے ہچکچانے پر جیسے وہ سمجھ گیا تھا۔۔

"روح کے ساتھ"

اس لڑکے نے خود ہی کہا تو اس پر دلبر خان نے ہاں میں سر ہلایا تھا اسنے غصے سے اپنے سامنے پڑی ٹیبل کو لات مارا تھا وہ لڑکی صرف اس کی تھی اس کی محبت تھی اس کا جنون تھی اس کے اندر رہتی تھی اور اس کی شادی کو رہی تھی اسے پتہ ہی نہیں تھا۔۔

"گاڑیاں تیار کرواؤ"

اس لڑکے نے دلبر خان سے کہا تھا۔۔

"جو آپ کا حکم سر لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں"

دلبر خان نے پہلے حکم کی تاکید کی تھی لیکن پھر فوراً سے پوچھا تھا۔۔

"سید حویلی آخر جو وہ بھی منتظر ہوں گیں اپنے بڑے پوتے کے لیے اور ہاں جیسے رشتہ لے کر جاتے ہیں بلکل ویسے ہی جائیں گیں"

یہیٰ نے سرخ آنکھوں سے کہا تھا جس پر دلبر خان ہاں میں سر ہلاتا ہوا وہاں سے نکل گیا تھا۔۔

🎀🎀

گاڑیوں کی لمبی قطار آکر سید حویلی میں رکی تھی جبکہ سب لوگ ہی حیران تھے کون آیا ہو گا ویسے بھی یہ وقت شام کا تھا سردار موسیٰ اور باقی سب کو خبر ملی تو وہ لوگ باہر ہی آ گئے تھے گاڑی کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں سے ایک 29 سال کا خوبرو نوجوان مرد نکلا تھا جس نے سیاہ شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی بال گھیلے تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا ابھی شاور لیا ہوا کوئٹہ کی سردیوں نے دستک دے دی تھی اس کی سیاہ آنکھیں سب سے زیادہ جان لیوا تھی سفید و سرخ رنگت شاور لینے کی وجہ سے اس کی ناک لال ہو گئی تھی سب لوگ ہی پہچان گئے تھے کون آیا ہے۔۔

"یہیٰ"

سید سائیں نے اسے دیکھ کر نم آنکھوں سے کہا تھا وہ لمبے لمبے قدم لیتا ان کے پاس آیا تھا ساجد نقوی تو اپنے بیٹے کو دیکھ کر حسرت بھری نگاہوں سے انھیں دیکھ رہے تھے یہ دیکھ کر یہیٰ کو شرمندگی ہوئی تھی کیوں کہ جو بھی ہوا تھا ان سب میں ان کی کوئی غلطی نہیں تھی لیکن اسزا انھیں ملی تھی وہ بھی پورے 9 سال۔۔

"اسلام علیکم"

وہ مسکرا کر ان سب کو سلام کرتا ہوا بولا تھا۔۔

"وعلیکم السلام"

سب نے اس کے سلام کا جواب دیا تھا سید سائیں نے نم آنکھوں سے پوتے کو دیکھا تھا یہی ان کے سینے سے لگ گیا تھا یہ دیکھ کر سید سائیں کی آنکھیں مزید نم ہو گئی تھی سید سائیں سے ملنے کے بعد وہ سب سے پہلے ساجد نقوی کے پاس آیا تھا۔۔

"بابا سائیں"

وہ ان کے ساتھ لگ کر بولا تھا وہ بھی آنکھوں میں آنسوں لیے اسے اپنے ساتھ لگا کر محسوس کر رہے تھے ماں باپ کے لیے بچے کتنے ہی بڑے ہو جائیں رہتے بچے ہی ہیں۔۔

"دل کر رہا ہے تمہارا منہ توڑ دوں اپنے بابا سائیں اور ماں سائیں کو کیسی سزا دی ہے"

ساجد نقوی اس سے الگ ہوتے ہوئے بولے تھے۔۔

"کیسے ہو سردار موسیٰ نقوی"

اس نے موسیٰ کے آگے اپنا ہاتھ کیا تھا جیسے دیکھ کر موسیٰ نے تھام لیا اسے لگا تھا شاید وہ اس کے ساتھ گلے لگے گا۔۔

"میرے شیر ہاشم کیا حال ہے"

اس نے ہاشم کو سینے سے لگا لیا تھا سب لوگوں نے ہی یہ بات نوٹس کی تھی پھر اپنے بڑے تایا ابو اور چھوٹے تایا ابو سے ملا تھا اس کے بعد حنان سے ملا تھا۔۔

"کیا اندر آنے کا نہیں کہا جائے گا مجھے آخر اتنے سالوں بعد حویلی کا بیٹا آیا ہے"

یہیٰ نے کہا تھا اس کی بات پر سب نے ہاں میں سر ہلایا اور اندر کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔



وہ سب لوگ حویلی کے زنان خانے میں بیٹھے تھے کنزہ بیگم تو بس روئے جا رہی تھی انہوں نے یہیٰ کو اپنے ساتھ ہی بیٹھایا ہوا تھا۔۔

"ماں سائیں پلیز نہ اب تو میں آگیا ہوں پھر بھی آپ رو رہی ہیں"
یہیٰ نے ان کو دیکھ کر کہا تھا اور ان کے آنسوں صاف کیے تھے۔۔

"تم واپس نہیں جاؤ گے یہیٰ"
کنزہ بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔

"اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا ماں سائیں لیکن آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں روز آیا کروں گا فلحال تو میں کسی خاص مقصد سے آیا ہوں"

وہ جب سے یہاں آیا تھا اسے روح نظر نہیں آئی تھی اور وہ نا جانے کب سے اسے ڈھونڈ بھی رہا تھا سردار موسیٰ اس کی ڈھونڈتی نظروں کو محسوس کر پا رہا تھا اور اس کے خاص مقصد ہر بھی وہ بہت کچھ سمجھ گیا تھا لیکن کچھ کہہ نہیں رہا تھا گلناز بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی وہ سردار موسیٰ سے زیادہ پیارا تھا اس کی سیاہ رنگ کی سمندر جیسی آنکھیں اسے سب سے منفرد اور الگ بناتی تھی سید حویلی کا ہر ہوتا ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی یہیٰ"

کنزہ بیگم نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔۔

"میں کہہ رہا ہوں نہ میں آؤں گا روز آؤں گا لیکن فلحال آپ نے میری بات سنی نہیں میں کسی خاص مقصد کے لیے آیا ہوں"
یہیٰ نے ایک بار پھر سے اپنی بات کی تھی۔۔

"کس مقصد سے یہیٰ بیٹا"
اب کی بار سید سائیں نے ہی پوچھ لیا تھا وہ بھی اپنے پوتے کو اپنی حویلی میں دیکھنا چاہتے تھے لیکن بولنے کی ہمت نہیں تھی۔۔

"میں یہاں روح کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں اپنے لیے"
اسے معلوم تھا اس کی یہ بات سن کر وہاں موجود سب کو ہی دھچکا لگے گا اور اس کی توقع کے عین مطابق ہی ہوا تھا۔۔

"یہیٰ بیٹا"

کنزہ بیگم نے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے ماں سائیں میں نے کچھ غلط کہہ دیا ہے کیا"
یہیٰ نے سب کو حیران دیکھ کر کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔۔

"تمھیں معلوم ہونا چاہیے جس لڑکی کا تم رشتہ لے کر آئے ہو وہ میرے نام سے منسوب ہو چکی ہے"
سردار موسیٰ نے غصے سے کہا تھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اس کے کھڑا ہونے پر وہاں موجود سب ہی لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔۔

"اواس میں میری کوئی غلطی نہیں مجھے اصل میں اس سے محبت ہو گئی ہے اور میں اسے حاصل کر کے ہی رہوں گا تو بہتر ہے آپ کو سیدھا سیدھا مجھے اس کا ہاتھ دیں دیں ورنہ میں اپنا طریقہ بھی استعمال کر سکتا ہوں"

وہ ان سب کو دیکھ کر بول رہا تھا روح بھی نیچے آئی تھی اسنے اس کی یہ باتیں سنی تھی وہ اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی سردار موسیٰ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے اپنے اوپر اس کی دی ہوئی شال ہی لی ہوئی تھی اب تک روح اس کی سیاہ آنکھیں دیکھ کر پہچان گئی تھی یہ شخص کون ہے اور ان سیاہ آنکھوں کو دیکھ کر تو کبھی وہ بھی ان میں کھوئی تھی۔۔

"نہیں میں کوئی چیز ہوں جو تمھیں اٹھا کر دے دیں"

روح نے اپنے سینے پر دونوں ہاتھ باندھ لیے تھے۔۔

"چیز نہیں تم سید یہیٰ نقوی کی محبت ہو"

اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کا نام سن کر اس نے کنزہ بیگم اور ساجد نقوی کی جانب دیکھا تھا۔۔

"او تو سید یحییٰ نقوی کو یاد آ گیا اس کا کوئی گھر بھی ہے اسے وہاں بھی جانا ہے اس کے ماں باپ اس کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہوں گیں مجھے نہیں لگتا ایسی بات ہے بلکہ تم اس لیے ائے ہو کیوں کہ جب تمھیں پتہ چلا میرا اور سردار موسیٰ کا نکاح ہو رہا ہے تو تمہیں تمھاری محبت کھو دینے کا ڈر ہوا اور تم یہاں پہنچ گئے ہیں نہ"

روح نے اسے دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر یحییٰ اسے دیکھ رہا تھا اس کے تیور بتا رہے تھے یہاں وہ کسی کی نہیں سنتی۔۔

"ہاں یہی بات ہے"

یہیٰ نے اس کی بات پر غصے سے ہاں میں جواب دیا تھا اور روح کا تھپڑ اٹھا تھا اس کا گال لال کر گیا۔۔

"شرم ہونی چاہیے انسان کے اندر جب تم جانتے تھے مجھے اس شخص کے نام سے منسوب کیا گیا ہے تو کس منہ سے رشتہ لے کر آئے ہو"
روح نے سردار موسیٰ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ یہیٰ روح کو دیکھ رہا تھا جس نے ابھی اس کے کال ہر تھپڑ مارا تھا۔۔

"کیوں کہ اس رشتے کے ہونے سے پہلے مجھے تم سے محبت ہو گئی تھی"
اس نے روح کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"تو جب محبت ہوئی تھی تب رشتہ لے کر آتے نہ اب لانے کی کیا ضرورت تھی بتاؤ کیا تم اس انتظار میں تھے کہ کوئی آ کر میرا رشتہ مانگ لے"

اس نے اس کو دیکھ کر سوال کیا تھا۔۔

"کیوں کہ مجھے لگا تم ابھی چھوٹی ہو کوئی ایسا فیصلہ نہیں ہو گا تمہارے حوالے سے"

یہیٰ نے ایک بار پھر اس کو دیکھ کر جواب دیا تھا۔۔

"بس بہت ہوا یہ لڑکی میری ہے میری ہونے والی بیوی"

سردار موسیٰ ان دونوں کے درمیان میں آگیا تھا اس نے روح کو اپنے پیچھے چھپا لیا جبکہ سردار موسیٰ کے یہ الفاظ یہیٰ کا دل گھایل کر رہے تھے۔۔

"سید سائیں"

یہیٰ نے اب سید سائیں کو دیکھا تھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"اگر آپ چاہتے ہیں میں اس حویلی میں واپس آجاؤ آپ سب کو چھوڑ کر نہ جاؤں تو آپ کو روح کا رشتہ مجھے دینا ہو گا"

یہیٰ نے اب آخری حربہ استعمال کیا تھا جبکہ اس کی بات پر کنزہ بیگم اپنے بیٹے کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی وہ لڑکی بھی انسان تھی اس کی بھی کوئی عزت تھی پہلے اسے زبردستی موسیٰ کے نام باندھ دیا اس نے اپنے بھائی کی محبت کے لیے ہاں کر دی اور اب یوں اس کا بیٹا اس کی تذلیل کرے گا۔۔

"ٹھیک ہے"

سید سائیں نے اس کی بات پر ہاں کی تھی جبکہ روح نم آنکھوں سے سید سائیں کو دیکھ رہی تھی وہاں موجود ہر شخص شاکڈ تھا بس گلناز اور نادیہ بیگم خوش نظر آرہے تھے۔۔

"آج واقعی مجھے اس بات کا احساس ہو رہا ہے میرا اس حویلی سے سوتیلہ رشتہ ہی ہے پہلے مجھے موسیٰ کے ساتھ باندھ دیا زبردستی جب میں نے نہ کی تو مجھے بلیک میل کرنے کے لیے ہاشم بھائی کا رشتہ ختم کر دیا پھر جب اپنی خوشیوں کو مار کر سردار موسیٰ کو قبول کیا تو اب پھر کسی چیز کی طرح اٹھا کر یہیٰ کے حوالے کر دیا اب بھی کوئی بولے گا میں سوتیلی نہیں ہوں"

روح نے نم آنکھوں سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سید سائیں کا دل کٹ کر رہ گیا تھا یہیٰ بھی اسے دیکھ رہا تھا وہ دیکھ سکتا تھا اس کی آنکھوں میں تکلیف ہاشم فوراً سے اس کے پاس آیا تھا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"نہیں روح میرے بچے ایسا نہیں ہے میری جان"

ہاشم نے اسے اپنے ساتھ لگا کر کہا تھا جبکہ وہ اس کی باہوں میں بے ہوش ہو گئی تھی۔۔

"روح روح آنکھیں کھولو روح میری بچی آنکھیں کھولو"

ہاشم نے اس کا گال تھپتھپایا تھا سب لوگ ہی پریشان ہو گئے تھے سردار موسیٰ نے اس لڑکی کو دیکھا تھا جیسے سیج میں کھیلنونا بنا دیا گیا تھا کبھی ایک کے ساتھ زبردستی باندھ دیا جاتا تو کبھی دوسرے کے ساتھ وہ اس حویلی کی سوتیلی بیٹی ہے اس بات کا احساس اسے اپنے سید سائیں نے ہی دلایا تھا ہاشم نے اسے اپنی باہوں میں اٹھا لیا تھا اور اسے لے کر اوپر کمرے کی طرف چلا گیا تھا سردار موسیٰ نقوی حویلی سے نکل گیا تھا جبکہ کنزہ بیگم اور ساجد نقوی اپنے بیٹے کو دیکھ رہے تھے ان کی تربیت ایسی تو نہیں تھی وہ تو سمجھ رہے تھے وہ آج کے لیے واپس آیا ہے لیکن ایسا نہیں تھا وہ تو اس لڑکی کی تسکین کرنے کے لیے آیا تھا اور سید سائیں نے اس کی بات کیوں مان لی تھی ان دونوں کو ہی یہ بات پسند نہیں آئی تھی سب لوگ ہی اس وقت روح کے لیے پریشان تھے۔۔

ہاشم روح کو لے کر اس کے کمرے میں ایا تھا اس کے پیچھے پیچھے ہی باقی حویلی کے سب لوگ ائے تھے۔۔

"موسیٰ ڈاکٹر کو کال کرو"

ہاشم روح کی حالت دیکھ کر سردار موسی سے بولا تھا جس نے بغیر دیر کیے ڈاکٹر کو کال کی تھی۔۔

"فکر مت کرو ٹھیک ہو جائے گی وہ"

سردار موسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"کیسے فکر نہ کرو پہلے زبردستی اسے تمہارے گلے باندھ دیا گیا حالانکہ وہ یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی میرے لیے وہ اس شادی کے لیے راضی ہوئی اور اب پھر اسے یہیٰ کے گلے باندھ دیا جا رہا ہے میری بہن انسان ہے کوئی کھلونا نہیں ہے"

ہاشم جان بوجھ کر تیز تیز کہہ رہا تھا تاکہ سید سائیں تو بخوبی سن سکیں۔۔

"ہاشم تم اس وقت خاموش رہ سکتے ہو"

احمد نقوی نے اسے دیکھ کر کہا تھا اسے تو اپنے بابا سائیں پر بھی غصہ آ رہا تھا جو اپنی بیٹی کے لیے کوئی اسٹینڈ نہیں لے رہا تھا۔۔

"کیوں خاموش ہوں میں بابا سائیں اپ سب لوگوں نے نا میری بہن کو کھلونا سمجھا ہوا ہے کبھی ایک کے ساتھ باندھ دیا تو کبھی دوسرے کے ساتھ لیکن اب ایسا نہیں ہوگا میری روح کی شادی ہوگی تو صرف موسیٰ سے ہوگی اگر موسی سے نہ ہوئی تو میں اس کی شادی یہیٰ سے بھی نہیں ہونے دوں گا"

ہاشم نے وہاں موجود سب پر اپنا فیصلہ سنایا تھا۔۔

"تم جانتے ہو نا تم اپنے دادا جان کے سامنے بات کر رہے ہو"
سید سائیں نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"میں بہت اچھے سے جانتا ہوں سید سائیں لیکن شاید آپ بھول گئے ہیں آپ نے میری بہن کو کھلونا سمجھا ہوا ہے پہلے آپ نے اسے موسیٰ کے ساتھ باندھ دیا اور اب جب یحییٰ واپس آیا ہے تو آپ اسے یحییٰ کے ساتھ باندھ رہے ہیں صرف اس لیے کہ اس کی ضد ہے کہ وہ میری بہن سے شادی کرے گا اگر اس کی شادی نہ ہوئی تو وہ یہ حویلی چھوڑ کر پھر سے چلا جائے گا جس نے حویلی چھوڑ کر جانا ہے وہ جائے لیکن میری بہن کی شادی موسیٰ سے ہی ہو گی اب، ہو گی تو موسیٰ سے ورنہ کسی سے بھی نہیں ہو گی" ہاشم غصے سے بول رہا تھا اتنے میں ڈاکٹر آ گئی تھی۔۔

"اچھا ریلیکس ہو تم ڈاکٹر کو چیک کرنے دو اسے"

سردار موسیٰ نے اس کو خاموش کروایا تھا وہ پیچھے ہو گیا تھا ڈاکٹر روح کو چیک کرنے لگی سب لوگ ہی ڈاکٹر کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔

"ان کے دل کی دھڑکن بہت کم ہے اور اس وقت انھیں سانسیں لینے میں بھی بہت مسئلہ ہو رہا ہے آپ کو ان کو فوراً ہوسپٹل میں چیک کروانا ہو گا کیونکہ کچھ بھی ہو سکتا ہے یہاں میں کچھ نہیں کر سکتی"

ڈاکٹر نے اس کی ہارٹ بیٹ اور سانسیں چیک کرتے ہوئے کہا تھا اس کی نبز بھی آہستہ سے چل رہی تھی ڈاکٹر کی بات سن کر سب پریشان ہو گئے تھے سید سائیں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا یہ کیا ہو گیا تھا ان کی معصوم سی پوتی کے ساتھ۔۔۔

"آپ لوگ سن رہے ہیں میں نے کیا کہا ہے"

ڈاکٹر نگ سب کو خاموش دیکھ کر کہا یحییٰ آگے آیا تھا۔

"جی جی ہم سن رہے ہیں میں آپ کے ساتھ ان کو لے کر چلتا ہوں"

یحییٰ کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کا دل مٹھیوں میں جکڑ لیا ہو اس کا دل بھی دھڑکنا بھول گیا ہو۔۔

"دور رہو تم میری بہن سے یہ سب تمھاری وجہ سے ہوا ہے اور اسکا بھائی ابھی زندہ ہے اسے کسی کی ضرورت نہیں"
ہاشم نے غصے سے کہا تھا یحییٰ ہاشم کو دیکھ رہا تھا وہ لڑکی اس کی محبت تھی اس کے دل میں دھڑکتی تھی اگر اسے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا سید سائیں کوئی ایسا فیصلہ کر دیں گیں تو وہ بہت پہلے ہی اسے اپنا بنا لیتا لیکن اب اس کا یہ فیصلہ اس لڑکی کی جان لے رہا تھا اس کی سانسیں تک اس سے چھین رہا تھا وہ خود کو بہت مجبور اور بے بس محسوس کر رہا تھا روح اس کی محبت تھی اس کے دل کی دھڑکن تھی وہ کیسے اپنی محبت چھوڑ سکتا ہے؟؟اس کی آنکھوں میں آنسوں تھے ہاشم اسے لے کر وہاں سے جا چکا تھا اس کے پیچھے پیچھے ہی سردار موسیٰ گیا تھا اور حویلی کے باقی مرد بھی گئے تھے۔۔

"یااللہ میری بچی کی حفاظت کرنا"

عافیہ بیگم روتے ہوئے کہہ رہی تھی ان کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر یحییٰ نے انھیں دیکھا تھا اس نے یہ تو کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ وہ سب کو تکلیف دے کر اسے حاصل کرے گا وہ تو محبت سے اسے اپنے سید سائیں سے مانگ کر حاصل کرنا چاہتا تھا اسے کیا پتہ تھا پیچھے یہ سب ہو جائے گا اس کی وجہ سے اس لڑکی اس حالت میں آجائے گی پہلے کہاں دیکھی تھی اس نے اپنی زندگی میں خوشیاں جواب مزید یہ سب دیکھنے کو مل رہا تھا لیکن یحییٰ بھی تو محبت کا ترسا ہوا تھا اس کے پاس کیا تھا کچھ بھی نہیں تو اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا تھا۔۔

"عافیہ"

کنزہ بیگم کی بھی آنکھوں میں آنسوں تھے وہ لڑکی انھیں بیٹیوں کی طرح عزیز تھی وہی تھی جب اس کے پاس اس کا یحییٰ نہیں تھا اسی نے ہی تو اس کا دکھ سمجھا تھا ہاں وہ بھی اسے پسند کرتی تھی کبھی انھوں نے بھی یہ چاہت کی تھی وہ اس کے یحییٰ کی دلہن بنے لیکن سید سائیں نے اسے موسیٰ کا کر دیا تھا تو پھر اب یوں کیوں کر رہے تھے۔۔

"نہیں بھابھی آپ یہ کیا کر رہی ہیں اٹھیں میں ہر گز نہیں برداشت کر سکتی"

عافیہ بیگم بیٹھی ہوئی تھی کنزہ بیگم اس کے پاس قدموں میں بیٹھنے لگی تھی وہ فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"ماں سائیں یہ آپ کیا کر رہی ہیں"

یحییٰ بھی ان کے پاس آ گیا تھا یحییٰ کو دیکھ کر انھوں نے ایک تھپڑ اس کے چہرے پر مارا تھا۔۔

"جب تم یہ بات جانتے تھے روح اور سردار موسیٰ کا رشتہ ہو چکا ہے تو تم اس کا رشتہ کیسے لائے کاش تم واپس نہ آتے یحییٰ آتے ساتھ ہی اتنی بڑی تکلیف دے دی اپنی ماں کو وہ بچی مجھے آپ ی بیٹیوں سے زیادہ عزیز ہے جب دم نہیں تھے وہ میرا سہارا بنی میں اسے کیسے اس حالت میں دیکھ سکتی ہوں"

کنزہ بیگم نے غصے سے کہا تھا جبکہ یحییٰ اپنی ماں سائیں کو دیکھ رہا تھا یحییٰ بھی تو ٹوٹ گیا تھا وہ اسکی بھی تو محبت تھی پہلے وہ کسی اور کی کو گئی اب اس کی ایسی حالت اور اس کے بعد سب حویلی والوں کا اس کے ساتھ ایسا رویہ۔۔

"توبہ توبہ کرو کنزہ بھابھی یہ آپ نے کیا کیا"

نادیہ بیگم یحییٰ کے پاس آکر بولی تھی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں ماں سائیں پھوپھو وہ لڑکی اتنی سب کی مستحق تو نہیں تھی جو سب اس کے ساتھ ہو رہا ہے"
یحییٰ نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔۔

"بس بچے یہ سب تو ہیں ہی ایسے اور پتہ نہیں وہ کس کی اولاد جس کے لیے بھابھی نے اپنی اولاد"
نادیہ بیگم ابھی بات کر رہی تھی کہ یحییٰ ان سے دور ہو گیا تھا اور غصے سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"پھوپھو آپ کی فطرت کبھی نہیں بدل سکتی"
یحییٰ یہ بات کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

"حوصلہ رکھو عافیہ وہ ٹھیک ہو جائے گی"

آیت بیگم نے بھی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا انہوں نے نور کو اشارہ کیا تھا پانی لانے کا وہ ہاں میں سر ہلا کر وہاں سے چلی گئی تھی پانی لانے۔۔



روح کو آئی سی یو میں رکھا گیا تھا اسے سانس نہیں آ رہی تھی آکسیجن ماسک کے ذریعے اسے سانس دی جا رہی تھی یہ تو اللہ کا شکر تھا اس کے ٹیسٹ سب صحیح آئے تھے بس ڈاکٹرز کا کہنا تھا یہ temporary attack تھا ان کے ساتھ باقی یہ بلکل ٹھیک ہیں جب تک اس کی سانسیں معمول پر نہیں آ جاتی تب تک اسے یہی رکھا جائے گا ہاشم نے خدا کا شکر ادا کیا تھا اس کی بہن بلکل ٹھیک تھی سب لوگ ہی ہاسپٹل میں تھے اس کے بعد یحییٰ بھی وہاں آ گیا تھا جیسے دیکھ کر ہاشم کو غصہ تو آیا تھا لیکن وہ یہاں کچھ کر نہیں سکتا تھا اس لیے خاموش ہی رہا تھا۔۔

"چاچا سائیں آپ کچھ کھا لیں"

سردار موسیٰ احمد نقوی کے پاس آئے تھے۔۔

"کیسے کھالوں کیسا باپ ہوں میں اس کے لیے کچھ کہہ ہی نہیں سکتا کبھی اس کے لیے اسٹینڈ ہی نہیں لیا کبھی یہ نہیں جاننے کی کوشش کی وہ کیا چاہتی ہے"

احمد نقوی نم آنکھوں سے بول رہے تھے سید سائیں بھی وہاں موجود تھے انھیں سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کریں ان کے فیصلے کی وجہ سے ہر کوئی خود کو قصوروار سمجھ رہا تھا انھوں نے یحییٰ کو دیکھا تھا آج سے 9 سال پہلے جب اس کی کوئی غلطی بھی نہ تھی محز ایک الزام کی وجہ سے اسے حویلی سے نکال دیا تھا گیا تھا اور وہ اج تک اپنوں سے دور تھا اس کی آنکھوں میں محبت تھی روح کے لیے اور درد بھی تھا اس وقت سانسیں تو اس کی بھی بند ہو رہی تھی اپنے محبوب کی اس حالت پر۔۔

🎀🎀

ماضی

رات کا پہر تھا وہ زمینوں سے واپس آرہا تھا جب اسے ایک لڑکی کی چیخنے کی آوازیں سنائی دی تھی وہ فوراً سے ان آوازوں کو فولو کر کے اس طرف گیا تھا وہاں ایک کچے مکان سے یہ ساری آوازیں آرہی تھی وہ اس طرف گیا تھا لیکن تب تک وہ لوگ جو اس لڑکی کے ساتھ زبردستی کر رہے تھے وہاں سے بھاگ چکے تھے وہ فوراً سے اس لڑکی کے پاس آیا تھا جس کی سانسیں اتھل پتھل تھی اور وجود پر کپڑے نہیں تھے اس نے فوراً سے آہنی شال اتار کر اس لڑکی پر ڈالی تھی اس کی عمر لگ بھگ 15 سال کے قریب ہو گی اتنے میں وہاں قبیلے کے لوگ آگئے تھے اور انھوں نے یہ سارا الزام سید یحییٰ نقوی پر ڈال دیا کہ اس لڑکی کے ساتھ زبردستی کرنے والا وہ تھا وہ لڑکی وہی مر گئی تھی وہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن قبیلے کے لوگوں نے اسے کچھ بولنے نہ دیا اور اسے مارنا شروع کر دیا اگلے دن پنچائیت لگی سید سائیں سربراہی کرسی پر بیٹھے تھے کیوں کہ وہ سردار تھے قبیلے کے ان کے ایک طرف ان کا بڑا بیٹا ساجد نقوی بیٹھا ہوا تھا جنھیں اپنے بیٹے ہر پورا یقین

تھاوہ تو حویلی کی بچیوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا تو اس لڑکی کے ساتھ یہ سب کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا یحییٰ کو لایا گیا تھا اس کی حالت دیکھ کر سید سائیں سمیت حویلی کے سب لوگوں کا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔۔

"سید سائیں اب آپ اس جرم کو چھپانے کی کوشش کریں گیں کیوں کہ یحییٰ آپ کا پوتا ہے"
دوسرے قبیلے کا آدمی اٹھ کر بولا تھا ان کی بد قسمتی یہ تھی کہ ان کے پاس کوئی گواہ کوئی ثبوت نہیں تھا۔۔

"میں نے ایسا نہیں کیا لیکن ابھی گناہ میرے پوتے پر ثابت نہیں ہوا ہے"
سید سائیں اس کو دیکھ کر بولے تھے۔۔

"لیکن ہم چاروں نے اسے وہاں اس لڑکی کے پاس دیکھا ہے"

یہ وہی چار آدمی تھے جنہوں نے رات یحییٰ کو اس لڑکی کے پاس دیکھا تھا۔۔

"تو کیا دیکھنے کا مطلب یہ ہے یہ سب یحییٰ نے کیا ہے"
سید سائیں پھر سے بولے تھے۔۔

"سید سائیں اب آپ اپنے پوتے کو بچا رہے ہیں"
ایک آدمی پنچایت میں سے آٹھ کو بولا تھا۔۔

"تم چاروں میں سے کوئی ایسا جس نے یحییٰ کو اس لڑکی کے ساتھ زبردستی کرتے ہوئے دیکھا ہو"
سید سائیں نے ان چاروں کو دیکھ کر پوچھا جس میں سے ایک فوراً سے بولا تھا۔۔

"ہاں میں نے دیکھا ہے اور میں پھر ان تینوں کو لے کر آیا تھا اسے بچانے کے لیے لیکن تب تک یہ اس بچی کی جان لے چکا تھا"

اس لڑکی کے گھر والے کھڑے وہاں تو رہے تھے سید سائیں کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں آ رہا تھا جس سے وہ یحییٰ کو بچا سکیں۔۔

"آپ سب کی باتوں کو دیکھ کر ہم یحییٰ کو جب تک مکمل طور پر سب پتہ نہ چل جائے اس قبیلے سے اور حویلی دونوں سے نکال رہے ہیں اور اگر یہ سچ ہوا تو 5 سال تک وہ یہاں سے دور رہے گا اس کے بعد اس قبیلے آ سکتا ہے حویلی نہیں کیونکہ یہ ہمارے لیے کر چکا ہو گا"

سید سائیں نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا تھا ورنہ وہ لوگ ان کے پوتے کی جان لے لیتے جبکہ یحییٰ حیرانی سے اپنے سید سائیں کو دیکھ رہے تھے جو اسے فرار کر دیے تھے کسی مجرم کی طرح اس نے تو کوئی جرم نہیں کیا تھا وہ اسے یہاں رکھ کر بھی تو سب کا پتہ لگا سکتے تھے نہ کیا انھیں بس اتنا ہی یقین تھا اپنے پوتے پر۔۔

"لیکن سید سائیں میں نے کچھ نہیں کیا"
یحییٰ نے فوراً سے کچھ کہنا چاہا تھا۔۔

"ابھی کے لیے تم مجرم ہو تو تمہیں ہمارا فیصلہ ماننا ہو گا"

سید سائیں نے کہا تو یحییٰ وہاں سے نکل گیا تھا وہ خود ہی سب کچھ چھوڑ کر چلا گیا اس کے بعد وہ حویلی نہیں بلکہ سب کچھ چھوڑ کر چلا گیا تھا اور کبھی نہ آنے کا فیصلہ کیا تھا کیا یہ ہوتا ہے انصاف کا تقاضا وہ اپنی سچائی ثابت کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے سید سائیں نے اسے موقع نہ دیا وہ قبیلوں کے سردار تھے ان کے فیصلے کے خلاف کوئی نہ جاتا وہ اسے موقع تو دیتے لیکن سب کی باتوں کو مان کر انھوں نے بس اپنے پوتے کی بات نہیں مانی تھی یحییٰ کے جانے کے بعد ایک آواز گونجی تھی۔۔

"سید سائیں ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں"
اس لڑکی کی ماں سامنے آئی تھی۔۔

"ہاں بولو بیٹا"
ان کو روتا دیکھ کر سید سائیں نے کہا تھا۔۔

"سید سائیں میری بیٹی کا مجرم یحییٰ نہیں ہے بلکہ یہ جو چار شخص کھڑے ہیں نہ یہ ہیں اور اس کا اپنا باپ ہے جس نے پیسوں کے لیے اسے دے دیا تھا انھیں اور پھر انھوں نے مل کر یحییٰ بیٹے پر الزام لگایا میں اپنی بیٹی کے لیے انصاف چاہتی ہوں میں جانتی ہوں اگر میں آج خاموش رہی تو میری بیٹی کو انصاف نہیں ملے گا اس لیے سید سائیں میری بیٹی کو انصاف دلائیں"

وہ بے چاری ماں روتے ہوئے بول رہی تھی لیکن اب یحییٰ جا چکا تھا اس نے واپس نہیں آنا تھا اس لڑکی کے مجرموں کو تو سزا مل گئی تھی لیکن یحییٰ کا یقین نہ کر کے اسے یوں مجرموں کی طرح نکال کر سید سائیں نے غلط کیا تھا اور اس کے بعد یحییٰ نہیں آیا تھا اور 9 سال تک وہ ان سب سے دور رہا تھا۔۔



حال

یحییٰ احمد نقوی کے پاس آیا تھا اور ان کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا سب لوگ ان کو ہی دیکھ رہے تھے ساجد نقوی کو اپنے بیٹے پر غصہ آرہا تھا آج جو سب ہو رہا تھا وہ سب اسکی وجہ سے تھا سب لوگ پریشان تھے خود کو قصور وار بنا رہے تھے سب اس کی وجہ سے تھا۔۔

"مجھے معاف کر دیں چاچا سائیں مجھ سے غلطی ہو گئی میں اپنے کیے پر شرمندہ ہو میری وجہ سے ہوا ہے نہ یہ سب میں واپس چلا جاتا ہوں ایسا نہیں ہو گا"

یحییٰ نے ان کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ احمد نقوی نے فوراً سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے تھے۔۔

"ایسا نہیں ہے تمھاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا اور تم نہیں جاؤ گے اب اولاد کو کھو دینے کا دکھ کیا ہوتا ہے اچھے سے اس وقت میں جان سکتا ہوں پلیز اپنے ماں باپ کو چھوڑ کو نہ جاؤ"

احمد نقوی نے اسے دیکھ کر کہا تھا یحییٰ ان کے سینے سے لگ گیا تھا وہ رو رہا تھا سب ختم ہو گیا تھا اس نے اپنی محبت ہار دی تھی ایک بار پہلے وہ ماضی میں ہار گیا تھا اور آج پھر اس نے اپنی محبت ہار دی تھی یہ درد بہت بڑا تھا اس کے لیے خود کو مضبوط بنانا تھا اسے اس کے لیے پھر سے ماتم کے دن آ چکے تھے وہ وہاں سے نکل گیا تھا کیوں کہ وہ وہاں مزید نہیں رک سکتا تھا سب نے ہی اسے جاتے دیکھا تھا کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آ گئی تھی۔۔

"کیسی ہے میری بہن"

ہاشم نے فوراً سے پوچھا تھا۔۔

"وہ اب ٹھیک ہیں آپ ان سے مل سکتے ہیں"
ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا ہاشم سے سے پہلے اندر گیا تھا اس کے پیچھے پیچھے ہی باقی سب بھی آئے تھے۔۔

"کیا کرتی ہو روح اپنے بھائی کی روح نکال دی تھی تم نے"
ہاشم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کے ہاتھ پر بوسہ دیا تھا۔۔

"روح تو میری چھلنی ہو گئی ہے بھائی"
روح نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔

"سید سائیں آپ کو اپنا فیصلہ بدلنا ہو گا جو ہاں آپ یحییٰ سے کر چکے ہیں آپ کو نہ کرنا پڑے گا کیوں کہ میں نہیں برداشت کر سکتا اپنی روح کی ایسی حالت اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو میں اپنی بہن کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا بہت دور اور آپ کی ایک اور پوتی بس آپ کے پوتے کے نام سے منسوب رہ جائے گی میں اسے کبھی بھی چھوڑوں گا بھی نہیں کیونکہ وہ میری عزت ہے"

ہاشم غصے سے بول رہا تھا جبکہ اس کی بات سن کر سید سائیں کے آنکھوں سے آنسوں گرے تھے۔۔

"ہاشم کیا لگتا ہے تمھیں ہمارا یحییٰ جیسے ٹوٹ کر گیا ہے اس کا مطلب کیا تھا"

سید سائیں نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"ایک بار پھر وہ اپنی خوشیاں قربان کر کے چلا گیا ہے"

سید سائیں نے اس کو دیکھا تھا وہ روح کے پاس آئے تھے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔۔

"اپنے سید سائیں کو معاف کر دو ہر کوئی ہم سے دور ہو رہا ہے تم اپنے سید سائیں کی پہلی والی روح بن جاؤں"

سید سائیں کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر ان کے گال پر گرا تھا جس پر اس نے فوراً سے ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا پہلے انہوں نے اپنی پیاری پوتی کھو دی جو پوتا انھیں حد سے زیادہ عزیز تھا اس پر اتنا بڑا الزام لگا اور وہ پورے 9 سال کے لیے ان سے دور ہو گئے اس کے بعد موسیٰ نے وہ جگہ بھرنی چاہی لیکن ہر کسی کی اپنی جگہ ہوتی ہے کوئی دُوسرا تو نہیں لے سکتا نہ وہ اداس ہوتے تھے لیکن کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے جب وہ پوتا واپس آیا تو ان کی محبت میں انھوں نے یہ کیا تھا ورنہ وہ اپنی روح اور موسیٰ کے ساتھ ایسا کر گز نہیں کر سکتے تھے۔۔

"اوکے"

روح نے ان کے ہاتھ جو اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔۔

"بس اب جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تو اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"میری گڑیا ٹھیک ہے"
ساجد نقوی نے مسکرا کر پوچھا جس پر اس نے ہاں میں جواب دیا تھا۔۔

"یار میں کچھ ٹائم کے لیے بیمار کیا ہوئی یہاں تو سب ہی بیمار ہو گئے چلو ہنسو پھر سے اور حویلی چلو مجھے یہاں نہیں رہنا"
روح نے منہ بنا کر کہا تھا جس پر وہ سب مسکرائے تھے۔۔

"جب تک ڈاکٹر permission نہیں دے دیتی تب تک تم نہیں جا سکتی"

ہاشم نے مسکرا کر کہا جبکہ سردار موسیٰ آنکھوں میں محبت لیے اسے دیکھ رہا تھا وہ بہت پیاری تھی حویلی کی ساری لڑکیاں ایک طرف اور وہ ایک طرف وہ سچ میں بہت پیاری اور بہت خوبصورت تھی۔۔

"یہ کیا بات ہوئی"

روح نے منہ بنا کر کہا جس پر سب ہی مسکرا کر اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"یہ وہ بات ہوئی جس ڈاکٹر نے کی"

ریاست نقوی نے ہنس کر کہا تھا جس پر وہ انھیں دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا آپ لوگ حویلی چلیں جائیں ہم روح کو لے کر آجائیں گیں"

سردار موسیٰ نے ان سب سے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا سب لوگ واپس حویلی چلے گئے تھے سوائے موسیٰ اور ہاشم کے حنان بھی ان کے ساتھ ہی تھا لیکن وہ اندر نہیں آیا تھا جانتا تھا روح اسے دیکھ کر غصہ ہو جائے گی اس لیے جب تک اس کی طبیعت ٹھیک نہ ہو گئی تب تک وہ وہی تھا۔۔

"ویسے سردارنی روح آپ لکی ہیں"
سردار موسیٰ آج پہلی بار اس سے اس ٹون میں بات کر رہا تھا روح نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"جب تک آپ کو طبیعت ٹھیک نہ ہو گئی آپ کی سانسیں معمول پر نہ آ گئی آپ کا بھائی روتا رہا ہے"
سردار موسیٰ نے ہاشم کو دیکھ کر کہا جس پر روح نے بھی ہاشم کو دیکھا تھا۔۔

"اچھا میں ڈاکٹر سے پوچھ کر آتا ہوں کب تک discharge کریں گیں"

ہاشم مسکرا کر بولا تھا اور وہاں سے نکل گیا تھا اب کمرے میں بس وہ دونوں تھے۔۔

"کیسا فیل کر رہی ہو اب"

سردار موسیٰ نے اس کو دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"ٹھیک"

روح نے بس مصنوئی سا جواب دیا تھا۔۔

"ویسے آج تمھارے پاس آپشن تھا تمھاری مجھ سے جان چھوٹ جاتی تو پھر تم نے یحییٰ سے رشتے کے لیے ہاں کیوں نہیں کیا اپنی جان کیوں نہیں چھڑائی"

سردار موسی اسے دیکھ کر پوچھ رہا تھا۔۔

"اب یہ خوش فہمی ہر گز نہ پال لینا مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے پہلی بات تو مجھے کسی سے شادی کرنی ہی نہیں ہے دوسری بات اگر میں تم سے شادی کر رہی ہوں تو صرف اور صرف سردارنی بننے کے لیے کر رہی ہوں اس کے علاوہ مجھے تم سے شادی کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے اور ویسے بھی یحییٰ سے شادی کر کے مجھے کیا ملتا سردارنی تو میں بن نہیں سکتی تھی میں صرف اور صرف سردارنی بننے کے لیے تم سے شادی کر رہی ہو"

روح نے منہ بنا کر اسے دیکھ کر جواب دیا تھا جبکہ سردار موسیٰ پر آج یہ انکشاف ہوا تھا وہ اس سے شادی صرف اور صرف سردارنی بننے کے لیے کر رہی ہے ورنہ اسے اس سے شادی کرنی ہی نہیں تھی۔۔

"مطلب میرا کوئی سٹیٹس ہے میرا نام ہے میں کچھ بھی کر سکتا ہوں اور اسی وجہ سے تم مجھ سے شادی کر رہی ہو تاکہ تم سردارنی بن جاؤ"
سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر کہا جس پر روح اسے گھور رہی تھی۔۔

"ہاں تو زیادہ ہواؤں میں اڑنے کی ضرورت نہیں ہے اب اس بات پہ نہ اڑنے لگ جانا"
روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ مسکرا رہا تھا۔۔

"اچھا ہم دونوں دشمن ہی صحیح لیکن اتنا تو بتا دو کیسا فیل کر رہی ہو"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔۔

"ٹھیک ہوں"

اس نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا سردار موسیٰ کو بھی اب سمجھ نہیں آیا اس سے کیا بات کرے اس لیے خاموش ہو گیا۔۔

"سنو"

سردار موسیٰ جب خاموش ہو گیا تو روح اسے دیکھ کر بولی۔۔

"ہم بولو"

سردار موسیٰ نے اس کے بلانے پر اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔۔

"میں نکاح کا ڈریس اپنی مرضی سے لون گی"

روح نے اسے دیکھ کر برا سا منہ بنا کر کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا ایسی حالت میں جب اس کی سانسیں مشکل سے معمول پر آئی تھی وہ ہاسپٹل کے بیڈ پر لیٹی اس سے یہ مطالبہ کر رہی تھی کہ وہ شادی کا ڈریس اپنی مرضی سے لے گی۔۔

"دیکھیں گیں"

سردار موسیٰ نے بس مصنوئی سا جواب دیا تھا اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔

"دیکھیں گیں نہیں مجھے اپنی مرضی کا ڈریس چاہیے"

روح نے فوراً سے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"روح تمھارے دماغ میں کیا چل رہا ہے میں اچھے سے جانتا ہوں اور ایسے کپڑے میں تھیں پہننے نہیں دے سکتا"

سردار موسیٰ نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میرا بھی تم سے چیلنج ہے سردار سید موسیٰ نقوی میں ڈریس تو وہی لوں گی جو مجھے پسند ہو گا"

روح نے اسے چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار دے اسے ہاسپٹل کے بیڈ پر بھی سکون نہیں تھا وہ خاموشی سے کھڑا ہو کر اب موبائل میں مصروف ہو گیا تھا جبکہ روح اسے غصے سے گھور رہی تھی۔۔

"یوں غصے سے بھی نہ گھوریں سردارنی روح کہیں محبت نہ ہو جائے"

وہ اپنے موبائل میں مصروف بولا تھا روح کو غصہ آیا تھا اس نے تو ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا پھر اسے کیسے پتہ چلا وہ اسے گھور رہی ہے۔۔

"میں اپنے ہاتھوں سے زہر پینا پسند کروں گی تم سے محبت نہیں"

روح نے بھی اسے دیکھ کر جواب دیا تھا اور پھر خاموش ہو گئی تھی اس کی بات پر سردار موسیٰ نقوی مسکرایا تھا۔۔

"دیکھتے ہیں"

وہ خود سے بڑبڑایا تھا اور پھر سے موبائل میں میسج ٹائپ کرنے لگ گیا۔۔

"پتہ نہیں کون ہے ایسی جیسے اتنی دیر سے میسج ٹائپ کر رہے ہیں"

روح خود سے بڑبڑائی تھی اس کی بڑبڑاہٹ سردار موسیٰ نے باخوبی سنی تھی اور مسکرادیا تھا۔۔



وہ گھر آگئی تھی اور اس وقت کنزہ بیگم کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی وہ جب سے آئی تھی کنزہ بیگم اس سے معافی مانگ رہی تھی جس پر اس نے انھیں ڈانٹ بھی دیا تھا کہ ان کی غلطی نہیں ہے اب اگر انھوں نے معافی مانگی تو وہ ناراض ہو جائے گی جس پر سب لوگ ہی اسے دیکھ کر مسکرا رہے تھے انھوں نے بھی اس کے ماتھے پر پیار دیا تھا عافیہ بیگم اسے کھیر کھلا رہی تھی اور وہ مزے سے کنزہ بیگم کے ساتھ لگ کر کھیر کھا رہی تھی۔۔

"بیمار ہونے کا فایدہ تو ہوا ہے"

روح سب کو دیکھ مسکرا کر بولی تھی جب اس کی بات پر سب اسے گھور کر دیکھ رہے تھے اس نے سب کی ہی تو جان نکال دی تھی گلناز اسے نفرت سے دیکھ رہی تھی جبکہ نادیہ بیگم کے چہرے پر بھی غصہ تھا۔۔

"اور ہماری جان نکال دی تھی"
آیت بیگم نے اسے گھور کر دیکھا تھا جس پر وہ مسکرائی تھی۔۔

"ہاں نہ ہاشم تو جب تک ان محترمہ کی سانسیں معمول پر نا آئی روتا ہی رہا"
ریاست نقوی نے کہا تھا جس پر اس نے ہاشم کو دیکھا تھا۔۔

"آئی لو یو بھائی جان سچ میں اللہ آپ جیسا بھائی بس میرے پاس ہی رکھے"
اس نے کھلکھلا کر کہا جبکہ اس کی بات پر سب اسے گھور رہے تھے۔۔

"اچھا اچھا سب کو دے"

اس نے اپنا جملہ درست کیا تھا۔۔

"موسیٰ یحییٰ کا کچھ پتہ چلا کہاں گیا ہے"

سید سائیں نے سردار موسیٰ کو دیکھ کر کہا۔۔

"جی دادا جان وہ اپنے گھر پر ہی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی خبر رکھی تھی اسے اس پر غصہ تھا اس کا دل کر رہا تھا اس کی جان نکال دے کیوں کہ اس نے اس لڑکی کی طرف دیکھا تھا جو اس کی عزت تھی لیکن اپنے دادا جان کی وجہ سے وہ اپنا غصہ ضبط کر گیا تھا۔۔

"ہم اب نکاح کی تیاریاں دوبارہ سے شروع کی جائیں حویلی کو پھر سے سجانا شروع کردو اور نکاح سے کچھ دن پہلے ہی لڑکیوں کو شور شرابہ ڈالنا ہے ڈالنا آخر کو پتہ چلے سردار موسیٰ نقوی کی اس قبیلے کے سردار کی شادی ہے"
سید سائیں نے مسکرا کر کہا تو ساری لڑکیاں خوش ہو گئی تھی روح کی طبیعت کا سن کر ماہاماہنور بیگم اور مصطفیٰ نقوی بھی آ گئے تھے۔۔

"تھینک یو سید سائیں"
ماہا مسکرا کر بولی تھی ماہا انھیں اپنی نواسیوں کی طرح عزیز تھی سید سائیں بھی مسکرائے تھے سب لوگ بہت خوش تھے۔

یحییٰ اپنے گھر پھر سے واپس آگیا تھا اس کا وہاں جانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا وہ جو یہ سوچ کر گیا تھا وہ اپنی محبت حاصل کر لے گا محبت تو دور کی بات تھی اسے تو اس کے اپنوں نے پھر سے غلط ثابت کر دیا تھا۔۔ جیسے ماضی میں ایک بار وہ غلط ثابت ہوا تھا آج پھر سے اس کے اپنوں نے اسے غلط ثابت کر دیا تھا نہ صرف اپنوں نے بلکہ اس کے اپنے سگے ماں باپ اسے نہ سمجھ سکے تھے۔۔اس کی فیلنگز کو کسی نے نہیں سمجھا تھا سب نے اسے غلط سمجھا وہ تو صرف اور صرف ایک لڑکی میں اپنی پوری دنیا دیکھ چکا تھا اور اسی دنیا کو تعبیر میں بدلنے کے لیے وہ گیا تھا۔اس سے سب سے بڑی غلطی ہو گئی تھی کہ اس نے اس کی پڑھائی مکمل ہونے کا اس کے بڑے ہونے کا انتظار کیا حالانکہ وہ اپنے حویلی کے رواجوں سے اچھے سے واقف تھا لیکن نور اور کندیل تو اس سے بڑی تھی وہ ہونی ان کی شادی چاہیے تھی لیکن ہوا اس کی رہی تھی جس سے اس نے محبت کی تھی۔۔ جسے اس نے چاہا تھا جس میں اس نے اپنی پوری دنیا بنالی تھی کل اس نے اپنے سید سائیں کے فیصلے کو مان

کر سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور آج اس نے اس لڑکی کی عزت کے لیے اس لڑکی کی ابرو کے لیے اس قبیلے کے سردار کے لیے اپنے ماں باپ کے لیے اس لڑکی کے ماں باپ کے لیے اس حویلی والوں کے لیے اس نے اپنی محبت قربان کر دی تھی۔ حالانکہ محبت قربان نہیں کی جاتی محبت تو حاصل کی جاتی ہے محبت ہی تو ہے اس دنیا میں جو انسان کو دوسرے انسان سے جوڑے رکھتی ہے ورنہ اگر دلوں میں نفرتیں پیدا ہو جائیں تو رشتوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ وہ اس وقت شاور کے نیچے کھڑا تھا سردیوں کا آغاز ہو چکا تھا اور کوئٹہ کی سردی تھر تھرا دینے والی سردی تھی اور وہ اس سردی میں بغیر کسی چیز کی فکر کی ہے شاور کے نیچے کھڑا ہو کر خود کو سزا دے رہا تھا۔ لیکن خود کو کیسی سزا دینا اس نے تو کچھ غلط نہیں کیا تھا اس نے تو کسی کے ساتھ برا نہیں کیا تھا حالانکہ برا تو اس کے ساتھ ہوا تھا سب نے اس کی محبت کو نہیں سمجھا تھا اس کی فیلنگز کو نہیں سمجھا تھا اس کا دل کر رہا تھا سب کچھ تہس نہس کر

دے سب کچھ برباد کر دے اگر وہ لڑکی اس کی نہیں ہو پائی نا تو وہ اسے کسی اور کا بھی ہونے نہ دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ مجبور ہو گیا تھا اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں تھا۔

"کیوں کیا اپ لوگوں نے کیوں ایک بار پھر سے سید یحیی نقوی کو توڑ کر رکھ دیا کیوں کیا میں اسی قابل ہوں"

شاور سے گرتا پانی اسے مکمل تور پر بھیگا چکا تھا اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید اب تک سردی سے مر بھی چکا ہوتا کیونکہ وہ نہ جانے کتنی ہی دیر سے یہاں پر موجود تھا یہاں کھڑا تھا ایک بات تو اس نے ٹھان لی تھی وہ کمزور نہیں بنے گا اگر سب کو یہ لگتا ہے اسے محبت نہ ملنے کے بعد وہ کمزور ہو جائے گا تو ایسا نہیں ہو گا کوئی بھی یہ نہیں سوچ سکے گا کیونکہ وہ سب کا مقابلہ کرے گا وہ سب کو بتائے گا سید یحیی نقوی ایک نام ہے ایک پہچان ہے جو کہ اس نے خود بنائی ہے اس کی پہچان اس کی اپنی بنائی ہوئی تھی اور وہاں حویلی میں موجود جو پہچان تھی اس حویلی کے پوتوں کی وہ اپنی بنائی ہوئی نہیں تھی بلکہ وہ تو گاؤں کے بڑے ہونے کی وجہ سے قبیلے کے بڑے ہونے کی وجہ سے سرداری سید سائیں کی بات ہونے کی وجہ سے وہ مان تھا وہ رتبہ تھا وہ عزت تھی جو کہ اس حویلی کے پوتوں کو ملی تھی لیکن سید یحیی

نقوی نے اپنا نام خود بنایا تھا اپنی پہچان خود بنائی تھی اسے اس حویلی سے صرف اور صرف ذلت ملی تھی اور یہ جو آج سید یحیی نقوی تھا یحییٰ ایمپائر اس نے کھڑی کی تھی وہ اس کی اپنی بنائی گئی تھی۔۔

"تم کسی اور کی ہی سہی لیکن کبھی سید یحیی نقوی نے تمہیں ٹوٹ کر چاہا تھا سیدہ روح نقوی لیکن اج میں اپنے سارے جذبات تمہارے لیے مارنے والا ہوں آج کی رات سید یحییٰ نقوی اپنی محبت کا ماتم منائے گا لیکن اس کے بعد نہیں"

اس کی انکھیں بالکل سرخ ہو گئی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ پوری طرح بکھرا ہوا شخص ہے اور ایسی ہی بات تھی وہ بالکل بکھرا ہوا شخص تھا ماضی میں ہوئے واقع کی وجہ سے تو اس نے خود کو سنبھال لیا تھا لیکن محبت قربان کر دینا آسان بات نہیں ہوتی۔

شکوہ کریں تو کس سے کہ اے زخمِ نارسا...!
ہر شخص ہم سے کھیلا بڑے احترام سے

اے دردِ ہجر ہم سے محبت سے پیش آ..
ہم نے تجھے بھی جھیلا بڑے احترام سے



آج حویلی میں بڑی سی ڈھولکی کا اہتمام کیا گیا تھا اور یہ خاص دولہے کی بہنوں نے رکھی تھی انہوں نے اپنے بھائی کی شادی کو بالکل یادگار بنانا تھا اسی لیے یہ گرینڈ ڈھولکی رکھی گئی تھی جس میں ہر قبیلے کی خواتین کو بلایا گیا تھا اس قبیلے کی سردانیوں نے بھی آنا تھا پوری حویلی کو لال پیلے نیلے سبز گلابی پرپل کلر کے پردوں سے پیلے نارنگی سبز رنگ کے پھولوں اور لائٹنگ سے سجادیا گیا تھا وہ سید حویلی اپنی مثال اپ تھی بہت ہی وسیع اور شاندار حویلی تھی جو کہ سفید رنگ سے رنگی ہوئی تھی اور اس وقت رنگ برنگے پھولوں دوپٹوں لائٹوں میں وہ اور بھی زیادہ حسین منظر پیش کر رہی تھی ڈھولکی کا انتظام حویلی کے وسیع گارڈن میں رکھا گیا تھا اس جگہ کو بھی لال پیلے نیلے سبز گلابی پرپل کلر کے پردوں سے پیلے نارنگی سبز رنگ کے پھولوں اور لائٹنگ سے سجادیا گیا تھا ساتھ میں زمین پر لال رنگ کی کالین بچھادی گئی تھی اس قالین پر تکیے رکھے گئے تھے وہ تکیے بھی مہارت سے سجائے گئے تھے سامنے ہی بہت ہی خوبصورت جھولا سجایا گیا تھا جو کہ انہیں رنگوں سے

انہیں پھولوں سے اسی طرح کی لائٹنگ سے سجایا گیا تھا اور وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا جو کہ خاص ہماری دلہن صاحبہ کے لیے تھا سبھی لوگ اپنی تیاری میں مصروف تھے لیکن دلہن صاحبہ کے لیے تو ابھی تک ڈریس ہی نہیں ایا تھا وہ سردار موسی کو زچ کر دینے کے لیے بولڈ ڈریسنگ کرنا چاہتی تھی لیکن ایسا ڈھولکی پر نہیں ہو سکا تھا اسی لیے اس کا منہ بنا ہوا تھا اس کا ڈریس جو تھا سردار موسی نے خود ارڈر کیا تھا اور وہ جانتی تھی اس سے تو وہ سردار موسی کو تنگ نہیں کر سکتی تھی اسی لیے اس وقت اس کا منہ بنا ہوا تھا سبھی لوگ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے سب کی کوئی نہ کوئی چیز اس وقت مسنگ ہی تھی روح کا ڈریس سردار موسی کی ذمیداری تھی اور فنکشن سے پہلے پہلے اتی تھی یہ ذمیداری اس نے خود لی تھی۔۔

وہ سب لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ سید یحیی نقوی حویلی میں داخل ہوا تھا اسے دیکھ کر وہ سب لوگ ہی حیران ہو گئے تھے کسی کو بھی اس کے انے کی امید نہیں تھی اس وقت تو ہر گز بھی نہیں کنزہ بیگم اور ساجد نقوی اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہے تھے انہیں بھی اس بات کا اندازہ تھا کہیں نہ کہیں ان دونوں نے بھی اپنے بیٹے کے ساتھ زیادتی کی ہے اگر اسے روح سے محبت ہو گئی تھی تو یہ اس کی غلطی نہیں تھی کیونکہ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو کہ بتا کر نہیں ہوتا یہ خود بخود ہو جاتا ہے اگر اس نے جان بوجھ کر ایسا کچھ کیا ہوتا تو اسے قصوروار ٹھہرایا جاتا لیکن اس نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا اس کے انے پر وہاں موجود سبھی لوگ کھڑے ہو گئے تھے گلناز بھی اسے دیکھ رہی تھی وہ سچ میں بہت زیادہ خوبصورت تھا اس کی سیاہ انکھیں سمندر جیسی گہری تھی اور وہ ہر رنگ کو مات دیتی تھی نادیہ بیگم بھی خوش ہو گئی تھی

کیونکہ وہ یہی تو چاہتی تھی ان کی بیٹی کی شادی نہ تو اب سردار موسی سے ہو سکتی تھی اور نہ ہی ہاشم سے ہو سکتی تھی اب وہی بچ گیا تھا جس سے وہ گلناز کی شادی کر سکتی تھی۔۔

"بیٹا تم"

سید سائیں اس کے پاس ائے تھے اسے دیکھ کر سید یحییٰ نقوی کچھ بھی نہیں بولا تھا۔۔

"میرے سر میں درد ہو رہا ہے ہم بعد میں بات کریں گے میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں"

اس کی سرخ رنگ کی انکھیں یہ بتا رہی تھی کہ رات اس نے کیسے گزاری ہو گی اس لیے وہ بات ختم کر کے وہاں سے اوپر چلا گیا تھا۔۔

"میں دیکھتی ہوں"

کنزا بیگم نے اس کے پیچھے جانا چاہا تھا لیکن سید سائیں کی اواز پر وہ رک گئی تھی۔۔

"اس وقت اسے اکیلے رہنے کی ضرورت ہے اسے اکیلا رہنے دو تو ہی بہتر ہے بہو"

سید سائیں بھی یہ کہہ کر وہاں سے جا چکے تھے اگر انہوں نے کسی کے ساتھ سب سے زیادہ زیادتی کی تھی تو وہ ان کا یہی پوتا تھا سید یحیی نقوی جس کے ساتھ انہوں نے سب سے زیادہ زیادتی کی تھی۔۔

"اپ سب لوگ پریشان نہ ہوں بھائی ٹھیک ہو جائیں گی"

کنڈیل ماحول بگڑتا دیکھ کر فوراسے بولی تھی اسے ویسے بھی سب کا موڈ اچھا ہی رہے تو بہتر ہے کیونکہ آج حویلی میں فنکشن تھا اور دلوں میں رنجشیں اچھی نہیں لگتی تھی۔۔

"انشاءاللہ"

کنزہ بیگم کی آواز میں نمی در آئی تھی کل انہوں نے روح کی تکلیف تو دیکھ لی لیکن اپنے بیٹے کی تکلیف کیسے وہ بھول گئی اج اس کی انکھیں دیکھ کر وہ اس بات کا اندازہ اچھے سے لگا سکتی تھی ان کے بیٹے کو روح سے کتنی محبت ہے لیکن افسوس وہ کچھ کر نہیں سکتی جب اسے ان کی ضرورت تھی تب انہوں نے وہ ضرورت بھی نہ پوری کی۔۔

"اچھا لڑکیوں تم سب جا کر تیار ہو جاؤ ویسے بھی تم لوگوں کو سب سے زیادہ ٹائم لگے گا تیار ہونے میں"

آیت بیگم نے ان سب کو وہاں موجود دیکھ کر کہا تھا جس پر وہ سب لوگ ہی کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"لیکن روح بھابھی کی ڈریس کا کیا ہو گا"

کندیل نے جاتے جاتے ایک بار پھر واپس آ کر کہا تھا جس پر سب نے ہی سردار موسیٰ کو دیکھا تھا۔۔

"کچھ ہی دیر میں تمہاری روح بھابھی کا ڈریس بھی اجائے گا تم جا کر تب تک تیار ہو جاؤ"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر کہا تھا روح تو وہاں سے آیت بیگم کے کہتے ہی اٹھ گئی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ سے سردار موسیٰ کو تنگ کرنے کا موقع جو نکل گیا تھا باقی سب لڑکیاں بھی چلی گئی تھی سب لوگوں نے ہی نورالہدیٰ کے کمرے میں تیار ہونا تھا سوائے روح کے روح کے لیے بیوٹیشن اس کے کمرے میں ہی پہنچ جائے گی چونکہ فیملی فنکشن تھا اور صرف اور صرف عورتوں نے ہونا تھا تو انہیں جیسے مرضی تیار ہونے کی اجازت تھی لیکن کپڑے ایسے بھی نہ ہوں کہ وجود کے ساتھ بالکل ہی چپکے ہوئے ہوں ایسے کپڑے حویلی کی لڑکیوں کو پہننا الاؤ نہیں تھا اور وہ پہن بھی نہیں سکتی تھی حویلی کا فنکشن تھا لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے سروں کو ڈھک کر ہی رکھنا تھا۔۔

🎀🎀

"کیا ہو رہا ہے"

سردار موسی جو کہ اپنے کمرے کی بالکنی میں کھڑا تھا ہاشم اس کے کمرے میں اسے ڈھونڈنے کے لیے ایا تھا لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا تو وہ بالکنی میں اسے دیکھنے کے لیے ایا تھا بہت سے وہیں مل گیا تو اس نے اس کی پشت دیکھ کر سوال کیا تھا۔۔

"کچھ نہیں تم بتاؤ کیسے انا ہوا"

سردار موسی نے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔۔

"کیا بات ہے تم پریشان لگ رہی ہو"

ہاشم اس کا دوست تھا سرداری اپنی جگہ تھی لیکن ان دونوں میں بہت اچھی دوستی تھی اس لیے ان دونوں میں کبھی بھی اسٹیٹس کا فرق نہیں ایا تھا۔۔

"یحیی کے بارے میں سوچ رہا تھا"

یہ کہہ کر وہ واپس مڑ گیا تھا اور کوئٹہ کے بلند ترین پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا یہ پہاڑ بھی کتنے خوبصورت تھے اور کتنی خوبصورت سے سجائے گئے تھے بے شک ہر ایک چیز میں اللہ کی قدرت تھی ہر ایک چیز اس کی قدرت کی گواہی دیتی ہے ایک پاک ذات ہے ایک ایسی ذات ہے جو اس دنیا میں موجود ہے جو اس پوری کائنات کو چلا رہی ہے اس لیے یہ پہاڑ بنائے تھے یہ اسمان کے بعد یہ زمین بھی اتنی ساری نعمتیں اب اسی کی ہی تو بنائی ہوئی تھی لیکن نہ جانے کیوں انسان اس سب پر غور نہیں کرتا۔۔

"کیا سوچ رہے ہو ان کے بارے میں"

وہ بھی اس کے ساتھ ہی آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی طرف دیکھا تھا اس نے۔۔

"مجھے غصہ آرہا ہے بہت زیادہ آرہا ہے جو لڑکی میرے نام سے منسوب ہے اس کے لیے وہ رشتہ لے کر آیا تھا اس بات کا غصہ اپنی جگہ لیکن اس کے لیے مجھے تکلیف بھی ہو رہی ہے ماضی میں جو اس کے ساتھ ہوا وہ پورے نو سال اپنا سے دور رہا اور پھر اس کے بعد مجھے نہیں پتہ کہاں اس کی روح سے ملاقات ہوئی کیسے اسے روح سے محبت ہو گئی لیکن جب یہ بات اسے پتہ تھی کہ وہ لڑکی میرے نام سے منسوب ہے رشتہ لے کے آنے کی کیا تک بنتی تھی اگر اس بات کو بھلا بھی دیا جائے لیکن اس کے دل میں جو روح کے لیے فیلنگز ہیں کیا وہ ختم ہو سکتی ہے اور اس کے بعد وہ اسی حویلی میں رہے اس کا روح سے امنہ سامنا ہو مجھے یہ بات پریشان کر رہی ہے اس کی آنکھوں میں جو درد تھا تم نے دیکھا اس کی آنکھیں کس طرح سرخ تھیں میں اس بات سے جتنا انکار کروں لیکن یہ ہے تو حقیقت نہ وہ روح کو ٹوٹ کر چاہتا ہے اور یہی بات مجھ سے برداشت نہیں ہو پا رہی میرا دل کر رہا ہے سب کچھ تہس نہس کر دوں وہ لڑکی میری ہے صرف میری ہے"

سردار موسیٰ سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ کیسے اس کے سامنے اپنی بات رکھے وہ کیسے اسے اپنے دل کا احوال بتائے وہ احوال جو اس وقت اس کا تھا جس لڑکی سے سب سے پہلے اسے محبت ہونی چاہیے تھی جس لڑکی کو ٹوٹ کر اسے چاہنا چاہیے تھا پہلے ہی کوئی اور چاہ چکا تھا اس سے محبت کر چکا تھا یہ بات اس سے برداشت نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

"تو پھر تم روح کو اتنا چاہو کہ تمہاری چاہت یحییٰ سے کئی گنا زیادہ ہو جائے اسے ایسے چاہو کہ وہ تمہیں چاہے پر مجبور ہو جائے یحییٰ کی محبت یحییٰ کی حد تک تھی لیکن تم اسے ایسے چاہو کہ روح کو بھی تم سے محبت ہو جائے پھر تمھاری محبت یحییٰ سب کئی گنا زیادہ ہو جائے گی"

ہاشم اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بات کر رہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ اس کی طرف دیکھ رہا تھا کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ وہ لڑکی بھی اسے چاہے گی لیکن یہ بات تو اس نے کبھی سوچی ہی نہیں تھی کتنا خوبصورت ہوتا اگر ایک لڑکی اسے چاہے یہ سوچتے ہی سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"مسکرایا جا رہا ہے ذرا ہمیں بھی تو پتہ چلے کس بات پر"
وہ ہنج سوچوں کی دنیا میں تھا جب ایک بار پھر سے ہاشم کی اواز سنائی دی تھی۔۔

"سردار ہوں تیار زیادہ تنگ نہ کر"
سردار موسیٰ واپس سے ہوش کی دنیا میں آتے ہوئے اسے گھور کر دیکھ رہا تھا اور پھر بولا تھا جبکہ اس کے سردار کہنے والی بات پر ہاشم نے قہقہہ لگایا تھا۔۔

"ہو گا تو سردار سب کے لیے میرے لیے نہیں اب تو سردارنی بھی آنے والی ہے پھر دیکھتے ہیں تمھاری سرداری کیسے چلتی ہے"
ہاشم نے اسے دیکھ کر چلینج کیا تھا۔۔

"اگر پتہ ہو تو پھر بھی سردار کے پاس زیادہ اختیارات ہوتے ہیں اور اس کی سب سنیں گیں لیکن اسے میری سنی پڑے گی یہ اصول ہے"
سردار موسیٰ نے بھی اسے اصول یاد کاروائے تھے ہاں وہ سردارنی تھی لیکن باقی لوگوں کے لیے قبیلے کی عورتوں کے لیے لیکن سردارنی کو بھی اس کے سردار کا حکم ماننا ہو گا۔۔

"دیکھتے ہیں اور تمھیں لگتا ہے روح اور تمھاری سن لے"

ہاشم اسے دیکھ کر بول رہا تھا جبکہ وہ اچھے سے جانتا تھا روح نے اس ہیں کبھی بھی نہیں سنی ہے ہاشم کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گیا تھا کیوں کہ بات تو ٹھیک تھی۔۔

"بات تو ٹھیک ہے اس نے نہیں سنی میری"
وہ اپنی حار پہلے ہی تسلیم کر چکا تھا جس پر ہاشم ایک بار پھر سے زور سے ہنسا تھا جبکہ اسے ہنستا دیکھ کر سردار موسیٰ کا دل کیا اس کا منہ توڑ دے۔۔

"اچھا سب چھوڑ جو کام دیا تھا وہ کر کے آیا ہے"
اچانک ہی موسیٰ کو یاد آیا تھا کہ اس نے اسے کوئی کام دیا ہے جس کی اس نے اسے یاد دھانی کرائی تھی۔۔

"ہاں کر کے آیا ہوں جیسے تم نے کہا تھا انٹرنس کے آگے بلکل کوئی بھی دلہن کی اور حویلی کی لڑکیوں اور عورتوں کی وڈیو یا پھر پیکچر نہیں بنائے گا ورنہ سردار موسیٰ کے غذب کا شکار وہ ہو گا"

ہاشم نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے اسے دیکھ کر یہ بات کی تھی ہوا کی سرد لہر ان دونوں کو ہی چھو کر گزری تھی سریوں نے تقریباً مکمل طریقے سے اپنا آغاز کر دیا تھا۔۔

"سردی کے لیے انتظام کیا ہے تم نے آگ کا"

سردار موسیٰ کے وجود سے جیسے ہی سرد ہوا کی لہر ٹکرائی تو اس نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"ہان مجھے اندازہ تھا اس لیے میں نے کروا دیا تھا"

وہ مسکرا کر بولا تھا جس پر اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

روح شیشے کے سامنے تیار کھڑی تھی وہ بہت خوبصورت تھی اس میں کوئی شک نہیں تھا لیکن بیوٹیشن نے اپنی مہارت استعمال کر کے اسے مزید خوبصورت بنا دیا تھا parrot کلر کے بلاؤز میں جس پر گولڈن رنگ میں کام ہوا تھا جو کہ فل سلیوز کی ساتھ تھا نیچے اس نے لہنگا ڈال رکھا تھا جس میں مختلف رنگ کی پٹیاں تھی جیسے کے لال پیلا نیلے سبز گلابی پرپل ان سب رنگوں کے ساتھ اس کا لہنگا بنا ہوا تھا اور اس پر بھی گولڈن میں کام کیا تھا اور یہی سب رنگ اس کے دوپٹے میں تھے دوپٹے کے بارڈر پر گولڈن لیس لگی ہوئی تھی ہلکے سے میک اپ میں اور پھولوں کی جیولری میں وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی وہ تھی ہی پیاری لیکن اس سب نے اسے مزید خوبصورت بنا دیا تھا۔

"ہائے میں اتنی پیاری ہوں"

اس نے خود کو شیشے میں دیکھ کر کہا تھا آج سے پہلے نہ تو اس نے ایسے کپڑے پہنے تھے اور نہ ہی اتنا میک کیا تھا اور اسے تو ان کپڑوں میں ابھی سے الجھن شروع ہو گئی تھی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اتنا دیر وہ کیسے ان کپڑوں میں گذارے گی۔۔

"ایک سیلفی"

اس نے موبائل نکال کر پیکچر لی تھی اپنی اس کے روم کو بھی بہت اچھے سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا ابھی وہ پیکچر لیتی کہ اس سے پہلے ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا کمرے کا دروازہ کھلنے پر اس نے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔۔

"تم"

جو شخص سامنے سے نمودار ہوا تھا اسے دیکھ کر اسے واقعی میں دھچکا لگا تھا۔۔

"ہاں میں"

سردار موسیٰ اس کو حیران دیکھ کر مسکرا کر بول رہا تھا اسکی حیرانگی یہ صاف صاف ظاہر کر رہی تھی کہ اسے اس کے یہاں آنے کی توقع ہر گز بھی نہیں تھی۔۔

"تم یہاں کیوں آئے ہو"

روح نے غصے سے کہا تھا اسے اس کا یہاں آنا ہر گز بھی پسند نہیں آیا تھا اور یہ بات اس نے اچھے سے اس پر واضح بھی کی تھی۔۔

"کیا مطلب کیوں آیا ہوں اپنی ہونے والی دلہن کو دیکھنے آیا ہوں اب اتنا تو حق ہے میرے پاس کہ اس کا یہ خوبصورت روپ سب سے پہلے میں ہی دیکھوں"

سردار موسیٰ نے اس کے پاس آکر اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر کہا تھا اسے دیکھ کر تو وہ بھی حیران ہوا تھا سچ میں اسے ہر گز بھی توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی پیاری لگے گی اس جوڑے میں یوں سجی سنوری وہ سچ میں اس کی سردارنی روح لگ رہی تھی۔۔

"نہیں ہے یہ حق تمھارے پاس"
روح نے غصے سے کہا تھا اور اس سے دور ہونا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس کی اس حرکت کو ناکام کیا تھا۔۔

"مجھ سے دور اب تم نہیں جا سکتی سردارنی روح موسیٰ نقوی یہ بات اچھے سے یاد کر لو"

سردار موسیٰ نے اسے کمر سے تھام کر اسے اپنے قریب کر لیا تھا جبکہ اس کے قریب ہونے پر روح کے دل کی دھڑکنیں تیز ہوئی تھی اور وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی آج پہلی بار اس نے اسے روح موسیٰ نقوی سے بلایا تھا اور اوپر سے اس کے قریب ہونے کا احساس اس کے لیے جان لیوا تھا اس کی گرم گرم سانسیں جو کے سر جھکانے کی وجہ سے اس کی چہرے پر پڑ رہی تھی اس کی تو مانو جان ہی جا رہی تھی اس کے قریب۔۔

"یہ۔۔یہ۔۔ک۔۔۔کیا۔۔۔حرکت ہے"
وہ اس سے دور ہونا چاہتی تھی لیکن ہو نہیں پا رہی تھی کہاں وہ چھ فٹ کا کسرتی جسم لیے اور اس سے پورے 9 سال بڑا سردار اور کہاں وہ 5.3 انچ کی معصوم سی 18 سال کی روح اس کی جان ہی جانی تھی نہ۔۔

کیا ہوا ہے سردارنی روح آپ اتنا گھبرا کیوں رہی ہیں"

اس کے چہرے پر گھبراہٹ دیکھ کر اس نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"مجھ سے دور ہو سردار موسیٰ نقوی"

روح نے ایک بار پھر سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے خود سے دور کرنا چاہا تھا لیکن اس کی یہ مزاحمت کام نہ کر سکی تھی جہاں اس نے پہلے ایک ہاتھ رکھا ہوا تھا اب وہی دونوں ہاتھ رکھ لیے تھے۔۔

"تم بلکل شیرنی ہو سردارنی روح لیکن تب تک جب تک کہ میری باہوں میں نہ آجاؤں میری کچھ پل کی دسترس اور گستاخیاں تمھیں بھیگی بلی بنادیں گی یہ بات تو میں اچھے سے جانتا ہوں تو کتنی ہی بولڈ کیوں نہ ہو لیکن شرم تو تم میں ہے اس حویلی کی باقی لڑکیوں کی طرح تم بھی معصوم ہو اور یہ بات بھی بلکل سچ ہے تمھارے اتنا قریب آنے والا میں پہلا مرد ہوں"

روح کو گھبراہٹ کا شکار دیکھ کر وہ بول رہا تھا جیسے وہ خود کے جذباتوں کو کنڑول کرتے ہوئے اسے خود سے دور کر رہی تھی لیکن وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

"جھوٹ بھائی آ چکے ہیں"

روح نے اپنی گھبراہٹ پر قابو رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ ہاشم کے ذکر پر سردار موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔

"ایسے نہ دیکھو وہ بھائی ہے میرا اور دور ہو"

روح کے دماغ میں اب کی بار شرارت سوجی تھی اس نے اپنی ہیل زور سے اس کے پاؤں پر ماری تھی سردار موسیٰ کو اس چیز کی توقع ہر گز بھی نہیں تھی اس نے بہت مشکل سے اپنے پاؤں میں ہوتے درد کو برداشت کیا تھا لیکن اسے چھوڑا پھر بھی نہیں تھا اب روح نے پھر کچھ ایسا کیا جس کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا ہیل کے ساتھ ہی اس کے دونوں پاؤں پر چڑھ گئی تھی اب روح کا پورا وزن اس پر تھا جبکہ سردار موسیٰ نے اب بھی اسے نہیں چھوڑا تھا۔

"خود کو زخمی مت کرو اور چھوڑو مجھے"

روح کو بھی برا لگ رہا تھا لیکن اس کے پاس دوسرا کوئی آپشن نہیں تھا۔۔

"میری فکر مت کرو اپنا سوچو تم میرے سے کیسے بچو گی"

سردار موسیٰ نے ہنس کر کہااس کے پاؤں میں درد ہو رہا تھا لیکن وہ ظاہر نہیں کر رہا تھااور اب تو وہ جان بوجھ کر پاؤں کو موومینٹ بھی دے رہی تھی ایک جگہ بھی نہیں کھڑی تھی۔۔۔

"اچھا اگر تم ایسے آدھا گھنٹا کھڑے ہو گئے نہ تو میں نکاح پر وہی پہنوں گی جو تم کہو گے"

روح نے مسکرا کر کہا تھااور اس کے گردن میں ہاتھ ڈال کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"ٹھیک ہے مسز موسیٰ تو بی"

سردار موسیٰ نے بھی ہامی بھری تھی اور اس کے بعد اس کے کمر کو مزید سختی میں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا کبھی اس کے ماتھے پر ٹچ کرتا کبھی فیس پر کہاں تو کبھی کہاں۔۔

"تنگ نہیں کرو مجھے"

روح کو اس کی یہ حرکتیں اچھی نہیں لگ رہی تھی اس نے غصے سے کہا تھا جس پر وہ مسکرایا تھا لیکن روکا نہیں تھا اور دیکھتے ہیں دیکھتے اسے یوں تنگ کرتے آدھا گھنٹا ہو گیا تھا۔۔

"ٹائم ہو گیا یاد رکھنا اپنی بات اور بہت خوبصورت لگ رہی ہو جیسے سردار موسیٰ کی بیوی کو ہونا چاہئے"

وہ یہ کہہ کر اسے پیچھے کرتے واشروم میں چلا گیا تھا اس کے جاتے ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا وہ ایک سردار تھا ہر چیز پرکھ سکتا تھا اور اسے اندازہ ہو گیا تھا کوئی آرہا ہے۔۔

سردار موسیٰ کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی آ رہا ہے اس لیے وہ اسے وہاں چھوڑ کر خود واشروم کی طرف چلا گیا تھا۔۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ"

نورالہدیٰ نے کمرے میں قدم رکھے جیسے اس پر نظر پڑی منہ سے بے ساختہ ماشاءاللہ نکلا تھا روح نے اس کی اس ادا پر مسکرا کر اسے دیکھا تھا نور الہدیٰ اس کے پاس آئی تھی اس نے لائیٹ گرین کلر میں فراک ڈالی تھی اور اس کا گلابی رنگ کا دوپٹہ اچھے سے سر پر لیا تھا اس پر نفاست سے گولڈن رنگ میں کام کیا تھا ساتھ موتیوں کا کام بھی تھا کانوں میں اس نے کٹوری کے ساتھ ائیر رنگ ڈالے تھے ہاتھوں میں گلاب کے گجرے ڈالے ہلکی سے میک آپ میں وہ مکمل طور پر تیار تھی۔۔

"کیسی لگ رہی ہوں میں"

اس نے نورالہدیٰ کے قریب آنے پر اپنے دوپٹے کو ٹھیک کرتے ہوئے کہا تھا جس پر نورالہدیٰ کھل کر مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی جبکہ نور الہدیٰ کے کمرے میں آنے کی وجہ سے سردار موسیٰ نقوی واشروم سے باہر نکل آیا تھا جبکہ نورالہدیٰ حیرانی سے اب اس کی طرف دیکھ رہی تھی جس بھائی کو وہ بلکل سیدھا سادہ اور معصوم سمجھتی تھی وہ تو یہاں اپنی ہونے والی بیگم سے ڈیٹیں مار رہا تھا۔۔

"نور پانچ منٹ کے لیے باہر جانا مجھے تمھاری ہونے والی بھابھی سے بات کرنی ہے"

سردار موسیٰ نے نورالہدیٰ کو دیکھ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے محبت سے کہا تھا جس پر نور ہاں میں سر ہلاتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی کیوں کہ اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی آپشن بھی نہیں تھا۔۔

"تمھیں کیا ضرورت تھی باہر آنے کی تم پاگل ہو نا جانے کی سے کیا سوچ رہی ہوں گی بھابھی"

روح کو اس کی اس حرکت پر غصہ آیا تھا اور وہ غصے سے اب اس پر برس بھی رہی تھی۔۔

"آرام سے آرام سے کیا ہو گیا ہے میری چھوٹی سی سردارنی روح"

سردار موسیٰ کو آج وہ بہت حسین لگ رہی تھی کیوں کہ اس کے دیے گئے ڈریس میں وہ وجود تھی اور اس نے اسے ایسے کسٹمائز کروایا تھا کہ اس کی چھوٹی سی سردارنی اس میں پوری طرح سے چھپ جائے۔۔

"میں چھوٹی نہیں ہوں"

اس نے انگلی دیکھا کر اسے وارن کیا تھا اس کے وارن کرنے پر سردار موسیٰ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال لیا تھا۔۔

"کہو تو ثابت کر ہے بتاؤ میری سردارنی آپ چھوٹی سی ہی ہیں"

سردار موسیٰ آنکھوں میں محبت لیے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر وہ حیران تھی اسے دھچکا لگ رہا تھا اچانک اس سردار کو ہو کیا گیا تھا جو کل تک اس سے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کرتا تھا آج آنکھوں میں محبت لیے اس سے بات کر رہا تھا۔۔

"ایک بات تو بتاؤ سردار موسیٰ نقوی"

روح نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دونوں کے درمیان فاصلہ قائم رکھتے ہوئے کہا تھا جس پر سردار موسیٰ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔

"بولیں میری سردارنی روح موسیٰ نقوی میں سن رہا ہوں"

سردار موسیٰ نے اپنے سینے پر موجود اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لے لیے تھے جب کہ اس کے اتنا قریب ہونے پر اب روح کو گھبراہٹ ہو رہی تھی یہاں آکر وہ اسے کچھ بول ہی نہ دے۔۔

"بولیں سردارنی میں منتظر ہوں"

سردار موسیٰ نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا اس کا دل بہت زور دے دھڑک رہا تھا ایسا پہلی بار تھا کہ کوئی اس کے اتنا قریب آیا تھا اور وہ بھی ایسے جیسے اس پر پورے حقوق رکھتا ہو روح کو گھبراہٹ ہو رہی تھی وہ لمبی لمبی سانسیں لینے لگی۔۔

"کیا ہوا ہے سردارنی صاحبہ آپ اتنا گھبرا کیوں رہی ہیں"

وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے بولا تھا روح کو کچھ اور سمجھ نہ آیا تو دوبارہ سے اس کے زخمی پاؤں پر وار کر چکی تھی اور اب کی بار سردار موسیٰ سے برداشت کرنا مشکل ہوا تھا کیوں کہ اس کا پاؤں پہلے ہی وہ زخمی کر چکی تھی اب وہ اس کے پاؤں پر چڑھ کر صرف کھڑی ہی نہیں تھی بلکہ جان بوجھ کر اپنی ہیل مزید زور سے اندر چبھانے کی کوشش کر رہی تھی جیسے نیچے سردار موسیٰ کا پاؤں نہیں زمیں ہو کہ ہیل اندر چلی جائے گی سردار موسیٰ کی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی روح نے اسے زور سے پیچھے کی طرف دھکا دیا جس وجہ سے وہ پیچھے ہو بھی گیا تھا سردار موسیٰ نقوی اب غصے سے اسے دیکھ رہا تھا اس لڑکی سے محبت کرنا ایسا ممکن ہی نہیں تھا وہ بس لوگوں کو خود سے دور کرنا جانتی تھی۔۔

"میں بتا رہی ہوں سردار موسیٰ نقوی اب اگر تم ایک اور بار بھی میرے قریب آئے تو میں شور مچا دوں گی ویسے بھی بہت مہمان آئے ہوئے ہیں پھر جو تم یہ شرافت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہو یہ بھی سب کے سامنے آجائے گا اور دوسری بات یہ کہ جس سرداری پر اتنا اتارتے ہو وہ تو ویسے بھی چلی جانی ہے ابھی جو یہ سر اونچا اونچا رکھ کر چلتے ہو یہ جھکا کر چلنا پڑے گی" روح غصے سے بول رہی تھی اس نے بہت مشکل سے اپنی سانسیں درست کی تھی اور اب اس کے آگے کھڑی تھی۔۔

"ایسی بات ہے تو پھر خود بھی سوچ لو اگر سب نے مجھے تمہارے ساتھ اس بند کمرے میں دیکھ لیا باندھ تو تمھیں ویسے بھی مجھ سے ہی دیں گیں اور سرداری کا مجھے کوئی شوق نہیں ہے ہاں البتہ جو تم مجھ سے سردارنی بننے کے لیے شادی کر رہی تھی وہ خواب تمھارا خواب ہی رہ جائے گا"

سردار موسیٰ بھی اکڑو اور گھمنڈی انسان تھا وہ کیسے اسے اس کی باتوں کا جواب نہ دیتا وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔۔

"نکاح کے لیے تیار رہنا اور ہاں ڈریس جو میں دوں گا وہ پہنا ہے"
سردار موسیٰ اسے جاتے جاتے اپنے پاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ بات کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

"تمھارا دیا ہوا ڈریس پہنتی ہے میری جوتی"
روح کے غصے سے کہا تھا جبکہ ابھی وہ اسی کے بھیجے گئے ڈریس میں ملبوس کھڑی تھی سردار موسیٰ کے جاتے ہی نور کے ساتھ ماہا اور کندیل اندر آئی تھی۔۔

"کیسی رہی پھر آپ دونوں کی ملاقات بھابھی جان"

کندیل نے روح ہوتنگ کرتے ہوئے کہا تھا جس پر روح اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے آنکھوں سے ہی نگل جائے گی۔۔

"تم نہ ہو تو مجھ سے بڑی لیکن کسی دن میرے ہی ہاتھوں ضائع ہو جاؤ گی"

روح نے سردار موسیٰ کا غصہ اب اس پر نکالا تھا کیوں کہ اسے سچ میں بہت زیادہ غصہ تھا آخر میں جو بات وہ کر کے گیا تھا۔۔

"اچھا چھوڑو کندیل روح کو نیچے لے کر چلو سب انتظار کر رہے ہیں"

نورالہدیٰ ماحول بگڑتا دیکھ کر بولی تھی اگر ابھی کندیل کچھ کہتی تو وہاں جنگ چھڑ جانی تھی پھر گرینڈ ڈھولکی کی جگہ گرینڈ جنگ ہونی تھی آج۔۔

"دوپٹہ دوماہا"

کندیل نور کے کہنے کی وجہ سے خاموش ہو گئی تھی اور ماہا سے دوپٹہ مانگا تھا جس کے نیچے روح کو لے کر جانا تھا ماہا نے اسے دوپٹہ دیا تھا وہ دوپٹہ بہت ہی خوبصورت تھا گرین کلر میں دوپٹہ تھا اور اس پر سنہرے حرفوں سے موسیٰ کی دلہن لکھا ہوا تھا اور اس کے باؤنڈری پر پیلے رنگ کی لیس لگی ہوئی تھی۔

"اسے تو چار لوگوں نے پکڑنا ہے چوتھی کون ہو گی"
ماہا نے ان دونوں سے کہا تھا۔۔

"تو تم باہر سے میرب کو پکڑ لو نہ وہ اور کہکشاں وہی موجود تھی"
نور نے ماہا سے کہا تھا میرب اور کہکشاں ان کے رشتے دار ہی تھے اور ان دونوں سے ان کی اچھی بنی ہوئی تھی اگر باقی رشتے داروں کو دیکھا جائے تو۔۔

"اچھانہ ابھی روح کو باہر ہی لے جاتے ہیں باہر سے ہی پکڑ لیں گیں"

ماہانے دو بیچ میں ہوتے ہوئے دونوں کونوں سے دوپٹہ پکڑ لیا جبکہ پیچھے سے ان دونوں نے پکڑا ہوا تھا۔۔

🎀🎀

وہ لوگ نیچے آرہے تھے جبکہ روح تو سجاوٹ اور حویلی دیکھ کر حیران ہو رہی تھی کتنا خوبصورتی سے سجایا گیا تھا ماحول میں زور زور سے گانوں کی آواز گونج رہی تھی تقریباً سب کو ہی اب تک معلوم ہو گیا تھا کہ سردار موسیٰ نقوی کا نکاح ہو رہا ہے روح کے ساتھ روح بھی یہ سب دیکھ کر سردار موسیٰ کی باتیں دماغ سے نکال ہی چکی تھی۔۔

"ویسے یقین کرنا مشکل ہو رہا ہے نور، روح اور موسیٰ بھائی کہیں سے بھی لگتا تھا کہ ان دونوں کا کپل بنے گا"

میرب جو کہ روح کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی اس نے کہا تھا اس کی بات پر روح نے اسے دیکھا تھا۔۔

"نہیں تو تمھارے کہنے کا مطلب کیا ہے"

اپنے ساتھ ساتھ چلتی روح نے میرب سے کہا تھا کیوں کہ روح اب اسے غصے سے گھور رہی تھی۔۔

"یہی سردارنی روح کہاں سردار موسیٰ اتنی رعب دار پرسنیلٹی ہے ان کی وہ اتنے ہینڈسم ہیں سارے قبیلے کی کیا شہر کی لڑکیاں بھی ان پر فدا ہیں اور کہاں تم جیسے بس لڑنے کے علاوہ کچھ آتا ہی نہیں ہے"

کہکشاں جو کہ ماہا کے ساتھ ساتھ آگے تھی اس نے دوپٹے کا ایک پلو پکڑا ہوا تھا اس نے جلتے پر پٹرول کا کام کیا تھا کیوں کہ اب میرب نے جانا تھا وہ دونوں بہنیں تھی لیکن بنتی دونوں کی نہیں تھی بس ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کا موقع مل جاتا ان کو اور یہ موقع کہکشاں کو مل چکا تھا۔۔

"تم لوگ یہ سوچتی ہو نہیں ہے ہی کیا اس سردار میں لنگور جیسی اس کی شکل ہے کینگرو کی طرح بس لمبا سا قد ہے اور بھینسوں جیسی اس کی آنکھیں ہیں"

ابھی وہ مزید کچھ کہتی کہ سردار موسیٰ کی بہنوں کو اس کی یہ باتیں پسند نہیں آئی تھی۔۔

"روح خاموش ہو جاؤ وہ بھائی ہیں ہمارے"

نور نے فوراً سے کہا تھا کیوں کہ اسے بھی نہیں برداشت ہوئی تھی اپنے بھائی کی اتنی بے عزتی کہاں وہ ترکی کے شہزادوں کو مات دے دے اور کہاں اس کی ہونے والی بھابھی اسے لنگور کہہ رہی تھی اس کے لمبے قد کو کینگرو سے ملا رہی تھی اور اس کی اتنی خوبصورت سبز رنگ کی آنکھیں تھی جن میں کوئی بھی لڑکی کھو سکتی تھی انھیں وہ بھینسوں سے ملا رہی تھی۔۔

"تم لوگ میری سائیڈ ہو یہ اپنے اس بھائی کے یہ بات یاد رکھنا سردارنی میں ہوں اپنے کاموں کے لیے میرے پاس ہی آنا پڑے گا تم لوگوں کو"
روح نے نور کی باتوں پر مڑ کر اسے دیکھ کر کہا تھا ان چاروں نے ہی ایک دوسرے کو اشارہ کیا اور دوپٹہ چھوڑ دیا تھا بیچ سے میرب بھی نکل آئی تھی۔۔

"ہم سب اپنے بھائی کی ٹیم میں ہیں تم جاؤ سامنے رہا اسٹیج خود جاؤ"

کندیل سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی تھی جبکہ ان پانچوں کے ایک ساتھ تیور بدل جانے پر روح تو کھڑی حیرانی سے انھیں دیکھ رہی تھی وہ سمجھ گئی تھی اگر ان کو اپنی ٹیم میں کرنا تھا تو اس سردار کی جھوٹی تعریفیں کرنی پڑے گی۔۔

"اچھا نہ اب اس ٹائم تو ایسے ناراض نہ ہو اب میں دلہن بنی تم لوگوں کو مناتے ہوئے اچھی لگون گی"

وہ ان پانچوں کو دیکھ کر معصومیت سے بولی تھی جب کہ اس کے پل میں معصوم بننے پر وہ لوگ گھور کر اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"خود جاؤ"

نور نے ایک بار پھر کہا تو روح نے بھی کندھے اچھکائے تھے اور آگے کو چل دی تھی جو دوپٹہ اس پر گرا تھا اسے آگے سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا تھا اس نے جبکہ وہ پانچوں اب حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی سچ میں اس سے کسی بھی چیز کی توقع کی جاسکتی تھی کیونکہ وہ روح تھی انٹرنس کے پاس ہی اسے کچھ نظر آیا تھا جہاں لکھا ہوا تھا دلہن کی اور حویلی کی کسی بھی عورت یا لڑکی کی کوئی ویڈیو نہیں بنائی جائے گی جیسے دیکھ کر روح جب چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی اسے چانس مل گیا تھا ایک بار پھر سردار موسیٰ نقوی کو تنگ کر کے رکھ دینے کا۔۔

"چلو اس کے پیچھے وہ پاگل ہے"

ماہا نے ان چاروں کو وہی خاموش کھڑا دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر اگر نور نے ہاں میں س ہلا دیا تو وہ جاسکتی تھی ورنہ نہیں اور نور جو نا چاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلانا پڑا تھا۔۔

"اچھا تم لوگ جاؤ میں روم سے ہو کر آتی ہوں میرا موبائل رہ گیا ہے"
ماہا نے کہا تھا جس پر ان لوگوں نے ہامی بھری اور روح کے پیچھے پیچھے چلی گئی
تھی وہ ریڈ کارپٹ سے آگے جا رہی تھی اور وہاں موجود سبھی لوگ حیرانی
سے اسے دیکھ رہے تھے جو کہ اکیلی آ رہی تھی بہت ہی زیادہ خواتین اور
لڑکیاں تھی وہاں پر سب ہی کھڑے ہو کر اس کا استقبال کر رہی تھی لیکن
حیران بھی تھی۔۔

"یہ تم اکیلی کیوں آ رہی ہو"
عافیہ بیگم اس کے پاس آ کر آہستہ سے بولی تھی۔۔

"ماں سائیں میری انٹری خراب ہو جائے گی وہ دیکھیں سامنے لڑکی کیمرہ
لے کر کھڑی ہیں آپ سائیڈ ہوں بعد میں بات کریں گیں"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا وہاں 10 سے زیادہ فی میل فوٹو گرافرز تھی جو کہ صرف اسے کیپچر کر رہی تھی عافیہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا اور وہاں سے پیچھے ہو گئی تھی وہ ایسے ہی چلتے ہوئے آ رہی تھی وہ چاروں اس کے پیچھے پیچھے ہی تھی وہ چل کر جھولے کے پاس آئی تھی وہاں آ کر اس نے اپنا گھونگھٹ اٹھایا تھا اور مسکرا کر سب کو دیکھا تھا اس کے گھونگھٹ اٹھاتے ہی وہاں موجود سب لوگ حیران ہوئی تھی کیوں کہ سردار موسیٰ کی دلہن سچ میں بہت زیادہ خوبصورت اور حسین لگ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے چاند نے قدم رکھے ہوں زمین پر۔۔

"ماشاءاللہ آیت تمھاری بہو تو بہت پیاری ہے"

وہاں موجود ایک عورت نے مسکرا کر کہاں تھا وہ شاید کسی اور قبیلے کی خاتوں تھی ایت بیگم نے مسکرا کر ان کو دیکھا تھا۔۔

"ماشاءاللہ میری بچی نظر نہ لگوالینا آج خود کو"

عافیہ بیگم بھی اپنی بیٹی کو دیکھ کر بول رہی تھی کیوں کہ آج پہلی بار ہی ایسا تھا کہ اس نے میک اپ کروایا تھا اور یوں سج دھج کر تیار ہوئی تھی عافیہ بیگم نے اس کی نظر اتاری تھی وہ مسکرا کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"وہ دیکھو واپسی کا راستہ واپس جاؤ"

روح نے ان چاروں کو اپنے پاس رکتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ہیں ہیں کیوں"

میرب نے روح کی بات پر حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"میری مرضی ہے اور میرے نکاح کا فنکشن ہے اس لیے تم لوگ جاؤ میں تم لوگوں کو اجازت نہیں دیتے اپنی ڈھولکی میں"

روح نے مسکرا کر ان چاروں کو دیکھا تھا جبکہ اس کی بات پر اب وہ چاروں اسے معصومیت سے دیکھ رہی تھی اس کا کوئی پتہ نہیں تھا وہ یہ کر ہی نہ دے۔۔

"دوبارہ اپنے بھائی کی سائیڈ لینے سے پہلے ہزار بار سوچ لینا"

روح نے attitude سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ان چاروں نے ہی مسکرا کر اسے دیکھا تھا کیوں کہ سچ میں یہ اس کی کرم نوازی ہی تھی کہ اس نے اجازت دے دی تھی۔

"میرب بات سنو"

اس نے میرب کو اپنے پاس بلایا تھا۔۔

"ہم بولو"

جیسے اس نے رازداری سے اسے بات کرنے کے لیے بلایا تھا اس نے بھی ویسے ہی کہا۔۔

"تم میری ایک ویڈیو بنا کر اپنے موبائل سے سردار موسیٰ جو بھیجو گی"
روح نے اسے دیکھ کر اس کے کان میں کہا تھا جس پر میرب نے پیچھے ہو کر بہت مشکل سے تھوک نگلا تھا۔۔

"نہیں نہیں روح یہ مت کرواؤ اگر انھیں پتہ چل گیا نہ میں نے اوپر ہونا ہے اور تم نے باہر پڑھا نہیں کوئی نہیں بنا سکتا وڈیو"
اس نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے میں کہکشاں سے کہہ دیتی ہوں"

اس نے اپنے سے کچھ فاصلے پر کھڑی کہکشاں کو دیکھا تھا جو کہ وہاں موجود لڑکیوں کے ڈانس پر تالیاں بجا رہی تھی۔۔

"روح یہ مت کرو سردار بھائی ھے چھوڑنا نہیں ہے"
میرب نے ایک بار پھر سے اسے وارن کیا تھا۔۔

"میں جب ڈانس کروں گی تب تم وڈیو بناؤ گی اور اس کے بعد میں تمھیں نمبر دوں گی تم اسے سینڈ کر کے ڈلیٹ کر دینا"
روح نے اس کی بات ان سنی کر کے اپنی بات آگے رکھی تھی جبکہ وہ بیچاری کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے وہ ان دونوں سردار اور سردارنی کے درمیان پس کر رہ گئی تھی۔

"مرواڈالو گی یار تم"

میرب نے معصومیت سے کہا تھا کیوں کہ سچ میں اگر سردار موسیٰ کو پتہ چل جاتا یہ سب کرنے والی وہ تھی تو اس نے تو پکا سولی چڑھا جانا تھا۔۔



ماہا اپنے دوپٹے میں الجھی اوپر کی طرف جا رہی تھی اس کے دوپٹے کی پن کھل گئی تھی اس وقت وہ پرپل فراک میں ملبوس تھی اور ساتھ میں ہی اس نے پیلے رنگ کا دوپٹہ لیا تھا بال اس نے کرل کیے تھے لیکن سر پر سے دوپٹہ اتر گیا تھا کانوں میں اس نے پھولوں کے جھمکے ڈالے ہوئے تھے ہاتھوں میں بھی گجرے پہنے ہوئے تھے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا رہی تھی اور اس کا پاؤں پھسل گیا تھا ہیل ہونے کی وجہ سے۔ وہ گرنے لگی تھی لیکن اس سے پہلے ہی نیچے آتے ہاشم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گرنے سے بچایا تھا اچانک یہ سب کیا ہوا تھا ان دونوں کو ہی نہیں پتہ چلا تھا ماہا تو اس کی جھیل جیسی کالی آنکھوں میں کھو گئی تھی یہ سیاہ آنکھیں سچ میں جان لیوا تھی اس کے براؤن بال جو بکھرے ہوئے تھے اس نے سادہ سے سیاہ شلوار قمیض ڈالی تھی جو کہ اس کے سفید و سرخ رنگت پر بہت زیادہ جچ رہی تھی اس وقت ہلکی ہلکی سی اس کی داڑھی تھی جب وہ مسکراتا تھا تو اس کے دائیں گال میں ڈمپل پڑتا تھا۔ ماہا اس میں

کھو سی گئی تھی شاید ہی کبھی کسی شخص کو اتنے قریب سے دیکھا تھا اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا سید یحییٰ نے بھی اس لڑکی کو دیکھا تھا لیکن پہنچان نہیں سکا تھا کون ہیں اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ پیاری تھی خوبصورت تھی لیکن یحییٰ کو اس سے کوئی سروکار نہیں تھا اس نے اسے سیدھا کیا اور اسے خود سے دور کر کے وہ جانے لگی تھی جب وہ فوراً سے اس کے پاس آئی تھی جب ماہا 8 سال کی تھی تب وہ حویلی چھوڑ کر گیا تھا اس لیے وہ اسے پہچان نہیں سکی تھی۔۔

"جی"

اس کے یوں سامنے آجانے پر یحییٰ نے اسے دیکھ کر کہا تھا ماہا نے فوراً سے اس کے سامنے آتے اپنے سر پر دوپٹہ اچھے سے لیا تھا۔۔

"آپ کون"

اس نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا اس کی اس بات پر سے حیرانی ہوئی تھی اسی کی حویلی میں کھڑے ہو کر وہ اس سے سوال کر رہی تھی کہ وہ کون ہے۔۔

"آپ کو اس سے کیا اور ویسے بھی اپ میری حویلی میں کھڑی ہیں اور مجھ سے سوال کر رہی ہیں"

یحییٰ اس سے بات کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن اسے جواب دینا جیسے اس نے ضروری سمجھا تھا اس کی بات سے کہا کو اندازاہ ہو گیا تھا کہ وہ یحییٰ ہے اسے بھی یہ بات معلوم ہوئی تھی کہ وہ واپس آ گیا ہے۔

"سید یحییٰ نقوی"

وہ مسکرا کر بولی تھی جس پر وہ ہاں میں سر ہلا کر وہاں سے چلا گیا تھا اس نے مڑ کر تب تک اسے دیکھا تھا جب کہ وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا جب تک وہ پاس تھا مانو جیسے دل کی دنیا اسے حسین لگی تھی وہ شخص اس لڑکی کے دل میں اتر گیا تھا اور وہ نادان محز 17 سال کی عمر میں ایک ایسے لڑکے سے محبت کر بیٹھی تھی پہلی نظر میں جو اسے کچھ بھی نہیں سے سکتا تھا اپنے حصّے کی محبت وہ کر چکا تھا اب اس کے حصے میں کچھ بھی نہیں انا تھا لیکن وہ مسکراتی ہوئی اوپر چلی گئی تھی اس بات سے انجان زندگی کس موڑ پر لانے والی ہے اسے۔۔

🎀🎀

”start music 1،2،3“

اس نے میرب کو اشارہ کیا تھا سونگ لگانے کا وہ اس کے پاس آئی تھی۔۔۔

"تم شور ہو تم نے یہ کرنا ہے"

میرب معصومیت سے کہہ رہی تھی جانتی تھی اگر سردار موسیٰ کو پتہ چلا گیا پھر تو سمجھو اسے سانسیں بھی نہیں آنی اگر وہ اپنی سردارنی کا ساتھ نہ دیتی تو اس نے غصہ ہو جانا تھا اس نے اپنے ساتھ ماہانور کندیل کہکشاں سب کو ملا لیا تھا لیکن میرب سے کہا تھا وہ اسپیشل بس اس کی ویڈیو بنائے۔۔

"ہاں میں شور ہوں اور اب اگر تم نے تھوڑی بھی دیر کی تو میں نے سیدھا تمھیں اوپر پہنچا دینا ہے"

روح نے غصے سے کہا تھا ساری لائیٹس بند ہو گئی تھی بس اسٹیج کی لائیٹس اون تھی میرب نے ڈرتے ڈرتے سونگ پلے کر دیا تھا۔۔۔

ہو آوی گئی رات،

انے بھولو بڑیوال،

پریم نیا موسم چھے،

گانے کے بول بولتے ہی ان لوگوں نے ڈانس کے اسٹیپ لیے تھے روح نے اس سونگ کی پریکٹس کی ہوئی تھی کسی کالج کے فنکشن کے لیے اسی لیے اس نے یہی سونگ پلے کروایا تھا کیوں کہ اسے اسی پر سب سے اچھا دانس آتا تھا ہر طرف تالیوں اور ہوٹنگ کا شور ہوا تھا جبکہ میرب کانپتے ہاتھوں سے وڈیو بنا رہی تھی کیوں کہ اس کی سردارنی بھی نہیں جانتی تھی اب کیا طوفان آنے والا ہے۔۔

اب آؤ میرے پاس،

رہ جاؤ میرے ساتھ،

پریم نیا موسم چھے،

ان لوگوں نے اپنی اپنی جگہ بدلی تھی اور روحگھت مہارت سے ڈانس کے اسٹیپ لے رہی تھی ماحول میں بہت زیادہ شور مچ رہا تھا۔۔

مل جائے مجھ کو اگر ساتھ تیرا،

تو بھولوں میں سارا جہاں،

اس کے بعد ان لوگوں نے جھک کر اپنی ڈانڈیاں اٹھائی تھی اور گھوم کر اپنی جگہ پر واپس آئے تھے۔۔

چوگاڑا تارا،

روح نے نور کے ساتھ ڈانڈیاں ماری تھی۔۔

چھبیلا تارا،

یہاں پر بھی اس نے نور کے ساتھ ڈانڈیاں ماری تھی۔۔

رنگیلا تارا،

اب انھوں نے اپنی اپنی ڈانڈیاں ایک دوسرے سے ماری۔۔

رنگ بھیت جُوئے تاریوات رے،

انھوں نے ڈانڈیاں واپس سے نیچے پھینک دی تھی۔۔۔

چُپ چُپ کے تمہیں،
دیکھا میں کروں،
ساری ساری رات،
ساری ساری رات،

روح نے ڈانس کے اسٹیپ لیتے ہوئے گانے کے بول بھی بولے تھے سب لوگوں نے ہی شور مچا دیا تھا ماحول میں کیوں کہ ان کی سردارنی ڈانس ہی اتنا اچھا کر رہی تھی۔۔

چُپ چُپ کے مجھے،
دیکھا تُو کرے،
ساری ساری رات،

ساری ساری رات،

روح اب گھوم کر سائیڈ پر ہو گئی تھی پہلے وہ بیچ میں تھی آسمان پر fire works بھی شروع ہو گئے تھے جس سے ماحول اور زیادہ خوشگوار ہو گیا تھا۔۔

مل جائے مجھ کو اگر ساتھ تیرا،

تو بھولوں میں سارا جہاں،

یہاں انھوں نے پھر سے اپنی بچی ہوئی ڈانڈیاں واپس سے اٹھائی تھی۔۔

چوگاڑا تارا،

چھبیلا تارا،

رنگیلا تارا،

رنگ بھیت جُوئے تاریوات رے،

وہی اسٹیپ دو بار کیے جوان بولوں پر وہ پہلے کر چکے تھے ان کے پاؤں روکتے ہی تالیوں کی گونج اٹھ گئی تھی سب لوگ ہی مسکرا کر ان کو دیکھ رہے تھے fireworks بھی ہو رہی تھی روح نے میرب کو دیکھا تھا جس نے اسے ہاتھ کے اشارے سے یس کیا تھا۔۔

"تم خود بھی مرو گی میری جان بھی جائے گی بھائی کے ہاتھوں"
میرب نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس نے وڈیو دیکھی تھی اور مسکرا کر میرب کی طرف دیکھا تھا۔۔

"اچھا تم ڈرو نہیں میں اپنے دوسرے نمبر سے انھیں بھیج دوں گی وڈیو وہ نمبر میرا ان کے پاس نہیں ہے اس پر واٹس ایپ بنا کر میں خود ہی بھیج دوں گی یہ تم مجھے بھیجو جلدی"

روح نے اسے دیکھ کر کہا تھا جس پر اس نے شکر کی سانس کھینچی تھی ورنہ اس کی سردارنی نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس کی جان لینے میں۔

"ویسے کچھ شرم کرنی چاہیے تھی روح کو وہ دلہن ہے"
نادیہ بیگم نے آیت بیگم اور عافیہ بیگم کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے نادیہ ساری عورتیں ہی تو تھی اور ویسے بھی فنکشن ان کا ہی تو تھا انھوں نے ہی انجوائے کرنا ہے نہ"
آیت بیگم نے ان کی بات کا جواب دیا تھا جس پر نادیہ بیگم کا منہ بن گیا تھا۔۔

"اگر آج میری گل کا رشتہ لے لیا ہوتا تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا"
نادیہ بیگم غصے سے بولی تھی۔۔

"شاید اس سے بھی برا دن دیکھنا پڑتا"

کنزہ بیگم نے آہستگی سے کہا تھا جبکہ ان کی بات پر عافیہ بیگم مسکرائی تھی

نادیہ بیگم نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔۔

"کچھ کہا آپ نے بھابھی"

کنزہ بیگم کی سرگوشی پر وہ بولی تھا۔

"نہیں تو"

انھوں نے مسکرا کر جواب دیا تھا اور پھر باتوں میں مصروف ہو گئی تھی۔۔

"واہ سردارنی جی اتنا اچھا ڈانس"

کہکشاں اس کے پاس آ کر بولی تھی۔۔

"بس دیکھ لو اچھا اب ہم ایسا کریں گیں کہ اس کے بعد ڈر تھ اینڈ ڈیئر کھیلیں گیں پہلے میں اپنا فوٹو شوٹ کروالوں"

روح مسکرا کر بولی تھی جس پر کہکشاں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اب آئے گا مزہ مسٹر موسیٰ نقوی"

روح نے سوچتے ہوئے کہا تھا کیوں کہ اس نے کارنامہ ہی ایسا کیا تھا اور اس کے ڈریس تو نکاح کے لیے اپنے حساب سے ہی لینا تھا یہ بات بھی اس نے ٹھان لی تھی وہ روح تھی کسی کہ نہ سننے والی بس اپنی کرنے والی اور اب کی بار بھی اس نے بس اپنی ہی کرنی تھی کسی اور کی نہیں سننی تھی۔۔

فنکشن رات دیر تک چلا تھا جس وجہ سے ساری لڑکیاں تقریباً تھک چکی تھی اس لیے چینج کرتے ساتھ ہی وہ سب سو گئی تھی روح نے تو صرف میک اپ اور جیولری اتاری تھی وہ انھیں کپڑوں میں ہی سو گئی تھی کیوں کہ وہ بہت تھکی ہوئی تھی اور اسے بہت زیادہ نیند بھی آ رہی تھی جب وہ تھک جائے اسے نیند کے علاوہ کچھ بھی نہیں چاہیے ہوتا اور رات بھی یہی ہوا تھا کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر وہ سب کچھ ادھر ادھر پھینک کر سو گئی تھی اس نے تو میک اپ بھی رمیو نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کا ایسا کوئی ارادہ تھا وہ تو نور نے آ کر زبردستی کی تھی اس کے ساتھ جس وجہ سے مجبوراً اٹھ کر اسے میک اپ ریمو کرنا پڑا تھا اس کے بعد اس نے جو لیری اتار کر پھینک دی تھی اور خود بستر کی زینت ہوئی تھی اور جیسے وہ لیٹی تھی اسی پوزیشن میں اب تک وہ سو رہی تھی یہاں تک کہ اب تک تو حویلی کا ہر فرد ہی اٹھ چکا تھا صبح کے 10 بج گئے تھے چاہے وہاں کوئی کتنا بھی لیٹ کیوں نہ سوئے اسے صبح فجر کی نماز کے وقت اٹھنا ہی ہوتا تھا صبح کی نماز پڑھ کر اگر کوئی سونا چاہے تو وہ

سو سکتا تھا اور سونے کی حد بھی زیادہ سے زیادہ نو بجے تک کی تھی اور وہ محترمہ 10 ہو رہے تھے اور اب تک سو رہی تھی وہ روح ہی نہ ہوئی نا جو کسی کی بات سن لے یہ روح اپنی کرنے والی تھی اسے جو صحیح لگتا اس نے وہ کرنا تھا کسی کے اشاروں پہ چلنا اس نے نہیں سیکھا تھا۔۔

"اٹھ جاؤ صبح ہو چکی ہے صبح کیا بلکہ اس وقت تو دوپہر ہونے والی ہے اور تم اب تک سو رہی ہو"

ماہ نے اس کے کمرے میں اتے ہوئے کہا تھا جب کہ روح نے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا وہ جیسے لیٹی تھی ویسے ہی لیٹی رہی۔۔

"بہن اٹھ جاؤ سب تمہیں نیچے بلا رہے ہیں"

ماہا نے اس کے پاس آ کر اس کا کندھا ہلاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اور یہ کیا تم ابھی تک کل والے ڈریس میں ہو روح تمھیں الجھن نہیں ہو رہی"

ماہا نے اسے پھر سے جنجھوڑا تھا لیکن اس پر کوئی بھی اثر نہیں ہوا تھا۔۔

"کیا ہے ماہا کی بچی مجھے سونے دو اور میں نے کوئی باہر واہر نہیں جانا اس وقت نا میری نیند نہیں پوری یہ نہ ہو کہ میں کچھ اٹھا کر تمہیں ہی مار دوں" اس نے انکھیں کھولتے ہیں غصے سے کہا تھا جب کہ اس کی بات کر ماہا بیچاری خوفزدہ ہو گئی تھی کیونکہ اس کا کوئی بھی پتہ نہیں تھا وہ سچ میں اٹھا کر بھی مار سکتی تھی اس کی نیند خراب کرنا مطلب شیر کے منہ میں خود ہاتھ ڈالنے کے برابر تھا۔۔

"مجھے کیا ہے سوتی رہو ویسے بھی سید سا بجس بلا رہے تھے تم کہاں ہو" ماہا بیڈ سے اٹھ گئی تھی ورنہ اج اس کا سر ضرور پھٹ جانا تھا۔۔

"ہاں ہاں تم جاؤ اور انہیں جا کے بول دو وہ سو رہی ہے ویسے بھی میری نیند نہیں پوری اور اس کے بعد مجھے بہت ہی امپورٹنٹ مشن سر انجام دینا ہے" ماہا کو اس نے جانا کا کہا تھا اور خود پھر سے منہ پر تکیا رکھ کر سو گئی تھی۔۔

"تم جانو اور تمہاری یہ امپورٹنٹ مشن جانے میں تو جا کے سید سائیں کو بتا رہی ہوں اپ کی لاڈلی پوتی سو رہی ہے اور اس نے مجھے یہ کہا ہے کہ مجھے تنگ مت کرو ورنہ میں تمہارا سر پھوڑ دوں گی"

ماہا نے وہاں سے جاتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس نے ٹائم دیکھا تھا جہاں پر تقریبا ساڑھے دس ہونے والے تھے۔۔

"او تیری مجھے تو اسے لنگور کو وڈیو رات میں بھیجنی تھی اور اب تک نہیں بھیجی اس کے بعد جو تماشا ہونا ہے وہ الگ اور اس کے بعد ڈریس والا میشن بھی تو سرانجام دینا ہے نہ"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور سوچتے ہوئے بولی وہ سچ میں سٹوپڈ تھی اس نے اپنے سر پر خود ہی تھپڑ مارا تھا۔

"میں اتنا ضروری کام کیسے بھول سکتی ہوں میں اس لنگور کو تنگ کرنے کا موقع جو کہ رات میں میرے پاس تھا کیسے اپنے ہاتھوں سے جانے دے سکتی ہو اچھا تھا پوری رات غصے میں سڑتا رہتا فضول میں ہی میں سو گئی"

روح نے غصے سے خود کو کوستے ہوئے کہا تھا کیونکہ اس کے پاس کل رات اتنا اچھا موقع تھا اور اس نے یہی سوچا تھا کہ وہ اسے رات میں ہی ویڈیو بھیج دے گی لیکن وہ اتنی تھکی ہوئی تھی کہ اسے ویڈیو کا خیال ہی نہیں رہا تھا اگر اسے خیال تھا تو صرف اور صرف اپنی نیند کا تھا وہ اتھے ساتھ تھی تو بستر کی زینت ہو گئی تھی پھر کہاں سے اسے ویڈیو بھیجتی اس نے سب سے پہلے اپنا موبائل اٹھایا تھا موبائل اٹھا کر اس نے سب سے پہلے اپنے واٹس ایپ پر دوسرا اکاؤنٹ بنانا شروع کیا دوسرا اکاؤنٹ بنتے ساتھ ہی اس نے وہ ویڈیو سردار موسی کے نمبر پر بھیج دی تھی اور پھر مسکرا کر خود کو ائینے میں دیکھا تھا وہ بغیر میک اپ اور جیولری کے بھی بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی اس ڈریس میں اس نے موبائل وہیں پر پھینکا اور واش روم چلی گئی تھی فریش ہونے کے لیے کیونکہ اب اس لنگور سردار کو بھی تو برداشت کرنا تھا جو کارنامہ اس نے سرانجام دیا تھا اس کاری ایکشن بھی تو انا تھا لیکن شاید وہ یہ بات نہیں جانتی تھی اس کے ایکشن کا بہت بڑا ری ایکشن ہونے والا تھا۔

"کیا ہوا وہ نہیں ائی"

ماہا کو اکیلے اتے دیکھ کر عافیہ بیگم نے اسے دیکھ کر پوچھا تھا۔

"بالکل بھی نہیں چاچی سائیں میں نے اسے جگایا تھا لیکن وہ مجھے کہنے لگی اس کی نیند نہیں پوری میں وہاں سے چلی جاؤں ورنہ میرا سر پھوڑ دے گی"

اس نے وہی الفاظ استعمال کیے تھے جو کہ روح نے کہے تھے ماہا ماہ نور بیگم کی بیٹی تھی ماں نور بیگم ایت بیگم کی بہن تھی ان کا اس حویلی سے بیٹیوں والا ہی رشتہ تھا ساجد نقوی ریاست نقوی اور احمد نقوی اسے بہن مناتے تھے اپنی اور وہی درجہ دیتے تھے تھے ویسے تو اسے عافیہ بیگم کو مامی بلانا چاہیے تھا لیکن وہ سب کی طرح چاچی ہی بلاتی تھی کیونکہ سب لوگ ہی چاچی کہتے تھے تو وہ بھی انہیں رشتوں سے انہیں بلاتی تھی۔۔

"کیا کروں میں اس لڑکی کا پتہ نہیں کب ائے گی اسے عقل اتنی بڑی ہو گئی ہے لیکن عقل نام کی اس میں کوئی بھی چیز نہیں ہے"
عافیہ بیگم نے سر پکڑ لیا تھا اور غصے سے بولی تھی۔۔

"کیوں ذکر کرتی ہیں اپ چاچی سائیں اب بھائی ہیں ناوہ سنبھال لیں گے اسے اس کی عقل بھی ٹھکانے اجائے گی"
کندیل کے منہ میں کھجلی ہوئی تھی اور اس نے اپنی بات بغیر کسی کا بھی لحاظ کرتے ہوئے کی تھی۔

"پاگل ہو تم چپ نہیں رہ سکتی"
نور نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی تھی۔۔

"اب ایسا بھی کیا غلط کہہ دیا میں نے صحیح تو کہاں ہے کیوں موسی بھائی"

کندیل نے اخر میں سردار موسی کی بھی رائے لینا چاہی تھی لیکن وہ خاموش ہی رہا تھا وہ لوگ بات کر رہے تھے کہ روح شارٹ فراک کے نیچے ٹراؤزر ڈال کر نیچے ائی تھی لاؤنج میں یحییٰ کے علاوہ حویلی کے تمام افراد موجود تھے سردار موسی نے بھی اسے دیکھا تھا اس کے یہ کپڑے اسے پسند تو نہیں ائے تھے لیکن فی الحال وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اسے اس لیے خاموش ہی رہا تھا ایک نظر ڈالنے کے بعد دوسری نظر اس پر نہیں ڈالی تھی اور یہی بات نہ جانے کیوں روح کو بہت بری لگی تھی روح بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی اس نے وہاں موجود سب لوگوں کو سلام کیا تھا اور سید سائیں کے پاس اکر بیٹھ گئی تھی۔۔

"اتنا ٹائم کیوں لگا دیا اٹھنے میں"

سید سائیں نے اسے دیکھ کر شکوہ کیا تھا۔۔

"وہ رات بہت زیادہ تھک گئی تھی نا اس لیے پھر انکھ نہیں کھل رہی تھی لیکن جیسے ہی اس نے اکے کہا نا اپ بلا رہے ہیں پہلے تو میرا اٹھنے کا دل نہیں تھا لیکن پھر میں اٹھ گئی"

روح نے مسکرا کر کہا تھا جس پر سید سائیں بھی مسکرائے تھے سید سائیں تھوڑے سے اداس تھے یحییٰ کی وجہ سے لیکن انھیں اس بات کی خوشی تھی کہ وہ حویلی واپس اگیا ہے۔۔

"اچھا میری بچی کو کل رات مزہ ایا"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا جس پر رونے ہاں میں سر ہلایا تھا اور وہ سردار موسی کی طرف دیکھ رہی تھی جو ویڈیوز نے اسے بھیجی تھی اس کے بعد وہ اس کا غصہ شاید کنڑول میں ہی نہ آتا اور پھر ویڈیو بھی کسی انجان نمبر سے۔۔

"سید سائیں مجھے اپ سے ایک بات کرنی ہے"

روح نے معصومیت سے کہا تھا وہ جان بوجھ کر ان کے سامنے معصوم بنی تھی تاکہ وہ ان کی بات پر ہاں کہہ دیں۔۔

"ہاں بولو"

انھوں نے اس کی معصومیت دیکھی تھی اتنا تو وہ بھی جان گئے تھے اپنی پوتی کو اس معصومیت کے پیچھے کوئی نہ کوئی بہت بڑا راز تھا۔۔

"سید سائیں مجھے نا اپنی مرضی کا ڈریس لینا ہے لیکن اپ کا یہ پوتا مجھے لینے نہیں دے رہا مجھے نکاح پہ اپنی مرضی کا ڈریس پہنا ہے دلہن میں ہوں تو ڈریس بھی میری مرضی کا ہونا چاہیے نا"

روح نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کے اتنا معصوم بننے پر وہاں موجود ہر ایک فرد حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا اور سردار موسی تو اس کی چلاکی دیکھ رہا تھا حالانکہ رات وہ اس کا پاؤں زخمی کر کے بھی باز نہیں ائی تھی اس نے خود کہا تھا اگر آدھا گھنٹہ وہ اس کے پاؤں پر کھڑی رہے ہیل کے ساتھ اور وہ برداشت کر گیا تو اسے اس کی مرضی کا ڈریس پہننا پڑے گا لیکن اب وہ بغاوت کر رہی تھی۔۔

کیوں سردار موسی کیوں تم میری پوتی کو اس کی مرضی کا ڈریس پہننے نہیں دے رہے"

سید سائیں نے غصے سے اسے دیکھ کر کہا تھا جبکہ وہ تو روح کو گھور رہا تھا۔۔

"دیکھ لیں سید سائیں یہ کیسے مجھے گور کر دیکھ رہا ہے وہ بھی اپ کے سامنے"

روح نے پھر سے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی معصومیت پر توسید سائیں اب پریشان ہو گئے تھے۔۔

"دادا جان ڈریس تو اسے وہی ڈالنا ہو گا جو میں نے پسند کر کے ماں سائیں کو دیا ہے"
سردار موسی نے بھی سب کے سامنے یہ بات کہی تھی کسی کا بھی لحاظ نہیں کیا تھا جیسے وہ لڑکی کسی کا بھی لحاظ نہیں کرتی تھی اسی لیے سردار موسی نے بھی دنکے کی چوٹ پر کہا تھا۔۔

"اس کا نکاح ہے اسے اس کی مرضی کا ڈریس پہننے دو"
سید سائیں نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔۔

"ایسا نہیں ہو گا دادا جان کیونکہ میں بہت اچھے سے جانتا ہوں اپ کی پوتی نے کیسا ڈریس پسند کرنا ہے اور ویسا ڈریس میں اسے پہنے کی اجازت ہر گز بھی نہیں دوں گا"

سردار موسیٰ نے اپنی بات کہی تھی اور خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔۔

"پلیز نہ"

روح نے پھر سے معصومیت سے سید سائیں کو دیکھا تھا۔۔

"موسیٰ اسے پہننے دو گے تم"

سید سائیں نے سردار موسی کو دیکھ کر سختی سے کہا تھا۔۔

"لیکن دادا جان"

سردار موسیٰ نے کچھ کہنا چاہا تھا۔۔

"میں نے ایک بات کہہ دی میں وہ ماننی پڑیں گے روح کو تم اس کی مرضی کا ڈریس پہننے دو گے"

سید سائیں نے اپنا فیصلہ سنا کر اسے خاموش کر دیا تھا وہ خاموش ہونا تو نہیں جانتا تھا لیکن اسے خاموش ہونا پڑا تھا اس لڑکی نے اسے سچ میں تپا کے رکھ دیا تھا ابھی سے وہ اسے ازمائش لگ رہی تھی نہ جانے اگے کیا ہونا تھا وہ وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا کیونکہ اس کا مزید وہاں بیٹھنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔

"ماں سائیں ناشتہ"

اب روح نے عافیہ بیگم کے پاس اکر کہا تھا سردار موسی کا ایسا چہرہ دیکھ کر اسے بہت زیادہ خوشی ہو رہی تھی اور اوپر سے وہ جو ویڈیو اس نے بھیجی تھی رہی سہی کسر جو وہ خود پر کنٹرول کر کے بیٹھا تھا اس ویڈیو نے پوری کر دینی تھی وہ بہت خوش تھی۔۔

"بیٹھو تم جا کے کچن میں میں بنا کے دیکھتی ہوں"

عافیہ بیگم بھی اسے سخت نظروں سے دیکھ رہی تھی کیونکہ وہ سردار موسی کے برعکس کر رہی تھی اب تو جان بوجھ کے وہ ہر وہ کام کر رہی تھی جو سردار موسی کو پسند نہیں تھا اور یہ بات عافیہ بیگم کو پسند نہیں ارہی تھی۔۔

"اب تو اس کی شادی ہو رہی ہے اب تک تم اسے ناشتہ بنا کر دوں گی کب تک تم بنا کے دو گی اسے خود تو کچھ سکھاؤ"

نادیہ بیگم نے اس پر طنز کیا تھا۔۔

"اپ میری فکر چھوڑ دیں پھوپھو جان آپ اپنی بیٹی کی فکر کریں میں نے ویسے بھی یہاں کی سردارنی بننا ہے حویلی کے کام نہیں کرنے بلکہ حویلی کے فیصلے کرنے ہیں"

روح نے اسے زچ کر دینی والی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا اور وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"بری بات ہے روح ایسے نہیں کہتے"
ایت بیگم نے اسے ٹوکا تھا۔۔

"لیکن تائی امی اپ انہیں بھی تو دیکھیں ہر وقت تنز کرتی رہتی ہے مجھ پہ"
روح نے منہ بنایا تھا اس کی اس بات پر کنزہ بیگم نے خاموشی سے اسے کچن میں جانے کا کہا تھا وہ منہ بناتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی اور عافیہ بیگم اس کے ساتھ ساتھ ہی گئی تھی۔۔

"تم لوگ بتاؤ تم لوگوں نے اپنی تیاریاں کر لی ہیں"
کنزہ بیگم نے ان کے جاتے ہی ان لڑکیوں سے کہا تھا۔۔

"ہاں ساری تیاریاں مکمل ہیں تائی امی"
نور نے ان کو دیکھ کر کہا تھا کنزہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اج کون سی تیاریاں ہیں"
ہاشم نے انہیں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"وہ جمعہ والے دن نکاح ہے ناروح اور موسی کا تو اس کے لیے مہندی لگوانی ہے ویسے لگوانی تو روح کو تھی لیکن پھر باقی ساری لڑکیوں نے اقرار کیا تو شام میں سب نے مل کر مہندی لگوانی ہے اسی کی تیاریوں کا پوچھ رہی تھی میں"
کنزہ بیگم نے ہاشم کو جواب دیا تھا۔۔

"یحیی کہاں ہے"

سید سائیں نے کنزہ بیگم سے پوچھا تھا یحییٰ کے ذکر پر ماہا کے دل کی دھڑکنوں نے شور مچایا تھا۔۔

"وہ میں گیا تھا اس کے کمرے میں لیکن وہ کمرے میں نہیں تھا شاید رات ہی کہیں نکل گیا تھا"

ساجد نقوی نے کہا تھا وہ اس سے بات کرنا چاہتے تھے اس سے معافی مانگنا چاہتے تھے اور سب کو مناتے جانتے انھوں نے اپنے بیٹے کو ہی ناراض کر دیا تھا۔۔

"اچھا تو اس کے بعد وہ نہیں ایا"

سید سائیں نے پوچھا جس پر انھوں نے نہ میں سر ہلایا تھا۔۔



سردار موسی اس کے بعد ڈیرے پر آ گیا تھا اس نے کندھوں پر وائٹ شول لی ہوئی تھی اور بلو شلوار قمیض ڈالی ہوئی تھی سردیاں مکمل طور پر اپنا اغاز کر چکی تھی وہ سرخ انکھوں سے بیٹھا روح کے بارے میں سوچ رہا تھا اس نے ابھی تک اپنا موبائل نکال کر نہیں دیکھا تھا نہ ہی اسے اس ویڈیو کے بارے میں کچھ خبر تھی اسے بس روح پر غصہ تھا وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا لیکن وہ لڑکی اس کا ضبط ازما رہی تھی اس کے لیے ازمائش بنتی جا رہی تھی اس کے موبائل پر کال ائی تھی اس نے موبائل اگنور کیا تھا لیکن بار بار اتی کال پر اس نے موبائل نکال کر دیکھا تھا جہاں پر ہاشم کی کال ا رہی تھی۔۔

"کہاں ہو تم"

اس کے کال اٹھاتے ساتھ ہی ہاشم نے پوچھا تھا۔۔

"کہیں نہیں کہاں ہو سکتا ہوں تم بتاؤ کوئی کام تھا"

اس نے بیزاری سے کہا تھا۔۔

"اب میں کام کی وجہ سے ہی تمہیں کال کر سکتا ہوں ویسے ہی پوچھ رہا ہوں کہاں ہو تم"

ہاشم نے ایک بار پھر سے پوچھا۔۔

"کہاں ہو سکتا ہوں تم ہی بتا دو"

سردار موسی کو اس کی بات پر غصہ آیا تھا جب وہ ایک بار نہیں بتانا چاہتا تھا تو اس کا مطلب اسے اکیلا رہنا تھا۔۔

"ڈیرے پر آ گئے ہو تم"

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔۔

"ہاں وہی پر ہوں لیکن پلیز تمہیں یہاں انے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اس وقت صرف اور صرف اکیلا رہنا پسند کروں گا مجھے نہیں سننی تمہاری کوئی بھی اور نہ ہی تمہاری بہن کی کوئی حمایت"

سردار موسی نے یہ کہتے ہیں ساتھ ہیں کال بند کر دی تھی جبکہ ہاشم نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تھا سچ میں روح اب کچھ زیادہ ہی اسے تنگ کر رہے تھے یہ سب ان لوگوں کے پرسنل معاملات تھے جو کہ یوں سب کے سامنے نہیں ڈسکس ہو سکتے تھے اور ویسے بھی وہ بھی جانتا تھا اس نے کیسا ڈریس پسند کرنا ہے اور اس ڈریس پر سردار موسی کو ضرور غصہ انا تھا جیسے وہ چاہتا تھا نور اس کی ہے اور صرف اس کے لیے ہی سجے سنورے اس تک ہی محدود رہے ہاں وہ سی عزت تھی وہ نکاح سے پہلے اسے دیکھنا نہیں پسند کرتا تھا لیکن اس پر نظر ضرور رکھتا تھا وہ کیا کر رہی ہے کیا نہیں اور اسے یہ بات بہت اچھی لگتی تھی وہ اپنی لمٹس میں رہتی تھی اسے پتہ تھا اس کی کیا لمٹس ہیں اور وہ خود کو ہاشم کی امانت سمجھتی تھی یہ ساری ادائیں ہی تو اس لڑکی کی اسے پسند تھی اگر سردار موسی کی جگہ وہ ہوتا تو اسے بھی غصہ ضرور انا تھا۔۔

کال کٹ ہونے کے بعد سردار موسی نے موبائل دیکھا تھا اس کے موبائل
پر نوٹیفکیشن ایا ہوا تھا کسی ویڈیو کی اس نے نمبر ان کیا تھا تو کوئی ان نون نمبر تھا
اس نمبر سے اسے میسج بھی پہلی مرتبہ ہی ارہا تھا میسج کیا ڈائریکٹ ویڈیو ائی
تھی اور ویڈیو کو اوپر سے دیکھتے ساتھ ہی وہ سمجھ گیا تھا کہ کس کی ویڈیو ہے
اس نے ویڈیو ڈاؤن لوڈ کی تھی اور اس کے بعد ویڈیو پلے کی ویڈیو پلے
کرنے کے بعد اسے جتنا غصہ ایا تھا اس کی حد نہیں تھی مطلب کل رات
ڈھولکی کی فنکشن میں سب عورتوں کے سامنے اس نے ڈانس کیا تھا اسے
اس بات سے کوئی مسئلہ نہیں تھا کیونکہ وہاں ساری عورتیں تھیں وہ کچھ
بھی کر سکتی تھی اسی لیے اس نے ایسا انتظام کروایا تھا کہ وہاں پر وہ لوگ
بالکل ایزیلی انجوائے کر پاتی لیکن یوں انجان نمبر سے اس کی ویڈیو ریسیو
ہونا اسے غصہ اگیا تھا اس کی انکھیں سرخ ہو گئی تھی اس کا بس نہیں چل رہا
تھا ویڈیو بنانے والے کی جان لے لے لیکن نمبر پر غور کرنے کے بعد اس
نے لمبی آہ کھینچی تھی اتنا وہ جانتا تھا یہ نمبر اس کی حویلی میں سے ہی کسی کے

استعمال میں تھا کیونکہ اس کے پاس ان سب نمبرز کا ریکارڈ تھا جو کہ حویلی میں استعمال ہوتے تھے اور یہ نمبر حویلی میں استعمال ہوتا تھا اس کے پاس ان نمبرز کی لسٹ تھی اس نے پھر بھی ایک دفعہ کنفرم کرنے کے لیے وہ لسٹ اپنے موبائل میں کھولی تھی یہ لسٹ بھی اسے ہاشم نے بنا کر سینڈ کی تھی وہ نمبر اسی لسٹ میں نہیں تھا سردار موسی نے پھر سے ہاشم کو کال کی۔۔

"اب کیوں کال کی ہے پہلے تو کاٹ دی تھی"
سردار موسی کے کال پر اس نے کہا تھا۔۔

"میری بات سن تجھے ایک نمبر بتا رہا ہوں اور مجھے یہ بتاؤ یہ نمبر حویلی میں کس کے استعمال میں ہے"
سردار موسی نے یہ کہہ کر اسے نمبر بتایا تھا۔۔

"روح کے پاس ہے وہ استعمال کرتی ہے"
ہاشم نے کہا تو سردار موسیٰ نے لمبی آہ کھینچی تھی۔۔

"کیوں کیا ہوا ہے"
اس کی لمبی آہ بھرنے پر ہاشم نے کہا تھا۔۔

"کچھ نہیں کیا ہو سکتا ہے"
اس نے یہ کہہ کر موبائل رکھ دیا تھا مطلب اب وہ اسے تنگ کرنے کے لیے یہ حربہ استعمال کر چکی تھی لیکن سردار موسی کے پاس بھی اسے تنگ کرنے کے لیے ریزن اگیا تھا۔۔

"میں تمہیں بتاؤں گا مسز موسی ٹوبی سردار موسی بھی کسی سے کم نہیں ہے"

اس نے یہ کہہ کر موبائل پاکٹ میں رکھا تھا اور وہاں سے جا کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اس کا رخ حویلی کی جانب تھا کیوں کہ اب جو اس نے کرنا تھا اس سے روح بھی خوف محسوس کرتی۔۔



وہ حویلی ایا تھا بہت زیادہ غصے میں تھا اس کی انکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھی نہ جانے اس نے کیسے ڈیرے سے لے کر حویلی کا سفر طے کیا تھا اسے اس بات سے کوئی مسئلہ نہیں تھا کہ اس نے ویڈیو بنائی ہے یا پھر ڈانس کیا تھا اس کا مقصد اسے غصہ دلانے کا تھا اسے ہائپر کرنے کا تھا اسے انجان نمبر سے ویڈیو بھیج کر اس کے غضب کو بلانا تھا اور وہ یہی سب اب اس کے سامنے کرنے والا تھا زنان کھانے میں موجود عورتوں نے بھی اس کا غصہ دیکھا تھا لیکن وہ کچھ بول ہی نہیں تھی کیونکہ اس کا غصہ وہاں موجود ہر کوئی شخص جانتا تھا اس کے غصے سے بہت اچھے سے واقف تھے وہ سب لوگ ہی کھڑے ہو گئے تھے لیکن اس کے رکے بغیر اوپر جانے پر وہ لوگ پریشان ہو گئے تھے ایت بیگم عافیہ بیگم اس کے پیچھے پیچھے گئی تھی باقی نور اور کندیل بھی ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا روح وہاں پر موجود نہیں تھی اسی لیے موسی اس کے کمرے میں جا رہا تھا باقی سارے لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے شاید ان لوگوں کے علاوہ وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔

"روح میں نے کہا دروازہ کھولو"

اس کے کمرے کے پاس اکر اس نے دروازہ بجاتے ہوئے کہا تھا جبکہ عافیہ بیگم اور ایت بیگم اس کا یہ غصہ دیکھ رہی تھی اب نہ جانے اس لڑکی نے کیا کر دیا تھا جس وجہ سے سردار موسی اتنے غصے میں تھا۔۔

"کیا ہوا ہے بیٹا تم اتنے غصے میں کیوں ہو"

ایت بیگم اس کے پاس ائی تھی۔۔

"ماں سائیں پلیز اپ بیچ میں نہ بولیں یہ جو اپ کی بہو ہے نا یہ میرا ضبط ازما چکی ہے مجھے تنگ کرنے کا مجھے ذلیل کرنے کا ہر موقع ہر ہر با استعمال کر چکی ہے تو اب کوئی بھی بیچ میں نہیں ائے گا میں اس کے ساتھ خود ڈیل کروں گا"

سردار موسی نے ان کی طرف دیکھ کر احترام کے دائرے میں رہتے ہوئے بات کی تھی جبکہ عافیہ بیگم گھبرا گئی تھی۔۔

"موسی بیٹا"

عافیہ بیگم نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"چاچی سائیں اپ اطمینان رکھیں کچھ ایسا نہیں کروں گا جس سے آپ کو تکلیف ہو یا کسی اور کو اتنا مجھ پہ یقین رکھیں"

سردار موسی نے ان کو دیکھ کر کہا تھا جبکہ روح دروازہ کھول چکی تھی روح کو دیکھ کر سردار موسی پھر سے غصے میں اگیا تھا اس نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اندر لے گیا تھا اور اس نے کمرے کا دروازہ پھر سے بند کر دیا تھا جبکہ آیت بیگم اور عافیہ بیگم نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

سردار موسیٰ نے زور سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا لمحہ بھر کے لیے کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ روح نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اپنی گرفت مضبوط کر لی تھی۔ آنکھوں میں وہی سرخی، چہرے پر ضبط کا بوجھ، اور آواز میں طوفان۔

''یہ سب تمہارا کھیل تھا نا؟''

موسیٰ کے لہجے میں لرزتی ہوئی شدت تھی۔

''کس بارے میں بات کر رہے ہو"

روح نے اپنا ہاتھ اس کے مضبوط گرفت سے نکالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ویڈیو، ڈانس، سب... بس مجھے بھڑکانے کے لیے؟ تمھیں لگتا ہے میں ان حرکتوں سے خاموش رہوں گا؟"

اس کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھی۔۔

"چھوڑیں میرا ہاتھ، سردار موسیٰ۔ تمھارے غصے کی باتیں بعد میں بھی ہو سکتی ہیں۔"

روح نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔

"ہوش میں آجاؤ روح! تم یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہیں برداشت کروں گا؟ کہ تم جو چاہو کرتی پھرو؟ تمہیں اندازہ ہے تم نے کیا کیا ہے؟"

موسیٰ نے ایک جھٹکے سے اسے چھوڑا۔

"کیا کر لیا میں نے؟ اپنی مرضی ظاہر کی ہے، گناہ نہیں کیا۔"

روح نے اس کی آنکھوں میں سیدھا دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"مرضی؟ یہ حویلی ہے، یہاں تمہاری مرضی نہیں چلنی یہاں فیصلے میری مرضی کے ہوتے ہیں، اور تم پابند ہوں انھیں ماننے کے لیے جب میں نے ایک دفع کہہ دیا تھا کسی کے بھی موبائل سے وڈیو نہیں بنے گی تو کیوں کیا تم نے ایسا؟"

وہ دونوں دیوار کے پاس ہی کھڑے تھے اور سردار موسی نے غصے سے اپنا ہاتھ دیوار پر دے مارا تھا۔۔

"ہاں، بالکل میں نے کیا میں نے ویڈیو بنائی، میں نے ڈانس کیا کیونکہ میں بھی انسان ہوں، جذبات رکھتی ہوں۔ آپ سب نے میری زندگی کا فیصلہ کر لیا تھا، تو میں نے بس ایک فیصلہ خود سے کیا تھوڑا سا سانس لینے کا۔"

موسیٰ کے غصے سے دیوار پر ہاتھ مارنے پر وہ ڈری تھی لیکن پھر واپس سے اپنی ٹون میں آتے ہوئے وہ بولی۔۔

"سانس؟ یا مجھے جلانے کا طریقہ؟ تمہیں لگتا ہے تمہارے ان ڈراموں سے میں تمھیں تمھاری مرضی کا ڈریس پہننے دوں گا نکاح پر، تم نے بس تماشہ بنایا ہے روح"
موسیٰ آگے بڑھا، غصے سے بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔۔

"تماشہ تو تم نے بنایا ہے!"
روح کی آواز گونج اٹھی۔

"میرا دکھ؟ وہ بھی تو برداشت سے باہر ہے سردار صاحب جب سب نے میرا یقین توڑا، میں چپ رہی۔ جب میری مرضی کو پامال کیا گیا، میں چپ رہی۔ مگر اب نہیں

اگر تم واقعی مرد ہیں تو میری خاموشی کو کمزوری مت سمجھنا۔"

روح کی آنکھوں میں آگ تھی۔

"جو بھی تھا وہ ماضی تھا اور یہ حویلی ہے، یہاں تمہارے ڈانس نہیں چلنے یہاں عزت سب سے بڑی چیز ہے، اور تم نے"

"عزت۔۔۔؟؟

"عزت عورت کے کردار سے ہوتی ہے، قید سے نہیں

روح نے اس کی بات کاٹ دی۔

"تم نہیں سمجھو گی روح تمہارے اندر کی آگ تمہیں ایک دن خود جلادے گی"

سردار موسیٰ نے ایک قدم پیچھے لیا، اس کی سانسیں بھاری تھیں، جیسے دل اور دماغ لڑ رہے ہوں۔۔

"اور تمھارے جو فیصلے ہیں بلکہ زبردستی کہنا ٹھیک رہے گا۔ یہاں کسی کی رائے کی کوئی قیمت نہیں عورت بس ایک مہرہ ہے، کبھی نکاح کے نام پر، کبھی عزت کے نام پر قربان"

روح مسکرائی تلخی کے ساتھ اور پھر بولی تھی۔۔

"زبان سنبھال کر بات کرو"

سردار موسیٰ نے جو ایک قدم پیچھے لیا تھا وہ واپس آگے آیا تھا۔۔

"کیوں؟ کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟ تم سب مجھے فیصلوں کا احترام سکھاتے ہو مگر میرا فیصلہ؟ میری مرضی؟ اس کی کوئی اہمیت نہیں؟"
روح کی آنکھوں میں آنسو چمک آئے تھے مگر لہجہ مضبوط تھا۔

"تمہیں لگتا ہے میں یہ سب چاہتا تھا؟ میں نے بھی یہ رشتہ اپنی خوشی سے نہیں کیا میں بھی زبردستی میں ہی بندھا ہوں"
موسیٰ نے سختی سے کہا۔۔

"تو پھر چھوڑ دیں مجھے جب تمھارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں، تو کیوں اپنی مردانگی کے زور پر میری زندگی کا فیصلہ کر رہے ہو؟ تم بھی تو ان سب کی طرح ہو، جو عورت کو بس خاموش دیکھنا چاہتے ہیں اور تمہارا غرور وہ تمھیں کبھی بھی انسان نہیں رہنے دے گا سردار موسیٰ"
روح نے تیز لہجے میں کہا۔

"بس کرو روح! تمہارا لہجہ برداشت سے باہر ہے تمہیں لگتا ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ نہیں روح اب تم چاہو یا نہ چاہو، تم اس نام کا حصہ ہو جو میرا ہے اور تم بس میری ہو صرف سردار موسیٰ کی ہو"

سردار موسیٰ کا ضبط ٹوٹنے کے قریب تھا۔ وہ چند لمحے خاموش رہا غصہ، بے بسی اور ایک عجیب سا احساس، سب ایک ساتھ چہرے پر تھے پھر اس نے دھیمی مگر بھاری آواز میں کہا۔۔

"تو پھر سن لو سردار موسیٰ اگر میں تمہارے نام کا حصہ ہوں، تو یہ نام میری مرضی سے چلے گا، تمھارے حکم سے نہیں"

روح نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا کمرے میں خاموشی چھا گئی۔

دونوں کی نظریں ایک دوسرے میں جمی رہی جیسے الفاظ ختم ہو گئے ہوں مگر جنگ ابھی باقی تھی۔ سردار موسیٰ نے کچھ کہنا چاہا، مگر الفاظ کہیں گم ہو گئے وہ ایک لمحے تک اسے دیکھتا رہا وہی لڑکی جو ہر بار اس کے ضبط کو توڑ دیتی تھی، جو اس کے غصے کے بیچ بھی اسے کمزور محسوس کراتی تھی۔

آخر وہ مڑا، دروازے کی طرف بڑھا، اور جانے سے پہلے رکا۔

"یاد رکھنا روح... تم نے آج جو کیا ہے، اس کے بعد میں خاموش نہیں رہوں گا۔"

اور اس کی طرف مڑ کر بولا تھا۔

"تو پھر کریں جو کرنا ہے سردار موسیٰ مگر اس بار میں بھی خاموش نہیں رہوں گی۔"

روح نے دھیرے سے کہا۔

"یہ جو تماشا تم نے آج لگایا ہے اس کا بھی حساب دینا ہو گا تمھیں"
سردار موسیٰ کی آواز دبی ہوئی تھی مگر سخت تھی۔۔

"تماشا؟ نہیں سردار موسیٰ، اسے جواب کہتے ہیں۔ جو تم جیسے مرد برداشت نہیں کر پاتے تم مجھ پر اپنی مرضی تھوپنا چاہتے تھے تو میں نے بس یہ کر دیا"
اس کا لہجا طنزیہ تھا۔۔

"جواب؟ تمہیں شرم آنی چاہیے روح! تم میرے نام سے جڑی ہو، اور سب کے سامنے تماشا بنا رہی ہو"
وہ جانے والا تھا لیکن شاید روح کا وہی لہجا دیکھ کر وہ واپس آیا تھا اور اس کے بلکل قریب آگیا تھا جس سے اس کے دل کی دھڑکنوں میں شور ہوا تھا

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ تمھارے حکموں کی غلام نہیں ہوں میں"
روح گھبرائی تھی لیکن ڈری نہیں۔۔

"میرا نام تمھارے نام سے جڑا ہے اپنی نادانیوں میں اگر اس پر ذرا سی بھی آنچ آنے دی تم نے تو یہی اس کمرے میں دفن کروں گا کیوں کہ سردار موسی کے لیے اسکی عزت سے بڑھ کر کچھ نہیں"
اس کا لہجہ اب خون چھلکا رہا تھا۔۔

"عزت؟ یا قید؟ جو بھی لباس مجھے پسند نہیں آتا، وہ تمھارے اصولوں میں "بد تمیزی" بن جاتا ہے"
وہ اس سے فاصلہ رکھتے ہوئے بولی۔۔

"تمہیں اتنی عقل ہے کہ اپنی حد میں رہ سکو؟ تمہیں پتا ہے تم نے پورے خاندان کو کس نظر سے دکھایا ہے خود کو وہاں باقی قبیلوں کی عورتیں بھی تھی"

اس نے غصے سے سانس لیتے ہوئے کہا تھا اس کی بات تو کہیں گم کر دی۔۔

"میں نے کچھ نہیں دکھایا میں بس وہ کر رہی ہوں جو مجھے اچھا لگتا ہے اور تم ہر وقت مالک بنے رہتے ہو جیسے میں کوئی چیز ہوں؟"

اس نے غصے سے کہا تھا۔۔

"تم میری ہونے والی بیوی ہو چیز نہیں ذمہ داری ہو تم میری۔"

سردار موسی کو اس کا خود کو چیز کہنا بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔۔

"تو پھر نبھایئے اپنی ذمہ داری! مجھے الزام دینے سے پہلے اپنے رویے کا حساب دو"

روح نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے چیلنج کیا۔۔

"اچھا؟ تم مجھے سکھاؤ گی اب؟ جس عورت کو شرم نہیں، وہ مجھے سکھائے گی"

وہ طنزیہ بولا تھا اس کی اس بات پر روح نے سختی سے اپنے ہاتھ کی موٹھیاں بھینچ لی۔۔

"میں شرم جانتی ہوں، سردار موسیٰ مگر تمھاری غصہ اور انا اس کو بار بار روندتے ہیں"

وہ بھی روح تھی ہر بات کا جواب نہ دے ایسا ہو نہیں سکتا تھا۔۔۔

"میں نے تمھاری ساری حرکتیں برداشت کی ہیں اب تک مگر اج تم نے حد پار کی ہے"

اس نے انتہائی سخت کہ لہجے میں کہا تھا۔۔

"آگے بھی تمھیں ایسی ہی روح کو برداشت کرنا ہو گا یا پھر اس سے بھی بری سردارنی روح کو جو تمھاری سلطنت بھی ختم کر سکتی ہے تمھاری عزت بھی"

وہ مسکرا کر بولی تھی۔۔

"روح... زبان سنبھالو، نہیں تو میں..."

روح نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔۔

"کیا کرو گے ؟مارو گے ؟ویسے بھی تمھارے ہاتھ صرف غصے کے عادی ہیں، پیار کے نہیں"

اس نے اس کے بات کاٹتے ہوئے کہا تھا۔۔

"بکواس بند کرو! تم نہیں جانتیں میں کیا کر بیٹھوں گا!"

وہ اب انتہائی غصے میں آچکا تھا اس کی باتیں برداشت کرنا اس کے لیے مشکل ہو چکا تھا۔۔

"تم کچھ نہیں کر سکتے کیونکہ تم کمزور مرد ہو جو اپنی حکمرانی مجھ پر چلانا چاہتا ہے"

وہ اس کی حالت پر تلخی سے بولی۔۔

"بس! ایک لفظ اور کہا نا تم نے، تو برداشت نہیں کروں گا!"

اس نے چلاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"تو پھر کرو نہ دیکھو کیسا لگتا ہے جب ایک مرد اپنی طاقت عورت پر آزماتا ہے!"

اس نے بھی چیختے ہوئے کہا تھا۔۔

"خدا کی قسم، تم نے مجھے اس حد تک پہنچا دیا ہے جہاں میں خود سے ڈرنے لگا ہوں نا جانے کیا کر بیٹھوں"

اس کا ہاتھ سختی سے ہاتھ اٹھا تھا مگر وہ روک لیتا ہے اور گہری سانس لیتا ہے روح بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ مزید وہاں نہیں رکا تھا وہ دروازہ کھول کر وہاں سے چلا گیا تھا دروازہ زور سے بند ہوا تھا آواز پورے کمرے میں گونجی تھی روح نے ایک گہری سانس لی۔۔

"اب تمہارے قانون نہیں چلیں گے سردار موسیٰ ہوگا وہی جو سردارنی روح چاہے گی۔"

اس نے کمرے کے دروازے پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا تھا وہ دروازے کو ایسے گھور رہی تھی جیسے سامنے سردار موسیٰ کھڑا تھا۔۔



کمرے میں ہلکی روشنی تھی دیوار پر لٹکی ایک تصویر وہ وقت، جب سب کچھ ٹھیک تھا۔ یحییٰ کرسی پر بیٹھا تھا، نظریں اس تصویر پر تھیں، جیسے اب بھی وہ لمحہ سامنے کھڑا ہو جب سب ٹھیک تھا وہ تھا اس کی خوبصورت دنیا تھی اور اس کے لوگ تھے لیکن اب کچھ بھی ویسا نہیں تھا وہ چپ چاپ بستر کے کنارے جا کر بیٹھا تھا، نظریں فرش پر جمائی تھیں۔ ہاتھوں کی پشت پر رگیں ابھر آئی تھیں جیسے وقت نے انہیں بھی زخموں کی طرح کھول دیا ہو۔

کمرے میں ایک سناٹا تھا، مگر اس کے اندر شور مچا ہوا تھا ماضی کے الزامات، طنز کے جملے، اور وہ دن جب حویلی کے دروازے اس کے لیے بند ہوئے تھے۔ اور آج اس کی محبت اس سے چھن گئی تھی اس سب نے اس مضبوط شخص کو اور زیادہ توڑ کر دیکھ دیا تھا۔ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔ یحییٰ نے سر نہیں اٹھایا دروازہ ہلکا سا کھلا تھا یحییٰ نے سامنے دیکھا جہاں کنزہ بیگم اور ساجد نقوی کھڑے تھے اس کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ آئی تھی تو ان لوگوں کو سب سے فرصت مل ہی گئی تھی اس کے پاس آنے کی وہ دونوں

ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ان دونوں کے چہرے پر وقت کا بوجھ اور ندامت صاف دکھائی دے رہی تھی۔ انھوں نے بھی تو اتنے سال بیٹے کی جدائی برداشت کی تھی۔

"یحییٰ"

ایک لفظ مگر اتنا بوجھل جیسے برسوں کی خاموشی ٹوٹ گئی ہو ساجد نقوی اس کے پاس آئے تھے۔۔ یحییٰ نے آہستہ سے سر اٹھایا۔ چہرے پر حیرت نہیں تھی، بس ایک خاموش سوال: اب کیوں آئے ہیں؟

"کیا کہنا ہے"

وہ اپنی جگہ سے اٹھا نہیں تھا بس آہستہ سے بولا۔۔

"بیٹا... ہم شرمندہ ہیں۔ماں باپ کہنے کے لائق نہیں رہے۔ تم پر لگے الزام پر خاموش رہے تمہیں اکیلا چھوڑ دیا۔ ہم نے تمہیں نہیں، خود کو بھی کھو دیا"

اس کی ماں آگے بڑھی۔ آنکھوں میں آنسو تھے، آواز لرز رہی تھی۔ کنزہ بیگم بہت خوبصورت خاتون تھی لیکن بیٹے کی جدائی نے انھیں کھا لیا تھا۔

"ایسا نہ بولیں ماں سائیں آپ کی اس میں کوئی غلطی نہیں ہے ماضی میں جو ہوا اس میں آپ لوگوں کی کوئی غلطی نہیں ہے"

یحییٰ کا دل کٹ سا گیا تھا اپنی ماں سائیں کی حالت پر وہ اپنا حال بھلا کر فوراً سے ان کے پاس آیا تھا اور انھیں اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔۔

"میں بھی تمھارا ساتھ نہیں دے سکا بیٹا مجھے معاف کر دو"

اس کے بابا سائیں نے اس کے آگے ہاتھ جوڑ لیے تھے یحییٰ نے فوراً سے ان کے پاس آ کر ان کے ہاتھ تھامیں تھے وہ بھی ان کا درد جانتا تھا اس نے بھی تو اپنے ماں باپ کو 9 سال کی سزا دی تھی۔۔

"نہیں بابا آپ کیوں مجھے شرمندہ کر رہے ہیں میں تکلیف میں ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ لوگوں کی وجہ سے ہوں بس محبت انسان کو مجبور کر دیتی ہے"

یحییٰ کی آنکھ سے ایک آنسوں ٹوٹ کر اس کے گال پر آیا تھا کنزہ بیگم نے اپنے بیٹے کو دیکھا اس کی آنکھ سے گرا آنسوں بتا رہا تھا اس کے بیٹے کو کس حد تک اس لڑکی سے محبت ہے اور وہ کتنی تکلیف میں ہے۔۔ایک بار پھر دروازہ کھلا اندر سید سائیں داخل ہوئے تھے ان تینوں نے ہی دروازے کی طرف دیکھا سید سائیں کو دیکھ کر یحییٰ نے لمبی سی آہ کھینچی تھی ان کے چہرے پر ندامت صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"یحییٰ میری جان"

سید سائیں کی آواز بھاری تھی، مگر پہلی بار اس میں غرور نہیں، پچھتاوا تھا۔

یحییٰ کو سر جھکا گیا تھا اس نے آہستہ سے سر اٹھایا اور ان کی طرف دیکھا کنزہ بیگم اور ساجد نقوی پیچھے ہو گئے تھے سید سائیں اس کے پاس آئے۔۔

"کیا کہنا ہے اب، سید سائیں؟"

یحییٰ نے کوئی سخت الفاظ استعمال نہیں کیا تھا۔۔

"میں نے غلط کیا، مجھے یوں فیصلہ نہیں سنانا چاہیے تھا لیکن یقین جانو یحییٰ کبھی بھی تمھارے سید سائیں نے اس بات پر یقین نہیں کیا کہ میرا یحییٰ ایسا کر سکتا ہے میرا دل تمھاری سچائی کا گواہ تھا مجھے کسی اور گواہ کی ضرورت نہیں تھی بس میں نے جلد بازی میں فیصلہ کر دیا"

"اب کیا فایدہ سید سائیں؟ جب میں تنہا تھا، میرے پاس کوئی نہیں تھا اپنا مجھے سنبھالنے کے لیے تو آج آپ آ گئے آج آپ کو میرا دکھ نظر آ رہا ہے؟"

یحییٰ شکوہ نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن اس کے منہ سے کہ الفاظ خود بہہ کر زبان پر آ رہے تھے۔

"اور آپ جانتے ہیں، اب بھی سب مجھے وہی سمجھتے ہیں۔ لوگ بھول جاتے ہیں کہ جھوٹ کی سزا سچ کو ملتی ہے۔ میں نے اس دن کچھ نہیں کہا، کیونکہ مجھے لگا شاید وقت خود بولے گا۔ لیکن وقت بھی خاموش رہا جیسے آپ سب۔"

یحییٰ کے آنسوں بہت ضبط کے بعد بھی گالوں پر بہہ آئے تھے۔

"کوئی نہیں سمجھتا یحییٰ سچ اسی دن سب کے سامنے آگیا تھا بس کاش میں جلدی میں فیصلہ نہ کرتا وہی عزت مان ہے تمہارا یحییٰ جو 9 سال پہلے تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھا کر کہا یحییٰ خاموش رہا تھا۔۔

"میں تم سے معافی مانگنے آیا ہوں یحییٰ۔ تو چاہے مجھے دادا نہ کہہ، مگر بس یہ بوجھ ہلکا کر دے۔ میری آنکھوں نے وہ دن دیکھا جب لوگ میرے سامنے تیرے خلاف بول رہے تھے، اور میں سردار ہونے کے باوجود انھیں خاموش نہ کروا سکا بلکہ تمھیں خاموش کر کے بھیج دیا معاف کر دو اپنے سید سائیں کو"

سید سائیں آگے آئے، ان کی لرزتی آواز ٹوٹی۔۔

"دادا سائیں، جو مان ٹوٹتا ہے نا وہ پھر جڑتا نہیں۔ آپ کے ایک حکم نے میری زندگی بدل دی۔ میں مجرم بن گیا"

یحییٰ نے آہستہ سے سر اٹھایا۔

"میں بوڑھا ہو گیا ہوں، یحیی مگر دل پہ وہ بوجھ جوان ہے جو تیرے ساتھ میں نے کیا میرے فیصلے کی وجہ سے وہاں۔ تو چاہے مجھے ماف نہ کر، پر میری روح کو سکون دے دے مجھے چھوڑ کر نا جانا اب کی بار"

سید سائیں کی آنکھوں سے آنسو گر پڑے۔ یحییٰ کا دل موم ہو رہا تھا اتنے سالوں کا درد تھا لیکن سید سائیں کے آنسوں سے وہ موم ہو رہا تھا۔۔

"آپ نے مجھے حویلی سے نکالا تھا، لیکن میرے دل سے آپ کبھی نہیں نکلے میں نے نفرت نہیں کی، بس فاصلہ رکھا۔ مگر میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں آپ کو ایسے نہیں دیکھ سکتا میں غصہ اور ناراض دونوں ہو اور یوں بار بار معافی مت مانگیں مجھے شرمندگی ہو رہی ہے"

یحییٰ نے ایک گہری سانس لی۔ کچھ لمحے چپ رہا، پھر کہا سید سائیں نے آنسوں اسے موم کر گئے تھے کیوں کہ یحییٰ کو ان سے بہت محبت تھی یحییٰ ان کے پاس آیا تھا اور ان کے ساتھ لگ گیا۔ کنزہ بیگم اور ساجد نقوی بھی نم آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کمرے میں گہری خاموشی تھی اور وہ دادا پوتا آج اتنے سالوں بعد ایک دوسرے کے ساتھ لگے تھے۔۔

🎀🎀

کمرہ چمک رہا تھا جیسے چاندنی خود وہاں اتر آئی ہو۔ دیواروں پر سنہری اور سبز پردے لہرا رہے تھے، چھت سے جھومر لٹک رہے تھے جن کی روشنی میں سب کچھ خواب سا لگ رہا تھا۔ قالین پر گلاب اور چنبیلی کی پتیاں بکھری تھیں، اور درمیان میں ایک چھوٹا سا انتظام کیا گیا تھا جس کے درمیان میں تھال پڑی تھی تھال کو بھی بہت اچھے سے سجایا گیا تھا اس میں مہندی کی کونز رکھی گئی تھی جس کے گرد بھی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ یہ حویلی کی سب سے حسین رات تھی روح اور سردار موسیٰ کے نکاح کی مہندی۔ آج رات روح کے ہاتھوں میں موسیٰ کے نام کی مہندی سجنی تھی اور کل جمعے کی نماز کے بعد ان کا نکاح تھا۔۔

روح سب کے درمیان بیٹھی تھی،اس نے سبز شلوار قمیض پہنی تھی۔
قمیض پر باریک سنہری کام کیا ہوا تھا دوپٹے کے کناروں پر گوٹا اور چھوٹے
پھولوں کی کڑھائی بنی ہوئی تھی اس کا دل تو نہیں تھا یہ سب پہننے کا لیکن
آیت بیگم کے اسرار پر اس نے پہن لیا تھا اس کے چہرے پر ہلکی سی
مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں ایک خاموش الجھن جیسے دل میں کچھ دبایا
ہوا ہو۔ بالوں کو نرم curls میں کھلا چھوڑا تھا،ایک طرف جھومر سجا تھا
جو روشنی پڑتے ہی چمک اٹھتا تھا۔ابھی مہندی لگانے والی لڑکیاں نہیں آئی
تھی لیکن کچھ ہی دیر میں ان لوگوں نے بھی یہی ہونا تھا اور ان کی مہندی
شروع ہو جانی تھی۔۔نور اس کے ساتھ بیٹھی تھی وہ آج سب میں سب
سے زیادہ شوخ لگ رہی تھی۔اس نے پنک رنگ کی فراک پہنی تھی، جس
پر چاندی کے دھاگے سے نازک کام کیا گیا تھا۔اس کے دوپٹے پر ننھے موتی
جڑے تھے جو ہلکی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔وہ روح کے ہاتھ تھامے ہنس
رہی تھی، آج وہ خود کو بھی بہت حسین لگ رہی تھی اور وہ اپنا دیدار ہاشم

سائیں کو کرانا چاہتی تھی لیکن شاید وہ حویلی میں ہی نہیں تھا۔۔ماہا نے پیلا اور سبز رنگ کا جوڑا پہنا تھا، فراک کے دامن پر کناری دار سنہری lace، لگی ہوئی تھی ہاتھوں میں چوڑیاں اور کانوں میں چھوٹے جھمکے۔وہ ہر کام سنبھال رہی تھی سونگ بھی وہی لگا رہی تھی ڈھولک بھی بیٹھی وہی بجا رہی تھی۔کندیل بھی پنک لباس میں تھی، مگر اس کے جوڑے پر نیلے دھاگے کا کام تھا۔وہ بار بار روح کے دوپٹے کے کنارے سنبھال رہی تھی، کبھی تصویر کھنچواتی، کبھی ہنسی میں سب کا ساتھ دیتی۔۔چاروں لڑکیاں کمرے میں رنگ، خوشبو اور زندگی بکھیر رہی تھیں۔

گانے کی آواز آ رہی تھی ''مہندی ہے رنگ لائی... ''دھیرے دھیرے سب کے چہرے مسکراہٹ سے دمک اٹھے۔

"میں دیکھ کر آتی ہوں یہ مہندی لگانے کے لیے کوئی آیا کیوں نہیں اب تک"

ماہانے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا جس پر ان لوگوں نے ہاں میں سر ہلایا لیکن ابھی وہ جانے لگی تھی دروازہ کھلا، عافیہ بیگم آیت بیگم اندر آئیں۔

دونوں نے سبز اور سنہری دوپٹے اوڑھے ہوئے تھے، چہروں پر خوشی کے آثار تھے ان کے پیچھے پیچھے ہی کنزہ بیگم آئیں، جنہوں نے فیروزی رنگ کا جوڑا پہنا تھا ان کے ساتھ ہی تین لڑکیاں تھی یقیناً انھوں نے ہی مہندی لگانی تھی۔ان کے ساتھ نادیہ بیگم بھی تھی ان کے چہرے پر ہلکی سی بناوٹ تھی، جیسے مسکراہٹ زبردستی ہو۔ان کے برابر گلناز تھی سجی سنوری، مگر آنکھوں میں چبھن تھی۔وہ سبز رنگ کی ساڑھی میں تھی، مگر رنگ جیسے اس کے چہرے سے میل نہیں کھاتا تھا۔وہ صرف ایک ہی سمت دیکھ رہی تھی جہاں روح بیٹھی تھی، وہی روح جس سے وہ حسد کرتی تھی، جس نے اُس شخص کو اپنا لیا تھا جس سے گلناز خود محبت کرتی تھی۔

"اچھا لڑکیوں پیچھے ہو ان کو جگا دو تاکہ یہ روح کی مہندی شروع کر سکیں"

آیت بیگم نے ان تینوں سے کہا تھا جس پر وہ مسکراتی ہوئی پیچھے ہو گئی تھی۔
مہندی لگانے کا وقت آ گیا تھا وہاں موجود دو لڑکیوں نے روح کو مہندی لگانا شروع کی تھی۔۔

"ماں سائیں مجھے اس سے پہلے مہندی لگوانی ہے"
نور جو کہ تیسری لڑکی کے پاس آ کر بیٹھی تھی کندیل نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"لیکن میں پہلے آئی ہوں تو مہندی بھی پہلے مجھے ہی لگنی چاہیے"
اس نے کندیل کو گھور کر دیکھا تھا روح کی ہاتھوں پر مہندی لگانا شروع ہو چکی تھی۔۔

"نور تم ایسا کرو چھوڑو اس کا مقابلہ کہاں تم کر سکتی ہو اس لیے تم ہی پیچھے ہو جاؤ اور اسے لگوانے دو"

آیت بیگم نے نور کو دیکھ کر کہا ان کی بات پر وہ منہ بنا کر پیچھے ہو گئی تھی کندیل نے اس کی طرف دیکھ کر اسے منہ چڑایا تھا نور کا دل کر رہا تھا اس کا یہ منہ ہی نوچ لے۔۔

"اچھا نور تم ایسا کرو جاؤ نیچے سے مٹھائی لے آؤ کچن میں ہو گی"

عافیہ بیگم نے کہا تو نور ہاں میں سر ہلاتی ہوئی چلی گئی تھی باہر جانے سے پہلے اس نے سر پر دوپٹہ اچھے سے لیا تھا کمرے میں وہی ماحول تھا گانے اسی طرح سے لگے ہوئے تھے ماہا سب کی ویڈیوز اور پکس بنا رہی تھی روح اور کندیل کے ہاتھوں میں مہندی سج رہی تھی آیت بیگم عافیہ بیگم اور کنزہ بیگم بیڈ پر بیٹھی تالیاں بجا رہی تھی کنزہ بیگم نے اس لڑکی کو دیکھ جس کے ہاتھوں میں آج سردار موسی کے ہاتھ کی مہندی لگ رہی تھی کیسے برداشت کر سکے گا اس کا بیٹا یہ درد ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو یحییٰ کی آنکھوں میں اس نے محبت دیکھی تھی اس لڑکی کے لیے اور حد دے زیادہ اتنی کہ اس کا درد آنکھوں سے بہنے لگا تھا کاش سید سائیں نے اس لڑکی کو سردار موسی کے حوالے نہ کیا ہوتا تو آج وہ ان کے بیٹے کی دلہن ہوتی۔۔

گلنازایک سائیڈ صوفے پر بیٹھی تھی اپنے ماں کے ساتھ،اس کی آنکھوں میں حسد تھی اور وہ حاسد نگاہوں سے اس لڑکی کو دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ اس کی محبت تھا تو وہ کیسے کسی اور کا ہو سکتا تھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی نادیہ بیگم بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی اور ماحول میں گانوں کی آواز تھی۔

"مہندی ہے رنگ لائی۔دل والا آیا"

🎀🎀

ہاشم زنان خانے میں آیا تھا وہ قبیلے کا کوئی مسئلہ دیکھنے گیا ہوا تھا سردار موسیٰ سے اس نے بات کی تھی لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ خود دیکھ لے وہ اس کے ایسے رویے پر بھی پریشان ہو گیا تھا کیوں کہ ایسا پہلے کبھی بھی نہیں ہوا تھا کہ قبیلے کا کوئی مسئلہ ہو اور وہ یوں خود پیچھے ہو جائے اس نے اسے کال بھی کی تھی لیکن سردار موسیٰ نے اٹھائی نہیں تھی وہ اس وقت اس سے بات کرنے ہی جا رہا تھا وہ زنان خانے میں آیا تھا نور الہدیٰ نیچے آ رہی تھی ہاشم نے اس کی طرف دیکھا تھا گلابی رنگ کے فراک میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی ایک بار ہاشم نے جب اس پر نظریں ڈالی تو دوبارہ ہٹانا بھول گیا تھا آج وہ سچ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی ہاشم کے دل میں اتر رہی تھی نور نے بھی اسے دیکھا تھا وہ اس وقت تھکا ہوا لگ رہا تھا وائیٹ شلوار قمیض میں بکھرے بالوں کے ساتھ وہ مزید پیارا لگ رہا تھا نور جو آج اس پر

بہت پیار آرہا تھا نور بھی اپنی نظریں اس پر سے نہیں ہٹا سکی تھی وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے ہاشم نے اس کی طرف قدم بڑھائے تھے نور نے بھی اپنی قدم اس کی جانب لیے تھے۔

"بہت حسین لگ رہی ہوء بلکل ویسے ہی جیسے بادلوں میں چھپا چاند ہو اور آہستہ آہستہ وہ بدلوں سے نکل کر اپنی خوبصورتی ظاہر کرتا ہے بلکل ویسے ہی آج آپ نے اپنا کہ حسن ظاہر کیا ہے"
ہاشم نے محبت سے مسکرا کر بات کی تھی۔

"ہم روز ہی اتنے پیارے لگتے ہیں مسٹر ہاشم نقوی بس آپ دیکھتے نہیں ہیں"
نور الہدیٰ نے شوخ لہجے میں کہا تھا اس کی بات پر ہاشم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"بات تو ٹھیک ہے میری پیاری سی ہونے والی بیوی بھی اس بات سے اب تو مجھ سے خفا ہو گی کہ میں اسے نہیں دیکھتا"
ہاشم نے اس کے بالوں کی لٹ کو ہاتھوں سے ٹچ کیا تھا۔۔

"ہاں نہ"
نور نے اترا کر کہا تھا اس کی بات پر ہاشم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"مسز ہاشم ٹوبی اس وقت آپ حویلی کے زنان خانے میں ہیں یہاں کوئی بھی مرد آ سکتا ہے لیکن اپ کی یہ زلفیں نظر آ رہی ہیں وجہ جان سکتا ہوں"
ہاشم نے آج پہلی بار اس سے ایسی کوئی بات کی تھی۔

"وہ ہاشم سائیں دوپٹہ لیا ہے ہم نے"

نور نے فوراً سے جواب دیا تھا۔۔

"ہاں لیا ہے لیکن کیا یہ چنری کا دوپٹہ آپ کی زلفیں دھکنے میں کامیاب ہو رہا ہے مجھے اگلی بار ایسی کوئی شکایت نہ ملے آپ کے ان خوبصورت بولوں پر اگر کسی مرد کی نظر پڑے تو وہ بس میں ہوں سو بے کیر فل فور ٹیکسٹ ٹائم"

ہاشم یہ بات کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا کیوں کہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا وہ بھی وہ اس سے جتنا دور رہتا اتنا ہی اچھا تھا کیوں کہ اس کے جذبات اس کے قریب آتے ہی زیادہ ہونے لگتے تھے اور جتنا وہ اس کے قریب ہوتا اتنا ہی کو ئھ گستاخی ہونے کے چانسز تھے نور نے مڑ کر اسے دیکھا تھا جو کہ سردار موسیٰ کے کمرے کی جانب جا رہا تھا وہ بھی مسکراتے ہوئے کچن کی طرف چلی گئی تھی اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی اس کا بندہ possessive تو بہت ہے وہ تو اس کے بارے میں کچھ اور ہی سمجھتی تھی لیکن اس کے ایک بار قریب آنے پر ہی اس نے اپنی ایک جھلک دیکھا دی تھی اسے اچھا لگا تھا اس کا حق جتانا۔



رات کے دوسرے پہر کی خاموشی تھی۔ حویلی کے گارڈن میں جلتی آگ کی لو جیسے سردی کے ساتھ ساتھ وقت کو بھی تھامے بیٹھی تھی۔ آسمان پر چاند مدھم تھا، اور پہاڑوں کے پیچھے سے بہتی ہوا میں ایک عجیب سا سکون اور بے چینی دونوں شامل تھے۔ وہ کمرے میں بالکنی میں کھڑا یہ سب محسوس کر رہا تھا۔ چہرہ سنجیدہ، آنکھیں غصے سے بھری ہوئی مگر دل میں الجھن۔ اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا لیکن اس نے کوئی رسپانس نہیں دیا وہ ویسے ہی کھڑا رہا تھا ہاشم جانتا تھا اس نے یہی ہونا ہے اس لیے وہ اس کے پاس سیدھا بالکنی میں ہی آیا تھا۔۔

"یہ سب کیا ہے موسیٰ؟"

ہاشم نے اسے دیکھ کر سوال کیا۔ موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس دھواں اٹھاتی آگ کو دیکھتا رہا، جو کہ گارڈن کے پاس ہی سردی کی وجہ سے جمائی گئی تھی جیسے اس کی لپٹوں میں اپنا ضبط جلا دینا چاہتا ہو۔۔

"ہاشم...وہ ویڈیو تم نے دیکھی نا؟"
سردار موسیٰ نے وہ وڈیو اسے بھیج دی تھی کیوں کہ وہ ہر بات اس سے ہی شیئر کرتا تھا اور اس نے کار میں وہ وڈیو دیکھی تھی آتے ہوئے وہ جانتا تھا اس کے علاوہ اسے کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا۔۔

"ہاں دیکھی۔اور سمجھ بھی گیا ہوں تم کیوں اتنے غصے میں ہو۔"
اس نے اس کو دیکھا تھا اس کی بہن نے سچ میں غلط کیا۔۔

"مجھے غصہ اس پر نہیں ہے کہ اس نے وہ ویڈیو بنائی۔غصہ اس پر ہے کہ وہ جانتی ہے میں برداشت نہیں کر سکتا پھر بھی کرتی ہے۔جیسے جان بوجھ کر میرا ضبط آزمانا چاہتی ہو۔"
موسیٰ نے ایک گہری سانس لی۔۔۔

"روح ضدی ہے موسیٰ، لیکن وہ بری نہیں۔ تمہارے غصے کو شاید وہ سمجھ نہیں پاتی۔ تم جب چپ رہتے ہو تو وہ سمجھتی ہے تمہیں فرق نہیں پڑتا"
ہاشم نے سکون سے اس کی طرف دیکھا۔

"فرق نہیں پڑتا؟ اس کی ایک ایک حرکت میرے اندر آگ لگا دیتی ہے۔ کبھی اپنی خاموشی سے، کبھی اپنی باتوں سے۔ اب تو حد کر دی، یہ ویڈیو... جیسے مجھے جان بوجھ کر جلانا چاہتی ہو"
موسیٰ کی آواز میں دھاڑ چھپی تھی۔۔

"اور تم؟ تم نے کبھی اسے بتایا تمہیں یہ سب کیوں برا لگتا ہے؟ کبھی سمجھایا کہ تمہارا غصہ دراصل پریشانی ہے، نفرت نہیں؟"
ہاشم نے دھیرے سے کہا۔۔

"میں سردار ہوں، وضاحتیں نہیں دیتا"

موسیٰ نے نظریں چرائیں۔۔

"ہاں، سردار ہو، مگر انسان بھی تو ہو نا روح کو سرداری نہیں چاہیے، دل چاہیے۔ وہ تمہیں سمجھ نہیں پائی کیونکہ تم نے کبھی خود کو دکھایا ہی نہیں۔ تم بس ضبط کرتے رہے، مگر ضبط کا ایک لمحہ بھی ٹوٹ جائے تو سب کچھ بکھر جاتا ہے"

ہاشم ہنس پڑا تھا موسیٰ خاموش رہا۔ وہ جانتا تھا ہاشم ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔

"مجھے بس یہ ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے دل سے قبول ہی نہ کرے۔ اپنی زد میں اپنے بچپنے میں، تو کیا میں اسے اپنی بنا سکوں گا؟"

کچھ لمحے یونہی گزرے۔ پھر موسیٰ نے سر اٹھا کر کہا۔۔

"محبت کا مقابلہ محبت سے کرو موسیٰ، غصے سے نہیں۔ تم روح کو ڈرا کر نہیں، جیت کر اپنا سکتے ہو۔ تم نے کہا تھا نہ کہ تمہاری سردارنی تمہاری سنے گی؟ تو اسے سننے کی ایک وجہ دو۔ اسے دکھاؤ کہ تم صرف حکم دینے والے نہیں، سمجھنے والے بھی ہو"

ہاشم نے دھیرے سے کہا۔۔

،، تمہیں لگتا ہے وہ کبھی مجھے سمجھے گی؟،،

موسیٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ دی۔

"اگر تم نے اپنے دل کی بات ایک بار کہہ دی تو وہ ضرور سمجھے گی۔ روح کے اندر ضد ہے، مگر احساس بھی ہے۔ بس تمہیں اپنے لہجے میں نرمی لانی ہو گی۔"

ہاشم نے جواب دیا۔۔

"دل کی بات کون سے دل کی بات"
سردار موسیٰ نے اچانک ہی اسے دیکھ کر کہا تھا۔۔

"اپنے دل سے پوچھ لینا جواب مل جائے گا"
اس نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا، آگ کی لپٹیں تھوڑی تیز ہوئیں، جیسے ان کی باتوں نے فضا میں بھی حرکت بھر دی ہو۔

"بس یاد رکھنا، سرداری سے تم کبھی بھی روح کو اپنا نہیں بنا پاؤ گے روح تمہاری ہو گی جب تم اسے دل سے چاہو گے سردار بن کر نہیں بلکہ ایک انسان بن کر جو محبت احساسات جانتا ہو"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ موسیٰ نے نظریں آسمان پر اٹھائیں، چاند جیسے اس کی بات سن رہا تھا۔ دل میں ایک نئی جنگ شروع ہو گئی تھی غصے اور محبت کی جنگ۔

"اچھا میں چلتا ہوں بہت تھک گیا ہوں تم بھی آرام کر لو"
ہاشم جانتا تھا وہ بھی بے سکون ہو گا اس لیے مسکرا کر بولا تھا کیوں کہ وہ بھی تھک گیا تھا سردار موسی نے ہاں میں سر ہلایا تھا جس پر وہ اس کی طرف ایک نظر مسکرا کر دیکھتے ہوئے واپس چلا گیا تھا اس نے بھی اندر کی جانب کا رخ کیا تھا کیوں کہ باہر سردی اب زیادہ ہو گئی تھی کیوں کہ رات آہستہ آہستہ گہری ہو رہی تھی۔۔

کمرے کے بیچ میں روح سبز شلوار قمیض میں بیٹھی تھی مہندی والی لڑکی اس کے ہاتھوں کو خوبصورتی سے سجا رہی تھی۔۔

''میم، نام کس کا لکھوں دلہن کے ہاتھ پہ؟''

مہندی والی لڑکی روح کے ہاتھ پر ڈیزائن بناتے ہوئے بولی روح نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ابھی مت لکھو، ڈیزائن مکمل ہونے دو، پھر بتاؤں گی"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا وہ ہر گز بھی اپنے ہاتھوں پر سردار موسیٰ کا نام نہیں چاہتی تھی۔۔

"ارے واہ! دلہن صاحبہ کیا بات ہے آرام سے بات کر لی ہے بھائی موسیٰ کے نام پر آج آپ نے"

ماہا نے اسے دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی نورالہدیٰ بھی میٹھائی تھالی میں سجا کر آ گئی تھی تھالی کو بھی بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا جلیبی، لڈو، اور رس گلے کی خوشبو پورے کمرے میں پھیل گئی۔ میٹھائی ٹیبل پر رکھ کر وہ روح کے پاس ہی آ گئی تھی۔۔

"کیا ہو رہا ہے"

اس نے ماہا اور روح دونوں کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"کچھ خاص نہیں بس موسیٰ بھائی کا نام جو سجنا ہے محترمہ کے ہاتھوں میں" ماہا نے مسکرا کر کہا تھا جس پر نور نے بھی روح کی طرف دیکھا تھا جو کہ ماہا کو غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"عیسے ہماری سردارنی کے ہاتھوں میں اسکے سردار کا نام جچے گا تو بہت کیوں ماہا"

نور نے بھی اب کی بار اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"اور آپ بھی فکر نہ کریں بھابھی آپ کی بھی شادی ہونی ہے وہ بھی میرے بھائی سے میں نے تو اب سے ہی آپ کو روز تمہیں ہاشم بھائی کے نام سے چھیڑتی رہنا ہے"

روح نے شرارت سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"اُف روح! اب تم نے تو نشانہ سیدھا نور کے دل پر لگا دیا"

ماہا فوراً بول پڑی تھی کیوں کہ نور میڈم کے گال سرخ ہو چکے تھے۔

"زیادہ بولو نہیں باری تمھاری بھی انی ہے"

نور نے غصے سے کہا تھا جبکہ نور کی بات پر اس کے دماغ میں سید یحییٰ نقوی کا خیال آیا تھا اور چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"توبہ توبہ روح دیکھو کچھ تو گڑبڑ ہے کیسے اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی ہے"

نور نے ایک بار پھر سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی جیسے پوچھ رہی ہو کیا ہے۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہے یار"

اس نے اپنی شرماہٹ اور ہنسی کو روکتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کچھ تو ہے"

روح نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"لو بھئی، دلہن کی مہندی مکمل ہو گئی، اب میٹھا ہو جائے"
ماہا نے فوراً سے کہا تھا اور میٹھائی ٹیبل سے اٹھا کر سب کو بانٹی۔۔

"اب نام بھی بتا دو روح یا میں بتا دوں وہ بھی؟"
ماہا شوخی سے بولی۔۔

"تم میٹھائی کھاؤ وہ کام میں خود کر لوں گی"
روح نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔۔

"سب سن لو، بلکہ سنا کیا ہے سب کو ہی پتہ ہے روح ہمارے سردار موسیٰ کی دلہن بننے والی ہے"

ماہا نے چمکتی آنکھوں سے کہا۔۔ باقی سب لوگ بھی مسکرا کر ماہا کو دیکھ رہے تھے جبکہ روح کے چہرے پر غصہ تھا۔۔

"اچھا تو پھر دلہن کے ہاتھ پر سردار کا نام تو ضرور لکھنا چاہیے، ورنہ بدشگونی ہو گی"

مہندی والی لڑکی نے بھی ہنستے ہوئے کہا۔۔

"ہاں ہاں آپ لکھ دیں"

نور کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔۔

"لکھ دو میڈم"

روح کو غصے میں دیکھ کر مہندی والی لڑکی نے پوچھنا بہتر سمجھا۔۔

"ہاں، لکھ دو... موسیٰ"

اس نے برا سا منہ بنایا مہندی والی لڑکی نے اس کے دونوں ہاتھوں پر موسیٰ کا نام لکھ دیا تھا۔۔ گلناز جو دروازے کے قریب کھڑی تھی چہرے پر سختی اور آنکھوں میں جلن لیے، سب منظر دیکھ رہی تھی۔

''گلناز باجی! آپ بھی آجائیں، مہندی لگوالیں۔''

نور نے اسے دیکھ کر کہا۔۔

''مجھے ایسی رسموں میں دلچسپی نہیں۔''

گلناز نے سرد لہجے میں کہا۔۔،

''پریشانی تو نہیں ہے گلناز باجی؟''

روح نے آہستہ سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"کیا پریشانی ہو سکتی ہے، دلہن تم ہو، سب خوشیاں تمھاری۔"
گلناز نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا۔۔

"چلو چھوڑو، مٹھائی کھاؤ آپ گلناز باجی!"
نور نے بات بدلنے کے لیے کہا۔۔ سب ہنس رہے تھے، مٹھائی کھاتے ہوئے سب کے ہاتھوں پر مہندی لگی ہنسی، شرارت، اور سازوں کی آوازیں فضا میں گھلنے لگی..

"تمھارے سردار تو بس تمھارے نام کی مہندی دیکھ کر پاگل ہو جائیں گے!"
نور نے آخری بار روح کو تنگ کیا۔۔

"اور ہاشم بھائی تمھارے ہاتھوں میں سجا اپنا نام دیکھ کر"

روح نے شوخی سے جواب دیا۔ اور اسکی مہندی کی طرف اشارہ کیا جہاں اس نے ہاشم کا نام لکھوایا تھا۔ نور نے یہ چھپا کر کیا تھا لیکن اس کی سردارنی کی آنکھوں سے یہ منظر نہیں چھپا تھا وہ شرما گئی تھی اس کی بات پر۔۔ کمرہ ہنسی سے گونج رہا تھا سب نے ہی اپنے ہاتھوں پر مہندی لگوائی تھی آیت بیگم عافیہ بیگم اور کنزہ بیگم نے بھی۔ باہر چاندنی حویلی کے گارڈن پر پھیل رہی تھی، جیسے آسمان بھی اس مہندی کی رات میں شامل ہو گیا ہو۔۔



صبح کے وقت حویلی کے باغ میں اوس کے قطرے ابھی تک گھاس پر ٹکے ہوئے تھے پرندوں کی چہچہاہٹ فضا میں گھل رہی تھی سورج کی نرم کرنیں پہاڑوں کے پیچھے سے نکل کر صحن میں بکھر رہی تھیں سردار موسی جو گنگ کر کے واپس آرہا تھا اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے اور سانسیں بھاری تھیں اس کے وجود سے تازگی کے ساتھ تھوڑا سا تھکن کا احساس بھی جھلک رہا تھا وہ ابھی حویلی کے زنان خانے کے قریب پہنچا ہی تھا جب سامنے سے گلناز آتی دکھائی دی سردار موسیٰ نے اسے اگنور کیا تھا اور آگے جانے لگا جب پیچھے سے گلناز نے آہستہ سے پکارا۔

"موسی"

سردار موسیٰ نے قدم نہیں روکے۔

"موسی رک جاؤ"

اس نے پھر سے پکارا تھا اس نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا سفید رنگ کا دوپٹہ اس کے کندھوں سے پھسل رہا تھا آنکھوں میں نمی تھی اور چہرے پر الجھن۔۔

"کیا بات ہے گلناز تمھیں مجھ سے کیا کام"
موسی نے سپاٹ لہجے میں کہا۔۔

"تم سے کچھ کہنا تھا سردار موسیٰ ایک بات جو دل میں بہت دنوں سے ہے"
گلناز نے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔۔ موسی نے ہاتھ کی گھڑی کی طرف دیکھا جیسے وہ بات سننے کے موڈ میں نہیں تھا۔۔

"میرے پاس وقت نہیں ہے گلناز تم جانتی ہو حویلی میں کوئن لڑکی جس سے میرا کوئی تعلق نہیں ان میں سے کوئی میرے قریب نہیں آتا حالانکہ نکاح والا ماحول ہے"

اس نے اسپاٹ سے لہجے میں کہا تھا۔

"میں جانتی ہوں مگر آج اگر یہ بات نہ کہی تو شاید کبھی کہہ نہ سکوں موسیٰ میں تم سے محبت کرتی ہوں"

گلناز کے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔۔

"گلناز یہ کیسی بات کر رہی ہو تم جانتی ہو میرا رشتہ روح سے طے ہو چکا ہے پھر بھی تم نے یہ بات کہی"

موسی نے آنکھیں بند کر کے گہری سانس لی اس کے چہرے پر سختی آگئی تھی۔۔

"میں نے تم سے کبھی کچھ مانگا نہیں صرف دل دیا تھا اور یہ دل واپس نہیں لیا جا سکتا موسیٰ تم سے محبت گناہ ہے تو میں یہ گناہ قبول کرتی ہوں"
گلناز کے آنسو بہنے لگے۔۔

"یہ محبت نہیں ہے گلناز یہ ضد ہے میں نے تمہیں کبھی امید نہیں دی تم کیوں ایسی بات کر رہی ہو جو ہم دونوں کے لیے شرمندگی بنے"
سردار موسیٰ نے غصے سے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"میں نے امید نہیں دیکھی صرف تمہیں دیکھا تھا تمہارا آنکھوں کی سختی میں بھی نرمی تلاش کی تھی مگر تم نے کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا"
گلناز نے دھیرے سے کہا۔۔

"گلناز یہ بات یہیں ختم کرو میں تمہیں عزت دیتا ہوں تم خاندان کی بیٹی ہو اس لیے خاموشی سے واپس چلی جاؤ"

موسی کا لہجہ مزید سخت ہو گیا۔۔

"محبت کبھی ختم نہیں ہوتی موسیٰ چاہے زبان سے انکار کر دو مگر دل جانتا ہے کیا محسوس کرتا ہے"

گلناز نے آنکھوں سے بہتے آنسو صاف کیے سردار موسیٰ نے نظریں پھیر لیں اور تیز قدموں سے آگے بڑھ گیا سردار موسیٰ کے چلے جانے کے بعد ہوا میں صرف گلناز کی خاموشی رہ گئی اور ایک درد جو اس کے دل میں قید ہو گیا تھا سردار موسیٰ جانتا تھا اگر وہ وہاں مزید رکتا تو اس نے مزید بقواز کرنی ہے اس لیے وہ وہاں سے چلا گیا تھا رکا نہیں تھا کیونکہ وہ نہ تو اس سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا اور نہ ہی اسے کچھ سمجھانا چاہتا تھا۔۔



سید حویلی آج روشنیوں سے جگمگا رہی تھی دیواروں پر گلابی اور سفید رنگ کے پردے لگے تھے دروازوں پر گیندے کے پھولوں کی مالائیں لٹک رہی تھیں لاؤنج میں عورتیں چہل پہل میں مصروف تھیں سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی مگر فضا میں ایک دبی ہوئی خاموشی محسوس ہو رہی تھی جیسے کسی کے دل کا حال چھپا ہو اوپر کے حصے میں روح کے کمرے کے باہر مکمل خاموشی تھی ہلکی سی ہوا کھڑکی کے پردوں کو ہلا رہی تھی مہندی کی خوشبو ابھی تک فضا میں باقی تھی وہ گہری نیند میں تھی چہرے پر ایک عجیب سا سکون تھا جیسے سب کچھ لمحہ بھر کے لیے ٹھہر گیا ہو دروازہ آہستہ سے کھلا سردار موسیٰ اندر داخل ہوا اس کے قدم بھاری تھے مگر سنبھلے ہوئے وہ چند لمحے دروازے کے قریب کھڑا رہا پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اس کی نظر روح کے ہاتھوں پر پڑی جہاں گہری مہندی سے اس کا نام لکھا تھا وہ لمحہ جیسے رک گیا تھا اس نے گہری سانس لی اور نظریں ہٹا لیں روح ہلکی سی کروٹ لے کر سیدھی ہوئی تھی سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"جگانا تو تمھیں پڑے گا سردارنی روح آخر کو تمھاری بک بک بھی تو سنی ہے"

اس نے مسکرا کر کہا اور اس کے پاس آیا تھا بیڈ کے پاس آ کر اس نے اسے دیکھا وہ بہت پیاری لگ رہی تھی اس کے ہاتھوں میں سجی مہندی بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی سردار موسیٰ کی نظر اس کے بالوں پر پڑی تھی وہ مسکرایا اور اس نے اس کے بال ہاتھ میں پکڑ کر کھینچے تھے۔۔

"آہ"

روح کے سر میں درد اٹھا تھا رات دیر تک تو وہ لوگ جاگتے رہے تھے فلحال اس کا اٹھنے کا کوئی مونڈ نہیں تھا اس لیے وہ پھر سے سو گئی سردار موسیٰ نے اپنی ڈھیٹ سردارنی کو دیکھا اور اب کی بار پہلے سب زیادہ زور سے بال کھینچے۔۔

"آہ کیا مسئلہ ہے"

سر میں ہوتے کھنچاؤ اور درد کی وجہ سے وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس نے اسے دیکھا تو چونک گئی اس کے لبوں سے بس ایک لفظ نکلا۔۔

"تم"

اس کے چہرے پر غصہ آگیا تھا۔۔

"ویسے ہی گزر رہا تھا دیکھنے آیا تھا کہ سردارنی تیار ہے یا نہیں"

سردار موسی نے نظریں اس سے نہیں ملائیں بس اتنا کہا۔۔

"سردارنی کا مطلب صرف نام سے ہے نا باقی سب تو تمھاری مرضی سے طے ہوتا ہے"

وہ اب پوری طرح جاگ چکی تھی چہرے پر ہلکی سی خفگی اور دل میں وہی پرانی چبھن تھی جیسے ہر بار کی طرح اسے بس فیصلوں میں شامل ہونا تھا۔۔

"کم از کم اتنا تو سوچ لو کہ آج نکاح ہے تمہیں کوئی اور بات زیب نہیں دیتی"

اس کی آواز میں غصے کے ساتھ ایک ضبط چھپا تھا وہ چاہ کر بھی اس کے انداز پر قابو نہیں پا رہا تھا دل کے اندر کہیں ایک نرم سا احساس جاگا مگر فوراً غرور کے پردے میں چھپ گیا۔۔

"نکاح سید سائیں کا فیصلہ تھا قبول کرنا میری مجبوری ہے اگر دل سے کچھ قبول نہیں ہوا تو کیا کروں گی"

اس کے الفاظ سیدھے جا کر موسی کے دل میں اترے تھے وہ جانتا تھا یہ لڑکی صرف زبان سے نہیں دل سے بات کرتی ہے اور آج بھی وہ سچ بول رہی تھی۔۔

"پھر وقت آنے دو سب بدل جائے گا"

اس کے لہجے میں ایک یقین تھا جیسے وہ اپنے فیصلے کو تقدیر کا حکم سمجھ چکا ہو اسے یقین تھا کہ ایک دن روح جھک جائے گی۔

"شاید بدل جائے یا شاید سب ویسا ہی رہے جیسا اب ہے"

اس نے نظریں جھکا لیں مگر لہجہ اب بھی مضبوط تھا جیسے کہہ رہی ہو تم جیت جاؤ گے مگر میں ہار نہیں مانو گی۔۔

"کیوں آئے تھے"

روح نے اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل دیتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بتایا تو ہے"

سردار موسیٰ نے سپاٹ سے جواب دیا۔۔

"نکاح رات میں ہے میں نے اب کیوں تیار ہونا ہے تو صاف صاف بولو"

روح نے غصے سے کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تمھارے ہاتھوں میں سجی اپنے نام کی مہندی دیکھنے آیا تھا دیکھ لی اب جا رہا ہوں"

اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا پھر ایک گہری نظر اس پر ڈالی کچھ کہنے کو رکا مگر خاموشی سے پلٹ گیا دروازہ آہستہ سے بند ہوا۔۔

"شاید میری قسمت بھی تمھارے فیصلوں کی طرح صدی ہے"

روح نے سانس بھری آئینے کی طرف دیکھا اور زیر لب بولی وہ گھبرا رہی تھی اسے نہیں معلوم یہ گھبراہٹ کیسی تھی یا پھر نکاح سے پہلے ہر لڑکی ہی سہاگ گھبراتی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا دل کسی کشمکش میں تھا اسی لیے آج اس نے اسے جلے کٹے جواب اور کوئی لڑائی نہیں کی تھی پھر اچانک اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی مگر آنکھوں میں نمی کی چمک تھی باہر سے قہقہوں کی آواز آرہی تھی لیکن کمرے کے اندر صرف خاموشی رہ گئی تھی۔۔



حویلی کو پوری طرح سے دلہنوں کی طرح سجایا گیا تھا عورتیں اندر کا انتظام دیکھ رہی تھی اور مرد نکاح کی تیاریوں میں مصروف تھے ہر طرف گہما گہمی تھی مگر سردار موسیٰ کے چہرے پر خاموشی سی تھی وہ آہستہ آہستہ سیڑھیاں اتر رہا تھا ہلکی ہوا اس کے گیلے بالوں کو چھیڑتی گزر گئی نیچے ہاشم پہلے سے کھڑا تھا ہاتھ میں چائے کا کپ لیے مسکرا رہا تھا۔۔

"سردار صاحب آج تو مسکرا لو کھل کر کسی محاذ پر نہیں جانا نکاح ہے تمھارا تھوڑا سا خوش ہو جاؤ"

ہاشم کی آواز میں چھیڑ تھی مگر انداز نرمی والا جیسے وہ موسی کے اندر کی کشمکش کو سمجھ رہا ہو اور بس اسے ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"خوشی تمھاری بہن ہونے ہی نہ دے مجھے خوش"

اس نے چائے کا کپ پکڑا مگر آنکھوں میں کوئی چمک نہ تھی جیسے سب کچھ بس رسمی طور پر کر رہا ہو دل کہیں اور اٹکا ہو۔

"پریشان کیوں ہوتے ہو سب ٹھیک ہو جائے گا اور دل کی سنو دل کی باتیں کبھی کبھی صحیح بھی ہوتی ہیں اس وقت تم دماغ سب سوچ رہے ہو"
ہاشم نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا وہ جانتا تھا موسیٰ کی زبان پر جو سختی ہے اس کے نیچے کوئی نرمی دبی بیٹھی ہے۔

"دل کی باتیں اکثر کمزور بنا دیتی ہیں اور میں کمزور نہیں بن سکتا ہاشم"
اس کے الفاظ میں غرور نہیں بلکہ زبردستی کا یقین تھا جیسے وہ خود کو یقین دلانا چاہ رہا ہو کہ وہ احساسات سے بڑا ہے..

"تم سردار ہو مگر انسان بھی ہو موسیٰ روح تمہاری زندگی کا فیصلہ ہے مگر شاید دل تم سے الگ فیصلہ چاہتا ہے"

ہاشم نے بات آہستہ کہی مگر یہ الفاظ موسیٰ کے دل میں اتر گئے وہ کچھ لمحوں کے لیے خاموش رہا چائے کی چسکی لی اور نظریں ہٹالیں..

"تمہیں کچھ زیادہ سمجھ آنے لگی ہے آج کل"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر کہا۔۔

"بس اتنا جتنا ایک دوست کو اپنے دوست کے چہرے سے سمجھ آسکتا ہے"

اس نے مسکرا کر کہا تھا دونوں چند لمحے خاموش کھڑے رہے فضا میں ساز بجنے لگے عورتوں کی ہنسی کی آواز آئی خدام لاؤنج میں پھولوں کے ٹوکرے رکھ رہے تھے حویلی مکمل طور پر جشن کے رنگ میں ڈوب رہی تھی مگر سردار موسیٰ کے اندر اب بھی ایک طوفان چھپا ہوا تھا جس کا پتہ شاید صرف ہاشم کو تھا۔۔

🎀🎀

کمرے میں ہر طرف روشنی پھیلی تھی ہر طرف پھولوں کی خوشبو تھی گلاب، موتیا، چنبیلی۔ بیوٹیشن نے ابھی روح کا دوپٹہ درست کیا اور اسے دیکھنے لگی۔۔

"سردار موسیٰ کی سردارنی روح موسیٰ"

بیوٹیشن نے شرارت سے کہا تھا جس پر روح اسے گھور رہی تھی بیوٹیشن نے وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔ وہ چلی گئی۔ دروازہ بند ہوتے ہی روح نے آئینے میں خود کو دیکھا لمبے لہنگے پر باریک چاندی کا کام، سفید رنگ کے لہنگے کے اوپر سرخ دوپٹہ جس سے اس نے گھونگھٹ کیا ہوا تھا۔ دوپٹے کے کنارے پر سنہری دھاگوں سے لکھا تھا قبول ہے قبول ہے۔ اور سامنے سے سنہرے لفظوں میں ہی ''موسیٰ کی روح'' لکھا ہوا تھا۔ روح نے آئینے میں پڑھا تو ہونٹوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ آگئی اس نے سوچا تھا وہ سب کچھ سائیڈ پر رکھ کر ایک دلہن کی طرح بس اپنا نکاح انجوائے کرے گی اس کا جو اڑا بھی فٹنگ پر تھا اس کا بچھلا گلا کافی ڈیپ تھا۔۔

"واہ سردار موسیٰ، دیکھ لو، دوپٹے پر نام تو تمہارا ہے مگر ڈریس میری پسند کا۔ یہ کہہ لو، آج بھی تمہاری سردارنی بازی لے گئی۔"

روح نے ہنستے ہوئے کہا تھا لیکن پھر اپنے ہی لفظوں پر غور کیا تمھاری سردارنی کچھ پل وہ انھیں لفظوں میں الجھی رہی لیکن اس کے بعد اس نے فوراً سے اپنی ہی باتیں جھٹک دی۔ اس نے اپنے ہاتھ اٹھا کر مہندی دیکھی۔ گہرے بھورے رنگ میں موسیٰ کا نام چمک رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں سفید اور سرخ گجرے بندھے تھے۔

"ہائے کتنی اچھی خوشبو ہے، اور اس سردار موسیٰ کو تو بس غصہ ہی آتا ہے، کبھی یہ خوشبو سونگھی بھی ہو گی؟"

روح نے گجرے سونگھے، پھر ہنستے ہوئے بولی۔ آئینے کے سامنے بیٹھ کر اس نے جھمکے ہلائے، وہ بجنے لگے چھن چھن چھن۔

"ہائے میرے جھمکے بھی نا، اتنی آواز کر رہے ہیں جیسے کہہ رہے ہوں دیکھو سردار موسیٰ، روح کتنی حسین لگ رہی ہے"

آج وہ واقعی دلہن بنی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اسے تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ وہ خود ہے۔۔

"یہ نتھ تو بالکل ویسی ہے جیسی ماما نے اپنی شادی ہر پہنا تھا، بس فرق یہ ہے کہ تب وہ دلہن تھی اب میں دلہن ہوں۔"
اس نے نتھ کو چھوا باریک سنہری چین والی۔۔

"سردار موسیٰ، تم سمجھتے ہو تم بہت سخت ہو، پر آج دیکھو تمہاری سردارنی تم سے زیادہ خوبصورت، زیادہ بہادر لگ رہی ہے۔ تمہارے دل کی دھڑکن بننے جا رہی ہوں میں، اور تم بس غصہ کرنے میں مصروف رہنا تمھارے غصے غصے میں کب میں تمھارے دل میں اتر جاؤں تمھیں بھی پتہ نہیں چلنا ایسے پھر تم میرے اشاروں پر ناچو گے"

پھر وہ شرارت سے ہنسی، اپنی آنکھوں میں چمک لائی۔ وہ جو سمجھ رہی تھی اس کے دل میں گھر کر جائے گی لیکن کیا پتہ کون کس کے دل کے گھر میں اتراتا ہے۔۔

وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی۔ لہنگے کے گھیرے پر چھوٹی چھوٹی گھنگرو کی آواز تھی۔ اس نے ایک چکر لگایا، لہنگا ہوا میں ہلکا سا لہرا گیا۔ دروازہ کھلا تھا اور اندر آتے شخص نے اس لڑکی کو دیکھا سردار موسیٰ اپنی معصوم سی چھوٹی دلہن کو دیکھ رہا تھا وہ تو بس اس لیے آیا تھا کہ اگر اسنے کوئی گھٹیا ڈریس کا انتخاب کیا ہے تو اس کا بندوست کر کے آئے کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ہونے والی بیوی پر کسی کی بھی نظر پڑے ویسے تو خواتین اور مردوں کا انتظام الگ الگ تھا لیکن پھر بھی وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کی ہونے والی بیوی کا وجود کوئی لڑکی دیکھے یہ بات بھی اسے گوارا نہیں تھی۔

روح نے بھی روک کر دروازے کی جانب دیکھا تھا اسے دیکھ کر روح کا منہ بن گیا تھا کیا اسے اپنے کمرے میں چین نہیں تھا جو اس وقت یہاں ٹپک پڑا تھا وہ تیار نہیں تھا بلکہ سادہ سے حولیے میں تھا۔۔

"ماشاءاللہ تو آج تمھارا خواب پورا ہو جائے گا آفیشلی سردارنی بننے کا جس وجہ سے تم مجھ سے شادی کر رہی ہو"

سردار موسیٰ نے اس کے پاس آکر کہا تھا وہ اسے کے ڈریس کو دیکھا رہا تھا جو کہ فٹنگ پر تھا اوع پچھلا گلہ بھی ڈیپ تھا۔۔

"پھر تم بازنہ ہی اپنی کرنے سے"

سردار موسیٰ اس کا ڈریس دیکھ کر بولا تھا روح نے مغرور انداز میں اس کی طرف دیکھا۔۔

"جیسے آج میں تم سے جیت گئی ہمیشہ ویسے ہی جیتوں گی"

روح نے اپنی نتھ جو چھوتے ہوئے کہا۔۔

"اس حوالیے میں تم جا کر خواتین کے ساتھ بھی بیٹھو نا تب بھی مجھے گوارا نہیں ہو گا تو یہ میں پیاری سی سرخ رنگ کی چادر لایا ہوں پہلے اسے گھونگھٹ لو پھر یہ چنری کا دوپٹہ لینا"

سردار موسیٰ نے اس دوپٹے کی طرف اشارہ کیا جس پر موسیٰ کی روح لکھا ہوا تھا جب کہ روح غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میں نہیں کروں گی ایسا"

روح نے فوراً سے کہا تھا اچھا کھاسا اسکا لوک خراب ہو جانا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تو میں مولوی کو لے کر یہاں جاؤں گا یہاں نکاح پڑوا کر تم یہیں کمرے میں رہنا تمہیں باہر انے کی ضرورت نہیں ہے"

سردار موسیٰ نے فوراً سے کہا تھا روح اسے دیکھ رہی تھی وہ ایسا کر بھی سکتا تھا۔۔

'میں یہ نہیں لینے والی میں انریوز کر لوں گی جس سے میرا بیک چھپ جائے گا"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا جس پر موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا اسے تو لگا تھا اچھا خاصا اسے اپنا دماغ گرم کرنا پڑے گا لیکن اس کے یوں آرام سے مان جانے پر وہ حیران تھا اور حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تم ٹھیک ہو"

سردار موسیٰ نے چنری سے نظر آتے اس کے چہرے کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں اور لے لوں گی انر تم جاؤ"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا سردار موسیٰ نے اس کے گھونگھٹ کی جانب ہاتھ بڑھائے تھے۔۔

"خبردار نکاح کے بعد ہی"

روح نے اس کا ہاتھ فوراً سے روک لیا تھا جبکہ سردار موسیٰ کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔۔

"ٹھیک ہے مسز موسیٰ نقوی کچھ دیر میں پورے حقوق کے ساتھ صرف گھونگھٹ نہیں اٹھاؤ گا بہت کچھ کروں گا"

سردار موسیٰ نے اس کے قریب ہو کر کہا جبکہ اسکی اس بات پر وہ گھبرا گئی دل زور سے دھڑکا جیسے سمجھ گئی ہو وہ کیا کہہ رہا ہے وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا روح منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

"روح تمھاری مانے ایسا نہیں ہو گا"

روح نے اس سرخ چادر کو دیکھا جو کہ دلہنوں کے لیے تھا اور بہت خوبصورت تھا لیکن وہ دونوں آپشن میں سے کوئی بھی نہیں کرنے والی تھی۔

منزلِ یار

تحریر صائقہ رند

Episode : 17

سردار موسی کمرے میں ایا تھا اس کے کمرے کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا گلاب کے پھولوں کی لڑیاں دیواروں پر تھی بیڈ پر بھی گلاب کی پتیاں تھی ویسے تو رخصتی وغیرہ نہیں ہونی تھی لیکن پھر بھی پوری حویلی کو دلہا اور دلہن دونوں کے کمرے کو بہت اچھے سے سجایا گیا تھا اس کے بیڈ پر اس کے کپڑے رکھے ہوئے تھے جو اس نے نکاح پر پہننے تھے اس کا بیڈ روم بہت خوبصورت سماں پیش کر رہا تھا اور پھولوں کی اٹھتی خوشبو اسے اپنے اندر جاتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی شام اہستہ اہستہ رات میں ڈھل رہی تھی ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی سید حویلی روشنیوں سے جگمگا رہی تھی بہت دھوم دھام سے نکاح کا انتظام کیا گیا تھا اور توں کا انتظام الگ سے تھا مردوں کا انتظام الگ سے تھا ابھی وہ کھڑا ڈریس کو ہی دیکھ رہا تھا جب ہاشم کمرے میں ایا تھا۔۔

"کیا کرتے ہو سردار موسی تھوڑی دیر میں بس نکاح ہونے والا ہے اور تم ابھی تک تیار بھی نہیں ہوئے"

ہاشم نے اس کے کمرے میں اتے ہوئے پیچھے سے کہا تھا اس کے کپڑے دیکھ کر وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ ابھی تک تیار نہیں ہوا۔

"بس جا رہا ہوں ابھی"

اس نے اس کی طرف مڑ کر کہا۔۔

"جلدی جاؤ نا یار دیر ہو جائے گی ورنہ پھر تمہیں پتہ ہے ناسید سائیں نے بھی ڈانٹنا ہے اور تمہاری دلہن کو انتظار بالکل بھی پسند نہیں ہے"

ہاشم نے اسے تنگ کرتے ہوئے اخر میں روح کا نام لیا تھا۔۔

"اب تو اسے انتظار کرنا پڑے گا جب تک کہ میں نہ چاہوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا"

سردار موسی نے شوخ انداز سے کہا تھا۔۔

"یہ مت بھولنا سردار موسی وہ بھی تمہاری سردارنی ہے اپنا بدلہ لینا بہت اچھے سے جانتی ہے"

ہاشم نے اپنی بہن کی تعریف کی تھی اخر کو وہ بھی روح کو بہت اچھے سے جانتا تھا کہاں وہ اس سے پیچھے رہنے والی تھی۔۔

"بہت اچھے سے جانتا ہوں تمہاری بہن کو فکر مت کرو جتنا میں جانتا ہوں اتنا کوئی بھی نہیں جان سکتا اسے"

سردار موسی نے بے دہانی میں وہ بات کہہ دی جس پر اب وہ ہاشم کی طرف دیکھ کر نظریں چرا رہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

"خیریت تو ہے سردار موسی ایک طرف سے تم اس سے کسی قسم کے کوئی احساسات کا دعوی نہیں کرتے اور دوسری طرف سے یہ کہہ رہے ہو کہ جتنا تم جانتے ہو اسے کوئی نہیں جان سکتا"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"فورا سے نا یہاں سے دفع ہو مجھے تیار ہونے دو ورنہ سید سائیں کے اگے میں یہی کہوں گا کہ تم نے مجھے لیٹ کروایا ہے"

سردار موسی نے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹایا تھا جبکہ ہاشم ابھی تک اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔۔

"اس میں میری تو غلطی نہیں ہے تم اب تک جو ہے وہ ایسے ہی کھڑے ہو می toں نے تو تمہیں نہیں روکا نا تم جا سکتے ہو واش روم شاور لو اور تیار ہو کے جلدی اؤ سب لوگ تمہارا نیچے انتظار کر رہے ہیں"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور واش روم کی طرف چلا گیا ہاشم نے اس وقت بلیک شلوار قمیض ڈالی ہوئی تھی اس کی سفید رنگت پر یہ رنگ بہت زیادہ سوٹ کر رہا تھا اور اس نے اج نکاح میں یہی ڈال کے رکھنا تھا اس کی براؤن رنگ کی آنکھیں اس وقت بہت خوبصورت لگ رہی تھی بالوں کو اس نے بہت اچھے سے جیل سے سیٹ کیا تھا اس کی ہلکی ہلکی داڑھی دو عنابی ہونٹوں کے اوپر مونچھیں اور اس کا کثرتی وجود نور ایسے ہی تو اس میں فدا نہیں تھی وہ بھی مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا تھا کیونکہ اسے باقی یہ انتظامات دیکھنے تھے۔۔

🎀🎀

"سید موسیٰ نقوی والد ریاست نقوی اپ کا نکاح سیدہ روح نقوی والد احمد نقوی سے حق مہر ایک کروڑ طے پایا جاتا ہے کیا اپ کو یہ نکاح قبول ہے"

مولوی صاحب کے الفاظ فضا میں گونجے تھے سب مرد حضرات وہاں پر موجود تھے اور موسیٰ کا نکاح پڑھایا جا رہا تھا اس کے چہرے پر گہری خاموشی اور سرد پن تھا حویلی کے گارڈن میں ایک سائیڈ پر مرد حضرات کا انتظام تھا اور ایک سائیڈ پر عورتوں کا انتظام تھا وہ پوری جگہ سفید اور سنہرے پھولوں کے ساتھ سجا ہوا تھا ساتھ میں گلابی رنگ کے بھی پھول شامل تھے قمقموں کے ساتھ سید حویلی جگمگا رہی تھی سب لوگ سردار موسیٰ کے جواب کے منتظر تھے۔۔

"قبول ہے"

اس کے لہجے میں سرد پن تھا اور اس نے مولوی صاحب کو دیکھ کر کہا...

"سردار موسیٰ نقوی والد ریاست نقوی کیا اپ کو یہ نکاح قبول ہے"
مولوی صاحب نے ایک مرتبہ پھر سے اس سے وہی سوال کیا تھا۔۔

"قبول ہے"
اب کی بار اس نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا تھا کیونکہ وہ لڑکی ہمیشہ سے اس کی ہونے جا رہی تھی روح اب صرف اور صرف سردار موسی کی تھی کسی اور کا اس پر کوئی بھی حق نہیں تھا وہ ضدی تھی وہ جیسی بھی تھی لیکن ایک سکون تھا کہ وہ بس اب اس کی ہو جائے گی ہاں اسے اس سے کوئی دلی وابستگی نہ تھے لیکن پھر بھی دل کے اندر کوئی نہ کوئی ایسا کونا تھا جو اس وقت سکون محسوس کر رہا تھا اس کے اپنا ہو جانے پر۔۔

"سردار موسیٰ نقوی والد ریاست نقوی کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"
اخری بار مولوی صاحب کے الفاظ فضا میں بلند ہوئے تھے۔۔

"قبول ہے"

سردار موسی نے قبول ہے کہ بول بولے تھے سب لوگوں کے چہرے پر مسکراہٹ اگئ تھی وہاں پر باقی قبیلے کے بھی سردار ائے ہوئے تھے سردار موسی کا نکاح پڑھایا جاچکا تھا اب صرف باری روح سے پوچھنے کی تھی۔۔

"ایئے مولوی صاحب اپ میرے ساتھ لڑکی سے پوچھنا ہے"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تو مولوی صاحب مسکرا کر کھڑے ہوئے تھے

سردار موسی بھی ان کے ساتھ ساتھ کھڑا ہوا تھا احمد نقوی، ہاشم، حنان ان

کے ساتھ اس راستے کی طرف گئے تھے جو کہ عورتوں کی طرف جا رہا تھا

سردار موسیٰ بھی پیچھے پیچھے گیا تھا عدنان کے چہرے پر کوئی بھی مسکراہٹ

نہ تھی جبکہ یحییٰ خاموشی سے کھڑا تھا نہ اس کے چہرے پر کوئی تاثرات تھا نہ

ہی کوئی مسکراہٹ اس کا دل بوجھل سا تھا جس لڑکی کو اس نے چاہا تھا جس

سے اس نے محبت کی تھی اج وہ کسی اور کی ہو گئی تھی اج وہ کسی اور کی بیوی

بن گئی تھی اس نے بہت مشکل سے خود پر صبر کیا تھا اب اسے یہی صبر اگے

تک برقرار رکھنا تھا اس کا دل ہم محبت نام سے اٹھ چکا تھا ضروری نہیں ہے

اگر محبت ہو تو وہ حاصل بھی ہو جائے کچھ محبتیں ادھوری ہی رہتی ہیں جیسے

سید یحییٰ نقوی کی محبت ادھوری رہ گئی۔۔



مولوی صاحب سید سائیں سردار موسی نقوی احمد نقوی ہاشم حنان سب لوگ عورتوں کی سائیڈ پر ائے تھے جہاں پر عورتیں جب مسکرا کر ایک دوسرے سے بات کر رہی تھی ان سب کی نظریں اس حویلی کے تینوں شہزادوں پر تھی جو کہ اس وقت ارہے تھے سب سے زیادہ پر کشش اور حسین اس وقت سردار موسی لگ رہا تھا سب لڑکیاں اسے دیکھ کر رشک کر رہی تھی کچھ کچھ کو تو روح کی قسمت سے بھی حسد محسوس ہو رہی تھی کیونکہ وہاں موجود بہت سی ایسی لڑکیاں تھیں جو کہ اس قبیلے کے بڑے بڑے لوگوں کی بیٹیاں تھیں دوسرے قبیلے کی بیٹیاں تھی ان سب کے خواب میں سردار موسی ہی تھا لیکن وہ سردار موسی اب صرف اور صرف روح کا ہو چکا تھا بہت سے لڑکیوں کی نظریں ہاشم اور حنان پر بھی تھے ہاشم بھی بہت ہینڈسم لگ رہا تھا اج بلیک رنگ اج اسے پر کشش بنا رہا تھا اور لڑکیاں اس کی طرف اٹریکٹ ہو رہی تھی نور کی بھی نظریں اس پر گئی تھی اور پھر پلٹنا بھول گئی تھی اج سچ میں اس کا ہاشم سائیں بہت خوبصورت لگ

رہا تھا۔ نور نے گلابی رنگ میں لہنگہ ڈالا تھا جس پر سنہرے رنگ میں کام کیا ہوا تھا سر پر اج اس نے حجاب کیا تھا ہلکا سا میک اپ ہاتھوں میں گجرے پہنے وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی ہاشم نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا مولوی صاحب اسٹیج کی طرف ائے تھے جہاں پر روح گھونگٹ میں بیٹھی ہوئی تھی بیچ میں لڑیاں تھی دوسری طرف بھی جگہ بنائی گئی تھی وہاں جا کر سردار موسی بیٹھ گیا تھا۔۔

"بسمہ اللہ کریں مولوی صاحب"

سید سائی نے مسکرا کر کہا گلناز کی نظریں بھی ان دونوں پر ہی تھی ایک طرف بیٹھی روح پر دوسری طرف بیٹھے سردار موسی پر اس کی انکھوں میں اس وقت حسد تھی درد بھی تھا کاش جہاں روح بیٹھی تھی وہ جگہ اس کی ہوتی اس کے دل سے بس ایک یہی اصدا نکلی تھی۔۔

"سیدہ روح نقوی والد احمد نقوی اپ کا نکاح سید موسی نقوی والد ریاست نقوی سے حق مہر ایک کروڑ طے پایا جاتا ہے کیا اپ کو یہ نکاح قبول ہے"
مولوی صاحب کی آواز فضا میں گونجی۔ لمحہ بھر کے لیے جیسے وقت رک سا گیا۔ سب نگاہیں اس گھونگھٹ میں چھپی روح پر مرکوز تھیں۔ روح کے ہاتھ ہلکے سے کانپے، انگلیوں میں پڑی چوڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں تو ہلکی سی جھنکار گونجی۔ دل کی دھڑکن تیز تھی، سانس الجھ رہی تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

سامنے بیٹھے مولوی صاحب کی آواز دوبارہ ابھری۔۔اس کے ہونٹ لرزے، آواز نکالنے کی کوشش کی مگر گلے سے کوئی لفظ نہ نکلا۔دل میں ایک ہی خیال تھا یہ رشتہ، یہ نام، یہ بندھن... سب کب طے ہو گیا؟اور اگر اس نے ہاں کر دی تو سردار موسی کی حکمرانی اس پر اجایئے جبکہ دوسری طرف بیٹھا سردار موسی سرد پن سے اسے ہی دیکھ رہا تھا کیونکہ اس لڑکی سے کسی قسم کی کوئی بھی توقع کی جاسکتی تھی وہ خود پر اس وقت ضبط کیے بیٹھا تھا۔۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

تیسری بار مولوی صاحب نے پھر وہی الفاظ کہے۔۔

"قبول ہے۔"

روح نے آہستہ سے نظریں جھکائیں، ایک آنسو گھونگھٹ کے نیچے سے گالوں پر لڑھک گیا۔ نور نے اراس کے کندھے پر بھی ہاتھ رکھا تھا۔۔ یہ لفظ جیسے کسی نے اس کے دل سے نکلوایا ہو۔ نرم، کپکپاتی آواز میں کہا گیا وہ قبول وہاں بیٹھی عورتوں کے دلوں میں ایک خاموش سی لہر دوڑا گیا۔

مولوی صاحب نے کاغذ پر دستخط لیے دستخط کرتے ہوئے روح کے ہاتھ کانپ رہے تھے نور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سہارا دیا تھا۔۔

"اللہ نصیب اچھے کرے دونوں کے۔"

سید سائیں نے مسکرا کر دعا دی۔۔ حویلی کی فضا میں ایک خوشبو سی پھیل گئی۔ عورتوں کی جانب سے مبارک باد کی سرگوشیاں گونجنے لگیں۔ نور نے مسکراتے ہوئے روح کا ہاتھ تھاما، اور ماہا نے آگے بڑھ کر اس کے گھونگھٹ کو ذرا سا ٹھیک کیا۔

"نکاح مکمل ہو گیا ہے۔ مبارک ہو۔"

دوسری طرف مولوی صاحب نے مردوں کی جانب رخ کیا۔۔ سید سائیں نے اسے دعاؤں سے نوازا، ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ماشاءاللہ سے میر اشہزادہ بہت پیارا لگ رہا ہے اج۔"

سید سائیں نے اس دیکھ کر کہا تھا آج سردار موسیٰ واقعی نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ موسیٰ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری مگر آنکھوں میں وہی گہری خاموشی تھی۔ پردے کے اس پار، روح اب صرف سردار موسیٰ کی تھی اور موسیٰ کے دل میں ایک انجان احساس جاگنے لگا تھا... جیسے اس نے سب کچھ پالیا ہو، مگر پھر بھی کچھ کھو گیا ہو۔

"کیا ہوا موسیٰ"

سردار موسی کو کھویا کھویا دیکھ کر اور کوئی جواب نہ پا کر سید سائی نے کہا تھا۔۔

"کچھ بھی نہیں دادا جان"
اس نے مسکرا کر ان کے گلے لگتے ہوئے ایک بار پھر سے ان سے مبارکباد لی تھی۔۔

"اب بس ہم سے گلے ملتے رہو گے یا اپنی دلہن کو بھی دیکھو گے"
سید سائیں نے مسکرا کر اسے تنگ کیا تھا جبکہ اس کی اس بات پر سردار موسی بھی مسکرایا تھا۔ سردار موسی کے قدم آہستہ آہستہ لڑھیوں کی جانب بڑھنے لگے جس کی دوسری جانب روح بیٹھی ہوئی تھی وہاں موجود لڑکیاں اسے تنگ کر رہی تھی۔۔

"ذرا ٹھہر جاؤ سردار جی، اتنی جلدی کیا ہے؟ ابھی تو سب کی نظریں تم پر ہیں، تمھیں تو سب دیکھ لیں۔"
پیچھے سے ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

"ہاشم، بس دعا کرو کہ سب خیر سے ہو جائے۔"
سردار موسی اس کی بات پر غصہ نہیں ہوا تھا بس وہ چاہتا تھا سب کچھ اچھے سے ہو جائے۔۔

"خیر تو ہو گئی ہے سردار صاحب، اب تو صرف دلہن دیکھنے کا امتحان باقی ہے۔"

ہاشم نے شوخی سے آنکھ ماری تو موسی کے چہرے پر پہلی بار کھل کر مسکراہٹ ابھری۔۔ سردار موسی نے آگے قدم بڑھایا۔اس کے ہر قدم کے ساتھ فضا میں جیسے خاموشی اترتی گئی۔سب کی نظریں اس پر تھیں۔ روح ہلکی سی کپکپائی،دل کی دھڑکن تیز تھی۔اس نے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں جکڑ لیں۔اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا نکاح کے وقت اس کی یہ حالت ہو جائے گی وہ جو خود کو بہت مضبوط سمجھتی تھی اس وقت خود کو بالکل ہی کمزور محسوس کر رہی تھی یہ لمحہ ہر لڑکی کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔۔ موسی نے لڑھیاں ہٹائی تھی اور اس کی جانے والا تھا سردار موسیٰ نے قریب جا کر چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھا۔پھر آہستگی سے اس کے سامنے بیٹھ گیا۔روح کے دل کی دھڑکنوں میں شور برپا تھی۔۔ اس نے گھونگھٹ کے کنارے کو پکڑا،لمحہ بھر رکا،اور پھر بڑی نرمی سے وہ گھونگھٹ اٹھایا۔

اس کے سامنے وہ چہرہ تھا جسے دیکھ کر وہ پل بھر کے لیے دنگ رہ گیا۔ روح کی آنکھوں میں گھبراہٹ بھی تھی، شرم بھی، اور کہیں اندر چھپی ایک چمک بھی۔ اس کے گالوں پر ہلکی سی لالی دوڑ گئی، اور موسیٰ کے لبوں پر بے اختیار ایک نرم سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے دھیرے سے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھ دیے احترام، سکون، اور قبولیت کے انداز میں۔

"بہت حسین لگ رہی ہو... جیسے تم پر رب نے خود اپنی روشنی انڈیلی ہو۔"

پھر آہستہ سے کہا۔ روح کی سانس تھم گئی، آنکھوں کے کنارے نم ہوئے، مگر چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ اسے سمجھ نہیں ارہا تھا یہ اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے قبول ہے کہ دو بول بولتے ہیں اس کی کیفیت بالکل ہی بدل گئی تھی۔۔ موسیٰ نے ایک پل کو نظریں جھکائیں، اور دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔ لیکن جب نظریں اس پر پڑی ہیں تو اس نے محسوس کیا نہ تو اس نے اس کا دیا ہوا چادر اڑا تھا اور نہ ہی اس نے جس انر کی بات کی تھی وہ پہنا تھا اب اس کی انکھوں میں سختی اگئی تھی اور وہ سختی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا اس کے اس طرح دیکھنے پر روح بھی گھبرا گئی تھی لیکن جب نظر اپنے وجود پر محسوس کی تو سمجھ گئی اس کے تاثرات اچانک کیوں بدلے ہیں وہ کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے نور کی طرف دیکھا نور بھی اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔۔

"سنو گڑیا"

سردار موسی نے اسے اپنے قریب بلایا تھا وہ مسکرا کر اس کے پاس ائی تھی۔۔

"نکاح مبارک ہو بھائی جان"
اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جس پر سردار موسی بھی ہلکا سا مسکرایا۔۔

"تم نے اپنی بھابی کو بس کسی طرح اس کے کمرے میں پہنچانا ہے مجھے اس سے بات کرنی ہے"
سردار موسی نے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر نور نے مسکرا کر سردار موسی کو دیکھا اور پھر ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"بہت شوق ہے نا تمہیں میرے خلاف جانے کا سردارنی روح اب میں بتاؤں گا میں کیا چیز ہوں"

سردار موسیٰ نے ایک نظر اس پر ڈالی تھی اور وہاں سے واپس مردوں کی سائیڈ چلا گیا تھا لڑکیوں کی نظریں اسے خود پر اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ ہاشم روح کے پاس ایا تھا وہ نہ انکھوں سے ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔۔

"اپ کو میرے پاس ہونا چاہیے تھا جانتے بھی ہیں کتنی مشکلوں سے میرے سے قبول ہے ہوا ہے"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے شکوہ کیا تھا۔ وہ اس کا بھائی تھا اسے اس کے پاس ہونا چاہیے تھا یہ بات روح کی بالکل ٹھیک تھی نہ کہ وہ اس سردار کے ساتھ چپک کے بیٹھا ہوتا۔۔

"ہائے میرا کیوٹ سا بچہ مجھ سے ناراض ہو گیا اس بات پہ"

اسنے بہت محبت سے اسے دیکھ کر کہا تھا اس کی شہزادی صرف 18 سال کی تھی اور اس وقت دلہن بنی پرنسز ہی لگ رہی تھی۔۔

"مت کہیں مجھے بچہ، آپ کو میرے پاس ہونا چاہیے تھا"
روح کی آنکھیں اب بھی بھیگی ہوئی تھی۔۔

"معافی نہیں مل سکتی مجھے"
ہاشم نے معصومیت سے پوچھا۔۔

"بلکل نہیں...اب میں سردارنی ہوں۔"
اس نے ناک سکوڑ کر کہا جب کہ اس کے ایسا کہنے پر وہ مسکرا رہا تھا۔۔

"ہاں ہاں، سردارنی صاحبہ۔ لیکن میرے لیے تو تم وہی چھوٹی سی روح ہو
جو ذرا سی بات پہ رو پڑتی تھی۔"
ہاشم ہنس دیا، سر جھٹک کر بولا۔۔

"اب رونے والی نہیں ہوں، بس...دل گھبرا رہا ہے۔ سب کچھ اتنا بدل گیا ہے نا۔"

روح نے نظریں جھکائیں، لبوں پہ مدھم سی مسکراہٹ آ گئی۔۔۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، روح۔ موسیٰ کبھی کسی کو ناحق تکلیف نہیں دیتا۔ وہ ھوڑے اکڑ والے ہیں لیکن یہی اکڑ ایک دن محبت میں بدل جائے گی۔"

ہاشم نے اس کے ہاتھ پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔۔

"اگر ایسا نہ ہوا تو؟"

روح کے لب کپکپائے نہ جانے کیوں وہ یہ بات پوچھ بیٹھی تھی اور ان سے یہ بات ہاشم کی دل پر بھی لگی تھی حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا اسے تو اس سے محبت ہی نہیں تھی نا وہ تو اس سے چڑتی تھی اسے تنگ کرنے کے موقع تلاش کرتی تھی۔۔

"پھر میں خود تمہارے لیے موسیٰ سے لڑوں گا۔"
ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا۔روح ہنس دی، وہ ہنسی جیسے اس لمحے نے اس کے اندر تھوڑی دیر کے لیے نکاح کی گھٹن اور فضا کی خاموشی کو توڑ دیا ہو۔۔نور بھی ان دونوں کے پاس ہی کھڑی تھی اور اس کی نظریں ہاشم پر تھی۔۔

"اچھا میں چلتا ہوں مجھے انتظامات دیکھنے ہیں"

اس نے ایک نظر اٹھتے ہوئے نور پر ضرور ڈالی تھی اور پھر وہاں سے چلا گیا تھا سید سعی اور حنان مولوی صاحب کو لے کر وہاں سے کب کے جا چکے تھے سردار موسی تو پہلے ہی نکل چکا تھا۔۔

"اچھا ہماری سردارنی بات سنیں"

نور نے کے پاس اکر مسکرا کر کہا سردار موسی نے اسے کمرے میں لے جانے کی ذمہ داری دی تھی اب اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ اسے کمرے میں کیسے لے کر جائے گی۔۔

"سردارنی وہ آپ کے لہنگے کا بلاؤز"

جب اسے کچھ سمجھ نہ ایا تو اس کے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔۔

"کیا ہوا ہے نور"

اس کی اس بات پر وہ ڈر گئی تھی۔۔

"بس اپ فورا سے کمرے میں چلے"
نور نے چہرے پر مزید سنجیدگی لاتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر روح بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔

"لیکن ہوا کیا ہے نور"
روح نے ایک مرتبہ پھر سے پوچھا تھا۔

"بس اپ کمرے میں چلیں سردارنی پھر ہم اپ کو بتاتی ہوں"
نور نے اب بھی اپنے چہرے کے ایکسپریشنز ویسے ہی رکھے تھے۔۔

"اچھا ٹھیک ہے"

اس کے اس قدر گھبرانے پر وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی وہ دونوں سٹیج سے نیچے ائے تھے۔۔

"کہاں جا رہی ہو تم دونوں مہمان ائے ہوئے ہیں سب نے روح سے ملنا ہے۔۔
"ایت بیگم نے نور کو دیکھ کر کہا۔۔

"ماں سائیں وہ بس چھوٹا سا ایشو ہو گیا ہے ہم جلدی اجائیں گے"
نور نے فورا سے کہا تھا ابھی ایت بیگم مزید کچھ کہتی وہ روح کو لے کر وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"پتہ نہیں اب کیا مسئلہ ہو گیا ہے"

ایت بیگم نے پریشانی سے کہا تھا اور وہ مہمانوں میں لگ گئی تھی کیونکہ مہمان بہت زیادہ تھے اور ہر کسی کو ہی ٹائم دینا تھا۔ ماہا اور کندیل تو اس وقت اپنی پکچرز بنوانے میں مصروف تھی۔۔ گلناز کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہ تھی وہ بس خالی نظروں سے اس جگہ کو دیکھ رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے روح بیٹھی ہوئی تھی انکھ سے ایک انسو ٹوٹ کر زمین پر گرا تھا لیکن اس نے فورا سے اپنے ہاتھ سے چھپائے تھے۔۔



"کیا ہوا ہے اب بتاؤ"

نور جب روح کو کمرے میں لے ائی تو روح نے پریشانی سے پوچھا تھا۔۔

"تم یہی رکو ہم بس ابھی آرہے ہیں"

نور نے پریشان ظاہر ہوتے ہوئے بات کی۔۔

"لیکن بات کیا ہے نور تم کچھ بتاؤ تو"

روح نے پریشانی سے کہا تھا لیکن نور وہاں سے چلی گئی تھی نور کے جاتے ہی کمرے کا دروازہ کھولا تھا اور کمرے میں سردار موسی ایا تھا جب کہ سردار موسی کو دیکھ کر روح دنگ رہ گئی تھی اسے سمجھ نہیں ایا تھا یہ سب ہوا کیا ہے تو یہ سب ایک چال تھی صرف اور صرف اسے کمرے تک لانے کے لیے نکاح ہونے کے بعد اس کا دل ویسے نہیں سنبھل رہا تھا اور اب اس شخص کی باتیں اس کا تو دماغ ہی گھوم جانا تھا وہ اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔۔

"جب تم نے کہا تھا تم اندر انریوز کرو گے تو تم نے کیوں نہیں یوز کیا"

سردار موسی اس کے پاس اتے ہوئے غصے سے بولا تھا۔روح خاموش رہی تھی کچھ بھی نہیں بولی تھی۔۔

"جانتی بھی ہو باہر کتنی خواتین نے تمہارا یہ وجود دیکھا ہو گا اور یہ جو تمہارا بلاؤز تمہارے ساتھ چپکا ہوا ہے منع بھی کیا تھا میں نے تمہیں ایسے کپڑے نہیں ڈالوں گی تو لیکن میری سنتی ہو تم"

سردار موسیٰ کی انکھوں میں غصہ تھا اس سے یہ بات بھی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس کی بیوی کا وجود کوئی عورت بھی دیکھے۔۔

"جب تم نے ایک بات کہی اسے مکمل کیوں نہیں کیا"

سردار موسیٰ کی آواز میں سختی تھی اور آنکھوں میں وہی پہلے والی سرخی تھی۔ وہ قریب آیا اور اپنی انگلیاں احتیاط سے اس کے بازؤں پر رکھی تھی اسکا چھوٹا سا عمل اتنا ذاتی تھا کہ روح کی سانسیں رک سی گئیں۔ روح خاموش رہی، دل زور سے دھڑک رہا تھا، وہ محسوس کر سکتا تھا اس کی سانسوں کو اس نے آہستگی سے سر اٹھایا مگر آنکھوں میں سچائی اور معمولی ڈر دونوں تھے۔۔

"کیا تم نے سوچا یہ کھیل ہے"
موسیٰ کی آواز نرم ہوئی مگر ہر لفظ میں ذمہ داری کا وزن تھا۔۔

"مجھے نہیں پتہ میں نے بس آزادی چاہی تھی تمھاری سختی کے برعکس"
روح نے گہرائی سے سانس لی اور آہستگی سے کہا۔اس کی آواز مدھم تھی مگر سچائی واضح تھی۔

"آزادی میں حدود بھی ہوتی ہیں روح"
موسیٰ نے ایک قدم پیچھے لیا اور اس نے کہا اور پھر جھک کر اس کے ماتھے کے قریب آ گیا۔اس کی حرکت میں سزا کے بجائے نرم نرمی تھی۔اس نے آہستگی سے اس کا گردن پر ہاتھ رکھے مگر سختی سے نہیں بلکہ محافظت بھری توانائی کے ساتھ۔

"تم جانتی ہو مجھے سب سے زیادہ کیا تکلیف دیتی ہے تمھارے لیے خطرہ چیزیں جو تم خود پہ لیتی ہو"

اس نے سر گوشی کی۔ روح کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے مگر وہ سختی سے ان کو چھپا رہی تھی۔ اس نے آہستگی سے روح کو اپنے قریب کھینچا اور بڑے ہی آہستگی سے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھ دیے۔ وہ بوسہ دباد باسا تھا، الزام نہیں تھا، تسلیم تھا، ایک قسم کی اقرارِ محفوظیت تھی۔ روح کا دل جیسے ٹھہر گیا، سانسیں بے ترتیب ہوئیں مگر یہ بے چینی کسی خوف کی نہیں بلکہ حیرانی کی تھی۔

"یہ یہ تم کیا کر رہے ہو"

روح نے کانپتی اواز کے ساتھ کہا تھا۔۔

"نکاح کے بعد کا اپنا حق وصول کر رہا ہوں"

اس نے پیچھے ہوتے ہوئے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا تھا۔۔

"نکاح کے بعد کا کون سا حق ہوتا ہے"

وہ بھی فورا سے اپنی سردارنی والی ٹون میں اتے ہوئے بولی تھی۔۔

"وہ تو جب میں کروں گا تب پتہ چلے گا نا اس سے پہلے کیسے پتہ چل سکتا ہے لفظوں میں میں بیان نہیں کر سکتا کہو گی تو عمل سے بتا سکتا ہوں"

سردار موسی نے زو معنی بات کی تھی جبکہ اس کی اس بات پر روح حیران ہو گئی تھی اسے تو توقع بھی نہیں تھی کہ سردار موسی کے اندر کوئی رومینٹک کیڑا بھی موجود ہے وہ تو اسے اکڑوں ڈھیٹ گھمنڈی اور انتہائی ان رومینٹک سوچتی تھی۔۔

"مجھے پتہ ہے اس وقت تم کیا سوچ رہی ہو گی"

روح نے اسے گھور کر دیکھا تھا مگر سردار موسیٰ کے چہرے پر وہی ہلکی سی مسکراہٹ موجود تھی، جیسے وہ جانتا ہو کہ اس کی سردارنی کے دل میں کیا چل رہا ہے۔

"کیا...؟"

روح نے پھر سے پوچھا، اس کی آواز مدھم تھی۔

"یہی کہ سردار موسی نقوی میں دل بھی ہے یا نہیں وہ تو بلکل ہی ان رومینٹک ہو گا"

موسیٰ نے ذرا جھک کر کہا، آنکھوں میں ہلکی سی چمک کے ساتھ۔

"تم تو بس سخت بنے رہتے ہیں، جیسے جذبات نام کی کوئی چیز ہی نہیں تمھارے اندر۔"

روح کے لبوں پر ان دیکھی سی مسکراہٹ آئی، مگر اس نے فوراً نظریں پھیر لیں۔۔

"سردار کو نرم دکھنا زیب نہیں دیتا، سردارنی۔"

اس نے سنجیدہ مگر شوخ لہجے میں کہا۔

"اور اگر کبھی دکھ جائے تو...؟"

روح نے ذرا چیلنج دیتے ہوئے کہا۔

"پھر سردارنی، دل جیتنے والی بھی تم ہی ہو گی۔"

موسیٰ نے نرمی سے کہا، اور اس کے الفاظ میں اتنی گہرائی تھی کہ روح چند لمحوں کے لیے خاموش رہ گئی۔

کمرے میں چند لمحوں کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔

پھولوں کی خوشبو، روشنیوں کی ہلکی مدھم چمک، اور ان دونوں کے درمیان ایک عجیب سا احساس... جیسے باتیں ختم ہوں لیکن دل بولنے لگیں۔ اس نے ہاشم کی باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی۔۔ لیکن اچانک اس کے دماغ میں وہ بات یاد آئی تھی کہ اس نے اس کی بات نہیں مانی تھی جس پر سردار موسی نے اس کی کلائی تھامی اور اسے اپنے قریب کھینچا تھا روح حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی وہ کر گیا رہا ہے۔۔

"یہ یہ کیا کر رہے ہو تم"

روح نے ڈرتے ہوئے پوچھا تھا جب سے نکاح ہوا تھا وہ شیرنی سے بھیگی بلی بن گئی تھی۔۔

"آپ"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا جس پر روح نے گھور کر اسے دیکھا تھا سردار موسیٰ نے اس کا کام دوپٹہ اتار دیا تھا روح تو بس حیرانی سے اس کے عمل کو دیکھ رہی تھی اس نے جو دوپٹہ سر پر لیا تھا سردار موسیٰ نے اس کی ایک پن کھولی تھی۔۔

"یہ تم کیا کر رہے ہیں میں نے ابھی باہر جانا ہے"

روح نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"میری بات نہ ماننے کی سزا کاٹے بغیر تم یہاں سے نہیں جا سکتے"

سردار موسیٰ نے اس کا چہرہ آنکھوں میں لیے ہوئے کہا تھا اس نے دوسری پن بھی نکال دی تھی۔۔

"سردار موسی دیکھو ایسا مت کرو مجھے ابھی کچھ دیر میں باہر جانا ہے تم میرا سارا کا سارا حولیا خراب کر دو گے"

اس نے غصے سے کہا تھا لیکن سردار موسیٰ نے اس کی بات ہی کہاں سنی تھی سختی سے اسے تھام کر اس نے روکے رکھا تھا اور اس کے دوپٹے کی پنز نکال رہا تھا اب جب وہ پیچھے نہ ہو تو روح نے اسے اپنے طریقے سے دور کرنا چاہا تھا لیکن پھر بھی وہ ہلا تک نہیں تھا وہ اس کے دوپٹے سے پن نکال رہا تھا روح نے اب کی بار اپنے دوپٹے سے پن نکال کر اس کے بازو پر ماری تھی اسے درد ہوا لیکن وہ روکا نہیں تھا آخری پن نکلنے پر اس کا دوپٹہ زمین پر گرا تھا اور روح نے ہاتھ میں موجود پن آدھی اس کے بازو میں اندر کر دی اسے بہت درد ہوا تھا لیکن اس نے کنٹرول کیا تھا اور وہ پن نکال کر نیچے پھینکی تھی وائیٹ شلوار قمیض ہونے کی وجہ سے وہاں سے اس کی قمیض پر خون لگ گیا تھا۔

"یہ تمہاری چھوٹی موٹی حرکتوں سے مجھے کچھ بھی نہیں ہونے والا سردارنی روح موسیٰ نقوی"

اس نے مسکرا کر کہا اور اسے تھام کر اس کی پشت اپنے سامنے کی تھی اس کی آنکھوں میں ایک پل کر خون اتار کیوں کہ اس کا گلا پشت سے کافی ڈیپ تھا لیکن پھر اس بات پر ضبط کر گیا کہ دو دوپٹے ہونے کی وجہ سے اتنا فیل نہیں ہو رہا تھا اور وہاں تھی بھی لڑکیاں سردار موسیٰ کی انکھوں میں خماری اتری تھی اس کے وجود کو دیکھ کر اوپر سے جائز حق ہونے کی وجہ سے اس کا دل اسے اکسا رہا تھا کوئی بھی کوتاہی کرنے پر دوسری طرف روح شرم سے سرخ سرخ ہو چکی تھی کیونکہ اس نے اپنا بلاؤز اچھے سے دیکھا تھا پہننے سے پہلے اس کا دل بہت بے ترتیب دھڑک رہا تھا وہ جو پھر سے سردارنی کے ٹون میں آنے والی تھی پھر سے بھیگی بلی بن گئی تھی سردار موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اس کی پشت کو چھوا تھا جس پر روح نے اپنی آنکھیں بند کر لی تھی۔۔

"دور ہو"

اچانک ہی روح کو یاد آیا تھا وہ ایسے ہی اسے اپنے پاس نہیں انے لے سکتی تھی اس طرح کے وہ مزید معتبر ہو جاتا۔اس کی اس کوشش کو سردار موسی نے ناکام کر دیا تھا اپنے ہونٹ اس کی پشت پر رکھ کر روح کے پورے وجود میں جیسے کرنٹ سا دوڑ گیا تھا عجیب سی سچویشن ہو رہی تھی اس کے ساتھ جو وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی لیکن اب وہ اسے دور نہیں کر پا رہی تھی اس کی حالت اس طرح ہو گئی تھی سردار موسیٰ کی گرم سانسیں اس کی پشت پر پڑ رہی تھی روح نے تو سختی سے اپنی انکھیں بند کر لی تھی وہ اہستہ اہستہ اور نرمی سے اپنے ہونٹ اس کی پشت پر رکھ رہا تھا وہ جو سوچ رہا تھا اسے سزا دے گا لیکن اس کا اپنا دل اس سے بغاوت کر رہا تھا نہ جانے کیوں اس لڑکی کی طرف کھینچا چلا جا رہا تھا اور وہ ایسا بالکل بھی نہیں چاہ رہا تھا اس کے پہلے لمس پر ہی اس کا دل اس سے بغاوت کر رہا تھا نہ جانے کیوں ہاشم

کی باتیں اسے سچ محسوس ہو رہی تھی اس نے فورا سے اپنے دل کو ڈپٹا اور روح سے دور ہوا تھا انکھوں میں جیت کی خوشی لیے اس نے روح کا رخ اپنی طرف کیا تھا۔۔

"امید ہے سردارنی اپ بہت اچھے سے سمجھ گئی ہوں گی دوبارہ میرے خلاف جانے کی کوشش نہیں کریں گی ورنہ میں نے سزا جو دینی ہے وہ تو اپ اچھے سے جان چکی ہیں اب تو پورا حق رکھتا ہوں چھونے کا قریب انے کا اب اگر حویلی والوں کو شور کر کے اکٹھا کرنا چاہو تو بھی کر سکتی ہو کیونکہ مجھے کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا"

سردار موسی کی انکھوں میں جیت کی خوشی تھی لیکن روح ابھی تک اپنے دل کو ہی نہیں سنبھال سکی تھی لیکن سردار موسی کی خوشی اسے ہضم نہیں ہو پا رہی تھی۔۔

"میں جاؤں گی ہر بار تمہارے خلاف جاؤں گی میں بھی دیکھوں گی تم کیا کر سکتے ہو اور ویسے بھی اپنی مردانگی ہی مجھ پر استعمال کرو گے نا کیونکہ تم جانتے ہو یہاں عورت پگھل جاتی ہے لیکن میں دوبارہ نہیں پگھلوں گی میں خود کو مضبوط کروں گی دوبارہ میرے قریب انے کی کوشش بھی مت کرنا"

سردارنی روح نے اسے انگلی دکھا کر کہا تھا سردار موسی نے اس کی وہ انگلی تھامے اور اسے اپنی طرف کھینچا جب وہ اس کے قریب ارہی تھی تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں ڈال لیے روح کا دل پھر سے بے ترتیب ہو گیا تھا نا جانے کیوں اس شخص کا قریب انا اس کے دل کو بے ترتیب کر رہا تھا یا پھر پہلی بار کو یہ اس کے اس طرح قریب ارہا تھا اسے چھو رہا تھا تو اس کا دل بے ترتیب ہو رہا تھا۔۔

"دیکھیں گیں سردانی روح موسیٰ نقوی"

سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر یہ بات کہی اسی وقت دروازے پر دستخت ہوئی تھی۔۔

"بھائی ماں سائیں بھابھی کو بلا رہی ہے نیچے"
نور نے دروازہ بجاتے ہوئے کہا تھا نور کی بات پر وہ پیچھے ہوا تھا۔۔

"بے کیر فل سردارنی روح موسیٰ نقوی"
وہ یہ بات کہہ کر دروازے کی طرف چلا گیا تھا دروازہ کھول کر اس نے نور کو دیکھا۔۔

"مدد کرو جا کے اپنی بھابھی کی کیوں کہ مجھ سے لڑائی میں اس کا دوپٹہ خراب ہو گیا"

سردار موسیٰ یہ بات کہہ کر چلا گیا تھا نور اندر آئی کمرے میں عجیب سا سکوت پھیلا ہوا تھا۔ دوپٹہ زمین پر پڑا تھا، ہوا جیسے رکی ہوئی تھی۔ روح خاموشی سے کھڑی تھی، چہرے پر غصہ، دل میں طوفان۔

"سردارنی صاحبہ یہ کیا ہوا؟"

نور نے دھیرے سے پوچھا۔ روح نے آہستہ سے دوپٹہ اٹھایا، ہاتھوں میں تھاما، مگر نظریں کہیں دور تھیں۔

"کچھ نہیں نور... بس تمھارے بھائی کو اپنی بات منوانے کا بہت شوق ہے۔"

اس کی آواز میں تلخی تھی، مگر آنکھوں میں نمی چھپی ہوئی۔

"سردارنی، کبھی کبھی ضد میں بھی نقصان ہمارا ہی ہوتا ہے... سردار بھائی ایسے ہیں، مگر دل کے برے نہیں۔"

نور نے محتاط لہجے میں کہا۔

"دل اچھا ہو تو زبان اور رویہ زہر نہیں اگلتا، نور۔ تم نہیں سمجھو گی، وہ صرف جیتنا جانتا ہے، رشتے نبھانا نہیں۔"

روح نے ایک تلخ مسکراہٹ دی۔۔ نور خاموش ہو گئی۔ وہ جانتی تھی اس وقت کچھ کہنا آگ میں تیل ڈالنے جیسا ہو گا۔ روح نے دوپٹہ اوڑھا، شیشے کے سامنے جا کر اپنے بالوں کو سنبھالا۔ چہرے پر سکون لانے کی کوشش کی، مگر دل کی بے ترتیبی آنکھوں میں عیاں تھی۔

"چلو، ماں سائیں بلا رہی ہیں نا؟"

روح نے پر سکون لہجے میں کہا، مگر قدم بھاری تھے۔

دروازے تک پہنچتے ہی وہ ایک لمحے کو رکی، پیچھے پلٹ کر اس جگہ کو دیکھا جہاں ابھی چند لمحے پہلے سردار موسیٰ کھڑا تھا۔ایک عجیب سا احساس دل میں ابھرا غصے، حیرت اور انجانے جذبے کا امتزاج۔

"تم خود کو جتنا مضبوط سمجھتے ہو، سردار موسی میں تمہیں دکھاؤں گی کہ ایک عورت کی خاموشی کمزوری نہیں، انتقام بھی بن سکتی ہے۔"
وہ خود سے سرگوشی میں بولی۔۔

"کچھ کہا سردانی آپ نے؟"
نور نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

"نہیں نور، بس اپنے دل کو سمجھا رہی تھی۔"

روح نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا اور پھر دونوں کمرے سے باہر نکل گئیں نیچے حویلی کا گارڈن زندگی سے بھرا تھا، مگر روح کے اندر جیسے ایک جنگ چھڑ چکی تھی۔ ایک ایسی جنگ جو اب ختم ہونے والی نہیں تھی۔

عورتوں والی سائیڈ پر شور اٹھا تھا دلہن کے انے کا سردارنی روح موسی نقوی جو بھی کچھ دیر پہلے سردار موسی کی دلہن بنی تھی وہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ارہی تھی روح نور کے ہمراہ ارہی تھی اور باقی کچھ لڑکیاں ان کے ارد گرد تھی چار لڑکیوں نے اس کے اوپر سرخ رنگ کا دوپٹہ دیا ہوا تھا اس دوپٹے کے اوپر سردار موسی کی سردارنی لکھا ہوا تھا سفید رنگ کا لہنگا اس پر بہت زیادہ سوٹ کر رہا تھا اب کی بار اس نے گونگٹ اٹھا لیا تھا اور وہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ ارہی تھی چہرے پر اس کے مسکراہٹ تھی سب لوگ اسے دیکھ رہے تھے بلکہ حیران ہو رہے تھے وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی گلناز کی انکھوں میں اسے دیکھ کر حسد تھی کیونکہ اس نے یہ جگہ اپنے لیے سوچی تھی ہر طرف شور اٹھا ہوا تھا کچھ لڑکیاں اس پر پھول پھینک رہی تھی۔

"ماشاءاللہ میری بیٹی بہت خوبصورت لگ رہی ہے"

عافیہ بیگم نے ایت بیگم کے قریب کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا جس پر ایت بیگم نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا کیونکہ ان کی بہو بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

"ماشاءاللہ باجی دیکھیں نا روح کتنی پیاری لگ رہی ہے"
ماہا نے گلناز کو دیکھ کر کہا تھا اس کے بعد پر گلناز نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"کہاں پیاری لگ رہی ہے بالکل بھی نہیں پیاری لگ رہی"
گلناز نے اپنی عادت کے مطابق کہا تھا۔۔

"گلناز باجی صاف صاف بول دیں اپ کو جلن ہو رہی ہے کیونکہ اپ کا خواب تھا موسی بھائی سے شادی کا جو کہ نا برا ہو سکا اسی لیے اپ ہماری بھابھی سے جل رہی ہیں"

کندیل نے اس پر تنز کیا تھا جبکہ اس کی اس بات پر گلناز خاموش رہی تھی

سامنے سٹیج تھا جہاں سے اب نکاح کا سیٹ اپ ہٹا لیا گیا تھا اور اسے

خوبصورت سٹیج کی شکل واپس دی گئی تھی وہاں پر صوفے لگا دیے گئے تھے

روح اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے

ایک سردارنی کی چال چلتے ہوئے اس طرف پڑھ رہی تھی سب لوگ اس

کے ارد گرد کھڑے تھے درمیان میں ریڈ کارپٹ بچی ہوئی تھی اور وہ جگہ

خالی تھی جہاں سے روح چلتے ہوئے سٹیج کی طرف جا رہی تھی۔ روح کی

چال میں ایک عجیب سا دبدبہ تھا نہ غرور، نہ نرمی، بلکہ ایک سردارنی جیسا

رعب۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ مگر پورے وقار سے بڑھ رہے تھے۔ ہر

قدم پر اس کے لہنگے کے گھیرے نے زمین کو چھوا، اور دوپٹے کا کنارا اس

کے بازو سے پھسلتا ہوا اس کے کندھے پر جم گیا سب نظریں اسی پر تھیں۔

کچھ تعریف میں، کچھ حیرت میں، اور کچھ حسد میں۔ لیکن روح کے چہرے

پر ایک ہی تاثر تھا اعتماد۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو سردارنی"

نور نے اسٹیج پر اسل کے ساتھ قدم رکھتے ہوئے کہا تھا وہ سچ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی رات کا وقت تھا آسمان پر fireworks ہو رہے تھے ساری لائٹنگ اس پر تھی اور وہ درمیان سے چلتی ہوئی اسٹیج کی طرف ائی تھی اس پر گلاب کے پھولوں کی بارش ہو رہی تھی ماحول میں گانوں کی اواز تھی اور اتنی شاندار انٹری ہوئی تھی کہ سب لوگ حیرانی سے دیکھ رہے تھے سردار موسی کا نکاح جب اتنا دھوم دھام سے ہوا تھا تو شادی تو نہ بھولنے والی شادی ہونی تھی روح اسٹیج پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"ماشاءاللہ سردانی روح"

بلوچ قبیلے کی سردارنی عذرا نے آکر مسکرا کر اس کی تعریف کی تھی۔۔

"تھنک یو"

روح نے مسکرا کر جواب دیا تھا وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھے گئ تھی جیسے وہاں ہر قبیلے کا اپنا سردار تھا لیکن ان سب کا بڑا سردار موسی تھا ویسے ہی اس قبیلے کے اپنے اپنی سردار نہیں تھی اور ان سب کی سردارنی اب روح تھی۔۔

"ماشاءاللہ بہت روپ آیا ہے"

عذرا نے محبت بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا، روح نے پھر سے گردن جھکا کر شکریہ ادا کیا۔ اس کے چہرے پر وہی پر اعتماد تاثر تھا——نہ جھجک، نہ نرمی، نہ غرور۔ جیسے اسے معلوم ہو کہ آج سب کی نظریں اسی پر ہیں اور وہ اس مقام کی پوری حق دار ہے۔ کچھ فاصلے پر سردار موسی مردانہ سائیڈ سے آرہے تھے۔ ان کے قدموں میں ایک خاص ٹھہراؤ تھا۔ جیسے ہر قدم کے ساتھ ان کی شان خود بول رہی ہو۔ سب کی نظریں خود بخود ان پر جا ٹکیں۔

"مل کے تو گیا تھا یہ اب کیوں ارہا ہے پھر سے"

روح نے بھی اسے دیکھا تھا کچھ ہی لمحوں میں وہ سٹیج کے سامنے رک گئے۔

روح نے نظریں اٹھا کر دیکھا دونوں کی نظریں چند لمحوں کے لیے ملیں۔

ایک پل کے لیے وقت جیسے رک سا گیا۔

"دیکھا؟ سردار موسی بھی تمہیں دیکھ کر پل بھر کے لیے رک گئے۔"

نور نے آہستہ سے روح کے کان میں کہا۔۔

"انہیں رکنے کی عادت ہے، ضروری نہیں مجھے دیکھ کر روکیں ہوں"

روح نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر اس کے لہجے میں وہی سختی تھی سردار موسی پورے حق کے ساتھ اکر اس کے قریب بیٹھا تھا صائقہ وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"دیکھ کر حیران ہو رہی ہو"
سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا تھا۔۔

"میں کیوں حیران ہوں گی بس سوچ رہی ہوں تمہارے پاس اتنا فارغ
وقت ہے پہلے تم کمرے میں اگئے اب یہاں دوبارہ اگئے ہو"
روح نے اپنا دوپٹہ ایٹیٹوڈ سے ٹھیک کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"سردارنی، آپ کو شاید یہ سمجھنے میں وقت لگے گا کہ اب جہاں آپ ہو،
وہاں میرا آنا فرض بنتا ہے، اجازت نہیں چاہیے ہوتی۔"
سردار موسیٰ کے لبوں پر ایک مدھم سی مسکراہٹ ابھری۔

"اجازت تو ان سے لی جاتی ہے جن میں لحاظ ہو، تمہارے جیسے خود سر
سردار سے نہیں۔"

روح نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔اس کے لہجے میں وہی تلخی تھی جو موسیٰ کو ہمیشہ چونکا دیتی تھی۔

"یہی خودسری ہی تو پسند آئی تھی تم میں ورنہ باقی سب تو مجھ سے نظریں بھی نہیں ملاتے اور ایسے ہر بار اپنی بات اسانی سے منوالینا مزہ نہیں اتا کبھی کبھی لڑائی جھگڑا انکار کرنے والا بھی ہونا چاہیے"
موسیٰ نے دھیرے سے کہا۔

"تو اب تمہیں خوشی ہے کہ میں تمہارا مقابلہ کرتی ہوں؟"
روح نے ہلکا سا طنزیہ قہقہہ لگایا۔۔

"خوشی نہیں سردارنی، آپ سے لڑنا خوشی نہیں دیتا...بس یاد دلاتا ہے کہ آپ باقیوں جیسی نہیں۔"

موسیٰ کے چہرے پر سنجیدگی لوٹ آئی۔۔

"اور یہی فرق تمہیں ایک دن بہت مہنگا پڑے گا، سردار موسی۔ میں کسی کی غلام نہیں، چاہے تم جیسے بڑے نام والے کیوں نہ ہو۔"
روح نے نظریں موڑ لیں، مگر چہرے پر وہی سختی برقرار رکھی اس نے جو سوچا تھا اسے اپنی محبت کے جال میں پھنسائے گی لیکن وہ جو کمرے میں کچھ دیر پہلے کر کر گیا تھا اس وجہ سے روح بہت زیادہ تپی ہوئی تھی۔

"غلامی کی بات اپ کر رہی ہیں سردانی روح موسیٰ؟ جس رشتے کے بندھن میں خود قبول کر کے آئی ہو، اسے طعنہ بنا کر اچھا نہیں لگتا۔"
سردار موسیٰ اس کے قریب ذرا سا جھکا، آواز نیچی کی۔۔

بندھنا پڑا میرے بھائی بابا سائیں سب کی عزت جڑی تھی لیکن اس سے پہلے تو زبردستی ہی کی گئی نہ، سردار۔ تمہارا نام میرے ساتھ جڑا ہے، میرا وجود نہیں۔"

روح نے فوراً جواب دیا۔

"دیکھتے ہیں سردارنی، کب تک خود کو بچا پاتی ہو۔"
موسیٰ کے لبوں پر اب ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں ایک چمک جیسے چیلنج قبول کر لیا ہو۔

"بچی نہیں رہی، اپنی پہچان برقرار رکھ رہی ہوں۔ اور یہ بات تم جیسے مرد سمجھ نہیں سکتے۔"

روح نے اب اس کی طرف مکمل رخ موڑا۔

"وہ پہچان جو میرے نام سے ہے"

اس کے یہ کہتے ہی ماحول میں جیسے خاموشی پھیل گئی۔ سٹیج کے قریب سے کچھ لڑکیاں گزریں، تصویریں کھینچنے والوں کی چمکدار فلیش لائٹس چمکیں، مگر دونوں کے درمیان ایک ان کہی تپش محسوس ہو رہی تھی کوئی نرم بات نہیں، بس انا اور وقار کی جنگ۔

نور نے آکر آہستہ سے کہا..

"میری اپنی پہچان ہے"

روح نے سختی سے کہا تھا۔

"کیسی پہچان ذرا نام لو اپنا"

سردار موسیٰ نے تلخ مسکراہٹ سے کہا وہ خاموش ہو گئی۔

"سردانی روح موسیٰ نقوی"

سردانی اس لیے کیوں کہ یہاں کے سردار کی تم بیوی کو اور پھر روح ہے آگے موسیٰ نقوی اب یہ تمہاری پہنچان ہے"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔۔

"بھائی وہ لڑکی آپ دونوں کا ویٹ کر رہی ہے فوٹو شوٹ کے لیے"

ماہا نے آکر بتایا تھا۔

"ٹھیک ہے ہم آرہے ہیں"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو ماہا وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"چلیں"

سردار موسیٰ نے اسکے آگے اپنا ہاتھ کیا تھا اسے ناچاہتے ہوئے بھی اس کا ہاتھ تھاما پڑا تھا اور اس کے ساتھ چل دی۔۔



ماہا جلد بازی میں کبھی ادھر جا رہی تھی تو کبھی ادھر جس وجہ سے اس کی ہیل ٹوٹ گئی تھی ہیل کو دیکھ کر اس نے برا سا منہ بنایا تھا پورا فنکشن وہ ایسے اٹینڈ نہیں کر سکتی تھی ابھی تو رات پڑی ہوئی تھی اس لیے اس نے حویلی میں جا کر ہیل چینج کرنے کا فیصلہ کیا تھا ابھی وہ زنان کھانے کی طرف جا رہے تھے جب اسے مردوں والی سائیڈ سے سید یحیی نقوی آتا دکھائی دیا تھا اسے دیکھ کر تو وہ دنگ رہ گئی وائٹ شلوار قمیض میں وہ اس کی طرف آ رہا تھا اس کی سیاہ آنکھیں سمندر جیسی گہری آنکھیں جن میں اس وقت نمی تھی اور وہ اچھے سے جانتی تھی یہ نمی کیوں ہے جس لڑکی سے وہ محبت کرتا تھا آج وہ سردار موسی کے نام ہو گئی تھی پتہ نہیں کیوں ماں کو یہ بات چب رہی تھی اس کے دل نے دھڑک کر یہ سزا دی تھی کاش سے یہ محبت ماہا سے ہوتی یحییٰ نے بھی اسے دیکھا تھا وہ اس وقت لائٹ پنک

فراک میں بہت پیاری لگ رہی تھی جو کہ اس کے پاؤں کو چھو رہی تھی

کانوں میں اس نے بہت ہی خوبصورت سلور رنگ کے جھمکے ڈالے ہوئے

تھے سر پر اس نے اچھے سے دوپٹہ سجایا ہوا تھا۔۔

"اسلام علیکم"

اسے اپنی طرف اتا دیکھ کر ماہا نے کہا تھا۔۔

"وعلیکم السلام"

وہ سلام کا جواب دے کر وہاں سے جانے لگا تھا جب ایک بار پھر سے ماہا نے

بلایا۔۔

"میرا نام ماہا ہے"

اس نے فوراسے کہا تھاوہ جو جارہا تھااس کی بات پر واپس پلٹا تھااور انکھوں میں غصہ لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"میرا اس سے کیا"
یحییٰ کے چہرے پر سختی تھی اوراس کی یہ سختی ماہ کو بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔۔یحییٰ کے الفاظ "میرا اس سے کیا" ماہا کے دل پر جیسے تیر بن کر لگے اس کے لب ہلے، مگر آواز نہ نکلی۔وہ بس ایک پل کے لیے اپنی نظریں نیچے کر گئی،دل جیسے سینے میں دھڑکنے لگا تھا۔

"میں نے...بس اپنا تعارف کروایا تھا۔"
ماہا ہلکے لہجے میں بولی۔۔

"اور مجھے دلچسپی نہیں۔"

یحییٰ نے سرد نگاہوں سے دیکھا، چہرے پر وہی سختی۔ماہا نے دوپٹہ مضبوطی سے اپنے سینے کے گرد لپیٹا۔ کیوں کہ اس کا دوپٹہ ہوا کی وجہ سے سینے سے ہٹ گیا تھا کوئٹہ کی سردی تھی یہاں اس وقت ہوائیں چلنا عام تھا۔ ہونٹوں پر مسکراہٹ لانے کی کوشش کی، مگر وہ مسکراہٹ ٹوٹ گئی۔

"پتہ ہے کچھ لوگ سختی میں بھی نرم لگتے ہیں۔"

وہ دھیرے سے بولی۔۔

"اور کچھ لوگ حد سے زیادہ بول کر دل برا کر دیتے ہیں۔"

یحییٰ کے چہرے پر ایک پل کو سایہ سا لہرایا، مگر وہ فوراً سنبھل گیا۔

"میں نے ایسا کچھ نہیں کہا... میں تو بس"

ماہا کے قدم خود بخود پیچھے ہٹے۔آواز رُک گئی۔وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کیا کہنا ہے۔

"ماہا، بہتر ہے کہ اپنی حد میں رہو۔"
یحییٰ نے نگاہیں پھیر لیں۔یہ کہتے ہی وہ آگے بڑھ گیا۔
ماہا بس وہیں کھڑی رہ گئی،دل کی دھڑکن قابو سے باہر تھی،آنکھوں میں نمی آگئی۔

"تمہاری حد میں رہنا ہی تو میری قسمت بن گئی ہے،سید یحییٰ نقوی"
اس نے آہستہ سے خود سے کہا انکھوں میں جو نمی ائی تھی فوراً سے اسے صاف کیا تھا۔۔



روح اور موسیٰ فوٹو شوٹ کے لیے مخصوص جگہ پر پہنچے۔ سامنے پھولوں سے سجی آرچ لگی ہوئی تھی، ارد گرد لائٹس، اور ہلکی ہوا ان کے لباس کو چھو رہی تھی۔ فوٹو گرافر ایک نوجوان لڑکی اپنے کیمرے کو سیٹ کر رہی تھی۔

"سردار سائیں، تھوڑا قریب آئیں پلیز، کیمرے میں گیپ آ رہا ہے۔"
اس نے نرمی سے کہا۔ روح کے چہرے پر ناگواری صاف ظاہر تھی۔ اس نے دوپٹہ ذرا درست کیا اور تھوڑا سا پیچھے ہٹ گئی۔

"ایسے ٹھیک ہے، فاصلہ رہے تو بہتر ہے۔"
روح نے سرد لہجے میں کہا۔

"فوٹو شوٹ ہے، جنگ نہیں۔ تھوڑا قریب آنا تو بنتا ہے، سردارنی۔"
موسیٰ کے لبوں پر شرارت بھری مسکراہٹ ابھری۔

"میں سردارنی ہوں، ماڈل نہیں۔"

روح نے تیز لہجے میں کہا، مگر موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

"سردار سائیں، پلیز اپنا ہاتھ سردارنی کے کندھے پر رکھیں"

فوٹو گرافر نے کیمرہ اٹھایا۔ سردار موسیٰ نے اس کے بتائے گئے انداز پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"یوں، جی ہاں"

سردار موسیٰ کے ہاتھ رکھنے پر فوٹو گرافر نے کہا۔۔روح کا گلا گھرا تھا تو سردار موسیٰ کا ہاتھ اس کے کندھے کو وہاں چھو رہا تھا جہاں کہ بلاؤز نہیں تھا سردار موسیٰ کے ہاتھ کے لمس سے روح کے وجود میں ایک عجیب سی بے چینی دوڑ گئی۔اس کا دل بے قابو ہو کر دھڑکنے لگا، مگر چہرے پر اس نے وہی ٹھہرا ہوا تاثر رکھا۔اس کی نظریں سامنے تھیں، لیکن شعور کے کسی حصے میں صرف موسیٰ کی قربت محسوس ہو رہی تھی۔

"سردار سائیں، پلیز تھوڑا اور قریب آجائیں... فوٹو زیادہ نیچرل لگے گا۔"
فوٹو گرافر نے نرمی سے کہا۔

"سنا تم نے، سردارنی؟اب حکم فوٹو گرافر کا ہے، میرا نہیں۔"
موسیٰ نے ایک ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ روح کی طرف قدم بڑھایا۔

"شاید یہ بھی تمہاری ہی کوئی چال ہو جو تم پہلے ہی فوٹو گرافر کو سمجھا کے
ائے ہو"

روح نے اپنے دل کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا سردار موسیٰ تھوڑا اور قریب
آیا تھا۔۔

"ضرورت سے زیادہ قریب آنے کی ضرورت نہیں ہے، سردار موسیٰ۔"
روح نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"مجھے لگتا ہے ضرورت ہے... کم از کم تصویر کے لیے۔"
اس نے دھیمے لہجے میں کہا، لہجہ اتنا نرم تھا کہ روح کا دل ایک پل کو رک سا
گیا۔اس کے ارد گرد روشنیوں کی چمک، پھولوں کی خوشبو اور موسیٰ کی
گہری نگاہیں...

روح کے لیے سانس لینا بھی مشکل لگنے لگا۔

"زبردست، بس ایسے ہی رکیں... تھوڑا سا چہرہ ایک دوسرے کی طرف۔"

فوٹو گرافر نے دوبارہ کہا۔۔

روح نے بے اختیار نظریں اس کی طرف کی لیکن اس سے اس کی طرف دیکھنا محال ہوا اس نے نئریں ہٹانا چاہی، مگر موسیٰ کی نگاہوں نے جیسے اسے روک لیا ہو۔ان لمحوں میں فاصلہ بہت کم رہ گیا تھا، مگر فضا میں صرف خاموشی اور دھڑکنوں کی آواز تھی۔ فوٹو گرافر نے شٹر دبایا یہ پانچویں بار اس نے شٹر دبایا تھا ان دونوں کی پانچ خوبصورت تصاویر اس نے قید کر لی تھی۔۔

جس میں روح کے چہرے پر نرمی اور الجھن کا امتزاج تھا، اور موسیٰ کے لبوں پر وہی پر اعتماد، مگر نرم مسکراہٹ۔۔

"سردار سائیں سردارنی جی"

وہ جو ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے فوٹو گرافر کی آواز پر ان دونوں نے اس کی طرف دیکھا۔۔

"اب سردار سائیں آپ سردانی کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے ہاتھ اس کی کمر پر رکھیں دونوں"

فوٹو گرافر نے مسکرا کر بتایا تو سردار موسیٰ نے فوراً سے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر میں ڈالے تھے جبکہ اس کے ایسا کرنے پر روح گھبرا سی گئی تھی اور گھور رہی تھی اسے۔۔

"ویسے اب مجھے پکا یقین ہو گیا ہے یہ سارے کے سارے اینگل تم نے اسے خود بتائے ہوں گے"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"سردانی سمائل"
اس لڑکی نے مسکرا کر کہا جس پر روح کو مسکرانا پڑا اور یہ پیکچر کلک ہو گئی۔۔

"اب اپ ایسا کریں سردارنی کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیں اور اس کے ہاتھوں میں اپنے نام کی مہندی دیکھیں"
روح نے ہلکی سی سانس کھینچی، جیسے ضبط کر رہی ہو۔ موسیٰ نے آہستگی سے روح کے ہاتھوں کو تھاما۔
روح نے چونک کر اوپر دیکھا اس کی نظریں ایک لمحے کو موسیٰ کے چہرے پر رک گئیں۔ یوں لگا جیسے وہ اس کی نظروں میں قید ہو گئی ہو۔

"کیا اب بھی لگتا ہے یہ فوٹو گرافر میری بات مان رہی ہے؟"

موسیٰ کے لہجے میں وہی شرارت تھی، جو روح کے ضبط کو مزید آزمائش میں ڈال رہی تھی۔

"مجھے اب بھی لگتا ہے تمہارا ہی کھیل ہے۔"
روح نے نظریں چرائیں، مگر دل کی دھڑکن واضح طور پر تیز ہو چکی تھی۔

"ہاتھ تو تھام ہی لیے ہیں، اب کم از کم نظریں تو مت چُراؤ سردارنی۔"
موسیٰ نے دھیمے مگر پُراعتماد لہجے میں کہا۔

"تمہیں ہر موقع پر مذاق ہی سوجھتا ہے۔"
روح کے لبوں پر ایک خفگی بھری مسکراہٹ آ گئی۔

"تمہارے سامنے تو سنجیدہ ہونا بھی مشکل ہے۔"

موسیٰ کی بات پر روح نے نچلا ہونٹ کاٹ کر ضبط کیا، اور نظریں دوسری سمت کر لیں۔

"اہاں انھیں کاٹنے کا حق میرے پاس ہے بس"

سردار موسیٰ نے اس کی اس حرکت پر سختی سے کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح نے اس کی طرف دیکھا۔ فوٹو گرافر نے کیمرے کا شٹر دبایا ایک تصویر قید ہوئی جس میں روح کی آنکھوں میں جھجک اور نرمی تھی۔ اور موسیٰ کے چہرے پر وہی دلی اطمینان، جیسے سب کچھ ویسا ہی ہو رہا ہو جیسا وہ چاہتا تھا۔

"پرفیکٹ شاٹ!"

فوٹو گرافر خوشی سے بولی۔ روح نے فوراً ہاتھ چھڑا لیے اور تیز قدموں سے پیچھے ہٹ گئی۔

"میرا فوٹو شوٹ ختم، باقی تم کر لو۔"
اس نے سرد لہجے میں کہا، دوپٹہ سنبھالا اور آگے بڑھنے لگی۔۔

"ابھی کہاں ابھی باقی ہے"
سردار موسیٰ نے یہ کہہ کر اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر گود میں اٹھا لیا
جائے جبکہ روح حیران اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم پاگل تو نہیں ہو گئے"
اس نے بوکھلاہٹ کا شکار ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"بلکل بھی نہیں میں اپنے نکاح کا شوٹ میں خراب کرنے نہیں دے سکتا
شوٹ تو پورا ہو گا"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا اور فوٹو گرافر اپنا کام کر رہی تھی۔۔

"مطلب میں ٹھیک تھی وہ فوٹو گرافر جو بھی کر رہی ہے تمہارے کہنے پہ کر رہی ہے"

روح نے انکھوں میں سختی لیے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا جس پر اس کے لبوں پر مسکراہٹ اگئ تھی۔۔

"دیکھا میں جانتی تھی گھٹیا انسان"

روح نے دانت کچکچاتے ہوئے کہا سردار موسیٰ نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے جوڑی ایک اور خوبصورت تصویر فوٹو گرافر نے قید کرلی ایسے ہی ان دونوں کا فوٹو شوٹ مکمل ہوا تھا روح بغیر دیر کیے وہاں سے چلی گئی تھی کیونکہ جتنے قریب لا کر اس لڑکی نے پوز کروائے تھے وہ ویسے اس شخص سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔۔

"یہ سردارنی بھی ایک دن خود مانے گی کہ فاصلہ کم کرنا ضروری ہے" موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اسے جاتے دیکھا۔

🎀🎀

روح واپس سب کے پاس آگئی تھی وہ سب لوگ اس وقت ساتھ میں بیٹھے تھے کرسیاں لگی ہوئی تھی روح بھی وہی موجود تھی باقی قبیلوں کی سردارنی اور خاندان کے لوگ بھی موجود تھے۔۔

"سردانی آپ گانا بہت اچھا گاتی ہے تو آج سنا دی اپنی آواز ہم سب کو"
نور نے مسکرا کر کہا تھا وہ اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔۔

"نہیں میرا دل نہیں ہے"
روح نے انکار کیا تھا۔

"دل نہیں ہے؟ آج آپ کی شادی ہے، سردارنی! آپ کے دل کے بغیر بھی ہمیں سننا ہے!"
نور نے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔۔

"ہاں سردانی روح، آج کی رات آپ کی ہے۔ ایک گانا تو بنتا ہے۔ موسیٰ سائیں کو بھی تو پتا چلے کہ ان کی سردارنی کی آواز کتنی خوبصورت ہے۔"

قریب بیٹھی عذرا نے بھی مسکراتے ہوئے بات بڑھائی۔ روح نے ہلکی سانس لی، نظریں ذرا نیچی کی اس کے دل میں عجیب سا احساس ابھرا جیسے سب کی نظریں صرف اس پر ہوں، جیسے سب اس کے دل کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

"میں گا تو لوں، لیکن اگر سب واقعی سننا چاہتے ہیں تو۔"
روح نے آخر کار نرم لہجے میں کہا۔

"سب چاہتے ہیں!"
کندیل نے فوراً جواب دیا۔ روح نے دوپٹہ درست کیا، آنکھیں بند کیں اور ایک لمحے کے سکوت کے بعد دھیرے سے گنگنانا شروع کیا۔

"جینے لگا ہوں، پہلے سے زیادہ

پہلے سے زیادہ تم پہ مرنے لگا ہوں..."

اس کی آواز نرم، مدھم مگر جادوئی تھی۔ لون میں بیٹھے سب لوگ جیسے سانس لینا بھول گئے ہوں۔ ہوا میں پھولوں کی خوشبو گھل رہی تھی، لائٹس مدھم ہو کر صرف روح پر رک گئی تھیں۔

"میں میرا دل اور تم ہو یہاں

پھر کیوں ہو پلکیں جھکائے وہاں..."

روح کی آواز میں ایک عجیب سی مٹھاس تھی، لیکن آنکھوں میں وہی پرانی شدت جیسے ہر لفظ اس کے دل سے نکل کر کسی خاص کے دل میں اتر رہا ہو۔

"تم سا حسین، پہلے دیکھا نہیں

تم اِس سے پہلے، تھے جانے کہاں..."

روح کے دل کی دھڑکن جیسے ساز کے ساتھ چلنے لگی۔
سامعین کے چہرے بدل گئے وہ صرف گانا نہیں، جذبہ سن رہے تھے۔

"رہتے ہو آ کے جو تم پاس میرے
ٹھہر جائے پل یہ وہیں..."
وہ ایک لمحے کو رکی۔
دل سے آواز آئی کاش موسیٰ سن رہا ہوتا اور یہ آواز دل کی تھی دماغ کی نہیں۔۔

"چلتی ہیں سانسیں، پہلے سے زیادہ
پہلے سے زیادہ، دل ٹھہرنے لگا..."
اس کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔

نور نے دیکھا روح کے آنکھوں کے کنارے نم ہو گئے تھے،
مگر وہ پھر بھی گاتی رہی، جیسے ہر لفظ دل کا بوجھ ہلکا کر رہا ہو۔

"تنہائیوں میں تُجھے ڈھونڈھے میرا دل
ہر پل یہ تُجھ کو ہی سوچے بھلا کیوں..."
روشنی مدھم ہو گئی، صرف اس پر چمک رہی تھی۔
فضا میں خاموشی تھی بس روح کی آواز، اور اس کے دل کی کہانی۔

"ملنے لگے دل، پہلے سے زیادہ
پہلے سے زیادہ عشق ہونے لگا..."
جب گانا ختم ہوا، تو پورا ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔
روح نے نظریں نیچی کیں، دوپٹہ سنبھالا، اور دھیرے سے مسکرا دی۔

"کتنا احساس تھا تمہاری آواز میں، روح۔ جیسے دل سے نکلا ہو۔"

نور نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔۔

"شاید دل ہی نے گایا تھا، نور میں تو بس الفاظ کہہ رہی تھی۔"

روح نے بس ایک مدھم مسکراہٹ دی نا جانے کیوں جب سے نکاح ہوا تھا دل اس سردار کی جانب کھینچ رہا تھا اور وہ اس سب کو اگنور کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی یہ بس اس سکا خیال ہے سب نے مسکرا کر اس کے تعریف کی تھی۔۔

وہ کمرے میں ائی تھی ابھی اس نے جویلری اتار کر ٹیبل پر رکھی تھی ہلکا سا میک اپ کیا تھا اس نے کیونکہ وہ نیچر لی بہت پیاری تھی اج اس نے اچھے سے سر پہ حجاب کیا تھا کیونکہ ہاشم نے پہلی بار اسے کسی چیز کا ارڈر دیا تھا اور وہ کیسے اس کی بات نہ مانتی پہلی بار تو اس نے صرف فرصت سے دیکھا تھا یا پھر اسے ایسا لگتا تھا وہ کھڑی ہوئی تھی اور چینج کرنے کے لیے واش روم کی طرف جانے لگی لیکن اچانک ہی کسی نے اکر اسے کمر سے تھاما تھا وہ بوکھلا کر رہ گئی تھی۔۔

"ک۔۔ک۔۔کون ہو تم"

اس نے ڈر کے مارے کہا تھا کیونکہ نور نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔وہ گھبرا گئی تھی۔۔

"نظریں اٹھالو پتہ چل جائے گا"

ہاشم نے اس کے ڈرنے پر کہا تھا جبکہ ہاشم کی اواز پر اس نے فورا سے نظریں اٹھائی تھی۔۔ سفید کرتا، سنجیدہ مگر چہرے پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ۔

"ہاشم!"

نور کے لبوں سے نام جیسے خود بہ خود نکلا۔

"اور کسی میں اتنی جرات ہے کہ وہ ہاشم کی عزت کی طرف انکھ اٹھا کر بھی دیکھے جب اسے یہ بات معلوم ہو یہ لڑکی پوری کی پوری سید ہاشم نقوی کے حوالے کر دی گئی ہے؟"

اس نے آہستہ سے کہا، لہجہ اتنا دھیمہ کہ جیسے ہوا نے بھی سننے کے لیے قدم روک لیے ہوں۔

"آپ نے ڈرا دیا، ہم سمجھے کوئی"

نور نے الجھن میں نظریں جھکائیں۔۔

"خبر دار ایسی بات منہ سے نکالنا بھی مت یہ جو اتنے عرصے سے میں خود کو روکے ہوا تھا تم سے دور رہنے کے لیے اج تمہاری اس لک نے سب پر پانی پھیر دیا دل نے بغاوت کر دی سید ہاشم نقوی سے کہنے لگا اب دوری ممکن نہیں ہے"

ہاشم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔۔

"ہاشم سائیں اپ ٹھیک ہیں نا"

نور نے حیرانی سے اس کی طرف دیکھا کیونکہ وہ پہلی مرتبہ ہاشم کے منہ سے ایسی باتیں سن رہی تھی بلکہ پہلی مرتبہ وہ اس کی اتنا قریب ایا تھا اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا تھا۔ نور کا دل جیسے ایک دم دھڑکنا بھول گیا ہو۔ ہاشم کی گرفت مضبوط تھی، مگر اس کے لہجے میں نرمی تھی وہ نرمی جو نور کو ایک ہی وقت میں خوفزدہ بھی کر رہی تھی اور بے قابو بھی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن لگتا ہے میری محترمہ ٹھیک نہیں ہے" ہاشم نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا نور کی دھڑکنیں سچ میں بے قابو ہو رہی تھی بس وہ یہ چاہ رہی تھی اسے کسی طرح سے بھیج دے کیونکہ اسے عادت نہیں تھی سب کی اور نہ ہی پہلے کبھی ہاشم نے ایسی کوئی بات کی تھی یا اس کے اتنا قریب ایا تھا۔۔

"ہاشم سائیں اپ، آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ سب نیچے ہیں، کوئی آ گیا تو"

نور نے دھیمی مگر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے کسی سے ڈر نہیں، نور۔اور اب تو تم میری ہو تمہیں بھی نہیں ڈرنا چاہیے۔"

ہاشم نے آہستہ سے سر جھکایا، اس کے کان کے قریب آکر بولا۔

"کیا ہو گیا ہاشم سائیں کبھی اپ اتنے سخت ہوتے تھے اور اب یوں اچانک بدل گئے ہیں کوئی اگیا تو"

نور نے نظریں جھکائیں، چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"سخت نہیں ہوں نور... بس سب کے سامنے نرمی دکھانا اچھا نہیں لگتا ہے۔ مگر اب میں چاہوں بھی تو تمہارے سامنے سخت نہیں رہ سکتا۔"

ہاشم نے ایک پل کے لیے خاموشی اختیار کی، پھر بولا۔۔

"تو آپ کو ہم سے واقعی محبت ہے؟"
نور نے ہلکا سا سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں حیرت تھی وہ یہ بات جاننا چاہتی تھی جس شخص سے وہ محبت کرتی ہے اسے بھی اس سے محبت ہے۔

"یہ سوال کبھی نہ کرنا۔ تم سے محبت ہے، نور اتنی کہ کبھی لفظوں میں بیان نہیں کر پاؤں گا۔"
ہاشم مسکرایا، وہی دبی ہوئی مسکراہٹ جس میں ضبط چھپا تھا آج اس نے پہلی بار اپنی محبت کا اظہار کیا تھا اس سے چھپایا نہیں تھا اور اظہار بھی اتنا خوبصورت۔

"پھر آپ ہم سے اتنا دور دور کیوں رہتے تھے؟"
نور کی آنکھوں میں نمی آگئی، دل نے عجب سا سکون محسوس کیا۔۔

"میں نہیں چاہتا تھا اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنے جذباتوں میں اکر تمہاری جان عذاب کر دوں لیکن اب لگ رہا ہے یہی کرنا پڑے گا"
ہاشم نے دھیرے سے کہا، اس کی آواز میں ایک عجیب سا جنون تھا۔

"ہاشم سائیں"
نور نے آہستہ سے کہا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اس کی باتوں کا مطلب وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ ہاشم نے ایک لمحے کو اس کے چہرے کو دیکھا وہی سادہ، نرم، اور مطمئن چہرہ۔

"کیا ہوا تمہیں پسند نہیں آئی میری بات"
ہاشم نے کہا، اور آہستہ سے اس کے دوپٹے کا ایک کونا درست کیا جو کندھے سے پھسل گیا تھا۔

"ہم نے ایسا بھی نہیں کہا ہے"

نور کی سانسیں الجھنے لگیں، جیسے لفظ اس کے لبوں پر آ کر رک گئے ہوں۔ وہ نظریں چرا کر پیچھے ہٹنا چاہتی تھی، مگر ہاشم کے انداز میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا جو اسے حرکت کرنے نہیں دے رہا تھا۔

تو پھر کیا کہا ہے نور"

اس نے اس کی کمر کو پکڑا ہوا تھا۔۔

"ہاشم سائیں..."

نور نے کہا مگر آواز اتنی مدھم تھی کہ جیسے کسی نے ہوا میں تحلیل کر دی ہو۔

"تو پھر کیا کہا ہے، نور؟"

ہاشم نے قدم بڑھایا، فاصلہ لمحوں میں مٹ گیا۔اس نے دوبارہ وہی سوال دھیرے لہجے میں دہرایا، مگر اب اس میں ضد تھی ایک مان، ایک محبت بھری ضد۔

"کہا تو کچھ نہیں بس اپ کی بات سے گھبرا گئی تھی"
نور نے نظریں جھکائیں، انگلیوں سے دوپٹے کا کنارا پکڑا۔۔

"گھبرانا تھا تمہارا بنتا ہے محترمہ جس شخص کو تم شریف سادہ سمجھتے ہو نا وہ اس کے بالکل برعکس نکلی واہ ابھی تو صرف تین سے چار پرسنٹ ہی تم پر ظاہر ہوا ہوں جب مکمل طور پر ظاہر ہوں گا تو یہ چہرہ جو ابھی اتنا سرخ ہو گیا ہے اس کے بعد مجھے لگتا ہے لال انار ہو جائے گا"
ہاشم سائیں نے اس کا چہرہ پکڑ کر اوپر کرتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر وہ شرما گئی تھی اس نے چہرہ جھکانا چاہا تھا لیکن ہاشم نے ایسا ہونے نہیں دیا۔

"شرما رہی ہو مجھ سے امیز نگ"

جب نور کچھ بھی نہ بولی تو رہو وہ دوبارہ سے بولا تھا۔۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں ہاشم سائیں"

اس نے معصومیت سے ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"کیونکہ تمہیں تنگ کرنے کا اب کریڈٹ ہے میرے پاس"

ہاشم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔۔

"سب نیچے ہیں، ابھی نکاح کی تقریب ختم ہوئی ہے...اگر کسی نے دیکھ لیا تو؟"

نور نے نظریں جھکائیں، دل کی دھڑکنیں تیز تھیں۔۔

"مجھے کسی کے دیکھنے سے فرق نہیں پڑتا، نور۔ فرق پڑتا ہے صرف تم سے"
ہاشم نے دھیرے سے کہا۔۔ وہ لمحہ جیسے تھم سا گیا تھا ہاشم کی آنکھوں میں عجیب سا سکون اور شدت ایک ساتھ تھی۔ نور کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین اپنی جگہ سے ہل گئی ہو۔

"ہاشم سائیں، پلیز ہم واقعی اب آپ سے ڈر گئے ہیں۔ آپ کو یوں اچانک..."
اس نے مدھم لہجے میں کہا۔

"اچانک نہیں، نور۔ یہ سب بہت دیر سے دل میں تھا، بس زبان پر آنے میں دیر لگ گئی تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے تم نے میری دنیا بدل دی ہے۔"
ہاشم نے اس کے چہرے کے قریب جھک کر کہا۔۔

"آپ کے لفظ... کبھی سوچا نہیں تھا آپ یوں کہیں گے۔ ہم تو ہمیشہ یہی سمجھے کہ آپ نے یہ رشتہ صرف سید سائیں کے کہنے پہ کیا ہے اور آپ کو ہماری کوئی پرواہ نہیں"

نور کی آنکھوں میں نمی تیر گئی۔

"اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ رشتہ میں نے سید سائیں کے کہنے پہ کیا ہے لیکن جو میری ہے اس سے مجھے محبت بھی ہو گئی ہے اور پرواہ؟ نور، پرواہ تو شاید تم سے شروع ہو کر تم پر ہی ختم ہو گئی۔ بس دیکھانا نہیں چاہتا تھا کہ سید ہاشم نقوی بھی کسی کے آگے کمزور ہو سکتا ہے۔"

ہاشم نے دھیرے سے اس کے چہرے سے بالوں کی ایک لٹ ہٹائی۔۔

"ہمیں نہیں معلوم تھا..."

نور کے لبوں پر ہلکی سی کپکپاہٹ آئی۔۔

"اب جان لو۔اور یاد رکھو اب تم صرف نور نہیں، میری نور ہو۔"
اس نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"اور اگر تم اج میرے دل پر بجلیاں نہ گراتی تو میں اج یہاں نہ ہوتا تم سے یہ ساری باتیں نہ کر رہا ہوتا یہ سارا بھی تمہارا ہی کمال ہے بہت خوبصورت لگ رہی تھی نور اور جو تم نے اج حجاب کر کے اپنے بال چھپا لیے کسی پر ایک نظر بھی نہ پڑھنے دے ہاں میں جانتا ہوں وہاں پر ساری خواتین تھی لیکن پھر بھی تم نے میری بات کا بھرم رکھا مجھے بہت اچھا لگا"
وہ اتنا کہہ کر ایک قدم پیچھے ہٹا، سانس بھاری تھی مگر لہجہ سنجیدہ۔

"اب جاؤ چینج کر لو اس کے بعد ارام کر لینا"

اس نے بہت مشکل سے اپنے دل کو سمجھایا تھا کیونکہ ابھی ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا رشتہ موجود نہیں تھا جس سے وہ دل کی ہر بات پر لبیک کہہ کر اسے پورا کرتا اور نہ ہی وہ ایسا کچھ کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ لڑکی اس کی عزت تھی اس کی محبت تھی اور وہ اسے کبھی بھی تکلیف نہیں پہنچا سکتا تھا۔۔

"اور آپ؟"
نور نے نظریں جھکائیں، دل کے اندر ہلچل مچ گئی تھی۔۔

"میں بھی بس کرنے لگا ہوں بہت تھک گیا ہوں۔"
ہاشم نے مسکرا کر کہا۔

"اوکے"

نور نے بھی مسکرذ کر کہا ہاشم نے آہستہ سے سر ہلایا، قدم پیچھے ہٹائے۔ مگر دروازے پر رکتے رکتے پلٹا۔

"نور"

نور مسکرا کر اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"ہاشم کے دل کی دنیا تمہیں لا چکی ہو اس کے دل کی دنیا بن چکی ہو"

ہاشم کی آنکھوں چمک سی تھی اس کی باتوں پر نور مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی یہ بات کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ نورا بھی تک اس کی باتوں میں قید تھی اس کی باتوں کو سوچ رہی تھی اس نے تو کبھی بھی نہیں سوچا تھا کہ ہاشم سائیں ایسے ہوں گے وہ تو اسے بور نگ ٹائپ انسان سمجھتی تھی لیکن یہ بور نگ ٹائپ انسان اس حویلی کے شاید ہر لڑکے سے دو قدم اگے تھا اس کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکرار ہی تھی۔۔



یحییٰ حویلی سے بہت دور آ گیا تھا اس کے دل میں درد سا اٹھ رہا تھا اج وہ لڑکی ہمیشہ کے لیے کسی اور کی ہو گئی تھی جس سے اس نے محبت کی تھی جس لڑکی کو اس نے چاہا تھا جس کے بارے میں اس نے سوچا تھا جس کو اس نے اپنی دلہن بنانے کا سوچا تھا جس کے لیے اس نے خواب دیکھے تھے وہ اج کسی اور کی ہو گئی تھی وہ سنسان سڑک پر جنگلوں کے درمیان گاڑی کے اوپر بیٹھا ہوا تھا موسم اچانک سے خراب ہو گیا تھا تیز ہوا چل رہی تھی کوئٹہ میں سردیوں کا اغاز ہو چکا تھا تقریبارات میں سردی پڑتی تھی اور اس وقت وہ بغیر کسی شول کے صرف اور صرف وائٹ شلوار قمیض میں موجود تھا بجلی کڑکنا می سٹارٹ ہو گئی تھی وہ سگریٹ پی رہا تھا ایک کش کے بعد پھر دوسرا کش لے رہا تھا۔ وہ سگریٹ کے دھوئیں میں اپنے ہی خوابوں کو جلتا دیکھ رہا تھا۔ ہر کش کے ساتھ جیسے کوئی یاد، کوئی چہرہ، کوئی لمس دھوئیں میں تحلیل

ہو رہا ہو۔ بارش کی چند بوندیں گرنا شروع ہوئیں آسمان جیسے اس کے درد میں شریک ہو گیا ہو۔ یحییٰ نے آسمان کی طرف دیکھا، آنکھوں میں نمی اور لبوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ تھی۔

"آخر تمہیں پا ہی لیا اُس نے، جس کے نصیب میں ہونا تمہارا لکھا تھا..."

اس نے مدھم آواز میں خود سے کہا۔ ہوا کے زور سے درخت جھوم رہے تھے، جیسے کوئی چیخ دبانے کی کوشش کر رہے ہوں۔ وہ گاڑی کے بونٹ پر جھک کر بیٹھ گیا، ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں مسح کیں۔

"کاش... کاش میں نے کبھی چاہا ہی نہ ہوتا تمہیں، روح"

نام زبان پر آیا تو دل جیسے دوبارہ چیر گیا۔ چند لمحے خاموشی میں گزرے۔
پھر اس نے جیب سے موبائل نکالا اسکرین پر وہی چہرہ تھا، وہی مسکراہٹ،
جس کو اس نے چاہا تھا کہ وہ اگے بس اس کی وجہ سے اس کے چہرے پر
ائے۔۔ تصویر کو دیکھ کر اس کے لبوں سے ہلکی سی ہنسی نکلی، مگر آنکھوں
میں آنسو اتر آئے۔

"میں دعا نہیں دوں گا روح پر بد دعا بھی نہیں دے سکتا۔ بس اتنا چاہوں گا
کہ تم خوش رہو، چاہے میری خوشی کے ملبے پر ہی کیوں نہ ہو۔"
بادل زور سے گرجے۔ بارش تیز ہو گئی۔ وہ گاڑی کے بونٹ سے نیچے اترا،
ہاتھ آسمان کی طرف پھیلائے جیسے کسی سے سوال کر رہا ہو۔۔

"کیوں یارب... کیوں وہ نہیں بنی میری؟ کیا محبت ہمیشہ یوں ادھوری ہی
رہتی ہے؟"

بارش میں بھیگتا ہوا وہ چلنے لگا، آہستہ آہستہ، جیسے قدموں میں بھی جان باقی نہ ہو۔ راستہ اندھیرا تھا، مگر اس کے دل کا اندھیرا اس سے کہیں زیادہ گہرا۔

"محبت شاید نصیب نہیں، سزا ہے... اور میں وہ مجرم ہوں جس نے چاہنے کی غلطی کی۔"

یہ کہہ کر وہ سڑک کے کنارے رک گیا بارش تھم گئی تھی، مگر آنکھوں سے برسنے والا طوفان ابھی باقی تھا۔ وہ کچھ دیر تک یونہی سڑک کے کنارے کھڑا رہا، بارش کی بوندیں جیسے اس کے درد کی گواہ ہوں۔ ہر قطرہ دل کے زخموں کو اور گہرا کر رہا تھا۔ ہوا میں نمی کے ساتھ اداسی گھلی ہوئی تھی، اور وہ خود اس اداسی کا حصہ بن چکا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ آہستہ آہستہ مڑ کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ قدم بھاری تھے، جیسے زمین سے جڑے ہوں۔ ہر قدم پر یادوں کا بوجھ اور بڑھ رہا تھا۔

دروازہ کھولا، اندر بیٹھنے سے پہلے ایک لمحے کو رکا، اور گہرے سانس کے ساتھ بارش میں بھیگے آسمان کو دیکھا۔ پھر دروازہ بند کیا۔ یحییٰ نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی مگر ایک دم انجن بند کر دیا۔ بارش رک گئی تھی، مگر ہوا اب بھی سرد تھی، جیسے ہر جھونکا اس کے اندر اتر رہا ہو۔

وہ خاموشی سے سامنے دیکھ رہا تھا، خالی نظروں سے۔ اچانک ایک خیال نے دماغ میں ہلکی سی چنگاری جلائی ماہا۔

اس نے چونک کر آنکھیں بند کیں، جیسے خود کو سمجھا رہا ہو۔

"نہیں... بس، اب نہیں۔ اب کسی کا خیال نہیں۔"

اس نے خود سے کہا، مگر آواز میں وہی تھکن تھی جو دل کے اندر برسوں سے پل رہی تھی۔

"محبت؟ نہیں، وہ بس ایک درد ہے، ایک سزا... جو ایک بار مل جائے تو دوبارہ جینے کا حوصلہ نہیں رہتا۔"

اس نے اسٹیئرنگ پر مکے مارے، آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ماہا کا چہرہ لمحے بھر کو آنکھوں کے سامنے آیا اس نے بھی محبت کی تھی اور وہ جان گیا تھا کہ ماہا اس کے دل میں فیلنگز رکھتی ہے۔

"تم اچھی ہو، ماہا۔ مگر مجھ جیسے ٹوٹے انسان کے لیے نہیں۔ میں اب کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔"

اس کے الفاظ جیسے گاڑی کی بند فضا میں گونج گئے۔ وہ ایک لمحے کو سر سیٹ کے ساتھ ٹکا کر بیٹھ گیا۔

"محبت نے ایک بار مارا ہے، دوسری بار نہیں مر سکتا۔"

یہ آخری جملہ کہہ کر اس نے گاڑی آگے بڑھا دی رات کے اندھیرے میں، جہاں نہ منزل تھی نہ روشنی۔



صبح سب لوگ ناشتہ کر رہے تھے لیکن وہاں پر یحییٰ یہاں موجود نہیں تھا روح بھی نہیں تھی کیونکہ اسے عادت تھی اگر رات میں اس کی نیند مکمل نہ ہو تو وہ صبح دیر تک سوتی تھی لیکن اب اسے یہ عادتیں بدلنی تھی کیوں کہ وہ اس حویلی کی سردارنی بن گئی تھی گلناز بھی وہاں موجود نہیں تھے اس کے علاوہ حویلی کے تمام فرد وہاں موجود تھے ماہ بھی کچھ اداس اداس سی لگ رہی تھی۔۔

"یہ روح کہاں ہے ابھی تک آئی نہیں"
عافیہ بیگم نے نور کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"چاچی سائیں ہم اس کے کمرے میں گئی تھی لیکن وہ سو رہی ہے ہم نے جگانا مناسب نہیں سمجھا کیونکہ اپ جانتی ہیں نا وہ نیند کی کتنی پکی ہے اسے کتنا بھی جگالو لیکن وہ اٹھتی نہیں ہے"

نور نے ہلکی سی اواز میں جواب دیا تھا رات جو ہاشم نے کیا تھا اس کے بعد سے وہ بس شرما رہی تھی۔۔

"بس یہی تو مسئلہ ہے، اب وہ اس حویلی کی سردارنی ہے، ذمہ داریاں اگئی ہیں اس پر"

عافیہ بیگم نے ناک سکیڑتے ہوئے کہا۔۔

"وقت کے ساتھ سب بدل جائے گا، بہو روح ابھی تھوڑی بچی ہے نہ"

سید سائیں نے کہا تھا ان کی بات پر انھوں نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔۔

"بدل ہی نہ جائے گا یہ اپ کی پوتی"

سردار موسی نے اہستہ سے کہا تھا۔۔

"کچھ کہا ہے تم نے موسی"

سید سائیں جو اس کے دائیں طرف بیٹھے تھے بولے۔۔

"نہیں دادا جان میں کیا کہوں گا"

وہ مسکرا کر بولا تھا اس کے چہرے پر اطمینان تھا اس بات کا اطمینان تھا کہ وہ لڑکی اب اس کی ہو گئی تھی چاہے یحییٰ کے دل میں اس کی محبت تھی لیکن وہ بیوی اس کی تھی عزت اس کی تھی اور کوئی بھی اس سے اب روح کو چھین نہیں سکتا تھا۔۔

"تم لوگ اب واپس سے کالج جوائن کر لو نکاح ختم ہو گیا ہے"

سردار موسیٰ نے وہاں موجود ان لوگوں سے کہا تھا اس کی بات پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"یحییٰ کہاں ہے"
ساجد نقوی نے کنزہ بیگم سے پوچھا تھا۔

"میں گئی تھی اس کے کمرے میں لیکن وہ وہاں نہیں تھا"
کنزہ بیگم نے آہستہ سے جواب دیا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا لیکن ان کی بات پر سید سائیں کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی وہ موسی روح سے جتنی محبت کرتے تھے اس سے زیادہ وہ یحیی سے محبت کرتے تھے کیونکہ یحییٰ ان کے سب سے زیادہ قریب رہا تھا وہ تو یحییٰ کے جانے کے بعد وہ دونوں اس کے قریب ائے تھے اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس وجہ سے بھی سید سائیں کو وہ سب سے عزیز ہو گیا۔۔

"بھابھی آگئی"

سب لوگ جو کہ ناشتہ کر رہے تھے کندیل نے روح کو آتے دیکھ کر کہا تھا۔۔

سب کی نظریں فوراً سیڑھیوں کی طرف اٹھ گئیں۔

سیڑھیوں سے آہستہ آہستہ قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی روح نقوی نے سفید شارٹ فراک کے نیچے سفید ہی ٹراؤزر ڈالا تھا اور وہ نیچے ائی تھی نادیہ بیگم کی آنکھوں میں جلن تھی اس کو دیکھ کر جبکہ نکاح کے بعد بھی اسے ایسے کپڑوں میں دیکھ کر وہاں موجود خواتین گھبرا گئی تھی اور مردوں کے چہرے پر بھی پریشانی آگئی تھی کیونکہ سردار موسیٰ کبھی بھی اپنی عزت کو یوں سب کے سامنے نہیں دیکھ سکتا تھا سردار موسیٰ کی نظر جب اس پر پڑی تو چہرے کے آثار پل میں بدلے تھے اس نے ٹیبل پر رکھے ہاتھ کا زور سے مکا بنالیا تھا روح کے چہرے پر نیند کے اثر تو اب بھی موجود تھے لیکن وہ پھر بھی اٹھ کر آگئی تھی سید سائیں کے چہرے پر بھی حیرانی تھی لیکن پھر انھوں نے مسکرا کر کہا۔۔

"آگئی ہماری سردارنی، آخر جاگی تو سہی۔"

"السلام علیکم دادا سائیں۔"

روح نے نظریں جھکا کر سلام کیا۔۔

"وعلیکم السلام، بیٹا، آؤ، بیٹھو ناشتہ کرو۔"

سید سائیں نے پیار بھری مسکراہٹ کے ساتھ کہا، ان کے لہجے میں وہی نرمی تھی۔ موسی کے بائیں جانب جگہ چھوڑ دی گئی تھی اج اور روح کو معلوم تھا یہ اس کے لیے ہے تو وہ مسکرا کر بیٹھ گئی اس نے سردار موسیٰ کو دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور وہ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ سب لوگ ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے سردار موسیٰ سے مزید برداشت کرنا ممکن نہیں ہوا تھا اس لیے وہ غصے سے کھڑا ہوا گیا سب نے اسے دیکھا۔ روح کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو رک سی گئی رات سے ہی اس کا دل عجیب سا ہو گیا تھا موسیٰ کو لے کر وہ اس تبدیلی کو سمجھ نہ سکی سب کے چہروں پر الجھن تھی، اور روح کے ہاتھ آہستہ سے اس کی گود میں جکڑ گئے۔

"دادا سائیں، اجازت ہو تو میں ذرا روح سے کچھ بات کر لوں؟"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کے سامنے آ کر گہری سانس لی، پھر آہستہ سے بولا۔ اس کے لہجے میں ضبط چھپا ہوا تھا، مگر آنکھوں میں بھڑکتا غصہ کسی سے چھپا نہیں تھا۔

"جاؤ، لیکن آرام سے بات کرنا، نئی نویلی دلہن ہے تمہاری۔"

سید سائیں نے ایک لمحہ روح کی طرف دیکھا، پھر سر ہلا دیا۔

"جی دادا سائیں۔"

اس نے ادب سے کہا مگر چہرہ تناؤ میں تھا۔

"لیکن مجھے ابھی بھوک لگی ہے"

روح فوراً سے بولی تھی۔۔

"روح جاؤ موسیٰ کی بات سنو"
عافیہ بیگم نے سختی سے کہا۔۔

"لیکن ماما مجھے بھوک لگی ہے"
روح نے منہ بنا کر کہا۔۔

"سردارنی روح ابھی مجھے بات کرنی ہے بعد میں ناشتہ کر لینا"

اس نے آنکھوں میں سختی اور ضبط لیے کہا تو روح خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ جیسے ہی وہ سردار موسیٰ کے پیچھے چلنے لگی، حویلی کا ماحول جیسے ساکت ہو گیا۔ سب کی نظریں ان کے پیچھے تھیں کوئی کچھ بول نہیں رہا تھا، مگر سب سمجھ رہے تھے کہ اب طوفان آنے والا ہے۔ موسیٰ اسے اسٹڈی روم میں لے گیا، دروازہ بند کیا، اور پھر پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر سختی تھی، آنکھوں میں ایک ایسی تپش تھی جس نے روح کا سانس روک دیا۔

"یہ کیا حلیہ بنایا ہے تم نے؟!"
آواز دبی ہوئی تھی مگر ہر لفظ تیز چاقو کی طرح کاٹ رہا تھا۔

"تم اچھے سب جانتے ہو میں ایسے ہی کپڑے پہنتی ہوں"

پہلے وہ گھبرا گئی لیکن پھر خود پر کنٹرول رکھتی بولی اور اسے یاد آیا وہ اس حویلی کے قبیلے کی سردارنی ہے۔۔ موسیٰ کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ ابھری، مگر آنکھوں میں غصہ ویسا ہی بھڑک رہا تھا۔

"ہاں، جانتا ہوں... جانتا ہوں تم ایسے ہی کپڑے پہنتی ہو، مگر تمہیں یہ بھی جاننا ہوگا روح کہ اب تم صرف تم نہیں رہیں۔"
وہ ایک قدم آگے بڑھا، آواز دھیمی مگر بھاری تھی۔

"اب تم روح نقوی نہیں، سردار موسیٰ نقوی کی بیوی ہو۔ اس قبیلے کی سردارنی ہو۔ لوگ تمہیں دیکھ کر اندازہ لگائیں گے کہ ان کی سردارنی کیسا رکھ رکھاؤ رکھتی ہے۔ اور تم نے آج سب کے سامنے جو پہنا وہ میری غیرت کے لیے سوال بن گیا ہے۔"

سردار موسیٰ نے آنکھوں میں خون لیے ہوئے کہا تھا۔روح کے لب کپکپا گئے، مگر اس نے خود کو سنبھالا۔

"میں نے کوئی غلط لباس نہیں پہنا تھا، سردار موسیٰ میرے کپڑے صاف، سادہ،اور پورے ہیں اگر کسی کو اعتراض ہے تو شاید ان کے دل میں تو شاید ان کے دل میں صفائی نہیں۔"

وہ رکی، نظریں ملا کر بولی۔

"زبان بہت چلنے لگی ہے تمہاری۔"

موسیٰ کے چہرے کے عضلات ایک لمحے کو کھچ گئے وہ جب جب سوچتا تھا اس سے ایسے بات نہیں کرے گا تب تب وہ اسے مجبور کرتی تھی۔۔

"زبان نہیں چل رہی، سچ بول رہی ہوں مجھے معلوم ہے کہ اب میں اس حویلی کی پوتی ہی نہیں بہو بھی ہوں اور سردارنی بھی ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں اپنی پہچان بدل دوں۔ میں عزت کرتی ہوں تمہاری، مگر مجھے خود کو مٹانے کا نہیں کہا گیا تھا نکاح میں۔"
روح نے آہستہ سے مگر مضبوط لہجے میں کہا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہی ہو؟"
موسیٰ چند لمحے اسے دیکھتا رہا وہی لڑکی جسے وہ معصوم، نادان سمجھتا تھا، آج اس کے سامنے کھڑی تھی، آنکھوں میں ہلکی سی لرزش مگر لہجے میں ہمت تھی۔

"ہاں، بالکل اندازہ ہے اور تمہیں اندازہ ہے کہ تم کس لہجے میں مجھ سے بات کر رہے ہو؟ جیسے میں تمہاری قیدی ہوں...نہ کہ تمہاری بیوی۔"

روح نے نظریں جھکائے بغیر کہا۔ کمرے کی فضا بھاری ہو گئی۔

"میں تمہیں قید نہیں کرنا چاہتا، روح۔ بس یہ چاہتا ہوں کہ لوگ تمہیں دیکھ کر فخر کریں، نہ کہ انگلی اٹھائیں۔ میری عزت ہو تم اور میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کوئی تم پر انگلی اٹھائے پہلے کی بات اور تھی"
موسیٰ نے گہری سانس لی، مٹھیاں بند کیں، پھر آہستہ سے کہا۔

"میں سمجھتی ہوں، موسیٰ... لیکن میں اپنی زندگی نہیں چھوڑ سکتی۔ میں نے جو پہنا، وہ غلط نہیں ہے۔"

روح نے تھوڑا نرم لہجہ اپنایا۔ موسیٰ چند لمحے اسے گھورتا رہا۔ اس کے اندر جیسے دو طوفان چل رہے تھے ایک سردار، جو اپنی عزت اور قبیلے کے وقار کے بارے میں سوچ رہا تھا، اور دوسرا شوہر، جو اپنی بیوی کو کبھی بھی غیر مرد کے سامنے یوں برداشت نہیں کر سکتا تھا اور اس کی بیوی اس حویلی کی سردار نہیں تھی اس قبیلے کی سردارنی تھی باقی لڑکیاں اس سے کیا سیکھیں گی وہ کیا فیصلے کرے گی یہ بات سردار موسی کو سمجھ نہیں ارہی تھی۔

"روح، تمہیں سمجھ نہیں آتی یا تم جان بوجھ کر میری برداشت آزما رہی ہو؟"

اس نے سرد لہجے میں کہا، مگر آواز میں ایک ہلکی لرزش تھی۔

"میں نے صرف وہی پہنا جو مجھے ٹھیک لگا۔"

روح نے دھیرے سے جواب دیا، مگر اس کے لہجے میں نرمی کے ساتھ ضد بھی تھی۔

''ٹھیک لگا؟ جہ حویلی ہے، تمہارا کوئی شو پیس نہیں۔ یہاں سب تمہیں دیکھتے ہیں، تمہارا ہر عمل اس خاندان کی عزت بنتا ہے اب کیوں کہ تم سب سردارنی ہو اس حویلی کی تمہارے کپڑے، تمہاری چال، تمہارا بولنا سب۔ اور آج جو تم نے پہنا ہے، وہ سب کے سامنے میری برداشت کی حد پر ہے۔''

موسیٰ نے ایک تلخ ہنسی ہنس کر کہا۔

''لیکن...''

روح نے کہنا چاہا، مگر موسیٰ نے اس کے قریب آتے ہوئے بات کاٹ دی۔

"کوئی لیکن نہیں۔ابھی جا کر بدل لو۔"

اس کی آواز میں اب سردار کا حکم بول رہا تھا، شوہر کا لہجہ کہیں دب گیا تھا۔

"سردار موسیٰ... تم مجھ پر حکم چلا رہے ہو یا بات کر رہے ہو؟"

روح کے چہرے پر مایوسی سی چھا گئی۔

"روح! بات جب عزت کی ہو، تو حکم ہی دیا جاتا ہے۔ جا کر کپڑے بدل لو۔"

موسیٰ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔۔

"اور اگر تمہیں یاد ہوں تو تم نے کہا تھا نکاح تک تم اپنی مرضی کروں گی اب تم میری بیوی ہو میری عزت ہو تمہیں وہی کرنا پڑے گا جو میں کہوں گا"

سردار موسیٰ نے سختی سے اسے اس کی ہی بات یاد دلائی تھی۔۔

"تم اچھے سے جانتے ہو میں ایسے ہی کپڑے پہنتی ہوں"

روح نے تھوڑا سا حوصلہ کرتے ہوئے کہا، مگر دل ابھی بھی دھڑک رہا تھا۔

"اور تم اچھی طرح جان لو روح، کہ اب تم میری بیوی ہو اس حویلی کی سردارنی۔ تمہاری مرضی اب صرف تم تک محدود نہیں رہی۔"

موسیٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کے چہرے کے تاثرات سخت تھے۔

"تو مطلب؟"

روح نے تیزی سے پوچھا، اس کی آنکھوں میں ضد تھی۔

"مطلب یہ کہ میں نے تمہیں کبھی نہیں کہا کہ تم اپنی مرضی سے زندگی نہیں گزار سکتی میں نے صرف یہ کہا تھا کہ عزت کے دائرے میں رہو۔ پہلے کی بات اور تھی پہلے تم میرے نکاح میں نہیں تھی لیکن اب میرے نکاح میں ہو اور تم اچھے سے جانتی ہو مجھے اور اس کے باوجود بھی آج جو تم نے کیا ہے، وہ اس دائرے سے باہر تھا۔"

موسیٰ کی آواز بھاری تھی، مگر پوری طرح قابو میں۔

"یہ صرف ایک لباس ہے، موسیٰ۔ اتنا بڑا مسئلہ؟"

روح کے چہرے پر حیرانی اور دکھ ایک ساتھ آیا۔

"یہ صرف لباس نہیں ہے روح، یہ میری عزت ہے، میرا مان۔ سب کی نظریں تم پر تھیں اور تم میری بیوی ہو۔ جب لوگ تمہیں دیکھتے ہیں، تو وہ تمہارے ذریعے مجھے دیکھیں گیں اب"

موسیٰ نے گہری سانس لی، اور ایک لمحے کے لیے نظریں نیچی کیں۔

"تو تم چاہتے ہو کہ میں وہ بن جاؤں جو تم چاہتے ہو؟ اپنی پہچان چھوڑ دوں؟"

روح نے بے چینی سے کہا۔

"نہیں میں چاہتا ہوں تم وہی رہو جو ہو، لیکن ایسے کہ تمہیں دیکھ کر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔ تم میرے ساتھ ہو، میرے نام کے ساتھ جڑی ہو، تو لوگوں کی زبانوں پر اختیار رکھنا پڑتا ہے۔"

موسیٰ کا لہجہ نرم پڑا۔

"اور اگر میں نہیں بدل سکی تو؟"

روح خاموش رہی۔ آنکھوں میں نمی تیر گئی، مگر اس نے ضبط کیا۔

"تو میں تمہیں بدلنے پر مجبور نہیں کروں گا، وقت خود بدل دے گا۔ لیکن پھر تم بس اس حویلی تک محدود رہوں گی یہاں سے نکل نہیں سکتی"

موسیٰ اس کے قریب آیا، بس اتنا کہ اس کی سانس کی گرمی روح کو محسوس ہونے لگی۔ یہ کہہ کر وہ ایک قدم پیچھے ہٹا، مگر آنکھوں کی شدت وہی تھی۔

"روح، میں سخت ضرور ہوں، ظالم نہیں۔ میں تمہیں قید نہیں کرنا چاہتا، بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم میری عزت بنو، میرے مان بنو نہ کہ میرے لیے ذلت بنو"

اس نے بہت آہستہ سے کہا۔ روح نے اس کے چہرے کو دیکھا، جہاں غصے کے ساتھ ایک عجیب سی فکر چھپی تھی وہ فکر جو کسی مالک کی نہیں، کسی چاہنے والے کی لگتی تھی۔

"اور اگر میں وہ بن گئی جو آپ چاہتے ہیں..."

روح نے دھیرے سے کہا۔ نا جانے کیوں اس نے یہ سوال پوچھا تھا۔ موسیٰ مسکرایا وہی تھکی ہوئی مگر پر سکون مسکراہٹ۔

"پھر شاید میں وہ بن جاؤں جس کی تم خواہش کرتی ہو۔ کو شخص تمھیں اپنی زندگی میں چاہیے جو تمہاری ہر زد ہر خواہش کو پورا کرے"

کمرے میں چند لمحے خاموشی چھا گئی، صرف دلوں کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں موسیٰ وہاں سے چلا گیا تھا کیوں کہ وہ اسے مزید نہیں سمجھا سکتا تھا روح بس اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔ اچانک ہی اس کے دماغ میں میسج بھیجا تھا۔

"نہیں میں وہ کبھی بھی نہیں بن سکتی جو تم چاہتے ہو تم ایک مغرور انسان ہو مجھے بس اپنے آگے جھکانا چاہتی ہو"

روح نے فورا اسے کہا تھا اور غصے سے وہاں سے نکل گئی تھی نہ جانے کیوں اس کی کیفیت بدلنے لگی تھی جب سے اس نے نکاح کے دو بول بولے تھے لیکن وہ ایسا ہر گز بھی نہیں چاہتی تھی۔۔،

"اپ نے بلایا تھا مجھے"

موسی سید سائیں کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بلند اواز میں بولا تھا۔۔

"ہاں اب تو میرے بلانے پر ہی اؤں گے ناخود توانے سے رہے"

سید سائیں جو کہ کھڑکی کے پاس کھڑے تھے بغیر اس کی طرف مڑے بولے۔

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے دادا جان مجھے لگا اپ کا چہیتا پوتا واپس اگیا ہے تو بس اس لیے"

اس نے سید سائیں کو دیکھ کر کہا تھا۔ سید سائیں نے آہستہ سے پلٹ کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں نرمی تھی مگر چہرے پر وہی رعب جو برسوں سے اس خاندان کی پہچان تھا۔

"یحییٰ آیا ہے، ہاں... مگر اس کے آنے سے ہمارے رشتے پر کوئی فرق نہیں انا چاہیے تم میرے لیے بہت خاص ہو یحییٰ کی اپنی جگہ ہے لیکن تمہاری بھی اپنی جگہ ہے تمہارا بھی اپنا مقام ہے میرے دل میں یحیا کے اجانے سے یہ حقیقت بدل نہیں جائے گی"

سید سائیں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا، آواز میں ہلکی سی سختی تھی۔

"میں جانتا ہوں دادا جان اپ کے دل میں میرے لیے کیا جگہ ہے لیکن یہ بات تو نہیں پس پشت ڈالی جا سکتی نا اپ مجھ سے زیادہ یحییٰ کو چاہتے ہیں"
سردار موسی بھی ان کے سامنے اکر بیٹھ گیا تھا۔۔

"موسی تمہاری جگہ تمہاری ہے تمہارا ایک نام ہے تمہاری ایک پہچان ہے تو اس قبیلے کے سردار ہو تمہارے منہ سے ایسی باتیں زیب نہیں دیتی اور میں چاہوں گا تم بالکل پہلے کی طرح میرے پاس اؤ میرے ساتھ بیٹھو قبیلے کے مسئلے بتاؤ مجھ سے باتیں کرو یہ بدلا سرر ویہ مجھے تمہارا پسند نہیں ایا"
سید سائیں کے لہجے میں سختی تھی جو کہ سردار موسی نے بہت اچھے سے محسوس کی۔۔

"ٹھیک ہے دادا جان اگر اپ یہی چاہتے ہیں تو یہی صحیح"
سردار موسی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔۔

"تو بتاؤ پھر کیا حالات ہیں اج کل"

سید سائیں نے کرسی کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"حالات تو بہتر ہیں بس کچھ لوگوں کو میری سرداری ہضم نہیں ہو رہی وہی تھوڑا سا مسئلہ بنا رہے ہیں اور اپ جانتے ہیں عدنان بھی ان میں سے ایک ہے"

سردار موسیٰ نے ان کو دیکھ کر بات کی تھی جبکہ عدنان کی بات پر انہوں نے ہلکا سا سر کو خم دیا تھا۔۔

"اور تمہارے نکاح کو لے کر کیا ماحول ہے قبیلے کا"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"اپ جانتے ہیں نا اپنے پرسنل معاملات میں میں لوگوں کی مداخلت نہیں چاہتا اور یہ بات سب لوگ ہی جانتے ہیں روح میری اب عزت ہے اور کوئی بھی اس کے بارے میں بات کریں میں اس کی جان نکال لوں گا اور ویسے بھی جہاں تک مجھے لگتا ہے کسی کو بھی ہمارے نکاح سے اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ زندگی ہماری ہے"

سردار موسیٰ کے لہجے میں سختی تھی جس پر سید سائیں مسکرائے انھیں ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے لہجے میں روح کے لیے محبت ہو۔۔

"مجھے ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے میرے پوتے کو محبت ہو رہی ہے"

سید سائیں مسکرا کر بولے تھے جب کہ ان کی اس بات پر سردار موسی حیرانی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"بالکل بھی نہیں دادا ایسا آپ کو کیوں لگا روح میری غیرت ہے میری عزت ہے"

سردار موسیٰ نے فوراً سے کہا تھا کیوں کہ ان کی اس بات پر وہ بوکھلا ہی تو گیا تھا۔ سید سائیں مسکرائے تھے، مگر وہ مسکراہٹ معمولی نہیں تھی۔ ان کی آنکھوں میں ایک الگ سی چمک تھی، جیسے وہ کچھ جان گئے ہوں۔

"محبت اور غیرت میں بس ایک باریک لکیر ہوتی ہے، موسیٰ. اور جس کے لہجے میں اس طرح کی آگ ہو، وہاں دل میں کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔" ان کی آواز بھاری مگر نرم تھی۔۔

"میں نے جو کہا وہ صرف عزت کی بات تھی، دادا سائیں۔ محبت کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

سردار موسیٰ نے نظریں جھکا لیں، چہرے پر وہی سخت تاثرات تھے، مگر نگاہوں میں ایک لمحے کو کچھ لرزا سا آیا۔

"محبت کا نام لیتے ہوئے جو نظریں جھک جائیں، بیٹا، وہاں انکار کا کوئی وزن نہیں رہتا۔"

سید سائیں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔۔

"دادا سائیں، روح میری ذمہ داری ہے۔اس سے آگے کچھ نہیں۔"

موسیٰ نے ہونٹ بھینچ لیے۔۔

"ذمہ داری یا کچھ اور؟"

سید سائیں نے جیسے اس کے دل کی بات چھیڑ دی ہو۔

ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ باہر سے پرندوں کی آوازیں آ رہی تھی۔ موسیٰ نے گہری سانس لی، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو۔

"میں جا سکتا ہوں، دادا جان؟"

اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ سید سائیں کے سامنے ہار گیا ہے اور اس کے پاس کوئی جواب نہیں ہے تو اس نے وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا۔ سید سائیں نے نرمی سے سر ہلایا۔

"جاؤ، مگر یاد رکھو... کبھی کبھی جسے ہم بوجھ سمجھتے ہیں، وہی ہمارے دل کا قرار بن جاتا ہے۔"

موسیٰ بغیر کچھ کہے اٹھا، دروازے کی طرف بڑھا۔ جاتے ہوئے ایک لمحے کو پلٹا، اور سید سائیں کے چہرے کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر نرمی تھی، مگر آنکھوں میں ایک جانچتی ہوئی گہرائی۔ موسیٰ نے نظریں جھکائیں اور کمرے سے باہر نکل گیا مگر دل کے اندر سید سائیں کی باتیں جیسے دستک دینے لگی تھیں۔



سردار موسی ڈیرے پر ایا تھا اسے وہاں کچھ معاملات دیکھنے تھے اس کے پاس کچھ کیس ائے ہوئے تھے جو کہ اسے حل کرنے تھے اس وقت وہ انہیں کاموں میں لگا ہوا تھا لیکن نہ جانے کیوں دل وہاں لگ ہی نہیں رہا تھا اس سے زیادہ اس کا دماغ سید سائیں کی باتوں پر تھا اسے خود سمجھ نہیں ارہا تھا وہ ان کی باتیں کیوں سوچ رہا ہے جب کہ وہ جانتا ہے اسے روح سے کوئی محبت ہی نہیں ہے اور روح کو بھی اس سے کوئی سروکار نہیں تھا اس نے یہ نکاح صرف اور صرف سردارنی بننے کے لیے کیا تھا دوسرا اپنے بھائی کا رشتہ بچانے کے لیے اسے روح کی طرف سے کوئی بھی امید نہیں تھی اور وہ جانتا تھا وہ لڑکی اس سے کبھی محبت نہیں کرے گی تو وہ کیوں سوچ رہا تھا سید سائیں کی باتوں وہ انہیں الجھنوں میں مصروف تھا جب ہاشم وہاں ایا تھا اسے خیالوں کی دنیا میں دیکھ کر ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی تھی۔

"کیا ہوا ہے کس کے خیالوں میں اس حد تک گم ہو کہ میرے آنے کا بھی تمھیں احساس نہ ہوا"

سردار موسی کے ساتھ ہی اس نے بیٹھتے ہوئے بات کی تھی۔۔ سردار موسیٰ نے چونک کر ہاشم کی طرف دیکھا، جیسے کسی نے خواب سے جگا دیا ہو۔اس کے چہرے پر معمول کی سنجیدگی تھی، مگر آنکھوں میں وہ خالی پن اب بھی باقی تھا۔

"کچھ نہیں، بس یونہی... چند باتیں ذہن میں گھوم رہی تھیں،"
اس نے نظریں نیچی رکھتے ہوئے آہستہ کہا۔

"چند باتیں؟ یا کوئی خاص بات جو تمہارے دل کو چین نہیں لینے دے رہی؟"
ہاشم نے ذرا طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"تم ہمیشہ ہر بات میں دل ڈھونڈنے کیوں لگ جاتے ہو؟"
موسیٰ نے خفگی سے ایک نظر اسے دیکھا۔

"کیوں کہ دل کے بغیر تمہاری باتیں ادھوری لگتی ہیں، سردار،"
ہاشم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"ورنہ تم جیسے آدمی کو کون سی پریشانی ہو سکتی ہے؟ ڈیرے کے فیصلے
تمہارے، قبیلے کی طاقت تمہارے ہاتھ میں، اور اوپر سے وہ رعب... پھر
آخر یہ خاموشی کیوں؟"
اس نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔۔

"خاموشی کبھی کبھی شور سے بہتر ہوتی ہے، ہاشم۔ ہر بات لفظوں میں نہیں کہی جاتی۔"

موسیٰ نے گہرا سانس لیا۔ ہاشم نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔۔

"اچھا نہ سب چھوڑو بتاؤ کیا ہوا ہے تم سید سائیں سے ملنے گئے تھے نہ انھوں نے کوئی بات کی ہے کیا یہ روح کی باتوں پر تم پریشان ہو؟"

وہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔ موسیٰ نے پلکیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، مگر کوئی جواب نہ دیا۔ صرف نظریں ہٹا کر سامنے جلتی آگ کی لپٹوں کو دیکھنے لگا۔ اس وقت شام کا وقت تھا سردی نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا سردی سے بچنے کے لیے آگ جلائی گئی تھی۔۔

"میں بس اتنا جانتا ہوں، ہاشم، کہ میں نے وہ نکاح عقل سے کیا تھا، دل سے نہیں۔ اور جو رشتہ دل سے نہ جڑا ہو اس میں محبت کیسے ہو سکتی ہے"

سردار موسیٰ خود اس بات پر کنفیوز تھا۔۔ہاشم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا۔

"لیکن بعض اوقات سردار صاحب، عقل سے کیے گئے فیصلے دل کے فیصلے بن جاتے ہیں۔چاہو یا نہ چاہو۔"
ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"نبھانے کے لیے دو دلوں کی ضرورت ہوتی ہے،اور یہاں"
موسیٰ نے الجھی ہوئی آواز میں کہا،اور پھر وہ رُک گیا۔

"اور یہاں تم دونوں ہی اپنی انا میں یہ کہتے ہو کہ تم دونوں کو ایک دوسرے سے کوئی سروکار نہیں ہے"

ہاشم نے نرمی سے بات پوری کی۔ موسیٰ نے خاموشی اختیار کرلی۔ آگ کی لپٹیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں، اور وہ پتہ نہیں کیا سوچ رہا تھا۔

"وہ بہت نازک ہے اسے سختی سے نہیں محبت سے ڈیل کرو وہ تمھاری ساری باتیں مانے گی"

کچھ دیر بعد ہاشم نے اٹھتے ہوئے کہا۔۔

"اگر یہی بات تم اسے سمجھاؤ"

سردار موسیٰ نے اس کے اٹھنے پر نگاہ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔۔

"اگر اس کے اگے میں نے تمہاری سائیڈ لی نا اس نے میری جان نکال دینی ہے اور میری جان مجھے بہت عزیز ہے"

ہاشم نے اس کے ساتھ دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کم از کم کوشش تو کر سکتے ہو نہ تمھاری ساری باتیں مانتی ہے وہ"
سردار موسیٰ نے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔

"ہاں مانتی ہے لیکن جو اسے لگے کہ مانی چاہیے ورنہ وہ اپنی باتیں منواتی ہے اور میں اس کے آگے تمھاری سائیڈ پر گز بھی نہیں لے سکتا معذرت"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا۔ سردار موسیٰ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"تم یہ کہہ رہے ہو نا کہ وہ میری باتیں مانتی ہیں کیونکہ میں اسے جانتا ہوں جب میں اس کے سامنے تمہاری سائیڈ لوں گا وہ میری بات ہی نہیں سنے گی اسی لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں تم اسے خود سمجھاؤ تم اسے سمجھو اس کے سامنے نرم رہو اس سے محبت کرنے کی کوشش کرو کیونکہ تم نے خود ہی کہا تھا نا تم اسے اتنی محبت دو گے کہ یحیی کی محبت کسی کھاتے میں نہیں ائے گی"

ہاشم نے اسے اس کی بات یاد دلائی تو وہ سوچ میں پڑ گیا تھا جب اسے پتہ چلا تھا یحییٰ تو اسے محبت کرتا ہے اس نے تو خود سے یہی کہا تھا وہ اسے اتنی محبت دے گا کہ کوئی بھی یحییٰ کی محبت سردار موسی کی محبت کے اگے یاد نہیں کر سکے گا۔

"آئیڈیا"

سردار موسیٰ کو خیالوں کی دنیا میں گن دیکھ کر ہاشم نے اچانک سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہوش میں اتے ہوئے وہ اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔

"تو ارام سے بھی تو کہہ سکتے ہو نا"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ غصے سے کہا۔۔

"اچھا ناسب چھوڑ و میرا ائیڈیا سنو"

اسنے اس کے غصہ کرنے پر مسکراتے ہوئے کہا۔۔

"تم نے خود ہی بتایا تھا نا مجھے گل ناز نے تم سے بات کی تھی اور کہا تھا وہ تمہیں پسند کرتی ہے اور یہ بات حویلی میں سب کو پتہ ہے کہ وہ تم سے شادی کرنا چاہتی تھی کیوں نہ اس کی چھوٹی موٹی باتیں مان کے روح کے سامنے تم اسے جیلس فیل کرو پھر شاید وہ تمہارے بارے میں سوچنے لگے اس کے دل میں تمہارے لیے فیلنگز پیدا ہوں"

ہاشم نے ہنس کر اسے آئیڈیا دیا تھا ہاشم کی بات پر سردار موسیٰ نے فوراً اس کی طرف دیکھا آنکھوں میں ہلکا سا غصہ اور حیرت دونوں تھے۔

"ہاشم، تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟"

اس نے میز پر زور سے ہاتھ مارا تھا۔

"موسی میں صرف ایکٹنگ کرنے کا کہہ رہا ہوں کبھی کبھی کسی کے دل کو جگانے کے لیے چھوٹا سا چنگاری کافی ہوتی ہے۔اور ویسے بھی تمہیں کون کہہ رہا ہے اس کے ساتھ چپک جاؤ محبت بھری باتیں کرو بس تھوڑا سا تم نے نا اس سے مسکرا کر بات بھی کر لی نا تو بھی روح اؤٹ اف کنٹرول"

ہاشم ہنسا تھا اور پھر بولا۔۔

"اور تم سمجھتے ہو روح اس قسم کے ڈراموں میں آجائے گی؟ وہ لڑکی سیدھی ہے، مگر بے وقوف نہیں۔"

موسیٰ نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"تو پھر سیدھی کے ساتھ تھوڑا ٹیڑھا کام کر لینا چاہیے اور وہ غصے میں کچھ بھی نہیں سوچتی میں اسے اچھے سے جانتا ہوں غصے میں وہ بے وقوفی ہے"

ہاشم نے ہنستے ہوئے کہا۔۔

"میں کسی کے دل سے کھیلنا نہیں چاہتا۔ اگر اس نے میرے بس ہنس کر بات کرنے پر بھی کچھ سوچ لیا پہلے ہی وہ ہمارے مکنڈے ہرٹ ہو گی"
موسیٰ نے گہرا سانس لیا۔۔

"چلو یہ بھی ٹھیک ہے، لیکن سردار صاحب یہ ٹرک کام آئے گی"
ہاشم نے کندھے اچکائے۔ موسیٰ نے نظریں نیچے کر لیں، ہونٹوں پر ہلکی سی تھکن بھری مسکراہٹ تھی۔ پھر اچانک ہاشم کی بات پر سردار موسیٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر جھکایا۔

"تمہارے آئیڈیاز ہمیشہ خطرناک ہوتے ہیں، ہاشم۔"
اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"خطرناک نہیں، سردار... کارآمد! بس ایک موقع دو، تم دیکھنا روح خود تمہارے پاس آکر بحث کرے گی، اور پھر باتوں باتوں میں... ہوگا جادو اس کے منہ سے الفاظ نکل آئیں گیں وہ جو وہ کہنا نہیں چاہتی۔"

ہاشم نے شرارتی انداز میں کہا۔۔

"جادو تمہارے دماغ میں ہی ہے، حقیقت میں نہیں آسکے دل میں ایسا کچھ نہیں۔"

موسیٰ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"تو پھر حقیقت کو تھوڑا سا جادو دکھا دیتے ہیں۔"

ہاشم نے قہقہہ لگایا اور آگ کی طرف ایک لکڑی پھینکی۔

"ویسے بھی، سردار صاحب، عورت کے دل کا راستہ اس کی ضد سے جاتا ہے۔ جتنا تم اسے نظر انداز کرو گے، وہ اتنی ہی تمہاری طرف کھنچے گی۔ اور ایک عورت اپنے کردار کے ساتھ دوسری عورت پر گز بھی برداشت نہیں کر سکے گی"

وہ پھر سے شرارت سے بولا۔۔

"بس کرو، ہاشم۔"
موسیٰ نے خفگی سے کہا، مگر چہرے پر ایک نرم سی مسکراہٹ آ گئی تھی، جیسے دل ہی دل میں وہ اس کی باتوں سے لطف لے رہا ہو۔

"دیکھنا، اگر گل ناز نے کل تم سے ذرا سی نرمی سے بات کی، اور روح نے وہ منظر دیکھ لیا نا... پھر تمہیں کچھ کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی۔ باقی کام وہ خود کر لے گی۔"

ہاشم نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

"ہاشم، تم بھول رہے ہو، میں سردار ہوں۔ میرے ایک عمل کا مطلب پورے قبیلے کے لیے مثال بن جاتا ہے۔ میں کوئی تماشہ نہیں لگوا سکتا۔"
موسیٰ نے اب کی بار سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اور اگر وہ تماشہ ہی تمہارے رشتے کو زندگی دے جائے؟"
ہاشم نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ جہ بات موسیٰ کے دل پر لگی۔ اس نے گہری سانس لی اور کچھ دیر تک چپ رہا۔ پھر آہستہ سے بولا،

"اگر یہ سب کچھ روح کے دل میں میرے لیے نفرت بڑھا گیا تو؟"

"محبت اور نفرت، سردار... دونوں کا پہلا قدم ایک ہی ہوتا ہے دل کا دھڑکنا۔ بس فرق صرف سمت کا ہوتا ہے۔"

ہاشم نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔۔ موسیٰ نے اسے دیکھا، اس بار چہرے پر تھکن نہیں تھی بلکہ سوچ کا سایہ تھا۔

"اگر میں نے تمہاری بات مان لی تو یہ مت کہنا بعد میں کہ میں نے خبردار نہیں کیا۔"

موسی نے اسے وارن کیا تھا۔۔

"میں تو یہی چاہتا ہوں تم ذرا سا قدم بڑھاؤ، سردار صاحب۔ باقی کام قسمت پہ چھوڑ دو۔ کبھی کبھی محبت خود راستہ بنا لیتی ہے۔"

ہاشم کھڑا ہوا تھا بموسیٰ نے آگ کے شعلوں پر نظریں جمادیں ان کے رنگ روح کی آنکھوں کی طرح چمک رہے تھے۔

وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ وہ کب سے اپنے دل میں انکار کے باوجود اُس کا نام دہرا رہا ہے۔

"چلو اب رات ہونے کو۔ ہے ٹھنڈ بھی ہے"
ہاشم نے اسے ایک بار پھر علامہ اقبال بننے سے روکا تھا سردار موسیٰ بھی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا اب ان کی منزل حویلی تھی۔۔



ماہا جو کہ کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی کنزہ بیگم کیچن میں آئی تھی۔۔۔

"ارے بچے تم کیوں کام کر رہی ہو کسی ملازمہ کو کہہ دیتی ہے"
کنزہ بیگم نے اسے دیکھ مسکرا کر کہا۔۔

"نہیں ممانی میں نے سوچا اپنا کام ہے خود ہی کر لیتی ہوں اور ویسے بھی ایک کپ چائے ہی بنانی ہے"
ماہا نے مسکرا کر کہا جس پر وہ بھی مسکرائی تھی۔۔

"اچھا تم چائے بنا رہی ہو ایسا کرو یحییٰ کے لیے بھی بنا دو وہ کہہ رہا تھا اس کے سر میں درد ہو رہا ہے ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ حویلی آیا ہے"
یحییٰ کے نام پر اس کے دل کی دھڑکنیں خود بخود تیز ہو گئی تھی لیکن چہرہ مرجھا گیا تھا کیونکہ اس نے دبے لفظوں میں ہی صحیح اسے انکار کیا تھا۔۔

"جی ممانی میں بنا دیتی ہوں اپ جا کے ارام کر لیں"
ماہا نے مسکرا کر سر ہا میں ہلایا۔

"میری گڑیا اس کے بعد ایسا کرنا اسے دے بھی انا"

کنزہ بیگم نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر پیار دیتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ممانی میں کیسے انہیں اچھا لگے یا نہ لگے"

ماہا نے پریشان ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کچھ بھی نہیں کہے گا جب چائے بن جائے تو اسے دے ہونا"

کنزا بیگم مسکرا کر بولی تھی جس پر نہ چاہتے ہوئے بھی ماہا کو ہاں میں سر ہلانا پڑا تھا وہ یحییٰ کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی وہ اپنی فیلنگز کا مزید مذاق نہیں بنوانا چاہتی تھی لیکن دل اس کی ایک دیدار کا طلبگار تھا کنزہ بیگم وہاں سے چلی گئی تھی اور وہ یحیی کے بارے میں سوچتے ہوئے چائے بنانے لگی۔۔



وہ ٹانگیں بیڈ سے نیچے کیے ہوئے ہیں بیڈ پر لیٹا ہوا تھا جب کمرے پر دستک ہوئی تھی اس نے بغیر پوچھے ہی انے کا کہہ دیا تھا ماہا کمرے میں چائے لے کرائی تھی یحییٰ نے سر اونچا کر کے کمرے میں انے والے شخصیت کو دیکھا تھا ماہا نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا ان دونوں کی نظریں ملی تھی ایک کی انکھوں میں درد تھا تو دوسرے کی انکھوں میں امید تھی ایک کی انکھوں میں دوبارہ محبت نہ کرنے کا کا عہد تھا اور دوسرے کی آنکھوں میں شاید وہی محبت پھر سے جنم لے رہی تھی۔

کمرے میں لمحہ بھر کو خاموشی چھا گئی۔ صرف ٹرے میں رکھی چائے کے کپ کی ہلکی سی کھنک سنائی دے رہی تھی۔

"چائے؟"

ماہا نے آہستہ سے کہا جیسے اس کی آواز بھی اس خاموشی کو توڑنے سے ڈر رہی ہو۔

"ہاں، میز پر رکھ دو۔"

یحییٰ نے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھا۔ماہا نے چائے میز پر رکھی، مگر جاتے ہوئے اس کے قدم رکے۔

"آپ ٹھیک تو ہیں نا؟"

اس کے لہجے میں پرواہ تھی، جو کہ یحییٰ نے بہت اچھے سے محسوس کی تھی۔

یحییٰ نے کھالی مسکراہٹ کے ساتھ ایک باہر پھر اسے دیکھا۔۔

"ٹھیک؟ ہاں، ٹھیک ہوں"

اس کے لہجے میں درد چھپا تھا ماہا کے دل میں کچھ چبھ سا گیا اس نے نظریں چرا لیں، مگر یحییٰ کے لہجے کا درد اس کے دل تک اتر چکا تھا۔

"آپ کے لہجے کا خالی پن بتا رہا ہے جیسے آپ نے کھو دیا شاید وہ بہت خاص تھا آپ کے لیے"

اس نے آہستہ سے کہا۔

"کھونا بھی شاید ایک عادت بن گیا ہے، پہلے اپنے پھر محبت لیکن اب کوئی فکر نہیں کیونکہ اب کچھ باقی نہیں جسے کھونے کا خوف رہے۔"

یحییٰ نے نظریں نیچی کر کے ہلکی مسکراہٹ دی۔

"ایسا مت کہیں اللہ تعالی کے فیصلے بہت بہترین ہوتے ہیں وہ اپ سے ان لوگوں کو دور کرتا ہے جو اپ کے لیے بہتر نہیں ہوتے اور پھر اپ کے لیے ایک بہترین فیصلہ کرتے ہیں"

ماہا نے نرمی سے کہا۔۔

"اور اگر دل بس اس کی تمنا کرے"

یحییٰ نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ماہا چند لمحے کے لیے چپ رہی، جیسے الفاظ ڈھونڈ رہی ہو۔ پھر دھیرے سے بولی،

"دل تو ہمیشہ تمنا کرتا ہے، یحییٰ لیکن کبھی کبھی جو ہم چاہتے ہیں، وہ ہمارے لیے نہیں ہوتا۔رب بہتر جانتا ہے کس کا ساتھ کب تک ٹھیک ہے۔"

یحییٰ کی نظریں اس کے چہرے پر رک گئیں۔اس کی باتوں میں سکون تھا، مگر وہ سکون یحییٰ کے دل کے شور کو کم نہ کر سکا۔

"تمہیں لگتا ہے، انسان خود کو اس بات پر راضی کر لیتا ہے؟"

اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"راضی تو نہیں، مگر وقت کے ساتھ مان جاتا ہے۔دل پہلے چیختا ہے، لڑتا ہے، لیکن آخر میں وہ بھی تھک جاتا ہے..."

ماہا کے الفاظ میں نرمی تھی، جیسے وہ خود بھی کچھ چھپا رہی ہو۔

"تمہیں کیسے پتا اتنا سب؟"
یحییٰ نے ذرا سا طنزیہ مگر دلچسپی سے پوچھا۔ ماہا نے ہلکا سا سانس لیا۔

"شاید اس لیے کہ مجھے بھی ایسا لگ رہا ہے عنقریب میرے پاس بھی کچھ نہیں ہوگا"

کمرے میں لمحے بھر کے لیے پھر خاموشی چھا گئی۔ باہر بارش کی بوندیں کھڑکی سے ٹکرا رہی تھیں آج پھر بارش نے اس کے دل کی طرح رونا شروع کیا تھا اور یحییٰ کے دل میں ایک عجیب سا سکون اترنے لگا جیسے کسی نے اس کی خاموشی کو سمجھ لیا ہو۔

"واہ بارش"

ماہا نے ہلکا سا مسکرا کر کہا اپنے آنسوں چھپائے تھے۔

"تم مضبوط ہو، ماہا۔"
یحییٰ نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں، میں بس یہ دکھانے میں اچھی ہوں کہ میں مضبوط ہوں۔ اندر سے
تو شاید میں بھی اتنی ہی کمزور ہوں جتنے آپ ہیں۔"
ماہا مسکرائی، مگر وہ مسکراہٹ ادھوری تھی۔۔

"تم ایسی باتیں کیوں کر رہی ہو"
یحییٰ جانتا تھا لیکن پھر بھی اس نے سوال کیا۔۔

"اپ بہت اچھے سے جانتے ہیں اپ کی چائے ٹھنڈی ہو گئی ہو گی میں دوبارہ لے کر اتی ہوں"

وہ وہاں مزید نہیں رک سکتی تھی اس لیے اس نے وہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا تھا۔۔

"نہیں میں یہیں پی لوں گا تھینک یو"

وہ اسے کوئی اس طرح کوئی امید نہیں دے سکتا تھا کیونکہ وہ خود محبت میں ہارا ہوا شخص تھا اور وہ اس کی زندگی نہیں برباد کر سکتا تھا اس لیے اس نے اٹھ کر قدم ٹیبل کی طرف بڑھائے تھے اور وہاں سے چائے کا کپ اٹھایا تھا ماہا خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"تم نے بنائی ہے"

اس نے چائے کا سپ لیتے ہوئے کہا جس پر وہ بغیر کچھ بھی بولے وہاں سے نکل گئی تھی جبکہ یحیی اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔دروازہ آہستہ سے بند ہوا تو کمرے میں پھر وہی خاموشی لوٹ آئی یحییٰ نے چائے کا کپ میز پر رکھا، نگاہیں دروازے پر جم گئیں جہاں سے ماہا ابھی گئی تھی۔

"عجیب لڑکی ہو تم بھی ایسے شخص سے کیسے دل لگا سکتی ہو جو اب جینا ہی نہیں چاہتا"

وہ دھیرے سے بولا پھر اس نے گہرا سانس لیا، چائے کی بھاپ جیسے اس کے خیالات کے ساتھ مل کر ہوا میں تحلیل ہو گئی۔

"آنکھوں میں اتنی سچائی، اتنی نرمی...اور باتیں جیسے زخم پر مرہم رکھ رہی ہو۔"

وہ اپنے آپ سے ایک بار پھر بولا بچند لمحے خاموشی کے بعد اس نے کھڑکی کے باہر دیکھا بارش رک چکی تھی، مگر زمین اب بھی گیلی تھی۔

"عجیب ہے نا کچھ لوگ بارش کی طرح آتے ہیں، اور دل کی مٹی میں نشان چھوڑ جاتے ہیں بنا اجازت، بنا ارادے کے۔"

اس نے چائے کا آخری گھونٹ لیا اور آہستہ سے بولا،

"پر میں پھر سے کسی بارش میں بھیگنے کا حوصلہ نہیں رکھتا..."

یہ کہتے ہوئے وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر گیا ماہا کی جانے کے بعد وہ واپس بیڈ پر آ گیا تھا مگر اس کے ذہن میں اب بھی ماہا کی نرم آواز گونج رہی تھی،

"اللہ کے فیصلے بہترین ہوتے ہیں..."

اور جانے کیوں، برسوں بعد پہلی بار یحییٰ کے دل میں ایک لمحے کو سکون سا اترا بہت مختصر، مگر اتنا کہ وہ لمحہ یاد رہ جائے۔۔

وہ مزے سے بیڈ پر لیٹی اپنا موبائل یوز کر رہی تھی اس وقت سب لوگ کھانا کھا کر اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا دروازہ کھلنے پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے سردار موسی اندر آرہا تھا سردار موسی کو دیکھ کر اسے دھچکا لگا تھا وہ اس وقت اس کے کمرے میں کیا کر رہا تھا اور بغیر ناک کیے انے کا مطلب کیا تھا سردار موسی کے ہاتھ میں کچھ بیگ تھے روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"تمہیں پتہ ہے نا کسی کے کمرے میں انے سے پہلے اس کی اجازت درکار ہوتی ہے"

روح نے تیخی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔۔

"کسی کے کمرے میں انے سے پہلے اپنی بیوی کے کمرے میں انے سے پہلے کسی اجازت کی ضرورت نہیں ہوتی"

اس نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے کہااس کی یہ مسکراہٹ روح کو بلکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔روح نے موبائل سائیڈ پر رکھااور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"بیوی"

اس نے لفظ دہرایا، جیسے یقین ہی نہ آیا ہو۔۔

"نکاح ہوا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم جب چاہو میرے کمرے میں داخل ہو جاؤ۔"

پھر وہ اس کے بعد دوبارہ سے بولی تھی۔۔ سردار موسیٰ مسکرایا، مگر وہ مسکراہٹ میں ایک عجیب سی نرمی تھی وہی نرمی جو روح کو مزید بے چین کر دیتی تھی۔

''تو پھر میں اجازت لے لیتا ہوں...''

وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتے ہوئے بیڈ کے قریب آیا۔

''تم پہلے ہی اندر آ چکے ہو، اب اجازت مانگنے کا کیا فائدہ؟''

اس نے غصے سے کہا تھا۔۔

''اجازت ہے، روح، میں اندر آ جاؤں؟''

اس نے بیڈ کے پاس اس کے قریب اتے ہوئے بولا تھا اس کی بات بغیر سنے۔۔

"میں بول چکی ہوں نا تم اندر آ چکے ہو تو اب یہ ڈرامہ کیوں کر رہے ہو"
روح نے خود پر ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ڈرامہ اس لیے کہ تمہارے دل میں آنے کی اجازت مانگ رہا ہوں"
اس نے اس کے دل والے مقام کی جانب اشارہ کیا تھا اس کی اس بات پر
روح کا دل بے قابو سا ہو گیا، مگر وہ ضبط کر گئی۔

"ایسا دل کبھی نہیں آئے گا"
وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"اور اگر آ گیا تو کیا کر لو گی"
وہ اس کی انکھوں میں دیکھ کر سوال کر رہا تھا۔۔

"پہلی بات تو یہ ایسا دل انے نہیں والا اور اگر ابھی گیا تو اس دل کو میں اگ لگادوں گی"

روح نے بھی اس کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا تھا۔

"دیکھتے ہیں سردارنی روح موسیٰ نقوی"

سردار موسیٰ نے اتنا کہہ کر ہاتھ میں پکڑا بیگ اس کے سامنے رکھا۔

"یہ کیا ہے؟"

روح نے سوالیہ نظروں سے بیگ دیکھا۔

"یہ تمہارے لیے لایا ہوں۔"

سردار موسی اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا تھا۔۔

"لیکن میں نے تو نہیں کہا تھا کچھ لانے کو اور اگر تمہیں لگتا ہے تم ایسا کر کے میرے دل میں جگہ بنالو گے تو ایسا کبھی بھی نہیں ہونے والا"
روح نے اس بیگ پر ایک کے بعد دوسری نظر نہیں ڈالی۔۔

"یہ کالج کا نیا یونیفارم...اور ساتھ عبایا ہے"
موسیٰ کی آواز میں سکون تھا، مگر لہجہ ایسا نرم کہ روح ایک پل کو بول ہی نہ پائی۔

"کل تم یہ یونیفارم پہن کر جاؤ گی سردارنی ہو اب تم سب سے بڑھ کر میری عزت ہو میری بیوی ہو ایسے لباس میں باہر نہیں جاؤ گی جس سے لوگ انگلیاں اٹھائیں۔"

سردار موسیٰ نے بہت ہی نرم لہجے میں بات تو کی تھی وہ اسے محبت سے سمجھانے ایا تھا۔۔

"میرا لباس... میری مرضی، سردار صاحب!"
روح نے تیزی سے جواب دیا، لیکن اس کے لہجے کی سختی کے پیچھے ہلکی سی گھبراہٹ تھی۔

"ہاں، تمہاری مرضی ضرور... لیکن اب تم صرف اپنی نہیں رہیں۔ تم میرے نام کی عزت ہو۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی تمہیں دیکھ کر وہ سوچے جو نہیں سوچنا چاہیے۔"
سردار موسیٰ نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔ روح نے نظریں جھکا لیں۔ اس کے چہرے پر غصے تھا ساتھ میں الجھن بھی تھی۔۔

"تمہیں لگتا ہے عبایا پہننے سے عزت بڑھ جاتی ہے؟"
اس نے اس کی طرف دیکھ کر عام کیا۔۔

"سب چھوڑ واج میں تمہیں کچھ باتیں بتاتا ہوں"
سردار موسیٰ نے اسے کی طرف دیکھ کر کہا جس پر وہ خاموش رہی۔۔

"خاتون جنت ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی لاڈلی دختر حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں:

"خَیرُ لِلنِّساءِ اَن لا یَرَینَ الرِّجالَ وَلا یَرَاهُنَّ الرِّجالُ"
ترجمہ: عورتوں کے لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد انہیں نہ دیکھیں۔
(بحار الانوار، جلد ۴۳)"

سردار موسیٰ نے بات مکمل کی اور اسے دیکھا جو کہ اس کی بات کو غور سے سن رہی تھی۔۔

"جانتی ہو یہ فرمان کس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے"
سردار موسیٰ نے سوال کیا تو اس نے نہ میں سر ہلایا تھا۔۔

"یہ فرمان اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پردہ صرف کپڑے کا نہیں، بلکہ نگاہ، کردار، اور وقار کا بھی ہوتا ہے۔
بی بی فاطمہؑ نے عورت کے لیے عزت اور تحفظ کا راستہ بتایا ہے۔ پردہ عورت کو سماج میں عزت دار، محفوظ اور باوقار بناتا ہے۔"
وہ بہت اچھے سے ہر بات اسے سمجھا رہا تھا۔۔

"اور ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا فرمان ہے:

"دو قسم کے لوگ جہنم کے باشندے ہیں... (ان میں سے ایک) وہ عورتیں جو لباس پہنے ہوئے بھی ننگی ہیں..."
صحیح مسلم، حدیث 2128"

سردار موسیٰ نے خاموش ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"بی بی زینب سلام اللہ علیہا کو جانتی ہوں"
سردار موسیٰ نے روح کو خاموش دیکھ کر سوال کیا تھا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"کربلا کے میدان میں بی بی زینبؑ نے اپنے کردار سے بتایا کہ پردہ قید نہیں، بلکہ عورت کی عزت کی چادر ہے۔ پردہ عورت کو صرف چھپاتا ہی نہیں، بلکہ اسے بلند بھی کرتا ہے۔"

سردار موسیٰ کی بات پر روح اب نرمی سے بس اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔

"میں تمہیں بدلنے نہیں آیا بس تمہیں محفوظ رکھنا چاہتا ہوں۔ تم نے جیسے رہنا ہے رہو لیکن باہر خود کو محفوظ کر کے جاؤ کوئی بھی تم پر انگلی نہ اٹھا سکے میرے ہوتے ہوئے ایسا ہو گا تو نہیں لیکن تم خود بھی موقع نہ دو"
موسیٰ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا، پھر دھیرے سے کہا۔اس کی آواز میں سچائی تھی اتنی سچائی کہ روح کا دل ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔ اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا موسیٰ کی آنکھوں میں پہلی بار وہ شدت نہیں تھی، وہ رعب نہیں تھا، بلکہ ایک عجیب سا خیال، ایک نرم احساس تھا۔

"میں نے سوچا تھا تم ویسے ہی ہو... جیسے باقی سب کہتے ہیں۔ مگر تم..."
روح نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں کیا؟''

موسیٰ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تم... مختلف ہو۔''

روح کے لبوں سے الفاظ خود بہ خود نکل گئے، اور پھر وہ فوراً نظریں جھکا گئی۔

موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری، وہ ایک لمحے کو اسے دیکھتا رہا، پھر دھیرے سے بیگ بیڈ پر اس کے قریب ہوا بہت جس پر روح کا دل دھڑکا تھا اس نے محبت سے اس کے ماتھے پر اپنے کب رکھے تھے اور وہاں سے دروازے کی طرف چلا گیا۔ ں در وازے کے قریب پہنچ کر وہ رُکا۔

''کل صبح میں تمہیں خود کالج چھوڑنے آؤں گا، سردارنی۔''

روح نے چونک کر سر اٹھایا، مگر موسیٰ جا چکا تھا۔

کمرے میں بس اس کی خوشبو باقی تھی...اور روح کے دل میں وہ انجان سا احساس جو وہ ماننے کو تیار نہیں تھی۔



صبح وہ اس یونیفارم میں بالکل تیار کھڑی تھی اس کی فٹنگ نہ ہونے کے برابر تھی اور اس میں اس کا کوئی بھی وجود کا حصہ نمایا نہیں ہو رہا تھا اسے کل کی کہی گئی سردار موسی کی باتیں اب تک دماغ میں گھوم رہی تھی اس نے اس عبایا کی طرف دیکھا جو کہ بہت ہی پیارا سا بلیک کلر میں تھا بالکل جیسے میکسی کا گھیر ہو ویسے ہی اس میں کپڑا زیادہ استعمال کیا گیا تھا۔ کالے عبایا کا نرم کپڑا اس کے ہاتھوں میں تھا، لیکن اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کہاں سے شروع کرے یہ نقاب، یہ حجاب سب کچھ بالکل نیا تھا۔ خیر اس نے سب سے پہلے عبایا پہنا تھا جو کہ مکمل طور پر اسے چھپائے ہوئے تھا اور بہت پیارا لگ رہا تھا اب باقی چیزوں کی طرف وہ دیکھ رہی تھی وہ سب کیسے کرنے تھے اسے سمجھ نہیں ا رہا تھا۔۔

"یہ بھی کیا مصیبت ہے..."

وہ خود سے بڑبڑائی۔ کئی بار اس نے حجاب باندھنے کی کوشش کی، مگر ہر بار کچھ نہ کچھ الٹا ہو جاتا۔ کبھی ایک طرف زیادہ کھنچ جاتا، کبھی پن ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر جاتی۔ بالآخر اس نے بے بس ہو کر ایک لمبی سانس لی اور عبایا اوڑھ لیا۔ عبایا میں وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ خود آئینے کے سامنے رُک گئی۔ وہ خود کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔۔

"کاش... کوئی بتا دیتا کیسے پہنتے ہیں..."

پھر جیسے کوئی خیال اس کے ذہن میں آیا۔

"نور کی مدد لوں"

اس نے کچھ سوچ کر کہا۔۔

"نہیں نہیں وہ تو میرا مذاق اڑا ہی نہیں ہے اور بولے گی ہو گئی نا بھائی سے محبت اسی کے کہنے پہ تم یہ کر رہی ہو نا"

اس نے اپنے دماغ میں ائے خیال کو جھٹکا تھا اور پھر پریشانی سے بیٹھ گئی لیکن اچانک ہی اس کے دماغ میں سردار موسی کا خیال ایا تھا۔۔

"سردار موسیٰ کو تو پتہ ہو گا"

یہ سوچ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ راستہ خالی تھا۔ سب ملازم صبح کے کاموں میں مصروف تھے۔ وہ آہستہ سے موسیٰ کے کمرے کے قریب پہنچی، ایک لمحہ رکی، پھر دھیرے سے دروازہ دھکیلا۔ کمرے کے اندر ہلکی سی بھاپ سی پھیلی ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ سردار موسیٰ ابھی شاور لے کر نکلا تھا بال نیم بھیگے، ہاتھ میں تولیہ، اور قمیض کے اوپر کے بٹن کھلے ہوئے۔ روح ٹھٹک گئی۔

"یہ... یہ میں کیا کر رہی ہوں..."

وہ پیچھے ہٹنے لگی، مگر موسیٰ کی آواز نے اسے روک لیا۔

"روح؟"

وہ حیران ہوا، مگر اس کے چہرے پر نرمی تھی۔

"تم میرے کمرے میں وہ بھی صبح صبح؟ سب خیریت؟"

اسے عبایا میں دیکھ کر سردار موسی کو سکون ہوا تھا اس نے اس کے ہاتھ میں موجود حجاب اور نقاب دیکھا تھا وہ سمجھ گیا تھا اس کی بیوی سے یہ سب نہیں ہو رہا۔۔

"وہ... وہ میں... دراصل..."

اس کی آواز ہلکی سی کانپ رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ بول کیوں نہیں رہی؟"
موسیٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، مگر انداز پُر سکون تھا۔

"میں... یہ... یہ حجاب... سمجھ نہیں آ رہا کیسے پہنتے ہیں۔"
اس نے نظریں جھکاتے ہوئے جلدی سے کہا، جیسے الفاظ کہنے میں بھی شرم آ رہی ہو۔ سردار موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔

"تو اتنی سی بات تھی؟ میں نے سوچا کوئی بڑی مشکل ہو گئی ہے۔"
سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا۔۔

"تم ہنس کیوں رہے ہو؟"
روح نے تیکھے لہجے میں کہا، مگر اس کی گھبراہٹ چھپ نہ سکی۔

"اس لیے کہ باقی سب میں تم سب سب آ گئے ہو اور ایک حجاب تم سے نہیں ہو رہا"

وہ نرمی سے بولا، پھر ہاتھ میں پکڑا تولیہ میز پر رکھ دیا۔ روح اسے گھور کر دیکھنے لگی اس کی اس بات پر۔۔

"دیکھو، میں سکھا نہیں سکتا، لیکن سمجھا ضرور سکتا ہوں۔"

وہ تھوڑا فاصلے پر رُکا، تاکہ روح پر سکون رہے۔

"یہ لو، اسے یہاں سے پکڑو... ہاں، ایسے۔ اب دوسری سائیڈ کو گردن کے پاس سے لپیٹو... بلکل ٹھیک۔"

روح نے اس کے کہنے پر عمل کیا، مگر ہاتھ کانپ رہے تھے۔

جب وہ بالآخر نقاب باندھ چکی، تو موسیٰ نے ہلکا سا سر جھکا کر کہا۔۔

"بس، اب مکمل ہو گئی میری سردارنی۔"

روح نے نظریں جھکا لیں دل کی دھڑکن اس کے اپنے کانوں میں گونج رہی تھی۔

"تمہیں ضرورت نہیں تھی اتنی فکر کرنے کی..."

روح نے مصنوعی سا کہا اس نے سامنے ائینے میں اپنی جھلک دیکھی تھی وہ مکمل طور پر پردے میں تھی اور اسے ایسے دیکھ کر سردار موسی کے چہرے پر سکون تھا اج وہ فخر محسوس کر رہا تھا اس پر۔۔

"مجھے تھی، روح۔ تم اب صرف اپنی نہیں ہو تم سب میری ہو تم میری عزت ہو۔" اسکی بات پر روح نے ایک پل کے لیے آنکھیں اٹھا کر دیکھا۔ سردار موسیٰ کی آنکھوں میں وہی نرمی، وہی احترام جھلک رہا تھا جو کل رات محسوس ہوا تھا۔ اس لمحے اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ نکاح کے رشتے میں صرف اختیار نہیں، حفاظت بھی شامل ہوتی ہے۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو اتنا کہ میں بتا نہیں سکتا"

سردار موسیٰ کی آنکھوں میں نرمی تھی مگر لہجہ بھاری، جیسے ہر لفظ کے ساتھ اس کے دل کا احساس بھی جھلک رہا ہو۔ روح کے گالوں پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی یہ تعریف نہیں تھی، یہ ایک احساس تھا جو سیدھا دل کے اندر جا کر لگا۔ جب سے نکاح ہوا تھا اس کا دل سردار موسی کی طرف کھینچا جا رہا تھا لیکن وہ خود پر ضبط کیے ہوئے تھے لیکن جب کل رات اس نے اکرا اس سے اتنی محبت سے بات کی اتنی محبت سے اکرا سے پردے کے بارے میں سمجھایا تھا تب سے ہی وہ نرم ہو گئی تھی۔۔

"ایسی باتیں مت کری میں ویسے ہی عجیب لگ رہی ہوں، اتنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی جیسے... جیسے..."

اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"جیسے کیا؟"

موسیٰ نے آہستہ سے پوچھا، قدم دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے۔

''جیسے قید میں ہوں۔''

روح پیچھے ہٹ گئی۔۔

"پردہ عورت کو قید نہیں کرتا بلکہ اسے عزت، احترام اور تحفظ عطا کرتا ہے۔اور قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادر لٹکا لیا کریں، یہ ان کے لیے زیادہ مناسب ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں ایذا نہ دی جائے۔"

(سورۃ الاحزاب، آیت 59)"

سردار موسیٰ نے اس کے پاس کھڑے رہتے ارام سے کہا تھا۔

"لیکن میں ایسی نہیں تھی، مجھے اس سب کی عادت نہیں ہے..."

روح نے سر اٹھایا۔

"عادت ہو جائے گی۔"

وہ بولا، اور ایک لمحے کو خاموشی چھا گئی۔ پھر آہستہ سے، جیسے کسی نازک شے کو چھو رہا ہو، وہ اس کے بالوں کی ایک لٹ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے جو حجاب کے کنارے سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ روح کا سانس رک سا گیا۔

"یہ باہر رہنے نہیں چاہیے..."

اس نے دھیرے سے وہ لٹ حجاب کے اندر کر دی۔

روح کی آنکھیں چند لمحوں کے لیے بند ہوئیں، دل جیسے بے ترتیب دھڑکنے لگا۔

"آپ... آپ کو اتنی پرواہ کیوں ہے؟"

روح نے سوال کیا تھا۔۔

"کیونکہ تم میری بیوی ہو"

کمرے میں سکون چھا گیا، صرف دونوں کے سانسوں کی آواز باقی تھی۔

روح نے آہستہ سے نقاب کے نیچے لب بھینچے، اور نظریں ہٹا لیں۔

"میں چلوں؟ کالج کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"

روح نے کہا تھا وہ اب وہاں مزید نہیں رک سکتی تھی۔۔

"چلو، میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

موسیٰ نے کہا تھا کیونکہ رات کو اسے کہہ چکا تھا وہ اسے خود ڈراپ کرے گا۔۔

‘‘نہیں، میں خود چلی جاؤں گی۔’’

روح نے فوراً سے کہا۔۔

‘‘روح...’’

اس کی آواز میں وہی نرمی تھی، مگر ساتھ ایک ایسا انداز بھی تھا جو صرف سردار موسیٰ کے لہجے میں آسکتا تھا مضبوط مگر احترام سے بھرا ہوا۔

"لیکن سب کسی سوچیں گیں"

اس نے ایک بہانا بنایا حالانکہ وہ جانتی تھی سردار موسی کو کوئی کچھ بھی نہیں کہے گا۔۔

"میں تمہیں کالج چھوڑنے جاؤں گا۔اور اگر کسی نے کچھ کہا... تو اسے صرف اتنا بتا دینا کہ روح سردار موسیٰ کی بیوی ہے۔"

سردار موسیٰ نے اسے اس کے سوال کا جواب دیا روح نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں—اس کی آنکھوں میں کچھ بدل گیا تھا۔ شاید اعتبار۔ شاید ایک ایسا سکون جو پہلی بار کسی کے وجود سے ملا تھا۔

"ٹھیک ہے..."

اس نے بمشکل کہا۔ موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی،

"اب جاؤ، تمہیں دیر ہو رہی ہے ناشتہ کر لو میں بھی آتا ہوں"

سردار موسیٰ لبوں پر مسکراہٹ سجائے بولا۔۔روح نے سر ہلایا، مگر جاتے جاتے دروازے کے قریب رک گئی۔۔

"ویسے... شکریہ۔"

وہ روک کر بولی۔

"کس بات کا؟"

سردار موسیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"حجاب سکھانے کے لیے...اور یہ کہ آپ... غصہ نہیں ہوئے۔"

روح نے مسکرا کر کہا۔۔

"بیوی پر غصہ نہیں کرتے، روح...بس ان کا خیال رکھا جاتا ہے۔"

موسیٰ نے دھیرے سے جواب دیا۔ روح کے دل نے ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا بوہ جلدی سے باہر نکل گئی، مگر موسیٰ کی نرم آواز اس کے پیچھے تک گونجتی رہی۔

💗💗

روح آہستہ قدموں سے سردار موسیٰ کے کمرے سے باہر نکلی۔ عبایا کا گھیر فرش سے چھو رہا تھا، نقاب کے پیچھے سے صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھی نقاب میں اس سے ہنسنے میں مسئلہ ہو رہا تھا اس نے ذرا سا سانس لیا ہی تھا کہ سامنے سے یحییٰ آتا دکھائی دیا۔ لمحہ ایک پل کے لیے رک گیا۔

دونوں کے درمیان ہوا بھی جیسے سنّاٹے میں بدل گئی۔ یحییٰ چند قدم دور رُک گیا، اس کی انکھیں دیکھ کر وہ پہچان گیا تھا پردے کے پیچھے کون ہے روح بھی اسے دیکھ رہی تھی اس کی یہ سیاہ کالی انکھیں کبھی ان کا اثیر تو وہ بھی ہوئی تھی۔۔

"روح؟"

اس کی آواز بھاری تھی، تھکی ہوئی، جیسے کسی نے دل سے جان نکال لی ہو۔

روح کے قدم جم گئے۔ اس نے آہستہ سے سر جھکا لیا۔

"السلام علیکم۔"

بس اتنا ہی کہا اور وہ بھی اس لہجے میں جس میں فاصلے صاف محسوس ہو رہے تھے۔

"کافی بدل لیا ہے تمھارے شوہر نے تمھیں جہاں تک تمھیں جانتا تھا تم تو ایسی لڑکی ہو جو کس کی بھی نہ سنے؟"

یحییٰ نے تلخی سے مسکرا کر کہا اس کے لہجے میں وہ درد تھا جو برسوں کی محبت ایک لمحے میں کھو دینے کے بعد رہ جاتا ہے۔ روح نے نظریں نہیں اٹھائیں۔

سردار موسی جو کہ روح کے نکلنے کے بعد اس کے پیچھے ہی آیا تھا اس نے سوچا تھا کہ وہ اس کے ساتھ ہی جائے گا اس نے یہ یحییٰ کے الفاظ سنے تھے اس کے الفاظوں پر سردار موسی کو غصہ آگیا تھا وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا ان دونوں کے نکاح کے بعد وہ اس سے ایسی کوئی بات کیسے کر سکتا تھا۔۔

"وہ اب میری بیوی ہے جیسا میں چاہوں گا ویسا اسے رہنا پڑے گا کیونکہ میری عزت میری بیوی صرف میری مجھے یہ بھی پسند نہیں کوئی تیسرا اکر اس سے بات کریں چاہے اس کا کزن ہی کیوں نہ ہو"

روح کے پیچھے سے سردار موسی نے اتے ہوئے کہا تھا جبکہ سردار موسی کی اواز پر روح ڈر گئی تھی۔۔یحییٰ نے کچھ لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی، جیسے سردار موسیٰ کی مضبوط اور پر اعتماد موجودگی نے اسے سنبھال لیا ہو۔وہ جانتا تھا کہ اب وہ لمحہ اس کے قابو میں نہیں رہا،اور روح واقعی سردار موسیٰ کی بیوی تھی۔ سردار موسیٰ نے آہستہ قدم بڑھاتے ہوئے روح کے قریب کھڑا ہوا، لیکن اس نے احترام کے ساتھ فاصلے کو برقرار رکھا۔اس کی آنکھوں میں سختی نہیں، بلکہ تحفظ اور نرمی تھی، جو یحییٰ کو اندر سے ہلا کر رکھ گئی۔

"یحییٰ، میں چاہتا ہوں کہ تم سمجھو... روح اب صرف میری بیوی ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ کوئی اس کی عزت پر انگلی اٹھائے، چاہے وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو میں یہ الفاظ کہنا تو نہیں چاہتا لیکن پھر بھی کہہ رہا ہوں تمہارے دل میں جو کچھ بھی تھا اب وہ ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ نکاح سے پہلے تک اگر وہ تھا تو مجھے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اب روح میری بیوی ہے مجھے اس سے جڑے ہر ایک چیز سے فرق پڑتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم اسی حویلی میں رہ کر کوئی ایسا خیال میری بیوی کے بارے میں رکھو"

موسیٰ کی آواز میں اتنا اعتماد اور سکون تھا کہ یحییٰ کا دل تھوڑا سا نرم ہو گیا۔ یحییٰ نے نظریں جھکاتے ہوئے خاموشی اختیار کی۔ وہ جانتا تھا کہ اب اسے صرف ایک چیز قبول کرنی ہے: روح کی محبت اب موسیٰ کے لیے مخصوص ہے۔ روح نے چھپتے ہوئے موسیٰ کی طرف دیکھا، اور اس کی آنکھوں میں وہ سکون اور احترام دیکھا جو کل رات سے اس کے دل کو چھو رہا تھا۔

"چلو، روح۔"

سردار موسیٰ نے نرم لہجے میں کہا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا روح نے آہستہ سے سر ہلایا، اور دونوں قدم بڑھا کر راہداری سے نیچے کی طرف چلے گئے تھے۔ یحییٰ کی نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا تھا سب کے لیے کہنا تو آسان تھا لیکن کوئی بھی سڈن لگ درد سے واقف نہیں تھا اس کے دل میں جو تھا جو اذیت تھی جو تکلیف تھی وہ کوئی بھی نہیں جان سکتا تھا اور اپنے اس تکلیف میں درد میں وہ اکیلا تھا کوئی بھی اس کا نہیں تھا۔۔

روح سردار موسی کے ہمراہ سیڑھیاں اتر کر نیچے ارہی تھی باقی سب لوگ ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے اگر کوئی نہیں تھا تو وہ دونوں اوریحییٰ تھے سب نے ہی ان دونوں کی طرف دیکھا تھا روح کو دیکھ کر تو ان لوگوں کو دھچکا لگا تھا یقین ہی نہیں ارہا تھا کہ وہ لڑکی روح ہے جو سردار موسی کے ساتھ ساتھ ارہی ہیں کیونکہ وہ لڑکی اپنی کرنے والی تھی کسی کی ماننے والی نہیں تھی لیکن اسے دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا اس وقت وہ مکمل طور پر سردار موسی کی مرضی سے تیار ہو کر ائی ہے۔۔

"نور مجھے چٹکی کاٹو میں خواب تو نہیں دیکھ رہی"

کندیل نے اپنے ساتھ بیٹھی نور سے کہا تھا اس کی بات پر نور نے گھور کر اسے دیکھا تھا جبکہ ہاشم بھی سردار موسی کو دیکھ رہا تھا ہاشم کے دیکھنے پر سردار موسی مسکرایا تھا ہاشم کو خوشی ہوئی تھی اس بات کی کہ اس نے جو بات سردار موسی کو سمجھائی وہ سمجھ گیا تھا۔۔

"کوئی خواب نہیں دے رہی تم حقیقت ہے یہ کیونکہ سب کو ہی یہی نظر ارہاہے"

نور نے غصے سے کہا جس پر کندیل نے دانتوں کی نمائش کی تھی جبکہ سید سائیں مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہے تھے روح کو سردار موسی کے حوالے کرنے کا فیصلہ اج انہیں اپنا سب سے اچھا فیصلہ لگ رہا تھا جبکہ باقی سب بھی ان لوگوں کو دیکھ کر حیران تھے۔

"کیا ہوا اب تک اپ لوگوں نے ناشتہ نہیں شروع کیا"

سردار موسی ان لوگوں کو ڈائننگ ٹیبل پر ایسے ہی بیٹھا دیکھ کر بولا تھا۔۔

"تم تو جانتے ہو نا بر خوردار تم اس حویلی کے اس قبیلے کے سردار ہو تمہارے ہاں بغیر کوئی یہاں پہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تمہارے حکم کے بغیر یہاں کچھ بھی نہیں ہو سکتا"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا۔۔

"سید سائیں جھوٹ بول رہے ہیں اپ جب کہ اپ کی بہت باتیں بھی یہاں مانی جاتی ہیں"

پیچھے سے اتے یحییٰ نے یہ بات کہی تھی جبکہ سب لوگ اسے نہیں دیکھ رہے تھے ماہا کے دل کی دھڑکنیں تو تیز ہو گئی تھی اسے دیکھتے ساتھ ہی اسے دیکھ کر تو سردار موسی کا منہ بن گیا تھا۔۔

"یحیی بیٹا تم کہیں جا رہے ہو"

کنزا بیگم نے اسے پینک کوٹ میں ملبوس دیکھ کر کہا تھا کیونکہ حویلی میں مردوں کی ایسی ڈریسنگ نہیں ہوتی تھی۔۔

"جی ماں سائیں میں افس جا رہا ہوں"

یحییٰ مسکرا کر ان کے پاس ایا تھا اور ان کے ماتھے پر محبت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

"افس"

اس کی اس بات پر ساجد نقوی بھی حیران ہوئے تھے ساجد نقوی کے ہاں بلکہ وہاں موجود ہر ایک شخص حیران ہوا تھا سوائے سردار موسی کے کیونکہ وہ جانتا تھا اس نے دو سال میں اپنی ایمپائر کھڑی کی تھی اپنا نام بنایا تھا ہر کوئی اسے جانتا تھا کوئٹہ کا بہترین بزنس مین تھا وہ جبکہ پورے پاکستان میں بھی اس کے چرچے تھے۔۔

"ہاں بابا سائیں آفس"

یحییٰ کنزا بیگم کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا اور اس نے ساجد نقوی کو دیکھ کر جواب دیا۔۔

"تم دونوں بھی آؤ بیٹھو"

سردار موسی اور روح کو کھڑا دیکھ کر ایت بیگم نے کہا تھا۔ سردار موسی نے روح کو اشارہ کیا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا سب لوگ اسے ہی دیکھ رہے تھے جس وجہ سے وہ بہت زیادہ کنفیوز اور نروس تھی۔

"ویسے مجھے نہیں لگتا یہ تبدیلی زیادہ دن رہنے والی ہے"

نادیہ بیگم نے روح کی طرف دیکھ کر طنز کیا تھا سردار موسی نے اپنی سربراہی کرسی سنبھالی تھی اس کی دائیں طرف جگہ خالی تھی جہاں پر اس نے روح کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا ان کی اس بات پر وہاں موجود فضا میں خاموشی چھا گئی تھی۔۔

"پھوپھو سائیں پہلے اپ اپنے ارد گرد دیکھ رہے ہیں اس کے بعد کسی اور پر بات کیجیے گا"
روح نے انکھوں میں انکھیں ڈال کر یہ بات کہی تھی جبکہ اس کی اس بات پر کندیل کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی تھی نور بھی ہلکا سا مسکرائی تھی۔۔

"تم ہوتی کون ہو مجھے یہ سب کہنے والی"

گلناز سمجھ گئی تھی اشارہ اس کی طرف تھا اسی لیے وہ غصے سے بولی تھی پہلے ہی اسے روح پر بہت زیادہ غصہ تھا نفرت ہو رہی تھی اس سے کیونکہ جس شخص کو اس نے چاہا تھا وہ اج اس کا تھا اور وہ اج اس کی بیوی بنی ہوئی تھی۔۔

"میں مجھے تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے میں کون ہوں تمہیں اچھے سے پتہ ہے"
روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جبکہ وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"اگر پھر بھی تمہیں نہیں پتہ تو میں تمہیں بتا دیتی ہوں میں اس حویلی کی سردار نہیں ہوں سردار موسی کی بیوی ہوں تو اتنا کافی نہیں ہے یا کچھ اور بھی بتاؤں کیونکہ اس حویلی سے میرے بہت سے رشتے ہیں"

روح نے انکھوں میں چمک لے کر یہ بات کی تھی جبکہ اس کی اس بات پر گلناز خاموش ہو گئی تھی یہی دونوں مرتبے تو وہ چاہتی تھی اس نے نفرت بھری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔۔

"روح بچے ناشتہ کرو خاموشی سے"
عافیہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"ہاشم اج روح کو میں کوئی کام کروں گا تو میں ایسا کرنا نور کندیل اور ماہا کو لے جانا"
سردار موسیٰ نے ناشتہ کرتے اس کی طرف دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اچھا مجھے اپ سب لوگوں سے بات کرنی ہے"

ماہ نور بیگم نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا تھا جس پر سب لوگوں نے ہی ان کی طرف دیکھا۔۔

"اب سردار موسی اور روح کا نکاح ہو گیا ہے تو میں اور مصطفی سوچ رہے تھے کہ ہم لوگ واپس گھر چلے جائیں کیا کہتے ہیں اپ سید سائیں"
ماہنور بیگم نے مسکرا کر پوچھا جبکہ ان کی اس بات پر ماہا کا دل بے چین ہوا تھا اس کی نظریں مسلسل ناشتہ کرتے یحیی پر تھی جس نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

"میری بیٹی جیسا تمہیں ٹھیک لگے اگر کچھ دن اور روک جاتی تو اچھا ہو جاتا"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا جس پر ماہنور بیگم نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ان سب کے درمیان روح خاموش بیٹھی تھی کیونکہ سب کی نظریں اس پر جا رہی تھی سب لوگ ہی حیران ہو رہے تھے یہ وہی روح تھی جو کبھی سردار موسی کی بات سنتی تک نہیں تھی اور اج اس کی بات مان کر اس نے خود کو اس حد تک بدل لیا تھا لیکن کوئی بھی نہیں جانتا تھا یہ تبدیلی وقتی تھی یا پھر مکمل طور پر رہنے والی تھی یا پھر سب کچھ پل کے لیے تھا اور بعد میں سب تہس نہس ہو جاتا۔۔

"میرا ناشتہ ہو گیا ہے روح تم کر لو تو آ جانا میں باہر انتظار کر رہا ہوں اس کے بعد مجھے جرگے میں بھی جانا ہے"

سردار موسی نے روح کو دیکھ کر کہا جو کہ نقاب میں مشکل سے ناشتہ کر رہی تھی۔

"جی میرا بھی ہو گیا ہے"

روح نے ہلکا سا سر ہلایا سردار موسی کے کھڑے ہوتے ساتھ ہی وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"ہاشم تمہیں یاد ہے نا تمہارا کام"

سردار موسی نے جانے سے پہلے کہا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"ماشاءاللہ سے اج روح میں کافی تبدیلی نظر ائی ہے"

ریاست نقوی مسکرا کر بولے تھے ان کی اس بات پر سب کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھے سوائے نادیہ بیگم اور گلناز کے۔۔

"دیکھتے ہیں یہ تبدیلی کب تک رہتی ہے"

گلناز نے ہلکا سا مسکرا کر خود سے کہا تھا اور وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی سب نے ہی ساتھ میں ناشتہ کیا تھا۔۔



اج وہ پہلی مرتبہ سردار موسیٰ کے ساتھ اس کے ہمراہ اس کی گاڑی میں جا رہی تھی۔ گاڑی کے اندر ہلکی ہلکی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، سردار موسیٰ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا، اور روح ونڈو سے باہر دیکھ رہی تھی۔ خاموشی ان کے درمیان دیوار بن کر بیٹھی تھی، لیکن وہ خاموشی ایسی تھی جو دل کے شور کو چھپا رہی تھی۔

"تم اتنی چپ تو نہیں رہتی ہو اب کیا ہوا؟"

سردار موسیٰ نے پہلا جملہ توڑا۔

"بات کرنے کے لیے کچھ ہے نہیں۔"
روح نے نظریں شیشے سے ہٹائے بغیر کہا۔

"عجیب بات ہے... کل تک تو تمہاری زبان رکتے نہیں رکتی تھی اور آج خود اتنی خاموش ہو کہ لگتا ہے کسی نے زبان چھین لی ہو۔"
موسیٰ کے لہجے میں ہلکی سی شرارت اور مسکراہٹ دونوں تھی۔

"اگر میں چپ ہوں نا تو تمہیں بھی زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی تمہاری زبان بھی نہیں رکتی چاہے جتنا بھی کچھ کر لو"
روح نے اب اس کی طرف دیکھ کر غصے سے کہا تھا۔

"یعنی تم کہنا چاہتی ہو کہ میں زیادہ بولتا ہوں؟"
اس نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔

''ہان تم زیادہ بولتے ہو مجھ سے بھی زیادہ؟''
روح نے ہلکا سا سر موڑا، نقاب کے پیچھے سے آنکھیں چمکیں۔

"خیریت ہے دو منٹ میں ٹون بدل گئی ابھی حویلی میں تمہاری اواز نہیں نکل رہی تھی"
سردار موسیٰ نے اس کو دیکھ کر کہا تھا۔۔

"وہ تو وہاں مجھے سب ایسے دیکھ رہے تھے اس لیے"
روح نے اس کو گھور کر دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔۔

''اچھا... مطلب اگر میں نہ ہوتا تو تم سب کو جواب بھی دے دیتی؟''
موسیٰ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"کیوں نہیں دیتی؟ میں کسی سے ڈرتی تھوڑی ہوں۔"

روح نے نظریں باہر موڑتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو لگا تمہیں اب مجھ سے ڈر لگتا ہے۔"

موسیٰ کے چہرے پر شرارت اب صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"ڈرتی؟ میں؟"

روح نے اچانک اس کی طرف دیکھا۔۔

"مجھے آپ سے کوئی ڈر نہیں ہے، سمجھ آئے؟ اور ڈرتی ہیں اپ سے میری جوتی"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"ہاں، سمجھ آ گیا۔ مگر یہ کانپتی ہوئی آواز کچھ اور ہی کہہ رہی ہے۔"
موسیٰ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب تم حد سے زیادہ بولنے لگے ہو سردار صاحب، گاڑی چلاؤ چپ
چاپ۔"
روح نے منہ موڑ کر کھڑکی کے باہر دیکھنا شروع کر دیا،
جبکہ موسیٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ کچھ
لمحے گزرے، پھر اچانک موسیٰ نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔

"کیا ہوا؟"
روح نے چونک کر پوچھا۔

''کچھ نہیں، تم نے ٹھیک سے ناشتہ نہیں کیا تھا، اس لیے۔''
موسیٰ نے ہاتھ میں گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر باہر نکل آیا۔

''میں نے ناشتہ کر لیا تھا!''
روح نے تھوڑا اونچی آواز میں کہا، مگر وہ دروازہ بند کر چکا تھا۔ روح نے شیشے کے پار دیکھا سردار موسیٰ سامنے والے چھوٹے سے ڈھابے کی طرف جا رہا تھا، وہاں موجود سب لوگ فوراً سیدھے کھڑے ہو گئے، جیسے کسی بڑی شخصیت کی آمد ہو۔

"لو جی یہاں بھی اس نے اپنی سرداری کھولی ہوئی ہے"
روح نے کہا تھا چند منٹ بعد وہ واپس آیا، ہاتھ میں چائے اور رول کے ساتھ۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر اس کے سامنے رکھا۔

"یہ لو، کچھ کھالو۔ نقاب میں مشکل ہو گی حویلی میں بھی اس وجہ سے تم نے صحیح سے نہیں کھایا تو تم ابھی نقاب نیچے کر کے کھالو"
سردار موسیٰ نے کہا تھا۔۔

"میں نے کہا نا مجھے بھوک نہیں ہے۔"
روح نے نظریں جھکا کر کہا۔

"روح، ضد چھوڑو۔ میں تمہارے ساتھ ہی بیٹھا تھا میں نے دیکھا تم نے کتنا کھایا ہے"
موسیٰ کے لہجے میں اس بار نرمی تھی، مگر وہی حکم چلانے والی ٹھہراؤ بھی۔

"آپ کو اتنا دھیان نہیں دینا چاہیے میری چیزوں پر؟"
روح نے دھیرے سے کہا، جیسے خود سے۔

''کیوں نہ دوں تم اب میری بیوی ہو۔''

یہ کہہ کر موسیٰ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا، نظریں سامنے۔ روح نے چپ چاپ چائے کا کپ اٹھایا، نقاب تھوڑا سا ایک طرف کیا، اور پہلا نوالہ لیا۔ موسیٰ نے کچھ نہیں کہا، بس خاموشی سے اب اسے دیکھتا رہا۔

''اتنا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟''

روح نے ہلکا سا چڑ کر کہا۔

''تو مجھے حیران کہہ رہی ہو یہ سوچ رہا ہوں جو لڑکی کبھی میری بات تک نہیں سنتی تھی جس کے لیے اپنی بات سب سے زیادہ ضروری تھی اپنی سردارنی چلانی تھی وہ آج پہلی بار کسی کی بات مان رہی ہے۔''

سردار موسیٰ نے نرمی سے کہا، مسکراہٹ کے ساتھ۔

روح کے لبوں پر ایک پل کو ہلکی سی مسکراہٹ آگئی،
جو وہ چھپانا چاہتی تھی مگر چھپا نہ سکی۔

"میں نے بس اس لیے بات مانی کیوں کہ مجھے بھوک لگی تھی ورنہ مجھے نہیں ضرورت تمہاری بات ماننے کی"
وہ کبھی اسے اپ کہہ رہی تھی تو کبھی تم کہہ رہی تھی۔۔

"وجہ کوئی بھی ہو...مانا تو تم نے ہی ہے۔"

موسیٰ نے جواب دیا اور پھر گاڑی دوبارہ سٹارٹ کر دی۔ گاڑی آگے بڑھ گئی باہر کی ہوا تیز تھی، مگر اندر ایک عجیب سا سکون چھا گیا تھا، جیسے دونوں کے درمیان اب وہ خاموشی دشمن نہیں، بلکہ ایک نرم سا رشتہ بن گئی ہو۔

دیکھتے ہی دیکھتے روح کا کالج ہو گیا تھا۔ روح نے کالج کی عمارت کی طرف دیکھا گیٹ کے باہر ہلکی ہلکی طلبہ کی چہل پہل تھی۔ سردار موسیٰ نے گاڑی آہستہ آہستہ گیٹ کے قریب روکی۔ گاڑی رکنے کے بعد چند لمحے خاموشی رہی، صرف گاڑی کے انجن کی مدھم آواز سنائی دے رہی تھی۔

"کیسا لگا آج پہلی بار اپنے سردار کے ساتھ کالج آئی ہو"

موسیٰ نے ایک نگاہ اس کی طرف ڈالی۔

"ہاں۔ بس ٹھیک"

روح نے مختصر سا جواب دیا، اور بیگ اپنے گود سے اٹھا کر کندھے پر رکھا۔

"سنو..."

موسیٰ نے ذرا توقف کے بعد کہا۔

"کیا ہے؟"

روح نے نظریں گھما کر اس کی طرف دیکھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔ کسی سے بھی فضول بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور فضول لڑکیوں سے دور رہنا اپنے کام سے کام رکھنا"

اس کی آواز میں سرداری نہیں، بلکہ ایک عجیب سا خیال اور نرمی تھی، جو روح کے دل کو ایک لمحے کو چھو گئی۔

"میں اپنا خیال رکھ سکتی ہوں، مجھے کسی کی نصیحت کی ضرورت نہیں۔"

روح نے نظریں جھکائے کہا، مگر اس کے لہجے کی سختی میں ہلکا سا لرزہ چھپا ہوا تھا۔

"ہاں، تم تو سب کچھ خود کر لیتی ہو نا... لیکن پھر بھی، یہ بات یاد رکھنا اگر کچھ ہو، تو مجھے فون کرنا۔ چاہے معمولی سی بات ہی کیوں نہ ہو۔"
موسیٰ کے لہجے میں حکم بھی تھا اور فکر بھی۔ روح نے ہونٹ بھینچے، جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو مگر رک گئی۔

"ٹھیک ہے۔"
اس نے مختصر سا جواب دیا، اور دروازہ کھولنے لگی۔

"روح..."
موسیٰ نے اسے پکارا۔

"جی؟"

وہ رک گئی۔

"اللہ حافظ۔"

موسیٰ نے دھیرے سے کہا۔ روح نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا، نقاب کے پیچھے سے صرف آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں مگر ان آنکھوں میں ایک پل کو نرمی آگئی، جیسے اس کے دل نے مان لیا ہو کہ یہ خیال برائے نام نہیں، سچ میں ہے۔ سردار موسی اس کے تھوڑا قریب ہوا تھا اس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کا ماتھا تھاما اور بہت محبت سے اپنے ہونٹ رکھے تھے اس کی اس حرکت پر روح شرما گئی تھی لیکن وہ اسے روک نہیں سکتی تھی وہ اس پر مکمل طور سے حق رکھتا تھا۔

"اللہ حافظ۔"

اس نے آہستہ سے کہا،اور گاڑی سے اتر گئی۔موسیٰ نے تب تک دیکھا جب تک وہ گیٹ کے اندر غائب نہ ہو گئی۔پھر ایک لمحہ خاموشی میں وہ مسکرایا۔

"ضد تو ابھی باقی ہے، مگر دل نرم ہونا شروع ہو گیا ہے، سردار موسیٰ۔"
خود سے کہتا وہ گاڑی ریورس میں ڈال کر واپس حویلی کی طرف چل پڑا۔



کندیل اور نور کا کالج آ گیا تھا ماہا اور روح ایک ہی کالج میں تھی اور ان کا کالج بھی پہلے تھا اس لیے ماہا کو ہاشم نے اتار دیا تھا اب گاڑی میں نور اور کندیل تھی۔۔

"کندیل بچے اپ جاؤ نور ارہی ہے"

ہاشم نے کہا تھا جب کہ اس کی اس بات پر نور نے اس کی طرف دیکھا تھا وہ شرما گئی تھی لیکن اب جو کندیل نے اس کی کلاس لینی تھی نا اس کے بعد وہ بھی وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔ کندیل ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اتر گئی تھی۔۔

"یہ کیا حرکت تھی ہاشم سائیں اپ جانتے ہیں اس کے بعد اس نے مجھے کیسے تنگ کرنا ہے"
نور نے کندیل کے جاتے ہی غصے سے کہا تھا۔۔

"تم میری ہو مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور ویسے بھی تم اسے خود دیکھ لینا مجھے تمہارے ساتھ بات کرنی تھی اور تھوڑا سا رومینٹک ہونا تھا اس کے علاوہ میرے پاس کوئی ٹائم نہیں تھا"

ہاشم نے انکھ دبا کر یہ بات کہی تھی۔۔نور نے حیرت اور شرم کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اس کی طرف دیکھا۔

"کیا؟ رومینٹک ہونا تھا؟"

اس نے ہلکی سی آواز میں کہا مگر چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔

"ہاں تو اور کیا؟"

ہاشم نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف جھکتے ہوئے کہا۔

"تم سے ملنے کا موقع ہی نہیں ملتا حویلی میں اور تم تو جانتی ہی ہو نا پھر وہاں پہ میں معصوم سا سیدھا سادہ سا شریف سا بندہ ہوں اگر کسی نے مجھے پکڑ لیا میری ساری کی ساری معصومیت جو اتنے سال میں نے دور رہ کے تم سے بنائی ہے وہ ساری کی ساری دو منٹ میں خاک ہو جائیں گی اب تم سے دور رہنے کا دل کرتا نہیں ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں"

ہاشم اسے دیکھ کر یہ ساتھ باتیں کر رہا تھا جبکہ وہ حیران ہو رہی تھی اس کی باتوں پر۔۔

"ہاشم سائیں... پلیز! کوئی دیکھ لے گا تو؟"

نور نے تیزی سے گردن موڑ کر شیشے سے باہر دیکھا، جیسے واقعی کوئی دیکھنے والا ہو۔

"یہ کالج روڈ ہے نور، یہاں ہر کوئی اپنے کام میں مصروف ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا، مگر نور نے منہ پھلا لیا۔

"آپ ہمیشہ ایسی باتیں کرتے ہیں، پتہ ہے کندیل کتنی باتیں بنائے گی۔ وہ پورا دن مجھے چھیڑے گی کہ میں ہاشم سائیں کے ساتھ رومینس کر رہی تھی۔"

نور نے غصے سے کہا تھا۔

"تو کر لینے دو اسے باتیں بنانے دو اج وہ تمہیں تنگ کر رہی ہیں کل تم اسے تنگ کر لینا۔

ہاشم نے ہنستے ہوئے اس کی بات سنی، پھر دھیرے سے بولا۔

"کیا ہے ہاشم سائیں کیوں اپ نے قسم کھائی ہے مجھے تنگ کرنے کی پر پورا دن نہ میں اس کی باتیں نہیں برداشت کر سکتی"

نور نے آنکھیں دکھائیں مگر اس کے لہجے میں ناراضگی تھی۔۔

"نور تمہیں مجھ سے زیادہ کندیل کی فکر ہے"
ہاشم کا لہجہ نرم ضرور تھا مگر اس میں ایک عجیب سا شکوہ چھپا ہوا تھا۔

"ہاشم سائیں، اپ کو بھی نا بات کا بتنگڑ بنانے کی عادت ہے، میں نے تو بس اتنا کہا تھا کہ وہ پھر مجھے چھیڑے گی۔"
نور نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر ہلکی سی ہنسی دبالی۔

"تو چھیڑنے دے نا، تمہیں کیا فرق پڑتا ہے؟"
ہاشم نے نگاہیں سامنے گاڑی کے شیشے پر جمادیں، جیسے بات معمولی نہ ہو۔

"آپ خفا کیوں ہو رہے ہیں۔؟"

نور نے سر تھوڑا سا ایک طرف کر کے اس کے چہرے کو دیکھا، جیسے اس کے تاثرات پڑھنا چاہتی ہو۔

"میں خفا نہیں ہو رہا۔ بس عجیب لگتا ہے جب تمہیں ہر کسی کی فکر مجھ سے زیادہ ہوتی ہے۔"
ہاشم نے آہستگی سے کہا، اس کی آواز میں وہ نرمی تھی جو اکثر شکایت سے زیادہ چبھ جاتی ہے۔ نور نے لمحہ بھر کو چپ ہو کر باہر دیکھا، جیسے وہ اس کے الفاظ کے جواب ڈھونڈ رہی ہو۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ہاشم سائیں کندیل کو تو آپ جانتے ہیں نہ وہ کیسی ہے اسے ع بس موقع چاہیے ہوتا ہے کسی کی جان عذاب کرنے کا"
نور دھیرے سے بولی۔

"ٹھیک ہے نور میں جانتا ہوں لیکن پھر بھی تم سب کی پرواہ کرتی ہو لیکن تم میری پرواہ نہیں کرتی میری فیلنگز تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے تم ایسے ظاہر کرتی ہو"

ہاشم نے ایک گہری سانس لی۔ ں نور نے اب کے بار اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کو شرمندگی سی جھلکی مگر اگلے ہی پل اس نے نظر پھیر لی۔

"ایسا نہیں ہے، آپ زیادہ سوچ رہے ہیں"

اس نے آہستہ سے کہا۔۔

"ہاں، کیونکہ دل تم سے جڑا ہوا ہے نا۔"

ہاشم نے دھیرے سے کہا،اس بار اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی آگئی تھی۔نور کا دل ایک لمحے کو دھڑکا وہ کچھ کہنا چاہتی تھی، مگر اس کے الفاظ گلے میں ہی رک گئے۔

"اپ نے مجھے ڈرا دیا تھا"
وہ اس کی طرف دیکھ کر خفگی سے بولی تھی۔۔

"لیکن میری بات ٹھیک ہے تم سب کا خیال رکھتی ہو بس میرا خیال نہیں رکھتے جس دن میں ناراض ہو گیا نا مجھے منانا بہت مشکل ہو جائے گا تمہارے لیے"
ہاشم نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے کہا تھا۔۔

"سائیں کیا کر رہے ہیں"

اس نے گھبرا کر کہا تھا۔۔

"اپنا خیال رکھنا اور جانتی ہو نا تمہاری لمٹس کیا ہیں لڑکوں سے کوسوں دور رہنا"

ہاشم نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"اللہ حافظ"

وہ مسکرا کر بولا تھا اور اس نے نور کی کلائی چھوٹی دی جس پر وہ کار سے اتر کر کالج کی طرف چل دی وہ میڈیکل کالج تھا اور کو تھا نور Mbbs کر رہی تھی اور کندیل medicines پڑھ رہی تھی اس کے غائب ہونے تک وہ وہی کھڑا رہا تھا اور اس کے بعد چلا گیا۔

وہ چاروں لڑکیاں اس وقت حویلی کے لان میں بیٹھی ہوئی تھی شام کا پہر تھا سورج ڈھلنے کو تھا، اس کی نارنجی روشنی آسمان پر بکھرے بادلوں میں گھل کر جیسے کسی مصور کے کینوس پر سنہری رنگ بھر رہی تھی۔ حویلی کے لان میں ہلکی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، جو درختوں کی شاخوں کو چھو کر آتی اور ان کے قریب بیٹھے ہر دل کو نرم کر جاتی۔ لمبے لمبے پیپل اور آم کے درخت اپنی ہری بھری شاخیں آسمان کی طرف پھیلائے کھڑے تھے۔ ان شاخوں سے کبھی کبھار کوئی سوکھی پتی ٹوٹ کر زمین پر آ گرتی تو اس کی ہلکی سی سرسراہٹ خاموشی کو چیر دیتی۔ کسی درخت پر چھوٹی چھوٹی چڑیاں اپنی چہچہاہٹ سے فضا کو زندگی دے رہی تھیں جیسے دن بھر کی کہانیاں سنانے لگی ہوں۔ ہوا میں مٹی کی خوشبو گھلی ہوئی تھی، شاید لان کے ایک کنارے پر مالی نے ابھی ابھی پودوں کو پانی دیا تھا۔ پھولوں کے قریب سے گزرتی ہوا میں گلاب اور رات کی رانی کی خوشبو شامل ہو کر پورے ماحول کو خواب سا بنا رہی تھی۔ ل ملان کے درمیان وہ چاروں لڑکیاں روح، ماہا، نور، اور

کندیل بیٹھیں ہوئی تھیں۔ سامنے چائے کے کپ، کچھ بسکٹ، اور باتوں کا انبار تھا۔ روح کے چہرے پر ہلکی سی تھکن تھی، مگر اس کے انداز میں ایک عجیب سا سکون تھا، جیسے دن کی الجھنیں شام کی ٹھنڈی ہوا کے ساتھ اڑ گئی ہوں۔ نور اپنی ہنسی نہیں روک پا رہی تھی، کندیل ہر بات میں شرارت ڈال رہی تھی، اور ماہا کہیں کھوئی ہوئی تھی شاید کسی خیال یا کسی چہرے میں۔ چڑیاں اب درختوں کی ٹہنیوں پر آ کر ایک دوسرے کے قریب بیٹھنے لگی تھیں، جیسے وہ بھی رات سے پہلے اپنی اپنی پناہ ڈھونڈ رہی ہوں۔ آسمان پر ہلکا نیلا رنگ مدھم ہوتے ہوتے گہرا جامنی ہو رہا تھا، اور حویلی کے صحن کی لائٹس آہستہ آہستہ جلنے لگیں۔

"صبر صبر صبر"

اچانک ہی کندیل کی نظر ماہا پر گئی تھی جو کہ گمسم سی بیٹھی ہوئی تھی۔۔ان نینوں نے ہی اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"کیا ہوا"

روح نے اسے دیکھ کر پوچھا وہ بالکل شاہانہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی جیسے ایک سردارنی کو ہونا چاہیے تھا اپنے کمرے سے گلنازا نہیں دیکھ رہی تھی اور روح کو دیکھ کر اسے جلن محسوس۔۔

"یار میں بہت دنوں سے دیکھ رہی ہوں نہ تو یہ ہمارے ساتھ بات کر رہی ہے نہ یہ ہمارے ساتھ ہنس رہی ہے نہ ہی اسے ہماری باتوں میں کوئی دلچسپی ہے"

کندیل نے ماہا کو دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ماہا نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

"کیا ہو گیا ایسی کوئی بات نہیں ہے"

ماہا نے ان تینوں کو دیکھ کر وضاحت دی تھی۔۔

"تو کیسی بات ہے تم ہی بتادو کیونکہ ہم بھی نوٹس کر رہی ہوں تم بدلی بدلی سی لگ رہی ہو"

نورالہدیٰ نے بھی کہا جس پر ماہا نے اس کی طرف دیکھا اس نے چائے کا کپ واپس نیچے رکھ دیا تھا۔۔

"کچھ نہیں ہوا ہے یار میں ٹھیک ہوں"

ماہ نے آہستہ سے جواب دیا روح نے اس کی طرف دیکھا وہ بھی بہت دنوں سے نوٹس کہہ رہی تھی ماہا اسے کافی پریشان نظر ارہی تھی لیکن اسے موقع نہیں ملا تھا اس سے بات کرنے کا اس سے پوچھنے کا اور اج جب کندیل نے بات چھیڑی دی تھی تو اس نے بھی پوچھنا تھا۔

"ماہاتو سب سے جھوٹ بول سکتی ہو لیکن مجھ سے نہیں بول سکتی میں تمہاری انکھیں دیکھ کر بتا سکتی ہوں تم پریشان ہو اب جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے"

روح نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا تھا اس کے لہجے میں محبت تھی پیار تھا ایک سردارنی ہونے کا مان تھا۔۔

"کیا بتاؤں تم لوگوں کو جب کوئی بات ہی نہیں ہے"
ماہا نے وہاں سے اٹھانا چاہا تھا لیکن روح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

"اگر کوئی بات نہیں ہے تو تم بھاگ کیوں رہی ہو بیٹھو یہی بات میری انکھوں میں دیکھ کر بولو یار میں تمہاری دوست ہوں ہم تمہاری مدد کر سکتے ہیں تم کیوں نہیں بتا رہی اب تو میں اس حویلی کی سردارنی ہوں تم بتاؤ تو کیا ہوا ہے"

روح نے اسے کھینچ کر واپس بیٹھا دیا تھا۔۔

"تمھاری سردارنی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ تم فیصلہ تو سنا سکتی ہو لیکن کسی کے دل میں کسی کے لیے محبت نہیں پیدا کر سکتی"

ماہا نے واپس بیٹھتے ہوئے غصے سے جواب دیا۔ روح نے چونک کر ماہا کی طرف دیکھا تھا جبکہ نور اور کندیل کو بھی دھچکا لگا تھا۔ ان کے چہرے پر حیرت اور فکر دونوں جھلک رہے تھے۔ کندیل اور نور بھی یکدم خاموش ہو گئی تھیں۔ ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا آ کر سب کے دامن ہلکا سا ہلا گیا تھا، جیسے فضا نے بھی ماہا کے لفظوں کا بوجھ محسوس کیا ہو۔

"محبت؟"

روح نے آہستہ سے اس کے الفاظ دہرائے۔

"کس محبت کی بات کر رہی ہو تم ماہا؟"

نور نے اب کی بار سوال کیا تھا۔۔ماہا نے نظریں چرا لیں۔ سامنے پھیلے آسمان پر شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے، چڑیوں کی آوازیں اب مدھم پڑ گئی تھیں۔اس نے گہری سانس لی، جیسے دل کے اندر بھری ہوئی الجھنوں کو باہر نکالنے کی کوشش کر رہی ہو۔

"کچھ نہیں... بس ایک بے وقوفی تھی، جو شاید دل سے ہو گئی۔"

ماہا کے لہجے میں ایک درد بھری مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی۔

"اوہو و، تو یہ بات ہے۔ ضرور کوئی ہے جس نے تمہارا دل چرا لیا ہے۔"

کندیل فوراً بول پڑی، اس نے شرارت سے کہا تو نور نے کہنی سے اسے ہلکا سا ٹھوکا۔

"چپ رہ کندیل، کبھی کبھی مذاق دل دکھا دیتا ہے۔"
نور نے اسے روکا تھا۔۔روح خاموشی سے ماہا کو دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں نرمی تھی، مگر لہجے میں وہی مضبوطی جو صرف ایک سردارنی کے حصے میں آتی ہے۔

"ماہا، محبت غلط نہیں ہوتی، لیکن اگر وہ تکلیف دینے لگے... تو اسے دل میں قید رکھنا اپنے آپ سے ظلم ہوتا ہے۔"
روح نے آہستہ اور بہت آرام سے کہا تھا۔

"روح، تم نہیں سمجھو گی۔ جس سے محبت ہو... وہ اگر تمہیں دیکھ کر نظریں پھیر لے نا، تو دل جیسے سانس لینا بھول جاتا ہے۔"
ماہا کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر اس کے گال پر بہہ گیا۔۔

"لیکن کون ہے وہ جس نے میری اتنی اچھی دوست سے نظریں پھیری ہیں"

وہ تینوں بھی اداس ہو گئی تھی روح نے پھر نرمی سے پوچھا۔۔

"میں نام نہیں بتا سکتی"

وہ روتے ہوئے بولی تھی۔۔

"پلیز بتا دو ہم تو تمھاری سہلیاں ہیں ساری کی ساری شاید تمھاری مدد کر دیں"

نور نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا اور اس کی طرف دیکھا۔۔

"یحییٰ"

اسکے منہ سے یک الفاظ نکلا تھا جو سب کو ہی حیران کر گیا تھا۔۔

"یحییٰ؟"

نور نے چونک کر کہا۔ماہا نے ایک لمحہ کے لیے نظریں اوپر اٹھائیں، پھر دھیرے سے نیچے دیکھ لیا۔بلان میں لمحے بھر کے لیے مکمل خاموشی چھا گئی۔ہوا رک سی گئی تھی، جیسے خود بھی اس اعتراف کو سن کر ٹھہر گئی ہو روح نے اس کا ہاتھ تھاما۔

"ماہا، تمہاری محبت غلط نہیں ہے، مگر تمہارا دل خود کو سزا دے رہا ہے۔ یحییٰ شاید وقت کے ساتھ سمجھ جائے اور اگر نہیں بھی سمجھا، تو یاد رکھو تمہاری سردارنی تمھارے ساتھ ہے وہ کچھ بھی کر کے یحییٰ کو تمھارا کرے گی"

ماہانے اس کی طرف دیکھا، روح کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی ایک مضبوط عورت کی مسکراہٹ، جو اپنے زخموں کو بھی وقار کے ساتھ چھپانا جانتی ہے۔

"یار اگر عشق اتنا مشکل ہے تو میں تو کنواری ہی رہوں گی، کم از کم نیند تو سکون کی آئے گی۔"

کندیل نے ماحول کو ہلکا کرنے کے لیے کہا۔اس پر سب کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی، مگر روح کے دل میں ایک بوجھ اتر گیا تھا۔اس کے دل میں اچانک ہی سردار موسیٰ کا خیال آیا تھا اگر اسے سردار موسی سے محبت ہو گئی اور اس نے اس کی طرف سے نظریں پھیر لی تو اس کا کیا ہو گا؟ اگر اس کی ابھی کی کیئر صرف اسے اپنی طرف مائل کرنے کی تھی تو وہ کیا کرے گی؟ روح نے آہستہ سے گہری سانس لی تھی، شام کی ٹھنڈی ہوا نے اس کے چہرے کو چھوا تو وہ لمحہ بھر کو خاموش ہو گئی۔ سامنے پھولوں کی کیاری میں جلتی ہلکی زرد لائٹیں اس کے چہرے پر نرمی سے پڑ رہی تھیں، جیسے اس کے دل میں چلنے والے اندھیروں کو چھپانے کی کوشش کر رہی ہوں۔

"تم فکر نہیں کرو ہم سب تمھارے ساتھ ہیں"

کندیل اور نور نے ماہا سے کہا تھا جس پر اس نے ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا کندیل اور نور اب پھر کسی ہلکی پھلکی بات پر ہنسنے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر روح کے چہرے کی سنجیدگی نے فضا میں ایک اور خاموشی بھر دی تھی۔

"کیا ہوا روح؟ کہیں تم بھی اب بھائی کے بارے میں سوچ تو نہیں رہیں؟" نور نے پوچھا۔

"نہیں... میں تو بس یہ سوچ رہی تھی کہ محبت کتنی عجیب چیز ہے نا؟ انسان کے پاس سب کچھ ہو عزت، رتبہ، اختیار مگر دل اگر کسی کے لیے تڑپ جائے تو ساری طاقت بیکار لگتی ہے۔"

روح نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر زبردستی ایک مسکراہٹ لبوں پر لے آئی۔۔

"ہائے ہائے! لگتا ہے ہماری سردارنی کو بھی محبت ہو گئی ہے بھائی سے اسی لیے وہ ایسی باتیں کر رہی ہے"

کندیل نے فوراً ہنستے ہوئے کہا۔۔اس کی بات پر روح کے چہرے پر ایک ڈھیٹ سی مسکراہٹ آئی، لیکن اس کے دل کے اندر کچھ گہرا ہل چکا تھا۔ اسے اچانک سردار موسیٰ کی وہ نظریں یاد آئیں جو کبھی اس پر پڑتی تھیں۔ ان کا وہ رویہ، جس میں خیال بھی تھا اور اجنبیت بھی۔ کیا وہ واقعی اس کے لیے کچھ محسوس کرتا تھا؟ یا صرف ایک فرض کے تحت اسے اپنی زندگی کا حصہ بنایا تھا؟

"پتہ نہیں کیوں لیکن جب یحییٰ مجھے نظر انداز کرتا ہے میرا دل کٹ کر رہ جاتا ہے جب میں اس سے محبت کرتی ہوں تو اسے بھی مجھ سے محبت ہوی چاہیے نہ"

ماہا نے آہستہ سے کہا اس کی آواز رندھ گئی تھی۔

"محبت انتظار مانگتی ہے، ماہا۔ لیکن اگر وہ انتظار کسی کو توڑنے لگے، تو شاید وقت ہے کہ تم خود کو سنبھالو، اس محبت کو نہیں۔"

روح نے نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔

"یار تم دونوں کی باتیں سن کے تو مجھے لگ رہا ہے، محبت نہیں بیماری ہے۔ پہلے دل کو لگتی ہے، پھر دماغ کو، اور آخر میں سکون کو۔"

کندیل نے ایک لمبی آہ بھری اس پر تینوں ہنس پڑیں وہ ہنسی جو تھوڑی دیر کے لیے دل کے بوجھ کو ہلکا کر دیتی ہے۔ شام اب مکمل طور پر رات میں بدل چکی تھی۔ آسمان پر چاند چمک رہا تھا اور حویلی کے اندر سے کسی خادمہ نے آواز لگائی۔

"بی بی سائیں، آیت بیگم کہہ رہی ہیں اب اندر آ جائیں ٹھنڈ ہو گئی ہے باہر۔"

روح نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا، چاند کی چمک اس کی آنکھوں میں جھلک رہی تھی۔ دل کے کسی گوشے سے ایک ہلکی سی سوچ ابھر کر آئی کیا ہوا گر سردار موسیٰ بھی کبھی اس کے بارے میں ایسے ہی سوچتا ہو جیسے ماہا یحییٰ کے بارے میں؟ لیکن اگلے لمحے ہی اس نے خود کو جھڑک دیا۔

"نہیں، روح.. تم صرف سردار موسیٰ کی بیوی نہیں، اس حویلی کی عزت ہو۔ تمہیں محبت نہیں، فرض سجتا ہے بس"

وہ دل ہی دل میں بولی۔ مگر جانے کیوں، دل کے کسی کونے میں ایک چھوٹی سی دعا جنم لے چکی تھی کاش سردار موسیٰ کبھی ایک لمحے کو سہی، تمہیں اپنی آنکھوں سے ویسے دیکھے... جیسے عاشق اپنی محبوب کو دیکھتا ہے۔۔

💗💗

سردار موسی غصے سے حویلی ایا تھا اس کے چہرے کے لوگوں سے سخت ہو گئے تھے وہ اس حد تک غصے میں تھا حویلی کے زنان کھانے میں اس وقت ایت بیگم عافیہ بیگم بیٹھی کوئی بات کر رہی تھی رات کا وقت تھا کچھ ہی دیر میں کھانا لگنے والا تھا صرف اور صرف سردار موسی اور ہاشم کا انتظار ہو رہا تھا کیونکہ باقی سب لوگ ہی حویلی اچکے تھے۔۔

"کیا ہوا ہے بیٹا تم اتنے غصے میں کیوں ہو"
ایت بیگم فورا سے اس کے پاس ائی تھی۔۔

"روح نے کچھ کیا ہے"
سردار موسی کو خاموش دیکھ کر عافیہ بیگم کے دل میں ڈر سا ہوا تھا اس لیے وہ پوچھ بیٹھی جس پر سردار موسی نے نا میں سر ہلایا تھا عافیہ بیگم کے تو دل کو سکون ہوا تھا۔۔

"ماں سائیں اپ ملازمہ سے کہہ کے سب کو زنان کھانے کے لاؤنج میں اکٹھا کریں"

سردار موسی نے ایت بیگم سے کہا تھا انہوں نے کوئی بھی سوال کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور ملازمہ کو بلا کے سب کو بلا کر لانے کا کہا تھا کچھ ہی دیر میں سب لوگ وہاں موجود تھے سردار موسی بہت زیادہ غصے میں تھا۔۔

"کیا ہوا ہے موسیٰ تم کچھ بولو گے"

سید سائیں نے اسے خاموش دیکھ کر کہا تھا۔۔

"ہاشم"

سردار موسی نے ہاشم کو اشارہ کیا تھا وہ اس کے ساتھ ہی ایا تھا وہ ہاں میں سر ہلا تھا باہر کی طرف چلا گیا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے موسی کچھ بولو گے"
ریاست نقوی نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا۔۔

"پتہ چل جائے گا بابا سائیں اب دو منٹ صبر کریں"
سردار موسی نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ لیے تھے روح بھی اسے ڈری ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی کیونکہ اس کی انکھوں میں جو غصہ تھا وہ پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی کچھ ہی دیر میں ہاشم عدنان کو لے کر ارہا تھا عدنان کی حالت دیکھ کر نادیہ بیگم کا تو دل کٹ کر رہ گیا تھا اسے مارا گیا تھا اس کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا۔۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے ہاشم چھوڑو میرے بیٹے کو"
نادیہ بیگم فورا اسے اگے بڑھی تھی۔۔

"پھوپھو سائیں اپ سے گزارش ہے اپ اپنی جگہ پر کھڑی رہیں"
سردار موسی نے سختی سے کہا تھا اس کی سخت اواز پورے لاؤنج میں گونجی تھی اس کی اواز اتنی سخت تھی کہ وہاں موجود عورتیں اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر گئی تھیں۔۔

"لیکن موسی اس نے کیا کیا ہے"
اب کی بار ساجد نقوی نے پوچھا تھا۔۔

"تم اپنے منہ سے اپنے جرم کا اعتراف کرو گے یا پھر میں اپنا طریقہ ازماؤں"
سردار موسی نے عدنان کی طرف دیکھ کر کہا تھا جو کہ اب بھی انکھوں میں اکڑ لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"میں پہلے بھی بول چکا ہوں میں نے کچھ نہیں کیا تو میں نے کچھ بھی نہیں کیا مجھے پھنسایا گیا ہے"

عدنان نے غصے سے کہا تھا اس کی آواز بہت تیز تھی۔۔

"اواز نیچی تمہاری اواز سردار موسی سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے"

ہاشم جس نے اسے پکڑا ہوا تھا اس کا گردن دبا کر بولا تھا۔۔

"موسی یہ کیا ہو رہا ہے تم کچھ بولو گے"

سید سائیں نے اب کی بار سخت لہجے میں کہا۔۔

"دادا جان افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اپ کے نواسے کے ڈیرے پر کچھ لوگوں نے اپ کے نواسے کو ایک لڑکی کے ساتھ زبردستی کرتے دیکھا ہے یہ زبردستی وہاں ایک لڑکی کو لایا پھر اس نے اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اس کے چیخنے کی اواز باہر گئی ہے جس وجہ سے اس پاس کے لوگ اکٹھا ہوئے ہیں لوگوں کے اکٹھا ہونے پر یہ ڈر گیا تھا وہاں سے کسی نے مجھے بھی کال کر دی میں وہاں پہنچا میں نے خود دروازہ توڑ کر اندر گیا ہوں اور اندر کا منظر میں نے خود دیکھا ہے"

سردار موسیٰ کے الفاظ تھے کے کیا جو پوری حویلی والوں پر قیامت کی طرح ٹوٹے تھے کسی کو بھی اپنے کانوں پر یقین نہیں ارہا تھا کیا جو انہوں نے سنا وہی سردار موسی نے کہا۔۔

"جھوٹ ہے جھوٹ بول رہے ہو تم تم تو چاہتے ہی نہیں تھے میرا بیٹا سردار بنے اسی لیے تم اب یہ سازش کر رہے ہو"

نادیہ بیگم روتے ہوئے فوراً سے بولی تھی۔۔سید سائیں جو کہ بیٹھ گئے تھے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے،ان کی آنکھوں میں صدمہ، حیرت اور غصے کا ایک ساتھ امتزاج تھا۔وہ جانتے تھے ان کا موسیٰ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتا اس نے اج تک جو بات کہی تھی وہ سب سچ ثابت ہوئی تھی لیکن ان کے دل نے تمنا کی لاش یہ جھوٹ ہو یحیی نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی کچھ ایسا ہی بہتان اس پر لگا تھا لیکن اس پر بہتان تھا اور آج سب تھا پورے لاؤنج میں مکمل خاموشی چھا گئی تھی صرف عدنان کی بھاری سانسوں اور نادیہ بیگم کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔

"نادیہ، تمہیں اندازہ بھی ہے تم کیا کہہ رہی ہو؟ سردار موسیٰ جھوٹ بولے گا؟اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔اور تم بھی یہ بات بہت اچھے سے جانتی ہو وہ جھوٹ نہیں بولتا"

سید سائیں کی آواز میں وہ لرزتی ہوئی گھن گرج تھی جو صرف ایک بااثر اور بزرگ سردار کے لہجے میں سنائی دیتی ہے۔

"داداجان! میں بے قصور ہوں، وہ لڑکی خود آئی تھی وہاں!"
عدنان نے اونچی آواز میں کہا، مگر اگلے ہی لمحے سردار موسیٰ کی گرجدار آواز نے اس کی آواز کو دبا دیا۔

"بند کرو اپنی زبان! اگر تم نے ایک لفظ اور بولا نا تو قسم ہے مجھے اپنے خون کی، تمہاری زبان کھینچ لوں گا!"
اس کے لہجے میں ایسا طوفان تھا کہ سب کے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ روح کے دل نے ایک جھٹکا کھایا، وہ اپنی جگہ سن ہو گئی تھی۔ اس نے سردار موسیٰ کو اس حال میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"تمہیں پتہ ہے عدنان، اس لڑکی کی عمر کیا تھی؟ صرف سترہ سال! اور تم جیسے لوگ پھر سرداری کے حق کے دعوے دار بنتے ہو؟"
سردار موسیٰ کے لہجے میں درد بھی تھا، اور آگ بھی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا! یہ سب سازش ہے!"
عدنان نے ہٹ دھرمی سے کہا تو موسیٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کی آنکھوں میں غصے کی لپٹیں بھڑک رہی تھیں۔

"اگر یہ سازش ہے تو میں قسم کھاتا ہوں کہ تمہیں تمھاری بے گناہی ثابت کرنے کا پورا موقع دوں گا، لیکن اگر میری بات ایک فیصد بھی سچ نکلی نا... تو یہ زمین تمہارا وجود برداشت نہیں کرے گی۔ سردار موسیٰ نقوی اپنے خاندان کے نام پر داغ برداشت نہیں کرتا۔"
سردار موسی کے لہجے میں آگ تھی۔۔

"موسیٰ، تم حد سے بڑھ رہے ہو! عدنان تمہارا بھائیوں جیسا ہے"
نادیہ بیگم آگے بڑھنے لگی۔۔

"نہیں! میرے لیے بھائی وہ ہے جو اپنے خاندان کی عزت رکھ سکے۔ جو معصوم کی عزت لوٹے، وہ کسی کا بھائی نہیں، کسی ماں کا بیٹا نہیں وہ صرف حیوان ہے۔"
موسیٰ نے تیزی سے کہا۔
ساجدہ بیگم کے چہرے پر آنسو بہہ نکلے کیوں کہ نو سال پہلے وہ بھی ہوں اپنے بیٹے کے لیے تڑپ رہی تھی لیکن ان کا بیٹا سچ پر تھا ایت بیگم نے خاموشی سے اپنی آنکھوں میں چھپے درد کو روکا۔

"ہاشم، اسے کل صبح تک حویلی کے پچھلے حصے میں قید رکھو۔ کوئی بھی اس سے نہیں ملے گا کل جرگہ لگے گا کیوں کہ سب کو ہی یہ بات معلوم ہو چکی ہے تقریباً ہر قبیلے کو"

سردار موسیٰ نے حکم دیا۔

"موسیٰ، نہیں بیٹا! تم اپنے بھائی کو جرگے میں کیسے کا سکتی ہو تم یہ حویلی کے وقار کے خلاف ہے!"

نادیہ بیگم چلائیں۔

"وقار؟ وقار تو اس دن ختم ہو گیا جب اس کے خون میں حیوانیت جاگ اٹھی۔ اور اگر میں خاموش رہا، تو کل یہ حویلی ہر زبان پر بدنام ہو گی۔ اور مین خاموش رہ بھی نہیں سکتا کیوں کہ آج جس لڑکی کے ساتھ یہ سب ہوا اگر میں خاموش رہو کل کو کسی اور کے ساتھ ہو گا اور میں ایسا نہیں کر سکتا کیونکہ میری اپنی بھی عزت ہے میری اپنی بیوی ہے میری ماں سائیں ہے میری بہنیں ہیں اور میں یہاں خاموش نہیں رہ سکتا میں سردار ہوں، کمزور نہیں۔ انصاف کروں گا، چاہے خون اپنا ہی کیوں نہ ہو۔"

موسیٰ کی آواز بھاری ہوئی۔۔ ہاشم نے عدنان کو بازو سے پکڑا، مگر عدنان اب بھی چیخ رہا تھا،

"میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا موسیٰ! تم دیکھنا، یہ وقت تمہیں رلائے گا"

وہ چیخ رہا تھا ہاشم نے اسے کھینچ کر باہر لے جایا۔ دروازہ دھڑام سے بند ہوا۔ نادیہ بیگم زمین پر بیٹھ گئیں۔

"میرا بیٹا... میرا عدنان..."

ان کی سسکیاں پورے کمرے میں گونجنے لگیں۔روح نے آہستہ سے نظریں جھکالیں۔اس کا دل بھاری ہو گیا تھا۔

ایک طرف عدنان کا گھناؤنا فعل،دوسری طرف سردار موسیٰ کی آنکھوں میں وہ بے رحمی سردار موسی کا فیصلہ بالکل ٹھیک تھا وہ اس بات سے اتفاق کرتی تھی اگر اج وہ خاموش رہا بلکہ اسے خاموشی کیوں رہنا تھا وہ ایک سردار تھا اسے صحیح کا ساتھ دینا تھا اور وہ معصوم سی لڑکی جس کی عزت روندی گئی تھی اسے حق ملنا چاہیے تھا اور آج جیسے وہ صرف دوسروں کے لیے ہی سخت نہیں،بلکہ خود کے خون کے لیے بھی پتھر کا بن گیا تھا ویسے ہی ایک سردار کو ہونا چاہیے تھا تب ہی قبیلے میں انصاف ہو سکتا ہے۔۔

"سب اپنے کمروں میں جائیں۔مزید کسی سے کوئی بات نہیں چاہتا۔"

سردار موسیٰ نے گہری سانس لی، اس کا چہرہ سنگ سا ہو گیا تھا۔ سب لوگ آہستہ آہستہ وہاں سے اٹھ گئے۔ ساری لڑکیاں ہی اس کا یہ روپ دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ روح بھی خاموشی سے چل دی، مگر جاتے جاتے اس نے ایک لمحے کو موسیٰ کی طرف دیکھا۔ وہ سخت، مضبوط، مگر اندر سے ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ کیونکہ اسے اپنے خاندان سے ایسی کسی چیز کی امید نہیں تھی اس کے چہرے پر وہی جلال تھا، مگر آنکھوں میں ایک ایسا درد چھپا تھا جو شاید صرف روح محسوس کر سکتی تھی۔ اسے دیکھ کر روح کے دل میں خیال ایا تھا۔

"یہ آدمی اگر کسی سے محبت کرے گا نا، تو یا تو برباد کر دے گا... یا پھر خود برباد ہو جائے گا۔"

وہ جانے لگی تھی جب پیچھے سے سردار موسی کی اواز ائی۔۔

"روکو روح"

سردار موسیٰ نے اس کے قدم اوپر کی جانب دیکھ کر کہا تھا روح کے قدم ٹھٹھک کر رک گئے۔ سردار موسیٰ کی آواز میں وہی سختی نہیں تھی جو کچھ لمحے پہلے لاؤنج میں گونج رہی تھی، بلکہ اب اس میں ایک دبی ہوئی تھکن اور نرمی تھی جیسے وہ خود اپنے ضبط سے لڑ رہا ہو۔ روح نے آہستہ سے پلٹ کر دیکھا۔ سردار موسیٰ وہیں کھڑا تھا، دونوں ہاتھ اب بھی پشت پر بندھے ہوئے، مگر چہرے پر وہی سنگین تھکن چھائی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کے گرد ہلکے سے سائے پڑ گئے تھے شاید غصے سے نہیں، دکھ سے۔

"جی"

روح چند قدم چل کر اس کے سامنے رکی۔ اس نے احترام سے نظریں جھکائیں۔ اس کا یہ عمل خود باخود تھا کیوں کہ وہ اس سے ڈر رہی تھی شاید۔ موسیٰ نے لمحہ بھر اسے دیکھا وہ ایک نگاہ خاموشی سے اس کے چہرے پر ٹھہر گئی۔

"تم نے دیکھا آج میں نے کیا کیا؟"
اس نے دھیرے مگر بھاری لہجے میں کہا۔

"جی، دیکھا۔ اور آپ نے صحیح کیا۔ سرداری کا حق یہی ہے۔"
روح نے سر ہلایا۔ موسیٰ نے ایک کڑوی ہنسی ہنس دی جو دراصل ہنسی نہیں، ایک درد بھرا سانس تھی۔

"صحیح، کبھی کبھی صحیح کرنا بھی انسان کو اندر سے توڑ دیتا ہے، روح۔"

وہ آہستہ بولا۔ اگر یہاں کوئی اور ہوتا تو وہ فیصلہ کر دیتا لیکن یہاں اس کی پھوپھو ماں رشتہ جڑا تھا اس کا اپنا خون تھا جو خون اس کے اندر تھا وہی خون اس شخص میں تھا تو وہ ایسا کیسے کر سکتا تھا وہ کیوں اس حد تک گر گیا تھا روح نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ یہ وہی سردار موسیٰ تھا جو سب کے سامنے فولاد بن جاتا تھا، مگر اس وقت وہ صرف ایک انسان لگ رہا تھا جو اپنے ہی لہو کے گناہ سے زخمی ہو گیا ہو۔

"تمہیں پتہ ہے، روح..." یہ سرداری صرف طاقت نہیں ہے۔ یہ سزا ہے۔ کبھی کبھی اپنے ہی لوگوں کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنا پڑتا ہے۔ اور آج میں نے اپنے خون کو... اپنے بھائی کو وہاں کھڑا کیا۔"
موسیٰ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ روح خاموشی سے سن رہی تھی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا، اس کے دوپٹے کا کنارا ہلکا سا موسیٰ کے ہاتھ کو چھو گیا۔
موسیٰ نے فوراً نظریں اٹھائیں۔۔

"میں جانتی ہوں لیکن اگر آج آپ خاموش رہتے، تو کل آپ کے قبیلے کا ہر لڑکا یہ سمجھتا کہ طاقت میں گناہ چھپ سکتا ہے۔ آپ نے ایک فیصلہ نہیں کیا آپ نے انصاف زندہ رکھا ہے۔"

روح نے دھیرے سے کہا موسیٰ نے ایک لمحے کو اس کی طرف دیکھا۔ روح کی آواز میں نرمی تھی، مگر اس کے الفاظ میں وہی یقین جو کسی سردار کی شریکِ حیات کو زیبا دیتا ہے۔

"تمہاری باتوں میں عجیب سا سکون ہوتا ہے، روح. شاید اسی لیے میں غصے میں بھی تم سے بات کر لی۔"

وہ دھیرے سے بولا۔

روح کا دل ایک لمحے کو دھڑکا، مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"میں آپ کی بیوی ہوں، اگر آپ کی بات نہ سنوں تو اور کون سنے گا؟"
لیکن پھر بھی نا جانے کیوں وہ یہ بول گئی تھی۔۔ موسیٰ کے چہرے پر ایک لمحے کو خفیف سی مسکراہٹ آئی مگر وہ پل بھر کی تھی۔

"میری ایک بات مانو گی۔"

وہ دھیرے سے بولا۔

"جی"

روح نے ہلکا سا سر جھکا کر کہا۔

"میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے تو کیا تم دبا دو گی"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر جھجھکتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر روح کو بھی حیرت ہوئی لیکن نکاح کے بعد اس کا دماغ اس کا دن سب کچھ ہی سردار موسی کے حوالے سے چینج ہو گیا تھا اور اس کی ہر بات پر اسے ہاں کرنے کا کہہ رہا تھا۔۔

"اوکے"

اس نے آہستہ سے کہا۔۔

"پلیز چائے بنا کر بھی لے اؤ بہت زیادہ درد ہو رہا ہے میں کمرے میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے جا چکا تھا جبکہ روح جو اسے کہنے والی تھی اسے چائے بنانی نہیں اتی وہ منہ بنا کر رہ گئی تھی۔۔

"کیا یار بندے کی بات سن لی جاتی ہے اب میں کیسے چائے بناؤں"

اس نے منہ بنا کر کہا تھا اور پھر کچن کی جانب اپنا رخ کیا تھا۔

روح نے چولہے کے سامنے آکر گہری سانس لی۔

سامنے چائے پتی، اور چینی رکھی تھی اور ایک طرف چند شیشے کی بوتلوں میں مصالحے اور نمک۔

"یہ چائے بنتی کیسے ہے آخر...!"

وہ بڑبڑائی، اور ماتھے پر ہاتھ رکھ لیا۔

زندگی میں کبھی کچن بھی اس نے کچھ نہیں بنایا تھا ہمیشہ خادمائیں سب کچھ کر دیتی تھیں۔اس نے بھی اپنے کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں بنایا تھا اور آج وہ کسی اور کے لیے چائے بنا رہی تھی سردار موسیٰ کے لیے۔یہ خیال آتے ہی اس کے چہرے پر حیرت اگئی تھی وہ یہ سب کر رہی ہے سردارنی روح نقوی یہ سب کر رہی تھی ایک پل کے لیے اس کا دل کیا سب چوڑ دے لیکن پھر فوراً ہی خود کو جھڑک دیا۔

''میں کیوں اتنا سوچ رہی ہوں چھڑو وہ تو بس اس کی سر میں درد ہے وہاں کوئی تھا نہیں تو میں بنا رہی ہوں اس نے میرا خیال رکھا میں چائے بنا دیتی ہوں لیکن یہ چائے کیسے بنتی ہے!''

وہ خود سے بولی اور چائے کا برتن ڈھونڈ کر چولہے پر رکھ دیا۔چولہا جلایا تو آگ کی لپٹ تھوڑی اونچی ہوئی،وہ پیچھے ہٹی۔۔

"شکر ہے اللہ کی اپ نے بچا لیا"

اس نے اللہ کا شکر ادا کیا اتنے میں انچ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ خالی برتن جل گیا تھا۔

"ہائے اماں! یہ برتن تو جل گیا!"

وہ آگے بڑھی تھی اور اس نے چولہا بند کر دیا مگر شعلے اس کے گالوں پر پڑے اس حرارت نے دل کی دھڑکن بھی تیز کر دی۔

"اب کیا کروں"

اس نے اپنا سر پکڑ لیا تھا اور برتن کو دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھ سے یہ صاف نہیں ہونا بس ٹھیک ہے پہلے پانی، پھر چائے پتی ایک بار میں کھڑی تھی نور نے ایسے ہی چائے بنائی تھی"

وہ بڑبڑاتے ہوئے برتن میں پانی ڈالنے لگی۔اس نے اب پتی کا دبا پکڑا کھول کر چمچ پکڑا تو ہاتھ لرز سا گیا۔

"ایک چمچ... یاد و؟ موسیٰ تو بڑے بندے ہیں، ان کے لیے زیادہ پتی چاہیے ہو گی شاید تو اس لیے میں دو یا تین ڈال دیتی ہوں"
وہ خود ہی اندازہ لگاتی بولی تھی۔

"اب چینی کتنی ہو گی"
وہ چینی کا ڈبہ کھول کر بولی تھی اور اس نے اپنے اندازے سے ڈبلا انڈیل دیا اس نے چینی بند کر کے رکھ دی اور اب چانک اس کی نظر نمک کے جار پر پڑی۔۔

"ہاں یہ بھی ڈال دیتے ہیں، ذائقہ اچھا ہو جائے گا شاید۔"

اس نے دو چمچ نمک ڈال دیا اب جب دودھ ڈالا تو وہ ہلکا سا ابلنے لگا، جھاگ اوپر آیا، اور روح کے ہاتھوں سے برتن کا ہتھا پھنسل گیا۔

"ہائے اللہ! یہ کیا ہو گیا"

گرم چائے اس کے پاؤں پر گری تھی وہ فوراً سب اپنا پاؤں پکڑ کر وہی بیٹھ گئی اس کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔ گرم چائے کی چھینٹیں اس کے نازک پاؤں کو جلا گیا تھا، وہ ہلکی آواز میں "آہ" کہہ کر سانس روکتی رہی۔

"یہ کیا کر دیا میں نے.."

وہ اپنے آپ سے بولی تھی، اس کا دل چاہا زمین پھٹ جائے اور وہ غائب ہو جائے۔ اتنے میں کچن کے دروازے کے باہر سے سردار موسیٰ کی بھاری آواز سنائی دی۔

"روح؟ تم کچن میں ہو؟"

روح چونک گئی، جلدی سے اپنے آنسو صاف کیے، مگر پاؤں کی جلن نے ایک بار پھر آنکھوں کو بھگو دیا۔۔

"جی لیکن آپ مت انا"

اس نے جلدی سے آواز دی، مگر موسیٰ کب کسی کی سنتا تھا۔ دروازہ دھیرے سے کھلا اور وہ اندر آیا۔ سردار موسیٰ کے قدم جیسے ہی کچن کے فرش پر پڑے، تیز خوشبو، جلی ہوئی پتی کی مہک، اور روح کی ہلکی سسک اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے ایک پل میں منظر سمجھ لیا۔ روح نیچے بیٹھی تھی، پاؤں کو تھامے، چہرہ لال، اور آنکھوں میں آنسو۔

"روح!"

وہ تیزی سے آگے بڑھا، نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"یہ کیا ہوا تمہیں؟"

سردار موسیٰ نے پریشانی سے کہا تھا۔

"کچھ نہیں... میں بس چائے بنا رہی تھی... تھوڑا سا چائے گر گیا"

روح نے آنسو چھپاتے ہوئے کہا مگر اس کی آواز بھاری تھی، جیسے وہ خود پر غصہ کر رہی ہو۔

"تو دیکھ کر کرنا تھا روح"

موسی کے چہرے پر پریشانی تھی مگر اگلے ہی لمحے وہ خاموش ہو گیا۔ اس نے روح کے پاؤں کو دیکھا جو کہ لال پڑ چکا تھا۔

"اللہ... روح، یہ تو جل گیا ہے۔ مجھے تمھیں کہنا ہی نہیں چاہیے تھا"

اس کے لہجے میں غصہ نہیں، فکر تھی اس نے فوراً قریب رکھا پانی کا جگ اٹھایا اور احتیاط سے اس کے پاؤں پر ڈالا۔ روح نے ہلکا سا "آہ" کہا، مگر اس کے چہرے پر سکون آیا۔ موسیٰ نے اپنی جیب سے رومال نکالا، اور دھیرے سے اس کے پاؤں کے گرد لپیٹ دیا۔

"کبھی زندگی میں تم نے چائے بنائی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا جس پر روح نے نظریں نیچی کر لیں۔

سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو دیکھا اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی وہ لمحہ بھر کو خاموش رہا، جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

"کبھی چائے بنائی ہے تم نے؟"

اس نے دوبارہ نرمی سے پوچھا۔

"نہیں... پہلی بار۔"

روح نے نظریں جھکائے آہستہ سے کہا.

"اور وہ بھی میرے لیے؟"

موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی وہ مسکراہٹ جو کم ہی کسی نے دیکھی تھی۔

"میں بس... سوچا کہ آپ کا سر درد ہے، اور آپ نے کہا ہے تو بنا"

روح نے نظریں مزید جھکا لیں وہ رک گئی۔ جملہ مکمل کرنے سے پہلے ہی دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی موسیٰ نے اس کے الفاظ سنے، پھر ہلکے سے سر کو جھکایا، جیسے خود سے کہہ رہا ہو" یہ لڑکی آخر ہے کیا؟" کچن میں اب خاموشی تھی۔ سردار موسیٰ نے برتن کی طرف دیکھا جس میں چائے کچھ بچی ہوئی تھی وہ اٹھا اور اٹھ کر ایک کپ میں چائے انڈیلی۔ روح کا دل زور سے دھڑکا۔

"نہیں... وہ، مت پئیں وہ ٹھیک نہیں بنی مجھے پتہ ہے"

روح نے کہا تھا مگر تب تک موسیٰ کپ ہونٹوں سے لگا چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے خاموشی رہی۔ پھر اس نے کپ نیچے رکھا جیسے ہی چائے اس کے منہ میں گھلی پورا منہ کڑوا ہو گیا لیکن اس نے اپنے چہرے کے زاویے بلکل ٹھیک رکھے تھے۔ چینی اتنی زیادہ تھی کہ توبہ اور وہ بہت زیادہ کڑوی تھی تھوڑا تھوڑا نمک کا بھی ذائقہ تھا اس میں۔

''ذائقہ... کچھ الگ سا ہے۔''

وہ اپنی سردارنی کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

''میں جانتی ہوں، چائے اچھی نہیں بنی اپ''

روح نے فوراً کہا۔ موسیٰ نے اس کی بات کاٹ دی۔

''الگ... لیکن برا نہیں۔''

روح نے حیرت سے اسے دیکھا۔ موسیٰ کی آنکھوں میں نرمی تھی۔

"دیکھائیں مجھے بھی"

روح نے اس کے ہاتھ سے کپ لینا چاہا تھا لیکن وہ اتنی دیر میں مکمل چائے پی چکا تھا اس نے وہ چائے مسکراتے ہوئے اندر لی تھی۔۔

"یہ کیا تھا مجھے پتہ ہے یہ آپ نے اس لیے کیا کیوں کہ چائے بری"
سردار موسیٰ نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی وہ اس کے بہت قریب تھا دونوں نیچے ہی بیٹھے تھے روح اس کی انکھوں میں دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ کی بھی آنکھیں اس کی خوبصورت نگینوں میں تھی۔اس کے انگلی کے نیچے روح کے لب ہلکے سے کانپ گئے۔دل جیسے کسی نے دھیرے سے چھو لیا ہو۔

"چائے بہت اچھی بنی تھی کیوں کہ تم نے بنائی تھی الگ ٹیسٹ تھا اور اب اٹھو مرہم لگوانا ہے۔یہ جل گیا ہے،اگر وقت پر خیال نہ رکھا تو نشان رہ جائے گا۔"

موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"نہیں، ضرورت نہیں، میں ٹھیک ہوں"

روح نے فوراً کہا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا سردار موسی اس کا اتنا خیال کیوں رکھ رہا ہے کیوں اس کی اتنی فکر کر رہا ہے۔

"چپ، تم میری ذمہ داری ہو، تمھیں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا میں"

موسیٰ کی آواز نرم تھی مگر حکم بھری۔

"صرف زمینداری"

روح نے نظریں اٹھائیں۔اس کے منہ سب یہ سوال خود باخود نکل گیا تھا سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا بغیر اس کے سوال کا جواب دیے اس نے روح کو اپنی باہوں میں اٹھالیا تھا اس کی اس حرکت پر وہ حیران ہو گئی تھی۔دل کی دھڑکنیں بے قابو ہوئی تھی۔۔

"یہ اپ کیا کر رہے ہیں میں خود چل سکتی ہوں"
روح نے فوراً سے کہا تھا وہ سچ میں اس کے اس عمل پر حیران تھی۔۔وہ اس کی بانہوں میں تڑپ سی گئی تھی، مگر سردار موسیٰ کے قدم مضبوطی سے اٹھ رہے تھے۔اس کے لیے جیسے روح کا وزن کوئی معنی نہیں رکھتا تھا جیسے وہ اسے اٹھانے کے لیے ہی پیدا ہوا ہو۔کچن کے باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، مگر روح کے دل میں ایک عجیب سا طوفان تھا۔اس کے گال سرخ، دل دھڑک رہا تھا اور وہ خود سے لڑ رہی تھی کہ یہ کیسا احساس ہے؟

”سردار موسیٰ! آپ مجھے زمین پر رکھیں، کوئی دیکھ لے گا...“
روح نے ہلکی آواز میں کہا، مگر موسیٰ کی نظریں سیدھی آگے تھیں۔

”جو دیکھنا چاہے دیکھ لے، مجھے پرواہ نہیں۔“
اس کے لہجے میں ٹھہراہوا وقار تھا، مگر آنکھوں میں نرمی۔ سردار موسی سیڑھیاں چڑھ رہا تھااور اس کا رخ روح کے کمرے کی جانب تھی۔ موسیٰ نے کمرے میں آکر بیڈ کے قریب اکر دھیرے سے اسے بیڈ پر بٹھایا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

”آپ اوپر بیٹھیں، اور میں خود لگالوں گی مرہم۔“
روح نے فوراً کہا۔

”تمہیں بولنے کی اجازت کس نے دی؟“

موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر لہجہ ویسا ہی ٹھوس اور سنجیدہ۔

"کیا مطلب میں سردارنی ہوں یہاں کی تم مجھ پر یوں رعب نہیں جما سکتے"

اس کی اس بات پر وہ اپنے پہلے وہ ٹون میں واپس آتے ہوئے بولی تھی۔
موسیٰ نے اس کی بات ان سنی کر دی اور الماری میں رکھی فرسٹ ایڈ باکس کے کر آکر کھولی۔ بوتل کا ڈھکن کھولتے ہی دوا کی ہلکی خوشبو کمرے میں پھیل گئی۔

"جلن زیادہ ہے؟"

اس نے نرمی سے پوچھا۔

"اب... ٹھیک ہے۔"

روح نے آہستہ سے کہا لیکن جیسے ہی اس نے روئی پر دوا لگائی، اور اس کے پاؤں کو چھوا، روح نے ہلکی سی "آہ" کی آواز نکالی۔

"درد ہوا؟"

موسیٰ نے فوراً ہاتھ روک لیا۔

"تھوڑی سی..."

روح نے نظریں جھکا لیں۔

"اچھا میں ارام سے کرتا ہوں"

اس نے آہستہ سے کہا، جیسے کسی بچے کو سمجھا رہا ہو۔

وہ دوبارہ دوا لگانے لگا۔ اس کے ہاتھ مضبوط تھے، مگر چھونے میں نرمی تھی جیسے ہر حرکت میں احتیاط ہو کہ وہ اسے تکلیف نہ دے روح نے چپ چاپ اسے دیکھا۔

وہ شخص جو ہمیشہ غصے میں رہتا تھا، آج اس کے سامنے اتنا خاموش اور سنجیدہ تھا، جیسے کوئی اور ہی انسان ہو۔

"ارام سے کرنا تھا نہ اگر نہیں آتا تھا تو مجھے بتا دیتی"

موسیٰ نے نظریں جھکائے پوچھا۔

"وہ اپ کچھ سنے بغیر چلے گئے تھے اس لیے اور پھر میں میں کیسے نہ بناتی اپ کے سر میں درد تھا۔"

روح نے دھیرے سے کہا۔ موسیٰ کا ہاتھ ایک لمحے کو رک گیا۔

"لیکن اپنا خیال رکھنا تھا نہ اور اگر نہیں آتا تھا تو نہیں بنانا تھا میرے لیے بنا لیا کیوں کہ میرے سر میں درد تھا"

یہ کہتے موسیٰ کے ہاتھ تھم گئے۔اس نے پہلی بار پوری طرح اس کی طرف دیکھا روح کے چہرے پر درد بھی تھا،اور وہ مطمئن بھی تھی۔

"روح..."

وہ آہستہ سے بولا، مگر پھر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"کیا؟"

روح نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔"

اس نے نظریں پھیر لیں۔

"اب ٹھیک ہے، کل تک نشان بھی مدھم ہو جائے گا۔"

روح نے سر ہلایا، مگر دل میں ایک اور جلن تھی جو پاؤں سے نہیں، دل سے اٹھی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی، اور سردار موسیٰ پہلی بار اس کے چہرے پر ایسی نرمی دیکھ رہا تھا جو دل کو ہلا دے۔ کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ باہر رات مکمل ہو چکی تھی، اور کمرے میں صرف ایک مدھم لیمپ جل رہی تھی۔

"روح اگلی بار چائے بنانی ہو تو مجھے بلانا، میں ساتھ بناؤں گا۔"

موسیٰ نے دھیرے سے کہا۔ روح کے چہرے پر حیرت اور نرمی کے بیچ ایک ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"پھر تو چائے ضرور اچھی بنے گی۔"

موسیٰ نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔اس کی اس بات پر روح نے اسے گھورا تھا لیکن پھر وہ فوراً سے بولا۔

"پھر تو ذائقہ کبھی بگڑ نہیں سکتا... کیونکہ ساتھ دونوں کا ہو گا نہ"
اس کی اس بات پر روح بھی مسکرا دی تھی۔۔

"اچھا تم ایسا کرو ارام کرو میں چلتا ہوں"
سردار موسیٰ اٹھا تھا روح نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"اپ کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے سردار موسی اپ کو نہ پریشان ہونے کی ضرورت ہے نہ اپنا فیصلہ بدلنے کی ضرورت ہے اور امید ہے کہ اپ پریشان نہیں ہوں گے چاہے رشتے خون کے ہی کیوں نہ ہوں انصاف ہونا ضروری ہے"

روح نے اس کی طرف دیکھا وہ جو جو رہا تھا رو کا اور پیچھے مڑ کر روح کو دیکھا تھا اس کی اس بات پر سردار موسی نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔اب روح اس کے بارے میں سوچنے لگی تھی وہ بدل رہی تھی جس لیے جس مقصد کے لیے اس نے سردار موسی سے شادی کی تھی سردارنی بننے کے لیے وہ تو اس کے دماغ میں تھا ہی نہیں اس کی کیر فکر اور باتیں اس جگہ دماغ میں تھی۔۔



یحیی تیز قدموں سے جاگنگ کر کے واپس آ رہا تھا، اس کی سانسیں ہلکی سی بھاری تھیں، اور پسینے کی چند بوندیں اس کے ماتھے پر جھلک رہی تھیں۔ صبح کی روشنی آہستہ آہستہ پر طرف پھیل رہی تھی، اور ہوا میں تازگی تھی۔ اسی لمحے ماہا سیڑھیوں سے نیچے ائی تھی اس کا رخ کچن کی طرف تھا یحییٰ نے بھی کچن میں جانا تھا کیونکہ اس نے اپنے لیے کافی بنانی تھی اسے ہم اپنا ہر کام کرنے کی عادت ہو گئی تھی کیونکہ پچھلے نو سالوں میں تقریبا اس نے اپنا ہر کام ہی خود کیا تھا اسے دیکھ کر ماہا کی انکھیں ہلکی ہلکی نم ہو گئی تھی بہت دنوں کے بعد ان کا یوں اکیلے امنہ سامنا ہوا تھا۔ یحییٰ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جہاں پہ درد تھا اس کے لیے محبت تھی اس کے منع کر دینے کی وجہ سے تکلیف تھی۔

"تم ٹھیک ہو"

یحیی نے اس سے اہستہ سے پوچھا۔۔

"ہاں میں ٹھیک ہوں"

ماہا نے نظریں جھکا کر بات کی تھی۔

کیوں خود کو برباد کر رہی ہو میرے پیچھے کیا ملا میں نے محبت کی وہ کسی اور کی ہو گئی میری آنکھوں کے سامنے اب مجھ میں حوصلہ نہیں کہ کسی اور کی محبت اپنے اندر پال بیٹھو"

یحییٰ اس کی حالت دیکھ کر بولا تھا کیوں کہ اس کی انکھوں میں چھپا درد وہی تو تھا جب اس نے روح کو کھویا تھا بلکل ایسا ہی تو درد تھا اور وہی اپنا عکس اج اسے ماہا میں نظر آ رہا تھا۔

"میں... میں بس اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ اپ کو لے کر میرا دل خود بخود بے قابو ہو جاتا ہے اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے اور محبت خود بخود ہوتی ہے یہ بات بھی اپ بہت اچھے سے جانتے ہیں خود کی نہیں جاتی۔"

ماہا نے ایک لمحے کے لیے نظریں جھکائے رکھی، پھر آہستہ سے بولی۔۔

"ماہا، تمہیں خود کو برباد کرنے کی ضرورت نہیں۔ درد چھپانے سے کمزور نہیں بنتے، بلکہ مضبوطی دکھاتے ہیں۔ اور جو کچھ تم محسوس کر رہی ہو، میں اسے سمجھ سکتا ہوں... میں جانتا ہوں وہ کیسا ہوتا ہے جب دل ٹوٹ جائے۔ مگر میں کچھ کر نہیں سکتا"

یحییٰ نے اس کی طرف قدم بڑھایا، اس کی آواز میں نرمی تھی مگر عزم بھی۔۔ماہا نے نظریں پھر سے اوپر اٹھائیں، یحییٰ کی آنکھوں میں وہی گہرا درد دیکھا جو اس کے دل میں چھپا ہوا تھا۔ کچھ پل وہ دونوں خاموش رہے، بس ایک دوسرے کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے۔

"اگر اپ چاہتے ہیں میں دربار نہ ہو تو ہاں کر دے ویسے بھی اب اپ کی زندگی میں کوئی نہیں ہے یقین جانیں اپ مجھ سے محبت نہ کریں لیکن میں اپ کو سنبھال لوں گی یقین جانیں میری محبت ہم دونوں کے لیے بہت کافی ہو گی"

ماہا نے امید سے کہا تھا لیکن یحییٰ کو سمجھ نہیں آئی تھی۔ یحییٰ نے ایک لمحے کے لیے ماہا کو دیکھا اس کی آنکھوں میں جو سچائی اور درد ایک ساتھ تھے، وہ دل کو چیر دینے والے تھے۔ وہ خاموش رہا، جیسے الفاظ اس کے گلے میں اٹک گئے ہوں۔ اس نے گہری سانس لی۔

''محبت اتنی آسان نہیں ہوتی، ماہا۔ یہ کسی کمزور دل کی آزمائش نہیں... یہ تو انسان سے خود اس کا وجود مانگ لیتی ہے۔ میں وہ سب کچھ ایک بار کھو چکا ہوں، اب دوبارہ وہی راستہ نہیں چل سکتا۔''

یحییٰ آہستہ سے بولا۔

''لیکن ہر محبت ایک جیسی نہیں ہوتی، یحییٰ۔ جو چلی گئی، بس آپ کے حصے کا سبق دے گئی۔ شاید میں وہ سکون بن سکوں جو آپ ڈھونڈ رہے ہیں۔ میں آپ سے ضد نہیں کر رہی... بس ایک موقع مانگ رہی ہوں۔''

ماہا نے تھوڑا سا آگے بڑھ کر کہا۔ یحییٰ کے چہرے پر ایک لمحے کو نرم تاثر آیا، مگر فوراً ہی وہ نظریں ہٹا گیا۔

"تم نہیں سمجھتیں، ماہا... میں خود کو کسی کے قابل نہیں سمجھتا۔ محبت ایک کمزور لمحہ نہیں، یہ عہد ہے اور میں اب کسی وعدے کو نہیں نبھا سکتا اس کے علاوہ نہ مجھے کبھی کسی کی خواہش تھی نہ ہو گی"

اس کی بات پر ماہا کی آنکھوں سے ایک آنسو بہہ کر اس کے رخسار پر آ گرا۔

"کب تک بھاگیں گے آپ؟ خود سے، اپنے ماضی سے؟ کبھی سوچا ہے، شاید کوئی آپ کو ایسے ہی چاہتا ہے جیسے آپ ہیں ٹوٹے، مگر سچے؟"

وہ روتے ہوئے بولی۔۔

"ماہا، تم اچھی ہو... بہت اچھی۔ اور تم کسی ایسے شخص کی حقدار ہو جو تمہیں پورے دل سے چاہے، نہ کہ وہ جو صرف درد کا سایہ لے کر زندہ ہو۔ میں تمہیں وہ زندگی نہیں دے سکتا جس کی تم مستحق ہو۔"

یحییٰ نے آنکھیں بند کر لیں، جیسے دل اور دماغ کے شور کو خاموش کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کبھی کبھی، یحییٰ، محبت زندگی نہیں مانگتی... بس ایک دل چاہتی ہے جو اسے سمجھ سکے۔"

ماہا کے لب کپکپائے، مگر وہ خاموش رہی۔ صرف اتنا کہا۔ یحییٰ نے اس کی طرف دیکھا—اس کی آنکھوں میں خلوص کی روشنی تھی، مگر خود کے اندر اندھیرا۔

"کاش... کاش میں تمہارے لیے وہ شخص ہوتا، ماہا۔"

یہ کہہ کر وہ آہستہ سے وہاں سے باہر چلا گیا، اور ماہا وہیں کھڑی رہ گئی۔ باہر سورج کی روشنی کھڑکی سے اندر آ رہی تھی، جیسے اس کے آنسوؤں پر چمک بن کر گرتی ہو ایک نئی صبح، مگر پرانے درد کے ساتھ۔

"میں انتظار کروں گی تمہارا یحییٰ اپنے رب سے تمہیں مانگوں گی مجھے یقین ہے وہ مجھے ضرور دے گا"

ماہا نے نم آنکھوں سے کہا اور وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔

روح اپنے کمرے میں موجود تھی آج بہت دنوں کے بعد ہاشم اس کے کمرے میں آیا تھا کمرے کا دروازہ کھلنے پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تھا سامنے ہاشم کھڑا تھا ہاشم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر ہاشم بھی مسکرایا تھا بہت دن ہو گئے تھے اس نے اپنی بہن کے ساتھ ٹاہم اسپینڈ نہیں کیا تھا اس لیے اج اس نے سوچا تھا وہ روح کے ساتھ ٹائم گزارے گا ضروری نہیں کہ موسی کا اس سے نکاح ہو گیا ہے تو وہ اس سے دور رہے وہ اس کی بہن ہے اور اس کا جب دل چاہے گا وہ اس کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرے گا موسی تو کیا کوئی بھی اسے روک نہیں سکتا تھا۔۔

"میری گڑیا رانی کیا کر رہی ہے"

ہاشم اس کے پاس اتے ہوئے بولا تھا۔۔

"کچھ خاص نہیں بس میں سوچ رہی تھی اج کل اپ میرے پاس نہیں اتے اور میں یہ بات سوچ ہی رہی تھی کہ اپ نازل ہو گئے"

روح نے اسے گھورا تھا۔۔

"واہ واہ واہ مطلب اب سارا الزام بھائی پہ لگا دیا نکاح ہونے کے بعد تو تم نے بھائی کو ایسے بھلا دیا کہ بھائی ہے بھی نہیں"

ہاشم نے اس کا سارا الزام اسے دینے پر فورا سے کہا تھا۔۔

"توبہ توبہ ہاشم بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے اور اب جو ہے نا اپنی بہن کے سامنے اپ کو سوچ سمجھ کر الفاظ استعمال کرنی چاہیے کیونکہ میں اس حویلی کی سردارنی ہوں کوئی بھی فیصلہ سنا سکتی ہوں اور اپ کے منہ سے ایسے الفاظ اپ کے لیے میں ہر گز نہیں برداشت کروں گی سمجھ ائی"

وہ لہجے میں شرارت کی ہے بول رہی تھی جبکہ اس کی بات پر ہاشم مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"اوکے سردارنی جیسا اپ کا حکم"
اس نے ایک اچھا تابعدار ہونے کے ناطے اس کی ہاں میں ہاں ملائی تھی۔۔

"اچھا بتاؤ کیا ہو رہا ہے اج کل کالج کیسا جا رہا ہے اور موسی تمہیں کچھ تنگ تو نہیں کر رہا"
ہاشم کی موسی والی بات پر روح نے اسے گھور کر دیکھا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بے تکلف تھے لیکن ہاشم کی ایسی بات پر روح سے کور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا ہو گیا ہے گڑیا اب میں نے ایسا بھی کچھ نہیں پوچھ لیا صرف اور صرف موسی کا رویہ پوچھا ہے اور تم تو ایسے گھور رہی ہو جیسے پتہ نہیں میں نے کیا پوچھ لیا اور تم اچھے سے جانتی ہو میں کیسا بھائی ہوں میں وہ چیپ قسم کی سوچ رکھنے والا نہیں ہوں سو پلیز اور خود تو بڑی بڑی کہتی ہوں میں میڈیکل کی سٹوڈنٹ ہوں میں میں ڈیل کی سٹوڈنٹ ہوں"

ہاشم نے اس کی نکال اتار کر کہا تھا۔

"ہاں تو بے وقوف ادمی تم بھائی ہو میرے"

روح نے اس کے سر پر ہلکا سا تھپڑ مارا تھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے روح تم تو نکاح کے بعد ایسے بدل گئی ہو جیسے تم پہلے والی روح ہو ہی نہیں جو مجھ سے خواہشیں کرتی تھی مجھے تنگ کرتی تھی میرے اگے اگے ڈھیروں باتیں کرتی تھی یار میں نے نکاح کر کے ناپچھتا رہا ہوں تمہارا مجھے تو میری بہن بھول ہی گئی ہے"

ہاشم نے اس کے اگے ڈھیروں شکوے رکھ دیے تھے جب کہ روح اب اسے دیکھ رہی تھی جو ڈرامے پہلے وہ اس کے اگے کرتی تھی اج وہی ڈرامے ہاشم اس کے اگے کر رہا تھا۔

"ہو گیا اپ کا"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا پہلے یہ ہوتا تھا ہاشم حویلی لیٹ اتا تھا اور روح اس سے یوں شکوے کرتی تھی اب مجھے ٹائم نہیں دیتے یہ نہیں کرتے وہ نہیں کرتے اور ہاشم یہی کہتا تھا ہو گیا تمہارا اور اج روح مجھ سے یہ بول رہی تھی۔۔

"چھپکلی میں نے مارنا ہے"

ہاشم جب بھی اس سے خفا ہوتا تھا اسے چھپکلی بلاتا تھا جبکہ اب روح سچ میں پریشان ہو گئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے بھائی اپ مجھ سے کسی بات پر غصہ ہیں"

روح نے فورا سے بولا تھا۔۔

"تمھیں اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے اور تم نہ پہلے والی روح نہیں رہی ہو یہ میں پہلے بتا رہا ہوں تم بدل گئی ہو تم میری بہن بھی نہیں ہو میں نے تم سے بات نہیں کرنی میں جا رہا ہوں تم یہیں رہو"

وہ یہ کہہ کر جانے لگا تھا روح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

"کیا ہوا ہے بھائی اب مجھے بتائیں تو کوئی بات ہوئی ہے یا میں نے کچھ کیا ہے"

روح نے پریشانی سے کہا تھا۔۔

"اب یہ بھی میں بتاؤں تم جانتی ہو جب سے تمہارا نکاح ہوا ہے نا تم نے میری طرف آنا چھوڑ دیا ہے نہ تو تم مجھ سے بات کرتی ہوں نا تو مجھ سے اپنی باتیں شیئر کرتی ہو نہ تم مجھے اپنے جو کز سناتی ہو میری لائف نا بورنگ سی ہو گئی ہے پہلے میں تمہارے اندر بزی رہتا تھا مجھے ٹائم کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا اب مجھے ٹائم گن گن کر گزارنا پڑتا ہے"

ہاشم نے اس کے اگے ناراض ہونے کا ریزن رکھا تھا اس کی اس بات پر روح مسکرائی تھی۔۔

"ہائے میرا پیارا بھائی مجھ سے اس وجہ سے ناراض ہیں کہ میں اسے ٹائم نہیں دیتی ہوں اس کے اگے اپنی بقواض باتیں نہیں کرتی ہم سے تنگ نہیں کرتی ہوں"

روح نے اسے دیکھ مسکرا کر پوچھا۔۔

"جی بلکل"

ہاشم نے ناراض ہو کر کہا تھا۔۔

"اچھا تو اج کا پورا دن میں اپ کے ساتھ گزاروں گی"

روح نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"ایسے کیسے پورا دن اپ کے ساتھ گزاروں گی پہلے تمہیں اس کے لیے مجھے بنانا پڑے گا"

ہاشم نے اسے گھور کر دیکھا تھا اس کی اس بات پر روح پریشان ہو گئی تھی اب اسے کیسے منائے گی۔

"میں کیسے مناؤں آپ تو جانتے ہیں نہ مجھے منانا نہیں اتا"
اس نے بہت معصومیت سے کہا تھا لیکن اج ہاشم اس کی معصومیت میں نہیں انے والا تھا ہر بار ہاشم بیچارہ اسے مناتا تھا اسے تو موقع ہی نہیں ملتا تھا اس سے ناراض ہونے کے لیے اب جب اسے موقع ملا تھا تو اس نے پورا فائدہ اٹھانا تھا۔۔

"مجھے نہیں پتا جیسے منانا ہے مناؤ اور تم جانتی ہو تم اپنے بھائی کی ناراضگی افارڈ نہیں کر سکتی"
ہاشم نے کہا تھا جس پر روح نے منہ بنا لیا تھا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی بھائی یہ غلط ہے"

روح نے اس کی طرف معصومیت سے دیکھا تھا۔

"بالکل بھی نہیں یہ بالکل بھی غلط نہیں ہے اگر تم بنا سکتی ہو تو بولو ورنہ تمہاری مرضی میں ناراض ہی ٹھیک ہوں"

وہ پھر سے اٹھنے لگا تھا لیکن روح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

"بھائی دو منٹ ٹک کے بیٹھ جائیں"

روح نے کہا تو ہاشم اسے گھورنے لگا روح کے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا سردار موسیٰ اندر آیا تھا سردار موسیٰ کو دیکھ کر ہاشم ویسے ہی بیٹھا رہا تھا جب کہ اس کے ایسا کرے پر سردار موسی اسے دیکھ رہا تھا روح کا ہاتھ جو کہ ہاشم کی کلائی میں تھا وہ اس نے بغور دیکھا تھا۔ ہاشم اور روح نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے تھے۔۔

"بس بھائی، آج پورا دن میرے ساتھ گزاریں گے آپ چاہے آپ ناراض ہوں یا نہ ہوں!"

روح نے ہاشم کی کلائی تھامے رکھی اور ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"روح، تم جانتی ہو میں آسانی سے نہیں مانوں گا اب کی بار"

ہاشم نے نظریں جھکا کر مسکرا دیا، مگر آواز میں سختی تھی۔ جبکہ سردار موسی ان دونوں کو گھور رہا تھا جو کہ اس کی موجودگی کو کسی کھاتے میں نہیں لے رہے تھے روح کا ہاشم کا یوں ہاتھ پکڑنا اسے پسند نہیں ایا تھا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں"

سردار موسیٰ کی اواز میں سختی تھی جبکہ وہ دونوں اسے دیکھ رہے تھے

اب۔۔

"ہم کیا ہوا"

روح نے بلکل نارمل انداز میں کہا۔۔

"کیا ہوا میں کب سے یہاں موجود ہوں تم دونوں کو اس بات سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا اور ایسے باتوں میں لگے ہو جیسے تم دونوں کے علاوہ یہاں کوئی ہے ہی نہیں"

سردار موسیٰ نے غصے سے کہا تھا روح کا اب ہاشم سے یوں بے تکلف ہونا اسے پسند نہیں ارہا تھا نہ ہی اس کا ہاتھ ہاشم کے ہاتھ پر۔۔

"کیا ہو گیا اپ اتنا غصہ کیوں ہو رہے ہیں ارام سے بھی تو یہ بات بولی جا سکتی ہے نا"

روح نے کہا تھا۔۔

"اور ویسے بھی یہ ٹائم میرا اور میرے بھائی کا ہے تو اپ جائیں ویسے بھی ہاشم بھائی مجھ سے ناراض ہے کیونکہ نکاح کے بعد میں انہیں صحیح سے ٹائم ہی نہیں دے پاتی نہ میں ان سے بات کرتی ہوں نہ میں انہیں تنگ کرتی ہوں نہ میں ان کے اگے کوئی فرمائش کرتی ہوں تو اب میں اج کا پورا دن اپنے بھائی کے ساتھ گزاروں گی تو اپ یہاں سے جا سکتے ہیں"

روح نے اسے باہر جانے کا اشارہ کیا تھا جبکہ اس کی اس حرکت پر سردار موسی کے ساتھ ساتھ ہاشم بھی اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا جو کہ اس قبیلے کے سردار سردار موسی کو باہر جانے کا کہہ رہا تھا۔۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا تمھارے ایگزامز ارہے ہیں ان کی تیاری کرو پہلے ہی فرسٹ ایئر میں تمہارے کوئی خاص اچھے مارکس نہیں ہیں"

روح کو دیکھ کر سردار موسیٰ نے سختی سے کہا۔۔

"ویسے موسی جہاں تک مجھے یاد ہے تمہارے مارکس تو روح سے بھی کم تھے"

ہاشم کی بات پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا اگر اج اس کی پول روح کے سامنے کھل جاتی تو وہ اسے ہمیشہ تنگ کرتی۔۔

"کیا مطلب بھائی ان کے تو 539 مارکس تھے نہ"

روح نے اچانک ہی کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم نے سردار موسی کی طرف دیکھا تھا۔۔

"بالکل بھی نہیں تمہیں کس نے کہا اور ویسے بھی موسی کے مارکس تو تمہارے مارکس سے دو مارکس کم تھے 488 تھے اس کے وہ بھی کمپیوٹر تھا اس کا تمہارا تو پھر بائیو ہے"

ہاشم نے جب بات کی تو سردار موسی نے اپنی چپل اتار کر اسے ماری تھی۔۔

"شرم نہیں اتی تمہیں اپنے سردار کا ایسے مذاق اڑاتے ہوئے"
سردار موسیٰ اب اس کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا اور ہاشم اگے اگے تھا ہاشم روح کے بیڈ پر چڑھنے لگا۔۔

"خبردار بھائی جو اپ اپنے جوتوں کے ساتھ میں نے بیڈ پر چڑھیں"
روح نے فوراً سے کہا تھا جبکہ ہاشم اسے دیکھ رہا تھا یہاں اس کے بھائی کی جان پھنسی ہوئی تھی اور وہ اسے بیڈ پر چڑھنے سے منع کر رہی تھی۔۔

"اچھا میری بات سنو میں تم سے ناراض ہوں نا اگر تم مجھے یہاں پہ چڑھنے دو میں مان جاؤں گا"
اس نے چھلانگ مارتے ہوئے کہا تھا جب کہ روح کے جواب کا بھی انتظار نہیں کیا تھا اب سردار موسی اوپر چڑھنے لگا تھا۔۔

"خبردار سردار موسی جواپ میرے بیڈ پر چڑھے"
روح فوراسے اس کے اگے اگئ تھی۔۔

"اور تمہاراوہ بھائی جو چڑھ کے کھڑا ہے اس کا کیا"
سردار موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھا۔۔

"ان کااور میرا اپس کا معاملہ ہے لیکن اپ اوپر نہیں چڑھیں گے اور اپ ہاشم بھائی کو کچھ بھی نہیں بولیں گے ایک تواپ نے اپنے مارکس چھپائے سب سے اور اب اپ یوں مہان بن رہے ہیں اس میں کون سی بڑی بات ہے اتنے اچھے مارکس توائے ہیں اور میرے مارکس کیسے خراب ہیں"
روح نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"اگر تمہیں ایم بی بی ایس کرنا ہے نا تو اس کے لیے بہت زیادہ مارکس چاہیے"

سردار موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے کہا وہ لڑکیوں کی پڑھائی کے حق میں تھا اور وہ چاہتا تھا جیسے نور ایم بی بی ایس کر رہے ہیں ویسے ہی روح بھی ایم بی بی ایس کرے۔۔

"اللہ اللہ توبہ کریں موسی مجھ سے یہ پڑھائی پڑھائی نہیں ہو گی اگر اپ یہ سوچ کے بیٹھے ہیں نا میرے اچھے مارکس ائیں اور میں ایم بی بی ایس کروں تو میں نے پڑھائی ہی نہیں کرنی سیکنڈ ایئر میں فیل تو ہو سکتی ہوں لیکن ایم بی پی ایس کرنے کے لیے اچھے مارکس نہیں لے سکتی"

اس نے منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"میڈم ایم بی پی ایس تو تمہیں کرنا پڑے گا"

سردار موسیٰ نے اس کے کان کے پاس جھک کر کہا تھا وہ دونوں اپس میں لگے ہوئے تھے اتنے میں ہاشم وہاں سے جا چکا تھا۔۔

"سردار موسی تم لگے رہو میں چلاؤ اور روح اجانا کہیں چلیں گے باہر"
ہاشم نے دروازے پر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تمھیں کہیں جانے کی پڑی ہے تمہیں یاد ہے نا اگ جل ہے عدنان کا فیصلہ ہونا ہے اسی لیے میں تمہیں ڈھونڈ رہا تھا نکمیں انسان"
سردار موسیٰ کی اواز اس کے پیچھے پیچھے آئی تھی۔۔

"اوہاں میرے تو دماغ سے ہی نکل گیا"
ہاشم نے واپس آتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ہاشم سے اتنا فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے وہ تمہارا بھائی ہے تو اسی لمٹ میں رہو"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر بات کی اور وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

"تم سے تو مین جرگے کے بعد ملاقات کر"

سردار موسیٰ نے ہاشم کے پاس آ کر کندھے پر مارتے ہوئے کہا۔۔

"مجھ معصوم نے کیا کیا ہے"

سردار موسیٰ کو دیکھ کر اس نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی اس معصومیت پر سردار موسی نے اس کی پیٹھ پر تھپڑ رسید اتھا۔۔

"زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ جو تم حویلی والوں کے سامنے معصوم بنے ہوتے ہو نا اچھے سے جانتا ہوں تم کتنے معصوم ہو اور ایک بات میری یاد رکھنا ابھی تمہارا نانور کے ساتھ نکاح نہیں ہوا وہ تو تمہاری منگ ہے اسی لیے میں کچھ نہیں کہتا اگر تمہیں لگتا ہے نا مجھے کچھ نہیں پتہ تو مجھے سب پتہ ہوتا ہے وہ تو میں تجھے جانتا ہوں تو کیسا ہے"
سردار موسیٰ کی بات پر ہاشم حیران ہوا تھا اور پھر مسکرا دیا تھا۔۔

"بہت جلد بیوی بنانے والا ہوں"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھ مسکرا کر کہا۔

"اچھی بات ہے وہ تمہاری امانت ہے لیکن خیر مجھے اپنی بہن کے بارے میں یوں بات کرنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تو خاموش"

اس نے اسے خاموش کروادیا تھا وہ لوگ نیچے آئے ان کا رخ حویلی کے مردان کھانے کی طرف تھا کیونکہ جرگہ وہی ہونا تھا۔ ابھی جرگے میں وقت تھا اس نے سید سائیں سے کوئی بات کرنی تھی اسی لیے وہ مردان کھانے کی طرف جارہا تھا بس وہ یہ چاہتا تھا جو بھی ہو انصاف کے لیے ہو اور سب اس کے فیصلے کو پسند کریں لوگوں کے حق میں بہتر ہو جو بھی ہو اور اس لڑکی کو انصاف ملے جس کے ساتھ یہ سب ہوا فیصلہ تو اس نے کرنا تھا لیکن سید سائیں کی مداخلت اسے کمزور کر سکتی تھی لیکن وہ بھی سوچ چکا تھا وہ سید سائیں کی ایک بھی نہیں سنے گا اگر انہوں نے عدنان کو بچانے کی کوشش کی۔۔۔



حویلی کے زنان خانے میں ساری عورتیں پریشانی سے بیٹھی تھی مردان کھانے کی طرف جو دروازہ تھا روح تو وہیں پر کھڑی تھی وہ بھی دیکھنا چاہتی تھی اس کا سردار موسی کیا فیصلہ کرتا ہے نادیہ بیگم کا تو رو رو کر برا حال تھا اور وہ برا بھلا بھی کہہ رہی تھی گلناز خاموشی سے کھڑی تھی۔۔

"تم کیسی سردارنی ہو روح تم اپنے سردار کو روک نہیں سکتی"
نادیہ بیگم نے کہا تھا۔۔

"کیا اپ کے بیٹے نے کوئی اچھا کام کیا ہے جو میں سردار موسی کو روکوں پھوپھو اور میں کس حق سے انھیں روکوں جب کہ ان کا فیصلہ بالکل درست ہے میں یہ کہہ کر ان کے فیصلے کی توہین نہیں کر سکتی کہ ان کا فیصلہ غلط ہے جبکہ وہ بالکل حق پر ہے اپ کو اپنے بیٹے کی صحیح تربیت کرنی چاہیے تھی اسے بتانا چاہیے تھا کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اسے اتنی چھوٹ نہیں دینی چاہیے تھی کہ اج اسی کے باعث اپ کی انکھوں میں اتنے انسو ہیں اور اپ یوں منتیں کر رہی ہیں"

روح کی اواز زنان خانے میں گونجی تھی جبکہ باقی سب لوگ خاموش کھڑے تھے۔

"اپنی حد میں رہ کر بولو تمہیں پتہ ہوئی ہے تم کیا بول رہی ہو تم میری ماں سائیں کی تربیت پر انگلی اٹھا رہی ہو"

گلناز نے غصے سے کہا تھا۔۔

"اور تم تھوڑا اپنا لہجہ صحیح کر لو تمہیں پتہ ہونا چاہیے تم کس سے بات کر رہی ہو تو مس حویلی کے سردار کی بیوی سردارنی روح سے بات کر رہی ہوں اور تمہارے لہجے پر میں تمہارے لیے کوئی بھی فیصلہ سنا سکتی ہوں یہاں مجھے کوئی روک نہیں سکتا کیونکہ ہر کوئی جانتا ہے عدنان غلط ہے تم موسی کو دیکھ لو ہاشم بھائی کو دیکھ لو یحییٰ کو دیکھ لو تم عدنان بھائی کو بھی دیکھ لو ہماری حویلی کے بیٹے ہیں نا ان میں سے کسی نے تو ایسا کچھ بھی نہیں کیا کیونکہ انہیں بتایا گیا ہے عورت کی عزت کی جاتی ہے اسے نوچا نہیں جاتا یہاں موجود ہر ایک ماں نے پوری کوشش کی ہے اپنے بیٹے کو ایک اچھا انسان بنانے کی ان کی غلطیوں پر انہیں ٹوکا ہے مارا ہے یوں کھلی چھوٹ نہیں دی ہے"

روح غصے سے بولی رہی تھی۔۔

"اور اگر تمہارے بھائی کو اتنا ہی شوق تھا اس سب کا تو نکاح کر لیتا اسلام میں تو چار چار شادیوں کی اجازت ہے اور ماشاءاللہ سے وہ چار بیویوں کا خرچہ بھی اٹھا سکتا تھا اگر اس کا ایک کے ساتھ من نہیں لگ رہا تھا تو وہ چار شادیاں کر لیتا لیکن حلال طریقے سے کرتا نا یوں حرام کی طرف کیوں گیا"
روح نے غصے سے کہا تھا جبکہ اس کی آواز پورے ہال مین گونج رہی تھی اور باقی سب خاموش تھے۔ روح کی باتیں سن کر زنان خانے میں موجود سب لوگ چونک گئے۔ نادیہ بیگم کے چہرے پر غصہ اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات تھے، جبکہ گلناز خاموشی سے روح کو غور سے دیکھ رہی تھی۔

"روح! تمہیں کس حق سے ایسا بولنے کی جرات ہوئی؟" نادیہ بیگم نے سخت لہجے میں کہا، لیکن ان کی آواز میں تھوڑی لرزش بھی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ روح کے الفاظ میں طاقت اور سچائی ہے۔

"حق صرف طاقتوروں کے پاس نہیں ہوتا پھوپھو! انصاف سب کے لیے ہونا چاہیے۔ اگر آپ کا بیٹا غلط ہے، تو اسے سزا ملنی چاہیے، اور اگر وہ صحیح ہے تو اسے عزت دی جائے۔ میں یہاں کسی کا مقابلہ نہیں کر رہی، بس حق کی بات کر رہی ہوں!"

روح نے پر اعتماد انداز میں جواب دیا۔ اس پر وہاں موجود سب نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر رہی تھیں، لیکن نادیہ بیگم اب بھی اپنی غصے پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"روح، تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری باتوں سے یہاں کس کی عزت کو چوٹ پہنچ سکتی ہے؟"

نادیہ بیگم نے لہجے میں سختی رکھی، لیکن آواز میں لرزش واضح تھی۔

"پھوپھو، میں نے کچھ نہیں کیا میں نے اپ کی عزت کو چوٹ نہیں پہنچائی اپ کی عزت تو اپ کا بیٹا کب کا نیلام کر چکا ہے۔ میں صرف حق کی بات کر رہی ہوں۔ عزت سب کے لیے برابر ہونی چاہیے، چاہے وہ کسی کی بیٹی ہو بیوی ہو ماں ہو یا بہن کو"

روح نے بلا جھجک جواب دیا۔

"تمہارے پاس کیا ثبوت ہے عدنان نے یہ سب کیا ہے ابھی اس پر کچھ ثابت نہیں ہوا ہے تو تم خاموش رہو روح ایسے تو ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں یحییٰ نے بھی کیا ہو گا"

اگر نادیہ بیگم کو اب کچھ نہ ملا تھا تو اس نے یحییٰ کو بیچ میں دھکیل لیا تھا۔۔

"نادیہ اب تم زیادتی کر رہی ہو کیونکہ یہاں ہر ایک شخص جانتا ہے میرا بیٹا بے قصور ہے اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا اس پر الزام لگایا گیا تھا تم اپنے بیٹے کا معاملہ اپنے تک ہی رکھو اسے میرے بیٹے کے ساتھ کمپیئر کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میرے بیٹے نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا"

کنزہ بیگم غصے سے بولی اٹھی تھی جب کہ وہاں موجود کسی کو بھی ان کی بات اچھی نہیں لگی تھی۔۔

"کسی کے گناہ کو یوں چھپایا نہیں جا سکتا پھوپھو فیصلہ تو اج ہو گا اگر اپ کا بیٹا صحیح ہے تو اسے بری کر دیا جائے گا اس نے گناہ کیا ہو گا تو اس کی سزا اسے ضرور ملے گی"

روح نے انکو دیکھ کر کہا تھا آج اسے دیکھ کر سچ میں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اس حویلی کی سردانی ہے سردار موسی کی بیوی ہے۔۔

"میں ایک بات بتا رہی ہوں جب یحیی پر یہ الزام لگا تھا نا تو اسے قبیلے سے نکال دیا گیا تھا میں کبھی بھی اپنے بیٹے کی جان نہیں جانے دوں گی"
نادیہ بیگم فوراً بولی۔۔

"یحییٰ اپ بے قصور تھا اور یہ بات سید سائیں بہت اچھے سے جانتے تھے اسی لیے انہوں نے یہ فیصلہ کیا تھا کچھ دیر کے لیے کیونکہ وہ جانتے تھے اس کا سچ سامنے اجائے گا لیکن وہ یحییٰ تھا جو واپس نہیں ایا تھا کیونکہ انہوں نے اس پر اعتماد نہیں کیا تھا"
اب کی بار آیت بیگم نے غصے سے کہا تھا وہاں موجود ہر خاتون ان سب بچوں کو برابر سمجھتی تھی اپنا بچہ سمجھتی تھی کیونکہ وہ سب ہی ان کی گود میں پلے بڑے تھے وہ اپنے ہر ایک بچے سے بہت اچھے سے واقف تھی کنزہ بیگم انہیں دیکھ کر مسکرائی تھی۔۔

"اور اب اگر اپ نے دوبارہ یحیی کو بیچ میں لایا تو اچھا نہیں ہو گا"

عافیہ بیگم نے کہا تھا ان کی بات پر نادیہ خاموش ہو گئی تھی اور اب بس خاموشی سے وہ فیصلہ انے کا انتظار کر سکتی تھی کیونکہ اس سے زیادہ وہ اور کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی یہ بات تو وہ بھی اچھے سے جانتی تھی کہ ان کا بیٹا یہ سارے کام کرتا ہے لیکن نہ جانے کیوں ان کی عقل کہاں گئی تھی کبھی انھوں نے اس پر بات ہی نہیں کی تھی اسے کچھ کہا ہی نہیں تھا بلکہ اس نے جیسا کیا اسے کرنے دیا تھا یہ تو بس ان کے دل کے وہم تھے کہ عدنان کچھ کر کے اپنی جان بچا لے گا جیسے مرتبہ کر لیتا تھا لیکن شاید وہ بھول رہی تھی اج ان کے سامنے سردار موسی تھا جو کہ کچھ بھی ہو جائے انصاف کر کے رہتا ہے۔

مردان خانے میں دھوپ ایک طرف سے چھن کر اندر آ رہی تھی، لیکن اندر کا ماحول ٹھنڈا نہیں تھا وہاں بیٹھے ہر مرد کے اندر غصہ، غیرت، بے چینی اور فیصلہ سنانے کا دباؤ بھرا ہوا تھا۔ بیچ میں بڑا سا قالین بچھا تھا اس کے دونوں طرف لوگوں کی کرسیاں لگی ہوئی تھی اور لوگ ان پر بیٹھے ہوئے تھے اور سامنے سربراہی کرسی پر سردار موسیٰ خاموش مگر تیز نظروں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس کے دائیں طرف سید سائیں بیٹھے ہوئے تھے اور بائیں طرف ساجد نقوی کیونکہ وہ حویلی کے بڑے بیٹے تھے باقی سب حویلی کے مرد بھی وہی موجود تھے۔ سردار موسی کے چہرے پر وہی سرداری والی سختی وہ سختی جو فیصلہ نہیں سناتی بلکہ پہلے سب کچھ تولتی ہے۔ ہاشم ایک طرف بیٹھا ہوا تھا ماتھے پر باریک لکیریں تھی، ہونٹ بھینچے ہوئے۔ اس کی آنکھوں میں غصے سے زیادہ بے بسی تھی کہ ان کے خاندان میں سے بھی

کوئن شخص ایسا کر سکتا تھا اسے اس بات کا افسوس تھا اور عدنان۔ وہ درمیان میں کھڑا تھا۔ ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے چہرہ پھیکا اور سانسیں بے ترتیب تھی۔

"آغاز کیا جائے جرگے کا"

سید سائیں نے نرم مگر بھاری آواز میں کہا۔۔

"تم سب کچھ خود سچ سچ بولوں گے یا پھر ہم خود ہی یہ کام بھی کر لیں"

سردار موسیٰ نے ہاشم کو اشارہ کیا تو وہ عدنان کے پاس آکر بولا تھا جو کہ سرخ آنکھوں سے ہاشم کو دیکھ رہا تھا۔

"میں بول چکا ہوں میں نے کچھ نہیں کیا میں نے اس لڑکی کا ریپ نہیں کیا ہے"

عدنان نے غصے سے اور سخت اواز میں کہا تھا۔۔

"آواز اپنی نیچی رکھوا بھی تم مجرم ہو تم اس جرم سے بری نہیں ہوئے"
سردار موسیٰ کی غصیلی آواز مردان خانے میں گونجی تھی۔۔

"عدنان بہتر یہی ہو گا کہ تم خود سچ بولو کیونکہ اس لڑکی کا ریپ کیا گیا ہے
اس کی میڈیکل رپورٹس اچکی ہیں"
ہاشم نے ایک قدم آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا،

اور دانت بھینچ کر بولا اس نے وہ فائل جو اس لڑکے کی میڈیکل رپورٹ کی تھی وہ سردار موسی کی ٹیبل کے اگے رکھی تھی ویسے تو سردار موسی کو سب پیدا تھا لیکن پھر بھی جرگہ پورے اصولوں کے مطابق ہونا تھا ہر ثبوت وہاں موجود ہونا چاہیے تھا تاکہ کسی کو بھی کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہ ہو کہ عدنان کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔ سردار موسی نے وہ فائل لٹا کر رپورٹ دیکھی تھی اور اس کے بعد وہ فائل سید سائیں کے اگے کر دی جسے دیکھ کر ان کا سر مزید جھک گیا تھا۔۔

"اور جب تم اس لڑکی کا ریپ کر رہے تھے اس کی چیخنے کی اواز کمرے سے باہر آئی تھی اور جن لوگوں نے یہ آوازیں سنی ہے وہ لوگ بھی یہاں موجود ہیں"

ہاشم نے اس کو دیکھ کر ایک اور ثبوت پیش کیا تھا۔۔ مردان خانے کا سناٹا مزید گہرا ہو گیا۔ ہر آنکھ عدنان پر ٹک گئی تھی جیسے اس کی جلد، سانسیں، جھوٹ سب کچھ چیر کر دیکھ لینا چاہتی ہو۔ عدنان کے گلے میں جیسے کانٹا اٹک گیا ہو۔

"ک... کون لوگ؟ کن کی بات کر رہے ہو؟"

وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور گڑبڑاتی ہوئی آواز میں بولا۔ ہاشم نے سیدھے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ دروازہ کھلا اور دو گاؤں کے مرد اندر آئے۔ چہرے سخت، نظریں جھکی ہوئی، مگر سچائی سے بھرپور۔

"بولو جو سچ ہے"

ہاشم نے ان دونوں آدمیوں کو دیکھ کر کہا۔۔

"سردار... ہم دونوں نے اس کمرے کے پاس شور سنا تھا۔
لڑکی چیخ رہی تھی۔ خود کو بچانے کی کوشش میں تھی"
پہلا شخص آگے بڑھا۔ ہال میں بے چینی کی لہریں دوڑ گئیں۔

"جھوٹ! یہ دونوں جھوٹ بول رہے ہیں انہوں نے"
عدنان نے فوراً دونوں کی طرف اشارہ کیا۔

"خاموش!"
سردار موسیٰ کی دھاڑ نے اسے وہیں روک دیا۔ عدنان کی آواز گلے میں ہی دب گئی۔ سردار موسی کی آنکھ میں ایک ایسی چمک آئی جو فیصلہ سنانے والے سردار میں ہی ہوتی ہے وہ چمک... جو جرم کے سامنے کسی کو معاف نہیں کرتی۔

"آگے بتاؤ۔"

ہاشم نے گاؤں کے مردوں سے کہا۔

"سردار ہم فوراً سے قیوم کے پاس آئے اس کے پاس آپ کا نمبر ہو سکتا تھا ہمیں معلوم تھا اور ہم نے آپ کو کال کرنے کا کہا اسے"

دوسرے شخص نے آہستہ سے کہا سردار موسی نے ہاں میں سر ہلایا قیوم بھی وہاں موجود تھا وہ عدنان کے قبیلے میں ملازم تھا لیکن ایماندار ایک طرح سے سردار موسی نے ہی اسے وہاں بھیجا تھا۔۔

"سردار موسیٰ کیا آپ اپنے نمبر پر وہ کال دیکھا سکتے ہیں"

ہاشم نے کہا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلا کر اپنا موبائل نکال کر آگے کر دیا تھا۔۔

"قیوم تم بھی اپنا موبائل دو"

ہاشم نے قیوم سے اس کا موبائل لیا تھا اور ہاشم نے وہ سید سائیں کو دیکھائے تھے ہاں قیوم کے موبائل میں یہ سردار موسیٰ کا ہی نمبر تھا جس پر کال گئی تھی ہاشم نے باقی کچھ لوگوں کو بھی وہ موبایل دیکھائے تھے۔ہال میں بیٹھے سب کے چہرے یک دم سخت ہو گئے۔ سردار موسیٰ کی انگلیاں مٹھی میں بند ہو گئیں۔اس کا ضبط اب بس ایک دھاگے سے لٹکا ہوا تھا۔عدنان پیچھے ہٹتا گیا۔ جیسے اس کے قدموں تلے زمین کھسک رہی ہو۔

"یہ...یہ سازش ہے!

میں نے کچھ نہیں کیا!"

عدنان فوراً سے بولا تھا۔۔

"عدنان میڈیکل رپورٹ گواہ اور ملنے والی نشانیاں سب تمہارے خلاف جا رہی ہیں۔"

سید سائیں نے گہرا سانس لیا اور بھاری لہجے میں بولے۔

💗💗

زنان خانے میں سب لوگوں کی آواز بخوبی سنائی دے رہی تھی زنان خانے کے دروازے سے ایک خادمہ ایک لڑکی کو لے کر آ رہی تھی اس کے ساتھ ایک بزرگ خاتون بھی تھی وہاں موجود سب لوگ حیران ہو رہے تھے۔۔

"ریشم یہ کون ہے"

سردارنی روح نے فوراً سے کہا تھا۔۔

"سردارنی یہ وہ لڑکی ہے جن کا ریپ ہوا ہے سردار موسی نے انھیں یہاں بھیجا ہے پہلے یہ ہسپتال میں تھی اور یہ ان کے ساتھ ان کی والدہ ہیں"

روح نے جیسے یہ سنا تھا وہ فورا اسے اس لڑکی کے پاس ائی تھی اور اس نے اس معصوم سی لڑکی کو دیکھا جس کی عمر صرف 17 سال تھی۔ جس کا وجود کانپ رہا تھا کچھ پل کے لیے تو روح نے بھی اپنی سانسیں روک لی تھی۔

اسے سہارا دے کر ان لوگوں نے صوفے پر بیٹھایا تھا وہاں موجود ہے ہر لڑکی ہر خواتین اس معصوم سے لڑکی کو لے کر خود محسوس کر رہی تھی۔۔

"فکر مت کرو تمھیں انصاف ملے گا"

سردارنی روح نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا اس کی انکھوں میں خالی پن تھا جیسے کہہ رہی ہو میں اس انصاف کا کیا کروں گی جب میرے پاس میری عزت ہی نہ رہی ہو۔۔ روح اس کی آنکھوں میں موجود خالی پن دیکھ کر ایک لمحے کو خاموش ہو گئی۔ وہ خاموشی جس میں غصہ بھی تھا، درد بھی... اور ایک فیصلہ بھی۔ روح اس کے پاس بیٹھ گئی، اتنی قریب جیسے اسے سہارا دینے کے لیے اپنے وجود کا آدھا وزن بھی دے دے۔

"سردارنی... میری بچی کچھ بول نہیں رہی... ڈاکٹر کہتے ہیں صدمے میں ہے۔۔۔"

لڑکی کی ماں نے لرزتی آواز میں کہا۔ روح نے اس کے ہاتھوں پر اپنی ہتھیلی رکھی گرم، مضبوط، یقین دینے والی۔

"تم فکر مت کرو اور سردار موسیٰ کو اپنا بھائی سمجھو اور وہ تمھیں ضرور انصاف دلائے گا مجھے اس بات کا یقین ہے"

روح نے کہا تھا بحفصہ نے پلکیں جھپکیں۔ایک آنسو نکلا... جیسے اس نے بہت کوشش کے بعد خود کو اجازت دی ہو۔

روح کے اندر ایک مضبوط ارتعاش ابھرا۔اسے یوں لگا جیسے حفصہ کے اس ایک آنسو نے پوری حویلی کے ستون ہلا دیے ہوں۔زنان خانے میں موجود خواتین نے اپنے دوپٹے درست کیے، کوئی استغفار پڑھ رہی تھی، کوئی آہ بھرتی۔

فضا میں ایک سکوت تھا... مگر وہ سکوت طوفان سے پہلے والی خاموشی جیسا تھا۔روح نے ریشم کی طرف دیکھا۔

"ریشم، اسے ایک الگ کمرے میں لے جاؤ۔کوئی اسے تنگ نہیں کرے گا۔اسے کھانا بھی دو، مگر زبردستی نہیں...جو خود چاہے۔"

سردار روح نے ریشم کو دیکھ کر حکم دیا۔۔

"سردارنی لیکن سردار موسی نے کہا ہے ریشم کو مردان خانے میں بلایا جائے گا"

ریشم کی بات پر سردارنی روح حیران ہوئی تھی کیونکہ اس کی حالت ایسی حرگز نہیں تھی کہ وہ جاسکے حفصہ کے چہرے پر خوف آگیا۔

"اب یہ میرا حکم ہے تم حفصہ کو لے کر اندر جاؤ"

روح اس کے چہرے کا خوف دیکھ کر بولی تھی جس پر ریشم پریشان ہو گئی تھی وہ اپنے سردار کی بات مانے یا اس کی سردارنی کی۔۔

"تمھیں سنائی نہیں دے رہا ریشم"

روح کی اواز میں اب کی بار سختی تھی۔۔

"جی سردارنی۔"

اس نے ڈر کر کہا تھا حفصہ اٹھنے لگی تو اس کے پاؤں ڈگمگا گئے۔ روح نے فوراً اسے سنبھال لیا۔

"آہستہ... میں ہوں نا۔"

روح نے اسے بازو سے تھام کر سہارا دیا۔ جیسے ایک سردارنی نہیں... ایک بڑی بہن سہارا دے رہی ہو۔ ایک عورت... دوسری عورت کے زخم تھام رہی ہو۔

"سردارنی... وہ بہت ڈری ہوئی ہے۔ رات کو بھی چیخیں مار مار کر اٹھتی رہی ہے ہسپتال میں۔"

حفصہ کی ماں نے روکتے ہوئے کہا روح کی نظریں سخت ہو گئیں، مگر لہجہ پھر بھی نرم تھا۔

"پھر آج رات وہ اس حویلی کی پناہ میں سوئے گی۔ یہاں اسے آواز بھی نہیں آئے گی۔ اور اگر آئے... تو میں خود اس کے پاس ہوں گی۔"
اس نے حفصہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"تمہاری عزت گئی نہیں ہے، حفصہ وہ تو اس کی گئی جس نے جرم کیا تم نے نہیں۔ اور اب... اس کی سزا لازمی ملے گی۔"
حفصہ کی آنکھوں میں پہلی بار خوف کے بجائے امید کی ایک ہلکی سی جھلک اُبھری۔ روح نے اسے چلنے میں مدد کی۔

"سردارنی واقعی سردارنی ہے... دل والی۔"

یہ منظر ایسا تھا کہ دور کھڑی کندیل نے زیرِ لب کہا، نور نے بھی اس کی بات سنی تھی اور ہاں میں سر ہلایا تھا روح نے کچھ نہیں سنا۔ وہ حفصہ کو سہارا دیتے ہوئے کمرے تک لے جا رہی تھی۔۔

💗💗

"عدنان میڈیکل رپورٹ گواہ اور ملنے والی نشانیاں سب تمہارے خلاف جا رہی ہیں۔"

سید سائیں نے گہرا سانس لیا اور بھاری لہجے میں بولے۔ سردار موسیٰ نے میز پر ہاتھ رکھا، انگلیوں کے نیچے لکڑی کی کرخت آواز گونجی۔

"اور ایک ثبوت باقی ہے"

ہال میں ہر آدمی میں حرکت ہوئی۔ عدنان کا رنگ اور زرد پڑ گیا۔ سردار موسیٰ نے خادم کو اشارہ کیا۔ خادم ایک چھوٹا سا تھیلا لے کر آیا اور اس کے اندر سے ایک گھڑی نکالی سردار موسیٰ نے وہ گھڑی عدنان کے سامنے اچھال کر رکھا۔

"یہ لڑکی کی چادر میں سے ملا ہے اور یہ ساتھ ایک بٹن بھی ہے"
سردار موسیٰ نے ہاشم کی طرف دیکھا۔ ہاشم نے خاموشی سے عدنان کا کرتا پکڑا اور سامنے سے بٹن کھینچا۔ وہ ٹوٹا ہوا بٹن بالکل وہی تھا۔ پورا مردان خانہ بھونچال میں ڈوب گیا۔ عدنان کے گھٹنے کانپ گئے۔ سانس رُکنے لگی۔

"عدنان..."

سردار موسیٰ نے کرسی سے آہستہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ آواز میں ایک سردار کا فیصلہ، ایک بھائی کا دھڑکتا غصہ، ایک مرد کی غیرت شامل تھی۔

"اب بھی کہو گے کہ تم نے کچھ نہیں کیا...؟"

عدنان کے ہونٹ کپکپائے۔ آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ ہاشم کو دیکھنے لگا ساجد نقوی کو دیکھنے لگا پھر سید سائیں کو لیکن کسی کی آنکھ میں اس کے لیے رحم نہیں تھا۔

"میں نے کچھ نہیں"

ابھی وہ مزید جھوٹ بولتا کہ سردار موسیٰ گرجا۔۔

"اب اگر مزید تم نے جھوٹ بولا تو اچھا نہیں ہو گا کیونکہ وہ لڑکی اس وقت حویلی میں ہے اس معصوم بچی کی ایسی حالت نہیں کہ وہ یہاں آسکے وہ تمھارے سر کی وجہ سے بول نہیں پا رہی ہے اس لیے میں اسے یہاں نہیں پیش کر سکتا میرا ارادہ تھا لیکن سردارنی کا میسج دیکھ کر میں نے وہ ارادہ بدل دیا"

سردار موسیٰ کی گرج پر وہ خوف کھا رہا تھا سب خوف محسوس کر رہے تھے زنان خانے میں موجود عورتیں بھی لرز اٹھی تھی۔عدنان کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔زبان لڑکھڑائی۔

"س... سردار..."

اس کی سانس بھاری ہو گئی۔

"مجھے معاف کر دیں"

ہال میں جیسے دھماکا ہوا سب کی نظریں سیدھی سردار موسیٰ کی طرف اٹھ گئیں۔ سب لوگ سردار موسیٰ کو دیکھ رہے تھے اب وہ کیا فیصلہ کرے گا کیونکہ عدنان نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا تھا۔۔ پورا مردان خانہ ایک پل کو خاموش ہو گیا۔ خاموش مگر ایسی جیسے ہر اینٹ، ہر ستون، ہر سانس عدنان کے اعتراف پر دھاڑ مار کر رو دی ہو۔ عدنان کے الفاظ مجھے معاف کر دیں ہر دیوار سے ٹکرا کر واپس آ رہے تھے۔ ہاشم نے بے یقینی اور شدید غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔ سید سائیں نے آنکھیں بند کر کے لمبی سانس لی یہ ان کے اپنے گھر کا لڑکا تھا، مگر جرم نے خون کی ہر نسبت جلا دی تھی۔

"عدنان...اب معافی کا سوال ہی نہیں۔ یہ ظلم ہے یہ گناہ ہے، یہ وہ جرم ہے جس کے بعد انسان کی پشت بھی کپکپا اٹھتی ہے۔"

سید سائیں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا عدنان کے گھٹنے جواب دے گئے وہ زمین پر گر گیا۔ ہاتھ جوڑ دیے۔

"سردار موسیٰ... میں... میں شیطان کے بہکاوے میں تھا، مجھ سے غلطی ہو گئی..."

وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا سردار موسیٰ آہستہ آہستہ آگے بڑھا۔ ہر قدم پر ہال میں بیٹھے مردوں کی سانسیں رک رہی تھیں۔ وہ عدنان کے سامنے جا رکا۔ آنکھوں میں آگ تھی مگر چہرے پر ضبط کا پتھر۔

"غلطی؟ غلطی وہ ہوتی ہے جو انسان خود پر کرے۔ یہ جو تم نے کیا ہے... یہ گناہ ہے، جرم ہے، اور اس کی سزا لازمی ہے۔"

سردار موسیٰ بہت زیادہ غصے میں تھا عدنان نے لرزتے ہوئے قدموں سے دوبارہ سیدھا ہونے کی کوشش کی مگر ٹانگیں ساتھ نہیں دے رہیں تھیں۔ سردار موسیٰ ایک دم جھکے اور عدنان کے گریبان سے پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

"تم نے ایک 17 سالہ معصوم لڑکی کو توڑا ہے۔اس کی چیخیں آج بھی اس کے گلے میں اٹکی ہیں۔اس کا جسم کانپ رہا ہے اور تم کہہ رہے ہو... معاف کر دو؟"

سردار موسیٰ نے اسے دھکا دے کر زمین پر گرا دیا۔عدنان کی آنسوؤں میں خوف تھا، ندامت نہیں۔پورا ہال ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔

"اسے باندھ کر باہر لے جاؤ۔آج فیصلہ سردار نہیں کرے گا جرگہ کرے گا اس کا فیصلہ وہی بچی کرے گی جس کے ساتھ اس نے یہ سب کیا ہے"

سردار موسیٰ نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔دو آدمی آگے بڑھے اور عدنان کو پکڑنے لگے۔

"سردار! پلیز! میں نے غلط کیا ہے مگر میں خاندان والا ہوں... آپ رحم"

عدنان روتا رہا، ہاتھ اٹھاتا رہا۔

"خاندان؟"

سردار موسیٰ نے تیز قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"وہ تمہارے قبیلے کی بیٹی تھی وہ تو میں اپنا سربراہ سمجھتی تھی اور تم نے اس کے ساتھ کیا کیا اس وقت تمہیں یہ خاندان یاد نہیں آیا تھا؟"

عدنان ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔

"رحم اس پر ہوتا ہے جو غلطی کرے... جرم کرنے والے کا صرف فیصلہ ہوتا ہے۔"

ہاشم کی آواز گونجی غصے کی سرد اور کاٹتی ہوئی آواز۔

"جو وہ بچی کہے گی وہی ہو گا کیونکہ ظلم کو چھوڑنے والا بھی ظالم ہوتا ہے۔"

سید سائیں نے سر اٹھایا۔

"اج سب دیکھ رہے ہیں اس شخص کو اس کے انجام سے عبرت حاصل کرنا اور اج کے بعد اگر کسی نے میرے قبیلے کے کسی بھی بیٹی کی طرف انکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو اس کا انجام اچھا نہیں ہو گا سب کے لیے یہ شخص عبرت کا نشان بنے گا"

سردار موسیٰ نے سب کی طرف دیکھا۔ جس پر سب لوگ ہی خوفزدہ ہو کر ہاں میں سر ہلا گئے تھے۔

"اس کو دوبارہ سے قید کر دیا جائے اس بچی کے ٹھیک ہونے کے بعد پھر سے جرگہ بٹھایا جائے گا جس میں اس شخص کا فیصلہ وہ خود کرے گی"

سردار موسیٰ کی بات پر عمل کرتے ہوئے اسے وہاں سے لے جایا جا رہا تھا وہ چیخ رہا تھا چلا رہا تھا لیکن کوئی بھی اس کی نہیں سن رہا تھا سردار موسی اپنا فیصلہ سنا کر وہاں سے چلا گیا تھا اہستہ اہستہ سب ہی لوگ مردان خانے سے جا رہے تھے۔ سید سائیں خاموش کھڑے تھے انہیں تو ہر گز بھی اندازہ نہیں تھا ان کے ہی خاندان میں کوئی ایسا شخص نکلے گا وہ بہت زیادہ شرمندہ تھے انھوں نے یحییٰ کی طرف دیکھا تھا جو کہ خاموش کھڑا تھا یحییٰ ان کے پاس ایا تھا اور انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"ہمیں فخر ہے تم پر"

سید سائیں ہلکا سا مسکرا کر بولے اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا جس پر یحییٰ بھی مسکرایا تھا۔۔



سردار موسی مردان خانے سے نکل کر زنان خانے میں ایا تھا۔ خواتین کی نظریں اس پر مرکوز تھی اس کے چہرے پر غصہ تھا۔ سبھی لوگ اس وقت اس کے غصے سے خوفزدہ تھے۔۔

"وہ بچی کہاں ہے"
سردار موسیٰ نے وہاں موجود سب کو خاموش دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"موسی وہ جھوٹ بول رہی ہے میر اعدنان اس کے ساتھ ایسے کیسا کر سکتا ہے"
نادیہ بیگم روتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی سردار موسیٰ افسوس سے انھیں دیکھ رہا تھا۔۔

"پھوپھو یہ بات اپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی جانتا ہوں وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس نے ایسا کیا ہے یہ بات جن کے میں ثابت ہو چکی ہے اور اپ نے بھی سناؤں گا اس نے اپنے گناہ کا اعتراف خود کیا ہے اور اس کے بعد بھی اب یہ سب کہہ رہی ہیں اس معصوم سی لڑکی کو جھوٹا بنا رہی ہیں"

سردار موسیٰ ان کو جواب نہیں دینا چاہتا تھا لیکن نا جانے پھر کیا سوچ کر اس نے جواب دے دیا تھا۔ لیکن پھر وہ ایک سردار تھا ایک ماں کے دل کو بھی سمجھتا تھا وہ ان کے پاس ایا تھا۔۔ سردار موسیٰ نے نادیہ بیگم کی طرف گہری نظروں سے دیکھا، ان کی آواز میں سختی بھی تھی اور افسوس بھی۔

"پھوپھو یہ وہ وقت ہے جب انصاف سب سے اوپر آتا ہے۔ میں آپ کے درد کو سمجھتا ہوں، میں آپ کی محبت کو بھی جانتا ہوں، لیکن جرم کا رنگ چھپانا ممکن نہیں۔ عدنان نے اپنا گناہ قبول کیا ہے، اور جو اس معصوم لڑکی کے ساتھ ہوا ہے، اسے جھوٹا کہنا ممکن نہیں۔ اب فیصلہ صرف اور صرف مظلوم کے ہاتھ میں ہے۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا تھا نادیہ بیگم روتے روتے گھٹنوں پر بیٹھ گئیں، ان کی دعاؤں میں صرف یہی صدا تھی کہ شاید کوئی معجزہ ہو جائے، مگر سردار موسیٰ کی نظریں بے رحمی کے ساتھ حقیقت پر جم گئیں تھیں۔

"میں جانتا ہوں...اپ کے دل کو یہ برداشت کرنا مشکل ہے، مگر جو ظلم ہوا، اس کا حساب لینا لازمی ہے۔ عدنان اپ کا بیٹا ہے اس کے لیے معافی کی دعا اپ کر سکتی ہیں لیکن فیصلہ صرف وہ کرے گی جس کے ساتھ یہ ہوا ہے۔"

سردار موسیٰ کی یہ بات نادیہ بیگم کے دل پر بھاری تھی مگر وہ جانتی تھیں کہ حقائق سے انکار ممکن نہیں۔ سردار موسی کھڑا ہوا تھا اور وہ ایت بیگم کے پاس ایا۔۔

"ماں سائیں وہ بچی کہاں ہے اور روح بھی دکھائی نہیں دے رہی"
سردار موسیٰ نے ان کا تھام کر اپنے لبوں سے لگایا تھا۔۔

"روح سے کمرے میں لے کر گئی ہے اور وہ اس کے ساتھ ہے"
آیت بیگم نے نرمی آہستہ سے جواب دیا۔

"کون سے کمرے میں"
سردار موسیٰ نے پوچھا تھا۔۔

"روح کے ساتھ والا کمرہ جو کھالی ہے اس میں"

آیت بیگم نے اسے بتایا تو وہ فوراً سے اوپر کی جانب چلا گیا تھا باقی سب لوگ اس پیچھے دیکھ رہے تھے ہر کوئی جانتا تھا وہ انصاف کرنے والا سردار ہے اور وہ اس لڑکی کے ساتھ انصاف کروا کر رہے گا۔۔



سردار موسیٰ کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا تھا حفصہ لیٹی ہوئی تھی اور اس پر بلینکٹ دیا ہوا تھا روح اس کے پاس ہی موجود تھی اس کی ماں بھی ایک طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ سردار موسیٰ کمرے میں داخل ہوا تو فضا میں سکون بھی تھا اور تناؤ بھی۔ حفصہ کا ننھا سا جسم ابھی تک کانپ رہا تھا، اس کی آنکھیں خوف اور الجھن سے بھری تھیں، مگر اس کی ماں کی موجودگی اور روح کی قربت نے کچھ حد تک اسے تسلی دی تھی۔

سردار موسیٰ نے آہستہ قدم بڑھائے، جیسے قدموں کی چاپ بھی حفصہ کے دل کو مزید نہ خوفزدہ کرے۔ روح نے اس کی طرف دیکھا تھا سردار موسیٰ نے روح کی طرف دیکھ کر سر ہلایا، جیسے اس کے ساتھ خاموش موافقت کر رہا ہو، اور پھر حفصہ کی ماں کے سامنے رک گیا۔

"اپ فکر مت کریں یہ بچے میری بہن ہے مجھے بہت عزیز ہے میرے قبیلے کی ہر بیٹی کی عزت مجھے بہت عزیز ہے اور آپ کی بیٹی کے ساتگ انصاف ہو گا"

سردار موسیٰ نے حفصہ کی ماں کو دیکھ کر کہا روح نے حفصہ کے سر کے قریب آکر اسے سہارا دیا، اور اسے بیٹھنے میں مدد دی تھی۔۔

"حفصہ، اپ کو کچھ بھی نہیں ہو گا۔ میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو یقین دلاؤں، اپ محفوظ ہو اور جو آپ کے ساتھ ہوا، اس کا حساب لیا جائے گا۔ اپ کو صرف اپنی بات کہنے کی ضرورت ہے، آپ کے الفاظ سے فیصلہ ہو گا۔"

سردار موسیٰ نے حفصہ کی طرف آہستہ سے دیکھا، آنکھوں میں رحم تھی اور بہت محبت سے بولا تھا حفصہ کی آنکھیں ابھی بھی خوفزدہ تھیں، مگر روح نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اعتماد دلانے کی کوشش کی۔

"ہم سب آپ کی بات سنیں گیں... میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

اس لمحے کمرے میں ایک خاموشی چھا گئی، جیسے ہر سانس اس معصوم بچی کے خوف اور امید کے درمیان معلق ہو۔ سردار موسیٰ آگے بڑھ کر حفصہ کے قریب کھڑا ہوا، اس کا چہرہ نرم ہوا مگر آنکھوں کی چمک فیصلہ کن رہی اس نے آہستہ سے حفصہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا لیکن یہ ہاتھ رکھنا روح نے بخوبی دیکھا تھا۔۔

"آپ جو بھی کہو گی، وہی ہو گا۔اپ کی مرضی سب سے اوپر ہے۔ کسی سے خوفزدہ مت ہونا، یہ حویلی آپ کے لیے محفوظ ہے۔"
سردار موسیٰ نے اس کے سر سے اب ہاتھ ہٹا لیا تھا

"اب تمہیں کہنا ہے جو ہوا، اور ہم سب سنیں گے۔ تمہیں کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور اس شخص کو اس بھی تم خود دو گی"

روح نے حفصہ کے کندھے پر ہلکا ہاتھ رکھا اور بولی۔ جس پر اس نے بس ہاں میں سر ہلایا تھا کچھ بولی نہیں تھی۔۔

"ریشم تم حفصہ اور ان کی ماما کے لیے کھانا لے کر آؤ"
سردارنی روح نے حکم دیا تھا جس پر وہ ہاں میں سر ہلاتی چلی گئی۔۔

"اپ انھیں کھانا کھلا کر میڈیسن دے دیجیئے گا ریشم آپ کے ساتھ ہی ہو گی کوئی بھی مسئلہ ہو اسے بول دیجیے گا وہ آکر مجھے بتا دے گی"
روح نے حفصہ کی ماں کی طرف دیکھ آہستہ سے مسکرا کر کہا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا روح کھڑی ہوئی تھی اسنے قدم لیے تھے اور سردار موسی نے اس کے پیچھے پیچھے قدم لیے جس پر وہ مسکرائی تھی اور وہ دونوں کمرے سب باہر آ گئے تھے۔۔

وہ کمرے سے باہر آئے تو روح اسے غصے سے دیکھ رہی تھی جبکہ روح کا یوں غصے سے دیکھنا سردار موسیٰ کو سمجھ نہیں آیا تھا روح کا کمرہ برابر میں ہی تھا اس لیے اس نے سردار موسیٰ کا ہاتھ پکڑا جس پر سردار موسیٰ حیران ہوا تھا اج اس نے پہلی بار خود سے اس کا ہاتھ پکڑا تھا غصے میں ہی صحیح لیکن وہ وہ کر گئی تھی جس کا اندازہ اسے خود بھی نہیں تھا روح اسے کے کر اپنے کمرے میں آئی تھی اس نے کمرے میں آکر کمرے کا دروازہ بند کیا تھا اور غصے سے اس کی طرف دیکھنے لگی جبکہ سردار موسیٰ اس کے غصے کی وجہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

سردار موسیٰ ایک لمحے کو رکا، پھر آہستہ سا بھنویں چڑھائی اب بھی پوری طرح نہیں سمجھ پایا کہ یہ اچانک غصہ کیوں بھڑکا ہے۔ وہ ایک قدم آگے بڑھا

"روح... کیا ہوا؟"

اس کی بھاری، گہری آواز کمرے میں گونجی یہ سوال سیدھا تھا، مگر لہجے میں سختی نہیں۔ بلکہ حیرانی اور تھوڑی سی پریشانی تھی۔

سمجھتے کیا ہو تم خود کو؟"

روح نے ہونٹ بھینچ کر گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ سردار موسیٰ کی پیشانی مزید شکن آلود ہو گئی۔

"میں نے کیا کیا؟ صاف بات کرو، روح۔ تم مجھے یہاں گھسیٹ کر لائی ہو، اب بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟"

وہ اسے دیکھ کر حیرانی سے بات کر رہا تھا۔۔ روح چند پل اسے دیکھتی رہی اس کی آنکھوں میں کوئی ایسی بات تھی جسے وہ کہنا چاہتی تھی مگر زباں ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس لیے اس نے بات بدل کر کہا۔

"اووتواب تمھیں یہ بھی نہیں پتہ کہ ہوا کیا ہے واہ مطلب گریٹ سردار موسیٰ"

روح نے غصے سے مہا۔۔

"رو مجھے نہیں پتہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو اور مجھے نہیں لگتا کہ میں نے کچھ ایسا کیا ہے جس کی وجہ سے تم اتنا غصہ ہو"

سردار موسیٰ حیران تھا۔۔

"صحیح"

وہ اتنا کہہ کر خاموش کھڑی ہو گئی تھی سردار موسیٰ اس کے پاس ایا تھا۔

"اچھا مجھے نہیں پتہ لیکن تم تو بتا سکتی ہو نا کیا ہوا ہے مجھے بتاؤ"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر بہت آرام سے پوچھا تھا۔۔

"مجھے نہیں پتہ"

اس نے یہ بات کہہ کر منہ پھیر لیا تھا سردار موسی اس کے سامنے ایا تھا۔۔

"روح جب تک بتاؤ گی نہیں مجھے بات کیسے پتہ چلے گی اور جب تک مجھے بات نہیں پتہ چلے گی میں اس کا سولیوشن کہاں سے لاؤں گا"

سردار موسیٰ نے پریشانی سے کہا تھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اچانک اس کی سردارنی کو ہوا کیا ہے ایک روح بھی کنفیوز تھی اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کچھ بولے یا نہ اگر اس نے بولا پھر سردار موسی نے کچھ غلط مطلب لے لیا تو اس لیے وہ بول بھی نہیں پا رہی تھی۔۔

"بولو روح"

اس نے بہت محبت سے اب کی بار اسے کشمکش میں دیکھ کر کہا۔

"آپ نے حفصہ کے سر پر ہاتھ کیوں رکھا؟"
اس کی آواز آخر کار نکلی، دبی ہوئی مگر تیز یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گئی کیونکہ اسے اس بات کی ٹینشن تھی سردار موسی کا رد عمل کیا ہو گا لیکن سردار موسیٰ لمحہ بھر کو بالکل جامد رہ گیا۔ وہ یقین نہیں کر پایا کہ روح اس بات پر اتنا بھڑک سکتی ہے۔ لیکن اس کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ آگئی تھی مطلب اس کی سردارنی جیلس ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ اس کے قریب آیا۔

"اس لیے تم مجھے یہاں لے آئی ہو؟ صرف اس لیے؟"
سردار موسیٰ نے اس کے بلکل قریب آکر سوال کیا۔۔

"ہاں۔"

روح نے نظریں چرا لیں۔ سردار موسیٰ نے گہری سانس لی۔

"روح وہ مجھے بہنوں کی طرح عزیز ہے اور میں نے بس ایک بھائیوں نے کہا مان دیا تھا اسے اس لیے اس کے سر پر ہاتھ رکھا"
سردار موسیٰ نے آہستہ سے بات کہی تھی، مگر روح کی آنکھوں میں چبھتا ہوا غصہ کم نہیں ہوا۔ وہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی جیسے اس کی ہر بات کو تول رہی ہو، پرکھ رہی ہو، اور شاید...مان بھی نہیں رہی ہو۔

"اچھا؟ تو بس یہی وجہ تھی؟ کیا ہر بہن کے سر پر ہاتھ رکھا جاتا ہے؟ کیا وہ تمھاری اپنی بہن ہے؟ یہ خاص رعایت صرف حفصہ کے لیے ہی کیوں؟"

اس کے لہجے میں عجیب سا درد، ڈھکی چھپی جھنجھلاہٹ اور بے قابو جذباتی پن تھا یا پھر وہ یہ کہنا نہیں چاہ رہی تھی وہ جیلس ہو رہی ہے سردار موسیٰ نے اس کی بات سن کر بھنویں چڑھائی پر اسے غصہ نہیں آیا بلکہ ایک ہلکی سی، دبکی ہوئی مسکراہٹ اس کے چہرے پر پھیل گئی۔

"تم واقعی مجھ سے اس بات پر یوں غصہ ہو رہی ہو اس بات پر تم جیلس ہو رہی ہو؟"

سردار موسیٰ نے اس کے دل کی بات ہی اس کے آگے رکھ دی تھی جس وجہ سے روح کا دل زور سے دھڑکا۔

"میں... میں کیوں جلوں گی؟ مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، سمجھ آئے؟ کوئی۔ فرق۔ نہیں۔ پڑتا۔"

وہ فوراً پیچھے ہوئی تھی اور اسے دیکھ کر بولی۔

"روح... فرق تمھیں بہت پڑتا ہے۔ ورنہ تم مجھے یوں یہاں گھسیٹ کر نہ لاتیں۔"

سردار موسیٰ اس کی طرف بڑھا، اس کے اتنے قریب کہ روح کو اپنا دل دھڑکتا سنائی دے رہا تھا۔ روح نے سانس روکی، نظریں جھکا لیں۔

"آپ... غلط سمجھ رہے ہیں۔"

وہ اب تم سب آپ پر آ چکی تھی۔۔ سردار موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کیا تھا وہ اسے مجبور نہیں کر رہا تھا، بس دیکھنا چاہ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں کیا چھپا ہے۔

"میں غلط نہیں سمجھ رہا، روح۔ تم ناراض ہو... کیونکہ تمہیں میرا کسی اور کو چھونا اچھا نہیں لگا۔ چھونا کیا اس کے سر پر ہاتھ رکھنا بھی تمہیں اچھا نہیں لگا بس اتنی سی بات ہے۔"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بات کی۔ روح جھٹکے سے پیچھے ہوئی۔

"میں ایسی ویسی باتوں پر ناراض نہیں ہوتی! اور نہ ہی مجھے فرق ــــ"

سردار موسیٰ نے بات کاٹ دی۔

"ــــ مجھے فرق نہیں پڑتا یہی کہنا چاہتی ہو نا مجھ سے یہ جھوٹ مت بولو کہ تمہیں فرق نہیں ہوئی۔ کیونکہ اج تمہاری انکھیں تمہارے لفظوں کا ساتھ نہیں دے رہی ہے سردارنی روح موسی نقوی۔"

سردار موسیٰ نے اس کو اپنے میں گم دیکھ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھ لیا تھا روح ہڑبڑا گئی تھی اس کے گال سرخ ہو گئے۔

"چھوڑیں مجھے یہ اپ کیا کر رہی ہیں یہ سب آپ مجھے کنفیوز کرنے کے لیے کر رہے ہیں نہ"
وہ سختی سے بولی۔۔ سردار موسیٰ ایک قدم اور بڑھا، اب دونوں کے درمیان چند سانسوں کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

"تو پھر تم خود ہی بتا دو کیا بات ہے؟"
سردار موسیٰ نے اس کی کمر پر اپنی گرفت نرمی ہی رکھی تھی روح نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا خاموش، حیران، تھوڑی گھبرائی ہوئی۔ اس کا دل بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی پسلیاں توڑ کر باہر اجائے گا۔۔

"مجھے... تمھاری یہ ناراضگی اچھی لگی ہے، روح۔ بہت اچھی۔ کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ تم مجھے اپنا سمجھنے لگی ہو۔"

سردار موسیٰ کی آواز بھاری ہو گئی، جیسے ہر لفظ اس کے دل سے نکل کر آ رہا ہو۔ روح پلکیں جھپکانا بھول گئی۔ دل بے ترتیب ہوا۔ سانس الجھ گئی۔

"میں... میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

وہ بمشکل بولی۔

"کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی محسوس ہو جاتا ہے اور مجھے لگتا ہے نکاح میں طاقت ہی اتنی ہوتی ہے کہ محبت خود ہو جاتی ہے"

سردار موسیٰ نے ہلکا سا جھکا کر اس کے کان کے قریب کہا۔

"میں ناراض ہوں کیونکہ آپ نے اسے چھوا بس اس سے زیادہ اور کوئی بھی بات نہیں ہے اور نہ ہی اپ کو اپنے دل میں کوئی غلط فہمی لانے کی ضرورت ہے"

روح کے جسم میں جیسے ایک جھٹکا سا لگا اس نے فوراً سردار موسی کو پیچھے کیا تھا اس کی گرفت ڈھیلی تھی جس وجہ سے وہ پیچھے بھی ہو گیا تھا سردار موسیٰ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"گھبرا رہی ہو لیکن جو بھی ہے مجھے یہ بہت پسند ایا اور اب اگر میری سردارنی کو یہ بات پسند نہیں ہے تو میں کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گا کسی کے سر پر یوں ہاتھ بھی نہیں رکھوں گا"

سردار موسیٰ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تھا روح نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن ایک شرط ہے۔"

سردار موسیٰ کی نظریں پوری طرح اس پر تھیں۔

"ک... کیا شرط؟"

روح نے بے اختیار پوچھا۔

"تم بھی مان لو کہ تم جیلس ہو کیونکہ تم نہیں چاہتیں کہ میں کسی اور کو چھوؤں تمھارے علاوہ"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔ روح کی سانس رک گئی۔ اس کا چہرہ لال، دل دھڑکتے دھڑکتے کانوں تک آ گیا۔

"میں... میں نہیں ـــــ"

وہ کچھ کہتی لیکن لفظوں نے ساتھ نہیں دیا۔۔

"آہستہ آہستہ خود ہی مان لو گی۔"
سردار موسیٰ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔

"میں آپ سے بات نہیں کر رہی۔"
روح نے پھولتی سانسوں کے ساتھ صرف ایک جملہ کہا۔

"دل مان رہا ہے، روح زبان بعد میں مانے گی۔"
سردار موسیٰ نے آہستہ سے جواب دیا کمرے میں چند لمحوں کی خاموشی چھا گئی اور روح کی ناراضگی اب واضح جلن میں بدل رہی تھی۔ مگر یہ وہ ناراضگی تھی جس میں محبت کا بیج پھوٹنا شروع ہو گیا تھا۔

"جاؤ اب یہاں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو"

جب روح کو لگا وہ اسے فیس نہیں کر سکتی اس کے پاس اس کے باتوں کا کوئی جواب نہیں ہے تو اس نے اسے گھور کر کہا۔۔ سردار موسیٰ نے روح کی بات سن کر چند لمحے اسے دیکھا...اس کی گھبراہٹ، اس کی لالی، اس کی آنکھوں میں چھپی ہوئی اُن کہی باتیں سب کچھ اس کے سامنے کھل کر آچکا تھا۔

"جاؤ! میں نے کہا نا، یہاں کھڑے کیا دیکھ رہے ہو؟"

روح نے ایک بار پھر کہا، اس بار اور زیادہ غصے سے سردار موسیٰ کے لبوں پر ایک آہستہ، خطرناک حد تک پر سکون مسکراہٹ ابھری۔ وہ بالکل نہیں ہلا...بلکہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر دوبارہ روح کے قریب آگیا۔ روح کی سانس تھم گئی۔

"میں جاؤں؟"

اس نے دھیمے مگر بھاری لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، جاؤ!"

روح نے نظریں کہیں اور گھماتے ہوئے کہا، جیسے اس کی آنکھوں کو اس سے ملنے میں ہی جان جاتی ہو۔ وہ اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا اب مجبوراً روح کو پیچھے کی طرف قدم اٹھانے پڑے تھے اور پیچھے ہوتے ہوتے وہ دیوار کے ساتھ جا لگی تھی سردار موسیٰ نے ایک ہاتھ دیوار پر رکھا اور دوسرا روح کے بالکل پاس۔ اسے کمرے کے کونے میں جکڑتے ہوئے بغیر چھوئے... لیکن ایسا احساس دیتے ہوئے جیسے وہ پورا ماحول اُس کے گرد سمیٹ رہا ہو۔

"اور اگر میں نہ جاؤں"

اس نے نظریں گہری کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کیوں... کیوں اتنے قریب آرہے ہیں؟"
روح کی پلکیں کانپ گئیں۔اس نے آہستہ سے کہا۔۔

"کیونکہ میری سردارنی مجھے کمرے سے نکالنے کی کوشش کررہی ہے اور میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ مجھے کمرے سے نکال سکتی ہے یا نہیں۔"
سردار موسیٰ نے اس کے مزید قریب ہوتے کہا روح نے بے اختیار اس کے سینے پر ہاتھ رکھے تاکہ اسے پیچھے کرے مگر جیسے ہی چھوا اپنا ہی ہاتھ فوراً پیچھے کرلیا، جیسے سینہ نہیں، آگ چھولی ہو۔ سردار موسیٰ کی سانس اس کے چہرے کو چھورہی تھی۔

"روح تم مجھے جانے سے نہیں روک رہی تم خود کو مجھ سے دور رکھ رہی ہو۔اور دونوں میں بہت فرق ہے۔"

وہ بہت آہستہ بولا۔ روح نے نظریں اوپر اٹھائیں لمحہ بھر کے لیے۔ پھر فوراً جھکا لیں۔

"میں نے کہا نا... میں آپ سے بات ——"

اس نے پھر کچھ کہنا چاہا۔

"نہیں کر رہیں، ہاں، سُن لیا۔"

سردار موسیٰ نے نرمی سے بات پوری کی۔

"لیکن تمہارے چہرے پر جو لکھا ہے، وہ تمہارے لفظوں سے زیادہ سچ ہے۔"

سردار موسیٰ نے ایک بار پھر کہا روح نے غصے سے آنکھیں بڑی کیں۔

"کچھ نہیں لکھا! کچھ بھی نہیں!"

وہ غصے سے بولی سردار موسیٰ نے ہلکی سی ہنسی ہنسی،

وہی ہنسی جو روح کو اب آگ لگا رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے..."

وہ سیدھا کھڑا ہوا، جیسے جانے لگا ہو۔ بروح نے سکون کا سانس لیا مگر صرف ایک پل کے لیے۔ سردار موسیٰ پلٹ کر اس کے پاس آیا اس نے اپنا سر جھکا لیا اور اپنے ہونٹ بہت آہستہ سے اس کی گردن پر رکھے تھے جبکہ روح تو سمجھ ہی نہیں پائی تھی یہ ہوا کیا ہے اس کا دل زور سے دھڑکا تھا اور پھر وہ اس کے کان کے پاس جھک کر دھیمی آواز میں بولا۔

"ٹھیک ہے ابھی کارہا ہوں لیکن یاد رکھنا جو میں نے باتیں کہیں ہیں وہ سب سچ ہیں اور اگلی بار جب غصہ ہو تو یوں مجھے کمرے میں گھسیٹ کر نہیں لانہ دل جذبات پکڑ لیتا ہے جیسے ابھی میں کچھ کرنے والا تھا لیکن رک گیا پر بار میں خود کو نہیں روک سکتا"

سردار موسیٰ نے اس کے کان میں یہ بات کہی روح نے جھٹ سے نظر دوسری طرف کرلی۔ دل نے جیسے سردار موسیٰ کی بتوں پر رفتار ہی پکڑ لی تھی اور اب انھوں نے جیسے کراچی سے سرگودہ پہنچ کر رکنا ہو۔

"جارہے ہیں آپ یا نہیں؟"

وہ اپنے دل کو قابو کرتی چہرے پر غصہ لاتے ہوئے بولی اسے دیکھ سردار موسی پیچھے ہو گیا تھا وہ مسکراتے ہوئے دروازے تک گیا دروازہ کھولا پھر لمحہ بھر ٹھہرا،

اور بغیر مڑے کہا۔

"اپنی اس جلن کو چھپانے کی کوشش مت کرو مجھے اچھا لگ رہا ہے۔"

دروازہ آہستہ سے بند ہوا اور روح پل بھر میں بستر پر بیٹھی، ان بچھرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر رہ گئی۔ باس کا دل بے قابو تھا۔ اس کی سانسیں شکست کھا چکی تھیں۔ اور اس کا دل صرف ایک نام پر اٹکا ہوا تھا سردار موسیٰ۔

"پورے بے شرم ہیں کوئی ایک حسین لڑکی سے ایسی باتیں کرتا ہے"

وہ فوراً سے بولی تھی لیکن پھر دل کی آواز پر مسکرا دی جو کہہ رہا تھا پاگل انسان تم نکاح میں وہ اس کی تم سے نہیں کرے گا تو کا سے کرے گا سچ میں نکاح میں بہت طاقت تھی جس نے روح جیسی کرنی تک کو بدل دیا تھا۔۔

💗💗

صبح کا اغاز ہوا تھا پورا سید حویلی روشنی سے جگمگا رہا تھا سورج کی کرنیں وائٹ اویلی پر پڑھ کر بہت ہی خوبصورت سماں پیش کر رہی تھی پانی کی بوندیں پیڑوں کے درختوں سے ٹپک رہی تھی کوئٹہ کا موسم تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کچھ دنوں میں برف باری بھی ہونی ہے اج کل ٹھنڈ بہت زیادہ بڑھ گئی تھی اور اسی ٹھنڈ کی وجہ سے سب لوگ فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اپنے اپنے بستروں میں دوبارہ سے گھس گئے تھے جنوری فروری کا مہینہ چل رہا تھا جس وجہ سے سکول کالج یونیورسٹی سب بنتے ہیں کوئٹہ میں ان دنوں سکول کالجز بند ہی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ لوگ بھی حویلی ہی تھے لیکن ایک لڑکی جائے نماز پر بیٹھی رو رہی تھی وہ کوشش کر چکی تھی جس نے بہت بار یحییٰ کو اپنی محبت کا یقین دلانا چاہا تھا لیکن وہ یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا وہ تو روح سے محبت کرنے کے بعد کسی اور سے محبت ہی نہیں کر سکتا تھا اور شاید اس کے جذبے اس کی محبت بالکل سچی تھی جس وجہ سے وہ روح کو نہیں بھلا پایا تھا۔ جائے نماز پر بیٹھی ماہا کے ہاتھ ابھی تک اٹھے

ہوئے تھے، مگر دعا ختم ہو چکی تھی صرف آنسو جاری تھے۔ کمرے میں مدھم سی روشنی آ رہی تھی، جیسے سورج اسے چھو کر کہنا چاہتا ہو کہ اٹھو مضبوط بنو مگر وہ آج کمزور تھی۔ بہت کمزور۔ اس کے سامنے کھڑکی سے باہر پہاڑوں پر پڑی ہلکی سی دھند تھی۔ ہوا میں ٹھنڈک تھی، لیکن اس کے دل میں جو سردی تھی وہ کوئٹہ کی کسی بھی ٹھنڈ سے زیادہ کاٹ دینے والی تھی۔ ماہا نے آہستہ سے ہاتھ نیچے رکھے۔ پلکوں پر آنسو بھاری ہو کر جھول رہے تھے۔ کچھ لمحوں کے لیے وہ آنکھیں بند کیے بیٹھی رہی، پھر جیسے دل نے ہمت ہاری ہو وہ جائے نماز پر ہی سجدے میں گر گئی۔ اس کے ہونٹوں سے بے آواز الفاظ نکلے۔

"یااللہ... میں کیا کروں... میں کس طرح اپنے دل کو سمجھاؤں...؟ میں نے یحییٰ سے محبت خود تو نہیں کی مجھے خود باخود ہو گئی اس سب محبت میں نے آج تک کسی شخص کو انکھ بھر کر نہیں دیکھا لیکن وہ میرے دل میں اتر گیا مجھے خود نہیں معلوم ہوا یہ بھی تو اپ نے ہی کیا ہے نا اور اب وہ مجھ سے چھینا کیوں جا رہا ہے؟ میں نے کون سا گناہ کیا...؟"

آنسو اس کے سجدے کی جگہ گیلا کرنے لگے۔ اس کی آواز ٹوٹ رہی تھی جیسے ہر الفاظ کے ساتھ اس کا دل بھی ٹوٹ رہا ہو۔

"میں جانتی ہوں... وہ روح کو نہیں بھولا۔ نہ بھولے گا۔ اسے شاید بھولنا بھی نہیں چاہیے وہ محبت پاک تھی، سچی تھی اور شاید مجھ سے زیادہ مضبوط تھی۔ لیکن اب تو اس کا نکاح ہو چکا ہے نا نہ"

وہ خاموش ہوئی، سانس روکا، پھر بہت آہستہ بولی۔

"لیکن یااللہ کہیں تو میرے لیے بھی کہیں جگہ بنادے نا؟ کسی ایک دل کے کونے میں کسی ایک نصیب میں کسی ایک دعا میں...؟"
اس نے سر زمین پر رکھ کر آنکھیں زور سے بند کر لیں۔

"میں اس شخص کے دل میں جگہ مانگتے مانگتے
اب خود کو کھو رہی ہوں اسے اپنی محبت کا یقین دلاتے دلاتے میں خود کو کھو رہی ہوں یااللہ، اگر یحییٰ میرا نہیں تو میرے دل سے اس کی محبت نکال دے مجھے اس آزمائش سے نکال دے مجھے مضبوط کر دے میں تھک گئی ہوں، رب بہت تھک گئی ہوں میں نہ جانے کب سے کوشش کر رہی ہوں میں اس سے بہت بار بتا چکی ہوں لیکن وہ ہر مرتبہ یہی کہہ دیتا ہے وہ دوسری محبت نہیں کر سکتا لیکن میں اس سے کم محبت کرنے کا کہہ رہی ہوں میں بس اسے خود کو اپنانے کا کہہ رہی ہوں"

ماہا کے آنسو رکے نہیں۔ وہ سجدے سے اوپر ہوئی، ہاتھوں کی پشت سے آنکھیں صاف کیں، مگر رونا بند نہیں ہوا۔

"میں نے کبھی کسی کا مقام نہیں چھینا، نہ کسی کی جگہ نہ کبھی کسی سے مقابلہ کیا۔ میں نے بس... دل دیا تھا۔ اور شاید یہی میری غلطی تھی۔ میں نے سوچا ہی نہیں تھا کہ محبت کسی کو برباد بھی کر سکتی ہے۔"

جائے نماز پر بیٹھے بیٹھے اس نے اپنی چادر اپنے گرد لپیٹ لی جیسے دنیا کی سردی سے زیادہ اپنے دل کی ٹھنڈ سے بچنا چاہ رہی ہو۔

"یا اللہ مجھے ہارنے نہ دے۔ میں خود کو کھو دوں گی اگر تو نے مجھے تھام نہ لیا۔"

کمرے میں خاموشی پھیل گئی صرف اس کی ہچکیوں کی آواز رہ گئی تھی۔اور اس لمحے ماہا روح سے نہیں لڑ رہی تھی، نہ یحییٰ سے وہ صرف اپنے دل سے لڑ رہی تھی جو کسی ایسے شخص کو چاہنے لگا تھا جو اسے دیکھ کر بھی اسے دیکھ نہیں پاتا تھا۔جو خود اس تکلیف سے گزر چکا تھا لیکن اسے یہ تکلیف دے رہا تھا۔۔وہ ایک مرد ہو کے اس تکلیف سے نہیں نکل پا رہا تھا اور وہ ایک کمزور سی عورت کو اتنی تکلیف دے رہا تھا وہ اس کے بعد بھی کئی دیر تک جائے نماز پر بیٹھی رہی تھی۔۔



سب لوگ اس وقت ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے ٹھنڈ سے بچنے کے لیئے ڈائننگ ٹیبل کے پاس ہیٹر لگائے گئے تھے اور سب لوگ ہی خود کو جیکٹ تو شال میں چھپائے ہوئے تھے۔ سردار موسیٰ بیٹھا تھا اس کے ساتھ ہی سید سائیں اور روح تھے باقی سب لوگ بھی وہاں موجود تھے سوائے ماہا نادیہ بیگم اور گلناز کے۔ نادیہ بیگم اور گلناز وہاں نہیں تھے کیونکہ وہ کل سے ہی اپنے کمروں سے باہر نہیں آئے تھے۔۔

"ماہا نہیں نظر آ رہی"

کنزہ بیگم نے سوال کیا تھا ان کے پوچھنے پر یحییٰ نے بھی اب نظریں اٹھائی تھی لیکن وہ لڑکی اسے کہیں بھی نظر نہیں آئی۔۔

"تائی امی میں اس کے کمرے میں گئی تھی لیکن اس نے کہا وہ تھکی ہوئی ہے رات وہ پڑھتی رہی ہے"

کندیل نے مسکرا کر جواب دیا جس پر کنزہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا ریشم کچن میں تھی روح نے اس کو آواز دے کر بلایا۔۔

"تم نے حفصہ اور اس کی مما کے لیے ناشتہ بھیج دیا ہے ان کے کمرے میں"
روح نے اس کے آنے پر پوچھا۔۔

"جی سردارنی میں دے ائی تھی"
ریشم نے ہلکا سا سر ہاں میں ہلایا۔۔

"ٹھیک ہے تم ایسا کرو ان کے کمرے میں جاؤں اگر انہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو پوچھ لو"
روح نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا کر چلی گئی۔۔

"روح بچے تم نے انہیں نیچے کیوں نہیں بلایا"
آیت بیگم نے روح کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا ان کے پوچھنے پر باقی سب نے بھی روح کو دیکھا تھا۔۔

"اصل میں چھوٹی تائی امی ابھی حفصہ کی طبیعت ایسی نہیں ہے اور مجھے نہیں لگتا وہ ہم سب کے درمیان کمفرٹیبل فیل کرے گی جو سب اس کے ساتھ ہوا وہ کسی کو فیس نہیں کرنا چاہ رہی ہو گی اور دوسرا اس کی طبیعت کو دیکھتے ہوئے مجھے یہی بہتر لگا کہ وہ اپنے کمرے میں رہتے ہوئے ناشتہ کریں اور اس کی مما اسے بہتر طریقے سے جانتی ہے تو وہ اسے کھلا بھی دیں گے اگر ہم میں سے کسی کی ضرورت ہوئی تو ہم تو جائیں گے"
روح نے آہستہ سے مسکرا کر جواب دیا اس کے جواب پر سب لوگوں نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"موسیٰ تم نے قبیلے کے بارے میں کیا سوچا ہے"
سید سائیں نے موسی کو ناشتہ کرتا دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"یہ تو طے ہے اب عدنان دوبارہ سردار نہیں بن سکتا رہی بات سرداری کی تو میں کسی ایسے شخص کو دیکھوں گا جو سرداری کے لائق ہو گا اور اس کے حوالے سرداری کروں گا"
سردار موسیٰ نے ناشتہ کرتے ارام سے جواب دیا۔۔

"لیکن سرداری ہماری میراث ہے اور مجھے نہیں لگتا وہاں سے کوئی شخص ایسا ہے جو یہ سرداری سنبھال سکتا ہے میں یہ چاہتا ہوں سرداری یحییٰ کو سونپی جائے"

سید سائیں کی بات پر سب لوگ خاموش ہو گئے تھے کیونکہ سرداری سونپنے کا مطلب یہ تھا وہ پورا قبیلہ وہاں کی زمین وہاں کی جائیداد وہاں کی حویلی سب کی سب یحییٰ کے نام ہونی تھی۔۔

"سید سائیں"

یحییٰ نے فوراً سے کہا تھا کیونکہ وہی سرداری نہیں سنبھال سکتا تھا نہ ہی اسے ان سب چیزوں میں دلچسپی تھی اس کا اپنا بزنس تھا وہ وہ سنبھال رہا تھا اور اتنی مشکلوں سے تو اس نے اپنا نام بنایا تھا تو وہ کیسے اپنا بزنس چھوڑ کے سرداری سنبھالنے بیٹھ جاتا۔۔یحییٰ نے سید سائیں کی بات پر کچھ لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی۔اُس کے چہرے پر الجھن تھی، مگر نظریں مستقلاً زمین پر تھیں۔

"میرے سید سائیں، میں سرداری سنبھالنے کے قابل نہیں ہوں۔ میرا اپنا کام، اپنی ذمہ داریاں ہیں۔ قبیلے کے معاملات میں شامل ہونا میرے لیے ممکن نہیں۔"

اس کے لہجے میں نرمی تھی، مگر اطمینان بھی۔

"یحییٰ، یہ بات میں سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن سرداری کا تعلق صرف ذاتی فائدے سے نہیں، بلکہ قبیلے کی بھلائی سے بھی ہے۔ تمہارے پاس قیادت کی وہ صلاحیت ہے جو باقی لوگوں میں نہیں یہ بات دادا جان کی بالکل ٹھیک ہے"

اسے حویلی آئے اتنے دن ہو گئے تھے لیکن سردار موسیٰ اس سے اطمینان اور محبت سے پہلی بار بات کر رہا تھا۔

"لیکن میں یہ نہیں کر سکتا میرا اپنا بزنس ہے اور میں اپنا بزنس نہیں چھوڑ سکتا اپ یہ کام ہاشم کی ذمہ دار سکتے ہیں حنان کے ذمے لگا سکتے ہیں"
یحییٰ نے سردار موسی کے کہنے پر ارام سے جواب دیا تھا۔۔

"تم میری بات سمجھے نہیں ہوئی ہیں یار تمہیں گلناز سے شادی کر کے وہاں سرداری سنبھالنی ہو گی"
سید سائیں کی بات پر وہاں موجود ہر ایک شخص کو دھچکا لگا تھا وہ اس بات پر یقین ہی کر پا رہا تھا جو سید سائیں نے کہا وہ سچ ہے۔۔

"معذرت کے ساتھ سید سائیں میں ایسا کچھ نہیں کر سکتا حنان ہے اپ اس سے بھی یہ کام کروا سکتے ہیں اگر ہاشم اور سردار موسی نہیں کر سکتے"
یحیی یہ بات کر کے وہاں سے اٹھ کر جا چکا تھا جبکہ باقی سب نے اسے جاتا ہوا دیکھا۔۔

"میرا بیٹا ٹھیک ہے کہ گیا ہے سید سائیں اتنے سب کے بعد میں نہیں چاہتی اسے کوئی ایسی ہمسفر ملے جسے صرف اور صرف خود سے مطلب ہو میں چاہتی ہوں کوئی ایسی ائے جو اسے سنبھال سکے"
کنزہ بیگم نے اپنا نظریہ ظاہر کیا تھا سب لوگ خاموش ہو گئے تھے اور باقی کا ناشتہ خاموشی سے ہوا۔۔

کندیل بہت غور سے ٹی وی پر لگا میچ دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا بھی رہی تھی چونکہ وہ میڈیسنز پڑھ رہی تھی اسی لیے اس نے اپنا اسائنمنٹ کل صبح جمع کروانا تھا لیکن وہ اسئنمنٹ بنانے کے بجائے اس وقت ٹی وی پر لگا میچ دیکھ رہی تھی زنان خانے میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا صرف وہی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ تم کیا ٹی وی کے اندر گھسی ہوئی ہو سچویشن دیکھی ہے حویلی کی کیا سے کیا ہو رہا ہے اور تم ہو کے ٹی وی میں گھسی ہوئی ہو"

نور نے پیچھے سے آتے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"تم خاموش رہو میں نے تم سے کوئی بات نہیں کی ہے فی الحال میرا میچ چل رہا ہے اور تم جانتی ہو میچ کے بغیر دنیا نامکمل ہے"

کندیل نے اسے دیکھیے بغیر یہ بات کہی تھی۔۔

"میچ کے بغیر یا پھر تمہارے بابر اعظم کے بغیر یہ دنیا نامکمل ہے تم تو میں ایسے دیکھ رہی ہو جیسے تمہارے بھائی کا میچ ہو"

نور نے اس کے کندھے پر مارتے ہوئے کہا تھا۔۔

"خبردار جو بھائی بولا بھائی ہو گا وہ تمہارا"

کندیل نے ساتھ میں پڑا کیشن اس کی طرف پھینکا تھا۔اور پھر سے اپنی نظریں اسکرین پر جمالی۔ جیسے ٹی وی پر بابر اعظم نہیں، کہیں وہ خود بیٹنگ کرنے کھڑی ہو۔ہاتھ میں ریموٹ ایسے پکڑا ہوا تھا جیسے یہ اس کا بیٹ ہو، اور ہر گیند پر وہ ایکسٹرا اچھل رہی تھی۔

"بابر ایک چھکا چاہیے چھکا!"

وہ دانت پیس کر بڑبڑائی جیسے بابر اس کی بات سن لے گا۔نور نے اسے دیکھ کر آہ بھری، ہنسی چھپانے کی ناکام کوشش کی۔۔

"تمہارا بس چلے نا تم پوری کی پوری ٹیم ختم کر دو صرف اور صرف بابر کو رکھو جو 11 بار آ کے بیٹنگ کرے "نور نے اسے دیکھ کر برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"ہاں تو؟ کپتان ہو یا کنگ ہو، بندہ ہے تو بابر اعظم۔ باقی سب تو بس... ٹیم میں جگہ پوری کرنے آتے ہیں۔"

کندیل نے فوراً آنکھیں گھما کر جواب دیا۔

"خبردار یہ بات نہ تمہاری ماما اعظم پر زیادہ سوٹ کرتی ہے وہ ٹیم میں اپنی جگہ پوری کرنے اتا ہے خبردار جو فخر کے بارے میں کچھ کہا"

نور چیخ پڑی ہاں اسے میچ اتنا پسند نہیں تھا لیکن جب سے اس نے ایک دن اس کندیل کے ساتھ بیٹھ کر 193 رنز فخر کے دیکھے تھے تب سے اسے فخر کی بیٹنگ بہت پسند تھی۔

"خبردار جو بابر اعظم کے بارے میں کچھ بھی کہا ورنہ یہاں پہ نا ابھی حویلی میں ہر کوئی اکٹھا ہو جائے گا"

کندیل نے جذباتی انداز میں غصے سے کہا تھا۔

"تو پھر تم بھی نا فخر کو کچھ مت بولنا"
نور نے تیخی نظریں اس پر رکھتے ہوئے کہا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں"
ہاشم نے زنان خانے کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان دونوں کی ساری گفتگو سنی تھی لیکن اپنی منگ کا یوں کر کٹر کو لے کر کرش رکھنا اسے پسند نہیں ایا تھا اس لیے دوبارہ فخر کا نام لینے پر وہ اندر اتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ کر بولا۔۔

"ہاشم سائیں"
نور نے فوراً سے کندھے پر لیا دوپٹہ سر پر لیا تھا کندیل کی بھی یہی حالت تھی۔۔

"نور چائے لے کر میرے کمرے میں اؤ"
وہ غصے میں بولتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ نور اب اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"بند کرو اسے ہر وقت بابر اعظم بابر اعظم ایک تو ہم تمہارے اس کرش سے بہت پریشان ہیں"
نور نے ہاشم کے جاتے غصے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"ہاں! تمہیں کیا لگتا ہے؟ کرش کوئی کھیل ہوتا ہے؟ یہ تو دل کا موسم ہوتا ہے۔اور میرا دل صرف بابر اعظم دیکھ کر بہار بنتا ہے۔"
کندیل فوراً سیدھی ہو کر بیٹھ گئی، گردن اکڑا کر سنجیدگی سے بولی۔

"کندیل... تمہیں دیکھ کر لگتا ہے ایک دن تم بابر اعظم کو اغوا کر لو گی۔"

نور نے اپنا ہاتھ ماتھے پر مار لیا۔

"بالکل! اگر حکومت نے ٹیم سے ڈراپ کرنے کی حرکت کی نا تو میں ہی بچاؤں گی اسے۔"
کندیل نے پورے جنون سے جواب دیا۔ نور کی ہنسی ایک لمحے کو رک گئی، پھر وہ کندیل کو غور سے دیکھنے لگی۔

"میں سوچ رہی ہوں تمہارے لیے ایک پوسٹر لے آؤں... جس میں تم اور بابر اعظم ایک ساتھ کھڑے ہو۔"
نور نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"چلو شکر ہے تمہیں بھی کبھی کبھی اچھے خیالات آ جاتے ہیں۔"
کندیل فوراً ٹھٹھر ماگئی، مگر انداز بدتمیزی والا رکھا۔

"پوسٹر کے نیچے لکھوں گی Mrs. Babar Azam"

نور نے چھیڑا۔ کندیل اچھل کر کھڑی ہوئی۔

"نورررررررر! تمہیں میں مار ڈالوں گی! خبردار جو ایسی کوئی تصویر یا پوسٹر لیا... میرے باب——"

وہ اچانک رُک گئی۔

"ہاہاہاہا! تم کہنے والی تھیں، میرے بابـــر؟"

نور نے فوراً بات پکڑ لی۔ کندیل کا چہرہ لال۔

"میں نے کچھ نہیں کہا! کچھ نہیں!"

کندیل نے غصے سے بات کی۔۔

"اے لڑکی... آرام سے۔۔۔ بابر اعظم تمہارا کرش ہے یا مستقبل کا شوہر؟"

نور ہنستے ہنستے صوفے پر گر گئی۔

"نور! بس کر جا! ایک دن بابر اعظم کو میں ایسی سپورٹ کروں گی کہ دنیا دیکھے گی، تم نہیں سمجھ سکتی میرا جنووووون!"

کندیل نے ریموٹ اٹھا کر اسے مارنے دوڑی۔ نور ڈر کر بھاگی، ہنستے ہوئے بولی۔

"ہاں سمجھ سکتی ہوں بیچارے اسائنمنٹ نے تو خود فائل میں چھپ کر رونا شروع کر دیا ہو گا!"

نور نے اسے یاد کروایا تھا کل اسے ان لائن اسسائنمنٹ جمع کروانی ہے۔

"آہ...اسائنمنٹ پر بابر کھیل رہا ہے ! اسائنمنٹ زیادہ ضروری یا بابر اعظم ؟"

کندیل ایک دم رک گئی پھر ٹی وی کی طرف دیکھا۔

"بے شک تمہاری شادی بھی ہو جائے، تب بھی تم یہی سوچو گی شوہر زیادہ ضروری یا بابر اعظم ؟"

نور نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"بابر اعظم ہمیشہ۔ شوہر تو بعد میں آتا ہے... محبت پہلے !"

کندیل نے ریموٹ سینے سے لگا لیا۔

"اور میرے ساتھ دماغ مت کھاؤ تمھارے شوہر تمھیں چائے کا حکم جا کر دے چکے ہیں"

کندیل نے اسے ہاشم کے آنے اور اس نے جو حکم دیا تھا وہ بات یاد کروائی۔

"اچھا ٹھیک ہے، میں جا رہی ہوں۔ تم میچ دیکھو۔ بس یہ دھیان رہے کہ بابر اعظم تم سے آگاہ ہے بھی یا نہیں؟"

نور نے ہنستے ہوئے کہا۔

"نور"

ہاشم کی سخت اواز اسے سیڑھیوں کے پاس سے ائی تھی اس نے فوراً سے مڑ کر پیچھے دیکھا۔۔

"جی جی میں جا رہی ہوں چائے بنانے"

نور نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس کے یوں بات کرنے پر کندیل مسکرا رہی تھی اس مزہ آ رہا تھا ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے تنگ کر رہی تھی اب اس کی کلاس لگنی تھی ہاشم سے۔ نور کیچن کی طرف قدم بڑھانے ہی لگی تھی کہ اچانک ہاشم نے دوبارہ آواز لگائی، اس بار پہلے سے زیادہ سخت اور گہری۔

"نور۔ رُکو۔"

نور کے قدم وہیں جم گئے۔ دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی۔ وہ آہستہ سے پلٹی، ہاتھ آگے جوڑ کر معصوم سی شکل بنالی۔

"جی... ہاشم سائیں؟ میں تو جا رہی تھی چائے بنانے۔"

اس نے ڈرتے ڈرتے ہوئے کہا جبکہ اتنا سخت لہجہ پہلی بار اس نے نور کے ساتھ اپنایا تھا کندیل بھی حیران تھی۔۔ہاشم چند قدم آگے بڑھا، مگر اس کی نظروں کا زاویہ بالکل سیدھا نور پر تھا۔آنکھوں میں ٹھہراؤ سنجیدگی جو اس سے پہلے نور نے کبھی نہیں دیکھی تھی اس نے تو مشکل سے ہاشم کو کبھی غصے میں دیکھا تھا۔۔

"چائے بعد میں بنالینا۔پہلے میرے ساتھ اوپر آؤ۔"
اس نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوپر...؟ابھی؟
نور کی آنکھیں ایک دم پھیل گئیں۔

"ہاں۔"

ہاشم نے مختصر سا جواب دیا، آواز میں ایسی قطعیت کہ بحث کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔ نور نے بے اختیار کندیل کی طرف دیکھا جو کہ اب صوفے پر بیٹھی ہنسی روکنے کی ناکام کوشش میں تھی۔ کندیل نے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر آنکھیں پھیلائیں، جیسے کہہ رہی ہو۔

"اب بھگتو۔ مجھے تنگ کر رہی تھی نہ"

ہاشم نے کندیل کی اس شرارت بھری ہنسی کو بھی دیکھ لیا مگر کچھ نہیں کہا۔ بس ایک مکمل سخت انداز میں دوبارہ نور کی طرف دیکھا۔

"میں نے کہا نا... کمرے میں آؤ۔ ابھی۔"

وہ اب کی بات تھوڑا آہستہ سے بولا تھا۔

"جی ہاشم سائیں..."

نور نے منہ بنالیا، سر جھکا کر آہستہ سے بولی۔ وہ دبے پاؤں اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی، جیسے کوئی اسٹوڈنٹ پرنسپل کے آفس جا رہا ہو۔ سیڑھیوں پر قدم رکھتے ہوئے ہاشم نے ایک لمحے کو رُکتے ہوئے پیچھے نظر ڈالی۔

"اور نور؟"

وہ مڑتے ہوئے بولا۔۔

"جی؟"

نور نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آئندہ زنان خانے میں تمھارا یہ دوپٹہ سر پر ہی ہو گلے میں نہیں کوئی بھی کسی بھی وقت اسکتا ہے یہ بات میں پہلے بھی کر چکا ہوں"
لہجہ نرم تھا، مگر حکم واضح تھا۔

"جی..."

نور نے ایک ہچکی لی۔ وہ پیچھے مڑ کر کندیل کو بھی دیکھ رہی تھی جو کہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اپنا بدلہ تو وہ اس سے لینے والی تھی لیکن ہاشم کے اتنا غصہ کرنے کی وجہ اسے سمجھ نہیں ائی تھی۔۔



ہاشم بغیر ایک لفظ کہے سیڑھیاں چڑھتا ہوا سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ نور اس کے پیچھے پیچھے، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی، بالکل ایسے جیسے ہر قدم کے ساتھ اس کا دل اور تیزی سے دھڑک رہا ہو۔ دروازہ ہاشم نے اندر جاتے ہی مضبوطی سے بند کیا۔ کمرے میں خاموشی اتنی گہری تھی کہ نور کو اپنا سانس تک سنائی دے رہا تھا۔

ہاشم نے دو قدم آگے جا کر اپنا واسکٹ اتارا اور بیڈ کے کنارے رکھ دیا۔ وہ اس وقت بالکل خاموش تھا، اتنا خاموش کہ نور کو اس کی ہر حرکت میں غصہ نظر آ رہا تھا۔

"ہاشم سائیں... کیا ہوا ہے؟"
نور نے ہمت کر کے پوچھا۔ ہاشم نے کوئی جواب نہ دیا، بس سیدھا ہو کر کھڑے ہوئے اور پانی کا گلاس اٹھایا۔ مگر پینے کے بجائے واپس رکھ دیا جیسے اس کا بھی دل نہیں مانا۔

"میں نے کچھ کیا ہے؟ آپ ایسے... ایسے بات بھی نہیں کر رہے مجھ سے۔"

نوراس کی طرف ایک قدم آگے بڑھی۔ہاشم نے آخر کاراس کی طرف دیکھا مگر وہ نظر سخت تھی، دبی ہوئی، جیسے کئی باتیں زبان تک آکر رک گئی ہوں۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ"

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔

"پلیز نہ ہاشم سائیں بتائیں تو ہوا کیا ہے"

نور نے اس کی جانب قدم بڑھائے تھے۔۔

"نور، تمہیں سمجھ نہیں آتا؟"

ہاشم پل میں اس کے پاس ایا تھا اتنا پاس کے اس کی گرم سانسیں نور کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔

"جی کیا؟"

نور نے گھبرا کر سر ہلایا۔ ہاشم نے ایک لمبی سانس لی، اور اب کی بار اس کا لہجہ پہلے سے زیادہ تلخ تھا۔

"مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ میری منگیتر کسی اور مرد کا نام ایسے لے... ایسے جذبے سے... ایسے شوق سے۔"

اس نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے بالکل قریب کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں نے کیا...؟"

نور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"فخر زمان...!"

ہاشم نے درمیان میں بات کاٹ دی۔اب نور سمجھ گئی تھی ہاشم نے اس کی باتیں سن لی ہیں۔۔یہ نام اس نے اتنی سختی سے ادا کیا کہ نور چونک کر رہ گئی۔

"ہاشم سائیں"

اس نے کچھ کہنا چاہا تھا۔

"نور، مجھے اچھا نہیں لگتا تم یوں کسی کرکٹر کا نام لو، اس پر بات کرو، اس کی تعریف کرو ہاں ٹھیک ہے تم نے صرف اور صرف اس کی بیٹنگ کی وجہ سے کہا لیکن پھر بھی یہ جو تمہارا جنون تھا نا تمہارے لہجے میں جو مٹھاس تھی وہ میرے علاوہ کسی کے لیے بھی نہیں ہونی چاہیے چاہے وہ کوئی بھی شخص کیوں نہ ہو!"

ہاشم نے درمیان میں بات کاٹ دی۔

"وہ...وہ تو بس مذاق تھا! کندیل تنگ کر رہی تھی تو میں"
نور نے فوراً صفائی دینے کی کوشش کی۔

"مجھے مذاق نہیں لگ رہا تھا۔ کیونکہ تمہارے لہجے میں مذاق نہیں تھا بلکہ پسندگی"
وہ رکا۔ شاید کہنا نہیں چاہتا تھا۔۔

"کیا کہنا چاہتے ہیں"
نور نے اس کے رکنے پر اہستہ سے پوچھا۔

"جیسے وہ تمہارا کوئی خاص ہو!"

ہاشم نے اس کے کمر پر سختی برتی اس کے چہرے پر واضح جھنجھلاہٹ تھی۔

"ہاشم سائیں! استغفر اللہ! ایسا کچھ نہیں——"
نور کا منہ کھل گیا۔ مگر ہاشم رکنے والا نہیں تھا، پہلی بار اس نے نور سے اس لہجے میں بات کی۔

"نور، جس طرح تم فخر زمان کی تعریف کر رہی تھیں نا اس انداز میں کوئی عام بات نہیں کرتا۔"
ہاشم کی اواز میں کہیں بھی نرمی نہ تھی لفظوں میں بھی سختی تھی اور کمر پر رکھے ہاتھ میں بھی سختی تھی۔۔
"ہاشم... آپ غلط سمجھ رہے ہیں! مجھے تو کرکٹ بھی ٹھیک سے نہیں آتی! میں نے تو بس"
نور کی آنکھوں میں نمی سی آگئی، وہ سچ میں گھبرا گئی تھی۔

"بس کیا؟"

ہاشم نے سختی سے پوچھا۔

"بس کندیل کے ساتھ بیٹھی تھی...اس نے بابر کہا، میں نے فخر کہا...بس یہی بس ایک بار پھر اس کی بیٹنگ دیکھی تھی!"

وہ رو رہی تھی ہاشم کا دل کٹ کر رہ گیا تھا وہ سب کچھ برداشت کر سکتا تھا بس اپنی پسندیدہ شخص کی انکھوں میں انسو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"نور"

اس نے بہت دھیرے سے کہا، جیسے اس کی آواز بھی ٹوٹ گئی ہو۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے...اتنا ناراض کہ مجھ سے بات بھی نہیں کرنا چاہتے۔"

نور نے سر جھکا لیا۔ وہ پھر رو پڑی، ہچکی دبا کر۔ ہاشم کا گلا بھر آیا، مگر وہ اب بھی ضبط کیے کھڑا تھا۔

"نور، تمہیں پتہ ہے؟"

وہ جھکا اتنا کہ اس کی سانس نور کے ماتھے کو چھو گئی۔ اس نے اس کی کمر پر ہاتھ نرمی سے کر لیا تھا۔

"میں نے کبھی کسی پر کسی پر بھی اتنا غصہ نہیں کیا جتنا تم پر کیا۔ کیونکہ ——"

وہ رک گیا۔

"کیونکہ کیا...؟"

نور نے ہمت کر کے اوپر دیکھا، بھیگی پلکوں کے پیچھے سے۔ہاشم کی آنکھیں جیسے پہلی بار صاف ہوئیں وہ سختی جو ابھی تک اس کے اندر تہہ در تہہ پھنسی ہوئی تھی، آہستہ آہستہ پگھلنے لگی۔اس نے نور کے آنسو انگلیوں سے پونچھے مگر وہ انگلیاں بھی کانپ رہی تھیں۔

"کیونکہ مجھے تم پر تمہارے ہر لفظ پر ہر نظر پر ہر کیفیت پر اتنا حق محسوس ہوتا ہے کہ برداشت نہیں ہوتا کہ تم کسی اور کا یوں نام لو تم بس میری ہو"
نور کا دل دہل گیا۔ہاشم اب اور قریب آیا۔اتنا کہ نور کا سانس گم ہونے لگا۔

"میں برداشت نہیں کر سکتا نور کہ تم کسی بھی مرد کا نام یوں لو۔چاہے وہ دنیا کا سب سے بڑا کھلاڑی ہی کیوں نہ ہو۔"
اس کی آواز اب سخت نہیں تھی جلتی ہوئی تھی۔

"وہ تو بس کر کٹر ہے...اور آپ"

نور نے لرزتے ہوئے جواب دیا ہاشم نے اس کا جملہ وہیں روک دیا۔

انگلیاں اس کے ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر، اسے آہستہ سے اوپر دیکھنے پر مجبور کیا۔

"اور میں...؟"

اس نے اس کی بات بیچ میں کاٹ کر کہا تھا اس کے اس سوال پر نور بے ساختہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"اور میں"

ہاشم نے ایک اور مرتبہ پوچھا تھا۔۔

"...آپ میرے ہیں۔"

نور نے آنکھیں پونچھیں، دھڑکتے دل کے ساتھ سرگوشی کی۔ان لفظوں نے ہاشم کا سارا غصہ، ساری تلخی، ساری سختی پل میں توڑ کر رکھ دی۔وہ ایک لمحے میں بدل گیا

چہرے کی تناؤ کی لکیر گہری سانس کے ساتھ ختم ہوئی اور اس کی گرفت نرم ہو گئی۔وہ نور کو اپنے سینے کے قریب کھینچ لایا۔

"پھر یہ آنسو کیوں...؟"

ہاشم نے آہستہ سے پوچھا، اس کی آواز اب اتنی نرم تھی کہ نور کا دل اور کمزور ہو گیا۔

"کیونکہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا... پھر بھی آپ نے ایسے بات کی جیسے... جیسے میں ــــ"

نور اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"نور، خبر دار... خبر دار جو اپنے بارے میں کوئی غلط لفظ کہا۔"
ہاشم نے فوراً اس کی بات روک دی۔ وہ اس کے چہرے کو تھام کر بولا۔

"جب بات تمہاری ائے گی نا تم اپنے بارے میں کچھ کھاؤ گے نا وہاں ہمیشہ میں غلط ہوں گا تم کبھی بھی غلط نہیں ہو سکتی کیونکہ میں بہت اچھے سے جانتا ہوں تمھیں تمھارے کردار کو اور تمھارے اخلاق کو تو اس لیے خبر دار اپنے منہ سے بھی اپنے بارے میں کچھ کہا تو"
اس کی باتوں پر نور نے حیرت سے پلکیں جھپکیں اسے دیکھ رہی تھی وہ اپنی قسمت پر رشک محسوس کر رہی تھی۔۔

"اب بھی میں نے تم پر شک نہیں کیا تھا نور مجھے بس یہ برداشت نہیں ہوا کہ تمہاری آواز کی وہ مٹھاس وہ خوشی وہ پسند جو میں اپنے لیے چاہتا ہو وہ کسی اور نام کے ساتھ جڑی محسوس ہوئی۔"

وہ بہت آہستہ سے بولا۔

"ہاشم سائیں وہ پسند نہیں تھی۔ وہ بس میچ اچھا تھا۔"

نور نے گہری سانس لی۔ ہاشم نے آہستہ سے سر جھکایا فرش کی طرف نہیں نور کی پیشانی پر۔ اور ایک بہت ہلکی، بہت نرم، مگر بہت گہری چوم وہاں رکھ دی۔ نور نے آنکھیں بند کر کے اس لمحے کو محسوس کیا۔

"مجھے معلوم ہے پر میرا دل نہیں مانتا نہ تم سمجھو"

ہاشم نے نور کے چہرے دونوں ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے آئندہ ایسا نہیں ہو گا"

نور نے دھیرے سے سر ہلا دیا۔

"اور ایک بات؟"

ہاشم اس کے بہت قریب آ کر بولا۔ نور نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ہاشم نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی آواز میں وہی مردانہ گرفت، مگر گرم، نرم۔

"نور تمہاری پسند تمہاری مسکراہٹ تمہارا جنون تمہاری مٹھاس یہ سب صرف میرا ہے تو بس مجھ پر ہی ظاہر کیا کرو۔"

ہاشم نے کہا نور کا دل ایک لمحے کو رک گیا۔ ہونٹ خشک ہو گئے۔

"صرف... آپ کے لیے۔"

لیکن پھر وہ ہاشم کی طرف دیکھ کر بولی

"اچھا۔اب چائے بنادو۔"

ہاشم نے ہلکا سا مسکرا کر اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔نور نے حیرت سے اسے دیکھا، جو کچھ دیر پہلے اسے یوں اوپر لے ایا تھا پہلے اسے چائے بنانے دیتا اور اب چائے کی فرمائش کر رہا تھا لیکن پھر بے اختیار ہنس پڑی۔

"اوکے میں بنالاتی ہوں"

نور نے پیچھے ہونا چاہا تھا لیکن ہاشم نے اسے نہیں ہونے دیا تھا۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں اپ"

وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ہاشم کا ہاتھ جو اس کی کمر پر تھا وہ اور مضبوط ہو گیا۔۔

"بس دل کر رہا ہے کچھ دیر اور تم یہاں کھڑی رہو"

ہاشم نے اس کی خوبصورت چہرے پر نظر مرکوز رکھتے ہوئے کہا تھا کمرہ پورا ہیٹر کی وجہ سے گرم تھا ورنہ اتنی سردی میں بغیر شال اور جیکٹ کے رہنا مشکل تھا۔ نور کی سانس ایک لمحے کو گم ہو گئی۔ ہاشم کی کمر پر رکھی گرفت مضبوط تھی مگر تکلیف دینے والی نہیں بس اتنی کہ اسے اپنے اختیار کا احساس ہو...اور نور کو اپنی اہمیت کا۔

"ہاشم سائیں...چائے"

وہ بہت دبی آواز میں بولی۔

"چائے بعد میں بس میرا دل نہیں کر رہا کہ تم ابھی جاؤ۔"

ہاشم نے اس کے ماتھے کے پاس سر جھکا کر کہا۔ نور کے گالوں کا رنگ ایک دم گہرا ہو گیا، جیسے کمرے کی حدت اس میں اتر رہی ہو۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی انگلیاں مروڑنے لگی بے حد گھبراہٹ، مگر ہاشم کی قربت نے اسے جیسے قید سا کر دیا ہو۔

"پر... مگر"

ہاشم نے اس کی ٹھوڑی پر نرم سا دباؤ دے کر اسے اوپر دیکھنے پر مجبور کیا۔

"ایک منٹ بھی نہیں رک سکتیں؟"

وہ آہستہ سے بولا، مگر لہجہ گہرا تھا۔ نور کی پلکیں لرز گئیں۔

"نہیں... رک سکتی ہوں۔"

وہ سر جھکا کر بولی، جیسے خود کو ہی منوا رہی ہو۔

"تو بس یوں ہی کھڑی رہو۔"

ہاشم نے اس کے گرد انگلیوں کی گرفت میں نرمی لاتے ہوئے کہا۔ نور نے آہستہ سے اس کی قمیض کے کالر کو پکڑا

بالکل بے اختیار، بالکل انجان کہ اس کی حرکت نے ہاشم کے چہرے پر ایک اور قسم کی مسکراہٹ لا دی ہے۔

"آپ مجھے ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں...؟"

نور نے گھبرا کر پوچھا۔ ہاشم جھکا۔ اتنا کہ وہ اس کی آنکھوں کو صاف دیکھ سکے وہ گہرا سا تاثر، وہ مکمل ملکیت والا انداز۔

"کیونکہ تم خوبصورت لگ رہی ہو۔"

وہ بہت سادہ لفظوں میں بولا، مگر نور کے دل میں جیسے کسی نے گرم ہوا بھر دی۔

"میں...؟ابھی خوبصورت ابھی تو روئی ہون؟"
نور نے جھجھکتے ہوئے اپنی چادر درست کی۔

"ہاں،ابھی۔اور رونے کے بعد والا جو روپ ہے نا یہ تمہارا ویسے تو بہت پیارا لگ رہا ہے لیکن میں اپنی جان کو کبھی رونے نہیں دوں گا تم ویسی بھی بہت اچھی لگتی ہو۔اور جب سجتی ہو تو دل پر میرے قیامت ڈھاتی ہو"
ہاشم نے شروع میں سنجیدگی سے بات کی لیکن پھر محبت سے بول رہا تھا۔

"ہاشم سائیں..."

نور نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ہاشم نے ہلکی ہنسی کے ساتھ اس کی ٹھوڑی اونچی کی۔

"تم ہر بار ایسے ہی نظرین جو کھا لیتی ہو پھر مجھے تمہاری ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر دیکھنے پر مجبور کرنا پڑتا ہے؟"
ہاشم نے سے دیکھ کر مسکرا کر کہا۔۔

"تنگ مت کریں"
نور نے اسے دیکھ تھوڑا غصے میں کہا۔

"میں تنگ تو نہیں کر رہا بس اپنی عادت ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں"
ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا۔۔

"کیوں؟"

نور نے بے ساختہ پوچھا۔ ہاشم نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ انگلیاں اس کی انگلیوں میں جڑ گئیں
آہستہ، سکون سے، جیسے وہ دنیا کا سب سے فطری لمس ہو۔

"کیونکہ میرا ارادہ ہے تمہیں ہر دن عادی کرنے کا۔ میرے پیار کا، میرے خیال کا اور میرے حق کا۔"

ہاشم اس کے دل کو آج بہت چھیڑ رہا تھا نور کا دل پوری شدت سے دھڑکا۔

"حق...؟"

اس نے بہت دھیرے سے پوچھا۔ ہاشم اس کے اور قریب آیا۔ اتنا کہ نور نے سانس روک لیا۔

"ہاں۔ میرا حق۔ جو تم نے خود مجھے دیا ہے کہ میں بس آپ کی ہوں۔"
اس نے سرگوشی کی۔ نور کی پلکیں گہری لرزیں۔ وہ اپنی انگلیاں اس کی گرفت میں ہلکا سا دبانے لگی۔

"ہاں... میں نے دیا ہے"
وہ شرماتے ہوئے بول رہی تھی۔

"پھر یوں شرم کیوں رہی ہو؟"
ہاشم نے اس کے گال پر پیار سے ہاتھ رکھا۔

"کیونکہ آپ ایسے کبھی پہلے... یوں... بات نہیں کرتے تھے۔"
نور نے نرم سی آواز میں کہا۔

"پہلے تم نے بھی ایسی بات نہیں کی تھی نہ"
اس کا اشارہ فخر والی بات پر تھا جس پر نور نے منہ بنا لیا تھا۔۔

"اچھا نا آئندہ نہیں ہو گا میں بول چکی ہوں نا جانے دیں کوئی اجائے گا"
نور نے بہت ہی معصومیت سے کہا تھا اور وہ واقعی بہت دیر سے اس کے کمرے میں تھی اور ہاشم ایسا بالکل بھی نہیں چاہتا تھا کوئی اس کی عزت پر انگلی اٹھائے اس لیے اس نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"لیکن چائے بھیج دینا"

ہاشم نے مسکرا کر کہا جس پر وہ بھی مسکرا دی تھی اس کا ارادہ تو اسے چھوڑنے کا نہیں تھا اس سے اپنی دل کی باتیں کرنے کا تھا مزید اسے تنگ کرنے کا تھا اس کے سرخ گال دیکھنے کا تھا لیکن فی الحال اس کی عزت اس سے زیادہ ضروری تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بھی یہ بات کہے کہ وہ اتنے دیر سے بغیر نکاح کے ہاشم کے کمرے میں تھی مانتے ہیں رشتہ ہو چکا ہے لیکن نکاح تو نہیں ہوا نا ان باتوں سے وہ ڈرتا تھا اپنی عزت کی حفاظت کرنا اسے اتا تھا لیکن وہ یہ ہر گز بھی نہیں چاہتا تھا کہ کوئی یہ بولے۔۔

"اوکے"

وہ مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گئی تھی کمرے کا دروازہ اہستہ سے بند ہوا تھا ہاشم دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں سے ہو گئی تھی کمرے میں اس کی موجودگی بسی ہوئی تھی جسے محسوس کر کے وہ بیڈ پر گر گیا۔۔

فجر کی نماز کا وقت تھا دن کی سفیدی مکمل طور پر رات کے اندھیرے پر غالب اچکی تھی سب لوگ ہی فجر کی نماز پڑھ کر اپنے کمروں میں سو گئے تھے کیونکہ سردیوں کا موسم تھا اور ٹھنڈ بہت زیادہ تھی اور اج کل تو اس بات کا بھی شبہ تھا کہ کچھ دنوں میں برف باری بھی شروع ہو جائے گی اس لیے ٹھنڈ زیادہ ہونے کی وجہ سے سب لوگ ہی اپنے اپنے بستروں میں گھسے ہوئے تھے لیکن سردار موسی کو اس ٹھنڈ میں بھی جوگنگ کرنی تھی اور اپنے ساتھ ساتھ وہ ہاشم کو بھی گھسیٹ لایا تھا سردار موسیٰ نے بس ٹریک سوٹ پہنا ہوا تھا اس کے علاوہ اس نے کچھ بھی نہیں پہنا تھا اور ہاشم جو کہ ٹیکس سوٹ کے اوپر کوٹ پہن کر ایا تھا اس نے ہاتھوں میں گلوز بھگ ڈالے ہوئے تھے سر پر ٹوپی بھی ڈالی ہوئی تھی وہ ٹھنڈ میں کانپتے ہوئے کچھوے کی اسپیڈ سے چل رہا تھا۔۔

"یار کچھ تو خدا کا خوف کرو اگر تمہیں جوگنگ کرنی تھی تو خود اجاتے مجھے لے کرانے کی کیا ضرورت تھی اچھا خاصا میں سونے لگا تھا"

اس نے معصومیت سے کہا تھا اس کی ناک پوری طرح سے لال ہو چکی تھی۔ موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور پیچھے کی جانے دوڑتے ہوئے ہاشم کے برابر آیا جواب باقاعدہ ٹھٹھرتا ہوا چل نہیں بلکہ رینگ رہا تھا۔

"تمہارا تو بس چلے نا تم حویلی میں ہیٹر کے سامنے لحاف لپیٹ کر بیٹھے رہو بندہ بنو تھوڑا اب اتنے بھی نازک صفت نہیں ہو تم کہ اس ٹھنڈ سے مر جاؤ مرد بنو عورت تو نازک ہوتی ہی اس لیے ہے کیونکہ اللہ نے اسے بنایا ہی نازک ہے"

موسیٰ نے مزاحیہ مگر تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"باقی کوئی اس ٹھنڈ سے مرے نہ مرے؟ ہاں، مگر تم جیسے ظالموں کے ہاتھوں مر جاتے ہیں میری تو انگلیاں سن ہو گئی ہیں..."
ہاشم نے کپکپاتے ہوئے اسے گھورا۔

"ڈرامے نہ کرو ہاشم۔ آؤ... بس ایک راؤنڈ اور۔"

موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر اسے کھینچا اور پھر سے ٹریک پر دوڑنے لگا جبکہ ہاشم کی سانس باقاعدہ ہانپتی ہوئی نکل رہی تھی۔

"ایک راؤنڈ؟ موسیٰ میں نہ ابھی سیدھا حویلی میں جا کر کمبل اوڑھ کر مر جاؤں گا، بعد میں تم دفنانا"

وہ بے چارگی سے بولا تو موسیٰ اس کی حالت دیکھ کر ہنس پڑا۔ سردیوں کی تیز اور کاٹ کھانے والی ہوا ان کے گرد گھوم رہی تھی۔ دور پہاڑوں کے سروں پر ہلکی سی سفیدی پڑنے لگی تھی جو آنے والی برف باری کی خبر دے رہی تھی۔ فضا میں خاموشی شدید تھی، بس موسیٰ کے قدموں کی آواز اور ہاشم کی ہانپتی ہوئی سانسیں گونج رہی تھیں۔

"چلو، بس ہو گیا۔"

آخر کار موسیٰ رکا اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیچھے باندھ کر گہری سانسیں لی ہاشم کی حالت پر اسے ترس آ گیا تھا کیوں کہ سچ میں وہ ٹھنڈ سے مرنے والا ہو گیا تھا ہاشم نے فوراً خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیے۔

"اے رب، تیرا لاکھ لاکھ شکر کہ تو نے مجھے بچا لیا"

وہ ڈرامائی انداز میں بولا۔

"چل او ڈرامے باز، اس سے پہلے کہ پھر سے دوڑ لگوا دوں۔"
موسیٰ مسکرا کر آگے بڑھا اور دونوں حویلی کی طرف واپس چلنے لگے۔

"اب تو یہ ڈرامے بند کر دیں کانپنا چھوڑ دیں اب تو حویلی کی طرف ہی جا رہے ہیں"
سردار موسیٰ نے اس کی حالت دیکھ کر کہا تھا وہ سچ میں ایسے ہو گیا تھا جیسے برف ہو اس کی بات پر ہاشم اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔۔

"بات مت کرو مجھ سے اس وقت اس کا بدلہ تو میں بہت اچھے سے لوں گا"
ہاشم نے کانپتے ہونٹوں سے جواب دیا تھا۔۔

"سردار ہوں میں یہاں کا"

سردار موسیٰ نے اسکی بات پر اسے یاد دلایا کہ وہ سردار ہے یہاں کا۔

"ہوگا لیکن میرے لیے نہیں میرے لیے تو ایک کمینہ حرامی لعنتی انسان ہے جس نے صبح ہی صبح میری نیند خراب کر دی"
ہاشم نے غصے سے کہا تھا۔۔

"حرامی؟ لعنتی؟ ٹھیک ہے اگر میں ایسا ہوں تو اج کا اپنا ناشتہ بھول جا"
موسیٰ اس کی بات پر رک کر پلٹا اور ہاشم کو گھور کر بولا تھا۔

"نہیں نہیں...وہ تو میں محبت میں کہہ رہا تھا...پیار والا حرامی ہوتا ہے نا؟"

ہاشم نے فوراً ہاتھ جوڑ لیے، لیکن کپکپاتے ہوئے۔ کیونکہ اس سے کسی بھی قسم کی توقع کی جاسکتی تھی اور اس کی ایک ارڈر پر اس کا ناشتہ کینسل بھی ہو سکتا تھا۔

"ہاں بہت پیار جھلک رہا تھا تیرے لہجے میں۔"
موسیٰ نے ناک چڑھا کر آگے بڑھنا شروع کیا۔

"یار موسیٰ قسم سے، اگر آج میں زندہ بچ گیا نا تو کل بھی تیرے ساتھ جاگنگ پر آجاؤں گا کچھ بھی نہیں کہوں گا بس یہ مت کر۔"
ہاشم منہ بسورتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑا۔

"سوچ سمجھ کر بات کرو اگر کل کو برف باری ہو گئی پھر کیا کرو گے"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر بولا جبکہ اس کی بات پر ہاشم سن ہو کر کھڑا ہو گیا تھا نہیں نہیں اس سے تو یہ ٹھنڈ برداشت نہیں ہو رہی تھی برف باری وہ تو سوچ کر ہی ہلکان ہو رہا تھا۔۔

"یار تو تم سردیوں میں جو گنگ کرتے کیوں ہو تم نے خود کرنی ہوتی ہے تو کر لو مجھے کیوں تنگ کر رہے ہو ایک میں ہی ملتا ہوں تمہیں تنگ کرنے کے لیے اس حنان سے تو کبھی تم نے کچھ پوچھا نہیں"
وہ لوگ اس وقت حویلی کے سامنے کھڑے تھے اور ہاشم برا سا منہ بنا کر بول رہا تھا۔۔

"جان نہ نکلے تمہاری اگئے ہیں حویلی"
سردار موسیٰ نے اسے گھوری سے نوازا تھا۔۔

"کیا فرق پڑتا ہے اتنا تپا کے تو ائے ہو دیکھو میری حالت مجھ معصوم پر تمھیں ذرا سا بھی ترس نہیں آیا"

اس نے معصومیت سے آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے کہا۔۔

"ہاں جانتا ہوں تمہاری معصومیت کو بہت ہی معصوم ہو اور حویلی والوں کے سامنے تو بہت معصوم بنے ہوئے ہو اچھے سے جانتا ہوں تمہاری معصومیت کو یہ مت سمجھنا تم سے غافل ہوں تمہاری ہر ایک قدم پر میری نظر ہوتی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی جانب دیکھتے گھور کر بات کی تھی جبکہ ہاشم سمجھ گیا تھا اج کل جو اس کی ملاقاتیں ہو رہی تھیں نور سے وہ سب اسے معلوم تھی اگر وہ خاموش تھا تو یہ بات صاف ظاہر تھی اس کی بہت بڑی شامت انے والی ہے۔

"اور جب تک تم دونوں کا نکاح نہیں ہو جاتا تب تک اپنی شرافت میں رہو تو بہتر ہے"

اس کا صاف صاف کہنے پر ہاشم نے نظریں جھکالی تھی کیونکہ یہ اس کے لیے شرمندگی ہی تھی جو لڑکی اس کی ہے اس کے بارے میں اسی کے منہ سے وہ ایسے الفاظ سن رہا تھا۔۔اس نے نظریں جھکار کھی تھیں، سردار موسیٰ کے الفاظ اس پر پانی کے تیز چھینٹے کی طرح پڑے تھے۔ سردی کم اور شرمندگی زیادہ محسوس ہونے لگی تھی۔

"موسیٰ... میں... وہ... ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔"

وہ آہستہ آواز میں بولا، جیسے کوئی بچہ پکڑا جائے تو صفائی دینے لگتا ہے۔اسے اپنے کمرے جانے پر کوئی سر نہیں تھا بس بات اس کی عزت اس کی نور کی تھی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس پر کوئی بھی حرف آئے۔ موسیٰ نے لمبی سانس لی۔اور وہ آگے کی طرف چلنے لگا۔

"ہاشم، میں تمہیں جانتا ہوں؟ تم جہاں بھی جاتے ہو، جو بھی کرتے ہو...
میری نظر ہوتی ہے بہت اچھے سے جانتا ہوں تم بلکل بھی ویسے نہیں ہو
لیکن اگر کسی دن کسی دوسرے کو پتہ چل گیا تو اس نے تو نور کے کردار کو
ہی مشکوک ظاہر کرنا ہے نہ"

سردار موسیٰ کا لہجہ کافی سخت تھا اور وہ صبح اسے لایا ہی اس لیے تھا کہ اسے
اس سے یہ بات کرنی ہے۔ ہاشم کا دل باقاعدہ ڈوب گیا۔ یعنی اسے سب پتا
ہے؟ ہر چیز؟ ہر ملاقات؟ ہر بہانہ؟ ہر جگہ؟ یا اللہ۔ اسے لگا موسیٰ کے
سامنے کھڑا نہیں، عدالت میں کھڑا ہے اور جج سامنے اپنا لباس پہن کر نہیں
بلکہ ٹریک سوٹ پہن کر آیا ہے۔

"موسیٰ"

اس نے کچھ کہنے کو منہ کھولا ہی تھا کہ موسیٰ رکا، آہستہ آہستہ پلٹا اور سخت تاثرات کے ساتھ اسے دیکھا۔

"اگر نور سے کوئی بات، کوئی ملاقات، کوئی چوری چھپے چیز دوبارہ کی تو یاد رکھنا ہاشم، میں تم دونوں کا نکاح تو کروادوں گا لیکن پھر رخصتی بھول جانا" سردار موسیٰ غصے سے بول رہا تھا۔

"اگر رخصتی ہو بھی گئی تو شادی کی پہلی رات بستر پر جانے کے قابل نہیں چھوڑوں گا سمجھ آیا؟"

وہ ایک قدم اس کے اور قریب آیا، آنکھیں تنگ کرتے ہوئے بولا۔ ہاشم نے سوکھا سا گلاس نگلا اور فوراً دو قدم پیچھے ہٹا۔

"سمجھ گیا بالکل سمجھ گیا بلکہ میں تو خود پہلے اسی وجہ سے دور ہوا تھا لیکن دل"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ سردار موسیٰ کی گھوری پر اسے خاموش ہونا پڑا تھا۔۔

"نور تمھاری امانت ہے جب دادا جان نے کہا اسے تمھارے نام کرنا ہے ہو جائے گی لیکن اس سے پہلے زرا اپنی لمٹ میں رہنا"

سردار موسیٰ نے اس خاموش دیکھ کر سختی سے کہا تھا۔۔

"خود رہے تھے کچھ دل بھی روح سے دور"

وہ جو جانے کے لیے پلٹا تھا اس کی اس بات پر واپس مڑ کر گھوری سے اسے نواز رہا تھا اور اس کی اس حرکت پر ہاشم پھر نظریں جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا موسیٰ کی آنکھوں میں ہلکی سی مسکراہٹ جھلکی، لیکن وہ فوراً سیدھا منہ بنا کر آگے بڑھ گیا۔ جبکہ پیچھے ہاشم بس اسے جاتا دیکھ رہا تھا نور اس کی عزت تھی اور اسے اپنی منگ کی عزت اپنی جان اپنے جذبوں سے زیادہ عزیز تھی وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے حویلی کے زنان خانے میں داخل ہو گیا تھا۔۔



"اب کیسی طبیعت ہیں اس کی"

سردارنی روح حفصہ کے کمرے میں آتے ہوئے بولی تھی اس وقت وہ

وائیٹ شلوار قمیض میں ملبوس تھی سر پر اس نے ٹھنڈ کی وجہ سے آج حجاب ہی لیا تھا اوپر اس نے گھٹنوں تک چھوتی کوٹ ڈال رکھی تھی اور اس کے اوپر پھر شال اس حد تک اسے ٹھنڈ لگ رہی تھی اور ٹھنڈ کی وجہ سے اس کی ناک بھی سرخ ہو گئی تھی۔۔

"پہلے سے بالکل ٹھیک ہے اب تو اہستہ اہستہ بولنے بھی لگی ہے"
حفصہ کی ماں نے مسکرا کر کہا تھا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا روح کے ساتھ ساتھ حویلی کی بڑی خواتین بھی آئی تھی۔۔

"چلو اللہ کا شکر ہے ماشاءاللہ اب بس سب حفصہ کے فیصلے کے منتظر ہیں جلدی ٹھیک ہو جاؤ"

آیت بیگم نے پاس آکر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"جو تمہارے ساتھ ہوا وہ دوبارہ کسی بھی قبیلے کی بیٹی کے ساتھ نہیں ہو گا اسی لیے تم نے جو سزا دینی ہو اسے دے دینا ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم سب تمہارے ساتھ ہیں"
سردارنی روح نے اسے اطمینان دیتے ہوئے کہا تھا۔

"ہم سمجھ سکتے ہیں بیٹا تمہارا دکھ اللہ کسی بھی بچی کو ایسے دن سے نہ گزارے تم جو چاہیں وہ سزا دے سکتی ہو اس شخص کو وہ تمہارا مجرم ہے اور یہ بات اس نے بھری جرگے میں تسلیم بھی کی ہے"
کنزہ بیگم نے بھی مسکرا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جس پر حفصہ نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"یہ تواپ سب لوگوں کااحسان ہے ہم پر"

حفصہ کی ماں نے کہا تھا۔۔

"احسان کی بات نہیں ہے انٹی یہاں جو سچ پر ہو گا سید حویلی اس کے ساتھ ہے جو غلط ہو گا چاہے وہ ہمارا اپنا ہی خون کیوں نہ ہو ہماری توپوں کا رخ اس کی طرف ہی ہو گا"

روح نے ان کی طرف دیکھ کر جواب دیا تھا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"میڈیسن لے رہی ہے یہ"

عافیہ بیگم نے پوچھا جس پر حفصہ کی ماما نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ حفصہ اب اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

"لیٹی رہو"

روح نے پاس آکر فوراً سے کہا تھا۔۔

"تھک گئی ہوں"

اس نے بہت آہستہ سے کہا روح نے اسے مدد دی تھی بیٹھنے میں حفصہ دھیرے سے سر جھکا کر بیٹھی تھی۔اس کے ہاتھ اس کی گود میں تھے اور انگلیاں آپس میں الجھی ہوئی تھیں۔اس کی سانسیں ہلکی ہلکی کانپ رہی تھیں۔چہرہ زرد، آنکھوں میں ایک عجیب سا ڈر... جیسے اب بھی کوئی سایہ اس کے ارد گرد ہو۔روح آیت بیگم اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"حفصہ بیٹا، تم اکیلی نہیں ہو۔"

اس کو ڈرا ہوا دیکھ کر آیت بیگم نے کہا ان کا لہجہ نرم تھا مگر مضبوط۔

"جو تمہارے ساتھ ہوا وہ ظلم تھا، گناہ تھا۔اس کا فیصلہ تم کرو گی۔"
روح نے بھی اسے تسلی دی تھی نا جانے کیوں وہ ڈری ہوئی تھی۔حفصہ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

"میں...میں سزا تو دینا چاہتی ہوں مگر..."
اس کی آواز بیٹھ گئی تھی بہت ہلکی تھی لیکن اس نے بولا تھا۔۔

"مگر کیا"
روح نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ڈرتی ہوں"
اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی کنزہ بیگم نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کس بات سے بیٹا؟ یہاں کوئی نہیں جو تم پر زور ڈالے، نہ کوئی خاندان، نہ کوئی جج۔ تمہارا درد تمہارا ہے، اور تمہارا فیصلہ بھی یہاں کا جج سردار موسیٰ ہے جس نے تمھیں فیصلہ سنانے کا اختیار دیا ہے"

کنزہ بیگم اسے ڈرتا ہوا دیکھ کر بولی تھی۔

"اگر تم چاہو تو وہ اس قبیلے میں ہمیشہ کے لیے رسوا کر دیا جائے گا۔ تم کہو تو اسے جلاوطنی۔ تم کہو تو اسے قید تم کہو تو تمہارے قدموں میں گرا کر معافی بھی منگوائی جا سکتی ہے۔"

سردارنی روح نے ایک لمحہ اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا اور بول رہی تھی۔

حفصہ نے دھیرے سے آنکھیں بند کیں۔ ایک لمحہ... دو لمحے... باس کے ہونٹ لرزے۔

"بیٹا، یہاں سب تمہارے ساتھ ہیں تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے میری بچی"

اس کی ماں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ حفصہ نے کانپتے ہاتھ اپنی ماں کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

"امی... میں کمزور نہیں ہونا چاہتی۔"

اس نے آہستہ سے کہا، جیسے خود کو یقین دلائے۔

"یہی جملہ بتا رہا ہے کہ تم پہلے ہی مضبوط ہو اور تم نے باقی لڑکیوں کے لیے لڑنا ہے تاکہ دوبارہ کوئی ایسا نہ کر سکے تم سزا دو گی"

روح نے مسکرا کر کہا تھا حفصہ نے نظریں اٹھائیں، اس کی آنکھوں میں پہلی بار خوف کے ساتھ ساتھ ہمت بھی دکھائی دی۔

"میں سزا دوں گی..."

اس نے دھیرے مگر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ کمرے میں موجود ہر عورت کے چہرے پر اطمینان آیا۔

"جو شخص عورت کی عزت چھینتا ہے اسے عزت کے لائق نہیں چھوڑا جاتا۔ میں چاہتی ہوں کہ..."

وہ رکی اس کی آواز دوبارہ کانپی۔

"اسے سب کے سامنے اس گناہ کا مجرم قرار دیا جائے اور اسے وہی سزا ملے جو جرگہ ایسے مجرم کو دیتا ہے۔"

حفصہ نے ہمت کر کے کہا تھا روح نے گہرا سانس لیا۔

"تمہارا فیصلہ سید حویلی کے لیے حکم ہے جو تم کہو گی وہ ہی ہو گا"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"اج ہی میں سردار موسی سے بات کرتی ہوں کہ جرگہ دوبارہ سے لگایا جائے کیونکہ حفصہ نے اپنے مجرم کو خود سزا دینی ہے"
سردارنی روح آج واقعی سردارنی لگ رہی تھی سب لوگ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ حفصہ نے روتے ہوئے سر ہلا دیا۔

"رومت بیٹا، آج تم نے اپنی زندگی کی پہلی جیت حاصل کرنی ہے"
کنزہ بیگم نے پیار سے اسے سینے سے لگالیا۔ حفصہ کی سانسیں بھاری تھیں مگر دل میں ایک عجیب سا بوجھ ہلکا ہو چکا تھا۔ آج وہ پہلی بار خود کو بے سہارا نہیں، محفوظ محسوس کر رہی تھی۔



سردار موسیٰ مردان خانے میں موجود تھا اس وقت وہ کوئی اہم معاملات پر گفتگو کر رہا تھا قبیلے کے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے جن کا کچھ مسئلہ چل رہا تھا۔۔

"تم بولو میں سن رہا ہوں میں نے اس کی بات سنی ہے نا اس نے اپنے ساتھ ساتھ اپنے گواہان اور تحریر بھی پیش کی ہے تمہارے پاس اگر کچھ ہے تو تم میرے سامنے رکھو"

سردار موسی کی اواز مردان خانے میں گونجی تھی کوئی گھر کا مسئلہ تھا ایک شخص کہہ رہا تھا وہ مکان اس کا ہے اور دوسرا جو اس میں رہ رہا تھا وہ اس بات کا دعوی دار تھا یہ مکان اس کا ہے جب کہ مکان مالک کہہ رہا تھا اس نے گھر کرائے پر دیا ہے اور یہ مکان اس کا ہے لیکن کرائے دار نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور اب وہ کہہ رہا تھا وہ مکان اس کا ہے مکان مالک سردار موسی کے پاس اپنا کیس لے کر ایا تھا اور اس نے گھر کے کاغذات بھی دکھائے تھے ساتھ میں اپنے ساتھ کچھ اپنے گواہان بھی لے کر ایا تھا جنہوں نے یہ گواہی دی تھی کہ پچھلے 15 سالوں سے یہ گھر اس کا ہے۔

"سردار، یہ سب جھوٹ ہے! میں پچھلے دس سال سے اس گھر میں رہ رہا ہوں۔ اگر یہ گھر اس کا تھا تو اس نے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ کیوں نہیں نکالا مجھے؟ اب جب گھر کی قیمت بڑھی ہے تو دعویٰ کر رہا ہے۔"

کرائے دار کی آواز ایک دم اونچی ہوئی۔ سردار موسیٰ نے تیز نظروں سے اسے دیکھا۔ یہ وہی نظر تھی جس سے بڑے بڑے مرد سیدھے ہو جاتے تھے دو منٹ میں۔

"بات کرنے کی تمیز سیکھو پہلے یہ مردان خانہ ہے، تمہارا اڈھابہ نہیں جہاں جو جی میں آیا بول دو۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا اس شخص کے چہرے کا رنگ اتر گیا۔ مکان مالک نے ادب سے دوبارہ فائل آگے بڑھائی۔

"سردار، یہ گھر میرے باپ کا تھا، پھر میرے نام ہوا۔ یہ کاغذات دیکھ لیں۔ پچھلے پندرہ سال سے میں نے کرائے پر دیا ہوا ہے۔ ہر مہینے کرایہ دیتا تھا یہ لیکن پچھلے چار مہینے سے کرایہ بند کر دیا اور پھر قبضہ کر لیا۔"

موسیٰ نے فائل کھولی، چند صفحات پلٹے، پھر اس کی نظریں کرائے دار پر گڑ گئیں۔

"کرایہ دیتے تھے؟"

سردار موسیٰ کا لہجہ خشک تھا۔

"پہلے دیتا تھا لیکن گھر میں نے خرید"

کرائے دار نے ہچکچاتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔۔

"کاغذ ہیں؟"

موسیٰ نے درمیان میں ہی روک دیا۔

کرائے دار خاموش رہا نظریں جھک گئیں۔ خود اس کی خاموشی اس کے جھوٹ کی تصدیق کر رہی تھی۔ موسیٰ نے فائل بند کی اور سامنے رکھی میز پر رکھ دی۔

"سنو معملہ بلکل ظاہر ہے کاغذات اسی کے پاس ہیں، گواہ بھی اسی کے ساتھ ہیں۔ اور تم نے خود یہ بات تسلیم بھی کی ہے کہ تم کرایہ دیتے تھے مطلب تم کرایہ دار ہو اور تم کہہ رہے ہو تم نے مکان خریدا تمہارے پاس نہ کوئی ثبوت ہے نہ کاغذ، اور اوپر سے اونچی آواز"

سردار موسیٰ نے دونوں کو دیکھ کر کہا۔ وہ کرائے دار کی طرف بڑھا، قدم ہلکے مگر خطرناک۔

"قبضہ کرنا جرم ہے اور جھوٹ پر ضد کرنا بڑا جرم۔"

کرائے دار کے ماتھے پر پسینہ ابھر آیا تھا، حالانکہ مردان خانے میں ہیٹر جلنے کے باوجود بھی سردی تھی۔

"اب فیصلہ سن لو۔"
موسیٰ نے سیدھے لہجے میں کہا اور پھر ان دونوں کی طرف دیکھا۔۔

"یہ مکان مالک کا ہے۔ تم آج ہی گھر خالی کرو گے اور اگر یہ شخص تعاون نہ کرے، تو سیدھا جرگہ کے سامنے پیش کر دینا قبضہ کرنے والوں کے لیے ہمارے قبیلے میں جگہ نہیں۔"
سردار موسیٰ کی فیصلہ کن اواز مردان خانے میں گونج مکان مالک نے ہاتھ باندھ کر شکریہ ادا کیا۔

"اور تم اگر آئندہ کسی کی زمین یا گھر پر نظریں ڈالیں، تو یاد رکھنا سید موسیٰ کی عدالت میں صرف انصاف ہے کسی کی سفارش نہیں۔"

موسیٰ نے نظریں کرائے دار پر دوبارہ گاڑتے ہوئے کہا وہ شخص سر جھکا کر باہر نکل گیا۔ موسیٰ نے گہری سانس لی اور اگلے کاغذات اٹھانے ہی والا تھا کہ زنان خانے سے تیزی سے آتی قدموں کی آواز نے اسے چونکا دیا۔ دروازہ کھلا۔ زنان خانے کی ایک ملازمہ اندر آئی۔

"سردار! سردارنی روح نے فوراً آپ کو بلایا ہے بہت ضروری بات ہے۔"

موسیٰ نے فائل ہاتھ میں ہی روک دی۔

"کیا ہوا؟"

اس کا لہجہ فوراً سنجیدہ ہو گیا۔

"مجھے نہیں معلوم سردار سائیں بس سردارنی نے کہا اپ کو یہ پیغام دے دوں"

لازمہ کی آواز پر اس نے میز پر رکھی فائل بند کی، اپنی جیکٹ اٹھائی اور تیز قدموں آگے بڑھا۔

"سب لوگ مردان خانے میں موجود رہیں، میں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بولا سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا وہ وہاں سے زنان خانے میں داخل ہو چکا تھا۔۔

💗💗

زنان خانے میں اس وقت ساری خواتین موجود تھی روح بھی وہاں ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی تھی جب سردار موسیٰ اتا دیکھائی دیا تھا سب لوگ ہی کھڑے ہو گئے تھے۔۔

"کیا ہوا کیا بات ہے سردارنی"

سردار موسیٰ باقی سب کو چھوڑ کر سیدھا روح کے سامنے آ کر رکا۔اس کے چہرے پر پریشانی نہیں، بلکہ ایک سنجیدہ سختی تھی وہ سختی جو ہر بار ذمہ داری بڑھنے پر اس کے چہرے پر آ جاتی تھی۔

"سردار... حفصہ کی حالت اب بہتر ہے اور وہ فیصلہ سنانے کی کنڈیشن میں بھی ہے تو میں یہ چاہتی ہوں جتنی جلدی ہو سکے اس شخص کو سزا ملنی چاہیے۔"

روح نے بلند آواز میں کہا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"

نادیہ بیگم جو کہ وہاں موجود تھی فوراسے بولی وہ ماں تھی اولاد جتنا بھی غلط کر لیں ان کے دل میں اولاد کی محبت تو ہوتی ہی ہے جو یہ بات تسلیم نہیں کر پاتی کہ ان کا بیٹا غلط ہے۔ نادیہ بیگم کی اچانک بلند ہوتی ہوئی آواز پر پورا زنان خانہ ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔ روح کے ماتھے پر لکیریں ابھر آئیں مگر وہ خاموش رہی۔ سب کی نظریں اب نادیہ بیگم اور سردار موسیٰ کے درمیان جمی تھی۔ سردار موسیٰ آہستہ سے ان کی طرف مڑا نہ غصہ، نہ چیخ، بس وہی سردار والی خطرناک خاموشی۔

"کیوں نہیں ہو سکتا پھوپھو میں نے اپ سے پہلے بھی یہ بات کہی تھی اگر اپ کا بیٹا حق پر ہو گا تو میں اپ کے بیٹے کے ساتھ ہوں لیکن اس نے اپنے منہ سے یہ بات قبول کی ہے اس نے حفصہ کے ساتھ غلط کیا ہے تو اپ کیسے اسے پروٹیکٹ کر سکتی ہیں اپ کو کچھ چاہیے اپ اس بچی کو پروٹیکٹ کریں جس کی حالت اپ کے بیٹے کی وجہ سے اس حد تک پہنچی ہے"

سردار موسی نے دھیمے مگر چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"موسیٰ وہ میرا بیٹا ہے۔ میں مانتی ہوں اس نے غلطی کی ہے لیکن لیکن اسے وقت دیں، اسے بات کرنے کا موقع دیں شاید حفصہ"

نادیہ بیگم کی سانسیں بے ترتیب تھی بات کرتے ہوئے۔

"کیا شاید؟ وہ ڈر کر آپ کے بیٹے کو چھوڑ دیں اگر حفصہ نے معاف بھی کر دیا تو میں کبھی نہیں کروں گا میں اسے سزا دیکھ کر اؤں گا میں نہیں چاہتا میرے قبیلے میں دوبارہ کسی کی جرت ہو ایسی حرکت کرنے کی"

سردار موسیٰ کی آواز میں ایسی کاٹ تھی کہ نادیہ بیگم خود کو چھوٹا سا محسوس کرنے لگیں۔

"پھوپھو یہ معاملہ آپ کے بیٹے اور آپ کے دل کا نہیں ہے۔ یہ معاملہ ایک بیٹی کی عزت کا ہے۔ اور حفصہ کو انصاف ملنا چاہیے ایسے تو اس قبیلے کی ہر لڑکی کا اعتماد سردار موسیٰ سے اٹھ جائے گا اگر اس نے اپنے خون کو بچا لیا سب لوگ تو یہی سوچیں گے نا انصاف صرف دوسروں کے لیے ہے اپنوں کے لیے نہیں ہے تو ہم ایسا نہیں کر سکتے جو سزا ایک زنانی کی ہے اسے وہ ملے گی"

روح نے غصے سے کہا تھا نادیہ بیگم نے گھبرا کر روح کی طرف دیکھا۔

"میں تمہارے اگے ہاتھ جوڑتی ہوں سردار موسیٰ جو چاہے وہ سزا دے دو میرے بیٹے کو لیکن پلیز اسے جان سے مت مارنا"

نادیہ بیگم نے سردار موسی کے اگے ہاتھ جوڑ لیے تھے۔۔

"یہ کیا کر رہی ہیں پھوپھو پلیز مجھے شرمندہ نہ کریں اپ میری ماں کی جگہ ہیں"

سردار موسیٰ نے فوراً سے ان کے ہاتھ تھام لیے تھے۔۔

"پلیز میری بات سن لو نا"

نادیہ بیگم روتے ہوئے بول رہی تھی۔۔

"مجھے معاف کیجئے گا پھوپھو لیکن فیصلہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے فیصلہ اس لڑکی کے ہاتھ میں جو وہ فیصلہ سنائے گی وہ ہم سب کو قبول کرنا پڑے گا"

سردار موسیٰ نے اپنی پھوپھو کے سر پر ہاتھ رکھا اور اس کے بعد وہ پیچھے ہو گیا تھا۔۔

"کل صبح جرگہ بٹھایا جائے گا اور جو فیصلہ حفصہ کرے گی اسی کے مطابق عدنان کو سزا دی جائے گی"

یہ بات کہہ کر سردار موسیٰ وہاں سے دوبارہ زنان خانے میں چلا گیا تھا کیوں کہ اسے ابھی تک وہ معاملہ پوری طرح سے ختم کرنا تھا جو کہ کہ چھوڑ کر ایا تھا وہاں پر موجود ہر کوئی خاموش تھا صرف اور صرف نادیہ بیگم کی رونے کی اواز تھی ان کی سسکیوں کی اواز تھی سب لوگ بس افسوس کر سکتے تھے اس کے علاؤہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔۔

کندیل برا سا منہ بنا کر بیٹھی ہوئی تھی اس دن اس نے بابرا عظم کا میچ دیکھا تھا اسائنمنٹ کمپلیٹ کرنے کے بجائے جس وجہ سے وہ اسائنمنٹ مکمل نہیں کر پائی تھی جب اسائنمنٹ مکمل نہ ہوئی تو سبمٹ بھی نہیں ہو گی اس وجہ سے اس کے مارکس کٹ گئے تھے اس پروجیکٹ کے اسے کوئی بھی مارکس نہیں ملے تھے جس وجہ سے وہ اچھی خاصی پریشان ہو گئ تھی اسے یوں بیٹھا دیکھ کر حنان اس کے پاس ایا تھا وہ اس وقت سیڑھیوں پر بیٹھی ہوئی تھی حنان اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب اس کی نظر کندیل پر پڑی تھی۔

"کیا ہوا ایسے منہ بنا کر کیوں بیٹھی ہو"

حنان نے اس کے پاس اتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کچھ نہیں"

کندیل نے مختصر جواب دیا وہ اس سے کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

"ارے بتاؤ تو صحیح ہوا کیا ہے ایسے منہ بنا کر کیوں بیٹھی ہو اور ویسے بھی یہ دھماکہ جو ہر کسی کو ہارٹ اٹیک دیتا ہے اج خود خاموش بیٹھا ہے کوئی تو بات ہے"
حنان نے اپنی ہنسی کو کنڑول میں رکھتے ہوئے یہ بات کہی تھی جبکہ اس کی بات پر کندیل اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"تمہیں لگتا ہے میں سب کو ہارٹ اٹیک دیتی ہوں"
کندیل نے غصے سے کہا تھا اس کی یہ بات قندیل سے ہضم نہیں ہوئی تھی۔۔

"اور نہیں تو کیا سب کو پریشان کرنے والی تم ہو اور تم خود ہی پریشان بیٹھی ہو پڑھائی تم سے نہیں ہوتی سر سب کا تم کھاتی ہو اور اج یہی ایٹم بم خاموش بیٹھا ہے"

اس نے پھر سے مذاق بناتے ہوئے کہا تھا اسکی بات پر کندیل نے اسے گھور کر دیکھا اور منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"حنان، پلیز ابھی مزاق نہ کرو۔ ویسے بھی میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی۔"

وہ بالکل بھی مذاق کے مونڈ میں نہیں تھی اس لیے اس نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"بات تو تب نہ کرو جب میں پوچھ نہ رہا ہوں، میں تو پوچھ رہا ہوں۔ اب بتاؤ مسئلہ کیا ہے؟ کسی نے کچھ کہا؟ یا پھر کوئی بم پھٹ گیا ہے تمہاری دنیا میں؟"

حنان اس کے برابر سیڑھی پر بیٹھ گیا، کہنی گھٹنے پر رکھ کر آرام سے بولا۔

"میرا اسائنمنٹ رہ گیا۔ سبمٹ نہیں ہو سکا۔ سر نے مارکس بھی نہیں دیے۔ پورے پروجیکٹ میں زیرو۔ اب بولیں خوش؟"

کندیل نے ناگواری سے ہونٹ بھینچے۔ حنان نے پلکیں جھپکائیں، پھر فوراً ہنس پڑا۔

"اوہ... تو یہ بات ہے۔ میں سمجھا کوئی ورلڈ وار ہو گئی ہے۔"

حنان نے بہت مشکل سے اپنی ہنسی کے دوران کہا تھا کندیل ایک دم آگ بگولہ ہو گئی۔

"ہاں تو تمہارے لیے تو یہ مزاق ہی ہے! میرے GPA کی دھجیاں اڑ جائیں گی اس کے بعد جب بھائی پوچھیں گے کیا جواب دوں گی۔اور پتا ہے کیا ہوا؟اوپر سے پتہ ہے کیا ستم؟خود ہی نے کہا تھا میچ دیکھ لیتے ہیں، بابر اعظم چھکا مارے گا! مارکس کی چھکا مار گئی میں!"

کندیل نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"تو کس نے کہا تھا میچ دیکھنے کے لیے اور ذرا سوچو اگر میں یہ بات بھائی موسی کے سامنے کر دوں تو"

حنان نے اسے مزید ڈرایا تھا جبکہ اس کی بات پر کندیل فوراً سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"خبر دار جو تم نے ایسا سوچا اگر تم نے ایسا کچھ کرنے کی کوشش کی نا تو میں تمہیں گنجا کر دوں گی اور ویسے بھی یہ مت بھولو ہمارے پاس بھی ہماری سردارنی روح ہے"

کندیل نے اسے انگلی دیکھا کر وارن کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"لیکن یہ بات بھی یاد رکھو سردار کا عہدہ سردارنی سے زیادہ ہوتا ہے سردارنی کو بھی وہ بات ماننی ہوتی ہے جو سردار کہتا ہے"

حنان بھی اس کے برابر آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

"اور اس کے بعد جو میں تمہارے ساتھ کروں گی نا وہ بھی سب دیکھیں گے"

کندیل نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر حنان دل چسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا کر لو گی بتاؤ ہاں"

حنان نے اسے چیلنج کیا تھا۔ حنان کے چیلنج کرنے پر کندیل نے آنکھیں مزید تنگ کر کے اسے گھورا، جیسے وہ اگلے ہی لمحے اس پر حملہ کر دے گی۔

"کیا کر لوں گی؟"

کندیل نے نچلا ہونٹ کاٹ کر غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"ہاں کیا کر لو گی"

حنان نے ایک مرتبہ پھر کہا۔

"سنو اگر تم نے ایک لفظ بھی بھائی موسی کے سامنے بولا نا، تو یاد رکھنا میں بھائی کے اگے بول دوں گی کہ تم پچھلے دو دنوں سے حویلی رات دیر کو رہے ہو"

کندیل کی بات پر حنان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اور یہ تمہیں کیسے پتہ تم نے مجھ پہ نظر رکھی ہوئی ہے"

حنان نے اپنی حیرانی کو سائیڈ پر رکھ کر پوچھا۔۔

"میں تم جیسے لنگور پر کیوں نظر رکھوں گی وہ تو میں رات کو جاگ رہی تھی اسی لیے میں نے تمہیں حویلی کے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا"

کندیل نے اس کو غصے سے دیکھ کر کہا تھا۔ حنان نے اب سارا غصہ، حیرت اور بے چینی ایک ساتھ چہرے پر سجالی۔

"ایک منٹ"

وہ ہاتھ اٹھا کر رکا۔

"تم جاگ کیوں رہی تھیں اتنی رات تک؟ دو بج رہے تھے! انسان کی نسل سے ہو یا الو کی نسل سے ہو؟"

حنان نے اسے گھور کر دیکھا تھا۔۔

"ہاں ہاں، میں الو ہوں اور تم چڑیا گھر کا بندر! خوش؟"

کندیل نے فوراً آنکھیں پھیلا کر جواب دیا۔۔

"اوئے میری بات کا جواب دو۔ اتنی رات تک جاگ کیوں رہی تھیں؟ کوئی فلم دیکھ رہی تھیں؟ یا پھر ڈرامہ؟"

حنان نے تپ کر ایک قدم قریب بڑھایا۔

"میری مرضی! مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔"

کندیل نے ناک چڑھا کر کہہ کر منہ موڑ لیا۔

"ہاں اور یہ اتفاق تمہاری نیند نہ انا اسی وقت کیوں ہوتا ہے جب میں حویلی سے باہر ہوتا ہوں اور تم بھی مجھے اتے ہوئے دیکھتی ہو سچی سچی بتاؤ مجھ پہ نظر تو نہیں رکھی ہوئی یا پھر کوئی افیسر ہو"

حنان نے اب ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو کر طنزیہ انداز میں کہا۔

"خبردار! مجھے کوئی آفیسر وافیسر نہ کہنا۔اور ویسے بھی میں نے تمہیں ویسے ہی دیکھ لیا تھا۔"

کندیل نے فوراً انگلی اٹھائی۔

"ویسے ہی...؟ یا تم میری جاسوسی کر رہی تھیں؟"

حنان نے آنکھیں سکیڑ کر کہا۔

"میں اتنی فارغ نہیں ہوں تم پر نظر رکھوں گی؟ چلو ادھر سے میں تو خود پریشان تھی اپنے اسائنمنٹ کی وجہ سے!"

کندیل نے غصے سے پیر پٹخا۔

"اور لنگور کیوں کہا مجھے؟"

حنان نے اسے گھورا تھا۔

"کیونکہ تم ہو!"

کندیل نے بغیر سوچے جواب دیا۔

"اے واہ! تم نے مجھے لنگور کہا، اور پھر کہتی ہو کہ میں مزاق نہ کروں؟"
حنان کا منہ کھل گیا۔

"ہاں کہا! اور دوبارہ بھی کہوں گی اگر تم نے بھائی موسی کے سامنے ایک لفظ بھی بولا! بلکہ پھر میں صرف بولوں گی بھی نہیں بہت کچھ کر کے بھی دکھاؤں گی تمہیں اور تم بہت اچھے سے جانتے ہو میں بہت کچھ کر سکتی ہوں"
کندیل نے سینہ تان کر جواب دیا۔

"تمہیں پتہ ہے نا بھائی موسی نے اگر سن لیا کہ تم رات کو دیر سے آرہے ہو تمہاری ہڈیاں تو وہ بہت اچھے سے توڑیں گین تو پھر اس لیے اپنی زبان بند رکھو۔"
کندیل نے بے رحمی سے کہا۔۔

"ظالم عورت"

حنان وہاں سے یہ کہہ کر جانے لگا تھا کیونکہ اسے ان سب میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا اس نے اسائنمنٹ مکمل نہیں کیا اس کے مارکس اسے ملے یا نہیں ملے اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا لیکن وہ خود جان بوجھ کر کھائی میں چھلانگ نہیں لگا سکتا تھا اگر اس نے کچھ بھی موسی سے کہا تو وہ جانتا تھا کندیل باز نہیں ائیں گی وہ جا کر سردار موسی کو بتادے گی کہ وہ رات لیٹ سے حویلی ارہا تھا اور اسے اپنی جان بہت زیادہ عزیز تھی۔

"عورت کیسے کہا"

پیچھے سے اسے اپنی کمر پر زوردار چپل پڑی تھی اور کندیل کی غصیلی اواز ائی تھی۔ کندیل نے جو چپل مارا تھا وہ بہت زور سے اسے لگا تھا اس لیے اس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھ لیا تھا اور مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"تم پاگل ہو گئی ہو کیا؟ایک تو بات کرو تو جواب میں چپل! یہ کون سی بات ہوئی؟"

حنان نے درد سے بلبلا کر کہا۔ کندیل ہاتھ باندھ کر ایسے کھڑی تھی جیسے خود کو فاتح سمجھ رہی ہو۔

"ہاں! اور یہ بات ایسے لنگوروں کے لیے ہی رکھی جاتی ہے جو عورت کہہ کر بھاگنے لگیں۔"

اس نے ناک چڑھا کر جواب دیا۔

"میں نے مزاق میں کہا تھا!"

حنان نے ہاتھ اٹھا کر وضاحت دی۔

"تو میں نے بھی مزاق میں ہی مارا۔"

کندیل نے بے نیازی سے کہا۔

"یہ... یہ مزاق تھا؟ اور تم نے چپل پھینکنے میں بھی اپنی پوری جان لگادی

تاکہ میری ہڈیاں وڈیاں بھی ٹوٹ جائے"

حنان کی آنکھیں پھیل گئیں۔ کندیل نے خالی پاؤں دیکھا اور پھر اسے۔

"اچھا بتاؤ... زیادہ لگی؟"

اس نے حیرت انگیز معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں نہیں بس روح نکلتے نکلتے رک گئی۔"

حنان نے طنزیہ جواب دیا۔

"دیکھو حنان، میں پہلے ہی اسائنمنٹ کی وجہ سے ڈسٹرب ہوں۔ پلیز ابھی کوئی پروفیشنل بکواس نہ کرنا۔"

کندیل ہونٹ دبا کر ہنس دی، لیکن اگلے ہی لمحے سنجیدہ ہوئی۔

"پروفیشنل...؟ تم نے مجھے ابھی ابھی چپل ماری اور اب تم پروفیشنل ہونے کی بات کر رہی ہو؟"

حنان نے پھر آنکھیں پھیلا دیں۔

"ہاں تو؟ میں کہہ رہی ہوں نا بس۔"

کندیل نے کندھے اچکا دیے۔۔

"تمہیں پتہ ہے تم خطرناک انسان ہو؟ واقعی میں۔ تمہیں فائر بریگیڈ کے پاس رجسٹر ہونا چاہیے—'چپل اٹیک کی ماہر"

حنان بے اختیار ہنس پڑا۔

"تمہیں ایک اور چپل بھی مار دوں کیا؟ تاکہ رجسٹر کرنے کی نوبت ہی نہ آئے؟"

کندیل نے اسے گھورا۔

"اوکے اوکے! میڈم سوری! غلطی ہو گئی۔ آئندہ کبھی عورت نہیں کہوں گا۔"

حنان فوراً سیدھا کھڑا ہو گیا، دونوں ہاتھ اٹھا کر ہتھیار ڈال دیے۔

"اچھا ہے، یاد رہے۔"

کندیل نے پر اعتماد انداز میں کہا۔

"لیکن کچھ پوچھوں؟"

حنان نے ایک قدم قریب آکر سر جھکا کر کہا۔

"کیا؟"

کندیل نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا۔۔

"اتنی پیاری ہو اتنا برا منہ کیوں بنا کے رکھتی ہو"

حنان کے اس جملے نے کندیل کو ایک پل کے لیے جیسے جامد کر دیا۔ وہ جو ابھی تک غصے میں بھری بیٹھی تھی، اچانک اس کے انداز میں آئے لفظوں کے بدلاؤ نے اسے چونکا دیا۔ کندیل نے فوراً آنکھیں تنگ کر کے اسے گھورا۔

"کیا کہا تم نے؟"

اس کی آواز میں حیرت کم اور غصہ زیادہ تھا۔ حنان نے شرارتی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے بال ایک طرف جھٹکے۔

"میں نے کہا... اتنی پیاری ہو، اتنا برا سا منہ کیوں بنا کر رکھتی ہو؟"
اس نے دانت نکال کر ہلکا سا آنکھ بھی دبائی۔

"حنان!! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے یہ بات کرنے کی؟"
کندیل کے منہ سے بے اختیار ایک جھٹکا سا نکلا۔ وہ آگے بڑھ کر اس کے بلکل سامنے کھڑی ہو گئی۔ حنان نے دونوں ہاتھ پیچھے کیے، جیسے وہ اسے مزید چھیڑنے کے لیے مکمل طور پر تیار ہو۔

"ہمت؟ تمہارے سامنے کھڑے ہو کر بات کرنا بھی ہمت ہی تو ہے۔"
وہ آہستہ سے بولا۔

"میں غصے میں ہوں، اور تمہیں فلرٹ سوجھ رہا ہے؟ دماغ خراب ہے تمہارا؟"

کندیل کے ماتھے پر ناگواری کی لکیریں اور گہری ہو گئیں۔

"غصہ بھی تم پہ اچھا لگتا ہے۔"

حنان نے سر کو جھکا کر، گہری آواز میں مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ کندیل کا منہ کھل گیا۔ چہرہ سرخ۔ غصہ دوگنا۔

"حنان!! ایک تو تم مجھے عورت کہتے ہو، پھر چپل کھا کر بھی یہی حرکتیں؟ تمہیں عقل نہیں ہے؟"

کندیل کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس شخص کو مار دے۔

"عقل تو ہے بس تمہیں دیکھ کر کبھی کبھی بند ہو جاتی ہے۔"
حنان نے ہنستے ہوئے اسے دیکھ کر کہا۔

"بند...؟ تمہارا دماغ واقعی خراب ہے۔"
کندیل نے پلکیں جھپکیں۔

"ویسے بھلائی کا تو زمانہ ہی نہیں رہا ہے ایک تو تمہارا اسائنمنٹ میں زیروایا ہے میں تمہیں ہنسانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کے غصہ ہو رہی ہو"
اس نے معصوم شکل بنا کر کہا۔ کندیل کو اس کی معصوم شکل پر مزید غصہ آیا۔

"ہنساؤں؟ فلرٹ کر کے؟"
کندیل نے گرج کر پوچھا۔

"کس نے کہا میں فلرٹ کر رہا ہوں"
وہ اس کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"تم یہاں سے نکلو گے یا میں موسیٰ بھائی کو بلا کر بولوں کہ تم میرے ساتھ فلرٹ کر رہے ہو"
اس نے برا سا منہ بنا کر اسے سردار موسیٰ کی دھمکی دی تھی۔۔

"نہیں نہیں پلیز ایسا مت کرنا میری ہڈیاں وڈیا نہیں بچنی میں یہاں سے جا رہا ہوں"
سردار موسی کے بعد پر اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں کیونکہ وہ جانتا تھا اگر اس نے یہ بات سردار موسی کے اگے کہہ دی تو اس کی ہڈیاں ویسے نہیں بچنی ہیں۔

"نکلو یہاں سے"

وہ برا سا منہ بنا کر بولی تھی جس پر اس کی طرف حنان نے مسکرا کر دیکھا تھا

اور وہاں سے وہ چلا گیا تھا کندیل نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"اسی لنگور نے اج میرے سر لگنا تھا"

وہ بھی برا سا منہ بناتے ہوئے سیڑھیوں کا زینہ چڑھ کر اوپر چلی گئی تھی۔

💗💗

روح اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے کتابیں بھیلار کھی تھی چھٹیاں تو ہو گئی تھی ان کی کالج سے لیکن نام کی چھٹیاں تھی جن کا کوئی فائدہ نہیں تھا آئے دن اون لائین کام بھیج دیتے تھے وہ لوگ اس لیے اس وقت وہ بیٹھ کر پڑھائی کر رہی تھی اس وقت رات کا ٹائم تھا تقریباً سبھی لوگ اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس نے نظر اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا تو سردار موسیٰ دروازے پر کھڑا تھا شلوار قمیض اس سے پہنا نہیں جاتا تھا اور وہ پڑھائی کر رہی تھی اس لیے کمفرٹیبل ہونے کے لیے اس نے ٹراؤزر شرٹ ڈال لی تھی شرٹ اس کی کافی چھوٹی تھی ہاتھ اوپر کرنے سے اس کی بیلی اور کمر بھی نظر آسکتی تھی اور اس کے بازو ہاف تھے ویسے تو کوئٹہ میں کافی سردگی تھی لیکن ہیٹر ان ہونے کی وجہ سے پورا کمرہ گرم تھا سردار موسیٰ کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی اور سردار موسیٰ اس کے کپڑے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔۔

"اپ"

وہ فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی بیڈ پر ہی کیونکہ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔۔

"وہ تمھارے کمرے کی لائٹ جل رہی تھی نہ تو اس لیے آیا ہوں ورنہ تو میڈم بہت جلدی بستر کی زینت ہو جاتی ہے سردی کے مارے"

سردار موسیٰ نے ہلکہ مسکرا کر کہا وہ کمرے کے اندر آ چکا تھا اس نے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ روح نے جیسے ہی دیکھا کہ سردار موسیٰ نے دروازہ بند کر دیا ہے، اس کا دل ایک پل کے لیے زور سے دھڑکا۔ وہ فوراً اپنی شرٹ کو کھینچ کر نیچے کرنے لگی، جیسے اس کی جلد دکھ جانے سے موسیٰ کو کوئی مسئلہ ہو گا۔

"میں... میں تو بس پڑھ رہی تھی"

روح نے گھبراہٹ میں کہا، آواز آہستہ تھی مگر لرزش صاف محسوس ہو رہی تھی۔ موسیٰ آہستہ قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ آنکھوں میں وہی گہرائی وہی سنجیدگی اور ساتھ ایک عجیب سی تپش۔

"پڑھائی؟ اس حولیے میں؟"

وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا، نظر روح کے چہرے سے ہٹ کر اس کے لباس پر گئی۔ روح فوراً شرٹ کو پھر سے کھینچنے لگی، جیسے اس کا جسم کوئی جرم ہو۔

"یہ۔۔۔ یہ بس میں کمرے میں تھی تو اس لیے اور ان کپڑوں میں الجھن کو رہی تھی مجھے میں نے نہیں دیکھا تھا آپ——"

"ہاں، نظر آرہا ہے کہ تمھیں کتنی الجھن ہو رہی تھی"

موسیٰ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا، آواز پر سکون مگر اتنی گہری کہ روح کا سانس رکنے لگا۔ وہ نظریں جھکا کر کھڑی رہی، انگلیاں ایک دوسرے میں پھنسی ہوئی وہ ابھی تک بیڈ پر ہی کھڑی تھی۔۔

"روح۔"

وہ نرم مگر حکم دینے والے انداز میں بولا۔ روح نے آہستہ سے نظریں اٹھائیں۔

"نیچے اترو"

اس نے لمحہ بھر رکتے ہوئے کہا۔ سردار موسیٰ کی بات کہنے پر اسے یاد آیا کہ وہ بیڈ پر کھڑی ہے وہ پریشانی میں یہ بھی بھول گئی تھی وہ کہاں کھڑی ہے۔۔ روح فوراً بیڈ سے نیچے اتری، ہاتھ اپنی شرٹ کے کنارے پکڑے ہوئے۔

اس کے دل کی دھڑکن اس وقت اتنی تیز تھی کہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ پورا کمرہ اسی کے دل کی دھڑکن سے گونج رہا ہے۔ موسیٰ نے قدم آگے بڑھایا، نظریں روح پر جمائی ہوئی تھیں۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم؟"
اس کی آواز میں سردی بھی تھی اور ناراضگی بھی۔

"میں... میں بس... پڑھ رہی تھی... اور..."
روح نے اپنے الفاظ کو گھسیٹتے ہوئے کہا، لیکن موسیٰ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بس؟ پڑھ رہی تھی وہ بھی اس حویلی میں روح، تمہیں معلوم ہے کہ اگر کوئی اور کمرے میں آ جاتا تو"

اس کے لہجے میں سختی تھی، لیکن وہ اپنا غصہ ضبط کر رہا تھا۔ روح کا دل اور تیز دھڑکنے لگا روح کے ہاتھ کانپ رہے تھے، وہ خاموش کھڑی تھی، دل کی دھڑکن اتنی تیز کہ ہر لمحہ اسے لگ رہا تھا جیسے دل چھاتی سے باہر نکل جائے۔ سردار موسیٰ چند قدم اور قریب آئے، نظریں سخت اور سنجیدہ تھیں، آواز میں غصے کی لہروں کے ساتھ حکم بھی تھا۔

"بس اسی وجہ سے میں شادی نہیں کرنا چاہتی تھی بس اپنا حکم اب کمرے میں بھی میں ایسے کپڑے نہیں پہن سکتی"
اس کا دل تو بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا لیکن وہ خود کو قابو کر کے بولی تھی۔۔

"کس نے کہا تم ایسے کپڑے نہیں پہن سکتی"
سردار موسیٰ اسے دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"ابھی اپ نے یہ تو کہا اتنا غصہ بھی ہو رہے تھے"

وہ منہ بنا کر بولی تھی دل ابھی بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا سردار موسیٰ کیا کرے گا۔

"میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں کیا کہنا نہیں چاہ رہا یہ بات تم بھی بہت اچھے سے جانتی ہو میری بات کو کسی دوسرے رنگ میں لینے کی ضرورت نہیں ہے"

وہ اس کے قریب کھڑا سختی سے بات کر رہا تھا اور پھر اچانک اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر جھٹکے سے اسے اپنے قریب کر لیا اسکی ٹھنڈی انگلیاں روح کی کمر پر ٹچ ہو رہی تھی روح کی سانسیں تیز ہو گئیں، دل کی دھڑکن اتنی زور سے بڑھ گئی کہ اسے لگ رہا تھا پورا کمرہ گونج رہا ہے۔ وہ اپنے آپ کو پیچھے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی، لیکن موسیٰ کے ہاتھ اس کی کمر پر مضبوطی سے تھے۔ اور اس کے ہاتھوں کی ٹھنڈک اس کے وجود کو اور تڑپا رہی تھی۔

"روح تم چھوٹی بچی نہیں ہو جسے مجھے ہر بات سمجھانی پڑے تم بہت اچھے سے جانتی ہو میں کیا کہنا چاہ رہا تھا میری جگہ اگر کوئی اور کمرے میں اجاتا یا پھر ہاشم اجاتا تم سوچ بھی سکتی ہو میں یہ بات برداشت کرتا کوئی تمھیں اس حولیے میں دیکھے"

موسیٰ کی آواز میں سختی کے ساتھ ایک دباؤ تھا، روح کے ہونٹ ہلنے لگے، لیکن وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ خوف اور شرمندگی نے اسے اندر سے جکڑ رکھا تھا۔

"تمہیں ندازہ بھی نہیں ہوتا کس وقت تم کیا کر جاتی ہو؟"

موسیٰ نے اس کی کمر کو اور سختی سے جکڑ لیا، نظریں اس کے چہرے میں گہری ہو گئیں۔

"میں نے تمہیں اتنی آزادی دی، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم ایسے حولیے میں رہو کوئی بھی کسی بھی وقت آسکتا ہے اگر ہاشم آجاتا تم جانتی ہو نہ وہ تمھارے کمرے میں آنے سے پہلے اجازت نہیں لیتا"

سردار موسیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ نہ جانے کیا کر دے کیوں کہ یہ سوچ سوچ کر ہی اس کا دماغ پھٹ رہا تھا اگر کوئی اور اسے اس حولیے میں دیکھ لیتا تو روح کی آنکھیں بڑی ہو گئیں، اور اس کے جسم میں ایک لرزش دوڑ گئی۔

"ایسا ہوا تو نہیں ہے نہ"

وہ اپنے دل کو قابو کرتے ہوئے آہستہ سے بولی تھی۔ اس کی اس بات پر سردار موسیٰ نے اسے دیکھا اور پھر اس کے گردن میں اپنا چہرہ چھپا کر اپنے ہونٹ اس کے گردن پر رکھ کر ساتھ میں دانتوں کا استعمال کرتے ہوئے وہ اس کی گردن پر بائیٹ کر چکا تھا۔

"آہ"

اس کی زوردار چیخ کمرے میں گونجی تھی سردار موسیٰ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔

"یہ غلطی دوبارہ نہ ہو اور اسے معمولی سمجھنے کی غلطی بالکل بھی مت کرو ابھی تو میں نے کچھ کیا نہیں ہے تمہاری غلطی کی یہ سزا نہیں ہے اس سے بھی بڑھنا چاہیے لیکن فی الحال میں تمہیں دے نہیں رہا یہ میری شرافت ہے میری امانت ہو تم اور اس کا بہت اچھے سے خیال رکھو تو تمھارے لیے بہت اچھا ہے"

سردار موسیٰ نے جہاں بائیٹ کی وہاں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا جس سے پھر سے روح کی سسکی نکلی تھی اور وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ موسیٰ کا چہرہ اس کے گردن کے قریب تھا، اور اس کے ہاتھ ابھی بھی اس کی کمر پر مضبوطی سے موجود تھے۔

"روح... سنو، میں تمہیں ڈرانہیں رہا، بس یہ بات یاد دلائی ہے تم صرف اور صرف میری ہو تمہارا یہ حسن صرف میرے لیے ہے تمہیں یوں صرف میں دیکھ سکتا ہوں"

اس کی آواز میں سختی کے ساتھ ایک نرم لہجہ بھی تھا ساتھ میں حق بھی تھا جو روح کے اندر اضطراب اور عجیب سا سکون پیدا کر رہا تھا۔

"میں سمجھ گئی میں آئندہ محتاط رہوں گی۔"
روح نے ہلکے سے سر ہلایا، ابھی بھی کانپتی ہوئی۔

"ہونا بھی چاہیے"
سردار موسیٰ اب جان بوجھ کر اس کی کمر پر اپنے ہاتھوں کو حرکت دے رہا تھا جس پر روح نے اب اس کو دیکھا۔۔

"چھوڑیں"

وہ اسے دیکھ کر بولی اس کے قریب آتے ہی نہ جانے کیوں دل زور زور سے دھڑکتا اس کے بس میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔۔

"بلکل بھی نہیں مجرب قریب کیا ہے".

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر پوچھا جس پر روح نے اس کے سینے پر موکا مارا۔۔

"کچھ بھی نہیں ہے مجھے پڑھانا ہے"

روح نے اسے دور کرنے کی کوشش کی مگر سردار موسیٰ نے اسے مزید اپنے قریب کر لیا۔۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں"

اس نے پیار سے کہا تھا اور اس کے اس لہجے پر سردار موسیٰ کو دل بھی دھڑکا تھا اپنی دھڑکنوں کو شعر کرتا دیکھ کر اس نے روح کو چھوڑ دیا۔۔

"جاؤ جا کر پڑھو لیکن آئندہ خیال رکھنا"

سردار موسیٰ نے چھوڑتے چھوڑتے بھی باور کرایا تھا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا سردار موسیٰ وہاں سے چلا گیا تھا کیوں کہ اگر وہ روکتا تو کوئی خستگی ہو جاتی اور اپنی بیوی کی عزت اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھیں وہ نہیں چاہتا تھا اس کی کسی حرکت کی وجہ سے روح اس سے نفرت کرے اس لیے اس نے اپنے جذبوں کو سلا دیا اور کمرے سے نکل گیا روح بھی دوبارہ پڑھنے بیٹھ گئی تھی۔

ہلکی ہلکی سی برف باری ہو رہی تھی ہر طرف اندھیرے کا راج تھا لیکن وہ جاگ رہی تھی اس کے اندر ایک جنگ چل رہی تھی اس سردی میں بھی اسے فرق نہیں پڑتا تھا کہ باہر سردی ہے اور برف باری ہو رہی ہے وہ اپنے کمرے میں ہیٹر کے سامنے کھالی نگاہوں سے ہیٹر کو دیکھ رہی تھی اس کا دماغ سن ہوا پڑا تھا اس وقت وہ بلکل خاموش بیٹھی یادوں کی دنیا میں تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے روح سے پوچھا تھا۔

"قبول ہے۔"

اس نے آہستہ آواز میں جواب دیا تھا۔اور یہ یاداس کے دماغ کو سن کر رہی تھی اس کے دل کو چیر رہی تھی سردار موسیٰ کیسے روح کا ہو سکتا تھا اس میں کیا کمی تھی اچھی شکل وصورت تھی ہر ہنر اسے آتا تھا اس روح میں ایسا کیا تھا وہ خود ہی اپنے ساتھ جنگ لڑ رہی تھی۔

"نکاح تو ہو گیا لیکن رخصتی نہیں ہو سکے گی روح تمھیں سردار موسیٰ سے طلاق لینی ہو گی کیوں کہ اس حویلی کی سردارنی قور سردار موسیٰ کی بیوی صرف میں بنوں گی مجھے اس سے محبت ہے اور خدا گواہ ہے میری محبت جھوٹی نہیں ہے"

یہ بات کرتے گلناز رو دی تھی اس کی آنکھوں میں جو درد تھا وہ صاف بتا رہا تھا کہ اس کی محبت جھوٹی نہیں ہے وہ سردار موسیٰ سے سچی محبت کرتی ہے لیکن سردار موسیٰ اس کی قسمت میں نہیں تھا وہ کسی اور کا تھا اور یہ بات وہ برداشت نہیں کر پا رہی تھی وہ چاہ کر بھی اس بات کو تسلیم نہیں کر پا رہی تھی یا پھر یوں کہا جائے وہ تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتی تھی لیکن یہ حقیقت تھی وہ مانے یہ نا مانے سردار موسیٰ روح کا تھا روح کا ہے اور اس کے ارادہ ہمیشہ اپنی سردارنی کے ساتھ وفادار رہنے کا تھا وہ اپنی سردارنی کو ہر گز بھی کوئی تکلیف نہیں سے سکتا تھا بھلے اسے اپنی سردارنی سے محبت نہیں تھی لیکن ان کا رشتہ بہت پاک اور خاص تھا اور وہ اپنی سردارنی کو دکھ ہر گز بھی نہیں دینا چاہتا تھا۔

"سردار موسیٰ تمھیں روح کو چھوڑنا ہو گا"

گلناز نے اپنے آنسوں صاف کیے تھے۔

"تم اسے چھوڑو گے تو ہی تو میں تمھاری زندگی کا حصہ بنوں گی اور میں اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتی"

گلناز نے ایک عہد سے کہا تھا اور اس کے ارادے بتا رہے تھے وہ سردار موسیٰ کو حاصل کر کے رہے گی کیوں کہ اس کے علاؤہ اب اسے کچھ بھی نہیں چاہیے تھا وہ شخص اسکی محبت ہے اور اپنی محبت کو حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جا سکتی تھی کسی بھی۔



صبح ہوئی تو برف نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا کل رات کوئٹہ میں برف باری ہوئی تھی جس وجہ سے ٹھنڈ اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھی سب لوگ اسے وقت ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھے اور ناشتہ کر رہے تھے حویلی میں ہیٹر لگے ہوئے تھے جس وجہ سے ہوتا حویلی گرم تھا اندر اتنی خاص سردی نہیں تھی۔۔

"یحییٰ ہم نے تم سے ایک بات کی تھی"
سب لوگ خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے ہر طرف خاموشی کا راج تھا جب سید سائیں کی آواز نے سب کو ان کی طرف متوجہ کیا تھا۔

"دادا جان میں آپ کو جواب دے چکا تھا اسی وقت"
یحییٰ نے بہت آہستہ سے جواب دیا تھا۔۔

"لیکن میں نہیں چاہتا کہ تمہارا ہو جواب ہو میں چاہتا ہوں کہ تم میری بات کو مانو"

سید سائیں نے یحییٰ کی طرف دیکھ کر کہا ان کی بات پر یحییٰ نے ایک پل کو آنکھیں بند کر دی انکھوں کے سامنے اس روح کی جھلک آئی تھی جیسے کبھی اس نے چاہا تھا۔

"سید سائیں میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا اپ یہ بات کیوں نہیں سمجھ رہے آپ کیوں مجھ پر دباؤ ڈال رہے ہیں"

یحییٰ کی آواز اب سخت ہوئی تھی جبکہ اس کی اواز سخت ہوتے دیکھ کر سردار موسیٰ نے ناگواری سے اسے دیکھا آج تک اس نے کبھی سید سائیں سے ایسے بات نہیں کی تھی سردار ہونے کے بعد بھی نہیں۔

"یحییٰ اپنے لہجے پر غور کرو"

سردار موسیٰ کی سخت اواز پر یحییٰ نے اسے دیکھا تھا اور پھر خاموش ہو گیا۔

"موسی تم خاموش رہو میں اس سے بات کر رہا ہوں نا"
دادا سائیں نے موسی کو خاموش کروادیا تھا جس پر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے خاموش ہونا پڑا تھا۔

"سید سائیں میں کوئی بھی بات نہیں کرنا چاہتا میں نے اپنا فیصلہ اپ کو سنا دیا ہے میں گلناز سے شادی نہیں کروں گا اور نہ ہی مجھے کسی قسم کی کوئی سرداری چاہیے میں اپنے بزنس کے ساتھ بہت خوش ہوں میں نے بہت مشکل سے اپنا نام بنایا ہے تو میں اپنا نام نہیں خراب کرنا چاہتا اپ نے جس کے ساتھ بھی گلناز کو بیھانا ہے بیھادین اور اسے قبیلے کا سردار بنانا ہے اپ بنا سکتے ہیں کیونکہ میں منع کر چکا ہوں"

اس ساری گفتگو میں ماہا بالکل خاموش بیٹھی تھی اسے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ایسی کوئی بات بھی حویلی میں ہوئی ہے وہ تو یحیی کے انکار کی وجہ سے بالکل خاموش ہو گئی تھی اس کا دل اندر سے پھٹ رہا تھا اس کے اندر یحیی کی محبت کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتی جا رہی تھی۔

"یحیی میں نے تمہیں بتایا نہیں ارڈر دیا ہے"

سید سائیں کی بات پر سب لوگ حیران ہو رہے تھے جب وہ ایک دفعہ شادی نہیں کرنا چاہتا تھا تو کیوں سید سائیں سے اتنا پریشرائز کر رہے تھے۔۔

"سید سائیں اپ کو کیوں سمجھ نہیں ارہا میں شادی نہیں کرنا چاہتا اگر اپ نے مجھے پریشرائز کرنے کی کوشش کی مجھ پر کوئی دباؤ ڈالا تو میں یہ حویلی چھوٹ کر چلا جاؤں گا"

اس کی حویلی چھوڑنے والی بات پر سب لوگ حیران ہو گئے تھے کنزہ بیگم کا تو دل دہل کر رہ گیا اتنے سال تو انہوں نے اپنے بیٹے کی جدائی برداشت کی تھی اب کیا دوبارہ سے بیٹے کی جدائی برداشت کرنی تھی نہیں وہ یہ ہرگز بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی اس بار تو ہرگز بھی نہیں ماہ کا دل بھی زور سے دھڑک رہا تھا ایٹ لیسٹ وہ اس شخص کو دیکھ تو پاتی تھی اگر وہی چلا گیا تو اس کا کیا ہو گا۔۔

"کیا ہو گیا یحییٰ کیسی باتیں کر رہے ہو تم ہوش میں تو ہو"
سردار موسی نے اس کی بات پر اسے ٹوکا تھا۔

"میں اپ کے معاملات میں کچھ بھی نہیں بولتا تو آپ بہتر ہیں میرے معاملات میں خاموش رہیں"

یحیی کے جواب دینے کے انداز پر سردار موسیٰ کو غصہ آیا تھا اج تک کسی نے اس سے ایسے بات نہیں کی تھی سید سائیں نے بھی اسے کبھی ایسے جواب نہیں دیا تھا۔

"تم ہوش میں ہو کس سے بات کر رہے ہو اس قبیلے کا سردار ہوں میں میرا فیصلہ "

سردار موسی کی بات کو اس نے بیچ میں ہی ٹوک دیا تھا۔

"مجھے اپ کے فیصلے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور نہ ہی میرا اپ سے کوئی تعلق ہے "

یحییٰ نے اس کی بات کو بیچ میں ہی روک دیا تھا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر اس کی یہ حرکت وہاں موجود کسی کو بھی پسند نہیں ائی تھی۔۔

"کیا برائی ہے گلناز میں کیوں نہیں کرنا چاہتے تو مجھ سے شادی"

سید سائیں جو کب سے اس سے یہ سوال کرنا چاہ رہے تھے اخر کار اس نے پوچھ لیا تھا۔۔

"مجھے گلناز سے کوئی مسئلہ نہیں ہے لیکن میں شادی کے لیے تیار نہیں ہوں اور نہ ہی میں شادی کرنا چاہتا ہوں گلناز سے کیا کسی بھی لڑکی سے میں شادی نہیں کرنا چاہتا"

اس کی اس بات پر ماہا نے نہ انکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا کندیل نور روح سب ہی اسے دیکھ رہے تھے اسے دیکھنے کے بعد ان لوگوں نے ماہا کو دیکھا جو بالکل رونے والی ہو گئی تھی۔

"اگر آپ لوگ نہیں چاہتے میں اس حویلی میں سکون سے رہوں تو مجھے صاف صاف بتا دیں میں یہاں سے چلا جاؤں گا میں کسی کو کچھ بھی نہیں کہہ رہا"

ان سب کو خاموش دیکھ کر ایک مرتبہ پھر سے یحیی کی اواز حویلی میں بلند ہوئی تھی اس کے بار بار جانے والی بات پر سید سائیں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا وہ تو بس اپنی بیٹی کو منانا چاہتے تھے اسے راضی کرنا چاہتے تھے ان کے بیٹے نے انہیں اتنا بڑا صدمہ دیا تھا جس وجہ سے نادیہ بیگم ٹوٹ کر رہ گئی تھی نہ جانے وہ کیسے برداشت کرتی اپنے انکھوں کے سامنے اپنے ہی بیٹے کو مجرم اور سزا ہوتے ہوئے ابھی تو انہوں نے یہ دن بھی دیکھنا تھا اسی لیے وہ چاہتے تھے کہ گلناز کو وہ یحیی کا کر دے ان کی انکھوں کے سامنے وہ رہے گی تو نادیہ بیگم کو بھی سکون رہے گا لیکن نہ جانے کیوں یحیی منع کر رہا تھا۔

"یحیی خدا کے لیے دوبارہ ہمیں اس دکھ میں مبتلا مت کرنا میں چاہتا ہوں صرف اور صرف اتنا کہ تم اپنی پھوپھو کا سہارا بنو"

سید سائیں نے دل پر ہاتھ رکھے ہوئے کہا۔۔

"تو کیا میں ہی بچ گیا ہوں ان کا سہارا بننے کے لیے کوئی اور کیوں نہیں بن سکتا میں یہاں سے جا رہا ہوں میں اج اور اسی وقت اپ سب لوگوں کو چھوڑ کر جا رہا ہوں میں یہاں نہیں رہ سکتا جہاں پہ میری فیلنگز کی کوئی قدر نہیں کی گئی میری محبت مجھ سے چھین لی گئی"

یحییٰ کی اس بات پر سردار موسی کی انکھوں میں سرخی دوڑی تھی وہ اسی کے سامنے بیٹھ کر اس کی بیوی کو اپنی محبت کہہ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اس کی محبت اس سے چھین لی گئی۔۔

"زبان سنبھال کر یحییٰ جس لڑکی کے بارے میں تم بات کر رہے ہو اس وقت وہ میری بیوی ہے میری عزت ہے اس کے بارے میں میں ایسی کوئی بھی بات برداشت نہیں کروں گا"

سردار موسیٰ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا سردار موسیٰ کو کھڑا دیکھ کر وہاں موجود ہر ایک شخص اپنی جگہوں پر کھڑا ہو گیا تھا۔۔

"کیوں میں خاموش رہوں کیا یہ بات سچ نہیں ہے آپ سب لوگوں نے مل کر مجھ سے میری محبت چھینی ہے مجھے جیتے جی مار دیا ہے کیا ہو جاتا اگر وہ لڑکی میری ہو جاتی تمہیں تو اس سے کوئی محبت نہیں تھی تم تو سید سائیں کی وجہ سے شادی کر رہے تھے نا تو پھر کیوں کیوں مجھ سے میری محبت چھینی منع کیوں نہیں کیا"

یحییٰ غصے سے بول رہا تھا اس کی ایسی بات پر سردار موسی نے اپنی ہاتھ کی مٹیاں بھیج لی تھی۔

"داداجان اسے کہے خاموش ہو جائیں میں اپ کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ میں ابھی اور اسی وقت اس کی جان بھی لے سکتا ہوں اس لیے پلیز اسے کہیں خاموش ہو جائے ورنہ میں یہاں موجود کسی کا بھی لحاظ نہیں کروں گا چاہے وہ ساجد تایا ہو یا پھر کنزہ تائی"

سردار موسیٰ کے دماغ کی رگیں تن کر واضح ہو گئی تھی ہر کوئی وہاں پر سمجھ گیا تھا اس وقت سردار موسی بہت زیادہ غصے میں ہے اور یحیی اس کے غصے کو بھڑکا رہا تھا۔

"یحییٰ خاموش ہو جاؤ جو ہو گیا وہ ہو گیا"

کنزا بیگم نے بھی اسے خاموش کروانا چاہا تھا۔

"کیوں ماما میں کیوں خاموش ہوں اپ سب لوگوں نے مل کر ہمیشہ مجھے ہی خاموش کروایا ہے پہلے کسی نے مجھ پر یقین نہیں کیا مجھے حویلی سے نکال دیا کیا اپ لوگوں کو بس اتنا ہی یقین تھا اپنے خون پر اتنا اعتماد تھا اور اس کے بعد جس لڑکی سے میں نے محبت کی جس لڑکی کو میں نے چاہا اس کو کسی اور کے ساتھ باندھ دیا پھر مجھے زبردستی مجبور کیا کہ میں اس کا پیچھا چھوڑ دوں کیا یہ ہوتی ہے انسانیت کیا یہ ہوتے ہیں رشتے یہ ہوتا ہے اپنا خون جو دوسرے کو صرف تکلیف دے کیا قربانیاں صرف ایک طرف سے دی جاتی ہیں"

وہ بول رہا تھا وہاں موجود ہر شخص خاموش تھا ہاں اس کے ساتھ ماضی میں غلط ہوا تھا اس کے ساتھ حال میں بھی غلط ہوا اس کی محبت اس سے چھین لی گئی لیکن غلطی اس کی اپنی تھی یہاں پر اس نے دیر کر دی، اس نے دیر کر دی، اس نے دیر کی تھی کسی نے اسے نہیں کہا تھا کہ وہ دیر کرے اگر وہ وقت پر اکر روح کا رشتہ مانگ لیتا تو اج روح اس کی ہوتی کسی کی نہیں ہوتی سردار موسیٰ کے نام سے اج وہ منسوب نہیں ہوتی۔

"بھائی یحییٰ"

روح جو اتنی دیر سے خاموش تھی سردار موسی کو ضبط کرتا دیکھ اس نے یحییٰ کو بلایا تھا اس کی پکار پر یحیی نے اس کی طرف دیکھا پہلی بار اس کی منہ سے اس نے بھائی سنا تھا یہ بھائی لفظ اس کے دل میں کانٹوں کی طرح چبھا تھا روح کے یحییٰ کو بلانے پر سردار موسی نے بھی روح کو دیکھا تھا۔۔۔

"اب میں کسی کی عزت ہوں کسی کی بیوی ہوں سردار موسی کے نام سے منسوب ہوں اس کے نام سے میں اس حویلی میں رہ رہی ہوں اب میں اس حویلی کی بیٹی بعد میں اس حویلی کی بہو پہلے ہوں سردار موسی کی بیوی ہوں میری اپ سے گزارش ہے مجھے اپنے درمیان گھسیٹیے مت یہ سارے معاملات قسمت کے تھے جو کہ اللہ نے لکھے اللہ نے مجھے موسی کی زندگی میں لکھا میں اس کی ہو گئی مجھے موسی کا ہونا تھا اگر اپ لاکھ کوششیں بھی کر لیتے تب بھی میں اپ کی نہ ہوتی کیونکہ مجھے موسی کا ہمسفر چن لیا گیا تھا تو پلیز مجھے اپنی محبت کہنا بند کرے جو لوگ اپ کو چاہتے ہیں جو اپ سے محبت کرتے ہیں ان پر غور کریں"

سب لوگ خاموش تھے روح کی آواز ہال میں گونج رہی تھی سردار موسی کے چہرے پر غصے کے بجائے مسکراہٹ آگئی تھی یحییٰ روح کو دیکھ رہا تھا۔

"کہاں جا رہے ہیں یحییٰ"

یحییٰ نے روح کی باتیں سنی تو وہ وہاں سے نکل کر جانے لگا تھا جب پیچھے سے ماہا کی آواز پر وہ رکا تھا ماہا کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"جب اپنے ماضی سے نکل آیا تو واپس آجاؤں گا"
وہ پیچھے نہیں موڑا تھا اور وہاں سے جانے لگا تھا جب ماہا بھاگ کر اس کے آگے ائی تھی سب لوگ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"خدا کے لیے میرے ساتھ ایسا مت کرو تم اپنے بارے میں صرف سوچ رہی ہو میرے بارے میں کیوں نہیں سوچ رہے جو محبت تم نے کسی سے کی ہے وہی محبت میں تم سے کرتی ہوں تمہارے دل پہ کیا گزر رہی ہے سب کچھ اور دینے کے بعد اور جب میں تمہیں ہار دوں گی میرے ساتھ کیا ہو گا میں تو نازک صفت ہوں اللہ تعالی نے عورت کو بنایا ہی نازک ہے"

ماہا کی باتیں سب پر ایک نیا انکشاف کر دیں تھی کوئی بھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ ایسی بات کرے گی جبکہ مصطفیٰ نقوی اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھی اس کی عمر کیا تھا صرف 17 سال اور اس کی باتیں ماہنور بیگم بھی خوفزدہ ہو گئی تھی کیوں کہ یہ سب مصطفیٰ نقوی کو ہر گز بھی پسند نہیں تھا ان کی بیٹی نے یہ کیا کر دیا تھا وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"تم پاگل ہو ماہا کیسی باتیں کر رہی ہو"

یحییٰ کو سمجھ نہیں آیا تھا اس لڑکی نے یہ کیا کیا ہے وہ سمجھ ہی نہیں پایا تھا اسے ہر گز بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ کوئی ایسی بات بھی کرے گی۔

"ماہا"

مصطفیٰ نقوی کی سخت آواز ہال میں بلند ہوئی تھی سب نے ہی ان کی طرف دیکھا تھا ان کے لہجے کا غصہ اور ضبط بتا رہا تھا ان کے خیال میں ان کی بیٹی نے کوئی گناہ کر دیا ہے۔۔

"کیا ہو گیا ہے خالو"
سردار موسیٰ مصطفیٰ نقوی کو اتنے غصے میں دیکھ کر بولے۔

"سردار موسیٰ آپ خاموش رہے یہ میری اور میری بیٹی کا معاملہ ہے"
مصطفیٰ نقوی کو سردار موسیٰ کا بیچ میں بات کرنا ہر گز بھی پسند نہیں ایا تھا اس لیے وہ غصے سے بولے۔

"ماہا بچی ہے اور آپ اس پر یوں غصہ نہیں کر سکتے اور اس نے کچھ غلط نہیں کیا ہے میں اپ کو اپنی بہن کے ساتھ کچھ بھی کرنے نہیں دوں گا"

سردار موسیٰ نے مصطفیٰ نقوی کو دیکھ کر سختی سے جواب دیا۔

"سید سائیں اپ سردار موسیٰ سے کہیں وہ بیچ میں نہ آئے"
مصطفیٰ نقوی نے سب کی بار سید سائیں کو دیکھا تھا ان کی انکھوں کا غصہ بتا رہا تھا وہ ماہا کے ساتھ بہت کچھ برا کر سکتے ہیں۔

"یہاں جو فیصلہ ہو گا میں کروں گا کسی کو بھی کوئی فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے آپ باپ ہیں لیکن اپ غلط کر رہے ہیں"
سردار موسیٰ کی حال آواز میں گونجی تھی جو کہ نہایت ہی سخت تھی ماہا رو رہی تھی یحییٰ کی نظریں اس پر مرکوز تھی اس لڑکی نے کیا کر دیا تھا اس کے ساتھ تو کچھ غلط نہیں کیا تھا لیکن اپنی جان مصیبت میں ضرور ڈال لی تھی۔

"لیکن وہ میری بیٹی ہے"

مصطفیٰ نقوی نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں وہ آپ کی بیٹی ہے لیکن میں اس قبیلے کا سردار ہوں اور ماہا میری بہن ہے اپ جو کر رہے ہیں وہ غلط ہے اور میں اپنے قبیلے کی کسی بھی بیٹی کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گا آج سے ہی میں ماہا کو یحییٰ کے نام سب منسوب کر رہا ہوں ماہا نے اپنے لیے خود یحییٰ کو پسند کیا ہے اگر آگے یحییٰ کو لگا اس نے شادی کرنی ہے تو اس کی شادی ماہا سے ہو گی اگر اس نے کہیں جانا ہے وہ جا سکتا ہے وہ اپنے ماضی کو بھلانا چاہتا ہے تو وہ بھلا سکتا ہے لیکن اگر اس کی شادی ہو گی تو صرف ماہا سے ہو گی"

سردار موسیٰ کے فیصلے نے وہاں موجود ہر شخص کو ہی حیران کر دیا تھا یحییٰ نے بھی مڑ کر سردار موسی کو دیکھا تھا جبکہ ماہا بھی حیران کھڑی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو تم نے ایک نہ ایک دن تو شادی کرنی ہی ہے نا تم نے خود کہا نا جب تم اپنے ماضی سے نکل اؤ تب تم واپس اؤ گے تو واپس اکر تم نے شادی کرنی ہے نا کسی اور سے کیوں کرنی ہے ماہا سے کر لوں وہ تمہیں چاہتی ہے تم سے محبت کرتی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کے اس طرح دیکھنے پر کہا تھا یحییٰ خاموش ہو گیا تھا محبت میں ناکامی کی جو تکلیف ہوتی ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔

"اگر میں ماضی سے نکل ایا تو میں شادی کر لوں گا اگر میں نہ نکل ایا تو میں کبھی شادی ہی نہیں کروں گا اگر یہ میرے نام پر بیٹھنا چاہتی ہے تو اس کی مرضی ہے"

یحییٰ کے کرے الفاظ اس کے دل پر لگ رہے تھے اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایسے الفاظ بھی سنے گی۔۔

"کیا تمہیں منظور ہے ماہا بیٹا"

سردار موسیٰ نے ماہا کو سر جھکائے کھڑا دیکھ کر پوچھا۔۔

"وہ ابھی بچی ہے اپنی زندگی کا فیصلہ نہیں کر سکتی اور اگر یحییٰ نہ مانا تو میری بیٹی کی ساری زندگی خراب ہو جائے گی میں اس فیصلے کو نہیں مانتا"

مصطفیٰ نقوی کی اواز پورے ہال میں گونجی تھی ماہا نے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا۔

"مجھے یہ فیصلہ منظور ہے میں انتظار کروں گی"

ماہا نے سر جھکا کر جواب دیا تھا اس کی انکھوں سے انسوں گال پر گر رہے تھے۔۔

"ماہا نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور وہ خود یحیی کا انتظار کرنا چاہتی ہے یہاں پہ کسی نے اس پر کوئی زبردستی نہیں کی ہے اب سے وہ یحیی کی امانت ہے جب وہ چاہے اس سے نکاح کر سکتا ہے اس سے شادی کر سکتا ہے کوئی اسے روکنے والا نہیں ہے وہ واپس ائے گا وہ کہے گا اسے شادی کرنی ہے تو اس کی شادی ماہا سے کر دی جائے گی اور اب سے ماہا اسی حویلی میں رہے گی"

سردار موسیٰ نے اس کا حویلی میں رہنے کا فیصلہ اس لیے کیا تھا کیونکہ مصطفی نقوی کو وہ اچھے سے سمجھ گئے تھے اگر وہ ماہا کو ان کے ساتھ بھیج دیتے تو ان کا رویہ ماہ کے ساتھ بالکل خراب ہوتا اور وہ معصوم ان کا ایسا رویہ نہیں برداشت کر پاتی اس نے محبت کی تھی کوئی گناہ نہیں کیا تھا جس کی سزا مصطفی نقوی اس معصوم کو دیتے وہ ابھی چھوٹی تھی کم عمر تھی نہ سمجھتی اس نے کم عمری میں محبت کر لی تھی اور کم عمری کی محبت حد سے زیادہ جان لیوا ہوتی ہے وہ اپنے قبیلے کی کسی بھی بیٹی کے ساتھ ناانصافی نہیں کر سکتا تھا محبت کرنا جرم نہیں تھی اور نہ ہی محبت کرنا گناہ تھا محبت میں غلط قدم اٹھانا ہوس کے نام پر محبت کرنا یہ غلط تھا گناہ تھا اس نے تو اپنی محبت کا اظہار کیا تھا وہ تو نکاح کرنا چاہتی تھی اور اس میں کوئی برائی نہیں تھی اسی لیے سردار موسیٰ نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ سردار موسی نے روح کو اشارہ کیا تھا سردار موسی کا اشارہ سمجھ کر اس نے اپنے ہاتھ میں سے ایک انگوٹھی اتاری تھی جو کہ بہت ہی قیمتی تھی وہ انگوٹھی ایت بیگم نے اسے نکاح کے دن پہنائی تھی

لیکن اب سردار موسی یہ چاہتا تھا ماہا کو مکمل طریقے سے یحیی کا کر دیا جائے اس لیے اس نے روح کو یہ انگوٹھی اتارنے کا کہا تھا روح نے یہ انگوٹھی اتار کر موسی کے ہاتھ پر رکھ دی تھی سردار موسی یحییٰ کے پاس ایا تھا اور اس نے وہ انگوٹھی اس کے ہاتھ پر رکھی۔۔

"ماہا خود اپنی مرضی سے تمہارا انتظار کرنا چاہتی ہے جب تمہارا دل کرے تم اجانا جب شادی کا دل کرے تو تمہاری شادی صرف اور صرف ماہ سے ہو گی اسے اپنے نام سے کر کے جاؤ"

سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ میں انگوٹھی دیتے ہوئے کہا تھا یحییٰ نے کچھ بھی نہیں کہا تھا بس وہ کچھ قدم چلتے ہوئے ماہا کے پاس ایا تھا اس نے ماہ کا ہاتھ پکڑ لیا وہ خاموش کھڑی بس روئے جا رہی تھی اس نے وہ انگوٹھی ماہ کے ہاتھ میں ڈال دی تھی اور پھر بغیر کچھ بھی کہے وہاں سے چلا گیا تھا سب لوگ اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے کنزا بیگم کی انکھوں میں آنسوں تھے وہ ایک مرتبہ پھر سے اپنے بیٹے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔

"یہ کیا کیا آپ نے سید سائیں وہ ایک بار پھر چلا گیا"
کنزہ بیگم نے روتے ہوئے کہا تھا۔۔

"برج تائی امی سنبھالیں خود کو"
روح فورا سے ان کے پاس ائی تھی اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"ہم مزید یہاں نہیں رک سکتے ہمیں یہاں سے جانا ہے اور میرے ساتھ میری بیٹی جائے گی"

مصطفیٰ نقوی نے سردار موسیٰ کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"میں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں اور سردار کے فیصلے کے خلاف جانے کی سزا آپ اچھے سے جانتے ہیں اس لیے جو میں نے فیصلہ سنایا ہے اس پر عمل کریں ماہا آج سے اس حویلی کا فرض ہے یحییٰ کی امانت ہے اس لیے وہ یہی رہے گی"

سردار موسیٰ کے آواز کی سختی بتا رہی تھی کہ وہ ماہا کو لے جانے نہیں دے گا مصطفیٰ نقوی غصے سے ماہ نور بیگم کے پاس ائے تھے ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ وہاں سے چلے گئے تھے جبکہ پاکی سب لوگ وہاں حیران کھڑے تھے کسی کو بھی اس بات کی توقع نہیں تھی کہ اتنا سب کچھ ہو جائے گا۔۔

💗💗

ماہا اپنے کمرے میں آگئی تھی وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں لیٹی تھی اور زور زور سے رونے لگی نہ جانے اس نے یہ کیا کر دیا تھا اسے خود سمجھ نہیں آیا تھا وہ کیا کر بیٹھی ہے کیوں اس نے سب کے سامنے یہ سب بول دیا اس نے اپنے مما بابا کو ناراض کر دیا تھا ایک مرتبہ اس نے غلط شخص سے محبت کر کے خود کو تکلیف دی تھی اب اس نے اپنے ساتھ ساتھ اپنے ماما بابا کو بھی تکلیف میں جھونک دیا تھا اس سے محبت ہو گئی تھی ٹھیک ہے اس کے بس میں نہیں تھا لیکن اپنا منہ بند رکھنا تو اس کے بس میں تھا نا وہ بھی اس سے نہیں ہو پایا تھا اس نے خود کو اپنے ماما بابا کو ایک بہت بڑی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا جس وجہ سے اب وہ خود کو مجرم سمجھ رہی تھی اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس نے بہت بڑا گناہ کر دیا ہے وہ بیڈ پر الٹا لیٹی روئی جا رہی تھی جس شخص کے لیے اس نے ایسا کیا تھا نہ جانے اس نے واپس انا بھی تھا یا نہیں اس کے انے کا کوئی پتہ بھی نہیں تھا اس نے تو کوئی امید ہی نہیں دی تھی بلکہ اس نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ماہا اپنی مرضی سے یہ سب کر رہی

ہے اس میں اس کا کوئی لینا دینا نہیں ہے نہ ہی اس کا کوئی قصور ہے اگر اس کا دل کرتا اگر وہ اپنے ماضی کو بھلا پاتا تو اس نے واپس انا تھا ورنہ اس نے واپس ہی نہیں انا تھا اور وہ اپنی پوری زندگی یوں برباد کر چکی تھی بغیر کسی امید اور اسرے کے اسے اس بات کا کوئی بھی دکھ نہیں تھا اسے دکھ تو صرف اس بات کا تھا کہ اس نے اپنے ماما بابا کو ناراض کر دیا تھا اس بات کا اسے کوئی افسوس نہیں تھا کہ اس نے اپنی پوری زندگی یوں گزار دینی ہے وہ اپنی پوری زندگی جو گزار لیتے ہیں اگر یحییٰ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو اسے ایسی ہی زندگی چاہیے تھی یحییٰ کے بغیر لیکن اگر یحییٰ کا ساتھ مل جائے تو سب کچھ ممکن تھا اس کی زندگی بہت خوبصورت ہو سکتی تھی لیکن کیا پتا وہ واپس ہی نہ آتا وہ روئے جا رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس نے اس بات کو نوٹ ہی نہیں کیا تھا کہ کوئی اس کے کمرے میں ایا ہے کیونکہ اسے اس وقت کسی سے کوئی غرض نہیں تھا کوئی فرق نہیں پڑتا تھا روح نور اور کندیل اس کے کمرے میں ائی تھی۔

"ماہا"

روح نے کمرے میں داخل ہوتے اسے پکارا تھا لیکن ماہا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند رکھی تھیں، اور سانسوں کی ہلکی آواز کے سوا کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے جذبات کے سمندر میں غرق تھی۔

"ماہا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔"

روح نے آہستہ سے کہا، اور ماہا کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ ماہا نے ایک لمحے کے لیے ہلکی سی حرکت کی، جیسے اس کے اندر کی کیفیت نے اسے تھوڑا سا جاگایا ہو۔ پھر اس نے آنکھیں کھولیں اور دیکھا کہ کمرے میں وہ تینوں موجود تھی نور، کندیل اور روح، جو اس کے جذبات کو سمجھنے کے لیے خاموش کھڑی تھیں۔

"یہ کیا ہو گیا ہے روح میں نے ایسا کچھ تو نہیں سوچا تھا یہ میں نے کیا کر دیا ہے..."

ماہا نے اپنی آواز دھیمی کی، آنکھوں میں آنسو کے موتی چمک رہے تھے۔

"کچھ بھی نہیں ہوا ہے میری جان کیوں تم پریشان ہو رہی ہو تم نے کچھ بھی نہیں کیا ہے جو بھی ہوا ہے وہ محبت میں ہوا ہے اور تم کیوں فکر کر رہی ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں نہ میری جان"

نور آگے بڑھی اور ماہا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"مت رو سب صحیح ہو جائے گا انشاءاللہ"

کندیل نے بھی اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"لیکن میں نے سب اپنے ہاتھوں سے خراب کر دیا میں نے ماما بابا کو ناراض کر دیا"

ماہا نے روتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کچھ بھی نہیں ہوا ہے ماہا وہ دونوں مان باپ ہیں وہ زیادہ دیر اپنی اولاد سے ناراض نہیں رہ سکتے ذرا یہ سوچو تم اپنی محبت کے قریب ہو گئی ہو"

روح نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اسے تسلی دی تھی۔

"محبت کے قریب روح تمہیں کیا واقعی لگتا ہے میں محبت کے قریب ہو گئی ہوں میں محبت کے قریب نہیں ہوئی ہوں بلکہ اس سے بہت دور ہو گئی ہوں میں برباد ہو گئی ہوں تم دیکھ لینا وہ شخص کبھی نہیں ائے گا وہ کبھی اپنا ماضی بھلا ہی نہیں سکتا اس نے اس حد تک چاہا ہے اس لڑکی کو"

ماہا نے روح کا نام نہیں لیا تھا بلکہ اس لڑکی کہا اور اس کی بات پر روح بھی نظریں جو کھا گئی تھی۔۔

"ایسے مت بولو اللہ سے اچھی کی امید رکھنی چاہیے اور اللہ تو سننے والا ہے نا اب تو وہ تمہارا ہو گیا ہے اگر وہ واپس ائے گا تو صرف تمہارا ہو گا اسے تم سے نکاح کرنا پڑے گا تم بس اپنے رب سے اسے مانگو کہ وہ واپس اجائے اور اللہ تعالی تہجد میں کی گئی دعا کو کبھی بھی رد نہیں کرتے میری جان"

نور نے اسے مایوس دیکھ کر کہا تھا ماہا اس کے ساتھ لگ گئی تھی اور زور زور سے رونے لگی تھی ان تینوں نے ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا نور نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن روح نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اسے رو لینے دینا چاہیے تھا شاید اس سے اس کا غم کم ہو جاتا۔۔

شام کا وقت تھا سردار موسیٰ ابھی ڈیرے سے واپس آیا تھا زیادہ ٹھنڈ ہونے کے باعث اس کے سر میں درد ہو گیا تھا اور دوسری بات یہ جو صبح تماشہ ہوا تھا اس کی وجہ سے اس نے کچھ لیا بھی نہیں تھا خود کو کور کرنے کے لیے صرف اور صرف شلوار قمیض کے اوپر شال ڈال کر وہ ایسے ہی نکل گیا تھا وہ حویلی ایا تو ہر طرف سناٹا تھا ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی شاید سب لوگ ہی ٹھنڈ کے باعث اپنے کمروں میں چھپے ہوئے تھے اس کا سر شدید درد کر رہا تھا اور اس وقت اسے اچھی سی چائے کی ضرورت تھی اگر اپنی بیوی سے بول دیا تو ملنے سے رہی اس لیے وہ ڈائریکٹ اپنے کمرے میں نہیں چلا گیا تھا اس نے کسی سے کچھ بھی نہیں کہا وہ تھکن کے باعث بیڈ پر لیٹ گیا تھا کچھ دیر کے لیے اس نے انکھیں بند کر لی تھیں سرداری اس کے لیے بہت مشکل ہو رہی تھی اب دشمن ایسے ایسے اس کی صفوں سے نکل رہے تھے کہ اسے خود پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کون دوست ہے کون دشمن ہے لیکن اس کا ساتھی اس کا سب سے اچھا دوست ہاشم اس کے ساتھ تھا جس کی وجہ

سے اس کے لیے بہت اسانی ہو جاتی تھی اور اس بات پر وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتا کم تھا اسے اتنا مخلص دوست ملا تھا جو اس کا ہر جگہ ساتھ دیتا تھا اسے کوئی کام ہوتا اس کے بولنے سے پہلے ہاشم وہ کر دیتا تھا ہاشم کے ہوتے ہوئے اسے کسی قسم کا کوئی مسئلہ پیش ہی نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی اب ذمہ داریاں بہت ہو گئی تھیں جس وجہ سے وہ بہت تھکاوٹ کا شکار ہونے لگا تھا ذمہ داریاں اپنی جگہ لیکن اپنے ہی صفوں سے دشمن یہ اس کے لیے پریشانی کا باعث تھا وہ کچھ دیر ایسے ہی لیٹا رہا تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلا دروازہ کھولنے پر اس نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا ویسے تو اس کے کمرے میں کوئی بھی شخص نوک کیے بغیر نہیں اتا تھا لیکن روح اب اپنی مرضی سے آجایا کرتی تھی اور اسے اس کی اس طرح آنے پر خوشی بھی ہوتی تھی وہ اپنا حق سمجھ کے یوں آتی تھی۔۔

"سردارنی آپ"

سردار موسی سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا روح نے اس کے پاس آ کر چائے کا مگ کیا تھا۔۔

"یہ کیا"
سردار موسیٰ چائے کا کپ دیکھ کر بولا۔۔

"چائے ہے اور کیا نظر نہیں اتی"
روح نے ٹرے کے ساتھ چائے بیڈ پر ہی رکھ دی تھی۔

"وہ تو مجھے بھی دکھائی دے رہا ہے لیکن میں نے تو نہیں کہا تھا"
سردار موسیٰ نے روح کو دیکھتے ہوئے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ روح نے ناک چڑھا کر اسے گھورا، جیسے اس کی بات اسے بالکل پسند نہ آئی ہو۔

"اچھا؟تو کیا میں آپ کے کہنے کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی؟آپ کا سر درد ہو رہا تھا، شکل سے صاف لگ رہا ہے۔اور ٹھنڈ میں پورا دن باہر گزار کر آئے ہیں، چائے تو ضروری تھی۔"

روح نے غصے میں نا جانے کیا سے کیا کہہ دیا تھا۔

"میری شکل سے؟"

سردار موسیٰ نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

"ہاں! ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی پورا پہاڑ سر پہ اٹھا کر آئے ہوں۔اور ویسے بھی، اب سردار ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے یہاں پہ بھی اپ کے حکم کی ضرورت ہے"

روح نے ہاتھ باندھ کر کہا۔اس کا انداز ہلکا پھلکا غصہ بھی تھا اور فکر بھی تھی۔ سردار موسیٰ نے ایک لمحے کو اس کی نرم مگر مضبوط آواز کو محسوس کیا، پھر ہلکی سی مسکراہٹ دبائی۔

"تم نے بنائی ہے؟"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر سوال کیا۔روح نے اس بات پر اسے ایسے گھورا جیسے اس نے دنیا کا سب سے بے وقوفانہ سوال کیا ہو۔

"جی نہیں! بازار سے منگوائی ہے۔"

وہ طنز سے بولی اس کی اس بات پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا۔

"ظاہر ہے میں نے ہی بنائی ہے۔اور ویسے بھی اگر یہ بات آپ کو اتنی حیرت میں ڈال رہی ہے تو اگلی بار خود ہی بنا لیجیے گا۔اب یہ مت سوچیے گا مجھے چائے بنانی نہیں اتی اتنی بھی پھوڑ نہیں رہی اب میں سیکھ لیا ہے میں نے چائے بنانا"

روح کا یہ بدلہ بدلہ انداز سردار موسیٰ کو حیران کر رہا تھا کیا واقعی اس نے چائے بنانا اس کے لیے سیکھا تھا اور اس کے چہرے سے اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا اس کے سر میں درد ہے اسے چائے کی ضرورت ہے وہ تھکاوٹ محسوس کر رہا ہے کیا سچ میں وہ لڑکی اس سے محبت کرنے لگی تھی جو کبھی اس سے صرف اور صرف نفرت کی دعوی دار تھی یہ نکاح اس کے لیے صرف ایک مجبوری تھی اور اس نے یہ نکاح صرف اپنے بھائی کا رشتہ اور اس کی محبت میں جانے کے لیے کیا تھا نہ جانے کیوں سردار موسی کو یہ ساری باتیں جھوٹ لگ رہی تھی اسے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ لڑکی اس سے محبت کرتی ہے اس کی محبت میں پاگل ہے۔ سردار موسیٰ نے مگ ہاتھ میں لیا، روح نے سامنے آکر بیٹھنے کے بجائے پہلے اس کے پاس آکر اس کا شال درست کی جو کندھے سے سرک گئی تھی۔

"یہ آپ نے کیسے پہنی ہوئی تھی؟اسے کندھوں پر لینے کے بجائے اگر سر پہ لے لیتے تو کیا ہو جاتا سر میں درد کروالیانااور ایسا بھی کیا ضروری کام تھا کہ کچھ پہن کر ہی نہیں گیا سردی میں بیمار ہو جائیں گیں"

روح کے ہاتھوں کی احتیاط اور انداز میں ایک بیوی والی فکر واضح تھی، مگر انداز میں نرمی کم، غصہ زیادہ تھا۔

"تم مجھ پہ غصہ کیوں کر رہی ہیں؟ میں نے کیا کیا ہے؟"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔روح اب مکمل طور پر اس کے سامنے کھڑی تھی۔چہرے پر وہی معمولی سی ناراضی۔

"آپ نے کچھ نہیں کیا، یہی تو مسئلہ ہے۔"

وہ آہستہ سے بولی۔

"نہ آپ نے ناشتہ ٹھیک سے کیا، نہ دوپہر میں کچھ کھایا، نہ خود کو کورکت کے گئے اور اوپر سے خود کو ٹھنڈ لگوالیا اور کیا سوچ کر اتنی سردی میں چلے گئے آپ کو کیا لگتا ہے آپ لوہے کے بنے ہیں؟"
وہ اسے دیکھ ناراضگی سے بول رہی تھی۔۔

"کیا تم میری کلاس لگا رہی ہو دیکھ بھی رہی ہو میری طبیعت نہیں صحیح"
سردار موسیٰ نے معصومیت سے کہا تھا اور اس نے چائے کی گھونٹ لی تھی۔۔

"کیسی بنی ہے"

روح نے ایکسائیٹمنٹ میں پوچھا تھا۔ سردار موسی نے کوئی جواب نہیں دیا اور اس نے چائے کا ایک اور گھونٹ لیا۔ چائے واقعی میں اچھی بنی تھی ہلکی، گرم، اور بالکل ویسی جیسی اسے پسند تھی۔ لیکن روح کے چہرے پر جو بے صبری اور ایکسائیٹمنٹ تھی نا...اس نے سردار موسیٰ کو دو تین لمحے چپ رہنے پر مجبور کر دیا۔ روح آنکھیں پھیلا کر اس کا جواب سننے کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیسی بنی ہے؟"

اس نے دوبارہ پوچھا، اس بار زیادہ جذبات کے ساتھ۔

"ٹھیک ہے۔"

سردار موسیٰ نے مگ نیچے کرتے ہوئے اسے دیکھا، پھر بہت آہستہ سے بولا روح کے چہرے کا رنگ ایک سیکنڈ میں بدل گیا، جیسے کسی نے اس کی محنت پر پانی پھیر دیا ہو۔

"صرف ٹھیک ہے؟"

وہ حیرانی سے بولی۔

"ہاں ٹھیک ہے۔"

سردار موسیٰ نے کندھے اٹھا کر بے نیازی سے جواب دیا، مگر حقیقت میں وہ چائے کی تعریف کرنے کا ارادہ رکھتا تھا بس روح کے اس انداز نے اسے تھوڑا چھیڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ روح کا منہ کھل گیا۔

"اتنی ٹھنڈ میں، اتنی محنت سے، میں نے"

وہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی وہ کچھ بولنا ہی نہیں جاتی تھی اب اس کے سامنے۔۔

"کیا ہوا اب جیسے ہی بنی ہو گی میں ویسے ہی بتاؤں گا نا"

سردار موسیٰ نے اپنی بے ظاہر سنجیدگی میں ہلکی سی شرارت چھپا کر کہا۔

"سردار موسیٰ، تمھیں پتہ ہے تم نا بہت"

روح نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لیے۔

"بہت کیا؟"

سردار موسیٰ نے ابرو اٹھائے۔

"کچھ نہیں۔"

روح نے فوراً منہ بند کیا۔

"نہیں، اب بول دیا ہے تو پورا بولو۔"

وہ مزید سیدھا بیٹھ گیا، جیسے اس کی بات سننے کے لیے تیار ہو روح نے ناک چڑھائی۔۔

"تم بہت لانتی انسان ہو"

روح کے منہ میں جو تھا اس نے بول دیا۔ جبکہ اس کی بات پر سردار موسی اسے حیرانی سے اب دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا کہا میں لانتی"

سردار موسیٰ کو حیرت ہوئی تھی۔۔

"ہاں کیونکہ میں نے نا اتنی ٹھنڈ میں چائے بنائی اور میں نے پہلے چھک کے دیکھی تھی بالکل اچھی بنی تھی فضول میں ہی"

روح نے منہ بنایا۔۔

"اوتو اس کا مطلب پہلا گھونٹ تم نے پیا ہے"
سردار موسیٰ کی بات پر روح حیران ہوئی تھی اسے کیسے پتہ چلا تھا اس کے چہرے پر شرم آگئی تھی۔

"میری غلطی ہے میں آپ کے لیے چائے لے کر آئی۔"
وہ بڑبڑائی۔اس کے چہرے پر شرم دیکھ کر سردار موسم مسکرا دیا تھا۔لیکن پھر مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھا۔

"ہاں، غلطی تو ہے۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"ہاں ہو گئی غلطی اب میں جا رہی ہوں"

وہ غصے سے اسے گھورتے ہوئے جانے لگی تھی جب سردار موسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا جب سردار موسی نے اس کا ہاتھ پکڑا تو اسے ایسے محسوس ہوا جیسے کسی گرم چیز نے اسے چھوا ہو وہ فوراً رک گئی تھی اس نے بغیر کچھ سوچے اس کے پاس آ کر ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

روح نے جیسے ہی اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا اسے جھٹکا لگا سردار موسیٰ کا ماتھا واقعی دہک رہا تھا۔ جیسے ٹھنڈ کی ساری سختی اس کے اندر جا کر آگ بن گئی ہو۔

"آپ کو تو بہت تیز بخار ہے"

روح نے گھبراہٹ میں کہا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں"

سردار موسیٰ نے آنکھیں نیچی کرتے ہوئے مگ میز پر رکھ دیا۔

"اپ کو اتنا تیز بخار ہو رہا ہے اور اپ بول رہے ہیں کہ اپ ٹھیک ہیں"

روح کا دل سچ میں بہت بے چین ہو گیا تھا۔

"اتنا بھی نہیں بس تھوڑا سا ہے۔"

سردار موسیٰ نے ہلکے سے مسکرا کر کہا تھا۔

"تھوڑا سا؟"

روح نے دونوں ہاتھ اس کی پیشانی پر دوبارہ رکھے جیسے یقین نہ آ رہا ہو۔

"یہ تھوڑا سا ہے؟ آپ کی تو سانس تک گرم ہے سردار موسیٰ! آپ کو تو ہوسپٹل جانا چاہیے ایسے بخار میں"
روح نے پریشانی میں کہا تھا۔

"روح، میں ٹھیک ہوں۔"
سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ آہستگی سے اتار دیے۔

"کیا ٹھیک ہیں بلکل بھی نہیں ٹھیک"
روح نے غصے سے کہا تھا۔۔

"سردار ہوں ایسے بخار سے کچھ نہیں ہوتا مجھے"
سردار موسیٰ نے روح کو پریشان دیکھ کر کہا۔

"سردار ہیں، پتھر نہیں! آپ کو کس نے حق دیا خود کو اس حد تک تھکا دیں؟ آپ نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا، آپ نے دو گھنٹے برف میں گزارے، اور اب کہہ رہے ہیں ٹھیک ہوں؟"

روح بے قابو ہو کر بولی۔

"کیا کروں؟ ذمہ داریاں ہیں، سب سنبھالنی پڑتی ہیں۔"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھا وہی نرم مگر تھکا ہوا سا انداز۔۔

"اور آپ خود کو کون سنبھالے گا؟ آپ کو لگتا ہے کوئی فکر نہیں کرتا آپ کی؟"

روح کا لہجہ ٹوٹ گیا تھا۔ سردار موسیٰ ایک لمحہ کچھ بول نہ سکا۔ روح کا لہجہ پہلی بار اتنا نرم ہوا تھا کہ سردار موسیٰ کو سانس لینا بھی بھاری لگا روح نے پلٹ کر شال اٹھائی اور واپس اس پر ڈال دی۔

"آپ آرام کریں، میں ابھی میڈیسن لے کر آتی ہوں۔ اور کچھ کھانے کو بھی"

روح نے آہستہ سے کہا۔

"روح۔"

اس نے اسے روکا۔۔

"جی؟"

روح رو کی تھی۔۔

"چائے بہت اچھی بنی ہے۔ میری پسند کی بالکل ویسی۔"

وہ دھیرے سے بولا۔۔

"اگر پہلے تعریف کر دیتے تو کیا ہو جاتا ہوں"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"بس تنگ کر رہا تھا نا"

بخار کی وجہ سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور روح کو اس وقت اس کا چہرہ دیکھ کر حد سے زیادہ پیار آرہا تھا وہ مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی اور پھر بغیر کچھ بولے وہاں سے چلی گئی تھی سردار موسی نے اسے جاتا ہوا دیکھا تھا اس کا دل کر رہا تھا اسے روکے لیکن پھر نہ جانے کس باعث خاموش ہو گیا تھا وہ چلی گئی تھی اور سردار موسی اسے دیکھتا رہا۔۔



روح نور کے کمرے میں آئی تھی جہاں وہ بکس پھیلا کر بیٹھی تھی روح کو اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی اس کے چہرے پر پریشانی بھی نور نے نوٹس کی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے تم پریشان لگ رہی ہو روح"
نور نے روح کو دیکھ کر کہا۔۔

"وہ بھابھی موسیٰ کی طبیعت نہیں صحیح"
روح نے پریشانی سے کہا اس کے بتانے پر نور بھی پریشان ہو گئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے بھائی کو"

نور فوراً سے اس کے پاس ائی تھی۔۔

"وہ پہلے ان کے سر میں درد تھا پھر جب میں نے ان کا ماتھا چیک کیا تو انہیں بہت تیز بخار ہے میں تمہارے پاس اس لیے ائی ہوں کہ تم مجھے کوئی میڈیسن دے دو میں ان کو دوں"

روح نے گھبراہٹ کا شکار ہوتے ہوئے کہا تھا۔۔

"ایسے کیسے بھابھی میں اپ کو میڈیسن دے سکتی ہوں اور ویسے بھی ابھی میرا دوسرا ہی سال ہے جب تک مکمل طور پر بخار کا پتہ نہیں چل جاتا کس وجہ سے ہے کوئی اور ڈزیز بھی ہو سکتی ہے باڈی میں جس وجہ سے بخار ہو سکتا ہے تو میں ایسے کیسے میڈیسن دے سکتی ہوں جب تک چیک آپ نہیں ہوتا"

نور نے روح کو پریشان دیکھ کر کہا۔۔

"تو تم آ کر چیک کرو نہ انھیں کون سا بخار ہے اس کے بعد دے دینا"
روح نے فوراً سے کہا وہ بہت پریشان لگ رہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے ٹھیک اپ پریشان نہ ہوں میں چیک کرتی ہوں چلو"
نور نے اسے حوصلہ دیا تھا اور اس کے ساتھ سردار موسیٰ کے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔



"تم لوگ فضول میں پریشان ہو رہے ہو میں ٹھیک ہوں"
نور جو کہ اسے stethoscope سے چیک کر رہی تھی سردار موسیٰ نے کہا تھا۔۔

"بھائی آپ کو بہت تیز بخار ہے، پلیز ہلکا نہ لیں۔"
نور نے stethoscope اتارتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ سردار موسیٰ نے اسے تھکا ہوا سا دیکھا اور ہلکا سا سانس لیا۔

"نور... کچھ نہیں ہے مجھے۔ تھوڑی ٹھنڈ لگ گئی ہو گی، دو گھنٹے باہر تھا۔"
اس نے جیسے بات ختم کرنی چاہی ہو۔

"بھائی، تھوڑی ٹھنڈ میں اتنی ہائی ہارٹ ریٹ نہیں ہوتی۔ آپ کو فلو فیور ہوا ہے، اور شاید تھکن بھی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ پہلے آپ کو میڈیسن دینی ہو گی، پھر آرام ضروری ہے۔"
نور نے اس کے سامنے بیٹھ کر کہا۔ روح پاس کھڑی تھی، ہاتھ مٹھیوں میں بند، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو۔

"نور... کیا یہ خطرناک ہے؟"

روح نے نور کے قریب آتے ہی فوراً پوچھا۔

"نہیں، پریشان نہ ہو بس بخار زیادہ ہے اور تھکن بہت ہے صحیح کیئر کی ضرورت ہے۔"

نور نے نرم لہجے میں کہا۔

"تم دونوں ایسے پریشان ہو رہی ہو جیسے میں بیمار نہیں مر"

سردار موسیٰ نے دونوں کو دیکھا، پھر ہلکے سے بولا نور نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"بھائی پلیز! ایسی باتیں مت کریں۔"

نور کا لہجہ سخت اور فکر سے بھرا ہوا تھا۔ روح نے آنکھیں سختی سے بند کیں، جیسے وہ بات اس کے دل میں چبھ گئی ہو۔

"میں میڈیسن لے کر آتی ہوں۔"
نور نے جلدی سے کہا اور کمرے سے نکلنے لگی۔

"نور! پلیز جلدی آنا۔"
روح فوراً اس کے پیچھے لپکی نور نے اسے تسلی دی اور چلی گئی کمرے میں اب صرف سردار موسیٰ اور روح رہ گئے تھے۔ روح نے آہستہ سے پاس آ کر اس پر اچھے سے بلینکٹ دیا رو کے چہرے پر کوئی بھی تاثر نہیں تھا اور یہ بات سردار موسی کو پریشان کر رہی تھی۔

"کیا ہوا"

سردار موسیٰ نے اسے خاموش دیکھ کر پوچھا روح نے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں"
روح کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر سردار موسی نے ایک بار پھر سے پوچھا تھا لیکن روح اب کی بار بھی خاموش رہی تھی اس نے سردار موسیٰ کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ بس چپ بالکل خاموش، جیسے اس کی مرنے والی بات نے اسے اندر تک ہلا دیا ہو۔

"روح... میں تم سے بات کر رہا ہوں، سن نہیں رہیں؟"
سردار موسیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ لیکن روح اس سے بہت دور کھڑی تھی اور اس کے یوں ہاتھ بڑھانے پر وہ مزید دور ہو گئی تھی۔۔

"روح؟"

اس کا لہجہ تھوڑا سخت ہوا، تھوڑا حیران بھی۔

"میں آپ سے ناراض ہوں۔ مجھ سے بات نہ کریں۔"

روح نے گہری سانس لی، جیسے خود کو قابو کر رہی ہو، پھر دھیمے مگر ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔ سردار موسیٰ نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا، جیسے سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو کہ آخر اس نے ایسا کیا کہا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے؟"

سردار موسیٰ نے حیران ہو کر پوچھا۔

"آپ کو بہتر پتہ ہو گا"

روح نے منہ پھیر۔ لیا اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

"نہیں پتہ میرے سر میں درد ہے، بخار ہے اوپر سے تم ایسے کر رہی ہو؟"
وہ تھوڑا جھنجھلایا۔ روح پھر بھی خاموش رہی۔

"روح!"
اس نے بلند آواز میں کہا اس بات روح نے سر اٹھایا، آنکھوں میں ہلکی نمی، غصہ بھی اور دکھ سب سے زیادہ۔

"اس وقت اپ کی طبیعت نہیں سہی خاموش رہے تو زیادہ بہتر ہے"
اس نے بس اتنا سا جواب دیا تھا اسی وقت نور کمرے میں واپس آئی، ہاتھ میں میڈیسن اور پانی تھا۔

"بھائی، پہلے یہ کھائیں پھر میں آپ کو بخار کم کرنے کا انجیکشن"

نور کی بات مکمل ہونے سے پہلے روح بولی۔۔

"نہیں ! انجیکشن نہیں بس میڈیسن ٹھیک ہے"
روح فوراً سے بولی نور نے اسے حیرت سے دیکھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے روح"
نور اسے یوں دیکھ کر بولی۔۔

"نہیں بھابھی وہ مطلب درد ہو گا"
روح نے نظریں جھکالی تھی جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ اور نور دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"کچھ نہیں ہوتا روح اور بھائی کوئی نازک نہیں ہیں اس سے ان کا بخار جلدی کم ہو جائے گا"

نور نے مسکرا کر کہا تھا اور وہ سردار موسیٰ کے پاس ائی تھی اس نے سردار موسیٰ کا بازو پکڑ کر اس اس پر سے کپڑا اوپر کیا تھا اور انجکشن تیار کر کے اس کے بازو پر لگانے لگی تھی اس کے ایسا کرنے پر روح فوراً سے پیچھے ہو گئی تھی اور اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ لیا تھا اس کے ایسا کرنے پر سردار موسیٰ جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"آہ"

اس نے جان بوجھ کر سسکی لی۔۔

"کیا ہوا ہے زور سے لگ گئی"

روح جو کہ آنکھیں بند کر کے کھڑی تھی فوراً سے بولی اس کے ایسا کرنے پر نور مسکرائی تھی موسیٰ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئی تھی اور اس نے بس ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا۔۔

"یہ میڈیسن میں نے سائیڈ پر رکھ دی ہے کھانا کھانے کے بعد روح تم بھائی کو دے دینے میں پڑھائی کرنے کا رہی ہوں اگر طبیعت نہ سنبھلے تو بھی مجھے بتا دینا"

نور نے مسکرا کر کہا تو نور نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا اس کے جانے کے بعد روح بھی جانے لگی تھی۔۔

"تم کہاں جا رہی ہو"

سردار موسیٰ نے فوراً سے پیچھے سے آواز لگائی تھی۔۔

"کھانا لانے کا رہی ہوں"

روح نے آہستہ سے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی اس کے جانے پر سردار موسیٰ مسکرا رہا تھا یعنی اس کی سردارنی کو اس کی اس قدر فکر تھی وہ تو اج دیکھ رہا تھا اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ روح اتنی کیر نگ ہو گی وہ بھی اس کے لیے۔

سردار موسیٰ دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا اسے بے صبری سے روح کے انے کا انتظار تھا جو کہ کچھ دیر پہلے کھانا لانے گئی تھی لیکن ابھی تک نہیں ائی تھی اس کی نظریں بار بار دروازے کی طرف جا رہی تھی اس کی انکھیں بے چین تھی اسے دیکھنے کے لیے اس کے اندر موجود بدلاؤ سردار موسی کو بھی حیران کر رہے تھے لیکن وہ خوش تھا روح اس کی فکر کر رہی تھی اس کے لیے فکر مند تھی اس کے لیے پریشان تھی یہ بات سردار موسی کو سکون دے رہی تھی اسی لیے اس وقت وہ بے صبری سے اس کے انے کا انتظار کر رہا تھا دروازہ اہستہ سے کھلا تھا وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لے کر کمرے میں ائی تھی سردار موسی اسے گھور رہا تھا شکوہ کن نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"کہاں رہ گئی تھی"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے شکوہ کیا تھا۔ روح کچھ بھی نہیں بولی تھی وہ خاموش رہی اس کے خاموش رہنے پر سردار موسی تھوڑا سا حیران ہوا تھا اسے سمجھ نہیں آیا اچانک اسے ہوا کیا ہے۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں روح"

اس نے ایک مرتبہ پھر سے اسے آواز دی لیکن روح اب کی بار بھی خاموش رہی تھی اس نے کچھ بھی نہیں کہا کھانے کی ٹرے لے کر وہ اس کے سامنے آئی تھی اس نے کھانے کی ٹرے بیڈ پر رکھی۔۔

"کیا ہوا ہے تم مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہی"

اسے یوں خاموش دیکھ کر سردار موسی کو بے چینی سی ہو رہی تھی روح کی یہ خاموشی سردار موسی کو اچھی نہیں لگ رہی تھی سردار موسی کو تو اس کا خیال رکھنا اس کے لیے فکر مند ہونا اس سے پوچھنا اس سے باتیں کرنا یہ سب چیزیں پسند انے لگ گئی تھیں اور اچانک اس کا خاموش ہو جانا سردار موسی کو پسند نہیں ایا تھا اور وہ سمجھ بھی نہیں پایا تھا روح خاموش کیوں ہوئی ہے۔۔

"کھانا کھا لیں اس کے بعد تم نے میڈیسن بھی لینی ہے"

روح نے رکھے سے انداز میں جواب دیا۔۔

"تم نے ایسے منہ بنایا ہوا ہے مجھ سے بات نہیں کر رہی ہو مجھ سے کھانا کھایا جائے گا جانتی بھی ہو میری حالت کیا ہے تمہارے علاوہ کسی کو میری فکر تک نہیں کسی نے پوچھا تک نہیں تم ہی آئی ہو اب تم ہی ایسا کرو گی بتاؤ نا کیا ہوا ہے"

وہ بہت محبت سے اس سے بات کر رہا تھا روح خاموش رہی تھی اس نے بس ایک نظر اس کی طرف دیکھا سردار موسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا سردار موسی کے ہاتھ پکڑنے پر روح کو کرنٹ سا لگا تھا اس نے فوراً سے ہاتھ چھڑا کر پیچھے ہونا چاہا تھا لیکن سردار موسیٰ کی گرفت سخت تھی جس وجہ سے وہ پیچھے نہیں ہو پائی تھی اس کا ہاتھ اب تک بخار سے دہک رہا تھا اس کا ٹمپریچر اب بھی ہائی تھا لیکن روح کچھ بھی نہیں بولی وہ خاموش رہی اس کی آنکھیں بھی اب آہستہ آہستہ سرخ ہو رہی تھی کمرے میں اب مکمل طریقے سے خاموشی چھا چکی تھی بس سردار موسی کی سانسیں لینے کی اواز تھی کیونکہ بہت زیادہ تیز تھی۔

"موسیٰ کھانا کھالیں پھر اپ نے میڈیسن بھی لینی ہے"
اس نے بہت آہستہ سے کہا تھا جبکہ سردار موسی اب غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا ناک سرخ ہو رہی تھی سردار موسی نے اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے اوپر گرایا تھا۔

"یہ۔۔یہ۔۔ کیا کر رہے ہیں سردار موسیٰ"
روح بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی تھی اس نے بیڈ پر پڑا کھانا دیکھا جو کہ ٹھیک تھا اس نے شکر کا سانس لیا لیکن اب جب سردار موسی کی طرف دیکھا تو اس کی سانسیں بند ہونے کو نے سردار موسی کا چہرہ اس کے چہرے کے بالکل قریب تھا اس کی گرم سانسیں روح کے چہرے پر پڑ رہی تھی روح اچھے سے محسوس کر سکتی تھی سردار موسی کو کس حد تک بخار ہے۔۔

"بتاؤ کیا ہوا ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا روح نے نظریں پھیر لی تھی

سردار موسی نے اس کا چہرہ اپنی جانب کیا تھا اور اس کی انکھوں میں دیکھنے لگا

سردار موسی کو ایسا لگا جیسے وہ روئی ہے۔۔

"تم روئی ہو روح"

سردار موسیٰ نے بے یقینی سے پوچھا۔

"نہیں نہیں تو"

روح فورا سے بولی تھی اور اس نے اپنا چہرہ پھیر لیا تھا روح کے چہرہ پھیرنے

پر سردار موسی نے اس کا چہرہ پکڑ کر دوبارہ سے اپنے سامنے کیا تھا۔

"مجھے بتاؤ تم روئی ہو"

سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔ روح کی سانس تیز ہو گئی تھی سردار موسیٰ کے ہاتھوں کی مضبوط گرفت اس کے کمر پر بڑھ گئی تھی اس کا اتنا قریب ہونا کہیں نہ کہیں اس کے دل کو بھی سکون دے رہا تھا اور اس کا یوں پکڑ کر پوچھنا سب کچھ روح کے اوسان ہلا رہا تھا۔ ت

"میں نے کہا نا روئی نہیں ہوں۔"
روح نے ہلکی سی کپکپاہٹ کے ساتھ کہا۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم۔"
سردار موسیٰ نے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا۔

"تمہاری آنکھیں بتا رہی ہیں۔"
سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔۔

"سردار موسیٰ، میں نے آپ سے کہا نہ کچھ نہیں ہوا اور پلیز چھوڑیں مجھے"

روح نے جیسے خود کو زبردستی مضبوط کیا اور اس کے ہاتھ سے اپنا چہرہ چھڑانے کی کوشش کی۔ سردار موسیٰ نے چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھا۔ پھر آہستہ سے اس کا چہرہ چھوڑ دیا مگر نظریں نہیں ہٹائیں۔

"میں نے کہا چھوڑیں مجھے"

روح نے اپنا ہاتھ پیچھے لے جاتے ہوئے اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے پیچھے کرنا چاہا تھا اس کی کوشش دیکھ کر موسی نے اسے چھوڑ دیا سردار موسی کی گرفت ڈھیلی دیکھ کر روح فورا سے اس کے اوپر سے اٹھی تھی اور اپنی بے ترتیب سانسوں کو ترتیب دینے لگی سردار موسی خاموشی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا روح کچھ دیر کے لیے یوں ہی اپنی سانسیں ترتیب میں لانے کی جدوجہد میں رہی جب کہ اس کی ایسی کوششیں دیکھ کر سردار موسی کے چہرے پر نہ چاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ آگئی تھی مطلب اس کی دل کی دھڑکنیں اس حد تک تیز تھی۔۔

"کھانا کھائیں"

روح نے بغیر اس کی پر دیکھ کر کہا۔

"میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھا، پھر کھانے کی طرف، اور پھر دوبارہ روح کی طرف۔

"کیا مطلب؟ کیوں؟"

روح نے حیرت سے سر اٹھایا۔

"تم نے بتایا نہیں نا کہ روئی کیوں تھی۔ تو بس میں بھی کھانا نہیں کھاؤں گا۔"

سردار موسیٰ نے بے نیازی سے کمبل درست کرتے ہوئے کہا۔

"موسیٰ اپ کی طبیعت صحیح نہیں ہے"

وہ آج سردار موسی کو صرف اور صرف موسی کہہ رہی تھی بار بار اور اس کا یوں سردار موسی کا نام لینا اسے اچھا لگ رہا تھا لیکن اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں اور میں نے کھانا نہیں کھانا"
سردار موسی نے روکھا سا جواب دیا تھا۔

"یہ بچوں جیسی ضد کیوں لگا رکھی ہے آپ نے؟"
روح نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیونکہ میں جاننا چاہتا ہوں کیا ہوا ہے اور جب تک تم بتاؤ گی نہیں میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔نہ کھانا، نہ میڈیسن۔"
سردار موسیٰ دھیرے مگر ضدی انداز میں بولا۔

"سردار موسیٰ! آپ کو بخار ہے...بہت تیز بخار۔ایسے ضد نہیں کرتے۔"
روح نے اب کی بار تھوڑا سخت لہجے میں کہا۔

"تم بھی تو ضد کر رہی ہو۔"
وہ بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"میں پوچھ رہا ہوں، تم آنکھوں میں آنسوں کیوں تھے؟"
سردار موسیٰ نے ایک بات پھر سے کہا تھا۔۔

"میں نے کہا نا کچھ نہیں۔"
روح کچھ لمحے چپ رہی پھر نظریں جھکا کر بولی۔

"تو ٹھیک ہے۔ میں بھی کچھ نہیں کھاؤں گا۔"
وہ جو لیٹا ہوا تھا اٹھ کر بیٹھ گیا روح نے بے چینی سے اسے دیکھا۔

"پلیز آپ کی طبیعت خراب ہے، بخار تیز ہے ایسے مت کریں۔"
روح کو سمجھ نہیں ارہا تھا سردار موسیٰ ضد کیوں کر رہا ہے۔

"جب تک تم سچ نہیں بتاؤ گی، میں کچھ نہیں کھاؤں گا۔"
وہ اب اپنے اوپر سے کمبل ہٹا چکا تھا اس کا بخار ویسے کا ویسے روح حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں اپ پاگل تو نہیں ہو گئے اپ کو بخار ہے"
روح نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اور مجھے بھی بہتر پتہ ہے میرے لیے کیا ٹھیک ہے اور کیا نہیں"

سردار موسی کا لہجہ اب کافی حد تک سرد ہو گیا تھا وہ ایک سردار تھا جو اپنے قبیلے کے لوگوں کی انکھوں میں انسو برداشت نہیں کر سکتا تھا ان کی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تھا تو وہ اپنی زوجہ اپنی سردارنی اپنی روح کی تکلیف کیسے برداشت کر لیتا ہوں اور وہ تھی کہ اسے بتا ہی نہیں رہی تھی۔ کمرے میں ایک لمحے کو مکمل خاموشی چھا گئی۔ باہر برف گر رہی تھی، اندر اس ضد اور پریشانی نے دونوں کی سانسیں روک رکھی تھیں۔

"اپ کی وجہ سے"

روح نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میری وجہ سے"

سردار موسی نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خود کو پوائنٹ اؤٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں آپ کی وجہ سے"

روح نے نظریں جھکالی روح کی بات سن کر سردار موسی کو سمجھ نہیں ایا اس نے ایسا کیا کر دیا تھا کیوں کہ اس کی طبیعت خراب ہونے پر وہ فکر مند ہوئی تھی اس طرح ناراض نہیں ہوئی تھی تو وجہ اس کی طبیعت خراب ہونا نہیں تھی کوئی اور بات تھی وہ اپنے دماغ پر زور دے رہا تھا اور سوچنے کی کوشش کر رہا تھا اچانک اس کے مائنڈ میں ایا تھا اس نے مرنے کی بات کی تھی اور تب سے ہی اس کا رویہ بدل گیا تھا۔

"او تو تم اس وجہ سے ناراض ہو"

سردار موسیٰ نے روح کی جانب دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا جبکہ اس کے مسکرا کر کہنے پر روح نے اس کے سینے پر مکا مارا تھا۔۔

"اپ کو مذاق سوجھ رہا ہے ہیں جانتے ہیں میری روح فنا کر دی تھی اپ نے کون کرتا ہے ایسی بات اپنے بارے میں جب پتہ ہوا ایک عدد بیوی بھی ہے"

روح نے نم آنکھوں کے ساتھ کہا تھا جبکہ روح کے چھوٹے سے مکے پر سردار موسی نے آہ بھری تھی۔۔

"اتنی زور سے نہیں لگانا ٹک مت کریں"

وہ نم انکھوں سے ایک مرتبہ پھر سے بولی سردار موسی نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے پھر سے اپنے پاس بٹھالیا اور اس کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

"سوری غلطی ہو گئی"

سردار موسیٰ نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ کو اب تک بخار تھا۔

"مجھے نہیں پتا اب میں نے وجہ بتا دی خود کھانا کھائے میڈیسن بھی لیں اور پھر آرام کریں"

روح نے اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔۔

"میری اتنی سی بات پر رو دی اتنی بے چین بھی ہو اور اب دور جانے کی بات کر رہی ہو"

سردار موسیٰ نے اسے خود سے علحدہ کرتے اپنے سامنے کرتے ہوئے کہا

روح نے اس کی بات پر صرف گھوری سے اسے دیکھا اور کچھ بھی نہیں بولی۔۔

"محترمہ ذرا یہ تو بتاؤ تمہارے لیے تو یہ رشتہ بوجھ تھا صرف اور صرف دادا جان کی وجہ سے تم نے کیا تھا میں تو تمہیں پسند بھی نہیں تھا اور سردارنی بننے کے لیے تم نے مجھ سے نکاح کیا تھا تو پھر یہ آنسوں کیوں"

سردار موسیٰ آج شاید اس کے منہ سے اظہارِ محبت سننا چاہتا تھا روح کو چاہنے والا بھلے ہی وہ پہلا شخص نہیں تھا لیکن جسے روح نے چاہا سردار موسی وہ پہلا شخص ضرور تھا۔

"مجھے کیا پتہ"

روح نے اس کی بات پر سرخ ہوتے ہوئے فوراً سے کہا۔

"مان لو سردارنی روح موسی نقوی تو میں اپنے سردار موسی نقوی سے محبت ہو گئی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا اور بہت محبت سے کہا جبکہ اس کی بات پر روح فوراً سے کرنٹ کھا کر پیچھے ہوئی جبکہ سردار موسیٰ کی بات شاید کہیں نہ کہیں ٹھیک ہی تھی۔۔

"محبت بتا کر نہیں ہوتی خود باخود ہو جاتی ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا"
سردار موسیٰ نے اسے خیالوں میں دیکھ کر اس کے کان کے قریب کہا جبکہ روح پیچھے ہو کر اس کی بات پر ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں اور دماغ جیسے ایک لمحے کو سن ہو گیا تھا۔ سردار موسیٰ کی باتیں،اس کا لہجہ سب کچھ اس کے اندر ایک الگ طرح کی ہلچل مچا رہا تھا۔روح نے نظریں جھکا لیں، مگر اس کے گالوں کی سرخی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔

"روح..."

سردار موسیٰ نے بہت نرمی سے اسے پکارا.

"میں نے کچھ ایسا نہیں کہا جس سے اپ یہ ساری باتیں بول رہے ہیں"
روح نے بمشکل آواز نکالی۔

"لیکنمیں نے تو محسوس کر لیانہ ورنہ تم یوں روتی؟یوں میرا بخار دیکھ کر پریشان ہوتی؟یوں بے چین ہوتی؟"
روح کی سانس پھنس کر رہ گئی وہ کچھ جواب نہ دے سکی۔اس نے بس اپنے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"مجھے مجھے نہیں پتہ"
وہ یہ بوکھلائے ہوئے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ سردار موسیٰ کی آنکھوں میں اسے دیکھ کر خماری سی ابھری۔

"جان لو گی میری جان اور محبت کو زیادہ شور نہیں چاہیے ہوتا... دو دلوں کی دھڑکنوں میں خاموشی سے جگہ بنا لیتی ہے۔"

روح نے اس کی طرف دیکھا، جیسے وہ اس لمحے پر یقین ہی نہ کر پا رہی ہو۔

سردار موسیٰ اور یہ ساری باتیں کر رہا تھا۔۔

"اور آپ کو کیسے پتہ"

روح نے اسے دیکھ کر پوچھ۔

"مجھے تمہاری یہ فکر، یہ پریشانی سب بہت اچھا لگا ہے۔ پہلی بار کسی نے مجھے اس طرح سوچا، محسوس کیا۔"

سردار موسیٰ آہستگی سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، سانسیں ابھی بھی مدھم تھیں مگر لہجہ مضبوط۔

"آپ کھانا کھالیں... پلیز۔"

روح کے ہونٹ کپکپائے وہ سختی سے خود کو سنبھال رہی تھی۔ آخر کار وہی الفاظ دوبارہ کہتی روح کی آواز ٹوٹ گئی۔ سردار موسیٰ نے کچھ لمحے اسے دیکھا... پھر دھیرے سے مسکرا دیا۔

"اچھا لیکن ایک شرط پر۔"

وہ راضی ہو گیا۔

"ک... کیا شرط؟"

روح نے حیرانی سے آنکھیں اٹھائیں۔

"کھانا تم کھلاؤ گی۔"

سردار موسیٰ نے نرمی اور آنکھوں میں شرارت لیے ہوئے کہا۔۔

"آپ...آپ خود بھی تو کھا سکتے ہیں۔"

روح نے سرخ چہرے کے ساتھ کہاں تھا سردار موسی کی باتیں اس سے نہ جانے کب سے لال ٹماٹر بنا چکی تھی۔

"جانتا ہوں، لیکن دل چاہتا ہے آج میری سردارنی میرا خیال کرے۔"

اس کے لہجے میں محبت احترام اور نرمی تھی۔ایک بھروسہ تھا۔روح نے گہری سانس بھری۔وہ چند لمحے چپ رہی، پھر آہستگی سے ٹرے اپنی طرف کھسکائی۔

"ٹھیک ہے لیکن پہلے آپ کمبل اوڑھ لیں بخار اور بڑھ جائے گا۔"

اب کی بار روح کے ایک بار بولنے پر سردار موسیٰ نے مسکراتے ہوئے کمبل اوڑھ لیا۔ روح نے چمچ میں لقمہ لیا اور اس کے سامنے بڑھایا۔ سردار موسیٰ نے لقمہ لیتے ہوئے نظریں اس کے چہرے سے نہیں ہٹائیں۔

"ایسے مت دیکھیں۔"

روح نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ اپنی سردارنی کو دیکھنے کا حق تو ہے نا مجھے؟"

وہ مسکراتے ہوئے بول رہا تھا روح نے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں ہلکا سا بخار کا شدت اور شرم کا ملا جلا احساس تھا۔ روح نے اسے کھانا کھلایا تھا اور پھر میڈیسن دے کر اسے سلا کر جانے لگی تھی جب سردار موسی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

"نہیں جاؤ"

سردار موسیٰ انکھوں میں خماری لیے بول رہا تھا اس کے جانے کے احساس نے جسم کی تپش کو دل کی تپش میں مبتلا کر دیا تھا۔ روح چونک گئی۔ سردار موسیٰ کی گرفت اس کے ہاتھ پر مضبوط نہیں تھی، بس اتنی کہ وہ رک جائے۔ وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی سردار موسیٰ کی نیم مدھم آنکھیں، بخار کی وجہ سے بھاری پلکیں مگر ان سب سے بڑھ کر، وہ التجا جو اس کی آواز میں تھی۔

"لیکن اگر کسی نے کچھ کہا"

وہ خود بھی سردار موسی کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی تھی لیکن کوئی کچھ کہہ نہ دے وہ اس قبیلے کے سردار اور سردارنی ضرور تھے لیکن بڑے ان کے لیے بڑے تھے۔

"پہلی بات تو کوئی کچھ کہے گا اگر نہیں کسی نے کچھ کہا تو میں خود جواب دوں گا"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا تھا وجود آگ کی مانند دہل رہا تھا۔

"میں میں یہیں ہوں۔"

روح نے آہستہ سے کہا، جیسے اسے یقین دلانا چاہتی ہو۔

"تو پھر جا کیوں رہی ہو؟ ابھی تو سکون آیا تھا اور تم دوبارہ بے سکونی دے کر جانا چاہتی ہو؟"

سردار موسیٰ نے کمزور سی سانس لیتے ہوئے پوچھا۔ روح کے قدم خود بخود رکے۔ سردار موسیٰ کی یہ حالت اسے بے چین کر رہی تھی۔

"آپ کو آرام کی ضرورت ہے موسیٰ, میں یہی ہوں باہر... کہیں نہیں جا رہی۔ آپ بس سو جائیں۔"

روح نے نرم مگر مضبوط لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ اگر تم گئی تو مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

سردار موسیٰ نے جیسے ضد کے ساتھ سر ہلایا۔

"موسیٰ پلیز..."

روح نے بے بسی سے سانس بھری۔ وہ اپنے ہاتھ چھوڑوانے کی ہلکی کوشش کرتی ہے مگر سردار موسیٰ بس اتنی مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا کہ اس کی درخواست دل پر آکر رک جائے۔

"مجھے تمہارے ہونے کا احساس چاہیے۔یہی کافی ہے تم میرے پاس بیٹھ جاؤ...بس جاؤ نہیں۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔روح رک گئی جانا وہ بھی نہیں چاہتی تھی۔

"ٹھیک ہے میں نہیں جا رہی۔"

اس نے آہستہ سے کہا۔یہ سن کر سردار موسیٰ نے دھیرے سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا، جیسے وہ صرف اس کی بات سن کر مطمئن ہو گیا ہو۔روح کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی اس کے سرہانے اس نے سردار موسی کو کمبل درست کیا تھا۔

"آپ سوئیں...میں یہیں ہوں۔"

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی سردار موسیٰ نے آنکھیں آہستہ سے بند کیں، جیسے اس کی موجودگی واقعی اسے سکون دے رہی ہو۔

"روح؟"

کچھ لمحے گزرے، سردار موسیٰ نے دھیرے سے اسے پکارا۔

"جی۔"

روح اس کی پکار پر ہلکے سے بولی۔

"جو تم نے کہا تھا کہ میری بات سے تم ڈر گئی تھیں اور تمہاری انکھوں میں انسو اگئے آئندہ میں اپنے بارے میں ایسی بات نہیں کروں گا۔ وعدہ۔"

اس کی آواز کمزور مگر صاف تھی روح کے دل میں عجب سا سکون اترا۔

"اور تم ایسے ہی میرے پاس رہنا یوں ہی میرے قریب یوں ہی خیال رکھنا۔"

سردار موسیٰ کی آواز مزید دھیمی ہو گئی روح نے نظریں جھکا لیں۔اس کے دل کی دھڑکنیں پھر بے ترتیب ہو گئی مگر اس بار وہ گھبراہٹ نہیں تھی، جیسے دل کسی نئی منزل کی طرف چل پڑا ہو۔

"آپ اب سو جائیں۔"

روح نے دھیرے سے کہا۔ سردار موسیٰ مسکرایا وہی ہلکی سی، کمزور سی مگر دل سے نکلی مسکراہٹ۔

"تم ہو نا؟"

وہ کچھ دیر کے بعد پھر بولا۔

"ہوں."

روح نے نرمی سے جواب دیا اور واقعی، چند لمحوں بعد سردار موسیٰ نیند میں چلا گی اس کے چہرے پر سکون تھا روح اسے دیکھتی رہی ایک خاموش تھی ان دونوں کے درمیان خوبصورت رشتہ تھا جو آج پہلی بار اسے صاف دکھائی دے رہا تھا اج واقعی نکاح کے دو بالوں کی طاقت روح کو دکھائی دے رہی تھی کیسے وہ ایک دوسرے سے کس قدر دور رہنا چاہتے تھے مجبوری میں رشتہ جوڑا تھا ایک دوسرے کو بس نام کا قبول کیا تھا لیکن اج دونوں کے دل ایک دوسرے کے لیے دھڑکتے تھے بس اقرار باقی تھا وہ اس کے سرہانے یوہی بیٹھی رہی تھی اور نہ جانے کا اس کی بھی انکھ لگ گئی۔۔

سرد رات کی خاموشی ابھی پوری طرح ٹوٹی نہیں تھی۔ باہر تیز ٹھنڈی ہوا کے ساتھ ہلکی ہلکی برف باری ہو رہی تھی۔ حویلی کے باغ، درختوں اور چھتوں پر سفید چادر سی بچھ چکی تھی۔ سردی اس قدر شدید تھی کہ دیواریں بھی جیسے کانپ رہی ہوں۔ لیکن حویلی کے اندر سردی کا کوئی راج نہیں تھا کیونکہ پوری حویلی میں ہیٹر لگے ہوئے تھے جس وجہ سے حویلی کا ماحول گرم تھا اسی خاموش فضا میں فجر کی اذان کی پہلی صدا گونجی۔ نرم مگر گہری آواز ہوا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔ کمرے کی کھڑکی کے شیشے پر برف کے ننھے ننھے ذرے جمنے لگے تھے۔ پردہ شیشوں سے ہٹا ہوا تھا اور باہر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا کمرے کے اندر مدھم سی روشنی تھی۔ سردار موسیٰ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا، بخار نے اب بھی اس کے جسم کو جکڑ رکھا تھا۔ سانسیں گہری مگر بے ترتیب تھیں۔ اس کے سرہانے بلکل پاس روح بیٹھی ہوئی تھی یا یوں کہنا زیادہ درست ہو گا کہ وہ وہیں سو گئی تھی۔ اس کا سر بیڈ کے کنارے ٹکا ہوا تھا، ایک ہاتھ سردار موسیٰ کے ہاتھ میں تھا جیسے نیند میں بھی اس کا خیال

نہ چھوڑا ہو۔ دوپٹہ کندھے سے پھسل کر آدھا نیچے آچکا تھا۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ اس نے پوری رات جاگ کر گزاری تھی۔ فجر کی اذان کی آواز پر سردار موسیٰ نے ہلکی سی کروٹ بدلی۔ آنکھیں آہستہ آہستہ کھلیں۔ چند لمحے وہ سمجھ ہی نہ پایا کہ کہاں ہے، پھر اس کی نظر سامنے بیٹھی روح پر پڑی۔ وہ سوئی ہوئی تھی۔ سردار موسیٰ کی نگاہ ٹھہر گئی۔ اس نے پہلی بار اسے یوں دیکھا تھا بلکہ رات سے جو اس کا روپ تھا وہ پہلی بار ہی تو دیکھ رہا تھا۔ ایسا روپ تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ روح اس کے لیے اس قدر فکر مند بھی ہو سکتی ہے کہ ساری رات اس کے سرہانے انکھوں میں نیند لیے اس کی فکر میں گزار دی تھی سچ میں اسے یہ سب ایک خوبصورت خواب کی طرح لگ رہا تھا وہ جو ہمیشہ اس سے نفرت کا دعوی کرتی تھی لیکن اج اس کے رویے میں محبت کے علاوہ تو کچھ نظر ہی نہیں ارہا تھا بلکہ یوں کہا جائے ایک دیوانہ وار محبت تھی جو وہ اپنے سردار موسیٰ پر دیکھا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ

اٹھایا، ارادہ جیسے اسے جگانے کا تھا لیکن پھر ہاتھ وہیں روک لیا کیوں کہ وہ اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ اس کا دل نہیں کیا کہ اسے جگائے باہر آذان کی آواز اب بھی گونج رہی تھی اور برف باری تیز ہو گئی تھی۔

"ساری رات بے سکون رہی ہے میرے لیے سونے دو"

اس نے بمشکل سرگوشی میں کہا روح نے نیند میں ہلکی سی جنبش لی، مگر جاگی نہیں سردار موسیٰ نے نظریں بند کر لیں۔اس کے سینے میں عجیب سا بوجھ اتر آیا تھا ایسا بوجھ جو بخار سے کہیں زیادہ بھاری تھا۔اس نے تو کبھی بھی اس سے محبت نہ کرنے کا سوچا تھا وہ بس اسے ایک ذمداری تک ہی رکھنا چاہتا تھا لیکن کیا وہ لڑکی صرف ذمہ داری تک رکھنا ٹھیک تھی جو اس کے لیے اس حد تک پریشان ہو گئی تھی جو یہ کہتی تھی اسے اس سے محبت نہیں سوچنے کی بات تھی جب وہ محبت کا اقرار کرے گی تب وہ اس پر کیسے عیا ہو گی۔کمرے میں مکمل طور پر خاموشی تھی اور سردار موسی اسے دیکھتے ہوئے یہ ساری باتیں سوچ رہا تھا۔کمرے میں پھیلی خاموشی کو توڑتے ہوئے سردار موسیٰ نے آہستہ سے کروٹ بدلی۔اذان کے آخری کلمات ابھی فضا میں معلق تھے۔اس نے کہنیوں کے سہارے اٹھنے کی کوشش کی مگر جسم نے ساتھ نہ دیا۔بخار اور کمزوری نے جیسے ایک ہی لمحے میں اسے جکڑ لیا ہو۔ہلکی سی آہ

کی آواز اس کے لبوں سے نکلی۔اس کی جنبش پر روح چونک کر جاگ گئی۔ آنکھیں یکدم کھلیں اور پہلا خیال سردار موسیٰ کا آیا۔اس نے فوراً سیدھا ہو کر اسے دیکھا جو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یہ۔۔یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"
اس کی آواز میں نیند کی نمی کے ساتھ گھبراہٹ بھی شامل تھی۔

"نماز، فجر کی نماز..."
سردار موسیٰ نے بمشکل جواب دیا، ہاتھ بیڈ کے کنارے پر رکھا مگر توازن قائم نہ رکھ سکا۔روح فوراً اس کے قریب ہوئی اور اس کے کندھے کو سہارا دیا۔

"آپ کو اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے بخار بہت زیادہ ہے"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پریشانی سے کہا تھا۔۔

"لیکن روح نماز ضروری ہے"
سردار موسیٰ نے روح کو دیکھ کر پریشانی سے کہا۔۔

"موسی اپ کی طبیعت نہیں صحیح اور آپ حالت میں نماز بھی نہیں پڑھ پائیں گیں"
روح نے پریشانی سے کہا کیونکہ اس کے چہرے سے وہ اندازہ لگا سکتی تھی اس کی طبیعت تب بھی نہیں سہی اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ماتھے کو چھوا تھا جو کہ اب تک گرم تھا بخار پہلے سے کم تھا لیکن مکمل طور پر اترا نہیں تھا۔۔

"روح نماز قضا نہیں کرنی"

سردار موسیٰ ضدی مگر کمزور لہجے میں بولا روح نے چند لمحے اسے دیکھا۔ پھر آہستہ مگر پُر یقین انداز میں بول۔

"موسی اپ کی طبیعت نہیں صحیح ہے اب اپ کیوں نہیں سمجھ رہے"
سردار موسیٰ کو دیکھ کر وہ بولی تھی۔۔

"روم میں نماز نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی قضا کر سکتا ہوں اور مجھے سکون بھی نہیں ملے گا"

اس نے آہستہ سے کہا تھا اور اٹھ کر بیٹھ گیا تھا روح سردار موسیٰ کو دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میں اپ کی مدد کرواؤں گی واش روم تک میں ساتھ چلوں گی اور وضو کرنے میں بھی اپ کی مدد کروں گی"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جبکہ اس کی ان باتوں پر سردار موسیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔۔

"تم...؟"

سردار موسیٰ حیران ہوا تھا۔

"جی میں کرواؤں گی کوئی مسئلہ ہے"

اس نے سردار موسیٰ کو دیکھ کر پوچھا۔۔

"نہیں مجھے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے اور میری ایسی مجال کہ مجھے کوئی مسئلہ ہو" وہ ہلکا سا مسکرا کر بولا تھا جب کہ اس کی بات پر روح سے گھور کر دیکھ رہی تھی۔

"اب زیادہ ڈرامے نہیں کریں اٹھ کر کھڑے ہوں"

روح نے اسے سہارا دیتے ہوئے کہا تھا سردار موسی اس کے ساتھ کھڑا ہو گیا تھا روح سردار موسی کو لے کر واش روم آئی تھی۔

"اپ باتھ لے لیں میں باہر ہوں"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا یہ بات کرتے ہوئے اسے شرم بھی آ رہی تھی سردار موسی نے ہاں میں سر ہلایا تھا وہ اندر چلا گیا اور روح باہر کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی۔ روح باہر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ سردی اگرچہ حویلی کے اندر نہ تھی مگر اس کے دل میں عجیب سی گھبراہٹ تھی۔ اس نے بے اختیار دوپٹہ درست کیا اور نظریں نیچے جھکا لیں۔ اندر سے پانی کے چلنے کی ہلکی سی آواز آ رہی تھی۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا یہ نزدیکیاں اسے الجھن میں ڈال رہی تھی۔ کچھ دیر میں سردار موسی نے ا کر دروازہ کھولا تھا روح بھی اس کے ساتھ اندر گئی تھی اور وضو کروانے میں اس کی مدد کرنے لگی سردار موسی اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"تم وضو نہیں کرو گی"

وضو کرنے کے بعد جب روح سے لے کر نکلنے لگی تو سردار موسی نے پوچھا تھا اس کی اس بات پر وہ گھبرا گئی تھی اسے سمجھ نہیں ایا وہ کیا جواب دے۔۔

"نہیں میں نے نماز نہیں پڑھنی"

روح نے آہستہ سے جواب دیا تھا۔ سردار موسیٰ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی نگاہ میں سوال تھا، حیرت بھی اور کچھ اور بھی جسے وہ خود نام نہیں دے پا رہا تھا۔

"کیوں؟"

اس کی آواز دھیمی تھی مگر سیدھی دل تک اترنے والی۔ اس کی بات پر روح نے نظریں جھکا لیں اسے سمجھ نہیں آیا وہ اسے کیا جواب دے۔

"بس آج نہیں۔"

چند لمحے خاموش رہنے کے بعد روح دھیرے سے بولی۔ وہ بات مکمل نہیں کر پائی اور نہ ہی وہ ایسی بات اس کے آگے کر سکتی تھی الفاظ اس کے لبوں تک آ کر رک گئے۔ سردار موسیٰ نے اس کی کیفیت محسوس کر لی تھی وہ سمجھ گیا تھا کہ کیا بات ہے اس لیے اسنے مزید سوال نہیں کیا، بس ایک لمحے کو گہری سانس لی۔

"ٹھیک ہے"

وہ مختصر سا بولا روح نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ وہ آگے بڑھی، اس کا بازو تھاما۔

"چلیں، کمرے میں چلتے ہیں زیادہ دیر کھڑا رہنا آپ کے لیے ٹھیک نہیں۔"

روح نے آہستہ سے کہا وہ دونوں آہستہ آہستہ کمرے کی طرف بڑھے۔ فجر کی روشنی اب پوری طرح کھڑکی سے اندر آچکی تھی۔ سفید پردوں پر پڑتی روشنی کمرے کو ایک عجیب سی پاکیزگی بخش رہی تھی۔ روح نے جائے نماز بچھائی اور پیچھے ہٹ گئی۔ سردار موسیٰ نے بیٹھ کر نماز ادا کی۔ اس دوران روح ایک طرف خاموش کھڑی رہی۔ اس کی نظریں کبھی جائے نماز پر ٹک جاتیں، کبھی اس چہرے پر جو کمزوری کے باوجود عجیب سا اطمینان لیے ہوئے تھا۔ اس کے خدا نے کبھی بھی اسے اکیلا نہیں چھوڑا تھا اور اس کی بلندیوں کی وجہ روح کو آج معلوم ہو رہی تھی کیا ہے۔ نماز کے بعد سردار موسیٰ نے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے۔ اس کی لبوں پر ہلکی سی جنبش تھی۔ روح نے نظریں چرا لیں، مگر دل میں بے اختیار ایک دعا ابھری

کہ یہ بخار، یہ کمزوری یہ خراب طبیعت سب کہیں غائب ہو جائیں اور وہ پہلے کی طرح تندرست ہو جائے۔ دعا مکمل ہوئی تو سردار موسیٰ نے ہاتھ چہرے پر پھیرا اور پھر تھکن سے بیڈ کے پیچھے ٹیک لگالی۔ اور انہوں نے جائے نماز بیڈ کے قریب ہی بچھایا تھا روح فوراً اس کے قریب آئی۔

"اٹھ کر اوپر لیٹ جائیں ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔"
روح نے اس کے قریب اکر کہا سردار موسیٰ نے اس کی اتنی فکر پر اس کی طرف دیکھا اور پھر اس کے سہارے سے اٹھ کر بیڈ پر آیا تھا روح نے تکیہ درست کیا۔ سردار موسیٰ نے لیٹتے ہوئے اسے دیکھا۔

"روح، تم نے آج جو کیا ہے میں اسے کبھی نہیں بھولوں گا۔"
اس کا نام لیتے ہوئے وہ ایک پل ک رکا، جیسے الفاظ چن رہا ہو پھر آہستہ سے بولا۔

"میں نے کچھ خاص نہیں کیا آپ شوہر ہیں میرے"

روح کے ہاتھ لمحہ بھر کو رک گئے۔ اس نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا، پھر دھیرے سے بولی۔ روح کے ہونٹوں سے نکلے یہ الفاظ سادہ تھے، مگر ان میں ایک ایسا ٹھہراؤ تھا جو سردار موسیٰ کے دل میں کہیں گہرائی تک اتر گیا۔

سردار موسیٰ چند لمحے خاموش اسے دیکھتا رہا۔ بخار کی کمزوری اب بھی چہرے سے جھلک رہی تھی، مگر آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی اور شکر گزاری تھی۔ اس نے آہستہ سے آنکھیں موند لیں، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو۔

"شوہر ہونے سے پہلے میں ایک انسان ہوں روح اور آج پہلی بار کسی نے مجھے ایسے دیکھا، جیسے میں واقعی اہم ہوں ورنہ جتنا روبدار اور مضبوط میں خود کو دکھاتا تھا سب لوگ یہی سمجھتے تھے مجھے کسی کی ضرورت ہی نہیں ہے لیکن مجھے بھی ضرورت ہے اور وہ ضرورت اج تم نے پوری کی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور مسکرا کر بولا تھا۔ روح نے فوراً نظریں جھکا لیں۔ اس کا ہاتھ جو سردار موسیٰ کے ہاتھ میں تھا وہ کانپ رہا تھا دل کی دھڑکنیں بے ترتیب تھیں، جیسے اس کے الفاظ نے دل کی کسی بند کھڑکی کو کھول دیا ہو۔

"آپ اہم ہیں"

وہ خود بھی نہیں جانتی تھی یہ بات اس کے لبوں تک کیسے آگئی یہ سن کر سردار موسیٰ نے آنکھیں کھول دیں۔اس نے اسے دیکھا، جیسے یقین نہ آرہا ہو۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آگئی وہ مسکراہٹ جو کم کم دیکھنے کو ملتی تھی۔

"پھر وعدہ کرو۔"

وہ آہستہ سے بولا۔

"ک۔۔کس بات کا؟"

روح نے چونک کر پوچھا۔

"آئندہ میری طبیعت خراب ہو تو خود کو اتنا نہیں تھکاؤ گی تم یوں تھکی تھکی مجھے نہیں اچھی لگتی"

اس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور آپ وعدہ کریں کہ ایسی باتیں نہیں کریں گیں بیوی ہوں میں آپ کی اور میں نے کچھ ایسا نہیں کیا ایک شوہر کو اس کی بیوی کی ضرورت تھی اور میں وہ پوری نہ کروں ایسی بیوی ہونے کا کسی فایدہ"

روح نے ہلکی سی سانس لی اور پھر کہا۔اس کی باتوں پر سردار موسیٰ کی نظریں سنجیدہ ہو گئیں۔

"وعدہ۔"

اس نے مختصر مگر پختہ لہجے میں کہا۔کمرے میں پھر خاموشی چھا گئی، مگر اب یہ خاموشی بوجھل نہیں تھی۔ باہر برف باری تھم چکی تھی اور فجر کی روشنی پوری طرح پھیل چکی تھی۔روح نے کمبل اس کے اوپر درست کیا۔

"ویسے تمھیں اتنا سب کچھ کیسے پتا"

سردار موسیٰ نے اس کی باتیں سن کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"کورس کی کتابوں میں صرف انگلیش اور بائیو ہی نہیں ہے اسلامیت اور ترجمہ القرآن بھی ہے اور اب مزید کوئی بات نہیں سو جائیں آپ کو آرام کی ضرورت ہے"

اس نے نرمی سے کہا۔

"اچھا جی"

سردار موسیٰ نے ہلکے سے مسکرا کر کہا اس کا تو بھلا ہو گیا تھا اس کی بیوی کورس کی کتابوں میں صرف بائیو ہی نہیں بلکہ اسلامیات اور ترجمہ القرآن بھی پڑھتی ہے۔

"ہم اب سو جائیں"

اس نے مسکرا کر کہا اور سردار موسیٰ نے آنکھیں بند کر لی تھی روح اس کے پاس ہی بیٹھی تھی اور ہلکے ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھی۔

💓💓

روح سردار موسیٰ کے کمرے سے باہر آئی تھی صبح کے 10 بن رہے تھے آیت بیگم وہی باہر ہی کھڑی تھی گلناز بھی ان کے ساتھ ہی تھی بلکہ اس نے ان سب کے پیچھے دیکھا تو حویلی کا ہر فرد وہاں موجود تھا ان سب کو دیکھ کر روح حیران ہو گئی تھی۔۔

"اپ سب لوگ"

وہ حیرانی سے بول رہی تھی کیوں کہ ان سب کو دیکھ کر وہ کافی حیران ہو رہی تھی۔

"تم سردار موسیٰ کے کمرے میں کیا کر رہی ہو اور گلناز بتا رہی ہے کہ تم پوری رات سردار موسیٰ نے ساتھ اس کے کمرے میں تھی"

عافیہ بیگم نے روح کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا جبکہ ان کے سوا پر روح چونک گئی تھی اسے ایسے کسی بھی سوال کی توقع نہیں تھی۔۔

"ماں سائیں اپ یہ کیسا سوال کر رہی ہیں مجھ سے"

روح نے بے یقینی سے جواب دیا تھا۔۔

"تم سردار موسی کے ساتھ صرف نکاح میں ہوتے ہوئے راتیں گزار سکتی ہو ہم میں سے کوئی سوال بھی نہیں جس سکتا"

نادیہ بیگم کو تو موقع مل گیا تھا روح کو ذلیل کرنے کا اس لیے وہ بنا سوچے سمجھے بول گئی تھی۔۔

"نادیہ ہوش میں تو ہو کیا بول رہی ہو"

سید سائیں کو اس کی یہ بات ناگوار گزری تھی اس لیے انھوں نے فوراً سے اسے ڈانٹا تھا۔۔

"اپ بس مجھے ہی باتیں سناتے ہیں میرے عدنان کو سزا سُنائی جائے گی اور اب بتائیں آپ کے یہ پوتا پوتی بغیر رخصتی سے جو یہ سب کر رہے ہیں ان کے لیے کیا سزا ہے"

نادیہ بیگم طنز اور تند مزاجی کے ساتھ بولی، مگر سید سائیں کے سخت لہجے نے اسے فوراً دبا دیا۔

"بس نادیہ، تمہیں یہ حق نہیں ہے تم میرے پوتے یا پھر پوتی کے بارے میں کچھ بھی بولو ابھی اسے بولنے کا موقع تو دو خود سے کچھ بھی سوچ لیا اور بول بھی دیا"

سید سائیں کی آواز میں سختی اور حکمت دونوں کی جھلک تھی۔ نادیہ بیگم تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہو گئی، مگر اس کے چہرے پر اب بھی کچھ ناپسندیدگی چھپی ہوئی تھی روح نے دل میں سکون محسوس کیا، مگر باہر کی فضا میں سب کی نظریں اس پر تھی وہ جانتی تھی کہ آج اسے اپنی بات صرف خاموشی اور عمل سے ثابت کرنا ہو گا۔

"تو پھر پوچھیں نا اس سے یہ اندر کیا کر رہی تھی اور وہ بھی رات میں سردار موسی کے کمرے میں ہاں وہ اس کا شوہر ہیں لیکن ابھی تک ان کی رخصتی نہیں ہوئی"

گلناز نے آہستہ سے کہا اس کے لہجے میں نفرت تھی۔۔

"تم ہوتی کون ہو یہ سوال کرنے والی اور سوچ سمجھ کر بولو کس کے بارے میں بات کر رہی ہوں روح میری بہن ہے اور میں اسے بہت اچھے سے جانتا ہوں اور سردار موسی کو اس سے بھی اچھے سے جانتا ہوں میں بچپن سے اس کے ساتھ ہوں جب اس نے کسی اور کی عزت پر کبھی نظر تک نہیں ڈالی تو وہ اپنے ہی عزت کو کیسے سب کے سامنے سوالیہ نشان بنا سکتا ہے"

ہاشم کو اس کی بات بہت ناگوار گزری تھی اس لیے اس نے سختی سے جواب دیا تھا۔۔

"ہاشم تم خاموش رہو ہم بڑے ہیں نہ"

احمد نقوی نے ہاشم کو خاموش کروادیا تھا اپنے بابا سائیں کی بات سن کر وہ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گیا تھا ماہا نے تو خود کو کمرے میں قید ہی کر لیا تھا وہ باہر ہی نہیں آئی تھی باقی کندیل اور نور چھوٹی تھی انھیں بیچ میں بولنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے بس وہ فکر مندی سے کھڑی دیکھ رہی تھی حنان بھی وہی موجوں تھا۔۔

"بتاؤں بیٹا آپ کیا رات میں موسیٰ کے کمرے میں تھی"
ریاست نقوی نے بہت محبت سے ان سے پوچھا تھا۔۔

"یہ کیا بولے گی خود کوئی خود سے تو اپنے گناہ کا اعتراف نہیں جس سکتا نہ"
نادیہ بیگم نے روح کے جواب دینے سے پہلے ہی بات کی تھی جبکہ ان کی یہ بات وہاں موجود ہر کسی کو ناگوار گزری تھی۔۔

"نادیہ تم خاموش رہو یہاں بات روح سے ہو رہی ہو تم سے نہیں تو جو با بھی وہی دے گی"

ساجد نقوی بھی اب کی بار خاموش نہیں رہے تھے روح انہیں اپنی بیٹی کی طرح عزیز تھی اس لیے ان سے بھی برداشت نہیں ہوا تھا روح کے کردار پر ایسی بات روح کی انکھوں میں نمی آگئی تھی کیا ان لوگوں کو اس پر یقین نہیں تھا وہ کیوں اس سے سوال کر رہے تھے؟؟۔

"بولو نے روح بیٹا تم خاموش کیوں ہو"

روح کو خاموش دیکھ کر کنزہ بیگم نے بھی اس کی طرف دیکھ کر بولا جبکہ نور کا دل کیا کہ وہ سب کو بتا دے لیکن وہ بیچ میں کیسے بولتی جب بڑے بات کر رہے تھے۔۔

"سید سائیں"

نور روح کو خاموش دیکھ کر خود خاموش نہیں رہ سکی تھی اس لیے اس نے سید سائیں کی طرف دیکھ کر ان کا نام لیا تھا ہاشم نے بھی نور کو دیکھا۔

"نور فل حال تم خاموش رہو"

آیت بیگم نے نور کی بات پر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"ماں سائیں میری بات سن تو لیں"

نور کو پریشان دیکھ کر ہاشم سمجھ گیا تھا نور کچھ جانتی ہے۔۔

"نورا اگر تمھاری بات ابھی ضروری نہیں ہے تو تم خاموش رہو"

آیت بیگم نے ایک بار پھر سے اسے ٹوکا تھا۔۔

"اسے بولنے دیں تائی امی"

ہاشم نے ایت بیگم کو دیکھ کر کہاان کی بات پر آیت بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"کل رات بھائی کو بہت زیادہ بخار تھااور یہ بات صرف روح کو پتہ تھی وہ بھائی کا خیال رکھ رہی تھی اس نے مجھے بھی بتایا تھا میں نے بھائی کو چیک کر کے میڈیسن بھی دی تھی وہ ان کے دیکھ بھال کے لیے پوری رات ان کے ساتھ تھی"

نور کی بات پر فضا خاموش ہو گئی تھی اس نے سر جھکا کر کہا تھا جبکہ روح بس خاموش تھی ان ایک بار پھر سب لوگوں نے اس کا یقین نہیں کیا تھا بلکہ انھیں اس کے منہ سے عتراف چاہیے تھا کیا ان کو سردار موسیٰ پر بھی یقین نہیں تھا۔ سردار موسیٰ جو اپنگ قبیلے کی بیٹیوں پر آنچ نہیں آنے دیتا تھا آج تک طاقت ہونے کے باوجود بھی اس نے کبھی بھی اس کا غلط استعمال نہیں کیا تھا حالانکہ روح پر اپنا حق ہونے کے باوجود بھی اس نے کبھی بھی اس پر وہ حق استعمال نہیں کیا تھا ان کے نکاح کو مہینہ ہونے والا تھا اج تک ایسا کبھی بھی نہیں ہوا تھا بلکہ اج سے پہلے بھی ایسا کبھی نہیں ہوا تھا تو پھر کیسے اس کے کردار کے لیے بھی انھیں عتراف کی ضرورت تھی سردار موسی نے جب باہر شور سنا تو وہ فوراً کھڑا ہو گیا تھا وہ سمجھ گیا تھا کہ بات اس کی بیوی کے کردار پر ہو رہی ہے لیکن وہ سب کو دیکھنا چاہتا تھا اس لیے دروازے کے پاس ہی رک گیا تھا باہر کی فضا خاموش تھی اچانک ہی سردار موسیٰ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس کا چہرہ زرد تھا آنکھیں سرخ تھی جو کہ اس

بات کی گواہ تھی اس کی طبیعت خراب ہے لیکن اس وقت اس کی انکھوں میں خون تھا غصہ تھا جو کچھ اس نے اپنی بیوی کے بارے میں سنا تھا سردار موسیٰ کے قدم زمین پر پڑتے ہی فضا میں ایک سنجیدہ خاموشی چھا گئی۔ ہر کسی کی سانس جیسے رک گئی ہو۔ سب کے سامنے وہ کھڑا تھا۔۔

"کیا ہوا یہاں؟"

اس کی آواز گہری اور پُر اثر تھی، جیسے ہر لفظ دل پر وار کر رہا ہو۔ ادھر موجود کوئی بھی شخص کچھ بھی نہ کہہ سکے۔ نادیہ بیگم کی سانس رک گئی تھی سردار موسی کی اس بات پر، گلناز بھی گھبرائی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی روح نم آنکھوں سے سینگ ساتھ کھڑے سردار موسیٰ کو دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ نے نظریں سب پر جمائیں، سب سے پہلے نادیہ بیگم کی طرف۔ سردار موسیٰ نے نادیہ بیگم کی طرف نظریں جمائیں، آنکھوں میں آگ، مگر آواز میں سنجیدگی اور اختیار۔

"پھوپھو آپ کو کس نے یہ حق دیا کہ آپ میری بیوی کے کردار پر حرف بھی اٹھاؤ؟"

وہ جانتا تھا کس سے کیسے بات کرنی ہے اب بھی وہ انہیں عزت دے رہا تھا اور اپ کہہ کر بات کر رہا تھا۔ نادیہ بیگم گھبرا گئی سانسیں جیسے روک سی گئی نادیہ بیگم کے ہونٹ ہلکے سے کھلے، مگر وہ کچھ نہ بول سکی۔ سردار موسیٰ کی موجودگی اور اس کی نگاہوں کی شدت نے ان کا منہ بند کر دیا تھا۔

"بولیں ناخاموش کیوں ائے ہو پہلے تواپ کی زبان میں بہت زیادہ چل رہی تھی بہت کچھ بولا جارہا تھااب کیوں نہیں کچھ بول رہے آپ پھوپھو ہیں میری مجھ سے بڑی ہیں میں اپ سے یہ ساری باتیں کہنا تو نہیں چاہتا لیکن اپنی بیوی کے کردار پر کچھ برداشت بھی نہیں کر سکتا پہلی بات تو یہ اپ اس حویلی کی بیٹی ہے اپ کے پاس یہ حق نہیں کہ آپ اس حویلی کے فیصلے کریں اور اس حویلی کی سردارنی کو کچھ بھی کہیں جو مقام میرا ہے وہی مقام میری بیوی کا ہے اور اگر میں نے کچھ کر بھی لیا تو کیا غلط تھا بیوی ہے وہ میری نکاح میں ہے وہ میرے اور میری نظر میں نکاح سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں ہوتا تو دوبارہ میری بیوی پر سوال اٹھانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکے آپ کیسے بیٹے کی ماں ہے اپ نے کیسی تربیت کی ہے اپنے بیٹے کی پھر کسی اور کی بیٹی کی تربیت پر اس کے کردار پر سوال اٹھایئے گا"

اس کی اواز میں سختی تھی غصہ تھا حالانکہ نفرت بھی جھلک رہی تھی وہاں موجود ہر ایک شخص خاموش تھا کیونکہ سردار موسی کے سامنے کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا تھا۔ پھر اس نے گلناز کی طرف دیکھا، جس کے لہجے میں نفرت ابھی بھی چھپی تھی۔

"اور تم، تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی میری بیوی کے کردار پر بات کرنے کی اس کا کردار کتنا صاف ہے کتنا پاک ہے میں بہت اچھے سے جانتا ہوں میں کسی دوسرے یا تیسرے کے منہ سے نہ یہ سننا چاہتا ہوں اور نہ ہی میں یہ بات برداشت کر سکتا ہوں کوئی میری بیوی کو کچھ بھی کہے اور یہاں موجود مجھے ہر ایک شخص پر حیرت ہو رہی ہے کیا یہ ہے اپ لوگوں کا یقین کیا اپ سب لوگ اپنی ہی تربیت کو نہیں جانتے اپنی ہی تربیت پر سوال کر رہے تھے"

سردار موسیٰ کو سب سے زیادہ افسوس اسی بات کا ہوا تھا وہ گلناز کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے پہلے اس پر برس رہا تھا اور اس کے بعد اس نے ان سب کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"یہاں کوئی بھی شخص میری بیوی کی عزت کو سوالیہ نشان نہیں بنا سکتا، وہ میری بیوی ہے میرا اس سے نکاح ہوا ہے اور اگر میں نے کچھ کر بھی لیا تھا تو کوئی گناہ نہیں تھا اور مجھے اور میری بیوی کو اپنے بیٹے سے کمپیئر مت کیجئے گا ہم دونوں کا حلال رشتہ ہے صرف اور صرف ایک رخصتی کی دیوار ہے اور میں ہر رشتے کو اچھے سے جانتا ہوں اپنی حد بھی اچھے سے جانتا ہوں تو کسی دوسرے تیسرے کو مجھے اس بات کی گواہی نہیں دینی کہ میری بیوی رات میں میرے کمرے میں کیا کر رہی تھی"

سردار موسیٰ ایک قدم آگے بڑھا اور اپنی آواز میں طاقت بھر کر بولا وہ ان سب کو دیکھ کر بول رہا تھا روح خاموشی سے اس کے پیچھے کھڑی تھی، دل دھڑک رہا تھا مگر آنکھوں میں سکون تھا۔ وہ آج پہلی بار محسوس کر رہی تھی اگر پورا زمانہ بھی اس کے خلاف ہو نہ ایک شوہر کا ساتھ بیوی کو مکمل کر دیتا ہے اور اس کا یوں اس کے لیے بولنا روح نم آنکھوں سے مسکرا کر اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"اور یاد رکھیں اگر کسی نے دوبارہ میری بیوی کی عزت پر حرف بھی کہا، تو میں خود اس کا حساب لوں گا یہ صاف اور واضح ہے!"

سردار موسیٰ نے نادیہ بیگم کی طرف ایک قدم اور بڑھایا، ہاتھ بلند کر کے کہا۔ وہاں موجود ہر ایک شخص کے چہرے پر شرمندگی تھی کیسے انہوں نے اپنی ہی تربیت پر سوال اٹھالیا تھا روح اور موسی پر سوال اٹھانا مطلب ان کی اپنی تربیت پر سوال اٹھانا تھا وہاں موجود ہر ایک بچہ ہر ایک ماں ہر ایک باپ کی گود میں پلا بڑا تھا وہ بچے حویلی کے بڑوں کی جان پہ اور سب نے ان کی ترتبیت کی تھی اور اج اسی تربیت پر سوال اٹھالیا۔۔

"موسیٰ بیٹا"

سید سائیں نے اسے پکارا تھا۔۔

"سید سائیں مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی اور نہ ہی میں کسی کی کوئی بات سننا چاہتا ہوں"

وہ یہ بات کہہ کر روح کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے واپس کمرے میں چلا گیا تھا جبکہ وہاں موجود ہر ایک شخص اس جاتا دیکھ رہا تھا۔ گلناز تو اب بھی انھیں نفرت سے دیکھ رہی تھی۔۔

روح سردار موسیٰ کے کندھے کے ساتھ لگ کر دو رہی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں تھے اور جب سے سردار موسی اسے اندر لے کر ایا تھا وہ ایسے ہی رو رہی تھی کمرے میں بس اس کے سسکیوں کی آواز تھی اور سردار موسیٰ کو اس کی سسکیاں بے چین کر رہی تھی وہ اسے روکنا چاہتا تھا رونے سے لیکن کوشش ہی نہیں کر پا رہا تھا اج جو کچھ بھی ہوا وہ سردار تھا یہاں کا اور کوئی بھی حویلی کا فرد آ کر یوں اس کی بیوی کے کردار پر بات نہیں کر سکتا تھا اسے اپنے عزت پر یہ ساری باتیں برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ بہت مشکل سے اپنے غصے کو قابو کر کے بیٹھا تھا اور جو ضبط وہ کر کے بیٹھا تھا روح کے آنسوں اس کا وہ ضبط توڑ رہے تھے۔۔

"روح"

جب اس سے مزید روح کے آنسوں برداشت نہ ہوئے تو اس نے اس کا نام آہستہ سے پکارا تھا اس کی اس پکار اپر روح نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اور نہ ہی اس کے آنسوں میں کمی ہوئی تھی۔۔

"روح"

اب کی بار اس کا لہجہ بلند اور آواز میں موجود سختی صاف محسوس ہوئی تھی جیسے سن کر روح نے اس کے کندھے سے سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا روح کی انکھوں میں شکوہ تھا سردار موسیٰ نے جب اس کی انکھوں میں دیکھا تو فوراً سے نظریں پھیر گیا۔۔

"رونے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا کیا"

سردار موسیٰ نے محبت بھرے لہجے میں اس سے پوچھا تھا۔

"سردار موسیٰ عورت کے لیے سب سے زیادہ ضروری اور عزیز اس کی عزت ہوتی ہے اور جب کوئی اس پر وار کرتا ہے تو عورت چھلنی چھلنی ہو کر رہ جاتی ہے اپ جانتے ہیں جب مجھے سب یوں کٹھرے میں کھڑے کر کے سوال پوچھ رہے تھے تو مجھ پر کیا گزر رہی تھی مجھے یقین نہیں ہو پا رہا تھا یہ سب میرے اپنے ہیں اور مجھ سے ہی میرے کردار کی پاکی کی گواہی مانگ رہے ہیں"

وہ ایک بار پر سر دار موسیٰ کے سینے پر سر رکھ کر زور زور سے رونے لگی تھی

انسان کا کوئی بھی رشتہ کیوں نہ ہو اور وہ کتنا ہی قریبی کیا نہ ہو چاہے وہ سگے

ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں وہ بھی بدل جاتے ہیں ان کو وہی اولاد سب سے

زیادہ عزیز ہوتی ہے جس گھر میں پیسے لا رہا ہے باقی دوسرے کی کوئی اہمیت

نہیں ہوتی جان بوجھ کر اس اولاد کے سامنے دوسرے کو ذلیل کرتے ہیں

اس دنیا میں ماں باپ بھی بدل جاتے ہیں جس ماں نے جنم دیا ہوتا ہے وہ

کیسے بدل سکتی ہے سوچنے والی بات ہے باقی رشتوں کا تو بھروسہ ہی نہیں

ہوتا اگر کوئی مخلص رشتہ ہے تو وہ میاں بیوی کا ہے اگر دونوں ایک

دوسرے کے دکھ سکھ میں ساتھ ہے ایک دوسرے کو سمجھ رہے ہیں اور

اس وقت روح کے لیے بھی سب سے زیادہ مخلص سر دار موسیٰ ثابت ہوا

تھا۔

"میری بیوی ہو تم اور کسی نے بھی تمھارے کردار پر بات نہیں کی اگر اج کوئی کوشش بھی کرتا نہ تمھیں بدنام کرنے کی تو اس کی لاش آج اس حویلی میں گرنی تھی میرے ہوتے ہوئے میری بیوی کو کوئی کچھ بھی نہیں کہہ سکتا"

سردار موسیٰ نے روح کا سر اپنے سینے سے اٹھاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھوں کو اسکے چہرے پر رکھ دیا تھا۔۔

"موسیٰ"

وہ بہت نرمی سے اس کا نام پکار رہی تھی اور اس کا یوں محبت سے سردار موسیٰ کا نام لینا اسکے دل کی کیفیت کو الگ سے احساس دلا رہا تھا۔۔

"جی جانِ موسیٰ"

سردار موسیٰ نے اسے اپنے اندر چھپاتے ہوئے کہا تھا اس کے نام لینے پر وہ بھی اتنے محبت سے اس کا دل کیا کہ وہ اسے اپنے اندر چھپا لے اور اپنے دل کی بات پر لبیک کہتے ہوئے اس نے ایسا کیا بھی تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں"

سردار موسیٰ نے روح کے سوال پر کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اسے اپنے قریب ہی رکھا، جیسے اس لمحے الفاظ سے زیادہ خاموشی کی ضرورت ہو روح کی سسکیاں آہستہ آہستہ مدھم ہو رہی تھی۔

"کچھ نہیں کر رہا بس تمھیں اپنے ہونے کا احساس دل رہا ہوں"

وہ دھیرے سے بولا، لہجے میں نرمی تھی۔ روح نے بے اختیار اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔ آنکھیں نم تھیں مگر اب دل میں وہ گھبراہٹ نہیں رہی جو کچھ دیر پہلے تھی۔

"آج جو سب کچھ ہوا میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو گا"
وہ آہستہ سے بولی سردار موسیٰ نے ہلکا سا سر ہلایا، جیسے وہ سب سمجھ رہا ہو۔

"سوچا تو میں نے بھی نہیں تھا لیکن میں ہمیشہ تمھارے ساتھ ہوں روح
تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے"
سردار موسیٰ نے اسے اپنے حسار میں رکھتے اپنے ہونے کا یقین دلاتے
ہوئے یہ ساری باتیں کی تھی۔۔

"آپ نے سب کے سامنے"
روح جملہ پورا نہ کر سکی وہ مزید کچھ بولتی اس سے پہلے ہی سردار موسیٰ نے
اس کی بات روک دی۔۔

"وہ میرا فرض تھا اور میں تمہارا شوہر ہوں جہاں جہاں تمھیں میری ضرورت ہو گی میں وہاں وہاں پر مشکل میں تمھارے ساتھ ہوں گا روح"
سردار موسیٰ نے نرمی سے بات کاٹ دی۔ روح کی پلکیں جھک گئیں۔ دل میں کہیں ایک مان سا بیٹھ گیا۔

"آپ کی طبیعت اب کیسی ہے"
اس سب کے درمیان وہ تو بھول ہی گئی تھی اس کی طبیعت خراب ہے اس لیے اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"اب میں ٹھیک ہوں تم پریشان نہیں ہو اور ہاں مجھے کچھ دیر میں جانا بھی ہے"
سردار موسیٰ نے اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا۔۔

"کہاں جانا ہے طبیعت دیکھی ہے اپنی"
روح کے چہرے پر فوراً سے غصہ اگیا تھا اور وہ سختی سے بولتی تھی۔

"روح مجھے قبیلے کے کچھ کام ہیں اور اب میں ٹھیک ہوں جلدی آجاؤں گا"
اس کے اس طرح غصہ ہونے پر سردار موسیٰ نے مسکرا کر اس کی بات کا جواب دیا تھا۔

"کوئی کام نہیں ہیں اور جب تک کہ آپ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہو جاتے کہیں بھی نہیں جائیں گیں چپ چاپ آرام کریں"
روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اسے حکم دیا تھا سردار موسیٰ مسکرا کر اس کا چہرہ تک رہا تھا۔۔

"جلدی آجاؤں گا ضروری ہے تب تک تم ایسا کرو ناشتہ لے کر کمرے میں ہی آجاؤ"

سردار موسیٰ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے واشروم کی طرف جاتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا اس کا دل کیا اس شخص کا گلا دبا دے لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتی تھی اس لیے برا سا منہ بنا کر وہ کمرے سے ہی نکل گئی تھی۔۔



کچھ دنوں سے نور محسوس کر رہی تھی ہاشم اس سے بات نہیں کر رہا اور نہ ہی اسے تنگ کر رہا ہے اسے نہ کوئی کام کہتا تھا نہ بات کرنے کے بھانے ڈھونڈتا تھا وہ بلکل ویسے ہو گیا تھا جیسے کہ وہ پہلے تھا لیکن اس کا ایسا رویہ نور کو اچھا نہیں لگ رہا تھا اسے تو عادت ہو گئی تھی اب ہاشم کے اس نئے بدلاؤ سے اس کے پاس انا اسے تنگ کرنا اس سے اپنی محبت کا اظہار کرنا لیکن بہت دنوں سے ایسا کچھ بھی نہیں ہو پا رہا تھا اور نہ ہی اسے موقع مل رہا تھا ہاشم سے بات کرنے کا شام کے سائے آہستہ آہستہ رات میں ڈھل رہے تھے برف باری بھی شروع ہو گئی تھی اور وہ اس وقت ٹہلتے ہوئے زنان خانے کے دروازے کے پاس ہی ہاشم کا انتظار کر رہی تھی اج اسے کسی بھی طرح ہاشم سے بات کرنی ہی تھی کچھ دیر کے انتظار کے بعد ہاشم وہاں آیا تھا وہ آج کل اس پر نظر رکھے ہوئے تھی وہ کب آ رہا ہے کب جا رہا ہے اس لیے اسے اندازہ تھا کہ اس وقت اس نے انا ہے ہاشم اسے وہاں دیکھ کر حیران ہوا اسے یوں سجا سنورا دیکھ کر بھی وہ حیران ہوا تھا اس نے سیاہ فراک

ڈالی ہوئی تھی جو کہ پاؤں کو چھو رہی تھی چہرے کو مکمل طور پر حجاب میں چھپایا ہوا تھا ہلکہ سا میک آپ کر کے رکھا تھا اور وجود پر موجود شال ہاشم کی شال کی کلیکشن میں سے نکالی گئی تھی وہ اگنور کر کے جانے لگا تھا لیکن نور اس کے سامنے آ گئی تھی۔۔

"اپ اپنا مسئلہ بتائیں گیں مجھے"

ہاشم کا اس کو یوں اگنور کر کے جانا برداشت نہیں ہوا تھا اسے تو لگا تھا وہ اس کے لیے تیار ہو گی تو ہاشم اسے دیکھ کر اس کی تعریف کرے گا لیکن یہاں تو ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔۔

"نور اگر یہاں ہمیں کسی نے دیکھ لیا تو بہت مسئلہ ہو گا تو پلیز"

ہاشم نے اب کی بار سخت لہجے میں کہااس کی اس بات پر نور نے اس کا ہاتھ پکڑ لیااس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے کیچن میں لے آئی تھی کیچن میں لا کر اس نے کچن کا دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔

"یہ کیا کر رہی ہو پاگل ہو"

ہاشم اس کا یہ روپ دیکھ کر بول رہا تھا نور اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"اور جو آپ کر رہے ہیں وہ ٹھیک ہے؟"

وہ انکھوں میں غصہ لیے اس سے سوال کر رہی تھی ہاشم سمجھ گیا تھا وہ کس بارے میں کہہ رہی ہے لیکن وہ مجبور تھا وہ کچھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے سردار موسیٰ کوئی بڑا فیصلہ لے کیوں کہ وہ لڑکی اس کی بہن تھی اور کوئی بھی بھائی اپنی بہن کو کسی مرد کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا نکاح سے پہلے اور وہ تو بس اس کے نام سے منسوب کی گئی تھی۔۔

"میں کیا کر رہا ہوں میں نے تو کچھ بھی نہیں کیا"

ہاشم نے اس کی بات پر انجان بنتے ہوئے جواب دیا تھا جبکہ نور کا دل کیا اس کا سر پھوڑ دے پھر نور نے اس کے جواب پر ایک لمحے کو اسے دیکھا ہلکی سی سانس لی۔ غصہ اس کی آنکھوں میں تھا مگر لہجے میں ضبط آ گیا تھا۔

"کچھ نہیں کیا؟ پچھلے کئی دنوں سے آپ ایسے پیش آرہے ہیں جیسے میں ہوں ہی نہیں نہ بات کر رہے ہیں نہ مجھ سے ملنے کے لیے موقع تلاش کر رہے ہیں اور نہ ہی کوئی شرارت کیوں اپ بلکل ویسے بن رہے ہیں جیسے پہلے تھے"

ہاشم نے نظریں چرالیں کچن کی کھڑکی سے باہر برف گرتی دکھائی دے رہی تھی۔اس نے دونوں ہاتھ کوٹ کے جیب میں ڈال لیے، جیسے خود کو سنبھال رہا ہو۔

"نور مجھے نہیں پتہ بس میں نہیں چاہتا جو کچھ آج روح کے ساتھ ہوا وہ تم نے خود دیکھا سردار موسیٰ تو اپنی بیوی کے لیے لڑ گیا کیوں کہ وہ اس کے نکاح میں ہے میں کیا کروں گا بولو کیا میرے پاس اتنا مقدس رشتہ ابھی ہے کیا؟؟؟"

نور کا دل دھک کر رہ گیا وہ اس کے قریب ایک قدم آگے بڑھی، مگر آواز نیچی رکھی۔

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مجھے سزا دے گیں میری تو اس میں کوئی غلطی نہیں ہے مجھے عادت ہو گئی ہے اپ کی"
نور کی انکھوں میں آنسوں چھلک رہے تھے وہ اس سے سوال کر رہی تھی۔

"نہیں میں تمھیں سزا نہیں دے رہا۔ میں بس یہ چاہتا ہوں نور کوئی بھی تمھارے بارے میں کچھ نہ کہے تمھارے کردار پر کوئی بھی بات نہ ہو"
ہاشم نے فوراً اس کی طرف دیکھا اور جواب دیا۔ نور کی آنکھوں میں نمی اتر آئی مگر اس نے خود کو سنبھال لیا۔

"ٹھیک ہے اپ کریں جو آپ نے کرنا ہے لیکن مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے اس سب سے اور اب مجھ سے دور ہی رہیے گا"

یہ بات ہاشم کے دل پر لگی۔ وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ لمحے دونوں کے درمیان صرف ہیٹر کی ہلکی سی آواز تھی۔

"میں نہیں چاہتا کہ تمھارا نام کسی بات میں آئے میں نہیں چاہتا کہ کل کو کوئی تمھارے بارے میں بھی وہی سوال کرے جو آج روح سے کیے گئے حالانکہ اس بات کی گواہ تم خود بھی ہو میری بہن نے کچھ بھی نہیں کیا تھا" ہاشم اسے سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا وہ چاہتا تھا بس نور اس کی بات کو سمجھ جائے۔۔

"پلیز نور اس بات کو سمجھو تم سے میرا کوئی ایسا رشتہ نہیں کہ تم بس میری ہو جانتی ہو نہ سید سائیں اس پہلے بھی ہم دونوں کو الگ کر چکے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ایسا کچھ دوبارہ ہو"

وہ اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہا تھا نور کو اس کی بات سمجھ میں آ جائے نور نے چونک کر اسے دیکھا۔اب اسے اس کی خاموشی کی وجہ سمجھ آ رہی تھی۔

"تو یہ ڈر ہے؟"

اس نے دھیرے سے پوچھا ہاشم نے سر ہلایا۔

"ہاں کیونکہ تم میرے لیے اہم ہو اور میری عزت ہو میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی میری عزت پر بات کرے نور"

ہاشم بہت محبت سے اسے خود پر یقین دلا رہا تھا یہ سن کر نور کے چہرے پر غصے کی جگہ حیرت آ گئی وہ چند لمحے خاموش رہی، پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر آ گئی۔

"اہم ہوں اس لیے دوری؟ ایسے رکھا جاتا ہے اہم"
وہ اس کو اب تنگ کرنے کا ارادہ رکھتی تھی ہاشم نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے گہری سانس لی اور اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔

"ایک بار تم بس میرے کمرے تک پھنچو پھر بتاؤں گا کتنی اہم ہو"

ہاشم آنکھوں میں اچانک ہی شرارت لیے ہوئے بولا تھا نور نے آہستہ سے اس کے بازو کو چھوا، چہرے پر شرم بکھر گئی تھی Mbbs ڈاکٹر بن رہی تھی آخر اس کی باتوں کا مفہوم بہت اچھے سے پتہ تھا۔ نور اس کی بات سن کر ایک لمحے کو ساکت بھی رہ گئی۔ دل کی دھڑکن بے ترتیب ہو گئی تھی، مگر اس نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ نگاہیں جھکا لیں اور ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"حد میں رہیے ہاشم ابھی آپ نے خود کہا نہ ایسا کوئی رشتہ نہیں تو ایسی باتیں کس خوشی میں کر رہے ہیں"

نور آہستہ مگر تنبیہہ والے لہجے میں بولی۔ ہاشم کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر خود بھی فاصلے کو درست کیا۔

"میں حد ہی میں ہوں بس تمھیں یاد دلایا ہے کہ تمھاری اہمیت میرے لیے کیا ہے اور اس میں میں نے اگر ایسا کوئی ڈائلاگ استعمال کر لیا تو اس میں کون سی بڑی بات ہے"

وہ نرمی سے بولا اور محبت سے اسے دیکھ رہا تھا نور نے اسے دیکھا، آنکھوں میں اب اس کے شرماہٹ کے اسار تھے۔

"زیادہ مجھے تنگ نہیں کریں"

وہ منہ بنا کر غصے سے بول رہی تھی ہاشم نے گہری سانس لی اور اسے گھور کر دیکھا۔

"تو کسی تنگ کروں یہ بھی بتادو"

وہ منہ بنا کر بول رہا تھا کچن کی کھڑکی کے شیشے پر برف کے ننھے ذرے جم رہے تھے۔ باہر سردی بڑھ رہی تھی، اندر فضا میں ایک عجیب سی گرمی تھی۔

"ہاشم کوئی فضول بقواض مت کرنا"

نور نے اسے پہلے ہی وارن کیا تھا کہیں وہ کچھ ایسا بول دے جس سے اسکا مونڈ خراب ہو جائے۔

"نہیں کر رہا بس میری جان مت لے لینا"

اس کے ارادے دیکھ کر ہاشم نے ڈرتے ہوئے کہا جبکہ نور اسے اب بھی گھور کر دیکھ رہی تھی۔

"مجھے جانا چاہیے"

ہاشم نے جلدی سے کہا۔

"ہاں"

نور نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا وہ جانے لگا تھا لیکن پھر روک کر مڑا۔۔

"کیا ہوا؟"

نور نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا۔

"آج واقعی یہ رنگ بہت خوبصورت لگ رہا ہے تم پر"

وہ سنجیدگی کے ساتھ بولا، مگر آنکھوں میں وہی شرارت جھلک رہی تھی۔

نور کے رخسار سرخ ہو گئے۔اور ہاشم بغیر کچھ کہے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا نور وہیں کھڑی مسکرا رہی تھی۔



آج پھر سے جرگہ رکھا گیا تھا جہاں پر حفصہ اپنا فیصلہ سنائے گی یہ جرگہ پہلے ہی ہو جاتا لیکن کچھ وجوہات کی وجہ سے نہیں ہو پایا تھا اس لیے اج جرگہ رکھا گیا تھا سردار موسیٰ ایک اور کام کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی آج ہی کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے روح کی بات بھی نہیں مانی تھی لیکن شاید اسے اس بات کا خیال ہی نہیں رہا تھا کہ روح اس سے ناراض ہو گئی ہے اس وقت حویلی کے زنان خانے میں کود حضرات موجود تھے سردار موسیٰ خود سربراہی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے ایک طرف سید سائیں بیٹھے تھے دوسری طرف ساجد نقوی بیٹھے تھے سب لوگ ہی اپنی نشستوں پر موجود تھے۔

"عدنان کو پیش کیا جائے"

سردار موسیٰ کی آواز حویلی کے زنان خانے میں بلند ہوئی تھی اس کی بات پر ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور دروازے سے ایک ملازم عدنان کو لے کر آ رہا تھا اس کے ہاتھ بندھے تھے اور چہرے جھکا ہوا تھا۔

"حفصہ کو زنان خانے کے دروازے کے پاس کھڑا کرو"
سردار موسیٰ نے وہاں کھڑی ایک ملازم کو اشارہ کیا تھا جو کہ حویلی کے اندر زنان خانے میں کام کرتی تھی اور مردان خانے میں جس کام ہوتا وہی کیا کرتی تھی اس نے ہاں میں سر ہلایا اور زنان خانے میں پیغام دیا تھا سردارنی روح خود حفصہ کو تھام کر وہاں کھڑی ہو گئی تھی اس ملازم نے سردار موسی کی طرف دیکھ کر ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اس سے پہلے جو جرگہ رکھا گیا تھا اس میں عدنان نے اپنے جرم کا اعتراف خود اپنے منہ سے کیا ہے اور وہ مجرم قرار پایا ہے تو اج اس کے اس جرم کی سزا کا وقت ہے"

سردار موسیٰ کی آواز پورے مردان خانے میں گونج رہی تھی ہر کسی کی نظریں ان سب پر تھی۔

"سردار مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے لیکن میں معافی کا طلبگار ہوں"

عدنان روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بول رہا تھا۔۔

"تم نے غلطی نہیں گناہ کیا ہے اور اس گناہ کی سزا وہی لڑکی دے گی جس کے ساتھ تم نے یہ سب کیا ہے"

سردار موسیٰ کے چہرے پر غصہ آگیا تھا اور وہ غصے سے بول رہا تھا پھر سردار موسیٰ نے اس ملازم کو اشارہ کیا۔

"بی بی اپ بولیں سردار موسیٰ آپ کے بولنے کا انتظار کر رہے ہیں"
ملازمہ نے کہا تو حفصہ نے ایک گہری سانس لی۔۔

"اگر تم اسے موت کی سزا دے بھی دو تو کبھی سوچا ہے حفصہ تم سے شادی
کون کرے گا میری بچی"
اس کی ماں کے الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔۔

"تم ایسا کرو اسے سب کے سامنے معاف کر کے اس سے نکاح کا مطالبہ کرو
تمہیں سردار موسیٰ کی سپورٹ ہے وہ تمھاری ہر بات مانے گا"
ایک اور سرگوشی جو اس کی ماں کی تھی اس کے کان میں گونجی۔۔

"ایسے تو سب مجھے غلط سمجھیں گیں ماما"

یہ بات وہ تھی جو اس نے اپنی ماں سے کی تھی۔

"کوئی کچھ بھی کہے ہمیں ابھی رہائیش گاہ مل جائے گی دیکھا نہیں ہے عدنان کا بنگلہ اور اسے معاف کر کے تم بس نکاح کا مطالبہ کرو"
اس کی ماں نے اپنا فیصلہ سنایا تھا حفصہ نے نم آنکھوں سے ایک بار کر کر اپنی ماں کو دیکھا جو کہ سخت بنی خاموش کھڑی تھی۔

"کچھ بولو حفصہ"
روح جو اسکے ساتھ کھڑی تھی اسے دیکھ کر بولی اس کی خاموشی اسے بھی ابھی نہیں لگ رہی تھی۔

"اگر تمھیں اس بات کا ڈر ہے فیصلہ سنانے پر تمھارے ساتھ کچھ غلط ہو گا تو ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا میں تمھارے ساتھ ہوں تم فیصلہ سناؤ"

سردارنی روح نے اسے تھام کر رکھا ہوا تھا وہ بہت آہستہ آواز میں بول رہی تھی تاکہ اس کی اواز مردان خانے میں نا جائے۔

"میں عدنان کو معاف کرتی ہوں"

اسکی بلند آواز مردان خانے اور زنان خانے دونوں میں گونجی تھی جس پر سب لوگوں کو حیرانی ہوئی تھی نادیہ بیگم جو رو رہی تھی وہ بھی حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"لیکن مجھے اس شخص سے نکاح کرنا ہے"

اس کے دوسرے کہے گئے جملے پر مزید دھچکا لگا تھا روح اور سردار موسی تو بلکل ہی حیران تھے کیا اس شخص کو معاف کیا جا سکتا ہے جو آپ کی عزت کو تار تار کر کے اس کی دھجیاں بکھیر دے۔

"حفصہ تم ہوش میں ہو"

سردارنی روح کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی عدنان جو کہ زندگی کی آس چھوڑ بیٹھا تھا وہ بھی حیران تھا۔۔

"میں نے یہ فیصلہ خود کیا ہے میں اس شخص کو معاف کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اگر میں نے اسے سزا دے بھی دی تب بھی لوگ انگلیاں مجھ پر ہی اٹھائیں گیں اور کون کرے گا ایسی لڑکی سے نکاح جس کو معلوم ہو کہ اس کی عزت پامال کی جا چکی ہے تو اس لیے میں عدنان کو معاف کر کے اس سے نکاح کرنا چاہتی ہوں اور اسے یہ عہد کرنا ہو گا یہاں یہ مجھے وہی عزت دے گا جو ایک بیوی کو دی جاتی ہے"

حفصہ کی اواز ایک بار پھر سے دونوں طرف گونجی جبکہ اس کا ڈر دیکھ کر سب لوگ اسے دیکھ رہے تھے روح اس سے پیچھے ہو گئی اس کے اس فیصلے نے بہت سے دوسرے لڑکون کی شہہ کو بڑھا دیا تھا حفصہ نے روح کی طرف دیکھا جس کی انکھوں میں صاف صاف تھا کہ اس اس کے اس فیصلے سے کوئی اطمینان نہیں ہے۔۔

"حفصہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا جو اس نے چاہا وہی ہو گا"

سردار موسیٰ یہ کہہ کر اپنی نشست سے کھڑا ہو گیا تھا ایک مجرم کو جس نے گناہ کیا تھا رحائی مل گئی تھی بغیر کسی سزا کے یہ اس کے زمیر کے خلاف تھا اس لیے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہو گیا تھا۔۔

"آج رات میں عدنان اور حفصہ کا نکاح ہے تیاریاں کی جائیں"

سردار موسیٰ یہ بات کہہ کر وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ سب لوگوں کی نظریں اس پر تھی آہستہ آہستہ پورا مردان خانہ خالی ہو گیا تھا بس حویلی کے لوگ ہی رہ گئے تھے۔

"تمھاری خوش قسمتی ہے سمجھ نہیں آیا اس لڑکی نے یہ فیصلہ کیوں کیا" ہاشم کے لہجے میں نفرت تھی عدنان سر جھکائے کھڑا تھا اسے تو خود سمجھ نہیں آیا تھا یہ ہوا کیا ہے باقی سب لوگ بھی بس است افسوس کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے۔

💗💗

حفصہ کے فیصلے پر سب حیران تھے اور اسے دیکھ رہے تھے روح تو اس سے پیچھے ہو گئی تھی نادیہ بیگم بھاگ کر اس کے پاس ائی تھی۔۔

"حفصہ تمھارا شُکریہ تمہارا لاکھ لاکھ شکر ہے اگر تم یہ نہ کرتی تو یہاں موجود ہو فرد میرے بیٹے کی جان لینے کے درپر تھا"

نادیہ بیگم نم آنکھوں سے بول رہی تھی حفصہ نے کچھ بھی نہیں کہا بس ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا۔۔

"فیصلہ تمہارا تھا لیکن بلکل غلط تمہاری یہ سوچ کہ تم سے کوئی نکاح نہیں کرے گا کر لڑکی کے دل میں یہ بیٹھا دیا گیا کہ اگر ان کے ساتھ غلط ہو گا تو بھی غلطی ان کی ہے اور کوئی بھی اسے نہیں اپنائے گا"

سردارنی روح نے بس اتنا ہی کہا اور وہ وہاں سے جا چکی تھی۔

"تم چھوڑو اسے یہ تو ہے ہی ایسی"

گلناز بھی حفصہ کے پاس ائی تھی کوئی بھی رشتہ اپنا سگا نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ ماں بھی نہیں جانے جنم دیا ہو اس نے ایک بار نہ سوچا کہ اس کی بیٹی اس شخص کے ساتھ پوری زندگی کیسے گزارے گی جس کے بارے میں سوچ کر ہی وہ خوف سے کانپ اٹھتی ہے۔

"مجھے آرام کی ضرورت ہے"

وہ یہ کہہ کر واپس اپنے مخصوص کمرے کی جانب بڑھ گئی جوان کو دیا گیا تھا اس کی ماں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی گئی تھی نادیہ بیگم تو بہت خوش پر گئی تھی ان کے بیٹے کی جان بچ گئی تھی لیکن انھیں اس بات کی خوشی ہر گز نہیں تھی کہ وہ لڑکی ان کے بیٹے کی دلہن بنے ابھی بس لوگوں کو دیکھ کر چند مسکراہٹ بھرے الفاظ انھوں نے نکلے تھے ورنہ وہ اس جیسی لڑکی کو کبھی بھی اپنے بیٹے کی زندگی میں شامل نہ کرے حلانکہ اس معصوم کے ساتھ جو ہوا سب اسی کے بیٹے کی وجہ سے ہوا تھا۔



وہ سرخ جوڑے میں دلہن بنی بیٹی تھی اسے مکمل طور پر دلہنوں کی طرح سجایا گیا تھا سرخ جوڑے پر سنہرے دھاگے سے کام کیا گیا تھا اور لہنگا کافی بھاری تھا اور بھاری جیولری تھی ساتھ میں پیارا اور ہلکا میک اپ کیا گیا تھا گھونگھٹ اوڑھے وہ دلہن بن کر بیٹھی تھی سردار موسیٰ مولوی اور گواہان کے ساتھ اندر ایا تھا روح حفصہ کے ساتھ پہلے ہی موجود تھی جو بھی فیصلہ کیا تھا اس نے لیکن روح نے اپنا فرض تو نبھانا ہی تھا اور وہ وہی نبھا رہی تھی اس نے سفید شلوار قمیض ڈالی تھی جس پر بہت ہی خوبصورت کام کیا گیا تھا سلور دھاگے سے سر پر حجاب کیا تھا اور ہاتھوں میں گجرے تھے۔۔

"مولوی صاحب بسم اللہ کریں"

سردار موسیٰ نے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا جس پر وہ ہاں میں سر ہلا کر بیٹھ گئے حفصہ بیٹھی تھی روح نے اس کا پاتھ پکڑا تھا وہ کھڑی تھی ساتھ اس کی ماں بھی موجود تھی وہاں عدنان سے رضامندی پوچھ لی گئی تھی اور اس نے ہاں کر دی تھی اب باری حفصہ کی تھی۔

"حفصہ شاہ والد حسن شاہ آپ کا نکاح سید عدنان نقوی والد عظمت نقوی سے حق مہر ایک کروڑ طے پایا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"
حق مہر اتنا سردار موسیٰ نے رکھوایا تھا اور حفصہ بھی سن کر حیران ہوئی تھی جبکہ اسکی ماں سن کر تو حیران ہو گئی تھی۔ حفصہ نے کوئی جواب نہ دیا اور وہ رونے لگی تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

مولوی صاحب نے دوبارہ پوچھا اس کی آنکھوں کے سامنے وہ لمحات آئے جب وہ اس کے ساتھ زبردستی کر رہا تھا وہ رو رہی تھی۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

مولوی صاحب نے تیسری بار پوچھا روح نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔

"ق۔قب۔قبول ہے"

وہ آہستہ سے بولی تھی سردار موسیٰ نے نکاح نامہ پکڑ کر اس سے سائین کرانے کے لیے آگے بڑھایا وہ پوری پوری کانپ رہی تھی۔۔

"گڑیا سائین کرو"

اسے کانپتا دیکھ کر سردار موسی نے روح کو اشارہ کیا اسنے اس کا ہاتھ پکڑ کر سائین کرانے کے لیے رکھا لیکن نکاح نامے پر اس کے آنسو گر رہے تھے۔

"سائین کرو بچے"

سردار موسیٰ نے ایک بار پھر کہا وہ کانپتے ہاتھوں کے ساتھ سائین کر رہی تھی نکاح ہونے کے بعد وہ لوگ چلے گئے اور حفصہ نے روح کو زور سے گلے لگا لیا۔۔

"میں یہ نہیں چاہتی تھی نہیں چاہتی تھی"

وہ روتے ہوئے تڑپ رہی تھی روح حیران ہوئی تھی۔

"کیا ہوا ہے حفصہ"

روح نے اس کا گھونگھٹ اٹھا دیا تھا اور اسے دیکھ کر بول رہی تھی۔۔

"میں نہیں چاہتی تھی یہ"
وہ روتے ہوئے کانپ رہی تھی اور سسک رہی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے حفصہ مجھے بتاؤ"
روح تو پریشان ہو گئی تھی اور وہ تڑپ رہی تھی اس کی حالت پر۔۔

"روح کیا ماں ایسی ہوتی ہے جو دولت کے لیے اپنے بچوں کو قربان کر دے"
حفصہ روتے ہوئے اپنی ماں کی طرف اشارہ کر رہی تھی۔

"انھوں نے مجھے دبایا اور کہا میں یہ فیصلہ کروں"

وہ روتے ہوئے انگلی سے یہ اشارہ کر رہی تھی اور روح حیرانی سے اس کی ماں کو دیکھ رہی تھی۔۔

"خاموش خاموش بس اللہ کی مرضی اس میں تھی اور اب بہتر ہو گا"
روح نے اسے دلاسا دیا اور اس کی ماں کو افسوس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔۔

"افسوس ہے ویسے آپ پر میں کچھ بھی نہیں کہوں گی اپ کو بس اپنی بیٹی کو بہت بڑی عزیت میں ڈال دیا ہے اپ نے"
روح نے حفصہ کو اپنے سینے سے لگا لیا تھا اور وہ روح کے ساتھ لگ کر رو رہی تھی۔۔

وہ کمرے میں خاموش کھڑی چاند کو دیکھ رہی تھی جو کہ اپنی پوری اب و تاب کے ساتھ اسمان پر چمک رہا تھا جس کی روشنی نے ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اس نے ابھی تک چینج نہیں کیا تھا وہ حفصہ کے بارے میں سوچ رہی تھی نا جانے اس کی ماں نے اس کے ساتھ یہ کیا کر دیا تھا چند پیسوں کی لالچ نے اس معصوم کی پوری زندگی خراب کر دی تھی اور وہ اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی کیسے وہ پوری زندگی ایک ایسی شخص کے ساتھ گزارے کی جس کو سوچ کر اسے خوف محسوس ہوتا تھا اور نہ جانے عدنان نے اب اس کے ساتھ کیا کرنا تھا کیونکہ اس کی وجہ سے اس کی اتنی ذلت ہوئی تھی وہ ان سوچوں میں گم تھی جب اچانک اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا شاید اسے توقع تھی آنے والا شخص کون تھا سردار موسی اس کے بالکل پاس اکر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا

تھا روح نے کوئی بھی رسپانس نہیں کیا تھا وہ جیسے کھڑی تھی ویسے ہی کھڑی رہی سردار موسی نے اپنا ایک ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا تھا روح فورا سے اگے کی طرف کسکی تھی۔

"یہ کیا کر رہے ہیں آپ"
وہ پیچھے مڑ کر اسے دیکھ کر بول رہی تھی اسے توقع نہیں تھی اس وقت اس کے آنے کی۔۔

"تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو اور اج پورے دن تم نے مجھ سے بات بھی نہیں کی"
سردار موسیٰ نے اس کے خوبصورت نقوش کو دیکھ کر کہا تھا جو کہ اس وقت میں کب کے ساتھ مزید خوبصورت لگ رہے تھے۔۔

"مجھے اپ سے کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے اور مجھے بہت نیند ارہی ہے اپ یہاں سے جا سکتے ہیں"

روح نے منہ بنا کر کہا تھا سردار موسی اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"میں جان سکتا ہوں اتنے پیارے سے چہرے پر 12 کیوں بجائے ہوئے ہیں"

سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو چھونا چاہا تھا لیکن روح پیچھے ہو گئی تھی۔۔

"مجھے اپ سے کوئی بھی بات نہیں کرنی ہے تو اپ کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں جب میری کوئی بات اپ نے ماننی نہیں ہوتی تو مجھ سے بھی توقع نہ رکھا کریں کہ میں اپ کی کوئی بات مانوں گی اور پلیز یہاں سے جائیں"

روح نے اب کی بار انگلی دکھا کر وارن کرتے ہوئے کہا۔۔

"روح تم ہوش میں تو ہو کیسے بات کر رہی ہو مجھ سے"
سردار موسیٰ کو اس کا لہجہ بالکل بھی پسند نہیں ایا تھا لیکن وہ خود پر ضبط رکھتے ہوئے اہستہ سے بولا۔

"میں جیسے بھی بات کر رہی ہوں مجھے اپ سے بات ہی نہیں کرنی اپ مجھ سے بات مت کریں اور جائیں یہاں سے"
روح وہاں سے جانے لگی تھی لیکن سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا
سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما تو روح ایک جھٹکے سے رک گئی، مگر اس نے اس کی طرف دیکھا نہیں۔ آنکھوں میں اس کے ناراضگی تھی سردار موسیٰ نے کیوں اس کی بات نہ مانی۔

"ہاتھ چھوڑیں مجھے آپ سے کوئی بھی بات نہیں کرنی"

وہ سخت لہجے میں بولی سردار موسیٰ نے اس کی کلائی ڈھیلی کر دی مگر ہاتھ چھوڑا نہیں، بس گرفت میں نرمی آگئی۔

"روح ناراض ہو تو سیدھا کہو، یوں کیوں بات کو بڑھا رہی ہو"
وہ آہستہ بول رہا تھا اور اس کی انکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"اب اگر میں ناراض ہوں تو یہ بھی میں اپ کو بتاؤں کیا آپ کو نہیں پتا چل سکتا اپ کی بیوی اپ سے کیوں ناراض ہے"
روح تلخی سے ہنس کر بولی تھی جبکہ سردار موسیٰ اس کے بیوی کہنے پر مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور ناراض؟ میں نے کیوں ہونا ہے جب بات ماننی ہی نہیں ہوتی تو ناراضگی کا حق بھی نہیں رہتا۔"

اس کی خاموشی پر وہ اس کی طرف مڑی، آنکھوں میں شکوہ صاف جھلک رہا تھا اور دوبارہ سے بولی۔

"کس بات پر ناراض ہو مجھے بتاؤ۔"

سردار موسیٰ نے ایک لمحہ اسے غور سے دیکھا، پھر گہری سانس لی۔ اور وہ نرم لہجے میں بولا۔

"اس بات کا علم اپ کو بہتر ہونا چاہئے"

روح نے آنکھوں میں شکوہ لیے بولا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ غور سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا روح کی انکھوں میں شکوہ وہ اپنے لیے پہلی مرتبہ دیکھ رہا تھا اور اسے یہ چیز اچھی لگ رہی تھی وہ اس سے شکوہ کر رہی تھی اس سے ناراض تھی اور اس پر جتا بھی رہی تھی۔

"اب ناچیز سے غلطی ہو گئی ہے تو اپ یہ بتا دیں اپ کس بات پر ناراض ہے"

سردار موسیٰ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جبکہ روح اسے گھور رہی تھی۔۔

"میرے سامنے یہ فضول کے ناٹک کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور میں اپ سے کیوں ناراض ہوں گی میں اپ سے نہیں ہوں ناراض"

وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد میں بول رہی تھی۔۔

"یہ جو کوشش اپ کر رہی ہیں سردارنی روح موسی یہ فضول ہے یہ مت کریں اور یہ بتائیں کہ اپ مجھ سے ناراض کیوں ہیں"

سردار موسیٰ نے اس کے بار بار ہاتھ چھڑانے والی جدوجہد پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"سردار موسی میرا ہاتھ چھوڑیں اور میں نہیں ہوں اپ سے ناراض"
روح نے اب کی بات غصے سے کہا سردار موسی نے اس کا ہاتھ چھوڑ کر اس کی کمر پر ہاتھ رکھ دیا تھا جبکہ روح حیرانی سے اب اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں"
روح کو اس سے ایسی کوئی توقع نہ تھی کہ وہ ایسا کچھ بھی کرے گا۔۔

"اب بتاؤ گی کیا ہوا ہے یا پھر میں اپنی طریقے سے اگلواؤں"
سردار موسیٰ نے ایک ہاتھ اس کی کمر پر رکھا تو دوسرا ہاتھ اس کے چہرے پر تھا روح کی دھڑکنوں میں ہلچل مچی تھی چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور وہ حیرانی سے اس کی حرکتوں کو دیکھ گئی تھی۔۔

"مجھے نہیں پتا"

وہ اب بھی اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی سردار موسیٰ نے ایک نظر بھرپور اس پر ڈالی اور پھر اہستہ اہستہ اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کرنے لگا اس کے ایسا کرنے پر روح گھبرا گئی اور اس نے فوراً سے سردار موسیٰ کو خود سے پیچھے کیا تھا اسکا دل کسی سوکھے پتے کی مانند دھڑک رہا تھا۔۔

"اسی بات پر طبیعت خراب تھی پھر بھی آپ گئے، میں نے روکا، منع کیا مگر آپ نے میری ایک نہیں سنی۔"

روح نے فوراً سے کہا تھا اسے ڈر تھا کہ کہیں سردار موسیٰ وہ کر نہ دے جو اس کے ارادے تھے۔اور پھر وہ بولتے بولتے رک گئی۔آواز ذرا بھرا گئی تھی مگر اس نے آنسوں روک لیے۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا جب آپ اپنی پروا نہیں کرتے اور پھر مجھ سے توقع رکھتے ہیں کہ میں اپ کے ساتھ بلکل ٹھیک رہوں"

ایک بات پھر وہ آہستہ سے بولی تھی سردار موسیٰ اس کی بات سن کر خاموش ہو گیا۔اس کے چہرے کی شرارت یکدم سنجیدگی میں بدل گئی۔ اس نے کمر سے ہاتھ ہٹا لیا اور تھوڑا پیچھے ہو گیا۔

"اچھا تم اداس تو نہ ہو میں اب اپنا خیال رکھوں گا اور اپنی بیوی کی ساری باتیں مانوں گا مونڈ ٹھیک کرو"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا جس پر روح اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"سزا ملے گی اپ کو"

روح نے بہت معصومیت سے کہا جبکہ سردار موسیٰ اس کے چہرے کی معصومیت دیکھ کر اپنے دل پر ہاتھ رکھ گیا۔۔

"سردارنی اتنا معصوم نہ بنا کریں میرا دل دھڑکنا بھول جاتا ہے"
سردار موسیٰ نے شرارت سے مسکرا کر جواب دیا۔

"خاموش آپ کو پنشمنٹ ملے گی"
روح اس کے چہرے کی شرارت دیکھ کر بولی تھی اسے بہت غصہ آیا تھا وہ سیریس تھی اور اسے مذاق سوجھ رہا تھا۔

"اچھا اچھا"
وہ مسکرا کر ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بولا۔۔

"بتاؤ پنشمنٹ"

سردار موسیٰ نے اپنی چھوٹی سی سردارنی کو دیکھا جو اس کے نان سیریس ہونے پر غصے سے اسے گور رہی تھی۔

"جن قدموں سے آئے تھے انہیں قدموں سے واپس چلے جائیں کیونکہ میں اپ سے ناراض ہوں اگر کل تک میرا موڈ ٹھیک ہو گیا تو میں اپ سے بات کرلوں گی اگر نہ ہوا تو اپ کو خود سے ایفرٹ کرنی ہو گی مجھے منانے کی"

روح نے دانت نکال کر اس کے آگے یہ بات رکھی تھی جبکہ اسکی اس بات پر سردار موسیٰ گھور کر اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی ایسے تو نہیں ہوتا"

سردار موسیٰ اس کی چالاکی پر اسے دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"یہ یہی بات ہوئی آپ جائیں اب یہ اپ کی سزا ہے اپ میری بات نہیں مانیں گی"

اب کی بار بھی وہ معصومیت سے بول رہی تھی سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھا۔۔

"ایک شرط پر"

سردار موسیٰ کو اچانک ہی شرارت سوجھی تھی۔۔

"کوئی شرط ورط نہیں جائیں"

روح نے گھور کر کہا تھا جبکہ سردار موسیٰ اس کے پاس ایا تھا روح اسے گھور رہی تھی اس نے پیچھے ہونا چاہا سردار موسیٰ نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اپنے ہونٹ اس کے گال پر رکھ دیے اور پھر پیچھے ہو کر اسے آنکھ ماری۔۔

"اب میں جا کر سو سکتا ہوں سکون کی نیند آئے گی"
سردار موسیٰ نے اس کا سرخ چہرہ دیکھا اور پھر جانے لگا تھا لیکن اچانک ہی وہ مڑا تھا۔۔

"آج بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں بار بار دھڑکا رہی تھی سردارنی روح موسیٰ نقوی"
سردار موسیٰ آنکھوں میں محبت لیے بول رہا تھا۔۔

"وہ سفید جوڑے میں کچھ یوں نکھر گئی،
جیسے چاندنی خود زمیں پر اُتر گئی۔
سفید لباس، سادگی، چہرے پہ نور،
وہ نظر آئے تو ٹھہر جائے ہر ایک کا شعور۔

سفید جوڑے میں وہ دعا لگتی ہے،

میرے ہر خیال کی انتہا لگتی ہے۔

نہ زیور کی چاہ، نہ رنگوں کا شور،

سفید جوڑے میں وہ خود ہی ہے نور۔"

سردار موسیٰ نے جاتے جاتے اس کے پاس آکر اس کے کان کے قریب کے شعر کہے تھے اور پھر چلا گیا تھا جبکہ روح ابھی تک اس کے زیرِ اثر تھی اس کا ہونا اس کا احساس سب اس کے گرد تھا جو کہ اسے محسوس کروا رہا تھا کہ سردار موسی ابھی تک اس کے اس پاس ہے۔۔

💓💓

وہ ڈری سہمی بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی اس میں اتنی بھی ہمت نہ دی کہ وہاں سے ہل سکے اس کے اندر عدنان کا خوف ابھی تک ویسے ہی تازہ تھا اب اس کے ساتھ نہ جانے کیا ہونا تھا وہ یہ سوچتے سوچتے ہی ڈر رہی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے وہ رو رہی تھی اب نہ جانے اگے اس کی زندگی میں کیا لکھا تھا جس شخص نے اسے کڈنیپ کیا اس کی خوبصورت ہی دیکھ کر اس کے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش کی وہ اس شخص کے ساتھ پوری زندگی کیسے گزار سکتی تھی اپنی ماں کی وجہ سے اس وقت وہ یہاں تھی جو اس کی ماں نے کہا وہ اس نے کہہ دیا لیکن اب اسے افسوس ہو رہا تھا اس نے ایسا کیوں کیا جب کہ سردار موسی اس کے ساتھ تھا سردارنی روح بھی اس کے ساتھ تھی اس کی ماں بھی اس وقت اس کا کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی اگر وہ اپنے حق میں بول دیتی وہ اس بیڈ پر بیٹھی روتی رہی تھی پوری رات اس کی ایسے ہی گزر گئی تھی کمرے میں اسے نادیہ بیگم بٹھا کر چلی گئی تھی گلناز تو سید حویلی سے واپس ہی نہیں آئی تھی کیوں کہ اس کا مقصد سردار موسیٰ کو

اپنا بنانا تھا جس کے لیے اس کا سید حویلی میں ہونا ضروری تھا پوری رات وہ عدنان کے ڈر سے رہی بیٹھی رہی تھی وہ کمرے میں نہیں آیا تھا اور ایسے ہی صبح کی پہلی کرن زمین پر پڑی تھی لیکن وہ پوری رات نہیں سوئی تھی روتی رہی تھی فجر کے وقت نا چاہتے ہوئے بھی اس کی آنکھ لگ گئی تھی کیوں کہ وہ پوری رات روتی رہی تھی اور بہت تھکی ہوئی تھی۔

💓💓

صبح 10 بجے کے قریب عدنان کمرے میں آیا تھا اس بات سے بے خبر کہ اس کے کمرے میں کوئی اور وجود بھی ہے جو کہ کل ہی اس کی زندگی میں شامل ہوا تھا اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھی آنکھیں خالی تھی ان میں کچھ بھی نہیں تھا وہ کمرے میں آیا تو کسی اور وجود کے ہونے کا بھی احساس ہوا تھا اس نے بیڈ پر ادھے بیٹھے اور ادھے سوئے حفصہ کے وجود کو دیکھا تھا جس پر نظر پڑتے ہی اس نے اپنی نظریں فوراً سے پھیر لی تھی اس کے اندر ایک ملال تھا ایک خوف تھا نہ جانے کیوں وہ اس لڑکی کی طرف نہیں دیکھ پا رہا تھا جس کے ساتھ وہ اتنا سب کچھ غلط کر چکا تھا لیکن پھر بھی اس نے اس کی جان بخش دی تھی اسے چھوڑ دیا تھا حالانکہ اس کے پاس موقع تھا وہ اس کی جان لے سکتی تھی لیکن اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا اس کی جان بخش دے تھی اور اسے اب محسوس ہو رہا تھا اس لڑکی نے اس کی جان بخش کر اس پر احسان نہیں کیا تھا بلکہ اگر وہ اس کی جان لے لیتی تب اس پر احسان ہوتا کیونکہ اب وہ خود کو پل پل مرتا ہوا محسوس کر رہا تھا اس کے اندر کا

انسان اسے بار بار ملال میں ڈال رہا تھا اسے احساس ہو رہا تھا اس نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے وہ اس لڑکی کے قابل بلکل بھی نہیں تھا اس لڑکی کے قابل کیا وہ تو کسی بھی لڑکی کے قابل نہیں تھا لیکن پھر بھی اس نے اس کی جان بخش دی اسے اس کا عہدہ رتبہ سب مل گیا تھا لیکن اسے ان سب سے کوئی واسطہ نہیں تھا وہ سوتی ہوئی بہت ہی انکمفرٹیبل محسوس کر رہی تھی اتنا باری اس کا جوڑا تھا اور پھر اتنی ہیوی جیولری جو کہ اسے چب رہی تھی ایک پل کو اس کا دل کیا اس کے پاس جائے اسے جگائے لیکن پھر اس نے اپنے خیال کو جھٹک دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا وہ اس لڑکی کی زندگی مزید مشکل میں نہیں ڈال سکتا تھا جتنی مشکل میں اس کی زندگی تھی وہ مزید اس کے لیے ازمائش نہیں بن سکتا تھا جب جب وہ اس کو دیکھے گی تب تک اسے اپنا ماضی یاد ائے گا تب تب اسے وہ دن وہ رات وہ لمحہ یاد ائے گا جب اس نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی اس کے وجود کو نوچا تھا اور وہ اس کے اگے رو رہی تھی گڑگڑا رہی تھی اپنی عزت کی بھیک مانگ رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے عدنان تم اتنا گھبرا کیوں رہے ہو اور یہ تمہارے چہرے پر پسینہ کیوں ہے"

نادیہ بیگم جو کہ نیچے ہی بیٹھی ہوئی تھی عدنان کو نیچے اتا دیکھ کر بولی تھی۔۔

"امی میں نے اس کے ساتھ غلط کیا بہت غلط کیا پھر میں کیسے اس کے لیے مزید ازمائش بن سکتا ہوں"

وہ نم آنکھوں سے بول رہا تھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے عدنان تم نے کچھ بھی نہیں کیا ہے اور اب وہ تمہاری بیوی ہے تم ایسے کیوں کر رہے ہو اب تو مجھ سے اپنا بدلہ لے سکتے ہو جو اس نے تمہاری رسوائی کی ہے"

نادیہ بیگم اس کو خوفزدہ دیکھ کر بولی جبکہ عدنان اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا اتنی سفاکیت اسے افسوس ہو رہا تھا اس کی ماں ایسی تھی تب ہی ان کی تربیت ایسی ہوئی تھی اگر ان کی تربیت اچھی ہوتی تو آج اس کی مجال نہ ہوتی کہ وہ کسی عورت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھتا وہ ایک افسوس پر ہی نگاہ ان پر ڈال کر وہاں سے نکل گیا تھا کیونکہ ان سے بات کرنا فضول تھا نادیہ بیگم نے بس اسے جاتا ہوا دیکھا تھا۔



شام کا وقت تھا سب لوگ ایک ساتھ لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے کل کے واقعے کی وجہ سے سب لوگ ہی بہت افسردہ ہو گئے تھے انہیں سچ میں حفصہ سے ایسی کوئی امید نہ تھی حفصہ کو رخصت کر کے اس کی ماں کو اس کے گھر بھیج دیا گیا تھا جو خواب اس نے دیکھے تھے کہ وہ حفصہ کے ساتھ اس کے گھر جائے گی حفصہ ایسا نہیں ہونے دیا تھا حفصہ نے خود کہا تھا کہ اس کی ماں اس کے ساتھ نہیں جائے گی اور جو الزام روح پر لگایا گیا تھا اس وجہ سے بھی سردار موسی کسی سے کوئی خاص بات نہیں کر رہا تھا گلناز کندیل کے ساتھ مل کر سب کے لیے چائے بنا کر لائی تھی۔۔

"موسیٰ اب تک اپنے دادا جان سے ناراض ہو"

سید سائیں سے سردار موسی کی خاموشی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس لیے انہوں نے خود ہی اس سے بات کر لی پہلے یحییٰ کا دکھ کم تھا جواب وہ اپنے اس پوتے کو بھی خود سے دور کر لیتے یحییٰ نے دوسری بات انہیں دکھ دیا تھا وہ ایک بات پھر سے ان سب کو چھوڑ کر چلا گیا تھا ماہا نے تو خود کو کمرے کی حد تک محدود کر دیا تھا روح نور کندیل سب نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کسی سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

"سید سائیں میری کیا مجال میں اپ سے ناراض ہوں"
اس نے اہستہ سے اواز میں کہا تھا۔۔

"سید سائیں کہہ رہے ہو اور اس کے بعد یہ بھی کہہ رہے ہو کہ مجھ سے ناراض نہیں ہو"

سید سائیں بولے تو لاؤنج میں خاموشی چھا گئی تھی سب لوگ خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔۔

"اپ کیا ہوتے ہوئے کوئی میری بیوی پر الزام لگا رہا ہے اور اب خاموش کھڑے ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے سید سائیں"
سردار موسی نے ان سے سوال کیا تھا یہ سوال وہ ان سے کرنا چاہتا تھا لیکن پھر خاموش ہو گیا تھا لیکن اج ان کے بولنے پر اس نے ان سے یہ سوال کر ہی لیا تھا۔

"میں نے اپنی پوتی پر کوئی الزام نہیں لگایا اور اگر تمہیں نہیں یقین تو پوچھ لو میں نے کہا تھا خاموش رہنے کا نادیہ کو"
سید سائیں نے آہستہ سے کہا سردار موسیٰ انہیں دیکھ رہا تھا۔۔

"مجھے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے دادا سائیں مجھے اپ کی بات پر یقین ہے لیکن اپ کی بات میں اتنا تو رعب ہونا چاہیے کہ اپ نے جو بات ایک مرتبہ بول دی تو دوبارہ وہ کام کوئی کر نہ پائے"

سردار موسیٰ کی بات پر فضا میں خاموشی چھا گئی تھی کیونکہ اس کے بعد بالکل درست تھی وہ گھر کے بڑے تھے اور ان کی بات سب کے لیے پتھر پر لکیر ہونی چاہیے تھی

ابھی ان میں مزید کوئی بات ہوتی گلناز چائے کا کپ لے کر سردار موسی کے سامنے اکر کھڑی ہو گئی تھی سردار موسی نے غور نہیں کیا تھا کون ہے سامنے اس نے نظریں جھکائی ہوئی تھیں اس لیے چپ چاپ چائے کا کپ لے لیا تھا جبکہ روح کی نظریں اسی پر تھیں اپنے ہاتھ میں موجود چائے کا کپ اس نے جان بوجھ کر گرا دیا تھا سب کی نظریں اس پر گئی تھی سردار موسی نے بھی اسے دیکھا تھا جو انکھوں میں خون لئے اسے دیکھ رہی تھی روح اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی اور سردار موسی کے پاس ائی تھی جبکہ سب لوگ اسے دیکھ رہے تھے سردار موسی بھی حیران تھا اسے کیا ہوا ہے وہ بھی نہیں سمجھ پایا تھا روح نے اس کے پاس اکر اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لے لیا تھا۔

"تھینک یو گلناز آپی لیکن سردار موسیٰ کو چائے نہیں پسند"

روح نے وہ کپ دوبارہ سے گلناز کے اگے کر دیا تھا جبکہ سردار موسی اب سمجھا تھا اصل بات کیا ہے اس کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی تھی روح کی بات پر وہاں موجود ہر کوئی حیران ہوا تھا کیونکہ سب ہی جانتے تھے سردار موسی کو چاہے کتنی پسند ہے۔۔

"لیکن بیٹا موسی کو تو چائے بہت پسند ہے"
ایت بیگم نے روح کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"لیکن اب نہیں پسند کیوں سردار موسی"
روح نے بات کرتے ہوئے سردار موسی کو دیکھتے ہوئے اس کی رائے بھی لینا چاہی تھی۔۔

"کیوں نہیں پسند مجھے اب بھی چائے پسند ہے"

وہ روح کو جیلس کروانا چاہتا تھا اس لیے اس نے جان بوجھ کر کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح کا دل کیا اس کی جان نکال دے جو چائے گلناز نے اسے دی تھی وہی اس پر واپس انڈیل دے۔ روح کی آنکھوں میں ناراضگی بھی تھی اور وہ ضد بھی جو صرف اپنے حق پر جتائی جاتی ہے۔ اس نے آہستہ سے سانس لی اور پھر سب کے سامنے بالکل پر سکون لہجے میں بولی۔

"اچھا پسند ہے؟ تو پھر پیئیں۔"

وہ ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی، مگر اس مسکراہٹ میں چمک کم اور خالی پن زیادہ تھا یہ کہتے ہوئے اس نے کپ گلناز سے کیا اور دوبارہ سردار موسیٰ کے ہاتھ میں تھما دیا۔ اس کے انداز میں کوئی سختی نہیں تھی، بس انکھوں میں بہت کچھ تھا سردار موسیٰ نے کپ کی طرف دیکھا، پھر روح کی آنکھوں میں وہ نظروں ہی نظروں میں اس کی ناراضگی، اس کی ضد اور اس کا حق سب سمجھ گیا اس کی انکھوں میں ایک مان بھی تھا جو سردار موسیٰ نہیں دیکھ پایا تھا وہ بس اس کی جیلسی دیکھانا چاہتا تھا۔

وہ کپ لبوں تک لے گیا، مگر پیا نہیں اگلے ہی لمحے اس نے کپ سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔

"نہیں مجھے اب بھی بخار ہے تو میرا دل نہیں چاہ رہا"

سردار موسیٰ بالکل سنجیدگی سے بولا گلناز کے چہرے پر جو مسکراہٹ تھی وہ اچانک غائب ہو گئی تھی جبکہ روح نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں ایک پل کو حیرت آئی،اور آنکھوں میں موجود ناراضگی ہلکی سی تسلی میں بدل گئی۔اس نے کچھ نہیں کہا،بس اپنی جگہ پر واپس آ کر بیٹھ گئی لاؤنج میں بیٹھے سب لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے آیت بیگم کے ہونٹوں پر مدھم سی مسکراہٹ آ گئی۔ سردار موسیٰ کبھی بھی اپنی سردارنی کو سب کے سامنے جھکا نہیں سکتا تھا اگر وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ یہ چائے پیے تو اس نے وہ چائے نہیں پی تھی۔

"روح"

عافیہ بیگم نے روح کو پکارا جس نے خاموش نظروں سے بس ان کی طرف دیکھا۔۔

"مجھے معاف کر دربیٹا میں نے تم سے کل"
وہ بات مکمل کرتی کہ روح کی بات پر انھیں خاموش ہونا پڑا۔۔

"ماں سائیں اپ کی سگی اولاد نہیں میں کوئی بات نہیں آپ کو مجھ پر یقین نہیں تھا لیکن سردار موسیٰ وہ تو آپ کا اپنا ہی خون ہیں نہ اس پر تو آپ کو یقین ہونا چاہیے تھا"
روح نے ان کی بات کاٹ کر کہا جبکہ اس سکی بات پر سب لوگ اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"مجھے کسی بات کام کوئی افسوس نہیں ہے کیوں کہ ایسے ہی کچھ سال پہلے سب نے مجھے چھوڑ دیا میرے پاس میرا ایک ہی رشتہ تھا میرے بھائی کا جو اس وقت بھی میرے ساتھ تھے اور آج بھی میرے ساتھ ہیں مجھے اسی بات کا فخر ہے"

روح کے لہجے میں فخر تھااور وہ ہاشم کی طرف دیکھ جر بول رہی تھی اس کی بات پر کمرے میں سنجیدگی چھاگئی تھی سب لوگ روح کو ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"میں کسی سے بھی نہیں ناراض آپ لوگوں نے جو کیا اپ بڑے تھے اپ سب ہم سے معافی مانگتے ہوئے اچھے نہیں لگتے"

روح نے آہستہ سے کہا تھااور وہ خاموش ہو گیا تھا سب لوگ اسے ہی دیکھ رہے تھے لیکن کوئی کچھ بولا ہی نہیں تھا۔۔

💓💓

وہ خاموش نظریں سے بیٹھی زمین کو دیکھ رہی تھی نا اس کے پاس بولنے کے لیے کچھ تھا نہ اس کے پاس کرنے کے لیے اور نہ ہی اس کا دل کرتا تھا کچھ کرنے کے لیے وہ بس اتنا چاہتی تھی کہ جلد از جلد اس کی جان چھوٹ جائے اس زندگی سے وہ تنگ آگئی تھی جس شخص سے محبت کی اس کے لیے اس نے آواز اٹھائی اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا اور اسی کی وجہ سے اس نے اپنے ماں باپ کو بھی ناراض کر دیا تھا وہ خالی نظروں سے فرش کو دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ میں نے کیا کر دیا اپنا سب اپنے ہاتھوں سے برباد کر دیا اور وہ مجھے ہی چھوڑ کر چلا گیا"

ماہا روتے ہوئے کہہ رہی تھی اس کی انکھوں میں سب آنسو کے سوا کچھ بچا ہی نہیں تھا وہ بس روتی رہتی تھی یحییٰ اسے بس آنسوں دے گیا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا اس کے پاس اس نے کسی اور کی بے وفائی کی سزا اسے دے تھی۔ ماہا نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا۔ سسکیاں اب آہستہ آہستہ آنسوؤں میں بدل رہی تھیں۔ دل کا بوجھ لفظوں میں نہیں ڈھل پا رہا تھا، بس سینے میں اٹک کر سانس کو بھاری کر رہا تھا۔

"میں نے اس سے محبت کی سب کو چھوڑ دیا، خود کو بھی بھلا دیا اور وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا"

وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بڑبڑائی کمرے میں خاموشی تھی۔ایسی خاموشی جو انسان کواور زیادہ توڑ دیتی ہے۔دیوار پر لگی گھڑی کی ٹک ٹک اسے چبھ رہی تھی۔ماہانے سر اٹھایا تو آنکھیں سرخ تھیں، مگر ان میں آنسوں ختم ہو چکے تھے۔شاید اب آنسوؤں کی بھی ہمت جواب دے گئی تھی اسی لمحے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی ماہانے کوئی جواب نہیں دیا، مگر دروازہ آہستہ سے کھل گیا روح اندر آئی تھی۔اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔وہ بنا کچھ کہے ماہا کے پاس آکر بیٹھ گئی کچھ لمحے دونوں خاموش رہیں۔

"رو لو ماہا دل ہلکا ہو جاتا ہے لیکن اتنے دنوں سے خود کو یوں قید کر کے رکھنا"

روح نے بہت دھیمے لہجے میں کہا۔

"میں نے بہت رو لیا ہے روح اب آنسو بھی ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔"

ماہا نے اس کی طرف دیکھا، آنکھوں میں ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔

"کھانا کھالو۔"

روح نے کھانے کی ٹرے اس کی طرف بڑھایا ماہا نے بنا دیکھے کھانے کی ٹرے کو سائیڈ پر کر دیا تھا۔

"کیا واقعی میں اتنی غلط تھی؟ کیا محبت کرنا جرم ہوتا ہے؟"

ماہا نے خالی نظروں سے سامنے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"محبت جرم نہیں ہوتی ماہا، لیکن اگر یہ غلط شخص سے ہو جائے تو جان لے لیتی ہے"

روح نے گہری سانس لی پھر وہ ذرا رک کر بولی ماہا کی آنکھوں میں ایک بار پھر سے نمی آئی۔

"تو پھر میں کیسے اسے بھلا دوں؟ کیسے اپنے دل کو سمجھاؤں کہ وہ اب میرا نہیں؟ وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا میں مر رہی ہوں روح"

ماہا نے ایک گہری سانس لی، پھر دھیرے سے پوچھا۔

"ماہا تم واقعی یحییٰ بھائی کو بھلانا چاہتی ہو"

روح نے اس کے ہاتھ تھامے بغیر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ماہا نے سر جھکایا، آنکھوں میں اداسی تھی۔

"روح اس نے مجھے بھی تو چھوڑ دیا"

وہ اداسی سے بول رہی تھی دل کٹ رہا تھا۔

"ماہا یہ تمھاری مرضی ہے اب تم اس کا انتظار کرو یہ اسے بھول جاؤ کیوں کہ تم نے اس کے لیے اتنا بڑا فیصلہ بھی تو کر لیا ہے ہمت مت ہارو اپنے رب پر یقین رکھو وہ سب ٹھیک کر سے گا اور یحییٰ ایک دن تمھارا ہی ہو گا"

روح نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور وہ رونے لگی وہ اس حویلی کی سردارنی تھی اسے ہر فرد کا اس کے درد کا خیال رکھنا تھا ماہا اب روح کے ساتھ لگ کر اپنا درد کم کر رہی تھی۔

حفصہ ڈری سہمی سی انھیں کپڑوں میں سب تک صوفے پر بیٹھی تھی کیوں کہ اس کے پاس ہوئی دوسرے کپڑے نہیں تھے اور نادیہ بیگم نے تو زحمت ہی نہیں کی تھی کہ اس سے پوچھ لیں اسے جس چیز کی ضرورت ہے یا نہیں اسے بھوک بھی بہت لگی تھی اس وقت رات کو رہی تھی اسے یہاں آئے پورا دن ہو گیا تھا نہ اس نے کسی سے بات کی تھی اور نہ ہی کسی نے اس سے بات کی تھی بلکہ کوشش ہی نہیں کی تھی کسی نے اس کا خیال رکھنے کی رات کا پہر تھا عدنان کمرے میں آیا کمرے کی لائٹس جل رہی تھی اور حفصہ صوفے پر بیٹھی تھی عدنان نے ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ ڈالی لیکن حیران ضرور ہوا تھا وہ اب تک انھیں کپڑوں میں تھی عدنان کو دیکھ کر حفصہ کے چہرے پر خوف آگیا تھا اتنی ٹھنڈ میں بھی اسے پسینے آرہے تھے وہ خوف زدہ ہو کر خود میں ہی سمٹ کر بیٹھ گئی تھی وہ اس بات پر بھی خوفزدہ تھی نا جانے کب وہ درندہ آئے گا اور حق کے نام پر اس پر اپنی درندگی اتارے گا لیکن اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا عدنان خاموشی سے الماری

سے اپنے کپڑے لے کر واشروم میں چلا گیا تھا جبکہ حفصہ مکمل طور پر حیران تھی وہ کل سے یہاں تھیں اس نے کچھ کیا کیوں نہیں اب وہ مکمل طور پر الجھ گئی تھی اس کے ارادے کیا تھا وہ انھیں سوچوں میں تھی کہ کچھ دیر کے بعد عدنان شاور لے کر آیا تھا باہر برف پڑ رہی تھی اور ایسے موسم میں اس کے شاور لیا تھا وہ بغیر کچھ بھی کہے جانے لگا تھا جب اس کے ذہن میں اس کا خیال آیا تھا کہ وہ اب تک انھیں کپڑوں میں ہے عدنان پلٹا حفصہ جو کہ یہ دعا کر رہی تھی وہ یہاں سے چلا جائے لیکن اسے پلٹتا دیکھ کر وہ مزید خوفزدہ ہو گئی تھی اسے یوں ڈرا سہما دیکھ کر اس کی انکھوں میں اپنے لیے خوف دیکھ کر وہ واقعی مزید ندامت کر شکار ہوا تھا اس کی انکھوں میں نفرت نہیں تھی بس دوبارہ سے روندے جانے کا ڈر تھا عدنان نے گہری سانس لی تھی۔۔

"چینج کیوں نہیں کیا آپ نے"

آج جو عدنان اس کے سامنے بول رہا تھا وہ مکمل طور پر چینج تھا حفصہ کو لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے وہ خوفزدہ نگاہوں سے آنکھوں میں آنسوں لیے اس شخص کو دیکھ رہی تھی کبھی اس شخص سے اسے محبت تھی وہ بھی اس نے دل میں چھپا رکھی تھی اس کی پرسنیلٹی ایسی تھی کہ کوئی بھی لڑکی اس پر اپنا دل ہار بیٹھتی اور پھر عدنان کا ڈیرہ اس کے گھر کے پاس ہی تھا جس وجہ سے حفصہ کو اس سے محبت ہو گئی تھی حفصہ معصوم سی 17 سال کی لڑکی تھی جیسے اس دنیا کا نہیں تھا پتہ وہ بس محبت کی ترسی ہوئی تھی باپ تو نہیں تھا لیکن ماں اس سے ایسا سلوک کرتی جو دشمنوں کی اولاد کے ساتھ بھی نہ کیا جائے اور اسے کب دیکھتے دیکھتے عدنان سے محبت ہو گئی تھی اس نے کبھی سوچا نہیں تھا لیکن اس کی ایک حرکت نے اس لڑکی سے اس کی پوری دنیا چھین لی تھی۔

"میں آپ سے پوچھ رہا ہوں چینج کیا نہیں کیا"

اس کا لہجہ بہت نرم تھا حفصہ انکھوں میں آنسوں لیے اس شخص کو دیکھ رہی تھی اس کی آنکھیں ویسی نہیں تھی جو اس دن اس پر جھکے شخص کی تھی ہاں وہ یہ آنکھیں نہیں تھی اس شخص کو تو وہ ہزاروں میں پہچان سکتی تھی وہ بے یقینی سے کھڑے عدنان کو دیکھ رہی تھی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔۔

"ت۔۔تم۔۔و۔۔وہ۔۔ن۔۔نہیں"

الفاظ اس کے منہ سے ٹوٹ ٹوٹ کر نکل رہے تھے جبکہ عدنان حیران ہوا تھا وہ کیا کہہ رہی ہے پھر حفصہ نے اس کے ہاتھوں کو دیکھا اس شخص کے پاس ہر ایک کٹ کا ذرب تھا حفصہ بھاگ کر اس کے پاس ائی وہ اس لہنگے میں لڑکھڑائی تھی لیکن عدنان نے تھام لیا تھا حفصہ اس کی انکھوں میں دیکھ رہی تھی وہ پورے یقین سے کہہ سکتی تھی کہ وہ آنکھیں نہیں تھی عدنان نے فوراً سے سیدھا کر کے کھڑا کیا کہیں وہ اس کے قریب اذیت نہ محسوس کرے حفصہ نے فوراً سے اس کا ہاتھ تھاما اس کے ہاتھ پر کوئی نشان نہیں تھا کوئی بھی نہیں حفصہ کے نم آنکھیں سے عدنان کو دیکھا اس کی ہائیٹ بھی تو اس شخص سے بڑی تھی۔۔

"جو ہوا اس دن وہ آپ نہیں تھے"

حفصہ روتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ اس کی بات پر عدنان حیران ہو رہا تھا۔۔

"میں ہی تھا"

اس نے شرمندگی کے بائیس نظریں جھکالی تھی حفصہ نے اس کی طرف دیکھااور کھینچ کر تھپڑ اس کے چہرے پر مارا تھا جبکہ عدنان حیران کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیوں مجھے مزید اذیت میں مبتلا کر رہے ہیں اگر وہ آپ ہیں تو میں یہاں گھٹتے گھٹتے مر جاؤں گی یہ جگہ آپ کی موجودگی میری جان لیتی ہے اور اس رات جو ہوا وہ سب"

وہ روتے ہوئے بول رہی تھی وہ شخص کہیں سے بھی عدنان نہیں لگ رہا تھا کیوں کہ اس کے ہاتھ پر نشان اس کی گندی نظریں اس نے سب دیکھا تھا۔

"خاموش رہو تم اس دن کے حقیقت میں مت پڑو تو بہتر ہے کیوں کہ وہ بند ہی رہے تو اچھا ہے"

عدنان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے نم آواز میں کہا اس کی ایسی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئی تھی۔

"آپ اس کائنات کی سب سے پاک ہستی کی قسم اٹھا کر کہیں کہ اس دن جو ہوا وہ آپ نے کیا میرے ساتھ زبردستی"

عدنان نے قریب آکر اس موم کی گڑیا کے چہرے پر ہاتھ رکھ دیا تھا وہ اس کے منہ سے ہر گز یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اپنے بارے میں ایسی بات کرے محبت صرف حفصہ کو ہی نہیں ہوئی تھی عدنان کو بھی ہوئی تھی یہ معصوم سی کانچ کی گڑیا کی آنکھیں میں جب اس نے اپنے لیے محبت دیکھی وہ روز جان بوجھ کر اس کے ڈیرے کے پاس آتی تھی اسے دیکھنے کے لیے ہر بات سے بات خبر تھا عدنان حفصہ کی یہ حرکتیں اسے بہت پسند آتی تھی اور اس کی محبت میں اس نے زنا کرنا چھوڑ دیا تھا نشے کا سوچتا تو اس کی نشیلی آنکھوں کے ساتھ وہ زیاتی کر رہا تھا اس لیے اس نے نشا بھی چھوڑ دیا تھا اب وہ کیسے اس لڑکی کے بارے میں یہ بات برداشت کر سکتا تھا۔

"خبر دار جو ایسی بات دوبارہ منہ سے نکالی کچھ بھی نہیں ہوا تھا تمھارے ساتھ کچھ بھی نہیں سمجھ آئی"

عدنان نے سختی سے کہا جبکہ اس کی ایسی آواز پر حفصہ خوفزدہ ہو کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔

"ک۔کچھ بھی نہیں ہوا لیکن میرا تو ریپ"

عدنان نے پھر سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"چپ بلکل چپ کہا نہ تمھارے ساتھ کچھ بھی نہیں ہوا کچھ بھی نہیں اگر تم نے کچھ کہا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

عدنان نے اس کا منہ سختی سے بند کر دیا تھا اس نے محسوس کیا اس کی سختی پر اس تکلیف ہو رہی ہے تو اس نے چھوڑ دیا۔

"لیکن میں تو پاک دامن نہیں رہی"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی جبکہ اس کی اس بات پر عدنان نے اسے دیکھا اور پھر گہری سانس لی تھی۔

"کچھ بھی نہیں ہوا تھا تمھارے ساتھ حفصہ تم بلکل ٹھیک ہو تم جسے پہلے پاک دامن تھی اب بھی ویسے ہی ہو تمہارا کردار بلکل صاف ہے"
عدنان کو اس کی یہ ساری باتیں برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ اس کی بیوی تھی وہ کیسے یہ ساری باتیں اپنے بارے میں کر سکتی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ اس دن کچھ ہوا یہ نہیں لیکن اس دن اپ نہیں تھے وہ سب کرنے والے قسم کھائیں اللہ کی"
حفصہ نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی اس وقت وہ اس کے بلکل قریب کھڑی تھی۔

"میں نہیں جانتا"

وہ یہ کہہ کر مڑ گیا تھا جانے کے لیے لیکن حفصہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔۔

"جواب دے کر جائیں ایسے آپ نہیں جا سکتے"

وہ اس کے سامنے آ گئی تھی عدنان نے کچھ نہیں کہا بس خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ہی تھا جس نے سب کیا"

وہ نظریں جھکا کر بول رہا تھا جبکہ حفصہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"قسم کھائیں"

حفصہ کی اگلی بات پر عدنان نے کچھ نہیں کہا اسے پیچھے کر کے وہ کمرے سے جا چکا تھا جبکہ حفصہ وہی بیٹھ گئی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں تھے وہ یقین سے کہہ سکتی تھی عدنان نے یہ سب نہیں کیا اور اس کا قسم نہ کھانا اس بات کی یقین دہانی کرا گیا تھا کہ اس نے کچھ نہیں کیا تو وہ سب کیا تھا اس نے یہ الزام کیوں قبول کیا تھا حفصہ اپنا سر گھٹنوں میں دے کر بیٹھ گئی تھی کیوں کہ اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا یہ ہو کیا رہا ہے کیوں کہ وہ شخص عدنان نہیں تھا۔



روح نے اس کے بعد سے سردار موسیٰ سے کوئی بھی بات نہیں کی تھی ایک تو وہ اس سے پہلے ہی ناراض تھی کیونکہ اس نے روح کی بات نہیں مانی تھی اور اپنے کام کے سلسلے میں اپنی طبیعت کی پرواہ کیے بغیر چلا گیا تھا اور پھر کل اس نے سب کے سامنے اس کی بات کو نظر انداز کیا بعد میں اس نے اس کی بات مان لی تھی لیکن جو اس نے پہلے اسے نظر انداز کیا وہ سردارنی روح کو بالکل بھی پسند نہیں ایا تھا اور وہ گلناز کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چائے لینے پر بھی تیار تھا بلکہ لینا کیا اس نے تو لے بھی لیا تھا وہ تو روح نے اکر اس کے ہاتھ سے چھینا تھا وہ تو پی بھی لیتا اگر روح نہ اتی اس بات پر روح سے بہت زیادہ خفا ہو گئی تھی وہ اس سے بالکل بھی کل سے بات نہیں کر رہی تھی اور نہ ہی وہ چاہتی تھی کہ ان دونوں کا سامنا ہو اس لیے وہ آج کمرے سے ہی نہیں نکلی تھی اس کے دماغ میں ماہا اور یحییٰ دونوں کا رشتہ چل رہا تھا نہ جانے اپ ان دونوں کی زندگی میں کیا موڑ لینا تھا یحییٰ تو نہ جانے کہاں چلا گیا تھا لیکن ماہا اس کی زندگی تو برباد ہو چکی تھی وہ انہیں سوچوں میں گم تھی

جب اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اسے لگا تھا سردار موسی آیا ہو گا لیکن شاید وہ بھول گئی تھی ایک اور ہستی ہے جو اس پر جان دیتا ہے سامنے ہاشم کھڑا تھا اس کا بھائی ہاشم کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"بھائی"

وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی اور بھاگ کر اس کے پاس ائی۔۔

"آرام سے میری گڑیا"

ہاشم نے مسکرا کر اپنی 18 سال بہن کو دیکھا جو کہ محبت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ہاشم نے اس کے بڑھتے قدموں کو دیکھ کر فوراً ہاتھ آگے بڑھایا اور نرمی سے اسے تھام لیا، جیسے ڈر ہو کہیں وہ جلدی میں گر نہ جائے روح نے اس کے سینے سے لگ کر آنکھیں بند کر لیں۔ یہ وہ واحد جگہ تھی جہاں وہ خود کو کمزور ہونے کی اجازت دیتی تھی وہ اس کا بھائی فھا اور پچھلے دو سال سے اس نے یہی پر سر رکھ کر اپنے پر دکھ ہاشم کو بتائے تھے وہ اس کے سامنے ہی کمزور ہوئی تھی ہاشم نے بھی اسے خود سے الگ نہیں کیا، بس خاموشی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتا رہا۔

"کیا ہوا ہے؟ آج کمرے سے باہر نہیں نکلی"

کچھ دیر بعد اس نے دھیرے سے پوچھا روح نے سر ہلایا، مگر کچھ بولی نہیں۔ وہ اسے بیڈ تک لے آیا، خود بھی قریب ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"ویسے یہ بالکل بھی اچھی بات نہیں ہے میری شہزادی تو مسکراتے ہوئے زیادہ پیاری لگتی ہے اور میں ناراض بھی ہوں"

ہاشم بہت محبت سے اس کے سامنے اپنا شکوہ رکھ رہا تھا۔۔

"ناراض اور وہ کیوں"

روح نے پریشانی سے ہاشم کی طرف دیکھ کر پوچھا تھا۔۔

"یہ تم مجھ سے پوچھ رہی ہو میں تم سے کیوں ناراض ہوں میں ایک مرتبہ پہلے بھی تمہارے سامنے یہ شکوہ کر چکا ہو کہ نکاح کے بعد سے تم بالکل ہی اپنے بھائی کو بھول گئی ہو نہ میرے پاس اتی ہو نہ مجھ سے اپنی باتیں شیئر کرتی ہو نہ مجھے وقت دیتی ہو کیا ایسا تھا ہمارا رشتہ"

ہاشم نے اس کے اگے ایک بات پھر سے پہلے والا شکوہ کیا تو روح کے چہرے پر آئی مسکراہٹ ذرا سی گہری ہو گئی۔

"ایسا کچھ نہیں ہے بھائی میں اپ سے بات نہیں کرتی یا اپ مجھ سے بات نہیں کرتے"

روح نے سارا کا سارا الزام اس پر ڈال دیا تھا۔۔

"یہ بالکل ٹھیک ہے سارا کا سارا الزام نا اپنے بھائی پہ ڈال دو میں تو ہر وقت اس انتظار میں ہوتا ہوں تم میرے پاس آؤ گی مجھ سے باتیں کرو گی لیکن نہیں تم اپنے کاموں میں اس طرح مصروف ہو گئی ہو کہ بھائی کو ٹائم ہی نہیں دیتی یا پھر یوں کہاں جائے اپنی شوہر میں اتنا مصروف ہو گئی ہو"

ہاشم نے بنا لحاظ کیے یہ بات کہہ دی تھی جبکہ روح پھٹی پھٹی آنکھوں سے ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔

"ایسے مت دیکھو صحیح تو کہہ رہا ہوں تم مجھے ٹائم نہیں دیتی اور الزام بھی مجھ پر لگا رہی ہو"

ہاشم نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی میں نے کہا اپ کو ٹائم نہیں دیا خود ہی ہمیشہ نور بھا بھی کے پیچھے پڑے ہوتے ہیں اور مجھے کہہ رہے ہیں"

روح نے بھی اپنا حساب برابر کیا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم گھور کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ بات تمہیں کیسے پتہ"

ہاشم نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں آپ کو لگتا ہے جو کام آپ کرتے ہیں صرف آپ کو ہی پتہ ہے کسی اور کو نہیں پتہ سب پتہ ہوتا ہے مجھے خود مجھے ٹائم نہیں دیتے اور الزام مجھ پہ لگا رہے ہیں"

روح کہاں ماننے والی تھی اپنی غلطی اسی لیے اپنی بات پر ڈٹ گئی تھی۔

"ابھی بھی میں تمہارے پاس آیا ہوں اس سے پہلے بھی ایک مرتبہ میں ہی آیا تھا نکاح کے بعد ایک دن بتاؤں کہ تم میرے پاس ائی ہو مجھ سے کوئی فرمائش کی ہو یہ کہا ہو کہ بھائی مجھے آپ سے باتیں کرنی ہے مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے کچھ بھی نہیں نا"

ہاشم غصے سے بول رہا تھا روح اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"ہاں تو ضروری ہے کہ ہر مرتبہ میں اؤں گی اپ میرے پاس نہیں اسکتے اپ مجھے نہیں بول سکتے میری گڑیا مجھے اپ سے باتیں کرنی ہے میری بچی کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں اپ چاہتے ہیں ہر مرتبہ میں گیا ہوں اپ سے بولوں مجھے اس چیز کی ضرورت ہے اس چیز کی ضرورت نہیں ہے بھکاری سمجھا ہوا ہے مجھے"

روح نے برا سا منہ بنا کر ہاشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"اس میں بھکاری والی بات کہاں سے اگئی روح فضول مت بولو بہن ہو تم میری اور ویسے بھی پہلے بھی تو میرے پاس آکر کہتی تھی نا اپنی ہر فرمائش میرے اگے ہی رکھتی تھی اپنی غلطی نہیں مانی تو مت مانو لیکن یہ فضول بات مت کھاؤ اپنے بارے میں"

ہاشم کو اس کی بات بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی اس لیے اس نے اس پر صاف ظاہر کیا تھا۔

"بھائی"

اس کو غصہ ہوتا دیکھ کر روح نے اہستہ سے اس کا نام پکارا تھا ہاشم کچھ بھی نہیں بولا تھا وہ خاموش تھا اس کی خاموشی دیکھ کر روح کو مزید گھبراہٹ ہو رہی تھی کیونکہ ہاشم کبھی بھی اس سے ناراض نہیں ہوتا تھا اگر وہ ناراض ہوتا تھا تو اسے منانا بہت مشکل ہو جاتا تھا روح کے لیے ہاشم نے ہمیشہ اپنی بہن کی نخرے اٹھائے تھے کبھی بھی روح نے ہاشم کے نکرے نہیں اٹھائے تھے اسی لیے اسے عادت نہیں تھی اسے منانے کی۔۔

"بھائی"

اس نے ایک مرتبہ پھر سے بہت محبت سے اس کا نام لیا لیکن ہاشم کچھ بھی گئے بغیر کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا اس کے کھڑے ہونے پر روح بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی ہاشم وہاں سے جانے لگا تھا روح نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔

"بھائی"

اب کی بار اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی اور وہ نم آنکھوں سے ہاشم کی طرف دیکھ رہی تھی ہاشم نے اس کے لہجے کی نمی محسوس کی تھی اس لیے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا اگر وہ اس کی طرف دیکھ لیتا تو دو منٹ میں اس کی ناراضگی ختم ہو جاتی اور وہ ایسا بالکل بھی نہیں چاہتا تھا آج وہ اپنی بہن کو نخرے دکھانے کے موڈ میں تھا۔

"ہم"

اس نے بغیر روح کو دیکھ کر صرف اتنا ہی کہا۔

"اب کیا اپ اپنی بہن کے ساتھ ایسا کریں گے"
روح نے بہت معصومیت سے اسے سوال کیا تھا ہاشم نے اسے دیکھا لیکن وہ اب کی بار نرم نہیں پڑا تھا ہر مرتبہ اس کی بہن اسے نکرے دکھاتی تھی اسے تنگ کرتی تھی اج ہاشم کو موقع ملا تھا تو وہ یہ موقع کیسے اپنے ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ میں کیا کر رہا ہوں کیا نہیں کر رہا مجھے جانا ہے"
ہاشم نے لہجے میں سختی لاتے ہوئے کہا تھا کیونکہ اس کی آنکھوں کو دیکھ کر وہ نرم پڑ رہا تھا۔

"بھائی"

اس نے ایک مرتبہ پھر سے معصومیت سے اسے پکارا تھا۔

"میں نے سنا ہے تم نے سردار موسی کے لیے چائے بنانا سیکھی ہے"
ہاشم نے تنزیہ انداز میں اس سے کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح نظریں چرا گئی تھی۔

"اپنے شوہر کے لیے بنانا سیکھ لی لیکن جب میں اتنی مرتبہ کہتا تھا روح مجھے تمہارے ہاتھ کی چائے پینی ہے تمہارے ہاتھ کی چائے پینی ہے تب کیا کہتی تھی مجھے بنانی نہیں اتی اب کیسے سیکھ لی میری مرتبہ تو نہیں سیکھی تھی"
ہاشم نے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا تھا لیکن اس کی بات پر روح نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کی انکھوں کی نمی ہاشم سے برداشت نہیں ہوئی تھی۔۔

"خبردار روح اگر تم روئی میں پھر کبھی بھی نہیں مانوں گا میں بات بھی نہیں کروں گا"

ہاشم نے اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھ کر کہا۔

"نہیں رو رہی"

اس نے فورا سے اپنی انکھوں میں موجود نمی کو صاف کیا تھا اور ہاشم کی طرف دیکھ کر بولی تھی۔

"گڈ اب تم چاہتی ہو میں تم سے بات کروں تمہارے نکھرے اٹھاؤں اور دوبارہ تمہیں روٹھنے کا موقع دوں تو اس کے لیے تمھیں مجھے منانا پڑے گا"

ہاشم نے اس کے اگے اس کی جان سے بڑی شرط رکھ دی تھی اسے سچ میں منانا نہیں اتا تھا وہ کیسے مناتی ہے اب اسے۔

"لیکن اپ جانتے ہیں نا مجھے منانا نہیں آتا"

وہ بہت معصومیت سے اسے یہ بات بتا رہی تھی اسی وقت دوبارہ سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور کمرے میں سردار موسیٰ ایا تھا سردار موسی کو دیکھ کر ان دونوں نے کوئی خاص ری ایکشن نہیں دیا تھا ہاشم سردار موسی کو جلانا چاہتا تھا اور روح اس سے ناراض تھی اس لیے دونوں نے ہی اس اگنور کیا تھا اس کے ایسا کرنے پر وہ ان دونوں کو گھور کر دیکھ رہا تھا پہلے تو ہاشم کی یہاں موجودگی اسے کھٹکی تھی وہ یہاں کیا کر رہا تھا لیکن وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ روح کا بھائی تھا اس کا چہیتا بھائی۔۔

"اس میں میری غلطی نہیں ہے اب تم مجھے نہیں مناؤ گی تو پھر بھول جاؤ کہ میں تمہاری کوئی بات ماننے والا ہوں"

ہاشم نے بہت ہی لاڈ سے یہ بات کہی تھی جبکہ سردار موسی کا دل کیا دو لگا کر اس سے کمرے سے نکال دیں۔

"کیا ہو رہا ہے یہ"

جب ان دونوں نے سردار موسی کو کوئی نوٹس میں نہیں لیا تو اس نے خود ہی ان دونوں سے بات کی لیکن اب کی بار بھی وہ دونوں خاموش رہے تھے اپس میں لگے رہے اسے کوئی جواب نہ دیا۔۔

"اچھا نا اپ یہ بتا دیں اپ کیسے مانیں گے"

روح نے بہت ہی معصومیت سے اس کے آگے آنکھیں ٹپٹپائی تھی اس کی ایسی معصومیت پر ہاشم کو بہت پیار ایا تھا ہاشم کو کیا سردار موسی بھی اس کی ایسی معصومیت کو دیکھ رہا تھا جو کہ صرف اور صرف اپنے فائدے کے وقت اس کے چہرے پر اجاتی تھی۔۔

"ٹھیک ہے اپنی معصومیت کا اچھا خاصا فائدہ اٹھا رہے ہو تم"

ہاشم نے سردار موسی پر ایک نظر ڈالی پھر اسے اگنور کر کے روح سے کہا اس کے ایسا کرنے پر سردار موسی غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تم دونوں مجھ سے بات کیوں نہیں کر رہے"

سردار موسیٰ اب ان دونوں کے پاس اکر کھڑا ہو گیا تھا اور ان دونوں کو دیکھ کر بول رہا تھا لیکن پھر بھی ان دونوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہیں دیا تھا دونوں ہی ڈھیٹ بن کر ایک دوسرے میں لگے ہوئے تھے۔۔

"اچھا نہ اپ بتائیں اپ کیسے مانیں گیں"

روح نے سردار موسی کی بات کو اگنور کر کے ہاشم سے کہا تھا۔

"سنو، اگر واقعی مجھے منانا ہے نا تو پھر تمہیں میرے لیے کچھ خاص بنا کر لانا ہو گا۔"

ہاشم نے ذرا سا توقف کیا، جیسے جان بوجھ کر اسے مزید بے چین کرنا چاہتا ہو، پھر بازو باندھ کر بولا۔

"کیا خاص؟"

روح چونکی اور حیرانی سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"جیسے تم نے سردار موسی کے لیے چائے بنانا سیکھی ویسے ہی میرے لیے کچھ بنایا ہو گا لیکن میرے لیے کچھ نیا، کچھ ال تاکہ مجھے لگے کہ میری اب بھی وہی جگہ رکھتا ہے جو پہلے رکھتا تھا نہ کہ نکاح ہونے کے بعد سے دیکھنے پر بھی جگہ بدل دی گئی ہے"

ہاشم نے جان بوجھ کر لہجہ ہلکا سا چھیڑا ہوا رکھا اور اس نے سردار موسیٰ پر بھی نظر مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔۔

"لیکن بھائی مجھے واقعی کچھ بنانا نہیں آتا یہ بات اپ اچھے سے جانتے ہیں بس ایک چائے بنانی ہی اتی ہے وہ بھی بہت مشکلوں سے سیکھی تھی"
روح نے ہونٹ دانتوں میں دبائے، نظریں جھکا لیں اور نظریں جھکا کر بولی۔

تو سیکھ لو جیسے تم نے موسیٰ کے لیے سیکھ لیا لیکن میرے لیے چائے بنا کے مت انا"
ہاشم نے فوراً کہا تھا یہ سنتے ہی سردار موسیٰ کا ضبط جواب دے گیا۔اس نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟ روح بیوی ہے میری اور میرے لیے وہ کچھ بھی بنا سکتی ہے تم کون ہوتے ہو یہ سب کہنے والے"

سردار موسی کا جب ضبط جواب دے گیا تو وہ ایک بار پھر سے بولا لیکن ان دونوں میں سے ہی کسی نے اس کی بات کو سیریس نہیں لیا تھا۔۔

"میں اپنی بہن سے بات کر رہا ہوں، تم درمیان میں مت آؤ۔"

ہاشم نے، اب پہلی بار اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا روح نے بھی سردار موسیٰ کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس کی خاموشی ہی اس کا جواب تھی۔

سردار موسیٰ کے لیے یہ خاموشی الفاظ سے زیادہ تکلیف دہ تھی۔

"بھائی اگر میں واقعی بنالوں تو آپ مان جائیں گے؟"

روح نے آہستہ سے کہا ہاشم کی آنکھوں میں فوراً نرمی آگئی، مگر اس نے چہرے پر سختی برقرار رکھی۔

"ہاں، تب مان جاؤں گا اور پھر شکایت بھی نہیں کروں گا کہ تم مجھے وقت نہیں دیتی۔"

ہاشم نے یہ بات چہرے پر ہلکی سی سختی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں روح تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دے رہی ہاشم سے بات کرنا اپنی جگہ ہاشم سے تمہارا رشتہ اپنی جگہ لیکن میں تمہارا شوہر ہوں اور میں کب سے دیکھ رہا ہوں تم میری بات کو سیریس ہی نہیں لے رہی مجھے جواب ہی نہیں دے رہی"

اب سردار موسی کا ضبط ختم ہوا تھا اس نے روح کا رخ اپنی جانب کیا تھا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے بول رہا تھا۔۔

"تو میں اپ سے بات کرنا نہیں چاہتی اپ کیوں مجھ سے بات کر رہی ہیں جائیں یہاں سے"

روح نے بھی اسی کے انداز میں اسے جواب دیا تھا جب کہ اس کے ایسے لہجے پر سردار موسی حیران ہو کر اسے دیکھ رہا تھا اچانک اسے غور کیا گیا ہے وہ کیوں اس سے ایسے بات کر رہی ہے۔۔

"تم پاگل ہو گئی ہو اور تمہیں ہو کیا گیا ہے کیسے بات کر رہی ہو تم مجھ سے"

سردار موسی نے اس کی کلائی سختی سے تھام رکھی تھی روح اپنی کلائی چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے مردانہ ہاتھ اور اس کے ہاتھوں میں موجود سختی روح اپنی کلائی چھڑانے میں ناکام ہوئی تھی۔۔

"ہاں میں ہو گئی ہوں پاگل اور مجھے پتہ ہے میں اپ سے کیسے بات کر رہی ہوں مجھے اس وقت اپ سے کوئی بات نہیں کرنی اس وقت میں اپنے بھائی سے بات کر رہی ہوں تو اپ یہاں سے جا سکتے ہیں کیونکہ میں اپ سے بات کرنے میں کوئی انٹرسٹڈ نہیں ہوں مجھے اپ کی کوئی بات نہیں سننی" روح نے ایک بار پھر غصے سے کہا جبکہ ہاشم حیران ہوا تھا وہ نہیں جانتا تھا ان دونوں کے بیچ لڑائی چل رہی ہے وہ تو بس اسے جیلس فیل کروا رہا تھا جیسے سردار موسی نے اس کا ملنا نور سے بند کیا تھا ویسے ہی وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے روح تم کیسے بات کر رہی ہو موسیٰ سے"
اب کی بار ہاشم بھی چپ نہیں رہ پایا تھا وہ بے چین ہوا تھا اخر روح سردار موسی سے ایسے کیوں بات کر رہی ہے۔۔

"بھائی یہ میرا اور ان کا معاملہ ہے میں نہیں چاہتی ہمارے معاملے میں اپ بولیں تو اپ خاموش رہیں"

روح نے ہاشم کی طرف دیکھ کر اسے جواب دیا اور اسے خاموش کروا دیا۔۔

"اور اپ اپ کو بہتر پتہ ہونا چاہیے میں اپ سے یوں کیوں بات کر رہی ہوں میرے اس لہجے میں بات کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ہر بار میں یہ بات بتا نہیں سکتی میں اس بات پر اپ سے ناراض ہوں اور اب کی یہ حرکت مجھے پسند نہیں ائی فی الحال اپ یہاں سے جا سکتے ہیں مجھے اپ سے کوئی بات نہیں کرنی"

روح نے سختی سے کہا اور اسے جانے کا اشارہ کر دیا تھا سردار موسیٰ بغیر کچھ بھی کہے وہاں سے چلا گیا تھا اس نے غصے سے کمرے کا دروازہ بند کیا تھا۔۔

"روح"

ہاشم نے روح کو پکارا۔۔

"بھائی میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"
روح اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی اس لیے اس نے ہاشم کو بھی خاموش کروادیا۔۔

"اج میں اپ کی فرمائش بالکل بھی پوری نہیں کر سکتی میرا بالکل بھی موڈ نہیں ہے میں کل آپ کو منالوں گی آپ بھی جائیں"
روح نے برا سا منہ بنا کر کہا۔۔

"میری گڑیا میں نہیں ناراض اپنی بچی سے اب بتاؤ کیا ہوا ہے"
ہاشم نے پیار سے اس سے پوچھا تو روح بس اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"بھائی میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"
روح نے ایک بار پھر کہا تو وہ خاموش ہو گیا تھا۔۔

"اچھا سب چھوڑو ہم باہر چلتے ہیں تم تیار ہو جاؤ ٹھنڈی ٹھنڈی برف میں باہر گھومیں گیں"
ہاشم نے مسکرا کر کہا وہ جانتی تھی اسے سردیوں میں باہر جانا اسے کتنا پسند تھا اس لیے اس نے اس کا مون ٹھیک کرنے کے لیے یہ بات کہی تھی۔

"سچی"
وہ فورا اسے سب کچھ بھول کر اس سے پوچھ رہی تھی جس پر ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"میں گاڑی نکالتا ہوں تم تیار ہو کر آجاؤ"

ہاشم نے کہا وہ ایکسائٹڈ ہوتے ہمیں سر ہلا گئی تھی ہاشم وہاں سے چلا گیا تھا اور روح نے اپنے کپڑے نکالے تھے وہ تیار ہونے چلی گئی۔۔

شام کا وقت تھا اسے پورے دو دن ہونے والے تھے یہاں آئے ہوئے لیکن کوئی بھی اس کے کمرے میں نہیں ایا تھا کل رات بھی صرف عدنان ایا تھا اور پھر اس کے بعد سے کوئی بھی نہیں ایا وہ دو دن سے بغیر کھائے پیے انہیں کپڑوں میں موجود تھی اس میں بالکل بھی ہمت نہیں تھی کہ وہ اپنی جگہ سے بھی اٹھ سکے اسے اس بات کی خوشی تھی کہ جس شخص سے اس نے محبت کی تھی اس نے اس کی عزت نہیں روندی تھی یہ بات جانتے ہوئے بھی اس نے اس سے نکاح کیا تھا وہ نیم بند آنکھوں سے کھڑی ہوئی تھی لیکن اتنے بھاری جوڑے میں اس سے کھڑا ہونا بھی مشکل ہو رہا تھا وہ بہت ہمت کر کے کھڑی ہوئی تھی اس کا رخ الماری کی طرف تھا وہ وہاں سے عدنان کا کوئی سوٹ نکال کر پہننا چاہتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی یہاں اس کی ضرورت کی کوئی بھی چیز موجود نہیں ہو گی اسی لیے ابھی اس کے پاس یہی اپشن تھا کہ وہ اس کے کپڑے نکال کر ہی پہن لے یہاں پر اس کا خیال کسی کو بھی نہیں تھا یہ بات وہ اچھے سے جانتی تھی الماری سے اس نے

اپنے لیے عدنان کی سیاہ شلوار قمیض نکالی تھی عدنان اس سے قد میں بھی بہت بڑا تھا اس کا وجود بھی کثرتی تھا اسے یہ کپڑے لوز تو بہت ہونے تھے لیکن فی الحال اس کے پاس کوئی اپشن بھی نہیں تھا اس نے وہ کپڑے لیے اور واش روم میں بند ہو گئی تھی کچھ دیر کے بعد وہ فریش ہو کر باہر ائی تھی وہ کپڑے اسے بہت لوز تھے اور وہ ان میں چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی خود کو وہ شیشے میں دیکھ رہی تھی ان کپڑوں سے عدنان کے وجود کی خوشبو ارہی تھی جسے وہ اپنے اندر جاتا ہوا محسوس کر رہی تھی نہا کر انے کے بعد اسے احساس ہوا تھا کہ اسے سردی لگ رہی ہے اس لیے اس نے الماری کھول کر دوبارہ سے عدنان کی شال نکالی تھی سکن کلر کی شال اس نے اپنے وجود پر ڈالی تھی محرم ہونے کا احساس اسے بہت خوبصورت لگ رہا تھا ہاں وہ جانتی تھی جو سب اس کے ساتھ ہوا اس کے بعد زندگی نارمل ناممکن ہے اب تو وہ اس بات سے بھی خوفزدہ تھی کیونکہ وہ اس کے بارے میں ہر چیز جانتا تھا اور اس کے ساتھ زیادتی کرنے والا عدنان نہیں تھا یہ بات وہ 100 پرسنٹ

شور ہو کر کہہ سکتی تھی فل وقت وہ خود کو ائینے میں دیکھ رہی تھی جو اس کے کپڑوں میں اس کی شال میں خود کو مکمل محسوس کر رہی تھی اج اتنے دنوں کے بعد اسے سکون سا محسوس ہوا تھا بھوک کہ احساس نے خود بخود اس کے قدم باہر کی جانب کیے تھے وہ باہر جانا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اسے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی تھی جو کہ اب اس کے برداشت سے باہر تھی اس لیے وہ دروازے کی جانب بڑھی دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی سامنے بڑی سی راہداری تھی جس سے ہوتے ہوئے وہ سیڑھیوں تک ائی تھی سیڑھیوں سے نیچے دائیں طرف ہی کچن تھا وہ پورے گھر کو دیکھ رہی تھی جو کہ بہت زیادہ خوبصورت تھا ایک محل نما سا احساس اسے ہو رہا تھا گھر کو دیکھ کر وہ بنا کچھ سوچے سمجھیں کچن کی طرف چلی گئی کچن میں ملازمہ کام کر رہی تھی حفصہ کو دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔۔

"اسلام علیکم بی بی جی"

دو دنوں سے وہ اپنے کمرے میں بند تھی جب وہ اس گھر میں رخصت ہو کے ائی تھی تب بھی یہی ملازمہ اسے کمرے میں لے کر گئی تھی جس کا نام نسیم تھا۔۔

"وعلیکم السلام اور یہ بی بی کہنی کی ضرورت نہیں ہے خالہ"
حفصہ کو سمجھ نہیں ایا وہ اسے کیسے مخاطب کرے اس لیے اس نے انہیں خالہ کہہ دیا تھا جس پر وہ عورت کچھ بھی نہیں بولی تھی بس مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔۔

"خالہ مجھے بہت بھوک لگی ہے پلیز اپ مجھے کھانے کے لیے کچھ دے دیں گی"

نسیم بیگم اس کی بات پر اسے دیکھ رہی تھی وہ 17 سال کی معصوم سی گڑیا بہت خوبصورت تھی چھوٹا سا اس کا قد تھا لمبے بال اس وقت وہ عدنان کے کپڑوں میں تھی یہ دیکھ کر نسیم مسکرائی تھی اس کے خوبصورت نقوش بڑی بڑی انکھیں چھوٹی سی ناک پیارے ہونٹ ہر ایک چیز بہت خوبصورت تھی اور وہ ان کے سردار عدنان کی بیوی تھی عدنان 25 سال کا لڑکا تھا اور حفصہ 17 سال کی لیکن دونوں کی جوڑی بہت کمال کی لگ رہی تھی نسیم خالہ نے دل ہی دل میں ان دونوں کی نظر اتاری تھی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو"

نادیہ بیگم نے جب کچن سے باتوں کی اواز سنی تو وہ کچن میں ائی تھی حفصہ کو وہاں دیکھ کر اس نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"وہ۔وہ"

حفصہ کو کچھ سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے اس لیے وہ فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں منہ میں زبان نہیں ہے"
نادیہ بیگم نے سختی سے کہا۔۔

"وہ آنٹی مجھے بھوک لگی تھی تو اس لیے"
حفصہ نے نظریں جھکا کر بات کی جبکہ نالیہ بیگم کو تو یہ بات بالکل ناگوار گزری تھی کہ اس نے اس کے بیٹے کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔۔

"اور تم نے یہ کس سے پوچھ کر عدنان کے کپڑے پہنے ہیں"
نادیہ بیگم کھا جانے والی نظروں سے حفصہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"وہ انٹی میرے پاس کوئی کپڑے نہیں تھے میں دو دن سے ان کپڑوں میں موجود تھے مجھے بہت زیادہ الجھن ہو رہی تھی اس لیے مجھے جو کپڑے ملے میں نے پہن لیے"

وہ سر جھکا کر بول رہی تھی۔۔

"میرے سامنے زبان چلانے کی ضرورت نہیں ہے اور بہتر یہی ہے کہ تم اپنے کمرے تک ہی محدود رہو باہر انے کی ضرورت نہیں ہے تم جیسی بد کردار لڑکی پتہ نہیں کیسے میرے بیٹے کے نصیب میں لکھ دی گئی"

نادیہ بیگم نے اپنے لفظوں کا تیز چلایہ جبکہ ان کی بات پر حفصہ نے ایک لمحے کے لیے اپنی انکھیں بند کرلی ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے تھے اس پر جو کچھ گزرا تھااس کی انکھوں میں فوراً سے آنسوا گئے تھے صحیح کہتے ہیں لوگ کسی کو بھی کسی کے درد کا اندازہ نہیں ہوتا جس پر گزرتی ہے صرف اسے پتہ چلتا ہے حفصہ بغیر انہیں جواب دیے وہاں سے جانے لگی تھی جب اچانک ہی کسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا حفصہ کو حیرانی ہوئی تھی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کچن کے دروازے پر عدنان کھڑا تھا اور اسی نے اس کا ہاتھ تھاما تھا حفصہ نم آنکھوں سے عدنان کو دیکھ رہی تھی نادیہ بیگم نے ناگواری سے اپنے بیٹے کو دیکھا جس نے حفصہ کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

"اس لڑکی کو بد کردار بولنے سے پہلے آپ یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لیجئے ماں سائیں بد کردار یہ نہیں ہے بد کردار وہ ہے جس نے اس کے ساتھ یہ سب کچھ کیا اپ اس لڑکی کو گالی نہیں دے رہی اپ اپنے بیٹے کو گالی دے رہی ہے اور میں دوبارہ اپ کو اس سے اس لہجے میں بات کرتے ہوئے نہ سنو یہ میری بیوی ہے اسے وہی مقام ملنا چاہیے جو ایک سردار کی بیوی کو ملتا ہے اس قبیلے کا سردار میں ہوں اور یہ یہاں کی سردارنی ہے تو بہتر یہی ہو گا اپ رواجوں کو مت توڑیں حفصہ میری بیوی ہے تو اسے وہی مقام دیں جو عدنان کی بیوی کو ملنا تھا"

عدنان انکھوں میں غصہ لیے بول رہا تھا حفصہ کی حالت وہ بہت اچھے سے جانتا تھا اور اس کی ماں تھی کہ وہ اس پر بد کرداری کے تہمت لگا رہی تھی بجائے اس کے وہ اسے دلاسہ دیتی اس کی ماں کبھی بھی نہیں سدھر سکتی تھی یہ بات اس نے نوٹس کی جیسی ان کی اپنی فطرت تھی ویسے ہی طبیعت انہوں نے اپنے بیٹے اور بیٹی کی کی تھی جس وجہ سے عدنان اور گلناز شروع سے ہی بگڑے ہوئے تھے عدنان کو تو حفصہ کی محبت صحیح راستے پر لے ائی تھی اب دیکھنا یہ تھا گلناز کا مقدر کیا ہوتا ہے حفصہ نام انکھوں سے عدنان کو دیکھ رہی تھی عدنان نے حفصہ کا ہاتھ تھاما اور اسے وہاں سے لے کر اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا نادیہ بیگم نفرت سے ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی اج پہلی بار ان کے بیٹے نے ان سے اس لہجے میں بات کی تھی اور وہ یہ بات کبھی بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کل کی آئی لڑکی کی وجہ سے ان کا بیٹا ان سے ایسے بات کرے۔۔



"اب بتاؤ کیا کھاؤ گی"

ہاشم جو کہ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اس نے اپنے ساتھ بیٹھی روح سے کہا تھا کار میں ہیٹر ان تھا لیکن پھر بھی بہت زیادہ ٹھنڈ تھی روح نے تو خود کو کے اوپر دو کوٹ ڈال کر اوپر شال لی ہوئی تھی روڈ پر ہلکی ہلکی برف بھی تھی۔

"یہ اپ مجھ سے دشمنی نکال رہے ہیں نا جان بوجھ کر مجھے کہا کہ ہم باہر چلتے ہیں دیکھ رہے ہیں کتنی ٹھنڈ ہے میں نے اپ کو اگنور کیا نا اسی لیے اپ مجھے ٹھنڈ میں رہنے کی سزا دے رہے ہیں"

روح نے برا سا منہ بنا کر ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔ ہاشم اس کی بات سن کر ہنس دیا، اس ہنسی میں بھائی والا لاڈ تھا جو روح کے دل کو ذرا سا نرم کر گیا۔

"واہ بھئی، حد ہے میں تمہیں منانے باہر لایا ہوں اور تم کہہ رہی ہو سزا دے رہا ہوں؟ سچ یہ ہے کہ تمہارا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے انسان اپنی جان بھی داؤ پر لگا دے، پھر بھی تم نے سامنے والے پر ہی الزام لگانا ہے میں نے تو نہیں کہا تھا اپنی جان داؤ پر لگاؤ"

اس نے ایک نظر اس کی طرف ڈالی، پھر دوبارہ سڑک پر نظریں جما لیں

روح نے شال کو ذرا اور مضبوطی سے اپنے گرد لپیٹا۔

"جان داؤ پر لگانے کی ضرورت نہیں تھی، کمرے میں بھی منایا جا سکتا تھا۔"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا۔۔

"اگر تمہیں یاد ہو ناراض میں تھا تم نے مجھے منانا تھا میں تو تمہارا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے باہر لایا ہوں"

ہاشم نے بے نیازی سے جواب دیا روح خاموش ہو گئی باہر سفید ہوتی سڑک، گرتی برف اور گاڑی کے شیشے پر بنتے ننھے ننھے نقش اسے عجیب سا سکون دے رہے تھے۔

"ویسے سنو تم نے جواب نہیں دیا کیا کھاؤ گی؟"
ہاشم نے خاموشی توڑتے ہوئے اس سے پوچھا۔

"گرما گرم ہونا چاہیے"
روح نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"صرف گرم؟اور کوئی فرمائش نہیں؟"
ہاشم نے ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہے نہ اس کے بعد تم نے مجھے چاکلیٹ کھلانی ہے اور آئیس کریم بھی"
روح نے فوراً سے جواب دیا جبکہ اس کی بات پر ہاشم اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔

"ٹھنڈ دیکھی برف پڑ رہی ہے اور تمہیں ائس کریم کھانی ہے"
ہاشم اسے گھور رہا تھا کیوں کہ ٹھنڈ بہت زیادہ تھی اور وہ کانپ رہی تھی اس کے بعد بھی اسے آئیس کریم کھانی تھی۔

"ہاں تو مجھے کھانی ہے"
وہ ضدی لہجے میں بول رہی تھی ہاشم نے اس کی طرف ایک بار پھر دیکھا، اس بار گھورنے میں فکر زیادہ تھی غصہ کم۔

"تم واقعی عجیب مخلوق ہو اوپر سے دو کوٹ، شال، ہیٹر آن اور پھر بھی آئیس کریم!"

اس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"جب دل چاہتا ہے کچھ کھانے کا تو موسم نہیں دیکھا جاتا۔"

روح نے کندھے اچکا کر کہا تھا۔

"اور اگر بیمار ہو گئی تو؟"

ہاشم کی آواز میں اب خفگی نہیں، خالص بھائی والی فکر تھی۔

"تو پھر آپ ہیں نہ، اگر آپ کھلا رہیں ہیں تو خیال بھی آپ رکھیں گے۔"

روح نے فوراً سے ہی سارا کا سارا الزام اس پر ڈال دیا تھا۔

"مطلب سارا کا سارا الزام مجھ پر لگا دو واہ بھائی واہ یہ ٹھیک ہے"
ہاشم ایک لمحے کو خاموش ہو گیا پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ گئی
وہ اسے دیکھ کر بولا گاڑی ایک بہت بڑے ریسٹورنٹ کے سامنے رکی۔ باہر
زرد روشنیوں میں برف کے گرتے ذرے اور بھی خوبصورت لگ رہے
تھے۔ہاشم نے گاڑی پارک کی اور اترتے ہی اپنا کوٹ اتار کر روح کے
کندھوں پر ڈال دیا کیوں کہ وہ اتنے سب جگ بعد بھی کانپ رہی تھی۔۔

"بھائی، میرے پاس تو پہلے ہی"
روح نے کہنا چاہا تھا لیکن ہاشم نے اسے خاموش کروا دیا۔۔

"چپ کرو کانپ رہی ہو اور پھر بھی ایسے بول رہی ہو"

ہاشم نے اسے خاموش کروایا اور اس کا ہاتھ تھام لیا وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ گئے دونوں اندر داخل ہوئے تو گرم ماحول تھا اور خوبصورت سا سماوہ میز پر بیٹھی تو ہاشم نے مینو اس کے سامنے رکھ دیا۔

"اب بتاؤ کیا کھاؤ گی پیزا، برگر کڑھائی نان کیا کھانے کا دل کر رہا ہے"
ہاشم نے مینو اسے دیتے ہوئے کہا تھا روح واقعی آج اتنے دنوں بعد ہاشم کے ساتھ آکر بہت خوش تھی وہ جب بھی یوں اداس ہوتی تھی ہاشم اسے باہر لے آتا تھا اور اس کا مونڈ ٹھیک ہو جاتا تھا۔

"زنگر برگر اور پیزا دونوں"
روح نے سوچ کر کہا۔

"اور ہاں، آخر میں چاکلیٹ بھی۔"

وہ پھر سے بولی۔

"اور آئیس کریم بھی؟"

ہاشم آرڈر دینے جانے لگا تو وہ ایک بار پھر بولی جبکہ ہاشم اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ سب اکیلے کھالو گی کیوں کہ میں نہیں کھانے والا یہ سب"

ہاشم نے جاتے جاتے اسے دیکھا تھا۔۔

"آپ فکر نہ کریں میں کھالوں گی اگر اپ کو اس بات کا ڈر ہے کہ آپ کی جیب خالی ہو جائے گی تو اس میں میں کچھ بھی نہیں کر سکتی"

روح نے کندھے اچکا کر کہا تو ہاشم آرڈر دینے چلا گیا تھا ہاشم کے جاتے ہی روح نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔ گرم ماحول میں آکر اس کی کپکپاہٹ کچھ کم ہوئی تھی مگر دل کے اندر جو ٹھنڈ جمی ہوئی تھی وہ ابھی باقی تھی سردار موسیٰ نے جو کیا تھا اس پر وہ شرمندہ تک نہیں تھا اسے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ روح اس سے ناراض بھی ہے کچھ دیر بعد ہاشم واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ٹرے تھی۔ اس نے سامنے رکھ دی اور خود بھی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"لو بھئی، تمہاری فرمائش پوری اور ہاں، آئیس کریم بعد میں آئے گی، ابھی نہیں۔"

اس نے اس کے سامنے ٹیبل پر پیزا اور برگر رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

روح نے فوراً احتجاجی نظروں سے دیکھا۔

"یہی بات ہوئی پہلے یہ کھالو، پھر میٹھا بھی کھالینا"

روح نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اچانک ہاشم کی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہر گئی۔ وہ مسکرا تو رہی تھی، مگر آنکھوں میں کہیں کچھ ادھورا سا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن سردار موسیٰ سے ناراض ہے لیکن وہ کچھ بولا نہیں اس نے چپ چاپ برگر اس کے سامنے سرکایا۔

"کھاؤ"

اس نے نرمی سے کہا روح نے ایک نوالہ لیا۔ اسے واقعی بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔ چند لمحے ایسے ہی گزر گئے روح کھا رہی تھی اور ہاشم مسکراتی نظروں سے اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا باہر شیشے کے پار برف اب بھی گر رہی تھی، اندر ہلکی سی موسیقی چل رہی تھی۔

"آپ بھی کھائیں"

اسے خاموش دیکھ کر روح نے صلاح کی تھی جس پر وہ مسکراتی نظروں میں نہ میں سر ہلا گیا وہ پورا پیزا اور برگر کھا گئی تھی ہاشم مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا آئیس کریم کھانے کے بعد وہ دونوں واپسی کے لیے روانہ ہو گئے تھے کیوں کہ رات ہو رہی تھی راستے میں ہاشم نے اسے خوبصورت گجرے بھی لے کر دیے تھے۔



عدنان حفصہ کو لے کر کمرے میں آیا تھا اس کی انکھوں میں آنسوں تھے اور وہ بس اپنی نظریں اس پر جمائے ہوئے تھی دروازہ بند ہوتے ہی کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی۔ وہ خاموش کھڑی تھی، آنکھوں میں آنسو تھے مگر وہ گرنے سے پہلے ہی پلکوں میں قید ہو جاتے۔ عدنان نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا، جیسے اسے یہ احساس ہو کہ اس قربت سے بھی وہ ڈر سکتی ہے کمرے میں جلتی مدھم روشنی، باہر گرتی برف اور اندر پھیلا سناٹا سب کچھ اس لمحے کو اور بھاری بنا رہا تھا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

عدنان نے دھیمی آواز میں کہا،اس کے لہجے میں نرمی تھی اسے اپنے کپڑوں میں دیکھ کر اسے ہنسی بھی آرہی تھی اور شرمندگی بھی محسوس ہورہی تھی ہنسی کی وجہ وہ ان کپڑوں میں چھوٹی بچی لگ رہی تھی اور شلوار کے پائنچے اس کے پاؤں میں آرہے تھے اور شرمندگی اس وجہ سے تھی کہ وہ دو دن سے ان کپڑوں میں تھی اس کے لیے کوئی کپڑے بھی نہیں تھے وہاں اور نہ ہی اس نے اس بات کا احساس کیا تھا اب وہ اس کی بیوی تھی اس کی زمیداری تھی۔ حفصہ آہستہ سے بستر کے کنارے بیٹھ گئی۔اس کے ہاتھ شال میں الجھے ہوئے تھے، جیسے وہ خود کو سمیٹ کر رکھنا چاہتی ہو۔ عدنان چند لمحے اسے دیکھتا رہا، پھر الماری کی طرف بڑھا۔اس نے وہاں سے ایک کمبل نکالا اور آکر خاموشی سے اس کے کندھوں پر رکھ دیا وہ فوراً سے پیچھے ہو گیا تھا اس کا یوں پیچھے ہونا اسے اچھا نہیں لگا تھا۔

"کیا میں اتنی بری ہوں آپ یوں دور ہو گئے"

اس کی اواز میں نمی تھی اور وہ بچوں کی طرح اس سے سوال کر رہی تھی۔۔

"میں نہیں چاہتا تم مجھے اپنے پاس محسوس کر کے اس دن کی وجہ سے خوف"

وہ ابھی کچھ کہتا کہ حفصہ نے اسے خاموش کروا دیا۔۔

"بس کریں عدنان اگر ایسا کچھ ہوتا نہ اگر آپ نے اس دن وہ سب کچھ کیا ہوتا نہ تو اس وقت یوں میں آپ کے سامنے نہ ہوتی آپ کو یوں پاس پا کر اتنا نارمل نہ ہوتی جانتے بھی ہیں کیا گزرتی ہے اس وقت اس لڑکی پر جس کے ساتھ زبردستی ہو رہی ہے اور بعد میں اسی شخص کو اپنے اتنے پاس پا کا نارمل رہنا اپ لاکھ بار کہیں کہ اس دن وہ سب اپ نے کیا لیکن میں اس بات کا یقین نہیں کر سکتی اگر اس دن وہ سب اپ نے کیا ہوتا تو میں اس وقت آپ کے کمرے میں موجود نہ ہوتی اگر اس دن آپ نے وہ سب کیا تھا تو اس وقت میں آپ کے وجود سے اترے کپڑوں میں موجود نہ ہوتی اگر اس دن آپ نے وہ سب کیا تھا تو اس وقت میں آپ کے اس گھر میں نہ ہوتی میں کب کا بھاگ چکی ہوتی آپ کے ہاتھ میں یوں اپنا ہاتھ نہ دیتی بلکہ میں تو آپ کے پاس آنے پر ہی اپنی جان نکال لیتی اگر اس دن وہ آپ تھے

تو کہاں گئی اپ کی ہوس جو اس دن مجھے نوچ رہی تھی اور آج حق ہونے کے باوجود کچھ نہیں کر رہے بولیں نہ جواب دیں اب خاموش کیوں کھڑے ہیں"

وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھی جبکہ اس کے سوالوں پر وہ نظریں چرا گیا تھا اس کے پاس کوئی بھی جواب نہیں تھا۔

"بولیں نہ خاموش کیوں ہیں اب"

حفصہ نے ایک بار پھر سے اس سے سوال کیا۔۔

"مجھے نہیں پتہ تمہیں کیوں ایسا لگتا ہے لیکن اس رات میں ہی تھا اگر یقین نہیں آتا تو میں تمھیں یقین دلا دیتا ہوں"

وہ اس کے بلکل پاس آ گیا تھا وہ جو بیڈ پر بیٹھی تھی اسے تھام کر کھڑا کیا تھا اس کے اوپر سے کمبل گر گیا تھا اب وہ صرف شال میں تھ میں عدنان نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ لیا تھا جبکہ حفصہ حیران ہوئی وہ کیا کر رہا ہے۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں اپ"
حفصہ نے آہستہ سے کہا اور اس کی طرف دیکھا اس کی وہ ہیزل آنکھیں واقعی بہت خوبصورت تھی۔۔

"ثابت کر رہا ہوں کہ اس دن جو ہوا وہ میں نے کیا تھا"
عدنان نے سختی سے کہا جبکہ اس کی بات پر حفصہ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"ایک بات بتاؤ جب اس رات وہ شخص میرے ساتھ زبردستی کر رہا تھا نہ میں اس کے سینے تک نہیں بلکہ کندھوں تک آ رہی تھی"

وہ یہ بات ضبط کے عالم میں بول رہی تھی جبکہ عدنان کو بھی غصہ ایا تھا وہ بار بار کیوں اس لمحے کو سوچ رہی تھی اسے بتا رہی تھی عدنان خود باخود اس سے دور ہوا تو وہ گرنے لگی تھی وہ پھر سے فوراً سے اس کے قریب ایا اور اسے تھام لیا۔۔

"تم ٹھیک ہو"

عدنان نے آنکھوں میں نرمی لائے ہوئے پوچھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"بس دو دن سے کچھ کھایا نہیں اس وجہ سے ہوا ہو گا"

اس کی بات پر وہ مزید شرمندہ ہو گیا وہ کیسے اس سے اتنا غافل رہا کہ وہ اتنے دن کی بھوکی ہے اور اسے معلوم بھی نہیں ابھی وہ مزید کوئی بات کرتا کہ دروازہ بجا تھا عدنان نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور خود دروازہ کھولنے کے لیے گیا تھا سامنے نسیم خالہ کھڑی تھی جن کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی عدنان نے ان سے کھانا لیا اور کمرے کا دروازہ بند کیا اس نے کھانا اس کے سامنے لا کر بیڈ پر رکھا۔۔

"کھانا کھاؤ"

عدنان نے سنجیدگی سے کہا اور خود جا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا حفصہ نے کھانا دیکھا گرم گرم کھانے کی خوشبو کمرے میں پھیل گئی تھی دو دن کی بھوک کے بعد کھانا اس کے سامنے تھا اس نے فورا سے کھانا شروع کیا تھا ہے بہت تیز تیز کھانا کھا رہی تھی اس یوں تیز تیز کھاتا دیکھ کر وہ اس کی بھوک کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

"آرام سے کھاؤ"

اس نے اسے تیز تیز کھاتا دیکھ کر کہا تھا جبکہ عدنان کی بات پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی اور آہستہ سے کہا رہی تھی۔

"مجھے ایک کام ہے میں جا رہا ہوں واپسی پر تمھارے کپڑے لے آؤں گا"

وہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ حفصہ نے اسے جاتا دیکھ وہ بس ایک بات نہیں سنجھ سکی تھی کہ عدنان اس سے جھوٹ کیوں بولا رہا ہے جبکہ اس نے کچھ کیا بھی نہیں تھا تو وہ کیوں خود کو اس کی نظروں میں برا بنا رہا تھا عدنان کے جاتے ہی کمرہ پھر سے خاموش ہو گیا تھا۔ حفصہ نے چند لمحے دروازے کو دیکھا، پھر نظریں جھکا لیں۔ اس کے ہاتھ میں نوالہ رکا ہوا تھا، اس نے وہ نوالہ واپس رکھ دیا تھا اب اس کا دل کھانے کا نہیں کر رہا تھا اس نے ٹرے سائیڈ پر رکھی اور بستر سے ٹیک لگا لی۔ کمبل کو اس نے اپنے گرد اور سمیٹا۔ کمرے کی مدھم روشنی میں اسے پہلی بار یہ احساس ہوا کہ وہ واقعی عدنان کے نام کے ساتھ جڑی ہوئی ہے جسے اس نے کبھی چاہا تھا وہ انھیں سوچوں میں تھی جب کمرے کا دروازہ پھر سے کھلا عدنان واپس آیا تھا اس نے حفصہ کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہی تھی اس نے نظر کھانے کی ٹرے پر بھی ڈالی اس نے بس اتنا ہی کھایا تھا جب تک کہ وہ کمرے میں تھا۔۔

"کھانا کیوں چھوڑ دیا"

وہ ٹیبل سے گاڑی کی چابیاں لیتے ہوئے بولا۔۔

"بس کافی ہے میں اتنا ہی کھاتی ہوں"

اس کے جواب پر وہ سر ہلا کر واپس چلا گیا جبکہ حفصہ اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی اور اب دروازے کو جہاں سے ہو گیا تھا ایک بار پھر اس کے اندر اور کمرے دونوں میں خاموشی چھا گئی تھی اور وہ خالی نظروں سے بس دروازے کو دیکھ رہی تھی۔

سردار موسیٰ کو اس وقت چائے کی ضرورت ہو رہی تھی رات کو سونے سے پہلے روح اس کے کمرے میں چائے رکھ کر جاتی تھی لیکن اج اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا وہ اس سے ناراض تھے اس لیے بات بھی نہیں کر رہی تھی اور سردار موسی کچھ سمجھ نہیں ایا تھا وہ اس سے کس بات پہ ناراض ہے اس وقت وہ اپنے کمرے سے نکلا تھا کیونکہ چائے پیے بغیر اسے نیند نہیں ا رہی تھی یہ اس کی عادت تھی صبح اور شام دونوں کی چائے وہ لازمی پیتا تھا اور یہ اس کی ضرورت بن چکی تھی اب اس وقت بھی وہ نیچے ایا تھا نظر اس کی روح اور ہاشم پر پڑی تھی جو کہ حویلی کے اندر داخل ہو رہے تھے سردار موسی نے ان دونوں کو دیکھا اسے اندازہ نہیں تھا کہ روح حویلی میں نہیں ہے اور نہ ہی ہاشم اسے کچھ بتا کر گیا تھا ان دونوں کی نظر بھی سردار موسی پر پڑی تھی روح نے ہاشم کو دیکھا وہ دونوں رک گئے تھے سردار موسی چل کر ان کے پاس ایا۔۔

"ٹائم دیکھیں رات کے 11 بج رہے ہیں اور تم لوگ اب تک حویلی سے باہر تھے"

سردار موسی کی لہجے میں سختی تھی اور اس نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔

"میں کوئی چھوٹا بچہ نہیں ہوں جو گم ہو جاؤں گا اور ویسے بھی میں روح بہت دنوں کے بعد گھومنے کے لیے گئے تھے اسی لیے ٹائم لگ گیا"

ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سادہ سا جواب دیا تھا اس کے اس طرح جواب دینے پر سردار موسی نے غصے سے اسے دیکھا اس کا یہ لہجہ روح کے سامنے سردار موسی کو ہر گز بھی اچھا نہیں لگا تھا۔۔

"اپنی بقواض بند کرو جو بات پوچھی ہے صرف اس کا جواب دو چھوٹے بچے نہیں ہوا گر میری بیوی کو لے کر گئے تھے مجھ سے اجازت لینی چاہیے تھی نا"

سردار موسیٰ اپنا غصہ ضبط کیے کھڑا تھا ایک تو پہلے ان دونوں نے مل کر اسے اگنور کیا تھا اس کی کوئی بات نہیں سنی تھی روح بلاوجہ اس سے ناراض تھی اور ہاشم اس کا ساتھ دیر اجاؤ یہ ساری باتیں اسے مزید غصہ دلا رہی تھی اور اس وقت تک وہ دونوں حویلی سے باہر تھے کسی کو خبر بھی نہیں تھی۔

"میں خود ہاشم کے ساتھ گئی تھی اور ابھی صرف ہمارا نکاح ہوا ہے میں آپ کے ساتھ رخصت نہیں ہوتی تو مجھے اپ کی اجازت کی ضرورت نہیں" روح نے غصے سے یہ بات کہی تھی اور وہاں سے چلی گئی تھی ہاشم نے سردار موسی کو دیکھا۔۔

"تم دونوں کی لڑائی ہوئی ہے"

ہاشم نے روح کے جانے کے بعد اس سے سوال کیا روح کے جاتے ہی سردار موسی نے اسے گردن سے پکڑ لیا تھا۔۔

"اب بول کیا کر رہا تھا ہاں اپنی بہن کے سامنے پنکھ نکل آئے تھے تیرے" اسے گردن سے پکڑ کر نیچے کرتے ہوئے بولا تھا جس پر ہاشم کا سر جھ گیا تھا اس کے سارے بال اس کے منہ پر آ گئے تھے۔۔

"ارے ارے یار میں تو بس مذاق کر رہا تھا چھوڑ دے میں نے بس ویسے کہا تھا"

ہاشم نے اپنا سر اٹھانے کی کوشش کی تھی لیکن سردار موسیٰ نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا تھا۔۔

"مذاق کر رہے تھے دل کر رہا ہے تیری جان نکال دوں میں"

سردار موسیٰ نے اس کو چھوڑا اس نے جیسے منہ اوپر کیا سردار موسیٰ نے اس کے چہرے پر مکا مارا تھا ہاشم نے بھی چھوڑا نہیں تھا جوابی کاروائی کرتے ہوئے اس نے بھی سردار موسی کے چہرے پر مکا مارا تھا۔۔

"سردار ہو گا تو باقی سب کے لیے میرے لیے میرا کمینا دوست ہے"

ہاشم نے ہنستے ہوئے کہا اور اپنے منہ سے آتے خون کو صاف کیا خون سردار موسیٰ کے مکا مارنے پر ایا تھا۔۔

"کمینا انسان"

سردار موسیٰ نے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ لائے ہوئے کہا۔۔

"ویسے سب چھوڑ یہ بتا تم دونوں کی لڑائی ہوئی ہے کیا"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ ہٹا دیا تھا۔۔

"مجھے نہیں پتہ تمھاری بہن کو بلاوجہ ناراض ہونے کا شوق ہے اب میں کیا کر سکتا ہوں"

سردار موسیٰ نے کندھے اچھکا کر جواب دیا اس کے ایسے جواب پر ہاشم حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"روح ایسے ہی ناراض نہیں ہوتی موسیٰ یہ بات میں بہت اچھے سے جانتا ہوں"

ہاشم نے اس کے سامنے آتے ہوئے بات کی سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جہاں تک مجھے یاد ہے اور مجھے یہی لگتا ہے تمھاری بہن کو فضول میں منہ بنا کر بیٹھنے کی عادت ہے"

سردار موسیٰ نے ایک بات پھر کہا تو ہاشم کو اس کی بات پر غصہ ایا۔۔

"موسیٰ روح ایسی نہیں ہے اگر وہ تم سے ناراض ہے تو اس کا مطلب صحیح میں کوئی بات ہے اور اگر کوئی چھوٹی بات بھی ہے جو تمھارے نظر میں بڑی نہیں ہے لیکن اس سے روح کو تکلیف ہوئی ہے تو سمجھو تم اس کے لیے خاص ہوتے جا رہے ہو اس کے دل میں جگہ بنا رہے ہو"

ہاشم نے کچھ سوچتے ہوئے موسی کی طرف دیکھ کر جواب دیا تو وہ خاموش ہو گیا تھا فضا میں کچھ لمحے کو خاموشی چھا گئی سردار موسی خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔

"تم یہ سوچو کب سے روح تم سے بات نہیں کر رہی اور کیا وجہ ہو سکتی ہے"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔۔

"روح کو سمجھو وہ سمجھے بغیر کسی کی سمجھ میں نہیں اتی یقین جانو وہ دل کی بہت اچھی ہے اس سے پہلے جب اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں تھا کبھی اس نے تمہارے سامنے کوئی ناراضگی نہ ظاہر کی نہ تم سے کوئی بات کی اگر تم نے دیکھا ہو تو وہ ہمیشہ مجھ سے ناراض نظر اتی تھی کیونکہ میں جانتا ہوں جسے وہ عزیز رکھتی ہے اس سے ہی صرف اپنی ناراضگی ظاہر کرتی ہے اس کے علاوہ اور کسی کے سامنے بھی نہ ظاہر ہوتی ہے نہ کھلتی ہے"

ہاشم سردار موسیٰ کو خاموش دیکھ کر ایک بات پھر سے بولا تو سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"لیکن اگر اگلی بار میری بیوی کو کہیں باہر لے کے جانا ہو تو اس سے پہلے مجھ سے پوچھ لینا"

سردار موسیٰ نے اسے آنکھیں دیکھا کہا اس کی بات کو ہاشم نے سیریس نہیں لیا تھا۔

"روح میری بہن ہے میں جب چاہے اس سے بات کر سکتا ہوں اس کے ساتھ ٹائم سپینڈ کر سکتا ہوں اور جب چاہوں اسے باہر لے جا سکتا ہوں اس کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں"

ہاشم نے چہرے پر اسے جلانے والی مسکراہٹ سجا کر کہا تو سردار موسیٰ اسے گھور کر رہ گیا۔۔

"ایک بار رخصتی ہو جانے دو پھر اس کے پاس بھی تمھیں بھٹکنے نہیں دوں گا"

سردار موسیٰ نے اپنی بات کہہ کر اس کے نکلے ہوئے دانت اندر کر دیے تھے ہاشم نے برا سا منہ بنالیا۔

"اب تک جاگ رہے ہو تم"
ہاشم نے اس کا رخ کچن کی جانب دیکھ کر پوچھا

"بس نیند نہیں ارہی تھی اس لیے"
سردار موسیٰ کچن کی طرف جارہا تھا اور اسے بنا دیکھے اس نے کہا۔۔

"ٹھیک ہے میں تو تھک گیا ہوں اور مجھے بہت نیند ارہی ہے تم نے جو کرنا ہے تم کرو میں جارہا ہوں سونے"

ہاشم یہ بات کر کے وہاں سے جا چکا تھا سردار موسیٰ کچن میں آیا تو کچن میں پہلے ہی گلناز موجود تھی کچن کا بلب آن تھا اسے اس بات کی حیرت پہلے تھی لیکن اس نے سیریس نہیں لیا اس وقت گلناز کو کچن میں دیکھ کر سردار موسیٰ حیران ہوا تھا۔۔

"تم یہاں"

سردار موسیٰ نے بس اتنا ہی کہا گلناز نے بھی اس کی جانب دیکھا وہ جانتی تھی سردار موسیٰ یہاں ضرور آئے گا کیوں کہ اس نے سردار موسی پر نظر رکھی ہوئی تھی اس کے نیچے آنے کے بعد وہ بھی نیچے آ کر کچن کی جانب چلی گئی تھی۔۔

"ہاں وہ میرے سر میں درد ہو رہا تھا تو میں اپنے لیے چائے بنانے کے لیے آئی تھی"

گلناز نے اہستہ سے جواب دیا اس کی بات پر سردار موسیٰ نے بس ہاں میں سر ہلایا۔۔

"آپ کو کچھ چاہیے تھا سردار موسیٰ"
گلناز نے اس کو مڑتا دیکھ کر فورا سے کہا اس کی بات پر سردار موسیٰ روک گیا تھا اسے چائے کی شدید طلب تھی۔۔

"نہیں کچھ نہیں"
وہ یہ کہہ کر جانے لگا جب گلناز اس کے آگے آگئی۔۔

"سردار موسیٰ مجھے آپ سے بات کرنی ہے"

گلناز نے اپنے ہاتھ میں موجود کپ اس کے اگے کر دی تھی سردار موسیٰ نے کچھ سوچنے کے بعد کپ لے لیا کیوں کہ اسے سچ میں شدید طلب تھی روح جو کہ شدید پیاس کی وجہ سے نیچے ائی تھی یہ منظر دیکھ کر حیران ہو رہی تھی وہ وہی دروازے پر کھڑی ہو گئی۔۔

"ہاں بولو"

سردار موسیٰ وہاں موجود کرسی پر جا کر بیٹھ گیا۔۔

"وہ مجھے آپ سے معافی مانگی تھی جو باتیں میں نے آپ سے کی تھی لیکن آپ تو جانتے ہیں نہ محبت خود باخود ہو جاتی ہے اس پر کوئی زور نہیں لیکن میں کوشش کر رہی ہوں آپ کو اپنے دل سے نکالنے کی لیکن اپ مجھ سے یوں خفا اور ناراض مت رہا کریں جیسے آپ نور کندیل ماہا سے اچھے سے بات کرتے ہیں مجھ سے بھی کر لیا کریں".

گلناز اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر بولی تھی وہ حسین شہزاد اس وقت بہت حسین لگ رہا تھا سردار موسیٰ نے اسے ایک کے بعد دوسری بار نہیں دیکھا لیکن اس کی محبت بھری نظریں جو کہ سردار موسی کے چہرے پر تھی وہ روح سے برداشت نہیں ہو رہی تھی اور سب سے زیادہ جو اسے تکلیف دے رہی تھی چیز وہ تھی سردار موسیٰ کا اس کے ہاتھ سے چائے لینا اور وہ پینا۔۔

"کوئی بات نہیں گلناز"

سردار موسیٰ نے بس اتنا کہا۔۔

"میں نے دیکھا تھا سردار موسیٰ آپ نے ٹیبل پر بھی کھانا صحیح سے نہیں کھایا آپ کہیں تو گرم کر کے یہاں لگا دوں اپ کھا لیں"

گلنازنے مسکرا کر کہا تو سردار موسیٰ نے چائے کا کپ مکمل کر کے وہی رکھ دیا۔۔

"نہیں ضرورت نہیں ہے اور شکریہ چائے کے لیے اور اگر تم چاہتی ہو کہ میں تم سے نور ماہا اور کندیل والا رویہ رکھوں تو ویسا بنانا ہو گا تمھیں خود" سردار موسیٰ یہ بات کہہ کر کچن سے نکل گیا لیکن دروازے پر پہنچ کر وہ حیران ہوا تھا کیوں کہ وہاں روح کھڑی تھی اور اس کی انکھوں میں آنسوں تھے سردار موسی اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا وہ بخیر کچھ بھی کہے وہاں سے جانے لگی تھی سردار موسیٰ نے اس کا پاتھ پکڑ لیا تھا۔۔

"روح"

سردار موسیٰ اس کے آنکھوں میں موجود آنسوں کو سمجھ نہیں سکا تھا روح اپنے ہاتھ کو موڑتے ہوئے اس کے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی گلناز بھی باہر آئی تھی اور اس نے ان دونوں کو دیکھا ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر اس کی انکھوں میں جلن اگئی تھی وہ وہاں روک گئی۔۔

"جاؤ تم یہاں سے"

سردار موسیٰ نے سختی سے کہا اس کی بات پر گلناز برا سا منہ بنا کر وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے اور یہاں کیا کر رہی ہو"

سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں موجود نمی کو دیکھ کر بہت اہستہ سے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں ہوا اور میں بس پانی پینے آئی تھی"

سردار موسیٰ کی بات پر اس نے سادہ سا جواب دیا اور وہ اس جدوجہد میں تھی کہ سردار موسی اس کا ہاتھ چھوڑ دے۔۔

"کیوں اتنی جدوجہد کر رہی ہو جبکہ جانتی ہو تمھاری معصوم جان میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہیں نکال سکتی"

سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریبی کھینچ لیا سردار موسیٰ کے قریب کرنے پر روح کٹی ہوئی پتنگ کی طرح اس کے سینے سے لگی تھی۔

"سردار موسیٰ مجھے چھوڑیں"

وہ اس کی باہوں میں آتے ہی بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپنے لگی تھی۔۔

"کیوں چھوڑو"

سردار موسیٰ نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے اپنے قریب کر لیا جبکہ اس کی اس بات پر روح نے برا سا منہ بنایا تھا۔۔

"آپ کو سمجھ نہیں آتی چھوڑیں مجھے"
وہ غصے سے بولی اس کی اواز تیز ہوئی سردار موسی نے اسے خود سب دور کر کے دیوار کے ساتھ لگا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔۔

"آہستہ نہیں بول سکتی"
سردار موسیٰ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ان دونوں کو ساتھ دیکھے اس لیے وہ بولا۔

"نہیں میں نہیں بول سکتی سے لیے مجھے چھوڑ دیں"

روح نے اس کے ہاتھ پر اپنے دانت سے کاٹا سردار موسیٰ اس کے لیے تیار نہ تھا اس لیے اس نے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اس کے بعد روح بولی تھی۔۔

"تم جنگلی بلی ہو کیا"

سردار موسیٰ نے اپنے ہاتھ پر اس کے دانتوں کے نشان دیکھ کر کہا۔۔

"پیچھے ہوں"

وہ جو اس کے سامنے کھڑا تھا روح نے غصے سے کہا۔

"اگر نہ ہوں"

سردار موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے تنگ مت کرو سردار موسیٰ جب میں نے ایک بار کہا کہ پیچھے ہو تو پیچھے ہو نہ اور اگر میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی تو کیوں مجھ سے بات کر رہے ہو"

روح نے اب کی بار بغیر لحاظ کیے ہوئے کہا وہ اس لہجے میں اس سے بڑے دنوں بعد بات کر رہا تھا۔۔

"روح ہوش میں ہو کیسے بات کر رہی ہو مجھ سے"

سردار موسیٰ نے اس کے لہجے کو دیکھ کر کہا۔۔

"مجھے نہیں پتہ اور میں جب تم سب بات ہی نہیں کرنا چاہتی تو کیوں مجھ سے بات کر رہے ہیں"

روح نے اس کی بات پر پھر سے اسی لہجے میں کہا تو سردار موسیٰ پیچھے ہو گیا تھا۔۔

"جب دربارہ اپنا لہجا صحیح کر لو اور تمھیں یاد آجائے میں تمھارا کون ہوں پھر بات کریں گیں"

سردار موسیٰ یہ کہہ کر وہاں سے جا چکا تھا جبکہ روح اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی اس کی انکھوں میں نمی دیکھ کر آنسو دیکھ کر بھی اسے اندازہ نہ ہوا وہ اس سے ایسے کیوں نہیں بات کر رہی ہے وہ کیوں اس سے ناراض ہے کیا وجہ ہو سکتی ہے وہ اتنے دنوں سے اس سے بات نہیں کر رہی تھی لیکن اسے پتہ ہی نہیں چلا وہ اس سے ناراض ہیں کہ اس کی یہی ویلیو تھی اس کی زندگی میں حالانکہ روح خود کو اس کے لیے بدل رہی تھی جو اس نے کہا وہ ویسے کر رہی تھی لیکن وہ اس سے ناراض ہوئی سردار موسی کو پتہ ہی نہیں تھا وہ گلناز کی وجہ سے اس سے ناراض تھی اس دن اس نے سب کے سامنے اس کے ہاتھ سے چائے لے کر پینی چاہی تھی اگر وہاں روح نہ ہوتی تو وہ پھر پی لیتا لیکن پھر بھی اسے یہ بات سمجھ نہیں ائی کہ وہ اس وجہ سے اس سے ناراض تھی اور اب بھی اس کی انکھوں میں انسو تھے وہ اس بات کو نہیں سمجھ پایا وہ کیوں رو رہی تھی اس کی انکھوں میں انسو کیوں کہ اس کی انکھوں میں

موجود انسوؤں کی وجہ کیا تھی حالانکہ اب تو سبب بالکل واضح تھا لیکن پھر بھی وہ نہیں سمجھ پایا تھا روح بغیر کچھ بھی کہے خاموشی سے دوبارہ سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔



ہو طرف خاموشی کا راج تھا۔ برف کی موٹی تہہ درختوں کی شاخوں اور پتوں پر جمی ہوئی تھی، جس سے پورا جنگل سفید چادر اوڑھے کھڑا لگتا تھا۔ سرد ہوا کے جھونکے جب شاخوں سے ٹکراتے تو برف کے ذرے آہستہ آہستہ نیچے گرتے، اور اس سنسان فضا میں مدھم سی سرسراہٹ پیدا ہو جاتی اسی سنسان جنگل کے بیچ ایک فیکٹری نما بلڈنگ کھڑی تھی۔ باہر سے وہ پرانی ضرور لگتی تھی، مگر اب بھی مضبوط محسوس ہوتی تھی۔ اونچی دیواریں، لوہے کے دروازے اور ٹوٹی ہوئی کھڑکیاں سب کچھ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ یہاں کبھی کام ہوا کرتا تھا، مگر اب یہ جگہ خاموشی میں ڈوب چکی تھی۔ چاندنی درختوں کے بیچ سے چھن کر اس عمارت پر پڑ رہی تھی، جس سے اس کا خدوخال اندھیرے میں بھی صاف دکھائی دے رہا تھا جنگل کی خاموشی مکمل نہیں تھی۔ کہیں دور سے الو کی آواز سنائی دیتی، کہیں جھاڑیوں میں کسی جانور کی حرکت کا احساس ہوتا، اور رات کے کیڑوں کی ہلکی ہلکی بھنبھناہٹ اس سنسان ماحول کو زندہ رکھتی تھی۔ فیکٹری کے

گرد کھڑا جنگل یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس عمارت کی خاموشی کا پہرہ دے رہا ہو اس فیکٹری کے ایک کمرے میں چار لوگ موجود تھے تین لوگ اس طرح کھڑے تھے کہ ان کے چہرے سایوں میں چھپے ہوئے تھے۔ان کے جسموں کے خد و خال دکھائی دے رہے تھے، مگر اندھیرے اور روشنی کے ملاپ نے ان کی شناخت کو دھندلا رکھا تھا۔ وہ خاموش تھے، مگر ان کی موجودگی محسوس کی جا سکتی تھی چوتھا شخص عدنان تھا۔ کھڑکی سے آنے والی روشنی اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی، جس سے اس کے تاثرات صاف دکھائی دے رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے تم اتنے پریشان کیوں ہو"
ان میں سے ایک شخص نے کہا اس کی بات پر عدنان نے اس کے دھندلے چہرے پر نظر ڈالی۔۔

"Black Mamba مجھے سمجھ نہیں آرہا"

عدنان نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا ان کے ٹیم کا لیڈر تھا Black Mamba اس کا اصل نام کسی کو بھی نہیں پتہ تھا اس کے ٹیم کے لوگ اسے Black Mamba کہہ کر بلاتے تھے۔ بلیک مامبا سانپ کی ایک قسم تھی۔ دنیا میں سب سے تیز، سب سے خاموش اور سب سے مہلک۔ حرکت میں اتنی نفیس کہ کوئی لمحہ بھی اس کی موجودگی کا اندازہ نہ لگا سکے۔ خطرہ محسوس ہوا تو وہ حملہ کر دیتا، اور ایک ہی لمحے میں سب کچھ بدل دیتا۔ یہ سانپ نہ صرف طاقتور تھا بلکہ صبر کا پیکر بھی چھپ کر اپنے شکار کا انتظار کرتا، ہر حرکت کا حساب رکھتا، اور پھر بالکل صحیح وقت پر وار کرتا۔ کوئی بھی اس کی رفتار یا مہارت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ ایسی ہی خاموشی، ایسی ہی مہارت، اور ایسی ہی مہلکیت، انسان کی شکل میں بھی ممکن تھی جس کا ہر قدم، ہر فیصلہ، اور ہر حرکت ایک سایہ کی طرح اثر ڈالتی تھی اور وہ سب اس ایک شخص میں تھا وہ ایسی شخصیت رکھتا تھا ایسے ہی ڈھستا تھا اپنے شکار کو۔

"حفصہ کو پتہ چل گیا ہے اس کے ساتھ جو بھی کچھ ہوا ہے وہ میں نے نہیں کیا ہے"

عدنان نے بات رکھی تو وہ اپنی تیخی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"اندازہ تھا مجھے وہ جان جائے گی یہ بات"

بلیک مامبا کے ساتھ کھڑے ایک شخص نے کہا جس پر عدنان نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"اسے اپنے یقین میں لو اور کوشش کرنا تمھاری حویلی میں یہ بات وہ کسی کے سامنے نہ کرے اسے اپنی محبت کا یقین دلاؤ اب وہ تمھاری بیوی ہے اس کے ساتھ جو بھی ہوا مجھے یقین ہے تم عقل مند شخص ہو اسکے ڈر کو اس پر استعمال نہیں کرو گے بلکہ اس کے لیے ایک محفوظ محرم بنو گے کیونکہ جس نے حفصہ کے ساتھ یہ کیا اسے تو ہم نے پکڑ لیا ہے لیکن اس کا تعلق آگے شہنشاہ سے ہے لیکن وہ بول نہیں رہا اس سے سب کچھ اگلوانا ہو گا اور ہمیں ان قبیلے میں جتنے بھی کوٹھے ہیں وہ سب ختم کرنے ہیں"

بلیک مامبا کچھ سوچ کر بولا تھا سردار موسیٰ کو جب اندازہ ہوا اس کی سربراہی میں اس ہی کی قبیلے کی لڑکیوں کو محبت کے نام پر پہلے پھنسایا جاتا تھا اور پھر انھیں کوٹھے پر لے جایا جاتا تھا تو اس نے درخواست ایس پی آفس میں دی تھی جس پر ایس پی نے سکیرٹ ایجنٹ کے لوگوں کر اس کام پر لگایا تھا اب اس کیس پر سکیرٹ ایجنٹ کے لوگ کام کر رہے تھے جو یہ سب کروا رہا تھا اس کا نام شہنشاہ تھا شہنشاہ دشمن تھا سردار موسیٰ کا وہ اسے برباد کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے سردار موسیٰ کو عدنان کے خلاف کر دیا تھا جس شخص نے اس دن حفصہ کے ساتھ زبردستی کی تھی اور پھر الزام عدنان پر آیا وہ شخص یہ سب کر کے وہاں سے فرار ہو گیا تھا وہ شہنشاہ کا آدمی تھا عدنان کو وہاں سے بھیجنا بھی ایک سازش تھا ورنہ وہ اس وقت اپنے ڈیرے پر ہی تھا جب وہ واپس وہاں آیا کمرے میں گیا تو حفصہ بے ہوش پڑی تھی ان کا مقصد سردار موسی کو عدنان کے خلاف کرنا تھا اور حفصہ نے اس شخص کا چہرہ نہیں تھا دیکھا اور نہ ہی عدنان کو اتنا قریب اور غور سے دیکھا کہ وہ پہچان

پاتی اس کے ساتھ زبردستی کرنے والا کوئی اور تھا اور اس شخص نے ڈیرے کے قریب لوگوں کو اکھٹا کر دیا اور اس نے یہ سازش رچائی اور اس سازش میں عدنان نے کو جیسے پھنسایا گیا وہ پھنساتا گیا کیوں کہ وہ لڑکی اس کی محبت تھی اس لڑکی سے محبت کے بعد ہی تو وہ خود کو جان سکا تھا اس نے الزام بھی اپنے سر لے لیا بلیک مامبا اس سب سے واقف تھا وہ یہ بات جانتا تھا کہ حفصہ کی ماں کا بھی شہنشاہ سے تعلق ہے اس نے ہی جان بوجھ کر حفصہ کو کہا تھا کہ عدنان اسے اپنے ڈیرے پر بلا رہا ہے اس لیے وہ سب جانتے تھے لالچ میں آکر کبھی بھی اس کی ماں عدنان کو جان سے مارنے کی سزا دلوانے نہیں دے گی اب شہنشاہ کو یہ لگتا تھا کہ سردار موسیٰ اور عدنان ایک دوسرے کے دشمن ہیں لیکن اصل میں ایسا نہیں تھا عدنان بھی ایک سیکرٹ ایجنٹ میں سے ہی ایک تھا۔

"میں جانتا ہوں"

عدنان نے کہا کیوں کہ وہ اپنی حفصہ سے بہت محبت کرتا تھا اور جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوا تھا اس سب میں اس معصوم کی غلطی بلکل بھی نہیں تھی۔۔

"تم اپنے ارد گرد سے محتاط رہنا کیا ہو رہا ہے کیا نہیں اپنے ڈیرے حویلی سب ہر ایک شخص پر نظر رکھو اور کوشش کرنا حفصہ سے اس کی ماں کو ملنے مت دینا"

بلیک مامبا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا وہ کوئی خاموش چال چل رہا تھا اس کے دماغ میں بہت کچھ چل رہا تھا اور آہستہ ہستی اس نے اپنے پر کام کو مکمل کرنا تھا ہر مقصد کو۔۔

"ٹھیک ہے"

عدنان نے آہستہ سے کہا بلیک ماما وہاں موجود ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس کا چہرہ اب بھی دھندلا تھا۔۔

"اب تم جا سکتے ہو"

اس نے یہ کہا تو کمرے کا دروازہ کھل گیا تھا عدنان بغیر کچھ بھی کہے وہاں سے جا چکا تھا۔۔



صبح کی پہلی کرن ہر چیز کو آہستہ آہستہ روشن کر رہی تھی وہ اپنے گھر کے gym میں موجود ورزش کر رہا تھا اس نے اتنی سردی میں بس ایک بنیان ڈال کر رکھا ہوا تھا کوئٹہ کی سردی جو کہ تھر تھرا دینے والی تھی اور وہ اس میں پسینے میں لبریز ورزش کر رہا تھا اس کی انکھوں کے سامنے منظر لہرایا تھا اس کے gym سے روڈ کی طرف کھڑکی تھی اور اس نے پہلی بار روح کو یہاں سے دیکھا تھا اور وہ اس لڑکی کی محبت میں گرفتار ہوا تھا لیکن اب تو سب ختم تھا وہ محبت کی اذیت جاننے کے بعد بھی اپنے پیچھے ایک معصوم سی کلی کو اس اذیت میں مبتلا کر کے آیا تھا۔

"سر میں آجاؤں"

دلبر خان نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو یحییٰ نے اس کی جانب دیکھتے بغیر اندر آنے کی اجازت دی تھی۔۔

"کیسی ہے وہ"

یحییٰ جیسے بے چین تھا اس کا حال سننے کے لیے اتنے دنوں کے بعد وہ اب اس کی حالت دریافت کر رہا تھا۔۔

"سر نہیں ٹھیک وہ خود کو بس ایک کمرے تک محدود کر چکی ہے اس کے ماں باپ نے اس سے رشتہ ختم کر دیا ہے اور اب وہ آپ کے نام پر اس حویلی میں موجود ہے"

دلبر خان نے اکر بتایا تو یحیی نے آنکھیں زور سے بند کر لی مطلب وہ اپنی بربادی چن چکی تھی آگے بڑھے کے بجائے اس نے خود کو روک لیا تھا وہی جہاں وہ اسگ چھوڑ کر گیا تھا وہ سب کچھ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا اس نے اپنا ٹاول اٹھا کر پسینہ صاف کیا تھا اس کا کسرتی وجود بہت اچھے سے نمایا ہو رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تم جاؤ"

اس نے بس اتنا ہی کہا تو دلبر خان وہاں سے چلا گیا اس کے سامنے وہ منظر لہرایا تھا جب وہ پہلی بار ماہا سے ملا تھا وہ گر رہی تھی اور اس نے اسے تھام تھا اس کی انکھوں میں تب ہی وہ اپنے لئے پسند گی دیکھ چکی تھی پہلی نظر میں ہی ماہا کو اس سے محبت ہو گئی تھی یہ بات وہ جان گیا تھا کیوں کہ اسی پہلی نظر میں ہی تو اسے روح سے محبت ہوئی تھی اسے یاد آ رہا تھا ماہا کا اپنی محبت کا اقرار کرنا اور اسے یقین دلانا لیکن وہ نہیں دلا پائی اور یحییٰ اسے چھوڑ کر آ گیا تھا۔۔

"کیا میں نے صحیح کیا"

اس نے خود سے سوال کیا تھا لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی وہ معصوم سی 17 سال کی لڑکی بہت پیاری تھی وہ کسی بھی شخص کا انتخاب ہو سکتی تھی لیکن وہ تو پاگل اس شخص سے محبت کر کے خود کو برباد کر چکی تھی جو شخص خود محبت میں حارا ہوا تھا۔۔



وہ رات کا گیا اب حویلی آیا تھا حفصہ نے پوری رات اس کی انتظار میں گزار دی تھی وہ جانتی تھی اس کا رویہ اس کے ساتھ صحیح نہیں ہے لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں اس کا دل اس کا انتظار کر رہا تھا شاید جو اس کے دل میں محبت تھی وہ اسے ایسا کرنے پر مجبور کر رہی تھی رات کو نہ جانے کون سے پہر اس کی انکھ لگ گئی تھی اور وہ اتنے دنوں کے بعد کچھ سکون سے سوئی تھی صبح وہ کمرے میں آیا تو اسے سوتا ہوا پایا تھا سوتے ہوئے وہ بہت ہی پیاری لگ رہی تھی اس کے بال جو کہ جوڑے میں قید تھے وہ خود بخود کھل گئے تھے اور اس کے چہرے کا احاطہ کر رہے تھے اس وقت وہ سفید شلوار قمیض میں ملبوس سو رہی تھی اس نے سادہ سا سفید سوٹ ڈالا ہوا تھا جو اس سے زیادہ تنگ نہ کرے رات دیر سے سونے کی وجہ سے وہ اب تک نیند میں تھی شاید اس کی نیند مکمل نہیں ہوئی تھی عدنان تو اس کی خوبصورتی دیکھ رہا تھا خوبصورت ہی میں وہ بے مثال تھی وہ 17 سال کی تھی لیکن وہ اپنی عمر سے بھی چہرے میں کم لگتی تھی کوئی بھی یقین نہ کرتا کہ وہ 17 سال کی ہے

ہر کوئی اسے 1514 سال کی بچی سمجھتا اور کہاں 25 سال کا عدنان حفصہ کو دیکھ کر اپنے چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ اس کے پاس ایا تھا اب اس کے پاس کوئی بھی وجہ نہیں تھی اسے خود سے دور رکھنے کی یا پھر اس سے دور رہنے کی اب وہ مزید تکلیف نہ تو اسے دے سکتا تھا نہ ہی اس سے دور رہنا اب اس کے لیے ممکن تھا کیونکہ وہ شخص بھی تو اس سے محبت کرتا تھا وہ بھی تو حفصہ کو پانے کا خواہش مند تھا لیکن نہ جانے قسمت میں کون سا کھیل کھیلا تھا لیکن قسمت پھر بھی ان دونوں کی جڑ گئی تھی وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بنے تھے اور ایک دوسرے کو مل بھی گئے تھے نیند میں اپنے اوپر نظروں کی گہری تپش محسوس کرتے ہوئے وہ کسمسائی تھی نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے اپنی انکھیں کھول دی تھی اپنے سامنے عدنان کو کھڑا دیکھ کر واٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ"

وہ گھبرا گئی تھی یہ گھبراہٹ نہ جانے کس چیز کی تھی اس کے سینے پر دوپٹہ نہیں تھا اور شاید اس کے گھبراہٹ کی وجہ بھی یہی تھی۔۔

"ریلیکس ہو جاؤ میں تمہیں کھا تو نہیں رہا"
اس کو یوں گھبرا تا دیکھ کر عدنان نے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سجائے پیار سے کہا اس کا ایسا لہجہ دیکھ کر حفصہ حیران ہوئی تھی۔

"نہیں آپ کب آئے"
حفصہ نے اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔۔

"جب تم سو رہی تھی"

اس نے مختصر سا جواب دیا اور جا کر صوفے پر بیٹھ گیا حفصہ اسے ہی دیکھ رہی تھی وہ کافی تھکا ہوا لگ رہا تھا اس کی انکھیں بھی سرخ ہو رہی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا پوری رات وہ کوئی کام کرتا رہا ہے اور اب اسے ارام کی سخت ضرورت ہے حفصہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی تھی۔

"اپ اکر آرام کر لیں"

اس نے اسے صوفے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں تم ارام کرو"

عدنان یہ بات سمجھ گیا تھا وہ بھی رات لیٹ سے سوئی ہے اسی لیے اس نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں مجھے اب نیند نہیں آئے گی اپ آ کر سو جائیں"

وہ بیڈ سے دور ہو کر کھڑی ہو گئی تھی عدنان اسے دیکھ رہا تھا وہ گھبرائی ہوئی سی لگ رہی تھی وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور آ کر حفصہ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

"کیا بات ہے تم ٹھیک ہو"

عدنان کو ایسا محسوس ہوا جیسے اسے کسی بات کا ڈر ہو اور وہ گھبرا رہی ہو اسی لیے اس نے اس سے پوچھا۔

"اپ اس لیے میرے قریب نہیں آ رہے نا کیونکہ میں بد کردار"

وہ ابھی اپنی بات مکمل کرتی عدنان نے اس کی چہرے پر ہاتھ رکھ دیا اس کی یہ بات سیدھا عدنان کے دل پر لگی تھی وہ لڑکی اس کی محبت تھی اور وہ اپنے بارے میں ایسے الفاظ استعمال کر رہی تھی جو کہ عدنان اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا پہلے وہ جیسا بھی تھا لیکن اب اس لڑکی کی محبت نے اسے بدل دیا تھا اور وہ ہر چیز کو ایک الگ نظریے سے دیکھنے لگا تھا اب وہ پرانا عدنان نہیں رہا تھا جس کے اندر ہر خرابی موجود تھی ہر برا کام وہ کرتا تھا حفصہ کی محبت نے اسے مکمل طور پر بدل دیا تھا اس نے وہ سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور اب وہ صرف اور صرف اس لڑکی کی محبت میں گرفتار تھا۔

"خبردار جو اپنے بارے میں دوبارہ تم نے ایسی بات کی آج تو تم نے یہ بات کہہ دی اور میں معاف بھی کر رہا ہوں لیکن اگلی بار اگر تم نے اپنے بارے میں کوئی ایسی بات کی یا پھر سوچی میں کبھی معاف نہیں کروں گا"

وہ آنکھوں میں غصہ لیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں موجود سختی اور غصہ حفصہ کو گھبرانے پر مجبور کر رہی تھی۔

"پھر کیوں آپ میرے ساتھ ایسا کر رہے ہیں"

حفصہ بھی خاموش نہیں رہی تھی اسے اپنے سوال کا جواب چاہیے تھا وہ جاننا چاہتی تھی وہ کیوں اس سے جھوٹ بول رہا ہے جبکہ اس کے ساتھ زبردستی کرنے والا کوئی اور تھا عدنان نہیں تھا پھر بھی وہ اس جھوٹ کو صحیح ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔

"کیا کر رہا ہوں میں میں نے تو تمہیں کچھ بولا ہی نہیں اپنے سے تم جو بھی بول رہی ہو خود سے بول رہی ہو نہ میں نے تمہیں کچھ کہا نہ میں نے تم پر کسی طرح کا کوئی الزام لگایا جو الفاظ تم اپنے بارے میں استعمال کر رہی ہو میں وہ استعمال کرنے کے بارے میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تم جو کر رہی ہو حفصہ وہ خود کر رہی ہو اور جو تم سوچ رہی ہو وہ اپنے سے سوچ رہی ہو"

عدنان نے کہا تو حفصہ خاموش ہو گئی وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا اس نے تو اب تک اسے کچھ بھی نہیں کہا تھا حالانکہ اسے یہاں ائے ہوئے تین چار دن ہونے والے تھے اس نے نہ تو اس پر کوئی الزام لگایا تھا اور نہ ہی اس سے کوئی سوال کیا تھا۔

"لیکن اپ کا رویہ"

ابھی حفصہ اپنی بات مکمل کرتی کہ عدنان پھر سے بول پڑا۔

"کیا ہوا ہے میرے رویے کو تم خود ہی بتاؤ کیا میں تمہیں مار رہا ہوں، اپنے الفاظوں سے تمہارے دل کو زخمی کر رہا ہوں کیا کر رہا ہوں میں کچھ بھی تو نہیں کر رہا تو پھر کیوں تم اپنے چھوٹے سے دماغ کو خود اتنا استعمال کر رہی ہو"

اس نے حفصہ کے بات مکمل نہ ہونے دی اور خود بول پڑا جبکہ اس کی باتیں سن کر حفصہ بالکل خاموش ہو گئی تھی کیونکہ اس کی ہر بات ٹھیک تھی اس نے نہ تو اس سے کوئی سوال کیا تھا اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی ایسا رویہ رکھا جس سے وہ یہ سمجھ لیتی کہ عدنان اسے بد کردار کہہ رہا ہے۔

"کیا میں نے تم سے اس دن کے حوالے سے کوئی سوال کیا جو تمہیں لگے میں تمہارے کردار پہ شک کر رہا ہوں"

عدنان سوال کر کے خاموش ہو گیا تھا حفصہ نم انکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"بولو نہ حفصہ"

اس کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر عدنان نے ایک مرتبہ پھر سے اس سے پوچھا جس پر حفصہ نے نا میں سر ہلایا تھا عدنان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اسے اپنے قریب کیا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر حفصہ مکمل طور پر حیران ہو چکی تھی یہ پہلی بار تھا کہ عدنان اس کے قریب آیا تھا اور اس نے یوں محبت سے خود اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا تھا اس کے ایسا کرنے پر حفصہ کے چہرے پر شرم کی لالی آگئی تھی اور وجود میں ایک الگ سا محسوس ہوا تھا۔

"اس دن جو ہوا اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے حفصہ اس بات کی گواہی میں خود دیتا ہوں اور تم خود بتاؤ جب تمہارا شوہر تم سے یہ بات کہہ رہا ہے وہ خود تمہارے کردار کی گواہی دے رہا ہے تو کیا اس کے بعد تمہیں کسی اور کی پرواہ کرنی چاہیے کسی اور کی باتوں کا تم پر فرق پڑنا چاہیے"

وہ اس کی کردار کی صفائی دیتے ہوئے اسے سوال کر رہا تھا جبکہ اس کے ایسا کہنے پر حفصہ بالکل ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی اسے تو یقین ہی نہیں تھا کہ عدنان اس سے ایسی کوئی بات کرے گا۔

"اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے مجھے اپنی بیوی کی پاکی پر اور اس کے کردار پر پورا یقین ہے اگر میری گردن پر تلوار بھی رکھی جائے اور بولا جائے کہ میں اس بات کو تسلیم کروں تمہارا کردار پاک نہیں تب بھی میں اپنی گردن کٹوالوں گا لیکن یہ گواہی کبھی بھی نہیں دوں گا تم کتنی پاک ہو اور تمہارا کردار کتنا صاف ہے یہ صرف اور صرف میں جانتا ہوں تو کسی اور کی فکر کرنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے"

اس کی ان باتوں پر حصہ رونے لگ گئی تھی اس نے عدنان کو گلے لگا لیا تھا اسے احساس ہی نہ ہوا تھا وہ کیا عمل کر بیٹھی ہے۔

"اپ سچ کہہ رہے ہیں عدنان"

وہ اس کے ساتھ لگ کر پوچھ رہی تھی۔

"میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گا"

عدنان نے اسے خود سے دور کرتے ہوئے حفصہ کے آنسوں جو اس کے سینے پر گر رہے تھے انہیں صاف کیا تھا۔

"تو پھر یہ بات کیوں نہیں مان لیتے جو اس دن ہوا وہ اپ نہیں تھے بولے نا عدنان وہ آپ نہیں تھے"
وہ اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑ کر پوچھ رہی تھی عدنان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اس کی بیوی اسے اس حد تک جانتی ہے۔

"اپ مسکرا کیوں نہیں ہیں میں نے اپ سے سوال کیا ہے میرے سوال کا جواب دیں"
وہ اس کی شرٹ کو چھوڑتے ہوئے اب کی بار نرمی سے بولی تھی۔۔

"جب اتنا یقین ہے تو کیا میرا تحقیق کرنا ضروری ہے"

عدنان نے اس سے سوال کیا۔۔

"بالکل بھی نہیں میں یہ بات بار بار کہوں گی کہ اس دن اپ نہیں تھے اگر اپ خود بھی بولے ناتب بھی نہیں مانوں گی لیکن اپ ایک مرتبہ اپنے منہ سے بول دیں نہ"

وہ نم آنکھوں سے التجائی ہوئی عدنان نے اسے تھام کر بیڈ پر بٹھایا۔۔

"یہاں بیٹھوں اور بلکل خاموش"

عدنان نے اس کے آنکھوں میں موجود آنسوں صاف کیے۔

"میں تمہیں سب کچھ بتاؤں گا لیکن اس سے پہلے تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا"

عدنان نے آخر کار اسے سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔۔

"کیسا وعدہ"

حفصہ اس کی بات پر حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"تمھیں مجھ سے وعدہ کرنا پڑے گا جو کچھ بھی میں تمہیں بتاؤں گا وہ تم کسی اور کو نہیں بتاؤں گی جو بات ہماری اس کمرے میں ہو گی اس چار دیواری میں ہوں گی وہ یہاں سے باہر نہیں جائے گی اگر تم چاہتی ہو تمہارا عدنان زندہ رہے تو تمہیں اس کے لیے ہماری کوئی بھی بات باہر نہیں کرنی کسی کے بھی سامنے اس حویلی کہ کسی بھی فرد کے سامنے نہیں کرنی میری مما کے سامنے بھی نہیں کرنی"

عدنان اس کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے بول رہا تھا۔۔

"میں اپ سے وعدہ کرتی ہوں میں کسی کو کچھ بھی نہیں بتاؤں گی جو بات اپ مجھ سے یہاں کریں گے وہ بات میں ایسے بھول جاؤں گی جیسے اپ نے کہی ہی نہیں"

حفصہ نے اس کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرلی تھی۔۔

"فحال میں تمہیں کچھ زیادہ نہیں بتا سکتا لیکن اس بات کو مانتا ہوں کہ اس دن جو بھی ہوا وہ میں نہیں تھا"

اس کی یہ بات بولنے کی دیر تھی حفصہ اس کے ساتھ لپٹ گئی تھی اس کی انکھوں میں انسو اگئے تھے وہ جانتی تھی وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتی جس شخص سے اس نے محبت کی تھی وہ اس کے ساتھ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے دل نے جب سے عدنان کو قریب سے دیکھا تھا ایک پل کے لیے بھی اس بات کو تسلیم نہ کیا کہ اس کے ساتھ یہ سب کرنے والا عدنان تھا بھلے ہی اس نے اپنے منہ سے اعتراف کیا تھا لیکن پھر بھی حفصہ کا دل اس بات کو تسلیم نہیں کر پایا تھا عدنان اسے اپنے ساتھ لگائے سکون محسوس کر رہا تھا ایسا سکون جو اج سے پہلے کبھی بھی اسے محسوس نہیں ہوا تھا حفصہ کو جب احساس ہوا اس نے یہ کیا کیا ہے تو وہ شرمندہ ہوتے ہوئے پیچھے ہوئی تھی۔۔

"محترمہ یہ شرمانے کی کیا ضرورت ہے اپنے شوہر کے سامنے ہی ہو"

عدنان کا یوں خود کو اس کا شوہر کہنا بہت خوبصورت لگ رہا تھا وہ اس کی اس بات پر بھی شرما رہی تھی۔۔

"تم جانتی ہو تمہیں دیکھنے سے پہلے تم سے ملنے سے پہلے یہ عدنان کچھ اور تھا جو عدنان اس وقت تمہارے سامنے ہیں وہ ماضی کے عدنان سے بالکل مختلف ہے"

وہ اپنے دل کی بات اس سے کر رہا تھا اور حفصہ غور سے اسے سن رہی تھی

عدنان نے حفصہ کا سر پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیا۔۔

"اب میں جو بھی کہوں گا میرے دل کی اواز ہو گی میں اس بات کو مکمل طور پر قبول کرتا ہوں مجھے حفصہ عدنان نقوی سے محبت ہے"

عدنان نے اس کا نام اپنے نام سے جوڑا تو حفصہ کے دل کر ایک نئے احساس نے چھوا تھا۔

"حفصہ مجھے نہ تم جیسا کوئی چاہیے نہ تم سے بہتر کوئی چاہیے اس دنیا کے لاکھوں کروڑوں لوگوں کے ہجوم میں مجھے بس میری حفصہ چاہیے جس سے میں نے محبت کی ہے اگر زندگی نے تمہارے ذریعے مجھے کوئی درد دیا نہ تو یقین کرو، میں وہ درد بھی سہہ لوں گا۔ لیکن جب بات میرے زخموں پر مرہم رکھنے کی آئے تو مجھے بس میری حفصہ ہی چاہیے ہو اگر تم سے محبت کرنا کوئی غلطی ہے تو مجھے اس غلطی کی ہر سزا منظور ہے مگر اس سزا کے بعد بھی میری زندگی میں مجھے بس میری حفصہ ہی چاہیے ہو چاہے مجھے کتنا ہی انتظار کیوں نہ کرنا پڑے میری چاہت آج بھی وہی ہے مجھے بس میری حفصہ ہی چاہیے ہو لوگ جو چاہیں کہیں اچھی بات یا بری بات میں سب سننے کو تیار ہوں لیکن ان سب باتوں کے بعد بھی میرا فیصلہ نہیں بدلے گا مجھے بس میری حفصہ ہی چاہیے ہو ہاں، ہر پل، ہر لمحہ اس دل کو بس میری حفصہ ہی چاہیے ہو۔"

وہ بہت محبت سے اسے اپنے سینے سے لگائے ہوئے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا اس بات کا یقین دلا رہا تھا کہ عدان کے لیے حفصہ سے زیادہ خاص اور کوئی بھی نہیں ہے۔۔

"میں نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا جس شخص سے مجھے محبت ہو گی وہ بھی مجھ سے محبت کرے گا یقین جانیں عدنان میری جوانی کی محبت ہے اپ اور سب سے بڑی بات میرے لیے یہ ہے میرے ساتھ اتنا سب کچھ ہو گیا لیکن اس کے بعد بھی اپ کو میرے کردار پر یقین ہے اپ کو مجھ پر یقین ہے اپ کی محبت میرے لیے ہے اس سے زیادہ بڑی بات میرے لیے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتی"

وہ نم آنکھوں سے بول رہی تھی جبکہ عدنان نے اس کے آنسوں اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کیے وہ فی الحال ابھی کچھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا جس کے لیے حفصہ تیار نہ ہو ورنہ اس کی دل زور جذبات اسے کچھ نہ کچھ کرنے پر مجبور کر رہے تھے کیونکہ وہ لڑکی بے حد اس کے قریب تھی جو اس کے دل کی دھڑکن تھی۔

"تم ایسا کرو اب ارام کر لو میں جانتا ہوں کہ میں رات میں نہیں سوئی ہو گی میں تب تک فریش ہو جاتا ہوں"

عدنان نے اپنے بے لگام جذباتوں کو دیکھ کر کہا تھا کیونکہ اگر حفصہ اس کے مزید کریم رہی تو وہ اپنے جذباتوں پر کنٹرول نہیں کر پائے گا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں اپ فریش ہو جائیں"

اس نے ہلکا سا مسکرا کر کہا جس پر عدنان ہاں میں سر ہلاتے ہوئے واش روم کی طرف چلا گیا تھا وہ وہاں مزید نہیں رک سکتا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ حفصہ کی اجازت کے بغیر وہ کوئی بھی ایسی گستاخی کرے جو اس کے دل کو ناگوار گزرے عدنان وہاں سے جا چکا تھا اور حفصہ مسکرا کر اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔



سردار موسی ڈیرے پر اگیا تھا اس کے پاس اج کچھ لوگوں نے ملنے آنا تھا زمین کے سلسلے میں اس لیے وہ جلدی آگیا تھا ہاشم کو بھی وہ اپنے ساتھ لے کرایا تھا اس وقت وہ ڈیرے کے کمرے میں موجود تھے کیونکہ باہر بہت زیادہ ٹھنڈ تھی برف باری ہونے کی وجہ سے اج کل سردی بہت زیادہ ہو رہی تھی اس وقت وہاں پر کچھ ملازم تھے اور ساتھ میں سردار موسی اور ہاشم تھے ان لوگوں کے علاوہ وہاں پر کوئی بھی موجود نہ تھا کمرے میں صرف اور صرف ہاشم اور موسی تھے۔۔

"موسیٰ مجھے تم سے بات کرنی ہے"
اسے موبائل میں مصروف دیکھ کر ہاشم نے کہا تھا سردار موسیٰ نے موبائل سے نظریں ہٹائیں اور اس کی طرف دیکھا۔

"بولو، کیا بات ہے؟"

وہ کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ باہر برف باری کی آواز مدھم سی کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

"موسیٰ میں نور کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔"
ہاشم نے ایک لمحہ توقف کیا، جیسے الفاظ چن رہا ہو۔

"نور؟ میں نے تم سے کہا ہے نا تم اس سے دور رہو گے"
موسیٰ کی پیشانی پر ہلکی سی شکن آئی اور اس نے سختی سے کہا۔

"ہاں"
ہاشم نے سیدھا جواب دیا۔

"بولو میں سن رہا ہوں"

اس کی اواز میں سختی تھی لیکن پھر بھی اس نے ہاشم کو بولنے کا کہا۔

"میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں"
ہاشم نے جھجھکتے ہوئے بات کہی تھی یہ سن کر موسیٰ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ سختی بھی آگئی۔

"تم ہوش میں ہو ہاشم کیا بول رہے ہو"
سردار موسیٰ اسے دیکھ کر غصے سے بولا تھا۔

"بالکل ہوش میں ہوں میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے۔"
ہاشم نے پُر سکون لہجے میں کہا۔۔

"تم کیسے خود سے اتنا بڑا فیصلہ کر سکتے ہو"

سردار موسی کو اس کی یہ بات بالکل بھی پسند نہیں ائی تھی اور نہ ہی وہ اس وقت نور کی شادی کے حق میں تھا۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں اور مجھے نور سے شادی کرنی ہے"
ہاشم نے اپنا فیصلہ اس کے اگے رکھا تھا۔۔

"وہ ابھی چھوٹی ہے پڑھ رہی ہے"
سردار موسیٰ کی آواز کافی سخت تھی جو کہ ہاشم نے بہت اچھے سے محسوس کی لیکن وہ اپنے فیصلے پر اٹل تھا۔

"تو میں کون سا کہہ رہا ہوں وہ اپنی پڑھائی چھوڑ دے میں شادی کرنا چاہتا ہوں میں نے سوچا مجھے سید سائیں سے پہلے تم سے بات کرنی چاہیے"
ہاشم کا لہجا کافی نرم تھا اس کے ساتھ وہ بہت نرمی سے بولا۔

"یہ اچانک تمہیں شادی کا کیڑا کہاں سے جاگ اٹھا اگر نکاح کی بات ہوتی پھر بھی ٹھیک ہے تم تو ڈائریکٹ شادی پر آ گئے ہو"
سردار موسیٰ کے لہجے کی سختی مزید بڑھ گئی تھی۔

"میں اسے اپنی محرم بنا کر اپنے پاس لانا چاہتا ہوں موسیٰ جیسے تم پر کوئی پابندی عائد نہیں ہے حالانکہ میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ تم روح سے دور رہو ابھی تک دونوں کی رخصتی نہیں ہوئی"
ہاشم نے اب کی بار سرد لہجے میں جواب دیا۔۔

"تم مجھے روک بھی نہیں سکتے روح کے قریب جانے سے"
سردار موسیٰ نے سخت لہجے میں بات مکمل کی، آنکھوں میں چمکتی ہوئی سنجیدگی صاف نظر آ رہی تھی۔

"میں روکنے کی بات نہیں کر رہا موسیٰ، میں صرف مثال دے رہا ہوں۔ جیسے تم اپنے فیصلوں میں آزاد ہو، ویسے ہی میں بھی اپنے دل کے فیصلے کے لیے تم سے اجازت نہیں، میں نور کا ساتھ چاہتا ہوں میں مزید اپنے جذبات اپنی محبت کو یوں دبا کر نہیں رکھ سکتا"

ہاشم نے گہری سانس لی اور نظریں جھکا لیں، پھر آہستہ سے بولا۔

"تم جانتے ہو تم کیا بول رہے ہو اور تم میری ہی بہن کے بارے میں ایسے الفاظ میرے سامنے بول رہے ہو"

سردار موسیٰ کو اس کی یہ بتائیں اچھی نہیں لگی تھی۔۔

"کیا ہو گیا موسی میں نے کیا غلط کہا ہے تم اپنے دل کی ہر بات اکر مجھے بتاتے ہو میں تمہارے مسئلے کا حل تمہارے اگے رکھتا ہوں چاہے وہ بات روح سے ریلیٹڈ ہی کیوں نہ ہو روح بھی تو میری بہن ہے نا میں نے تو کبھی تمہارے سامنے ایسے ری ایکٹ نہیں کیا کہ تم میری ہی بہن کے بارے میں مجھ سے سوال کر رہے ہو مجھ سے اکے رائے مانگ رہے ہو ہم دونوں دوست ہیں اور میری بہن تمہاری بیوی ہے اور تمہاری بہن میرے نام سے منسوب ہے تو پھر تم ایسا کیوں کر رہے ہو"

ہاشم کو سردار موسی کی بات بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی وہ ہر مرتبہ اس کا ساتھ دیتا تھا چاہے بات روح کی ہی کیوں نہ ہو وہ ہمیشہ صحیح مشورہ دیتا تھا اگر روح کو ڈسکس کرنا ہو تب بھی وہ اسے کھلی پرمیشن دیتا تھا کبھی اسے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ اس کی بہن کا ذکر کرے گا تو شرمندہ نہ محسوس کرے لیکن وہ اس کے ساتھ ایسے کر رہا تھا اس کی بات پر سردار موسی خاموش ہو گیا تھا۔۔

"میں نور سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے میں اپنی بات سید سائیں کے سامنے رکھوں گا ان کے سامنے بات کرنے سے پہلے میں اپنا فیصلہ تمہیں سنانا چاہتا تھا تو ان سے اپنی رائے لینا چاہتا تھا تمہیں راضی رکھنا چاہتا تھا لیکن اگر تم نہیں چاہتے تو میں کچھ نہیں کر سکتا"

ہاشم یہ بات کہہ کر وہاں رکا نہیں تھا بلکہ وہاں سے جا چکا تھا سردار موسی کو وہ گہری سوچ میں چھوڑ کر چلا گیا تھا اس کی بات ٹھیک تھی اس کے ہر فیصلے میں وہ ہمیشہ اس کے ساتھ ہوتا تھا جہاں جہاں سردار موسی کو ایک ساتھی کی ضرورت ہوتی تھی وہاں بولے بغیر ہاشم اس کے سامنے حاضر ہوتا تھا چاہے روح کا ہی کوئی مسئلہ کیوں نہ ہو روح کی وجہ سے ہی وہ پریشان کیوں نہ ہو وہ اپنی بات ہاشم کے سامنے رکھتا اور ہاشم اسے اس مسئلے کا حل بتاتا تھا کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ تم میری بہن کے بارے میں بات کر رہے ہو میری غیرت کے خلاف ہے کیونکہ وہ یہ بات جانتا تھا اس کی بہن سردار موسی کی بیوی ہے سردار موسی کو وہ کشمکش میں ڈال کر وہاں سے جا چکا تھا۔

💗💗

"کیا ہوا ہے اداس ہو"

روح جو کہ خاموشی سے ہیٹر کے اگے بیٹھی تھی کچن میں وہ ساتھ میں جوس بھی پی رہی تھی گلناز اس کے پاس اتے ہوئے بولی تھی۔۔

"تم یہاں کیا ہوا"
گلناز کو دیکھ کر روح نے نارمل لہجے میں کہا۔۔

"مجھے کیا ہونا ہے لیکن مجھے لگ رہا ہے تمہارے ساتھ بہت کچھ ہوا ہے"
گلناز نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے ہوئے کہا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں تمہیں کوئی کام ہے تو بولو"
روح نے آہستہ سے کہا۔۔

"مجھے کوئی بھی کام نہیں ہے بس میں تمہیں یہ بتانے ائی تھی سردار موسی صرف اور صرف میرا ہے تم کبھی بھی اسے پا نہیں سکتی تم جتنا اسے پانی کی کوشش کرو گی میں تم سے اسے اتنا ہی دور کر دوں گی"

گلناز کی یہ ساری باتیں سن کر روح بالکل حیران ہو چکی تھی اسے بالکل بھی توقع نہیں تھی گلناز اس سے ایسی کوئی بات کرے گی۔

"تم ہوش میں تو ہو تم کیا بول رہی ہو"

روح فورا سے اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی تھی اس کا دل کیا گلناز کا منہ نوچ لے۔۔

"میں بالکل ہوش میں ہوں میں کیا بول رہی ہوں اور کیا نہیں بول رہی میں سردار موسی سے محبت کرتی ہوں اور ہماری محبت کے درمیان تم ائی ہوں" گلناز نے چہرے پر روح کے لیے نفرت لائے ہوئے کہا۔۔

"تم پاگل ہو گئی ہو"

روح نے اس کی بات پر اسے دیکھ کر کہا۔

"میں پاگل نہیں ہوئی ہوں میں سچ بول رہی ہوں اور تم دیکھ لینا میں تم سے سردار موسی کو چھین کر رہوں گی سردار موسی صرف اور صرف میرا ہے دنیا کی کوئی بھی لڑکی گلناز سے سردار موسی کو نہیں چھین سکتی"

گلناز تنزیہ مسکرا کر بول رہی تھی۔۔

"Ohhhh really"

روح نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔۔

"ہاں"

گلناز نے لہجے میں نفرت لیے ہوئے کہا۔

"اگر سردار موسی تمہارا ہوتا نا تو یوں چیخ چیخ کر تم مجھے نہ بتا رہی ہوتی سردار موسی صرف اور صرف میرا ہے اس لیے مجھے کسی کو بتانے کی یا اس پر جتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ میرا ہے کیونکہ سب کو پتہ ہے سردار موسی صرف اور صرف سردارنی روح موسی کا ہے اور سردار موسی پر کسی کا حق ہے تو وہ اس کی سردارنی روح ہے اپنی زبان کو لگام دو دوبارہ میں تمہارے منہ سے ایسی بقواض نہ سنوں"

روح نے غصے سے کہا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ گلناز کا منہ توڑ دے کیونکہ اب وہ سردار موسی سے محبت کرنے لگی تھی اس کے دل میں سردار موسی کے لیے محبت پیدا ہو رہی تھی اور وہ اس احساس کو محسوس بھی کر رہی تھی اس لیے وہ کبھی بھی گلناز کی ایسی بقواض برداشت نہیں کریں گے کہ سردار موسی اس کا نہیں ہے۔

"تم نے جس خوش فہمی میں رہنا ہے رہو لیکن ایک بات یاد رکھنا تمہارے ناک کے نیچے سے سردار موسی کو میں تم سے چھین لوں گی وہ تمہیں طلاق"

ابھی وہ اپنی بات مکمل کرتی روح نے اس کے چہرے پر زور سے تھپڑ مارا تھا اتنی زور سے مارا تھا کہ وہ لڑکھڑا کر شیلف کے ساتھ کا کر لگی تھی تھپڑ کی آواز اتنی تیز تھی کہ لاؤنج میں بیٹھے سبھی لوگ کچن میں آئے تھے دوسرا گلناز کا ہاتھ پتیلے پر لگا تھا جس وجہ سے وہ گر گیا تھا سب لوگ کیچن میں آئے گلناز خود کو سنبھال کر چہرے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی تھی۔۔

"دوبارہ ایسی بقواض مت کرنا ورنہ تمہیں اس حویلی سے نکلنے میں میں ایک پل نہیں لگاؤں گی اور یہاں کسی کی ہمت نہیں کہ مجھے روک سکے"

وہ غصے سے اسے ہاتھ کی انگلی سے وارن کرتی ہوئی بولی تھی جبکہ باقی سب لوگ حیران تھے۔۔

"کیا ہوا ہے روح بیٹا"
کنزہ بیگم نے پریشانی سے پوچھا وہاں موجود ہر کوئی حیران تھا اخر روح نے گلناز پر ہاتھ کیوں اٹھایا۔۔

"کچھ نہیں ہوا ہے بڑی تائی امی اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے وہی ٹھیک کر رہی تھی"
روح نے بس اتنا کہا اور وہ وہاں سے نکل گئی وہ مزید کچھ بھی نہیں بولنا چاہتی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے گلناز تم نے کیا کہا ہے روح سے"

آیت بیگم نے اسے دیکھ کر پوچھا جو کہ چہرے پر ہاتھ رکھ کر کھڑی تھی گلناز نے کوئی بھی جواب نہیں دیا اگر وہ جواب دیتی تو وہ پکڑی جاتی اس لیے وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے نکل گئی جبکہ باقی سب لوگ پیچھے حیران تھے اخر ہوا کیا ہے کیونکہ دونوں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا تھا۔۔

جب سے روح اس سے بات نہیں کر رہی تھی اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اسے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ خود کو ادھورا سا سمجھ رہا ہے جیسے روح کے ہوتے ہوئے وہ مکمل ہو اور اب نامکمل ہے۔ روح کا اس سے دور رہنا اسے آگ بے چین رکھنے لگا تھا اور وہ یہ بات خود نہیں سمجھ پا رہا تھا اس کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے اسے روح کی عادت ہو گئی تھی وہ ایک سنجیدہ سخت مزاج سردار تھا لیکن روح نے اس کی زندگی میں آ کر سب بدل دیا تھا پہلے تو وہ اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا تھا لیکن اب جب نکاح ہو رہا تھا تو نکاح کے موقع پر یہ بات پتہ چلنا کہ یحییٰ اس سے محبت کرتا ہے تو یہ بات سردار موسیٰ کو بلکل بھی پسند نہیں آئی تھی جس لڑکی سے وہ نکاح کرنے جا رہا تھا اپنی زندگی میں شامل کرنے جا رہا تھا اس سے پہلے ہی کوئی اور شخص اسے چاہ چکا ہے اس سے محبت کر چکا ہے لیکن بعد کی ہاشم کے سمجھانے پر وہ سمجھ بھی گیا تھا وہ روح سے بات کرنے لگا تھا اسے دیکھتا اس پر غور کرتا روح بھی شروع شروع میں اس سے بدتمیزی کرتی غصہ ہو جاتی لیکن سردار

موسیٰ کی کیر اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی اور وہ اس کے قریب طر ہوتی چلی گئی اور کچھ طاقت نکاح کے دو بولوں میں تھی جس نے ان دونوں کو اتنا قریب کر لیا تھا کہ اب سردار موسی اس کے بغیر بے چین رہنے لگ گیا تھا کوئی بھی چیز اسے اچھی نہیں لگ رہی تھی وہ بس اس سے بات کرنا چاہتا تھا اس کے قریب جانا چاہتا تھا لیکن یہ کوشش وہ ایک بار پہلے بھی تو کر چکا تھا اس نے تو اس کی سنی ہی نہیں تھی یہ بات سوچ کو وہ پھر سے روک جاتا تھا لیکن پھر ہاشم کی بات یاد آجاتی کہ وہ غصہ ان سے ہی ہوتی ہے جن سے وہ محبت کرتی ہے تو کیا روح کو اس سے محبت ہو گئی تھی وہ ان سب باتوں کے درمیان پھنس کر رہ گیا تھا اور سب سے بڑی بات وہ اپنے جگری یار کو بھی خود سے ناراض کر چکا تھا ورنہ اس کی اس مصیبت کا حل وہ دو منٹ میں نکال لیتا وہ اپنے کمرے میں ٹہلتے ہوئے یہ ساری باتیں سوچ رہا تھا اس کا اج کا دن کافی بزی رہا تھا اور وہ بہت تھک بھی گیا تھا ہونا تو یہ چاہیے تھا وہ جیسے حویلی آتا اسے نیند آجاتی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا اسے نیند نہیں آئی تھی بلکہ وہ

بے چین ہو گیا تھا اسے سکون نہیں آ رہا تھا رات لیٹ ہونے کی وجہ سے اس نے کھانا بھی نہیں کھایا تھا اور اسے بہت بھوک بھی لگی ہوئی تھی وہ کچھ سوچتے ہوئے کمرے سے نکلا تھا اس کے قدموں کا رخ اب روح کے کمرے کی طرف تھا۔



روح بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی وہ خالی نظروں سے بس چھت کو دیکھ رہی تھی کیوں کہ سردار موسیٰ کا اسے نہ منانا اس کی ناراضگی کی فکر نہ کرنا اور یوں پیچھے ہو جانا اسے بہت برا لگا تھا جب تک وہ اس سے باتیں نہ کرتی اس کا چہرہ نہ دیکھ لیتی اسے نیند نہیں آتی تھی لیکن اج نہ تو پورے دن کا اس نے سردار موسیٰ کو دیکھا تھا اور نہ ہی بات ہوئی تھی وہ خالی نظروں سے بس اس کے بارے میں سوچ رہی تھی کچھ ہی دیر میں اس کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی وہ جانتی تھی اتنی رات میں یہ جرت بس سردار موسیٰ ہی کر سکتا ہے اس لیے وہ خاموش لیٹی رہی اس نے کوئی بھی رد عمل ظاہر نہ کیا بلکہ روح نے جیسے ہی قدموں کی آہٹ سنی، ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر اس نے پلکیں بند کر لیں اور کروٹ بدل کر سونے کا ناٹک کرنے لگی، سانسوں کو بھی ہموار کر لیا سردار موسیٰ چند قدم اندر آیا تو اس کی نظر فوراً روح پر پڑی وہ ٹھٹک سا گیا۔

''سو گئی ہے کیا؟''

اس نے دل ہی دل میں سوچا وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ کے قریب آیا۔ روح بالکل خاموش تھی، جیسے واقعی گہری نیند میں ہو۔ سردار موسیٰ نے غور سے اس کے چہرے کو دیکھا، اس کی بند پلکیں، پر سکون سانسیں اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ وہ سو چکی ہے لیکن اپنے چہرے پر گہری نظروں کی تپش کو محسوس کرتے ہوئے اس کی پلکیں لرزی تھی سردار موسیٰ سوجھ گیا کہ وہ جاگ رہی ہے وہ بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا۔

''روح''

اس نے دھیمی آواز میں پکارا کوئی جواب نہیں آیا روح نے خود کو مزید ساکت کر لیا، مگر دل اس کا قابو میں نہیں تھا دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھی سردار موسیٰ کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔۔

"یہ تیز ہوتی دھڑکنیں اس بات کی گواہ ہیں کہ تم جاگ رہی ہو"
سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی اسے اپنی آنکھیں کھولنی پڑی تھی۔

"ہم"
اس نے بس اتنا ہی کہا تھا اور اس سے تھوڑا سے دور ہوئی جبکہ اس کی اس حرکت پر سردار موسیٰ کو غصہ تو آیا تھا لیکن وہ خاموش رہا تھا۔۔

"ناراض ہو مجھ سے"
اس کا خفا خفا لہجہ محسوس کر کے سردار موسیٰ نے کہا تھا۔

"نہیں آپ اس وقت میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں"

روح نے اس کی بات کا مختصر جواب دے کر اپنا سوال کیا تھا وہ بہت زیادہ الجھی ہوئی اور پریشان تھی وہ نہیں جانتی تھی گلناز نے اس سے وہ باتیں کس بنا پر کی تھی لیکن وہ ساری باتیں اسے بے چین کر گئی تھی۔۔

"کیوں میں نہیں آسکتا"

سردار موسیٰ نے روح کے سوال پر اسے دیکھ کر جواب دیا۔۔

"نہیں"

روح کا بلکل بھی دل نہیں تھا اس سے کوئی بھی بات کرنے کا اس لیے اس نے یک لفظی جواب دیا۔

"کیا ہوا ہے اس قدر غصہ کیوں ہو"

سردار موسیٰ نہیں سمجھ پایا تھا وہ اس سے ایسے کیوں بات کر رہی ہے اور کیوں اس قدر اس کے لہجے میں کڑواہٹ تھی جب وہ اس سے نفرت کی دعوے دار تھی تب کبھی اس نے اس کے لہجے میں اتنی کڑواہٹ محسوس نہیں کی تھی تو اج کیوں تھی۔

"موسیٰ کیا مجھے ہر بات آپ کو بتانا چاہیے پھر آپ کو پتہ چلے گا"
وہ اب کی بار اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس سے سوال کر رہی تھی
سردار موسیٰ اس کے سوال پر چند لمحے خاموش رہا اس کی نظریں روح کے چہرے پر جم گئی تھیں، جیسے وہ اس کی آنکھوں میں چھپی الجھن پڑھنا چاہتا ہو۔

"نہیں مجھے اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ مجھے احساس ہو تم کس بات پر مجھ سے ناراض ہو لیکن میں نہیں خیال رکھ سکا نہیں سمجھ سکا لیکن جب میں نہیں سمجھ پارہا میری جان تب مجھ سے آکر خود کہہ لیا کرو"

سردار موسیٰ اسے پیار سے بول رہا تھا سمجھا رہا تھا۔۔

"کیا میں ہر بات آپ کو اکر خود بتاؤں"

اس کی باتوں پر روح نے ایک اور سوال کیا تھا۔

"ہر بات بتانا ضروری نہیں ہوتا، مگر جب خاموشی تکلیف دینے لگے تو پھر بات کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔"

سردار موسیٰ نے بہت سمجھداری سے جواب دیا۔ روح نے نظریں چرا لیں۔

''آپ کو کب میری خاموشی کی پرواہ ہوئی؟''
اس کی آواز میں شکوہ تو تھا مگر لہجہ پہلے جیسا سخت نہیں رہا تھا۔

''تب سے، جب مجھے اندازہ ہوا کہ تمہاری ناراضگی میرے لیے بے چینی بن گئی ہے۔''
سردار موسیٰ نے ہلکی سی سانس لی وہ کچھ رکا، پھر نرمی سے بولا۔

''میں مانتا ہوں، میں نے غور نہیں کیا تم کس بات پر مجھ سے ناراض ہو مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے فکر نہیں تمہاری تم میرے لیے بہت ضروری ہو روح"

اس کی باتیں روح کی آنکھیں نم کر گئی تھی روح نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے قریب ہو کر اس کے سینے پر سر رکھ گئی تھی جو باتیں گلناز نے اس سے کی تھی وہ اسے بے سکون کی ہوئی تھی وہ سکون چاہتی تھی اور ایک بار وہ بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی اس کا سکون صرف اور صرف سردار موسیٰ کے اندر رہی ہے۔۔

"نہیں ہوں میں آپ کے لیے ضروری بلکل بھی نہیں ہوں"
وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اس کی بات پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اسے یہ بات اچھی لگی تھی وہ اسکے ساتھ لگ کر اپنا شکوہ کر رہی تھی۔

"ہو بہت زیادہ ہو"

جب سے وہ اس کے سینے سے لگی تھی سردار موسیٰ ایک الگ ہی سکون محسوس کر رہا تھا شاید وہ نہ جانے کب سے اسی سکون کی تلاش میں تھا اور اب وہ اس کے پاس آ کر یہ سکون حاصل کر رہا تھا۔۔

"جھوٹے ہو آپ"

وہ بچوں کی طرح اس سے شکوہ کر رہی تھی جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"او کے مان لیا میری جان اچھا سنو"

سردار موسیٰ نے اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے کہا جس پر روح نے اس کی جانب دیکھا۔۔

"مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہے اگر آپ چاہیں تو ہم چل کر ساتھ میں کھانا کھا سکتے ہیں"

سردار موسیٰ نے اس سے ایسے پوچھا جیسے یہاں بس روح کی ہی بات مانی جاتی ہو یا پھر وہ بس روح کی ہی بات مانتا ہے۔

"اتنا فرمانبردار نہ بنیں کہ آپ میری بات مانتے ہیں"

روح نے اس کو دیکھ گھور کر کہا جو کہ تقریباً سارا کا سارا الزام ہی اس پر ڈال رہا تھا اور وہ خود کتنا فرمانبردار ہے سردار موسیٰ اس کی گھورتی نظروں پر ہلکا سا ہنس دیا۔

"فرمانبردار تو میں کب کا بن چکا ہوں، بس تمہیں احساس اب ہو رہا ہے۔"

اس کے لہجے میں نرمی تھی، کوئی ضد نہیں۔

"آپ ہر بات کو مزاق میں کیوں لیتے ہیں۔"

روح نے برا سا منہ بنا کر اس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں روح، کچھ باتیں مزاق نہیں ہوتیں جیسے تمہاری ناراضگی، یا میرا تمہارے بغیر بے چین ہونا۔"

سردار موسیٰ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"آپ واقعی... بے چین تھے؟"

روح نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں، تم بات نہ کرو تو دل کا بوجھ بڑھنے لگتا ہے حویلی بھی سنسان لگتی ہے دل ویران ہو جاتا ہے"

وہ بغیر کسی جھجک کے بولا چند لمحے خاموشی رہی روح نے آہستہ سے گہری سانس لی۔

''مجھے لگا آپ کو فرق ہی نہیں پڑتا کہ میں ناراض ہوں یا خاموش۔''
روح نے اپنے دل کی بات کو اس کے اندر تھی اس کے اگے رکھ دی۔۔

''فرق پڑتا ہے، بس مجھے ظاہر کرنا نہیں آتا میں نے ساری عمر اپنے جذبات کو دبایا ہے، مگر تم نے وہ دیواریں ہلادی ہیں روح"
سردار موسیٰ نے نرمی سے کہا وہ آہستہ آہستہ روح کے سامنے کھل رہا تھا۔

"اگر فرق پڑتا ہے تو ظاہر کرنے میں کچھ نہیں جاتا جب میں ناراض ہوں اس کا مطلب مجھے آپ چاہئے وہ بھی اپ مجھے منا رہے ہوں میرے دل کی بات کو سنیں مجھے سمجھے"

روح نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔۔

"اوکے باس جو آپ کا حکم لیکن فل حال بہت بھوک لگی ہے چلیں"
سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے معصومیت سے پوچھا۔۔

"چلیں سردار جی بھوک تو مجھے بھی لگی ہے"
روح نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا جس پر سردار موسیٰ نے بغیر دیر کیے اسے باہوں میں اٹھا لیا تھا۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں موسیٰ"
گرنے کے ڈر دے روح نے سردار موسی کے گلے میں بازو ڈال لیے تھے۔۔

"کچھ بھی نہیں بس تمھیں اپنے باہوں میں لے کر کچن میں لے کر جانا ہے ورنہ مجھے جتنی بھوک لگی ہے تم نے اور ٹائم لگا دینا ہے"

سردار موسیٰ اب چلنے لگا تھا اس وہ کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ چکا تھا۔۔

"موسیٰ میں خود چل لوں گی کوئی دیکھ لے گا"

اسے بہت زیادہ شدم آ رہی تھی وہ اس کے باہوں میں تھی سردار موسیٰ نے اس اٹھایا ہوا تھا سردار موسیٰ اس کی بات پر ہلکا سا رک گیا۔

"دیکھ لے گا تو کیا ہو جائے گا؟ یہ حویلی جانتی ہے یہاں کے لوگ جانتے ہیں کہ تم میری ہو، اور میں تمہارا۔"

سردار موسیٰ نرمی مگر اعتماد سے بولا روح کا دل زور سے دھڑکا، اب وہ اپنی مزاحمت چھوڑ چکی تھی سردار موسیٰ اسے کے کر سیڑھیوں سے اتر رہا تھا۔۔

"کچھ زیادہ فلمی نہیں ہو رہے"

روح نے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا۔۔

"اگر یہ بات تم کمرے میں کرتی تو میں بہت اچھے سے بتاتا میں کتنا فلمی ہو رہا ہوں"

سردار موسیٰ نے آنکھ دبا کر کہا وہ دونوں کچن میں پہنچ چکے تھے لیکن سردار موسی کا کوئی بھی ارادہ اسے نیچے اتارنے کا نہیں تھا۔

"اب تو بس کر دیں نیچے اتار دیں"

روح نے آخر اسے خود ہی احساس دل دیا کہ وہ پہنچ چکے ہیں لیکن سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا اس کا دل اسے اتنا قریب پا کر بے ایمان ہو چکا تھا اور بہت کچھ کرنے کا بھی دل کر رہا تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پایا کیا کرے لیکن وہ چھوٹی سی جسارت اس کے ہونٹوں پر کر چکا تھا اس کے لبوں کو اپنے لبوں کی قید میں لیے ہوئے وہ اس کی سانسیں بند کر رہا تھا اور وہ معصوم سی گڑیا کچھ بھی نہیں کر پا رہی تھی وہ اس کے باہوں میں بس تڑپ رہی تھی اس کی سانسوں کو الجھتے دیکھ کر سردار موسی نے اس کے لبوں کو آزاد کر دیا تھا روح غصے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو میری سردارنی"

سردار موسیٰ نے اس کے یوں دیکھنے پر مسکرا کر پوچھا جبکہ اس کے اس سوال پر روح کا دل کیا اس کی جان نکال دے۔

"اپ کو سمجھ نہیں آتی نیچے اتاریں مجھے"

روح نے گھبرا کر کہا تو سردار موسیٰ اس کی حالت پر مسکرا رہا تھا سردار موسیٰ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کر رہا تھا، اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی ہلکی سی پریشانی، نظریں چرا لینا، اور آواز میں کپکپاہٹ یہ سب اسے عجیب سا سکون دے رہا تھا۔ وہ جان بوجھ کر اسے نیچے نہیں اتار رہا تھا، بس خاموشی سے اس کے تاثرات پڑھ رہا تھا۔

"اتنا گھبرا کیوں جاتی ہو؟"

اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا، جیسے اسے چھیڑنے میں بے حد مزہ آ رہا ہو۔ روح نے اس کی قمیص کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"آپ جان بوجھ کر ایسا کر رہے ہیں جان بوجھ کر مجھے تنگ کر رہے ہیں نہ"

اس کی آواز میں شکوہ بھی تھا اور نرمی بھی۔ سردار موسیٰ نے ایک لمحے کو رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ گھبراہٹ جسے وہ ابھی تک محسوس کر رہا تھا، اب وہ بڑھنے لگی تھی تو سردار موسیٰ نے اب اسے نیچے اتارنا ہی بہتر سمجھا کیونکہ وہ اسے پہلے ہی بہت تنگ کر چکا تھا۔

"اچھا اچھا، ٹھیک ہے"

اس نے آہستہ سے کہا اور بڑی احتیاط سے اسے نیچے اتار دیا روح کے پاؤں زمین پر پڑتے ہی اس نے ایک گہری سانس لی، جیسے کسی شیر کے چنگل سے ازاد ہوئی ہو وہ دو قدم پیچھے ہوئی اور اسے گھور کر دیکھا۔

"اپ جان بوجھ کر مجھے تنگ کر رہے تھے نا ایک تو میں ناراض تھی اپ کو پتہ بھی نہیں اس کے بعد میں مان گئی تو دوبارہ مجھے تنگ کر رہے ہیں"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا وہ گھبرا اب بھی رہی تھی سردار موسی نے اسے دیکھا اور اس کے چہرے پر خود بخود پیاری سی مسکراہٹ آگئی غصہ کرتے ہوئے اس کے گال پھولے ہوئے لگ رہے تھے جو کہ اسے بہت کیوٹ لگے۔۔

"اچھا اچھا میری سردارنی اب غصہ نہیں کرو جلدی سے کھانا لگاؤ مجھے بہت بھوک لگی ہے"

سردار موسیٰ نے معصومیت سے کہا اس کے یوں اچانک معصوم بنانا روح کو تو حیران کر گیا تھا وہ پل میں کچھ تھا اور دوسرے پل میں کچھ اور بن جاتا۔۔

"میں پہلے بتا رہی ہوں مجھ سے کھانا گرم نہیں ہو گا تو جو ملے وہ کھا لو شرافت سے"

روح نے فوراً سے کہا جب کہ اس کی بات پر سردار موسی کا منہ بن گیا تھا پہلے ہی اتنی زیادہ ٹھنڈ تھی اوپر سے ٹھنڈا کھانا اسے گرم کھانا حد سے زیادہ پسند تھا۔

"میری ماں تم بیٹھ جاؤ میں خود نکال لوں گا"

سردار موسیٰ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود فرج سے کھانا نکالنے لگا وہ سردار موسی جس نے اج تک اپنے لیے خود سے چائے نہیں بنائی تھی وہ اپنے لیے خود کھانا نکال رہا تھا اور اس کے بعد اس نے گرم بھی کرنا تھا جس کو ہر چیز کہے بغیر اس کے کمرے میں پہنچادی جاتی تھی وہ کھانا نکال کر گرم کرے گا جبکہ یہ بات سوچ کر روح بھی ہلکا سا مسکرائی تھی کیونکہ وہ بھی جانتی تھی اس حویلی میں اس کا کس حد تک رعب ہے ہر چیز اس کے کہنے سے پہلے ہی اس کے کمرے میں موجود ہوتی تھی اور کھانا تو تب تک شروع ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ وہ ڈائننگ ٹیبل پر نہ آجائے جب کبھی وہ لیٹ ہوتا تھا تو وہ بول دیتا تھا کہ وہ سب کھالیں وہ بعد میں اکے کھالے گا اج وہی سردار موسی اپنے لیے اور اپنی بیوی کے لیے کھانا خود گرم کرے گا۔

"ذرا جلدی کریں مجھے بہت بھوک لگی ہے"

روح نے وہاں بیٹھتے ہوئے مزے سے حکم صادر کیا تھا جب کہ اس کی بات پر کھانا ڈالتے ہوئے سردار موسی نے گھور کر اسے دیکھا اسے حکم سننا پسند نہیں تھا اسے حکم دینا پسند تھا لیکن فی الحال وہ اپنی بیوی کے حکم پر چل رہا تھا سردار موسی نے پلیٹ میں کھانا ڈالا اور اسے اون میں ڈال کر گرم کرنے لگا اس نے روح کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا جبکہ روح مسکرا کر مزے سے اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"ویسے میں اپ کو یاد دلا دوں یہ سارے کام اپ کے ہیں یہ سارے کام اپ کو خود کرنے چاہیے میرے کام اپنے کام تمھیں انے چاہیے اگر تم اپنے کام نہیں کر سکتی تو ایٹ لیسٹ میرے کام تمہیں کرنا آنے چاہیے"
سردار موسی نے اس کے اگے کھانے کی پلیٹ رکھتے ہوئے کہا جب کہ اس کی بات پر روح اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"ضروری نہیں ہے یہ سارے کام عورت کوانے چاہیے مرد بھی کر سکتا ہے"

روح نے کھانے کا پہلا نوالا لیتے ہوئے کہا کھانا سچ میں بہت مزے کا بنا تھا۔۔

"یہ کیا بات ہوئی تم خود کیسے کھا سکتی ہو"

اسے خود کھاتا دیکھ کر سردار موسی نے فورا سے کہا۔۔

"کیا مطلب میں نہیں کھا سکتی"

اس کی بات پر روح اچھا خاصا شاکڈ ہوئی تھی۔

"تمھیں مجھے کھلانا چاہیے نا کہ خود کھانے شروع ہو جاؤ"

سردار موسیٰ نے برا سا منہ بنا کر کہا جبکہ اس کی بات پر روح اسے گھوری سے نواز رہی تھی۔۔

"اپ کیا چھوٹے بچے ہیں جو خود سے نہیں کھا سکتے جسے مجھے کھلانا پڑے"
روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس سے سوال کیے تھے وہ کھانے سے بازاب بھی نہیں ائی تھی وہ کھاتے ساتھ ساتھ اسے جواب دے رہے تھے۔۔

"لیکن شوہر کو محبت سے کھانا کھلا سکتے ہیں اتنا بھی نہیں پتا"
سردار موسیٰ نے برا سا منہ بنا کر کہا جس پر روح مسکرائی تھی۔۔

"نہیں مجھے نہیں پتا اور نہ ہی مجھے اپنے شوہر کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلانا ہے تو گزارش ہے اپ سے اپ خود کھائیں اگر نہیں کھائیں گے تو میں کھا لوں گی"

روح نے صاف الفاظوں میں جب انکار کیا تھا سردار موسی کو مجبوراخود سے کھانا پڑا تھا۔۔

"بڑی ہی ان رومینٹک اور ظالم بیوی ہو"

سردار موسیٰ نے برا سا منہ بناتے ہوئے اسے دیکھ کر بات کی تو روح مسکرا رہی تھی۔۔

"ہاں تو کوئی مسئلہ میں ایسی ہی ہو"

اس نے اپنے بالوں کو جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"تمہاری یہی ادائیں تو مجھے قتل کرتی ہیں"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو روح بھی مسکرائی۔۔

"اچھا اب یہ ناچیز جاننے کا حق رکھتا ہے کہ محترمہ مجھ سے کیوں ناراض تھی"

سردار موسیٰ نے بریانی کا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔۔

"میرا مونڈ بالکل بھی بتانے کا نہیں ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ میری ناراضگی کا اپ کو خود پتہ ہونا چاہیے اب میں کس بات پر ناراض ہوں یہ بھی اپ کو خود پتہ ہونا چاہیے مجھے منانا اپ پر فرض ہے اور میں ہر کسی سے ناراض نہیں ہوتی"

روح نے کھانا کھاتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے ہوئے یہ ساری باتیں کی تھی۔۔

"اچھا نا غلطی ہو گئی اب بتا دو کس بات پہ ناراض تھی نیکسٹ ٹائم سے میں پوری کوشش کروں گا میں خیال رکھوں تم خود دیکھو یار میں سردار ہوں اتنی ساری رسپانسبلٹیز ہوتی ہیں مجھ پہ میں خود الجھ جاتا ہوں ان سب میں مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا اب پلیز بتا دو نیکسٹ ٹائم سے میں پوری کوشش کروں گا تو میں ناراض ہی نہ کروں لیکن اب مجھ پہ رحم کھا لو اور مجھے بتا دو"
سردار موسی بات کرتے کرتے مسکینوں والی شکل بنا چکا تھا جسے دیکھ کر روح کو ہنسی ائی تھی۔۔

"اب اگر اتنا اپ بول رہے ہیں تو میں بتا دیتی ہوں لیکن یہ لاسٹ ٹائم ہو گا کہ میں اپ کو خود اپنے منہ سے بتا رہی ہوں میں اپ سے کیوں ناراض تھی اگلی بار اگر ایسا کچھ بھی ہوا نا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا میں بات بھی نہیں کروں گی"

روح نے اسے بتانے کے ساتھ ساتھ وارن بھی کیا تھا جب کہ وہ سمجھ گیا تھا اس کی بیوی کی دھمکیاں بہت خطرناک ہیں۔۔

"اچھا اچھا اب اس مسکین کو بتا دو"
سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہ روح نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اپ نے اس دن سب کے سامنے میری بات کا انکار کیا اور مجھ پر اپنی بیوی پر اس کو نگناز کو فوقیت دے"
روح نے کھانا ختم کرتے ہوئے پلیٹ سائیڈ پر کر دی تھی۔۔

"توبہ توبہ روح کچھ تو خدا کا خوف کرو میں نے سب کے سامنے تمہیں فوقیت دی تھی ہاں میں مانتا ہوں میں نے پہلے تمہاری بات کا انکار کیا لیکن اس کے بعد مجھے احساس ہوا تو میں نے فورا سے اسے انکار کر دیا تھا"

سردار موسیٰ سے خود پر اتنا بڑا الزام برداشت نہیں ہوا تھا۔۔

"جھوٹ مت بولیں اگر میں وہاں موجود نہ ہوتی نا تو اپ اس سے وہ چائے کا کپ لے کر پی چکے ہوتے ہیں جیسے کل رات میں اپ کے پاس موجود نہیں تھی تو اپ نے اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی چائے پی لی"

روح نے اپنے ناراض ہونے کی ایک اور وجہ اس کے سامنے رکھ دی تھی۔۔

"یار رات میں سچ میں میری طبیعت بہت خراب تھی اور مجھے چائے کی بہت زیادہ طلب تھی میں کچن میں ایا تو وہ وہاں موجود تھی اس نے میرے اگے چائے کی پہلے میں نے منع ہی کیا تھا لیکن پھر اپنی طلب کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کے ہاتھ سے چائے لے لی تھی اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں وہ میری بہنوں کی جیسی ہے"

سردار موسیٰ نے اپنی بات کی وضاحت پیش کی تھی۔۔

"اپ کے لیے وہ اپ کی بہنوں کی جیسی ہے لیکن سامنے والا اپنے دل میں نہ جانے کون کون سے خیال پیدا کر لے یہ بات اپ نہیں جانتے اگر اتنی ہی طلب ہو رہی تھی تو کسی اور سے کہہ دیتے یا خود بنا لیتے اس سے کہنے کی کیا ضرورت تھی"

روح اب بھی اپنی بات پر ڈٹی ہوئی تھی۔۔

"میں نے اس سے نہیں کیا اس نے مجھے خود دی"

سردار موسی نے فورا سے اپنا دفاع کیا تھا۔۔

"ہاں تو اپ منع بھی تو کر سکتے تھے نا اس سے نہیں لیتے اگر اپ اسے تھوڑا ساڈانٹ دیتے ہیں نا تو اس کی دوبارہ جرات نہ ہوتی اپ کی ہی شہ تھی اور اپ نے ہی اس کے اندر اتنی ہمت پیدا کی کہ اج وہ میرے سامنے کھڑے ہو کر مجھ سے اپ کو چھیننے کی باتیں کر رہی تھی"

روح نے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ بات کہہ دی جو وہ نہیں کہنا چاہتی تھی جبکہ اس کی بات پر سردار موسی حیران ہوا تھا۔۔

"کیا کہنا چاہ رہی ہو تم روح"

سردار موسیٰ کے لہجے میں حیرت تھی۔۔

"کچھ بھی نہیں بس اج شام میں اس نے میرے سامنے کچھ فضول بقواض کی جس کے جواب میں میں نے اس کے چہرے پر تھپڑ مار دیا"
روح نے برا سا منہ بنا کر اسے جواب دیا۔۔

"کیا کہا تھا اس نے"
سردار موسی نے ایک مرتبہ پھر اس سے پوچھا۔۔

"مجھے اس بات سے کوئی لینا دینا نہیں اس نے کیا کہا تھا کیا نہیں کہا تھا اس نے جو کہا اس کا جواب میں اسے دے چکی ہوں"
روح نے غصے سے کہا اور وہاں سے اٹھ کر جانے لگی تھی سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"مجھے نہیں بتاؤ گی"

سردار موسیٰ نے اس سے سوال کیا۔۔

"کوئی ایسی خاص بات نہیں کہ اپ کو بتائی جائے ہم لڑکیوں کا معاملہ تھا اور یہاں کی سردارنی میں ہوں جو کہ میں نے دیکھ لیا اپ کو بیچ میں انے کی ضرورت نہیں ہے بس اتنا کہوں گی کہ اسے اس کی اوقات میں رکھیں تو زیادہ بہتر ہے اور میں ناراض نہیں ہوں مجھے نیند ارہی ہے مجھے جانا ہے"

روح نے کہا تو سردار موسیٰ نے بھی اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا شاید یہ اس کی جیلسی تھی جیسے وہ اب محسوس کر رہا تھا روح مزید کچھ کہے بغیر وہاں سے جا چکی تھی سردار موسی بس اس کی پشت کو دیکھتا رہا جب تک وہ انکھوں سے اوجھل نہ ہوئی اس نے ایک پل کے لیے بھی انکھیں نہیں چھپکائی تھی کھانا اس کا بھی مکمل ہو چکا تھا روح کے جانے کے بعد وہ بھی اپنے کمرے کی طرف چلا گیا کیونکہ اب اس کا وہاں کوئی بھی کام نہیں تھا تھکا ہوا وہ بھی تھا اور روح کی ناراضگی سے بے چین کیے ہوئی تھی جو کہ اب ختم ہو چکی تھی اور ناراضگی کی وجہ بھی وہ جان چکا تھا اس کی بیوی کافی حد تک پوزیسو تھی اسے لے کر اور یہ بات اسے کافی اچھی لگی تھی۔۔

صبح کا وقت تھا سب لوگ معمول کے مطابق اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے ہاشم اس وقت سید سائیں کے کمرے کے پاس کھڑا تھا کمرے کے پاس کھڑے ہو کر اس نے اجازت طلب کی تھی اجازت ملنے کے بعد وہ کمرے میں داخل ہوا تھا لیکن اس سے پہلے ہی سردار موسیٰ وہاں موجود تھا سردار موسیٰ کو دیکھ کر ہاشم نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔۔

"اسلام علیکم سید سائیں"

ہاشم نے آداب سے ان کے ہاتھ کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھے تھے اور سلام کیا۔۔

"وعلیکم السلام بیٹھو"

سید سائیں نے بھی بہت ہی نرم لہجے میں بات کی سید سائیں کی یہ بات پر وہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بیٹھ گیا تھا۔۔

"کیا بات ہے آج میرے دونوں شہزادے میرے پاس ہیں کوئی بات ہے کیا"

سید سائیں نے مسکرا کر ان دونوں کو دیکھا تھا۔

"سید سائیں مجھے اپ سے بات کرنی ہے"

ہاشم نے ادھر ادھر کی بات کرنا مناسب نہ سمجھا اور نہ ہی وہ سردار موسیٰ سے کوئی بات کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے سیدھا ان سے ہی بات کی۔

"ہاں بولو کیا ہوا ہے ویسے تم دونوں کو دیکھ کر میں یہ اندازہ لگا سکتا ہوں کہ میرے دونوں شہزادے جو ہمیشہ ساتھ ہوتے ہیں اور آج غصہ غصہ اور الگ ہیں"

سید سائیں نے ان دونوں کی خاموشی دیکھ کر کہا تھا اور سب بے بڑی بات کہ ان دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔

"سید سائیں میں نور سے شادی کرنا چاہتا ہوں"
ہاشم نے سیدھا اپنے معدے کی بات کی تھی جبکہ اس کی بات سن کر سید سائیں اسے دیکھ رہے تھے انھیں کوئی بھی ایسی توقع اپنے اس پوتے سے نہیں تھی کیونکہ وہ جس حد تک حویلی والوں کے سامنے معصوم تھا اس نے آج تک نور سے کوئی بات نہ کی تھی نہ اس کی طرف دیکھتا تھا بقول حویلی والوں کے سب افراد کے اور آج ہاشم سید سائیں کے سامنے ایسی بات کر رہا تھا۔۔

"کیا جو میں نے سنا وہ ٹھیک ہے موسیٰ"
سید سائیں کو جیسے یقین نہ ہوا انھوں نے جو سنا وہ ٹھیک ہے۔۔

"کی دادا جان آپ نے جو سنا ہے وہ بلکل ٹھیک ہے"
سردار موسیٰ نے آہستہ سے جواب دیا تو سید سائیں نے مسکرا کر ہاشم کی طرف دیکھا۔۔

"مجھے کوئی بھی عتراض نہیں ہے ہاشم باقی فیصلہ کرنے والے موسیٰ اور ریاست ہی ہیں اگر وہ مان جاتے ہیں تو ٹھیک ہے"
سید سائیں جیسے جان گئے ہوں کہ سردار موسیٰ کو یہ بات اچھی نہیں لگی تھی اس لیے وہ کوئی بھی فیصلہ خود نہیں لینا چاہتے تھے۔۔

"کیا آپ نے روح کا رشتہ کرتے ہوئے مجھ سے یا پھر بابا سائیں سے پوچھا تھا سید سائیں تو اب آپ کیوں پوچھ رہے ہیں نور میرے نام سے منسوب ہے اور اب میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو کیا مسئلہ ہے"

ہاشم نے بغیر سردار موسیٰ کا لحاظ کیا اسنے سید سائیں کو دیکھ کر کہا۔۔

"ہاشم ابھی وہ پڑھ رہی ہے اس کی عمر اتنی نہیں ہے وہ چھوٹی ہے"
سردار موسیٰ جو نا جانے کب سے خاموش بیٹھا تھا اخر بول اٹھا۔۔

"کیا روح نور سے بڑی ہے"
ہاشم نے سوال کیا جبکہ اس کے سوال پر سعد موسیٰ بھی خاموش ہو گیا تھا۔۔

"لیکن پھر بھی ہمارا صرف نکاح ہوا ہے"
سردار موسیٰ نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پھر سے کہا۔۔

"دو تین سالوں میں رخصتی بھی ہو جائے گی مجھے پتہ ہے تو اس لیے میں نور کے ساتھ شادی چاہتا ہوں سید سائیں اپ میری بات کو مانیں اور میری امانت کو میرے حوالے کر دیں"

ہاشم نے سردار موسی کو جواب دینے کے بعد سید سائیں سے کہا۔۔

"ایسا نہیں ہو سکتا ابھی وہ چھوٹی ہے ہاشم تم اس بات کر سمجھو"

سردار موسیٰ کو ہاشم پر غصہ ایا اس لیے اس نے اب کی بار غصے سے کہا۔۔

"موسیٰ میں بیٹھا ہوں"

سید سائیں نے اس کے غصہ ہونے پر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا جس پر سردار موسیٰ خاموش ہو گیا تھا۔۔

"اور ہاشم کی بات ٹھیک ہے نور کو ہم نے بہت عرصہ پہلے ہی ہاشم کا کر دیا ہے اب اگر ہاشم اس سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے نور ہاشم کی امانت ہے تمہارا نکاح بھی وہ چکا ہے اور روح ابھی 18 سال کی ہے تو اسکی رخصتی ہو نہیں سکتی یحییٰ کو کر کے گیا ہے تم خود دیکھ چکے ہو اب اس کے بعد ہاشم ہی ہے نہ اگر وہ نور کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے تو اس میں کیا مسئلہ ہے"

سید سائیں کی آواز میں اب کی بار سختی تھی جس پر سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

"ٹھیک ہے دادا جان جیسا اپ کو ٹھیک لگے"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا اور وہ وہاں سے اٹھ کر جانے لگا تھا۔۔

"بیٹھو موسیٰ"

سردار موسیٰ جانے لگا تھا جب پیچھے سے سید سائیں کی آواز آئی تھی۔۔

"دادا جان جب آپ فیصلہ کر چکے ہیں تو میرا یہاں کیا کام"
سردار موسیٰ نے آداب کے دائرے میں رہتے ہوئے سید سائیں کو یوں دیا تھا وہ اپنی حدود جانتا تھا اس لیے غصے میں بھی وہ کبھی اپنی حدود پار نہ کرتا۔

"تو کیا میں نے روح کا جب فیصلہ کیا تھا تب کسی سے پوچھا میں بہتر جانتا ہوں موسیٰ اس لیے تمھارا یوں ناراض ہو کر جانا صحیح بات نہیں ہے"
سید سائیں نے سختی سے کہا تو وہ خاموش ہو گیا تھا۔۔

"اور ہاشم تم میں نے تمھاری بات مان لی ہے کیونکہ تم نے بہت صبر کیا ہے میں سب سے خود بات بھی کر لوں گا"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو اس کے چہرے پر بہت گہری مسکراہٹ آگئی تھی وہ مسکراہٹ جو کہ اسے بہت دلکش بنا رہی تھی۔۔

"اب تم دونوں ایسا کرو کھڑے ہو اور ایک دوسرے کے گلے لگ کیونکہ میں جانتا ہوں اسی بات پر تم دونوں کی بحث ہوئی ہو گی جس وجہ سے تم دونوں بات نہیں کر رہے ورنہ ایسا ہو نہیں سکتا جو ہمیشہ ایک ساتھ نظر اتے ہیں سردار موسی کی روبرو ہمیشہ ہاشم ہوتا ہے وہ اج دونوں ایک دوسرے سے غصہ ہو کر بیٹھے ہوں"

سید سائیں نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا موسی بالکل خاموش بیٹھا تھا اور ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ تھی ہاشم کا گلا تو دور ہو گیا تھا اس نے بغیر دیر کیے کھڑے ہوتے ہوئے اپنی باہر کھولی تھی سردار موسی کو بھی کھڑا ہونا پڑا تھا وہ تھوڑا اگے اکر ہاشم کے گلے لگا تھا۔۔

"ایسے نہیں موسی تمہیں اپنے دادا جان کہ فیصلے کا دل سے احترام کرنا پڑے گا"

سید سائیں نے اس کے روکھے پھینکے انداز کو دیکھ کر کہا تو سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"مبارک ہو"

سردار موسیٰ نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھ کر کہا تو ہاشم نے بھی اس سے پیچھے ہوتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"تھینک یو"

ہاشم کے چہرے پر فتح کی مسکراہٹ تھی وہ اس مسکراہٹ کے ساتھ بہت دلکش لگ رہا تھا کیونکہ اس نے جسے چاہا تھا فائنلی وہ اس کی ہونے جا رہی تھی جس لڑکی کو بہت پہلے ہی اس کے نام سے منسوب کر دیا گیا تھا اس کو سوچ کر ہاشم کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی تھی اتنے سالوں کے انتظار کے بعد وہ اس کی ہونے جا رہی تھی ہاشم نے کبھی بھی کسی لڑکی کو انکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا جس لڑکی کو اس کے نام کر دیا گیا تھا اس نے بس اسی کے بارے میں سوچا شروع شروع میں تو ہاشم نے کبھی بھی نور کو بھی ایسے نہیں دیکھا تھا وہ اس سے بھی دور رہتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا اس کی وجہ سے نور کے کردار پر کوئی بھی بات ائے اب وہ اس کی عزت بن چکی تھی اس کے نام سے منسوب تھی تو اس لیے اس کی عزت ہاشم کی عزت تھی لیکن اس دن سردار موسی اور روح کی مہندی کی رات جب اس نے نور کو سجا سنورا دیکھا اور اس کا یہ خوبصورت روپ دیکھا تو اس کا دل بے ایمان ہو گیا تھا اس کے قریب اکر اس نے وہ سارے پہرے توڑ دیے تھے جو اس نے اتنے

عرصے سے اپنے دل پر لگا کے رکھے تھے وہ اس سے دور رہا تھا اتنا عرصہ لیکن اس مختصر سی ملاقات نے اس کے دل کی ساری دھڑکنیں بے ترتیب کر دی تھی وہ اس وقت بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی اور اس دن اس نے پہلی مرتبہ اس کی تعریف کی تھی اور اس کے جذباتوں نے بغاوت کی تھی لیکن اب وہ فائنلی اسے مکمل طور پر اپنا بنانے جا رہا تھا کوئی بھی اسے نہ روکتا نہ ٹوکتا اس انداز سے حاشم اپنی نور کو اپنا بنانے والا تھا اور یہ سب سوچ کر وہ بہت خوش تھا اسے دنیا کی سب سے بڑی خوشی مل رہی تھی اسے اس کی نور مل رہی تھی۔



وہ دونوں ایک ساتھ سید سائیں کی خبریں سے باہر ائے تھے سردار موسی اب بھی اس فیصلے پر مکمل طور پر راضی نہیں تھا اس کا سوچنا یہ تھا کہ نورا ابھی چھوٹی ہے وہ اس سب کے لیے تیار نہیں ہے اسے اپنی پڑھائی مکمل کر لینی چاہیے تھی لیکن ہاشم کی اس جلد بازی نے ایسا ہونے نہیں دیا تھا اس بات کو لے کر سردار موسی خفا تھا وہ ہاشم سے کوئی بھی بات کی بغیر وہاں سے جانے لگا تھا جب ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام کر روک لیا۔۔

"اب اتنی بھی کیا ناراضگی میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا جس کی وجہ سے تم یوں کرو"

ہاشم نے اس کا غصہ دیکھ کر کہا سردار موسی نے پیچھے مڑ کر ہاشم کو دیکھا۔۔

"اگر تمہیں لگتا ہے تم نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تو ٹھیک ہے تمہاری مرضی"

سردار موسی نے روکھے سے لہجے میں کہا۔۔

"پلیز نا یار بس کرو میں مانتا ہوں میں اپنے جذبات کے ہاتھوں مجبور ہوں میں نہیں چاہتا میں کچھ غلط قدم اٹھاؤں اور جس وجہ سے میں اپنی نور کو ہمیشہ کے لیے کھو دوں اس لیے میں اس سے شادی کر کے اسے مکمل طور پر اپنا بنا کر اپنا حق جتانا چاہتا ہوں پلیز یار ایسا مت کرو میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کبھی بھی نور کو کوئی تکلیف نہیں دوں گا اس سے ہمیشہ خوش رکھوں گا اور اس کی پڑھائی میں کوئی حرج نہیں انے دوں گا میں تم سے وعدہ کر رہا ہوں کیا تمہیں اپنے دوست پر اتنا بھی یقین نہیں ہے"

ہاشم نے بے چینی سے کہا اسے بھی سردار موسی کی ناراضگی برداشت نہیں ہو رہی تھی وہ بچپن سے ہی اس کا دوست تھا اس کے علاوہ ہاشم نے کبھی بھی وہ جگہ کسی کو نہیں دی تھی جو سردار موسی کی تھی اسی لیے اب اس کا یہ روکھا روکھا رویہ سے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے لیکن دیکھ لو جو باتیں کی ہیں ان پر مکمل طور پر پورا اترو گے اگر میری بہن کی انکھ میں تمہاری وجہ سے ایک بھی انسو ہوا نا تمہاری جان میں اسی وقت نکال دوں گا"

سردار موسی نے اسے وارن کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"توبہ توبہ کرو سالے صاحب ابھی شادی کوئی نہیں ہے تم پہلے ہی اپنی بہن کو بیوہ کرنے کا سوچ رہے ہو"

ہاشم نے بیچارگی سے کہا تھا جبکہ اس کے ایسا منہ بنانے پر سردار موسی نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"زیادہ اوور ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور مبارک ہو میں خوش ہوں اس بات پر میری نور ہمیشہ کے لیے میرے پاس ہی رہے گی لیکن ایک بات کا خیال رہے کبھی بھی اسے کوئی تکلیف نہیں دینی ورنہ تمہارا منہ توڑ دوں گا"

سردار موسی نے ایک مرتبہ پھر سے مسکرا کر کہا تو ہاشم بھی مسکرا کر اسے دیکھنے لگا۔۔

"جو حکم"

ہاشم نے سر کو خم دیا تھا تو وہ دونوں ہی مسکرائے تھے۔۔

"اب اس خوشی میں زیادہ ایکسائٹڈ ہونے کی ضرورت نہیں ہے پہلے جو کام تمہارے ذمے میں نے لگائے تھے نا وہ سارے کر لو اپنے اس غصے کی وجہ سے نا تم نے ان میں سے ایک کام بھی نہیں کیا ہے تو اج مجھے وہ سارے کے سارے کام مکمل چاہیے"

سردار موسیٰ ہاشم کے دانت دیکھ کر کہا تو ہاشم نے ہامیں سر ہلایا۔۔

"ویسے تمہیں نا بندہ نہ جانے کیا کرے تمہاری محبت کی شادی نہیں ہے نا اسی لیے تمہیں اندازہ نہیں ہے جب تمہیں روح سے محبت ہو گی نا تب دیکھنا دادا سائیں کے سامنے نا اگے پیچھے پھرتے رہو گے میری رخصتی کروا دے میری رخصتی کروادے"

ہاشم نے اس کا مذاق بناتے ہوئے کہا تھا جبکہ روح سے محبت والی بات پر سردار موسی رک گیا تھا کیا جو جذبات وہ اب روح کے لیے محسوس کر رہا تھا کیا وہ محبت کے تھے۔۔

"کیا ہوا"

ہاشم اسے بلکل خاموش دیکھ کر بولا۔۔

"کچھ نہیں"

سردار موسیٰ جو کہ روح کے بارے میں سوچ رہا تھا بولا۔۔

"کیا محبت ہو گئی ہے"

ہاشم نے کہا تو اس کی بات پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی تھی محبت کا تو پتہ نہیں تھا لیکن اس کے قریب آتے ہوئے اسے جو جذبات محسوس ہوتے تھے وہ کبھی بھی نہیں ہوئے تھے اور نہ ہی کسی اور لڑکی کے لیے نہ اس نے کبھی کسی اور کے بارے میں سوچا ہی تھا اب یہ محبت تھی یا کیا تھا یہ بات وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔۔

"مسکرا رہے ہو محبت ہو گئی ہے"

سردار موسیٰ کو مسکراتا دیکھ کر ہاشم نے ایک بار پھر سے کہا تو سردار موسیٰ نے اس کے کندھے پر تھپڑ مارا تھا۔۔

"بقواض مت کرو"

سردار موسیٰ نے اسے خاموش کرانے کے لیے کہا۔۔

"میں تو بقواض بند کر لوں گا لیکن جو تمھارے دل کی دھڑکنیں بول رہی ہیں ان کا کیا کرو گے"

ہاشم نے اسے ایک باہر پھر سے چھیڑا جس پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا۔۔

"جو کام کہا ہے وہ کرو زیادہ زبان نہ چلاؤ"

سردار موسیٰ کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہاشم کی باتیں سچ ہیں اس لیے وہ بول رہا تھا سردار موسیٰ کے سخت لہجے پر ہاشم نے ہنستے ہوئے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

"اچھا بھئی، جیسا حکم کام بھی کر لوں گا اور زبان بھی کم چلاؤں گا ویسے میرے بات پر دل تو تمھارا بھی"

وہ شرارت سے بولا تو موسیٰ نے ایک گہری سانس لی اور غصے سے اسے دیکھا تو وہ بات کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔۔

"تمہیں مزاق ہی سوجھتا ہے ہر وقت۔"

سردار موسیٰ بڑبڑایا اور آگے بڑھ گیا۔

"مزاق نہیں ہے یار، سچ ہے۔ تم بدلے بدلے لگ رہے ہو، پہلے جیسے نہیں رہے۔"

ہاشم اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا سردار موسیٰ نے قدم روکے، ایک لمحے کو اسے دیکھا۔

"اب اگر تم نے بقواض کی تو بہت برا ہو گا"

سردار موسی کی غصیلی اواز پر اب وہ خاموش ہو گیا تھا اور چپ چاپ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگا تھا۔۔

💗💗

عدنان کمرے میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا اسے کوئی فائل بنانی تھی اور اج رات کی مکمل کرنی تھی جس کی وجہ سے وہ پورا دن اسی میں لگا رہا تھا حفصہ تو اسے دیکھ دیکھ بور ہی ہو رہی تھی اور برے سے منہ بنا رہی تھی جب سے عدنان نے اس سے اپنے دل کی بات کی تھی وہ بہت خوش تھی اور اسے بہت زیادہ سکون محسوس ہو رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے دنیا کی ساری خوشیاں اس کی جھولی میں اکر گر گئی ہیں وہ خود کو دنیا کی سب سے لکی لڑکی سمجھ رہی تھی اس کی سچائی معلوم ہونے کے بعد بھی عدنان اس سے محبت کرتا تھا اس نے نکاح کے بعد اسے ایک مرتبہ بھی کچھ بھی نہیں کہا تھا وہ خود کو بہت خوش نصیب محسوس کر رہی تھی۔۔

"کیا ہے عدنان بس کریں"

حفصہ اکتا گئی تھی صبح سے وہ لیپ ٹاپ میں بزی تھا حالانکہ اس کے ہوتے ہوئے وہ دوسرے کام کر رہا تھا۔۔

عدنان نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر حفصہ کی طرف دیکھا جو منہ پھلائے بیڈ کے کنارے بیٹھی اسے گھور رہی تھی۔اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''کیا ہوا؟''

عدنان نے پر سکون لہجے میں پوچھا۔

''صبح سے میں دیکھ رہی ہوں اپ مجھے اگنور کر رہی ہیں، کیا ہے عدنان؟

آپ کے لیے میں ضروری ہوں یا یہ لیپ ٹاپ؟

حفصہ نے خفگی سے کہا عدنان نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔۔

"میری جان اج کے دن نا بہت مصروف ہو بہت زیادہ کام ہے اور مجھے یہ اج رات میں مکمل کرنا پلیز اج کی دن مہلت دے دو"

عدنان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر حفصہ کا منہ بن گیا تھا اسے لگا تھا اس کے شکوہ کرنے پر وہ سب کچھ سائڈ پر رکھ دے گا لیکن یہاں پر وہ اس سے اجازت مانگ رہا تھا اپنا کام کمپلیٹ کرنے کی۔۔

"بہت ہی برے ہیں اپ"

وہ منہ بنا کر بیٹھ گئی تھی جبکہ عدنان اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے سائیڈ پہ رکھا اور اٹھ کر حفصہ کے پاس ایا۔۔

"کیا ہوا"

عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا جبکہ حفصہ اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔۔

"اپ کو میرا خیال ہے بھی یا نہیں میں کب سے دیکھ رہی ہوں اب صبح سے اسی کے اندر لگے ہوئے ہیں اور میرا ویسے بھی مونڈ نہیں ہے باہر جانے کا اگر میں باہر جاتی ہوں اپ کی مما مجھے تانے مارتی ہیں جو کہ مجھے بالکل بھی اچھا نہیں لگتا اسی لیے میں کمرے میں رہنا ہی صحیح سمجھتی ہوں اور سب سے بڑی بات نانو صبح کے بعد کچھ کھایا بھی نہیں ہے اور اپ کو اس بات کا بالکل بھی احساس نہیں ہے کہ اپ میرا تھوڑا سا احساس کر لیں میرے کھانے کا ہی پوچھ لیں"

حفصہ پھولے ہوئے گالوں سے اس پر غصہ ہو رہی تھی۔۔

"شششششش"

عدنان نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی جب اس نے دوبارہ کچھ بولنے کی کوشش کی وہ اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا جو کہ لال سرخ جوڑے میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی اس کو زیادہ میک اپ کرنا تو نہیں اتا تھا لیکن پھر بھی اس نے ہلکی سی لپسٹک لگائی ہوئی تھی عدنان نے اس کی ضرورت کی ہر چیز اس کے لیے میسر کروادی تھی ہر طرح کا لباس اس کے پاس تھا بہت زیادہ بھاری کپڑے تھے جو کہ حفصہ نے خود سائیڈ پر کر کے اسے سمپل سے کپڑے منگوانے کا کہا تھا ورنہ وہ تو اس کے لیے بہت ہیوی کپڑے لے ایا تھا اسے پہننے کی عادت نہیں تھی پھر بھی عدنان نے وہ واپس نہیں بھیجے تھے بلکہ رکھوا دیے تھے کبھی بھی کام اسکتے ہیں۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو"

عدنان اس کے چہرے پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے بولا۔۔

"یہ بات جانتی ہوں میں اپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہے"

حفصہ نے برا سا منہ بنا کر کہا تو عدنان نے ہنس کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"اچھا بتاؤ کیا کھاؤ گی میں منگوا دیتا ہوں"

عدنان نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر کہا۔

"نہیں آپ منگوا کے نہیں دیں گے بلکہ خود جا کر کچن سے لے کر ائیں گے"

حفصہ نے اس کے اگے ایک نئی فرمائش رکھ دی تھی جبکہ اس کی بات پر وہ حیران ہوئی تھی مطلب وہ اس قبیلے کا سردار جس نے آج تک اپنا کوئی کام نہیں کیا تھا وہ اس کے لیے جان کر کھانا لے کر آئے۔۔

"تم ہوش میں ہو حفصہ کیا بول رہی ہو اس قبیلے کا سردار ہوں میں"

عدنان۔۔نے معصومیت سے کہا۔۔

"سردار ہوں یا پھر وزیر اعظم مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا اپ جا کر لے کر آئیں"

حفصہ نے برا سا منہ بنالیا اور اسے گھور رہی تھی۔۔

"میں نہیں جا رہا میں کسی کو آواز دے دیتا ہوں، وہ لے آئے گی"

عدنان نے فوراً سے انکار کیا تھا حفصہ نے بازو سینے پر باندھ لیے اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"ٹھیک ہے آپ کو زحمت ہی کیوں دینی ہے، میں ویسے بھی کون سا ضروری ہوں آپ کے لیے جو آپ میرے لیے جا کر کھانا لے کر آئیں گیں"

حفصہ نے برا سا منہ بنا کر کہا تو عدنان نے اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

"حفصہ ایسی بات نہیں ہے میں تو بس اس لیے کہہ رہا تھا کہ "

وہ اپنی ہی بات مکمل نہیں کر پایا تھا۔۔

"ہاں بولیں نہ کیا"

حفصہ نے منہ بنا کر پوچھا۔۔

"یار سردار ہوں میں اچھا تھوڑی نہ لگوں گا"

عدنان نے معصومیت سے کہا تو وہ اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ عہدہ آپ کے لیے ضروری ہے یہ میں"
حفصہ نے اسے اموشنل بلیک میل کیا تو عدنان خاموشی سے بس اسے دیکھ رہا تھا عدنان نے حفصہ کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے سوچا، پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، میں خود لے کر اجاتا ہوں"
اس نے آہستہ کہا اور بیڈ سے اٹھ کر کمرے سے چلا گیا جبکہ حفصہ نے مسکراتے ہوئے اسے جاتا دیکھا عدنان کچن میں آیا تو وہاں پر اس کی ماں پہلے سے ہی موجود تھی وہ تو یہ دعا کر رہا تھا بس کچن میں اسے نادیہ بیگم نہ مل جائے لیکن جس بات کا اسے ڈر تھا وہی ہوا تھا سامنے ہی نادیہ بیگم کھڑی تھی۔۔

"عدنان تم یہاں"

اپنے بیٹے کو دیکھ کر نادیہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔۔

"جی ماں سائیں"

اس نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اہستہ سے کہا۔۔

"کیا ہوا ہے تم پریشان لگ رہے ہو"

نادیہ بیگم اسے کنفیوز دیکھ کر بول رہی تھی۔۔

"نہیں ماں سائیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بس وہ مجھے بھوک لگی تھی"

عدنان نے کنفیوز ہوتے ہوئے کہا اب وہ یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا وہ اپنی بیوی کے لیے کھانا لینے ایا ہے۔۔

"تو یہ بات تم کسی ملازمہ کو کہہ دیتے خود آنے کی کیا ضرورت تھی"

نادیہ بیگم کو ایسا لگا جیسے ان کا بیٹا ان سے جھوٹ بول رہا ہے وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی بھوک اسے نہیں لگی وہ کبھی بھی خود اٹھ کر خود سے اپنا کام نہیں کرتا تھا وہ اسی لڑکی کے لیے ایا تھا۔۔

"بس میں نے سوچا خود آجاتا ہوں"

عدنان نے نظریں جھکا کر کہا۔

"ٹھیک ہے تم کمرے میں جاؤ میں بھیجوا دیتی ہوں"

نادیہ بیگم اس کی طرف دیکھ کر بولی تو عدنان اب سمجھ نہیں پایا تھا وہ کیا کہے۔۔

"نہیں ماں سائیں اب میں ایا ہوں تو خود ہی لے کر جاؤں گا"

عدنان نے فوراسے کہاتونادیہ بیگم نے حیرانی سے اسے دیکھانسیم خالہ بھی وہی موجود تھی جب عدنان نے اکر کہا تھااسے کھاناچاہیے تووہ پہلے ہی کھانے کی ٹرے تیار کر چکی تھی۔۔

"شکریہ نسیم خالہ"

عدنان نے جب دیکھانسیم خالہ نے کھانے کی ٹریل تیار کرلی ہے تووہ ان کے پاس اتے ہوئے ان سے ٹرے لیتے ہوئے ان کا شکریہ کرتے ہوئے وہاں سے رفوچکر ہو چکا تھاجب کہ اس کی ماں حیرانی سے اسے جاتاہوادیکھ رہی تھی۔۔

"اس لڑکی نے میرے بیٹے کودودنوں میں اپنا کرلیا"

نادیہ بیگم نے نفرت سے کہا تھا اور اپنے دماغ میں کچھ سوچ رہی تھی کیوں کہ وہ اتنی آسانی سے تو اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے جانے نہیں دے سکتی تھی۔

رات کے کھانے پر تقریبا حویلی کے تمام افراد اچکے تھے ماہا ویسے اپنے کمرے سے باہر نہیں اتی تھی اور سردار موسی وہاں موجود نہیں تھا کسی نے بھی اب تک کھانا شروع نہیں کیا تھا کیونکہ سردار موسی کے انے سے پہلے کوئی بھی کھانا شروع نہیں کرتا تھا اس لیے سبھی لوگ اس کا انتظار کر رہے تھے۔۔

"ہاشم سردار موسیٰ کہاں ہے"

سید سائیں نے ہاشم کو دیکھ کر کہا جو کہ آج جلدی حویلی اگیا تھا ویسے تو ہاشم اور سردار جیسا ساتھ اتے تھے لیکن اج ہاشم جلدی اگیا تھا اور سردار موسی اب تک نہیں ایا تھا۔۔

"جی سید سائیں وہ اسے ایک کام تھا وہ کہہ رہا تھا بس کر کے ادھے گھنٹے میں ا جاؤں گا ابھی تو ٹائم بہت زیادہ ہو گیا ہے پتہ نہیں کیوں نہیں ایا"
ہاشم نے جو بات تھی وہ سید سائیں کے اگے رکھتے ہوئے کہا روح کے چہرے پر بھی پریشانی آگئی تھی اور وہ پریشان نظروں سے بار بار لاؤنج کے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"اچھا کوئی بات نہیں تھوڑی دیر میں اجائے گا"
ساجد نقوی نے مسکرا کر کہا تو اس پر ہاشم نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

"ماہابیٹی کیسی ہے"

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سید سائیں نے روح کی جانب دیکھ کر پوچھا تھا ان کے پوچھنے پر روح سید سائیں کو دیکھنے لگی۔

"سید سائیں میں تو اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہی ہوں میں ہر ممکن کوشش کر رہی ہوں وہ ہمارے درمیان بیٹھے ہم سے بات کریں ہم سے اپنی باتیں شیئر کریں لیکن اس سے یہ بات برداشت نہیں ہو رہی اس نے اپنے ماں باپ کو اتنی بڑی تکلیف دی اور پھر یحییٰ کا یوں اچانک چلے جانا اسے بہت بڑا صدمہ دے گیا ہے اسے لگتا ہے اس نے غلط شخص سے محبت کر لی اور اس کی سزا اب وہ بھگت رہی ہے"

روح نے پوری صورتحال بتائی تو ساجد نقوی اور کنزہ بیگم شرمندہ ہو گئے تھے کیوں کہ ان کے بیٹے کی وجہ سے ایک معصوم لڑکی کی زندگی تباہ ہو رہی تھی۔۔

"تم یہاں کے سردارنی ہو روح یہاں کا ہر معاملہ اب تمہارے سپرد ہیں تمھیں کوشش کرنی ہے کہ ماہا بالکل ٹھیک ہو جائے"

سید سائیں نے روح کو دیکھ کر کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی جبکہ گلناز کو روح بالکل بھی نہیں اچھی لگ رہی تھی۔۔

"سید سائیں"

روح نے بھی محسوس کیا تھا گلناز اسے نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی ہے تو ایک مرتبہ پھر اس نے خاموشی کو توڑتے ہوئے سید سائیں کو آواز دی۔۔

"جی بچے"

سید سائیں نے ہلکا سا مسکرا کر کہا۔۔

"میں یہ کہہ رہی تھی کہ اب تو نادیہ پھوپھو بھی اپنے گھر جا چکی ہیں گلناز بہت دنوں سے یہاں ہے تو وہاں انھیں مسئلہ ہوتا ہو گا دوسرہ اس نے اپنی بھابھی کے ساتھ بھی ٹائم نہیں گزارا ہو گا تو کیوں نہ ہم اسے واپس بھیج دیں"

روح نے بہت احتیاط سے الفاظ استعمال کیے تھے تاکہ کسی کو بھی یہ محسوس نہ ہو کہ روح نہیں چاہتی وہ یہاں رہے۔۔

"بچے جیسے گلناز کو خود بہتر لگے"

سید سائیں نے مسکرا کر گلناز کی جانب دیکھتے ہوئے سارا فیصلہ اس پر چھوڑ دیا تھا۔۔

"اگر وہ جانا چاہتی ہے تو چلی جائے ہمیں کوئی مسلئہ نہیں ہے"

سید سائیں نے ایک بار پھر ماحول میں خاموشی دیکھ کر کہا۔۔

"سید سائیں میں یہی صحیح ہوں جب مجھے لگے گا مجھے جانا ہے میں چلی جاؤں گی"

اس نے بہت سختی سے کہا تو سب لوگ ہی اسے دیکھ رہے تھے کیوں کہ اس کا لہجا کافی سخت تھا۔

"کیا ہو گیا ہے گلناز کوئی تمھیں یہاں سے نکال تو نہیں رہا"

سید سائیں کے سامنے اور حویلی کے مردوں کے سامنے آیت بیگم کو اس کا یہ لہجہ پسند نہیں ایا اس لیے اس نے اسے ٹوک دیا روح نے مسکرا کر اسے دیکھا وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی تھی اتنے میں سردار موسی بھی آ گیا تھا اسے دیکھ کر سب لوگ کھڑے ہونے لگے تو لیکن وہ اشارے سے منع کر چکا تھا۔۔

"کتنی بار آپ سب سے کہا ہے اگر میں لیٹ ہو جاؤں تو آپ کھانا کھا لیا کریں"

سردار موسیٰ اپنی جگہ پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔۔

"اگر اتنا ہی آپ کو احساس ہوتا سردار صاحب آپ جلدی آنے کی کوشش کریں"

ریاست نقوی نے اپنے بیٹے پر طنز کیا ان کے طنز پر سردار موسیٰ نے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"ایسی بات نہیں ہے بابا سائیں وہ کام ہی اتنا تھا میں نے پوری کوشش کی ہے جلدی انے کی ابھی تو کچھ کام چھوڑ کر بھی ایا ہوں"

سردار موسی نے ان کے طنز پر مسکرا کر جواب دیا تھا۔۔

"اچھا اچھا اب کھانا شروع کریں ٹھنڈا نہ ہو جائے"

آیت بیگم نے مسکرا کر سب کو کھانا شروع کرنے کا کہا تو سب نے ہی بسم اللہ پڑھ کر کھانا اپنے پلیٹ میں نکال کر کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے دوران کچھ دیر تک ہلکی پھلکی باتیں ہوتی رہیں، پلیٹوں کی ہلکی آوازیں اور کٹلری کی کھنک ماحول کو معمول پر رکھے ہوئے تھی۔ روح کبھی کبھار سردار موسیٰ کی طرف دیکھ لیتی جو خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا اس کے چہرے پر وہی سنجیدگی تھی مگر آنکھوں میں کہیں نہ کہیں تھکن جھلک رہی تھی لیکن پھر بھی وہ اپنی سردارنی پر چور سی نگاہ ضرور ڈال رہا تھا جو کسی اور کو محسوس نہ ہوا اپنے پر نظروں کی تپش محسوس کر کے روح اس کی طرف دیکھتی لیکن وہ ہر بار کھانے میں ہی مصروف نظر آتا کچھ لمحوں بعد سید سائیں نے پانی کا گلاس میز پر رکھا اور ہلکا سا کھنکار کر سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ سب لوگ سمجھ گئے کہ اب وہ کوئی اہم بات کرنے والے ہیں اور ہاشم تو اسی منتظر میں تھا کب سید سائیں سب سے اس کے فائدے کی بات کریں گے۔

"ایک بات ہے جو میں آپ سب کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں"
سید سائیں نے پُر سکون مگر باوقار لہجے میں کہا سب کی نظریں ان پر جم گئیں۔ہاشم نے بھی کھانے سے ہاتھ روک لیا، ہاشم نے نور کی طرف دیکھا جو کہ نظریں جھکا کر خاموشی سے پلیٹ کو دیکھنے لگی۔۔

"ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہاشم اور نور کی شادی جلد کر دی جائے"

سید سائیں کی آواز میں حکم تھا ایک لمحے کے لیے میز پر مکمل خاموشی چھا گئی۔ ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی جبکہ نور گھبرا کر سب کی طرف دیکھ رہی تھی سید سائیں نے کیا بات کی اس بات کا احساس ہونے پر اس نے فوراً سے اپنی نظریں جھکالی تھی آیت بیگم کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی، ریاست نقوی نے اطمینان سے سر ہلایا۔ روح نے چونک کر سردار موسیٰ کی طرف دیکھا جواب بھی خاموش تھا مگر اس کی نظریں لمحہ بھر کے لیے ہاشم پر جا ٹھہریں۔

"لیکن سید سائیں نور ابھی بچے ہیں شادی کی ذمہ داریاں اس کی پڑھائی کو متاثر کر سکتی ہیں"

کچھ دیر کے بعد ساجد نقوی کی آواز پر سب لوگوں نے ان کی جانب دیکھا جبکہ ان کی اس بات پر سردار موسی ہاشم کو ہی دیکھ رہا تھا اس پہ جتا رہا ہو جیسے اس کی بات بالکل ٹھیک تھی ہاشم نے سردار موسی کو اگنور کیا۔۔

"یہ فیصلہ ہم نے سوچ سمجھ کر کیا ہے دونوں بچے بہت عرصے سے اس رشتے میں بندھے ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں اسے اب مکمل طور پر حلال کر دیا جائے اور ہاشم بھی یہی چاہتا ہے"

سید سائیں کے لہجے میں حکم تھا جبکہ ان کی آخری بات پر سب لوگوں نے ہاشم کی جانب دیکھا تھا ہاشم نے سید سائیں سے ایسی بات کی تھی کسی کو بھی یقین نہیں ایا تھا کیونکہ جتنا شریف وہ سب کے سامنے دکھتا تھا اس سے کوئی بھی یہ توقع نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایسی بات سید سائیں سے کرے گا نور وہاں پر مزید نہیں بیٹھ پائی تھی وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی تھی روح بر اسا منہ بنا کر اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی اس نے اتنا بڑا فیصلہ کر لیا تھا اور اپنی بہن کو بتایا تک نہیں تھا جس بات پر وہ اب اس سے خفا ہونے والی تھی اور روح کو مناتے مناتے ہاشم کی جان سولی پہ لٹک جانی تھی سردار موسی کے تاثرات دیکھ کر بھی رونے اندازہ لگا لیا تھا اس بات سے وہ بھی واقف ہے اگر کوئی ناواقف تھا تو وہ بس یہاں کی سردارنی ہی تھی۔۔

"ٹھیک ہے بابا سائیں جیسا اپ کو بہتر لگے ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے"

ریاست نقوی نے مسکرا کر کہا کیوں کہ اس سے بڑی خوشی کی بات ان کے لیے کیا ہو سکتی تھی ان کی بیٹی ان کی انکھوں کے سامنے ہی رہے گی۔۔

"اور احمد تم راضی ہو"

سید سائیں نے ہاشم کے بابا سے پوچھا تھا۔۔

"مجھے کیا اعتراض ہو گا بھلا سید سائیں جب ہاشم خود راضی ہے"

احمد نقوی نے مسکرا کر کہا تو ان کی بات پر سید سائیں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"تو پھر ٹھیک ہے بچوں کے کالج اور یونیورسٹی کھلنے سے پہلے یہ شادی کا فرض بھی انجام دے دیا جائے"

سید سائیں نے ایک اور فیصلہ ان کے آگے رکھا تھا جبکہ ان کی اس بات پر وہاں موجود سب لوگ حیران ہو گئے تھے کیونکہ ان کے کالج اور یونیورسٹی کھلنے میں صرف اور صرف دو ہفتے رہ گئے تھے اور ان دو ہفتوں میں شادی وہ سب لوگ ہی بہت پریشان ہو گئے تھے اتنے سارے انتظامات ہوتے ہیں رسومات ہوتی ہیں کپڑے گھنے انہیں سمجھ نہیں ارہا تھا وہ یہ سب کچھ کیسے کریں گے۔

"لیکن سید سائیں اتنی جلدی یہ سب کیسے ہو گا"
عافیہ بیگم نے پریشان ہو کر کہا ان کی بات سے سب لوگوں نے ہی اتفاق کیا تھا۔۔

"سب ہو جائے گا تم لوگ بس تیاریاں شروع کرو اس جمعہ کو ان دونوں کا نکاح ہے"

سید سائیں ایک کے بعد دوسرہ دھماکہ ان کے سر پر کر رہے تھے اور سب کو ہی حیران کر رہے تھے اس جمعے کو نکاح جبکہ جمعہ میں صرف اور صرف تین دن تھے۔۔

"اتنی جلدی سب کیسے ہو گا سید سائیں"
روح نے بھی اب کی بات احتجاج کیا تو سید سائیں نے اسے دیکھا۔

"آپ یہاں کی سردارنی ہے اس یہ آپ کا کام ہی میری چھوٹی سردارنی سب کیسے ہو گا"
سید سائیں نے مسکرا کر ساری کی ساری زمینداریاں روح پر ڈال دی تھی اور وہ پریشان ہو گئی۔۔

"اور جانتے ہیں نہ سید حویلی کے پوتے کی شادی ہے سب کچھ بہت بڑیا ہونا چاہیے اور ہاں یہاں کے ہر قبیلے کو پتہ چلے کہ سردار موسیٰ کے اکلوتے دوست اور بہن کی شادی ہے"

سید سائیں مسکرا کر بول رہے تھے ان کی بات پر سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا ان کی بات پتھر پر لکیر تھی جیسے کوئی بھی ٹال نہیں سکتا تھا جو حکم ایک بار انھوں نے دے دیا تھا وہ ہو کر ہی رہنا تھا۔۔

❤️

ہاشم جو کہ اپنے کمرے میں آیا تھا بہت خوش تھا اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی اس کا بس چلتا تو وہ سب کو چیخ چیخ کر بتاتا وہ کرنا خوش ہے اس نے کمرے میں آتے ہی گانا لگایا تھا اور بیڈ پر چڑھ گیا تھا گانے کے بولوں کے ساتھ ہی وہ بیڈ پر چڑھ کر جانچنے لگا تھا وہ بیڈ پر کھڑا ہو کر موبائل کی آواز ذرا اور تیز کر دیتا ہے۔ کمرے میں ایک شوخ سا رومانوی گانا گونج رہا تھا

"دل آج خوش ہے، دل بے قابو ہے..."

ہاشم کمر پر ہاتھ رکھ کر پہلے ایک طرف جھکتا ہے، پھر دوسری طرف۔ قدم بیڈ پر پڑتے ہی وہ انگلیاں چٹخاتا ہوا گھوم رہا تھا۔

"ساہاں وچ توں وسدی اے"

بول آتے ہی وہ ہاتھ دل پر رکھ کر ڈرامائی انداز میں آنکھیں بند کر لیتا ہے، پھر اگلے ہی لمحے قہقہہ لگا کر بیڈ پر گھوم جاتا ہے کبھی وہ بیڈ کو اسٹیج سمجھ کر ایک ٹانگ آگے رکھتا کبھی ہوا میں انگلی اٹھا کر ایسے ناچتا ہے جیسے سامنے پورا مجمع ہو کندھے ہلتے ہیں، سر ردھم میں جنبش کرتا ہوا اور قدم بے ترتیب مگر خوشی سے بھرے ہوئے حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔

"آج خوشی دا دن اے"

بولوں کے ساتھ ہی وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر گھومتا ہے، ذرا سا توازن بگڑتا ہے تو ہنستے ہوئے بیڈ پر بیٹھ جاتا ہے۔

"پاگل ہو گیا ہوں میں"

وہ خود ہی سے کہتا ہے، اور سکون کی سانس لیتا ہے اس کی یہ ساری کاروائی دروازے کے پاس کھڑی روح دیکھ رہی ہوتی ہے پہلے تو اس کی حالت پر اسے بہت ہنسی ارہی ہوتی ہے لیکن پھر خود کو سیریس رکھتے ہوئے وہ کمرے میں اتی ہے اسے دیکھ کر ہاشم حیران ہو رہا تھا اتنے دنوں بعد وہ اس کے کمرے میں ائی تھی بلکہ یوں کہا جائے نکاح کے بعد وہ پہلی بار اس کے کمرے میں ارہی تھی۔۔

"ویلکم ویلکم کہیں راستہ تو نہیں بھول گئی"

روح کو اندر اتا دیکھ کر ہاشم نے سیدھے ہوتے ہوئے کہا۔۔

" بالکل بھی نہیں میں بالکل بھی نہیں بھولی ہوں میں کہاں ارہی ہوں اور کہاں نہیں لیکن مجھے یہ ضرور لگتا ہے اپ یہ بھول گئے ہیں میں اپ کی بہن ہوں "

روح نے بھی اس پر طنز کیا تھا جیسے ہاشم نے اس پر اتے ساتھ ہی اس کا تیر چلایا۔۔

"توبہ توبہ اتنا بڑا الزام کچھ شرم کرو لڑکی "

ہاشم کو اس کا یہ الزام بالکل بھی ہضم نہیں ہوا تھا اس کے حساب سے یہ بہت زیادہ تھا اس لیے اس نے فوراً سے اپنے حق میں احتجاج کیا۔۔

"میں آپ پر الزام لگا رہی ہوں میں الزام نہیں لگا رہی بلکہ حقیقت بول رہی ہوں اپ سچ میں بدل گئے ہیں پہلے تو اپنی چھوٹی سی چھوٹی بات مجھے اکر بتاتے تھے اب اتنی بڑی بات ہو گئی اور اپ نے مجھ سے شیئر تک نہ کی اسے ہی بدل جانا کہتے ہیں ویسے تو مجھے الزام دیتے رہتے تھے میں اپ کو ٹائم نہیں دیتی میں بدل گئی ہوں لیکن بدلے اپ ہیں"

روح کے پاس اج موقع تھا اس سے پورے پورے بدلے لینے کا اسی لیے وہ اپنے سارے حساب اج ہی کلیئر کرنے والے تھے۔

"میں نے ایسا کیا کر دیا جو تم مجھ پہ اتنا بڑا الزام لگا رہی ہوں"

ہاشم بھی ہاشم تھا کہاں اس کے سامنے ماننے والا تھا۔

"ہاں اپ تو بہت معصوم ہے نا اپ نے تو کچھ کیا ہی نہیں ہے سید سائیں کے سامنے جا کر اپنے رشتے کی بات کر آئے بہت معصوم ہیں"

رونے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تمھیں اپنے بھائی کے معصومیت پر شک ہے"
ہاشم نے اس سے سوال کیا تھا کیوں کہ وہ دلچسپی سے اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا۔۔

"دنیا کے سارے معصوم مرے ہوں گے اور پھر اپ پیدا ہوئے ہیں اور یہ معصوم بنانا ہے تو حویلی والوں کے سامنے بنے میرے اگے نہیں میں سب جانتی ہوں"
روح نے منہ بنا کر کہا جبکہ اس کی باتوں پر ہاشم اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا جانتی ہو"
ہاشم نے آنکھیں بڑی کر کے اسے دیکھا۔۔

"یہی آپ نور بھابھی سے ملتے تھے اور کیا"

روح نے بغیر کوئی پردہ رکھے ساری بار اس کے اگے رکھ دی جبکہ اس کی بات پر ہاشم مسکرا رہا تھا۔۔

"ہاں تو وہ ہے ہی میری"

ہاشم نے بے شرموں کی طرح کہا تو روح نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"بے شرم انسان"

وہ غصے سے بولی تھی اسے تو ہاشم کی باتوں پر شرم آ رہی تھی وہ ابھی بات کر رہا تھا کہ سردار موسیٰ بھی کمرے میں آیا تھا تو ح کو دیکھ کر وہ تھوڑا حیران ہوا تھا۔۔

"تم یہاں"

سردار موسیٰ اسے دیکھ کر بولا۔

"کیوں میں نہیں آسکتی اپنے بھائی کے کمرے میں"

روح نے سردار موسی کے سوال پر الٹا اس سے سوال کیا تھا اس کی بات پر سردار موسیٰ تھوڑا اس کے قریب ہوا۔۔

"نہیں تم بس میرے کمرے میں آسکتی ہو"

اس نے آنکھ دبا کر بات کی جبکہ ہاشم اپنی نظریں ویسے ہی پھیر گیا تھا وہ اتنا بھی بے شرم نہیں تھا اب اپنے دوست اور اپنی بہن کا رومینس دیکھتا۔۔

"شرم کریں بد تمیز"

روح نے اس کے بازو پر تھپڑ مارا تھا جبکہ سردار موسیٰ اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا اس نے کچھ بولنے کے لیے منہ کھولا لیکن اس سے پہلے ہی ہاشم خاموش کروا گیا تھا۔۔

"یہ سب کرنے کے لیے تم دونوں کا اپنا کمرہ ہے نا میرے کمرے میں ایسا کچھ مت کرو"

ہاشم فوراً سے بولا تھا۔

"ویسے شرم تو تمہیں اتی نہیں نا شرم تو تم نے اپنی بیچ لی ہے تو پھر کیوں تمہیں شرم ارہی ہے"

سردار موسی کا اشارہ اس کی اتنی جلدی رخصتی بیٹھا ہوں کیونکہ وہ جانتا تھا سید سعید اتنی جلدی تو ڈیٹ رکھ ہی نہیں سکتے تھے ضروری اس کے پیچھے بھی کہیں نہ کہیں اسی کا ہاتھ تھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے اتنے آگ بگولا کیوں ہو رہے ہو"
ہاشم سردار موسی کو غصے میں دیکھ کر بولا۔

"بے شرم انسان"
سردار موسیٰ نے غصے سے کہا اور وہ خاموش ہو گیا۔

"اب اتنا ہائپر ہونے کی کیا ضرورت ہے میں تمہارا دوست بھی ہوں یار
میری خوشی میں تھوڑا سا خوش بھی ہو لو"
ہاشم نے معصومیت سے کہا جبکہ اس کی بات پر سردار موسی کا دل کیا اس کا
گلا دبا دیں۔۔

"خوش میں بعد میں ہولوں گا پہلے ایسا کرو میرے ساتھ چلو قبیلے کا ایک کام اگیا وہ نپٹانا ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی خوشی کا مزا خراب کرے ہوئے کہا تھا۔

"اس ٹائم کون سا کام اب تو رات ہو گئی ہے"

روح نے فوراً سے کہا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی اس وقت ان میں سے کوئی باہر جائے۔۔

"بس ایک چھوٹا سا کام ہے جلدی کر کے اجائیں گے"

سردار موسی ہاشم کا ہاتھ پکڑ کر اسے کمرے سے لے گیا تھا جبکہ روح پیچھے حیرانی سے ان دونوں کو جاتا ہوا دیکھ رہی تھی سردار موسی نے ہاشم کو کچھ بولنے کا موقع بھی نہیں دیا تھا ایک طرف حویلی میں خوشیوں کا ماحول تھا تو دوسری طرف گلناز سردار موسی کو حاصل کرنے کے پلین بنا رہی تھی اب دیکھنا یہ تھا وہ ان پلینز میں کامیاب ہوتی ہے یا نہیں۔۔

وہ اسے کھانا لا کر دینے کے بعد پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا اور یہ بات حفصہ کو بلکل بھی پسند نہیں آئی تھی وہ چاہتی تھی کہ عدنان اس کے ساتھ وقت گزارے اس کے ساتھ باتیں کریں لیکن وہ تو پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا عدنان اب بھی آہنگ لیپ ٹاپ میں مصروف تھا حفصہ نے بس تھوڑا سا ہی کھایا تھا بھوک تو ویسے اسے تھی ہی نہیں وہ تو بس عدنان کی توجہ اپنی طرف کرنا چاہتا تھا لیکن وہ اس کے لیے کھانا لانے کے بعد واپس سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔۔

"کیا ہوا تم نے کھانا نہیں کھایا"

اپنا کام مکمل کرنے کے بعد لیپ ٹاپ بند کر کے جب اس نے کھانے کی ٹرے پر نظریں گھمائی تو وہ تقریباً ویسے ہی پڑی تھی تھوڑا سا ہی کھایا تھا اس نے۔۔

"کھا لیا ہے"

حفصہ نے روکھا سا جواب دیا اور پھر اپنے اوپر بلینکٹ لے کر وہ لیٹ گئی

عدنان نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر عدنان اس کے پاس آیا۔۔

"کیا ہوا ہے"

عدنان نے اس کے اوپر سے بلینکٹ سائیڈ پر کیا تھا اور اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"مجھے نیند آرہی ہے"

حفصہ نے منہ بنا کر کہااور دو بار اسے اپنے اوپر بلینکٹ دے دیا تھا۔۔

"لیکن مجھے تو نہیں آرہی ہے"

عدنان کا ارادہ اج مکمل طور پر اسے تنگ کرنے کا تھا اس لیے وہ اپنا یہ کام بہت اچھے سے آج سر انجام دینے والا تھا۔۔

"تو میں کیا کروں اگر آپ کو نیند نہیں آرہی تو جا کر اپنا کام کریں"

حفصہ نے بلینکٹ کے اندر سے ہی کہا عدنان نے اس کے اوپر سے بلینکٹ ہٹایا اور خود اس کے اوپر آ گیا جبکہ اس کی اس حرکت پر حفصہ گھبرا گئی تھی اور وہ آنکھیں بڑی بڑی کر کے عدنان کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

"اپنا ہی کام کر رہا ہوں اگر تم بیچ میں روکاوٹ نہ بنو تم"

عدنان کی انکھوں میں آج الگ ہی چمک تھی جو کہ حفصہ آج پہلی بار محسوس کر رہی تھی۔۔

"ک۔۔۔کیا کر رہے ہیں عدنان"

حفصہ اب سچ میں گھبرا رہی تھی اس کے ارادے حفصہ کو گھبرانے پر مجبور کر رہے تھے۔

"اپنا کام"

عدنان نے اس کی خوبصورت آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت پیار سے کہا تھا۔۔

"پلیز مجھے تنگ نہیں کریں"

حفصہ کا دل دھڑک رہا تھا اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھی جو کہ عدنان بخوبی سن پا رہا تھا۔۔

"میں تو کروں گا اور آج میرا ارادہ ہے تمھیں بہت اچھے سے تنگ کرنے کا"

عدنان نے آج پہلی بار اپنے ہونٹ بہت نرمی سے اس کے ماتھے پر رکھے تھے حفصہ حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ کیا کر رہے ہیں"

وہ ہچکچاتے ہوئے بول رہی تھی اور عدنان اس کی ہچکچاہٹ دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔

"کیوں ڈر لگ رہا ہے"

عدنان نے اس کی ہچکچاہٹ اور ڈرا ہوا چہرہ دیکھ کر کہا۔۔

"پلیز جا کر اپنا کام کریں"

حفصہ سچ میں آج اس کی ٹون دیکھ کر حیران ہو گئی تھی وہ عدنان کے نیچے تھی اور عدنان اس کے اوپر تھا عدنان کا چہرہ اس کے چہرے کے بلکل پاس تھا عدنان کی گرم سانسیں اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی حفصہ کے دل کی دھڑکنیں بلکل تیز ہو گئی تھی۔

"اپنا ہر کام میں نے کر لیا ہے اب جو میرا کام ہے وہ صرف اور صرف تم پر توجہ دینے کا ہے جس وجہ سے شاید تم مجھ سے ناراض ہو کر بھی بیٹھی ہو تو میں اب اپنی اتنی خوبصورت بیوی کو خود سے ناراض تو نہیں رکھ سکتا نا اس لیے میں اج اپنی اتنی پیاری اور خوبصورت بیوی کو منانے کا ارادہ رکھتا ہوں"

عدنان نے اس کے دونوں ہاتھوں میں اپنے ہاتھ الجھا لیے تھے حفصہ خاموش ہو گئی تھی کچھ بھی نہیں بولی بس اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس کے اندر ایک ڈر تھا نا جانے کس بات کا لیکن وہ خوفزدہ سی تھی اس کے چہرے پر خوف عدنان نے بخوبی محسوس کیا تھا اس کا خوفزدہ چہرہ دیکھ کر عدنان پیچھے ہو گیا اس کو یوں پیچھے ہوتا دیکھ کر حفصہ پریشان ہو گئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے"

حفصہ نے اسکے چہرے پر الجھان دیکھ کر پوچھا۔۔

"تم خوفزدہ ہو رہی ہو مجھ سے"

عدنان نے اس کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ کر کہا حفصہ اس کی بات پر شرمندہ ہو گئی۔۔

"پاگل لڑکی تم کیوں شرمندہ ہو رہی ہو میں سمجھ سکتا ہوں اگر تم نہیں جانتی میں تمہارے قریب اؤں تو میں نہیں اؤں گا جب تک تم خود اجازت نہیں دے دیتی تب تک میں کچھ بھی نہیں کروں گا"

عدنان نے اسے یقین دلایا عدنان کی بات پر حفصہ کی انکھوں میں انسو اگئے تھے۔۔

"پلیز حفصہ تم رو نہیں میرا یقین کرو تمہاری اجازت کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کروں گا"

عدنان نے اس کے قریب ہو کر اس کے انکھ میں آئے ہوئے آنسوں صاف کیے تھے۔۔

"میں اس لیے نہیں رو رہی اپ کا مجھ سے نکاح ہوا ہے اپ مکمل طور پر مجھ پر حق رکھتے ہیں کبھی بھی اپ میرے قریب اسکتے ہیں اپنا حق لے سکتے ہیں میں اس بات پہ رو رہی ہوں اپ کے جیسے لوگ بھی دنیا میں ہوتے ہیں ایک وہ درندہ تھا"

عدنان نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔۔

"خبردار اب اگر تم نے دوبارہ اس شخص کا نام اپنے منہ پہ لیا تمہاری زبان میں کھینچ لوں گا اب صرف اور صرف تم میری ہو میری ملکیت ہو تمہارے منہ پر صرف اور صرف میرا نام ہونا چاہیے میرے علاوہ اگر تم نے کسی اور شخص کا نام لیا تو تمہاری زبان میں کاٹ دوں گا اب کی بار میں بس غصے میں سمجھا رہا ہوں لیکن اگلی بار میں یہ سب کچھ کر کے دکھاؤں گا"

عدنان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اپنے غصے کو کنٹرول رکھتے ہوئے کہا۔۔

"سوری"

حفصہ نے نظریں جھکالی اور عدنان کے ہاتھ ہٹانے پر حفصہ نے کہا۔۔

"سوری نہیں چاہیے مجھے جو ہوا اسے بھول جاؤ بلکہ یوں سمجھو کچھ ہوا ہی نہیں جو بھی تھا اسے ایک برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ تم صرف اور صرف میری ہو تمہارے قریب انے والا تم پر حکومت کرنے والا میں پہلا اور اخری شخص ہوں گا میرے علاوہ نہ کوئی تمہارے قریب اسکتا ہے اور نہ ہی تمہیں چھو سکتا ہے یہ بات اپنے دماغ میں بٹھالو اب اگر تم نے کسی اور کا نام لیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

عدنان اس کی انکھوں میں دیکھ کر سختی سے کہہ رہا تھا جبکہ اس کی بات پر حفصہ اسے دیکھ کر خوفزدہ ہو رہی تھی اس کا یہ روپ بھی تو اس نے پہلی بار ہی دیکھا تھا عدنان یہ بات کہہ کر اٹھ کر جانے لگا تھا حفصہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔

"میں نہیں چاہتی اپ جائیں مجھے پتہ ہے میں جو بات کہوں گی اس سے اپ غصہ ہوں گے لیکن میں وہ کہنا چاہتی ہوں"
اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا تو عدنان نے اس کی جانب دیکھا۔۔

"بقول اپ کے جو بھی ہوا اگر وہ ایک برا خواب بھی تھا پھر بھی مجھے ایسا لگتا ہے میرا وجود ناپاک ہے میں ایک بدکردار لڑکی ہوں"

حفصہ کی ان باتوں پر عدنان نے بہت مشکل سے خود پر ضبط کیا ہوا تھا حفصہ نے جو اس کا ہاتھ تھاما ہوا تھا اس کی رگیں صاف واضح نظر آ رہی تھی وہ اتنے غصے میں تھا۔۔

"میں چاہتی ہوں اپ مجھے اپنی قربت میں ڈھال دیں تاکہ "
وہ اپنی ہی بات پر شرما گئی تھی اسے سمجھ نہیں آیا وہ کیسے اپنی بات اس کے اگے رکھے عدنان جو کہ اتنے غصے میں تھا اس کی بات پر اس کی طرف دیکھ رہا تھا وہ جو جانے لگا تھا واپس اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔۔

"بولو کیا کہنا چاہتی ہو"
عدنان نے اس کا ہاتھ تھاما ہوا سا تھ اور اس کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"آپ جانتے تو ہیں"

حفصہ نے شرما کر کہا وہ شرم کے مارے اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔۔

"مجھے نہیں پتا میں نہیں جانتا میں تو تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تم کیا چاہتی ہو تو بتاؤ میں سن رہا ہوں"
عدنان بھی جان بوجھ کر اسے تنگ کر رہا تھا بلکہ یوں کہا جائے وہ اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا حفصہ کیا کہنا چاہ رہی ہے۔۔

"اب کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں اپ جانتے ہیں میں نہیں بول پاؤں گی" اس نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی معصومت پر عدنان تو واری جا رہا تھا۔۔

"مجھے بھی نہیں پتہ پھر"

وہ منہ بناتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر حفصہ کی جان حلق میں آگئی تھی۔۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں"

حفصہ نے معصومیت سے کہا تو عدنان اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔

"بولو"

عدنان بھی اپنی ضد پر اڑ گیا تھا جبکہ حفصہ معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میں چاہتی ہوں میرے وجود پر بس آپ ملکیت ہو مجھے جو لگتا ہے میں ناپاک ہوں اپ میرے پاس اکر مجھے اپنی قربت میں ڈھال کر اپنی شوہر ہونے کا مان دے کر میری یہ غلط فہمی دور کر دیں"

حفصہ نے شرماتے ہوئے کہا تھا اور عدنان بس اپنی چھوٹی سی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو کہ اتنی معصومیت سے یہ سب بول رہی تھی۔۔

"کیا واقعی میں آج اپنی بیوی کے ہوش ٹھکانے لگادوں کیا مجھے اجازت ہے"

عدنان نے ایک بار پھر اس سے اجازت طلب کی تھی حفصہ نے شرماتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"میری پیاری بیوی میں جانتا ہوں میں اپ کو بہت زیادہ تنگ کر رہا ہوں لیکن یہ جو ہاں اپ نے سر میں ہلا کے کیا ہے نا یہ مجھے منہ سے اقرار چاہیے" عدنان نے اسے ایک بار پھر سے تنگ کیا تھا جبکہ اس کی اس بات پر حفصہ نے پیارا سا منہ بنا کر اسے دیکھا تھا۔۔

"کیا ہے کیوں تنگ کر رہے ہیں"

حفصہ نے شرم کے مارے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا تھا اپنی اس بات کے بعد وہ اس سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی تھی۔۔

"بولو نہ ہاں"

عدنان ایک مرتبہ پھر سے اس کی بات کو اگنور کیا اور اپنی بات اس کے اگے رکھی کیونکہ اس کی شرماہٹ اس کا معصوم بننا اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اور اسی وجہ سے عدنان اسے تنگ کر رہا تھا۔۔

"ہاں"

وہ یہ بول کر اس کے قریب ہو کر اس کے ہی سینے میں چہرہ چھپا گئی تھی جبکہ اس کی اس حالت پر عدنان مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھا۔

میری جان اگر ابھی سے ہی آپ یوں شرمانے لگ جائیں گی تو بعد میں کیا ہو گا"

عدنان اس کی شرماہٹ دیکھ کر بولا تھا کیونکہ وہ سچ میں بہت زیادہ شرما رہی تھی۔۔

"اپ کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں"

حفصہ نے دھیمی سی آواز میں کہا، اس کا چہرہ اب بھی عدنان کے سینے میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی آواز میں شرم بھی تھی اور ایک اپنائیت بھی عدنان نے ہلکا سا قہقہہ دبایا اور آہستہ سے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھا، جیسے اسے یقین دلا رہا ہو کہ وہ محفوظ ہے۔

"کیونکہ تمہیں یوں شرماتے دیکھ کر مجھے سکون ملتا ہے"

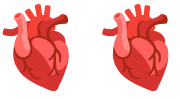
اس کی آواز میں نرمی تھی، وہ سختی جو کچھ دیر پہلے تھی، اب کہیں کھو چکی تھی حفصہ نے دھیرے سے سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں نمی تھی مگر اب خوف نہیں تھا۔

"میں اللہ کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے آپ جیسا محافظ میرے پاس ہے"

وہ نم آنکھوں سے عدنان کو دیکھ کر بول رہی تھی عدنان نے اسے اپنے ساتھ لگا کر اپنے ہونے کا یقین مزید پختہ کیا تھا وہ اس کے ماتھے پر ایک بات پھر اپنے ہونٹ رکھتا ہے حفصہ کا دل بے قابو ہو رہا تھا عدنان کچھ دیر اسے اپنے میں سمائے رکھتا تھا اور اس کے بعد وہ حفصہ کو خود سے دور کرتا ہے اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا اس کی خوبصورت سی جھیل جیسی آنکھیں ان کو دیکھتے عدنان نے اپنے ہونٹ ان پر رکھے تھے اور پھر اس کے ماتھے پر محبت سے اپنے ہونٹ رکھے عدنان کی نظر اب اس کی پنکھڑیوں پر تھی جس پر اس نے ہلکا گلابی رنگ سجایا ہوا تھا عدنان کی نظروں کا تعاقب سمجھتے ہوئے حفصہ شرما گئی تھی عدنان کے دل میں شور برپا ہو گیا تھا اسکی محبت پورے حق حقوق کے ساتھ حلال رشتے کے ساتھ اس کے سامنے تھی اس کے پاس تھی وہ کیسے اب اپنے جذباتوں پر کنٹرول رکھ پاتا عدنان نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے تھے اور آہستہ آہستہ سے اسکے ہونٹوں پر سے نمی کو اپنے اندر اتار رہا تھا حفصہ کی سانسیں تیز ہو گئی تھی اس

کے دل کی دھڑکنیں بڑھ گئی وہ بہت مشکل سے سانس لے پا رہی تھی
سانسوں کے لیے عدنان نے اسے تڑپا دیا تھا عدنان اس کے ہونٹوں کو قید
کیے خود پر سکون ہو رہا تھا اور پھر اس کی سانسوں کا خیال کرتے ہوئے
عدنان نے اس کے ہونٹوں کو آزادی بخشی وہ نظریں جھکائے ہوئے تھی
عدنان اس کی شرماہٹ دیکھ کر اسے بیڈ پر گراتے خود اس کی گردن میں اپنا
چہرہ چھپا گیا تھا اس کی گردن پر اپنے ہونٹوں کی تپش وہ چھوڑ رہا تھا اور اس
کی گردن کو چوم رہا تھا آہستہ سے اس کے ہاتھ اس کی قمیض کی زپ میں
الجھے تھی کیسے کھولتے وہ حفصہ کی سانسیں بند کر گیا تھا وہ بس خود کو اس میں
محفوظ سمجھ رہی تھی مکمل طور پر اسے خود میں چھپائے اسے اپنے ہونے کا
احساس دے رہا تھا عدنان پوری رات اس پر اپنی محبت کی بارش کی تھی اس
نے رات وہ ایک جسم دو روحیں بن گئے تھے عدنان نے اسے بہت محبت
سے چھوا تھا اس پر ذرا سی بھی سختی نہیں کی تھی وہ بہت نرمی سے اسے چھو رہا

تھااور یہی چیز حفصہ کو مزید اس کا دیوانہ کر رہی تھی وہ جو اس کی محبت میں پہلے ہی پاگل تھی مزید پاگل ہو رہی تھی حفصہ اس کی دیوانی ہو رہی تھی رات جس طرح اس نے محبت سے اسے اپنا بنایا تھا۔۔



فجر کی اذانوں کا وقت ہو گیا تھا ہر طرف اذانوں کی آواز گونج رہی تھی نور بھی نماز پڑھ کر ابھی اٹھی تھی اس نے تہجد ادا کی تو جیسے ہی فجر کے نمازوں کی آواز سنی تو اس نے گھر بھی ادا کر لی وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا اس نے اس کی محبت کو اس کا بنا دیا تھا اب ہاشم مکمل طور پر اس کا ہونے جا رہا تھا اس بات پر وہ اپنے راگ کا شکر ادا کر رہی تھی اس نے جائے نماز کو اس کی جگہ پر رکھا جب پیچھے سے کمرہ کھلنے کی آواز آئی تھی اس نے مڑ کر دیکھا تو پیچھے ہاشم تھا ہاشم کو دیکھ کر وہ حیران ہو گئی تھی۔۔

"آپ"

ہاشم کو دیکھتے ہوئے وہ بولی تھی کیوں کہ اسے بلکل بھی توقع نہیں تھی کہ ہاشم اس وقت یوں اس کے کمرے میں آئے گا۔۔

"ہاں میں"

ہاشم اس کی حیرانی پر مسکراتے ہوئے بولا تھا۔۔

"آپ یہاں پاگل ع نہیں ہوگئے اگر کسی نے دیکھ لیا تو پھر کیا کریں گیں" نور نے پریشان ہوتے ہوئے کہا تو ہاشم اس کی بات پر مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"فکر مت کرو میری جان کوئی نہیں دیکھے گا اسی لیے ہی تو اس وقت آیا ہوں ورنہ تو تمہارے اس بھائی نے نظر رکھوائی ہوئی ہے"

ہاشم نے منہ بنا کر کہا تو نور نے مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"اور اگر اب بھی انھیں پتہ چل گیا تو"
نور اس کے پاس آ کر سوال کر رہی تھی۔۔

"تو پتہ چل جائے اب تو ویسے بھی سید سائیں سے میں شادی کی بات کر چکا ہوں"
ہاشم اس کے پاس آ گیا تھا اور اسکے قریب آ کر بولا تھا۔۔

"پھر بھی مجھے بہت شرمندگی ہو گی"
نور نے معصومیت سے کہا۔۔

"فکر مت کرو جانتا ہوں میری جان اور اپنی جان کو میں کبھی بھی لوگوں کے سوال دینے کے لیے نہیں کھڑا کر دوں گا ایسا کچھ بھی نہیں ہو گا"
ہاشم نے مسکرا کر اسے یقین دلایا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اب تم مکمل طور پر میری ہو گئی ہو اب تو میں نے شادی کی بھی بات کر لی ہے میری محترمہ"
ہاشم کے الفاظ میں فخر بھی تھا اور اپنائیت بھی۔ نور نے نظریں جھکا لیں، اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی، دل جیسے سکون کی ایک نئی سطح پر پہنچ گیا ہو۔

"یہ بات تو پہلے ہی طے تھی میں اپ کی ہوں"
نور نے آہستہ سے کہا ساتھ میں شرما بھی رہی تھی۔۔

"ہاں تو اس بات میں تو کوئی شک ہی نہیں تھا لیکن اب کی نے مکمل طور پر تمھیں اپنا بنا لیا نہ"

ہاشم نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے جس پر نور نے شرما کر ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اب تم نور الہدیٰ ریاست نقوی نہیں صرف اور صرف نور ہاشم نقوی ہو"

ہاشم مسکرا کر بول رہا تھا جبکہ اس کے یہ الفاظ نور کا دل دھڑکا رہے تھے۔

"آپ کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں"

نور نے اپنی شرم کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا جس کہ ممکن ہی نہیں تھا۔

"میں کب کر رہا ہوں ویسے نور تو تمہیں سب کو ہی بلاتا ہے مجھے تو ہدا زیادہ اچھا لگتا ہے میں یہی ارادہ رکھتا تھا میں تمہیں ہدا کہہ کر بلاؤں گا میری ہدا"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تو نور نے ہاں میں سر ہلا دیا اور چہرے پر بہت خوبصورت مسکراہٹ آ گئی۔۔

"میں آپ کی ہوں جو دل کرے وہ بلائیں"

نور نے شرماتے ہوئے کہا تو ہاشم نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔۔

"کیا کر رہے ہیں ہاشم"

نور نے گھبرا کر کہا تھا۔

"پیار"

ہاشم اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا وہ اسے اپنے ساتھ لگائے بول رہا تھا ابھی وہ مزید کچھ کرتا کہ دروازے پر دستک ہوئی تھی۔۔

"نور بیٹا"

باہر سے آیت بیگم کی آواز آئی تھی جبکہ ان کی بات سن کر وہ دونوں ہی گھبرا گئے تھے نور تو بلکل ہی پریشان ہو گئی تھی۔۔

"اب کیا کریں اگر ماں سائیں نے دیکھ لیا تو"

نور نے ڈرتے ہوئے کہا تھا اس کی گھبراہٹ بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔

"اچھا میں واشروم میں جا رہا ہوں تم جا کر دیکھو تائی امی کیا کہہ رہی ہیں اور ریلیکس"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ریلیکس کرنے کی کوشش کی تھی جس پر نور نے ہاں میں سر ہلایا ہاشم واش روم میں چلا گیا تھا نور نے جا کر دروازہ کھولا۔

"کب سے میں باہر کھڑی تھی کیا کر رہی تھی تم"
آیت بیگم نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا۔۔

"جی جی ماں سائیں کچھ نہیں"
نور نے اپنی گھبراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔۔

"کیا ہوا تم ٹھیک ہو نور اتنا گھبرا کیوں رہی ہو"
آیت بیگم نے اس کی سانس اوپر نیچے دیکھ کر کہا۔۔

"کچھ نہیں امی وہ میں واشروم میں تھی بھاگ کر آئی ہوں نہ اس لیے"
نور نے پوری کوشش کی تھی جھوٹ بولنے کی۔۔

"اچھا لیکن تمھارے تو کپڑے منہ یا پھر ہاتھ کچھ بھی گھیلا نہیں ہے"
آیت بیگم نے تشویشی انداز میں کہا۔۔

"ماما واشروم میں تھی اور ہاتھ صاف کر کے آئی ہوں اپ بتائیں کیا ہوا"
ایک بار پھر وہ جھوٹ بولنے کی ناکام کوشش کر چکی تھی۔۔

"ہاں وہ تمھارے بابا سائیں کی طبیعت نہیں صحیح ہے تو تم ایسا کرو کاڑھا بنا
دوں ان کے لیے"
آیت بیگم نے اس کی طرف دیکھ کر اپنے آنے کی وجہ بتائی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے بابا سائیں کو"

نور نے پریشان ہوتے ہوئے کہا آیت بیگم کی بات سن کر وہ پریشان ہو گئی تھی کیوں کہ اپنے بابا سائیں سے وہ بہت محبت کرتے تھی۔۔

"کچھ نہیں وہ ان کو زکام ہو گیا ہے ٹھنڈ کی وجہ سے تم کاڑھا بنا دو"

آیت بیگم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا کر کچن کی جانب بڑھ گئیں آیت بیگم بھی وہاں سے جا چکی تھی اس کے بعد ہاشم باہر آیا تھا۔۔

"شکر ہے آج بچ گیا"

ہاشم نے خود سے کہا تھا اور اس کی بڑبڑاہٹ پیچھے سے اتا موسیٰ سن چکا تھا۔۔

"کیا کیا ہے جو بچنے پر شکر منا رہے ہو"

وہ اتنی ٹھنڈ میں بھی جوگن پر جانے کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا۔۔

"کچھ بھی نہیں بس ویسے ہی"

ہاشم اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا تو سردار موسیٰ غصے سے اسے گھور رہا تھا۔۔

"تم نور کے کمرے کے باہر کیا کر رہے ہو"

جیسے سردار موسیٰ سمجھ رہا ہو سچویشن اور اس سے سوال کر رہا تھا۔۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے جیسا تم ہر مرتبہ سوچتے ہو جاؤ اپنی جوگنگ پہ"

ہاشم نے منہ بناتے ہوئے کہا تھا وہ اپنے کمرے کی جانب جانے لگا تھا جب اچانک سردار موسم کے سامنے اگیا تھا.

"کہا جا رہے ہو"

سردار موسیٰ نے اس کے سامنے آتے ہوئے بولا۔۔

"میں اپنے کمرے میں جارہا ہوں اور مجھ سے یہ امید بالکل بھی مت رکھنا میں تمہارے ساتھ جو گنگ پر جانے والا ہوں تم ہی ایسی مخلوق ہو جسے ٹھنڈ بھی نہیں لگتی"

ہاشم نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"جائیں گیں تو تمھارے اچھے بھی"

سردار موسیٰ نے اس کی گردن سے پکڑ لیا اور اسے اپنے ساتھ گھسیٹنے لگا۔۔

"پلیز یار میں نے نہیں جانا"

ہاشم نے معصومیت سے کہا تھا لیکن سردار موسیٰ بہت اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کتنا معصوم ہے سے لیے اس کی معصوم شکل پر نہیں جانے والا تھا وہ۔۔

"چپ کر کے چلو"

سردار موسیٰ اسے گردن سے پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے جوگنگ پر لے کر جا رہا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر پایا تھا۔۔

کمرے میں ہر طرف دھواں ہی دھواں تھا پوری چار دیواری میں صرف اور صرف سگریٹ کے کش لگانے کے بعد کا دھواں تھا اور ایک شخص صوفے پر بیٹھا سرخ انکھیں لیے سامنے لگی روح کی تصویر کو دیکھ رہا تھا اس کی انکھوں میں خون تھا جنون تھا جیسے اس نے اپنا سب کچھ کھو دیا ہو کھو یا ہی تو تھا اس نے اپنا سب کچھ کھو دیا تھا اس کی زندگی ختم ہونے کو تھی اس کے پاس کچھ بھی نہیں بچا تھا وہ صرف اور صرف کچھ مہینوں کے لیے پاکستان سے باہر کیا گیا اس کے واپس اتے ہی جو معلومات اسے ملی تھی وہ ساری کی ساری اسے ہلا دینے والی تھی اس نے برسوں سے بہت شدت سے اسے چاہا تھا اسے پانے کی خواہش کی تھی لیکن اس کے صرف اور صرف کچھ مہینے پاکستان سے جانے پر پیچھے اتنا سب کچھ ہو گیا تھا اسے معلوم نہ تھا کاش اس نے اس پر نظر رکھی ہوتی جیسے پاکستان میں ہوتے ہوئے وہ ہر لمحے اس پر نظر رکھتا تھا اب بھی اس پر نظر رکھتا تو اج یہ نہ ہوتا اج اس کی محبت اس کی روح کسی اور کی نہ ہو پاتی وہ صرف اور صرف اس کی رہتی اس کی انکھوں

میں ایسا جنون تھا ایسا جلال تھا کہ وہ اس شخص کو چلا کر بھسم کر دے گا جس نے اس کی روح کو حاصل کیا تھا اور وہ ایسا کرنے کا ارادہ بھی رکھتا تھا وہ روح کو حاصل کرنا چاہتا تھا اور روح کو حاصل کرنے کے لیے وہ کسی بھی حد تک جانے والا تھا یہ فیصلہ وہ کر چکا تھا چاہے اس کے لیے اسے سرداد موسی سے طلاق ہی کیوں نہ دلوانی پڑے۔۔

"تم صرف اور صرف میری ہو روح تم نے کسی اور سے نکاح کر کے بہت غلط کیا ہے تمہیں میں چھوڑوں گا نہیں اپنے پاس لا کر وہ سزا دوں گا کہ تم یاد رکھو گی پل پل میں تمہاری سانسیں لوں گا تم زندہ تو ہو گی لیکن کچھ کر نہیں پاؤ گی"

وہ انکھوں میں خون لیے روح کی تصویر کو دیکھ کر بول رہا تھا وہ سردار دورانی بلوچ تھا 24 سال کا خوبرو نوجوان سردار موسیٰ کے نیچے آنے والے ہی قبیلوں میں سے بلوچ قبیلے کا وہ سردار تھا اور اس کے دادا کی سید سائیں سے بہت اچھی دوستی تھی جس وجہ سے وہ بھی سید حویلی اکثر اتا تھا اور جب وہ دس سال کا تھا اس نے پہلی بار روح کو دیکھا تھا وہ لڑکی اسے الگ لگی تھی بہت پیاری لگی تھی تب تو روح بہت چھوٹی تھی اسے وہ کیوٹ سی ڈول لگی تھی اس کے دل نے خواہش کی تھی روح کو پانے کی لیکن اس سے پہلے ہی کوئی اس کی روح کو اس سے چھین چکا تھا اس کے دادا کی بہت اچھی دوستی ہونے کی وجہ سے وہ اپنے دادا کے ساتھ روح کو دیکھنے کے لیے سید حویلی اتا تھا کبھی ملاقات ہو جاتی تھی کبھی نہیں ہوتی تھی کیونکہ مردان خانہ الگ تھا اور زنان کانہ الگ لیکن گارڈن میں جب وہ سارے کزن ایک ساتھ کھیل رہے ہوتے تھے تب وہ روح کو دیکھا کرتا تھا لیکن پچھلے دو سال میں جو روح کے ساتھ ہوا تھا اس کے بعد جب وہ ضدی ہو گئی تھی حویلی سے باہر رہنا

جس وجہ سے اس نے روح پر نظر رکھی ہوئی تھی اور وہ اسے شدت سے چاہنے لگا تھا لیکن پچھلے چار پانچ مہینے اسے اپنے کسی کام کے سلسلے میں باہر جانا پڑا تھا جس وجہ سے وہ اس پر نظر نہیں رکھ پایا تھا اور پیچھے اتنا سب کچھ ہو گیا جو کہ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا اور یہ سب کچھ اس کی جان لے رہا تھا اس نے سردار موسی سے بدلہ لینے کا سوچ لیا تھا وہ سردار موسی کو تباہ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا وہ روح کو اپنا بنانا چاہتا ہے اور یہی اب اس کا عزم تھا اور وہ اس سے پیچھے ہٹنے والا بالکل بھی نہیں تھا چاہے اس کی جان ہی کیوں نہ چلی جاتی اس نے روح کو حاصل کر کے رہنا تھا۔۔



دوپہر کا وقت تھا آج قسمت سے دھوپ نکلی ہوئی تھی اور روح کا دل
دھوپ میں بیٹھ کر کچھ دیر انجوائے کرنے کا تھا وہ اپنے اسی ارادے کے
ساتھ گارڈن میں آگئی تھی وہ اکیلے بیٹھی ہوئی تھی اور ساتھ میں مالٹے
کھانے سے لطف اندوز ہو رہی تھی اس کی خیالوں کا مرکز سردار موسی تھا وہ
نہیں جانتی تھی کیسے کب وہ اس کے دل میں اتر چکا تھا پہلے تو وہ اس بات کو
ماننے کو تیار نہیں تھی لیکن اب اسے یہ بات ماننی پڑ رہی تھی کیونکہ وہ بار بار
اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کے بارے میں وہ سوچنا نہیں چاہتی
تھی اور روح کے نزدیک اس شخص کے قریب انے سے اس کا دل دھڑک
رہا اس کے بارے میں سوچنا اور اس کے بارے میں سوچ کے خوبصورت
احساس ہونا یہ سب اس کے لیے محبت ہی تو تھا چوا سے سردار موسی سے ہو
چکی تھی اور اب وہ اس کو تسلیم بھی کر رہی تھی محبت خوبصورت جذبہ ہوتا
ہے اور یہ جذبہ اسے حد سے زیادہ خوبصورت محسوس بھی ہو رہا تھا وہ اس
وقت بھی اسی شخص کے بارے میں سوچ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی محبت

مل جائے تو یہ کتنی خوبصورت ہوتی ہے اور اگر نہ ملے یہ سوچ کر ہی روح کا دل بند ہو رہا تھا وہ اب اچھے سے محسوس کر پا رہی تھی ماہا کے دل پر کیا گزر رہی ہو گی وہ کیا محسوس کر رہی ہو گی اسے یحییٰ کا درد بھی اب سمجھ آ رہا تھا لیکن وہ یحییٰ کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی یحییٰ اپنے ساتھ اور ماہا کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا اب روح کسی اور کی ہو چکی تھی تو اسے بھی اپنی زندگی میں اگے بڑھ جانا چاہیے تھا لیکن وہ وہیں رکا ہوا تھا یہ بات روح کو بالکل بھی اچھی نہیں لگ رہی تھی وہ یہی ساری باتیں سوچ رہی تھی جب اچانک سردار موسی کی گاڑی حویلی کے اندر آئی تھی وہ اپنے خیالوں میں مصروف تھی اسے بالکل بھی اپنے اس پاس کا خیال نہیں تھا سردار موسی اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ گاڑی سے باہر آیا تھا اس نے سیاہ شلوار قمیض کے اوپر اتنی ٹھنڈ میں بس ایک شال لی ہوئی تھی اس نے آنکھوں پر سن گلاسز لگائے ہوئے تھے وہ موڑا جب اس کی نظر زنان کھانے کے قریب بنے ہوئے گارڈن پر گئی تھی جہاں اس کی بیوی ہر چیز سے بے نیاز اپنی سوچوں

میں مصروف تھی سردار موسی کو بالکل بھی پسند نہیں ایا تھا مردان کھانے کی طرف جانے کا راستہ بھی اسی طرف تھا اور کوئی بھی کسی بھی وقت اسکتا تھا حویلی میں بہت سارے ملازم کام کر رہے تھے فلحال تو وہاں کوئی بھی نہیں تھا کیونکہ کسی کو بھی اتنی اجازت نہیں تھی کہ وہ زنان خانے کی طرف جا سکے لیکن پھر بھی وہاں کی طرف کا گارڈن مردان خانے کی طرف جانے والے راستے سے نظر اتا تھا سردار موسی نے اپنے چہرے سے گلاسز ہٹائے اس کے چہرے پر سختی اگئی تھی اج وہ جلدی اگیا تھا کیونکہ اس کے سارے کام الموسٹ ختم ہو گئے تھے اور اگر کوئی کام پڑ جاتا تو وہ دوبارہ جا سکتا تھا اس لیے وہ اپنی خوبصورت بیوی کو تنگ کرنے کے لیے اج حویلی جلدی اگیا تھا سردار موسی تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف ارہا تھا لیکن وہ ہر چیز سے بے نیاز مالٹے کھاتے ہوئے اپنی کسی الگ ہی دنیا میں تھے دوپٹہ اس کے سر سے سرک چکا تھا اور اس کے بال نظر ارہے تھے۔

"روح"

پیچھے سے آتے سردار موسی کی اواز پر وہ فورا سے ہوش کی دنیا میں ائے تھے سردار موسی کی اواز اتنی زیادہ تیز تھی کہ ایک لمحے کے لیے اس کا معصوم سا دل کانپ گیا تھا وہ اپنی جگہ پر اچھل گئی تھی سردار موسی اس کے سامنے ایا تھا روح حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی اس وقت تو اس کے انے کا وقت نہیں تھا۔۔

"سردار موسیٰ آپ"

روح نے سے کی انکھوں میں غصہ دیکھ کر جھجھکتے ہوئے کہا تھا اس کی انکھوں میں موجود غصہ ناچاہتے ہوئے بھی روح کو خوف میں مبتلا کر رہا تھا۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو"

اس نے اپنی سختی پر قابو رکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا تھا۔۔

"وہ میں یہاں دھوپ کے لیے بیٹھی تھی"

روح نے فوراً سے جواب دیا تھا الفاظ اس کے منہ سے پانی کی طرح بہتے چلے گئے تھے۔۔

"تم حویلی کے پچھلے سائیڈ والے گارڈن میں بھی تو جا سکتی تھی جب تمہیں پتہ ہے یہاں سے حویلی کے انے کا راستہ ہے اندر اتا ہوا کوئی بھی شخص تمہیں یہاں سے اتے جاتے ہوئے دیکھ سکتا ہے تو پھر یہاں بیٹھنے کی کیا تک بنتی ہے"

سردار موسیٰ اسے کھینچ کر حویلی کے پیچھلے سائیڈ والے گارڈن میں لے ایا تھا اور اسے دیوار کے ساتھ لگاتے ہوئے اس نے غصے سے کہا تھا سردار موسیٰ نے اسے دیوار کے ساتھ لا کر چھوڑا تو روح کی سانسیں بے ترتیب ہو گئی تھی اس کی باتوں پر وہ کچھ بول ہی نہ سکی تھی۔اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، وہ نظریں جھکائے خاموش کھڑی تھی۔ سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، معصومیت، نرمی، اور ڈرا ہوا مگر اس لمحے اس کے دل میں آگ جل رہی تھی جو کہ اس سب کو اگنور کیے ہوئے تھی روح بلکل خاموش رہی وہ کچھ بھی نہیں بولی اسے سردار موسیٰ کے غصے سے ڈر لگتا تھا اور بہت دنوں بعد اس نے ایسا روپ دیکھا تھا۔

"کیا تمہیں اندازہ بھی ہے تم کس قدر لاپرواہ ہو جاتی ہو؟ یہ حویلی ہے، کوئی عام گھر نہیں یہاں بہت سے ملازم کام کرتے ہیں دادا سائیں جب بابا سائیں کے سب کے دوست آتے جاتے ہیں روح"

اس نے غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا نا جانے وہ کیسے اپنا غصہ ضبط کر رہا تھا یہ تو بس وہی جانتا تھا۔۔

"موسیٰ میرا سچ میں اس طرف کوئی خیال نہیں گیا میں پہلے بھی وہی بیٹھا" روح کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی کہ سردار موسیٰ نے اس کی بات کو روک دیا۔۔

"پہلے کی بات اور تھی اب کی بات اور ہے اب تم سردار موسیٰ کے نام سے جڑی ہو اس کی سردارنی ہو کب تم اس بات کو سمجھو گی"

سردار موسیٰ نے خود پر جبر رکھتے ہوئے تحمل سے یہ بات کی تو روح نے نم آنکھوں سے اس کی جانب دیکھا تھا اگر وہ اس کی بیوی بن گئی تھی تو اس کا یہ مطلب تھا اس کی اپنی کوئی زندگی نہیں ہے وہ اپنے مطابق کچھ بھی نہیں کر سکتی روح نے نظریں ایک بار پھر جھکا لیں۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی ٹیس اٹھی تھی۔ وہ سردار موسیٰ کی بات سمجھ بھی رہی تھی اور اندر ہی اندر ٹوٹ بھی رہی تھی۔

"اگر میں آپ کی سردارنی بن گئی ہوں تو کیا میری اپنی کوئی پسند، کوئی چاہت نہیں رہی؟ کیا میں خود سے کچھ بھی نہیں کر سکتی"

کچھ لمحے وہ خاموش رہی، پھر ہمت کر کے آہستہ سے بولی اس کی آواز میں لرزش تھی مگر سوال سچا تھا سردار موسیٰ ایک لمحے کو ساکت ہو گیا۔ اس نے شاید یہ توقع نہیں کی تھی کہ روح اس طرح سوال کرے گی وہ اس کی بات کو کوئی ایسا رنگ دے گا اس کی آنکھوں میں موجود غصہ ذرا سا کم ہوا، مگر سختی اب بھی باقی تھی۔

"میں نے یہ نہیں کہا کہ تمہاری کوئی زندگی نہیں رہی لیکن روح کچھ باتیں ایسی ہیں جو تمھیں سمجھنی ہوں گی میں نہیں چاہتا کہ کسی بھی غیر مرد کی نظر میری بیوی پر پڑے یا پھر کوئی اسے دیکھے میں تمھیں ہر نظر سے چھپا لینا چاہتا ہوں میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم میری رہو بس تمھیں میں دیکھو"

سردار موسیٰ قدرے دھیمی آواز میں بولا اس کا لہجہ محسوس کر کے روح کا دل زور سے دھڑکا تھا اس کی یہ بتائیں اس نے پہلی بار سنی تھی اس کا دل زور سے دھڑکا تھا اس کی بتائیں سن کر۔ اس نے آہستہ سے سر اُٹھا کر سردار موسیٰ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی سختی تھی، مگر اس سختی کے پیچھے ایک عجیب سی فکر، ایک انجانا سا خوف بھی چھپا ہوا تھا۔ وہ پہلی بار محسوس کر رہی تھی کہ یہ غصہ صرف حکم چلانے کے لیے نہیں، بلکہ سردار موسیٰ کے لہجے میں فکر جھلک رہی تھی۔

"تو یہ ساری باتیں محبت سے بھی تو سمجھائی جا سکتی ہیں نہ"

روح نے اس کے اگے شکوہ کرتے ہوئے کہا تھا سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی اس کے شکوہ کرنے پر اس نے روح کو کمر سے تھام کر اپنے پاس کر لیا تھا۔۔

"یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہیں"

روح نے حیران ہوتے ہوئے کہا یہاں اسے سردار موسی سے ایسی کوئی توقع نہیں تھی کہ وہ ایسا کچھ بھی کرے گا۔۔

"پیار"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا اور اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کر لیا تھا۔۔

"یہ پیار ابھی آپ نہیں کر سکتے کیوں کہ ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی ہے تو پلیز پیچھے ہوں"

روح نے اس کا چہرہ اس قدر قریب پا کر کہا روح کے بولنے سے اس کے سانسوں کے تپش سردار موسیٰ کے چہرے پر پڑ رہی تھی کیوں کہ دونوں کے چہرے بے حد قریب تھے۔

"نکاح ہونا ہی کافی ہوتا ہے"

سردار موسیٰ نے اس کے گالوں پر اپنی داڑھی رب کی تھی جس سے روح کی سسکی نکلی تھی اس کے قربت میں روح کا برا حال ہو رہا تھا ایک وہ تھا کہ پیچھے ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا روح کو تو سچ میں اب اس سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔۔

"کیا کر رہے ہیں درد ہو رہا ہے ء"

روح نے اسکی داڑھی کی چبھن پر غصے سے کہا تھا جبکہ اس کے غصہ کرنے پر سردار موسیٰ نے اپنی ناک اس کے نام سے رب کی تھی۔۔

"میری قربت میں درد تو ہو گا جان بھی نکلے گی کیوں کہ میری قربتوں کو تمھارا یہ نازک سراپا برداشت نہیں کر سکے گا اس لیے تھوڑی جان بناؤ"

سردار موسیٰ نے اپنے ہونٹ اس کے گالوں پر رکھے دل تو اس کا بہت کچھ کرنے کا تھا لیکن وہ اپنے جذباتوں میں آکر بہک نہیں سکتا تھا اور اسکی بیوی ابھی اس کی شدتیں برداشت کرنے کے لیے چھوٹی تھی اس لیے وہ خود پر جبر کر رہا تھا ورنہ دل تو تھا ابھی اسے اپنے کمرے میں لے جائے اور اپنے شوہر ہونے کا حق جتاتا لیکن وہ ایسا کر نہیں سکتا تھا وہ سردار موسیٰ جو کبھی اتنا بے چین نہیں ہوا تھا وہ اپنی بیوی کے پاس آتے ہی اس کی قربت کے لیے بے چین ہو جاتا تھا اور ایسا بہت بار ہو چکا تھا اسلیے وہ روح کے زیادہ قربت نہیں ہوتا تھا ان دونوں کا چہرہ اب بھی بہت قریب تھا سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو دیکھا اس کی نظر سردار موسیٰ کے خوبصورت ہونٹوں پر گئی تھی سردار موسیٰ نے آہستہ سے اس کے لبوں کو چھوا روح کی دھڑکنیں بہت تیز تھی روح نے کوشش کی تھی جانے کی لیکن سردار موسیٰ نے اسے سختی سے کمر سے تھام رکھا تھا سردار موسیٰ کے شکنجے سے وہ نکل نا سکی تھی سردار موسیٰ نے اس کے ہونٹوں پر ہونٹ رکھنے چاہے تھے لیکن روح نے

نظریں پھیر لی تھی اس کے ایسا کرنے پر سردار موسیٰ نے غصے سے اسے دیکھا لیکن پھر اسے یاد آیا کہ وہ کیا کر رہا تھا اس کی قربت میں سردار موسی بہک رہا تھا۔۔

"روح چلی جاؤں یہاں سے ورنہ میں سچ میں کچھ کر دوں گا"

سردار موسیٰ پیچھے ہو گیا تھا اس نے روح کو آزاد کیا روح حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ کو ہوا کیا ہے لیکن وہ کیسے جانتی سردار موسیٰ نے اپنے دن پر پتھر رکھ کر اپنے جذباتوں کو نا جانے کیسے کنڑول کر کے اسے جانے دیا تھا لیکن روح اسے کھڑی دیکھ رہی تھی گئی نہیں تھی۔۔

"جاؤ روح نے رو کو یہاں"

سردار موسیٰ نے ایک بات پھر کہا آج پہلی بار وہ اس قدر اس کی قربت کا خواہش مند ہوا تھا اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی روح اس کے دوبارہ بولنے پر وہاں سے بھاگ گئی تھی جبکہ سردار موسیٰ نے اس دشمنِ جان کو جاتے دیکھا جو کہ اس وقت انکھوں سے بھاگتے ہوئے اوجھل ہو گئی تھی آج پہلی بار سردار موسیٰ کے جذبات یوں بے لگام ہو کر اسے بھکا گئے تھے وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لڑکی اسے اس قدر پاگل کر سکتی ہے سچ میں اب تو وہ اس کے لیے ایک امتحان بن گئی تھی اس کی عمر بھی اتنی نہیں تھی کہ وہ رخصتی کی بات کرتا اب وہ سمجھ گیا تھا کہ ہاشم کے دل پر کیا گزر رہی تھی اور وہ کیوں شادی کے لیے اتنا جذباتی ہو رہا تھا۔۔

💗💗

"نور، نور"

کندیل اس کے کمرے میں آتے ہوئے اسے پکار رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے کیوں اتنا زور زور سے چلا رہی ہو"
نور کو کہ اس وقت بوکس پھیلا کر بیٹھی تھی بولی۔۔

"بہت ضروری کام ہے اس لیے چلا رہی ہوں اور تم اب تک یوں پڑھ رہی ہو یار دلہن ہو اب تم کچھ تو خیال کرو تو دن بعد تمھارا نکاح ہے"
کندیل نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا اس کی سانس پھول رہی تھی۔۔

"کیا کام ہے وہ بتاؤ"
نور نے اسکی ساری باتوں کو اگنور کر کے کہا۔

"مجھے کوئی کام نہیں ہے ماں سائیں نے کہا ہے تیار ہو جاؤ کچھ دیر میں ہم دونوں ہاشم بھائی کے ساتھ شاپنگ پر جا رہے ہیں تمھارے نکاح کی شوپنگ کرنی ہے"

کندیل کی بات پر اس نے اس کی طرف دیکھا اس تو حویلی میں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا دولہا دلہن ساتھ میں جائیں شوپنگ کے لیے۔۔

"تم پاگل ہو خود بھی پٹو گی مجھے بھی مار کھلاؤ گی ایسا پہلے کبھی ہوا ہے کہ دولہا دلہن ساتھ میں شوپنگ کرنے گئے ہوں"

نور نے گھور کر کہا تھا اس کی بات پر کندیل اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"اسی لیے ہی تو ساتھ میں میں جا رہی ہوں"

کندیل نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر نور خاموش رہی اور اڈے گھورا۔۔

"اٹھو تیار ہو"

اسے کتابوں میں دوبارہ مگن ہوتے دیکھ کر کندیل نے کہا۔۔

"روح نہیں جا رہی کیا"

نور نے اسے دیکھ کر سوال کیا تو کندیل اس کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"اس سے میں نے پوچھا نہیں پہلے تمھیں بتایا ہے تم تیار ہو جاؤ پھر میں اس سے جا کر پوچھ لیتی کوں"

کندیل نے کہا..

"اچھا تم جاؤ اس سے پوچھ لو میں تیار ہو جاتی ہوں"

نور نے کہا تو وہ بھی سر ہاں میں ہلاتے ہوئے وہاں سے جا چکی تھی۔۔



کندیل نے روح سے بھی پوچھ لیا تھا وہ راضی ہو گئی تھی جانے کے لیے وہ سب اس وقت بلکل تیار نیچے کھڑے تھے اب صرف ہاشم کا انتظار تھا جو کہ نہیں آیا تھا سردار موسیٰ سید سائیں ایک ساتھ زنان خانے میں آئے تھے ان کے ساتھ روح کو تیار دیکھ کر سردار موسیٰ حیران ہوا تھا سردار موسیٰ اپنی ماں سائیں سے کہہ چکا تھا کہ ہاشم کے ساتھ نور اور کندیل کو بھیج دے روح کو وہ خود لے جائے لیکن اس وقت اسے عبایا میں تیار دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"تم تینوں جا رہے ہو"

سردار موسیٰ نے ان سب کے پاس آ کر کہا۔۔

"ہاں"

روح نے سر ہاں میں ہلاتے ہوئے جواب دیا سردار موسیٰ خاموش ہو گیا اس نے اپنا فون نکالا اور جا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا روح کو اس کا یہ رویہ تھوڑا عجیب لگا وہ ابھی سوچ رہی تھی کہ اس کے موبائل پر نوٹیفکیشن آیا جیسے اس نے اگنور کر دیا لیکن خود پر نظریں کی تپش محسوس کر کے اس نے سردار موسی کی طرف دیکھا جو کہ اسے اشارہ کر رہا تھا اس کے موبائل پر پھر سے نوٹیفکیشن ہوا وہ سمجھ گئی کہ سردار موسیٰ میسج کر رہا ہے اس نے موبائل نکالا اور وائٹس ایپ ان کیا جہاں اس کے دو میسج تھے۔۔

"تم نہیں جاؤ گی کوئی بھی بھانہ کرو اور روکو"

یہ میسج پڑھنے کے بعد اسنے سردار موسیٰ کو دیکھا۔۔

"روح تم نہیں جاؤ گی"

ایک اور میسج اس کے نیچے تھا۔۔

"کچھ کہہ رہا ہوں میں جواب دو"
سردار موسیٰ نے ایک بار پھر سب میسج بھیجا تھا۔۔

"کیوں نہیں جس سکتی میں بلکل تیار ہوں اور میں نے جانا ہے"
روح کے ہاتھ تیزی سے اسکرین پر چل رہے تھے۔۔

"کہا نہ تم نہیں جاؤ گی اگر تم نے میری بات نہ مانی میں تمھیں اپنے بھائی کے نکاح میں ہے گزشراکت کرنے نہیں دوں گا بلکہ تمھیں اس سے پہلے رخصت کروا کے ہنی مون پر لے جاؤں گا"
اس کے میسج پر وہ منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی جو کہ اسے اشارے سے بھی منع کر رہا تھا نہ جاؤ۔

"کیا مسئلہ ہے"

روح نے برا سا منہ بنا کر میسج بھیجا۔۔

"تم نہیں جا رہی اگر گئی تو میں وہ کر دوں گا جو میں نے کہا ہے کوئی مجھے روک نہیں سکتا"

اس نے ایک بار پھر دھمکی دی اس کی دھمکی پر وہ ڈر گئی وہ بہت اچھے سے جانتی تھی وہ سر پھرا سردار کچھ بھی کر سکتا ہے اتنے میں ہاشم بھی آ گیا تھا۔۔

"چلیں لڑکیوں"

ہاشم نے مسکرا کر کہا اس نے اپنی ہونے والی بیوی کی خوبصورت آنکھیں دیکھیں جو کہ نقاب میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"منع کرو"

سردار موسیٰ کا ایک اور میسج دیکھ کر روح نذ چاہتے ہوئے بھی منع کرنے پر مجبور ہو گئی۔۔

"میرا سر اچانک درد کر رہا ہے میں نہیں چل رہی"
روح نے ہاشم کو دیکھ کر کہا اس کی بات پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی جبکہ باقی سب اسے دیکھ رہے تھے۔

"لیکن ابھی تک تو بلکل ٹھیک تھی"
کندیل نے فورا سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح کا دل کیا سردار موسیٰ کا قتل کر دے وہ سچ میں جانا چاہتی تھی۔

"بس اب اچانک ہو رہا ہے تم لوگ جاؤ"
روح نے ایک بار پھر سے کہا۔۔

"تو ہم راستے میں ڈاکٹر کے پاس چل لیں گیں"

ہاشم پریشان ہو گیا تھا اپنی بہن کی حالت سن کر وہ ایسے ہی تھا روح کی تھوڑی سی بھی طبیعت خراب ہو جاتی تو وہ ایسے ہی پریشان ہو جاتا تھا۔

"نہیں اس کی ضرورت نہیں میں ٹھیک ہوں اپ لوگ جائیں پہلے ہی اتنا لیٹ ہو گیا اور زیادہ ہو جائیں گے میں ارام کر لوں گی"

روح نے دل پر پتھر رکھ کر یہ بات کی تھی اس کی بات پر ان لوگوں نے اسے دیکھا سید سائیں وہاں سے جا چکے تھے پہلے ہی۔

"پکی بات ہے"

ہاشم جانتا تھا اس کی بہن شاپنگ کی کتنی دیوانی ہے پھر بھی منع کر رہی تھی اس کے لیے سر درد تو نارمل سی سی بات تھی شاپنگ کے اگے وہ سمجھ گیا تھا صوفے پر بیٹھے سردار موسی کے مسکراہٹ کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔

"ٹھیک ہے"

ہاشم نے بھی اسے مزید فورس نہیں کیا نور اور کندیل کو لے کر وہ شاپنگ پر چلا گیا تھا جبکہ روح نے غصے سے اپنا نقاب نیچے کیا اور بغیر سردار موسی کو دیکھ کر وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی جبکہ اس کے ایسا کرنے پر سردار موسیٰ پیچھے بیٹھا مسکرا رہا تھا۔۔

وہ غصے سے کمرے میں داخل ہوئی اسے سردار موسی کے اوپر بہت زیادہ غصہ ارہا تھا اس کا اتنا من کر رہا تھا شاپنگ پر جانے کے لیے لیکن اس نے منع کر دیا تھا اپ شاپنگ پر جانے میں کیا برائی تھی یہ بات روح کو سمجھ نہیں ائی تھی وہ غصے میں آگ بگولا ہوئی پڑی تھی اس وقت اوپر سے اس کی دھمکی اگر وہ دھمکی نہ دیتا تو روح کبھی بھی اس کی بات نہ مانتی اس نے دھمکی دے کر روح کو مجبور کر دیا تھا اور یہ بات روح بہت اچھے سے جانتی تھی سردار موسی ایسا کر سکتا ہے اس لیے اسے مجبورا رکنا پڑا تھا اس نے غصے سے اپنا حجاب اتار کر پھینکا تھا ابھی وہ اپنا عبایا اتارتی اس سے پہلے ہی سردار موسی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر اچکا تھا روح کو اس وقت بالکل بھی اس سے بات نہیں کرنی تھی لیکن وہ غصے میں اندر اتے ہوئے کمرے کا دروازہ لوک کرنا بھول گئی تھی جس کا فائدہ سردار موسی نے اٹھایا تھا اور اندر اگیا۔۔

"خبردار جو آپ اندر آئے واپس جائیں"

اسے کمرے کے اندر موجود دیکھ کر روح نے غصے سے کہا۔۔

"میری ڈارلنگ ریلیکس کیا ہو گیا ہے"

اس کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ سردار موسی کو بہت پسند ایا تھا جس سے اس کے چہرے پر مسکراہٹ اگئ تھی۔۔

"اپ کو ایک بار کی بات سمجھ نہیں اتی میں نے کہا جائیں یہاں سے"

روح غصے سے چیخی تھی اور اس کا ایسا لہجہ سردار موسی کو ہر گز پسند نہیں ایا تھا۔۔

"روح تمیز سے بات کرو اور میری بات سنو گی"

سردار موسی نے اپنی ناگواری کا اظہار بھی کیا تھا اس کے اگے کہ اسے اس کا ایسا لہجہ ہر گز پسند نہیں ایا تھا۔۔

"میں تمیز سے بالکل بات نہیں کروں گی اور نہ مجھے اپ کی بات سننی ہے اپ نہیں چاہتے تھے میں شاپنگ پر جاؤں تو میں نہیں گئی اب جائیں یہاں سے"

روح نے غصے سے کہا اور اسے جانے کا اشارہ کیا تھا لیکن سردار موسی اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔۔۔

"اپ کو سمجھ نہیں اتا میں کچھ کہہ رہی"

روح کو اس کا یوں ڈھیٹ بن کر کھڑا ہونا بلکل بھی پسند نہیں ایا تھا اس لیے وہ غصے سے بولی۔۔

"نہیں مجھے بالکل بھی سمجھ نہیں اتا اور جب تم سامنے ہوتی ہو تب تو بالکل بھی کچھ سمجھ نہیں اتا"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف اس قدم لیتے ہوئے کہا جبکہ اس ہ پیش قدمی اپنی جانب دیکھ کر روح پیچھے ہو رہی تھی۔۔

"سردار موسی جائیں یہاں سے"

وہ پیچھے ہوتے ہوئے پیچھے کی جانب دیکھتے ہوئے بول رہی تھی سردار موسی لمبے لمبے قدم لیتے اس کے بالکل پاس اگیا تھا اسے کمر سے تھام کر اپنے بالکل قریب کر لیا۔۔

"کیا کر رہی ہیں چھوڑیں مجھے"

روح اس کی گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی کیونکہ یہ بات تو وہ بھی جانتی تھی سردار موسی کی گرفت سے نکلنا اس کے لیے بالکل بھی اسان نہیں تھا وہ 18 سال کی چھوٹی سی گڑیا تھی اور کہاں وہ 26 سال کا سردار موسیٰ جو کہ پہاڑ کی مانند تھا۔۔

"اگر میں نہ چھوڑوں تو"

سردار موسی نے اس کے چہرے پر ائے ہوئے لٹوں کو اپنے منہ سے پھونک مارتے ہوئے دور کرتے کہا جب کہ اس کی اس حرکت پر روح اسے گھور رہی تھی۔۔

"کیا ہو گیا ہے بیوی کیوں مرچیں دانتوں تلے دبا رکھی ہیں کبھی شوہر کے سامنے محبت سے بھی بات کر لیا کرو"

سردار موسیٰ نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ لیا تھا روح کے دھڑکنوں میں اشتعال برپا ہو گیا تھا اور وہ معصومیت سے سب سردار موسیٰ کی جانب دیکھ رہی تھی دل کی دھڑکنیں تھی کہ اس کے قریب آنے پر زور برپا کر چکی تھی۔۔

"محبت سے بات کر لو جب میں کوشش کرتی ہوں اپ کی ساری باتیں مانی تب تب اپ کچھ ایسا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے مجھے پھر بہت غصہ اتا ہے اب کیا برائی تھی اگر میں ان کے ساتھ شاپنگ پر چلی جاتی"

اچانک روح کو یاد ایا تھا سردار موسی نے اسے شاپنگ پر جانے سے منع کیا تھا اسی لیے وہ اپنے پہلے والے ٹون میں اتے ہوئے بولی تھی۔۔

"پیچھے کی وجہ جاننے کی بھی کوشش کر لو کیوں جانے سے منع کیا"

سردار موسی اسے باہوں میں تھامے محبت سے بول رہا تھا۔۔

"ہاں تو فرمادو کیا وجہ تھی"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا۔۔

"کیونکہ میں اپنی بیوی کو اپنے ساتھ شاپنگ پر لے جانا چاہتا تھا لیکن یہ بات کہاں تمہارے مائنڈ میں انی تھی بندہ یار تھوڑا سا ٹائم اپنے شوہر کے ساتھ گزارے کر اچھے مومنٹس بنالیتا ہے لیکن تم کیا کہوں میں تمہیں"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی پلانگ بتائی تھی جبکہ اس کی باتیں سن کر اب روح کے چہرے پر شرم آگئی تھی۔۔

"توبہ توبہ بیوی اب میں نے ایسی بھی کوئی بات نہیں کی جس کی وجہ سے تم لال ہو رہی ہو"

سردار موسیٰ اس کے شرمانے پر لطف اندوز ہو رہا تھا اور اسے تنگ کرتے ہوئے بولا۔۔

"پلیز موسیٰ تنگ نہیں کریں"

روح نے شرما کر نظریں جھکالی اور پھر بولی تو سردار موسیٰ کا دل دھڑک اٹھا تھا اس کے ایسا کرنے پر۔۔

"میں تو بالکل بھی تنگ نہیں کر رہا بلکہ تم میری اتنا پاس ہو کے مجھے ضرور تنگ کر رہی ہو"

سردار موسیٰ نے اس کا چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے کہا تھا روح نے اس کی انکھوں میں دیکھا جہاں اس کے لیے محبت تھی روح کا دل زور سے دھڑکا تھا سردار موسیٰ نے جھک کر اپنے ہونٹ اس کے گال پر رکھے تھے روح نے آنکھیں بند کر لی تھی اور دل شور مچا رہا تھا زوروں سے۔۔

"موسیٰ"

اس نے آنکھیں کھول کر اس کا نام پکارا۔

"ہم"

وہ اپنا گال روح کے گال سے رب کرتے ہوئے بول رہا تھا ایک بار پھر سردار موسیٰ پر روح کی قربت کی خماری ہو رہی تھی۔۔

"کیا کر رہے ہیں موسیٰ"

روح نے تڑپ کر کہا سردار موسیٰ کی گرم گرم سانسیں اسے تڑپنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔

"پیار"

سردار موسیٰ نے یک لفظی جواب دیا اور اپنے ہونٹ ایک بار پھر سے اس کے چہرے پر رکھے تھے۔

"موسیٰ پلیز دور ہوں اور مجھے شاپنگ پر جانا ہے"

روح نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے خود سے دور کرنا چاہا اور اس کے اگے ایک نئی ڈیمانڈ رکھی تھی شاپنگ کی۔۔

"دور ہونے کا دل نہیں کر رہا یہ ظلم نے کرو سردارنی اپنے سردار پر"
سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا تو روح نے ایک بار پھر اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے خود سے دور کرنا چاہا۔۔

"ظالم عورت ہو بالکل"
سردار موسیٰ نے اس کے ایک بار پھر دور کرنے پر کہا تو روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"عورت کسے کہا میں اپ کو عورت نظر اتی ہوں"

روح نے برا سا منہ بنا کر اب کی بار سختی سے اسے خود دے دور کیا سردار موسیٰ نے اسے کس کر اپنے قریب کر لیا تھا۔۔

"اور نہیں تو کیا جو اپنے شوہر کو خود سے دور کر رہی ہے محبت نہیں کرنے دے رہی ظالم ہی ہوئی نا"
سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو روح اسے دیکھ رہی تھی سچ میں وہ بہت خوبصورت تھا شہزادہ لگتا تھا اس ریاست کا اور وہ شہزادہ صرف اس کا تھا اس بات پر روح کا دل ایک بار پھر سے دھڑکا تھا۔۔

"اچھا نہ موسی مجھے ابھی اور اسی وقت شاپنگ پہ جانا ہے مجھے نہیں پتا اپ نے کہا نا ہم دونوں ساتھ میں چلیں گے تو ہم دونوں ابھی اور اسی وقت شاپنگ پر جائیں گے "

روح نے اس کی بات کو اگنور کرتے ہوئے اپنی بات کی جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ نے اسے چھوڑ دیا کیوں کہ دل کا بغاوت اس کے لیے اچھا نہیں تھا اور وہ ہر گز بھی نہیں چاہتا تھا کہ وہ اس کی جان جوکھے میں ڈالے۔۔

"ٹھیک ہے تم تیار ہو جاؤ ہم چلتے ہیں"

سردار موسی اج پہلی بار کسی لڑکی کو اپنے ساتھ شاپنگ پر لے جا رہا تھا اور وہ تھی اس کی روح اج وہ پہلی مرتبہ کسی لڑکی کے ساتھ شاپنگ کرنے والا تھا اس سے پہلے اس نے کبھی بھی کسی لڑکی کے ساتھ جا کر شاپنگ نہیں کی تھی نہ نور کے ساتھ نہ کندیل کے ساتھ اج وہ پہلی بار روح کے ساتھ چاپنگ پر جا رہا تھا۔۔

"میں بالکل تیار ہوں بس مجھے حجاب کرنا ہے میں دو منٹ میں کرتی ہوں پھر ہم چلیں گے"

روح نے فوراً سے کہا کہ کہیں وہ منع ہی نہ کر دے جس پر سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا روح نے فوراً سے اپنا حجاب اٹھایا اور اسے کرنے لگی سردار موسیٰ کھڑی اسے محبت سے دیکھ رہا تھا۔

❤️❤️

جب سے عدنان نے حفصہ سے اپنا تعلق قائم کیا تھا تب سے وہ اس سے شرمائی شرمائی رہ رہی تھی عدنان کے سامنے اتے ہی اس کے چہرے پر شرم کی لالی آجاتی عدنان کے سامنے اتے ہی وہ اس سے نظریں ملانا محال سمجھتی تھی عدنان کی محبت اور اس کی قربت کے بعد حفصہ نکھری نکھری سی ہو گئی تھی عدنان کی قربت اور محبت اسے ایک نیا سا احساس دے گئی تھی، ایسا احساس جس میں سکون تھا پہلی والی حفصہ تو کہیں چھپ ہی گئی تھی اب جو حفصہ تھی اس کے چہرے پر ہمیشہ عدنان کی قربت کے اثار نظر اتے وہ جب آئینے کے سامنے کھڑی ہوتی تو خود کو پہچاننے میں چند لمحے لگتے۔ آنکھوں میں چمک تھی، چہرے پر ایک الگ ہی رونک یہ وہ حفصہ نہیں تھی جس سے عدنان پہلی بار ملا تھا یہ تو وہ حفصہ تھے جسے عدنان نے اپنی محبت میں ڈھل لیا تھا اس وقت عدنان کمرے میں نہیں تھا حفصہ شیشے کے سامنے کھڑی تھی اس نے نائیٹ سوٹ ڈال لیا تھا وہ اپنے باپ برش کر رہی تھی ابھی وہ اپنے بالوں میں الجھی ہوئی تھی جب عدنان دروازہ کھول کر کمرے میں آیا

تھا حفصہ شیشے کے آگے کھڑی تھی اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی عدنان اس کے پاس آ گیا اور پیچھے سے اسے اپنے باہوں میں بھر لیا حفصہ نے شرما کر اسے آئینے سے دیکھا تھا۔

"کیا کر رہی ہے میری محبتِ جان"

عدنان نے اس کے بالوں میں سر چھپا لیا تھا حفصہ کے چہرے پر شرم تھی اور اس نے برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دیا اپنے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے جو کہ حفصہ کے پیٹ پر تھے دل کی دھڑکن تیز تھی مگر دل میں ایک عجیب سا سکون بھی تھا۔ عدنان کی قربت اسے محفوظ محسوس کروا رہی تھی، جیسے دنیا کی ہر فکر اس کے وجود سے دور ہو گئی ہو۔

"کچھ نہیں بس بال سُلجھا رہی تھی"

حفصہ دھیمی آواز میں بولی عدنان نے مسکرا کر آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔۔

"بہت خوبصورت لگ رہی ہو"

ایک بار پھر سے عدنان نے اس کے بالوں میں اپنا منہ دیتے ہوئے کہا تھا اس کے وجود سے اڑتی ہوئی خوشبو عدنان کو مدہوش کر رہی تھی۔۔

"آج کل میں اپ کو لگتی ہی پیاری ہوں"

حفصہ نے شرما کر کہا اس کے بعد پر عدنان کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی عدنان نے اس کے بال جو کہ پشت پر تھے وہ پشت سے ہٹائے تھے اپنی پاکٹ سے ایک چین نکالی تھی جو کہ پتلی سی تھی اور اس کے اوپر عدنان لکھا ہوا تھا۔۔

"کیا کر رہے ہیں عدنان"

حفصہ کی پشت ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں پائی وہ کیا کر رہا ہے لیکن اس کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے پشت پر محسوس کر کے حفصہ نے زور سے اپنی انکھیں بند کر دی تھی عدنان نے اس کے بال ہٹا کر وہ چین اس کے گلے میں ڈالی تھی حفصہ نے فورا سے انکھیں کھولی اس کی نرم ہاتھوں کا لمس اسے اپنی گردن پر محسوس ہو رہا تھا عدنان نے چین کا لوک بند کیا حفصہ نے چین اپنے ہاتھ سے ٹچ کی جس کے اوپر عدنان لکھا ہوا تھا۔

"یہ میرے لیے"

حفصہ نے حیران ہوتے ہوئے کہا عدنان نے ائینے میں اس کا عکس دیکھا اور پھر مسکرا کر سر ہلا دیا تھا۔۔

"ہاں صرف اور صرف میری محبتِ جان کے لیے"

عدنان یہ کہہ کر اس کے گردن پر اپنے ہونٹ رکھتا ہے حفصہ نے اس کے لمس کو محسوس کرتے ہوئے آنکھیں بند کر لی تھی وہ اس کے گردن پر اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑ رہا تھا اور عدنان کے لمس سے حفصہ کی جان جا رہی تھی اس کی گرم گرم سانسیں حفصہ کے گردن پر محسوس ہو رہی تھی

عدنان نے اس کا رخ اپنی جانب کیا تھا وہ نظریں جھکائے ہوئے تھے اس سے عدنان سے نظریں ملان مشکل ہو رہا تھا عدنان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے میری جان اتنی شرماتی کیوں ہو"

عدنان اس کے شرمائے ہوئے چہرے سے لطف اندوز ہو رہا تھا اس لیے اسے تنگ کرتے ہوئے بولا۔۔

"اور اپ کیوں مجھے اتنا تنگ کر رہے ہیں اپ اچھے سے جانتے ہو اپ کی قربت میں مجھے شرم اتی ہے تو جان بوجھ کر کیوں مجھے تنگ کر رہے ہیں" حفصہ نے شرماتے ہوئے کہا تھا اس کی اس ادا پر عدنان اس پر واری جا رہا تھا۔۔

"ہائے میری معصوم سی جان"

عدنان سے تھام کر بیڈ کر لایا تھا وہ دونوں ہی بیڈ پر بیٹھ گئے تھے۔۔

"میری بات سنو"

عدنان نے اس کے چہرے کو دیکھ کر محبت سے کہا۔۔

"جی"

حفصہ نے مسکرا کر کہا اس کا لکھ رہا نکھرا چہرہ بلو گاؤن میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہا تھا۔۔

"کل ہم نے سید حویلی جانا ہے"

عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور پھر بولا تھا جبکہ اس کی بات پر حفصہ تھوڑی سی گھبرا گئی تھی ان سب کو تو یہی لگتا تھا عدنان قصوروار ہیں کسی کو بھی اصل حقیقت کا نہیں تھا پتا اور سب لوگ یہی کہتے کہ حفصہ نے فیصلہ غلط کیا ہے اس لیے وہ تھوڑا گھبرا گئی تھی۔

"لیکن کیوں"

حفصہ نے عدنان کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔۔

"کیونکہ ہاشم اور نور کی شادی ہو رہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں سید حویلی جانا ہے"

عدنان نے اسے مسکرا کر بتایا جبکہ اس کی بات ہے حفصہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئی تھی۔

"اوکے"

حفصہ نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

"جب میں نے سید حویلی جانے کی بات کی تو تم گھبرا گئی تھی وجہ میں بہت اچھے سے جانتا ہوں لیکن تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے تم میری بیوی ہو تمہیں کسی کے سامنے بھی نروس ہونے کی ضرورت نہیں کوئی کچھ بھی کہے اگر تمہیں لگے جواب دینا ضروری ہے تو دینا ورنہ کسی کے سامنے بھی تمہیں کسی سوال کا جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے تم بس نارمل رہنا سب کچھ نارمل ہے"

عدنان اسے سمجھاتے ہوئے اپنے سینے سے لگا گیا تھا وہ سچ میں پریشان تھی جب اور گھبرا بھی رہی تھی اگر اسے کسی نے کچھ کہا تو وہ کیا کرے گی لیکن عدنان نے اس کی ساری پرابلم سالو کر دی تھی اب اس کے سگن کے ساتھ لگ کر وہ بالکل پر سکون ہو گئی تھی۔۔

❤️❤️

ایک محل نما سا گھر تھا جو کہ ابادی سے بہت دور تھا باہر سے یوں معلوم ہوتا تھا وہ ایک کھنڈر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں لیکن اندر سے وہ بہت ہی خوبصورت تھا وہاں پر راج تھا شہنشاہ کا پہاڑوں کے بیچ خوبصورت جنگلوں کے درمیان وہ ایک محل نما گھر تھا جس میں شہنشاہ رہتا تھا جہاں شہنشاہ کی حکومت تھی شہنشاہ موسی کا دوست تھا دونوں میں بہت گہری دوستی تھی کالج سے لے کر یونیورسٹی تک کا سفر دونوں نے ایک ساتھ طے کیا تھا کبھی وقت تھا دونوں ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ پاتے تھے لیکن اج وقت تھا جب شہنشاہ کو شدید نفرت تھی موسی کے نام سے بھی شہنشاہ کو ایک لڑکی سے محبت تھی وہ اسی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی وہ موسی اور شہنشاہ کی کلاس فیلو تھی لیکن اس لڑکی کو موسی سے محبت ہو گئی اس لڑکی نے موسی سے اپنی محبت کا اظہار بھی کیا لیکن موسی جانتا تھا اس کا دوست شہنشاہ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے اس لیے اس نے اسے صاف انکار کر دیا یہ بات اس لڑکی سے برداشت نہ ہوئی تو اس لڑکی نے اپنی جان دے دی اور اس نے

مرنے سے پہلے شہنشاہ کو ایک ٹیکسٹ بھیجا تھا اس کے دوست موسی نے
اس کے ساتھ زبردستی کی جس وجہ سے وہ اپنی جان دینے جا رہی ہے اب وہ
اپنا ناپاک وجود لے کر اس دنیا میں نہیں رہ سکتی وہ لڑکی سردار موسی کو بھی
برباد کرنا چاہتی تھی جیسے وہ خود برباد ہو گئی تھی وہ یہ بات بھی جانتی تھی
شہنشاہ اس سے اس حد تک محبت کرتا ہے کہ وہ اس کی بات کا یقین کر لے گا
اور ایسا ہی ہوا تھا شہنشاہ نے اس کی بات کا یقین کر لیا تھا اور سردار موسی کے
خلاف ہو گیا اور اس دن سے ہی شہنشاہ سردار موسی سے حد سے زیادہ
نفرت کرتا ہے ٹھان لی تھی جیسے وہ برباد ہوا ہے اس کی خوشیوں اس لڑکی
کے جاتے ہی ختم ہو گئی تھی وہ اس لڑکی سے حد سے زیادہ محبت کرتا تھا بلکہ
یوں کہا جائے یونیورسٹی کی شروعات کی محبت یونیورسٹی ختم ہونے تک
عشق میں بدل گئی تھی جس وجہ سے شہنشاہ ٹوٹ گیا تھا دو سال لگے تھے
اسے خود کو سنبھالنے میں اس نے سردار موسی سے اپنے تمام کانٹیکٹ ختم
کر دیے تھے سردار موسی اس کے بارے میں اب کچھ بھی نہیں جانتا تھا وہ

یہ بات بھی نہیں جانتا تھا اسے برباد کرنے کے لیے شہنشاہ غلط راستے پر چل پڑا ہے اب وہ لڑکیوں کا دندھا کر کے ان پیسوں سے اپنی ٹیم بنا چکا تھا اس کی ٹیم بہت پاور فل تھی جسے لے کر وہ سردار موسی کو اب برباد کرنا چاہتا تھا اسے اب تک یہ بات معلوم نہ تھی سردار موسی کا نکاح ہو چکا ہے ورنہ اس کا ٹارگٹ روح ہوتی ہے روح کو کڈنیپ کر کے وہ سردار موسی سے اپنے سارے بدلے لے سکتا تھا وہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا ماتم بنا رہا تھا سگریٹ پر سگریٹ کے کش لگا رہا تھا اج وہ دن تھا جب اس کی محبت نے اپنی جان اپنے ہاتھوں سے لے لی تھی اور وجہ صرف اور صرف سردار موسی تھا اس کی انکھیں سرخ لال ہو رہی تھی بال گردن تک لمبے تھے اج کے دن وہ ہمیشہ اکیلے میں گزارتا تھا یوں ہی تنہائی میں ورنہ ہر رات اس کی ایک نئی لڑکی کے ساتھ گزرتی تھی وہ بدلے کی اگ میں اندھا ہو چکا تھا یہ بول چکا تھا

کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اسے بس سردار موسی سے بدلا لینا تھا اور ایک بدلے کے لیے ایک غلط فہمی کے لیے مکمل طور پر گناہوں میں اتر چکا تھا مکمل طور پر خود کو برباد کر چکا تھا۔

"تم بھی تڑپوں کے میری طرح روگے چلاؤ گے چیخو گے بہت جلد سردار موسی تم میرے گرفت میں ہو گے"

شہنشاہ نے نفرت سے کہا تھا اس کے لہجے میں صرف اور صرف نفرت تھی اس کے علاوہ کچھ بھی نہ تھا اسکی انکھوں میں بدلے کی اگ تھی اور جب تک وہ اس سے بدلا نہ لیتا تب تک اسے سکون نہیں ملنا تھا وہ خود سے بات کر رہا تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکا تھا وہ اس وقت کسی سے بھی نہیں ملنا چاہتا تھا نہ ملنا چاہتا تھا نہ بات کرنا چاہتا تھا اج کا دن وہ بالکل اکیلے میں گزارنا چاہتا تھا اور اس کے ادمی یہ بات بالکل اچھے سے جانتے تھے پھر کس کی اتنی مجال ہوئی تھی کہ اس نے اتنی موت کو خود دعوت دی تھی۔۔

"تمہیں پتہ نہیں ہے اج کا دن یہ دروازہ نہیں کھلے گا"

وہ زور سے چیخا تھا اس کی چیخ سن کر باہر کھڑا ادمی گھبرا گیا تھا انفارمیشن بہت ضروری تھی لیکن پھر وہ واپس چلا گیا تھا کیونکہ یہ بات وہ اچھے سے جانتا تھا اگر اج کے دن اس نے اس بھوکے شیر کے چنگل میں ہاتھ ڈالے تو اس نے اپنی زندگی گوادے رہی تھی لیکن جو انفارمیشن وہ اسے دینا چاہتا تھا وہ بھی بہت ضروری تھی لیکن پھر وہ شخص پیچھے ہٹ گیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔

"تمہارا بدلہ میں لے کر رہوں گا بس ایک مرتبہ اس سردار کی کمزوری پتہ چل جائے اسے اتنا تڑپاؤں گا کہ وہ موت مانگے گا لیکن اسے نصیب نہیں ہو گی"

اس کی انکھوں میں انسو اگئے تھے انسو اس لیے ائے تھے کیونکہ اس نے اپنی محبت کو کھو دیا تھا اور اتنے سال ہو گئے تھے وہ بدلہ نہیں لے پایا تھا لیکن اب وہ سردار موسی کے بہت قریب اچکا تھا اور اب وہ اس سے بدلہ لیے بغیر پیچھے نہیں ہٹنے والا تھا اپنی محبوب کو کھونے کے انسو تھے یہ اور ان انسوں کا بدلہ سردار موسی چکائے گا یہ عہد وہ خود سے کر چکا تھا۔۔۔

❤️❤️

کندیل اور نور ساتھ ساتھ شاپنگ کر رہے تھے اور ہاشم کھڑا بس دیکھ رہا تھا اس نے جو یہ سوچا تھا وہ تھوڑی دیر ہی صحیح حویلی سے باہر اپنی ہونے والی بیگم کے ساتھ گزار لگا ایسا کوئی سین ہی نہیں مل رہا تھا اور وہ کندیل سے کہہ کر خود شرمندہ ہونا نہیں چاہتا تھا لیکن اب اسے ایسا لگ رہا تھا اس کی خاموشی چند لمحے بھی اسے اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ کچھ لمحے گزارنی نہیں دے گا اسی لیے اسے خود ہی کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔۔

"میری پیاری بہنا"

ہاشم نے کندیل کے پاس اکر بہت ہی پیار سے کہا تھا جب کہ اس کے لہجے میں اتنی مٹھاس نور کو بالکل بھی پسند نہیں ائی ہاں قندیل اس کی بہن تھی لیکن پھر بھی ہاشم کو اپنے علاوہ کسی سے بھی ایسے بات کرنے نہیں دے سکتی تھی۔۔

"جی بھائی"

کندیل جو کہ ڈریس دیکھ رہی تھی ہاشم کی طرف دیکھ کر بولی۔۔

"میری کیوٹ سی بہن یار میں تمہاری بہن کا شوہر ہوں ہونا یہ چاہیے میں اس کے ساتھ شاپنگ کروں تو پلیز تم کچھ دیر ہم دونوں کو"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ کندیل نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"اوکے اوکے ائی انڈرسٹینڈ اتنا معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے اپ کو"
کندیل اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ہاشم سے بولی تھی اور ان دونوں کو اکیلا چھوڑ کر وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"محترمہ"
نور جو کہ اپنے نکاح کا لہنگہ دیکھنے میں مصروف تھی ہاشم کے بولنے پر اس نے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا۔۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں"
نور کی طرف سے جواب نہ انے پر ہاشم نے کہا تھا لیکن اب کی بار بھی نور خاموش رہی تھی اسے بالکل بھی نہیں پسند ایا تھا اس نے جس لہجے میں مسکرا کر اتنی محبت سے کندیل سے بات کی تھی۔

"نور تم سن رہی ہو"

ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی جانب کرتے ہوئے کہا۔

"اگر میں سن بھی رہی ہوں تو مجھے اپ سے کوئی بات نہیں کرنی ہے"

نور نے برا سا منہ بنا کر کہا اور پھر سے خاموش ہو کر کھڑی ہو گئی۔۔

"کیوں نہیں کرنی ہے اور ذرا تمیز سے بات کرو منہ ٹھیک کرو تمہارا ہونے والا شوہر ہوں میں"

ہاشم نے اس کے ایسا کرنے پر کہا اس کے ایسے رویے کی سمجھ ہاشم کو نہیں ائی تھی اچانک اسے کیا ہوا تھا ابھی کچھ دیر پہلے گاڑی میں تو وہ اچھی خاصی تھی ان تینوں نے باتیں کی تھیں پھر اب کیا ہوا تھا۔

"اچھاتواپ کو یاد ہے آپ میرے ہونے والے شوہر ہیں"

نور نے تنز کیا تو ہاشم اسے دیکھار ہی تھی یہاں پر مزید کچھ کپل تھے جو کہ ڈریسز دیکھ رہے تھے اس لیے ہاشم نے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور اسے وہاں سے لے گیا اب اسے کوئی ایسی جگہ ڈھونڈنی تھی جہاں پر کوئی انھیں دیکھ نہ سکے اور وہ دونوں ارام سے بات کر سکے۔۔

"کیا کر رہے ہیں چھوڑیں مجھے"

نور نے غصے سے کہا تھا لیکن ہاشم نے اس کی ایک مینار سنی ہے اور اسے اپنے ساتھ لے جانے لگا۔۔

"خاموش رہو نور"

ہاشم نے سختی سے کہا تو نور خاموش ہو گئی تھی۔

ہاشم نور کو لے کر واشروم سائیڈ کی طرف آ گیا تھا وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا ہاشم نے اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا۔

"اب بتاؤ کیا کہہ رہی تھی"

ہاشم نے اپنے دونوں ہاتھ دیوار کے دونوں طرف رکھے مگر فاصلہ قائم رکھا، لہجہ سخت نہیں تھا بس سنجیدہ تھا نور نے کچھ بھی نہیں کہا بس اسے دیکھنے لگی۔۔

"بتاؤ نہ کیا مسئلہ ہے، اچانک کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

ہاشم نے اس کے چہرے کو دیکھا اور اس کے قریب ہوا نور نے نظریں جھکا لیں، ہونٹ بھینچ لیے وہ کچھ لمحے خاموش رہی، جیسے خود کو سنبھال رہی ہو پھر اچانک اس کی آنکھیں نم ہو گئی۔

"مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے"

نور رخ موڑتے ہوئے بولی۔

"جھوٹ میں تمہیں اتنا جانتا ہوں کہ تم یوں خاموش نہیں ہوتی اور نہ ہی غصہ ہوتی ہو"

ہاشم نے فوراً کہا اور اس کے چہرے کو گہری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا ہاشم کے قریب انے پر نور کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"آپ کو فرق ہی کیا پڑتا ہے؟ آپ تو ویسے بھی سب کے ساتھ ایک جیسے ہیں"

نور نے گہری سانس لی، پھر اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مطلب ہے سب کے ساتھ ؟"
ہاشم چونک گیا اس کی اس بات کا مطلب سچ میں وہ نہیں سمجھ سکا تھا۔۔

"وہی مطلب جو اپ بہت اچھے سے جانتے ہیں"
نور کے لہجے میں تلخی آگئی اور سے نے وہ چھپائی نہیں تھی بلکہ اس کے سامنے ظاہر کی۔

"نور میں سچ میں نہیں سمجھ پا رہا تم کیا کہنا چاہ رہی ہو اور مجھے نہیں لگتا میں نے کچھ ایسا کیا ہے جس کی وجہ سے تم یوں ناراض ہو مجھ سے"
ہاشم اس کی بات پر الجھ گیا تھا وہ سچ میں اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھ پایا تھا۔

"میں نہیں جانتی"

نور نے رخ پھیر لیا۔۔

"جب تک تم بتاؤ گی نہیں تب تک مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ تم کس بات پر مجھ سے ناراض ہو بتاؤ گی تو بات کا سولیوشن نکلے گا نا"

وہ بہت محبت سے بول رہا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا اپنی اتنی پیاری سی خوبصورت سی ہونے والی بیگم کو ناراض کرے۔۔

"آپ نے جس طرح کندیل سے بات کی جس محبت سے، جس انداز سے وہ مجھے بالکل اچھا نہیں لگا"

نور نے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے محبت بھرے انداز پر اپنے دل کی بات اس کے اگے رکھ دی تھی ہاشم ایک لمحے کو ساکت رہ گیا، پھر آہستہ سے مسکرایا مگر اس مسکراہٹ میں اس کی جیلس ہونے کی وجہ تھی نہ کہ مذاق تھا۔

"تو یہ بات ہے"

وہ سر ہلاتے ہوئے بولا اور کچھ دیر کی خاموشی ان دونوں کے درمیان چھا گئی۔۔

"تم جل رہی ہو؟"

ہاشم نے کچھ سوچتے ہوئے اچانک ہی اسے دیکھ کر کہا وہ اس کے بالکل قریب تھا لیکن نور اپنی جیلسی میں یہ بات فراموش کر چکی تھی کہ ہاشم اس کے کس قدر قریب کھڑا ہے۔۔

"میں کیوں جلوں گی؟"

نور فوراً سے بولی وہ یہ بات کرنا تو نہیں چاہتی تھی لیکن اب کر لی تھی تو اس وجہ سے وہ اس کے سامنے شرمندہ بھی ہو رہی تھی۔۔

"مان لو یہ بات تم جیلس ہو رہی ہو"

ہاشم نے اس کی خوبصورت انکھیں دیکھی تھی جو کہ نقاب سے نظر آ رہی تھی۔

"وہ بہن ہے میری میں کیوں اس سے جیلس ہوں گی"

نور نے فوراً سے کہا لیکن حقیقت یہ تھی اسے ہاشم کا کندیل سے یوں محبت سے بات کرنا بالکل بھی نہیں پسند آیا تھا لندیل اس کی بہن تھی وہ اسے بہت اچھے سے جانتی تھی لیکن پھر بھی جو شخص اس کا تھا وہ صرف اور صرف اس کا تھا اپنی بہن سے بھی اس کی بے تکلفی نور کو برداشت نہیں ہوئی تھی۔ ہاشم اس کی بات سن کر ہلکا سا ہنسا، اس کی ہنسی میں شرارت تھی اور ایک سکون بھی سکون اس بات کا تھا کہ اس کی بیوی بلکہ ہونے والی بیوی اس کے معاملے میں پوزیسو تھی اس نے تھوڑا سا جھک کر نور کی آنکھوں میں دیکھا نور نے اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

"واہ اپنی بہن سے بھی مسئلہ ہو گیا اب؟"

ہاشم نے جان بوجھ کر شرارتی لہجے میں کہا۔

"میں نے ایسا کب کہا؟"

نور فوراً بولی، مگر اس کی آواز میں جھنجھلاہٹ صاف تھی۔

"کہا نہیں لیکن تمہاری یہ انکھیں سب کچھ کہہ رہا ہے" ہاشم نے مسکرا کر کہا اور ذرا سا اس کے مزید قریب ہوا۔۔

"آپ بہت زیادہ بولتے ہیں"
نور نے خفگی سے کہا اور ایک طرف دیکھنے لگی۔

"اور تم بہت زیادہ جلتی ہو"
ہاشم نے فوراً جواب دیا۔
"میں نہیں جلتی!"
نور نے تیزی سے کہا اور اب کی بار اس کی طرف دیکھ لیا، آنکھوں میں ناراضی کے ساتھ ساتھ جھجک بھی تھی۔

"اچھا پھر ابھی تمہاری آنکھوں میں یہ سرخی، یہ غصہ، یہ خاموشی کس لیے تھی؟؟؟"

ہاشم نے اسے دیکھ کر سوال کیا جبکہ اس کی بات پر نور اب جھنجھلاہٹ کا شکار ہو گئی تھی وہ بار بار اسے سوال کر رہا تھا اور اسے تنگ کر رہا تھا ایک تو اس کی وجہ سے اس کا پورا مونڈ بھ آف ہو گیا تھا۔

"میں اپ سے ناراض ہوں ہاں میں ہوں اپ سے ناراض غصہ بھی ہوں کیا ضرورت تھی اپ کو اس طرح سے بات کرنے کی اگر وہ میری بہن بھی ہے پھر بھی مجھے برداشت نہیں ہے اپ اس لہجے میں میرے علاوہ کسی اور سے بات کریں ہاں روح اپ کے لیے امپورٹنٹ ہے اس لیے سوائے اس کے میں اپ کو کسی اور سے ایسے بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گی اگر روح سے بھی اپ کا یوں فری ہونا مجھے پسند نہیں آیا تو وہ بھی میں اپ کو منع کر دوں گی اور اپ کو میری بات ماننی پڑے"

نور غصے سے اس پر بھڑک رہی تھی اور ہاشم مسکرا کر اسے سن رہا تھا۔

"توبہ توبہ بیوی ہر کسی سے میں روڈ کو سکتا ہوں لیکن روح سے نہیں ہو سکتی یہ بات تم اچھے سے جانتی ہو اس نے کتنا کچھ فیس کیا ہے اور اسے عادتے ہو گئی ہے میری تو یہ امید نہیں رکھنا بیوی تم میری بیوی ہو تو میں پورا پورا حق ملے گا میری محبت پہ سب پر تمہارا حق ہے لیکن جو روح کا ہے وہ صرف اس کا ہے"

ہاشم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا جبکہ نور کو احساس ہوا تھا وہ لوگ شاپنگ مال میں ہیں۔۔

"یہ۔۔یہ کیا کر رہے ہیں ہاشم ہم شوپنگ مال میں ہیں"
نور نے ڈر کے مارے ارد گرد دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"ہاں تو مجھے اس بات سے کوئی مسئلہ نہیں ہے"

ہاشم مزید اس کے قریب ہوا تھا جبکہ اس کی ایسی حرکتوں پر نور کا دل دھڑک رہا تھا اور وہ ڈر رہی تھی ابھی ہاشم مزید کچھ کرتا کہ اس کا موبائل وجہ تھا موبائل پر کندیل کی کال ارہی تھی نور نے سکھ کر سانس لیا لیکن ہاشم نے موبائل دوبارہ پاکٹ میں ڈال دیا۔۔

"یہ کیا کیا اس کی کال اٹھائیں وہ پریشان ہو رہی ہو گی"
نور نے پریشانی سے کہا کیونکہ وہ بہت دیر سے یہاں پر تھے اس لیے ہو سکتا ہے کندیل پریشان ہو رہی ہو۔۔

"اگر کچھ دیر پریشان ہو جائے تو کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے"

ہاشم نے اس کی کمر پر اپنی گرفت مزید مضبوط کی اور اس کی انکھوں میں دیکھنے لگا اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا نقاب اٹھانا ہی چاہا تھا کہ اس سے پہلے ہی دوبارہ سے اس کا موبائل بجا ہاشم نے موبائل نکال کر دیکھا تو اب کی بار موسیٰ کی کال آرہی تھی۔۔

"لو جی پتہ نہیں اسے کیسے پتہ چل جاتا ہے میں تمھارے پاس ہوں"
ہاشم نے منہ بنا کر کہا اور کال اٹھائی۔۔

"ہاں بولو کیا مسئلہ ہے"
ہاشم نے برا سا منہ بنا کر کہا جب کہ نور اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی وہ اج پہلی بار ہاشم کو اس لہجے میں سردار موسی سے بات کرتے ہوئے سن رہی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے مرچیں کیوں منہ میں رکھی ہوئی ہیں"
موسیٰ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور اس نے اس کے ایسے لہجے پر کہا۔۔

"کچھ نہیں بتاؤ کیا ہوا ہے"
ہاشم نور سے دور ہوا تو نور اس کے ارادے نہ کامیاب ہونے سے مسکرا کر دیکھ رہی تھی جبکہ ہاشم اسے گھور رہی تھی۔

"میں روح کو لے کر مال ا رہا ہوں تو تم سے پوچھنا تھا کون سے مال گئے ہو"
سردار موسیٰ نے نظر روڈ پر رکھتے ہوئے کہا روح اس ہی کو دیکھ رہی تھی۔۔

"جہاں پر بار آتا ہوں اب میں مال رکھ رہا ہوں"

یہ کہہ کر ہاشم نے کال رکھ دی سردار موسی نے گھور کر موبائل کو دیکھا خیر اس نے موبائل سائیڈ پہ رکھا اور ڈرائیونگ کرنے لگا روس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی ہاشم نے کال بند ہونے کے بعد موبائل پاکٹ میں ڈالا اور نور کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"میرا تو کچھ ہو نہیں سکا اب چلو شاپنگ ہی کر لو"
ہاشم نے منہ بنا کر کہا تو نور نے ہاں میں سر ہلایا اس کی حالت پر نور کو ہنسی بھی ارہی تھی۔۔

"بس ایک بار شادی ہو لینے دو پھر بتاؤں گا یہ جو ابھی تک مجھ پر ہنس رہی ہو"

ہاشم اس کا ہاتھ پکڑ کر اگے کی طرف لے جاتے ہوئے بولا جبکہ اس کی بات پر نور کی چہرے پر شرم کی لالی اگئ تھی اور وہ دونوں اب شاپنگ کے لیے ڈزائنر دکان میں جا چکے تھے۔۔

💗💗

سردار موسیٰ گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور روح کے ساتھ ہی فرینڈ سیٹ پر بیٹھی ہوئی تھی سردار موسی کے چہرے پر مسکراہٹ وہ بار بار روح کو دیکھ رہا تھا اس کے اس طرح دیکھنے پر روح کے چہرے پر شرماہٹ اجاتی ابھی اس نے نقاب نہیں کیا ہوا تھا کیونکہ وہ لوگ گاڑی میں تھے سردار موسی نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔

"کیا کر رہے ہیں ڈرائیونگ پر فوکس کریں"

روح نے اس کے ہاتھ تھامنے پر کہا تھا۔

"وہ تو ہو جائے گا میرا فوکس خود پہ رہنے دو نا"

سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا تھا۔۔

"سچ میں مجھے مرنے کا کوئی شوق نہیں ہے"

روح نے معصومیت سے کہا تو اس کی بات پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا۔۔

"تمہیں اپنے شوہر پر بس اتنا ہی یقین ہے"

سردار موسیٰ نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو روح شرمندہ سی ہو گئی تھی۔۔

"ایسی بات نہیں ہے وہ اپ میری طرف دیکھ رہے تھے اب اپ تو جانتے ہی ہیں میں کتنی پیاری ہوں جو ایک مرتبہ دیکھ لیں وہ نظر ہی نہیں ہٹا پاتا اگر اپ کی مجھ سے نظری نہ ہٹی اور سامنے سے کوئی گاڑی اگئی پھر کیا کریں گے"

روح نے اپنی تعریف کے ساتھ اسے ریزن بھی بتایا جبکہ اس کی باتوں پر سردار موسیٰ مسکرا رہا تھا اور ایک نظر سڑک پر ڈال کر پھر روح کی طرف دیکھا۔

"اچھا مان لیا، تم واقعی بہت پیاری ہو"
سردار موسیٰ نے سنجیدگی سے کہا کہہ تو وہ بالکل ٹھیک رہی تھی وہ سچ میں بہت خوبصورت تھی۔۔

"بس اسی بات پر تو ڈر لگتا ہے"

روح نے شرارت سے کہااور فوراً اپنی نظریں چرالیں۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں، تمہارے شوہر کی ڈرائیونگ بہت اچھی ہے ہم ہم دونوں صحیح سلامت مال ہی پوچھیں گے"

سردار موسیٰ نے پُر اعتماد لہجے میں کہاتو روح نے ہاں میں سر ہلادیا آگے ٹریفک سگنل آگیا تھا سردار موسیٰ نے گاڑی روک دی اور وہاں پر ٹریفک بھی تھا گاڑی روکی تو وہاں ایک شخص جو کہ عمر میں کافی بوڑھا تھے ان کے پاس گجرے تھے وہ روح کی سائیڈ آیا۔۔

"موسیٰ مجھے گجرے چاہیے"

روح نے فوراً سے کہا تو سردار موسیٰ نے ان بوڑھے بابا کی جانب دیکھا جن کے ہاتھ میں کچھ گلاب تھے اور ساتھ میں گجروں کی چند جوڑیاں تھی آگے ٹریفک تھا جس وجہ سے وہ لوگ ابھی سگنل کھولنے کے باوجود بھی نہیں جا سکتے تھے سردار موسی نے ان بابا کو دیکھا جو اتنی سردی میں بغیر جیکٹ اور شال کے کھڑا تھا اور وہ کانپ رہا تھا۔۔

"اچھا"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا اور وہ کار سب اتر چکا تھا وہ ان بابا کے پاس آیا جو کہ روح کی بات سن چکا تھا اور وہی اسی سائیڈ کھڑا تھا۔۔

"چاچا آپ نے کوئی چیز کیوں نہیں لی بہت ٹھنڈ ہے"

سردار موسیٰ نے ان کے پاس آتے ہی سب سے پہلے یہی سوال کیا۔۔

"صاحب ہم غریب لوگ ہیں اپنا پیٹ پال لیں بہت بڑی بات ہے یہ چیزیں ہمارے نصیب میں کہاں"

اس بوڑھے بابا نے سردار موسی کو دیکھ کر کہا تھا سردار موسیٰ کا دل تڑپا تھا۔

"آپ کے گھر میں کتنے لوگ ہیں چاچا"

سردار موسیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے ان سے سوال کیا تھا۔۔

"صاحب میری بیوی ہے جس کے ساتھ میں رہتا ہوں"

اس بوڑھے بابا نے کہا باہر بہت ٹھنڈ تھی سردار موسیٰ نے اپنی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بابا منع کر رہے تھے لیکن سردار موسیٰ نے انھیں بیٹھا دیا اور پھر خود بھی اندر آیا گاڑی میں ہیٹر لگا تھا اور کافی گرم موسم تھا۔

"آپ کے کوئی بچے نہیں ہیں بابا"

سردار موسیٰ نے وہاں پچھلی سیٹ پڑی اپنی شال ان پر دی تھی۔

"میرے تین بیٹے ہیں صاحب کوئی بیٹی نہیں ہے"

وہ بوڑھے بابا اب بھی سردی سے کانپ رہے تھے لیکن اب کافی اچھا محسوس کر رہے تھے۔۔

"وہ کہاں ہیں ان کے ہوتے ہوئے آپ ایسے کیوں ہیں"

سردار موسیٰ شاید اندازہ لگا گیا تھا کیا ہوا ہو گا لیکن پھر بھی وہ پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا میں ایک مستری تھا ان تینوں کو پڑھایا لکھایا آج سب اپنے پیروں پر کھڑے ہیں اپنا پیٹ کاٹ کر انھیں کھلایا ان کے لیے گھر بھی بنایا ان کی شادیاں بھی کروائی لیکن اپنی بیوی کی باتوں میں آکر ان لوگوں نے ہم دونوں میاں بیوی کو نکال دیا میری بیوی کو دل کا مسئلہ ہے اس کی دوائیوں کے لیے اور دو وقت کی روٹی کے لیے میں یہ سب کرتا ہوں"

وہ بوڑھے بابا بول رہے تھے ان کی بات سن کر روح کی بھی آنکھوں میں آنسوں آگئے تھے سردار موسیٰ بھی ان کی بات سن کر افسردہ ہو گئے۔

"آپ کے پاس کوئی چھت ہے"

سردار موسیٰ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔

"ہاں اللہ نے یہ کرم کیا ایک گھر کا ہم میاں بیوی کا پرانا گھر ہے اب ہڈیوں میں جان نہیں تو مستر پائی نہیں کر سکتا اب اس عمر میں یہ کام کہاں ہوتے ہیں"

اس بوڑھے بابا کی انکھوں میں دیکھ آنسوں آ گئے سردار موسیٰ نے اپنی جیکٹ اتار کر انھیں دی اور وہ خود ان بابا کو پہنائی اس کے بعد ان پر اپنی شال دی۔۔

"ایک منٹ"

سردار موسیٰ یہ کہہ کر گاڑی سے اترا اور اس نے گاڑی کی ڈگی سے شوز نکالے۔ان کے پاؤں میں اتنی تھر تھرا دینی والی ٹھنڈ میں بھی جوتے تھے۔ وہ گاڑی میں آیا اور ان جمجو وہ جاتے دیے تھے۔۔

"آپ یہ سارے گجرے اور گلاب مجھے دیں"

سردار موسیٰ نے ان سے وہ سب کے لیے۔۔

"صاحب مجھے یہ سب نہیں چاہیے پیچھے چاہیے مجھے ان کی ضرورت ہے"
اس بوڑھے بابا نے رو کر کہا سردار موسیٰ نے اپنی والٹ نکال کر اس میں موجود تمام پیسے ان کے ہاتھ میں رکھ دیے روح سردار موسیٰ کو دیکھ رہی تھی اس کا یہ نیا روپ بھی وہ پہلی بار ہی دیکھ رہی تھی اس کی بھی انکھوں میں نمی تھی۔۔

"صاحب اتنے سب"
اس بوڑھے بابا نے اپنے ہاتھ میں موجود نوٹ دیکھ کر کہا۔۔

"میں نے اللہ کی رضا کے لیے آپ کی مدد کی اب بس دعا کرنا"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو ان بابا نے سردار موسی کے گلے لگ کر اس کا شُکریہ ادا کیا تھا۔۔

"شکریہ نے کہیں چاچا اللہ نے تو بس مجھے وسیلہ بنایا ہے"
سردار موسیٰ نے دور ہوتے ہوئے کہا اس کے بعد سردار موسی نے ان سے ان کے گھر کا ایڈریس پوچھا انھیں ان کے گھر تک چھوڑ کر اس کے بعد وہ مال کے لیے نکلے تھے۔

💗💗

وہ دونوں اس وقت مال کی طرف جا رہے تھے ان بوڑھے بابا کو چھوڑنے کی وجہ سے انھیں ٹائم لگ گیا تھا لیکن سردار موسیٰ آج خود کو بہت پر سکون محسوس کر رہا تھا اس نے روح کی طرف دیکھ کر کہ مسکرا کر اسی کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ گجرے اور گلاب کیا آپ نے بس رکھنے کے لیے لیے ہیں"
گجرے اور گلاب سردار موسیٰ پیچھے ہی بھول گیا تھا اس نے روح کی بات پر مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"نہیں میری جان بس مائنڈ سے نکل گیا تھا میں ڈرائیو کر رہا ہوں تو تم اٹھا لو پیچھے سے"
سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو روح بھی مسکرائی۔

"یہ کام آپ کا تھا آپ کو یاد رکھنا چاہیے تھا"
روح نے پیچھے سے گلاب اور گجرے اٹھاتے ہوئے کہا۔۔

"میری جان نکل گیا مائنڈ سے"

سردار موسیٰ نے اس کی بات پر ایک مرتبہ پھر اس کی جانب دیکھا وہ دونوں مال پہنچ چکے تھے سردار موسی نے گاڑی روک دی۔۔

"یہ تو اچھی بات نہیں ہے"
روح نے گجرے اٹھا لیے اور انھیں پہننے لگی لیکن سردار موسیٰ اس کے ہاتھوں سے گجرے کے چکا تھا۔۔

"لیے جس نے ہیں پہنائے گا بھی وہی".

سردار موسیٰ اس کے ہاتھوں سے گجرے لے کر بولا تھا اس کی بات پر روح بھی مسکرائی روح مسکراتے ہوئے خاموش بیٹی تھی۔ سردار موسیٰ نے آہستگی سے اس کی کلائی تھامی، اس کے لمس میں کوئی عجلت نہیں تھی بلکہ ایک خوبصورت احساس تھا جو کہ روح کو اپنے اندر اتارتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اس نے بہت احتیاط سے گجرے روح کے ہاتھوں میں پہنائے۔ لال گلاب اس کے ہاتھوں پر اور بھی نکھر آئے تھے۔

''اب ٹھیک ہے؟ اب لگ رہے ہیں نہ گلابوں کو بھی ان کی صحیح جگہ اور شان ملی ہے"

سردار موسیٰ نے ذرا سا پیچھے ہو کر اس کے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جی بہت خوبصورت ہیں''

روح نے نظریں جھکا لیں اور ہلکا سا سر ہلا دیا۔

"گجرے خوبصورت نہیں، ہاتھ خوبصورت ہیں"

سردار موسیٰ نرمی سے بولا تھا۔

"آپ بھی نا بس باتیں بنانا آتی ہیں"

روح کے چہرے پر شرم کی لالی اور گہری ہو گئی۔

"گجروں میں کوئی خاص بات نہ تھی،

خاص تو وہ ہاتھ تھے جنہوں نے پہن کر گجروں کو سمیت بخشی"

وہ محبت بھرے لہجے میں شعر بول رہا تھا جبکہ روح اسے دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ اسے دیکھتے ہوئے عقیدت سے اس کے ماتھے پر جھکا تھا اور پھر ہونٹ وہاں رکھے اس کے بعد اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس نے ان پر بھی ہونٹ رکھے روح شرما گئی تھی سردار موسیٰ گاڑی سے باہر نکل آیا اس کی طرف اتے ہوئے سردار موسی نے گاڑی کے دروازہ کھولا روح بھی گاڑہ سے باہر آئی تھی۔مال کی روشنیاں، لوگوں کی چہل پہل، ہر طرف زندگی کی رونق تھی۔

"ویسے اگر تم سب کے ساتھ جاتی تو یہ احساس یہ لمحات کیسے محسوس کر پاتی"

سردار موسیٰ نے ان ڈگ قریب ہو کر کہا جبکہ اس کی بات پر واقعی روح نے اتفاق کیا ان دونوں کا ساتھ میں گزارا وقت واقعی بہت خوبصورت تھا سردار موسیٰ اس کی خاموشی پر اس کا ہاتھ تھام کا مال کے اندر داخل ہوا۔

"کہاں جانا ہے پہلے ؟"
سردار موسیٰ نے پوچھا۔

"جہاں آپ لے جائیں"
روح نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"پہلے ہم ساتھ مل کر شاپنگ کر لیتے ہیں اس کے بعد ان لوگوں کے پاس چلیں گے ویسے بھی وہ دونوں دلہا دلہن ہیں ان کی شاپنگ پتہ نہیں کیسی ہو گی اور نہ جانے کتنا ٹائم لگے"

سردار موسیٰ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر روح نے حامی بھری تھی سردار موسی کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس کے ساتھ چل رہی تھی وہ دونوں مکمل کپل لگ رہے تھے بہت خوبصورت لگتے تھے ایک دوسرے کے ساتھ اب دیکھنا یہ تھا یہ رشتہ کہاں تک تھا یا ان دونوں کا ساتھ کب تک تھا یہ تو بس آنے والے وقت ہی بتا سکتا تھا۔

منزلِ یار

تحریر صائقہ رند

Episode : 48

نورا اپنے لیے ڈریسز دیکھ رہی تھی وہاں پر بہت سے خوبصورت برائیڈل ڈریسز تھے جو کہ بھاری تھے ان پر بھاری کام کیا ہوا تھا اور نور کو کوئی سادہ سا ڈریس چاہیے تھا کیونکہ اس سے اتنے بھاری ڈریسز کیری نہیں ہو پاتے تھے وہ میڈیکل کے سٹوڈنٹ تھی اسے کچھ زیادہ ان سب کا شوق بھی نہیں تھا اس کا شوق تو صرف اور صرف اس کے وائٹ کوٹ کے ساتھ تھا جو اسے مل چکا تھا اب کچھ ملے نہ ملے اس سے کیا فرق پڑتا ہے لیکن پھر بھی سامنے بہت ہی خوبصورت ڈریسز تھے جن کی قیمت لاکھوں میں تھی لیکن اسے کوئی پسند ہی نہیں ارہا تھا اور ہاشم یہ سب دیکھ کر خود پریشان ہو گیا تھا ہاشم کے لیے کہ نیا نہیں تھا کیونکہ روح جب اپنے لیے کپڑے دیکھتی تھی تو وہ یوں ہی اسے دیکھ رہا ہوتا تھا اور روح کو گھنٹوں لگ جاتے تھے اپنے لیے ڈریسز سلیکٹ کرتے ہوئے اس لیے اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا بلکہ وہ تو اپنی ہونے والی بیوی کے ایکسپریشنز دیکھ رہا تھا جسے کوئی بھی ڈریس پسند ہی نہیں ارہا تھا اس کی کنفیوزن دیکھ کر ہاشم اس کے پاس ایا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے کچھ لے نہیں رہی تم"
ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا جو کہ بہت کنفیوز سی لگ رہی تھی۔۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں ارہا سارے ڈریسز بہت پیارے ہیں لیکن یہ بہت زیادہ ہیوی ہیں مجھ سے نہیں کیری ہوں گے اسی لیے میں چاہ رہی ہوں کچھ سمپل سا ہو"
نور نے معصومیت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"سید حویلی کے پوتا اور پوتی کا نکاح ہے اور تم سمپل سا ڈریس پہنو گی تمہیں میری دلہن لگنا بھی ہے یا نہیں تم سے زیادہ تو وہاں اور لڑکیاں تیار ہو کے ائیں گی تم ان سب میں نا میری دلہن نہیں لگنے والی پھر"

ہاشم اس کی بات سن کر اسے دیکھ رہا تھا اس کی سمپل والی بات ہاشم کو حزم نہیں ہوئی تھی وہ اس کی بننے والی دلہن تھی اور وہ چاہتا تھا کہ وہاں موجود ہر ایک خواتین کو پتہ چلے کہ یہ ہاشم کی دلہن ہے۔۔

"پلیز نہ نہیں کیری ہو گا مجھ سے"

وہ معصومیت سے کہہ رہی تھی جبکہ ہاشم اس کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے ریک کے پاس کھڑا ہو گیا۔اس کی نظریں ایک ایک ڈریس کو بغور دیکھ رہی تھیں، جیسے وہ اپنی ہونے والی دلہن کے لیے کوئی ایسا ڈریس ڈھونڈ رہا تھا جو صرف اس کے لیے بنا ہو اچانک اس کی نظر ایک وائٹ ڈریس پر ٹھہر گئی۔وہ خالص سفید رنگ کا تھا، ایسا سفید رنگ جو آنکھوں کو چبھنے کے بجائے سکون دیتا ہو نیٹ اور آرگنزا کا امتزاج، جس پر سلور اور آف وائٹ تھریڈ سے باریک کام کیا گیا تھا۔فرنٹ پر ہیوی ایمبرائیڈری پیٹرن تھا، مگر اس میں کسی طرح کا وزن محسوس نہ ہو۔دامن میں فلو تھا، بھاری لہنگے کی طرح پھیلا ہوا نہیں بلکہ نفاست سے گرتا ہوا۔دوپٹہ نیٹ کا تھا، کناروں پر سلور کام کی پتلی سی باڈر، جو پورے ڈریس کو شاہانہ بنا رہی تھی مگر اوور نہیں ہاشم نے بغیر کچھ کہے وہ ڈریس ریک سے نکالا اور نور کی طرف بڑھایا۔

"یہ بالکل پرفیکٹ رہے گا تمہارے مطابق یہ زیادہ ہیوی نہیں ہے اور خوبصورت بھی ہے یہ پہن کر دیکھو"

ہاشم نے کہا تو نور نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر ڈریس کی طرف۔ ایک لمحے کو اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری سچ میں اس کی پسند کو داد دینی چاہیے تھی اس نے بلکل نور کے مطابق کا ڈریس نکالا تھا نور نے ڈریس کو ہاتھ میں اٹھایا اور دھیرے سے اس کے نرم کپڑے کو محسوس کیا۔ سچ میں اسے اپنے ہونے والے شوہر کی پسند بہت پسند آئی تھی۔ وہ ڈریس دیکھ کر خاموش ہو گئی، دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔

"ہاشم یہ واقعی بہت خوبصورت ہے مجھے پسند آیا"

نور نے آہستہ سے کہا، لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی وہ جھجک اور شرم کا امتزاج تھا۔

"خوبصورت کیسے نہ ہوتا میں نے اپنی دلہن کے لیے پسند کیا ہے

خوبصورت تو ہو گا نا اور تم پر بہت زیادہ جچے گا"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ نور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا تم ایسا کرو دیکھ لو تمہیں فٹ ہے یا نہیں چینجنگ روم میں جا کے"

ہاشم نے اس کو دیکھ کر کہا تو وہ ہلکا سا جھجھکی۔۔

"لیکن اگر کوئی آگیا اپ جانتے ہیں نا عبایا کے بغیر"

نور پریشان ہو گئی تھی۔۔

"اچھا تم رکو پریشان نہ ہو میں یہاں کی ورکر سے پوچھتا ہوں"

ہاشم نے یہ کہہ کر کہ لیڈی ورکر کر بلایا اور اسے اپنا مسئلہ بیان کیا تھا۔۔

"سر آپ کی پرائیویسی کا خاص خیال رکھا جائے گا ڈونٹ وری چینجگ روم میں کوئی نہیں آئے گا میم وہاں جا کر چینج کر سکتی ہیں"

لیڈی ورکر نے کہا تو ہاشم نے سر کو ہاں میں ہلایا اور لڑکی وہاں سے چلی گئی نور نے ڈریس تھاما اور چینجنگ روم کی طرف جانے لگی۔۔

"چینج کرنے کے بعد باہر انے کی ضرورت نہیں ہے میں اندر اجاؤں گا"

ہاشم نے اس کو دیکھ کر کہا تو اس کی بات پر نور نے بھی ہاں میں ہی سر ہلایا تھا نور اندر چلی گئی تھی اس نے اندر جا کر چینج کیا اور ڈریس پہننے کے بعد، نور نے آئینے کی طرف دیکھا۔ پہلی بار اس نے خود کو مکمل دلہن کے روپ میں دیکھا سادگی اور نفاست کا حسین امتزاج اس کے چہرے پر بکھرا ہوا تھا آج سے پہلے اس نے کبھی بھاری ڈریس نہیں پہنا تھا اور نہ ہی اتنا ہیوی میک اپ کیا تھا اس لیے وہ اس پریس میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی بغیر میک اپ کے بھی فرنٹ پر ایمبرائیڈری، سلور تھریڈ، اور دامن کی ہلکی فلو نے اس کی شخصیت کو نکھار دیا تھا، اور دوپٹے کی پتلی سی باڈر اس کے چہرے کی نرمی کو نمایاں کر رہی تھی نور نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، لیکن اس کی آنکھوں میں جھجک اب بھی تھی۔ ہاشم کے بارے میں سوچ کر اس کے دل میں خوشی اور خوف کا امتزاج تھا اس نے موبائل اٹھا کر ہاشم کو میسج کر دیا تھا اندر انے کا اس کے میسج بھیجتے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ہاشم اندر ایا تھا۔۔

"ہاشم دیکھیں؟"

ہاشم جیسے کمرے میں ایا نور نے فوراسے کہاہاشم کی آنکھیں فوراًاس پر مرکوز ہو گئیں،اوراس کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی وہ اسے دیکھ رہا تھا اس کی معصوم بیوی بہت خوبصورت لگ رہی تھی دلہن کے لباس میں چہرے سے وہ اپنی عمر سے تین چار سال چھوٹی ہی لگتی تھی بہت پیاری وہ اس میں کھویاہوا تھاجب نوراس کے پاس اکر کھڑی ہو گئی۔

"کیاہوااہاشم کہاں کھو گئے"

نور نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھاتوتب وہ ہوش میں آیااور چہرے پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔۔

"اپنی ہونے والی خوبصورت بیوی میں کھویاہوا تھا"

ہاشم نے بغیر کوئی شرم اور لحاظ کیے کہا تو اس کی بات پر نور کی نظریں جھکا گئی تھی وہ شرم کے مارے کچھ بول ہی نہ سکی۔۔

"بیوی تم تو واقعی حسین لگ رہی ہو ایسا لگ رہا ہے جیسے یہ ڈریس صرف تمہارے لیے بنایا ہے"
ہاشم نے آہستہ سے کہا، اور دل کی دھڑکن کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"جی یہ ڈریس واقعی بہت پیارا ہے"
نور نے مسکرا کر کہا تو ہاشم اس کی بات پر ہنس دیا۔۔

"یہ ڈریس نہیں پیارا اسے پہننے والی شخصیت پیاری ہے جس وجہ سے اس ڈریس میں چار چاند لگ گئے ہیں"

ہاشم کی تعریف پر وہ شرما گئی تھی اسے سچ میں اس وقت ہاشم کے سامنے بہت شرم ارہی تھی وہ تو یہ سوچ رہی تھی جس دن وہ سچ میں مکمل اس کی دلہن کی طرح تیار ہو کر اس کے سامنے ائے گی تو نور کا کیا ہو گا۔۔

"اچھا یہ بلکل ٹھیک ہے میں چینج کر لیتی ہوں"
اس کی نظروں سے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے نور نے کہا تو ہاشم نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا ابھی ان لوگوں نے بہت سی شاپنگ کرنی تھی اور وہ اپنی معصوم بیوی کو یہاں پر بالکل بھی تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ اس کی نظروں سے پہلے ہی شرما شرما کر لال گلاب بن چکی تھی۔۔

"مجھے انتظار رہے گا تمہیں مکمل طور پر اپنی دلہن کے روپ میں دیکھنے کا"

ہاشم اس کے کان کے پاس سرگوشی کرتے ہوئے ڈریسنگ روم سے نکل گیا تھا جبکہ اس کی باتوں پر نور کے چہرے پر شرم کی لالی اب تک برقرار تھی۔۔



روح اپنی بھابھی کی لائم لائٹ بالکل بھی نہیں خراب کرنا چاہتے تھے اس لیے وہ کچھ سمپل سادیکھ رہی تھی اپنے لیے جو اس پر بہت زیادہ خوبصورت لگے اس کا جب نکاح تھا تب بھی بہت ساری ایسی لڑکیاں تھی جو اسی کی طرح وائٹ ڈریس پہن کر آگئی تھی اور اس بات پر روح کو بہت غصہ آیا تھا اس کی دلہن والی ساری لائم لائٹ خراب ہو گئی تھی اپنی لائم لائٹ تو اس نے خراب کر دی تھی لیکن اپنی بھابی کی وہ نہیں ہونے دینا چاہتی تھی اس لیے اس نے نکاح کے کارڈ پر اسپیشل لکھوایا تھا دلہن صرف اور صرف سیدہ نور نقوی ہے تو کسی کو بھی وائٹ ڈریس پہننے کی ضرورت نہیں اور دلہن بن کرانے کی ضرورت نہیں ہے سردار موسی نے اسے منع کیا تھا لیکن اس نے زبردستی کارڈ پر یہ دو لائنیں لکھوائیں تھی اور وہ اب اپنے لیے کچھ سادہ سا دیکھ رہی تھی۔

"اتنا کنفیوز کیوں لگ رہی ہو کچھ بھی پہنو تم پر تو ویسے بھی بہت خوبصورت لگے گا ڈریسز تمہارے لیے نہیں بنے تم ڈریسز کے لیے بنی ہو تم کچھ بھی پہنو گی نا وہ ڈریس اچھا لگے گا"

سردار موسی جو کہ پچھلے ادھے گھنٹے سے بس کھڑا اسے دیکھ رہا تھا اب اس کی بس ہو چکی تھی اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا لڑکیاں شاپنگ کرتے ہوئے اتنا ٹائم لگاتی ہیں اخر کار اس نے تھک ہار کر اس کے پاس اکر کہا۔۔

"زیادہ مجھے بٹر لگانے کی ضرورت نہیں ہے میں دیکھ رہی ہوں نا خاموش کھڑے رہیں اپ سے تو ہاشم بھائی اچھے ہیں چپ چاپ کھڑے رہتے تھے"

روح نے منہ بنا کر کہا جب کہ سردار موسی کا ہاشم کی تعریف سن کر منہ بن گیا تھا۔۔

"اچھا تم نے دیکھ لیا تمہیں کچھ پسند نہیں ایا اب تو ایسا کرو سائیڈ پر ہو جاؤ میں دیکھتا ہوں"

وہ مزید انتظار نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے روح کو سائیڈ پر ہونے کا کہا اور خود اس کے لیے ڈریسز دیکھنے کی ڈیمانڈ کی۔۔

"نوٹ بیڈ ائیڈیا ویسے بھی نکاح کا ڈریس اپ کی پسند کا تھا اور بہت خوبصورت تھا"

روح نے اس کی جان دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو اپنی تعریف پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی روح سائیڈ پر ہٹ گئی اور سردار موسیٰ اس کے لیے ڈریسز دیکھنے لگا۔ اچانک اس کی نظر ایک بلیک ڈریس پر ٹھہر گئی۔ وہ سادہ لگ رہا تھا، لیکن اس میں کوئی تو خاص بات سردار موسی کو لگی تھی جس کی وجہ سے اس کی نظریں اس ڈریس پر رک گئی۔ یہ ڈریس بلیک نیٹ اور سٹچ ورک کا امتزاج تھا۔ اوپر کا حصہ ہلکے سلور تھریڈ سے مزین تھا، مگر کام ایسا نفیس تھا کہ وزن محسوس نہیں ہوتا تھا۔ دامن میں ہلکی فلو تھی، نرم اور فطری انداز میں زمین کی طرف گرتا ہوا پاؤں کو چھوتی وہ خوبصورت فراک تھی کناروں پر باریک سلور باڈر اس کی کلاسک خوبصورتی کو بڑھا رہا تھا۔ دوپٹہ بھی ہلکا نیٹ تھا، کناروں پر سلور تھریڈ کی پتلی لکیروں کے ساتھ، جو پورے ڈریس کو زیادہ شاندار بنا رہا تھا موسیٰ نے ڈریس کو ہاتھ میں اٹھایا، اور کپڑے کی نفاست اور نرمی کو محسوس کیا۔

"یہ دیکھو"

روح کو کہ اسے ہی دیکھ رہی تھی سردار موسیٰ نے اس کی طرف ڈریس کرتے ہوئے کہا جس پر روح مسکرا کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی سچ میں اس کی چوائس کو داد دینی پڑے گی۔۔

"بہت پیارا ہے موسیٰ"

روح کو سچ میں وہ ڈریس کافی اچھا لگا تھا اس کے لیے اس سے اچھی بات اور کوئی ہو نہیں سکتی تھی کہ وہ سردار موسی کی پسند کا ڈریس پہنے گی اس کے اندر سردار موسیٰ کی محبت اسے دن بادن بہت خوبصورت بنا رہی تھی اور وہ بہت حساس ہوتی جا رہی تھی۔۔

"تم پر اور بھی زیادہ پیارا لگے گا میری جان"

سردار موسیٰ نے ادھر ادھر دیکھا کہیں کسی کی نظر نہ ان پر ہو اور اس کے ماتھے پر عقیدت سے ہونٹ رکھے تھے روح نے حیرانی سے اس کی حرکت کو دیکھا۔۔

"یوں نہ دیکھو دیکھتی رہ جاؤں گی اپنی شاپنگ مکمل کرو اس کے بعد حویلی بھی جانا ہے بہت ٹائم ہو گیا ہے"
سردار موسیٰ نے اس کی حیرانگی دیکھ کر کہا جبکہ روح تو اس کی اس حرکت پر اب تک حیران تھی وہ کہیں بھی کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔



آج وہ بہت دنوں کے بعد اپنے کمرے سے نکلی تھی ورنہ تو اس نے اپنے کمرے سے نکلنا چھوڑ دیا تھا اپنے اپ کو اس کمرے میں قید کر لیا تھا اس کے لیے زندگی جیسے رک گئی تھی سب کچھ پل میں بدل گیا تھا نہ جانے کیا سے کیا ہو گیا تھا پہلے اسے یوں اچانک یحییٰ سے محبت ہو گئی تھی جب اس کی محبت میں وہ حد سے اگے نکل گئے اس نے اپنے دل کی بات یحییٰ کو بتائی تو یحییٰ نے منع کر دیا وہ ایک ایسے شخص کے پیچھے تھا جس کا نکاح ہو چکا تھا وہ کسی اور کی تھی لیکن نہ جانے کیوں یحیی یہ بات سمجھ نہیں رہا تھا ابھی جب کالج کھلنے تھے تو دو مہینے بعد اس کے ایگزامز تھے لیکن اس کی پڑھائی بھی اس سے ڈسٹرب ہو گئی تھی اسے نہیں پتہ تھا اس میں کیا پڑھا تھا کیا نہیں پڑا تھا وہ سب کچھ بول چکی تھی اگر اسے یاد تھا تو اتنا یاد تھا اس نے خود کو برباد کر لیا جب اج وہ کمرے سے باہر نکلی تو حویلی میں رونق تھی چہل قدمی تھی وہ ہر وقت کمرے میں رہتی تھی کبھی کبھار کوئی اجاتا تھا اس سے بات کرنے کے لیے اس کا کھانا اسے ٹائم پر مل جاتا تھا اسے یہ بات بالکل بھی نہیں تھی

پتا کہ نور اور ہاشم کی شادی کی بات طے ہو چکی ہے اور بہت جلد ان کی شادی ہے وہ کسی سے بھی بات نہیں کرنا چاہتی تھی اور نہ ہی کسی سے ملنا چاہتی تھی نا جانے اج کس خیال کے تحت وہ کمرے سے باہر اگئی تھی اس وقت رات کے 12 بج رہے تھے اج کل ہر کوئی لیٹ سو رہا تھا کیونکہ گھر میں شادی تھی تو انتظامات ہی مکمل نہیں ہو رہے تھے وہ بھی سیڑھیاں اترتے ہوئے لاؤنج میں ائی تھی پوری حویلی اسی طرح سے روشن تھی جیسے شام میں ہوا کرتی تھی سب ہی خواتین لاؤنج میں بیٹھی ہوئی تھی ان کے ساتھ ساتھ مرد حضرات بھی تھے۔۔

"ماہا بیٹا"

آیت بیگم جو کہ جیولری دیکھ رہی تھی انہوں نے خاندانی جیولری نکالی تھی جنہیں وہ سب خواتین بیٹھی دیکھ رہی تھی اور ان میں سے کچھ ایسا تھا جو کہ نور کو دیا جانا تھا اس لیے وہ سب ساتھ میں بیٹھی دیکھ رہی تھی ایت بیگم کی بات پر سب لوگوں نے ہی ماہا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اداسی تھی وہ کمزور ہو گئی تھی بہت دنوں کی بیمار لگ رہی تھی انکھوں کے نیچے سیاہ ہلکی اگئے تھے وہ ان سب کے پاس آئی۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہ"

ماہا نے آہستہ سے پوچھا تھا اسکی بات پر سب نے مسکرا کر اس کو دیکھا شکر ہے وہ اپنے کمرے سے تو باہر ائی تھی۔۔

"یہ نور اور ہاشم کی شادی ہو رہی ہے تو اس کے لیے تیاریاں ہو رہی ہیں"

کنزہ بیگم نے مسکرا کر کہا اور اسے اپنے پاس انے کا اشارہ کیا جبکہ یہ بات سن کر ماہا کے دماغ میں پل میں آیا اگر اج یحییٰ اسے تسلیم کر لیتا تو اج وہ بھی اس کے نام ہوتی شادی نہ صحیح ان کا نکاح ہی ہو چکا ہوتا کنزہ بیگم کے بلانے پر وہ بغیر کچھ بھی کہے ان کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی تھی۔۔

"باقی سب کہاں ہیں"

اس کا اشارہ روح کندیل اور نور کی جانب تھا۔

"وہ سب لوگ نکاح کی شاپنگ کے لیے گئے ہیں بس اجائیں گے کچھ دیر میں موسیٰ کی کال ائی تھی"

عافیہ بیگم نے بتایا تھا ماہا نے ہاں میں سر ہلا دیا ان سب کے لیے یہی کافی تھا وہ ایٹ لیسٹ اپنے کمرے سے تو باہر آئی تھی سید سائیں اپنی نواسی کو دیکھ رہے تھے ماہ نور بیگم کو انہوں نے اپنی بیٹی مانا تھا تو ماہا انھیں اپنی نواسی سے بڑھ کر تھی گلناز بھی وہاں منہ بنا کر بیٹھی تھی وہ بہت زیادہ غصہ ایا تھا وہ سب لوگ شاپنگ پر گئے تھے اور کسی نے اسے بتایا بھی نہیں تھا لیکن وہ اپنا غصہ کسی پر ظاہر نہیں کر سکتے تھی۔۔

"ماہا یہاں آؤ"

سید سائیں نے ماہا کو اپنے پاس بلایا تو ماہا خاموشی سے اٹھ کر سید سائیں کے پاس چلی گئی۔۔

"میری بچی تم میرے لیے بہت ضروری ہو تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے انشاءاللہ جو تم چاہتی ہو وہی ہو گا"

سید سائیں نے اپنی نواسی کو اپنے ساتھ لگا لیا ماہا نے کچھ بھی نہیں کہا اور خاموش رہی تھی وہاں سبھی لوگ اس بات پر خوش تھے کہ وہ باہر آئی سبھی لوگوں کو اس بات کا یقین تھا وہ زندگی کی طرف دوبارہ ضرور آئیں گے اور اس کی زندگی میں جو وہ چاہتی ہے وہ اسے ضرور ملے گا۔۔

"بیٹا تم بھی دیکھو اگر تمھیں کچھ پسند ہو"

کنزہ بیگم نے ماہا سے کہا جو کہ سید سائیں کے سینے سے لگی تھی وہ بچوں کی طرح ان کے سینے سے لگی ہوئی تھی کنزہ بیگم کے کہنے پر ماہا نے نا میں سر ہلایا تھا وہ خاموشی سے سید سائیں کے سینے سے لگی ہوئی تھی کسی سے کوئی بات نہیں کر رہی تھی تو سب نے یہی مناسب سمجھا کہ وہ خاموش رہے اور باقی سب لوگ بھی خاموش رہے اپنے اپنے کام میں مصروف ماہ بس انہیں دیکھ رہی تھی۔

حویلی کو ایک بار پھر سے مکمل طور پر دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا اج حویلی میں نکاح سے پہلے ڈھولکی رکھی گئی تھی جس وجہ سے اج سے ہی حویلی کو پیارا سا سجایا جا رہا تھا کیونکہ کل نکاح تھا ہر کوئی اپنے کاموں میں مصروف نظر آ رہا تھا کیوں کہ سبھی لوگوں کو بہت کام تھے یہاں تک کہ دولہا بیچارہ خود اپنے نکاح کے انتظامات دیکھ رہا تھا چونکہ ابھی نکاح نہیں ہوا تھا اس لیے ڈھولکی طرف لڑکی والوں کی طرف ہونی تھی مطلب ڈھولکی میں صرف لڑکیاں ہونی تھی باہر سردی ہونے کی وجہ سے ڈھولکی حویلی کے زنان خانے میں رکھی گئی تھی اس جگہ کو پیارا سا بنایا جا رہا تھا حویلی باہر سے بھی مکمل طور پر سج چکی تھی اندر زنان خانے کی سجاوٹ روح اور موسیٰ مل کر کر رہے تھے۔۔

"دیکھو یہ صحیح ہے"

سردار موسیٰ نے اسے کچھ پھول لگانے کے بعد پکارا تو روح نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"ویسے یار حد ہے یہاں کا سردار خود کام کر رہا ہے"
سردار موسیٰ نے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح اسے گھور رہی تھی۔

"تو یہاں کی سردارنی بھی خود ہی کام کر رہی ہے"
اس کے معصوم بن جانے پر روح نے اس کا دھیان اپنی جانب کروایا ابھی سردار موسی مزید کچھ کہتا کہ وہاں پر کنزہ بیگم اور ساجد نقوی آئے تھے۔۔

"بڑی تائی امی بڑے تایا ابو"

روح ان دونوں کو دیکھ مسکرا کر بولی تھی جبکہ سردار موسیٰ نے بھی روح کے پکارنے پر ان کی طرف دیکھا۔۔

"موسیٰ روح ہمیں تم دونوں سے بات کرنی ہے"
کنزہ بیگم نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے ایک امید سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ اور روح دونوں ہی حیران ہوئے کہ انھیں کیا بات کرنی ہے۔۔

"جی تائی امی بولیں ہم ان رہے ہیں"
سردار موسیٰ نے پہلے انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کے بعد بات کی وہ سب لوگ وہیں بیٹھ گئے تھے۔

"دیکھو موسیٰ میں جانتی ہوں میرے بیٹے کی وجہ سے ماہا کس اذیت سے گزر رہی ہے ماہ نور اور مصطفیٰ بھائی بھی اکلوتی بیٹی کی دوری سے اذیت میں ہوں گیں تم یہاں کے سردار ہوں نہ تو پلیز یہ سب صحیح کر دو میں چاہتا ہوں تم یحییٰ کو سمجھا کر کسی طرح سے لے آؤ اسے مناؤ"

ساجد نقوی نے سردار موسی کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا ان کا لہجہ کافی نرم تھا اور ساتھ ساتھ بیٹے کی تڑپ بھی تھی۔۔

"تایا ابو آپ تو جانتے ہیں اسے وہ میری کبھی بھی نہیں سنے گا"

سردار موسیٰ نے انھیں جیسے آگاہ کیا ہو کہ یحییٰ اس سے نفرت کرتا ہے اور وہ اس کی بات تو کبھی بھی نہیں مانے گا۔۔

"میں جانتا ہوں بیٹا لیکن تم پھر بھی ایک کوشش تو کرو میں اس بچی کو اتنی اذیت میں نہیں دیکھ سکتا"

ساجد نقوی نے جب کل ماہا کی حالت دیکھی تو انھیں اس پر ترس آیا تھا ان کا دل کٹ کر رہ گیا ان کے بیٹے کی وجہ سے ایک معصوم لڑکی کی ایسی حالت تھی۔۔

"ٹھیک ہے اگر اپ کہتے ہیں تو میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا تایا ابو اپ فکر نہ کریں"
سردار موسیٰ نے انھیں یقین دلایا تھا جس پر ساجد نقوی نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"ایک اور کام تھا موسیٰ"
جب ان سب کے درمیان کچھ دیر کی خاموشی چھا گئی تو اس کے بعد اس خاموشی کو توڑتے ہوئے کنزہ بیگم نے کہا۔۔

"جی تائی امی آپ حکم کریں"

سردار موسیٰ نے ان کی بات پر احتراماً کیا تھا۔۔

"بیٹا تم اور روح جا کر ایہ بات مصطفیٰ بھائی اور ماہنور سے بات کر آؤ اگر وہ مان جاتے ہیں تو شاید ماہا کچھ بہتر ہو جائے"

کنزہ بیگم کی بات پر ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا ان کی بات تو ٹھیک تھی لیکن یہ مشکل تھا ان کے لیے۔۔

"آپ کو لگتا ہے بڑی تائی امی وہ ہماری بات سنیں گیں"

روح نے کچھ سوچ کر کہا روح انھیں بڑی تائی امی اور بڑے تایا ابو کہتی تھی کیوں کہ ساجد نقوی کے بعد ریاست نقوی تھے پھر احمد نقوی جس وجہ سے ساجد نقوی اور کنزہ بیگم ان کے بڑے تایا ابو اور تائی امی۔ ریاست نقوی اور آیت بیگم چھوٹے تایا ابو اور چھوٹی تائی امی جبکہ سردار موسیٰ انھیں تائی امی اور تایا ابو کہہ رہا تھا کیوں کہ ساجد نقوی ان کے بابا سے بڑے تھے اور احمد نقوی ان کے بابا سے چھوٹے تو وہ انھیں چاچا سائیں کہا کرتا تھا۔۔

"مجھے نہیں معلوم وہ بات مانیں گی یا نہیں یا تم دونوں کی بات سنیں گے بھی یا نہیں لیکن ہمیں خود سے کوشش تو کرنی چاہیے کل کو یہ تو نہ کہا جائے ہم نے کوشش ہی نہیں کی اور ویسے بھی حویلی میں شادی کا موقع ہے تو شادی کی دعوت ان کو دینا ضروری ہے اسی بہانے سے جا کر تم دونوں ان سے بات بھی کر لو"

کنزہ بیگم نے انھیں آئیڈیا دیا تو ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"ٹھیک ہے ہم جائیں گیں"

ان دونوں نے ہی سر کو ہاں میں خم دیا تھا جبکہ لاؤنج میں اب خاموشی کا راج ایک بار پھر چھا گیا تھا کیوں کہ شادی کے موقع پر بھی وہاں کچھ لوگوں کے دلوں میں اداسی تھی۔۔



ایک چھوٹا سا مکان تھا جو کہ تھا تو چھوٹا لیکن بہت خوبصورت تھے روح اور سردار موسی اس وقت اس کے باہر کھڑے تھے سردار موسی نے بل دی تھی کچھ ہی دیر کے بعد اندر سے مصطفیٰ نقوی نے دروازہ کھولا تھا اپنے سامنے سردار موسیٰ اور روح کو دیکھ کر مصطفیٰ نقوی کے چہرے پر سختی آگئی تھی وہ کچھ نہیں بولے اور اندر چلے گئے سردار موسی اور روح ان ایک دوسرے کی جانب دیکھا کچھ دیر کے بعد ماہ نور بیگم آئی اپنے بھتیجے کو دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسوں آگئے انھوں نے فوراً سے سردار موسیٰ کو اپنے ساتھ لگایا تھا۔۔

"کیسے ہو میرے بچے"

ماہنور بیگم کے دل میں ماں کی ممتا زندہ تھی اور وہ روز اپنی بیٹی کے لیے تڑپتی تھی لیکن بول نہیں سکتے کیونکہ مصطفی نقوی نے سختی سے منع کیا تھا وہ ماہا کا نام نہیں لیں گی۔

"ٹھیک ہو خالہ آپ کیسی ہیں"

سردار موسیٰ ان سے پیچھے ہوتے ہوئے بولا ان کا حال تو وہ باخوبی جانتا تھا لیکن پھر بھی پوچھ لیا۔

"کیسی ہو سکتی ہوں"

ماہنور بیگم نے الٹا اس سے ہی سوال کیا تھا روح بھی آگے بڑھی تھی ماہنور بیگم نے اسے بھی اپنے ساتھ لگایا۔

"اللہ سے امید ہے وہ سب ٹھیک کر دیں گے"

روح نے مسکرا کر کہا تو ماہنور بیگم تو مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔

"اندر آنے کا نہیں کہیں گی خالہ"

سردار موسیٰ نے ماہنور بیگم کی جانب دیکھا تو وہ سر ہاں میں ہلا کر سائیڈ ہو گئی وہ لوگ اندر آئے روح کے ہاتھ میں ایک ٹوکری تھی مصطفی نقوی اپنے کمرے میں چلے گئے تھے ماہنور بیگم نے انہیں اپنے گھر کے چھوٹے سے لاؤنج میں بٹھایا۔۔

"تم دونوں بیٹھو میں کچھ کھانے کو لاتی ہوں"
وہ یہ کہہ کر جانے لگی تھی جب پیچھے سے سردار موسی کی اواز ائی۔۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے خالہ ہم اپ سے بات کرنے ائے ہیں اپ ہماری بات سن لیں وہی ہمارے لیے کافی ہے"
سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو اس کی بات سن کر وہ وہی بیٹھ گئی تھی۔۔

"ہاں بولو بیٹا"

وہ پوچھنا چاہتی تھی ان کی ماہا کیسی ہے لیکن وہ چاہتے ہوئے بھی نہیں پوچھ پا رہی تھی۔۔

"صرف اپ سے نہیں خالو سے بھی بات کرنی ہے"
سردار موسیٰ نے یہ بات کی ت وہ پریشان ہو گئی۔

"کیا ہوا کیا وہ بات نہیں کریں گیں"
ماہ نور بیگم کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر سردار موسی نے خود سے یہ اندازہ لگایا جبکہ اس کی اس بات پر بھی وہ خاموشی رہی تھی سردار موسیٰ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اسے کھڑا ہوتا دیکھ کر ماہنور بیگم اور روح بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے سردار موسی کا رخ ان کے کمرے کی جانب تھا۔۔

"موسیٰ بیٹے نا جاؤ وہ بات نہیں کریں گیں"

ماہنور بیگم ان کے پیچھے اتے ہوئے اوازدے رہی تھی لیکن سردار موسی کے قدم نہیں رکے تھے باہر سے اتی اوازوں کو مصطفی نقوی اندر بیٹھے باخوبی سن پارہے تھے سردار موسی نے کمرے کادروازہ کھولااور اندر داخل ہوئے جہاں مصطفی نقوی بیڈ پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے ساتھ ساتھ ہی روح اور ماہنور بیگم بھی پیچھے آئے۔۔

"اب کیوں آئے ہو یہاں جاؤ یہاں سے ہماری عزت کو تار تار کرنے کے بعد تم ہم سے بات کرنے ائے ہو"
مصطفیٰ نقوی غصے سے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔۔

"اپ کو ایسا کیوں لگتا ہے میں نے اپ کی عزت کو تار تار کیا ہے"
سردار موسیٰ ان سے سوال کر رہا تھا جبکہ اس کے سوال پر مصطفیٰ نقوی نے منہ پھیر لیا۔۔

"ایک بار سب کچھ چھوڑ کے اپنی بیٹی کے بارے میں سوچ کے دیکھیں"
سردار موسیٰ بات کر رہا تھا کہ مصطفیٰ نقوی نے اسے خاموش کروا دیا تھا۔۔

"نہیں ہے وہ میری بیٹی وہ صرف اور صرف تمہاری بہن ہے میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے"
مصطفی نقوی کے لہجے میں اپنی بیٹی کے لیے ہی نفرت تھی یہ دیکھ کر سردار موسی کو افسوس ہوا تھا جبکہ ان کی باتیں سن کر مہنور بیگم کی انکھیں جو پہلے نم تھی اب ان میں سے انسو بہہ رہے تھے روح بھی حیرانی سے انھیں دیکھ رہی تھی۔۔۔

"اگر تم یہاں اس لیے ائے ہو کہ میں اسے معاف کر دوں گا یہ ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا اور تم یہاں سے جا سکتے ہو اس سے پہلے کہ میں تمہیں یہاں سے دھکے مار کے نکالوں مجھے اس بات کا کوئی لحاظ نہیں ہو گا کہ تم اس قبیلے کے سردار ہو"

مصطفیٰ نقوی نے سخت الفاظ استعمال کیے۔۔

"ہاشم اور نور کی شادی ہے جس کی دعوت دینے ہم اپ کو ائے تھے اب یہ اپ کی مرضی ہے اپ اتے ہیں یا نہیں لیکن ایک مرتبہ ضرور کہوں گا سب کچھ پسِ پشت ڈال لیے صرف اور صرف ایک مرتبہ اپنی بیٹی کے بارے میں سوچیں وہ کس اذیت میں ہے"

روح نے یہ بات کہی اور سردار موسی کا ہاتھ تھام کر وہ وہاں سے نکل گئ تھی کیونکہ اپنے شوہر کی بے عزتی اسے برداشت نہیں ہوئی تھی مصطفی نقوی نے کچھ نہیں کہا تھا۔۔

" صحیح کہہ رہے ہیں وہ ایک بار اپنی بیٹی کے بارے میں سوچیں"

ماہنور بیگم نے بھی کہا تو مصطفی نقوی نے غصے سے ان کی جانب دیکھا ان کے غصے کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی تھی اور کچھ بھی نہ بولتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئی جبکہ ایک پل کے لیے ماہا کے بارے میں سوچتے ہوئے مصطفی نقوی کے دل میں بھی درد اٹھا تھا۔۔



سردار موسیٰ کی گاڑی حویلی میں داخل ہوئی تھی اسی وقت سردار دورانی سید سائیں کے ہمراہ آرہا تھا روح اور سردار موسی گاڑی سے باہر ائے تھے سردار دورانی کی نظریں اس لڑکی پر گئی تھی جو اس کی محبت تھی وہ مکمل طور پر اس وقت سردار موسی کی رنگ میں ڈھلی ہوئی تھی اس نے خود کو مکمل طور پر عبایا میں چھپا کر رکھا تھا یہ بات سردار دورانی بھی جانتا تھا روح کو یہ سب پسند نہیں تھا کیونکہ اس نے بھی اتنے سالوں سے روح پر نظر رکھی ہوئی تھی لیکن نکاح کے بعد اج وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا اور اس روپ میں دیکھ رہا تھا اس کے دل میں جلن پیدا ہوئی تھی اسی سردار موسی کے رنگ میں ڈھلتے ہوئے دیکھ کر جب سردار موسی کی نظر سردار دورانی پر گئی تو اس نے فورا اسے روح کی جانب دیکھا۔۔

"روح فوراً زنان خانے میں جاؤ"

سردار دورانی کی نظریں وہ اپنی بیوی پر محسوس کر چکا تھا اس لیے اس نے سختی سے روح کو ارڈر دیا اس کے لہجے میں سختی دیکھ کر روح نے بغیر کوئی سوال جواب کیے اس کی بات مان لی تھی اور وہ زنان کھانے کی طرف چلی گئی۔۔

"اسلام علیکم سردار موسیٰ کیسے ہو"
سردار دورانی اس کے پاس اتے ہوئے بولا اور اس نے سردار موسی کو گلے لگا لیا۔۔

"میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ تم کیسے ہو کیسے انا ہوا یہاں"
سردار موسیٰ نے اس سے پیچھے ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔

"کچھ خاص نہیں بس ویسے ہی سید سائیں سے ملنے کا دل کر رہا تھا تو میں اگیا"

سردار دورانی نے مسکرا کر کہا چونکہ اس کے دادا کی سید سائیں سے کافی اچھی دوستی تھی اس لیے جب وہ بچپن میں اتا تھا تو سید سائیوں سے اپنے بچوں کی طرح ہی ٹریٹ کرتے تھے۔۔

"ٹھیک ہے لیکن اگلی بار جب بھی تمہیں سید سائیں سے ملنا ہو تم ڈیرے پر آ جانا سید سائیں کو پیغام مل جائے گا وہ وہاں تم سے اکے مل لیں گے حویلی انے کی ضرورت نہیں"

سردار موسیٰ نے سختی سے کہا جبکہ اس کی اس بات پر سردار دورانی کے چہرے کے انداز بھی بدلے تھے۔۔

"لگتا ہے تمہارا میرے یوں حویلی آنا پسند نہیں آیا یا پھر وہ جو لڑکی تمہارے ساتھ تھی اسے دیکھنا پسند نہیں ایا"

سردار دورانی نے بغیر لحاظ کرتے ہوئے کہا کیونکہ اس وقت اس کے دل میں اگ جل رہی تھی۔

"اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنی عزت کو میں یوں کسی دوسرے مرد سے ڈسکس کرنا بالکل بھی اچھا نہیں سمجھتا"
سردار موسیٰ کی انکھوں میں سختی اور غصہ دونوں آگیا جبکہ سید سائیں ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔۔

"کیا ہو گیا ہے سردار دورانی تم ہوش میں ہو تم بھلے ہی میرے بچوں کی طرح ہوں لیکن اپنی بچیوں کا ذکر تمھارے منہ سے ہمیں پسند نہیں"
سید سائیں نے بھی ناپسندیدگی ظاہر کی تھی جبکہ اپنے اس عمل پر جذباتی ہونے کی وجہ سے وہ اپنا جو اتنا اچھا امیج سید سائیں کے سامنے بنا کرایا تھا وہ تقریبن پانی میں ملنے والا تھا۔۔

"سوری سید سائیں وہ لڑکی اپنی پردے میں تھی تو اس لیے بس میں اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا"

سردار دورانی نے معذرت کی تھی اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے اثار بھی تھے جس پر سید سائیں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"دادا جان اپ اسے اللہ حافظ کہیں مجھے کام ہے تو میں وہ دیکھ لوں"

سردار موسیٰ نے کہا اور وہ وہاں سے چلا گیا جبکہ سردار دورانی سے نفرت سے اسے جاتا دیکھا تھا سید سائیں سے کچھ مختصر بات کرنے کے بعد وہ بھی چلا گیا تھا۔۔

💗💗

عدنان نادیہ بیگم اور حفصہ کے ساتھ شام سے پہلے حویلی آگیا تھا سردار موسیٰ نے اس کا کھڑے ہو کر استقبال کیا تھا یہ بات وہ بھی جانتا تھا کہ وہ سب کرنے والا عدنان نہیں ہے جبکہ سردار موسیٰ کے ایسا کرنے پر باقی سب لوگ حیران تھے بلیک مامبا سے سردار موسیٰ کو اتنی انفارمیشن تو ملی تھی کہ کوئی شہنشاہ نام کا بندہ ہے جس نے یہ سب کروایا تھا سردار موسیٰ کو عدنان کے خلاف کرنے کے لیے لیکن سردار موسیٰ ایسے کسی شخص کو بھی نہیں جانتا تھا اور اس قبیلے میں موجود خوفیہ کوٹھے بھی اس نے ہی کھول کر رکھے تھے اس کے علاوہ انھیں کچھ خاص معلوم نہیں ہوا تھا۔۔

"کیسی ہو حفصہ"

حفصہ جس کے چہرے پر رونق تھی خوشی کے اثار تھے روح نے اسے گلے لگا کر کہا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں بھابھی"

حفصہ مسکرا کر بولی جبکہ اس کے بھابھی کہنے پر روح نے اسے دیکھا۔

"میں موسی بھائی کی بہن ہوں اور اپ سے ایک سال چھوٹی ہوں تو آپ کو بھابھی ہی کہوں گی نہ"

حفصہ نے معصومانہ لوجک رکھی تو سب مسکرائے تھے جبکہ عدنان اسے محبت بھری نگاہوں سے تک رہا تھا۔۔

"کمرے میں ٹائم نہیں ملتا کیا اسے دیکھنے کا"

ہاشم جو کہ عدنان کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا اس نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی جبکہ اس کی اس طرح کی سرگوشی پر عدنان نے اسے گھوری سے نوازا۔۔

"بقواض مت کر"

عدنان نے سختی سے کہاتو ہاشم مسکرایا تھااس بات کی اسے خوشی تھی کہ عدنان نے حفصہ کو ایک مقام دیا تھااپنی بیوی کااور جو کچھ بھی اس کے ساتھ ہوااس کا قصوروار اسے نہیں ٹھہرایا تھا۔۔

"اچھاآپ سب لوگ باتیں کریں چائے آجائے گی ہم لڑکیاں جارہی ہیں کمرے میں"

روح نے سب کو متوجہ کیا کیوں کہ کچھ دیر میں ڈھولکی کا فنکشن شروع ہو جانا تھا جس کے لیے ان سب لڑکیوں نے تیار ہونا تھااور نور کو اپنے کمرے تک ہی محدود کر دیا گیا تھااب نکاح سے پہلے ہاشم اسے نہیں دیکھ سکتا تھااور یہ ظلم ہاشم کے اوپر بہت بڑا تھابقول اس کے اور وہ بیچارا کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔۔

"بھائی میں لے جاؤں اپ کی بیوی کو"

عدنان جو کہ حفصہ کو دیکھ رہا تھا حفصہ یہ بات اچھے سے جانتی تھی کیونکہ خود پر نظروں کی تپش وہ بہت اچھے سے محسوس کر پا رہی تھی اس لیے روح نے عدنان سے پوچھا۔۔

"میں تو کہتا ہوں مجھے بھی ساتھ لے جاؤ لیکن چلو کوئی بات نہیں لے جاؤں"

سب کے سامنے ایسی بات پر حفصہ کے چہرے پر شرم آگئی تھی اور اس نے شرم کے مارے نظریں جھکالی روح حفصہ کندیل وہاں سے چلی گئی تھی باقی سب لوگ بیٹھے وہاں باتیں کر رہے تھے نادیہ بیگم کو اپنے بیٹے کی یہ ساری حرکتیں بالکل بھی پسند نہیں ائی تھی ان کا بیٹا تو اپنی بیوی کے پلو سے لگ گیا تھا اور جوروں کا غلام بن گیا تھا جو کہ نادیہ بیگم سے بالکل بھی ہضم نہیں ہو رہا تھا گلناز کو بھی یہ بات سمجھ نہیں ارہی تھی کیسے اس کی ماں نے یہ سب ہونے دیا۔۔

"یہ کیا کر دیا اپ نے بھائی تو پورے کے پورے اس لڑکی کے کنڑول میں ہیں"

گلناز نے اہستہ سے کہا۔۔

"میں کیا کروں تمہارا بھائی کمرے سے نکلتا نہیں ہے اور جب نکلتا ہے تو باہر چلا جاتا ہے اب اس میں میری کیا غلطی ہے"

نادیہ بیگم نے برا سا منہ بنایا وہ سب لوگ بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کچھ دیر میں چائے بھی آگئی تھی خواتین ساری وہاں سے اٹھ گئے اپنے اپنے کمروں میں چلی گئی تھی کیونکہ ان لوگوں کو تیار ہونا تھا باقی مرد حضرات وہیں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔۔

"ویسے تم بتاؤ تمہارا منہ کیوں بنا ہوا ہے"

عدنان نے ہاشم کو دیکھ کر کہا۔۔

"یار دیکھو شادی بھی میری ہے اور میں ہی اپنی دلہن سے نہیں مل سکتا یہ کیا بات ہوئی"

ہاشم نے بڑے ہی افسوس سے کہا تھا جیسے نہ جانے کتنی بڑی بات ہے جبکہ اس کی بات پر سردار موسی اور عدنان دونوں مسکرائے تھے حنان جو کہ تھوڑے سائیڈ پر بیٹھا ہوا تھا ان کے مسکرانے پر وہ بھی مسکرایا اس نے بھی ہاشم کی بات سنی تھی۔۔

"بڑے بھائی تھوڑا سا صبر کر لیں ویسے بھی کل تک تو وہ آپ کی ہو جائے گی"

حنان نے اس کے پاس آ کر آہستہ سے کہا۔

"یہ اپنی بقواض تم دونوں بند رکھو بہن ہے وہ میری"

سردار موسیٰ نے غصے سے کہا تھا تو وہ تینوں ہی خاموش ہو گئے۔۔



روح ایک پیارا سا ڈریس لے کر ماہا کے کمرے میں ائی تھی اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو کمرے میں مکمل طور پر اندھیرہ تھا اس کے ساتھ ساتھ نور کندیل اور حافظہ تینوں تھے وہ چاروں مل کر اسے راضی کرنا چاہتی تھی وہ جانتی تھی اس وقت وہ کس اذیت سے گزر رہی ہے لیکن پھر بھی خود کو یوں اذیتوں سے دوچار کر دینا مطلب اپنی جان لے لینے کے برابر تھا روح نے کمرے کی لائٹ جلائی۔

"میری بیسٹ فرینڈ"

روح اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔

"تم سب"

ماہا نے حیران ہو کر پوچھا۔۔

"ہاں ہم سب تمھیں لینے آئے ہیں اب حویلی میں شادی ہے تمہارا ہونا تو ضروری ہے نہ تم جانتی ہو نہ تمہارے بغیر تو ہماری ٹیم ہی نہ مکمل ہے"
نور نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا ماہا نے اس کی جانب دیکھا اس کے چہرے پر نور تھا سچ میں نور تھا وہ اپنی شادی کو لے کر کتنی خوش تھی یہ اس کے چہرے سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔۔

"میرا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی میرا دل کر رہا ہے تم لوگ انجوائے کرو"
ماہا نے بلکل اہستہ اواز میں جواب دیا تھا۔۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے ہم کچھ بھی تمہارے بغیر کریں"
کندیل بھی بولی۔۔

"دیکھو ماہا ابھی یحییٰ بھائی کو گئے ہوئے زیادہ ٹائم نہیں ہوا وہ بہت جلد واپس ائیں گے تم امید کیوں ہار رہی ہو کیوں اپنے رب کے در سے مایوس ہو رہی ہو کیوں تم اپنے اللہ کو بھی خود سے ناراض کر رہی ہو دعاؤں کا راستہ اللہ نے دیا ہے نا تو تم ان سے مانگو انشاءاللہ اللہ تمہیں ضرور عطا کرے گا جو تمہارے دل میں ہے تو پھر کیوں یوں زندہ لاش بنی ہو"

روح نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔۔

"روح تم سب اس لیے ایسے کہہ رہے ہو کیونکہ کوئی بھی وہ نہیں سمجھ سکتا وہ نہیں محسوس کر سکتا جو میں کر رہی ہوں"

ماہا کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔۔

"کیا تمھاری تکلیف مجھ سے بھی زیادہ ہے"

اب کی بار حفصہ بولی تو باقی سب خاموش ہو گئے ماہا نے حفصہ کی جانب دیکھا۔۔

"جانتی ہوں میں نے ایک پل میں کیا سے کیا محسوس نہیں کیا جو میرے ساتھ ہوا اللہ نہ کرے وہ کسی اور لڑکی کے ساتھ ہو ماہا تمہاری تکلیف تو بھی بہت چھوٹی ہے میری تکلیف کے اگے میرے وجود کو نوچا گیا جانتی ہو نا عورت کے لیے سب سے ضروری عزت ہے محبت سے بھی زیادہ ضروری عزت ہے کچھ دنوں کے لیے تو میں ایسی ہو گئی کہ میں بول بھی نہیں پاتی تھی اور میری حالت تمہارے سامنے تھی لیکن اللہ وسیلے بناتا ہے اج میں بہت خوش ہوں اور اپنے ماضی سے بہت اگے نکل ائی ہوں کیونکہ اللہ نے مجھے اتنا اچھا ہمسفر دیا عدنان وہ نہیں"

وہ یہ کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی اسے عدنان کی بات یاد ائی تھی عدنان نے اسے منع کیا تھا کسی سے بھی یہ بات شیئر کرنے کے لیے۔۔

"اللہ تمہارے لیے بھی وسیلہ بنائے گا انشاءاللہ جسے تم چاہتی ہو وہ بھی ضرور ائے گا لیکن یوں مایوس نہ ہو اپنے رب سے مانگو یوں خود کو تکلیف دے رہی ہو اس بات پر بھی اللہ ناراض ہو سکتے ہیں"
حفصہ نے اس کے پاس آ کر اس کا ہاتھ تھام کر کہا۔۔

"ہاں تو مکمل طور پر خوش نہیں ہو سکتی لیکن کوشش کر سکتی ہو سب کے درمیان بیٹھنے کی اور دعا کرو تمہارا انتظار جلد ہی مکمل ہو گا اور یحییٰ بھائی واپس آئیں گیں"
نور نے کہا تو اس نے آہستہ سے سر ہاں میں ہلایا وہ نہیں چاہتی تھی اس کی وجہ سے نور کا اتنا بڑا دن خراب ہو اس لیے وہ مان گئی تھی۔۔

"تم جانتی ہو آج میں تمہارے ماما اور بابا مل کے ائی ہوں"

روح نے اس کی جانب دیکھ کر کہا ماہا کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھی اس نے روح کا ہاتھ تھام لیا۔

"ماہنور خالہ تمھارے لیے بے چین ہے تمھیں یاد کرتی ہیں"

روح کی بات سن کر ماہا نے روح کو گلے لگا لیا تھا وہ جو یہ سوچ رہی تھی شاید اس کی ماں بھی اس سے نفرت کرتی ہو لیکن ایسا نہیں تھا ماں کی ممتا ہمیشہ زندہ رہتی ہے چاہے بچے کتنا ہی غلط کیوں نہ کر جائے۔

"اور بابا"

ماہا اس سے پیچھے ہوتے ہوئے فوراً بولی۔۔

"موسیٰ نے ان سے بات کی ہے وہ بھی ٹھیک ہوں جائیں گیں"

روح نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تو ماہا نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا۔۔

"چلیں تیار ہونے"

نور نے ماہا کو دیکھ کر کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلا دیا وہ سب لوگ نور کے کمرے کی جانب چلے گئے کیونکہ وہیں پر ان سب لڑکیوں نے تیار ہونا تھا۔۔

نور نے پیلا (مسٹر ڈیلو) رنگ کا جوڑا پہنا تھا جو بہت خوبصورت اور شوخ لگ رہا تھا۔ نور نے جو ڈریس پہنا تھا وہ ایک لانگ فراک / لہنگا اسٹائل ڈریس تھا جس پر چمکدار چھوٹے شیشے لگے ہوئے تھے جو روشنی میں خوب جگمگا رہے تھے۔ اس کے ساتھ نور نے ہلکا گلابی (پنک) رنگ کا نیٹ کا دوپٹہ لیا ہوا تھا جو کہ اس کے سر پر تھا، جس پر سنہری کڑھائی اور باریک ڈیزائن بنا ہوا تھا۔ دوپٹہ بہت نفیس لگ رہا ہے اور پورے لباس کو مزید خوبصورتی دے رہا ہے نور نے کانوں اور ہاتھوں میں گلابی پھولوں کی جیولری پہنی تھی جو ڈریس کے ساتھ خوب میچ کر رہے تھی ہلکا سا میک آپ جو کہ بلکل اس کے چہرے کو اور بھی خوبصورتی دے رہا تھا وہ بیوٹیشن نے کیا تھا وہ سچ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی کسی کے بھی دلہن کے ساتھ کوئی ٹیوننگ نہیں کی تھی باقی سب کے ڈریس کا کلر گرین تھا صرف نور ہی تھی جس کا ڈریس روح نے الگ رکھا تھا۔۔

"ماشاءاللہ دیکھو لگ رہی ہے ناسب میں خوبصورت اور الگ"

روح نے اس کا مکمل روپ دیکھ کر کہا سچ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"تھینک یو"

نور نے اپنا دوپٹہ صحیح کرتے ہوئے مسکرا کر روح کو جواب دیا تھا۔۔

"اچھا اب جلدی کرو تین گھنٹے تو ہمیں یہی لگ گئے ہیں نیچے نہیں جانا کیا"

کندیل ان کے پاس آکر بولی اس نے سبز شلوار قمیض پہنی ہوئی تھی اس کی قمیض پر چھوٹے چھوٹے شیشوں کا کام کیا ہوا تھا دوپٹہ بھی اسی رنگ میں تھا لیکن ٹشو کا تھا اور اس کے کناروں پر ہلکی سی سنہری لیس لگی ہوئی تھی وہ ڈریس کندیل پر بہت خوبصورت لگ رہا تھا ماہا نے بھی بالکل یہی ڈریس پہنا تھا ان دونوں نے ٹیوننگ کی تھی دونوں کے ڈریس بھی سیم تھے جیولری بھی میک اپ بھی سب کچھ ایک جیسا تھا دونوں نے بس کانوں میں چھوٹے سے جھمکے کے ڈالے تھے ہاتھوں میں گلاب کے گجرے وہ دونوں ہی بہت پیاری لگ رہی تھی ماہا وہاں ہوتے ہوئے بھی غیر حاضر لگ رہی تھی اس کے دماغ میں عجیب سی کشمکش چل رہی تھی وہ ڈر خوف کا شکار تھی وہ تیار تو ہو گئی تھی لیکن اس کا دل بالکل بھی نہیں کر رہا تھا نیچے جانے کا اور وہ سب کو منع کر کے ان کا دن خراب نہیں کر سکتی تھی اسی لیے وہ خاموش رہی تھی اور خاموشی سے بیٹھی سب کو دیکھ رہی تھی۔۔

"جانا ہے چلو"

روح نے مسکرا کر کہا۔۔

"اچھا تم لوگ چلو میں اتی ہوں"

حفصہ جس نے ڈریس تو چینج کر لیا تھا لیکن جیولری میں کچھ بھی نہیں تھا اس لیے وہ بولی۔۔

"کیا ہوا کہاں جانا ہے"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔۔

"وہ مجھے ایک چھوٹا سا کام ہے تم لوگ چلو میں اتی ہوں"

حفصہ نے آہستہ سے مسکرا کر کہا حفصہ اور عدنان کا کمرہ وہی تھا جس میں حفصہ یہاں پہلے رکی تھی کیونکہ روح نے اس کا جب سامان رکھوایا تھا تو اس نے دیکھ لیا تھا تو وہ وہاں سے جا کر جیولری لینا چاہتی تھی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے تم جاؤ ہم نیچے انتظار کریں گے جلدی انا"
روح نے مسکرا کر کہا تو وہ سر ہاں میں ہلا دے ہوئے چلی گئی جبکہ وہ تینوں لڑکیاں نور کو لے کر نیچے جانے کے لیے تیار تھی۔



حفصہ کمرے میں ائی تو سب کچھ صحیح سے سیٹ کیا ہوا تھا یعنی روح نے سب کچھ ہی ان گھنٹوں میں صحیح کروادیا تھا یہ دیکھ کر حفصہ مسکرائی تھی اسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ عدنان واشروم میں ہے اس نے اپنا ہینڈ بیگ نکالا اور اس میں سے جیولری دیکھنے لگی کیوں کہ عدنان اس کے لیے شادی کے حساب سے ساری شوپنگ کرواچکا تھا اس کے لیے بغیر ہی وہ سب اسکے لیے کر دیتا تھا اس نے خود کو آئینے میں دیکھا وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ ڈریس بنا ہی اس کے لیے ہے ایک شارٹ شرٹ تھی جو کہ اس کے گھٹنوں سے اوپر تھی سبز رنگ میں تھی جس کے گلے پر لیس لگا ہوا تھا اور ساتھ میں موتیوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے اس کے نیچے پجامہ سٹائل شلوار تھی جو کہ زمین کو چھو رہی تھی اور بہت کھلی تھی ڈریس کے ساتھ شفون کا سبز دوپٹہ تھا اس کے کناروں پر بھی سنہری لیس لگی ہوئی تھی اور دوپٹے پر گلے کی طرح چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے اسے لگ رہا تھا یہ پہننے میں ہیوی ہو

جائے گا لیکن پھر بھی عدنان لے کر ائے تھے وہ منع نہیں کر سکتی تھی اس لیے اس نے پہن لیا تھا اس بات کا اس نے شکر ادا کیا تھا کہ نور کا جوڑا پیلے رنگ کا ہے اس نے بال کھلے چھوڑے تھے کیوں کہ چھوٹا سا فنکشن تھا اور اس میں ہونے بھی صرف اور صرف حویلی کی خواتین نے تھا تو اس لیے اس نے بال کھلے چھوڑے تھے اور دوپٹہ اس نے سائیڈ پر لیا ہوا تھا ہلکا سا میک اپ اس نے کیا تھا لیکن لپسٹک نیوڈ پنک لگائی تھی جو کہ اس پر مزید خوبصورت لگ رہی تھی اس نے ائینے میں خود کو دیکھتے ہوئے اپنے ہی صدقے اتارے کیونکہ وہ سچ میں بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی جب اس کے دماغ میں یہ بات ائی کہ عدنان اسے دیکھے گا وہ تو حیران ہو جائے گا یہ بات سوچتے ہی اس کے چہرے پر شرم کی لالی تھی ابھی وہ یہ بات سوچ ہی رہی تھی جب وہ ارام دہ لباس میں واش روم سے باہر ایا کمرے میں حفصہ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ اگئی تھی واش روم کا دروازہ کھلنے پر حفصہ نے بھی پیچھے مڑ کر دیکھا اسے بالکل بھی نہیں اندازہ

نہیں تھا عدنان روم میں تھا اگر اسے اندازہ ہوتا وہ کبھی بھی نہ اتے کیونکہ وہ جانتی تھی اس نے بغیر اپنا رومینس کیے اسے جانے نہیں دینا تھا اور اج تو وہ قیامت ڈھا رہی تھی اس نے ویسے بھی اسے نہیں جانے دینا تھا وہ ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا اج وہ پہلی بار اسے یوں سجے سنوریں روپ میں دیکھ رہا تھا ورنہ اپ نے نکاح پر بھی اس نے صرف اس نے نکاح کے لباس میں دیکھا تھا یوں سجا سنوار نہیں دیکھا تھا۔۔

"اپ اندر کیا کر رہے تھے"

حفصہ نے گھبرا کر کہا جب کہ اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے اور اس کے بولنے پر عدنان ہوش میں ایا تھا اور نہ تو وہ اس کی خوبصورتی میں ہی کھو گیا تھا۔۔

"تم پاگل ہو اندر میں کیا کر سکتا ہوں"

عدنان اس کی جانب قدم لیتے ہوئے بول رہا تھا جبکہ وہ بالکل ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ لگ گئی تھی۔۔

"دیکھیں پلیز نہیں میرا میک اپ خراب ہو جائے گا"
حفصہ نے معصومیت سے پیارا سا منہ بنا کر کہا۔

"تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا لیکن تمہیں کیسے پتہ میں کیا کرنے لگا ہوں یا پھر جو میں سوچ رہا ہوں کہیں وہی تم بھی تو نہیں چاہتی اسی لیے بول رہی ہو"
عدنان نے انکھوں میں شرارت ہوئی ہے اسے تنگ کرنے کے لیے بولا تھا جبکہ اس کی اس بات پر حفصہ نے اپنے دونوں کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"توبہ توبہ کتنی بیہودہ باتیں کرتے ہیں اپ اپ کو شرم نہیں اتی"

حفصہ نے اپنے اوپر اتنا بڑا الزام دیکھ کر فوراً سے کہا وہ اتنا بڑا الزام برداشت نہیں کر پائی تھی۔۔

"جب سامنے بیوی اتنی نشیلی ہو تو بیہودہ باتیں تو منہ سے نکلیں گی نا"
عدنان نے اس کے قریب ہوتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا وہ زور سے اکر اس کے سینے سے لگی تھی اس نے معصومیت سے اپنا سر اٹھا کر عدنان کی طرف دیکھا جو کہ اسی کو دیکھنے میں مصروف تھا۔۔

"پلیز نا مجھے نیچے جانا ہے میں سب کو کہہ کر ائی ہوں میں جلدی اجاؤں گی"
حفصہ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا جیسے وہ اچھے سے جانتی ہو اس کے ارادے کیا تھے اور وہ کیا کرنا چاہتا تھا۔۔

"میں تو کچھ بھی نہیں کر رہا صرف اور صرف تمہیں قریب لا کر تھوڑی دیر دیکھنا چاہتا ہوں اب اتنا بھی حق نہیں ہے کیا مجھے"

عدنان نے انکھوں میں ہماری لیے کہا اس کی خمار زدہ انکھیں یہ بتا رہی تھی وہ ابھی سے اس کا دیوانہ ہو گیا ہے اس کے دل کی تاریں چھیڑ چکی ہے اور وہ اس کا طلب گار ہو گیا ہے۔۔

"سب اچھے سے پتہ ہے مجھے یہ جو اپ کی انکھیں ہیں نا بہت کچھ بول رہی ہیں"

حفصہ نے منہ بناتے ہوئے کہا جب کہ اس کی بات پر عدنان کے چہرے پر مسکراہٹ اگئی۔۔

"اوو تو اب میری بیوی میری انکھیں بھی پڑھنے لگ گئی ہے"

عدنان نے اس کے چہرے پر ائی ہوئی لٹیں کان کے پیچھے کرتے ہوئے کہا۔۔

"پلیز نا عدنان کیوں تنگ کر رہے ہیں جانے دیں سب لوگ میرا انتظار کر رہے ہوں گے نیچے میں تھوڑے سے ٹائم کے لیے ائی تھی وہ بھی صرف اور صرف اپنے جھمکے لینے ائی تھی اگر مجھے ذرا سا بھی اندازہ ہوتا اپ کمرے میں ہیں میں کبھی نہ آتی"

حفصہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر عدنان اسے گھور کر دیکھ رہا تھا۔۔

"کچھ زیادہ ہی نہیں بول رہی بیوی کیا تم چاہتی ہو میں تمہارا منہ بند کرواؤں"

عدنان نے اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا تھا اور اسکی نظر اس کے خوبصورت ہونٹوں کی جانب تھی۔۔

"بلکل بھی نہیں عدنان میرا میک اپ خراب ہو جائے گا"
اس کی نظروں کا مرکز سمجھتے ہوئے حفصہ نے کہا۔۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا"
عدنان یہ بول کے اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ چکا تھا اس کے ہونٹوں کی نمی کو اپنے اندر اتارتے ہوئے وہ دیوانہ ہو رہا تھا شاید اس کی اپنی ہی غلطی تھی جو اس نے یہاں آ

کر اسے جگایا تھا کیا ضرورت تھی آنے کی اب رہ سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی لیکن عدنان اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیے چھوڑنے کو تیار نہ تھا تشنگی تھی کہ کم ہونے کے بجائے بڑھتی جا رہی تھی اس کے ہونٹوں کی نمی کو قطرہ قطرہ اپنے اندر اونڈیل رہا تھا اور ہو بچاری سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی جب عدنان کو لگا وہ بالکل ہی نہیں سانس لے پا رہی تو وہ پیچھے ہو گیا اور اس کی طرف دیکھا جس کی لپسٹک وہ مکمل طور پر خراب کر چکا تھا اور وہ خود لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی وہ بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

"گہری سانس لو میری جان"

اس کی سانسیں معمول پر نہ دیکھ کر عدنان بھی گھبرا گیا تھا اس لیے اس نے فوراً سے کہا جبکہ اس کی بات سن کر حفصہ کا دل کیا اس کی جان نکال دے خود یہ سب کرنے کے بعد بھول رہا تھا لمبی لمبی سانسیں لو۔۔

"دور ہوں"

کچھ دیر کے بعد جب حفصہ کو لگا وہ نارمل ہو چکی ہے تو اس نے عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا۔۔

"ایسا تو ناممکن ہے تمہارا فنکشن میں جانا کینسل ہو سکتا ہے لیکن میرا تم سے دور ہونا کینسل نہیں ہو سکتا"

عدنان نے اس کی کمر پر گرفت سخت کر لی تھی۔۔

"کیوں تنگ کر رہے ہیں عدنان مجھے جانے دیں پلیز"

اس نے معصومیت سے منہ بنایا تھا اس کی لپسٹک جو کہ خراب ہو گئی تھی عدنان نے ڈریسنگ سے ٹشو نکال کر پھیلی ہوئی لپسٹک کو صاف کیا وہ ایک مرتبہ پھر سے جھکنے لگا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور سامنے روح کھڑی تھی اس نے فوراً سے اپنا رخ پھیر لیا تھا۔۔

"سوری سوری میں چلتی ہوں حفصہ جب تم فری ہو جانا تو اجانا"
روح نے یہ کہا اور وہ واپس جن قدموں سے ائی تھی انہیں قدموں سے نکل گئی۔۔

"کیا روح تم بھی ناک کر کے نہیں جا سکتی تھی"
روح نے باہر آتے اپنے اپ کو ہی ٹوکا اور وہاں سے جانے لگی اپنے کمرے کے پاس پہنچی تو کسی نے ہاتھ بڑھا کر اسے کمرے کے اندر کھینچ لیا۔۔



"دیکھا ہو گیا آپ کا شوق پورا"

حفصہ تو شرم کے مارے پانی پانی ہو رہی تھی اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ نیچے روح کا سامنا کیسے کرے گی۔۔

"کیا ہو گیا ہے تم تو ایسے گھبرا رہی ہو جیسے پتہ نہیں کیا ہوا"

عدنان نے اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا۔۔

"تنگ نہیں کریں عدنان مجھے جانے دیں"

حفصہ نے ایک بار پھر خفا ہو کر کہا تو عدنان اسے دیکھنے لگا۔۔

"رات میں ملو پھر بتاؤں گا جاؤ"

عدنان نے اس چھوڑ دیا تھا جب کہ اس کے چھوڑنے پر حفصہ نے سکون کا سانس لیا اس نے مڑ کر اپنا بیگ کھولا اور اس میں سے اسی شیڈ کی لپسٹک ڈھونڈنے لگے جو کہ بیوٹیشن نے لگائی تھی لیکن اسے کچھ بھی نہیں ملا تو عدنان نے اس کے ہاتھ سے اس کا ہینڈ بیگ لیا اور اس کے بیگ سے ایک لپسٹک نکال کر اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے لگائی تھی شیڈ ایگزیکٹ میچ تو نہیں ہو رہا تھا لیکن پھر بھی پیارا لگ رہا تھا اور عدنان نے بہت اچھے سے لگایا تھا عدنان نے ٹیبل پر پڑے جھمکے بھی دیکھے تھے وہ بھی اٹھا کر اس نے حفصہ کے کانوں میں پہنا دیے۔۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ"

وہ اس کے ماتھے پر پیار سے ہونٹ رکھتے ہوئے بولا تو حفصہ اس کے سینے کے ساتھ لگ کر مسکرائی وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا کیونکہ اسے اتنا اچھا محافظ اور ہم سفر اس کے اللہ تعالی نے دیا تھا۔۔



روح جو کہ واپس نیچے جا رہی تھی اسے کسی نے کمرے میں کھینچ لیا تھا جس پر وہ گھبرا گئی اس نے چیخنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی سردار موسی اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔

"یہ کیا طریقہ ہے اپ کو پتہ ہے اپ نے میری جان نکال دی تھی"

روح جو کہ گھبرائی ہوئی تھی اسے کچھ سمجھ نہیں ارہا تھا لیکن اپنے سامنے سردار موسی کو پا کر وہ حیران ہوئی اور جب خود کی سانسیں معمول پر لائیں تو غصے میں بولی تھی اور سردار موسی صرف اسے دیکھنے میں مصروف تھا روح جس نے پاؤں کو چھوتی سبز رنگ کی فراک ڈالی تھی جو کہ کناروں پر لیپس لگی تھی باقی سارا کا سارا خالی تھا لیکن بہت خوبصورت لگ رہا تھا اس پر اس نے سبزی ہی دوپٹہ لیا تھا جس پر جگہ جگہ چھوٹے چھوٹے شیشے لگے ہوئے تھے اگر فراک بالکل سمپل تھی تو دوپٹے پر کام کیا گیا تھا وہ بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی اس نے میک اپ کے نام پر ہلکی سی لپسٹک اور ائی لائنر لگایا تھا کیونکہ اسے میک اپ زیادہ پسند نہیں تھا کانوں میں اس نے چھوٹے چھوٹے ٹاپس ڈالے ہوئے تھے جو کہ اس ڈریس سے میچ کر رہے تھے اور ہاتھوں میں اس نے گلاب کے گجرے ڈالے ہوئے تھے۔۔

"اب کچھ بولیں گے یا یوں ہی بت بن کر کھڑے رہیں گے"

اس کے خاموش رہنے پر روح کو غصہ ایا تو وہ منہ بنا کر بولی۔۔

"آپ اِس طرح تو ہوش اُڑا یا نہ کیجیئے"

"یوں بن سنور کے سامنے آیا نہ کیجیئے"

سردار موسی جو کہ اس کی خوبصورتی میں کھویا ہوا تھا کچھ دیر کے جب روح نے اسے پکارا تو وہ بولا اس کی بات پر روح نے اس کے سینے پر ہلکا سا مکا مارا اور شرم سے نظریں جھکالی۔۔

"فلمی بننا نا کوئی اپ سے سیکھے"

روح نے اس سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔۔

"اور بار بار دل چرانا کوئی اپ سے سیکھے"

سردار موسی نے اس کے کانوں میں سرگوشی کی تھی اس وقت اس کا دل روح سے بھی زیادہ تیز دھڑک رہا تھا کیونکہ اس کا دل اس کی قربت کا خواہش مند تھا جو کہ ممکن نہ تھا وہ کسی بھی طرح سے اسے کوئی بھی تکلیف یا اذیت نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اپنے دل پر پھرے ڈالے بیٹھا تھا۔۔

"صرف باتیں بنالیں آپ"

روح نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دوری برقرار کی تو سردار موسیٰ اسے پل میں اپنے قریب کھینچ گیا تھا۔

"دور ہونا ضروری ہے پاس رہ کر بھی بات ہو سکتی ہے نا"

سردار موسیٰ اس کے کھلے بال دیکھ رہا تھا جو کہ بہت پیارے لگ رہے تھے۔

"وہ تو میں جانتی ہوں پاس رہ کر بھی بات ہو سکتی ہے لیکن کب کیا پتا اپ کیا کر ڈالیں"

روح نے مسکرا کر کہا تو اس کی بات پر سردار موسیٰ بھی مسکرایا تھا۔۔

"اتنا یقین رکھیں سردارنی رخصتی سے پہلے اپ کا سردار کچھ بھی نہیں کرے گا چاہے اس کے لیے اپ کے سردار کو کتنے ہی ہجر کیوں نہ کاٹنے پڑے"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تو روح نے مسکرا کر سر ہاں میں ہلایا تھا۔۔

"اچھا اب دور ہوں اور مجھے جانے دیں نیچے سب میرا انتظار کر رہے ہوں گے یہ نہ ہو جیسے حفصہ کو بلانے میں اگئی تھی اب وہ لوگ یہ سوچیں ہم دونوں ہی غائب ہو گئی اور ہم دونوں کو بلانے کوئی تیسرا نہ اجائے"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو سردار موسیٰ اسے محبت بھری نگاہوں سے اپنی انکھوں کے حسار میں لیے ہوئے تھا۔

"ایک شرط پر میں تمہیں جانے دے سکتا ہوں"
اچانک ہی سردار موسی کے دماغ میں ایک بات ائی تھی۔

"ہم بولیں"
روح نے مسکرا کر کہا تو سردار موسیٰ اسے شرارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔

"تمھیں مجھے کس کرنا پڑے گا وہ بھی یہاں"

سردار موسیٰ نے اپنے ہونٹوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا جبکہ اس کی بات پر روح حیران نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اسے ایسے لگا جیسے اس نے کچھ غلط سنا ہو۔۔

"آپ پاگل ہیں"
روح نے حیرانی سے کہا۔۔

"کچھ دیر پہلے تک تو نہیں تھا لیکن لگتا ہے اب تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے"
یہ بات کہتے ہوئے بھی اس کا اشارہ اپنے ہونٹوں کی جانب تھا کہ کس کرو۔

"میں نہیں کر رہی"

روح نے فوراً سے کہا تھا سردار موسیٰ نے اس کی جانب دیکھا اور فوراً سے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر ہلکی سی کس کی اور پیچھے ہو گیا جبکہ اسکے ایسا کرنے پر روح ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"مجھے پتہ تھا تم نے تو کرنی نہیں اور اس کے بغیر میں نے تمہیں جانے نہیں دینا تھا تو میں نے خود لے لی"

اس کو یوں حیران دیکھ کر سردار موسی بول رہا تھا جبکہ اب وہ اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔۔

"چھوڑیں مجھے کتنے بد تمیز ہیں اپ"

روح نے منہ بنا کر کہا تو اس کی بات پر سردار موسیٰ زور سے ہنسا تھا اس نے اپنی گرفت سے اسے آزاد کیا تو روح شرماتے ہوئے وہاں سے جانے لگی سردار موسی نے اس کا ہاتھ ایک بار پھر تھام لیا شرم کے مارے وہ مڑ بھی نہ سکی۔۔

"کیا ہے"

اس نے بغیر مڑے ہی کہا تھا سردار موسیٰ کا دل بغاوت پر بغاوت کر رہا تھا تو اس نے اس کے بال پیچھے کر کے اس کے گردن پر ہونٹ رکھے تو روح نے زور سے انکھیں بند کر لی۔۔

"آج میرا صبر ختم ہو رہا ہے"

اس کی گردن پر اپنے ہونٹوں سے لمس چھوڑتے ہوئے وہ اس کے کان میں سرگوشی کر رہا تھا۔۔

"موسیٰ چھوڑیں مجھے"

اس کے لمس گھبراتے ہوئے روح نے تڑپ کر کہا سردار موسی نہ چاہتے ہوئے بھی اس سے دور ہو گیا تھا وہی جانتا تھا اس کے لیے یہ کرنا کتنا مشکل ہے روح وہاں سے جا چکی تھی جبکہ سردار موسیٰ اسے پیچھے سے جاتا دیکھ رہا تھا اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے شانت کرنے کی کوشش کی تھی جو کہ ناممکن تھا۔۔



پہلے حفصہ نیچے ائی اور اس کے کچھ دیر کے بعد ہی رویہ نیچے ائی تھی وہ لڑکیاں انھیں ہی دیکھ رہی تھی دونوں کے چہرے سرخ ہو رہے تھے معاملہ سمجھ تو آرہا تھا لیکن پھر بھی سب لوگ خاموش رہے جبکہ خواتین ان کے چہرے دیکھ کر مسکرا رہی تھی جس پر ان دونوں کو مزید شرم آرہی تھی نادیہ بیگم تو غصے سے اپنی بہو حفصہ کو دیکھ رہی تھی ان کے بیٹے نے ضرورت سے زیادہ ہی اس لڑکی کو اپنے سر پر چڑھا لیا تھا وہ کیا سوچ کر اسے لے کر گئی تھی اور کیا اسے کیا ہو گیا تھا وہ تو یہ چاہتی تھی وہ اپنا بدلہ لے گی اس سے کس طرح سے اس نے عدنان کو پورے قبیلے کے سامنے ذلیل کیا تھا اور وہ اسے پلکوں پر بٹھائے ہوئے تھا لیکن نادیہ بیگم کا بس نہیں چل پا رہا تھا اگر ان کا بس چلتا تو وہ اس لڑکی کو محض اپنے حویلی کے نوکر سے زیادہ کوئی حیثیت نہ دیتی لیکن ان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا ان کا بیٹا اس لڑکی سے محبت کر بیٹھا تھا وہ لڑکی ان کے بیٹے کی محبت تھی اور وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پا رہی تھی اگر انہیں کچھ کرنا تھا تو اپنے بیٹے کو اپنے بس میں کر کے اس لڑکی

کے خلاف کرنا تھا جو کرنے کا وہ ارادہ بہت جلد رکھتی تھی لیکن شاید وہ اس طرح کر کے اپنے بیٹے کی ہی نہ کھو دے روح کے چہرے پر شرم دیکھ کر گلناز کا بس نہیں چل رہا تھا اس کی جان نکال لے اس کا گلا دبا کر اس کی جگہ لے لے کیسے جو اس کی جگہ تھی وہ اس کے پاس تھے وہ اپنے مائنڈ میں یہ ساری باتیں سوچ رہی تھی جبکہ اصل میں یہ جگہ تو صرف اور صرف روح کی تھی جو اسے اس کے سردار موسی نے دی تھی اور وہ روح سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا تھا۔

"کہاں تھی تم دونوں"

کندیل نے اس سے سوال کیا تھا۔۔

"وہ ایک کام تھا بس وہی"

حفصہ نے آہستہ سے جواب دیا تو کندیل نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اور اپ"

کندیل نے اب کی بار روح سے پوچھا جو کہ خاموش کھڑی تھی ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھا تھا روح نے حفصہ کو دیکھا اور حفصہ نے روح کو دونوں ہی یہ سوچ میں پڑ گئے ان کے شوہروں نے انہیں کہاں پھنسا دیا تھا جبکہ حفصہ تو روح سے بھی شرما رہی تھی کیونکہ کمرے میں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی ایک جھلک روح نے دیکھی تھی باقی کا اندازہ وہ خود ہی لگا سکتی تھی۔۔

"کہیں نہیں مجھے پیاس لگی تھی تو میں اسے بلانے کے بعد پانی پینے چلی گئی" روح نے ہلکا سا مسکرا کر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔۔

"لیکن پانی تو کچن میں تھا تم تو نیچے ہی اب ارہی ہو"

نور نے بھی اسے تنگ کیا تھا جبکہ روح ان کو گھور رہی تھی۔۔

"چپ کرو تم دونوں"
روح نے اب کی بار سختی سے کہا تھا۔۔

"اور ویسے بھی بھابھی جان آپ کو اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے
کچھ دنوں بعد میں بھی پوچھوں گی پھر"

روح نے کچھ دیر نور کو گھورا اور پھر مسکرا کر بولی تو نور نے نظریں پھیر لی اس کے ایسا کرنے پر حفصہ اور نور دونوں ہی مسکرائے دھول والی لڑکیاں بھی آچکی تھی لاؤنج کو بے حد خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ چاروں طرف سبز اور سنہری رنگ کے امتزاج سے سجاوٹ کی گئی تھی۔ چھت سے ہلکی ہلکی پیلی اور سفید روشنیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں جو پورے ماحول کو نرم اور خوشگوار بنا رہی تھیں۔ دیواروں کے ساتھ تازہ پھولوں کی آرائش کی گئی تھی، گلاب کے پھولوں کی خوشبو فضا میں گھلی ہوئی تھی لاؤنج کے درمیان میں بڑا سا جھولا رکھا گیا تھا جو مکمل طور پر پھولوں سے سجا ہوا تھا جھولے کے دونوں طرف سبز پتوں کی مالائیں، پیلے پھول اور سفید موتیے کی لڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ اوپر سے شفاف نیٹ کا ہلکا سا پردہ جھولے کے گرد ڈالا گیا تھا جس کے کناروں پر سنہری جھالر جھول رہی تھی۔ جھولا دیکھنے

میں نہایت دلکش اور شاہانہ لگ رہا تھا اور نور اس پر بیٹھی ہوئی تھی سب لڑکیوں نے ہی اپنی جگہ سنبھال لی تھی اور وہ ڈھولک بجا رہی تھی جھولے پر بیٹھی نور بھی ہلکے ہاتھوں سے تالیاں بجا رہی تھی۔۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری لگ رہی ہے میری بہو کسی کی نظر نہ لگے"
عافیہ بیگم نے مسکرا کر کہا ابھی تھوڑی دیر میں کچھ رسمیں تھی جو کہ دلہن کے ساتھ ہونی تھی اس سے پہلے ماحول کو خوشگوار بنایا جا رہا تھا ڈھولک اور گانوں سے ماحول میں ہلکی آواز میں گانے بھی لکھے تھے اور ماہا ایک سائیڈ پر بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر کوئی بھی تاثرات نہیں تھے اس کا چہرہ بلکل خالی تھا روح نے جب اسے دیکھا تو اس کے پاس ائی۔۔

"آؤ"

روح نے اس کا ہاتھ تمام کر زبردستی کھڑا کیا۔

"لیکن کہاں"

ماہا نے حیرانی سے پوچھا۔۔

"میرے ساتھ بیٹھو آؤ"

روح اسے کھینچ کر لا کر کر اپنے ساتھ بیٹھا چکی تھی ماہا نے کچھ بھی نہیں کہا اور اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی اور وہ بھی ان کی جانب دیکھتے ہوئے آہستہ سے تالیاں بجا رہی تھی۔

ڈھولکی پر انہوں نے چھوٹی سی رسمیں کی تھی جیسے چلن کو نیگ دینا اسے مٹھائی کھلانا اور اس کا صدقہ اتارنا سب نے ہی مل کر یہ ساری رسمیں کی تھی ہر کسی کے چہرے پر خوشی تھی اور سب لوگ بہت انجوائے کر رہے تھے ڈھولک والی ڈھول بجا رہی تھی اور باقی سب بیٹھے تالیاں بجا رہی تھی۔۔

"چلو روح اب تم ڈھول بھی بجاؤ گی اور گانا بھی گاؤ گی"

نور نے اچانک ہی روح سے کہا تھا جس پر روح حیرانی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔

"لیکن میں کیسے"

روح نے اپنی طرف اشارہ کیا۔۔

"کیا مطلب کیسے جیسے گایا جاتا ہے ویسے گاؤ اور تم نے اپنے نکاح پر بھی تو گایا تھا تو اج کیوں نہیں جلدی کرو"

نور جو کہ جھولے پر بیٹھی ہوئی تھی اس نے روح سے کہا تھا روح نے انکار کرنا چاہا لیکن اس سے پہلے ہی کندیل ڈھول اس کے اگے کر چکی تھی اور اسے بجانے کا کہا اب تو روح مجبور ہو گئی تھی اسے دھول بجانا تو نہیں اتا تھا لیکن اس نے کوشش کی تھی اور اسکی کوشش رنگ بھی کے آئی تھی باقی سب لڑکیاں تالیاں بجا رہی تھی۔

"اچھا گانا بھی گاؤ"

نور نے ایک مرتبہ پھر سے فورس کیا جس پر روح کو گانا کی پڑا۔

ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو

میرے سنگ سنگ گاؤ گوریو

روح نے ڈھول پر ہاتھ مارتے ہوئے گانے کے سر سے ملانے کی کوشش کرتے ہوئے گانا شروع کیا تو اس کی اواز سے فضا میں ایک رونق چھا گئی۔۔

شرماؤنہ لگا کے مہندی

ذرا تالیاں بجاؤ گوریو

روح نے ماہا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو کہ خاموش تھی اس کے دیکھنے پر ماہا نے مسکرایا خواتین لڑکیاں سب ہی اس کے گانے سے لطف اندوز ہو رہی تھی اور جھولے پر بیٹھی نور بھی مسکراتے ہوئے تالیاں بجا رہی تھی۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی

اک سجن سے سجن کی

ایک بار روح نے اکیلے پڑھا اور آخری لائن پر نور شرما گئی تھی۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی

اک سجن سے سجن کی

اب کی بار سب نے اس کے ساتھ پڑھا تھا جبکہ نور کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا سب لوگ ہی اس کی جانب دیکھتے ہوئے ہوٹنگ کے رہے تھے جبکہ گلناز غصے سے روح کو دیکھ رہی تھی۔۔

گیت ایسا کوئی گاؤ گوریو

ایسی ڈھولکی بجاؤ گوریو

روح نے ایک بار ہی بہت ہاتھ ڈھول پر مارتے ہوئے گانے کے بول ایک بات پھر سے بولے پیچھے لائیٹ میوزک بھی چل رہا تھا جس سے گانے کے بول فضا کو مزید خوشگوار بنا رہے تھے۔

ذرا اِن کی بھی تال دیکھ لو

آج اِن کو بھی نچاؤ گوریو

روح نے کندیل کو اشارہ کیا تھا ڈانس کے لیے جو کہ اس کے اشارے پر کھڑی ہو کر ڈانس کے ہلکے ہلکے اسٹیپ لے رہی تھی بلکل آہستہ سے۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی

اک سجن سے سجن کی

روح خاموش رہی تھی باقی سب نے زور سے گانے کے بول بولے تھے روح مسکرا کر ماہا کو دیکھ رہی تھی جو کہ اس وقت کچھ نہ کچھ اپنا دماغ اپنے خیالوں سے جھٹک چکی تھی۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی

اک سجن سے سجن کی

وہ ماہا کے بارے میں سوچ رہی تھی جب ایک بار پھر سے سب نے زور سے گانے کے بول بولے تھے روح نے مسکرا کر سب کو دیکھا تھا۔۔

ایسا ہو گا ناچ گانا

جھوم اُٹھے گا یہ زمانہ

آج تم بھی آزمانا

ہر ادائیں دل بھرانا

روح اب اٹھ کر نور کے پاس آگئی تھی اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے بولی تھی نور نے شرما کر نظریں جھکالی تھی۔۔

ایسا ہو گا ناچ گانا

جھوم اُٹھے گا یہ زمانہ

آج تم بھی آزمانا

ہر ادائیں دل بھرانا

ایک بار پھر خوبصورتی سے روح کے منہ سے گانے کے بول نکلے ڈھولک اب حفصہ کے پاس تھا اور سب لوگ ایک ہی متن میں تالیاں بجا رہے تھے۔۔

ذرا جلدی سے جاؤ گوریو

کوئی آئینہ تو لاؤ گوریو

روح نے نور کے دونوں ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا تھا اور نور حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

انہیں ناز ہے بہت خود پر

انہیں آئینہ دکھاؤ گوریو

روح اسے درمیان میں لے آئی باقی ساری لڑکیاں اور خواتین بھی اب کھڑی ہو گئی تھی اور اس کے گرد گہری بنالیا تھا۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی
اک سجن سے سجن کی

سب نے ایک ساتھ بولا تھا اور اس کے گرد گھوم رہے تھے نور سب کو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔

یہ گھڑی ہے ملن کی
اک سجن سے سجن کی

ایک بار پھر سب نے کہا تو نور نے دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا اس کے ایسا کرنے پر سب لوگ مسکرائے تھے اور اس کے گرد تالیاں اور چٹکیاں بجاتے ہوئے ایک طرح سے بھنگرہ ڈالے ہوئے تھے سب نور کے گرد گھوم رہے تھے وہ بھی شرماتے ہوئے انھیں دیکھ ہی تھی روح نے آکر اسے گلے سے لگا لیا تھا۔۔

آفیشلی میری بھابھی بننے جا رہی ہیں"

روح نے مسکرا کر کہا اس کی بات پر وہ شرما گئی باقی سب ان کے گھر گھیرہ بنائے ناچ رہے تھے۔۔

💗💗

نور ائینے کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی جب فنکشن چل رہا تھا تو اس کے موبائل پر کچھ نوٹیفکیشنز ائے تھے میسج کرنے والا ہاشم تھا جو کہ اس سے اج کے دن کی تصاویر مانگ رہا تھا لیکن نور نے بھی دیکھ کر فل اگنور کیا تھا کیونکہ وہ اتنی جلدی اپنا خوبصورت روپ اسے نہیں دکھانے والی تھی اس وقت اس نے جیولری اتار لی تھی وہ ہلکے سے میک اپ اور اس ڈریس میں کھلے بالوں کے ساتھ اب بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس کا نائٹ ڈریس بیڈ پر پڑا ہوا تھا جو کہ اس نے چینج کرنا تھا لیکن جب وہ ائینے کے سامنے ائی اس نے اپنا سراپا دیکھا تو وہ خود کو خود دیکھتی رہ گئی اس لیے کچھ دیر کے لیے وہ رک گئی وہ بیڈ کے پاس ائے اور اس نے اپنا نائٹ ڈریس اٹھایا تھا اس کا رخ واش روم کی جانب تھا کیونکہ اسے چینج کرنا تھا لیکن اس سے پہلے ہی بالکنی پر دستخط ہوئی تھی بالکنی کی ونڈو بجتے دیکھ کر وہ ڈر گئی تھی کیونکہ اسے سمجھ نہیں آیا تھا وہاں کون ہو سکتا ہے۔۔

"نور ونڈو کھولو میں ہوں"

گلاس کی ونڈو پر ہاشم ہاتھ مارتے ہوئے بول رہا تھا باہر بہت زیادہ سردی تھی اور تقریبا اس کا وجود اکڑنے کو تھا لیکن اس کی ہونے والی بیوی جو کہ اندر موجود تھی وہ تو خود ہی ڈر رہی تھی ہاشم کی اواز باہر سے اندر نہیں اپا رہی تھی اور گلاس ونڈو کے اگے پردے ڈلے ہوئے تھے ٹھنڈ کی وجہ سے انہیں بند کیا گیا تھا اس نے ایک بار پھر سے شعر سے ونڈو بجائی نور ایک بار پھر سے ڈر گئی وہ چھوٹے چھوٹے قدم لے کر ونڈو کی طرف ا رہی تھی اسے ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن یہ دیکھنا بھی ضروری تھا وہاں کون ہے اس نے اہستہ سے پردہ ہٹایا تو سامنے ہاشم کھڑا تھا ہاشم کو دیکھ کر وہ حیران ہو گئی تھی اس کی حالت دیکھ کر وہ اچھے سے اندازہ لگا پا رہی تھی اسے کتنی زیادہ ٹھنڈ لگ رہی ہے اس نے فورا سے اگے بڑھ کر گلاس کی ونڈو کھولی تھی اس کی ونڈو کھولتے ہیں یہ ہاشم فوراً سے اندر ایا تھا۔

"اپ پاگل ہیں ہاشم کیسی حرکتیں کرتے ہیں"

اسے یوں اپنے کمرے میں آتا دیکھ کر نور اس پر غصہ ہوئی تھی فل حال ہاشم کچھ بھی نہیں سن رہا تھا کیونکہ اسے بہت زیادہ سردی لگ رہی تھی اس نے فورا اسے دوبارہ سے گلاس کی ونڈو بند کی باہر کے مقابلے سے اندر کا ٹمپریچر بہت زیادہ گرم تھا کیونکہ اندر ہیٹر جل رہا تھا وہ بس دعا کر رہا تھا کسی طرح سے اس کے وجود کا ٹمپریچر بھی نارمل ہو جائے کیونکہ اسے بہت زیادہ ٹھنڈ لگ رہی تھی اور نور کھڑی بس اس کی حالت کو دیکھ رہی تھی نور نے الماری سے اپنی شال نکال کر لا کر اس کے اگے کی۔۔

"اتنی ہمدردی جتانے کی ضرورت نہیں ہے اگر اتنا ہی خیال ہوتا نا تو میری بات مان لیتی مجھے ریپلائی کر دیتی"

ہاشم کو اس پر بھی غصہ ارہا تھا کیسے اس نے اس کی بات نہ مانی پہلے تو وہ اپنے ٹھنڈ کی وجہ سے خود میں ہی الجھا ہوا تھا لیکن پھر جب نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو حیران رہ گیا تھا وہ حسین سے بھی حسین ترین لگ رہی تھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی ہاشم اب اپنی سردی بھول گیا تھا اور اس کی جانب دیکھ رہا تھا اس کے اچانک اسٹل ہو جانے پر نور نے اسے دیکھا جو کہ اب کچھ نہ تو کہہ رہا تھا اور نہ ہی اسے کسی قسم کی ٹھنڈ لگ رہی تھی۔۔۔

"کیا ہوا ہے ہاشم"

اسے مکمل طور پر خاموش دیکھ کر نور نے اس کے اگے ہاتھ ہلایا تھا ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور اسے پکڑ کر اس کی پشت اپنی جانب کر کے اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگا لیا۔۔

"اتنا خوبصورت سراپہ جس کا ہے اسی سے چھپا رہی ہو"

ہاشم نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی جبکہ اپنے جان پر اس کے دانتوں کو مس ہوتا پا کر نور کی جان نکل رہی تھی اس کی سانسیں جو کہ نور کی گردن پر پڑ رہی تھی وہ اسے کانپنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"کیا کر رہے ہیں ہاشم ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی"
نور نے تڑپتے ہوئے کہا کیوں کہ اس کی قربت اسے تڑپا ہی تو رہی تھی ہاشم نے گردن سے اس کے بال ہٹائے اور اسے کے کر آئینے کے سامنے آ گیا۔۔

"دیکھو کتنی خوبصورت لگ رہی ہو بتاؤ نہ یہ خوبصورت سراپہ کس کے لیے ہے"

ہاشم نے اس کا عکس جو کہ آئینے میں نظر آرہا تھا اسے دیکھ کر اس کے کان کے پاس سرگوشی کی تھی نور کی تو جان نکل رہی تھی اس لیے کمرے میں صرف ان کی سانسوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں تھی نور نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔

"کچھ پوچھا ہے میں نے نور"
اپنے ہونٹوں کو بہت آہستہ سے اس کی گردن پر رکھا تو نور تڑپ گئی اس نے زور سے انکھیں بند کر لی۔۔

"ہاشم ابھی رخصتی نہیں ہوئی آپ حد پار نہیں کر سکتے"
نور نے کچھ دیر کی خاموشی جو ان کے درمیان رہی اور خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔۔

"میں کچھ بھی نہیں کر رہا نور جو بھی مجھ سے کروا رہا ہے تمھارا یہ سراپا کروا رہا ہے ایک تو تم مجھے جواب بھی نہیں دے رہی"

ہاشم نے سارا کا سارا الزام اس کے حسین وجود پر ڈال دیا تھا جس پر نور شرما گئی تھی۔

"بتاؤ نہ کچھ پوچھا ہے میں نے یہ خوبصورت سراپہ کس کے لیے ہے"

ہاشم نے ایک بار پھر اس سے سوال کیا تھا۔

"آپ کا"

اس نے بہت آہستہ سے نظریں جھکا کر جواب دیا تھا۔

"تم آج تیار کس کے لیے ہوئی"

ہاشم نے ایک اور سوال کیا کہا نور نے ائینے سے اس کی جانب دیکھا۔

"جواب دو"

ہاشم بہت اہستہ سے بولا۔۔

"آپ کے لیے"

اب کی بار بھی اس کے ہونٹوں سے آہستہ سے الفاظ نکلے۔۔

"تم دلہن کس کی ہو"

ہاشم نے اس کے جواب کے بعد ایک اور سوال کیا تھا۔

"آپ کی"

نور نے جب یہ جواب دیا تو ہاشم نے اس کا رخ اپنی جانب کر لیا اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا۔۔

"تو اسے مجھ سے ہی کیسے تم چھپا سکتی ہو"
ہاشم نے اس کے جھکے چہرے کو اوپر کرتے ہوئے کہا۔۔

"میں نے کب چھپایا"
وہ منمنائی۔

"میں نے تم سے پکچر زمانگی تھی میسج کیا تم نے سین کر کے چھوڑ دیا اور اب تم چینج کرنے جا رہی تھی مطلب مجھے دکھائیں بغیر اس کا مطلب تو یہی ہوا نا کہ تم اپنا یہ سراپہ مجھ سے چھپانا چاہتی ہو"
ہاشم نے خود سے ہی اندازہ لگا کر کہا تھا۔۔

"ایسا نہیں ہے"

نور نے آہستہ سے جواب دیا۔

"تو پھر کیسا ہے تم خود ہی بتا دو"

ہاشم نے اس کی کمر پر گرفت سخت کی نور کا دل زور سے دھڑک رہا تھا اور وہ ہاشم کو دیکھ رہی تھی اسکے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔۔

"چاند کی چاندنی بھی آج مدھم سی لگی"

"جب اس حسین سراپے کی ایک جھلک آنکھوں میں اتری"

اس نے اس کے کان کے قریب جھکتے ہوئے کہا وہ نور شرما گئی تھی اس کے شرمانے پر ہاشم مسکرایا۔

"اگر اتنا شرماؤ گی تو شادی کی پہلی رات مشکل ہو جائے گا"

ہاشم نے بغیر لحاظ کیے یہ بات کی تو نور اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو ہونے والی بیوی ہو تم میری تم سے ایسی باتیں نہیں کروں گا تو اب"

اس کے اگے کہنے سے پہلے ہی نور نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔۔

"خبر دار"

نور نے غصے سے کہا جہاں ابھی کچھ دیر پہلے اس کے چہرے پر شرم کے اثار تھے اب وہیں غصے کے اثار اگئے تھے۔۔

"ہائے اللہ اتنا غصہ"

ہاشم مسکرا کر بولا اس نے نور کا ہاتھ ہٹا کر کہا۔

"اس سے بھی زیادہ ہو گا اگر آپ کسی دوسری لڑکی کا نام لیں گیں"
نور نے غصے سے کہا اور اسے دیکھ رہی تھی۔

"سوری میری جان"
ہاشم اس کی پوزیسونس دیکھ کر بولا اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔

"اچھا اب جائیں بہت ٹائم ہو گیا ہے میں تھک بھی گئی ہوں"
نور نے معصومیت سے کہا کیوں کہ سچ میں وہ تھک گئی تھی 3 سے 4 گھنٹے تو ان لوگوں نے مستیاں کی تھی تقریباً وہ 11 بجے بس ہوئے اور 12 تک وہ کمرے میں ائی اور اب 1 بج رہے تھے صبح نکاح تھا تو اس کی تیاریاں بھی کرنی تھی۔۔

"میرا دل بلکل بھی نہیں کر رہا"

ہاشم نے منہ بنا کر کہا تو نور اسے گھور رہی تھی۔

"کیوں نہیں کر رہا جائیں یہاں سے"

وہ غصے سے بولی تھی لیکن ہاشم تھا کہ اس کا حسین سراپہ دیکھ کر پاگل ہو گیا تھا اس کا جانے کا دل ہی نہیں کر رہا تھا اور وہ اس رنگ میں لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی ابھی وہ مزید کچھ کہتا کہ دروازہ بجا جس پر نور گھبرا گئی تھی۔

"اس وقت کون ہو گا"

ہاشم نے برا سا منہ بنا کر کہا کیوں کہ جو بھی تھا اس کا آنا ہاشم کو بلکل بھی اچھا نہیں لگا تھا۔۔

"کیا کر رہے ہیں جائیں"

نور نے اس کو دیکھ کر کہا وہ گھبرائی ہوئی بھی لگ رہی تھی مجبوراً ہاشم کو پیچھے ہونا پڑا۔

"پوچھو کون ہے"

ہاشم آہستہ سے بولا تو نور گھبرائی ہوئی تھی۔۔

"ریلیکس اور پوچھو"

نور کو گھبراہٹ کا شکار دیکھ کر ہاشم نے آہستہ سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"جی کون"

نور نے آہستہ سے پوچھا۔۔

"گڑیا میں ہون دروازہ کھولیں"

سردار موسیٰ کی آواز باہر سے آئی تھی جب کہ سردار موسیٰ کی آواز سن کر ہاشم کا منہ بن گیا۔

"پتہ نہیں اس میرے سالے کو سکون کیوں نہیں ہے یا پھر اسے کیسے پتہ چل جاتا ہے میں تمہارے پاس ہوں فوراً ٹپک پڑتا ہے"

ہاشم کا منہ بن گیا تھا جبکہ نور گھبرا رہی تھی یہ سوچ کر کہ سردار موسی باہر ہے اسے گھبراہٹ کا شکار دیکھ کر ہاشم نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔۔

"کچھ بھی نہیں ہو گا ریلیکس میں جا رہا ہوں دروازہ کھولو"

ہاشم اسے ڈرتا دیکھ کر بولا تو نور نے ہاں میں سر ہلایا ہاشم جہاں سے آیا تھا وہی سے چلا گیا باہر ٹھنڈ تو بہت تھی پر جانا تو تھا وہ یہی ارادہ لے کر ایا تھا وہ ایا یہاں سے ہے لیکن جائے گا دروازے سے لیکن اس کے اکلوتے سالے نے ایسا ہونے نہیں دیا خیر وہ کا چکا تھا نور نے جا کر دروازہ کھولا اس نے سر پر وہ شال لی تھی جو کہ ہاشم بیڈ پر پھینک کر گیا تھا۔

"گڑیا اتنا ٹائم لگتا ہے دروازہ کھولنے میں"

سردار موسیٰ اندر اتے ہوئے بولا تھا جبکہ سردار موسیٰ کی بات پر بس وہ ہلکا سا مسکرا پائی تھی۔

"کیا ہوا میری بچی ٹھیک ہے"

سردار موسیٰ اسے گھبرایا ہوا دیکھ کر بول رہا تھا جبکہ اب نور کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا بولے۔

"کچھ نہیں بھائی بس ویسے ہی"

نور نے آہستہ سے جواب دیا۔

"پکی بات ہے"

سردار موسیٰ نے اس کی گھبراہٹ محسوس کرلی تھی اس لیے اس نے ایک بار پھر سے پوچھا۔

"جی جی بھائی پکی بات ہے اپ بتائیں کوئی کام۔ تھا"

نور نے آہستہ سے پوچھا تو سردار موسیٰ مسکرادیے تھے۔

"ضروری نہیں میں اپنی گڑیا کے پاس تب ہی آؤں جب مجھے کام ہو"

سردار موسیٰ اندر آچکا تھا اور اس نے نور کو دیکھا جو کہ اب تک اسی ڈریس میں تھی اس کی بہن بہت خوبصورت تھی اللہ نے اسے قدرتی حسین بنایا تھا اور اب تو وہ اور زیادہ پیاری لگ رہی تھی۔

"نہیں بھائی میں نے ایسا نہیں کہا"
وہ اپنی بات پر خود ہی شرمندہ ہو گئی تھی۔

"اچھا کوئی بات نہیں یہاں آؤ"
سردار موسیٰ نے اسے اپنے پاس بلایا تو نور آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے پاس ائی سردار موسیٰ نے اسے اپنے ساتھ بیڈ پر بٹھایا۔

"جی بھائی"

اس نے سردار موسی کی جانب دیکھ کر آہستہ سے کہاوہ تھوڑی گھبرا بھی رہی تھی شاید سردار موسی کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہاشم کمرے میں تھا۔

"میں نے سوچا کیوں نہ تھوڑا سا ٹائم اپنی ننھی سی گڑیا کے ساتھ گزارا جائے کیونکہ کل تو میری چھوٹی سی گڑیا کا نکاح ہو جانا ہے نا اور پورے دن ٹائم ہی نہیں ملا"

سردار موسیٰ نے کہا تو نور کی آنکھیں نم ہو گئی تھی سردار موسیٰ کی بات پر۔۔

"ایسی بھی بات نہیں بھائی میں ہمیشہ آپ کے پاس ہوں"

وہ آہستہ سے بولی۔۔

"جانتا ہوں میری گڑیا جیسے ان بابا سائیں کا اور میرا حق ہے اپ پر لیکن نکاح ہو جانے کے بعد سب سے پہلا حق اور سچ سے زیادہ شوہر کا ہو جاتا ہے اور اس بد تمیز کو اچھے سب جانتا ہوں میں اس نے دو منٹ تمھیں میرے ساتھ گزارنے نہیں دینے"

سردار موسیٰ اسے سمجھاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"نور ہاشم بہت اچھا لڑکا ہے میری جان مجھے اس پر پورا یقین ہے وہ تمھیں بہت خوش رکھے گا اگر پھر بھی کوئی شکایت ہو اس سے تو مجھے آکر ضرور بتانا میں سیدھا کر دوں گا"

سردار موسیٰ نے بہت عقیدت سے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے اور اسے کچھ بتائیں سمجھانے لگا۔۔

"میں جانتا ہوں میری گڑیا بہت سمجھدار ہے لیکن شادی کے بعد وہی کرنا جو ہاشم کو صحیح لگے میری گڑیا کیوں کہ وہ تمہارا شوہر ہے اور میں اس بات سے شور ہوں وہ تمھارے حقوق ہر حال میں پورا کرے گا کسی اور کے باتوں کو سنے کی ان میں آنے کی ضرورت نہیں کبھی کبھی امن باپ بھی اپنی اولاد کا گھر خراب کر دیتے ہیں لیکن جو تمھیں صحیح لگے وہ کرنا ماں سائیں سے یہ مجھ سے کسی سے بھی اپنے پرسنل معمالات شئیر کرنے کی ضرورت نہیں ہو سکے تو دونوں مل کر سولو کرنا میں جانتا ہوں کہ باتیں مان کی سمجھانے والی ہوتی وہاں لیکن میں اپنی گڑیا کو باپ بن کر سمجھا رہا ہوں تو خیال رکھنا میری جان"

سردار موسیٰ بہت باریکی سے اسے میاں بیوی کے رشتے کی نازکی سمجھا رہا تھا جس پر وہ سمجھتے ہوئے ہاں میں بھی سر ہلا رہی تھی۔

"ٹھیک ہے میری گڑیا اب ٹائم بہت ہو گیا ہے آرام کرو اور تمھارا بھائی ہمیشہ تمھارے ساتھ ہے"

سردار موسیٰ کھڑا ہو گیا اس نے کہا نور نے ہاں میں سر ہلایا تو سردار موسیٰ ایک بار پھر عقیدت سے اس کا ماتھا چوم کر چلا گیا تھا جبکہ نور نے اپنے بھائی کو جاتا دیکھا وہ اپنے رب کا جتنا شکر ادا کرے اپنے رشتوں کے لیے وہ کم تھا اس نے آسمان کی طرف چہرے اٹھا کر اپنے رب کا ایک بار پھر شکریہ ادا کیا۔

پوری حویلی کو مکمل طور پر سجایا گیا تھا کیوں کہ آج ہاشم اور نور کا نکاح تھا اور نکاح کا انتظام حویلی میں ہی کیا گیا تھا نکاح رات میں تھا تو سب لاگ آرام سے صبح اٹھے تھے سردار موسیٰ نے تقریباً سارے انتظامات دیکھ لیے تھے اور سب کام مکمل ہو گئے تھے بس آج کچھ چھوٹی موٹی تیاریاں تھی جو کہ مکمل ہونی تھی رات لیٹ سونے کی وجہ سے صبح سب ہی لوگ دیر سے اٹھے تھے اور ہمارے پیارے سے کپل حفصہ اور عدنان کو تو اس بات کی بھی خبر نہیں تھی کہ اٹھنا ہے صبح کے 11 بج رہے تھے عدنان نے حفصہ کو اپنے باہوں میں بھرا ہوا تھا اور زور سے اپنے ساتھ لگا کر ہگ کیا ہوا تھا اور وہ اس کے سینے سے لگی ہوئی تھی موبائل کی رنگ ٹون بجنے پر عدنان کی آنکھ کھلی تھی اور اس نے موبائل اٹھا کر کال پک کی۔۔

"ہم"

وہ نیند میں بول رہا تھا۔۔

"اٹھ جا بے غیرت انسان اب ہاشم کو تو کہہ نہیں سکتا کہ تو اٹھے اور آ کر میرے ساتھ کام کرے"

سردار موسیٰ کی آواز دوسری طرف سے آئی تھی سردار موسیٰ کی آواز پر اس نے آنکھیں مکمل طور پر کھولی تھی۔

"یہ بات ارام سے بھی تو ہو سکتی ہے نہ"

اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے کہا۔۔

"جلدی سے اٹھ اور نیچے آ"

سردار موسیٰ نے یہ بات کہی اور کال رکھ دی تھی اس کے بعد عدنان نے مکمل طور پر آنکھیں کھولی اپنے ساتھ لیٹے وجود کو دیکھا جو کہ مکمل طور پر پر سکون انداز میں سو رہی تھی جیسے کسی اور بھی چیز کا علم نہیں تھی اور وہ صرف سکون میں ہو عدنان نے اس کی طرف دیکھا وہ بہت زیادہ پیاری لگ رہی تھی عدنان کی نظر اس کی گردن پر پڑی جہاں اس کی محبت کے نشان تھے عدنان کی نظر اس کے ہونٹوں پر پڑی تو اس کا دل ایک بار پھر سے زور سے دھڑکا تھا عدنان کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اس نے اپنے دل میں ائی ہوئی بات پر لبیک کہا اور ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے تھے اس کی سانسوں کو اپنی سانسوں میں لیے عدنان اس کی سانسیں پی رہا تھا اس کے ہونٹوں کی نمی کو اپنے اندر اتار رہا تھا اتنے میں حفصہ کی بھی انکھ کھل گئی تھی لیکن وہ کچھ کر نہیں سکی تھی کیوں کہ عدنان مکمل طور کر اسے اپنے شکنجے

میں لیے ہوئے تھا عدنان نے اس کی سانسیں روکتا دیکھ کر اپنے ہونٹ ہٹائے تھے اور اپنے وزن اس کے سینے پر رکھ دیا حفصہ لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔۔

"کیا کر رہے ہیں عدنان"

اس نے اپنی سانسیں ترتیب پر پا کر کہا عدنان مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"پیار"

عدنان نے اس کے شرماہٹ پر مسکرا کر کہا تھا۔۔

"اور رات کیا تھا"

وہ اس کی انکھوں میں دیکھ کر بولی لیکن اپنی بات کا احساس ہونے پر اس نے نظریں چرا لی۔۔

"رات بھی پیار ہی کیا تھا اب تھوڑی نہ میرا دل رات کے پیار سے بہل جائے گا اور رات بھی تو محترم کو اتنی زیادہ نیند آ رہی تھی"

عدنان نے اپنے ہونٹ اس کے گال پر رکھے تھے۔۔

"عدنان"

وہ منہ بنا کر بولی تھی۔۔

"جی جانِ عدنان"

عدنان نے ایک بار پھر اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔۔

"پلیز بس کریں اور اگر آپ کو نہیں سونا تو پیچھے ہوں مجھے سونا ہے"

حفصہ نے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر عدنان نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے تھے۔

"بلکل بھی نہیں جب میں نہیں سو سکتا تو تم بھی نہیں سو سکتی جب میرا ارادہ تمھیں پیار کرنے کا ہے تو میں پیار ہی کروں گا"
عدنان نے اس کی بات پر اسے مکمل طور پر اپنے شکنجے میں لے لیا تھا۔۔

"پلیز نہ عدنان میرے وجود میں ویسے درد"
وہ ابھی بات مکمل کرتی کہ اس سے پہلے ہی خاموش ہو گیا۔۔

"ہاں ہاں بولو میں سن رہا ہوں"
وہ مزے سے بول رہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔۔

"بولو نہ میری جان"

حفصہ کو خاموش دیکھ کر عدنان ایک بار پھر سے بولا۔۔

"پلیز پلیز جائیں مجھے سونے دیں"

حفصہ نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر عدنان نے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر چوم لیا۔۔

"اتنی معصوم مت بنا کرو میری جان"

عدنان نے اس کے ہونٹوں پر اپنی تشنگی اتارتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر سب وہ اسے منہ بنا کر دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا ہوا میری جان کو"

حفصہ کو خاموش دیکھ کر عدنان نے پوچھا۔۔

"میری جان تم سے بات کر رہا ہوں"

حفصہ کی جانب سے جواب نہ پا کر وہ ایک بار پھر سے بولا تھا لیکن اب کی بار بھی کوئی رسپانس نہیں آیا تھا وہ منہ بنا کر منہ پھیر چکی تھی۔۔۔

"جانِ من اپنی جان سے ناراض نہیں ہوتے"

عدنان نے ایک بار پھر اس کے گردن پر ہونٹ رکھتے ہوئے کہا۔۔

"خبردار عدنان پیچھے ہوں رحم کریں کچھ میرے حال پر میری جان دیکھیں اور اپنی"

وہ اب کی بار بیچارگی سے بولی تھی وہ سچ میں عدنان کی شدتوں کو نہیں برداشت کر پاتی تھی وہ 17 سال کی معصوم سی کانچ کی گڑیا تھی اور وہ 25 سال کا خوبرو مرد تھا حفصہ سے عدنان کی شدتوں کو برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا اب۔

"اسی لیے ہی تو کہتا ہوں کھایا پیا کرو"

عدنان نے ایک بار پھر سے اس کے گردن پر ہونٹ رکھ کر کہا۔

"پیچھے ہوں عدنان میں سچ میں آپ سے ناراض ہو جاؤں گی مجھے بات ہی نہیں کرنی تم سے اور اب خبردار جو آپ میرے پاس آئے"

حفصہ نے اسے وارن کیا تھا جبکہ اس کی بات پر عدنان اسے گھور رہا تھا۔

"واہ واہ کیا زمانہ ہو گیا ہے ویسے عورتیں شکوہ کرتی ہیں کہ ہمارے شوہر محبت نہیں کرتے اور اگر تمھارا شوہر تمھیں پیار کر رہا ہے تو تم منہ بنا رہی کو اور ناراض ہونے کی بات کر رہی ہو"

عدنان نے اس کی بات پر منہ بنا کر کہا تو حفصہ اسے گھور رہی تھی۔۔

"محبت بھی ایک حد میں ہوتی ہے اپ ہر وقت میری جان نکال رہے ہوتے ہیں"

حفصہ نے غصے سے کہا تھا۔۔

"محبت کی کوئی حد نہیں ہوتی"

عدنان نے اس کے ہونٹوں کو ایک بار پھر سے لب رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس کی اس حرکت پر حفصہ کا منہ بن گیا تھا۔۔

"میں آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی"

حفصہ نے معصومیت سے کہا۔۔

"کر سکتی ہو نہ میں چاہتا ہوں تم رو مینس میں میرا مقابلہ کرو"

عدنان نے آنکھ مار کر کہا تو حفصہ نے منہ بنالیا۔۔

"توبہ ہے ہٹیں یار میں مر جاؤں گی اپ کے وزن سے"

حفصہ نے بیچارگی سے کہا جبکہ عدنان نے تو اپنا وزن اس پر دیا ہی نہیں ہوا تھا وہ جانتی تھی کہ اس نے ایسے تو پیچھے ہونا نہیں تو اس نے یہ طریقہ آزمانے کی کوشش کی۔

"یہ لو ہو گیا لیکن جانے نہیں دوں گا"

عدنان نے اس پر سے وزن ہٹا لیا اور اب بھی اسے اپنے حسار میں لیا ہوا تھا۔۔

"پلیز عدنان میں تھک گئی ہوں جائیں مجھے سونے دیں"
وہ ایک بار پھر سے منہ بنا کر بولی تھی رات پوری عدنان اس کی جان عذاب کرنے کے بعد ابھی بھی وہی ادارے رکھتا تھا۔۔

"کیوں سونا ہے"
عدنان نے اس کے بال کان سے پیچھے کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کیوں کہ رات آپ نے مجھے سونے نہیں دیا"
وہ صاف الفاظوں میں بول چکی تھی جبکہ اس کی بات پر عدنان مسکرایا تھا۔۔

"تو کیا ضرورت تھی رات اتنا خوبصورت لگنے کی نہ تم اتنی خوبصورت لگتی نہ ہی میں فدا ہوتا اور نہ ہی تمھیں میری شدتیں برداشت کرنی کی ضرورت پڑتی"

عدنان نے سارا کا سارا الزام ہی اس پر لگا دیا تھا۔۔

"اچھا تو کیا اس سے پہلے کبھی چھوڑا ہے تب تو میں یوں تیار نہیں ہوتی" حفصہ نے اپنا دفاع کیا تھا جبکہ عدنان اس کی بات پر بالوں میں ہاتھ پھیر رہا تھا عدنان نے اسے کبھی احساس ہی نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کے ساتھ ماضی میں کچھ ہوا ہے اس کے وجود کو اپنی قربت سے مہکا دیا تھا۔۔

"پھر بھی سارا قصور تمھاری خوبصورتی اور تمھارے اس خوبصورت وجود کا ہے"

عدنان نے اب بھی سارا کا سارا الزام اسی پر لگا دیا تھا۔۔

"بس کریں عدنان مجھے کہیں تو منہ چھپانے لائق چھوڑیں مجھے پر رحم کریں آپ"
وہ غصے سے بولی لیکن اس سے دور نہیں ہو سکتی تھی کیوں کہ وہ اس کے حسار میں تھی ابھی عدنان مزید کچھ کہتا کہ دوبارہ سے اس کا موبائل بجا جہاں پر سردار موسیٰ کی کال آ رہی تھی۔۔

"ہاں ہاں بس آ رہا ہوں پانچ منٹ"
اس نے کال اٹھا کر کہا۔۔

"پانچ منٹ کے سکے جلدی پہنچ چھوڑ دے میری بہن کی جان"
سردار موسیٰ نے یہ بات کہی تو عدنان مسکرایا تھا۔۔

"شرم کر کھوتے"

عدنان نے بھی دوستانہ انداز میں کہا جبکہ حفصہ نے سکھ کا سانس لیا تھا

عدنان اسے سکھ کا سانس لیتا دیکھ کر اسے مزید اپنی قید میں کر گیا تھا۔۔

"جلدی نیچے آ"

سردار موسیٰ نے سختی سے کہا اس کے لہجے میں غصہ تھا۔

"آرہا ہوں"

اس نے یہ کہہ کر کال رکھ رہی تھی اور اپنی خوبصورت بیوی کی طرف

متوجہ ہوا۔۔

"دیکھو میری جان مجھے تو ہر رات آپ کو برداشت کرنا ہے تو میں پیچھے نہیں ہونے والا تمھیں ہی جان بنانی پڑے گی"

ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر اپنی گرفت جما کر اپنی پیاس کر بجھاتے ہوئے اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا جبکہ حفصہ بس شرم سے بے حال ہو رہی تھی عدنان وہاں سے واشروم جا چکا تھا جبکہ حفصہ نے سکھ کا سانس لیا تھا۔۔

"شکر ہے یار موسیٰ بھائی آپ میرے کسی کام تو آئے"

وہ مسکرا کر بولی اور خود پر کمبل لے لیا تھا دوبارہ سونے کے لئے۔۔

💓💓

شہنشاہ اپنے مخصوص کمرے میں بیٹھا تھا دیوار پر بڑی بڑی تصویریں لگی ہوئی تھی اور وہ اس لڑکی کی تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا پر طرف کمرے میں اس کی تصویریں لگی ہوئی تھیں اس نے اس لڑکی کو اپنے دل میں اب تک زندہ رکھا ہوا تھا لیکن وہ لڑکی اسے مکمل طور پر برباد کر کے چلی گئی تھی اس کا جو مقصد تھا سردار موسی کو برباد کرنے کا وہ تو فی الحال مکمل نہ ہوا تھا لیکن وہ لڑکا سردار موسی کو برباد کرنے کے چکر میں خود برباد ہو چکا تھا اور اب اس کا ارادہ سردار موسی کو برباد کرنے کا تھا یہ بات وہ اچھے سے جانتا تھا کہ سید حویلی میں شادی ہے اور وہ شادی کی رنگ میں بھنگ ڈالنے جانے والا تھا کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ شہنشاہ کون ہے بس سب نے اس کا نام سن رکھا تھا اس کے علاوہ اس کی شخصیت سے کوئی بھی معلوم نہیں تھا۔

"آرہا ہوں میں تمھیں برباد کرنے کے لیے سردار موسیٰ نقوی"

شہنشاہ نے آنکھوں میں درد لیے کہا اس نے اپنی آنکھیں زور سے کھولی تھی اور بند کی تھی۔۔

"جو کچھ تم نے کیا وہ سب تم بھگتو گے"

شہنشاہ درد بھری کیفیت سے کہہ رہا تھا وہ بھی جو ہے بالکل ٹھیک تھا لیکن حالات کچھ ایسے بنا دیے گئے تھے جن کو وہ سچ ماننے لگا تھا لیکن وہ سچ نہیں تھے لیکن اس کے لیے وہ سب سچ تھا اور اسی سچ کی بنیاد پر وہ سردار موسی خود تباہ کر کے رکھ دینا چاہتا تھا اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔

"آجاؤ"

اس کے چہرے پر سختی آگئی تھی اور وہ مڑ کر کھڑا ہو گیا دروازہ کھلا تھا اس کا ملازم آیا تھا۔۔

"سر سارا انتظام ہو گیا ہے"

اس کے ملازم نے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گیا۔

"ٹھیک ہے کچھ دیر میں ہم نے نکلنا ہے"

شہنشاہ نے یہ کہا تو اس کا آدمی وہاں سب جا چکا تھا شہنشاہ نے بھی گہری سونس لی تھی کیونکہ اب بربادی کی باری سردار موسی کی تھی۔۔

💓💓

روح نور کے کمرے میں ائی جہاں وہ شاور لے کر ابھی آئی تھی روح نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"ماشاءاللہ میری بھابھی اتنی پیاری لگ رہی ہے"

روح نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر نور مسکرائی تھی۔

"تھینک یو"

وہ سادگی میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی اس لیے اس نے مسکرا کر جواب دیا۔۔

"اچھا تم ایسا کرو کہ ناشتہ کر لو میں کندیل کے ہاتھ بھیجوا دوں گی اس کے بعد تمھاری مہندی لگنی ہے بیوٹیشن آتی ہی ہو گی اس لیے جلدی کرو"

روح نے مسکرا کر کہا اس کے ہاتھ میں اس کے نکاح کا جوڑا تھا جو کہ روح نے اس کے بیڈ پر رکھا تھا ساتھ کی۔ جیولری بھی تھی۔۔

"ٹھیک ہے"

نور نے اپنے بال ڈرائے کرنے کے لیے ڈریسنگ ٹیبل کی چیئر پیچھے کی تھی۔۔

"جلدی کرو یہ سب اس کے بعد ناشتہ کرنا ہے اور مہندی بھی لگوانی ہے پھر تیار بھی ہونا ہے"

اس وقت 2 بج رہے تھے اور 7 بجے نکاح تھا اس لیے روح جلدی جلدی کر رہی تھی۔۔

"کیا ہو گیا ہے میری چھوٹی بھابھی سب ہو جائے گا آپ ٹینشن نہ لیں" نور نے مسکراتے کر کہا اور اپنے بال ڈرائے کر رہی تھی تھے میں کندیل ناشتہ لے آئی تھی۔۔

"کیسے ہو گا پاگل لڑکی ٹائم بہت کم ہے مجھے اپنے بھائی کے پاس بھی جانا ہے"

روح نے معصومیت سے کہا تھا وہ تھی تر لڑکے والوں کی سائیڈ لیکن کام دونوں طرف کرنے پڑ رہے تھے کیوں کہ وہ سردار موسی کی بیوی بھی تھی۔۔

"تو جائیں آپ اپنے بھائی کے پاس"
ہاشم کے نام پر اس کا چہرہ لال ہوا تھا وہ اپنی شرماہٹ کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔۔

"دیکھو تو ہاشم بھائی کے نام پر کتنی سرخ ہو رہی ہے لڑکی"
کندیل نے بھی اسے تنگ کیا تھا وہ اس کا ناشتہ ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔۔

"بقواض نہیں کرو"
نور نے غصے سے اسے گھورا جاؤ اس کے بال تقریباً ڈرائے ہو چکے تھے۔۔

"میں کب کچھ کر رہی ہوں وہ تو آپ کے ساتھ ہو رہا ہے ہاشم بھائی کے نام پر"

کندیل نے ایک بار پھر سے اسے تنگ کیا تھا جس پر نور اسے گھور رہی تھی۔۔

"لڑائی مت کرو اور تم جلدی سے ناشتہ کرو اس کے بعد بھی بہت سے کام ہیں"

روح نے ان دنوں کو لڑتا پا کر کہا اور انھیں دیکھ رہی تھی۔۔

"کچھ بھی نہیں ہو رہا تم جاؤ اپنے بھائی کے پاس میں کر لوں گی ناشتہ"

نور نے کہا تو روح نے ہاں میں سر ہلایا اور وہ وہاں سے جا چکی تھی۔۔

"اور بد تمیز تم میری سائیڈ ہو یا اپنے بھائی کی"

نور نے کندیل کو گھور کر کہا تو وہ مسکرا رہی تھی جبکہ نور اس کی مسکراہٹ پر اسے اگنور کر کے ناشتہ کرنے لگی تھی۔۔

💓💓

ہاشم جو کہ اپنے موبائل میں مصروف تھا اس نے نور کے لیے ایک خوبصورت گفٹ بنوایا تھا اور وہ ابھی تک نہیں ایا تھا اور وہ گفٹ اسے آج ہی دینا تھا اس لیے وہ تھوڑا پریشان بھی تھا کیوں کہ کچھ بھی ہو جائے اسے وہ گفٹ دینا تو آج ہی تھا۔۔

"ہاں ہیلو"

دوسری طرف سے کال پک کوئی تو ہاشم نے کہا۔۔

"جی میں نے آرڈر دیا تھا ڈائمنڈ ٹو پس کا ود ہارٹ اسٹون وہ مجھے اب تک رسیو نہیں ہوا"

ہاشم نے کہا تو سامنے سے کچھ کہا گیا تھا۔۔

"دو دن نہیں مجھے وہ آج ہی چاہیے اگر اج نہیں ہو گا تو مجھے پھر نہیں چاہیے"

ہاشم غصے سے بولا تھا جبکہ اس کی بات پر سیلر پریشان ہوا۔۔

"مجھے وہ آج ہی چاہیے شام تک"

ہاشم نے سختی سے کہا تو پھر سے سامنے سے کچھ کہا گیا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تھینک یو"

ہاشم نے کال رکھ دی اور پیچھے مڑ کر دیکھا تو روح دروازے پر کھڑی تھی۔۔

"ارے میری گڑیا"

ہاشم مسکرا کر بولا تھا جبکہ روح اندر آئی تھی۔

"ماشاءاللہ کسی کی نظر نہ لگے آپ دونوں کو"

روح مسکرا کر بولی ہاشم نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔۔

"بھائی"

روح جب ہاشم سے الگ ہوئی تو اس نے ہاشم کو دیکھ کر کہا ابھی وہ بات کر رہے تھے جب کمرے میں عافیہ بیگم احمد نقوی اور حنان آئے تھے ان سب کو دیکھ کر روح نے ہاشم کی جانب دیکھا روح اپنے ماں سائیں اور بابا سائیں کو معاف کر چکی تھی لیکن اب تک صحیح سے بات نہیں کرتی تھی جبکہ حنان سے تو وہ بات ہی نہیں کرتی تھی جہاں وہ ہوتا وہ کوشش کرتی تھی کہ روح وہاں جائے ہی نہ۔۔

"ہمیں معلوم تھا تم دونوں ساتھ میں ہی ہوں گیں"
احمد نقوی مسکرا کر بولے اور انھوں نے اپنے بیٹے اور بیٹی کو دیکھا۔۔

"آئیں آپ لوگ"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تو سب لوگ ان کے پاس آئے۔۔

"ہم جانتے ہیں روح تم نے ہمیں معاف کر دیا ہے لیکن پھر بھی تم دل سے یہ بات نہیں مان پا رہی سب جیسا پہلے تھا ویسے اب نہیں ہو سکتا لیکن ہم تمہارا انتظار کریں گیں"

احمد نقوی نے اپنی بیٹی کو اپنے ساتھ لگایا تو روح خاموش رہی اس نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔۔

"تم ہماری بیٹی ہو بس ہماری"

عافیہ بیگم نے اس کے ماتھے پر سر رکھا تو وہ ہلکا سا مسکرائی۔۔

"میں آج بھی معافی"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ روح ہاشم کے ساتھ لگ گئی۔۔

"بھائی آپ کا ڈریس کہاں ہے نکاح کا"

روح نے حنان کی بات کو اگنور کر کے ہاشم کے پاس آ کر کہا۔۔

"روح"

احمد نقوی نے روح کو بلایا۔

"بچے سب پہلے جیسا کرنے کی کوشش تو کرو"

احمد نقوی کے لہجے میں ریکوئسٹ تھی تو اس نے بس ہاں میں سر ہلایا۔۔

"آج میرے بیٹے کی زندگی بدلنے والی ہے تو اپنے زنگی میں شامل ہونے والی لڑکی کا خیال احترام ویسے ہی کرنا ہے جیسے تم اپنی بہن کی کرتے ہو اور اپنی ماں سائیں کی"

عافیہ بیگم نے مسکرا کر اپنے بیٹے سے کہا تھا۔۔

"میں جانتا ہوں ماں سائیں"

ہاشم نے عافیہ بیگم کو اپنے ساتھ لگایا تھا اس کے ایک طرف روح تھی روح کی جانب احمد نقوی آئے تھے اور انھوں نے روح کو سائیڈ ہگ کر لیا اور حنان نے آکر اپنی ماں سائیں کو وہ ایک مکمل فیملی لگ رہی تھی لیکن گھر تو سب کے ہونے سے ہوتا ہے ان کے دِلوں میں نفرت نہیں تھی جس وجہ سے سب لوگ اج بھی ایک ساتھ تھے۔۔

"اور میں بتا رہی ہوں بھائی آپ کو سہرہ میں باندھوں گی یاد رکھنا"

روح نے فوراً سے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"ہاں لیکن بارات والے دن ہوتا ہے یہ آج نہیں"

ہاشم نے مسکرا کر کہا جبکہ روح تو آج بھی ارادہ رکھتی تھی کیونکہ اسے پیسے چاہیے تھے۔۔

"بھائی یہ کیا بات ہوئی اب میں پیسے کیسے لوں گی"
روح نے منہ بنا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر سب لوگ مسکرائے۔۔

"تم ایسے ہی لے لینا پیسے"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تو روح نے فوراً سے ہاشم کو دیکھا۔۔

"نہیں ایسے مزہ نہیں آئے گا آپ کو سہرہ لگانا ہے"
روح نے معصومیت سے کہا۔۔

"لیکن آج کے دن نہیں ہوتا کہ لیکن ہاں میں سہرہ نہ صحیح تو اوپر جو میں اجرک لوں گا اس کی رسم تم کر دینا"

ہاشم مسکرا کر بولا تو وہ مسکرائی تھی اس کا بھائی اس کی ہر خواہش کا خیال رکھتا تھا۔۔

"تھینک یو بھائی"
روح خوش تھی اور اپنی بہن کو خوش دیکھ کر ہاشم خوش تھا۔

وہ بیٹھی اپنے ہاتھوں میں مہندی لگوا رہی تھی پوری حویلی کی طرح اس کے کمرے کو بھی بہت اچھے سے سجایا گیا تھا کمرے میں گلاب کے پھولوں کی خوشبو تھی اور مہندی آرٹسٹ بری مہارت سے اس کے ہاتھوں پر مہندی لگا رہی تھی نور تو نا جانے کب سے یوں بیٹھ بیٹھ کر اکڑ گئی تھی اس کا دل کر رہا تھا بس جلدی سے یہ مہندی ختم ہو اور اس کی جان تو چھوٹے ایک تو وہ جب بھی کوشش کرتی ادھر اُدھر ہونے کی مہندی آرٹسٹ فوراً سے اسے کہہ دیتی ہلیں نہ میم مہندی خراب ہو جائے گی۔۔

"کیا کر رہی ہیں میم ہلیں نہیں ابھی کہا ہے اپ سے اپ کی مہندی خراب ہو جائے گی"

نور نے ایک بار پھر کوشش کی تھی خود کو کمفرٹیبل زون میں لانے کے لیے لیکن اس لڑکی کی بات سن کر اسے غصہ ایا تھا۔۔

"مجھے ذرا آپ یہ بتائیں اگر اپ دو گھنٹے سے اسی پوزیشن میں بیٹھی رہیں بغیر ہلے کیسا ہو سکتا ہے تو چپ کر کے مہندی لگاؤ جب مجھے ہلنا ہو گا میں ہل لوں گی تو وہ اپنا ہاتھ روک لینا"

نور نے اب کی بار غصے سے کہا تو اس کی بات پر مہندی آرٹسٹ خاموش ہو گئی تھی اس کے ایک ہاتھ پر مہندی مکمل ہو چکی تھی اب دوسرے ہاتھ پر لگ رہی تھی اس وقت ٹائم 4 بج رہے تھے دو گھنٹے میں تو نکاح کا فنکشن تھا اور اب تک تو اس کی مہندی کی مکمل نہیں ہوئی تھی آج پکا اس کی وجہ سے ان دونوں کا نکاح لیٹ ہو جانا تھا ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی جب کمرے میں حفصہ آئی تھی حفصہ کے ہاتھوں میں بھی مہندی لگی ہوئی تھی شاید وہ نیچے سے لگوا کر آئی تھی اس نے بہت ہی سمپل مہندی دونوں ہاتھوں پہ لگوائی تھی۔۔

"واہ ماشاءاللہ اپ کی مہندی تو بہت اچھی لگی ہے"

حفصہ نور کے پاس آکر بولی اس کے بولنے پر نور نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"مہندی تو اچھی ہے لیکن میری کمر اکڑ گئی ہے"
نور نے معصومیت سے کہا تھا اس کی بات پر حفصہ بھی مسکرائی تھی۔۔

"مجھے لگتا ہے جو ایونٹ اج سات بجے ہونا ہے وہ تقریبا 10 بجے تک ہو گا کیونکہ ابھی تک تو اپ کی مہندی ہی مکمل نہیں ہوئی کب یہ خشک ہو گی اور اس کے بعد آپ تیار ہوں گی"
حفصہ نے مسکرا کر کہا اور اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی اس کی بات پر نور مسکرائی ابھی وہ کچھ کہتی کہ اس سے پہلے ہی اس کا موبائل بجا تھا اس کے موبائل پر ہاشم کی کال ارہی تھی ہاشم کی کال دیکھ کر حفصہ نے مسکرا کر نور کی جانب دیکھا جبکہ نور شرمندہ ہو گئی تھی اس نے کہا اگنور کی اس نے کال پک نہیں کی۔۔

"کیا ہو گیا ہے بھابھی اٹھا لیں کوئی ضروری کام ہو گا بھائی کو"

حفصہ نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا جب کہ اس کی بات پر نور نے گھور کر اسے دیکھا۔۔

"تم چپ رہو اپنے بھائی کی لگتی"
نور نے سختی سے کہا جس پر حفصہ دانت نکال کر اسے دیکھ رہی تھی ابھی حفصہ اسے مزید کچھ کہتے ہیں کہ دوبارہ سے ہاشم کی کال ائی تھی ہاشم کی کال دیکھ کر اس نے حفصہ کی جانب دیکھا اور اس کے بعد پھر سے موبائل کو نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے حفصہ کو اشارہ کیا تھا کال پک کرنے کے لیے حفصہ کی مہندی سوکھ چکی تھی اس لیے اس نے کال اٹھا کر موبائل اس کے کان کے ساتھ لگا دیا۔

"تم کال کیوں نہیں اٹھا رہی تھی میری"

ہاشم نے کال پک ہوتے ساتھ ہی کہا تھا جبکہ اس کی بات نور نے برا سا منہ بنایا۔۔

"کیوں کہ میں مصروف تھی"

نور نے برا سا منہ بنا کر کہا ویسے ہی اس کا منہ بنا ہوا تھا کیوں کہ مہندی لگوانے کی وجہ سے اس کی کمر اکڑ گئی تھی۔۔

"مجھ سے زیادہ تمہارے لیے کوئی چیز ضروری ہو سکتی ہے"

ہاشم نے اس سے سوال کیا تھا جبکہ اس کی بات پر نا چاہتے ہوئے بھی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔۔

"مسکرایا جا رہا ہے"

اسے کے مسکرانے پر ہاشم نے کہا۔۔

"آپ کو کیسے پتہ"
وہ فوراً سے بولی تھی۔۔

"تمہیں بہت اچھے سے جانتا ہوں تمہارے بارے میں پتہ نہیں ہو گا تو کس کے بارے میں ہو گا"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تو اس کی بات پر نور کے چہرے پر بھی پیاری سی سمائل آ گئی جبکہ حفصہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا کیوں کال کی تھی"
اچانک ہی نور نیم اپنی مسکراہٹ چھپا کر سیریس ہوتے ہوئے کہا۔۔

"کیونکہ میں چاہتا ہوں تم اپنے ہاتھ میں وہ نام لکھواؤ جو میں چاہتا ہوں"

ہاشم نے اپنے کال کرنے کی وجہ بتائی تھی اس نے خاص نور کو اس لیے کال کی تھی تاکہ وہ اپنی مرضی سے اس کے ہاتھوں پر نام لکھوا سکے۔۔

"کیا مطلب؟"

نور نے چونک کر پوچھا تھا، اس کی نظریں بے اختیار اپنے ہاتھوں پر موجود مہندی پر جا ٹھہریں۔

"مطلب یہ کہ جو نام میں کہوں گا وہی لکھوانا ہے تمھیں"

ہاشم کی آواز میں شرارت بھی تھی اور حق جتانے کا انداز بھی۔

"اور آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں وہی کروں گی جو آپ کہہ رہے ہیں"

نور نے چونک کر سوال کیا تھا۔۔

"کیونکہ میرا تم پر حق ہے اس لیے تمھیں میری بات ماننی پڑے گی"
ہاشم کی اواز فوراً سے دوسری طرف سے ائی۔۔

"لیکن ابھی نکاح نہیں ہوا اسی لیے اپ کا مجھ پر فلحال کوئی بھی حق نہیں اور میں کچھ بھی نہیں کرنے والی"
نور نے فوراً سے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا تھا۔۔

"نکاح ہو نہ ہو تم پر میرا حق ہے اور ویسے بھی کچھ گھنٹوں میں تم میری ہو جاؤ گی مکمل طور پر تم پر میرا حق ہو گا"
ہاشم نے اپنا حق جوتے ہوئے اسے واضح طور پر بتایا۔۔

"جب نکاح ہو گا تب حق کی بات کریں گے فلحال میں کال رکھ رہی ہوں"

نور نے یہ کہہ کر حفصہ کو اشارہ کیا لیکن اس سے پہلے ہی ہاشم اسے وارن کر چکا تھا۔۔

"خبر دار جو تم نے کال ڈس کنیکٹ کی ورنہ اس کی سزا ہو گی"
ہاشم نے فوراً سے کہا جس پر نور کو رو کنا پڑا تھا۔

"ہاں جی جلدی بولیں"
نور کو مجبوراً اس کی کال سنی پڑی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اس نے سزا کس انداز میں دینی ہے۔۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے میری جان"
ہاشم نے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا اور بیڈ پر گر گیا تھا۔۔

"ٹھیک ہے تو آپ نے نہیں بولنا میں کال رکھ رہی ہوں"

نور نے یہ بات کی تو ہاشم نے کان سے موبائل ہٹا کر گھور کر موبائل کو دیکھا تھا۔۔

"اچھا اچھا"

ہاشم نے کال دوبارہ سے کان سے لگا کر کہا تو نور کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

"یارِ ہاشم اور ہاشم کی دلہن"

ہاشم نے مسکرا کر اپنے لب ہلا کر نام بتائے تھے اس کے ناموں پر نور کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تو اس نے موبائل حفصہ کو ہٹانے کا کہہ دیا اور پھر کال بھی ڈس کنیکٹ کر دی جس پر ہاشم نے منہ بنا لیا تھا۔۔

"کیا ہے جانِ من کیوں اس طرح تنگ کر رہی ہو"

ہاشم نے اس کے مال ڈس کنیکٹ کرنے پر مسکرا کر کہا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی آج فائنلی اتنے سالوں کا انتظار ختم ہوا تھا اور وہ لڑکے جس سے وہ محبت کرتا تھا اب وہ اس کی ہونے جا رہی تھی اور ان کا نکاح ہو رہا تھا وہ دونوں ایک ہونے جا رہے تھے اب کوئی بھی روکاوٹ کچھ بھی ان دونوں کے درمیان نہیں تھا بس کچھ گھنٹوں کی دیر تھی اور وہ دونوں ایک ہو جانے تھے اور نور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی ہو جانی تھی وہ اس بات پر بہت پر سکون تھا۔۔



"کیا بات ہو رہی تھی"

حفصہ نے کال ڈس کنیکٹ ہونے کے بعد پوچھا تو نور اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔۔

"میں تم سے پوچھوں عدنان بھائی نے کیا کیا تھا صبح"
نور کی بات پر حفصہ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور وہ شرمندہ ہو گئی تھی۔۔

"توبہ توبہ کرو نور پاگل"
حفصہ نے فوراً سے کہا تو اسے لائن پر آتا دیکھ کر نور مسکرائی تھی۔۔

"آپ کی مہندی مکمل ہو گئی ہے اب بتائیں کس کا نام لکھنا ہے"
مہندی آرٹسٹ ان دونوں کو اپس میں بات کرتا دیکھ کر بولی۔۔

"افکورس ہاشم بھائی کا"

حفصہ نے فوراً سے کہا تو اس کے کہنے پر نور اسے گھور رہی تھی جس پر فوراً سے وہ خاموش وہ گئی۔۔

"اچھا تم لکھو یارِ ہاشم اور ہاشم کی دلہن"
نور نے شرماتے ہوئے کہا کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ حفصہ اسے تنگ کرے گی۔۔

"واہ واہ واہ"

حفصہ نے مسکرا کر اسے تنگ کیا تو اس کے ایسا کرنے پر نور مزید شرمندہ ہو گئی تھی مہندی آرٹسٹ نے اس کے ہاتھ پر وہ نام لکھ دیے تھے جو اس نے کہے تھے۔۔



وہ دلہن کے لباس میں مکمل طور پر تیار بیٹھی تھی ڈریس خالص سفید رنگ کا تھا، ایسا سفید رنگ جو آنکھوں کو سکون دیتا ہو نیٹ اور آرگنزا کا امتزاج، جس پر سلور اور آف وائٹ تھریڈ سے باریک کام کیا گیا تھا۔ فرنٹ پر ہیوی ایمبرائیڈری پیٹرن تھا، دامن میں فلو تھا، بھاری لہنگے کی طرح پھیلا ہوا نہیں بلکہ نفاست سے گرتا ہوا۔ دوپٹہ نیٹ کا تھا، کناروں پر سلور کام کی پتلی سی باڈر، جو پورے ڈریس کو شاہانہ بنا رہی تھی دلہن کی طرح کا میک آپ کیے سرخ لپسٹک کے ساتھ اور ہیوی جیولری پہنی وہ مکمل طور پر دلہن کی لباس میں تھی اس نے ڈریس سمپل لینے کے ڈیمانڈ کی تھی تو عافیہ بیگم نے جیولری میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی ہاتھوں میں گلاب کی گجرے پہنے وہ مکمل طور پر ہاشم کے لیے سج دھج کر بیٹھی تھی اس نے سرخ دوپٹہ لیا ہوا تھا جس پر ہاشم کی دلہن لکھا ہوا تھا اس وقت رات کے 9 بج رہے تھے اس کی مہندی سوکھتے سوکھتے اور تیار ہوتے ہوتے اتنا ٹائم لگ گیا تھا۔

"جلدی کریں پہلے ہی بہت زیادہ ٹائم ہو گیا ہے سب لوگ نیچے انتظار کر رہے ہیں تمھارا"

روح نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا تھا کیوں کہ پہلے ہی نکاح بہت لیٹ ہو چکا تھا روح کے پیچھے پیچھے ہی ماہا حفصہ اور کندیل آئی تھی سب لوگ اس کے پاس آئے تھے۔۔

"ماشاءاللہ اللہ میری بہن کے نصیب اچھے کرے"

کندیل نے نور کے ساتھ لگاتے ہوئے کہا۔۔

"بعد میں بعد میں تعریف بعد میں پہلے ہی نکاح سے دیر ہو گئی ہے سید سائیں غصہ ہو رہے ہیں چلو"

روح نے فوراً سے کہا تھا کیونکہ پہلے ہی نکاح سے دیر ہو چکی تھی اور سید سائیں غصہ ہو رہے تھے اور روح نہیں چاہتی تھی کہ نکاح میں مزید دیر ہو نور کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ وہ اب اس شخص کی ہونے جا رہی تھی جس سے اس نے محبت کی تھی اور ہمیشہ سے اس شخص کو اپنا بنانا چاہا تھا اور آج اس کی یہ خواہش مکمل ہو جانی تھی اس کا خواب جو کہ ہاشم کی دلہن بنانا تھا اس کے نام سے جانا جانا وہ مکمل ہو جانا تھا وہ چاروں اسے لے کر نیچے جا رہی تھی اور نور کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس کی فیلنگز روح اور حفصہ دونوں ہی بہت اچھے سے سمجھ سکتے تھے کیوں کہ وہ دونوں ہی اس مرحلے سے گزر چکے تھے۔۔



ہر طرف خوشیوں کا ماحول تھا فضا میں پھولوں کی خوشبو تھی دونوں طرف کا انتظام بہت اچھے سے کیا گیا تھا مردوں اور عورتوں کو انتظام الگ الگ تھا اور سردار موسی نے اپنی بہن اور دوست جیسے بھائی کی نکاح میں کوئی بھی کسر نہیں چھوڑی تھی فضا میں آتش بازی ہو رہی تھی کچھ دیر کے لیے وہ روکی گئی تھی اور نکاح شروع کیا تھا ہاشم کے دل میں تولڈو پھوٹ رہے تھے جس لمحے کا وہ انتظار کر رہا تھا فائنلی وہ آگیا تھا۔۔

"سید ہاشم احمد نقوی والد احمد نقوی آپ کا نکاح سیدہ نور الہدیٰ نقوی والد ریاست نقوی سے حق مہر 1 کروڑ سکہ رائج الوقت طے پایا جایا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب کی آواز فضا میں گونجی تھی اور وہ مائیک میں بول رہا تھا۔۔

"قبول ہے"

وہ تو بس اسی لمحے کے انتظار میں تھا کہ کب اس کا نکاح ہو گا اور آج فائنلی وہ لڑکی اس کی ہو جانی تھی۔۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے دوبارہ پوچھا سب لوگ وہاں مسکرا رہے تھے سب کے ہی چہرے پر مسکراہٹ تھی اور سب سے زیادہ تو ہاشم خوش تھا۔۔

"جی قبول ہے"

اس نے خیالوں میں اپنی ہونے والی خوبصورت بیوی کو سوچتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے تیسری بار رسم مکمل کی۔۔

"قبول ہے"

ہاشم نے بھی مائیک میں قبول ہے کہا تھا مولوی صاحب نے نکاح نامہ اس کے آگے رکھا تھا تو سید ہاشم نقوی نے نکاح نامے پر دستخط کیے تھے سردار موسی اب مولوی صاحب کو لے کر عورتوں کی سائیڈ جا رہا تھا سید سائیں اور ریاست نقوی اس کے ہمراہ تھے ابھی ہاشم کا بس چلتا تو وہ بھی ان کے ساتھ ہی چلا جاتا لیکن ابھی اسے صبر کرنا تھا۔۔



سردار موسیٰ مولوی صاحب کے ہمراہ عورتوں کی سائیڈ آیا تو سب کی ہی نظریں اس پر تھی وہ سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس لگ ہی اتنا حسین رہا تھا کہ پر نظر اس پر تھی اوپر اس نے گولڈن رنگ کی ویس کوٹ ڈالی ہوئی تھی روح بھی اسے تیار ہونے کے بعد پہلی بار ہی دیکھ رہی تھی اس کا دل زور سے دھڑکا تھا اس نے فوراً سے اپنا دوپٹہ صحیح کیا تھا کیوں کہ پہلے اس نے دوپٹہ اتارا ہوا تھا کیوں کہ وہاں پر صرف اور صرف خواتین تھی سردار موسیٰ پر سب کی نظریں محسوس کر کے روح کو غصہ آرہا تھا اس کے لیے سیاہ شلوار قمیض اس نے خود ہی سلیکٹ کیا تھا لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ اس نے غلطی کر دی تھی مولوی صاحب نے اکر اپنی جگہ سنبھالی تو سردار موسیٰ نے بھی بھائی ہونے کا فرض نبھایا اور نور کے پاس جا کر بیٹھ گیا سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھام لیا روح اس کے ساتھ پہلے ہی بیٹھی تھی سردار موسیٰ نے اپنی سردارنی کو دیکھا دل تو جیسے دھڑکنا کی بھول گیا۔

"مولوی صاحب نکاح شروع کریں"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تو مولوی صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"سیدہ نور الہدیٰ نقوی والد ریاست نقوی آپ کا نکاح سید ہاشم احمد نقوی والد احمد نقوی سے حق مہر 1 کروڑ سکہ رائج الوقت طے پایا جایا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے نکاح نامہ پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا نور نے کچھ بھی نہیں کہا تھا اس کا دل زور دے دھڑک رہا تھا وہ ہاشم نے محبت کرتی تھی لیکن پھر بھی اس کے لیے یہ لمحہ مشکل ہو رہا تھا کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اب ہاشم کی ہو جائے گی۔۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے ایک بار پھر سے پوچھا تھا لیکن نور اب بھی خاموش رہی اس کی انکھوں میں نمی آگئی تھی سردار موسیٰ نے زور سے اس کا ہاتھ تھام کر رکھا تھا وہ جانتا تھا اس کی بہن کے لیے یہ لمحہ مشکل ہے۔۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"
مولوی صاحب نے تیسری بار پوچھا تو سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ کر مضبوطی سے تھام لیا۔۔

"میری گڑیا"
سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے اسے احساس دلایا تھا کہ اس کا نکاح ہے۔۔

"قبول ہے"

نور نے آہستہ سے کہا اور اس کی آنکھ سے انسوں گرنے لگے سردار موسیٰ نے نور کو اپنے ساتھ لگا لیا۔۔

"یہ سائین کروادیں"

مولوی صاحب نے نکاح نامہ ریاست نقوی کو دیتے ہوئے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا ریاست نقوی نے نکاح نامہ اور پین سردار موسیٰ کو دیے تھے سردار موسی نے نکاح نامہ تمام لیا اور اسے نور کے اگے کیا تھا۔۔۔

"بچے یہ سائین کردیں"

سردار موسیٰ نے نور کے اگے نکاح نامہ کیا تو نور نے کانپتے ہاتھوں کے ساتھ پین لیا اور کانپتے ہوئے نکاح نامہ پر سائین کیے تھے۔۔

"میری گڑیا ہمیشہ خوش رہو"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر ایک بات پھر سے ہونٹ رکھے نکاح کے بعد دونوں طرف دعا ہوئی تھی۔۔

"آپ سب کو نکاح بہت بہت مبارک ہو"
مولوی صاحب نے مسکرا کر سب لوگوں کو کہا تو سب ہی ہی لوگ مسکرائے تھے۔۔

"میجر بچی ہمیشہ خوش رہو"
ریاست نقوی نے بھی اپنی بیٹی کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا سید سائیں نے بھی اسے پیار دیا تو اس کی انکھوں میں سب تک آنسوں تھے۔۔

"رونا نہیں ہے میری جان"

سردار موسیٰ نے اس کے آنسوں جالی دار دوپٹے سے دیکھ کر کہا تو نور نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"تم سنبھالو نور کو میں مردوں کی طرف جا رہا ہوں"
سردار موسیٰ نے روح کی جانب دیکھ کر کہا تو سردار موسیٰ مولوی صاحب سید سائیں اور ریاست نقوی کو لے کر واپس چلا گیا اور باقی سب اب نور کے پاس آ گئے تھے۔۔

وہ سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس سب لوگوں کے درمیان سے آرہا تھا وہاں پر سب نے ہی روایتی کپڑے پہنے ہوئے تھے شلوار قمیض کے اوپر یا تو شول لی ہوئی تھی یا پھر شلوار قمیض کے اوپر ویس کوٹ پہنی ہوئی تھی کسی نے بھی پینٹ کوٹ نہیں ڈالی ہوئی تھی لیکن وہ مکمل سیاہ پینٹ کوٹ میں اپنے گرڈز کے ساتھ آرہا تھا اس کے گارڈز کے ہاتھ میں بہت سارے گفٹ تھے سب لوگ اسے ہی دیکھ رہے تھے سب لوگوں کے درمیان وہ چلتا ہوا آرہا تھا سردار موسیٰ جو کہ عورتوں والی سائیڈ سے آیا تھا اس کی بھی نظر اس پر گئی تھی۔۔

"کاشان"

سردار موسیٰ اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا کیوں کہ یونیورسٹی کے بعد سے اس نے کبھی بھی اسے نہیں دیکھا تھا وہ یوں غائب ہوا تھا اور اس سے ہر رابطہ ختم کر دیا تھا اور آج یوں اچانک دیکھ کر سردار موسیٰ بھی حیران ہوا تھا شہنشاہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا تھا اور اس نے سردار موسی کو گلے لگا لیا تھا۔۔

"کیسے ہو یارا"

اس وقت شہنشاہ کے لیے بہت مشکل تھا اس شخص کے گلے لگ کر کھڑے رہنا جس کی وجہ سے اس نے اپنی محبت کھو دی تھی لیکن پھر بھی اسے یہ سب کرنا تھا اگر اسے سردار موسی کو برباد کرنا تھا تو اس کے لیے اسے یہ سب کرنا تھا۔۔

"میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو اور کہاں تھے یوں اچانک ہی غائب ہو گئے"

سردار موسیٰ اس سے دور ہوتے ہوئے بولا تو شہنشاہ نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔۔

"بس کچھ مسئلے ہو گئے تھے اس لیے"
شہنشاہ نے صاف لفظوں میں اس سے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

"کیسے مسئلے"
سردار موسیٰ نے اس کو دیکھ کر کہا سردار موسیٰ خوش تھا بہت دنوں بعد اسے اپنے ساتھ پا کر۔۔

"مسئلے تو بہت زیادہ تھے فی الحال میں کچھ بتا نہیں سکتا اور ویسے بھی خوشی کا موقع ہے تو خوشی انجوائے کرتے ہیں"

شہنشاہ نے مسکرا کر بات کی تھی اس کی بات پر سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔

"وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن تمہیں کیسے پتہ چلا ذرا یہ بتاؤ"
سردار موسیٰ نے اسے حیرانی سے دیکھ کر پوچھا سردار موسیٰ یونیورسٹی ٹائم میں اسے ایک دو بار اپنی حویلی لے کر بھی ایا تھا۔۔

"کیسے پتہ چلا کمال کی باتیں کرتے ہو یاد نہیں تم خود ہی تو مجھے یہاں لائے تھے اور جب میں یہاں ارہا تھا تو مجھے راستے میں کچھ لوگوں سے پتہ چلا سید حویلی میں شادی ہے تو اس خوشی کے موقع پر کچھ تحائف بھی لے ایا میں ساتھ میں"

شہنشاہ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی فاتحانہ جیسے کہ وہ اس بات پر خوش ہو رہا ہو سردار موسیٰ کو اس نے اپنی باتوں میں الجھا لیا جبکہ ہاشم اس شخص کو غور سے دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا کیا"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو شہنشاہ نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"ویسے کس کی شادی ہے"

شہنشاہ نے مسکرا کر پوچھا تھا جبکہ اسکی بات پر سردار موسیٰ نے ہاشم کی طرف اشارہ کیا جو کہ ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا سردار موسیٰ شہنشاہ کو لے کر ہاشم کے پاس ایا تھا۔۔

"میرے جگری یار کی شادی ہے"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"یہ کون ہے"
ہاشم نے اسے شہنشاہ کے ساتھ دیکھ کر کہا۔۔

"یہ کاشان ہے میرا یونیورسٹی دوست"
سردار موسیٰ نے ہاشم سے شہنشاہ کا انٹروڈکشن کروایا تھا۔۔

"ہم"
ہاشم نے بس ہلکے سے ہاں میں سر ہلایا اور شہنشاہ اس کے ساتھ لگ کر اسے نکاح کی مبارکباد دے رہا تھا۔۔

"اچھا میں کار رہا ہوں اپنی دلہن سے ملاقات کرنے ٹھیک ہے"

ہاشم نے سردار موسی کے کان کے قریب ہلکے سے آواز میں کہا وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہنشاہ کے کان میں اس کی کوئی بات جائے اس لیے اس نے آہستہ سے کہا تھا۔۔

"جا دیکھ لے اپنی دلہن"

سردار موسیٰ نے بھی آہستہ سے کہا ہاں شہنشاہ اسکا دوست تھا لیکن وہ اپنی بہن کی بات بھی یوں اس کے اگے نہیں کر سکتا تھا جبکہ شہنشاہ ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"آج منہ نہیں بنایا"

ہاشم نے مسکرا کر پوچھا تھا۔۔

"کیوں کہ اب وہ تمھاری ہو گئی ہے ہاں مجھے یہ کہنے کی ضرورت تو نہیں ہے لیکن پھر بھی ایک بھائی ہونے کے ناطے کہہ رہا ہوں میری گڑیا کا خیال رکھنا"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر آہستہ آواز میں کہا اس کی آواز میں نمی بھی آگئی تھی لیکن ہاشم نے اسے اپنے سات لگا کر تسلی دی تھی۔

"کبھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا"

ہاشم اس سے پیچھے ہوتے ہوئے بولا اور وہاں سے جا چکا تھا اب سردار موسی نے شہنشاہ کی طرف دیکھا جو کہ بے زار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"سوری یار وہ کچھ بات کر رہا تھا"

سردار موسیٰ نے اس سے معذرت کی تو شہنشاہ مسکرا کر اس سے باتیں کرنے لگے تھا۔

"اچھا تم انجوائے کرو میں آتا ہوں بہت سے مہمان ہیں سب کو ہی دیکھنا ہے"

سردار موسیٰ نے کچھ دیر کے بعد کہا تو شہنشاہ نے ہاں میں سر ہلایا سردار موسیٰ وہاں سے جا چکا تھا۔۔

"تمھاری زندگی برباد کرنے کا پہلا قدم میں لے چکا ہوں"

شہنشاہ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔۔



ہاشم عورتوں کی سائیڈ ایا تھا سب ہی لڑکیاں اپس میں مصروف تھی ہر طرف خوشیوں کا راج تھا فضا میں ہلکی ہلکی میوزک تھے اور ساتھ میں آتش بازی بھی ہو رہی تھی مردان طرف سے کسی کو اتے دیکھ کر سب کی ہی نظریں اس طرف گئی تھی ساری لڑکیاں ہاشم کو دیکھ رہی تھی سید حویلی کا ہر پوتا ایک سے بڑھ کر ایک تھا حسین میں سب ہی ایک دوسرے کو مات دینے والے تھے بہت ساری ایسی نظریں تھیں جو کہ یہ چاہتی تھی وہ شہزادہ ان کا ہوتا لیکن ہاشم اب صرف اور صرف اپنی نور کا ہو چکا تھا وہ جانتا تھا بہت ساری لڑکیوں کی نظریں اس پر ہیں اور اس نے وہ نظریں بخوبی محسوس بھی کی تھی لیکن پھر بھی وہ ان سب کو اگنور کرتے ہوئے اگے بڑھ گیا تھا کیونکہ اس کے لیے اپنی نور سے زیادہ ضروری اور کچھ بھی نہیں تھا اور وہ اپنی نور کے علاوہ کسی پر ایک نظر بھی نہیں ڈالتا اج تک اس نے کسی بھی لڑکی کو

نہیں دیکھا تھا سوائے اپنی نور کے اس نے کسی پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی وہ سیدھا چلتا ہوا اپنی نور کی طرف ارہا تھا جو کہ ایت بیگم کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی ہاشم کو اتا دیکھ کر ایت بیگم کھڑی ہو گئی تھی۔۔

"نہیں نہیں تائی امی آپ بیٹھی رہیں"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تو آیت بیگم نے اسے اپنے ساتھ آہستہ سے لگایا۔۔

"دونوں خوش رہو میرے بچے"

آیت بیگم مسکرا کر بولی تھی ہاشم ان سے پیچھے ہوا نور کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اب نور کے پاس صرف اور صرف ہاشم تھا سب ہی لوگ مہمانوں میں مصروف تھے کیوں کہ سب کو ہی دیل کرنا تھا ہاشم نے اس کا گھونگھٹ اٹھایا تھا اپنی نور کو مکمل طور پر اپنی دلہن کے روپ میں دیکھ کر اس کا دل زور دے دھڑ کا تھا وہ بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی جتنا اس نے سوچا تھا اس سے بھی زیادہ نور خوبصورت لگ رہی تھی۔۔

"نور میں پاگل پو جاؤ گا اگر یہاں ہم کمرے میں ہوتے تو سچ میں میں نے اپنے عمل سے بتانا تھا میری جان تم کتنی خوبصورت لگ رہی ہو"
ہاشم نے بے شرموں کی طرح کہا تھا جبکہ نور جس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا اس کی بات پر وہ سرخ ہو گئی تھی ہاشم نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔۔

"اتنا خوبصورت کوئی کیسے ہو سکتا ہے بتاؤ نہ نور مجھے دل میرا دھڑکا کر دیکھو کیسے رفتار تیز ہے"

ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے دل پر رکھا تھا اس کا دل سچ میں بہت زور سے دھڑک رہا تھا لیکن وہ اسے کیسے بتاتی اس کا دل بھی یوں ہی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔

"کچھ بولو گی نہیں"

ہاشم اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔۔

"میں کیا بولوں"

نور نے آہستہ سے کہا اس کی اواز بھی کانپ رہی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے نور تم رو رہی ہو"

نور کی آواز میں کپکپاہٹ اور نمی دیکھ کر ہاشم اس کے پاس نیچے قدموں میں بیٹھ گیا تھا سب لوگ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"کیا کر رہے ہیں ہاشم سب دیکھ رہے ہیں"
نور فوراً سے بولی تھی اس نے کھڑے ہونا چاہا لیکن ہاشم نے اسے کھڑا ہونے نہیں دیا تھا۔۔

"شششش خاموش بیٹھی رہو اور بتاؤ کیا ہوا ہے"
ہاشم نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے اور اس کا گھونگھٹ جو کہ اس نے چہرہ دیکھنے کے بعد واپس نیچے کر دیا تھا وہ بھی اوپر کر لیا۔۔

"پتہ نہیں بس ویسے ہی جب نکاح ہو رہا تھا جانتے ہیں نہ وہ لمحہ کتنا نازک ہوتا ہے لڑکیوں کے لیے تو اس وقت سے ہی اموشنل ہو گئی"

اس نے کوئی بھی بات اس سے نہ چھپائی اور سادہ الفاظ میں اس کے آگے رکھ دی تھی جبکہ سب ہاشم سمجھ گیا تھا کہ اس کی ایسی حالت کی وجہ کیا ہے۔۔

"میری جان میری دلہن"
ہاشم نے اپنی معصوم سی بیوی کو دیکھا جس کہ دلہن کے روپ میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔۔

"میں اپنی جان سے وعدہ کرتا ہوں کبھی بھی کوئی دکھ تمھارے پاس نہیں آنے دوں گا اور میری جان کو تو خوش ہونا چاہیے نہ وہ ہمیشہ تائی امی تایا ابو سید سائیں اپنے بھائی سب کے پاس اور سب کے ساتھ ہی رہے گی تو ایسے کیوں اموشنل ہو رہی ہے میری گڑیا"

ہاشم نے اس کی دونوں ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے جبکہ سب لوگ اب بھی ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"نہیں پتہ"

نور اب باقاعدہ دودی وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتی کم تھا اتنا چاہنے والا شوہر اللہ نے اسے دیا تھا شاید ایسی بات پر اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھی ہاشم نے اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔۔

"میری جان کیا ہوا ہے ایسے کیوں رو رہی ہو ہاشم کا دل بند ہو جائے گا"

ہاشم تڑپ رہا تھا اس کی آنسوں پر اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا وہ ٹھنڈی چھاؤ سے آگ اگلتے دھوپ کے نیچے آ گیا ہے اور اس گرمی کی تپش اس کا وجود جلا ڈالے گی۔۔

"میں نہیں جانتی بس آپ میرے ہو نہ"
نور نے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

"ہاں میری جان بس آپ کا"
ہاشم نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے نور نے اپنے آنسوں روکے تھے جانتی تھی اس وقت ہاشم کو کیسا محسوس ہو رہا تھا اس کا شہزادہ سفید شلوار قمیض میں اوپر اجرک لیے مردانہ وجاہت کے ساتھ بہت خوبصورت لگ رہا تھا نور کے دل کی دھڑکنیں جو کہ سب کچھ بھول کر معمول پر آگئی تھی پھر سے زور سے دھڑکی۔۔

"میری جان رونا بند کرو"

ہاشم نے اس کے آنسوں صاف کیے نور نے ہاں میں سر ہلایا وہ کافی حد تک نارمل ہو چکی تھی پہلے اسے سب کی نظروں کا احساس نہیں تھا لیکن اب ہو رہا تھا۔

"ہاشم سب دیکھ رہے ہیں"

نور نے شرماتے ہوئے کہا۔۔

"پہلے نہیں تھا پتہ"

ہاشم نے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا۔۔

"پلیز نہ چھوڑیں"

ہاشم نے اسے ہگ کیا ہوا تھا اس لیے نور نے اسے دور ہونے کا کہا تھا۔۔

"اب کیوں اب تو تم میری بیوی ہو"

ہاشم نے فوراً سے کسی جبکہ اس کی بات پر نور نے معصومیت سے اسے دیکھا اور اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ کر ہاشم نے اسے چھوڑ دیا تھا۔۔

"کمرے میں رات میں تفصیل ملاقات کروں گا اور خبردار جو میرے آنے سے پہلے چینج کیا"

ہاشم نے اس سے اب دور ہوتے ہوئے ساتھ میں وارن بھی کیا نور تو سوچتے ہی رہ گئی وہ ابھی سب کے سامنے کوئی لحاظ نہیں کر رہا تھا تو اکیلے کمرے میں تو وہ نا جانے کیا کرے گا فل حال وہ بھی خاموش ہو گئی کیوں کہ اس سے پنگا نہیں لے سکتی تھی۔۔

"نام لکھوایا میرا"

ہاشم کی اس کی مہندی پر نظر پڑی تو اس نے نور کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا تھا نور نے اس کی بات پر شرماتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"مجھے کیا پتہ"

نور نے شوخ لہجے میں کہا ہاشم اس کے ہاتھوں میں اپنے نام دیکھ رہا تھا جو کہ بڑا بڑا کر کے لکھے ہوئے تھے۔۔

"دیکھو تمہاری مہندی میرے نام لکھنے کے بعد کتنی خوبصورت پر گئی"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تو نور بھی مسکرا دی اس کے ہاتھ خوبصورت تو لگ رہے تھے ہاشم کے نام سے وہ دونوں ساتھ بیٹھے نوک جھوک کر رہے تھے اس کے بعد دونوں کا فوٹو شوٹ ہوا تھا۔۔

💗💗

حفصہ مہمانوں کو دیکھ رہی تھی جب اس کے موبائل پر عدنان کی کال ائی تھی وہ جانتی تھی کہ عدنان اسے کیوں کال کر رہا ہے اس لیے اس نے کال نہیں اٹھائی اور اگنور کر دیا تھا۔۔

"کس کی کال آ رہی ہے"

روح جو کہ اس کے ساتھ ساتھ ہی تھی وہ بھی مہمانوں کو ہی دیکھ رہی تھی اس نے حفصہ سے پوچھا تھا۔۔

"عدنان کی ہے"

حفصہ نے آہستہ سے کہا۔۔

"تو اٹھا کیوں نہیں رہی"

روح نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔۔

"کیوں کہ میں جانتی ہوں وہ کس لیے کال کر رہے ہیں"
حفصہ نے روح کی طرف دیکھ کر کہا تو اس کی بات روح سمجھ چکی تھی۔۔

"سوچ لو اگر عدنان بھائی ناراض ہو گئے تو منانا مشکل ہو جائے گا اس لیے جا کر اپنی جان عذاب کر لو لیکن ان کی ناراضگی مول مت لو"
روح نے اسے اچھی صلح دی تھی جبکہ حفصہ اس کی بات پر ہلکا سا مسکرائی۔۔

"نہیں ہوں گیں وہ ناراض"
حفصہ نے اٹل لہجے میں کہا۔۔

"ہو جائیں گیں اور جب شوہر ناراض ہوتے ہیں منانا مشکل ہو جاتا ہے"

روح نے حفصہ سے کہا تو اس کی بات پر وہ روح کو دیکھ رہی تھی عدنان تو اس سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوا تھا اس لیے وہ ایکسپیرینس بھی کرنا چاہتی تھی۔۔

"چھوڑو تم"

حفصہ نے روح سے کہا تو اس نے بھی مزید کچھ بھی نہیں کہا پھر سے عدنان کی کال اس کے موبائل پر آ رہی تھی حفصہ نے اب کی بار بھی کال نہیں اٹھائی تھی۔۔

"حفصہ میں جانتا ہوں تم جان بوجھ کر میرے کال اگنور کر رہی ہو کال اٹھاؤ"

عدنان کا میسج اس کے موبایل پر آیا جبکہ میسج دیکھ کر وہ تھوڑا گھبرا گئیں تھی۔۔

"میں بزی ہوں"

اس نے بس اتنا ہی میسج کیا تھا۔۔

"بزی ہو یا نہیں میں نہیں جانتا میرے لیے تم ہمیشہ فری ہی ہو تو جلدی سے کمرے میں آو"

عدنان کا میسج پھر سے دیکھ کر حفصہ نے تھوک گلے سے نیچے نگلا تھا کیوں کہ وہ جانتی ہی تھی وہ اسی لیے کال کر رہا تھا حفصہ نے اس کا میسج دیکھ کر اگنور کیا تھا اسکے بعد بھی عدنان اسے کال کرتا رہا تھا اور میسج بھی لیکن حفصہ نے اگنور کیا جبکہ اس بات سے بے خبر اس کا انجام کیا ہونے والا تھا۔۔

💗💗

روح جو کہ نور کے لیے چاکلیٹ لینے آئی تھی اس کی یہ فرمائش اسے سمجھ نہیں آئی تھی اچانک ہی اس کا چاکلیٹ کھانے کا دل کر رہا تھا وہ کیچن میں آئی تو سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے دیوار کے ساتھ لگا دیا جبکہ روح حیران نظروں سے لمبی لمبی سانسیں لیتے دیکھ کر سردار موسی کو دیکھ رہی تھی اب وہ سمجھ گئی تھی کہ اب کی بار بھی اسکے شوہر اور اس کی بھابھی دونوں نے مل کی اسے اندر بھیجنے کی یہ سازش کی تھی۔۔

"آؤ تو چاکلیٹ نور کو نہیں آپ کو کھانی تھی"
روح نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر معمول پر پا کر سردار موسی کو گھورتے ہوئے کہا۔۔

"بلکل اور میری چاکلیٹ تو خود چل کر میرے پاس ائی ہے"

سردار موسیٰ نے اس کے سر سے دوپٹہ اتار دیا تھا وہ سیاہ لباس میں پاؤں تک چھوتی فراک میں ہلکے سے میک اپ اور کانوں میں پیارے پیارے سے جھمکے ڈالے بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس کی انکھوں میں موجود کاجل تو سردار موسیٰ کو دل مزید گھایل کر رہا تھا۔۔

"کچھ زیادہ رومینٹک نہیں ہو رہے آج کل آپ"
روح نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینے پر باندھ لیے تھے اور سردار موسی کو دیکھ کر بولی۔

"جب بیوی اتنی حسین اور خوبصورت ہو تو بندہ ہر وقت ہی رومینٹک ہو گا نہ"
سردار موسیٰ اس کے بلکل پاس آ گیا۔۔

"کیا کر رہے ہیں موسیٰ"

روح نے سردار موسی کو اپنے قریب آتا دیکھ کر بولی۔۔

"اپنی چاکلیٹ سے چاکلیٹ کھانی ہے میں نے"

سردار موسیٰ نے اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"موسیٰ"

روح تو حیران ہو گئی تھی سردار موسیٰ تو سچ میں آج اپنی چاکلیٹ کو کھانے کے مونڈ میں تھا سردار موسیٰ نے اس کے گال پر اپنے لب آہستہ سے رکھے تو روح نے آنکھیں بند کر لی۔۔۔

"روح آنکھیں کھولو اور میری طرف دیکھو"

سردار موسیٰ اس کی آنکھیں بند دیکھ کر بولا تھا جبکہ اس کی بات پر روح کی جان نکلی وہ اس کی ایسی حرکتیں کیسے آنکھیں کھولے دیکھ کر برداشت کر سکتی تھی۔۔

"نہیں"

روح نے اپنی نظریں فوراً سے پیچ کی تھی۔۔

"روح آنکھیں کھولو ورنہ میں ان عنابی ہونٹوں کو میں نے اپنے ہونٹوں میں لے کر"

ابھی وہ اپنی بات مکمل کرتا کہ روح نے آنکھیں کھول لی اس کی آنکھیں کھولتے ہی سردار موسی نے اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے اور اپنے آپ کو اس کے ہونٹوں کے رس سے سیراب کرنے لگا تھا روح کی تو سانسیں جیسے اٹک گئی تھی اس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں لیے وہ روح کی سانسیں تنگ کیے ہوئے تھا اس نے روح کے نچلے ہونٹ پر دانت بھی گاڑھے تھے۔۔

"آہ"

روح کی سسکی نکلی تھی سردار موسیٰ پیچھے ہوتے ہوئے مسکرا کر اس کی ہونٹوں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"درد ہو رہا ہے"

سردار موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا آج کل اس کا دل نا جانے کیوں اپنی روح کو دیکھ کر شدتیں اترانے کا دل کرتا تھا سردار موسیٰ کو تو خود سردار موسیٰ وہ موسیٰ لگتا ہی نہیں تھا جو وہ پہلے تھا روح کے بعد تو وہ مکمل ہی بدل گیا تھا۔۔

"میری چاکلیٹ کیا ہوا"

سردار موسیٰ اسے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے تھے۔۔

"موسیٰ"

روح کے چہرے پر شرم تھی اور وہ کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔۔

"جی جانِ موسیٰ"

سردار موسیٰ نے اس کے گال سے اپنے گال کو رب کرتے ہوئے کہا۔۔

"بہت بد تمیز ہیں اپ"

روح نے آہستہ سے منمناتے ہوئے کہا۔۔

"جانتا ہوں"

سردار موسیٰ یہ کہتے ایک بار پھر سے ذہنی بد تمیزی اپنی چاکلیٹ پر اتار رہا تھا

وہ دونوں ایک مکمل دنیا تھا اب نا جانے شہنشاہ کے آنے کے بعد کیا نیا موڑ

لے گی۔۔

وہ کمرے میں ائی اسے ہاشم کی کہی ہوئی بات یاد تھی اس نے سختی سے کہا تھا جب تک کہ ہاشم نہ اجائے وہ چینج نہیں کرے گی ویسے تو وہ بہت زیادہ تھک گئی تھی اور اسے الجھن بھی ہو رہی تھی لیکن پھر بھی وہ چینج کرنا چاہتی تھی لیکن اس وقت وہ کر نہیں سکتی تھی کیونکہ اس کے شوہر صاحب کا یہ حکم تھا کہ وہ چینج نہیں کرے گی اور اسی وجہ سے وہ جب سے کمرے میں ائی تھی ویسے ہی بیٹھی تھی تقریبا اسے کمرے میں ائے ہوئے ادھا گھنٹہ ہو گیا تھا فنکشن تقریبا مکمل طور پر ختم ہو چکا تھا سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے کچھ مہمان قریبی تھے جو کہ حویلی میں ہی ٹھہرے تھے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے باقی سب لوگ جا چکے تھے وہ اس وقت مکمل دلہن کے روپ میں بیٹھی تھی اپنے دولہے کا انتظار کر رہی تھی دولہا تو نہیں ایا تھا لیکن دولہے کی بہن ضرور اگئی تھی روح کمرے کا دروازہ کھول کے اندر ائی تھی۔۔

"ارے بھابھی آپ نے ابھی تک جینچ کیوں نہیں کیا"

روح سے مکمل طور پر ویسے ہی تیار دیکھ کر بولی اس نے خود چینج کر لیا تھا کیونکہ اسے بھی ایسے کپڑے پہننے کی عادت نہیں تھی اسے چبھن ہو رہی تھی تو اس نے چینج کر لیا۔۔

"وہ"

نور خاموش ہو گئی اسے سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کیا بولے اگر اس نے صحیح بات بول دی تو روح کو موقع مل جائے گا اسے تنگ کرنے کا جیسے اس نے روح کے نکاح کے وقت اسے تنگ کیا تھا اب روح کو موقع مل جانا تھا اسے تنگ کرنے کا اور وہ یہ موقع اسے بالکل بھی نہیں دینا چاہتی تھی۔

"کیا ہوا ہے بھابھی کوئی مسئلہ ہے"

نور کو سوچوں کی دنیا میں دیکھ کر روح نے ایک مرتبہ پھر سے پوچھا تھا۔۔

"ک۔۔کچھ نہیں"

نور نے جھجکتے ہوئے اس کے سوال کا جواب دیا تھا جبکہ روح پریشان ہوئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے بھابھی اپ ٹھیک ہیں نا کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائیں اپ مجھ سے کچھ بھی شیئر کر سکتی ہیں"

روح نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام کر کہا تھا لیکن اب نور کیا بتاتی وہ کس پریشانی میں پھنس چکی ہے وہ ایسی پریشانی میں تھی کہ اسے بتا بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اگر بتا دیتی تو بھی ٹانگ اس نے اس کی کھینچنی تھی۔۔

"کچھ بھی نہیں ہوا تم کیوں پریشان ہو رہی ہو میں نے ایک مرتبہ کہہ دیا نا بس ویسے ہی مجھے میرا لک بہت پیارا لگا تو میرا دل ہی نہیں کیا چینج کرنے کا تو اس لیے میں نے چینج نہیں کیا سمپل سی بات ہے اور تم نہ جانے کیوں اتنا پریشان ہو رہی ہو اور اب تک تو پتہ نہیں کیا سے کیا سوچ بھی چکی ہو گی" نور نے چہرے پر مسکراہٹ لاتے ہوئے روح کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

"پکا یہی بات ہے کوئی اور مسئلہ تو نہیں ہے"
روح نے اس کے چہرے کی گھبراہٹ دیکھ کر ایک مرتبہ پھر سے اس سے پوچھا۔۔

"کیا ہو گیا ہے روح تم CID کیوں بنی ہوئی ہو جب میں نے ایک مرتبہ کہہ دیا کچھ بھی نہیں ہوا تو کچھ نہیں ہوا"

خود کو بری طرح پھنستا دیکھ کر نور نے اسے ڈانٹ دیا تھا جس پر روح بھی خاموش ہو گئی۔۔

"اچھا اتنا غصہ کیوں ہو رہی ہیں اپ میں نے تو بس ویسے ہی پوچھا تھا اچھا میں ہیلپ کر دیتی ہوں آپ کی جینچ کرنے میں"
روح نے اس کی بات پر مسکرا کر کہا تو اس کی بات پر نور ایک بار پھر سے گھبرا گئی تھی۔۔

"ن۔۔ نہیں! روح اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، میں خود کر لوں گی، تم جاؤ آرام کرو، تم بھی تو تھک گئی ہو گی نا؟"
نور نے تیزی سے جواب دیا، اس کے لہجے میں چھپی گھبراہٹ اب روح سے ڈھکی چھپی نہیں رہی تھی۔

"بھابھی! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ ماتھا چمک رہا ہے پسینے سے وہ بھی اتنی ٹھنڈ میں اور آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ کو اپنا لک اتنا پسند آرہا ہے کہ اتارنے کا دل نہیں کر رہا؟"

روح نے پریشانی سے کہا تھا اتنی ٹھنڈ میں اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں دیکھ کر تو وہ حیران ہو گئی تھی نور کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ایسے کیسے یہاں سے بھیج۔۔

"کچھ بھی تو نہیں روح تم بس ویسے ہی پریشان ہو رہی ہو"

اس نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تو روح اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"اچھا؟تو پھر اٹھیں، میں آپ کی جیولری اتارنے میں مدد کرتی ہوں، یہ بھاری جھمکے اور یہ ٹیکہ توبہ ! جانتی ہیں جب میں نے اپنے نکاح پر پہنا تھا میرے تو کان درد کر رہے تھے اور اس وقت مجھے آپ کو دیکھ کر ہی درد ہو رہا ہے"

روح یہ کہہ کر جیسے ہی نور کے سر سے دوپٹہ ہٹانے کے لیے بڑھی، نور اسے دیکھ رہی تھی کیسے وہ اسے منع کرے لیکن اسی لمحے کمرے کا دروازہ کھلا تھا نور اور روح دونوں نے ہی دروازے کی جانب دیکھا ہاشم کو دیکھ کر نور کا دل کیا زمیں پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اب مہینہ روح نے اسی بات کو لے کر اسے تنگ کرنا تھا جتنا وہ چاہ رہی تھی روح یہاں سے چلی جائے اور جب ہاشم یہاں آئے تو وہ اسے نہ دیکھنے لیکن معاملہ اتنا ہی بگڑ گیا جبکہ روح تو ہاشم کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی اب اس نے مسکرا کر جن نظروں سے نور کی جانب دیکھا نور کا دل کیا وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔۔

"پہلے بتہ دیتی بھابھی جان آپ ہمارے ہی بھائی کا ویٹ کر رہی ہیں تو ہم یہاں سے جب کے جا چکے ہوتے"

اس نے نور کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی نور تو اس سے نظریں تک نہ ملا سکی تھی پتہ نہیں کیوں اسے بہت زیادہ شرم آ رہی تھی اور ہاشم کی موجودگی کی وجہ سے بھی شاید وہ کچھ کہہ نہیں پا رہی تھی روح کی شرارتی گفتگو سن کر نور نے بے بسی سے آنکھیں ہی بند کر لیں، اسے معلوم تھا کہ اب روح اسے آسانی سے نہیں چھوڑنے والی ہاشم جو ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا، اپنی لاڈلی بہن کے تیور دیکھ کر مسکرا دیا۔ اور اپنی خوبصورت بیوی کو نظریں چراتا اور شرماتا دیکھ کر یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ اس کی لاڈلی بہن اس کی نئی نویلی دلہن کو تنگ کر رہی ہے۔۔

"ارے واہ بھائی! آپ تو بڑے ڈسپلن والے نکلے، ادھر فنکشن ختم ہوا نہیں اور ادھر آپ کمرے میں حاضر؟" روح نے ہاشم کے قریب جاتے ہوئے اس کی قمیض کی آستین کھینچی اور شوخی سے کہا ہاشم نے ایک نظر بیڈ پر بیٹھی نور پر ڈالی جو اپنی ہی مہندی والے ہاتھوں کو گھور رہی تھی، پھر دوبارہ روح کی طرف متوجہ ہوا۔

"روح بچے! آپ اپنے کام سے کام رکھو، اور یہ بتاؤ تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟"

ہاشم نے اسے گھور کر کہا کیوں کہ اپنی بیوی کی حالت دیکھ کر وہ سمجھ چکا تھا کہ شامت اس کی بھی آنے والی ہے اپنی بیوی کے ہاتھوں ابھی جو اس کی بیوی بلی بن کر بیٹھی تھی روح کے جاتے ہی اس نے شیرنی بن جانا تھا۔۔

"میں ؟ میں تو اپنا کام ہی کر رہی ہوں اپنی پیاری بھابھی کی مدد کرنے کے لیے آئی تھی پر مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ آپ کے حکم کی تکمیل کی ہوئی ہیں اور ان کا کوئی بھی ارادہ نہیں ہے چینج کرنے کا!"

روح نے قہقہہ لگایا تھا جبکہ نور کو ایسا محسوس ہوا کہ اب اس کی برداشت ختم ہو جائے گی۔۔

"بھائی، مانا کہ آپ کو ان کا یہ روپ پسند ہے، پر ہماری پیاری بھابھی تھک گئی ہیں، کم از کم یہ بھاری جیولری تو اتارنے دیتے؟"

روح نے ہاشم کی جانب دیکھتے ہوئے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"روح۔۔۔!"

نور نے دھیمی آواز میں اسے ٹوکنا چاہا، مگر آواز حلق میں ہی پھنس گئی جو برداشت اس کی ختم ہو رہی تھی ہاشم کو دیکھ کر اسے واپس پانی پڑی۔۔

"ویسے بھائی جان حویلی والوں کے سامنے جتنے آپ چھپے رستم ہیں سوچیں اگر انھوں نے آپ کا یہ روپ دیکھ لیا تو"

روح نے اس کے اگے کھڑے مسکرا کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم اسے گھور رہا تھا۔۔

"روح ہو گیا جس کچھ رہتا ہے اور ویسے بھی اگر کسی کے سامنے میرا یہ روپ اتا ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں کیونکہ اب نور میری بیوی ہے"

ہاشم نے اس کے اگے دوبدو جواب دیا جبکہ اس کی بات پر روح اس کے پاس ائی تھی اور حیرانی سے اس کی جانب دیکھنے لگی۔۔

"واہ واہ نکاح ہوتے ہی تیور بدل گئے کیا کہنے ہیں"

روح نے اس کے کندھے پر اپنا بازو رکھ لیا تھا اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے بولی نور نے بے بسی سے نظریں جھکا لیں، اسے پتا تھا کہ بھائی بہن کی اس نوک جھونک میں جیت کسی کی بھی ہو، شرمندگی صرف اسی کے حصے میں آنی تھی۔ ہاشم نے روح کا بازو اپنے کندھے سے ہٹایا اور ایک گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔

"تیور نہیں بدلے گڑیا، بس اب ذرا پرائیویسی کا خیال ہے، جو تمہیں بالکل نہیں ہے۔ اب چلو شاباش، بہت باتیں ہو گئیں، اب اپنے کمرے میں جاؤ اور ہمیں سکون لینے دو۔" ہاشم نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسے جانے کا حکم دیا روح اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی، بلکہ الٹا بیڈ کے پائے سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اور بازو سینے پر باندھ لیے۔

"اتنی آسانی سے؟ نہیں بھائی جان، اتنی آسانی سے تو روح احمد نقوی یہاں سے ہلنے والی بھی نہیں۔ آپ کو کیا لگا تھا کہ آپ حکم دیں گے اور میں آپ کی 'فرمانبردار بیوی' کی طرح سر جھکا کر باہر چلی جاؤں گی؟ ہر گز نہیں!"
روح نے شرارت سے کہا تھا اور اسے دیکھ رہی تھی ہاشم نے پیشانی مسلی۔

"غلط بھابھی جان سردارنی روح موسیٰ نقوی"
نور نے فوراً سے کہا تھا اسے موقع ملا تھا بولنے کا جبکہ اس کے بولنے پر روح نے اس کی جانب دیکھا اور بس مسکرائی اس نے اپنی شرم کو چھپا لیا تھا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر نور نے منہ بنا لیا۔

"اچھا، تو اب کیا چاہیے تمہیں؟ صاف صاف بولو۔"
ہاشم اپنی بہن کی حرکتیں جانتا تھا اس لیے اس نے صاف صاف بات کی تھی اس کے آگے۔۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ؟"

روح چہک کر ہاشم کے سامنے آئی اور اپنا ہاتھ آگے پھیلا دیا۔

"بھائی، اتنی پیاری لڑکی اپ کی زندگی میں شامل ہوئی ہے اور میری پیاری سی نند بھی ہے ان کا خیال رکھا، اور اب ویسے بھی آپ مجھے بھگا رہے ہیں؟ جانے کی فیس لگے گی جناب، اور وہ بھی کڑی رقم!"

روح نے مسکرا کر ہاتھ آگے رکھے ہوئے کہا تھا۔۔

"روح! تم سدھر نہیں سکتی نا؟"

ہاشم نے جیب سے اپنا والٹ نکالا ویسے ہی بہت ٹائم ہو گیا تھا اور وہ مزید ٹائم نہیں لگانا چاہتا تھا ویسے تو یہ رسم شادی کی بعد ہوتی ہے جب رخصتی ہو جائے لیکن روح نے تو یہ رسم ڈبل ڈبل کر لی تھی ایک ابھی اور ایک رخصتی کے بعد۔

"سدھر گئی تو آپ کا انٹرٹینمنٹ کیسے ہو گا؟"

اس نے فخر سے کہا تو ہاشم نے والٹ سے نوٹ نکالنے شروع کیے تو روح کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"یہ لو، اب یہاں سے فوراً غائب ہو جاؤ اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے۔"

ہاشم نے پیسے اس کے ہاتھ پر رکھے روح نے پیسے گنے اور اسے گھور کر دیکھا۔۔

"صرف اتنے؟ بھائی، مہنگائی کے دور میں اتنے میں تو بس میں ایک ٹائم کی شوپنگ کر سکتی ہوں۔ تھوڑا اور بڑا دل کریں!"

روح نے کہا تو نور جواب تک خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی، روح کی ڈھٹائی پر حیران رہ گئی۔

"روح! لے لو جو مل رہا ہے، ورنہ یہ بھی جائیں گے تمہارے ہاتھ سے اور شرم کرو 50 ہزار دیے ہیں تمھارے بھائی نے"

نور نے اسے گھور کر کہا اب وہ اپنے بھائی کو تنگ کر رہی تھی تو اس کی شرم کسی حد تک کم ہو چکی تھی۔۔

"واہ واہ ابھی رخصتی ہوئی نہیں بس نکاح ہوا ہے اور اپنے شوہر کی اتنی فکر"

روح نے شرارتی انداز میں کہا جبکہ اس کی بات پر نور نے پھر سے نظریں چرا لی اور اس نے خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا تھا کیوں کہ وہ بہن بھائی اسے ہی بیچ میں گھسیٹ کر تنگ کر رہے تھے۔ روح کی اس بات پر ہاشم کے لبوں پر بھی ایک دلکش مسکراہٹ رینگ گئی، اس نے بڑے پیار سے نور کے جھکے ہوئے سر کو دیکھا اور پھر دوبارہ روح کی طرف متوجہ ہوا۔

"بالکل فکر ہونی چاہیے اسے میری، آخر شوہر ہوں اس کا! اور تم۔۔۔ تم نے ابھی تک یہ پچاس ہزار اپنی جیب میں نہیں ڈالے؟ اگر نور نے ایک بار پھر کہہ دیا تو میں واقعی واپس لے لوں گا۔"

ہاشم نے مصنوعی سنجیدگی سے والٹ واپس اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا روح نے فوراً نوٹ مٹھی میں دبا لیے جیسے کوئی خزانہ چھپا رہی ہو۔

"توبہ ہے بھائی! ابھی سے بیوی کی پارٹی میں شامل ہو گئے؟ میں نے تو سوچا تھا میرا بھائی میری سائیڈ لے گا، پر یہاں تو کیس ہی الٹا ہے۔ خیر، پچاس ہزار بھی برے نہیں ہیں، فی الحال کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔"

روح نے پیسے اپنے پاس محفوظ کیے اور پھر بیڈ کے قریب جا کر نور کے کان میں دوبارہ سرگوشی کی، مگر اس بار آواز اتنی بلند تھی کہ ہاشم بھی صاف سن سکے۔

"بھابھی! خیال رکھیے گا بھائی کچھ ایکسٹرا ہی رومینٹک ہیں"

روح کی اس بات پر ہاشم اسے گھور رہا تھا جبکہ نور بس خاموش ہی رہی تھی۔۔

"روح! تم جا رہی ہو یا میں زبردستی نکالوں؟"

ہاشم نے اب کے ذرا رعب سے کہا تو روح کھلکھلا کر ہنس دی۔

"جارہی ہوں بھائی صاحب! اللہ حافظ۔ اور بھابھی بیسٹ آف لک! کل صبح ناشتے پر ملتے ہیں، ڈھیر ساری نئی کہانیوں کے ساتھ۔"

روح نے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا اور بجلی کی سی تیزی سے کمرے سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا جیسے ہی روح گئی، کمرے میں ایک دم سے گہرا سکوت چھا گیا۔ نور کا دل اب اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے اپنی نبضیں ڈوبتی محسوس ہو رہی تھیں۔ روح کی موجودگی میں تو پھر بھی وہ کسی نہ کسی بات کا جواب دے رہی تھی، مگر اب ہاشم کی خاموش نظریں اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھیں ہاشم آہستہ سے چلتے ہوئے نور کے بالکل سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ نور نے نظریں اٹھانے کی ہمت نہیں کی، وہ اب بھی اپنے ہاتھ میں پکڑے دوپٹے کے پلو کو مروڑ رہی تھی۔

"اب تو روح بھی چلی گئی نور اب کس کا ڈر ہے؟"

ہاشم کی آواز اس وقت حد درجہ نرم اور گہری تھی۔ وہ جانتا تھا نور کیوں گھبرا رہی ہے پھر بھی اس نے پوچھا تھا وہ اس کے قریب بیڈ پر ہی بیٹھ گیا تھا اس کے دل کی رفتار ایک بار پھر سے تیز ہو گئی تھی۔۔



مردان خانے میں اس وقت سبھی مرد بیٹھے ہوئے تھے سوائے ہاشم کے کیوں کہ اس وقت وہ اپنی ہی ڈیوٹی پر تھا سب لوگ بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔۔

"ویسے ہمیں یاد ہے بیٹا جب تم موسیٰ کے ساتھ یونیورسٹی میں پڑھتے تھے تمہارا چکر لگا تھا اب بھی مجھے یاد ہے"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا شہنشاہ نے ہاں میں سر ہلایا کیوں کہ اس کی یہاں ملاقات تقریباً سب سے ہی ہوئی ہوئی تھی وہ سب لوگ چائے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔

"جی جی"

شہنشاہ نے ہاں میں سر ہلایا سب لوگ اسے اتنا پیار دے رہے تھے اس کے لیے یہاں جگہ بنانا اور بھی آسان ہو گیا تھا اب وہ سردار موسی کو بہت اچھے سے برباد کر سکتا تھا۔ سید سائیں نے چائے کا گھونٹ بھرا اور پھر اچانک کچھ یاد آنے پر سردار موسیٰ کی جانب دیکھا جو اس وقت بہت پر سکون دکھائی دے رہا تھا۔

"موسیٰ بیٹا! ہاشم کہاں ہے؟ فنکشن تو کب کا ختم ہو گیا، وہ ابھی تک یہاں نہیں آیا؟"

سید سائیں نے دریافت کیا کیوں کہ وہاں باقی سب تھے سوائے ہاشم کے۔۔

"داداجان! ہاشم کو میں نے ہی ایک ضروری کام سے بھیجا ہے۔ وہ جو ساتھ والے گاؤں کے زمیندار کا فون آیا تھا، کچھ کاغذات کا مسئلہ تھا، تو میں نے اسے کہا کہ آج ہی وہ فائل دیکھ کر نمٹا دے تاکہ کل ہم رخصتی کی تیاریوں میں سکون سے رہ سکیں۔"

سردار موسیٰ تو جانتا تھا اس وقت اس کا نکما دوست کہاں ہوں گا لیکن پھر بھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ ہاشم کہاں ہے کسی کو پتہ چلے اب وہ بھی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کیوں کہ نور اس کے نکاح میں آچکی تھی اور ہاشم نے بھی تو کبھی بھی اسے ٹوکا نہیں تھا روح کے حوالے سے حالانکہ وہ سب جانتا تھا۔۔

"ہاں، یہ تو تم نے اچھا کیا۔ کام پہلے ضروری ہے، اس نے بعد ویسے بھی حویلی میں شادی ہے"

ریاست نقوی نے بیٹے کی بات کی تائید کرتے ہوئے اطمینان سے سر ہلایا۔ ساجد نقوی اور احمد نقوی بھی موسیٰ کی اس انتظامی صلاحیت کے قائل ہو گئے کہ اتنی مصروفیت میں بھی اس نے کام کو ترجیح دی وہ ایسا ہی تھا وہ ہر زمیداری کو اپنا فرض سمجھ کر اور صحیح سے ادا کرتا تھا۔ شہنشاہ، جواب تک خاموشی سے سب کا مشاہدہ کر رہا تھا، اچانک اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے نہایت شائستگی سے سب کی طرف دیکھا۔

"سردار صاحب! اب مجھے اجازت دیں۔ کافی دیر ہو گئی ہے، میں اب نکلتا ہوں۔"

شہنشاہ نے موسیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ارے کاشان ایسے کیسے ! یہ کیا بات ہوئی؟ اتنے سالوں بعد میں ملاقات ہوئی ہے اور تم جانے کی بات کر رہے ہو؟"
سردار موسیٰ نے فوراً ٹوکا، جو شہنشاہ کے قریب ہی بیٹھا تھا۔

"جی بالکل ! شہنشاہ بیٹا، اب اتنی رات گئے آپ کا جانا ہمیں اچھا نہیں لگے گا۔ حویلی کی روایت نہیں کہ مہمان کو اس طرح رخصت کیا جائے۔"
احمد نقوی نے بڑے تپاک سے اسے روکا موسیٰ نے بھی آگے بڑھ کر شہنشاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"کاشان چاچا سائیں صحیح کہہ رہے ہیں۔ رات کے اس پہر راستے ٹھیک نہیں ہوتے اور پھر تم میرے اتنے خاص دوست ہو تمہارے لیے کمرہ تیار ہے، اور جب تک کہ شادی نہیں ہو جاتی تب تک تم یہی ہو"

سردار موسیٰ کی کالج ٹائم میں اس کے ساتھ کافی اچھی دوستی تھی اور اس کے ساتھ وقت گزارے بھی اسے کافی ٹائم ہو گیا تھا اس لیے بھی اس نے اسے روک لیا اوپر سے حویلی میں شادی تھی اور تو اور مردوں اور عورتوں کا انتظام ویسے بھی الگ تھا۔۔

"ویسے ہمارے درمیان اب بھی ایک شخص کمی ہے"

حنان جو کہ خاموش بیٹھا تھا عدنان کو ناپا کر بولا اسی وقت مردان خانے میں عدنان داخل ہوا۔۔

"وہ میں ایک کام سے قبیلے گیا تھا"

عدنان وہی حنان کے ساتھ بیٹھے ہوئے کہا تو سب نے ہاں میں سر ہلایا عدنان بھی شہنشاہ کو غور سے دیکھ رہا تھا اس کی نکاح میں اس سے کوئی ملاقات نہیں کی تھی۔ شہنشاہ کے اندر تو ایک شیطانی سکون تھا کہ اسے وہیں ٹھہرنے کا موقع مل رہا تھا جہاں سے وہ اپنی چالیں چل سکتا تھا۔

"آپ سب کی اتنی محبت ہے تو میں انکار کیسے کر سکتا ہوں۔"
شہنشاہ دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گیا، جبکہ سردار موسیٰ بھی مسکرایا تھا عدنان اسے ہی غور سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ کون ہے"
عدنان نے حنان سے پوچھا۔۔

"یہ موسیٰ بھائی کی یونیورسٹی دوست ہیں"

حنان نے مسکرا کر جواب دیا عدنان کی نظر اس کے بازو پر بنے لیٹر پر گئی تھی اس نے شرٹ کے کف اوپر کیے ہوئے تھے شہنشاہ کو عدنان کا یوں غور سے دیکھنا سمجھ نہیں آیا تھا وہ یہاں موجود ہر شخص کو پہلے سے ہی پہچانتا تھا اخر کو وہ ان کے خلاف پہلے ہی چال چل چکا تھا لیکن سردار موسیٰ اور عدنان کو ایک جگہ پا کر وہ حیران ہوا مردان خانے میں قہقہوں اور باتوں کا دور دوبارہ شروع ہو گیا، مگر کسی کو خبر نہ تھی کہ اس خاموش مسکراہٹ کے پیچھے شہنشاہ کیا منصوبہ بندی کر رہا تھا۔۔



ہاشم اس کے قریب بیڈ پر بیٹھا تو نور کے دل کی رفتار ایک بار پھر سے تیز ہو گئی تھی اور وہ نظریں جھکائے ہاشم کی جانب دیکھ رہی تھی ہاشم اسے غور سے دیکھ رہا تھا اسکا یہ سجا سنورا روپ ہاشم کو بہت پسند آرہا تھا ہاشم نے آہستہ سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور نور کے لرزتے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا، جو ابھی تک دوپٹے کے پلو کو سختی سے مروڑ رہی تھی۔ اس کے چھونے سے نور کے پورے وجود میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا۔

"نور۔۔۔ پتا ہے؟ جب سے ہمارا رشتہ سید سائیں نے جوڑا ہے، میرا تو ہر پل صرف اسی انتظار میں گزرا ہے کہ کب وہ گھڑی آئے گی جب تم شرعی اور قانونی طور پر صرف میری کہلاؤ گی۔"

ہاشم کی آواز میں ایک عجیب سی کھنک اور سچائی تھی۔

"لوگ کہتے ہیں کہ صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، پر سچ تو یہ ہے کہ تمہارے لیے صبر کرنا میرے لیے سب سے مشکل امتحان تھا۔"

نور نے خاموشی سے اسے سنا، اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا لیکن جیسے ہی اسے روح کی کہی ہوئی باتیں اور اپنی وہ آدھے گھنٹے کی شرم و حیا یاد آئی، اس نے فوراً اپنا ہاتھ ہاشم کی گرفت سے چھڑایا اور تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"ہاشم! آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ کے اس حکم کی وجہ سے مجھے کتنا تنگ ہونا پڑا؟"

اس نے مصنوعی غصے سے کہا، اگرچہ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی شرم کی جھلک تھی ہاشم جانتا تھا کہ اس کی بیوی اگر پڑھائی کے لیے باہر جاتی بھی ہے تو تب بھی اس نے خود کو ہاشم کی امانت تھا خود کو پردے میں رکھا اتنی بے شرمی میں ہوتے ہوئے بھی اس پر کسی چیز کا کوئی اثر نہ ہوا ایسے شرمانا تو اس کا بنتا تھا۔

"کیوں؟ کیا ہوا؟ میری بیوی نے اپنے شوہر کا حکم مانا، اس میں برا کیا ہے؟" ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اس کو یوں سجے سنورے روپ میں دیکھ کر ہاشم کا دل تو بے قابو ہو رہا تھا۔

"کیا برا ہے دیکھ نہیں رہے تھے روح کیسے مجھے تنگ کر رہی تھی اور نکاح پر ملاقات ہو گئی یہ کافی نہیں جو کمرے میں بھی آپ کو ملنا تھا"

نور نے تھوڑا غصے سے کہا ہاشم اس کے پاس آ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے وہ دونوں بہت پاس تھے نور کا دل بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا ہاشم کی نظر اس کے خوبصورت ہونٹوں پر تھی اس نے پاس ہو کر نور کی نتھ نکال دی جبکہ نور کا دل اب مزید زور زور سے دھڑک رہا تھا پہلے تو وہ کچھ نہیں کرتا تھا کیونکہ ان کا نکاح نہیں ہوا تھا اب تو وہ دونوں نکاح میں تھے۔ ہاشم نے جیسے ہی اس کی نتھ اتاری، نور نے بے اختیار اپنی آنکھیں میچ لیں۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ ہاشم نے نتھ سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور دوبارہ اس کے چہرے کی جانب متوجہ ہوا، اس کے دونوں ہاتھ اب بھی ہاشم کی مضبوط گرفت میں تھے۔

"نور، یہ جو تم روح کی شکایتیں کر رہی ہو نا، یہ سب فضول ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہارا یہ روپ، یہ شرمانا، اور یہ کاجل بھری آنکھیں یہ سب صرف میرا حق تھا۔ اور جہاں تک بات ہے کمرے میں ملنے کی، تو محترمہ! نکاح کے بعد شوہر اپنی بیوی سے نہیں ملے گا تو کیا گاؤں کے زمینداروں سے ملے گا؟"

ہاشم نے شرارت سے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا، جس پر نور کے گال مزید دہکنے لگے۔

"ہاشم پلیز۔"

نور نے دھیمی آواز میں التجا کی، مگر ہاشم کا ارادہ کچھ اور ہی تھا۔

"پلیز کیا نور؟ پتا ہے کتنا عرصہ خود پر ضبط کیا ہے میں نے؟ آج وہ سب فاصلے ختم ہو گئے ہیں۔"

ہاشم نے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ نور کو محسوس ہوا جیسے اس کا پورا وجود پگھل رہا ہو۔ ہاشم کا لمس اتنا معتبر تھا کہ اسے اپنی ساری تھکن بھولنے لگی۔ ہاشم نے آہستہ سے اس کے سر سے وہ بھاری دوپٹہ ہٹایا اور اسے بیڈ کی پشت سے ٹکا دیا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے، اتنے قریب کہ ایک دوسرے کی دل کی دھڑکنیں صاف سنی جا سکتی تھیں۔ ہاشم نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا تنگ کیا اور بڑی محبت سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا۔

"آج تم واقعی "منزلِ یار" لگ رہی ہو۔ میری وہ منزل جس کے لیے میں نے بہت دعائیں مانگی ہیں۔"

ہاشم نے اس کے ہونٹوں کے قریب سرگوشی کی اور پھر ایک محبت بھرا لمس اس کے لبوں پر چھوڑ دیا۔ نور کے لیے یہ سب کچھ نیا اور مسحور کن تھا۔ اس نے ہاشم کے کندھے پر گرفت مضبوط کر لی، جیسے وہ اس خوبصورت پل کو تھام لینا چاہتی ہو لیکن اس کا دل بھی بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا کچھ دیر اسی رومانوی سحر میں گزارنے کے بعد، ہاشم نے خود کو تھوڑا پیچھے ہٹایا، مگر اس کی نظریں اب بھی نور کے سراپے پر جمی تھیں۔

"اچھا اب زیادہ مت شرماؤ، ورنہ میرا یہاں سے جانے کا ارادہ بالکل ختم ہو جائے گا اور ویسے بھی سب مردان خانے میں انتظار کر رہے ہوں گے۔"

ہاشم نے اس کے گال کو ہلکا سا تھپتھپاتے ہوئے کہا جبکہ نور نے سکون کا سانس لیا پہلے ہی وہ اس سب سے پہلے اس کے ہونٹوں پر اپنی حکومت جما کر اس کی سانسیں تنگ کر گیا تاگ اور وہ بہت تھک بھی گئی تھی ہاشم سے بہت شرما بھی رہی تھی اس کی اس حرکت کے بعد حالانکہ شرمانا تو ہاشم کو چاہیے تھا خیر اس کا شرماہٹ کے لمحوں میں دیکھ کر ہاشم نے ایک بار پھر اس کے گال پر ہونٹ رکھے۔۔

"جائیں نہ"

نور نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی معصومیت پر ہاشم کا دل کیا کہ وہ یہی روک جائے۔۔

"ویسے یہ نہیں کہہ سکتی تھی روک جائیں"

ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا اور اسے سردار موسی کا میسج موصول ہو گیا تھا سید سائیں اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں اسے جانا ہی تھا ویسے بھی رخصتی بہت جلد تھی تو اس لیے وہ کچھ بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا جس سے اس کی عزت اس کی نور پر بات آئے حویلی میں مہمان بھی تو تھے اور اس کا دل بھی تو بغاوت پر تھا۔۔

"ہاں مجھے اپنی جان کیوں عذاب کرنی"
نور نے مسکرا کر کہا جبکہ اس کی بات پر ہاشم بھی مسکرایا۔۔

"تفصیل بات کریں گیں اس پر فلحال مجھے جانا ہے"
ہاشم یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ نور نے سکون کی سانس لی اپنے محرم کے ساتھ بتائے خوبصورت تو بہت ہوتے ہیں اس کے دل سے آواز آئی تھی اور وہ مسکرا دی اور مسکراتے ہوئے وہ اور دلکش لگ رہی تھی۔۔

حفصہ کب سے بیٹھی عدنان کا انتظار کر رہی تھی ان دونوں کی ملاقات نکاح پر نہیں ہوئی تھی اور حفصہ بے تاب تھی اپنا روپ عدنان کو دیکھانے کے لیے لیکن وہ کمرے میں آ ہی نہیں رہا تھا عدنان نے اسے فنکشن کے دوران کالز اور میسجز کیے تھے لیکن حفصہ نے نہیں اٹھائے تھے وہ اسے تنگ کر رہی تھی اب حفصہ کو بے صبری سے اس کے آنے کا انتظار تھا لیکن وہ نہیں آ رہا تھا اس بات پر اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا وہ سمجھ گئی تھی وہ ناراض ہو گیا ہے حالانکہ فنکشن ختم ہوئے 3 گھنٹے ہو گئے تھے اور وہ اب تک نہیں ایا تھا گھڑی کی سوئیاں اپنی مخصوص رفتار سے چل رہی تھیں، لیکن حفصہ کو لگ رہا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ کمرے میں پھیلی گلابوں کی بھینی بھینی خوشبو، جو شروع میں اسے مسحور کر رہی تھی، اب اسے بوجھل محسوس ہونے لگی تھی۔ چونکہ پورہ حویلی کو ہی سجایا گیا تھا اس لیے ان گلابوں کی خوشبو کمرے میں بھی آ رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر آئینے میں اپنا عکس دیکھا ہلکا عروسی لباس جو کہ گلابی رنگ میں تھا، ماتھے پر دمکتا

ٹیکا کانوں میں خوبصورت جھمکے اور آنکھوں میں کاجل کی گہری لکیر ساتھ میں ہلکا سا میک اپ وہ واقعی کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی، لیکن اس کا "شہزادہ" اب تک لاپتہ تھا۔

"کیا وہ واقعی اتنا ناراض ہو گئے ہیں؟"

اس نے سوچا اور ایک بار پھر اپنا موبائل چیک کیا۔ کوئی نیا میسج نہیں تھا، کوئی مسڈ کال نہیں تھی۔ فنکشن کے دوران اس کی شرارت اسے اب مہنگی پڑ رہی تھی۔

"کیا ضرورت تھی مجھے بھی ان کی کال اٹھا کر بات مان لیتی"

اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ نم ہونے لگی تھی کیوں کہ اس سے پہلے عدنان کبھی بھی اس سے ناراض نہیں ہوا تھا اور ایسا پہلی بار تھا کہ وہ اس سے ناراض ہوا ہو اور اس کی ناراضگی اب حفصہ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی انتظار کی گھڑیاں طویل ہوتی جا رہی تھی رات کا پچھلا پہر شروع ہو چکا تھا۔ گھر میں برپا ہنگامہ اور مہمانوں کا شور و غل اب مکمل خاموشی میں بدل چکا تھا۔ رات کے 2:00 بج چکے تھے اس نے اپنا موبائل اٹھایا اور بہت ہمت کر کے عدنان کو کال کی، لیکن عدنان نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔

"یا اللہ جی پلیز عدنان کو لے آئیں"

وہ سر گئی تھی اس کی انکھوں میں اب پانی آ گیا تھا اور عنقریب وہ پانی اس کی انکھوں سے پھسل کر گال پر آ جاتا کچھ دیر ایسے گزر گئی پھر اس نے ہمت کر کے عدنان کو میسج لکھا۔

"عدنان، پلیز آجائیں، میں دوبارہ کبھی اپ کی کال اگنور نہیں کروں گی"

اس نے میسج تو لکھ دیا مگر سینڈ کرنے کی ہمت نہ ہوئی رات کے 3:30 بجے تھکن اور ذہنی دباؤ نے اس کے اعصاب کو شل کرنا شروع کر دیا۔ تھکن کی وجہ سے اسے نیند انا شروع ہو گئی تھی لہنگے اور جیولری کے وزن سے اس کا جسم دکھنے لگا تھا۔اس نے سوچا تھا کہ عدنان آئے گا تو وہ خود اس کے زیور اتارنے میں اس کی مدد کرے گا، جیسے اس نے اکثر ناولوں میں پڑھا تھا۔ بیٹھے بیٹھے اس کی کمر میں درد ہونے لگا۔اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی اور سوچا کہ بس پانچ منٹ آنکھیں موندے گی، جیسے ہی عدنان آئے گا وہ اٹھ جائے گی۔اسے یقین تھا کہ عدنان اسے اس حال میں دیکھ کر ضرور پگھل جائے گا۔

لیکن نیند کا غلبہ اتنا شدید تھا کہ اسے خبر ہی نہ ہوئی کہ کب اس کا سر صوفے کے کنارے پر ڈھلک گیا۔ وہ خوبصورت عروسی جوڑے میں ملبوس، ہاتھوں میں مہندی رچائے اور بالوں میں لگی درجنوں پنوں کے ساتھ، اسی انتظار کے کانٹوں پر سو گئی۔ اس کا جوڑا زیادہ بھاری نہیں تھا لیکن پھر بھی اتنے گھنٹے سے اس نے پہن رکھا تھا تو اس وجہ سے اسے تھکان ہو گئی تھی عدنان نہیں آیا تھا اور حفصہ کا انتظار انتظار ہی رہ گیا۔۔

💗💗

"تو آج پھر تو محبت کرنے والے لوگ ایک ہو گئے"

یحییٰ نے آگ کے شعلوں کو دیکھ کر کہا وہ باہر لون میں بیٹھا تھا اور اس نے آگ جلا رکھی تھی جس طرح سے یہ لکڑیاں جل رہی تھی اس کا دل بھی اندر سے ایسے ہی جل رہا تھا کیون آخر اس کی محبت اس کی روح کسی اور کی ہو گئی کیوں سردار موسیٰ نے اسے جیت لیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گیا۔ اسے اپنا حال تو دیکھائی دے رہا تھا لیکن اس معصوم کا حال نہیں دیکھائی دے رہا تھا جس کی حالت اس کی وجہ سے خراب تھی اس کی وجہ سے وہ اپنے ماں باپ سے دور تھی اسے صرف اپنی پرواہ کیوں تھی اچانک اس کا دماغ ماہا کی طرف گیا تھا جس لڑکی نے اس سے محبت کی تھی آج بھی وہ اس کے نام پر حویلی میں بیٹھی تھی اس کے ماں باپ اس سے دور ہو گئے تھے یحییٰ اس کا درد جانتا تھا لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا اس سے روح اور سردار موسی کو ایک ساتھ دیکھنا برداشت نہیں ہوتا تھا اس لیے اس نے حویلی چھوڑ دی تھی اس کی حویلی چھوڑنے کی اصل وجہ یہ بھی تھی کیوں کہ وہ روح کو سردار موسیٰ

کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا تھا یحییٰ نے سلگتی ہوئی لکڑی کو پیر سے ٹھوکر ماری تو چنگاریاں فضا میں بلند ہوئیں۔ اسے لگا یہ چنگاریاں اس کے اپنے وجود کا حصہ ہیں۔

"ماہا"

اس کے لبوں سے ایک ٹھنڈی آہ کے ساتھ یہ نام نکلا۔ وہ جانتا تھا کہ حویلی کے ایک کونے میں وہ لڑکی آج بھی اس کے لوٹ آنے کی آس لگائے بیٹھی ہو گی۔ جس نے یحییٰ کی بے رخی کو اپنا مقدر مان لیا تھا، مگر یحییٰ کا دل تو روح کے حصار میں قید تھا۔ وہ روح، جواب سردار موسیٰ کی ہو چکی تھی۔ محبت کا یہ کیسا تماشہ تھا کہ کوئی کسی کے لیے جل رہا تھا اور کوئی کسی کی یاد میں راکھ ہو رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں اب تم کسی اور کی ہو میرا تم سے رشتہ احترام کا ہے لیکن میں کہا کروں میں اپنے دل سے تمھیں نہیں نکال پا رہا روح"

اس نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا موسم میں اب کافی بدلاؤ آ چکا تھا برف باری کچھ دنوں سے روک چکی تھی اب بس ٹھنڈی ہواؤں کا راج تھا اور وہ اس وقت ان سب اُلجھنوں میں الجھا ہوا شخص تھا جیسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔



دوسری جانب، صبح کی پہلی کرن نے جب حفصہ کے کمرے کی کھڑکی سے اندر جھانکا، تو منظر بہت دلخراش تھا۔ گلابی عروسی لباس میں ملبوس وہ لڑکی، جس کے چہرے پر رات بھر کی تھکن اور آنسوؤں کے نشان جم چکے تھے، اب بھی صوفے پر گردن ڈھلکائے سو رہی تھی۔ اس کا وہ تیکھا اور چمکتا ہوا ٹیکا اب ماتھے سے ہٹ کر ایک طرف جھک گیا تھا۔ اچانک دروازے کے کھلنے کی ہلکی سی آواز ہوئی، مگر حفصہ کی نیند اتنی گہری تھی کہ اسے محسوس نہ ہوا۔ قدموں کی چاپ قریب آئی اور صوفے کے پاس آ کر رک گئی۔

عدنان، جو رات بھر حویلی کے باہر لان میں اکیلا بیٹھا رہا تھا، پہلے وہ مردان خانے میں سب کے ساتھ بیٹھا تھا جب سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تو اس کے بعد وہ باہر لون میں آ گیا تھا اور اب کمرے میں آیا تھا اس کی آنکھیں سرخ تھیں، شاید غصے سے یا شاید رات بھر جاگنے کی وجہ سے۔ اس نے حفصہ کو اس حال میں دیکھا تو اس کے دل میں ایک کسک سی اٹھی۔ وہ اسے تڑپانا چاہتا تھا، اسے بات کا احساس دلانا چاہتا تھا وہ کس قدر بے تاب

تھااس کا یہ روپ دیکھنے کے لیے لیکن اس نے اس کی ایک کال بھی نہیں اٹھائی تھی،اس وقت اسے یوں بے خبر سوتا دیکھ کر وہ بھی کل کے روپ میں اس کی ساری ناراضگی ایک پل میں جیسے ہوا ہو گئی۔اس کی آنکھیں جن میں کچھ دیر پہلے تک تھکان تھی اب وہاں پر محبت اور جذباتوں کا سمندر تھا جو اس لڑکی کو دیکھتے ساتھ ہی اس کی انکھوں میں آگیا تھا اس نے جھک کر حفصہ کے چہرے پر بکھری لٹ کو پیچھے ہٹایا۔

"عدنان...آئی ایم سوری..."

حفصہ نے نیند میں ہی تھوڑی سی جنبش کی اور اس کے لبوں سے دبی سی آواز نکلی۔ عدنان کا ہاتھ وہیں رک گیا اس کے چہرے پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی۔ وہ تو اسے سزا دینے کا ارادہ رکھتا تھا، اس سے بات نہ کر کے اسے اگنور کر کے مگر یہاں تو اس معصوم نے نیند کی وادیوں میں بھی اسے ہی یاد رکھا تھا۔ عدنان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ میں اب تڑپ اور مٹھاس دونوں شامل تھیں۔ اسی لمحے کمرے کی کھڑکی کا پٹ، جو شاید رات حفصہ سے ادھ کھلا رہ گیا تھا، ہوا کے ایک زوردار جھونکے سے پورا کھل گیا۔ باہر کی ٹھنڈی، یخ بستہ ہوا ایک دم کمرے میں داخل ہوئی اور گلابوں کی مہک کے ساتھ مل کر فضا میں ایک عجیب سا ارتعاش پیدا کر دیا۔ اس ہوا کے تھپیڑے سے حفصہ کے وہ بال، جنہیں عدنان نے ابھی بڑی نفاست سے پیچھے ہٹایا تھا، ایک بار پھر بغاوت کرتے ہوئے اس کے سرخ و سفید چہرے پر بکھر گئے۔ وہ نیند میں تھوڑی سی کسمسائی، ٹھنڈک کے احساس سے اس نے اپنے بازوؤں کو سمیٹا۔ اس کی گلابی رنگت، ٹھنڈی ہوا کے لمس

سے اب مزید نکھر گئی تھی۔ عدنان کو یہ منظر بہت خوبصورت لگ رہا تھا لیکن کمرے میں آتی ٹھنڈ کو محسوس کر کے پہلے آٹھ کر اس نے کھڑکی بند کی تھی اس کا دل تو نہیں کر رہا تھا اس منظر کو اپنے نظروں سے اوجھل کرے لیکن اس کی خوبصورت بیوی کو ٹھنڈ بھی تو لگ رہی تھی اس لیے اسے مجبوراً اٹھنا پڑا کھڑکی بند کرنے کے بعد وہ واپس آیا اور پھر سے اس کے پاس بھی کر خاموشی سے اسے تک رہا تھا۔ اس کی نظریں حفصہ کے ان گلابی ہونٹوں پر جا ٹھہریں جو ہلکے سے اب بھی لرز رہے تھے۔ عدنان کا دل، جو ہمیشہ حفصہ کو دیکھ کر بے قابو ہو جاتا تھا تھا، تو اس بات کیسے قابو میں رہتا وہ بھی ایسے منظر کو دیکھ کر اس وقت بھی اس کا دل اس کے سینے میں بغاوت پر آمادہ تھا۔

"تم اتنی خوبصورت کیوں ہو حفصہ۔۔۔؟"

وہ دل ہی دل میں بڑبڑایا اس کا جی چاہا کہ وہ وقت کو یہیں روک لے۔اس نے اپنی انگلیاں دوبارہ حفصہ کے گال پر رکھی ہوئی ان لٹوں میں الجھائیں جو ہوا کی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر آگئی تھی اور اس کے ہونٹوں کو چھو رہی تھیں۔حفصہ کے سانسوں کی تپش عدنان کے ہاتھ پر محسوس ہو رہی تھی۔ اس وقت وہ بھول گیا کہ وہ کیوں ناراض تھا،وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے پوری رات لان میں گزار دی تھی۔اسے تو بس اب سامنے موجود اس عکسِ جمال کی پرواہ تھی۔

حفصہ کی نیند اب کچی ہو رہی تھی۔اس کے چہرے پر عدنان کی نظروں کی تپش اسے نیند میں بھی کس مسار ہی تھی

"عدنان۔"

اس نے ایک بار پھر بہت مدھم آواز میں پکارا، جیسے وہ اس کی موجودگی کو محسوس کر رہی ہو۔ عدنان کا جھکاؤ اب اس کے چہرے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔ اس کی سرخ آنکھوں میں اب غصے کی کوئی رمق باقی نہ تھی، وہاں صرف اس لڑکی کے لیے بے پناہ چاہت تھی جو اب اس کی زندگی کا مرکز و محور بن چکی تھی۔ اس نے بہت دھیرے سے حفصہ کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔ کیوں کہ اس کا دل اب کہاں اپنے بس میں رہنے والا تھا۔

عدنان کے لمس کی حرارت نے حفصہ کے دل پر بھی دستک دی تھی۔ ماتھے پر ثبت ہونے والی اس محبت بھری مہر نے اس کی نیند کے بندھن کچے کر دیے تھے، لیکن عدنان کی بے تابی اب کسی اور ہی مقام پر تھی۔ اس کا دل سینے میں زور و شور سے دھڑک رہا تھا، بالکل اسی طرح جیسے حفصہ کا دل رات بھر اس کے انتظار میں دھڑکتا رہا تھا۔ وہ اس کے چہرے کے اور قریب ہوا۔ اس کی گرم سانسیں اب حفصہ کے گالوں کو چھو رہی تھیں۔ عدنان نے ایک بار پھر اس کے گلابی لبوں کی جنبش کو دیکھا جو خاموشی سے

اسے پکار رہے تھے۔ وہ خود پر ضبط نہ رکھ سکا اور بہت نرمی سے، جیسے ریشم کو چھوا جائے، اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے۔ حفصہ کو لگا جیسے کسی نے اس کی روح کو چھو لیا ہو۔ ایک جھرجھری سی اس کے وجود میں دوڑی اور اس کی بوجھل پلکیں آہستہ آہستہ کھلنے لگیں۔ سامنے کا منظر دھندلا تھا، لیکن جیسے ہی نظریں عدنان کے چہرے پر مرکوز ہوئیں، اس کے ہوش و حواس پل بھر میں بیدار ہو گئے۔ وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہونے لگی، مگر عدنان کا ہاتھ اس کے گال پر موجود تھا جس نے اسے فرار کا راستہ نہ دیا۔ حفصہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ جو رات بھر اس کی بے رخی کے خوف سے مر رہی تھی، اب اسے خود سے اتنا قریب پا کر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ حقیقت ہے اور وہ اس کے ہونٹوں کو اپنے گرفت میں لیے اپنی پیاس بجھا رہا تھا اچانک حفصہ کو اپنی سانسیں اُلجھتی ہوئی محسوس ہوئی تھی جب عدنان نے یہ محسوس کیا تو وہ پیچھے ہوا حفصہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی سانسیں معمول پر لانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"ع۔۔۔عدنان؟"

اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی عدنان اس کے لبوں سے الگ ہو کر گہری نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں اب بھی وہ سرخی تھی جو رات بھر کی تڑپ کی گواہی دے رہی تھی، مگر لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

"پوری رات مجھے تڑپانے کا یہی صلہ ہے مسز عدنان، کہ اب آپ کی صبح میری مرضی سے ہو گی،"

عدنان نے بھاری آواز میں کہا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ حفصہ کے گال حیا سے دہکنے لگے۔ اسے رات کی اپنی شرارت یاد آئی اور پھر وہ طویل انتظار، جس نے اسے تھکا کر چور کر دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر آنسو تیرنے لگے۔

"آپ نہیں آئے میں نے کتنا انتظار کیا آپ کا،"

اس نے رندھی ہوئی آواز میں شکوہ کیا، اس کی نظریں عدنان کے چہرے پر جمی تھیں عدنان نے اس کے آنسوؤں کو اپنی انگلیوں سے چنا۔

"اور جانتی ہو میں کتنا بے تاب تھا تمہارا یہ روپ دیکھنے کے لیے تم نے جو مجھے اگنور کیا اس کا کیا ابھی تو جو میں نے کیا وہ تمھارے کیے ہوئے کے اگے کچھ بھی نہیں تھا"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر محبت سے کہا وہ اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا اور اس کو اپنے سینے سے لگا لیا حفصہ نے اس کے سینے پر مکا مارا۔۔

"دور ہوں مجھے آپ سے بات نہیں کرنی ہیں کتنا تڑپتی رہی ہوں میں رات بھر"

حفصہ کا ننھا سا مکا عدنان کے مضبوط سینے پر لگا تو وہ مسکرا دیا۔اس کی ناراضگی میں بھی ایک ایسی اپنائیت تھی جو عدنان کے دل کو چھو رہی تھی۔ حفصہ نے خود کو اس کے حصار سے چھڑانے کی ایک ناکام کوشش کی، لیکن عدنان نے اس کی کمر کے گرد اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی۔

"اچھا؟ تڑپتی رہی ہو؟"

عدنان نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی، جس سے حفصہ کے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

"اور وہ جو میں نے آدھی رات باہر لان میں بیٹھ کر گزاری، اس کا حساب کون دے گا؟ میں تو تمہارے منانے کا منتظر تھا حفصہ، لیکن تم تو سو گئیں!"

عدنان کے اس شکوے پر حفصہ نے تڑپ کر سر اٹھایا، اس کی آنکھوں میں ابھی بھی نمی باقی تھی۔

"میں نہیں سوئی تھی! میں تو آپ کا انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ آپ کو پتہ ہے یہ جوڑا کتنا وزنی ہے؟ اور یہ زیور۔۔۔ میری گردن دکھنے لگی تھی۔"

اس نے معصومیت سے اپنا دکھڑا سنایا تو عدنان کا دل پگھل کر رہ گیا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ گلابی لباس میں ملبوس، بکھرے بالوں اور کاجل بھری نم آنکھوں کے ساتھ وہ اس وقت بھی قیامت ڈھا رہی تھی۔ عدنان نے بہت پیار سے اس کے دونوں ہاتھ تھام کر چوم لیے۔

"آئی ایم سوری جان! میرا ارادہ تمہیں دکھ دینے کا ہرگز نہیں تھا، بس تھوڑی سی انا آڑے آگئی تھی۔ پر اب دیکھو، میں تمہارے سامنے ہوں اور تمہاری ہر شکایت دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

حفصہ اس کی بات سن کر مسکرادی وہ جو یہ سوچ رہی تھی کہ وہ اسے منائے گی اس وقت وہ اس کا شوہر اسے منا رہا تھا۔

"واقعی؟ جو میں کہوں گی وہ کریں گے؟"

حفصہ نے عدنان کی شرٹ کا کالر اپنی انگلیوں میں الجھایا اور دبی آواز میں پوچھا۔

"حکم کیجیے سرکار! آج آپ کا ہر حکم سر آنکھوں پر اتنے قیامت سراپے کے بعد میں کیسے اپنی جان کو منع کر سکتا ہوں"

عدنان نے اس کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر کیا اور شرارت سے بولا۔

"اچھا اب زیادہ فری نہ ہوں اور پیچھے ہوں مجھے چینج کرنا ہے اس کے بعد نیچے بھی جانا ہے سب لوگ انتظار کر رہے ہوں گیں"

حفصہ نے اس کے حسار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔ لیکن عدنان کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔ اس نے حفصہ کی گرد گرفت مزید مضبوط کر لی اور اسے خود سے دور کرنے کے بجائے اپنے اور قریب کر لیا۔ اس کے چہرے پر ایک پُر کشش اور معنی خیز مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے مسز عدنان؟"

عدنان کی آواز میں جذباتوں کا سمندر تھا اور اس کی آنکھیں دیکھ کر حفصہ اندازہ لگا گئی تھی کہ وہ کس مونڈ میں ہے اور وہ اس وقت اپنے پر اس کی شدتوں کو وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔

"بلکل بھی نہیں عدنان رات میں ابھی سب کیا سوچیں گیں اتنا ٹائم ہو گیا ہے"

حفصہ نے گھڑی دیکھی جہاں صرف 8 ہی بج رہے تھے لیکن پھر بھی حفصہ نے عدنان کو دیکھ کر کہا عدنان کھڑا ہو کر اسے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔

"عدنان"

حفصہ کچھ کہتی اس سے پہلے ہی عدنان اسے اپنی گود میں اٹھائے اس کے لبوں پر جھک گیا تھا ایک بار پھر اسکی سانسوں میں اپنی سانسیں الجھائے اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کر رہا تھا عدنان نے اسے بیڈ پر بہت احتیاط سے لٹایا لیکن خود اس سے دور نہیں ہوا تھا بلکہ اب تک حفصہ کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا ہوا تھا حفصہ کی سانسیں پھر سے اکھڑنے لگی تھی عدنان پیچھے ہوئے اوع اس نے حفصہ کو دیکھا اس کی بند کلی جیسی آنکھیں اور تھرتھراتے لب عدنان کے صبر کا امتحان لے رہے تھے۔ حفصہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔۔

"عدنان۔۔۔ پلیز۔۔۔ کوئی آجائے گا،"

حفصہ نے بہت مدھم آواز میں احتجاج کرنا چاہا، مگر عدنان نے اس کے دونوں ہاتھ بیڈ کی سطح پر جما دیے اور اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کی۔

"تمہارے اس 'پلیز' کا وقت گزر چکا حفصہ۔ رات بھر میں نے جو تنہائی کاٹی ہے، اب اس کا ایک ایک لمحہ وصول کروں گا۔ تمہیں کیا لگا تھا کہ تم مجھے اگنور کرو گی اور میں اتنی آسانی سے تمہیں جانے دوں گا؟ اور ویسے بھی تمھیں منایا بھی میں نے ہی ہے اب اپنا کریڈٹ تو خود وصول کروں گا نہ"
اس کی آواز میں محبت بھرا غصہ اور تڑپ نمایاں تھی۔

حفصہ نے شرم سے آنکھیں میچ لیں وہ جانتی تھی اب راہ فرار ممکن ہی نہیں ناممکن ہے عدنان کے لب اب اس کے ماتھے سے ہوتے ہوئے گالوں اور پھر گردن کی طرف بڑھ رہے تھے، جہاں بھاری جیولری اب بھی رکاوٹ بنی ہوئی تھی۔ عدنان نے ایک ہاتھ سے اس کے بالوں میں لگی پنیں نکالنی شروع کیں، جس سے اس کے گھنے بال ریشم کی طرح بیڈ پر بکھر گئے۔

حفصہ کا وجود عدنان کی شدتوں کے سامنے پگھلنے لگا تھا اس کی سانسوں کی تپش اسے جھلسا رہی تھی وہ جو صبح کے آٹھ بجنے کا بہانا بنا کر بھاگنا چاہتی تھی، اب خود کو عدنان کی بانہوں میں محفوظ محسوس کر رہی تھی۔ عدنان کا لمس اس کے لیے کسی مرہم سے کم نہ تھا۔

"عدنان۔۔۔ میں۔۔۔"

حفصہ کے الفاظ ادھورے رہ گئے کیونکہ عدنان نے ایک بار پھر اس کے لبوں پر اپنی مہر ثبت کر دی تھی۔ یہ بوسہ پچھلے والے سے زیادہ گہرا اور تشنہ تھا، جیسے وہ واقعی برسوں کی پیاس بجھا رہا ہو۔ حفصہ کے ہاتھوں نے لاشعوری طور پر عدنان کی شرٹ کو مضبوطی سے تھام لیا۔ کمرے میں چھیلی گلابوں کی خوشبو اب ان دونوں کی سانسوں کی تپش میں گھل مل گئی تھی کچھ دیر بعد جب عدنان اس سے تھوڑا الگ ہوا، تو اس کی آنکھوں میں فاتحانہ چمک تھی۔ حفصہ کا چہرہ اب سُرخ انار کی طرح دہک رہا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ عدنان کے سینے میں چھپا لیا۔

"اب بولو، اب بھی نیچے جانا ہے؟"

عدنان نے ہنستے ہوئے اس کے سر پر بوسہ دیا۔ حفصہ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کے سینے میں مزید دب گئی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ اس وقت اس کی بانہوں سے نکلی تو شاید بکھر جائے وہ نامکمل رہے کیوں کہ عدنان کی قربت ہی تو اسے سکون دیتی تھی۔ عدنان نے اسے اپنے ساتھ لگائے بیڈ پر دراز ہو گیا، اب اسے کسی بات کی جلدی نہیں تھی اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اس کے کمرے میں نہیں آئے گا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ حویلی میں سب لوگ سو رہے ہوں گیں کیوں کہ رات اتنی دیر سے سوئے تھے، اس لیے اس وقت وہ سب بھلائے اپنی کل کائنات اپنی بیوی کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے تھا۔ عدنان نے اپنے بازوؤں کا گھیرا حفصہ کے گرد مزید تنگ کر لیا، جیسے وہ اسے دنیا کی ہر نظر سے چھپا لینا چاہتا ہو۔ حفصہ، جواب مکمل طور پر اس کے حصار میں تھی، اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں کو عدنان کے سینے کی مستحکم دھڑکن کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ عدنان نے اس کے بالوں کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔

"جانتی ہو حفصہ، تم سے ناراض رہنا میرے بس میں بھی نہیں ہے، اس ایک رات نے مجھے یہ احساس دلا دیا کہ تمہارے بغیر میں کتنا ادھورا ہوں۔ آج کے بعد مجھے کبھی خود سے دور مت کرنا کبھی مجھے اگنور کرنی کی غلطی مت کرنا"

عدنان نے بہت نرمی سے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی حفصہ نے جواب میں کچھ نہیں کہا، بس اس کی شرٹ کو اپنی مٹھی میں اور سختی سے بھینچ لیا۔ اس کی خاموشی میں ہزاروں اقرار چھپے تھے۔ اس وقت وہ دونوں ایک ایسی دنیا میں تھے جہاں صرف محبت کی زبان بولی جاتی تھی۔ عدنان نے حفصہ کے ماتھے پر ایک طویل اور پر سکون بوسہ ثبت کیا اور اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس پر اپنی مءں گنتی شدتیں برسا رہا تھا رات بھر کا جاگا ہوا عدنان اب اپنی منزل پا کر شدتوں کی دنیا میں جا چکا تھا، اور وہ شدتیں بے تابی سے اس کے وجود پر اتار رہا تھا اس کی شدتوں سے تڑپتے ہوئے حفصہ سسک رہی تھی لیکن ایک یہی جگہ تھی جہاں عدنان نرم نہیں پڑ سکتا تھا کیوں کہ اگر ایسا کرتا تو اسے اپنی خوبصورت بیوی پر ترس آ جاتا اور ہر گز ایسے لمحوں میں وہ اس پر ترس کھا کر اپنے جذبوں کو ادھورا چھوڑ کر

تڑپنا نہیں چاہتا تھا وہ یہ بھی چاہتا تھا اس کی بیوی اسے برداشت کرنے کی عادت ڈال کے اور اس کے لمس میں حفصہ کے لیے بھی سکون ہو جیسے وہ اس کی قربت کے لیے تڑپ رہا ہے ویسے ہی حفصہ بھی تڑپے۔۔

کندیل سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر کی طرف جا رہی تھی جب وہاں سے حنان نیچے آ رہا تھا حنان کو دیکھ کر کندیل نے منہ بنا لیا تھا جبکہ اس کے ایسا کرنے پر حنان اسے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔۔

"میڈم یہ منہ کیوں بنایا جا رہا ہے"
حنان کو اس کا منہ بنانا بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا اس لیے وہ اسے دیکھ کر بولا۔۔

"کیوں کہ جس کی شکل ہی اتنی واحیات ہو منہ تو بنے گا نہ"

کندیل نے سینے پر اپنے دونوں ہاتھ باندھ لیے تھے حنان نے ایک گہرا سانس لیا اور سیڑھی کے ایک قدم اوپر چڑھ کر اس کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں شرارت اور غصے کی ملی جلی لہر تھی۔

"واحیات؟ لگتا ہے صبح آئینے میں اپنا عکس دیکھنا بھول گئی ہو، ورنہ میری شکل پر تبصرہ کرنے کی ہمت نہ پڑتی۔"

حنان نے لفظ کو چبا چبا کر دہرایا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی؟ میں نے جو کہا سچ کہا، تمہاری شکل دیکھ کر ہی میرا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔"

کندیل کی آنکھیں غصے سے پھیل گئی اور وہ غصے سے بولی تھی۔۔

"تو پھر راستہ چھوڑو اور جاؤ یہاں سے، کس نے کہا ہے کہ کھڑی ہو کر میرا دیدار کرو؟"

حنان نے کندھے اچکاتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"راستہ تم نے روکا ہوا ہے، بد تمیز کہیں کے!"

کندیل نے اسے دھکا دے کر آگے بڑھنے کی کوشش کی، لیکن حنان اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔

"جب تک معافی نہیں مانگو گی، راستہ نہیں ملے گا۔" حنان نے بازو سینے پر باندھ لیے اور سیڑھیوں کے بیچوں بیچ ڈٹ گیا۔

"معافی کس چیز کی معافی"

کندیل کی آنکھیں بڑی بڑی ہو گئی تھی اور وہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"کیونکہ تم نے میرے چہرے پر تبصرہ کیا ہے اس لیے"
حنان اس کی انکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔

"میں اور تم سے معافی؟ خواب دیکھنا چھوڑ دو حنان! تم جیسے لوگوں کو تو
میں"
کندیل کی بات ابھی ادھوری تھی کہ حنان ایک قدم اور قریب ہوا، جس پر
وہ ہکا بکا رہ گئی۔

"تم جیسے لوگوں کو کیا؟ کہو ناں، رک کیوں گئیں؟"

حنان اس کی آواز میں اب ایک عجیب سی سنجیدگی تھی کندیل کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا، اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ غصہ دکھائے یا وہاں سے بھاگ جائے۔ دونوں کے درمیان تناؤ اتنا بڑھ گیا تھا کہ لگ رہا تھا ابھی کوئی نیا طوفان کھڑا ہو جائے گا۔ کندیل نے اپنی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کی اور پوری قوت لگا کر حنان کو پیچھے کی طرف دھکا دیا۔

"ہٹو میرے راستے سے! بدتمیز انسان۔۔۔"

وہ اسے پیچھے دھکیل کر تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ اس کا ارادہ چھت پر جا کر کھلی ہوا میں سانس لینے کا تھا تاکہ اس کے چہرے کی تمازت کچھ کم ہو سکے۔ لیکن ابھی اس نے دو قدم ہی بھرے تھے کہ حنان نے پھرتی سے اس کا بازو تھام کر اسے وہیں روک لیا۔

"چھوڑو میرا ہاتھ! یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

کندیل غصے سے پلٹی، اس کی آنکھوں میں چنگاریاں تھیں حنان نے اس کا بازو نہیں چھوڑا، بلکہ اس کی گرفت میں تھوڑی سنجیدگی آگئی۔ اس نے اوپر چھت کے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر کندیل کی طرف متوجہ ہوا۔

"اوپر کہاں جارہی ہو؟"

حنان کا لہجہ اب طنزیہ نہیں بلکہ سنجیدہ تھا۔

"جہاں میرا دل چاہے گا جاؤں گی، تم سے پوچھ کر نہیں جاؤں گی۔"

کندیل نے اپنا بازو چھڑانے کی ناکام کوشش کی۔

"دیکھو کندیل! ضد چھوڑو اور نیچے جاؤ۔ شادی ہے حویلی میں، حویلی مہمانوں سے بھرا ہوا ہے اور اس وقت مردان سائیڈ والی چھت پر غیر مردوں کی موجودگی ہو سکتی ہے۔"

حنان نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا، لیکن اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی رعب تھا۔

"تو کیا ہوا؟ میں اپنی حویلی کی چھت پر جا رہی ہوں، کسی اور کے نہیں!" کندیل نے اس کو دوبدو جواب دیا تھا وہ جانتی تھی اپنی حدیں اسے کسی نا محرم کے سامنے نہیں جانا اور حنان کی بات بھی ٹھیک تھی لیکن وہ اس کی بات کیوں مانتی دونوں کی شروعات سے ہی نہیں بنتی تھی۔۔

"بحث مت کرو تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ باہر کا ماحول کیا ہے۔ وہاں مردان خانے کی طرف سے کوئی بھی آسکتا ہے یا کوئی وہاں کھڑا ہو سکتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس وقت کوئی تمہیں اس حال میں وہاں دیکھے۔"

حنان نے اسے تھوڑا اپنی طرف کھینچا۔ کندیل نے اس کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے خاموشی اختیار کی، لیکن اس کی انا اسے ہار ماننے نہیں دے رہی تھی۔

"تم میری فکر کرنا چھوڑ دو حنان، میں اپنی حفاظت خود کر سکتی ہوں۔"
کندیل نے خود کو چھڑانا چاہا لیکن حنان کی گرفت سخت تھی۔۔

"حفاظت کی بات نہیں ہے، بات غیرت کی ہے۔"
حنان نے دھیمی مگر دوٹوک آواز میں کہا اور اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"اب شرافت سے نیچے جاؤ، ورنہ مجھے کوئی اور طریقہ بھی آتا ہے بات منوانے کا۔"

کندیل نے اسے ایک غصیلی نظر سے گھورا، پیر پٹخے اور چھت پر جانے کا ارادہ ترک کر کے واپس نیچے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ لیکن جاتے جاتے وہ بڑبڑانا نہیں بھولی۔

"اپنے آپ کو پتہ نہیں کیا سمجھتا ہے!"

وہ اس کے جانے کے بعد چھت پر آنے کا اٹل فیصلہ رکھتی تھی بس اس کے جانے کی دیر تھی حنان وہیں کھڑا اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا اور اس کے لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رینگ گئی۔



حنان کے جانے کے کچھ دیر بعد ہی وہ واپس اپنے کمرے سے نکلی تھی اب راستہ صاف تھا جانے کے لیے وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے اوپر کی طرف جا رہی تھی اس بات سے انجان وہاں اس کے لیے طوفان کھڑا ہے جو پل میں اس کی زندگی برباد کر دینے والا تھا وہ چھت کا دروازہ کھول کر چھت پر آئی تھی آج بہت دنوں بعد سورج نکلا تھا اور وہ دھوپ میں کھڑی تھی دوپٹہ کندھے پر تھا ریشمی بال کھلے نظر آ رہے تھے چھت پر قدم رکھتے ہی سرد ہوا کے ایک جھونکے نے اس کا استقبال کیا، جس سے اس کے کھلے ریشمی بال بکھر کر اس کے چہرے اور شانوں پر لہرانے لگے۔ کندیل نے ایک گہرا سانس لیا اور دیوار کے قریب جا کھڑی ہوئی۔ سیاہ رنگ کے ریشمی جوڑے میں اس کا رنگ دودھیا لگ رہا تھا، اور دھوپ کی سنہری کرنیں جب اس کے سراپے پر پڑیں تو وہ کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ اس کے سرخ و شاداب ہونٹ ہوا کی خنکی سے تھوڑا تھرتھرائے، اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی کہ آخر کار اس نے حنان کی بات نہیں

مانی۔ وہ اپنی ہی دھن میں مگن، بالوں کو کان کے پیچھے اڑستی سورج کی حدت کو محسوس کر رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے وجود پر نظروں کی تپش محسوس ہوئی۔ وہ تپش اتنی شدید تھی کہ کندیل کے پور پور میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ اسے احساس ہوا کہ کوئی اسے بہت گہرائی سے، بہت شدت سے دیکھ رہا ہے۔ اس نے دھیرے سے اپنی گردن موڑی۔ زنان خانے اور مردان خانے کی چھتوں کے درمیان حائل وہ چھوٹی سی دیوار اس وقت اسے بہت ہی کمزور لگی۔ سامنے مردان خانے کی چھت پر شہنشاہ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ کی گرفت دیوار پر مضبوط تھی اور اس کی آنکھیں کندیل کے وجود پر جمی ہوئی تھیں۔ شہنشاہ کی نظروں میں اتنے سالوں بعد وہ جھلک تھی جو اس نے اپنی محبت کے لیے کبھی محسوس ہوئی تھی اور آج کندیل کو دیکھ کر اس کی انکھوں من ین تھی جس نے کندیل کو ساکت کر دیا۔ وہ ایک مردِ آہن کی طرح وہاں کھڑا اس کے حسن کو اپنی آنکھوں میں اتار رہا تھا۔ کندیل کا دوپٹہ کندھے سے پھسل کر ہوا میں لہرا رہا تھا، لیکن اس وقت

وہ اتنی خوفزدہ تھی کہ اسے ہوش ہی نہ رہا۔ شہنشاہ کا چہرہ سپاٹ تھا، لیکن اس کی گہری نظریں کندیل کے ایک ایک نقش کا طواف کر رہی تھیں۔ شہنشاہ کی نظروں میں چھپی پسندیدگی اور اس کا یوں سرِ عام اسے دیکھنا کندیل کے لیے کسی طوفان کا پیش خیمہ تھا شہنشاہ کی ساکت اور گہری نظریں کندیل کے وجود پر کسی پہرے کی طرح جمی ہوئی تھیں۔ وہ چاہ کر بھی اپنی جگہ سے ہل نہ پا رہی تھی، جیسے ان نظروں نے اسے زنجیروں میں جکڑ لیا ہو۔ اس کے دل کی دھڑکنیں اس قدر تیز تھیں کہ اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔ شہنشاہ کا وہ بے تاثر چہرہ اور آنکھوں میں برسوں بعد جاگنے والا وہ عجیب سا جنون دیکھ کر کندیل کو اپنے پیروں تلے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔ اسے احساس ہوا کہ حنان کی بات نہ مان کر اس نے کتنی بڑی غلطی کر دی ہے۔ شہنشاہ کی نظروں میں موجود وہ تپش اسے جلا کر راکھ کر دینے کے لیے کافی تھی۔ کندیل نے ہمت جمع کی، اس سے پہلے کہ شہنشاہ کچھ کہتا یا وہ خود بے ہوش ہو کر گرتی، اس نے لرزتے

ہاتھوں سے اپنا دوپٹہ سنبھالا اور سر پر رکھا۔ اس کی انگلیاں کانپ رہی تھیں اور وہ شہنشاہ سے نظریں ملانے کی ہمت کھو چکی تھی۔ اس نے ایک پل کی بھی تاخیر نہیں کی اور بنا کچھ کہے، بنا مڑے، پیچھے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے چھت کے دروازے کی طرف بڑھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ہمت اس میں نہیں تھی، مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ شہنشاہ کی نظریں اب بھی اس کا پیچھا کر رہی ہیں۔ وہ ڈرتی کسی سے بھی نہیں تھی لیکن اس کی انکھوں میں کچھ تو ایسا تھا اور انجان چہرہ اسے کانپنے ہانپنے پر مجبور کر گیا تھا جیسے ہی وہ سیڑھیوں کے اندھیرے میں داخل ہوئی، اس نے ایک لمبا اور لرزتا ہوا سانس لیا۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی ننھی بوندیں چمک رہی تھیں۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی شکاری کے چنگل سے بچ کر نکلی ہو، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ شہنشاہ جیسی شخصیت جس پر نظر جما لے، وہ

اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑتی۔آج کی یہ خاموشی کل کے کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ بننے والی تھی۔کندیل وہاں سے نیچے چلی گئی تھی لیکن شہنشاہ وہی کھڑا رہا تھا اب تک ویسے ہی ویسے۔۔

"یہ سب کیا تھا اخر کیوں"

وہ خود سے بولا تھا کیوں کہ یہ جذبات دل کا بے قابو ہونا اتنے سالوں بعد وہ بھی اتنے زور سے۔

"نہیں نہیں میں یہاں صرف اپنے مقصد کے لیے آیا ہوں موسیٰ کو برباد کرنے ایک بار پھر خود برباد نہیں ہو سکتا پھر سے محبت نہیں"

وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا اور بول رہا تھا شہنشاہ نے دیوار پر جمی اپنی گرفت کو مزید سخت کر لیا، یہاں تک کہ اس کے پوروں (انگلیوں) کی سفیدی واضح ہونے لگی۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر آسمان کی طرف دیکھنے لگا، جیسے خود کو اس سحر سے نکالنے کی کوشش کر رہا ہو جس میں وہ چند لمحے پہلے قید ہو گیا تھا۔

"محبت؟"

اس نے تلخی سے ہنستے ہوئے خود سے سوال کیا۔

"شہنشاہ اور محبت؟ نہیں۔۔۔ یہ لفظ میری لغت میں اب باقی نہیں رہا۔ میں یہاں زخم کھانے نہیں، زخم دینے آیا ہوں۔"

وہ خود کو مسلسل یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اس کا مقصد صرف اور صرف انتقام ہے، موسیٰ کی بربادی ہے، لیکن اس کا باغی دل اس کی ایک سننے کو تیار نہ تھا۔ جیسے ہی اس نے اپنی آنکھیں موندیں، وہی سیاہ ریشمی جوڑا، ہوا میں لہراتے وہ ریشمی بال اور ان بڑی بڑی خوفزدہ مگر سحر انگیز آنکھوں کا عکس اس کے پردۂ بصارت پر لہرا گیا۔ وہ جتنا خود کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کا دل اتنا ہی زور سے اس کے سینے میں دستک دے رہا تھا۔ وہ لڑکی محض ایک چہرہ نہیں تھی، وہ اس کی برسوں کی بنجر زندگی میں ایک طوفانی بارش کی طرح آئی تھی۔

"صرف ایک نظر۔۔۔"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔

"صرف ایک نظر نے میرا برسوں کا ضبط توڑ دیا۔ آخر اس کے چہرے میں ایسا کیا تھا؟"

وہ نفی میں سر ہلاتا ہوا پیچھے کی طرف مڑا، لیکن اس کے قدم منجمد ہو گئے۔ اس کے ذہن میں بار بار وہی منظر گھوم رہا تھا جب کندیل نے گھبرا کر اپنا دوپٹہ سر پر رکھا تھا۔ اس کی وہ معصومیت اور وہ تھرتھراہٹ شہنشاہ کے اندر کسی سوئے ہوئے جذبے کو بیدار کر گئی تھی۔ وہ خود کو کتنا ہی کیوں نہ سمجھاتا، اس کا وجود اس حقیقت کو تسلیم کر چکا تھا کہ جس آگ کو وہ موسیٰ کے گھرانے کو جلانے کے لیے لایا تھا، اس کی پہلی چنگاری نے خود اس کے اپنے ہی دل کو جھلسا دیا تھا۔ وہ برباد کرنے آیا تھا، مگر کندیل کی ایک جھلک نے اسے خود اپنی بربادی کے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔

"نہیں شہنشاہ۔۔۔ سنبھل جا! یہ لڑکی تیرا راستہ نہیں، تیری منزل نہیں ہو سکتی۔"

لیکن اس کا دھڑکتا ہوا دل اسے صاف بتا رہا تھا کہ آج کی یہ ملاقات محض اتفاق نہیں تھی، بلکہ ایک ایسے سفر کا آغاز تھا جس کا انجام کسی کے اختیار میں نہیں تھا۔

💗💗

آج ایک بار پھر بلیک مامبا اندھیری جگہ پر اندھیرے کمرے میں تھا اس کے ساتھ عدنان تھا اور ساتھ میں ہی ان کے دو اور ٹیم کے لوگ۔۔

"میں نے دیکھا ہے اس کے ہاتھ پر عجیب سا نشان ہے"
عدنان نے بلیک مامبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"وہ موسیٰ کا دوست ہے ہم اس پر شک کیسے کر سکتے ہیں"
ان کے ٹیم کے میمبر HN نے کہا تھا۔۔

"دوست ہے لیکن اس سے پہلے کہاں تھا اور اچانک ہی یوں آ جانا کیا یہ شک میں مبتلا رکھنے کے لیے کافی نہیں"

عدنان نے کہا کیوں کہ اسے شہنشاہ مشکوک لگ رہا تھا۔۔

"یحییٰ"

بلیک مامبا نے وہاں موجود اپنے ایک آدمی سے کہا تھا وہ کوئی اور نہیں یحییٰ نقوی ہی تھا۔۔

"ہاں بولو بلیک مامبا"

یحییٰ نے عدنان کی طرف دیکھ کر کہا تو بلیک مامبا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"یہ مسئلہ کافی کومپلیکیڈٹ ہے اس لیے عدنان کے ساتھ تم حویلی میں ہو گے اور اسے سے پہلے جو ہمیں دو اڈے معلوم ہوئے ہیں جہاں فحاش کام ہوتے ہیں لڑکیاں راتوں کو سامان بنتی ہیں ہاشم کی شادی سے پہلے وہ پکڑنے ہیں"

بلیک مامبا نے کچھ سوچ کر کہا تھا۔یحییٰ نے اثبات میں سر ہلایا۔اس کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک تھی جو صرف کسی بڑے مشن کے وقت نظر آتی تھی۔

لیکن اچانک ہی اس کے دماغ میں ماہا کا خیال آیا تھا اور وہ سوچ میں پڑ گیا تھا اس سے تو سب لوگ یہی سمجھیں گیں وہ واپس آ گیا ہے تو وہ ماہا سے شادی کے لیے راضی ہے لیکن وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔۔

"کہاں کھو گئے"

یحییٰ کو سوچوں میں دیکھ کر بلیک مامبا نے کہا تو یحییٰ فوراً سے ہوش میں آیا اور بولا۔۔

"سمجھ گیا بلیک مامبا لیکن وہ اڈے معمولی نہیں ہوں گے۔ ہاشم کی شادی کی گہما گہمی کا فائدہ اٹھا کر وہ لوگ اپنے اس کالے دھندے کو مزید تیز کر سکتے ہیں۔ ہمیں بہت سنبھل کر قدم رکھنا ہو گا،"

یحییٰ نے سنجیدگی سے کہا اس کا شارٹ نام SY تھا۔ عدنان، جواب تک خاموشی سے شہنشاہ کے بارے میں سوچ رہا تھا، فوراً بول اٹھا۔

"اور اس نشان کا کیا؟ جو میں نے شہنشاہ کے ہاتھ پر دیکھا ہے۔ کیا ہمیں اسے نظر انداز کر دینا چاہیے؟"

عدنان نے کہا بلیک مامبا نے میز پر رکھے نقشے پر اپنی انگلیاں گھمائیں اور پھر عدنان کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کسی کو نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ لیکن فی الحال ہماری ترجیح وہ لڑکیاں ہیں جن کی زندگیاں داؤ پر لگی ہوئی ہیں۔ یحییٰ اور تم آج رات ہی ان اڈوں کی چھان بین کرو گے تاکہ ہم سب چیزوں کو مد نظر رکھیں ہمیں ٹھوس ثبوت چاہیے تاکہ سزا سخت ہو"

بلیک مامبا نے کہا تو سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا۔

"اور اگر کاشان کا ان اڈوں سے کوئی تعلق نکلا تو؟"

HN نے شک کا اظہار کیا۔

"تو پھر وہ نشان ہی اس کی موت کا پروانہ بنے گا کیوں کہ اس کا پھر شہنشاہ سے بھی کوئی تعلق ہو سکتا ہے"

بلیک مامبا کی آواز میں برف جیسی ٹھنڈک تھی۔

"عدنان وہ لڑکا کچھ بھی نہیں بول رہا بہت ڈھیٹ ہے تمھاری بیوی کا مجرم ہے وہ تم خود اسے سب سزا دو ویسے بھی وہ ہمارے کسی کام کا نہیں یہ معاملہ ٹل چکا ہے"

کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھا گئی عدنان کے چہرے پر سختی آ گئی اس کی انکھوں میں سرخی آ گئی وہ کب سے اس کے ہی انتظار میں تھا کب وہ اس شخص کی جان نکالے گا کیوں کہ اس شخص کی وجہ سے جو کچھ حفصہ نے برداشت کیا وہ بھول نہیں سکتا تھا۔۔

💗💗

"سردارنی روح کیا کر رہی ہو"

سردار موسیٰ روح کے کمرے میں آیا تھا اج وہ پورا دن کی بزی رہا تھا اور وہ اپنی بیوی کو بہت مس کر رہا تھا کل رات نکاح پر وہ جتنی خوبصورت لگ رہی تھی اس کے بعد تو اس کا روح کے بغیر رہنا ناممکن ہو گیا تھا وہی جانتا تھا اس نے پورا دن کیسے گزارا تھا کیسے اس نے سارے ڈیرے کے اور قبیلے کے کام کیے تھے نکاح کی وجہ سے جو کام رہ گئے تھے اج وہ سب کر کے شام میں حویلی ایا تھا اور آتے ساتھ ہی وہ اس کے کمرے میں آیا تھا جہاں پر وہ کپڑے پھیلائی ہوئی تھی۔ روح نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں سردار موسیٰ اپنی مخصوص وجاہت کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی روح کے چہرے پر ایک دمک سی آگئی، لیکن اگلے ہی لمحے اس نے شرارت سے منہ بسور لیا۔

"سردار صاحب کو بڑی جلدی یاد آگئی اپنی سردارنی کی! میں تو سمجھی تھی کہ آج کا دن بھی ان فائلوں اور پنچایتوں کے نام ہی کر دیا ہے آپ نے، یہ تو خیال کر لیں ان دنوں حویلی میں شادی ہے"

روح نے بیڈ پر پھیلے کپڑوں کو سمیٹتے ہوئے مصنوعی ناراضگی سے کہا۔ موسیٰ نے چند قدم بڑھا کر فاصلہ کم کیا اور اس کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظروں میں موجود گہرائی روح کو اپنے حصار میں لینے لگی تھی۔

"فائلیں اور پنچایتیں تو زندگی کا حصہ ہیں سردارنی صاحبہ، لیکن تم۔۔۔ تم تو میری زندگی ہو۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ یہاں آنے کے لیے میں نے وقت سے کتنی جنگ لڑی ہے یہ میرا دل ہی جانتا ہے،"

سردار موسیٰ نے دھیمی آواز میں کہا تو روح کے گالوں پر گلابی رنگت نمایاں ہونے لگی۔

"زیادہ نہیں بول رہے آپ اتنے مصروف تھے کہ آج آپ نے ایک کال تک نہیں کی"

روح براسا منہ بنا کر بولی تھی دو دن بعد نور کا برائیڈل شاور تھا جس کے لیے وہ ابھی سے ڈریس دیکھ رہی تھی۔۔ سردار موسیٰ نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ روح کے غصے کو نظر انداز کیا اور اس کے قریب ہو کر الماری کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"کال اس لیے نہیں کی سردارنی صاحبہ، کیونکہ میں تمھاری آواز سن کر خود کو روک نہیں پاتا اور ادھورے کام چھوڑ کر آنا میری فطرت میں نہیں۔ میں چاہتا تھا کہ جب تمہارے سامنے آؤں تو مکمل طور پر صرف تمہارا ہو کر رہوں"

اس نے روح کی بکھری زلف کو انگلی سے سمیٹتے ہوئے کہا روح نے نظریں چرائیں، موسیٰ کے لہجے کی تپش اسے ہمیشہ لاجواب کر دیتی تھی پہلے تو ان دونوں میں ایسا کچھ نہیں تھا لیکن اب جو محبت آگئی تھی دونوں کی ہی لا جواب تھی ایک دُوسرے کے لیے۔۔

"اچھا یہ سب چھوڑو"

سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ سے وہ کپڑے لے کر بیڈ پر پھینک دیا تھا اور اسے الماری کے ساتھ لگا دیا سردار موسیٰ کی اس اچانک حرکت نے روح کے سانسوں کی ترتیب بگاڑ دی تھی۔ الماری کی سرد سطح اس کی پشت سے لگی تھی، جبکہ سامنے سردار موسیٰ کے وجود کی تپش اسے اپنے حصار میں لے چکی تھی۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ الماری پر روح کے سر کے بالکل نزدیک جما دیا تھا، جس سے وہ مکمل طور پر قید ہو کر رہ گئی۔

"ابھی تو تم شکایت کر رہی تھیں کہ میں مصروف تھا، اور اب جب میں مکمل توجہ دے رہا ہوں تو تم کہیں اور بزی ہو"

سردار موسیٰ کی آواز کسی مسحور کن سرگوشی کی طرح اس کے کانوں کے پاس گونجی۔

"موسیٰ... کوئی آجائے گا... دروازہ کھلا ہے۔"

روح نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں، اس کی پلکیں تیزی سے لرز رہی تھی اس نے بہت دھیمی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، لیکن اس کی آواز خود اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ موسیٰ نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کی تھوڑی (chin) کے نیچے رکھا اور دھیرے سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"دروازہ میں بند کر کے آیا ہوں سردارنی صاحبہ آپ بھی دیکھ لیں اور ویسے بھی، اپنی بیوی سے محبت کرنے کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔"

اس کی گہری نظریں روح کے گلابی پڑتے گالوں اور پھر اس کے لرزتے لبوں پر ٹھہر گئیں۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے روح، کہ ڈیرے پر بیٹھ کر میں نے تمہارے اس چہرے کو کتنا مس کیا ہے۔ وہ کل کے نکاح کا منظر... تمہاری وہ جھکی ہوئی نظریں... میرا دل تو وہیں ہار گیا تھا،"

موسیٰ نے اپنا سر تھوڑا اور جھکایا، یہاں تک کہ روح کو اس کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگیں۔

روح نے بے اختیار اس کی قمیض کے کالر کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

"آپ... آپ بہت بدل گئے ہیں موسیٰ۔"

وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئی پہلے والا موسیٰ اور یہ موسیٰ کتنا الگ ہے۔۔

"صرف تمہارے لیے،"

موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے جبکہ روح کے دل نے تیزی سے دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔۔

"کیونکہ تم نے مجھے وہ سکون دیا ہے جس کی مجھے برسوں سے تلاش تھی۔"

اس نے روح کے ہاتھ کی گرفت کو کالر سے چھڑا کر اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی انگلیوں کو چومنے لگا۔ فضا میں ایک عجیب سی شیرینی اور تپش گھل گئی تھی۔ روح کی ساری ناراضگی اور شکایتیں اس ایک پل میں کہیں غائب ہو چکی تھیں۔ اس نے ہمت کر کے اپنی نظریں اٹھائیں اور موسیٰ کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اپنے لیے بے پناہ چاہت دیکھ کر وہ ایک بار پھر اس کے عشق میں گرفتار ہو گئی۔

"موسیٰ..."

اس نے دھیمی آواز میں کہا تھا موسیٰ نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔

"جی میری جان؟"

وہ بہت محبت سے بول رہا تھا۔

"یہ بات یاد دلادوں میں آپ کو کہ ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی"

روح نے اتنے جذبوں بھرے لہجے سے اسے بلایا اور اچانک یہ کہہ دینا سردار موسیٰ کو لگا تھا وہ کچھ خاص کہے گی سردار موسیٰ کا منہ بن گیا تھا۔۔

"ویسے یار مجھے ہی اتنی ان رومینٹک بیوی ملنی تھی"

سردار موسیٰ نے بے بسی سے کہا اور اسے دیکھ رہا تھا۔۔

ماہنور بیگم مصطفیٰ نقوی کے لیے چائے کے کر آئی ان کی ناراضگی اپنی بیٹی سے ویسے ہی برقرار تھی اس دن سردار موسیٰ اور روح کے جانے کے بعد ماہنور بیگم نے ان سے بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن مصطفیٰ نقوی نے ان کی ایک بات بھی نہ سنی الٹا سردار موسیٰ اور روح کا غصہ انھوں نے اپنی بیوی پر نکال دیا تھا ماہا ان کی بیٹی تھی لیکن اس کی عمر ہی کیا تھا صرف 17 سال معصوم سی اگر اسے محبت ہو گئی تو مصطفیٰ نقوی کو اپنی بیٹی کا ساتھ دینا چاہیے تھا نہ کہ اسے یوں خود سے دور کر دینا چاہیے تھا ہاں وہ بچی تھی نادان تھی اس نے غلطی کر دی سب کے سامنے یحییٰ سے محبت کا اظہار تو کر دیا تھا لیکن اس کا انجام بہت برا ہوا تھا مصطفیٰ نقوی نے اپنی ہی بیٹی سے منہ موڑ لیا تھا مصطفیٰ نقوی نے چائے ماہنور بیگم سے لے لی تھی ماہنور بیگم وہاں سے جانے لگی تھی جب مصطفیٰ نقوی نے بلایا۔۔

"ماہنور بیگم"

مصطفیٰ نقوی کے بلانے پر وہ روک گئی تھی۔

"ہم"

وہ آہستہ سے بولی تھی انھوں نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔۔

"اب تم بھی مجھ سے یوں منہ موڑ لو گی؟"

مصطفیٰ نقوی نے چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی اور ان کی پشت دیکھ کر بولے۔۔

"اور اپ جو ہماری بیٹی کے ساتھ کر رہے ہیں وہ؟"

ماہنور بیگم کے لہجے میں ممتا کی تڑپ ایک ساتھ امڈ آئی تھی۔انہوں نے مڑ کر مصطفیٰ نقوی کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں غصے کی جگہ اب ایک عجیب سی تھکن نے لے لی تھی۔

"وہ صرف میری بیٹی نہیں ہے مصطفیٰ! وہ آپ کا مان بھی تھی"
ماہنور بیگم کی آواز بھر آئی۔

"ہاں، اس نے غلطی کی۔ اس نے سب کے سامنے یحییٰ کا نام لے کر آپ کی انا کو ٹھیس پہنچائی، لیکن کیا سترہ سال کی نادانی کی سزا اتنی بڑی ہوتی ہے کہ باپ اپنی اولاد کو جیتے جی مار دے؟"
ماہنور بیگم بول رہی تھی مصطفیٰ نقوی نے نظریں چرا لیں۔

"تم اسے نادانی کہہ رہی ہو ماہنور؟ اس نے سب کے سامنے میرا سر جھکا دیا۔ لوگ کیا کہیں گیں کہ مصطفیٰ نقوی کی بیٹی 17 سال کی عمر میں عشق لڑاتی پھر رہی ہے؟ میرا غرور تھی میری ماہا لیکن اس نے کیا کیا، میں نے اسے تحفظ دیا، اور اس نے بدلے میں مجھے یہ ذلت دی؟"

وہ جبر کیئے ہوئے بول رہے تھے ان کے لیے تو یہ سب کہنا بھی مشکل تھا ماہنور بیگم دو قدم آگے بڑھیں اور ان کے سامنے جا کر صوفے پر بیٹھ گئیں۔

"لوگوں کا کیا ہے، وہ تو تب بھی باتیں کریں گے جب ماہا اس دکھ میں گھل گھل کر مر جائے گی۔ کیا تب آپ کا سر فخر سے بلند ہو جائے گا؟ مصطفیٰ، یحییٰ کوئی غیر نہیں ہے وہ ہمارا اپنا ہے ہم اسے اچھے سے جانتے ہیں، ہماری بیٹی مار جائے گی مصطفیٰ ایک طرف سے ہم نے اسے چھوڑ دیا اور ایک طرف سے یحییٰ اسے چھوڑ کر چلا گیا وہ معصوم 17 سال کی عمر میں اتنا سب کچھ برداشت کر رہی ہیں سوچیں اس پر کیا گزر رہی ہو گی"

ماہنور بیگم کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے ان کی ایک ہی اولاد ہے اور وہ ان سے بہت محبت کرتی ہیں اور وہ اپنی بیٹی کے لیے تڑپ رہی تھی مصطفیٰ نقوی نے تڑپ کر اپنی بیوی کی جانب دیکھا۔ ماہنور بیگم کے آنسوں ان کے ضبط کے بندھن توڑ رہے تھے۔ کمرے میں چھائی خاموشی اب کسی اذیت سے کم نہ تھی، جہاں صرف ماہنور کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔

"ماہنور"

مصطفیٰ نقوی کی آواز میں پہلی بار ایک لرزش آئی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے مجھے تکلیف نہیں ہو رہی؟ وہ میرا لہو ہے، میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ چھوٹی تھی اور اسے ہلکی سی خراش بھی آتی تھی تو مجھے درد ہوتا تھا۔ لیکن آج اس نے میرے سینے پر وہ زخم لگایا ہے جس کا کوئی مرہم نہیں ہے"

انہوں نے اپنا سر ہاتھوں میں گرالیا ان کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔۔

"ماہا ہماری اپنی ہے اسی لیے تو دکھ زیادہ ہے ماہنور۔ کیا اسے ایک بار بھی میرا خیال نہیں آیا؟ کیا اسے میری پگڑی کی سفید رنگت نظر نہیں آئی؟ اس سب کے بعد اس کے باپ پر کیا گزرے گی"

وہ بھی اذیت کی انتہا پر تھے اب تک تو یہ بات قبیلے میں ہر جگہ ہی پھیل چکی تھی اور قبیلے میں پرانے روایات ہوتے تھے اور یہ بات ایک عزت دار باپ کے لیے مر جانے والا مقام تھا اب تو وہ گھر سے نہیں نکلتے تھے کیونکہ وہ کسی سے بھی نظریں ملانے کے قابل خود کو نہیں سمجھتے تھے۔۔

"مصطفیٰ، 17 سال کی عمر میں انسان کو پگڑیوں کی سفید رنگت اور انا کی بلندیاں نظر نہیں آتیں۔ اسے صرف اپنی وہ چھوٹی سی دنیا نظر آتی ہے جسے وہ سچ سمجھ بیٹھتی ہے۔ اسے سزا دیں، میں نہیں کہتی کہ آپ اسے شاباشی دیں، لیکن اسے تنہا نہ چھوڑیں۔ نا جانے وہ کس حال میں ہو گی یحییٰ نے بھی اسے چھوڑ دیا اور ہم بھی اسے چھوڑ دیں وہاں اس حویلی کی دیواریں اسے کھا رہی ہوں گی مصطفیٰ"

ماہنور بیگم ان کے پاس بیڈ پر آئی تھی مصطفیٰ نقوی کے کانپتے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔ مصطفیٰ نقوی نے بھی نم آنکھوں سے ماہنور بیگم کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، ان کے لمس میں چھپی التجا مصطفیٰ کے دل کے بند دروازوں پر دستک دے رہی تھی۔ ماہنور کی باتوں نے ان کے غصے کی تپش کو ایک ٹھنڈی آہ میں بدل دیا تھا۔ انہیں یاد آیا کہ ماہا تو وہی بچی تھی جو ان کی آہٹ پر دوڑ کر ان سے لپٹ جایا کرتی تھی، پھر آج وہ اس سے اتنے دور کیسے ہو گئے؟

"ماہنور"

انہوں نے بوجھل آواز میں کہا۔

"باپ کی غیرت بہت وزنی ہوتی ہے، لیکن شاید اولاد کی محبت اس سے بھی زیادہ بھاری ثابت ہوتی ہے۔ میں نے اسے کبھی دکھ نہیں دیا، شاید اسی لاڈ پیار نے اسے بے باک بنا دیا۔"

مصطفیٰ نقوی اپنی بیوی کو دیکھ کر بولے تھے۔

"وہ نادان ہے مصطفیٰ، اسے اپنی پناہ میں لے لیں۔ یحییٰ کے جانے کے بعد تو وہ بلکل ہی ٹوٹ گئی ہو گی۔ اسے احساس دلائیں کہ اس کا باپ اب بھی اس کی ڈھال ہے۔"

ماہنور بیگم نے ان کے چہرے پر نرمی کے آثار دیکھے تو جلدی سے بولیں

مصطفیٰ نقوی نے ایک لمبا سانس لیا، جیسے کوئی بہت بڑا بوجھ اتارنے کی کوشش کر رہے ہوں لیکن جیسے ہی ان کے ذہن میں وہ سب آیا جب ان کی بیٹی نے اب کے سامنے ان کی عزت کو خراب کیا تھا بغیر یہ سوچے سمجھے کہ ان کے ماں باپ پر کیا گزری اور اس نے کیا سے کیا کر دیا ان کے چہرے پر نرمی کی جگہ پھر سے ایک برفانی سختی نے لے لی۔ انہوں نے ماہنور بیگم کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا اور بیڈ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"بس ماہنور! بہت ہو گئی جذباتی باتیں تم چاہتی ہو میں اسے گلے لگا کر یہ کہوں کہ اس نے جو کیا وہ ٹھیک تھا؟ تم چاہتی ہو کہ میں اسے تھپکی دوں تاکہ کل وہ کسی اور کے سامنے میرا نام نیلام کر آئے؟"

ان کا لہجہ اب پہلے سے بھی زیادہ کرخت تھا۔ ماہنور بیگم حیرت سے انہیں دیکھنے لگیں، ابھی تو وہ پگھل رہے تھے، پھر اچانک یہ پتھر دلی کہاں سے آ گئی؟

"مصطفیٰ، میں یہ نہیں کہہ رہی۔۔۔"

اسے سمجھ نہیں آیا تھا وہ کیا بولے وہ خود خاموش ہو گئی۔

"تو پھر کیا کہہ رہی ہو؟"

مصطفیٰ نقوی اس کی طرف دیکھتے ہوئے دھاڑے تھے۔

"جس بیٹی کو اپنی باپ کی پگڑی کا خیال نہ رہا، اسے باپ کی ڈھال کی ضرورت بھی نہیں ہونی چاہیے۔ یحییٰ اسے چھوڑ گیا؟ اچھا کیا اس نے! کم از کم اسے اپنی اوقات تو پتہ چلی۔ وہ لڑکا جس کے لیے اس نے اپنے باپ کو سرِ عام ذلیل کیا، وہی اسے ٹھکرا کر چلا گیا۔ یہ اس کے لیے سب سے بڑی سزا ہے اور میرے لیے یہی کافی ہے۔"

انہوں نے اپنی واسکٹ درست کی اور رخ کھڑکی کی جانب کر لیا جہاں باہر اندھیرا گہرا ہو رہا تھا جبکہ ماہنور بیگم حیران تھی وہ اپنی بیٹی کے بارے میں ایسی بات کر رہے ہیں۔

"آج کے بعد اس گھر میں نہ اس کا نام لیا جائے گا اور نہ ہی مجھے اس سے کوئی سروکار ہے تمھیں بھی نہیں چاہیے"

وہ سخت دل کے ساتھ نفرت سے بول رہے تھے۔

"مصطفیٰ! خدا کے لیے ایسا نہ کہیں، وہ مر جائے گی۔"

ماہنور بیگم نے تڑپ کر انہیں پکارا تھا۔

"تو مر جائے ماہنور! زندہ لاش بن کر جینے سے بہتر ہے کہ وہ قصہ ہی ختم ہو جائے جس نے مصطفیٰ نقوی کا غرور خاک میں ملا دیا،"

انہوں نے آخری بار سرد لہجے میں کہا اور ماہنور بیگم کی سسکیوں کو ان دیکھا کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب ان کے دل پر ممتا کا کوئی اثر نہیں ہونے والا تھا، انا جیت گئی تھی اور باپ ہار چکا تھا۔



وہ رات کے پہر اپنے کمرے سے نکلی تھی اسے بہت زیادہ پیاس لگی تھی اس کے کمرے میں پانی نہیں تھا اس لیے وہ کمرے سے باہر آئی تھی پانی پینے کے لیے حویلی کے راہداریوں میں چھایا اندھیرا ماہا کے دل کے اندھیروں جیسا ہی بوجھل تھا۔ وہ، جو کبھی اس حویلی کی رونق بن کر اِدھر اُدھر جاتی نظر آتی تھی، اب ایک سائے کی طرح دبے پاؤں کچن کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آنکھوں کے گرد پڑے سیاہ حلقے اور سوکھے ہوئے ہونٹ اس کی اذیت کی گواہی دے رہے تھے۔ کچن میں آکر اس نے کانپتے ہاتھوں سے جگ اٹھایا اور گلاس میں پانی بھرنے لگی، لیکن پیاس جیسے حلق میں ہی جم گئی تھی۔ اچانک اسے حویلی کے پچھلے حصے کی کھڑکی سے کسی کے اندر داخل ہونے کی آہٹ سنائی دی۔ ماہا کا دل زور سے دھڑکا۔ اس وقت، اس پہر کون ہو سکتا تھا؟ چور کا خوف نہیں تھا، اسے تو اپنی ہی زندگی سے خوف آنے لگا تھا۔ وہ ساکت کھڑی رہی، یہاں تک کہ وہ سایہ کچن کے دروازے تک آن پہنچا۔ مدھم سی روشنی میں جب اس نے آنے والے کا چہرہ دیکھا تو

گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا اور کرچی کرچی ہو گیا۔

سامنے یحییٰ کھڑا تھا۔ وہی یحییٰ جس سے وہ محبت کرتی تھی جیسے اس نے ٹوٹ کر چاہا تھا اور وہ اسے سب کے سامنے تنہا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"آ۔۔آپ؟"

ماہا کی آواز بمشکل نکل پائی۔اس کے ہونٹ یہ کہتے ہوئے کانپ رہے تھے اور آنکھیں خوف اور حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔سامنے یحییٰ کھڑا تھا، لیکن ماہا کو اپنی بصارت پر یقین نہیں آرہا تھا۔یحییٰ نے جب سامنے دیکھا تو اس کے قدم وہیں جم گئے۔مدھم روشنی میں سامنے کھڑی لڑکی اسے کوئی جیتی جاگتی انسان نہیں بلکہ کسی بیتے ہوئے وقت کا سایہ لگی۔ماہا کا حلیہ دیکھ کر یحییٰ کے دل میں درد کی لہر اٹھی تھی وہ لڑکی جو کبھی تتلی کی طرح سارے گھر میں رنگ بکھیرتی تھی،اب کسی مرجھائے ہوئے پھول کی مانند لگ رہی تھی۔اس کی گہری آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے واضح تھے، جیسے وہ مدتوں سے سوئی نہ ہو۔رنگت جو کبھی گلابی تھی،اب ہلدی کی طرح زرد پڑ چکی تھی۔بال جو ہمیشہ سلیقے سے بندھے ہوتے تھے،اب کندھوں پر بکھرے ہوئے الجھے ہوئے تھے اور اس کے کمزور سے جسم پر کپڑے لٹک رہے تھے۔وہ چند ہی دنوں میں اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ پہچانی نہیں جا رہی تھی۔یحییٰ اسے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ اس

کی ایک خاموشی اور وہاں سے چلے جانے کا اثر اس سترہ سالہ بچی پر اتنا گہرا ہو گا۔ یحییٰ نے تو اسے کبھی کوئی امید نہیں دلائی تھی، کبھی محبت کے دعوے نہیں کیے تھے، یہ تو ماہا کی اپنی جنونیت تھی جس نے اسے اس موڑ پر لا کھڑا کیا تھا۔

"تمہاری یہ کیا حالت ہو گئی ہے ماہا؟"
یحییٰ کے لہجے میں درد اور حیرت کا امتزاج تھا۔

"آپ یہاں کیا کرنے آئے ہیں؟ تماشہ تو ختم ہو چکا ہے۔ بابا نے مجھ سے منہ موڑ لیا، آپ نے مجھے سب کے سامنے تنہا چھوڑ دیا۔۔۔اب کیا باقی بچا ہے؟"

ماہا نے دیوار کا سہارا لیا، اس کے ہاتھ اب بھی لرز رہے تھے۔ یحییٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کی نظریں فرش پر بکھرے شیشوں اور ماہا کے ننگے پیروں پر تھی، وہ اس کی حالت دیکھ کر واقعی پریشان ہو گیا تھا۔

"میں یہاں کسی تماشے کے لیے نہیں آیا میں بس اس لیے آیا تھا"
ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ ماہا نے اس کی بات کے بیچ میں کہا۔۔

"کہ میں مر گئی یا جی رہی ہوں؟"
ماہا نے اس کی بات کاٹی، اس کی آواز میں ایک عجیب سی شکستگی تھی۔

"دیکھ لیں، میں زندہ ہوں، لیکن شاید آپ کو یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی ہو کہ میں اب بھی سانس لے رہی ہوں۔ یحییٰ! میں نے آپ سے صرف محبت مانگی تھی، پناہ مانگی تھی، لیکن بدلے میں آپ نے مجھے وہ ذلت دی جس کا بوجھ میرے بابا اٹھا نہیں پا رہے اور میں سہہ نہیں پا رہی۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اپنے شکووں میں اسے اچانک یاد آیا تھا اس کے واپس آنے کا مطلب تھا کہ وہ اس سے شادی کرے گا وہ مان گیا تھا یحییٰ خاموش کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا، کیونکہ اس نے واقعی ماہا کو وہ امید کبھی نہیں دی تھی جس کی وہ آس لگائے بیٹھی تھی، لیکن اس لڑکی کی اس بربادی کا ذمہ دار کہیں نہ کہیں وہ خود کو محسوس کر رہا تھا۔ ماہا کے ہونٹ آہستہ سے مسکرائے تھے اور یحییٰ یہ سمجھ نہیں پایا وہ کیوں مسکرا رہی ہے۔ یحییٰ ابھی اس کی اچانک بدلی ہوئی کیفیت کو سمجھنے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ ماہا نے تمام ہمت مجتمع کی اور لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھ کر شدتِ جذبات سے اسے گلے لگا لیا۔ اس کے کمزور اور کانپتے ہاتھ یحییٰ کی قمیض کو اس طرح جکڑ گئے جیسے کوئی ڈوبتا ہوا انسان آخری سہارے کو پکڑتا ہے۔

"مجھے پتہ تھا۔۔۔ مجھے پتہ تھا آپ آئیں گے"

ماہا نے اس کے سینے میں سر چھپائے ہذیانی انداز میں سسکیوں کے درمیان کہا۔اس کے آنسوں یحییٰ کی قمیض کو بھگو رہے تھے۔

"لوگ سچ کہتے ہیں کہ محبت کرنے والے دور تو جا سکتے ہیں، مگر چھوڑ نہیں سکتے۔آپ مجھے لینے آئے ہیں نا؟آپ مان گئے ہیں نا یحییٰ؟"
یحییٰ کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے۔اس کا پورا وجود برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا تھا۔اس نے کبھی ماہا کو اس طرح کی کوئی امید نہیں دی تھی، کبھی اسے خواب نہیں دکھائے تھے، لیکن اس وقت اس لڑکی کی دیوانگی اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔وہ ساکت کھڑا رہا، نہ اسے خود سے دور کر سکا اور نہ ہی ان بکھرے ہوئے بازوؤں کو سمیٹ سکا۔

"ماہا! میری بات سنو۔۔۔خود کو سنبھالو،"

یحییٰ نے بمشکل اپنی آواز کو ہموار کرتے ہوئے اسے کندھوں سے پکڑ کر خود سے تھوڑا دور کرنے کی کوشش کی، لیکن ماہا نے اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔

"نہیں یحییٰ! اب میں آپ کو کہیں نہیں جانے دوں گی۔ بابا مجھ سے نفرت کرتے ہیں، انھوں نے بھی مجھے چھوڑ دیا اس حویلی میں میں بس آپ کی وجہ سے ہوں صرف آپ ہی تو ہیں، جس کے لیے میں نے سب کی نظروں میں خود کو گرا لیا۔ اب آپ مجھے تنہا نہیں چھوڑ سکتے اپ اسی لیے ہی آئے ہیں نہ کیوں کہ آپ مان گئے ہیں"

ماہا پاگلوں کی طرح بول رہی تھی یحییٰ نے جب اس کے زرد چہرے کی طرف دیکھا تو اسے اپنی خاموشی مجرمانہ محسوس ہوئی۔ اس نے تو بس اسے یہ بتانے کے لیے قدم اٹھایا تھا کہ وہ اپنی زندگی برباد نہ کرے، لیکن یہاں تو ماہا نے اس کی آمد کو اپنی جیت کا پروانہ سمجھ لیا تھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو ماہا،"
یحییٰ نے دھیمے مگر کھرے لہجے میں کہا۔

"میں یہاں تمہیں لے جانے یا شادی کا وعدہ کرنے نہیں آیا میں بس اپنے کام کی وجہ سے آیا ہوں"
ماہا کی گرفت ایک دم ڈھیلی پڑ گئی اس نے حیرت سے یحییٰ کی آنکھوں میں دیکھا جہاں رحم تو تھا، مگر وہ چاہت نہیں تھی جس کی اسے تلاش تھی۔اس کی مسکراہٹ دھیرے دھیرے غائب ہونے لگی اور کچن کی فضا ایک بار پھر بوجھل ہو گئی۔یحییٰ کے الفاظ کسی تپتے ہوئے صحرا میں برفیلے پانی کے بگولے کی طرح ماہا کے وجود سے ٹکرائے تھے۔اس کی آنکھوں میں چمکتی امید کی آخری شمع بھی گل ہونے لگی۔اس نے یحییٰ کے کندھوں سے ہاتھ ہٹا لیے اور دو قدم پیچھے ہٹی، جیسے اسے کسی نے بہت زور کا دھکا دیا ہو۔

"آپ۔۔۔آپ جھوٹ بول رہے ہیں نا؟"
اس کی آواز میں ایک لرزش تھی، ایک ایسی التجا تھی کہ کاش یحییٰ کہہ دے کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔

"آپ صرف دیکھنے آئے تھے؟ یحییٰ، میں مر رہی ہوں! کیا آپ کو میری تکلیف، میرا یہ حال نظر نہیں آ رہا؟ میں نے سب کچھ داؤ پر لگا دیا، اپنے باپ کی عزت، اپنا گھر، اپنی خوشیاں۔۔۔اور آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کسی کام سے آئے ہیں؟"
وہ پیچھے ہو رہی تھی اور گلاس کی کرچیاں اس کے پاؤں میں لگ رہی تھی لیکن اس بات کی اسے کوئی بھی پرواہ نہیں تھی یحییٰ نے ایک گہری سانس لی اور اپنی نظریں جھکا لیں۔ وہ اسے مزید کسی مغالطے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا، چاہے اس کی قیمت ماہا کی مزید ٹوٹ پھوٹ ہی کیوں نہ ہو۔

"ماہا، سچ ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں کبھی دھوکے میں نہیں رکھا۔ تم نے خود اپنے ذہن میں ایک ایسی دنیا بسالی جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں تمہارا مجرم نہیں ہوں، لیکن ہاں، تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے دکھ ضرور ہو رہا ہے۔"

یحییٰ کا لہجہ سپاٹ تھا، جس میں رحم تو تھا مگر محبت کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ ماہا نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا، جو کچن کی خاموشی میں کسی دھماکے کی طرح گونجا۔

"دکھ؟ آپ کو دکھ ہو رہا ہے؟ یحییٰ، آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ کا یہ 'دکھ' میرے لیے کتنا بڑا زخم ہے؟ میں نے آپ کو اپنا سب کچھ مانا ہے اور آپ سے بات کو تسلیم کر لیں روح بھائی موسیٰ کی ہو چکی ہے"

اس نے فرشی شیشے کی کرچیوں کی پروا کیے بغیر اپنا سر دیوار سے ٹکا دیا۔ یحییٰ کا چہرہ روح اور موسیٰ کا نام سنتے ہی ایک دم سپاٹ ہو گیا، جیسے کسی نے اس کے پرانے زخم پر نمک چھڑک دیا ہو۔ اس کی خاموشی اور آنکھوں میں ابھرنے والی سختی نے ماہا کے اندر جلتی آخری امید کو بھی راکھ کر دیا۔

"روح موسیٰ کی ہو چکی ہے ماہا، یہ میں جانتا ہوں لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ میں تمہارا ہو جاؤں گا،" یحییٰ کی آواز میں اب ایک بے رحمانہ صراحت تھی۔

"کسی ایک کا نہ ملنا، دوسرے کو اپنا لینے کا جواز نہیں بن سکتا۔ میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا، محبت زبردستی نہیں مانگی جاتی اور نہ ہی ترس کھا کر دی جاتی ہے۔"

ماہا نے تڑپ کر اسے دیکھا۔اس کے پیروں سے بہتا خون اب فرش پر پڑے شیشوں کو سرخ کر رہا تھا، لیکن دل کی اذیت نے جسمانی درد کو بے معنی کر دیا تھا۔

"ترس؟ تو آپ کو مجھ پر ترس آتا ہے؟"
اس نے کمزور آواز میں پوچھا۔

"یحییٰ، میں نے اپنی انا، اپنی عزت، سب کچھ آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا اور آپ اسے ترس کا نام دے رہے ہیں؟"
وہ رو رہی تھی اور یحییٰ اسے دیکھ رہا تھا یحییٰ نے ایک قدم پیچھے ہٹایا، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یہاں مزید رکنا ماہا کی ذہنی حالت کو مزید بگاڑ دے گا۔

"میں یہاں اپنے کسی کام سے آیا ہوں جب وہ ہو جائے گا میں چلی جاؤ گی اور خدا کے لیے اپنی حالت پر تھوڑا رحم کرو اپنے کرنے میں جاؤ۔"

یحییٰ سے اس کی حالت نہیں برداشت ہو رہی تھی وہ کیسے اپنی وجہ سے کسی کو اتنی اذیت دے سکتا تھا۔

"نہیں جاؤں گی!"

ماہا چاخی اس کی آواز میں اب ایک عجیب سی ضد آگئی تھی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے، آپ مجھے یوں کچلے ہوئے پھول کی طرح چھوڑ کر چلے جائیں گے اور میں خاموشی سے سہہ لوں گی؟ جایئے یحییٰ! اپنی اس ادھوری محبت کا سوگ منایئے جو کبھی آپ کی تھی ہی نہیں، لیکن یاد رکھیے گا، مصطفیٰ نقوی کی بیٹی کو مٹی میں ملانے والے آپ ہوں گیں میرے مرنے کے زمیندار اپ ہوں گیں"

یحییٰ نے اسے آخری بار ایک گہری نظر سے دیکھا، جس میں افسوس تو تھا مگر واپسی کی کوئی راہ نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت کوئی بھی لفظ اس کی آگ کو ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔ وہ تیزی سے مڑا اور وہاں سے چلا گیا تھا ماہا کو اسی اندھیرے کچن میں، خون اور شیشوں کے درمیان تنہا چھوڑ کر۔ ماہا وہیں فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی سسکیاں اب ہچکیوں میں بدل چکی تھیں۔ اسے یحییٰ کی پیٹھ نظر آ رہی تھی جو اس سے دور ہو رہی تھی، بالکل اسی طرح جیسے اس کی زندگی کی ہر خوشی اس سے دور ہو چکی تھی۔ وہ اس کی سسکیاں سن رہا تھا لیکن اس نے مڑ کر ماہا کو نہیں دیکھا تھا اس کے وجود میں کانچ کی کرچیاں چبھ گئی تھی اور وہ وہی بے ہوش ہو گئی۔۔

وہ صبح کچن میں ائی تو اس کی چیخ نکل گئی تھی کیوں کہ سامنے کا منظر تھا ہی اتنا ہولناک کسی کی بھی چیخیں نکل سکتی تھی حفصہ نے جب ماہا کو دیکھا تو نا چاہتے ہوئے بھی اس کے منہ دے چیخ نکل گئی تھی اور اس کی چیخ اتنی زیادہ تھی کہ سب ہی لوگوں نے باخوبی سنی تھی اس کی چیخ سن کر عدنان تو خود ڈر گیا تھا وہ بخیر دیر کیے بھاگتا ہوا کچن میں آیا تھا۔۔

"میری جان تم ٹھیک ہو"

عدنان نے بغیر ادھر ادھر دیکھے فوراً اس کے پاس آ کر کہا تھا جبکہ حفصہ کانپ رہی تھی اس سے بولا تک نہیں جا رہا تھا عدنان نے حفصہ کے لرزتے ہوئے وجود کو تھاما، لیکن جب اس کی نظر حفصہ کی ساکت ہوتی آنکھوں کے تعاقب میں سامنے پڑی، تو اس کے اپنے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کچن کے فرش پر ماہا بے سدھ پڑی تھی، اس کے گرد پھیلا ہوا خون چیخ چیخ کر کسی ہولناک حادثے کی داستان سنا رہا تھا۔ اس کا سفید جوڑا اب سرخ رنگ میں نہا چکا تھا اور چہرے کی زردی بتا رہی تھی کہ زندگی کی ڈور بہت کمزور پڑ چکی ہے۔

"ماہا!"

عدنان کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی آواز نکلی۔ وہ حفصہ کو سہارا دے کر وہیں کچن کی کرسی پر بٹھاتے ہوئے تیزی سے ماہا کی طرف لپکا۔ حفصہ کی سسکیاں بندھ گئی تھیں، وہ بس اپنی انگلیاں منہ میں دبا کر اس ہولناک منظر کو دیکھ رہی تھی جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ یہ سب حقیقت ہے۔ باقی حویلی والے چیخ و پکار سن کر سید سائیں اور حویلی کے باقی افراد بھی کچن کے دروازے پر جمع ہو چکے تھے۔ منظر دیکھتے ہی ایک کہرام مچ گیا شور سن کر یحییٰ بھی وہاں آیا تھا اس کی آنکھیں ساکت رہ گئی تھی وہ کبھی بھی یہ نہیں چاہتا تھا رات جب وہ اسے چھوڑ کر جا رہا تھا تو کسی وجود کے گرنے کی اواز آئی تھی لیکن اس نے زیادہ غور نہیں کیا اور وہاں سے چلا گیا تھا ماہا ہر چیز سے بے خبر تھی۔

"یہ۔۔۔یہ سب"

روح نے بھی بے یقینی کے عالم میں کہا وہاں موجود ہر کسی کی آنکھیں ہی نم ہو گئی تھی اس معصوم کی حالت دیکھ کر۔

"ہاشم ایمبولینس کو کال کرو"

سردار موسیٰ نے فوراً سے دماغ چلایا تھا اور ہاشم کی طرف دیکھ کر چیختے ہوئے کہا تھا۔۔ سردار موسیٰ کی دہاڑ پر ہاشم نے فوراً جیب سے فون نکالا، اس کے چہرے پر بھی پریشانی تھی ماہا اس کے لیے بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ نور فوراً سے ماہا کے پاس نیچے بیٹھی تھی اس نے اس کے زخم دیکھے اس کے وجود میں گلاس کی کرچیاں اندر جا چکی تھی جبکہ حفصہ اور روح روتے ہوئے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔۔

"کچھ بھی نہیں ہو گا اسے ریلیکس"

عدنان نے ماہا کو ریلیکس رہنے کا کہا کیوں کہ اس کی اپنی سانسیں پھول رہی تھی۔

"موسیٰ! ایمبولینس کا انتظار ہمیں دیر کروادے گا، گاڑی نکالو فوراً بچی کو اس پر لے کر چل"

سید سائیں نے کڑک دار لہجے میں حکم دیا، وہ اس وقت حویلی کے سب سے بڑے اور تجربہ کار فرد کے طور پر ابھرے تھے۔ان کی آواز نے سب کے حواس بحال کیے۔

سردار موسیٰ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ماہا کے نازک اور لہولہان وجود کو اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر لیا۔روح نے جیسے ہی ماہا کو سردار موسیٰ کی گود میں جھولتے دیکھا، اس کی ایک اور چیخ نکل گئی۔۔

"موسیٰ پلیز اسے کچھ نہ ہو وہ پہلے ہی بہت مری ہوئی ہے"

روح کو ایسا لگا اس کی کوئی خاص سا تھی اس سے دور ہو جائے گی وہ بچپن کی بہت اچھی سہیلیاں تھی اور اس کا دکھ وہ سمجھ سکتی تھی اس وقت اس کی یہ حالت دیکھ کر اس کی حالت غیر ہو رہی تھی وہ جو سردار موسی کے قریب کسی کو برداشت نہیں کرتی تھی اج سب کچھ بھلائے بیٹھی تھی اگر اسے کسی چیز کی پرواہ تھی تو اس معصوم سی جان کی زندگی کی۔۔

"روح! خود کو سنبھالو، کچھ نہیں ہو گا اسے۔"
سردار موسیٰ نے تیزی سے باہر نکلتے ہوئے اسے تسلی دی، مگر اس کی اپنی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمایاں تھے۔
حفصہ اور روح، دونوں کی حالت غیر تھی۔ روح تو کچن کی دہلیز پر ہی بیٹھ گئی، اس کی زبان پر بس ایک ہی لفظ تھا۔

"ماہا کو کچھ نہیں ہونا چاہیے"

جبکہ نورالہدیٰ نے آگے بڑھ کر حفصہ کو تھاما جو زمین پر گرنے ہی والی تھی۔
یہ ہولناک واقع حویلی کے در و دیوار ہلا رہا تھا ہر آنکھ اشکبار تھی اور ہر دل اس معصوم کلی کے لیے دعا گو تھا جو بن کھلے ہی مرجھا رہی تھی سردار موسیٰ نے ماہا کو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈالا اور خود آکر گاڑی سنبھالی تھی ہاشم اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

"تم دوسری گاڑی میں آو"
ہاشم نے عدنان کو دیکھ کر کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا عدنان اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا تھا اس کے ساتھ ہی سید سائیں بیٹھے گئے تھے سب مرد حضرات وہاں سے ہاسپٹل جا چکے تھے جبکہ یحییٰ اندر سے باہر ہی نہیں آیا تھا۔۔
💗💗

یحییٰ ابھی تک وہی سن کھڑا تھا جہاں سے وہ سب اس معصوم سی جان کو لے کر گئے تھے وہ ابھی تک اس جگہ کو دیکھ رہا تھا جہاں اس کا خون تھا اس کی وجہ سے ایک لڑکی کی کیا سے کیا حالت ہو گئی تھی یحییٰ کے قدموں تلے سے جیسے زمین سرک رہی تھی۔ کچن کا وہ فرش، جہاں اب صرف سرخ دھبے باقی رہ گئے تھے، اسے کسی مقتل گاہ کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اس کی نظریں ہٹ نہیں رہی تھیں، وہیں گڑی ہوئی تھیں۔ دماغ میں ماہا کی وہ سسکیاں، وہ فریادیں ایک شور برپا کر رہی تھیں جو اس نے پچھلے کئی دنوں میں اسے سنانے کی کوشش کی تھی۔

"میں نے اسے ہر بار توڑا..."

یحییٰ نے اپنے لرزتے ہاتھوں کو دیکھا۔ اسے یاد آیا کہ کیسے وہ لڑکی اس کی طرف دیکھتی تھی، جیسے وہ اس کی آخری امید ہو۔ وہ اس کا ساتھ مانگ رہی تھی، وہ اپنی ویران زندگی میں یحییٰ کی توجہ کی بھکاری تھی، لیکن اس نے؟ اس نے ہر بار اپنی محبت کو کہ اب اس کی تھی ہی نہیں اس وجہ سے، بربادی کی بھینٹ چڑھا دیا اس معصوم کو۔

"یحییٰ! یہ تم نے کیا کر دیا؟"

اس کے اندر سے ایک آواز آئی۔ اسے کل رات کا نظر یاد آیا جب اس نے ایک زوردار آواز سنی تھی اور اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ گیا تھا۔ اگر وہ ایک پل کے لیے رک جاتا، اگر وہ مڑ کر دیکھ لیتا، تو شاید وہ زخم اتنے گہرے نہ ہوتے۔ وہ خون جو اب فرش کی پوروں میں جذب ہو رہا تھا، یحییٰ کو اپنا مجرم ٹھہرا رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا جیسے ماہا کی وہ آخری چیخ، جو اس نے سنی ہی نہیں تھی، اب اس کے کانوں کے پردے پھاڑ رہی ہے۔ جب کہ اب ساری خواتین یحییٰ کو دیکھ رہی تھی وہ یہاں توں ہیٹتھس پھر کہاں سے آیا۔۔

"یحییٰ تم؟"

کنزہ بیگم اس کے پاس آئی اور اسے دیکھ کر بولی اسے اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آرہا تھا یحییٰ کچھ بھی نہیں بولا اور خاموش رہا تھا روح نے بھی اب اس کی طرف دیکھا اس کی سسکیاں تھم گئی تھی وہ آنسوں تھامے اب یحییٰ کو دیکھ رہی تھی۔۔

"ماہا کی اس حالت کے پیچھے آپ کا ہاتھ ہے نہ"

روح نے بغیر کسی کا بھی لحاظ کیے اس کی طرف آتے ہوئے کہا تھا۔ روح کے الفاظ کسی تپتے ہوئے کوئلے کی طرح یحییٰ کے وجود پر گرے تھے۔ حویلی کے اس دم گھٹتے ماحول میں روح کی آواز اب کسی تازیانے سے کم نہ تھی۔ کنزہ بیگم کی حیرت زدہ نظریں روح پر تھی یحییٰ کے پاس کسی بھی چیز کا جواب نہیں تھا۔ وہ جو ہمیشہ اپنے لفظوں سے دوسروں کے دل چھلنی کر دیتا تھا، آج خود بے لفظ کھڑا تھا۔ یحییٰ کے لب سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ اس کی نظریں اب بھی اسی خون آلود فرش پر جمی تھیں، جیسے وہ وہاں سے ماہا کی اذیت کا حساب مانگ رہا ہو۔ روح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، اس کی آنکھوں میں ماہا کے لیے تڑپ اور یحییٰ کے لیے ایک واضح نفرت جھلک رہی تھی۔

"خاموش کیوں ہیں آپ؟"

روح نے اسے جھنجھوڑنے کی کوشش کی،اس کی آواز میں کرب بڑھتا جارہا تھا۔

"روح کیا ہو گیا ہے وہ یہاں تھا ہی نہیں"
کنزہ بیگم تڑپ گئی تھی اپنے بیٹے پر یوں الزم سن کر۔۔

"تائی امی آپ جانتی ہیں کہیں نہ کہیں ماہا کی اس حالت کے پیچھے ان کا ہی ہاتھ ہے"
روح نے غصے سے یحییٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"روح چپ کرو"
عافیہ بیگم روح کو دیکھ کر بولی تھی جو کہ پاگل ہی لگ رہی تھی اس وقت۔۔

"روح بچے وہ یہاں نہیں تھا"

آیت بیگم نے بھی روح کو سمجھانا چاہا تھا۔۔

" صحیح کہہ رہی ہیں وہ"

یحییٰ کو اپنی آواز کھائی سے اتی سنائی دی تھی اس کی آواز اس قدر کم تھی کہ اسے خود بھی سنائی نہیں دی تھی۔ یحییٰ کے ان مختصر سے الفاظ نے حویلی کے اس تپتے ہوئے ماحول میں جیسے برف پگھلا دی تھی۔ وہاں موجود ہر شخص ساکت رہ گیا۔ آیت بیگم اور عافیہ بیگم کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں جبکہ کنزہ بیگم بھی حیران تھی وہ نہیں چاہتی تھی ان کے بیٹے نے ایسا کچھ کیا ہو۔

"کیا... کیا مطلب ہے تمہارا یحییٰ؟"

کنزہ بیگم نے لرزتی آواز میں پوچھا، انہیں امید تھی کہ شاید انہوں نے غلط سنا ہے۔ یحییٰ نے پہلی بار نظریں فرش سے ہٹا کر روح کی طرف دیکھیں۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں، ان میں اج کچھ بھی نہیں تھا وہاں اج صرف ایک گہرا پچھتاوا تھا جو کسی زہر کی طرح اس کے اندر پھیل رہا تھا۔

"وہ صحیح کہہ رہی ہے..."

یحییٰ کا لہجہ اب کچھ صاف تھا، مگر اس میں چھپی شکست صاف سنائی دے رہی تھی۔

"کل رات جب میں حویلی ایا تو سب سے پہلے میری ملاقات اس سے ہوئی وہ مجھے دیکھ کر پہلے تو مجھ سے شکوہ کر رہی تھی لیکن اس کے بعد وہ ایک امید سے مجھ دیکھ رہی تھی کہ میں اس کے لیے آیا ہوں کانچ پہلے سے ٹوٹا ہوا تھا میں نے غور نہیں کیا اس کی حالت بھی بہت خراب تھی لیکن میں اسے کوئی نئی امید نہیں دے سکتا تھا اس لیے میں اسے منع کر کے کچن سے نکلا تو پیچھے سے کسی چیز کے گرنے کی آواز آئی تھی۔ وہ گری تھی، اس نے شاید مجھے پکارا بھی ہو، لیکن میں نے مڑ کر دیکھنا گوارا نہیں کیا"

یہ سب بولتے اس کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے روح نے ایک قدم پیچھے ہٹایا، جیسے اسے یحییٰ کے اس اعتراف پر یقین نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہاں موجود کسی کو بھی اس کی بات پر یقین نہ ہوا بلکہ سب لوگ حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

"آپ کو احساس بھی ہے کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ وہ آپ سے صرف اپ کا ساتھ مانگ رہی تھی محبت بھی نہیں مانگ رہی تھی اور آپ نے اسے موت کے منہ میں دھکیل دیا؟" روح کی آواز میں اب نفرت کے ساتھ ساتھ بے پناہ دکھ تھا۔ یحییٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ان سب کی نظروں کا سامنا کرنے کی سکت کھو چکا تھا۔ اس نے ایک آخری نظر اس لہو کے دھبے پر ڈالی اور تیزی سے باہر کی طرف لپکا۔ اب اسے کسی کی پکار، کسی کا طعنہ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے بس ہسپتال پہنچنا تھا۔ اسے دیکھنا تھا کہ کیا وہ زندگی اب بھی سانس لے رہی ہے جسے اس نے اپنی بے رخی سے کچل دیا تھا۔ وہ باہر آیا تھا اور اس نے اپنی گاڑی نکلی تھی گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے یحییٰ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ اسے ماہا کا وہ معصوم چہرہ یاد آ رہا تھا جب وہ اسے دیکھ کر مسکراتی تھی اور اس کی نظروں میں جو نے پناہ

محبت ہوتی تھی سچ میں اس انسان کی کوئی قدر نہیں ہوتی جو اپ سے محبت کرتا ہے جیسے یحییٰ نے اپنی حاری اور ناکام محبت کے اگے ماہا کی جان ہی لے لی تھی۔

"اگر اسے کچھ ہوا... تو یحییٰ تم کبھی جی نہیں پاؤ گے اس اذیت کے ساتھ" اس نے خود سے کہا اور گاڑی پوری رفتار سے ہسپتال کی طرف دوڑا دی۔

💗💗

وہ سب لوگ ہسپتال کی راہداری میں کھڑے تھے اور وہ معصوم سی جان آئی سی یوں کے اندر زندگی اور موت سے لڑ رہی تھی راہداری میں چھائی ہوئی وہ بوجھل خاموشی کسی بڑے طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔ سردار موسیٰ کی پشت دیوار سے ٹکی ہوئی تھی اور سب کی نظریں آئی سی یو (ICU) کے سرخ بلب پر جمی تھیں، سب لوگ ایسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ اپنی نگاہوں کی حدت سے اس موت کے سائے کو پیچھے دھکیل دینا چاہتے ہوں جو ماہا کے گرد منڈلا رہا تھا۔ عدنان اور ہاشم سر جھکائے کھڑے تھے، ان کے دلوں میں ماہا کی وہ صورت گھوم رہی تھی جو کچھ دیر پہلے کچن کے فرش پر لہولہان پڑی تھی۔

"موسیٰ مصطفیٰ کو کال کر کے ماہا کی حالت کا بتاؤ"

سردار موسیٰ کو دیکھ کر سید سائیں نے کہا تھا تو سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"اسے اپنی بیٹی کے بارے میں جانے کا پورا حق ہے"

ساجد نقوی نے بھی سردار موسی کی طرف دیکھ کر کہا تو اس نے موبائل نکالا تھا۔۔

"نہیں موسیٰ تمھیں انھیں گھر جا کر بتانا ہو گا"

ریاست نقوی نے سردار موسی کو دیکھ کر کہا وہ بھی کافی پریشان تھے۔۔

"اور میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا"

سید سائیں نے سردار موسی سے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"جیسے ہی ڈاکٹر کوئی خبر دیں مجھے فوراً سے کال کرنا"

سردار موسیٰ نے جاتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا سردار موسی اور سید سائیں وہاں سے جا چکے تھے۔ان کے جانے کے بعد یحییٰ دیوانہ وار بھاگتا ہوا راہداری میں داخل ہوا۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے، قمیض کے کف مڑے ہوئے اور چہرے پر کرب کی وہ لہر تھی جو شاید اس سے پہلے کسی نے اس کے چہرے پر نہیں دیکھی تھی۔ جیسے ہی اس کے قدم عدنان کے قریب پہنچے، عدنان نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"وہ... وہ کیسی ہے؟"

یحییٰ کے حلق سے ایک خشک آواز نکلی وہاں موجود کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ماہا کی اس حالت کے پیچھے یحییٰ کا ہاتھ ہے عدنان نے ابھی کچھ کہا اور وہ خاموش رہا کیوں کہ اس خود خبر نہیں تھی ماہا کی حالت کیسی ہے تو وہ اسے کیا بتاتا۔ یحییٰ کی آواز راہداری میں کسی ٹوٹے ہوئے کانچ کی طرح بکھری تھی۔ عدنان نے سرد نظروں سے اسے دیکھا، اس کی خاموشی یحییٰ کے لیے کسی تازیانے سے کم نہیں تھی۔ ہاشم، جواب تک سر جھکائے کھڑا تھا، یحییٰ کی آواز سن کر تڑپ کر سیدھا ہوا اور اس کے قریب آیا۔

"کیسی ہو گی وہ یحییٰ؟"

ہاشم کا لہجہ سپاٹ تھا لیکن اس کی آنکھوں میں چھپی تلخی یحییٰ سے اوجھل نہ رہ سکی۔

"وہ اندر زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے اور تم اب اس کے بارے میں پوچھ رہے ہو؟ جب اسے سب سے زیادہ تمھاری ضرورت تھی تب تم اسے چھوڑ کر چکے گئے"

یحییٰ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کی نظریں مسلسل آئی سی یو کے بند دروازے پر جمی ہوئی تھی یحییٰ کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ دیواروں سے سر ٹکرا دے۔ اس کے ذہن میں بار بار وہی منظر گھوم رہا تھا ماہا کی وہ امید بھری نظریں اور پھر اس کا وہ حقارت آمیز جملہ۔

"ڈاکٹر ابھی تک باہر نہیں آئے، کسی کو کچھ نہیں پتہ کہ وہ اندر کس حال میں ہے۔"

عدنان نے بوجھل آواز میں کہا اور پھر سے دیوار سے ٹیک لگالی۔ راہداری میں پھر سے ایک اذیت ناک خاموشی چھا گئی، جسے صرف ہسپتال کی مشینوں کی دور سے آتی ہوئی آوازیں توڑ رہی تھیں۔

"تم کیسے آئے"

ساجد نقوی نے سختی سے پوچھا اس کا حویلی چھوڑ کر جانا اور اس کے بعد یوں اچانک آجانا ان کی بات پر عدنان خاموش رہا تھوڑی دیر بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر نکلا۔ سب کے سب کسی مقناطیس کی طرح اس کی طرف کھنچے چلے گئے۔ یحییٰ سب سے آگے تھا۔

"ڈاکٹر! کیسی ہے وہ؟"

یحییٰ نے تقریباً ڈاکٹر کا بازو تھامتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکٹر نے نقاب ہٹایا، اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے بتا رہے تھے کہ اندر حالات کتنے سنگین تھے۔

"دیکھیں، ہم نے گلاس کی کرچیاں تو نکال دی ہیں اور زخموں کو بھی ٹانکے لگا دیے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ پیشنٹ کا بہت زیادہ خون بہہ چکا ہے۔ خون کی کمی کی وجہ سے اس کا دل بہت کمزور پڑ رہا ہے۔ ہمیں فوری طور پر 'O Negative' خون کی ضرورت ہے اور وہ بھی ایک دو بوتلیں نہیں بلکہ زیادہ۔"

یحییٰ کے کانوں میں جیسے سائیں سائیں ہونے لگی۔ 'O Negative' یہ وہی گروپ تھا جو اس کا اپنا تھا۔ اسے لگا جیسے اللہ نے اسے کفارے کا ایک موقع دے دیا ہو۔

"میرا... میرا خون لے لیں ڈاکٹر! میرا گروپ وہی ہے جو اس کا ہے۔" یحییٰ نے بے صبری سے کہا، اس کی آواز میں ایک عجیب سی تڑپ تھی۔

"جتنا چاہیے لے لیں، بس اسے بچا لیں، اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ ایک بار پھر سے بولا تھا ہاشم اور عدنان نے حیرت سے یحییٰ کو دیکھا۔ وہ شخص جو اس لڑکی سے دور بھاگتا تھا، اج اس کی زندگی بچانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، آپ فوراً لیب چلیں، وقت بہت کم ہے۔"
ڈاکٹر نے نرس کو اشارہ کیا جو یحییٰ کو ساتھ لے کر راہداری کے دوسرے سرے کی طرف بڑھ گئی۔ عدنان نے ہاشم کی طرف دیکھا۔

"وہ ٹھیک تو ہو جائے گی نہ"
وہاں موجود ڈاکٹر سے احمد نقوی نے پوچھا تھا۔۔

"اللہ سے دعا کریں آپ"

ڈاکٹر یہ کہہ کر جا چکے تھے جبکہ وہاں موجود سب ہی لوگ بس اس معصوم سی لڑکی کی زندگی کی دعا کر رہے تھے۔



سردار موسیٰ اور سید سائیں اس وقت مصطفیٰ نقوی کے دروازے پر کھڑے تھے ماہنور بیگم نے آ کر دروازہ کھولا۔ماہنور بیگم سردار موسیٰ اور سید سائیں کو دیکھ کر حیران ہوئی۔۔

"آپ"

انھوں نے حیرانی سے پوچھا ماہنور بیگم پیچھے ہو گئی سردار موسیٰ اور سید سائیں اندر آئے مصطفیٰ نقوی بھی لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔۔ مصطفیٰ نقوی نے جیسے ہی سردار موسیٰ اور سید سائیں کو اپنے سامنے دیکھا، ان کے چہرے کے تاثرات پل بھر میں بدل گئے۔ حیرت کی جگہ ایک گہرے غصے اور بیزاری نے لے لی۔ انہوں نے صوفے سے اٹھنے کی زحمت تک نہ کی بلکہ وہیں بیٹھے بیٹھے سرد لہجے میں مخاطب ہوئے۔

"آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں؟ میں نے تو اس لڑکی کو اسی دن اپنے دل اور گھر سے نکال دیا تھا جس دن وہ اپنے باپ کی عزت کی پرواہ کیے بغیر اپنی محبت کا اظہار سے کے سامنے کر رہی تھی"

مصطفیٰ نقوی کی آواز میں چھپی نفرت ماہنور بیگم کے کلیجے کو چیر گئی۔ سردار موسیٰ، جو پہلے ہی ماہا کی حالت دیکھ کر کرب میں تھے، مصطفیٰ کا یہ رویہ دیکھ کر ان کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔

"خالو آپ باپ ہیں ماہا کے، یہ کیسی زبان استعمال کر رہے ہیں؟"
سردار موسیٰ کو ان کا ایسا رویہ پسند نہیں آیا تھا لیکن اس وقت اسے صرف اپنی بہن کی فکر تھی۔

"باپ تھا میں اس کا! لیکن جب اس نے میری ناک کٹوائی اور جس طرح اس کی وجہ سے مجھے ذلیل ہونا پڑا، اس دن میرا اس سے ہر رشتہ ختم ہو گیا۔ اب وہ حویلی کی ذمہ داری ہے، میری نہیں۔ آپ لوگ جائیے یہاں سے!"
مصطفیٰ نقوی دھاڑے اور اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے۔

"مصطفیٰ نقوی، انسان کا غصہ اسے اندھا کر دیتا ہے، لیکن اتنا بھی نہیں کہ وہ اپنی اولاد کے لہو کو بھول جائے۔ ماہا اس وقت ہسپتال میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے۔ وہ ہولناک حادثے کا شکار ہوئی ہے اور اس کی سانسیں اکھڑ رہی ہیں۔"

سید سائیں، جو اب تک خاموش تھے، ایک قدم آگے بڑھے۔ ان کے جاہ و جلال کے سامنے مصطفیٰ کی آواز دب گئی۔

یہ سن کر ماہنور بیگم کے منہ سے ایک فلک شگاف چیخ نکلی۔

"میری بچی! میری ماہا!"

وہ دیوانہ وار مصطفیٰ کے پاس آئی تھی۔

"سنیے! خدا کے لیے ضد چھوڑیے، میری بچی مر رہی ہے۔ مصطفیٰ، مجھے اس کے پاس لے جائیں!"

مصطفیٰ نقوی کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے زردی پھیلی، مگر اگلے ہی لمحے انہوں نے خود کو سخت کر لیا۔

"وہ مر رہی ہے تو میں کیا کروں؟ جس نے حیا کا جنازہ نکال دیا ہو، اس کے لیے میرے دل میں کوئی ہمدردی نہیں ہے۔"
مصطفیٰ نقوی اب بھی سخت تھے اپنی بیٹی کی انھیں کوئی پرواہ نہ تھی۔۔

"مصطفیٰ، ہم تمہیں لینے آئے ہیں۔اپنی بیٹی کے لیے سب بھول جائیں"
سید سائیں نے مصطفیٰ نقوی کو دیکھ کر کہا انھیں امید تھی کہ وہ مان جائے گا۔
مصطفیٰ نقوی کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو لرزش پیدا ہوئی، سید سائیں کے لہجے میں موجود کرب اور ماہنور بیگم کی تڑپ نے آخر کار ان کے پتھر ہوتے دل پر دستک دے ہی دی تھی۔غصے کی جو دیوار انہوں نے انا کے گرد کھڑی کی تھی، وہ بیٹی کی حالت سن کر اب تڑپنے لگے۔۔

"وہ تمہارا انتظار کر رہی ہے چلو مصطفیٰ"

سید سائیں نے کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا ماہنور بیگم نے رب کا شکر ادا کیا اور وہ سب ہاسپٹل کے لیے نکل گئے۔۔

ہسپتال کی فضا میں پھیلی ہوئی مخصوص سی بو اور مشینوں کی بیپ بیپ نے ماہنور بیگم کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ وہ جیسے ہی راہداری میں داخل ہوئیں، سامنے ہی عدنان اور ہاشم کو پریشانی کے عالم میں ٹہلتے دیکھا۔ ساجد نقوی تیاڈ نقوی اور احمد نقوی وہی بیٹھے ہوئے تھے حنان کوئی فارمیلٹی پوری کرنے کے لیے گیا ہوا تھا اور یحییٰ اب تک نہیں ایا تھا ماہنور بیگم کے قدموں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ چل سکتیں، وہ دیواروں کا سہارق لیتی ہوئی آئی سی یو کے شیشے والے دروازے کے قریب پہنچی تھیں۔ ان کی نظر اندر بیڈ پر پڑی، جہاں ماہا سفید چادر میں لپٹی، مشینوں کے حصار میں بے سدھ پڑی تھی

"میری بچی! میری ماہا!"

ماہنور بیگم کی ایک دلخراش چیخ نکلی اور وہ وہیں فرش پر ڈھ گئیں۔ان کی ممتا اس وقت لہو کے آنسوں رو رہی تھی۔وہ باپ، مصطفیٰ نقوی، جواب تک اپنی انا کے خول میں بند تھا، آئی سی یو کے دروازے پر پہنچ کر جیسے ساکت رہ گیا تھا۔اندر کا منظر کسی بھی باپ کے کلیجے کو چیر دینے کے لیے کافی تھا۔وہ معصوم سی ماہا، جو کبھی ہنستی مسکراتی ان کے گھر کے آنگن میں چہکتی تھی، آج یوں زندگی اور موت کی کشمکش میں پڑی تھی۔ مصطفیٰ نقوی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ان کی نظریں اپنی بیٹی کے زرد چہرے اور ان پٹیوں پر جمی تھیں جو اس کے نازک وجود پر بندھی ہوئی تھیں۔

"خالہ سنبھالیں خود کو"

ماہنور بیگم کو کہ نیچے بیٹھ گئی تھی سردار موسیٰ ان کے پیچھے پیچھے ہی آرہا تھا ان کے پاس نیچے بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔ا۔۔اس"

وہ کانپتے ہونٹوں کے ساتھ بول رہی تھی ان کا دماغ کیسے سن ہو گیا تھا۔۔

"آپ خاموش رہیں کچھ نہ کہیں سب ٹھیک ہو جائے گا"

سردار موسیٰ نے کہا تھا اور انھیں اٹھا کر وہاں موجود کرسی پر بیٹھایا ریاست نقوی مصطفیٰ نقوی کے پاس آئے تھے۔۔

"اللہ تعالیٰ پر یقین رکھیں اسے کچھ بھی نہیں ہو گا"

ریاست نقوی نے ایک امید سے کہا تو اس کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا وہاں موجود ہر شخص کی پریشان تھا اور تکلیف میں تھا بس اس معصوم سی گڑیا کے لیے دعا گو تھے۔



لیب میں، یحییٰ ایک اسٹریچر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے بازو سے خون کی تیسری بوتل بھری جا رہی تھی۔ اس کا اپنا چہرہ زرد ہو گیا تھا لیکن اس وقت اسے صرف اور صرف ماہا کی زندگی کی فکر تھی۔ اسکی اپنی حالت خراب ہو رہی تھی کیوں کہ بہت زیادہ خون اس کا نکل چکا تھا۔

"بس ایک اور بوتل۔۔۔ پلیز!"
یحییٰ کی آواز کسی گہری کھائی سے آتی محسوس ہو رہی تھی اتنے خون نکلنے کے بعد بھی وہ ہوش و حواس میں تھا۔

"سر! آپ کی اپنی حالت بگڑ رہی ہے۔ آپ کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر چکا ہے۔ ہم مزید خون نہیں نکال سکتے"
نرس نے فکر مندی سے اسے تنبیہ کی، لیکن یحییٰ کی ضد کے سامنے وہ بھی بے بس تھا۔

"آپ کو نہیں پتہ اس لڑکی کی زندگی میرے لیے بہت ضروری ہے میں تو اس امید پر ہوں گا کہ وہ مجھے معاف کر دے۔اسے بچانا میرے لیے جینے کی واحد وجہ ہے اب"

یحییٰ نے آنکھیں موند لیں،اس کے ذہن میں وہ سارے تلخ لمحات ایک فلم کی طرح چل رہے تھے جو اس نے ماہا کو دیے تھے۔وہ ہر زخم،جو اس نے اپنے لفظوں سے ماہا کے دل پر لگایا تھا،آج اسے اپنے جسم پر محسوس ہو رہا تھا اسے محسوس ہو رہا تھا اگر وہ چلی گئی تو وہ اس گناہ کے ساتھ کیسے رہے گا وہ تو جی ہی نہیں پائے گا اور اس کی معافی اس کے لیے اب بہت زیادہ ضروری تھی۔



حویلی میں جو شادی کا ماحول تھا وہ غم میں بدل گیا تھا کل تک صرف اور صرف خوشیاں تھی اور آج اس حویلی کی دیواروں میں ویرانیاں تھی سب خواتین زنان خانے میں موجود تھی کوئی کہیں بیٹھا تھا تو کوئی کہیں وہاں موجود ہر کسی کے لیے ہی وہ لڑکی بہت عزیز تھی اور اس کا بچنا بہت ضروری تھی۔۔

"بڑی تائی امی"

کنزہ بیگم بہت زیادہ تو رہی تھی روح ان کے پاس ائی تھی اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"روح یہ کیا کر دیا یحییٰ نے ماہا تو بہت معصوم تھی اور اتنی اچھی بچی ہے کیسے میں ایک ایسے بیٹے کی ماں ہو سکتی ہوں جس نے ایک ہستی بستی لڑکی کو اجاڑ دیا"

کنزہ بیگم روتے ہوئے بول رہی تھی روح ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی روح کے لیے حویلی کا ہر فرد بہت عزیز تھا اس سے کنزہ بیگم کی یہ حالت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ روح کی اپنی آنکھیں بھی برس پڑیں، اس نے کنزہ بیگم کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔ وہ جانتی تھی کہ ایک ماں کے لیے یہ ماننا کتنا کٹھن ہے کہ اس کی تربیت میں کہیں کوئی کمی رہ گئی یا اس کا اپنا خون کسی کی اذیت کا سبب بنا ہے۔

"تائی امی! یحییٰ بھائی سے غلطی ہوئی ہے، بہت بڑی غلطی۔۔۔ لیکن وہ اس وقت ہسپتال میں اپنی جان کی بازی لگا کر اس کا کفارہ بھی ادا کر رہے ہیں۔ اللہ بڑا غفور الرحیم ہے، وہ معاف کرنے والا ہے، آپ بس دعا کریں کہ وہ دونوں صحیح سلامت واپس آ جائیں۔"

روح نے دبی آواز میں انہیں تسلی دی، مگر اس کا اپنا دل بھی یحییٰ کے رویے پر بوجھل تھا وہ اس بات پر بھی مطمئن نہیں تھی جتنی اذیت ماہا نے برداشت کی تھی اس کا کفارہ یہ تو نہیں تھا اس سردار موسیٰ نے کال کر کے صورتحال بتائی تھی لیکن فحال کنزہ بیگم کی ایسی حالت نہیں تھی کہ وہ کچھ بول پاتی لاؤنج کے دوسرے کونے میں عافیہ بیگم اور آیت بیگم تسبیح ہاتھ میں لیے ذکر الہیٰ میں مصروف تھیں وہ دونوں ہی اپنے رب سے اس لڑکی کی زندگی مانگنے میں مشغول تھی حفصہ جو کہ ایک سائیڈ پر کھوئی ہوئی بیٹھی تھی اس کے ذہن سے کچن کا وہ ہولناک منظر ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔ اسے بار بار ماہا کا وہ لہولہان وجود یاد آتا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگتے۔ نور نے حفصہ کی حالت دیکھ کر اس کے پاس ہی رہنا مناسب سمجھا تھا وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"حفصہ ! ہمت کرو، ماہا بہت بہادر ہے، وہ ہمیں چھوڑ کر نہیں جائے گی تم دیکھا وہ واپس آجائے گی"

نور نے اسے تسلی دی تھی اس وقت مردان کھانے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی وہ دروازہ جہاں سے زنان خانے میں آنے کا راستہ تھی کندیل جو کہ وہی پاس تھی اس نے پریشانی میں خود ہی بات کرلی تھی ورنہ ایسا نہیں ہوتا تھا کہ مردان خانے سے کوئی دستک ہو اور حویلی کی خواتین بات کرے ہمیشہ ملازمہ کی بات کرتی تھی اور پوچھتی تھی۔۔

"جی"

کندیل نے آہستہ سے کہا تھا۔۔

"وہ سب لوگ کہاں ہیں کوئی حویلی میں نہیں ہے"

شہنشاہ کی اواز آئی جبکہ کندیل کو معلوم نہ ہوا کہ کون ہے کیوں کہ اس نے کبھی بھی اس سے بات نہیں کی تھی لیکن شہنشاہ کا دل دھڑک رہا تھا اور اپنے دل کی دھڑکنوں کے بارے میں اس خود پتہ نہیں تھا۔

"کیا سامنے وہ ہے"

اس نے خود سے سوال کیا تھا۔۔

"آپ کون"

اس نے آہستہ آواز میں کہاں وہاں موجود ہر کوئی پریشان تھا اس لیے کسی نے بھی کندیل کی طرف غور نہیں کیا تھا جبکہ اس کی میٹھی آواز شہنشاہ کو پیاری لگ رہی تھی اور اس کے دل کی دکھڑکیں بھی بڑھا رہی تھی۔

"میں موسیٰ کا دوست کاشان"

اس نے اپنے دل پر قابو رکھتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کہیں یہ وہ تو نہیں"

کندیل نے اچانک سوچا اور اس کے چہرے پر خوف آ گیا اس دن جب چھت پر اس کی آنکھیں اس کا یوں دیکھنا ہی تو اسے خوف میں مبتلا کر گیا تھا ایک بار پھر وہ ڈری تھی۔۔

"وہ ایک مسئلہ ہو گیا ہے سب ہاسپٹل گئے ہیں"

اس نے فوراً سے کہا تھا اور وہاں سے سائیڈ ہو گئی تھی شہنشاہ نے جیسے ہی ہسپتال کا نام سنا، اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ یہاں حویلی میں داخل ہونے کی غرض سے آیا تھا لیکن یہاں تو پتہ نہیں کیا ہو رہا تھا کندیل کی آواز میں موجود تھرتھراہٹ اور خوف اس نے بخوبی محسوس کیا تھا، مگر اس وقت اس کا تجسس اور فکر کسی اور سمت میں تھی۔

"ہسپتال؟ کیا ہوا ہے؟ خیریت تو ہے؟"

اس نے بے چینی سے پوچھا، مگر دوسری طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔

کندیل تو جیسے وہاں سے بھاگ ہی نکلی تھی۔ شہنشاہ وہیں دہلیز پر کھڑا رہ گیا۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے وہ وہیں کھڑا رہا تھا جواب کے انتظار میں

جب کوئی جواب نہ ملا تو وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

💗💗

راہداری میں خاموشی اس وقت ٹوٹی جب آئی سی یو (ICU) کا سرخ بلب

بند ہوا اور دروازہ کھلا۔ سب کے سب کسی مقناطیس کی طرح ڈاکٹر کی

طرف کھنچے چلے گئے۔ مصطفیٰ نقوی، جن کے چہرے پر کچھ دیر پہلے تک انا

اور غصے کی لہریں تھیں، اب وہاں صرف ایک بے بس باپ کا کرب دکھائی

دے رہا تھا۔

"ڈاکٹر صاحب! میری بچی؟"
مصطفیٰ نقوی نے تڑپ کر ڈاکٹر کا بازو تھام لیا۔

"الحمدللہ! آپریشن کامیاب رہا ہے۔ خون کی منتقلی کے بعد ان کی حالت اب مستحکم ہے۔ زخم گہرے تھے اور خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا، اگر بروقت خون نہ ملتا تو شاید ہم انہیں نہ بچا پاتے"
ڈاکٹر نے اپنے چہرے سے ماسک ہٹایا اور ایک گہرا سانس لیا۔

"میرے مولا تیرا شکر! میری ماہا کو زندگی دینے والے تیرا لاکھ لاکھ شکر!"

ماہنور بیگم نے جیسے ہی یہ سنا، وہ وہیں ہسپتال کے ٹھنڈے فرش پر سجدے میں گر گئیں۔ان کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ سردار موسیٰ نے ایک نظر بند دروازے پر ڈالی اور پھر اس کی نظریں ہاشم اور عدنان کی طرف اٹھیں جو لیب کی طرف سے آرہے تھے۔۔

"یحییٰ کیسا ہے؟"

سردار موسیٰ نے بھاری آواز میں پوچھا جب وہ دونوں قریب آگئے۔

"وہ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا، موسیٰ! ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ حد سے زیادہ خون دینے کی وجہ سے اس کا اپنا جسم نڈھال ہو چکا ہے۔اسے ڈرپس لگ رہی ہیں۔"

ہاشم نے بتایا تو مصطفیٰ نقوی نے نظریں جھکا لیں۔ جس شخص کو وہ اپنی بیٹی کا مجرم سمجھ رہے تھے، آج اسی کے لہو نے ان کی بیٹی کی رگوں میں زندگی کی لہر دوڑائی تھی لیکن انھیں کیا پتہ ان کی بیٹی کو اس مقام تک پہنچانے والا بھی وہی تھا۔

"ہم کب مل سکتے ہیں اپنی بچی سے"
ماہنور بیگم نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا۔۔

"انھیں ہم وارڈ میں شفٹ کر دیں اس کے بعد"
ڈاکٹر یہ کہہ کر جا چکے تھے سب لوگوں نے ہی اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا نے شک وہ غفور ور حیم ہے۔

"بس وہ ٹھیک ہو"

سردار موسیٰ نے ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر یحییٰ کی حالت سن کر کہا تھا جس پر اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔۔

"یحییٰ نہیں آیا اب تک"

ساجد نقوی نے اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھا جو خون دینے گیا تھا۔۔

"بڑے تایا ابو وہ"

ہاشم نے سردار موسیٰ کی جانب دیکھتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے ہاشم بیٹا"

ساجد نقوی پریشان ہو گئے تھے انھیں اپنے بیٹے کی فکر ہو رہی تھی۔

"ماموں وہ اس نے خون زیادہ دیا ہے اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے اسے ڈرپس لگ رہی ہے"

یہ بات سن کر سب پریشان ہو گئے تھے جبکہ سید سائیں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔۔

"میرا یحیی"

سید سائیں نے آہستہ سے کہا تھا سردار موسیٰ فوراً سے اس کے پاس ایا۔

"دادا جان وہ ٹھیک ہے بس کمزور ہے"

سردار موسیٰ نے عدنان کو گھورا تھا سردار موسیٰ کی بات پر سید سائیں نے اسے دیکھا۔۔

"تم سچ کہہ رہے ہو"

سید سائیں نے سردار موسیٰ سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا ان کی بات پر ساجد نقوی نے بھی سکھ کا سانس لیا۔۔



تھوڑی دیر بعد، ماہا کو آئی سی یو سے وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔ ماہنور بیگم اور مصطفیٰ نقوی اس کے سرہانے بیٹھے تھے۔ وہ اب تک بے ہوش تھی ماہنور بیگم بار بار اس کا ماتھا چوم رہی تھی اچانک اسے ہوش آنے لگا تھا ماہا کی آنکھیں آہستہ آہستہ کھل رہی تھیں۔ اس کے چہرے کی زردی ابھی باقی تھی، مگر سانسوں میں وہ پہلے جیسی اکھڑاہٹ نہیں تھی۔ اس نے جیسے ہی اپنی پلکیں اٹھائیں، سامنے اپنے باپ کو دیکھ کر اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ وہ اپنی آنکھوں پر یقین نہیں کر پا رہی تھی، وہ بات جس نے اسے چھوڑ دیا تھا اس کے بعد دیکھا نہیں تھا آج اس کا ہاتھ تھامے رو رہا تھا۔

"بابا"

ماہا کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ بمشکل سنائی دی اس کے لیے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا فلحال اس سے ملنے اس کے ماں باپ ہی آئے تھے اس کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ زیادہ لوگوں کو ملنے کی اجازت نہیں تھی۔

"ہاں میری بچی! میں یہیں ہوں۔ مجھے معاف کر دو ماہا، میں نے تمہیں بہت دکھ دیے۔"

مصطفیٰ نقوی نے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا، ان کے لہجے کی سختی پگھل کر آنسو بن چکی تھی۔ ماہا نے کچھ کہنا چاہا، مگر اس کی نظریں کمرے کے دروازے کی طرف اٹھیں جیسے وہ کسی اور کو ڈھونڈ رہی ہو۔ اسے یاد تھا وہ آخری منظر۔ یحییٰ کا وہ مڑ کر نہ دیکھنا، اس کی وہ سرد مہری۔ اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ لیکن اس وقت وہ اسے یاد نہیں کرنا چاہتی تھیں اسے اس کے ماں باپ مل گئے تھے وہ یہ لمحے ان کے ساتھ گزارنا چاہتی تھی اس کی آنکھ سے ایک آنسوں ٹوٹ کر گرا۔۔

"بس میری جان اب آپ کے ماما آپ کے پاس ہیں نہ"
ماہنور بیگم نے اس کے آنسوں صاف کیے تھے وہ رو رہی تھی اس کے اتنا سب کرنے کے باوجود اس کے ایک تکلیف پر وہ دونوں اس کے پاس تھے۔

"ماما بابا مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بہت غلط کیا ہے"

ابھی ماہا بول رہی تھی مصطفیٰ نقوی نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور نہ میں سر ہلایا تھا۔

"اب کچھ نہیں کہنا ماہا، کچھ بھی نہیں۔ جو ہوا اسے یہیں دفن کر دو۔ تم نے کوئی غلطی نہیں کی، بس ہماری سمجھنے میں اور تمہاری سمجھانے میں کچھ دیر ہو گئی تھی۔"

مصطفیٰ نقوی نے اپنی بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے دلاسہ دیا، ان کے لہجے میں موجود پچھتاوا ماہا کے دل کو چبھ رہا تھا۔

"بابا ایسے نہ کہیں میری غلطی"

مصطفیٰ نقوی نے ایک بار پھر اسے خاموش کروا دیا تو وہ پھر کچھ نہیں بولی

ماہنور بیگم نے ماہا کا دوسرا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"تم بس جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ، اب ہم تمہیں کہیں نہیں جانے دیں گے۔ ہم واپس اپنے گھر چلیں گے، وہیں جہاں تم بچپن میں چہکتی تھی جہاں تمہارے ماں باپ ہیں"

ماہا نے دھیرے سے سر ہلایا، مگر اس کی آنکھیں اب بھی بوجھل تھیں۔ وہ خود کو پر سکون محسوس کر رہی تھی کہ اس کے ماں باپ اس کے ساتھ ہیں، لیکن لاشعور میں یحییٰ کا وہ عکس اب بھی موجود تھا جس نے اسے کچن میں اکیلا چھوڑ دیا تھا۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس وقت یحییٰ کس کرب سے گزر کر اس کی زندگی بچا گیا تھا۔

💗💗

یحییٰ کو بھی اسی وارڈ میں لایا جارہا تھا جس میں ماہا تھی اس کی حالت اب کچھ بہتر تھی ڈرپ اب بھی لگی ہوئی تھی وہ ہوش میں تھا اس کی آنکھیں کھولی تھی جب نرس اسے لارہے تھے ماہا کی نظریں بھی اس پر پڑی تھی وہ حیران ہوگئی تھی مصطفیٰ نقوی اور ماہنور بیگم بھی اسے دیکھ رہے تھے یحییٰ کو جب اسٹریچر پر وارڈ کے اندر لایا جارہا تھا کمرے میں ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ ماہا کی نظریں جیسے ہی یحییٰ کے زرد چہرے اور اس کے بازو پر لگی ڈرپ پر پڑیں، اس کا دل زور سے دھڑکا اس شخص کو تو ہمیشہ اس نے اپنی ہاری محبت کے سوگ میں دیکھا تھا اب ایسے دیکھ کر وہ حیران ہوئی نرس نے یحییٰ کا اسٹریچر ماہا کے بیڈ کے بالکل سامنے والے بیڈ کے پاس روکا۔ یحییٰ نے بمشکل اپنی بوجھل پلکیں اٹھائیں اور سامنے ہی ماہا کو ہوش میں دیکھا۔ دونوں کی نظریں ملیں تو وقت جیسے تھم گیا۔ یحییٰ کی آنکھوں میں پچھتاوا تھا اس کی اس حالت میں ہونے کی تکلیف تھی اس کے ماتھے ہاتھوں گردن پر پٹیاں لگی ہوئی تھی، جبکہ ماہا کی آنکھوں میں بے یقینی اور بہت سے سوالات۔

"یحییٰ۔۔۔؟"

ماہا کے لبوں سے نکلا ہوا یہ نام مصطفیٰ نقوی کے کانوں میں گونجا۔ وہ جو کچھ دیر پہلے تک یحییٰ کو اپنا مجرم سمجھ رہے تھے، سید سائیں کی بات یاد کر کے خاموش ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ یحییٰ نے کس طرح خون دے کر ان کی بیٹی کی رگوں میں زندگی کا لہو دوڑایا تھا۔

"ماہا! تم جس شخص کو دیکھ رہی ہو، آج تم اس کی وجہ سے زندہ ہو۔"
مصطفیٰ نقوی کی آواز میں اب وہ پہلی جیسی کڑواہٹ نہیں تھی۔ انہوں نے یحییٰ کی طرف دیکھا اور پھر اپنی بیٹی کی طرف۔

"اس نے تمہیں اپنا خون دیا ہے ماہا تین بوتلیں! ڈاکٹرز منع کرتے رہے، مگر یہ ضد کر کے بیٹھا تھا کہ جب تک تم خطرے سے باہر نہیں آجاتی، یہ اپنا خون دینا بند نہیں کرے گا۔"

ماہا کے سینے میں جیسے سانس اٹی تھی۔ یحییٰ نے خون دیا؟ اس شخص نے جس نے کل رات اسے مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا؟ اس نے اپنا لہو دے کر اسے بچا لیا؟ ماہا کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر بہنے لگے۔ اسے یاد آیا کہ کیسے اس نے یحییٰ سے ایک بار کہا تھا کہ "آپ کے دل میں میرے لیے ذرہ برابر بھی جگہ نہیں"، اور آج اسی یحییٰ کا لہو اس کے جسم کا حصہ بن چکا تھا۔ اس شخص کا خون اس کے وجود میں تھا جس نے اسے مرتا چھوڑ دیا جب وہ زندہ تھی اس کی فیلنگز کی کوئی قدر نہیں کی؟ اس کا خون لینے سے اچھا تھا وہ مر جاتی اس نے خود سے سوچا تھا یحییٰ نے نقاہت سے لب کھولے لکین وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا ماہنور بیگم بھی اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"کیا ہوا ہے بیٹا"

ماہنور بیگم نے اسے پریشان دیکھ کر کہا۔

"معاف۔۔۔ کر دینا ماہا۔"

اس نے اتنا کم اور دھیرے الفاظ میں کہا کہ وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا صرف یہ تین لفظ تھے، مگر ان میں چھپا کرب اور پشیمانی اتنی گہری تھی کہ ماہا کا دل مٹھی میں آ گیا۔ وہ کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ جو کچھ اس نے اس کے ساتھ کیا تھا کیا اس کے بدلے یہ معافی کیا کافی تھی اسے شرم نہیں آئی تھی اس سے یہ بولتے ہوئے۔ ماہنور بیگم، جو ایک ماں تھیں، یحییٰ کی حالت دیکھ کر تڑپ اٹھیں۔ وہ اٹھ کر یحییٰ کے بیڈ کے پاس آئیں اور اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"بیٹا! تم نے بہت بڑا احسان کیا ہے ہم پر۔ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر میری بچی کو بچا لیا۔ اللہ تمہیں زندگی دے۔"

یحییٰ نے ماہنور بیگم کی بات پر صرف آنکھیں موند لیں۔ وہ کیسے بتاتا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ کس وجہ سے کیا ہے اسے صرف اس بوجھ سے آزادی چاہیے تھی جو اسے اندر ہی اندر ختم کر رہا تھا۔ ماہا نے آنکھیں بند کر کے اس سے منہ موڑ لیا تھا اس کی دیوانگی اس شخص کے لیے بس اتنی تھی اب وہ مزید اپنی زندگی اس شخص کے لیے برباد نہیں کرنا چاہتی تھی جس نے اسے برباد کر دیا تھا۔

اسی دوران وارڈ کا دروازہ کھلا اور سید سائیں، ساجد نقوی اور سردار موسیٰ اندر داخل ہوئے۔ یحییٰ کو ہوش میں دیکھ کر ساجد نقوی کے چہرے پر سکون آیا وہ اس کے پاس آئے تھے۔

"کیسا ہے میرا شیر؟"

ساجد نقوی نے یحییٰ کا ہاتھ تھاما۔ یحییٰ نے اپنے باپ کی طرف دیکھا اور پھر سامنے بیڈ پر موجود ماہا کی طرف، جس نے اس سے نظریں پھیر لی تھی اور یہ بات یحییٰ کو تکلیف دے رہی تھی۔۔ مصطفیٰ نقوی ایک دم کھڑے ہوئے اور یحییٰ کے پاس آ کر رک گئے۔ کمرے میں موجود سب لوگ اس انتظار میں تھے کہ اب کیا ہو گا۔ مصطفیٰ نقوی نے یحییٰ کا وہ ہاتھ تھاما جس پر ڈرپ لگی تھی اور اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں دبایا۔

"یحییٰ! میں نے تمہیں ہمیشہ غلط سمجھا مجھے معاف کر دینا۔ تم نے آج ثابت کر دیا کہ رشتوں کا مان کیسے رکھا جاتا ہے۔ میری بیٹی تمہاری امانت ہے، اب یہ تمہاری ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں"

مصطفیٰ نقوی کے ان الفاظ نے وہاں موجود ہر شخص کو حیران کر دیا۔ ماہا کا دل زور سے دھڑکا، جتنی تکلیف اسے ملی تھی اب وہ مزید اذیت نہیں لینا چاہتی تھی اس سے پہلے کہ یحییٰ اسے ٹھکرا دے وہ بولی تھی۔۔

"بابا ہمیں اس شخص سے کوئی رشتہ نہیں کرنا ہے اور جب آپ جانیں گیں
اس نے کیا کیا ہے اپ اس کی شکل دیکھنا بھی پسند نہیں کریں گیں"

ماہا نے کڑوے لہجے میں کہا اب وہ اس شخص سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی تھی جس نے اسے برباد کیا تھا اس کی بات پر وہاں موجود سب لوگ حیران ہو گئے تھے وہ تو دیوانی تھی نہ اس کی تو پھر کیوں منع کر رہی تھی؟ ماہا کے ان الفاظ نے وارڈ میں موجود ہر شخص کو ساکت کر دیا تھا۔ فضا میں طاری وہ سکون، جو مصطفیٰ نقوی کے فیصلے کے بعد ابھرا تھا، ایک دم بکھر کر رہ گیا۔ یحییٰ، جو کچھ دیر پہلے اپنی آنکھوں میں ایک مدھم سی امید لیے ماہا کو دیکھ رہا تھا، وہ اسے معاف کر دی گئی لیکن اس کے جملے کی کاٹ سے جیسے وہ اندر تک چھلنی ہو گئی ہو اس کے چہرے کی زردی میں مزید اضافہ ہو گیا اور اس نے بے بسی سے ماہا کی طرف دیکھا، جس نے ابھی تک اپنی نظریں اس سے پھیر رکھی تھیں۔ وہ جو اس امید میں تھا کہ وہ اسے معاف کر دے گی لیکن اس کی اس بات پر اسے بلکل بھی امید نہیں تھی اب تو ہرگز نہیں تھی اس رشتے کی وجہ سے نہیں جو اس نے منع کیا تھا اس کے بعد تو اسے معافی کی کوئی امید نہیں تھی۔

"ماہا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو بیٹا یحییٰ نے تمھاری زندگی بچائی ہے؟"
مصطفیٰ نقوی نے حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات سے اپنی بیٹی کو دیکھا۔

"زندگی نہیں دی بابا! اس نے صرف اپنا وہ گناہ چھپانے کی کوشش کی ہے جس کی وجہ سے میں اس حال میں پہنچی ہوں۔"
ماہا نے کرب سے چلا کر کہا، اس کی آواز میں موجود دکھ نے ماہنور بیگم کا کلیجہ چیر دیا جبکہ اس کی بات پر سب لوگ حیران ہو گئے تھے باقی سب لوگ جو کہ ں ماہر تھے وہ بھی اندر آ گئے تھے۔۔۔

"آپ اسے مسیحا سمجھ رہے ہیں؟ آپ کو معلوم ہے کل رات کچن میں کیا ہوا تھا؟ جب میں فرش پر تڑپ رہی تھی، جب کانچ کے ٹکڑے میرے وجود میں اتر رہے تھے، یہ شخص وہاں موجود تھا۔ اس نے جانے کے بعد میری طرف دیکھا تک نہیں میری سسکیاں سنیں، مگر یہ مجھے تڑپتا چھوڑ کر چلا گیا کیونکہ اس کے نزدیک میری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ تو اب کیوں مجھے خون دیا کہ جب میں نے ایسے کہا یہ میرے لیے آئے ہیں اس نے منع کر دیا کہ رات ایک بار پھر اس نے میری محبت کو ٹھکرا دیا اور اسی کی وجہ سے اج میں اس حال میں ہوں"

وارڈ میں جیسے بم پھٹا ہو۔ ساجد نقوی کے ہاتھ سے یحییٰ کا ہاتھ چھوٹ گیا۔ سید سائیں نے صدمے سے یحییٰ کی طرف دیکھا، جس نے اب ندامت سے اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔ سردار موسیٰ کی مٹھیاں بھنچ گئیں، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یحییٰ اتنا بے حس ہو سکتا ہے۔

"یحییٰ! کیا ماہا بیٹی سچ کہہ رہی ہے؟"

ساجد نقوی کی آواز میں گرج تھی، وہ اپنے بیٹے کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ یحییٰ خاموش رہا، اس کی خاموشی ماہا کے ہر لفظ کی تصدیق کر رہی تھی وہ جانتے تھے وہ بچی جھوٹ نہیں بول رہی لیکن پھر بھی ایک بار اس کی منہ سے تصدیق چاہتے تھے۔

"بولو یحییٰ! کیا تم نے واقعی ماہا کو اس حال میں تڑپتا چھوڑا تھا؟"

ساجد نقوی نے اس کی طرف دیکھ اب کی بار غصے سے کہا۔

"مجھ سے۔۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی بابا"

یحییٰ نے لرزتے لبوں سے صرف اتنا کہا اس کی تصدیق پر ایک بات پھر ماحول میں سناٹا چھا گیا ماہا کی سسکیوں کی آواز تھی اب وہ مزید اپنی تذلیل نہیں کروانا چاہتی تھی۔

"غلطی؟"

ماہا نے تلخی سے ہنستے ہوئے کہا،اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔

"میں آپ کے لیے اپنے بابا کے خلاف چلی گئی کسی کی بھی پرواہ نہیں کی بابا نے مجھے چھوڑ دیا میری حالت دیکھنے کے بعد بھی اپ کو مجھ پر کچھ ترس نہیں آیا آپ بھی اس عزیت سے گزرے تھے اس بات کا خیال کر لیتے یہ کتنا تکلیف دے ہے اور مجھ پر رحم کھا لیتے"

وہ سسکیوں سے بول رہی تھی سب لوگ خاموش تھے کیوں کہ یحییٰ اس کا مجرم تھا اور کوئی ان دونوں کے درمیان نہیں بول سکتا تھا ماحول میں بس ایک خاموشی تھی۔۔

"بھائی"

روتے ہوئے ماہانے سردار موسیٰ کو بلایا سردار موسیٰ اس کے پاس گئے تھے ماہانے اپنی انگوٹھی جو کہ اسے اس دن پہنائی گئی تھی جب اسے یحییٰ کا کیا گیا تھا وہ سردار موسی کے ہاتھ پر رکھی تھی۔

"آپ کی بات کا میں احترام کرتی ہوں اپ کی بھی مرضی تھی اس میں مگر اب مزید نہیں ہو گا میں اپنے ماما بابا کے ساتھ جانا چاہتی ہوں"

سردار موسیٰ نے وہ رنگ کے لی اور اس کے ماتھے پر سر رکھا اس کے پاس کوئی الفاظ نہیں تھے وہ اپنی بہن کی حفاظت نہیں کس سکا تھا سب لوگ خاموش تھے وہاں سے ہر کوئی چلا گیا تھا یحییٰ سے اس کے بعد کسی نے بھی بات نہیں کی تھی مصطفیٰ نقوی اس ماہنور بیگم نے بھی اس کے بعد اسے نہیں دیکھا تھا وہ بھی چلے گئے کیوں کہ ماہا کو آرام کی ضرورت تھی وہ آنکھیں موند گئی تھی اس وقت وہ دونوں تھے وارڈ میں ماہا کی آنکھیں بند اور وہ ماہا کو دیکھ رہا تھا کتنے زخم تھے اس کے وجود پر اس نے بھی تکلیف سے زور سے انکھیں بند کر لی۔۔

سب لوگ ہوسپٹل سے آ گئے تھے یحییٰ کو بھی ڈسچارج کر دیا گیا تھا بس اچھی ڈائیٹ کا کہا گیا تھا ویسے تو اسے انرجی کی ڈرپس بھی لگا دی تھی جس وجہ سے اب اسے کمزوری اتنی زیادہ محسوس نہیں ہو رہی تھی اس سے سب لوگ حویلی کے زنان خانے میں تھے اور حویلی کی فضا میں خاموشی کا راج تھا سب لوگ ہی ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔

"اللہ کا شکر ہے ماہا بچی ٹھیک ہے"
کنزہ بیگم نے کہا تھا کیوں کہ وہ حد سے زیادہ پریشان تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی ان کے بیٹے کی وجہ سے کوئی اپنی جان سے جائے۔۔

"یہ تو اللہ نے کرم کیا ہے ورنہ ہمارے بیٹے نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اس معصوم کی جان لینے میں"

ساجد نقوی سختی سے بولے تھے جبکہ ان کے یہ سخت الفاظ یحییٰ کے دل کو چیر رہے تھے۔۔

"اس بارے میں کوئی بات نہیں ہو گی ساجد"
سید سائیں نے سختی سے کہا تھا کیوں کہ وہ اپنے پوتے کو سمجھتے تھے اگر اس کے دل میں محبت کا کوئی پھول کھلا ہی نہیں تھا تو وہ کیسے ایک لڑکی کی ساری زندگی برباد کر دیتا۔۔

"کیوں اس سے پوچھیں نہ سید سائیں اس نے اس معصوم کے ساتھ ایسا کیوں کیا اگر وہ اس سے محبت کرتی تھی تو یہ منع کرتا آ رہا تھا لیکن اس کی یہ حالت"
ہاشم کو بھی اب کی بار غصہ آیا تھا وہ اس سے چھوٹا تھا لیکن ناچاہتے ہوئے بھی وہ بول رہا تھا۔۔

"آپ نے دیکھی تھی نہ اس کی حالت کیسی تھی"

روح نے بھی سوال کیا تھا جبکہ سردار موسیٰ نے اسے انکھوں کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا تھا۔ زنان خانے کے وسیع ہال میں بیٹھے تمام افراد کے چہروں پر کرب اور پشیمانی کی لہریں واضح تھیں۔ یحییٰ صوفے کے ایک کون پر بیٹھا سر جھکائے اپنی ہتھیلیوں کو دیکھ رہا تھا، یہاں موجود ہر کوئی اسے ماہا کا مجرم سمجھ رہا تھا لیکن وہ مجرم نہیں تھا کیوں کہ وہ زبردستی کسی کو چاہ نہیں سکتا تھا۔۔

"اب خاموش کیوں ہیں جواب دیں نہ"

جس لڑکی کے لیے اس نے اس معصوم کو چھوڑا اور اس کی ایسی حالت ہو گئی آج اسی کو یوں زہر بنتا دیکھ کر یحییٰ کے دل میں تکلیف ہو رہی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں تھے۔

"روح! خاموش ہو جاؤ،"

سردار موسیٰ کی آواز میں دبی دبی سختی تھی، اسے خاموش نہ ہوتا دیکھ کر اسے مجبوراً روح کو سب کے سامنے ٹوکنا پڑا تھا مگر روح آج خاموش ہونے والی نہیں تھی۔۔

"کیوں خاموش ہو جاؤں موسیٰ؟"

روح نے تڑپ کر کہا، اس کی آنکھوں میں ماہا کے لیے ہمدردی کے آنسوں امڈ آئے۔

"جس لڑکی نے اس شخص کو اپنا مانا، جس نے ان کی ایک مسکراہٹ کے لیے اپنی ہستی مٹانے کی کوشش کی، اسے اس حال میں چھوڑ کر چلے جانا کہاں کی انسانیت ہے؟ کیا محبت نہ کرنا کسی کی جان لینے کا لائسنس دے دیتا ہے؟"

یحییٰ نے پہلی بار نظریں اٹھا کر روح کو دیکھا۔ اس کی اپنی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"روح۔۔۔ میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ مجھے لگا وہ ہمیشہ کی طرح جذباتی ہو کر روکنے کی کوشش کر رہی ہے۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ پیچھے وہ اس حال میں گری ہے۔"

اس کی آواز لرز رہی تھی وہ کچھ بولنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن پھر بھی اس نے کہا۔

"آپ کو کیسے پتہ نہیں چلا ایک وجود گرا ہے اور اپ کہہ رہے ہیں اپ کو پتہ نہیں چلا"
روح نے تلخی سے کہا اس کی انکھوں میں تلخی تھی۔۔

"روح خاموش ہو جاؤ جب بڑے یہاں موجود ہیں تو تمہارا بولنے کا کوئی جواز نہیں"
سردار موسیٰ نے اس کو بولتا دیکھ کر اب کی بار سختی سے کہا تھا تو روح نے سردار موسیٰ کی جانب دیکھا۔۔

"کیوں خاموش ہوں میں یہاں کی سردارنی ہوں اور یہاں اگر کسی لڑکی کے ساتھ کچھ غلط ہو گا تو مجھے بولنے کا پورا پورا حق ہے اور آپ کیوں بھول رہے ہیں یہ حق اپ نے مجھے خود دیا ہے"

روح کا اس انداز میں بات کرنا سردار موسیٰ کو بلکل بھی پسند نہیں ایا تھا اس لیے وہ اس کی طرف آرہا تھا سردار موسیٰ کے قدموں کی چاپ اور اس کے چہرے پر ابھرتی سختی نے ہال میں موجود ہر شخص کو سہمنے پر مجبور کر دیا۔ وہ روح کے بالکل سامنے آکر رکا، اس کی گہری نظریں روح کی آنکھوں میں گڑی تھیں جہاں غصہ اور ہمدردی ایک ساتھ رقص کر رہے تھے۔

"حق دیا ہے روح، لیکن اس حق کو استعمال کرنے کا سلیقہ نہیں سکھا شاید تم نے"

موسیٰ کی آواز دھیمی مگر کسی برفانی ہوا کی طرح سرد تھی۔

"اپ دونوں ہی خاموش ہو جائیں میری وجہ سے نا لڑیں"

یحییٰ نے سردار موسی اور روح کو لڑتے دیکھ کر کہا ان کے درمیان اس کی وجہ سے لڑائی کا بہت امکان تھا روح اور سردار موسی دونوں نے ہی اسے دیکھا۔

"آپ کو ہماری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ نے جو کیا ہے ماہا کے ساتھ یہاں موجود ہر افراد جانتا ہے"
روح کی آواز میں تلخی تھی اور وہ کسی کا بھی لحاظ کیے بغیر بول رہی تھی۔۔

"بہت ہوا ہے روح میں جانتا ہوں میں نے ماہا کے ساتھ غلط کیا ہے لیکن کوئی یہ نہیں دیکھ رہا جو سب میرے ساتھ ہوا ہے"
یحییٰ سے اب مزید برداشت نہیں ہوا تھا اس لیے اسنے نا چاہتے ہوئے بھی غصے سے کہا۔۔

"یحییٰ میری بیوی سے بات کر رہے ہو تم تمیز کا دائرہ مت بھولو"

اس کا لہجہ دیکھ کر سردار موسی نے غصے سے کہا ایک تو اس کا روح کو خالی روح بلانا پسند نہیں ایا تھا۔۔

"میں کچھ بھی نہیں بھولا تمہاری بیوی ہی کب سے بول رہی ہے"

یحییٰ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے کہہ رہا تھا کیوں کہ اس لیے لیے کھڑا ہونا مشکل تھا اتنا خون دینے کے بعد۔۔

"بس کرو تم تینوں"

سید سائیں یہ برداشت نہیں ہوا تھا کہ اس کے ہوتے ہوئے اس کے بچے یوں لڑ رہے ہیں اس لیے وہ روبدار لہجے میں غصے سے بولے۔۔

"میں تو خاموش ہی ہوں سید سائیں پر کسی کو یہ لگتا ہے میں نے غلط کیا ہے لیکن کوئی یہ کیوں نہیں دیکھ رہا کہ میرے ساتھ کیا کیا ہوا ہے"

وہ بولا تو سب لوگ ہی خاموش ہو گئے اس کی اواز میں نمی تھی درد تھا۔

"ریپ کا جھوٹا الزام مجھ پر لگایا گیا حویلی سے بھی نکالا گیا اس کے بعد اگر محبت ہوئی تو وہ چھین لی گئی"

اس کی محبت والی بات سر سردار موسیٰ نے سختی سے اپنی مٹھیاں بند کی تھی روح کے سامنے آ گیا تھا سردار موسیٰ۔۔

"اور اس کے بعد جب میں ٹوٹا ہوا ہوں بکھرا ہوا ہوں تو آپ یہ امید لگا کر بیٹھیں کہ میں برباد انسان کسی لڑکی کو ابادر کھ سکتا ہوں؟ میں نے کبھی کوئی امید نہیں دلائی ہے ماہا کو اس نے خود سے کیا ہے جو کیا ہے میری طرف سے اسے کوئی امید نہیں دی گئی ہے رات بھی اس نے یہی بات کی تھی میں نے منع کر دیا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم تھا وہ یوں بے ہوش ہو جائے گی میں مزید اس کی اذیت کی وجہ نہیں بننا چاہتا تھا اس لیے وہاں سے چلا گیا اس کے بعد بھی مجھے لگا میری وجہ سے اس کی یہ حالت ہے میری وجہ سے اس نے خود کو برباد کر دیا اس لیے میں نے اسے اپنا خون دے کر بچایا لیکن اس نے تو مجھے معاف بھی نہیں کیا حالانکہ میں نے اس سے کوئی وعدے کوئی محبت کچھ بھی نہیں کیا تھا"

یحییٰ روتے ہوئے کہہ رہا تھا اج پہلی بار سب لوگ اس کی انکھوں میں آنسوں دیکھ رہے تھے وہ تو تب نہیں رویا تھا جب روح کسی اور کی ہوئی تھی لیکن اج شاید یہ درد اس کے برداشت سے زیادہ ہو گیا تھا اور اس کی انکھوں سے انسوں نکل رہے تھے وہ وہاں سے اٹھ کر باہر کی طرف چلا گیا تھا سب نے اسے بلایا تھا لیکن اس نے کسی کی بھی نہیں سنی تھی اور وہاں سے چلا گیا تھا۔۔

"یا اللہ پتہ نہیں کہاں گیا ہے یہ"
آیت بیگم نے پریشانی سے کہا ان کے لیے حویلی کا ہر بچہ موسی کندیل اور نور کی طرح ہی تھا اس لیے وہ تڑپ کر بولی۔۔

"موسی اس کے پیچھے جاؤ اس کی حالت تم نے دیکھی ہے نا اگر اسے کچھ ہو گیا تو ہم برداشت نہیں کر پائیں گے"

سید سائیں تڑپ کر بولے تو وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے جا چکا تھا باقی سب لوگ بس خاموش بیٹھے تھے کوئی کچھ بھی نہیں بولا۔۔



سردار موسیٰ تیزی سے حویلی کے بیرونی گیٹ کی طرف لپکا، جہاں سے یحییٰ ابھی ابھی نکلا تھا۔ اس کے دل میں غصہ اور فکر کی ایک عجیب سی جنگ جاری تھی۔ یحییٰ کی باتیں اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اس نے پہلی بار یحییٰ کا وہ روپ دیکھا تھا ایک ٹوٹا ہوا، ہارا ہوا انسان جو اپنی صفائیاں دیتے دیتے تھک چکا تھا۔ وہ دونوں بہت اچھے دوست تھے تقریباً ہم عمر تھے دونوں کی عمر میں بس 1 سال کا فرق تھا تو بہت اچھی بنتی تھی لیکن جب سے وہ حویلی چھوڑ کر گیا تو سب جیسے بکھر گیا اور جب واپس آیا اس کے دل میں روح کے لیے محبت ان دونوں کے درمیان بہت کچھ خراب ہو گیا۔

باہر اندھیرا پھیل چکا تھا اور ٹھنڈی ہوا کے جھونکے درختوں کے پتوں سے ٹکرا کر ایک عجیب سی سائیں سائیں پیدا کر رہے تھے۔ دونوں اطراف پر صرف جنگل تھے اسے یحییٰ کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا تھوڑا دور جانے پر سے کی نظر یحییٰ پر گئی تھی جو کہ ایک پتھر پر بیٹھا ہوا تھا اس کے کندھے بری طرح لرز رہے تھے۔ یحییٰ نقوی، جو کبھی غرور کی علامت تھا، آج

اپنی ہی نظروں میں گر چکا تھا جس طرح اس نے اپنا نام بنایا بزنس کی دنیا میں جگہ بنائی مضبوط شخص یہ ویحییٰ تو تھا ہی نہیں موسیٰ خاموشی سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ یحییٰ نے چونک کر سر اٹھایا، اس کا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور آنکھوں میں موجود لالی اس کی جسمانی کمزوری اور ذہنی اذیت کا پتا دے رہی تھی۔

"چلو یحییٰ، یہاں سے تمہاری حالت ٹھیک نہیں ہے۔"
موسیٰ نے نرمی سے کہا۔

"نہیں موسیٰ! مجھے یہی رہنے دو جہاں میں ہوں۔"
یحییٰ نے نظریں چرا لی اور اہستہ سے بولا تھا۔۔

"یہاں رہنا تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے"

سردار موسیٰ نے اس کے ساتھ ہی وہی بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں وہاں نہیں جانا چاہتا سب لوگ مجھے مجرم سمجھتے ہیں جبکہ میں ایسا نہیں ہوں اور نہ ہی میں نے کسی کو کوئی امید دی ہے جو بھی تھا اس نے وہ سب اپنے ساتھ خود کیا میں اسے محبت کی جھوٹی کرن کیسے دیتا لیکن سب لوگ مجھے کیوں مجرم سمجھ رہے ہیں"

اس نے سردار موسی کی طرف دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"میں جانتا ہوں تم ایسے نہیں ہو۔ حالات نے تمھیں قصوروار بنا دیا۔ لیکن ماہا کا کیا قصور تھا؟ اس نے تو صرف تم سے محبت کی تھی۔"

سردار موسیٰ اسے دیکھ کر بول رہا تھا کیوں کہ ماہا کا بھی تو کوئی قصور نہیں تھا۔

"یہی تو اس کا سب سے بڑا قصور تھا موسیٰ! اس نے ایک مردہ انسان سے زندگی مانگی تھی۔"

یحییٰ نے تلخی سے کہا اور وہ سردار موسی کو دیکھ رہا تھا سردار موسیٰ بھی خاموش رہا تھا کیوں کہ زبردستی تو محبت نہیں کی جاسکتی تھی۔۔۔

"جس کے پاس خود کچھ نہ ہو، وہ دوسروں کی جھولی کیا بھرے گا؟ میں نے اسے مارنا نہیں چاہا تھا، میں صرف اس سے دور بھاگنا چاہتا تھا کیونکہ میں نہیں چاہتا تھا وہ مجھ سے کوئی امید لگالے لیکن پھر بھی وہی ہو جس کا ڈر تھا اس نے خود کو برباد کر لیا میرے لیے"

یحییٰ نے بے بسی سے کہا تھا وہاں اس کو قصور وار اور گناہ گار بنایا جا رہا تھا جہاں وہ تھا ہی نہیں۔ سردار موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور یحییٰ کے ہاتھ کو اپنے مضبوط ہاتھ میں تھام لیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت یحییٰ کو طعنوں کی نہیں بلکہ ایک ایسے سہارے کی ضرورت ہے جو اسے ملامت کے اس گرداب سے نکال سکے۔

"یحییٰ! میری طرف دیکھو۔"

موسیٰ نے اس کے چہرے کے سامنے آ کر نہایت دھیمے اور پر اثر لہجے میں کہا۔

"محبت زبردستی نہیں کی جاتی، یہ سچ ہے۔اور تم نے اسے کوئی امید نہیں دی، یہ بھی حقیقت ہے۔ لیکن میرے بھائی، انسان کبھی کبھی اپنے عمل سے وہ کہہ جاتا ہے جو وہ زبان سے نہیں کہنا چاہتا۔ماہا نے تمہاری خاموشی میں بھی امید ڈھونڈ لی تھی، اور یہی اس معصوم کی خطا تھی۔"

سردار موسیٰ نے اسے دیکھ کر کہا یحییٰ نے موسی کو دیکھا لیکن اس نے تو اسے کوئی امید نہیں دلائی بلکہ اسے صاف منع کر دیا تھا۔

"موسیٰ! میں تھک گیا ہوں صفائیاں دیتے دیتے"

یحییٰ نے بے بسی سے سر پیچھے پتھر سے ٹکا دیا۔

"ماہا کو میں نے کوئی امید نہیں دلائی پھر بھی مجھے لگا میری وجہ سے اس کے ساتھ یہ سب ہوا ہے تو میں نے اسے بچانے کے لیے اپنی جان بھی داؤ پر لگا دی لیکن وہ مجھے معاف نہیں کر رہی پھر بھی"

اس نے بے بسی سے کہا جیسے ماہا کی معافی اس کے لیے بہت ضروری ہو۔

"اسے وقت دو یحییٰ۔ وقت سب سے بڑا مرہم ہے اس کا بھی دن ٹوٹا ہے آہستہ آہستہ وہ تمھیں معاف کر دے گی"
موسیٰ نے اسے سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی۔

"اور رہی بات حویلی کی، تو وہاں تمہارا خاندان ہے، تمہارے اپنے ہیں تائی امی تمھارا انتظار کر رہی ہیں تایا اں وغصے میں ضرور ہیں کیوں کہ ان کا خون کھول رہا ہے اپنی بیٹی جیسی بھتیجی کے لیے، اور دادا جان وہ تمہاری راہ تک رہے ہیں۔ کیا تم چاہتے ہو کہ وہ اس عمر میں تمہارے غم میں ہلکان ہوں؟ پہلے ہی وہ اذیت برداشت کر چکے ہیں"
یحییٰ خاموش رہا، اس کی آنکھوں کے گوشے اب بھی نم تھے۔

"اٹھو! ایک مردِ آہن بنو یحییٰ نقوی جانتا ہوں تم ٹوٹے ہوئے ہو بکھرے ہوئے ہو لیکن مضبوط بننے کی ضرورت ہے بزنس کی دنیا تم سے کانپتی ہے اور تم یہاں ایک پتھر پر بیٹھ کر اپنی تقدیر کو رو رہے ہو؟ حویلی چلو، سب کا سامنا کرو، بھاگنا بزدلوں کا کام ہے اور تم بزدل نہیں ہو۔"

موسیٰ کے لہجے میں اب وہی سرداری رعب تھا جس نے یحییٰ کے اندر سوئی ہوئی ہمت کو جھنجھوڑ دیا۔ یحییٰ نے ایک نظر موسیٰ کے مخلص چہرے پر ڈالی۔ اسے محسوس ہوا کہ اس اندھیری رات میں موسیٰ ہی وہ واحد شخص ہے جو اسے مجرم نہیں بلکہ ایک زخمی انسان سمجھ رہا ہے۔ اس نے دھیرے سے سر ہلایا اور موسیٰ کا ہاتھ تھام کر کھڑا ہو گیا۔ کمزوری اب بھی اس کے وجود میں تھی، لیکن موسیٰ کے سہارے نے اسے گرنے نہیں دیا۔ وہ سردار موسی جو کبھی اسے غصے سے دیکھتا تھا آج اس کا سہارا بنا ہوا تھا وہ ویسا بلکل بھی نہیں تھا جیسا دیکھتا تھا۔ دونوں خاموشی سے حویلی کی طرف بڑھنے لگے۔ راستے بھر موسیٰ اسے سمجھاتا رہا کہ اسے اب صبر سے کام لینا ہو گا۔

💗💗

اس واقعے کو ہوئے تین دن ہو گئے تھے ماہا کو بھی ان ڈسچارج کر دیا گیا تھا ہوسپٹل سے اب اس کی طبیعت کافی بہتر تھی سب لوگ ہی اس سے ملنے کے لیے ہاسپٹل آئے تھے اس وقت بھی جب مصطفیٰ نقوی اور ماہنور بیگم کے ساتھ وہ گھر آئی تو حویلی کے سبھی افراد اس کے گھر پر اس کے استقبال کے لیے موجود تھے وہاں ہر کوئی اپنا تھا اور ایک دوسرے کا دیکھ سمجھتا تھا۔۔

"ویلکم ہوم"

سردار موسیٰ نے آگے بڑھتے اس کے اوپر گلاب پھینکتے کہا تو وہ مسکرائی۔۔

"تھینک تو بھائی"

ماہا نے ہلکا سا مسکرا کر جواب دیا۔۔

"اب کیسی ہے میری نواسی"
سید سائیں نے بھی مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"جی ٹھیک ہوں سید سائیں"
وہ مسکرا کر بولی تھی آیت بیگم نے آگے بڑھ کر ماہنور بیگم کے ساتھ ماہا کو تھام کر وہاں موجود صوفے پر بیٹھایا تھا۔۔ماہا کے چہرے پر اگرچہ اب بھی تھکن کے آثار تھے، لیکن اپنوں کے درمیان خود کو پا کر اس کے دل کا بوجھ قدرے ہلکا ہو رہا تھا۔ حویلی کے سبھی مرد اور خواتین اس کے گرد جمع تھے، ہر چہرہ اس کی سلامتی پر شکر گزار نظر آتا تھا۔

"اب بس جلدی سے صحت مند ہونا ہے، ہم پھر مل کر بہت مستی کریں گیں"

کنزہ بیگم نے ماہا کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں اب بھی یحییٰ کے رویے پر تھوڑی سی شرمندگی تھی، لیکن وہ اس وقت ماحول کو بوجھل نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ اسی دوران دروازے پر ایک دستک ہوئی اور سب کی نظریں اس طرف اٹھیں۔ یحییٰ نقوی ہاتھ میں ایک خوبصورت گلدستہ لیے دہلیز پر کھڑا تھا۔ ان تین دنوں میں وہ خود بھی کافی نڈھال ہو چکا تھا، لیکن آج وہ ہمت جمع کر کے یہاں آیا تھا۔ اسے دیکھتے ہی ماہا کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی اور اس نے فوراً نظریں جھکا لیں۔

یحییٰ خاموشی سے چلتا ہوا اندر آیا۔ کمرے میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ اس نے گلدستہ میز پر رکھا اور ماہا کے سامنے صوفے کے قریب آ کر رک گیا۔

"کیسی ہو اب؟"

یحییٰ کی آواز میں وہی مدھم سا کرب تھا۔ماہا نے کوئی جواب نہیں دیا، جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔ مصطفیٰ نقوی کو بھی اس کا آنا اچھا نہیں لگا لیکن وہ سب کی موجودگی دیکھ کر خاموش رہے۔

"میں جانتا ہوں تم مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتیں،اور تمہارا حق بھی ہے... لیکن میں صرف یہ کہنے آیا تھا کہ میں تمہارا مجرم ہوں، ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا اور اگر کبھی بھی ضرورت ہو تو میں ہر وقت حاضر ہوں" ماہا نے پہلی بار نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں اب وہ دیوانگی نہیں تھی، بلکہ ایک ٹھہراؤ تھا جو تکلیف سے پیدا ہوتا ہے۔

"مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے یحیی بھائی اور میں نے آپ کو معاف کر دیا ہے جو کچھ ہوا، اسے میں نے اپنے رب کے سپرد کر دیا ہے۔اب میرے لیے صرف میرا سکون اور میرے ماں باپ اہم ہیں۔"

اس نے 'بھائی' کا لفظ اتنے اعتماد سے استعمال کیا کہ یحییٰ کے دل میں جیسے کوئی نشتر سا پیوست ہو گیا۔ یہ لفظ اس دوری کی مہر تھی جو ماہا نے اب ان کے درمیان کھینچ دی تھی۔

"یحییٰ اسے آرام کی ضرورت ہے"

ساجد نقوی نے کہا تو یحییٰ نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک آخری نظر ماہا پر ڈال کر باہر نکل گیا۔ باقی سب وہی موجود تھے جبکہ وہاں موجود ہر کوئی حیران تھا ماہا نے کیسے یحییٰ کو بھائی کہا تھا لیکن کوئی کچھ نہیں بولا بس خاموش رہا۔۔

"بیٹا جو ہوا ہم اسکے لیے شرمندہ ہیں"

یحییٰ کے جانے کے بعد ساجد نقوی نے کہا تھا۔

"نہیں تایا ابو اس کی ضرورت نہیں ہے"
وہ فوراً سے بولی تھی کسی کو بھی اپنے سامنے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔

"ماہا بچے میں جانتا ہوں جو کچھ بھی تمہارے ساتھ ہوا ہے لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے تو اب میری شادی پر تمھیں انا بڑے گا"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تھا اس کی بات پر ماہا نے ہلکا سا مسکرا کر انھیں دیکھا۔۔

"لیکن اس کی طبیعت بیٹا"
ماہنور بیگم نے پریشانی سے کہا۔۔

"کچھ نہیں ہو گا پھوپھو ہم ہیں نہ اس کا خیال رکھنے کے لیے"
روح نے مسکرا کر کہا تو ماہنور بیگم بھی خاموش ہو گئی۔

"ویسے اس میں ہمارے یحییٰ کی تو کوئی غلطی نہیں تھا ڈے فضول میں اتنا بولا جا رہا ہے"

نادیہ بیگم نے اپنی عادت کے تحت بات کی تھی ان کی بات پر سب نے ہی اس کی طرف دیکھا۔

"سب کو چھوڑو ماہا تمھارے لیے تو ہم نے ڈریس بھی دیکھ لیا ہے"

حفصہ نے ماحول کو سنبھالتے ہوئے ہنس کر کہا تھا۔۔

"اور آج کے فنکشن کا ڈریس میں نے اپنی گڑیا کے لیے خود لیا ہے"

عدنان بھی مسکرا کر بولے تھے وہ سب کی محبت دیکھ کر مسکرا رہی تھی آج حویلی میں مہندی کا فنکشن تھا کیوں کہ کچھ دنوں میں ان کی وکیشنز ختم تھی تو شادی ہونا ضروری تھی پھر چھٹیاں بھی نہیں ملنی تھی کیوں کہ سب کے ایگزامز ہونے والے تھے۔۔ماہا کی آنکھوں میں عدنان کی بات سن کر چمک آگئی اسے شدت سے احساس ہوا کہ یحییٰ کی بے رخی کے باوجود یہ خاندان اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ساجد نقوی اور ماہنور بیگم بھی بچوں کی ان باتوں پر تھوڑا پر سکون ہوئے تھے اور ماہا سب کچھ بھلا کر آگے بڑھنا چاہتی تھی۔

"عدنان بھائی! آپ کی پسند تو ہمیشہ سے ہی لاجواب ہے کیوں"
ماہا نے مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا کیوں کہ ماہا کا اشارہ حفصہ کی طرف تھا اس کی اس بات پر سب لوگ ہی مسکرائے تھے اور حفصہ شرما رہی تھی جبکہ اس کی بات پر نادیہ بیگم اور گلناز کا منہ بن گیا تھا۔

"بس اب کوئی بحث نہیں ہو گی، ماہا تیار ہو گی اور ہمارے ساتھ فنشکن میں شامل ہو گی ڈاکٹر نے آرام کا کہا ہے، بیڈ ریسٹ کا نہیں۔ ہم سب مل کر اس کا خیال رکھیں گیں"

حنان نے حتمی انداز میں کہا تو سب ہی ہنس دیے نادیہ بیگم کے زہریلے جملے کو سب نے نظر انداز کر دیا تھا، کیونکہ اس وقت سب کی ترجیح ماہا کی مسکراہٹ کو واپس لانا تھا۔

"تو تیار ہو تم واپس حویلی چلنے کے لیے"

روح نے مسکرا کر اس کے پاس اتے ہوئے کہا تو ماہا کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ غائب ہو گئی وہ جگہ جہاں اس نے اتنا کچھ برداشت کیا وہاں واپس جانا تھا لیکن ناچاہتے ہوئے بھی وہ مکسر ذ گئی تھی کیوں کہ اب وہ مزید کسی کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی سب ہی اب صحیح تھا لیکن شاید ماہا اور یحییٰ کے لیے نہیں تھا ایک طرف حویلی میں خوشیاں تھی تو ایک طرف کچھ لوگوں کے دلوں میں درد تھا۔۔

حفصہ کمرے میں کچھ ڈھونڈ رہی تھی اسے اس بات کا بھی ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں عدنان نہ آجائے اگر وہ اگیا تو اس کا یہاں سے جانا مشکل ہو جانا تھا۔

"کہاں رکھ دیا تھا میں نے"

وہ اپنی جیولری کھول کر بیٹھی تھی اسے اپنے ڈریس کے ساتھ میچنگ جیولری نہیں مل رہی تھی اج حویلی میں مایوں کا فنکشن تھا ان دونوں کا مایوں کا فنکشن ایک ساتھ تھا کیوں کہ نکاح ہو گیا تھا تو اس لیے سید سائیں بھی مان گئے تھے انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا ہلدی ان دونوں کو ساتھ لگنی تھی اس کے بعد مرد حضرات مردوں کی سائیڈ پر چلے جانے تھے۔

"مل گیا شکر ہے"

وہ جیولری نکال کر بولی تھی اور وہ دروازے کی طرف بھی دیکھ رہی تھی کہیں عدنان نہ آجائے اس نے سب کچھ وہی بیڈ پر چھوڑا اور جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی تھی وہ دروازے کی طرف بڑھی ابھی باہر نکلنے کی لگی تھی کہ عدنان اندر داخل ہوا تھا وہ اسے اگنور کر کے جانے لگی عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور اسے واپس اندر کیا کمرے کا دروازہ بند کر کے عدنان نے اسے دروازے کے ساتھ ہی لگا دیا تھا۔ عدنان کی اس اچانک حرکت پر حفصہ کا دل زور سے دھڑکا۔ اس کی آنکھوں میں گھبراہٹ صاف ظاہر تھی، جبکہ عدنان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اور آنکھوں میں گہری شوخی تھی۔

"کہاں بھاگنے کی تیاری ہو رہی ہے؟"

عدنان نے اس کے قریب جھکتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھا۔ حفصہ نے نظریں جھکا لیں، اس کا سانس پھولنے لگی تھی۔

"عدنان چھوڑیں مجھے، سب نیچے انتظار کر رہے ہوں گے اور ویسے بھی آج کے دن حویلی میں فنکشن ہے، اور اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا سوچے گا؟"

حفصہ نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر عدنان کی گرفت مضبوط تھی۔ عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور حفصہ کے مزید قریب ہوتے ہوئے شرارت سے مسکرایا۔

"ارے میری حفصہ! نکاح شدہ بیوی ہو میری، کوئی غیر نہیں جو کوئی کچھ سوچے گا۔ اور ویسے بھی، آج ہلدی ہاشم اور نور کی ہے، ہماری نہیں۔ ہمیں تو بس ان کی خوشیوں میں رنگ بھرنا ہے بعد میں چلیں جائیں گیں فحال ہم اپنی خوشیوں میں رنگ بھر لیتے ہیں"

عدنان نے اس کے ہاتھوں پر اپنی گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے کہا مگر اسے جانے کا راستہ نہیں دیا اس کی بات پر حفصہ شرما گئی تھی لیکن پھر بھی خود پر قابو رکھتے ہوئے اس نے بات ہی بدل دی تھی۔۔

"وہی تو کہہ رہی ہوں! ہاشم اور نور کی ہلدی ہے، سب انتظار کر رہے ہوں گیں نیچے میرا اور میں یہاں آپ کے ساتھ... عدنان پلیز!"
حفصہ نے التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا۔اس کے گالوں پر حیا کی لالی پھیل چکی تھی جو سفید رنگ کے جوڑے میں مزید نکھر کر سامنے آ رہی تھی۔

"فنکشن میں ابھی بہت ٹائم ہے تب تک ہم اپنی رنگیں بکھیر لیں گیں اس کے علاؤہ یہ کہ میں نے ایک بات کہی ہے جو کہ تم نے اگنور کر دی"
عدنان اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا تھا جبکہ اس کی زو معنی بات پر حفصہ تو شرم سے لال ہو رہی تھی۔۔

"ک۔۔کون سی بات؟"

حفصہ نے ہکلاتے ہوئے پوچھااور اس کی نظروں کے حصار سے بچنے کے لیے رخ موڑنا چاہا، مگر عدنان نے اس کے چہرے کے دونوں طرف دروازے پر ہاتھ جما کر اس کا راستہ مکمل مسدود کر دیا۔

"یہی... کہ ہم اپنی خوشیاں رنگین کر لیتے ہیں"

اس نے نہایت دھیمی اور گہری آواز میں کہا اس کی بات پر حفصہ اسے آنکھیں بھاڑے دیکھ رہی تھی کیوں کہ اس کی باتوں کا مقصد تو وہ جانتی ہی تھی۔

"عدنان کیا ہو گیا ہے سب نیچے ہیں"

حفصہ نے زرد چہرے کے ساتھ بات کی تھی۔۔

"وہی تو کہہ رہا ہوں سب نیچے ہیں ہم اوپر ہیں بہت کچھ ہو سکتا ہے"

عدنان نے ایک بار پھر شرارت سے کہا اس کی بات پر حفصہ کا دل کیا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے اس کا شوہر ہر وقت رومینٹک مونڈ میں ہی کیوں رہتا تھا۔ عدنان کی آنکھوں میں چمکتی شرارت حفصہ کے حواس مختل کر رہی تھی۔ اس نے ایک قدم اور قریب ہوتے ہوئے حفصہ کے ماتھے پر بکھری ایک لٹ کو انگلی سے پیچھے کیا، جس کے لمس سے حفصہ کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔

"عدنان... باز آجائیں، کوئی آجائے گا!"

حفصہ نے دبی دبی آواز میں احتجاج کیا، مگر اس کی آواز میں وہ سختی نہیں تھی جو عدنان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر پاتی۔

"آنے دو حفصہ کیوں کہ میرے سامنے میری بیوی ہے جس پر میرا پورا حق ہے۔ کیا تم بھول رہی ہو کہ تم میری قید میں ہو؟"

عدنان نے جھک کر اس کے کان کے پاس سرگوشی کی، جس پر حفصہ نے بے اختیار اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"قید نہیں... نکاح ہے ہمارا۔"

اس نے بمشکل لفظ ادا کیے اور اس کا جملہ درست کیا تھا۔

"وہی تو! قانونی اور شرعی طور پر بس میری ہو میری جان اور پھر میری ہی قید سے باہر جانا ہے"

عدنان نے ہنستے ہوئے کہا اور اب کی بار اس کا ہاتھ حفصہ کی کمر کے گرد لپٹ گیا، اسے اپنی جانب مزید کھینچا تھا حفصہ خاموش رہی اور بس اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"اور قیدیوں کو اتنی جلدی رہائی نہیں ملتی، خاص کر جب جیلر کا موڈ اتنا اچھا ہو، اور رومینٹک ہو"

عدنان نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے حفصہ نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی۔۔

"وہ نیچے"

حفصہ نے پھر سے کچھ بولنا چاہا اب کی بار عدنان اسے غصے سے دیکھ رہا تھا اور اس کے منہ پر انگلی رکھ دی۔۔

"بلکل خاموش میری جان تمھاری آواز نہ آئے اور فنکشن پر تم ٹائم سے پہنچ جاؤ گی اگر اس وقت اپنے شوہر پر دھیان دو"

عدنان نے اب کی بار سختی سے کہا اور اسے اپنی طرف مزید قریب کر لیا اب وہ دونوں بہت ہی زیادہ قریب تھے۔اس کے غصہ کرنے پر حفصہ خاموش ہو گئی تھی کیوں کہ اس کی ناراضگی دوبارہ سے حفصہ مول نہیں لے سکتی تھی اس کے بغیر تو حفصہ بھی خود کو نامکمل محسوس کرتی۔عدنان کا ایک ہاتھ اب اس کی گردن کے عقب میں تھا جہاں اس کی انگلیوں کے لمس سے حفصہ کے وجود میں جیسے بجلیاں دوڑ رہی تھیں۔اس کی تپتی سانسیں حفصہ کے گالوں کو چھو رہی تھیں، جس سے اس کی حیا اور گھبراہٹ دوچند ہو رہی تھی۔

"عدنان۔۔۔پلیز۔۔۔"

حفصہ نے بہت دھیمی آواز میں التجائیہ انداز میں کہا، لیکن اس کی آواز خود اس کی بے بسی کا پتا دے رہی تھی۔

"ششششش۔۔"

عدنان نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکا دی۔

"کتنی بار کہا ہے کہ جب ہم ساتھ ہوں تو کسی تیسرے کا ذکر نہ کیا کرو، چاہے وہ نیچے انتظار کرتے ہوئے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔"

اس نے حفصہ کے چہرے کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کی مخملی رنگت پر اپنی انگلیاں پھیرنے لگا۔ عدنان کی نظریں حفصہ کے لرزتے ہوئے گلابی لبوں پر ٹھہر گئیں، جہاں حیا اور خوف کی ایک عجیب سی جنگ جاری تھی۔ عدنان نے جھک کر اس کے ماتھے پر ایک طویل اور پر سکون بوسہ ثبت کیا، جس میں محبت کی شدت اور اپنائیت کا احساس تھا۔

"عدنان آپ بدل گئے ہیں پہلے کبھی ایسے نہیں تھے"

حفصہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے تھوڑا پیچھے دھکیلنے کی ناکام کوشش کی۔

"تم نے بدلا ہے حفصہ۔ تمہاری اس معصومیت نے مجھے اپنا اسیر بنالیا ہے۔"

عدنان نے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے لبوں سے لگالیا۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ تم اس سفید لباس میں کس قدر قیامت ڈھا رہی ہو۔ میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں یہیں چھپالوں، کسی کی نظر تم پر نہ پڑے۔"

وہ اب اس کے گال کے قریب جھکا اور اپنی دھڑکنوں کو بے ترتیب ہوتے محسوس کرتے ہوئے اس کے کان کی لو کے پاس سرگوشی کی۔

"اگر میں نے تمہیں جانے نہ دیا تو؟ کیا کرو گی؟"

اس نے ایک اور سرگوشی کی تو حفصہ نے گھبرا کر اسے دیکھا، اس کی آنکھیں نم ہونے کو تھیں۔

"عدنان، سب کیا سوچیں گے؟ وہاں ساری لڑکیاں میرا انتظار کر رہی ہوں گی"

عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے گرد حصار مزید تنگ کر دیا۔ اس نے حفصہ کے بالوں کی مہک کو خود میں اتارا اور پھر نہایت پیار سے اس کے گلے میں موجود نازک سی زنجیر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔ اس کا ہر لمس حفصہ کے دل کی دھڑکن کو بے قابو کر رہا تھا۔

"وہ سب سوچیں گے کہ عدنان اپنی بیوی کے ساتھ ہے، اور شوہر کا اپنی بیوی پر حق سب سے پہلے ہوتا ہے۔"

عدنان نے شرارت سے اس کی ناک کو چھوا اور پھر اس کے ہونٹوں کے عین قریب آ کر رک گیا۔

"اب خبردار تمھاری کوئی آواز آئی"

عدنان نے سختی سے کہا تھا حفصہ نے اپنی آنکھیں میچ لیں، اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ عدنان نے اس کی اس کیفیت کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور اسے اپنی باہوں کے مضبوط حصار میں لیتے ہوئے محبت کا وہ لمس دیا جس کی تپش حفصہ کو اپنے روح تک محسوس ہوئی۔ وہ اس کے ہونٹوں پر جھک گیا تھا اس لمحے اسے دنیا کی کوئی خبر نہ رہی، اسے بس عدنان کی قربت اور اس کی محبت کا احساس تھا جو اسے اپنے اندر سموئے جا رہا تھا۔ کچھ دیر بعد جب عدنان اس سے تھوڑا پیچھے ہٹا، تو حفصہ کا چہرہ سرخ انار کی طرح دہک رہا تھا۔ اس کی سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں اور وہ عدنان سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

"اب جاؤ۔"

عدنان نے اسے شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے دروازے سے راستہ دیا لیکن حفصہ رہیں کھڑی رہی تھی ڈری سہمی سی۔

"ورنہ اگر میں نے دوبارہ پکڑ لیا، تو پھر مایوں ہو یا مہندی، تم اس کمرے سے باہر نہیں جا پاؤ گی۔"

اس کی بات پر حفصہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر، اپنا دوپٹہ سنبھالا اور بنا پیچھے مڑے کمرے سے باہر کی طرف بھاگی، جبکہ پیچھے عدنان کی فاتحانہ ہنسی گونج رہی تھی جو اسے مزید شرمانے پر مجبور کر رہی تھی اس خود اس وقت نیچے جانا تھا انتظامات دیکھنے تھے اس لیے عدنان نے اسے جانے دیا تھا ورنہ کہاں وہ اسے جانے دینے والا تھا۔



اس وقت وہ سب نور کے کمرے میں ہی تیار ہو رہی تھی حفصہ گھبراتے ہوئے اندر داخل ہوئی تھی اس کو گھبراتا دیکھ کر سب ہی لڑکیاں حیران ہو گئی تھی اس کے چہرے کو موجود سرخی دیکھ کر سب لوگ ہی اندازہ لگا گئی تھی کہ وہ یوں کیوں بھاگتی ہوئی آ رہی ہے۔۔

"کیا ہوا حفصہ پیچھے عدنان بھائی تو نہیں"

روح نے اس کے پاس اتے ہوئے مسکرا کر کہا اس نے ڈریس چینج کر لیا تھا بس تھوڑی دیر میں تیار بھی ہو جانا تھا۔ روح کی شرارتی بات پر حفصہ کی رنگت مزید گہری ہو گئی، جیسے کسی نے سرخ رنگ کی سیاہی پھیلا دی ہو۔ وہ نظریں چراتی ہوئی اپنی جیولری سنبھالنے لگی، لیکن اس کے کانپتے ہاتھ اس کے دل کا حال صاف بیان کر رہے تھے۔

"ن۔۔۔ نہیں تو، وہ کیوں ہوں گے میرے پیچھے؟"
اس نے جھوٹ بولنے کی ناکام کوشش کی، لیکن آواز کی تھرتھراہٹ نے سارا پول کھول دیا۔

"اچھا؟ تو پھر یہ گال اتنے تمتما کیوں رہے ہیں؟ جیسے ابھی ابھی کسی نے محبت بھرا پیغام لکھا ہو وہاں!" کندیل نے ہنستے ہوئے اس کے قریب آکر اس کے ماتھے پر بکھری لٹ کو ٹھیک کیا، جو عدنان کی چھیڑ چھاڑ کی گواہی دے رہی تھی۔

"اور یہ لپ اسٹک؟ حفصہ، تم تو ابھی یہاں سے جاتے ہوئے لگا کر گئی تھی نہ تمھیں یہ شیڈ پسند آیا تھا، یہ تو آدھی غائب ہے!" نور نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے شرارت سے لقمہ دیا تو کمرے میں موجود تمام لڑکیوں کے قہقہے گونج اٹھے۔ حفصہ کا جی چاہا کہ وہ زمین میں گڑھ جائے یا پھر نور کے سر پر تکیہ دے مارے۔

"نور! تم تو بس اپنی فکر کرو، آج ہاشم بھائی کے سامنے تمہارا بھی یہی حال ہونا ہے۔"

اس نے اپنا دفاع کرنے کی کوشش کی، مگر اس کی آواز میں وہ رعب کہاں تھا۔

"وہ تو جب ہو گا تب ہو گا، ابھی تو عدنان بھائی کے 'رومینٹک موڈ' کے چرچے تمھارے چہرے پر ہو رہے ہیں" روح نے حفصہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے چھیڑا۔

"ویسے ماننا پڑے گا بھائی ہیں وہ رومینٹک"
ماہا جو کہ اتنی دیر سے خاموش تھی اس نے بھی اب اپنا حصہ ڈالا تھا جبکہ حفصہ اسے گھور رہی تھی۔

"تم لوگ پلیز چپ کر جاؤ! مجھے تیار ہونا ہے، دیر ہو رہی ہے۔"

حفصہ نے ہکلاتے ہوئے کہااور جلدی سے آئینے کے سامنے بیٹھ گئی نور کے کمرے میں دو آئینے تھے ایک جگہ نور تیار ہو رہی تھی بیوٹیشن اسے تیار کر رہی تھی ایک جگہ حفصہ بیٹھ گئی ان کی باتوں سے وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ اس نے آئینے میں خود کو دیکھا تو عدنان کا وہ لمس اور اس کی تپتی سانسوں کا احساس ایک بار پھر اس کے بدن میں سنسنی دوڑا گیا۔اس نے جلدی سے آنکھیں جھکا لیں، کہیں لڑکیاں اس کی آنکھوں میں موجود چمک سے مزید باتیں نہ بنالیں۔

"ویسے حفصہ، عدنان بھائی نے کچھ کہا نہیں؟ میرا مطلب ہے، اتنی دیر جو تم اوپر غائب تھیں، صرف باتیں ہی ہو رہی تھیں یا۔۔۔"
کندیل نے جملہ ادھورا چھوڑ کر آنکھ ماری تو حفصہ نے فوراً اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"عدنان بس وہ بس راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے۔"اس نے بمشکل اتنا کہا۔

"صرف راستہ روکا تھا؟"

روح نے حیرت کا ڈرامہ کیا اور اس کے پاس آ گئی۔۔

"ہمیں تو لگا تھا دل کی دھڑکنیں روکنے کا ارادہ کیا ہو گا انھوں نے دیکھو تو ذرا، بے چاری کی سانسیں اب تک بحال نہیں ہوئیں۔"

روح نے اس کے پاس کھڑے ہوتے ہوئے کہا حفصہ بچاری تو یہاں آ کر پھنس گئی تھی اس سے اچھا تھا وہ اوپر ہی رہتی اج وہ عدنان سے کوئی بات نہیں کرنے والی تھی۔ سب لہنس رہی تھیں اور حفصہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ بس خاموشی سے خود کو آئینے میں دیکھنے لگی مگر اس کے چہرے کی لالی اور ہونٹوں پر ابھرنے والی بے ساختہ مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ ان سب کی باتوں سے جتنا بھی شرما رہی ہو، عدنان کی اس بے باک محبت نے اسے ایک انوکھے سرور میں مبتلا کر دیا تھا مزید اسے کسی نے بھی تنگ نہیں کیا تھا سب ہی لڑکیاں اپنی تیاری میں مصروف ہو گئی تھی کیونکہ کہ ٹائم کم تھا اور فنکشن شام میں ہی تھا 5 بجے۔۔



نور مکمل طور پر تیار ہو گئی تھی سب لڑکیاں تیار ہونے کے بعد وہاں سے جا چکی تھی سب وقت کمرے میں بس وہی موجود تھی۔۔اس وقت وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی، جہاں اس کا عکس کسی پری سے کم نہیں لگ رہا تھا۔اس نے آج کے خاص دن کے لیے پیلے (Yellow) اور گلابی (Pink) رنگ کا ایک انتہائی نفیس امتزاج والا جوڑا پہنا تھا۔ قمیض گہرے پیلے رنگ کی تھی جس پر ریشم اور دبکے کا باریک کام ہوا تھا، جبکہ اس کے ساتھ گلابی رنگ کا بھاری کامدار دوپٹہ تھا جس کے کناروں پر لٹکن لٹک رہے تھے۔نور نے حیا اور سادگی کو برقرار رکھنے کے لیے اسی گلابی رنگ کے شفون کے کپڑے سے نہایت خوبصورت حجاب کیا ہوا تھا، جسے بہت مہارت سے پن اپ کیا گیا تھا تاکہ اس کا چہرا واضح رہے اور وقار بھی برقرار رہے۔ حجاب کے اوپر اس نے ایک چھوٹا سا ماتھا پٹی سیٹ کیا ہوا تھا جو اس کی پیشانی پر خوب چمک رہا تھا۔میک اپ کی بات کی جائے تو اس نے بیوٹیشن کو سختی سے منع کر دیا تھا کہ اسے زیادہ شوخ لک نہیں چاہیے۔

اس کی آنکھوں پر ہلکا سا گلابی اور گولڈن آئی شیڈو تھا، پلکوں پر مسکارا اس کی آنکھوں کی کشش کو بڑھا رہا تھا۔ گالوں پر ہلکا سا پیچی بلش آن اور ہونٹوں پر نیوڈ پنک (Nude Pink) رنگ کی لپ اسٹک لگائی گئی تھی، جو اس کی رنگت پر بہت جچ رہی تھی۔

وہ بالکل ایک شہزادی لگ رہی تھی جس کے چہرے پر نکاح کے بعد کا ایک خاص نور اور تھوڑی سی گھبراہٹ بھی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ آج ہاشم جب اسے دیکھے گا تو دیکھتا ہی رہ جائے گا۔ نور ابھی آئینے میں اپنا آخری جائزہ لے ہی رہی تھی کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی اسے لگا کہ شاید روح یا حفصہ واپس آئی ہیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، لیکن سامنے ہاشم کو کھڑا دیکھ کر اس کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کو تھم سی گئی۔ ہاشم، جو سفید کڑھائی والے کرتے اور واسکٹ میں بے حد وجیہہ لگ رہا تھا، دروازے کی چوکھٹ پر ہی ساکت کھڑا رہ گیا۔ اس کی نظریں جب نور پر پڑیں تو وہ جیسے پلک جھپکنا ہی بھول گیا۔ پیلے اور گلابی لباس میں لپٹی، حجاب کے تقدس میں چھپی نور اسے اس دنیا کی مخلوق ہی نہیں لگ رہی تھی۔

"نور۔"

ہاشم کے لبوں سے صرف اس کا نام ہی نکل سکا، اس کی آواز میں حیرت اور ستائش کا ایک سمندر چھپا تھا۔ نور نے گھبرا کر نظریں جھکا لیں۔ اس کے ہاتھ بے اختیار اپنے دوپٹے کے پلو کو مسلنے لگے۔

"آپ۔۔۔ آپ یہاں؟ کوئی دیکھ لے گا ہاشم!"
اس نے دبی دبی آواز میں کہا، جبکہ اس کے گالوں پر پیچی بلش آن کے اوپر حیا کی اپنی ایک قدرتی سرخی تیرنے لگی تھی۔ ہاشم نے آہستہ سے قدم بڑھائے اور دروازہ بند کر کے اس کے قریب آیا۔ نور کی گھبراہٹ اب عروج پر تھی۔ ہاشم اس کے بالکل سامنے آ کر رکا تو نور کو اس کے پرفیوم کی تیز خوشبو اپنے حواسوں پر چھاتی محسوس ہوئی۔

"دیکھ لینے دو نور۔ جسے میں دیکھ رہا ہوں، اسے دیکھنے کے بعد مجھے کسی اور کی فکر نہیں ہے"

ہاشم نے بہت گہری اور دھیمی آواز میں کہا۔اس نے ایک ہاتھ بڑھا کر نور کے حجاب پر لگی ماتھا پٹی کو ذرا سا درست کیا۔اس کی انگلیوں کا لمس نور کی پیشانی کو چھو گیا، جس سے نور کا پورا وجود ایک انجانی سنسنی سے کانپ اٹھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔آج تو میرا دل میری نہیں سن رہا بس دھڑک رہا ہے تمھیں یوں دیکھ کر"

ہاشم نے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھنا چاہا، مگر نور نے نظریں اٹھانے کی ہمت ہی نہ کی۔

"ہاشم پلی اگر کوئی آگیا تو اچھا نہیں ہو گا اور ویسے بھی نیچے تو میں آپ کے سامنے ہی ہوں گی نہ"

نور نے بمشکل اپنے لہجے کو قابو میں کرتے ہوئے کہا۔

"انتظار کہاں ہوتا ہے اس دل سے جانتا ہوں جب تم نیچے اوگی میری نظروں کے سامنے ہو گی۔ لیکن یہ دل کہاں صبر کر رہا تھا اور ویسے بھی اپنی دلہن کو سب سے پہلے دیکھنے کا حق صرف اور صرف اس کے دلہے کے پاس ہے تو میں یہ چانس کیسے جانے دیا اور تم جانتی ہو نور، اس حجاب میں تمھارا وقار اور تمھارا حسن مجھے اپنا اسیر بنا رہا ہے۔"

ہاشم نے اس کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔ نور کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا ہاشم بھی اسے سن رہا ہو گا۔ اس نے ہمت جمع کر کے تھوڑی سی نظریں اٹھائیں تو ہاشم کی آنکھوں میں موجود ٹوٹ کر چاہنے والا انداز دیکھ کر اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔

"آپ بہت تنگ کرتے ہیں مجھے"

نور نے شرما کر رخ موڑ لیا۔

"ابھی تو شروعات ہے میری جان۔ابھی تو ہلدی لگنی ہے،اور وہ ہلدی کا رنگ میں خود تمھارے چہرے پر سجاؤں گا اور شادی کے بعد جتنا تنگ کروں گا وہ تو تمہاری سوچ ہے"

ہاشم نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اس نے نور کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے لیے تو نور اسے دیکھ رہی تھی اس نے نور کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"چلو"

ہاشم نے اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا جبکہ اس کی اس بات پر وہ حیران ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"لیکن کہاں"

اس نے پریشانی سے کہا۔۔

"ہماری انٹری ساتھ میں ہو گی"

اس نے یہ بات کی تو نور اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی کیوں کہ اگر انھیں اس وقت کوئی ساتھ دیکھ لیتا تو مسئلہ ہو جاتا اور وہ انٹری کی بات کر رہا تھا ہمو بھی دونوں کی ایک ساتھ۔ ہاشم کے چہرے پر ایک مطمئن مسکراہٹ تھی، جبکہ نور کی آنکھوں میں ہزاروں وسوسے سر اٹھا رہے تھے۔ اس نے ہاشم کا ہاتھ تھوڑا سا جھٹکا اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"ہاشم! آپ ہوش میں تو ہیں؟ حویلی کے سب لوگ نیچے موجود ہیں، چچا سائیں، بابا سائیں بھائی موسیٰ اور سب مہمان بھی۔ اگر کسی نے ہمیں اس طرح ساتھ دیکھا تو وہ کیا سوچیں گے؟ اور سب سے بڑھ کر سید سائیں وہ تو کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیں گے۔"

نور کی آواز میں خوف اور گھبراہٹ صاف نمایاں تھی۔

"نور! میری جان، پر سکون ہو جاؤ۔ میں نے کب کہا کہ میں تمہیں کسی مشکل میں ڈالوں گا؟ میں نے سردار موسیٰ سے پہلے ہی بات کر لی ہے اور انہوں نے خود مجھے اجازت دی ہے کہ میں تمہیں لینے اوپر آؤں اور ہم دونوں ایک ساتھ فنکشن میں داخل ہوں۔"

ہاشم نے اس کی گھبراہٹ کو بھانپتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر اس کے سامنے جھکا اور نہایت نرمی سے بولا۔ نور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی اس سے اس بات پر یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

"سردار موسیٰ نے اجازت دے دی؟ لیکن وہ تو ان معاملوں میں بہت سخت ہیں اور سید سائیں"

نور کی انکھوں میں بے یقینی تھی اور وہ اس سے سوال کر رہی تھی۔۔

"ہاں، سردار موسیٰ کو نہیں پسند لیکن تم جانتی ہو نہ دوست ہے وہ میرا کچھ بھی منوا سکتا ہوں اور سید سائیں کو وہ خود سنبھال لیں گیں اور جہاں تک مجھے لگتا ہے اگر ان خوشیوں کی شروعات ہم ساتھ مل کر کریں تو سید سائیں کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا آخر کو نکاح ہو چکا ہے ہمارا ذ ذ ذ"

ہاشم نے اس کی پیشانی پر بہت پیار سے ہاتھ پھیرا اور اسے دیکھ رہا تھا اس کی تو نظریں کی نہیں ہٹ رہی تھی اپنی بیوی سے۔۔

"اب بتاؤ، کیا اب بھی تم گھبراؤ گی؟"

نور نے ایک گہرا سانس لیا، اس کے دل کی دھڑکن ابھی بھی تیز تھی لیکن ہاشم کے یقین دلانے پر اسے تھوڑا حوصلہ ہوا۔ اس نے آئینے میں ایک آخری بار اپنی شہزادی جیسی لک کو دیکھا اور پھر ہاشم کی طرف نظریں اٹھائیں جو بڑی وارفتگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، اگر بھائی نے اجازت دی ہے تو پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔۔ لیکن پھر بھی ہاشم، میرا ہاتھ مت چھوڑیے گا، مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

اس نے بہت معصومیت سے کہا۔ ہاشم نے اس کا ہاتھ اپنے بازو کے حصار میں لیا اور اس پر اپنی مضبوط گرفت جما دی۔

"کبھی نہیں نور، یہ ہاتھ اب عمر بھر کے لیے تھاما ہے، کسی بھی موڑ پر اسے تنہا نہیں چھوڑوں گا۔"

وہ دونوں اب قدم بہ قدم کمرے سے باہر نکلے اور سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ نیچے سے ڈھولک کی تھاپ اور خوشیوں بھرے گیتوں کی آوازیں اوپر تک آ رہی تھیں۔ نور کا دل ہر قدم کے ساتھ زور سے دھڑک رہا تھا، مگر ہاشم کی موجودگی اس کے لیے ایک مضبوط ڈھال کی طرح تھی جو اسے ہر خوف سے بے نیاز کر رہی تھی۔ جیسے ہی وہ دونوں سیڑھیوں کے دہانے پر پہنچے، تمام حویلی کی روشنیاں جیسے ان کے استقبال کے لیے مزید دمک اٹھی تھی اور وہ ساتھ میں نیچے جا رہے تھے۔۔

وہ دونوں حویلی کے میں دروازے سے صحن میں آئے تھے حویلی کے وسیع وعریض صحن میں، جہاں مایوں کا رنگین پنڈال سجا تھا، ایک گہرا سکوت چھا گیا۔ سب کی نظریں سامنے کی طرف اٹھ گئیں، جہاں ہاشم اور نور ایک ساتھ آرہے تھے۔ سفید کڑھائی دار کرتے میں ملبوس پر وقار ہاشم اور اس کے پہلو میں پیلے اور گلابی لباس میں لپٹی، حجاب میں چھپی حیا کی مورت نور۔ صحن کے ایک طرف صوفوں پر حویلی کے بڑے بزرگ بیٹھے تھے، جبکہ دوسری طرف عورتوں کا ہجوم تھا۔ جیسے ہی یہ جوڑا سامنے آیا، مہمانوں میں سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔

"یہ دونوں ساتھ؟ کیا سید سائیں کو معلوم ہے؟"

سب کے چہرے پر ہی اس طرح کا خوف تھا۔

"ایسا تو پہلے کبھی نہیں ہوا، روایت کے خلاف ہے یہ تو۔"

حفصہ، روح اور کندیل جو پہلے ہی نیچے پہنچ چکی تھیں، حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"لگتا ہے ہاشم بھائی نے واقعی کوئی جادو کر دیا ہے، ورنہ نور کی اتنی ہمت کہاں تھی"

روح نے دبی آواز میں حفصہ کے کان میں کہا۔

"تمھیں مذاق لگ رہا ہے ماحول دیکھ نور"

حفصہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ موسیٰ ایک طرف کھڑا تھا، اس کے لبوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی، لیکن اس کی نظریں مسلسل سید سائیں کے چہرے پر جمی تھیں، جو گہری سنجیدگی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ سید سائیں کے چہرے کے تاثرات سے کچھ بھی بھانپنا مشکل تھا۔ ان کی خاموشی نے پنڈال میں موجود لوگوں کے دلوں میں ڈر بٹھا دیا تھا۔ نور نے گھبرا کر ہاشم کے بازو پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی، اس کا چہرہ پسینے سے تر ہونے لگا تھا۔ سید سائیں آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھے۔ پورے ہال میں سناٹا اس قدر گہرا تھا کہ کسی کے سانس لینے کی آواز بھی سنی جا سکتی تھی۔ وہ قدم بہ قدم چلتے ہوئے ہاشم اور نور کے قریب آئے۔ ہاشم نے نظریں نہیں جھکائیں، بلکہ ایک عزم کے ساتھ سید سائیں کے سامنے کھڑا تھا، جبکہ نور کا سر جھکا ہوا تھا۔ سید سائیں نے پہلے ہاشم کو دیکھا اور پھر نور کے سر پر ہاتھ رکھا۔ کچھ لمحے خاموشی رہی، پھر اچانک ان کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ پھیل گئی۔

"خوبصورت جوڑی ہے ماشاءاللہ ! لگتا ہے اب حویلی کی پرانی دیواروں کو بھی محبت کی نئی روایتیں قبول کرنی پڑیں گی۔"

سید سائیں کا اتنا کہنا تھا کہ حویلی کا تناؤ جیسے ایک دم ختم ہو گیا۔ سب کی جان میں جان آئی۔۔

"جو ہمت موسیٰ بھی اپنے دادا جان کے سامنے نہیں کر سکا وہ تم نے کر دی ! وہ ہنستے ہوئے ہاشم کے کندھے پر تھپکی دے کر بولے سید سائیں کی اس بات پر پورے پنڈال میں قہقہہ گونج اٹھا۔

"یہ کیا بات ہوئی دادا جان ہمت بہت ہے لیکن وہ الگ بات ہے کبھی اس کی طرح بے شرم نہیں ہوں"

سردار موسیٰ نے یہ بات روح کو نظروں کے حسار میں رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ وہ شرما کر سر جھکا گئی تھی ساتھ کھڑی حفصہ نے بھی اسے کندہ مارا تھا۔۔

"اتنی سی بات پر اپنا یہ حال ہے اور مجھے تنگ کر رہی تھی"
وہ مسکرا کر بولتی تھی جس پر روح نے حصہ کو انکھیں دیکھائی لیکن وہ پھر بھی ڈھیٹ بن کر اسے تنگ کرنے کے مونڈ میں اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ سردار موسیٰ کی بات پر محفل میں قہقہوں کا ایک نیا دور شروع ہو گیا۔

"سردار صاحب! اسے بے شرمی نہیں، 'حق' کہتے ہیں۔ اور ایسا کرنے کے لیے ہمت کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو کہ آپ میں نہیں؟"

ہاشم نے بھی ہار نہ مانی اور شرارت سے موسیٰ کی طرف دیکھ کر بولا۔ ہاشم کے اس برجستہ جواب پر سید سائیں بھی کھلکھلا کر ہنس دیے۔

"جیتے رہو پتر! اللہ تم دونوں کے نصیب اچھے کرے۔" انہوں نے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر ڈھیروں دعائیں دیں اور پھر اشارے سے سب کو اپنی اپنی جگہ بیٹھنے کا کہا وہ دونوں بھی اسٹیج پر بیٹھ گئے تھے مرد حضرات اب ایک طرف کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے، جبکہ خواتین نے اسٹیج کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ہاشم اور نور کو گیندے کے پھولوں سے سجی مسند پر بٹھایا گیا۔ نور کا سر اب بھی جھکا ہوا تھا، لیکن اس کے چہرے کی مسکراہٹ اب کھل کر سامنے آ رہی تھی۔ حفصہ اور روح چاندی کی تھالی میں ابٹن اور مٹھائی لیے اسٹیج پر آئیں۔ روح نے شرارت سے ابٹن کی پیالی میں انگلی ڈبوئی اور ہاشم کے گال پر ایک لمبی لکیر کھینچ دی۔

"یہ لیں ہاشم بھائی! یہ میری طرف سے 'بے شرمی' کا پہلا ٹوکن آخر کو بھائی کس کے ہیں اور بہن ہونے کے ناطے پہلے ابٹن میں ہی لگاؤں گی نہ" روح نے ہنستے ہوئے کہا تھا جبکہ سب خواتین اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"روح بچے پہلے بزرگ کرتے ہیں رسم بری بات"
آیت بیگم نے اسے محبت سے ٹوکا تھا۔۔

"ٹھیک ہے سید سائیں سے کہیں سب سے پہلے آکر رسم کریں پھر میں نے بھی کرنی ہے"

روح نے ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے کہا تھا کیوں کہ وہ بہت زیادہ خوش تھی اپنے بھائی کی شادی کو لے کر۔ سید سائیں نے مسکراتے ہوئے روح کی بات سنی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر اسٹیج کی جانب بڑھے۔ صحن کا ماحول اب پوری طرح سے رنگوں اور خوشیوں میں ڈوب چکا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے چاندی کے پیالے سے ابٹن کی چٹکی بھری اور نہایت پیار سے ہاشم کے ماتھے پر لگائی، پھر نور کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے گال پر ہلکا سا ابٹن کا ٹیکا لگایا۔

"آباد رہو میرے بچو! اللہ تمھاری اس مسکراہٹ کو ہمیشہ قائم رکھے"

سید سائیں نے مٹھائی کا ٹکڑا ہاشم کو کھلایا تو ہاشم نے احتراماً ان کا ہاتھ چوم لیا۔ ان کے بعد باری باری سب نے رسم ادا کی۔ جب سب بڑے رسم کر چکے تو روح نے دوبارہ محاذ سنبھال لیا۔

"اب میری باری ہے!"

روح نے بڑی شوخی سے ابٹن اٹھایا اور ہاشم کی دونوں طرف کی کنپٹیوں پر مل دیا، جس پر ہاشم نے اسے گھور کر دیکھا۔

"روح! یہ ابٹن لگا رہی ہو یا پینٹ کر رہی ہو؟"
ہاشم نے مڑ کر اسے دیکھنا چاہا مگر روح نے اس کے منہ میں زبردستی مٹھائی کا بڑا سا ٹکڑا ٹھونس دیا۔

"بھائی! آپ کی زبان بہت چل رہی ہے، ذرا مٹھائی کھائیں اور چپ رہیں"

اس کی اس حرکت پر اسٹیج کے پاس کھڑی حفصہ، کندیل اور ماہا ہنستے ہنستے دُہری ہو رہی تھیں۔ ہاشم بمشکل مٹھائی چبا کر سیدھا ہوا تو اس کی نظر سامنے کرسی پر بیٹھے موسیٰ پر پڑی جو ہاتھ میں موبائل لیے نہایت سکون سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ ہاشم نے شرارت سے آنکھ ماری جیسے کہہ رہا ہو کہ 'بیٹا باری تمھاری بھی آنے والی ہے'. اس کے اس اشارے پر سردار موسیٰ اٹھ کر اسٹیج پر آیا تھا۔۔

"کچھ بولا جا رہا تھا"

سردار موسیٰ نے ہاتھ میں ابٹن لیتے ہلکا سا نور کو لگایا اور پھر ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"شادی تیری بھی ہونی ہے جیسے سکون سے تو انجوائے کر رہا ہے ایسے ہی میں بھی کروں گا"

اس نے دانت چبا کر کہا موسیٰ نے اس کے چہرے پر پورا ا بٹن م دیا تھا وہ پیچھے ہونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ہو نہیں پا رہا تھا سب لوگ مسکرا کر انھیں ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"یہ کیا بات ہوئی یار"

اس کے پیچھے ہونے پر ہاشم نے برا سا منہ بنا کر کہا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"وہی بات ہوئی جو تم دیکھ رہے ہو"

سردار موسیٰ یہ کہہ کر پیچھے موڑا سے کے پیچھے ہی روح کھڑی تھی۔۔

"کمرے میں آ و انتظار کر رہاں ہوں"

سردار موسیٰ آہستہ سے بولا تھا جبکہ اس کی بات پر روح حیران ہوئی وہ اپنی بات مکمل کر کے وہاں رکا نہیں تھا بلکہ وہاں سے جا چکا تھا۔ رسمِ ابٹن کے دوران عدنان بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔ وہ مردوں کی سائیڈ سے اٹھ کر اسٹیج کے قریب آیا۔ اس کی نظریں صرف حفصہ پر تھیں جو اس وقت نور کے پیچھے کھڑی دوپٹہ سنبھال رہی تھی۔

"بھائی! ذرا سائیڈ پر ہوں، مجھے بھی اپنے یار کو رنگ لگانا ہے"
عدنان نے ہاشم کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا وہ کہہ تو ہاشم کو رہا تھا لیکن شاید اس کا اشارہ پیچھے کھڑی حفصہ پر تھا۔

"ہاشم! تم نے تو اسٹیج پر بیٹھ کر سب کی توجہ لوٹ لی، لیکن میری 'جیلر' آج مجھے گھاس نہیں ڈال رہی"

اس نے ابٹن اٹھایا اور ہاشم کو لگاتے ہوئے سرگوشی کی ہاشم نے ہنستے ہوئے حفصہ کی طرف اشارہ کیا جو عدنان کو پاس دیکھ کر پہلے ہی محتاط ہو گئی تھی۔ عدنان نے اچانک اپنا ہاتھ ابٹن سے بھرا اور حفصہ کی طرف بڑھا۔

"حفصہ! ذرا ابٹن پکڑنا"

حفصہ جیسے ہی پیالی لینے کے لیے قریب ہوئی، عدنان نے بڑی صفائی سے اس کی کلائی تھامی اور اس کے گال پر ابٹن لگا دیا تھا۔

"عدنان! یہ کیا بدتمیزی ہے، سب دیکھ رہے ہیں"

حفصہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر عدنان چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔

"ہماری تو بس رخصتی ہوئی تھی اس لیے سوچا ہم بھی یہ رسم کر لیں"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ عدنان کی اس دیدہ دلیری پر حفصہ کی تو جیسے جان ہی نکل گئی تھی۔ اس نے تیزی سے چاروں طرف دیکھا، شکر تھا کہ سب خواتین آپس میں ہنسی مذاق اور ڈھولک کی تھاپ پر مگن تھیں، لیکن نور جو اسٹیج پر ہی بیٹھی تھی، وہ اپنی شرارتی نظروں سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی ساتھ میں کنڈیل ماہا اور روح بھی ان کی طرف ہی متوجہ تھی۔

"عدنان پلیز! سب کے سامنے تماشہ مت بنائیں، چھوڑیں میرا ہاتھ۔" حفصہ نے دانت پیستے ہوئے سرگوشی کی، لیکن عدنان کے چہرے پر وہی بے فکری تھی حفصہ اس سے ناراض ہو گئی تھی کیوں کہ اس کی وجہ سے سب لڑکیوں نے اسے اس قدر تنگ کیا تھا۔

"کون سا تماشہ ؟اپنی بیوی کو ہلدی لگا رہا ہوں۔اگر کسی کو اعتراض ہے تو وہ بھاڑ میں جائے"

عدنان نے کندھے اچکا کر کہا اور پھر نہایت شوخی سے اس کے دوسرے گال پر بھی ابٹن کی ایک لکیر کھینچ دی۔

"یہ لو،اب بیلنس برابر ہو گیا۔"

عدنان نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اس کا ہاتھ چھوڑا اور اٹھ کر واپس مردوں کی سائیڈ پر چلا گیا، جہاں ہاشم اس کی طرف دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

حفصہ وہیں کھڑی رہ گئی،اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا ابھی باہر آ جائے گا۔اس نے جلدی سے اپنے دوپٹے کے پلو سے گال صاف کرنے کی کوشش کی لیکن روح نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"رہنے دو حفصہ بہت پیارا لگ رہا ہے"

ہاتھ تو روح نے پکا تھا لیکن نور شرارت سے بولی تھی۔

"تم بس اپنی فکر کرو نور!"

حفصہ نے خفت مٹانے کے لیے اسے جواب دیا اس کا اشارہ ساتھ میں بیٹھے ہاشم کی جانب تھا اور وہ اسٹیج سے اتر گئی تاکہ کوئی اور اسے کچھ نہ بول سکے۔

دوسری طرف روح کا حال برا تھا۔ موسیٰ کے ان چند الفاظ نے اس کے حواس مختل کر دیے تھے۔ 'کمرے میں آؤ، انتظار کر رہا ہوں'۔ یہ جملہ اس کے کانوں میں بج رہے تھے۔ وہ سوچ رہی تھی کہ سب کے سامنے وہ کیسے وہاں سے نکلے؟ لیکن موسیٰ کا حکم ٹالنا بھی اس کے بس میں نہیں تھا۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے اپنی جگہ بدلی اور آہستہ آہستہ ہجوم سے نکل کر حویلی کے اندرونی حصے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ یحییٰ بھی وہی موجود تھا اس کی نظر ماہا پر تھی جو کہ اب نور کو ابٹن لگا رہی تھی ماہا نے آج کے دن کے لیے گہرے نارنجی (Orange) رنگ کا بنارسی جوڑا زیب تن کر رکھا تھا جس پر سنہرے گوٹے کا بھاری کام اس کی شخصیت کو مزید نکھار رہا تھا۔ اس نے اپنے سر پر دوپٹہ بہت سلیقے سے اوڑھ رکھا تھا، جس کے کناروں پر لٹکتی کرن اس کے چہرے پر بار بار دستک دے رہی تھی۔ میک اپ نہایت سادہ

مگر پر کشش تھا؛ آنکھوں میں گہرا کاجل اور ہونٹوں پر ہلکی سی گلابی لپ اسٹک اس کی معصومیت میں اضافہ کر رہی تھی۔ ماتھے پر دوپٹے کا پلو سنبھالتے ہوئے اب اس نے دوبارہ ابٹن کی پیالی اٹھائی، اس میں سے ابٹن نکال کر اس نے ہاشم کو لگایا تھا۔ ماہا نے خود پر نظروں کی تپش محسوس کی تو اس نے ادھر ادھر دیکھا اس کی نظر یحییٰ پر گئی تھی جیسے ہی اس کی نظر یحییٰ پر گئی اس نے فوراً سے اپنی نظریں پھیر لی تھی اس شخص کو دوبارہ دیکھنا اس کے لیے جذبات تو اب بھی تھے لیکن وہ کیا کرتی جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اب اور نہیں۔

"کیا ہوا"

عدنان جو کہ مردوں کے ساتھ آکر بیٹھا تھا اس نے اسے کندھا مارا۔

"ک۔۔کچھ نہیں"

اچانک ہی وہ ہوش میں آیا ماہا اب اسٹیج سے جا چکی تھی۔

"پیاری لگ رہی ہے نہ میری بہن"

عدنان نے مسکرا کر پوچھا اس کی بات پر اس نے بس ہاں میں سر ہلا دیا وہ انکار بھی نہیں کر سکتا تھا کیوں کہ اس کی فوری پکڑی گئی تھی ماہا اسے بہت پیاری لگی تھی آج اسے دیکھ کر اس کا دل دھڑکا تھا اور ایسا پہلی بار تھا کہ اس کا دل ماہا کے لیے دھڑکا تھا شہنشاہ بھی اس طرف آیا تھا اس کی نظر اسٹیج پر تھی تو وہ حیران رہ گیا کیوں کہ جس لڑکی کو اس نے پہلے دن دیکھا تھا وہ

دلہن بنی ہاشم کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کندیل اور نور دونوں جڑواں تھی اور ایک جیسی دیکھتی تھی بس ان دونوں کے آنکھوں کا رنگ اور بالوں کا رنگ ہی الگ تھا لیکن وہ پہچان نہیں پایا اور نہ ہی نور کو دیکھ کر اس کا دل دھڑکا تھا اچانک ہی اس کی نظر کندیل پر پڑی جو کہ ہنس کر ان دونو ٹسے باتیں کر رہی تھی شہنشاہ کی نظریں جب کندیل پر ٹھہریں تو اسے اپنی دھڑکنوں میں ایک عجیب سی ارتعاش محسوس ہوئی۔ کندیل، جو نور اور ہاشم سے ہنس کر انھیں کچھ کہہ رہی تھی، اس وقت حسن کا ایک جداگانہ شاہکار لگ رہی تھی۔ اموک حیران ہوا تھا دو لوگ ایک جیسے وہ بھی اتنا اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا اس کا مطلب اس دن جس لڑکی کو اس نے دیکھا وہ دوسری تھی جو باتیں کر رہی تھی ان دونوں کے ساتھ کندیل نے اج اس تقریب کے لیے گہرے سبز (Bottle Green) رنگ کی فراک پہن رکھی تھی، جس کے گھیر پر ریشم کے دھاگے اور ستاروں کا نفیس کام چمک رہا تھا۔ سبز رنگ اس کی دودھیار نگت پر قیامت ڈھا رہا تھا۔

اس نے بہت اچھے سے حجاب کیا تھا اس کے چہرے کی قدرتی سنہری چمک ہر دیکھنے والے کو مسحور کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں، جو نور سے الگ اور ایک منفرد بھورے رنگ کی تھیں، اس وقت خوشی سے چمک رہی تھیں اور جب وہ ہنستی تو ان آنکھوں میں جیسے ستارے ٹمٹمانے لگتے۔ کندیل نے چہرے پر کسی بھاری میک اپ کا سہارا نہیں لیا تھا، بس ہلکا سا کاجل اور گہرے سرخ (Maroon) رنگ کی لپ اسٹک لگائی ہوئی تھی جو اس کے سفید چہرے پر بہت نمایاں ہو رہی تھی۔ اس کے کانوں میں جھومتے بڑے بڑے جھمکے اس کی ہر جنبش پر ایک مدھر موسیقی پیدا کر رہے تھے۔ وہ واقعی نور کا عکس تھی، مگر اس کے انداز میں ایک ایسی شوخی اور بے فکری تھی جو اسے نور کی سنجیدگی سے بالکل الگ کر رہی تھی۔ شہنشاہ کا دل ایک پل کو ساکت ہوا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کسے دیکھ رہا ہے۔ نور، جو ہاشم کی دلہن بنی بیٹھی تھی، اسے دیکھ کر شہنشاہ کو کوئی احساس محسوس نہیں ہوا مگر اس کے پہلو میں کھڑی یہ لڑکی یہ تو بالکل وہی چہرہ تھا، وہی نین

نقش، اس کی آنکھوں کا وہ بھورا رنگ اسے ایک الگ ہی جادوئی دنیا کا باسی بنا رہا تھا جو اس نے پہلے دن دیکھا تھا اور آج سے پہلے کبھی بھی اس کا دل یوں نہیں دھڑکا تھا جیسے آج دھڑک رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو شہنشاہ؟"
یحییٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہوا۔

"کچھ نہیں۔۔۔بس وہ۔۔۔وہ دونوں بالکل ایک جیسی ہیں؟" شہنشاہ نے بمشکل اپنے الفاظ مجتمع کیے اور انگلی سے اسٹیج کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں، جڑواں بہنیں ہیں۔ نور اور کندیل،"

عدنان نے جواب دیا جواب ان کے قریب آ گیا تھا وہ دونوں اب مردان کی طرف جا رہے تھے کیوں کہ رسم کو گئی تھی اسے یہاں دیکھ کر دونوں کی حیران ہوئے ان دونوں کو ہی اس کا یوں نور اور کندیل کو دیکھنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"ویسے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"
یحییٰ نے اس سے سوال کیا۔۔

"نہیں کچھ نہیں وہ بس میں موسیٰ کو دیکھنے آیا تھا"

یحییٰ اور عدنان کی نظریں شہنشاہ پر جمی تھیں، جن میں ناگواری صاف واضح تھی۔ حویلی کی روایات اور اپنی بہنوں کے معاملے میں وہ دونوں ہی بہت حساس تھے۔ شہنشاہ نے اپنی بوکھلاہٹ چھپانے کے لیے موسیٰ کا نام تو لے لیا، مگر اس کی نظریں اب بھی لاشعوری طور پر اسٹیج کی طرف بھٹک رہی تھیں جہاں کندیل نہیں تھی اب صرف نور اور ہاشم تھے۔

"موسیٰ یہاں نہیں ہے وہ آجائے گا تم چلو"

عدنان نے سخت لہجے میں اسے جتایا۔ شہنشاہ نے ایک گہرا سانس لیا اور نظریں جھکا لیں۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس وقت اس کا یہاں کھڑا ہونا ان دونوں کو ایک آنکھ نہیں بھا رہا اور ان دونوں نے اسے احساس بھی دلایا وہ لوگ وہاں سے اسے کے گئے تھے۔۔



ہاشم اور نور ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اب وہاں پر کوئی بھی نہیں تھا اور ہاشم اسی انتظار میں تھا کہ سب وہاں سے جائے تو وہ اپنی دلہن سے اچھے سے بات کرے اور اب جا کر اسے موقع مل گیا تھا اپنی دلہن سے بات کرنے کا اس کی نظریں نور پر تھی جو کہ نور کر بار بار کنفیوز کر رہی تھی اور وہ ایک اچھی دلہن کی طرح شرمائی کوئی نظریں جھکا کر بیٹھی تھی۔۔

"نور۔۔۔"

اس نے بہت دھیمی اور ریشمی آواز میں اسے پکارا۔ نور کے دل کی دھڑکن ایک دم تیز ہوئی، اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑے دوپٹے کے پلو کو مزید سختی سے بھینچ لیا۔ اس کی خاموشی ہاشم کو اور بھی اکسانے لگی۔

"کب تک یہ نظریں جھکا کر بیٹھی رہو گی؟ آج تو سید سائیں نے بھی کچھ نہیں کہا اب تو ڈرنا چھوڑ دو،"

ہاشم نے شرارت سے کہااور اپنا ہاتھ آہستہ سے نور کے ہاتھ پر رکھا۔ہاشم کے لمس نے جیسے نور کے پورے وجود میں بجلی دوڑادی۔اس نے تھوڑاسا سر اٹھایا، مگر نظریں اب بھی ہاشم کے چہرے تک نہیں پہنچ پارہی تھیں۔

"ہاشم۔۔۔کوئی دیکھ لے گا،"

اس نے بہت ہی نحیف آواز میں احتجاج کیا۔

"دیکھتا ہے تو دیکھے مجھے کیا"

اس نے بغیر سرے کندھے اچھکا کر کہا تھا۔۔

"آپ تو بس رسم کرنے تک یہاں تھے نہ سب جائیں"

اس نے بہت ہمت کر کے کہا تھا کیوں کہ جب تک ہاشم اس کے پاس تھا سب کے سامنے اسے تنگ کرتا رہتااور خطرہ اس کے آس پاس ہی تھا۔۔

"رسم کی بات ہے اب جب سب چلے گئے ہیں، تو اصل رسم تو اب شروع ہو گی نہ نور۔"

ہاشم نے اس کے احتجاج کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ اس کی آواز میں وہ خاص شرارت تھی جو نور کے اعصاب پر چھا جایا کرتی تھی۔

"ہاشم! پلیز۔۔۔ سب لوگ یہی ہیں،"

نور نے منت بھرے لہجے میں کہا اور ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی اسے اس حال میں دیکھ نہ لے۔

"میری جان دیکھنے دو"

ہاشم نے یہ کہااور اس کے کمر میں ہاتھ ڈال لیااس نے بھی ادھر ادھر نظریں دوڑائی تو سامنے ہی آیت بیگم آرہی تھی ابھی وہ کچھ کرتا کہ وہ انھیں دیکھ کر مسکرارہی تھی۔۔

"ہاشم ہاتھ پیچھے کریں ماں سائیں"
نور نے فوراً سے کہاتو ہاشم نے بھی ہاتھ پیچھے کر لیا۔۔

"ہاشم بچے سب تم جاؤ یہاں ساری خواتین ہیں رسم کو گئی ہے"
انھوں نے اسٹین پر آکر مسکرا کر کہا تھا جبکہ ان کی اس بات پر ہاشم کو منہ بن گیااور نور تو اسے دیکھ مسکرارہی تھی اب۔۔

"جی تائی سائیں! میں بس جاہی رہا تھا،"

ہاشم نے بمشکل اپنے لہجے کو نارمل بناتے ہوئے کہا، حالانکہ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہیں بیٹھا رہے اور آیت بیگم سے کہے کہ 'تائی سائیں! ابھی تو گفتگو کا آغاز ہوا تھا'۔ آیت بیگم نے ہاشم کے تاثرات بھانپ لیے تھے، وہ قریب آئیں اور نہایت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"بیٹا تھوڑا صبر کرلو۔ پرسوں مہندی ہے، پھر بارات، پھر یہ نور تمہاری ہی ہیں۔ ابھی یہ عورتوں کی محفل ہے یہاں تمہارا بیٹھنا صحیح نہیں ہے جاؤ"
ہاشم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے جاتے جاتے ایک بار پھر نور کی طرف دیکھا جو اب آیت بیگم کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی اور اس کی آنکھوں میں شرارت بھری چمک ہاشم کو مزید بے قرار کر رہی تھی۔

"ٹھیک ہے تائی سائیں، میں چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر نا چاہتے ہوئے بھی اسے جانا پڑا تھا اور وہ چلا گیا تھا اس نے جاتے جاتے مڑ کر ایک بار پھر نور کو دیکھا جس کے چہرے پر شرارت تھی لیکن وہ بھی ہاشم تھا اپنا بدلہ لینا اچھے سے جانتا تھا۔

روح سب کی نظروں سے بچتے ہوئے سردار موسیٰ کے کمرے میں ائی تھی اگر وہ نا آتی تو اس کا شوہر صاحب ناراض ہو جاتا اور اوپر سے اس کا غصہ یہ بات تو روح سے برداشت نہیں ہونی تھی اس لیے وہ کمرے میں آگئی تھی نیچے مایوں کا فنکشن زوروں شوروں سے جاری تھی۔۔

"موسیٰ"

اس نے کمرے میں آتے ادھر ادھر نظریں دوڑائی اسے موسیٰ کہیں بھی نظر نہیں آیا تو وہ اسے بلانے لگی۔ وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتی کمرے کے وسط میں آئی۔ پورے کمرے میں مدھم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور ہوا میں موسیٰ کے مخصوص پرفیوم کی خوشبو بسی ہوئی تھی۔

"موسیٰ؟ کہاں ہیں آپ؟"

روح نے ایک بار پھر پکارا مگر جواب میں صرف خاموشی ہی ملی۔ اس نے سوچا شاید وہ واش روم میں ہوں، مگر وہاں بھی اندھیرا تھا۔ بالکونی کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا جہاں سے رات کی ٹھنڈی ہوا پردوں کو لہرا رہی تھی۔ روح کے دل کی دھڑکن ذرا تیز ہوئی۔ وہ جانتی تھی کہ موسیٰ کا غصہ کتنا شدید ہوتا ہے اور اسے دیر سے آنے پر پکا کوئی نہ کوئی سزا ملنے والی تھی۔ وہ صوفے کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور گھڑی کی ٹک ٹک اسے اب واضح سنائی دے رہی تھی۔

"عجیب بات ہے، خود بلایا اور اب خود ہی غائب ہیں،"

اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے دوپٹے کے پلو کو انگلیوں پر لپیٹا۔ وہ جیسے ہی پیچھے مڑنے لگی کہ اسے کسی کے وجود کا احساس ہوا دروازے کے پیچھے اسے کوئی مضبوط سایا نظر آیا روح تھوڑا سا ڈر گئی تھی وہ دروازے کے پاس آئی تھی۔۔

"موسیٰ دروازے کے پیچھے آپ ہیں"

اس نے آہستہ سے بولا لیکن وہاں سے بھی کوئی جواب نہیں آیا تھا وہ ڈرتے قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھی تھی دروازے کے قریب آکر اس نے دیکھنا چاہا تو ایک مضبوط ہاتھ نکلا اور اسے بازو سے پکڑ کر دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ روح کے لبوں سے ایک ہلکی سی چیخ نکلی جو موسیٰ کے دوسرے ہاتھ نے اس کے منہ پر رکھ کر وہیں دبا دی۔ موسیٰ کی گہری سیاہ آنکھیں اس وقت روح کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر ایک جابرانہ مسکراہٹ تھی جو روح کو مزید بے چین کر رہی تھی۔

"بڑی دیر کر دی روحِ موسیٰ کیا نیچے کا جشن میرے بلاوے سے زیادہ اہم تھا؟"

موسیٰ کی آواز میں ایک رعب اور ہلکی سی خفگی تھی جس سے روح نے اسے ڈرتے دیکھا۔

"سب دیکھ رہے تھے موسیٰ، میں ایک دم کیسے آتی؟اور ویسے بھی آپ ایسے چھپ کر کیوں کھڑے تھے؟"

روح نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹانے کی کوشش کی اور بڑی مشکل سے بولی۔ موسیٰ اس کے مزید قریب ہوا، اتنا کہ روح کو اس کے سانسوں کی تپش اپنے ماتھے پر محسوس ہونے لگی۔

"میں دیکھنا چاہتا تھا کہ میری روح مجھے کتنی شدت سے ڈھونڈتی ہے، اور سچ کہوں تو۔۔۔ تمہاری یہ بے چینی دیکھ کر میرا غصہ تھوڑا کم ہو گیا ہے۔" وہ محبت سے اسے دیکھ کر بول رہا تھا اس کے اس طرح دیکھنے پر روح کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ موسیٰ کا لہجہ اب نرم پڑ چکا تھا، لیکن اس کی گرفت اب بھی روح کے بازو پر مضبوط تھی۔

"لیکن یاد رکھنا روح، سردار موسیٰ کو انتظار کروانے کی سزا تو ملتی ہے، چاہے بے چینی دیکھ کر غصہ ہی کیوں نہ ٹھنڈا ہو گیا ہو۔"

سردار موسیٰ نے اپنا سر تھوڑا جھکایا اور روح کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سرگوشی کی روح نے گھبرا کر اپنی پلکیں جھکائیں، اس کے گالوں پر حیا کی سرخی دوڑ گئی۔

"موسیٰ، نیچے سب مجھے ڈھونڈ رہے ہوں گے، اگر کوئی مجھے یا آپ کو ڈھونڈتے یہاں آ گیا اور کسی نے ہمیں دیکھ لیا تو کیا سوچیں گیں؟"

اس نے دھیمی آواز میں التجا کی، مگر موسیٰ کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔

موسیٰ نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر پھیرا اور اس کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے بولا

"نیچے کیا ہو رہا ہے، اس سے مجھے کوئی سروکار نہیں۔ اس وقت تم میرے سامنے ہو، میرے کمرے میں ہو اور یہ وقت صرف میرا ہے مجھ پر بس دھیان دو میری جان"

اس نے روح کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی اپنی کلائی کو تھوڑا ڈھیلا کیا روح نے اس کی کلائی پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا تھا اور اسے اپنی جانب کھینچ کر اس کے ماتھے پر ایک طویل بوسہ ثبت کیا۔ روح کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا ہو۔ موسیٰ کا یہ انداز اسے ہمیشہ لاجواب کر دیتا تھا۔

یہ سزا ہے یا انعام؟ وہ یہ بات سمجھ نہیں سکی۔

"تو کیا سزا دینی ہے آپ نے مجھے؟"

روح نے ہمت مجتمع کر کے شرارت سے پوچھا، حالانکہ اس کی آواز اب بھی کانپ رہی تھی سردار موسیٰ کی نظر اس کے خوبصورت کانپتے ہونٹوں پر تھی سردار موسیٰ نے اس کا حجاب کھول دیا تھا۔۔

"موسیٰ مجھے نیچے بھی جانا ہے"

اس نے فوراً سے کہا سردار موسیٰ نے اس کے منہ پر اپنی انگلی رکھ دی سردار موسیٰ نے اس کا حجاب نکال دیا اور اس کا دوپٹہ جو اس کے گرد لپٹا تھا وہ بھی نکال دیا اب اس کا مکمل سراپہ سردار موسیٰ کے سامنے تھا۔ روح نے لہنگا ڈالا ہوا تھا جس کا بلاؤز گلابی رنگ میں تھا اور لہنگا گرین کلر میں تھا اس نے ڈریس آنلائن منگوایا تھا اس کا بلاؤز گہرا تھا اس نے پن لگا کر سیٹ کیا تھا اوپر حجاب بھی اچھے سے کیا تاکہ نظر نہ آئے جب سردار موسیٰ نے حجاب نکالا تو اب اس کا وجود نمایا ہو رہا تھا سردار موسیٰ نے اس کے بلاؤز پر لگے پن بھی نکال دیے۔۔

"موسیٰ"

وہ حیران تھی لیکن سردار موسیٰ کی انکھوں میں موجود سختی نے اسے مزید کچھ کہنے نہ دیا سردار موسیٰ نے اس کے بال کھول دیے وہ ہلکے میک اپ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی جیولری اس نے نہیں ڈالی تھی کیوں کہ حجاب کیا تھا ہاتھوں میں گجرے ڈالے ہوئے تھے اس کی دودھیا رنگت پر وہ ڈریس سردار موسیٰ کو پاگل کر رہا تھا سردار موسیٰ نے جب اپنے تپتے ہوئے ہونٹ اس کی گردن کی نرم جلد پر رکھیں، تو روح کے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے اپنے کانوں میں ڈھول کی تھاپ سنائی دے رہی تھی۔ موسیٰ کا لمس جتنا معتبر تھا، اتنا ہی بے چین کر دینے والا بھی۔

"موسیٰ۔۔۔ کوئی آجائے گا"

روح نے لڑکھڑاتی آواز میں آخری بار مزاحمت کی کوشش کی، مگر اس کی آواز خود اس کے گلے میں پھنس کر رہ گئی۔ موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے آہستہ سے اپنا سر جھکایا اور اپنے لب اس کی گردن کی اس رگ پر رکھ دیے جو شدتِ جذبات سے پھڑک رہی تھی۔ روح کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور اس کے ہاتھ بے اختیار موسیٰ کے کندھوں پر جم گئے۔ اس کے بالوں کی خوشبو اور اس کے سراپے کی کشش نے سردار موسیٰ کے ضبط کے تمام بندھن توڑ دیے تھے۔

"تمہاری یہ خاموشی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہے روح" موسیٰ نے اس کی گردن پر سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز اب مزید گہری اور مخملی ہو چکی تھی۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے کہ اس روپ میں تم مجھ پر کیا قیامت ڈھا رہی ہو۔ یہ حسن یہ تیاری یہ سب ادھورق تھا جب تک میں تمہیں اس طرح نہ دیکھ لیتا۔"

روح کو محسوس ہو رہا تھا کہ سردار موسیٰ کا غصہ اب مکمل طور پر محبت کے سمندر میں بدل چکا ہے۔ موسیٰ نے اس کی گردن سے لب ہٹائے اور اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر اسے سیدھا اپنی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور کیا۔

"آج کے بعد یہ حسن، یہ سنگھار صرف میرے لیے ہو گا مجھے یہ بات بھی نہیں برداشت کی تم یوں میک کر کے کسی دُوسرے مرد کے سامنے بھی جاؤ؟"

موسیٰ نے اس کو آرڈر دیا تھا اس کے لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جس نے روح کو ڈرانے پر مجبور کر دیا روح نے لرزتی ہوئی نظروں سے موسیٰ کے جنونی چہرے کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود مالکیت کا احساس اتنا گہرا تھا کہ روح کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ موسیٰ کا لہجہ حکم نامہ تھا، جس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں تھی۔

"سمجھی ہو یا میں دوبارہ سمجھاؤں؟"

موسیٰ نے اس کے چہرے پر اپنی گرفت ذرا اور مضبوط کی، مگر اس کی آنکھوں میں غصے سے زیادہ ایک تڑپ تھی۔

"موسیٰ۔۔۔نیچے سب عورتیں ہی تو ہیں، وہاں کوئی غیر مرد نہیں ہے۔"

روح نے ہمت مجتمع کر کے صفائی دینی چاہی۔ موسیٰ کے لبوں پر ایک طنزیہ مسکراہٹ آئی۔ وہ اس کے مزید قریب ہوا، یہاں تک کہ ان کی پیشانیاں ایک دوسرے سے ٹکرا گئی۔

"عورتیں ہوں یا کوئی اور، مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا۔ میں نہیں چاہتا کہ میری روح کے اس روپ پر کسی کی بھی نظر پڑے۔ تم صرف میری ہو روح، اور تمہارا یہ روپ بھی صرف میری ملکیت ہے۔"
سردار موسیٰ جنون کے ساتھ بول رہا تھا روح نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے یہ محسوس کر لیا کہ اس مرد سے جیتنا ناممکن ہے۔ اس کی محبت میں جتنی شدت تھی، اس کی غیرت اور مالکیت کا انداز بھی اتنا ہی کڑا تھا۔ روح نے آہستہ سے اپنا سر جھکا لیا، جو کہ اس کی رضامندی کا اظہار تھا۔

"جی جیسا آپ کہیں گے۔"

اس کی دھیمی آواز موسیٰ کے دل پر اثر کر گئی کیوں کہ اس وقت وہ اس سے محبت میں حد پار کر گئی تھی اور وہ یہ نہیں جانتی تھی یہ سب اس کے ساتھ کب ہوا وہ اسے منع نہیں کر سکتی تھی۔۔ موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور اس کے ماتھے پر اپنی پیشانی ٹکا دی۔

"تمہاری یہی فرمانبرداری مجھے تمہارا اسیر بنا گئی ہے روح"

سردار موسیٰ نے اس کے پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا کر کہا اچانک ہی وہ پیچھے ہوا تھا روح جس نے آنکھیں بند کی ہوئی تھی فوراً سے اس کی طرف دیکھا اس کی انکھوں میں الجھن تھی سردار موسیٰ دور کیوں ہوا تھا؟

"ایک منٹ"

سردار موسیٰ نے یہ بات کی اور وہ ٹیبل کے پاس ایا اس نے ابٹن کی کٹوتی اٹھا لی سردار موسیٰ کے ہاتھ میں ابٹن کی کٹوری دیکھ کر روح کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ کھل اٹھی۔ وہ جو ابھی تک اس کے رعب اور جنون سے سہمی ہوئی تھی، اب خود کو اس کی محبت کے سحر میں جکڑا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ موسیٰ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا دوبارہ اس کے قریب آیا۔ اس کی نظریں اب بھی روح کے چہرے پر جمی تھیں، مگر ان میں اب سختی نہیں بلکہ ایک الگ سی مٹھاس تھی جنون تھا۔

"نیچے سب ایک دوسرے کو ابٹن لگا رہے ہیں، تو میں نے سوچا کہ تمہارے اس رنگ وروپ پر پہلا حق تو میرا ہے"

سردار موسیٰ نے سرگوشی کی اور اپنی انگلیوں پر لگا ہوا ٹھنڈا ابٹن روح کے گلابی گال پر نرمی سے مل دیا۔ روح نے بے اختیار اپنی آنکھیں موند لیں، ابٹن کی بھینی بھینی خوشبو اور موسیٰ کا لمس اسے ایک الگ ہی دنیا میں لے گیا تھا۔ موسیٰ وہیں نہیں رکا، اس نے اپنی انگلیاں روح کے دوسرے گال پر بھی پھیریں وہ اس کی بند آنکھوں کو محبت سے دیکھ رہا تھا اور پھر جھک کر اپنا رخسار روح کے اسی گال کے ساتھ رکھ دیا۔ جب موسیٰ نے اپنا گال روح کے ابٹن لگے گال سے رگڑا (Rub کیا)، تو روح کے پورے وجود میں ایک بجلی سی کوند گئی۔ یہ قربت، یہ لمس اتنا والہانہ تھا کہ کمرے کی فضا بوجھل ہونے لگی۔ موسیٰ کے چہرے کی کھردراہٹ جب روح کی ریشمی جلد سے ٹکرائی تو اس نے بے اختیار موسیٰ کے کرتے کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

"موسیٰ"

اس کے لبوں سے صرف اس کا نام ہی نکل سکا۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ تھوڑا پیچھے کیا، اس کے اپنے گال پر بھی ابٹن کے نشان لگ چکے تھے جو اس کے بارعب چہرے پر بڑے بھلے لگ رہے تھے۔ اس نے ابٹن کی کٹوری روح کے سامنے کی اور شرارت سے اسے دیکھنے لگا۔

"اب باری تمہاری ہے روحِ موسیٰ۔ کیا تم اپنے سردار کو اس رنگ میں نہیں رنگو گی؟"

اس نے بھنویں اچکا کر اسے چیلنج دیا۔ روح نے لرزتے ہاتھوں سے کٹوری تھامی اور تھوڑا سا ابٹن اپنی پوروں پر لیا۔ وہ تھوڑی ہچکچائی، لیکن موسیٰ کی حوصلہ افزا نظروں نے اسے ہمت دی۔ اس نے اپنے ننھے ہاتھ بڑھا کر موسیٰ کے چوڑے اور مضبوط جبڑوں پر ابٹن لگانا شروع کیا۔

"آپ پر یہ رنگ بہت جچ رہا ہے،"

روح نے دھیمی آواز میں کہا،اس کے ہاتھ اب بھی موسیٰ کے چہرے پر تھے اور وہ اسے اتنے قریب سے دیکھ کر پھر سے اس کے سحر میں کھونے لگی تھی۔

"صرف رنگ نہیں روح، تم بھی مجھ پر بہت جچتی ہو۔آج کے بعد، سردار موسیٰ کا ہر رنگ، ہر خوشی اور ہر سزا صرف تمہارے نام ہے۔"
موسیٰ نے اس کی کلائی پکڑ لی اور اسے اپنے ہونٹوں کے قریب لے گیا۔
روح نے مسکرا کر اسے دیکھا،اسے محسوس ہو رہا تھا کہ نیچے جاری وہ بڑا فنکشن اس چھوٹے سے کمرے میں ہونے والے اس خاموش فنکشن کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہیں"
سردار موسیٰ جو کہ اسے مسلسل دیکھ رہا تھا روح نے اس سے پوچھا۔

"میں نے خود کو پہلے ابٹن تمھارے گال سے لگایا نہ"
سردار موسیٰ نے اس سے سوال کیا روح اسے کنفیوز نظروں سے دیکھنے لگی۔۔

"تو اب جو ابٹن تم نے اپنے ہاتھوں سے میرے گال پر لگایا ہے اس سے اپنا گال رب کرو"
سردار موسیٰ کی اس نئی فرمائش پر روح اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی اس میں اتنی ہمت کہاں تھی کہ وہ ایسا کر پاتی روح نے حیرت اور شرمندگی کے ملے جلے تاثرات سے موسیٰ کو دیکھا۔اس کے گالوں کی سرخی ابٹن کے پیلے رنگ کے نیچے سے بھی صاف جھلک رہی تھی۔

"موسیٰ۔۔۔یہ۔۔۔یہ میں کیسے کر سکتی ہوں؟"

اس نے دھیمی آواز میں ہچکچاتے ہوئے کہا۔اس کا دل تو پہلے ہی بے قابو تھا، اب موسیٰ کی اس نئی ضد نے اسے مزید مشکل میں ڈال دیا تھا۔

"جیسے میں نے کیا ہے ویسے کرو"

سردار موسیٰ نے اس کی بات پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"لیکن"

روح نے کچھ کہنا چاہا لیکن سردار موسیٰ نے وہ دیا۔۔

"میں نے کہا نہ کرو تو کرو"

سردار موسیٰ نے اب کی بات ضدی لہجے میں کہا روح کچھ نہیں بولی بس خاموش ہی کھڑی رہی سردار موسیٰ نے اب کی بار اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا اور اس کی کلائی سے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ اس کے چہرے پر ایک مصنوعی سختی آ گئی تھی، جیسے وہ واقعی اس کی بات سے ناراض ہو گیا ہو۔

"ٹھیک ہے روح، میں سمجھ گیا۔ میری کہی ہوئی ہر بات تمہیں بوجھ لگتی ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ آج کی رات ہم اپنے رنگوں میں رنگیں گے، مگر شاید میں ہی تمہارے لیے اتنا اہم نہیں ہوں۔"

اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے صوفے کی طرف قدم بڑھا دیے موسیٰ کا یہ انداز روح کے لیے کسی سزا سے کم نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ موسیٰ اس سے زیادہ دیر تک ناراض نہیں رہ سکتا مگر پھر بھی وہ اسے ناراض نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ تیزی سے اس کے سامنے آئی اور اس کا راستہ روکا۔

"نہیں موسیٰ! میرا مطلب یہ نہیں تھا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کی کتنی عزت کرتی ہوں اور۔۔۔اور آپ میرے لیے کتنے اہم ہیں۔"
وہ کہتے کہتے رک گئی، اس کی نظریں نیچی تھیں۔

"ثابت کرو پھر ورنہ میں سمجھوں گا کہ یہ سب صرف باتیں ہیں اور تم مجھ سے ڈرتی ہو، محبت نہیں کرتی۔"

موسیٰ نے ایک ابرو اچکا کر اسے دیکھا روح نے ایک لمبا سانس لیا اور ہمت مجتمع کر کے موسیٰ کے قریب ہوئی۔ موسیٰ وہیں جم کر کھڑا ہو گیا، اس کی آنکھوں میں اب فاتحانہ چمک تھی۔ روح نے کانپتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ موسیٰ کے کندھوں پر رکھے اور دھیرے سے اپنے قدموں کو اوپر کیا لیکن سردار موسیٰ کا قد اسے سے لمبا تھا روح کی بس آنکھیں ہی اس کے گال تک پھنچ سکی سردار موسیٰ نے اسے کے گرد حسار بنا کر اسے اٹھا لیا تھا اس کے ایسا کرنے پر روح حیران ہو گئی تھی دل زور سے دھڑک رہا تھا وہ بلکل سردار موسیٰ کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔۔

"اب لگاؤ"

سردار موسیٰ اسے حیران دیکھ مسکرا کر بول رہا تھا روح وبس حیران تھی کہ ہوا کیا تھا۔۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہو لگاؤ"

سردار موسیٰ نے ایک بار پھر سے کہا تو روح نے اپنا گال اس کے ابٹن لگے گال کے قریب لے گئی۔ جیسے ہی ان کے رخسار ایک دوسرے سے ٹکرائے، روح کو لگا جیسے وقت تھم گیا ہو۔ اس نے بڑی نزاکت سے اپنا گال موسیٰ کے چہرے پر رگڑا، جس سے وہ ابٹن ان دونوں کے وجود کا حصہ بن گیا۔ موسیٰ نے تڑپ کر اس کی کمر سے مزید زور سے پکڑ لیا اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔

"تھینک یو جانِ موسیٰ"

سردار موسیٰ نے اسے ویسے ہی اٹھائے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی روح کا چہرہ اب بھی اس کے چہرے کے بالکل قریب تھا۔ وہ اس قدر شرما رہی تھی کہ اس نے اپنا سر اس کے گردن میں چھپالیا۔ سردار موسیٰ کے لبوں پر ایک دلکش اور فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ روح کا اس طرح اس کی گردن میں سر چھپانا اس کے اندر جذباتی تلاطم برپا کر رہا تھا۔ اس نے روح کو اپنی باہوں میں اور بھی مضبوطی سے تھام لیا، جیسے وہ اسے دنیا کی ہر نظر سے چھپالینا چاہتا ہو۔

"اب تو آپ ناراض نہیں ہیں نا؟"
روح کی دبی دبی آواز اس کے گردن سے ٹکرا کر ابھری۔

"ناراض؟ روحِ موسیٰ نے تو وہ جادو کر دیا ہے کہ اب سردار موسیٰ چاہ کر بھی ناراض نہیں ہو سکتا"

اس نے مخملی آواز میں کہااور دھیرے دھیرے قدم بڑھاتااسے بیڈ کی طرف لے جانے لگا۔روح کو جب محسوس ہوا کہ موسیٰ اسے لے کر بیڈ کی طرف بڑھ رہا ہے، تواس کے دل کی دھڑکنیں بے قابو ہونے لگیں۔اس نے موسیٰ کے کندھوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"موسیٰ۔۔۔نیچے سب انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔"
اس کی آواز میں اب بھی وہی التجا تھی، مگر اس میں اب ایک انجانی سی سپردگی بھی شامل ہو چکی تھی۔موسیٰ نے اسے نہایت نزاکت سے بیڈ کے درمیان بٹھایا، مگر اس کا ہاتھ اب بھی روح کی کمر کے گرد تھا۔وہ خود اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا،اتنے قریب کہ ان کے سانس ایک دوسرے میں پیوست ہو رہے تھے۔کمرے کی مدھم روشنی ان دونوں کے ابٹن سے سجے چہروں پر ایک عجیب سا تقدس اور حسن بکھیر رہی تھی۔

"نیچے کی دنیا کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جاؤ روح،" موسیٰ نے اس کے ماتھے پر بکھری ہوئی ایک لٹ کو ہٹاتے ہوئے کہا۔

"آج کی یہ رات، یہ خوشبو، اور یہ رنگ یہ سب صرف ہمارے لیے ہیں۔"

موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس کی ہتھیلی پر اپنے لب رکھ دیے۔ روح نے محسوس کیا کہ موسیٰ کا انداز آج پہلے سے کہیں زیادہ جذباتی اور گہرا تھا۔ وہ جو ہمیشہ حکم دیتا تھا، آج اپنی محبت کا اظہار اپنی خاموشیوں اور اپنے لمس سے کر رہا تھا۔ روح نے شرماتے ہوئے اپنی نظریں جھکا لیں، مگر وہ جانتی تھی کہ اس وقت وہ سردار موسیٰ کے جادوئی حصار میں مکمل طور پر قید ہو چکی ہے۔

اس بیڈ پر بیٹھے، اس خاموش کمرے میں، انہیں نہ نیچے کے شور کی پرواہ تھی اور نہ ہی کسی کے آنے کا ڈر سردار موسیٰ نے اب اسے دھکا دیا جس سے وہ بیڈ پر گر گئی اس کا وجود بیڈ پر اوپر نیچے ہوا تھا سردار موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی انکھوں کی خماری مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ روح کے بیڈ پر گرتے ہی اس کے ریشمی بال تکیے پر بکھر گئے، جیسے کالی گھٹائیں چھا گئی ہوں۔ سردار موسیٰ کی نظروں میں موجود تپش اب حدیں پار کر رہی تھی۔ وہ جھکا اور اپنے دونوں ہاتھ روح کے سر کے دونوں جانب جما دیے۔ روح نے بے اختیار اپنے ہونٹ بھینچ لیے، اس کا سینہ تیزی سے دھڑک رہا تھا اور

سانسوں کی آمد و رفت بے ترتیب ہو چکی تھی۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کیا، یہاں تک کہ روح کو اس کی آنکھوں میں اپنا عکس نظر آنے لگا۔ اس سے پہلے کہ روح کچھ کہہ پاتی، موسیٰ کے لب اس کے ہونٹوں پر اتر آئے۔ سردار موسیٰ اس کے ہونٹوں پر جھکا اس کی سانسوں کو الجھا رہا تھا اس کے ہونٹوں کی نمی کو اپنے اندر اتار رہا تھا موسیٰ کے لبوں کا لمس پا کر روح نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور اس کے کندھوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ موسیٰ وہیں نہیں رکا، اس نے اپنا رخ بدلا اور نہایت نزاکت سے اس کی گردن کی جانب جھکا، جہاں ابٹن کی مہک اور روح کے وجود کی اپنی خوشبو مل کر اسے دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس نے روح کے کندھے سے سرکتے ہوئے بلاؤز کو ایک طرف ہٹایا اور اپنے لب اس کے کندھے پر رکھ دیے۔ روح کے منہ سے ایک دبی دبی سسکاری نکلی۔

"موسیٰ۔۔۔"

اس کی آواز میں اب التجا تھی کیوں کہ سردار موسیٰ اب حد پار کر رہا تھا اور فل حال وہ نکاح میں تھے لیکن ان کی رخصتی نہیں ہوئی ہوئی تھی۔۔ موسیٰ نے اس کی آواز سن کر اسے ایک گہری نظر سے دیکھا اور پھر اسے اپنی باہوں کے حصار میں لیتے ہوئے اس کی پشت کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ روح کے بلاؤز کی دوریاں اس کی پوروں کے لمس سے سلجھنے لگیں۔ جیسے جیسے ایک ایک گرہ کھل رہی تھی، روح کو اپنا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

"تمہارا یہ روپ صرف میرے لیے ہے روح، صرف میرے لیے،"

موسیٰ نے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی، جس کی تپش نے روح کے پورے بدن میں سنسنی دوڑادی۔اس کے ہاتھ اب بلاؤز کی آخری ڈوری تک پہنچ چکے تھے۔کمرے میں مدھم روشنی اور باہر سے آتی ڈھولک کی آوازیں اب بہت دور محسوس ہو رہی تھیں۔اس وقت اس کمرے کی دیواروں کے اندر صرف سردار موسیٰ کا جنون تھا اور اس کی وہ "روح" جو اس کے سامنے مکمل طور پر ڈھیر ہو چکی تھی۔ابھی وہ مزید کچھ کرتے کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا کمرے کا دروازہ کھلنے پر سردار موسیٰ فوراً پیچھے ہوا تھا اس نے دروازے کی جانب دیکھا جہاں پر سید سائیں اور حویلی کے باقی افراد تھے گلناز سب سے آگے کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں کمرے کی چابیاں تھی اس نے فوراً سے بلینکٹ روح کے وجود پر ڈالا تھا سب لوگ سردار موسیٰ کو دیکھ رہے تھے سردار موسی نے روح کو مکمل طور پر کور کر دیا تھا گلناز ان

سب کو لے کر آئی تھی آج اسے موقع مل گیا تھا کہ وہ ان دنوں کو الگ کر سکے اس لیے جب اس نے روح کو کمرے میں جاتا دیکھا تو وہ سب سے پہلے کنزہ بیگم کے پاس گئی تھی۔

"مامی مجھے آپ سے بات کرنی ہے"
کنزہ بیگم کو کہ لوگوں میں مصروف تھی گلناز نے اس سے کہا۔۔

"گلناز بعد میں بات کر لیں گے ابھی میں مہمانوں میں بزی ہوں"
کنزہ بیگم اسے تھوڑا سائیڈ پر لے آئی اور بولی۔۔

"نہیں بات بہت ضروری ہے یہاں سب مصروف ہیں اور اوپر سردار موسیٰ اور اس کی بیوی رخصتی سے پہلے ہی رنگ رلیاں منہ رہے ہیں"
گلناز کی اس بات پر کنزہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا۔۔

"میں آپ کو دیکھا سکتی ہوں اپ ماموں کو کال کریں اور بلائیں سب کو"
گلناز نے کنزہ بیگم کی غصیلی نظروں پر کہا۔۔

"ابھی تماشہ نہیں کرو گلناز فنکشن ہے حویلی میں"
کنزہ بیگم غصے سے بولی۔۔

"اگر آپ نہیں بولیں گی تو میں خود کر لوں گی"

گلناز نے غصے سے کہا تو مجبوراً کنزہ بیگم کو ساجد نقوی کو کال کرنے پڑی اور کہا کہ وہ سب کو لے کر سردار موسیٰ کے کمرے کی طرف آئے اور یہ بھی کہا کہ مہمانوں کو رخصت کر دیں ان کی بات پر وہ حیران ہوئے تھے لیکن بات مان لی تھی عورتوں والی سائیڈ پر بھی انھوں نے سب کو رخصت ہونے کا کہا تھا اور یہ کہا گیا کہ فنکشن بس ابٹن کی رسم کے لیے ہی تھا۔اب وہ سب لوگ یہاں موجود تھے۔۔

"یہ سب کیا ہے سردار موسیٰ"

سید سائیں کا لہجہ بہت سنجیدہ اور غصیلا تھا۔

"دادا جان وہ۔"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ سید سائیں نے اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا تھا۔

"یہ سب کیا ہے سردار موسیٰ"

سید سائیں کا لہجہ بہت سنجیدہ اور غصیلا تھا۔

"دادا جان وہ۔"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ سید سائیں نے اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا تھا۔ سردار موسیٰ کے چہرے پر پڑنے والے اس زوردار تھپڑ کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی تھی۔ روح، جو بلینکٹ کے اندر خود کو چھپائے سسکیاں بھر رہی تھی، اس گونج پر دہل کر رہ گئی۔ موسیٰ کا سر ایک طرف جھک گیا، اس کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی تھی مگر اس نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نہیں نکالا۔

"خاموش رہو موسیٰ! تم نے آج اس خاندان کی غیرت اور میری دستار کو نیلام کر دیا ہے"

سید سائیں کی آواز غصے سے تھر تھرا رہی تھی۔

"کیا یہی تربیت دی تھی میں نے تمہیں؟ کیا رخصتی سے پہلے نکاح کے تقدس کا یہ مذاق اڑانا تھا؟"

گلناز کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ تھی، وہ فاتحانہ نظروں سے روح کی جانب دیکھ رہی تھی جس کا وجود شرمندگی اور خوف سے لرز رہا تھا۔

آیت بیگم کی آنکھوں میں آنسوں تھے، وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ ان کا لاڈلا بیٹا یوں سب کے سامنے ذلیل ہو گا۔

"کیا یہی سب کرنے کے لیے تم نے نکاح کیا تھا بولو موسیٰ"

سید سائیں اسے خاموش دیکھ کر سوال کر رہے تھے جبکہ وہ بس اپنے دادا جان کو دیکھ رہا تھا جسے ان پر بس اتنا یقین تھا۔۔

"اس لڑکی کو آپ نے میرے نام میرے سپرد کیا ہے نہ"
سردار موسیٰ نے ہمت کر کے ان سے سوال کیا تھا جبکہ سب لوگ ان کو ہی دیکھ رہے تھے۔۔

"ہاں کیا تھا لیکن اس لیے نہیں کہ تم یہ سب کرتے پھرو"
سید سائیں نے غصے سے کہا ان کی آواز کی دھاڑ پر سب لوگ ہی انھیں دیکھ رہے تھے۔۔

"میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے سید سائیں روح میری بیوی ہے اپنے حدود میں اچھے سے جانتا ہوں ورنہ تقریباً آدھا سال ہونے والا ہے ہمارے نکاح کو آج تک ایسا کچھ ہوا ہے"

سردار موسیٰ اب ان کو دیکھ کر سوال کر رہا تھا۔۔

"آپ کو لگتا ہے آپ کی تربیت میں کھوٹ ہے سید سائیں آج تک نہ اپ نے دیکھا نہ سنا کہ سردار موسی نے کسی کی عزت کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا اور روح اتنے سالوں سے اس حویلی میں ہے پہلے ایسا کچھ کیوں نہیں ہوا اب آپ نے خود اسے میرے حوالے کیا ہے نکاح میں دے کر میں نے کچھ بھی ایسا نہیں کیا سید سائیں جس سے آپ میرے یا میری بیوی کے کردار پر بات کریں میں نے بس چھوٹا سا سرپرائز رکھا تھا اپنی بیوی کے لیے یہ دیکھیں ابٹن لگائی تھی بس ایک دوسرے کو اور اگر اسلام میں دیکھا جائے تو نکاح ہی کافی ہوتا ہے لیکن میں تو اپنے حدودوں میں ہوں۔ حلانکہ میری بیوی سراپہ حسن بن کر میرے سامنے تھی"

سردار موسیٰ بہت تحمل سے کہہ رہا تھا سب لوگ ہی اسے دیکھ رہے تھے ہر کسی کی سانس روک گئی تھی اس کے اس جواب پر روح تو بس روئے جا رہی تھی سردار موسیٰ کی اس جرات مندانہ اور مدلل گفتگو نے کمرے میں موجود ہر فرد کو سکتے میں ڈال دیا تھا۔ سید سائیں، جواب تک غصے سے بھرے ہوئے تھے، ان کے چہرے پر بھی موسیٰ کے الفاظ نے سوچ کی لہریں بکھیر دی تھیں۔ موسیٰ کا لہجہ نہ تو باغیانہ تھا اور نہ ہی گستاخانہ، بلکہ اس میں ایک شوہر کا مان تھا جو اپنی بیوی کی حفاظت کر رہا تھا۔ سید سائیں نے ایک نظر موسیٰ کے سرخ ہوتے رخسار پر ڈالی جہاں ان کے تھپڑ کا نشان ابھر آیا تھا۔ موسیٰ کی بات میں وزن تھا، مگر حویلی کے تقدس اور رواج کی جڑیں بہت گہری تھی۔

"نکاح کے رشتے سے ہم انکار نہیں کرتے موسیٰ"

سید سائیں کا لہجہ اب کچھ دھیما ہوا تھا مگر سختی اب بھی برقرار تھی۔

"مگر اس حویلی کے کچھ رواج ہیں، کچھ پردے ہیں۔ رخصتی سے پہلے اس طرح کا قرب چاہے وہ ابٹن لگانے کی حد تک ہی کیوں نہ ہو، خاندان کے بڑوں کی نظر میں بے حیائی کے زمرے میں آتا ہے۔"
سید سائیں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"لیکن سید سائیں، اگر ہم آج نہ آتے تو کیا پتا یہ ابٹن سے بات آگے نہ بڑھ جاتی؟ دیکھیں تو سہی روح کا کیا حال ہے، اور پھر جب ہم آئے۔"
وہ بول رہی تھی جب سردار موسیٰ کی نظروں سے اسے خوف محسوس ہوا سردار موسیٰ کی نظریں بجلی کی سی تیزی سے گلناز پر پڑی تھی۔۔

"اپنی زبان کو لگام دو گلناز! میری بیوی نے کیا پہنا ہے اور وہ کس حال میں ہے اس سے تمہارا کوئی لینا دینا نہیں ہے"

سردار موسیٰ کی گرجدار آواز کمرے میں گونجی تھی سب لوگ ہی سہم گئے تھے گلناز خود کچھ قدم پیچھے ہوئی۔

"اپنے گناہ کو چھپانے کے لیے میری بیٹی پر کیوں گرج رہے ہو موسیٰ"
نادیہ بیگم نے ناگواری سے بات کی تھی۔۔

"کوئی کچھ نہیں بولے گا سب خاموش رہیں"
سردار موسیٰ نے سب کو ہاتھ کے اشارے سے خاموش ہونے کا کہا تھا۔

"تائی امی آپ کہہ رہی ہیں یہ آپ سب کو لے کر آئی ہے نہ"
سردار موسیٰ نے کنزہ بیگم سے پوچھا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"تم ذرا کوئی اس سے بھی پوچھے اس نے ہم پر نظر کیوں رکھی ہوئی تھی؟"

سردار موسیٰ کی بات پر عدنان کے ماتھے پر بھی بل آئے تھے وہ لڑکی اس کی بہن تھی لیکن اج جو اس نے کیا تھا اس کے بعد سردار موسیٰ اس کا کیا حال کرتا ہے وہ بھی نہیں جانتا تھا۔

"خاموش کیوں ہیں سید سائیں پوچھیں نہ اپنی نواسی سے"

سردار موسیٰ کی انکھوں میں آج سید سائیں کے لیے وہ پیار اور خلوص نہیں تھا جو پر بار ہوتا تھا اور اس کا اظہار وہ انھیں سید سائیں بلا کر کر بھی رہا تھا۔

"جواب دو گلناز"

سید سائیں نے بھی اب تیخی نظر گلناز پر ڈالی تھی۔۔

"یہ کیا جواب دے گی میں اپ کو بتاتا ہوں کیوں کہ یہ ایک ایسے شخص سے محبت کرتی ہے جس کا نکاح ہو چکا ہے لیکن پھر بھی اسے حاصل کرنے کے یہ خواب دیکھ رہی ہے میری بات پر اپ کو یقین نہیں ہے تو ماں سائیں چابی سائیں تائی امی پھوپھو یہاں تک کہ اس حویلی کی ہر عورت اس بات سے واقف ہے اور اس نے صاف لفظوں میں یہ بات روح سے بھی کی ہوئی ہے اور ہمیں بدنام کرنے کا اس کا یہی مقصد ہے"

سردار موسیٰ بولنے پر آیا تو وہ بولتا گیا اس وقت اسے اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی اگر پرواہ تھی تو بس اپنی بیوی کی عزت کی تھی روح نے بلینکٹ میں ہے اپنے ڈریس کو صحیح کر لیا تھا بس دوپٹہ نہیں تھا اس کے پاس۔۔

"کیا یہ بات سچ ہے"

سید سائیں کی انکھوں میں غصہ تھااور وہ غصے سے گلناز کو دیکھ رہے تھے گلناز کچھ نہیں بولی تھی اس نے نظریں جھکالی باقی ساری خواتین بھی خاموش رہی۔۔

"اس کی خاموشی ہی اس کی ہاں ہے سید سائیں"
سردار موسیٰ نے ان کی طرف دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔۔

"اور آپ لوگوں نے کیا دیکھا ہاں بولیں نہ یہی کہ میری بیوی بیڈ پر تھی اور میں اس کے اوپر تھا یہی دیکھا نہ"
سردار موسیٰ کی بات پر سب لوگ ہی خاموش تھے کسی کے پاس بھی کوئی جواب نہیں تھا۔۔

"پہلی بات تو میں اپ میں سے کسی کو کوئی صفائی نہیں دینا چاہتا لیکن اپنی بیوی کی عزت کی وجہ سے بول رہا ہوں میری بیوی اسی ڈریس میں ہے جس میں تھی اور اسے یوں مکمل طرح سے حجاب کرنا میں نے سیکھایا ہے اور اسے بغیر حجاب کے بھی بس میں دیکھ سکتا ہوں تو بس وہ بغیر حجاب کے میرے سامنے تھی اور سید سائیں میں بس اتنا کہوں گا ہمارا نکاح ہو چکا ہے اور اپنی بیوی پر مجھے مکمل طور پر حق ہے اس کے ساتھ تھوڑا ٹائم گزار لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے اور رہی بات جو آپ سب سوچ رہے ہیں تعلقات کی تو ابھی میں اپنا اور اپنی بیوی کو میڈیکل رپورٹ کروا کے بھی آپ کو دیکھا سکتا ہوں سردار موسیٰ اپنے جذباتوں پر قابو رکھنا جانتا ہے جبر کر کام ہے جتنی خوبصورت کم سن اور سراپہ حسن آپ کی پوتی ہے لیکن پھر بھی ہر بار ایک ہی چھت کے نیچے ہوتے ہوئے صرف اس وجہ سے کہ میرے بڑوں نے اسے رخصت کر کے میرے حوالے نہیں کیا میں کچھ بھی نہیں کر سکتا یہ ساری باتیں میں مجبوراً کر رہا ہوں کیوں کہ میری بیوی کا کردار

پاک ہے سید سائیں اور میرا بھی اس سے پہلے بھی روح کا کردار صاف تھا یہ بات صرف میں نہیں کہہ رہا اس کا بھائی بھی کہے گا کیوں کہ آج تک ہم دونوں سے زیادہ روح کو کوئی سمجھ نہیں سکا"

سردار موسیٰ نے ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا جو کہ مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہا تھا اسے اپنے جگری یار اور اپنی بہن پر پورا یقین تھا۔ سردار موسیٰ کی ان بے باک اور سچی باتوں نے کمرے میں موجود ہر شخص کی زبان پر تالے لگا دیے تھے۔ ہاشم نے آگے بڑھ کر موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی آنکھوں میں اپنے یار کے لیے یقین تھا۔

"سید سائیں! موسیٰ ٹھیک کہہ رہا ہے مجھے اپنی بہن پر اور اپنے بھائی جیسے دوست پر پورا بھروسہ ہے۔ جو الزام لگایا گیا ہے، وہ محض ایک گھٹیا سازش ہے تاکہ ایک پاک رشتے کو داغدار کیا جا سکے۔"

ہاشم نے سنجیدگی سے کہا۔ سید سائیں، وہ بس خاموش کھڑے تھے سردار موسی کی لاکھ دلائل لیکن یہ سب صحیح نہیں تھا ان کی نظر میں، موسیٰ کا ایک ایک لفظ سچائی کی گواہی دے رہا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ گلناز کا چہرہ خوف اور ذلت سے زرد پڑ چکا تھا۔ وہ لڑکی جو دوسروں کو رسوا کرنے آئی تھی، خود اپنی ہی نظروں میں گر چکی تھی۔ سید سائیں نے ایک لمبا سانس لیا اور موسیٰ کے قریب آئے۔ ان کا وہ ہاتھ، جس نے ابھی کچھ دیر پہلے موسیٰ کو تھپڑ مارا تھا، اب لرز رہا تھا۔

"موسیٰ۔ میں نے اپنے خاندان کی روایت کے خوف میں اپنے سب سے قیمتی وارث پر شک کیا۔ مجھے معاف کر دو بیٹا۔"

ان کی آواز میں اب وہ رعب نہیں تھا، صرف ایک پشیمانی تھی۔۔

"لیکن ہماری نظر میں یہ سب اب بھی ٹھیک نہیں ہے ہم نے بھی غلط کیا اس کی معافی ہم تم سے مانگ رہے ہیں لیکن تم اب روح سے دور رہو گے جب تک تم دونوں کی رخصتی نہیں ہو جاتی تب تک تمہارا حویلی میں ایک دُوسرے سے بات کرنا بھی بند ہے"

سید سائیں نے اپنا فیصلہ سنایا تھا جو چیز ان کے روایات کے خلاف تھی وہ خلاف تھی حویلی کے کچھ قوانین تھے جن کا سب نے پاس رکھنا تھا سید سائیں نے اب اپنا رخ گلناز کی طرف کیا۔

"اور تم گلناز! تم نے نہ صرف روح کے کردار پر کیچڑ اچھالا بلکہ اس حویلی کے تقدس کو اپنے مفاد کے لیے استعمال کیا۔ آج کے بعد اگر تم نے روح یا موسیٰ کی طرف میلی آنکھ سے بھی دیکھا، تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میری نواسی ہو۔ ابھی اپنے کمرے میں جاؤ اور شادی ہونے کے بعد تم اپنی حویلی عدنان کے ساتھ ہی جاؤ گی"

نادیہ بیگم نے اپنی بیٹی کو بازو سے پکڑا اور غصے میں وہاں سے لے گئیں، جبکہ باقی لوگ بھی آہستہ آہستہ کمرے سے نکلنے لگے۔ کمرہ اب خالی ہونے لگا تھا، سید سائیں بھی وہاں سے جا چکے تھے۔

"موسیٰ ہمیں تم سے ایسی کوئی امید نہیں تھی"
ریاست نقوی بھی یہ کہہ کر جا چکے تھے۔

"عافیہ آج کے بعد روح کا خیال رکھنا وہ موسیٰ کے ساتھ نظر نہ آئے"
احمد نقوی یہ بات اپنی بیوی سے کہہ کر وہاں سے جا چکے تھے جبکہ اس بات پر روح کے دل پر کھنجر لگا تھا ایک بار پھر سب اس سے دور ہو گئے تھے کسی نے بھی ان کو نہیں سمجھا تھا۔ ساجد نقوی کچھ کہے بغیر ہی چلے گئے۔۔

"ماہا بچے اس کے کمرے سے کوئی شال لے کر آو"

عافیہ بیگم نے روح کے کمرے سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلاتی کوئی وہاں سے شال لینے چلی گئی۔۔

"موسیٰ"

آیت بیگم سردار موسی کو کشمکش اور الجھن میں دیکھ کر ان کے پاس ائی تھی اور اپنے سینے سے لگا لیا تھا اسے۔۔

"مجھے اپنے بیٹے اور اپنی بہو دونوں پر پورا یقین ہے"

آیت بیگم نے اس کے ماتھے پر پوسا دیا تو سردار موسیٰ نے ایک بار پھر انھیں گلے سے لگا لیا وہ ان کے ساتھ لگ کر اپنے درد کو شاید بانٹنے کی کوشش کر رہا تھا اس کی نظریں روح پر ہی تھی جو کہ اب بھی بلینکٹ میں دبکی بیٹھی تھی آیت بیگم نے جب اسے اپنے ممتا بھرے حصار میں لیا، تو سردار موسیٰ کی آنکھوں کی سرخی مزید گہری ہو گئی۔ یہ اس کی ماں کا وہ یقین تھا جس نے اس کے بکھرتے ہوئے ضبط کو سہارا دیا تھا۔ موسیٰ نے دھیرے سے خود کو الگ کیا اسی دوران ماہا ایک سفید چادر لے کر کمرے میں آئی۔ اس کی اپنی آنکھوں میں بھی نمی تھی، وہ روح کے قریب آئی اس نے روح کو بادی دی جس سے اس نے مکمل طور پر خود کو ڈھانپ دیا۔

"اٹھو اپنے کمرے میں چلو"

عافیہ بیگم اس کے پاس آئی۔۔

"عافیہ یہ کیسے بات کر رہی ہو بچی ہے وہ"
کنزہ بیگم نے غصے سے کہا تو عافیہ بیگم کچھ نہ بولی۔۔

"اس سے پہلے بھی آپ ماں کا فرض بھول گئی تھی نہ ماں سائیں اب بھی بھول جائیں لیکن میری بہن کو ان نظروں سے نہ دیکھیں میں خود اس کی حفاظت کر سکتا ہوں"
ہاشم کی اواز اب کمرے میں گونجی عافیہ بیگم نے اسے دیکھا اور بغیر کچھ بھی کہے وہ کمرے سے چلی گئی۔۔

"ماہا بیٹا آپ کو آرام کی ضرورت ہے چلیں"
ماہنور بیگم نے ماہا سے کہا یحییٰ کی نظریں بھی اس پر گئی۔۔

"مجھے روح کے پاس رہنا ہے ماما"

ماہا نے معصومیت سے کہا تھا۔۔

"بچے آپ کی اپنی حالت نہیں صحیح آپ آرام کریں جائیں"
موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے محبت سے کہا تو وہ ہاں میں سر ہلا گئی
ماہنور بیگم اسے اپنے ساتھ لے گئی ساتھ میں مصطفیٰ نقوی بھی چلے گئے۔

"نور بیٹا تم بھی تھک گئی ہو گی کمرے میں جاؤ چینج کرو اور آرام کرو"
آیت بیگم نے نور کی طرف دیکھ کر کہا جو کہ خاموش کھڑی تھی۔

"نہیں امی میں ٹھیک ہوں اپ جائیں آرام کریں"
نور نے ان کے پاس آکر کہا تھا۔۔

"نہیں بچے تم سب جاؤ روح کے پاس ہم ہیں"

کنزہ بیگم مسکرا کر بولی وہ روح کے پاس ائی اور انھوں نے روح کو تھام لیا روح ان کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئ تھی سردار موسیٰ بس اسے دیکھ رہا تھا جبکہ روح نے ایک بار بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔

"ہم پھر بھی آپ کے ساتھ ہوں گیں"

حفصہ نے بھی کہا کیوں کہ روح نے اس کا بہت ساتھ دیا تھا وہ اسے یوں اکیلا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ کنزہ بیگم اور آیت بیگم روح کو لے گئی تھی اس کے پیچھے ہی باقی ساری لڑکیاں بھی چلی گئی اب کمرے میں بس سردار موسیٰ ہاشم عدنان یحییٰ اور حنان رہ گئے تھے۔ کمرے میں موجود بھاری خاموشی اب ٹوٹنے لگی تھی۔ سردار موسیٰ ابھی تک اسی جگہ بت بنا کھڑا تھا جہاں کچھ دیر پہلے زندگی کے خوبصورت ترین لمحات اچانک بدترین ڈراؤنے خواب میں بدل گئے تھے۔اس کے رخسار پر پڑنے والا تھپڑ اتنا تکلیف دہ نہیں تھا جتنی وہ نظریں تھیں جو روح پر اٹھائی گئی تھیں۔ہاشم نے آگے بڑھ کر موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔اس کا لمس ایک یقین دہانی تھی کہ وہ اس طوفان میں تنہا نہیں ہے۔

"موسیٰ! ہم جانتے ہیں کہ تم پر کیا گزر رہی ہے۔ لیکن حوصلہ رکھو، آج تم نے جس طرح تم سید سائیں کے سامنے بولے ہو، اس نے سب لوگوں کے منہ بند کر دیے ہیں۔" ہاشم کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا۔ موسیٰ نے ایک سرد آہ بھری اور اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"بات منہ بند کرنے کی نہیں ہے ہاشم، بات اس اذیت کی ہے جو روح کو سہنی پڑی۔ اس معصوم کا کیا قصور تھا؟ اسے تو میں نے بلایا تھا، اس تماشے کا ذمہ دار میں ہوں اور سزا اسے ملی۔"

سردار موسیٰ کو اپنی کوئی پرواہ نہ تھی اگر پرواہ تھی تو بس روح کی تھی۔۔

عدنان، جواب تک شرمندگی سے سر جھکائے کھڑا تھا، دھیرے سے آگے بڑھا۔ گلناز اس کی سگی بہن تھی اور آج جو کچھ ہوا تھا اس نے عدنان کو کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

"موسیٰ۔۔۔میں۔۔۔میں نہیں جانتا کہ میں تم سے کس منہ سے معافی مانگوں۔ گلناز نے جو کیا وہ ناقابلِ معافی ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری بہن کے اندر اتنا زہر بھرا ہوا ہے۔"

عدنان کی آواز بھرا گئی تھی۔ موسیٰ نے مڑ کر عدنان کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ تو تھا مگر عدنان کے لیے ملامت نہیں تھی۔

"عدنان، تم جانتے ہو میں انسان کے گناہ کی سزا اس کے خون کو نہیں دیتا۔ گلناز نے جو کیا، اس کا حساب میں اس سے خود لوں گا، تم اس میں شرمندہ مت ہو۔"

سردار موسیٰ کی آواز میں سختی تھی اور وہ غصے سے بولا تھا۔

"اللہ سب بہتر کرے گا"

یحییٰ نے بھی اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا حنان خاموش کھڑا تھا کمرے میں مکمل طور پر خاموشی تھی اور یہ خاموشی کیا طوفان لاتی ہے کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔۔



رات کا آخری پہر تھا اور وہ چار لوگ تھے جو کہ اندھیرے میں چل رہے تھے ان کے پاس 3 گھنٹے تھے اپنا کام کرنے کے لیے اس کے بعد ویسے صبح ہو جانی تھی وہ جنگلوں کے بیچوں بیچ گزر رہے تھے ایک بلیک مامبا دوسرا سید عدنان نقوی تیسرا سید یحییٰ نقوی اور چوتھا HN اس وقت وہ اپنی منزل کی طرف تھے اج شہنشاہ کے اس غلیظ کام کے ایک اڈے کو انھوں نے تباہ کرنا ہی تھا اس وقت تو صرف اور صرف جنگل تھا جنگل کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔۔

"تم دونوں کو اچھے سے یاد ہے کچھ فاصلے پر یہاں بستی ہے"

بلیک مامبا نے عدنان اور یحییٰ کی طرف دیکھا ان دونوں کو ہی اس نے یہ کام دیا تھا اس کی بات پر ان دونوں نے ہاں میں سر ہلایا وہ اچھے سے محاصرہ کر کے آئے تھے اس جگہ کا کچھ دیر چلنے کے بعد آگ نظر آئی تھی اور وہاں پر چھوٹے چھوٹے گھر تھے ان چھوٹے گھروں کے سب سے آخر والی جگہ ایک محل تھا جو کہ دور سے ہی نظر آ رہا تھا اور ان لوگوں نے وہاں جانا تھا۔۔ رات کا سناٹا اور جنگل کی خوفناک خاموشی ان چاروں کے قدموں تلے کچلی جا رہی تھی۔ بلیک مامبا کی آنکھوں میں اس وقت وحشت تھی اور یہ وحشت بتا رہی تھی کہ آج کوئی بھی نہیں بچے گا۔

جیسے ہی وہ اس بستی کے آخری سرے پر پہنچے، وہ عالیشان محل کسی قدیم دیو کی طرح ان کے سامنے سر اٹھائے کھڑا تھا۔ یہاں پہرے داری حویلی سے کہیں زیادہ سخت تھی۔

"عدنان آفیسرز کو آرڈر دو مکمل طور پر جگہ کو گھیر لیں"

بلیک مامبا نے کچھ سوچ کر کہا تو اس کے حکم کے مطابق عدنان کمانڈ کر چکا تھا۔۔

"جیسے تم دونوں نے بتایا پچھلے سائیڈ کوئی پہرہ نہیں ہے دو لوگ ہیں ان کو ہاتھ سے مار کر گولی کا استعمال نہ ہو وہاں سے تم تینوں اندر جاؤ گے میں سامنے سے جاؤں گا"

بلیک مامبا نے ان تینوں کو دیکھ کر کہا تو اس کی بات پر ان تینوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ بلیک مامبا چلتا ہوں بغیر کسی خوف کے سامنے والے دروازے پر آیا تھا وہاں پر دو آدمی کھڑے تھے۔۔۔

"کیا چاہیے"

اس آدمی نے بلیک مامبا کو دیکھا جو کہ حسن میں دیوتا تھا کالی بھوری آنکھیں سرخ و سفید رنگت کالے بال اس کی خوبصورتی کو مزید بڑھا رہے تھے۔۔

"لڑکی"

بلیک مامبا نے گھٹیا مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا اس کی بات پر اس آدمی نے بلیک مامبا کو اندر جانے دیا تھا بلیک مامبا کے لبوں پر پھیلی وہ مسکراہٹ کسی شکاری کی اس آخری چال کی طرح تھی جو شکار کو موت کے پھندے تک لے جاتی ہے۔ وہ آدمی جسے بلیک مامبا کی خوبصورتی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا، یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ جس "دیوتہ" کو اندر جانے کا راستہ دے رہا ہے، وہ اصل میں ان سب کے لیے عزرائیل ثابت ہو گا۔ جیسے ہی بلیک مامبا نے محل کی دہلیز پار کی، اس کے حواس ایک دم بیدار ہو گئے۔ اندر کا ماحول غلاظت اور گناہ کی داستانیں سنا رہا تھا۔ چاروں طرف نشے میں دھت لوگ اور شہنشاہ کے کارندے موجود تھے۔ بلیک مامبا نے اپنی جیکٹ کے اندر چھپی گن پر ہاتھ رکھا، مگر اس کا ارادہ ابھی گولی چلانے کا نہیں تھا۔ اسے اس اڈے کے مرکز تک پہنچنا تھا جہاں شہنشاہ کا خاص کارندہ جو کہ یہ سب کروا

رہا تھا وہ موجود تھا۔ دوسری طرف، پچھلے راستے سے عدنان، یحییٰ اور حنان سائے کی طرح داخل ہو چکے تھے۔ انھوں نے بغیر کسی آواز کے ان دو گارڈز کو ٹھکانے لگا دیا تھا جو وہاں پہرہ دے رہے تھے۔

"HN، تم میرے ساتھ رہو اور یحییٰ، تم سی سی ٹی وی روم کی طرف جاؤ، ہمیں اس آپریشن کی ایک سیکنڈ کی فوٹیج بھی نہیں چاہیے،"
عدنان نے وائرلیس پر دبی آواز میں کمانڈ دی اور خود حنان کے ساتھ اسلحہ خانے کی طرف بڑھ گیا۔ بلیک مامبا اب محل کے مرکزی ہال میں تھا جہاں ایک آدمی اپنے چند خاص آدمیوں کے ساتھ بیٹھا کسی ڈیل پر بحث کر رہا تھا۔
اس نے بلیک مامبا کو دیکھا جو کہ ان کی طرف آ رہا تھا۔۔

"ہاں بول کون ہے تو اور کیا چاہیے"

اس آدمی جس کا نام حماد تھا وہ بلیک مامبا کے پاس آ کر بولا تھا۔۔

"امیر زادہ ہوں اور ایک لڑکی چاہیے کم سن"

اس نے ان لوگوں کے غلیظ ٹون میں ہی بات کی تھی تاکہ کسی کو پتہ نہ لگ سکے۔۔ بلیک مامبا کی آواز میں وہ مخصوص کھنک تھی جو کسی کو بھی دھوکے میں ڈالنے کے لیے کافی تھی۔ حماد نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، مہنگے جوتے، کالی جیکٹ اور پر اعتماد لہجہ؛ اسے لگا کہ کوئی بڑا شکار ہاتھ لگا ہے۔

"لڑکی مل جائے گی صاحب، یہاں ہر طرح کا سامان دستیاب ہے، بس جیب گرم ہونی چاہیے۔"

حماد نے دانت نکال کر ایک غلیظ ہنسی ہنسی۔ بلیک مامبا نے ایک گہرا سانس لیا، اس کی آنکھوں میں وحشت کا وہ طوفان تھا جسے وہ بڑی مشکل سے قابو کیے ہوئے تھا۔

"سامان دیکھنا پڑے گا، مجھے عام چیزیں پسند نہیں ہیں۔"

بلیک مامبا نے ایک بار پھر کہا حماد نے اسے ایک تنگ راہداری کی طرف اشارہ کیا جہاں سے چیخنے اور رونے کی دبی دبی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھے، بلیک مامبا کا خون کھولنے لگا۔ وہاں موجود چھوٹے چھوٹے کمرے کسی قید خانے سے کم نہیں تھے جہاں انسانیت نیلام ہو رہی تھی۔

یحییٰ راہداریوں سے ہوتا ہوا اپنے مخصوص کمرے میں آیا تھا محل کا نقشہ وہ نقال چکے تھے اس لیے یہ سب ان کے لیے آسان تھا اس نے کمرے کا دروازہ کھولا وہاں پہلے ہی ایک آدمی موجود تھا اس آدمی نے بھی یحییٰ کو دیکھا اسے دیکھ کر وہ محتاط ہو گیا کیوں کہ زیادہ تر اس سائیڈ کوئی اتا نہیں تھا یحییٰ نے اس آدمی کے چہرے پر ابھرنے والی حیرت اور شک کو بھانپ لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ آدمی اپنی گن کی طرف ہاتھ بڑھاتا یا شور مچاتا، یحییٰ نے بجلی کی سی تیزی دکھائی۔ اس نے ایک ہی جست میں اس کا منہ دبوچا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر موجود ایک خاص رگ کو دبایا۔ وہ آدمی چند سیکنڈز مزاحمت کرنے کے بعد بے ہوش ہو کر یحییٰ کے بازوؤں میں جھول گیا۔ یحییٰ نے اسے خاموشی سے ایک طرف لٹایا اور تیزی سے اس مین کمپیوٹر کی طرف بڑھا جو اس کمرے کے وسط میں موجود تھا۔ یہ محل کا "ڈیجیٹل کنٹرول روم" تھا جہاں سے پورے علاقے کی نگرانی کی جاتی تھی۔ یحییٰ نے اپنے بیگ سے ایک ہائی ٹیک "انٹرژن ڈیوائس" نکالی

اور اسے سرور کے یو ایس بی پورٹ میں لگا دیا۔ اس کی انگلیوں نے کی بورڈ پر رقص کرنا شروع کر دیا۔ اس کی نظریں سکرین پر چلنے والے کوڈز پر جمی تھیں۔

"سیکیورٹی فائر وال تھوڑی مضبوط ہے، لیکن ناقابلِ تسخیر نہیں،" اس نے زیرِ لب کہا۔ اس نے 'بروٹ فورس' کمانڈ کے ذریعے سسٹم میں نقب لگائی۔ چند لمحوں بعد سکرین کا رنگ تبدیل ہوا اور محل کے تمام سیکیورٹی کیمروں کی فیڈ اس کے سامنے تھی۔

"مامبا! میں اندر ہوں"

یحییٰ نے اپنے کان میں لگے بلوٹوتھ کے ذریعے پیغام دیا۔ "میں کیمروں کو لوپ (Loop) پر ڈال رہا ہوں۔ اگلے ایک گھنٹے تک گارڈز کو مانیٹر پر سب کچھ نارمل نظر آئے گا"

اس نے ایک سافٹ ویئر رن کیا جس نے پچھلے منٹوں کی ریکارڈنگ کو لائیو فیڈ کی جگہ چلا دیا۔ اب مانیٹرنگ روم میں بیٹھے گارڈز کو وہی پرانا سکون نظر آ رہا تھا۔ وہاں مانیٹر پر شہنشاہ کے آدمی موجود تھے جو کمرا زدیکھتے تھے اور ایک میں سسٹم روم تھا جہاں سے یحییٰ نے سب ہیک کر لیا تھا اب ایک گھنٹے کے لیے وہی دیکھے گا جو وہ لوگ دیکھائیں گیں اور کسی کو شک بھی نہیں ہو گا۔

یحییٰ کا اصل مقصد صرف کیمرے بند کرنا نہیں تھا۔ اس نے ایک اور ونڈو کھولی اور محل کے "انکرپٹڈ ڈیٹا بیس" میں داخل ہوا۔ یہاں شہنشاہ کے کچھ سیاہ کارنامے دفن تھے جن کی تلاش میں وہ لوگ تھے۔

"لڑکیوں کی سپلائی لسٹ۔۔۔ غیر قانونی اسلحے کی رسیدیں۔؟"

اس نے فوراً وہ تمام ڈیٹا اپنی ہارڈ ڈرائیو میں کاپی کرنا شروع کیا۔ فائلز کا سائز بڑا تھا اور فیصد کی پٹی رینگ رینگ کر آگے بڑھ رہی تھی۔

"80%...85%... جلدی کرو"

وہ بے چینی سے بڑبڑایا۔ باہر راہداری میں بوٹوں کی آواز سنائی دی تھی۔ کوئی اس کمرے کی طرف آرہا تھا۔یحییٰ نے ایک ہاتھ اپنی گن پر رکھا اور دوسرا کی بورڈ پر۔ جیسے ہی ڈیٹا 100% ہوا، اس نے آخری وار کیا" سسٹم شٹ ڈاؤن "یحییٰ نے اپنی ڈیوائس کھینچی، ہارڈ ڈرائیو جیب میں محفوظ کی اور کمرے کی کھڑکی کی طرف لپکا۔اب اسے اس موت کے کنویں سے باہر نکلنا تھا، کیونکہ اب اصل جنگ شروع ہونے والی تھی۔

💗💗

بلیک مامبا حماد کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا وہ اس کے پیچھے چلتے ہوئے ہر چیز پر نظر رکھ رہا تھا۔۔

" کیسی لڑکی چاہیے صاحب 25 سے زیادہ عمر ہو 20 میں ہو"
ابھی حماد بات مکمل کرتا کہ بلیک مامبا بولا۔۔

"سب سے کم عمر لڑکی مطلب اس لڑکی کی عمر کیا ہے جو سب سے کم عمر ہے"

بلیک مامبا نے ناچاہتے ہوئے بھی اس سے سوال کیا۔۔

"سب سے کم عمر ویسے تو 65 سال کی بچیاں ہیں لیکن جوان لڑکیاں 10 سال سے شروع ہیں"

حماد نے آگے چلتے ہوئے کہا اس کی بات پر بلیک مامبا حیران ہوا اتنی چھوٹی بچی۔۔

"اتنی چھوٹی بچی؟"

بلیک مامبا نے ناچاہتے ہوئے بھی یہ پوچھ لیا۔۔

"ہاں انجکشن دی جاتی ہیں لڑکیوں کو جس سے وہ جلدی گرو کرتی ہیں ان کے وجود کے حصے جلدی بڑے ہوتے ہیں اور ان کا وجود توڑتے ہوئے اتنا ہی مزہ آتا ہے"

اس کی اس بقواض پر بلیک مامبا کا دل کیا اس شخص کی جان نکال لے وہ جن راہداریوں سے گزر رہے تھے اس رونے کی چیخنے کی آوازیں آرہی تھی لیکن فلحال ہو لڑکیوں کی تعداد دیکھنا چاہتا تھا۔

"ویسے صاحب آپ نے بتایا نہیں کتنے عمر کی لڑکی چاہیے"

حماد نے اسکی طرف مڑ کر کہا۔

"بلکل ان ٹچ چاہیے پیسوں کی فکر مت کرو بلکہ یہ لو"

بلیک مامبا نے اپنے جیب سے موٹی رقم نکال کر اس کے اگے کی جو کہ اس کے توقع سے کہیں زیادہ تھی وہ خوش ہوتے فوراً رقم تھامنے لگا تھا۔۔

"پہلے لڑکی دیکھاؤ"

بلیک مامبا نے ہنس کر کہا حماد نے ایک مخصوص ریموٹ سے کمرے کا بھاری لوہے کا دروازہ کھولا تو سامنے کا منظر دیکھ کر ایک لمحے کے لیے بلیک مامبا کے اعصاب لرز گئے۔ وہ ایک وسیع و عریض ہال تھا، جسے کسی شاہی حرم کی طرح سجایا گیا تھا، مگر وہاں کی فضا میں عطر کی خوشبو نہیں بلکہ خوف اور سسکیاں رچی بسی تھیں۔

ہال کے بیچوں بیچ مخملی گدوں اور اونچی نشستوں پر کئی لڑکیاں موجود تھیں، جنہیں شہنشاہ کے کارندوں نے کسی شوپیس کی طرح سجا کر رکھا تھا۔ ہر ایک لڑکی حسن میں اپنی مثال آپ تھی، مگر ان کی آنکھوں میں موجود ویرانی ان کے مصنوعی میک اپ پر بھاری تھی۔ ان سب نے ایسے شفاف اور مختصر لباس پہن رکھے تھے جو حیا کے ہر تصور کو پامال کر رہے تھے۔ ریشمی چغوں اور نیم برہنہ لباسوں میں ملبوس وہ معصوم وجود کسی بھی درندے کی بھوک بڑھانے کے لیے کافی تھے۔ وہاں موجود ساری لڑکیاں تقریباً 20 سال سے کم کی تھی۔

"صاحب! یہ ہمارا سپیشل اسٹاک ہے۔ ان میں سے اکثر کو حال ہی میں لایا گیا ہے، ابھی تک کسی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا"

حماد نے فخریہ انداز میں کہا اور ایک خاص کونے کی طرف اشارہ کیا۔

"اور وہ دیکھیں، وہ لڑکی آپ کو سب سے زیادہ پسند آئے گی"

بلیک مامبا کی نظریں اس اشارے کے تعاقب میں گئیں تو اس کا دل خون کے آنسو رونے لگا۔ وہاں ایک اونچی کرسی پر ایک کمسن لڑکی بیٹھی تھی، جس کی عمر مشکل سے گیارہ یا بارہ سال ہو گی۔ اس نے سیاہ رنگ کی ایک باریک نائٹی (Nightie) پہن رکھی تھی، جو اس کے نازک وجود پر محض نام کی تھی۔ وہ لباس اس قدر شفاف تھا کہ اس کے بدن کا انگ انگ واضح نظر آ رہا تھا۔ اس کے لمبے بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر لگا گہرا میک اپ اس کی معصومیت کا مذاق اڑا رہا تھا۔ انجکشن کے اثر سے اس کا وجود اپنی عمر سے کہیں زیادہ ڈھلا ہوا محسوس ہو رہا تھا، مگر اس کی کانپتی ہوئی انگلیاں بتا رہی تھیں کہ وہ اندر سے کس قدر ٹوٹی ہوئی ہے۔

"یہ والی۔"

بلیک مامبا نے بھاری آواز میں اس لڑکی کی طرف اشارہ کیا، جبکہ اس کے دماغ میں یحییٰ کا وہ میسج گونج رہا تھا کہ سسٹم اب ان کے قبضے میں ہے۔

"انتخاب لاجواب ہے صاحب! اس کا نام ہم نے 'سیاہ پری' رکھا ہے۔ آج ہی اسے پہلی بار نمائش کے لیے نکالا گیا ہے،" حماد نے ہوس بھری نظروں سے اس لڑکی کو دیکھا۔ بلیک مامبا اس لڑکی کے قریب پہنچا، جو اسے قریب آتا دیکھ کر مزید سمٹ گئی۔ اس کی جرات مندی اور وحشت کے پیچھے چھپا ایک حساس انسان تلملا اٹھا تھا۔

"اسے باہر لے کر آؤ، میں اس کے لیے الگ کمرہ چاہتا ہوں،" بلیک مامبا نے سرد لہجے میں کہا اور حماد کی طرف پشت کر لی۔ حماد جیسے ہی اس لڑکی کو بازو سے پکڑ کر اٹھانے کے لیے آگے بڑھا، بلیک مامبا نے اپنے کان میں لگے بلوٹوتھ پر ایک ہلکا سا تھپتھپایا۔ یہ عدنان اور حنان کے لیے سگنل تھا۔

"کھیل شروع کرو! ایک بھی درندہ بچ کر نہ جانے پائے،" بلیک مامبا نے زیرِ لب کوڈ ورڈ کہا اور اسی لمحے پورے محل کی بجلی ایک جھٹکے سے غائب ہو گئی۔

اگلے ہی لمحے اندھیرے میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ شروع ہو گئی تھی اس کی پوری فورس آ چکی تھی اور باہر کے گارڈز کو مار کر وہ سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے۔۔

"یہ سب کیا ہے"

حماد بوکھلا گیا تھا اسی وقت اس کے موبائل پر کال ائی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے حماد یہ گولیوں کی آواز"

ایک عورت کی آواز سامنے سے آئی تھی جبکہ حماد خود حیران تھا اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا بلیک مامبا نے موبائل کی ٹارچ ان کی اور اس کے پاؤں پر گولی ماری۔۔ حماد کی دہشت ناک چیخ پورے ہال میں گونجی۔ وہ اپنا پاؤں تھام کر فرش پر ڈھیر ہو گیا، جبکہ اس کا موبائل فون دور جا گرا۔ بلیک مامبا نے بجلی کی تیزی سے جھک کر وہ فون اٹھایا۔ کال اب بھی ایکٹو تھی اور دوسری طرف سے آنے والی آواز اس کے لیے اجنبی نہیں تھی۔

"حماد! بولو کیا ہوا؟ یہ فائرنگ کیسی ہے؟ جواب دو ورنہ شہنشاہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا!"

دوسری طرف سے عورت کی آواز میں مرنے کا خوف صاف سنائی دے رہا تھا اگر یہاں سے بچ گئی تو شہنشاہ نے نہیں چھوڑنا تھا اگر یہاں پکڑی گئی تو ان لوگوں نے نہیں چھوڑنا تھا۔ بلیک مامبا نے فون کان سے لگایا، اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

"تمہارا شہنشاہ تو بعد میں حساب کرے گا، پہلے بلیک مامبا سے اپنا حساب کر لو حفصہ کی ماں صحیح کہا نہ!"

دوسری طرف ایک دم سناٹا چھا گیا۔ نسرت بیگم کے سانس لینے کی آواز تک رک گئی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وہ کوئی ایسا حملہ کریں گیں اس وقت تو وہ بھی یحی موجود تھے اسے کسی طرح سے بس اب ان سے بچنا تھا۔ بلیک مامبا نے فون فرش پر پٹخ کر اپنے بوٹ سے اسے چکنا چور کر دیا۔

"عدنان تمھاری ساس یہاں لیڈ کر رہی ہے اسے پکڑنا ضروری ہے"

بلیک مامبا نے فوراً سے کان پر لگے بلوٹوتھ میں کہا تھا اسی لمحے ہال میں موجود لڑکیاں دہل گئیں۔ اندھیرے میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور حماد کی چیخوں نے انہیں موت کا پیغام سنایا تھا۔ وہ سب ایک دوسرے سے چمٹ گئیں، بلند آواز میں رونے اور چیخنے لگی تھیں۔ وہ کمسن لڑکی، جسے 'سیاہ پری' کہا گیا تھا، ڈر کے مارے فرش پر گر گئی اور اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"خاموش! کوئی نہیں چیخے گا!"
بلیک مامبا کی گرجدار آواز ہال میں گونجی۔

"میں تم سب کو یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔ جو درندے تمہیں یہاں لائے تھے، ان کا وقت ختم ہو چکا ہے۔"
وہ تیزی سے اس چھوٹی لڑکی کی طرف بڑھا جس نے سیاہ نائٹی پہنی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر بلیک مامبا کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے جھک کر اپنی کالی جیکٹ اتاری اور اس معصوم بچی کے گرد لپیٹ دی، اس کا وہ شفاف لباس جو تذلیل کی علامت تھا، اب بلیک مامبا کی جیکٹ کے نیچے چھپ چکا تھا۔ بلیک مامبا ان لڑکیوں کی طرف غلطی سے بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

"اٹھو بچی، ڈرنا بند کرو تمہارا بھائی آ گیا ہے۔"

اس نے نہایت نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما۔اس کے لمس میں وہ مان تھا کہ وہ لڑکی تڑپ کر اس سے لپٹ گئی۔ بلیک مامبا نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے خود سے پیچھے کیا۔

"HN! یحییٰ! فوراً اندر آؤ اور ان سب کو محفوظ مقام پر منتقل کرو۔اور عدنان تم نے اپنی ساس کو پکڑ کر لانا ہے"
عدنان کے لیے یہ انکشاف کسی قیامت سے کم نہیں تھا، لیکن اس وقت جذبات سے زیادہ فرض اہم تھا۔

"سمجھ گیا مامبا! وہ بچ کر نہیں جائے گی۔"

اس نے وائرلیس پر صرف ایک جملہ کہا تھا۔اسی لمحے HN اور یحییٰ ہال کے بھاری دروازے توڑ کر اندر داخل ہوئے،ان کے ساتھ اسپیشل فورس کے جوان بھی تھے جنہوں نے فوری طور پر پوزیشنز سنبھال لیں۔یحییٰ کی نظریں جب ہال میں موجود ان لڑکیوں پر پڑیں جو نیم برہنہ لباسوں میں خوف سے کانپ رہی تھیں،تو اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔

"HN ان معصوموں کو فوری طور پر عقبی راستے سے نکالو۔وہاں لیڈیز آفیسرز اور ایمبولینسز تیار ہیں۔ان کو چادریں فراہم کرو اور میڈیکل چیک اپ کے لیے بھیجو،"یحییٰ نے نہایت سنجیدگی سے کہا اور خود انکرپٹڈ ڈیٹا والے ٹیبلٹ پر کچھ ٹائپ کرنے لگا۔HN نے اپنی ٹیم کو اشارہ کیا۔

"کوئی لڑکی پیچھے نہ رہے ان سب کو سکون سے باہر لے جاؤ۔"

وہ خود اس کمسن لڑکی کے پاس آیا جسے بلیک مامبا نے اپنی جیکٹ پہنائی تھی۔ اس بچی کی آنکھوں میں ابھی بھی موت کا خوف رقص کر رہا تھا۔ HN نے نہایت شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"چلو چھوٹی گڑیا، اب تمہیں کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔"

بلیک مامبا اب حماد کی طرف مڑا جو پاؤں پر گولی لگنے کے بعد فرش پر خون کی لکیریں چھوڑتا ہوا پیچھے رینگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بلیک مامبا نے اس کے بالوں سے اسے جھٹکا دے کر اوپر اٹھایا۔

"تم نے کہا تھا نا کہ ان کا وجود توڑتے ہوئے مزہ آتا ہے؟"

بلیک مامبا کی آواز کسی بھوکے شیر کی دھاڑ جیسی تھی۔

"آج میں تمہیں دکھاؤں گا کہ جب قانون کا ہتھوڑا درندوں کے سر پر پڑتا ہے، تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔"

اس نے ایک زوردار مکا حماد کے جبڑے پر مارا جس سے اس کے دو دانت ٹوٹ کر دور جا گرے۔ دوسری طرف عدنان محل کے اس خفیہ حصے کی طرف بھاگ رہا تھا جہاں سے نصرت بیگم کی لوکیشن ٹریس ہوئی تھی۔ اس کے دل میں درد اٹھ رہا تھا مطلب جو اس کی حفصہ کے ساتھ ہوا تھا اس میں اس کی اپنی ماں کی سازش شامل تھی۔

"نصرت بیگم! باہر نکل آئیں، آپ کا محل چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے،"

عدنان کی آواز راہداریوں میں گونجی۔ وہ ایک کمرے کے سامنے پہنچا جہاں سے بھاگنے کی آہٹ سنائی دی تھی۔ اس نے لات مار کر دروازہ کھولا تو سامنے نصرت بیگم کھڑکی سے کودنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"رک جائیں ساس صاحبہ! ورنہ اگلی گولی آپ کے سر میں ہو گی،"
عدنان نے پسٹل کا رخ ان کی طرف کر دیا تھا۔ نصرت بیگم کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا، ان کے ہاتھ میں موجود ہیروں سے بھرا بیگ فرش پر گر گیا۔

"عدنان بیٹا میری بات سنو یہ سب مجھ سے زبردستی کروایا گیا"
وہ گڑگڑا کر جھوٹ بولنے لگی تھی لیکن شاید وہ نہیں جانتی تھی سامنے عدنان تھا جو دوسرے کو پرکھنا اچھے سے جانتا تھا۔

"بیٹا مت کہیں مجھے، آپ کے جیسے لوگ رشتوں کے نہیں بلکہ صرف عبرت کے مستحق ہوتے ہیں۔"

اس نے جھپٹ کر انھیں پکڑا تھا اور اسے کے کر باہر کی طرف جا رہا تھا۔

عدنان جیسے ہی نصرت بیگم کو کھینچتا ہوا راہداری میں لایا، اچانک ایک ستون کے پیچھے سے شہنشاہ کا ایک وفادار گارڈ نمودار ہوا۔ اس سے پہلے کہ عدنان پوزیشن لیتا، اس شخص نے ٹر گر دبا دیا۔

"عدنان!"

بلیک مامبا کی چیخ فضا میں گونجی۔ گولی عدنان کے بائیں بازو کو چیرتی ہوئی گزر گئی، جس کی شدت سے وہ ایک لمحے کے لیے لڑکھڑایا، مگر اس نے نصرت بیگم کی گرفت نہیں چھوڑی۔ وہ گارڈ دوبارہ نشانہ باندھنے ہی والا تھا کہ بلیک مامبا کا پسٹل گرج اٹھا اور ایک ہی فائر میں اس شخص کا بھیجا دیوار پر جا لگا۔ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

بلیک مامبا تیزی سے لپک کر عدنان کے پاس پہنچا۔

"عدنان! تم ٹھیک ہو؟"

اس کی نظریں عدنان کے خون سے تر بازو پر تھیں۔

"میں ٹھیک ہوں مامبا! بس معمولی خراش ہے۔اس عورت کو نہیں چھوڑنا"

عدنان نے دانت پیستے ہوئے نصرت بیگم کی طرف دیکھا، جن کے چہرے پر اس خونی منظر کو دیکھ کر موت جیسی زردی چھا گئی تھی۔ادھر یحییٰ اور HN باقی فورس کے ساتھ تمام لڑکیوں کو کامیابی سے عقبی راستے سے نکال کر ایمبولینسز تک پہنچا چکے تھے۔اسپیشل فورس کے باقی جوانوں نے محل کے چپے چپے کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔شہنشاہ کے جتنے بھی کارندے مزاحمت کر رہے تھے، وہ یا تو مارے جا چکے تھے یا ہتھکڑیاں پہنے سر جھکائے کھڑے تھے۔ محل کے مرکزی ہال میں اب صرف دھوئیں اور بارود کی بو باقی تھی۔یحییٰ واپس اندر آیا۔۔

"مامبا، آپریشن کلین سویپ مکمل ہو چکا ہے۔ تمام ثبوت اور مجرم ہماری تحویل میں ہیں۔"

یحییٰ نے مامبا سے کہا بلیک مامبا نے حماد کو، جو ادھ موا ہو چکا تھا، اور نصرت بیگم کو ایک ساتھ کھڑا کیا۔ نصرت بیگم کے ہاتھ میں ہتھکڑی تھی جو عدنان نے پہنائی تھی

"آج تمہاری سلطنت کا سورج ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا ہے نصرت بیگم! تم نے رشتوں کا تقدس بیچا، اب قانون تمہاری ہوس کا حساب کرے گا"

بلیک مامبا نے سرد لہجے میں کہا عدنان نے بلیک مامبا کو دیکھا۔۔

"نصرت بیگم کا حساب میں خود کروں گا بلیک مامبا ابھی ہمیں چلنا چاہیے یہاں سے صبح ہو گئی ہے"

عدنان نے بلیک مامبا سے کہا۔۔

"لیکن تمہارا بازو زخمی ہے تمھیں پہلے ہاسپٹل جانا چاہیے"

بلیک مامبا فکر مندی سے بولا اپنے ساتھ کام کرتے وفادار لوگوں کی اسے بہت قدر تھی۔۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں"

اس نے آہستہ سے کہا۔۔

"لیکن بلیک مامبا تم نے ان لڑکیوں کو ہاسپٹل لے جانے کا کیوں کہا"

یحییٰ نے اس سے سوال کیا۔۔

"کیونکہ مجھے لسٹ چاہیے ٹوٹل کتنی لڑکیاں ہیں اور کن کن کو انجیکشن دے کر اس کام کے لیے تیار کیا گیا کس کس کے ساتھ زبردستی ہوئی ہے اور کون کون ابھی تک ان ٹچ ہے سب کی رپورٹ چاہیے مجھے اس لیے سب کے میڈیکل ٹیسٹ ہوں گیں"

بلیک مامبا نے کہا تو اسکی بات پر سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"ہمارا پلین مکمل ہوا الحمدللہ"

ان سب نے ایک ساتھ اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا اور نماز ادا کی۔۔

عدنان کمرے میں آیا حفصہ اس کی ہی منتظر تھی عدنان کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔۔

"کہاں تھے آپ میں آپ کا کب سے انتظار کر رہی تھی اور یہ آپ نے بلکل بھی اچھا نہیں کیا اپ مجھے سلا کر خود چلے گئے"

حفصہ نے بے چینی سے کہا تھا اس کا دل ویسے ہی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"میری جان تھوڑا سا قبیلے کا کام تھا اس لیے گیا تھا تم تو جانتی ہو نا حویلی میں شادی چل رہی ہے تو وقت ہی نہیں ملتا کچھ کام پینڈنگ پہ پڑے تھے وہ سب کر کے اگیا ہوں دن میں اس لیے نہیں گیا کیونکہ مجھے اپنی جان کو ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے جو رکھنا ہے"

عدنان نے حفصہ کو دونوں بازوؤں سے تھام لیا اور اپنے قریب کر لیا۔۔

"آپ کو ہمیشہ یہی لگتا ہے عدنان اپ کو پتہ ہے نا کل رات کیا ہوا تھا اس کے بعد بھی"

حفصہ نے منہ بنا کر کہا تھا۔۔

"جانتا ہوں میں کل رات کیا ہوا تھا اب ہم اس بات کو لے کر بیٹھ تو نہیں سکتے نہ ہم سب روح اور موسیٰ کے ساتھ ہیں"
عدنان نے اسے تسلی دی تھی شاید وہ کل رات ہوئے واقعے کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان تھی۔۔

"تم کیوں اتنا سب سوچ رہی ہو تم صرف اور صرف اپنے شوہر پہ دھیان دو نہ"
عدنان نے اسے کمر سے تھام کر اپنے قریب کر لیا تھا جبکہ ایسی سچویشن میں بھی اسے رومانٹک دیکھ کر حفصہ اسے گھور رہی تھی۔۔

"عدنان! باز آجائیں، میں مذاق کے موڈ میں بالکل نہیں ہوں"

حفصہ نے اسے پیچھے دھکیلنے کی ناکام کوشش کی، مگر عدنان کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔اس نے اپنی گرفت مزید مضبوط کی اور شرارت سے مسکراتے ہوئے اپنا چہرہ اس کے قریب لے گیا۔

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ تم مذاق کرو؟ میں تو بہت سیریس ہوں حفصہ۔دیکھو تو سہی، تمہارا شوہر اتنی سردی میں باہر سے کام کر کے آیا ہے اور تم ہو کہ استقبال بھی غصے سے کر رہی ہو"
اس نے مصنوعی خفگی سے کہا اور حفصہ کی ناک کو اپنی انگلی سے چھوا۔

"عدنان، چھوڑیں مجھے! آپ پر وقت ہی مذاق کے مونڈ میں رہتے ہیں اور کوئی دیکھ نہ لے"
حفصہ کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، مگر عدنان کہاں ٹلنے والا تھا۔اس نے حفصہ کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی۔

"اس کمرے میں ہمارے سوا کوئی نہیں ہے جانِ من۔اور ویسے بھی،اپنی بیوی کو تنگ کرنا میرا حق ہے اور اس حق سے دستبردار ہونے والا میں بلکل بھی نہیں"

عدنان کی اس دیدہ دلیری اور شرارتی لہجے پر حفصہ اسے غصے سے دیکھنے لگی۔

"عدنان ابھی تنگ نہیں کری ناحویلی کا ماحول دیکھیں اپ کو تو بس مذاق سوجھتا رہتا ہے"

حفصہ نے منہ بنا کر کہا تو عدنان نے اسے مزید اپنے قریب کر لیا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا تھا۔۔

"کیا ہماری رومینس نہ کرنے سے ہماری پریشان ہونے سے حویلی کے مسئلے ٹھیک ہو جائیں گیں"

رومینس والی بات پر حفصہ کا چہرہ حد سے زیادہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ اسے بس دیکھ رہی تھی۔۔

"ایسے کسی دیکھ رہی ہو پیار تو نہیں ارہا اگر ارہا ہے تو بیڈ پر چلنے میں مجھے کر مسئلہ نہیں"

عدنان کی اس زو معنی بات پر حفصہ بس حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی اتنی بے تکی بات وہ بھی اس کے بارے میں حفصہ کو اس سے ایسی کوئی امید نہیں تھی کہ وہ اپنا ماجرہ اس پر ڈال دے گا۔۔

"یہ سارے نہ اپ کے دل کے ارمان ہیں مجھ پر نہ ڈالیں اور پیچھے ہوں"

حفصہ نے غصے سے کہااور پھر اس کے دونوں بازوؤں کو تھام کر پیچھے کیا زور لگانے پر اس کے ایک بازو جس پر گولی لگی تھی وہاں سے خون نکلنے لگا عدنان کے حلق سے ایک دم گھٹی گھٹی سی کراہ نکلی اور اس کے چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا۔اس نے فوراً اپنا ہاتھ اپنے بائیں بازو پر جمایا، جہاں قمیض کا سفید کپڑا تیزی سے سرخ ہو رہا تھا حفصہ کا ہاتھ وہاں سے نیچے ہو گیا۔

"آہ۔۔۔"

عدنان نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں، درد کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں سرایت کر گئی تھی۔ حفصہ، جو ابھی غصے میں اسے پیچھے دھکیل رہی تھی، ایک دم ساکت رہ گئی۔اس کا ہاتھ اب بھی عدنان کے بازوں پر زخم کے نیچے تھا، مگر اب اسے وہاں کسی سخت پٹھوں کے بجائے گیلا پن محسوس ہو رہا تھا۔اس نے حیرت اور ڈر سے اپنا ہاتھ دیکھا، جو کہ خون سے بھر چکا تھا۔

"عدنان۔۔۔یہ۔۔۔یہ کیا ہے؟"
حفصہ کی آواز لرزنے لگی۔اس کی نظر عدنان کی آستین پر پڑی، جہاں سے خون تیزی سے رس کر نیچے فرش پر گر رہا تھا۔

"خون؟عدنان آپ کا خون نکل رہا ہے!"
وہ بری طرح بوکھلا گئی تھی۔اس نے فوراً عدنان کی آستین اوپر کرنے کی کوشش کی، مگر عدنان نے اسے روکنا چاہا۔

"کچھ نہیں ہے حفصہ بس ذرا سی خراش ہے، تم پریشان نہ ہو۔۔۔"
عدنان نے ضبط کرتے ہوئے مسکرانے کی کوشش کی، مگر اس کے ماتھے پر ابھرنے والے پسینے کے قطرے اس کے جھوٹ کی گواہی دے رہے تھے۔

"خاموش رہیں آپ! بالکل خاموش!"

حفصہ نے پہلی بار اسے اتنے غصے سے جھڑکا تھا۔اس کی آنکھوں میں آنسوں تیرنے لگے تھے۔اس نے تھرتھراتے ہاتھوں سے عدنان کی آستین اوپر کی ہاتھ پر کی گئی پٹی مکمل طور پر خون میں بھیگ گئی تھی حفصہ نے آہستہ سے کرزتے ہاتھوں سے وہ پٹی پیچھے کرنا شروع کی تھی۔۔

"تم رہنے دو میں کرلوں گا"

اس نے اپنے ہاتھ میں اٹھتے درد پر قابو کرتے ہوئے کہا اسے تقریباً مکمل بازو میں ہی درد کو رہا تھا۔۔

"آپ چپ کریں"

وہ روتے ہوئے عدنان کے زخم پر ہوئے پٹی کو آہستہ سے کھول رہی تھی اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے لیکن وہ کوشش کر رہی تھی پڑی ہٹی تو وہاں گولی کا زخم دیکھ کر اس کے کلیجے میں ہوک سی اٹھی۔

"گولی لگی ہے آپ کو؟ عدنان آپ نے مجھ سے اتنا بڑا سچ چھپایا؟ آپ قبیلے کے کام کا کہہ کر موت کے منہ میں گئے تھے؟"

وہ روتے ہوئے فورا فرسٹ ایڈ باکس لینے کے لیے الماری کی طرف بھاگی۔

عدنان نے اسے بے بسی سے دیکھا حفصہ اوع اس کی ماں دونوں میں زمین اسمان کا فرق تھا وہ بس سوچتا رہ گیا اس معصوم کا کیا قصور تھا جو اس کی زندگی میں اتنا سب ہو گیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ حفصہ کو رات کی ہولناکیوں سے واقف کرے یا اس کی ماں کے بارے میں کچھ بتائے مگر اس کا زخم اب سب کچھ ظاہر کر چکا تھا۔

"حفصہ، سنو تو سہی"

عدنان نے اسے پکارا، مگر وہ بین کرتی ہوئی واپس آئی اسے تمام کر حفصہ نے بیڈ پر بیٹھایا تھا اور خود اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"کیوں کیا آپ نے ایسا؟ اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟ ایسا بھی کون سا قبیلے کا کام کرنے گئے تھے"

اس نے روتے ہوئے روئی اور اینٹی سیپٹک سے زخم صاف کرنا شروع کیا۔ عدنان نے انکھیں بند کی اور پھر کھول کر اسے دیکھا۔

"تم نہیں کر پاؤ گی تمھارے ہاتھ خود کانپ رہے ہیں"

عدنان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ نم آنکھوں سے غصے سے اسے گھور رہی تھی حفصہ کے گھورنے پر وہ خاموشی سے بیٹھ گیا تھا۔ حفصہ نے نہایت احتیاط مگر لرزتے ہاتھوں سے روئی بھگو کر زخم کے گرد جمے ہوئے خون کو صاف کرنا شروع کیا۔ اینٹی سیپٹک لگتے ہی عدنان کے جبڑے بھینچ گئے اور اس کے ہاتھ کی مٹھیاں سختی سے بند ہو گئیں۔ حفصہ کے اپنے آنسوں مسلسل اس کے گالوں پر بہہ رہے تھے اور ٹھوڑی سے پھسل کر اس کے اپنے ہاتھوں پر گر رہے تھے۔

"آپ نے مجھے جواب نہیں دیا عدنان! ایسا کون سا کام تھا جس کے لیے آپ کو اپنی جان داؤ پر لگانی پڑی؟"

حفصہ نے ہچکی روکتے ہوئے دوبارہ سوال کیا، اس بار اس کی آواز میں التجا اور غصہ برابر کے شریک تھے۔ عدنان نے گہرا سانس لیا اور اپنی پیٹھ بیڈ کی پشت سے ٹکا دی۔ اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے حفصہ کے بھیگے ہوئے گال کو چھوا۔

"کچھ گندگی ایسی ہوتی ہے حفصہ، جسے صاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے ورنہ وہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔"

عدنان نے دھیمے لہجے میں کہا وہ اصل بات پر گز بھی اسے بتا کر اس کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ حفصہ کے آنسو موتیوں کی طرح لگاتار اس کے گالوں سے ہوتے ہوئے عدنان کے ہاتھ پر گر رہے تھے، جن کی تپش عدنان کو اپنے زخم سے زیادہ گہرا درد دے رہی تھی۔ اس نے ضبط کرتے ہوئے ایک بار پھر حفصہ کا چہرہ اوپر اٹھانا چاہا، مگر حفصہ نے نظریں نہیں ملائیں اور خاموشی سے پٹی کرنے میں مصروف رہی، حالانکہ اس کی ہچکیاں اس کے دکھ کا پتہ دے رہی تھیں۔

"حفصہ! بس کر دو یار تمہارے یہ آنسوں مجھے اس گولی سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں۔"

عدنان نے نہایت نرمی اور دکھ سے کہا، مگر حفصہ نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ اس کے ہاتھ اب بھی کپکپا رہے تھے اور وہ زخم سے خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ عدنان نے جھٹکے سے اپنا زخمی بازو پیچھے کر لیا۔ حفصہ نے ہکا بکا ہو کر اسے دیکھا۔

"آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ بازو آگے کریں، ابھی بہت خون بہہ رہا ہے۔" حفصہ نے روتے ہوئے کہا تھا جب اس نے ایسا کیا حفصہ کی تو سانس گلے میں آ گئی تھی۔

"نہیں"

عدنان نے دو ٹوک لہجے میں کہا اور اپنی کمر بیڈ کی پشت سے مزید ٹکا لی۔

"میں تب تک پٹی نہیں کرواؤں گا جب تک تم رونا بند نہیں کرو گی۔ مجھے یہ آنسو نہیں چاہئیں حفصہ، میں جانتا ہوں کہ تم میرے لیے فکر مند ہو لیکن آنسوں بھا کر ایسے کرنا یہ مجھے تکلیف دے رہا ہے"
عدنان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"عدنان ضد نہ کریں، آپ کو درد ہو رہا ہے۔"
حفصہ نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا، مگر عدنان نے سختی سے انکار میں سر ہلا دیا۔

"درد مجھے تب ہو رہا ہے جب میں تمہیں اس طرح ٹوٹتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ حفصہ، اللہ کا شکر ادا کرو کہ تمہارا شوہر صحیح سلامت تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔ اگر تم ایسے ہی روتی رہو گی تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں یہ زخم ایسے ہی کھلا رہنے دوں گا۔"

اس کے لہجے میں اب وہ مخصوص سرد مہری آگئی تھی جو وہ تب دکھاتا تھا جب وہ حفصہ سے کوئی بات منوانا چاہتا ہو۔ حفصہ نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ عدنان جتنا رومانٹک ہے، اپنی ضد کا اتنا ہی پکا ہے۔ اس نے آستین سے اپنے آنسو پونچھنے کی کوشش کی، مگر ضبط کا بندھن ٹوٹ چکا تھا، ایک آنسو رکتا تو دوسرا نکل آتا۔

"میں۔۔۔ میں کوشش کر رہی ہوں، پر یہ رک نہیں رہے۔"
اس نے معصومیت سے کہا تو عدنان کا دل پسیج گیا۔

"ادھر آؤ۔۔۔"
اس نے اپنے دوسرے بازو سے اسے کھینچ کر اپنے قریب کیا۔

"حفصہ، دیکھو میری طرف۔ میں یہاں ہوں، تمہارے پاس۔ سب کچھ ختم ہو گیا ہے، اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اب اگر تم روئی تو میں سمجھوں گا کہ تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے۔"

حفصہ نے گہرا سانس لیا اور اپنی ہچکیوں پر قابو پانے کی کوشش کی۔ اس نے اپنے ہونٹ بھینچ لیے اور چند لمحوں بعد نم آنکھوں کے ساتھ عدنان کی طرف دیکھا۔

"دیکھیں، میں نے رونا بند کر دیا اب پلیز پٹی کرنے دیں۔" اس کی آواز اب بھی لرز رہی تھی مگر آنکھوں میں ٹھہراؤ آ گیا تھا۔

عدنان نے مسکرا کر اپنا زخمی بازو دوبارہ اس کے آگے کر دیا۔

"شاباش! اب جلدی سے یہ کام ختم کرو، کیونکہ اس کے بعد مجھے اپنی بہادر بیوی کے ساتھ بہت کچھ کرنا بھی تو ہے"

اس کی بات پر حفصہ نے اسے دیکھا لیکن پھر کچھ کہے بغیر اس نے لرزتے ہاتھوں سے دوبارہ اپنا کام شروع کیا، مگر اب اس کی توجہ صرف عدنان کے زخم کو ٹھیک کرنے پر تھی، جبکہ عدنان اسے دیکھ کر سوچ رہا تھا کہ اس معصوم کو نصرت بیگم کی اصل حقیقت بتانے کا حوصلہ وہ کہاں سے لائے گا۔ حفصہ نے اس کے زخم کا خون صاف کر کے پٹی کی تھی عدنان اس کو ہی دیکھ رہا تھا حفصہ نے اسے دیکھا اور پھر زور سے اسے ہگ کر لیا پیچھے سے اس کی شرٹ کو حفصہ نے مٹھیوں میں جکڑ لیا تھا اور دوبارہ سے اس کی ہچکی نکلی تھی۔۔

"یہ غلط بات ہے میں نے پٹی کروائی تم دوبارہ سے رو رہی ہو اب"

عدنان نے حفصہ کو دیکھ کر کہا جو خود کو عدنان کے سینے میں چھپانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے دوسرے بازو سے اسے مزید خود میں بھینچ لیا۔ حفصہ کی ہچکیاں اس کے سینے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں، جیسے اس کا پورا وجود لرز رہا ہو۔

"عدنان۔۔۔ آپ کو اندازہ بھی ہے کہ میں کتنی ڈر گئی تھی؟"
حفصہ نے اس کے سینے میں ہی منہ چھپائے سسکتے ہوئے کہا۔ اس کی مٹھیاں اب بھی عدنان کی شرٹ کو سختی سے جکڑے ہوئے تھی۔

"جب میں نے آپ کا خون دیکھا تو مجھے لگا جیسے میرا دل دھڑکنا بند کر دے گا۔"
عدنان نے اس کے سر پر پیار دیا اور خاموشی سے اس کی باتیں سننے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت حفصہ کو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی ضرورت ہے۔

"اگر۔۔۔اگر آپ کو کچھ ہو جاتا، تو میرا کیا ہوتا؟ میرا اس دنیا میں آپ کے سوا ہے ہی کون؟"

حفصہ نے اپنا سر اٹھا کر بھیگی آنکھوں سے عدنان کو دیکھا۔اس کے چہرے پر موجود معصومیت اور خوف نے عدنان کے دل کو پگھلا کر رکھ دیا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ زندگی کسی کے بغیر نہیں رکتی، مگر میری زندگی تو آپ سے شروع ہوتی ہے اور آپ پر ہی ختم ہوتی ہے۔"

حفصہ کی آواز جذبات سے بھاری ہو رہی تھی، اسے خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے، وہ بس اپنے دل کی تڑپ بیان کر رہی تھی۔

"پہلے مجھے لا ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ شاید رات کو سب ہوا اس لیے پریشان ہوں میرا دل کیوں بے چین ہے اصل وجہ تو یہ تھی عدنان آپ تکلیف میں تھے میرا بے سکون ہوا اس لیے تھا کیوں کہ آپ ٹھیک نہیں تھے عدنان، میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ میں کسی کی اتنی عادی ہو جاؤں گی کہ اس کے بغیر سانس لینا بھی بوجھ لگے گا۔"

اس نے ایک لمبی سسکی بھری اور عدنان کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھا۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں عدنان! اتنی کہ شاید میں خود بھی نہیں جانتی۔ پلیز، دوبارہ کبھی مجھے چھوڑ کر ایسے مت جایئے گا، میں مر جاؤں گی۔"

محبت کا یہ اچانک اور بے ساختہ اظہار عدنان کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔اس کا درد جیسے پل بھر میں غائب ہو گیا۔اس نے حیرت اور بے پناہ خوشی سے حفصہ کو دیکھا، جس نے آج پہلی بار اپنے دل کے بند دروازے اس کے لیے کھول دیے تھے۔

"میری جان میری جان کیا ہو گیا ہے میں کہیں نہیں گیا میں تمھارے پاس ہی ہوں"

شاید وہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی اس لیے کچھ کہہ نہیں رہی تھی اس کی بات پر حفصہ خاموش ہو گئی۔

"اور کیا کہا تم نے؟"

عدنان نے اپنے لہجے کی ایکسائیٹ منٹ پر قابو پاتے ہوئے پوچھا، جیسے وہ دوبارہ سننا چاہتا ہو۔ حفصہ شرم کے مارے مزید اس کے قریب ہو گئی تھی اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے۔ اس کا چہرہ جو پہلے آنسوؤں سے تر تھا، اب حیا کی سرخی سے دمکنے لگا۔

"میں نے کہہ دیا جو کہنا تھا اب آپ بار بار مت پوچھیں۔" اس نے عدنان کے سینے سے الگ ہونا چاہا، مگر عدنان نے اسے جانے نہیں دیا۔

"ابھی تو تم نے کہا کہ تمہاری زندگی مجھ سے شروع ہوتی ہے، تو اب اتنی جلدی دور کیوں جا رہی ہو؟"

عدنان نے شرارت سے کہا، اس کی آنکھوں میں اب وہی پرانی چمک واپس آ گئی تھی۔

"تمہاری اس محبت نے تو میرے سارے زخم ہی بھر دیے حفصہ۔اب تو میرا دل کر رہا ہے کہ میں روز ایک گولی کھاؤں، اگر صلے میں تم سے ایسی باتیں سننے کو ملیں۔"

عدنان نے مسکرا کر کہا۔

"عدنان!"

حفصہ نے تڑپ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"ایسی منحوس باتیں دوبارہ مت کیجیے گا، ورنہ میں واقعی بات کرنا چھوڑ دوں گی۔"

حفصہ اسے سے دور ہوتے ہوئے غصے سے بول رہی تھی عدنان نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔

"اچھا بابا، توبہ !اب تم نے اظہار کر ہی دیا ہے، تو اب اس محبت کا حق ادا کرنا بھی سیکھ لو۔"

اس نے حفصہ کو دوبارہ خود سے قریب کیا، جبکہ حفصہ اب اس کے بازوؤں کے حصار میں خود کو دنیا کی سب سے محفوظ لڑکی محسوس کر رہی تھی۔

نصرت بیگم کی کڑوی حقیقت ابھی باقی تھی، مگر اس وقت محبت کی مٹھاس نے سب کچھ پیچھے چھوڑ دیا تھا۔

"کیا مطلب"

وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ کر بولی۔۔

"یہی کہ تھوڑا رومینس تم بھی اپنے شوہر پر اتار لیا کرو"

عدنان نے اسے دیکھ آنکھ مار کر کہا جبکہ اس کی بات پر حفصہ نے اس کے سینے پر مکہ مارا اور اس کے ساتھ ہی لگ گئی تھی۔

"اچھاایک بار پھر بول دو نہ جو کہا تھا"

عدنان کا دل مچل رہا تھاایک بار پھراس کے منہ سے وہ اپنے لیے محبت کا اظہار سننا چاہتا تھا۔۔

"پلیز نہ تنگ نہیں کریں"

حفصہ نے آہستہ سے کہا لیکن عدنان کہاں روکنے والا تھااس نے تو اپنی بات حفصہ سے منوانی تھی۔۔عدنان نے اس کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر اٹھایا، جہاں حیا کی سرخی اب اس کی گردن تک پھیل رہی تھی۔

"حفصہ! سب میں بہت زیادہ تھک گیا ہوں مجھے اس سکون کی بہت ضرورت ہے جو صرف تمہاری باتوں میں ہے۔ اگر تمھارے عمل میں بھی ہو جائے تو میں تو پورا کا پورا پگھل جاؤں گا صرف ایک بار میرے دل کے اطمینان کے لیے۔"

عدنان کا لہجہ اتنا والہانہ اور التجا بھرا تھا کہ حفصہ چاہ کر بھی انکار نہ کر سکی۔ اس نے لب بھینچے، ایک نظر عدنان کے اس چہرے پر ڈالی جو اس وقت محبت کے نشے میں سرشار اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس نے دھیرے سے اپنی آنکھیں موند لیں اور بالکل اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کی۔

"میں آپ سے بہت زیادہ محبت کرتی ہوں عدنان۔۔۔ اتنی کہ اب آپ کے بغیر میرا وجود ادھورا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ عدنان نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ بازو کا زخم، رات کی بھاگ دوڑ اور وہ سارا تناؤ کہیں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔

"تمہاری یہ باتیں کسی دوا سے کم نہیں ہیں جانِ من۔"

اس نے یہ کہہ کر حفصہ کے ہونٹوں پر اپنے لبوں کی مہر لگائی۔ حفصہ نے بھی سکون سے آنکھیں بند کر لیں عدنان اس کے ہونٹوں کو چوم کر اپنی تھکان دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا حفصہ کی سانسوں کو الجھا دیکھ کر عدنان پیچھے ہوئی حفصہ تو شرم کے مارے اپنا چہرہ ہی جھکا لیا تھا مگر اچانک اسے کچھ یاد آیا تو وہ ایک دم اس سے الگ ہوئی۔

"عدنان! باتیں بہت ہو گئیں، اب آپ پہلے یہ گیلے اور خون والے کپڑے تبدیل کریں اور تھوڑی دیر آرام کریں۔ میں آپ کے لیے ہلکی سی غذا اور گرم دودھ لے کر آتی ہوں۔"

اس کے لہجے میں اب ایک بیوی والی فکر اور اختیار تھا۔

"اوہو! ابھی تو محبت کا سیزن شروع ہوا تھا اور تم پھر سے نرس بن گئیں؟"

عدنان نے مصنوعی اکتاہٹ دکھائی۔

"عدنان!"

حفصہ نے اسے گھورتے ہوئے تنبیہ کی۔

"آپ آرام کریں گے تو ہی میں یہاں بیٹھوں گی، ورنہ میں ابھی نیچے جارہی ہوں۔"

اس نے عدنان کو رنگ کرتے ہوئے کہا فلحال اس کی خود کی طبیعت خراب تھی تو وہ حفصہ کو تنگ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اچھا بابا، ہار امیں! تم جیت گئیں۔"

عدنان مسکراتے ہوئے کھڑا ہوا۔ حفصہ نے الماری سے اس کے لیے صاف لباس نکالا۔۔۔

"میں کیسے پہنوں گا یہ"

عدنان نے شلوار قمیض دیکھ کر کہا اس کے ہاتھ کی وجہ سے وہ تبدیل کیسے کرے گا اسے سمجھ نہیں آیا تھا ایک اور مشکل ہو گئی تھی حفصہ تو بس معصومیت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"میں ہاشم بھائی کو بلا کر لاتی ہوں وہ آپ کی مدد کر دے گی"

حفصہ وہاں سے جانے لگی تھی عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔۔

"کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے جب بیوی ہے تو کسی اور کی کیا ضرورت اور ویسے بھی سب کچھ ہی تو آپ کا ہی ہے"

عدنان نے بے شرمی کی انتہا کر دی تھی جبکہ اس کی اس بات پر حفصہ تو شرم کے مارے پگھلنے کو تھی عدنان کے سامنے کھڑا ہونا اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا۔

صبح فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سردار موسیٰ روح کے کمرے کے باہر کھڑا تھا وہ نہیں چاہتا تھا دوبارہ کوئی بھی اسے دیکھے اور نیا تماشہ ہوں رات اس نے پوری جاگ کر کاٹی تھی روح کا سوچ سوچ کر اس کی خود کی طبیعت خراب ہو گئی تھی جیسے وہ بغیر اس کی طرف دیکھے چلی گئی تھی اس کا صاف مطلب تھا کہ روح اس سے بہت زیادہ ناراض ہو گئی ہے جبکہ سلطان موسی کو اس کے ناراض ہونے کی وجہ سمجھ میں نہیں ائی تھی اس نے تو ہر قدم پر اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی روح بغیر اس کی طرف دیکھے چلی گئی اس کے بعد رونے ایک مرتبہ بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا اور یہی بات جردار نسوں کو اندر ہی اندر سے کھا رہی تھی وہ جانتا تھا کیسے اس نے پوری رات اپنے کمرے میں تنہا کاٹی ہے وہ چاہتا تھا اس کے پاس جانا لیکن پھر ایک ڈر اس کے اندر زندہ ہو جاتا جس کی وجہ سے وہ خود کو روک لیتا اگر دوبارہ کسی نے بھی انہیں دیکھ لیا تو اس سے بھی برا ہونا تھا گلناز کے کیے کی سزا تو وہ اسے دینا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے میں روس سے بات کرنا چاہتا تھا اسے

سمجھانا چاہتا تھا اسے اپنی طرف کرنا چاہتا تھا جیسے وہ گئی تھی اس سے صاف یہ ظاہر ہو رہا تھا وہ اس سے ناراض ہو چکی ہے حالانکہ سردار موسیٰ نے سب کے سامنے اسے پروٹیکٹ کیا تھا سارا کا سارا الزام تقریبا اپنے سر لے لیا تھا وہ یہیں ساری باتیں سوچ رہا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا کمرے سے ایت بیگم باہر ائی تھی۔۔

"موسیٰ بیٹا"

سردار موسیٰ کو دیکھ کر آیت بیگم نے پہلے راہداری میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں کہیں کوئی ہے تو نہیں پھر اسے دیکھ کر بولی۔ آیت بیگم کی آواز پر سردار موسیٰ چونک اب تو اس کی ماں سائیں بھی ڈر رہی تھی کہ کہیں کوئی اسے یہاں دیکھ نہ لے اس کی آنکھوں میں پھیلی تھکن اور کرب آیت بیگم سے چھپا نہ رہ سکا۔ وہ جانتی تھیں کہ ان کا شیر جیسا بیٹا اس وقت ایک معصوم سی لڑکی کی خاموشی کے آگے ڈھیر ہو چکا ہے۔

"جی ماں سائیں"

موسیٰ نے نظریں جھکالیں، اس کے لہجے کی نقاہت آیت بیگم کے دل کو چیر گئی۔

"تم یہاں کیوں کھڑے ہو موسیٰ؟ سید سائیں کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ اگر دوبارہ کسی نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا اس لیے تم جاؤ یہاں سے"

آیت بیگم نے قریب آکر دبی آواز میں اسے سمجھایا۔

"امی، وہ کیسی ہے؟ اس نے کچھ کھایا؟ کیا وہ اب بھی رو رہی ہے؟"

موسیٰ نے ایک ہی سانس میں کئی سوال کر ڈالے۔ اس کی بے چینی بتا رہی تھی کہ وہ خود کتنی اذیت میں ہے۔

"وہ ساکت ہو گئی ہے موسیٰ فجر کی نماز کے بعد سے مصلے پر بیٹھی بس خالی نظروں سے دیوار کو تک رہی ہے نہ وہ کچھ بول رہی ہے اور نہ ہی اس کی آنکھوں سے آنسوں نکل رہے ہیں اور یہی بات مجھے ڈرا رہی ہے، انسان جب رو لے تو بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے، پر وہ تو جیسے پتھر کی ہو گئی ہے۔"

آیت بیگم نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور سردار موسیٰ کو دیکھ کر بولی تھی۔

سردار موسیٰ کا دل کٹ کر رہ گیا تھا یہ ساری باتیں سن کر۔

"اس کا مطلب ہے اس نے کچھ کھایا بھی"

سردار موسیٰ نے دبی آواز میں سوال کیا تو آیت بیگم نے نہ میں سر ہلایا۔
سردار موسیٰ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔اس نے اپنا سر دیوار سے ٹکا لیا۔اس کی ہمت جواب دے رہی تھی، جس روح کو وہ ذرا سی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا، آج اس کی وجہ سے وہ لڑکی جیتے جی مر گئی تھی حالانکہ بات اتنی بڑی نہیں تھی لیکن شاید اس کی عزت پر بات آگئی تھی اور اس نے اس بات کو خود پر کچھ زیادہ ہی سوار کر لیا تھا۔

"امی! میں نے اسے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی، میں نے سید سائیں کے سامنے بھی اعتراف کیا کہ غلطی میری ہے، پھر وہ مجھ سے ایسی بے رخی کیوں برت رہی ہے؟ کیوں ایک بار بھی اس نے میری طرف نہیں دیکھا؟ حلانکہ وہ یہ بات جانتی ہے میرے ہوتے ہوئے کوئی بھی اس پر انگلی نہیں اٹھا سکتا"

موسیٰ کی آواز میں شکست کا عنصر واضح تھا آیت بیگم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے تھوڑا دور لے آئیں تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے۔

"موسیٰ، تم مرد ہو، تم نے اسے پروٹیکٹ کیا، تم نے مقابلہ کیا، مگر وہ ایک لڑکی ہے جس کی حیا پر بھری حویلی میں سوال اٹھایا گیا۔ اس کے لیے تم سے ناراض ہو شاید اس کے اندر کی وہ معصومیت مر گئی ہے پہلے جو سب کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اور اس کے بعد یوں اس پر بدکرداری کا الزام لگانا اسے وقت دو بیٹا تم جانتے تو ہو وہ کیسی ہے پہلے بھی جو اس کے ساتھ ہوا وہ خاموش ہو گئی تھی پھر سے وہی ہو رہا ہے"
آیت بیگم نے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں اسے وقت کیسے دوں امی؟ میرا اپنا دم گھٹ رہا ہے ماں سائیں مجھے اس سے بات کرنی ہے پلیز"

موسیٰ کے لہجے میں موجود تڑپ نے آیت بیگم کو ہلا کر رکھ دیا۔انہوں نے کبھی اپنے بیٹے کو اتنا بے بس نہیں دیکھا تھا۔

"موسیٰ اس وقت وہ تم سے ملنا نہیں چاہے گی"
آیت بیگم اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر خود تڑپ رہی تھی وہ اسے جانے تو دے دیتی لیکن شاید روح اس سے بات نہ کرتی۔۔

"امی، وہ مجھ سے بات کرے یا نہ کرے، بس مجھے اسے ایک بار دیکھنا ہے کہ وہ ٹھیک ہے۔اسے بتانا ہے کہ میں اس کے ساتھ کھڑا ہوں"
موسیٰ کی آواز میں التجا اتنی گہری تھی کہ آیت بیگم کا دل پسیج گیا۔

"ٹھیک ہے، صرف دو منٹ کے لیے"

اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر آیت بیگم نے ہار مانتے ہوئے اسے ملنے کی اجازت دے دی تھ۔۔

"لیکن یاد رکھنا موسیٰ، کوئی دیکھ نہ لے۔ میں باہر راہداری میں کھڑی ہوں، اگر کوئی آیا تو میں اشارہ کر دوں گی۔"

موسیٰ نے لرزتے ہاتھوں سے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور دبے قدموں کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے کا ماحول اداسی کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ روح مصلے پر بیٹھی تھی، سفید چادر اس کے گرد لپٹی ہوئی تھی اور وہ واقعی کسی بے جان بت کی طرح لگ رہی تھی۔ اس کی ویران آنکھیں سامنے دیوار پر جمی تھیں۔ موسیٰ کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ وہ دبے قدموں چلتا ہوا اس کے قریب مصلے کے کونے پر بیٹھ گیا۔ روح نے اس کے آنے کی آہٹ تو محسوس کی تھی، مگر اپنی نظریں نہیں گھمائیں۔

"روح."

موسیٰ نے بہت دھیمے سے اسے پکارا اس کی آواز میں وہ رعب نہیں تھا جو باہر کی دنیا کے لیے ہوتا تھا، بلکہ ایک شوہر کی بے بسی تھی۔ روح کی پلکیں ہلکی سی لرزیں، مگر اس نے خاموشی نہیں توڑی۔

"روح، میں جانتا ہوں رات جو ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ میں تمہاری تکلیف سمجھ سکتا ہوں، لیکن خدا کے لیے یوں خود کو اذیت نہ دو۔ تم نے کچھ کھایا بھی نہیں ہے،" موسیٰ نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ اس کی چادر پر رکھا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو نا؟ جو چاہو سزا دے لو، پر ایک بار میری طرف دیکھو تو سہی۔"

روح نے دھیرے سے اپنا سر موڑا۔اس کی سرخ آنکھوں میں آنسوں نہیں تھے، بلکہ ایک ایسی تلخی تھی جس نے موسیٰ کے وجود کو جھلس کر رکھ دیا اسے دیکھتے ہی روح کی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے اور وہ اس کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی۔ سردار موسیٰ مکمل طور پر حیران رہ گیا تھا۔۔ سردار موسیٰ کا پورا وجود ساکت ہو گیا تھا۔وہ جس پتھر بنی روح سے ڈر رہا تھا، اسے اپنے سینے سے لگا دیکھ کر اس کے اپنے ضبط کے بندھن ٹوٹنے لگے۔روح کی ہچکیاں کمرے کے سناٹے کو چیر رہی تھیں اور اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھ موسیٰ کی قمیض کو بری طرح جکڑے ہوئے تھے، جیسے وہ چھوڑ دے گا تو وہ کہیں اندھیروں میں کھو جائے گی۔

"روح... میری جان، بس کرو۔دیکھو تم ہانپ رہی ہو،" موسیٰ نے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اس کے گرد حصار باندھا اور اسے مزید خود میں چھپا لیا۔

"میں یہیں ہوں روح، میں کہیں نہیں جا رہا۔ تم رو لو، جتنا رونا ہے رو لو، پر یوں خاموش رہ کر میرا دم مت گھونٹو۔"

اچانک اس نے سوچا روح ایک بار ہی رو لے تاکہ اس کا دل ہلکہ ہو جائے۔

"موسیٰ..."

اس نے روتے ہوئے بمشکل اس کا نام پکارا، آواز سسکیوں میں دبی ہوئی تھی۔

"وہ سب... وہ سب مجھے ویسے کیوں دیکھ رہے تھے؟ کیا محبت کرنا کوئی گناہ ہے؟ کیا ہمارا نکاح صرف ایک کاغذ کا ٹکڑا تھا جو اس کی کوئی وقعت ہی نہیں رہی؟"

موسیٰ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔اس کی انگلیاں روح کے گالوں پر بہتے گرم آنسوؤں کو صاف کرنے لگیں، مگر وہ تھے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"نہیں روح، ہماری محبت گناہ نہیں ہے اور ہمارا نکاح وہ پاک بندھن ہے جس پر خود خدا گواہ ہے۔ تم کیوں ان لوگوں کی باتوں کو دل پر لیتی ہو جو صرف زہر اگلنا جانتے ہیں؟ تم میری عزت ہو روح، اور سردار موسیٰ کی عزت پر انگلی اٹھانے والے کی انگلیاں کاٹنا میں اچھے سے جانتا ہوں۔"
اس کے لہجے میں اب وہی مخصوص سرداروں والی گرج واپس آ رہی تھی جو صرف اپنی محبوبہ کے لیے مر مٹنے کا عزم رکھتی تھی۔ روح نے اپنی بھیگی آنکھوں سے موسیٰ کے اس چہرے کو دیکھا جس پر ابھی تک اس کے دادا کے تھپڑ کا نشان ہلکا سا واضح تھا۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے موسیٰ کے رخسار کو چھوا۔

"میری وجہ سے... آپ کو سب کے سامنے تذلیل سہنی پڑی۔ میں نے دیکھا موسیٰ، آپ کی آنکھوں میں جو تکلیف تھی وہ اس تھپڑ کی نہیں تھی، وہ اس شرمندگی کی تھی جو میری وجہ سے آپ کو اٹھانی پڑی۔" ل
اس کی آواز میں پچھتاوا تھا وہ خود سے کچھ بھی بول رہی تھی روح کو خود کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

" کبھی نہیں روح! یہ بات دوبارہ اپنے دماغ میں بھی مت لانا۔"
موسیٰ نے اس کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگایا۔
"وہ تھپڑ میرے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا، اگر مجھے کوئی چیز مار سکتی ہے تو وہ تمہاری یہ بے رخی اور یہ خاموشی ہے۔ تم نے کل رات ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا، تمہیں اندازہ ہے میں نے وہ رات کیسے گزاری ہے؟"

یہ بات کہتے ہوئے روح اس کے لہجے کی تڑپ کو محسوس کر سکتی تھی۔ روح نے موسیٰ کے لہجے میں چھپی اذیت کو محسوس کیا تو اس کا دل پسیج گیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنی شرمندگی کی جنگ لڑتے لڑتے اس شخص کو کتنا دکھ دے بیٹھی ہے جو اس کے لیے پوری دنیا سے اکیلا لڑ گیا تھا۔ اس نے اپنی گرفت موسیٰ کی قمیض پر مزید مضبوط کر لی اور اپنا سر اس کے مضبوط سینے پر ٹکا دیا۔

"مجھے معاف کر دیں موسیٰ. میں بس ہمت ہار گئی تھی۔ مجھے لگا جیسے میں نے آپ کا مان توڑ دیا، جیسے سب کی نظریں اب مجھے کبھی پہلے کی طرح نہیں دیکھیں گی۔ میں آپ سے نظریں ملانے کے قابل خود کو محسوس نہیں کر رہی تھی،"

روح نے سسکتے ہوئے اعتراف کیا جبکہ اس کی باتیں سردار موسیٰ کو سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

"روح تم پاگل ہو گئی ہو اس مصیبت میں ہم میری وجہ سے پھنسیں ہیں تم تو کہہ رہی تھی کوئی آجائے گا اور تمہارا مان کبھی نہیں ٹوٹ سکتا روح، کیونکہ تم میرا غرور ہو۔ اور رہی بات نظروں کی، تو سردار موسیٰ کی بیوی کو کسی کی نظروں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ جو تمہیں غلط نظر سے دیکھے گا، وہ اپنی بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور تم یہاں کی سردارنی ہو کوئی کچھ کہے تم جواب دے سکتی ہو یاد رکھنا روح تم نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے ہمارا نکاح ہو چکا ہے"

موسیٰ نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے نہایت سفاکی مگر محبت سے کہا۔

اس کا ہاتھ روح کی پشت پر تھا، اسے یہ احساس دلانے کے لیے کہ وہ تنہا نہیں ہے۔ کچھ دیر تک کمرے میں صرف روح کی سسکیوں اور موسیٰ کی ہموار ہوتی سانسوں کی آواز گونجتی رہی۔ موسیٰ اسے خود سے الگ نہیں کرنا چاہتا تھا، مگر اسے معلوم تھا کہ وقت ریت کی طرح پھسل رہا ہے۔

"روح، میری طرف دیکھو،"

موسیٰ نے اسے تھوڑا دور کر کے اس کی تھوڑی تھامی۔ روح نے نم آنکھوں سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

"تم اب کچھ کھاؤ گی، ٹھیک ہے؟ ماں سائیں بہت پریشان ہیں۔ اگر تم نے کچھ نہ لیا تو میں قسم کھاتا ہوں کہ میں بھی باہر جا کر کچھ نہیں کھاؤں گا۔ تم جانتی ہو نا میں اپنی ضد کا کتنا پکا ہوں؟ اور اپنا موبائل ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھنا میں ہر وقت تم سے کونٹیکٹ میں رہوں گا" موسیٰ نے اسے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کی تاکہ وہ اپنی صحت کا خیال رکھے۔

روح نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔ موسیٰ کے چہرے پر ایک اطمینان بخش مسکراہٹ آئی۔ اس نے جھک کر روح کے ماتھے پر ایک لمبا بوسہ دیا، جس میں تحفظ اور بے پناہ محبت کا احساس چھپا تھا۔ اسی لمحے باہر سے آیت بیگم کے کھنکھارنے کی آواز آئی، جو خطرے کی گھنٹی تھی۔ موسیٰ جانتا تھا کہ اب اسے جانا ہو گا۔ وہ بوجھل دل کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں جا رہا ہوں، پر میں ہر پل تمہارے پاس ہوں۔"

موسیٰ نے آخری بار اس کی طرف دیکھا اور تیزی سے قدم بڑھاتے ہوئے دروازے سے باہر نکل گیا۔ باہر راہداری میں آیت بیگم بے چینی سے ٹہل رہی تھیں۔ موسیٰ کو باہر نکلتے دیکھ کر انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔

"وہ ٹھیک ہے؟"

انہوں نے دبی آواز میں پوچھا۔

"ہم، اسے ناشتہ دے دیجیے گا، اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کھائے گی،"

موسیٰ نے اپنی ماں کی طرف دیکھ کر کہا اب وہ کافی حد تک اطمینان میں تھا اسے کسی اور سے کوئی سروکار نہیں تھا بس اس کی روح اس کے ساتھ ہو۔

آیت بیگم نے اطمینان سے سر ہلایا اور موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ تم دونوں کے لیے آسانیاں پیدا کرے۔اب تم جاؤ، کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔"

موسیٰ نے اثبات میں سر ہلایا اور تیز قدموں سے راہداری عبور کرتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

💗💗

روح جس نے ابھی ناشتہ کیا تھا اور وہ بیڈ پر بیٹھی تھی اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا سامنے اپنے بھائی کو دیکھ کر وہ مسکرائی تھی ہاشم وہ واحد شخص تھا جو ہمیشہ سے ہر حال میں اس کے ساتھ تھا۔

"میری گڑیا کیسی ہے"

ہاشم اس کے پاس آیا اور اسے دیکھ کر بولا اسے مسکراتا دیکھ کر ہاشم کے چہرے پر اطمینان آ گیا تھا۔ ہاشم نے روح کے ماتھے پر پیار دیا اور اس کے برابر میں بیٹھ گیا۔ روح کی آنکھوں میں ابھی بھی سرخی باقی تھی، مگر موسیٰ کے آنے کے بعد اس کے چہرے پر جو سکون آیا تھا، وہ ہاشم سے چھپا نہ رہا۔

"بھائی، میں ٹھیک ہوں بس تھوڑا ڈر گئی تھی،"
روح نے ہاشم کا ہاتھ پکڑتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے روح جب تک تمہارا یہ بھائی اور سردار موسیٰ زندہ ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ تم پر انگلی اٹھائے۔ جو کل ہوا، وہ ایک گھٹیا سازش تھی اور یقین رکھو اس کا حساب بہت جلد ہونے والا ہے،"
ہاشم کے لہجے میں اپنی بہن کے لیے ڈھیروں مان تھا اور وہ اس سے کتنی محبت کرتا تھا اس بات کا روح کو اچھے سے اندازہ تھا۔

"میں جانتی ہوں بھائی میرے شوہر صاحب اور بھائی صاحب دونوں میرے ساتھ ہیں"

روح نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا پہلے وہ صرف اپنے بھائی کے معاملے میں لکی تھی اب تو شوہر کے معاملے میں لکی تھی۔ ہاشم نے روح کی آنکھوں میں چمک دیکھی تو اس کا دل بھر آیا۔ وہ اپنی اس چھوٹی سی بہن کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اس نے شرارت سے روح کی ناک کھینچی۔

"اچھا! تو اب جب شوہر کا ساتھ مل گیا ہے تو بھائی کی اہمیت کم ہو گئی ہے؟" ہاشم نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

"نہیں بھائی! آپ کی جگہ تو کوئی نہیں لے سکتا،

روح نے فوراً اپنے بھائی کے شانے پر سر رکھ دیا۔

"اچھا تو پھر آج اس خوبصورت مسکراہٹ کے بدلے اپنے بھائی سے کچھ بھی مانگ لو۔ جو کہو گی وہی ہو گا، تمھارے بھائی کا وعدہ ہے"

ہاشم نے سینہ تان کر کہا۔ روح کی آنکھوں میں ایک دم سے شرارت جاگی۔ اس نے کچھ سوچا اور پھر ہاشم کی طرف دیکھ کر ایک ایسی فرمائش کر دی جس کی اسے امید نہیں تھی۔

"بھائی! آپ میرے لیے وہ کریں گے جو میں کہوں گی؟"

روح نے تصدیق چاہی۔

"ہاں بابا! سو فیصد وہی ہو گا جو تم کہو گی"

ہاشم نے مسکرا کر اس کی بات کی تصدیق کی۔

"تو پھر بھائی... آج آپ میرے ہاتھوں سے میک اپ کروائیں گے اور میرے کپڑے پہن کر میرے ساتھ پوری حویلی میں ریمپ واک کریں گیں"

روح نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ اس کی ایسی ڈیمانڈ پر ہاشم حیران رہ گیا ہاشم کے چہرے کے تاثرات ایک دم سے بدل گئے۔اپنی بہن کی یہ فرمائش سن کر چکر آنے لگے اپنی بہن کو یہ بات کہہ کر وہ پچھتا رہا تھا۔

"کیا؟روح! تم ہوش میں تو ہو؟اس علاقے میں میری پہچان ہے لوگ مجھے دیکھ کر راستہ بدل لیتے ہیں اور تم مجھ سے حویلی کے اندر 'لڑکیوں والا روپ" کروانا چاہتی ہو؟"

ہاشم نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ نے وعدہ کیا تھا بھائی! اور یہاں حویلی میں ہمیں کون دیکھ رہا ہے؟ سوائے حویلی کے لوگوں کے۔ آپ نے کہا تھا نہ کہ جو میں کہوں گی وہ کریں گے، تو بس!"

روح اب کھلکھلا کر ہنس رہی تھی، اس کی اداسی جیسے کہیں غائب ہو گئی تھی ہاشم یہ دیکھ کر مسکرایا اور وہ بہت سکون میں آ گیا سب اگر اس کی یہ خواہش پوری کر کے وہ اپنی بہن کا دھیان کہیں اور لگا سکتا تھا تو وہ یہ ضرور کرنے والا تھا کسی اور کی اسے کوئی پرواہ نہیں تھے سوائے اپنی بہن کے۔

"ٹھیک ہے میری ماں! لاؤ، جو رنگنا ہے میرے چہرے پر رنگ دو،"

ہاشم نے ہار مانتے ہوئے آنکھیں بند کر لیں روح خوشی سے اچھل پڑی۔
روح جلدی سے اپنا میک اپ باکس نکال کر لے آئی تھی اس نے ہاشم کے چہرے پر فاؤنڈیشن تھوپی، وہ آہستہ آہستہ اس کا میک اپ شروع کر چکی تھی اس نے اسے مکمل طور پر وائیٹ کر دیا تھا اس کے اسکن ٹون سے بھی زیادہ روح نے اسے سفید کر دیا تھا اب وہ اس کی انکھوں پر رنگ لگا رہی تھی انکھوں کا کام کرنے کے بعد اس نے اچھا سا بلش اور ہائیلائیٹر لگایا اس کے بعد اس کی گھنی مونچھوں کے باوجود زبردستی 'پنک لپ اسٹک' لگائی۔

"واہ بھائی! آپ تو مجھ سے بھی زیادہ پیاری لگ رہی ہیں،"
روح نے ہنستے ہوئے ہاشم کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ سے اٹھایا۔ ہاشم نے جب آئینے میں اپنی شکل دیکھی تو وہ حیران رہ گیا تھا اس کی مونچھیں اور دھاڑی کو بھی اس نے سفید کر دیا تھا سفید فاؤنڈیشن، گلابی ہونٹ اور آنکھوں پر شوخ رنگ؛ وہ کسی نوٹنکی کا کردار لگ رہا تھا۔

"روح! اگر یہ حولیا میرا موسیٰ یا عدنان نے دیکھ لیا تو میں کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا پر وقت مجھے تنگ کرتے رہیں گیں"

ہاشم نے حسرت بھری نگاہوں سے آئینے کو دیکھتے ہوئے کہا، مگر روح کی کھنکتی ہنسی اس کے لیے ہر نقصان کا مداوا تھی۔

"بھائی! ابھی تو اصل کام باقی ہے،"

روح نے شرارت سے کہا اور الماری سے اپنا ایک بھاری کامدار جوڑا نکالا۔

ہاشم نے ایک لمبی آہ بھری اور اپنی بہن کی خوشی کی خاطر وہ جوڑا پہننے کے لیے واشروم میں چلا گیا۔ کچھ دیر بعد جب ہاشم باہر نکلا تو روح اسے دیکھتے ساتھ ہی ہنستے ہنستے بیڈ پر لوٹ پوٹ ہو گئی۔ ہاشم نے وہ جوڑا زبردستی اپنے مردانہ وجود پر چڑھایا ہوا تھا، سر پر دوپٹہ کسی ڈھال کی طرح سیٹ تھا اور وہ بڑے بڑے قدم بھرتا ہوا اس کی طرف آرہا تھا۔

"چلیں 'سردارنی ہاشم بیگم '!اب ریمپ واک کا وقت ہے "روح نے اپنا موبائل نکالا اور ویڈیو ریکارڈنگ آن کر دی۔

"نہیں روح یہ مجھ سے نہیں سنبھل رہا اور میں باہر ہر گز بھی یوں نہیں جانے والا"

اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ سے وہ بہت خوش تھا۔

"بلکل بھی نہیں میں نے پہلے ہی کہا تھا آپ حویلی میں ریمپ واک کریں گیں ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گی"

روح نے مصنوئی غصے سے اسے دیکھا تھا۔۔ہاشم نے ایک نظر اپنی بہن کے معصوم اور ضد بھرے چہرے پر ڈالی۔وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے اب انکار کیا تو وہ ہنسی، جو بڑی مشکل سے روح کے لبوں پر لوٹ کر آئی تھی، پل بھر میں غائب ہو جائے گی۔اس نے ایک گہری سانس لی اور دوپٹے کے پلو کو کسی اناڑی دلہن کی طرح انگلی پر لپیٹا۔

"اچھا بابا! اب تمھارے بھائی کی عزت تمہاری خوشی کے نام۔ چلو، ویڈیو آن کرو"

ہاشم نے گویا اپنی 'شہادت' کا اعلان کیا اور کمرے سے باہر نکلنے کے لیے قدم بڑھائے۔ روح آگے آگے موبائل پکڑے ویڈیو بنا رہی تھی اور پیچھے پیچھے ہاشم، اپنے بھاری بھر کم وجود کو روح کے تنگ کا مدار جوڑے میں سموئے، مٹک مٹک کر چلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی وہ گھنی مونچھیں جن پر فاؤنڈیشن لگی تھی اور وہ شوخ گلابی لپ اسٹک اسے دنیا کا سب سے عجیب و غریب انسان بنا رہی تھی

"بھائی! تھوڑا لچک کر، تھوڑا نخرے سے،"

روح ہنستے ہوئے ہدایات دے رہی تھی۔ ہاشم نے جب راہداری کے بیچوں بیچ پہنچ کر ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرا ہوا میں لہرا کر 'ریمپ واک' کا ایک پوز دیا، تو روح کی ہنسی کا فوارہ چھوٹ گیا۔ وہ ہنستے ہنستے دیوار سے لگ گئی، اس کی آنکھوں سے ہنسی کے مارے آنسوں نکل آئے۔ یہ وہی روح تھی جو چند گھنٹے پہلے مصلے پر ساکت بیٹھی تھی، اور اب اس کا بھائی اس کے لیے تماشہ بن کر اسے زندگی کی طرف لوٹا رہا تھا۔ اسی دوران سردار موسیٰ، جو حویلی کے بیرونی معاملات نمٹا کر اوپر آ رہا تھا سیڑھیوں کے دہانے پر پہنچ کر ساکت ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک "دیو قامت حسینہ" دوپٹہ لہراتی ہوئی آ رہی تھی جس کے پیچھے اس کی بیوی کی ہنسی گونج رہی تھی۔ موسیٰ نے آنکھیں جھپکا کر دوبارہ دیکھا۔ اسے لگا شاید اسے نظر کا دھوکہ ہوا ہے، مگر جب اس نے اس "حسینہ" کے چہرے پر ہاشم کے نقش اور وہ فاؤنڈیشن میں اٹی مونچھیں دیکھیں، تو اس کے ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے۔

"ہاشم؟"

موسیٰ کی آواز میں حیرت اور بے اختیار ہنسی کا امتزاج تھا۔ ہاشم نے جیسے ہی موسیٰ کی آواز سنی، اس کے پاؤں منوں وزنی ہو گئے۔ اس نے وہیں جم کر دوپٹہ چہرے پر ڈالنا چاہا مگر وہ جوڑے کی تنگی کی وجہ سے بمشکل اس کے کندھوں تک آ رہا تھا۔

"موسیٰ! تم... تم ابھی کیوں آئے؟"

ہاشم نے بدحواسی میں دبی آواز میں کہا، مگر اس کا میک اپ زدہ چہرہ اب موسیٰ کے بالکل سامنے تھا۔ موسیٰ نے اپنا سر تھام لیا۔

"اوخدایا! ہاشم، یہ تمہارا کیا حال ہے؟ کیا سارے کام چھوڑ کر اب تم نے کسی ڈرامہ کمپنی میں داخلہ لے لیا ہے؟" موسیٰ اب قہقہے مار کر ہنس رہا تھا۔ اس نے روح کو دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ ہاشم نے اس کا دھیان ہٹانے کے لیے یہ سب کیا تھا وہ اپنی بہن کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا روح نے جب سردار موسیٰ کو ہنستے دیکھا تو وہ بھاگ کر اس کے پاس آئی۔

"موسیٰ! دیکھیں نا، ہاشم بھائی کتنے پیارے لگ رہے ہیں؟"
موسیٰ نے روح کے چمکتے چہرے کو دیکھا اور پھر ہاشم کی طرف دیکھا جواب شرم سے پانی پانی ہو رہا تھا۔ موسیٰ نے ہاشم کے شانے پر ہاتھ رکھا ہنسی مذاق کی آواز سن کر تقریباً سب لوگ ہی زنان خانے میں آکر اکھٹا ہو گئے تھے ہاشم سب کو دیکھ کر حیران ہو گیا تھا کیا سب نے آج ہی یوں اکھٹا ہونا تھا جبکہ سب لوگ ہاشم کو دیکھ کر حیران ہو رہے تھے ہر کسی کے چہرے پر حیرات کے تاثرات تھے۔

سب لوگوں نے جب ہاشم کو دیکھا تو ہر کوئی حیران ہو رہا تھا اور روح کو کھڑا ہنستہ دیکھ وہ سمجھ گئے تھے کہ یہ ساری شرارت اس کی ہے اور اس کی خوشی کے لیے ہاشم کچھ بھی کر سکتا ہے یہ بات وہاں موجود ہر کوئی جانتا تھا روح کو خوش کرنے کے لیے اس کا مائنڈ چینج کرنے کے لیے ہاشم نے یہ سب کیا تھا اس پورے قبیلے میں کوئی بھی بھائی ہاشم جیسا نہیں ہو سکتا تھا یہ بات وہاں موجود سردار موسی عدنان حنان یحییٰ سب نے محسوس کی تھی اچانک سب کے چہروں پر حیرت کی جگہ مسکراہٹ آگئی تھی اور سب لوگ مسکرا کر ہاشم کو دیکھ رہے تھے سب کی ہنسی چھوٹ رہی تھی اور روح سب کے ایکسپریشن کیپچر کر رہی تھی سید سائیں کے چہرے پر کوئی تاثرات نہیں تھی وہ بس خاموش کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے۔۔

"یہ سب کیا ہے ہاشم"

سید سائیں کی بھاری آواز ہال میں گونجی تھی سب لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے سید سائیں نے ایک نظر روح کے دمکتے چہرے پر ڈالی اور پھر ہاشم کے اس مضحکہ خیز حلیے کو دیکھا۔ ہاشم جس کے چہرے پر تھوپی گئی سفید فاؤنڈیشن جگہ جگہ سے اکھڑ گئی تھی کیوں کہ اس کے اسکن ٹون کے حصاب سے شاید فاؤنڈیشن نہیں تھا اور گلابی لپ اسٹک اس کی مونچھوں میں اٹک کر اسے مزید عجیب بنا رہی تھی، نہایت معصومیت سے دادا جان کے سامنے کھڑا تھا۔

"کیا ہوا سید سائیں؟"

ہاشم نے اپنی بھاری مردانہ آواز میں پوچھا، جو اس کے نسوانی لباس کے ساتھ بالکل میل نہیں کھا رہی تھی۔

"ہاشم! ہوش کے ناخن لو، یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے؟ تم اس حویلی کے چشم و چراغ ہو، کوئی گلی محلے کے مراثی نہیں جو یہ اس طرح کا حولیہ بنا کر پھرو" سید سائیں نے رعب دار لہجے میں کہا۔ روح کی ہنسی ایک دم سے رک گئی اور وہ سہم کر موسیٰ کے بازو کے پیچھے چھپ گئی۔ اسے لگا کہ شاید اب ہاشم بھائی کو اس کی وجہ سے ڈانٹ پڑے گی۔ لیکن ہاشم مسکرا کر سید سائیں کو دیکھ رہا تھا۔

"سید سائیں اپ اچھے سے جانتے ہیں میں نے یہ سب کیوں کیا ہے کل بھی کوئی نہیں تھا میری بہن کے ساتھ میں اس کے ساتھ اس کی ہر پریشانی میں ہر دکھ میں تھا پر اج اس کا شوہر اور اس کا بھائی دونوں اس کے ساتھ ہیں۔

پتہ نہیں کیوں آپ نے کل اتنی چھوٹی بات کو اتنا بڑا کر دیا حالانکہ جس نے اتنی بڑی گھٹیا حرکت کی جو ایک میاں بیوی پر نظر رکھے ہوئے تھی اسے کچھ بھی نہیں کہا گیا بس یہ کہا گیا کہ وہ اس ویلی سے چلی جائے کیا یہ سزا ہونی چاہیے اس لڑکی کے لیے"

ہاشم نے گلناز کی طرف اشارہ کیا تھا۔۔

"اور آپ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں موسیٰ نے آج تک کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا سید سائیں تو آپ نے یہ کیسے سوچ لیا وہ اپنی بیوی کو تکلیف دے گا اس کے ساتھ کچھ غلط کرے گا جو شخص قبیلے کی ہر لڑکی کی عورت کی عزت کرتا ہے احترام کرتا ہے کیا اسے یہ نہیں پتہ کہ بیوی کی عزت کیا ہوتی ہے؟"

ہاشم نے احترام کا دائرہ نہیں چھوڑا تھا کیونکہ اس کی ایسی تربیت ہی نہیں تھی کہ وہ غصے میں اپنے بڑوں کا احترام بھی بھول جائے وہ اب بھی تحمل سے ان سے بات کر رہا تھا۔

"اور ہر بار ایسا ہی ہوا ہے حویلی میں کچھ بھی ہوتا ہمیں اپنوں پر یقین کرنے کے بجائے دوسروں پر یقین کر لیتے ہیں جیسے پہلے یحییٰ کے ساتھ جو ہوا اس کو قصور بنا دیا گیا حالانکہ اپ اپنے خون کو اچھے سے جانتے تھے یحییٰ کبھی بھی ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا اور اس کے بعد اپ سب لوگوں نے کیا کیا رواسے تو اپ اپنی لاڈلی پوتی کہتے تھے نا اور سردار موسی وہ جو اپ کا مال تھا غرور تھا نا اپ اسے بہت اچھے سے جانتے تھے یحیی سے بھی قریب ترین وہ آپ کا ہو گیا تھا تو پھر کیوں اپ نے بے اعتمادی کی پٹی اپنی انکھوں پر با ندھ لی تو کیوں اپ نے ایسا سوچ لیا کہ اپ کا پوتا اپنی بیوی کے ساتھ کچھ غلط کرے گا کیا اسے نہیں معلوم وہ سردار ہے اس قبیلے کا نکاح ہوا نہیں کہ باوجود بھی یہاں ایک روایات ہے رخصتی جسے اس نے قائم رکھا ہوا تھا ورنہ اگر وہ کچھ بھی کرتا اس سب کا انجام ہم سب کے سامنے اج ہوتا کیونکہ ہم میں سے کوئی بھی چھوٹا بچہ نہیں ہے جو میری بات کا مطلب نہ سمجھ سکے"

ہاشم بول رہا تھا اور سید سائیں کھڑے خاموش سن رہے تھے۔۔

"آپ مجھے بتائیں نا کیا غلط کیا انہوں نے ایسا کیا کر دیا تھا کیا اپ نے موسی پر ہاتھ اٹھا لیا"

ہاشم آج سید سائیں کو کٹھرے میں کھڑا کر کے سوال کر رہا تھا۔۔

"ہاشم تم سید سائیں سے بات کر رہے ہو یہ مت بھولو"

احمد نقوی نے اپنے بیٹے کو دیکھ غصے سے کہا۔۔

"بابا سائیں مجھے اچھے سے پتہ ہے کہ میں کس سے بات کر رہا ہوں اور میرے لہجے میں کہیں پہ بھی یہ نہیں ہے کہ میں اپنی سید سائیں کی بے ادبی کر رہا ہوں مجھے جو تربیت ملی ہے اس میں کہیں پہ بھی اپنے بڑوں کی بے ادبی کرنا نہیں شامل اور میں ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہی ان سے سوال کر رہا ہوں"

ہاشم نے احتراماً اپنے بابا سائیں کو جواب دیا تھا وہاں موجود ہر کوئی خاموش ہو گیا تھا۔

"بولیں نا سید سائیں کیا غلط کیا ہے موسیٰ نے جانتے ہیں آپ اس کے جذباتوں کو ایک ہی حویلی میں رہتے ہوئے پاکیزہ رشتہ ہونے کے باوجود بھی اس نے اس کا غلط استعمال نہیں کیا شاید اپ کو میری اس بات پر بھی یقین نہ ائے تو ایسا کر لیتے ہیں روح کے میڈیکل ٹیسٹ کروا لیتے ہیں"

ہاشم نے ان کو دیکھ کر کہا تھا جو کہ خاموش تھے اب بھی سردار موسیٰ کو روح کے میڈیکل ٹیسٹ والی بات پسند نہیں ائی تھی اور نہ ہی وہ بات کو مزید اگے بڑھانا چاہتا تھا یہ اس نے ہاشم کو خاموش ہونے کا اشارہ کر دیا اس کا اشارہ سمجھ کر ہاشم خاموش ہو گیا۔۔

"بس کرو ہاشم جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب بات کو مزید سیکھنے کی ضرورت نہیں"

سردار موسیٰ نے کہا تو وہ خاموش پر گیا نور بھی اپنے شوہر کو دیکھ رہی تھی اگر وہ بھائی اتنا اچھا تھا تو یقیناً شوہر بھی اتنا ہی اچھا ہو گا اسے اپنی قسمت پر رشک محسوس ہوا اس سے محبت کرنے والا شخص ہاشم ہے۔ ہاشم کی خاموشی کے بعد ہال میں چھائی گھٹن زدہ خاموشی مزید گہری ہو گئی۔ ہر آنکھ سید سائیں کے چہرے پر ٹکی تھی، جہاں جذبات کا ایک طوفان تھا مگر لب ساکت تھے۔ ہاشم نے جو آئینہ ان کے سامنے رکھا تھا، اس کی حقیقت سے انکار ممکن نہیں تھا۔ سید سائیں نے ایک لمبا سانس لیا اور تھوڑا آگے بڑھے۔ ان کی نظریں پہلے موسیٰ پر پڑیں، جس کے چہرے پر اب بھی اس تھپڑ کا نشان تو نہیں تھا مگر اس کی روح پر لگے زخم واضح تھے۔ پھر انہوں نے روح کو دیکھا جو سہمی ہوئی موسیٰ کے پیچھے کھڑی تھی۔

"ہاشم... تم نے غلط نہیں کہا۔"

سید سائیں کی آواز میں اس بار وہ گرج نہیں تھی، بلکہ ایک شکست خوردہ انسان کی پشیمانی تھی۔

"اگر دیکھا جائے تو موسی اور روح اپنی جگہ غلط نہیں ہیں اور ان کے درمیان جو رشتہ ہے وہ بھی پاکیزہ ہے لیکن یہاں کے کچھ قاعدے کانون ہیں ہمیں معاشرے کے حساب سے چلنا پڑے گا ابھی ان دونوں کی رخصتی نہیں ہوئی"

سید سائیں سردار موسی کو دیکھ کر بولے تھے۔۔

"لیکن سید سائیں یہاں کی حکومت ہماری ہے یہاں کے قاعدے قانون بنانے والے ہم ہیں اگر اپ معاشرے کی بات کریں تو بالکل ٹھیک ہیں لیکن اسلام میں تو نکاح ہی سب کچھ ہوتا ہے اور رخصتی وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہ تو فضول سی رسمیں ہیں کے اوپر حق لگتا ہے کبھی بھی چاہے رخصتی کروا سکتا ہے لیکن اسے اپ کے فیصلے کا احترام ہے اور آپ اس لڑکی کی باتوں میں آ گئے"

گلناز اپنے طرف سوالوں کے تیر دیکھ کر در گئی تھی۔

"ہاشم بار بار میری بیٹی کو بیچ میں گھسیٹنے کی ضرورت نہیں ہے جب ان کی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ ایک ساتھ کمرے میں اکیلے ہونے کی کیا ضرورت تھی"

نادیہ بیگم ابھی مزید کچھ بولتے ہیں کہ سردار موسی نے انہیں خاموش کروا دیا۔۔

پلیز پھوپھو جان کچھ بھی ایسا مت بولیے گا اپنی بیوی کے بارے میں میں کچھ بھی نہیں سن سکتا"

سردار موسیٰ نے سختی سے کہا تھا سردار موسیٰ سے وہ ڈرتی بھی تھی کیوں کہ اس کا روب تھا اس لیے خاموش ہو گئی۔۔ نادیہ بیگم کے لب سل گئے، مگر ان کی آنکھوں میں اب بھی غصہ چمک رہا تھا۔ سردار موسیٰ کا لہجہ اتنا کاٹ دار تھا کہ حویلی کے در و دیوار لرز اٹھے تھے۔ روح نے بے اختیار موسیٰ کی قمیض کو تھاما، جیسے اسے یاد دلا رہی ہو کہ وہ اس کے غصے سے ڈرتی ہے۔

"سید سائیں! ہم یہاں رخصتی اور رسموں کی بحث کرنے نہیں بیٹھے بڑے تھے کل اپ نے ہاتھ اٹھا لیا اس میں کوئی بڑی بات نہیں بس اپ مجھے غلط نہ سمجھیں اپنی روح کی عزت پر میں جان بھی دے سکتا ہوں"

موسیٰ نے اب براہِ راست اپنے دادا جان کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"کل جو ہوا وہ ایک سوچی سمجھی سازش تھی تاکہ اس حویلی کے سکون کو آگ لگائی جا سکے۔ گلناز نے جو دیکھا وہ اس کا اپنا ذہن تھا، حقیقت نہیں۔ اور نادیہ پھوپھو! اگر آپ کو لگتا ہے کہ ایک کمرے میں ہونے سے نکاح کی حرمت ختم ہو جاتی ہے، تو شاید آپ کو رشتوں کی پاکیزگی کا مطلب دوبارہ سیکھنا ہو گا۔"

سید سائیں نے خاموشی سے موسیٰ کی بات سنی، پھر ان کی نظر گلناز پر پڑی جو ایک کونے میں کھڑی تھی۔

"گلناز!"

سید سائیں کی آواز ہال میں گونجی۔ گلناز لرزتے قدموں سے آگے آئی۔

"تم نے جو کچھ کیا، اس کا مقصد کیا تھا؟ کیا تم واقعی موسی کو پسند کرتی ہوں اس لیے تم نے ایسا کیا؟"

گلناز نے جواب دینے کے بجائے رونا شروع کر دیا، مگر اب اس کے آنسو کسی کے دل کو نہیں پگھلا رہے تھے۔ ہاشم نے جواب بھی وہی مضحکہ خیز حلیہ بنائے کھڑا تھا۔ وہ بغیر جواب دیے اوپر بھاگ گئی تھی اس کا مطلب جو باقی سب کہہ رہا تھا وہ سچ تھا۔

"جو کچھ بھی کل ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن اس بات کا خیال رکھا جائے ائندہ کے بعد ایسی غلطی وہ بھی تم سے نہ ہو تمہیں اور روح کو اپنے حدود پتہ ہونے چاہیے جیسے پہلے رہتے تھے نارمل ویسے ہی رہو"

سید سائیں کی بات پر سردار موسیٰ کے دل کو سکون پہنچا تھا کیونکہ اسے اپنی بیوی سے ملنے پر اب کوئی پابندی نہیں تھی وہی تو اس کا سکون تھی وہ پورے دن کا تھکا ہارا اتا تھا لیکن جب اپنی بیوی کا مسکراتا چہرہ دیکھتا تو اس کے پورے دن کی تھکان دور ہو جاتی تھی اس سے اپنی ساری باتیں شیئر کرنا اسے تنگ کرنا یہ سب اس کی زندگی کا حصہ بن چکا تھا اور اس سب کے بغیر اف سردار موسی کو اپنی زندگی ادھوری سی لگتی تھی رو کے بغیر تو اب وہ جینے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور یہ تصور ہی اس کے لیے جان لیوا تھا۔۔

"اور ہاں سب بھول جاؤ کچھ بھی نہیں ہوا سب نارمل ہے اور کل کی مہندی کی تیاریاں کرو"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا جس پر سب کے چہرے پر ہی مسکراہٹ آ گئی۔



زنان خانے کے دروازے کے پاس کھڑے ہو کر شہنشاہ نے ساری باتیں سن لی تھی ویسے تو حویلی کی خبریں ملازمین تک بھی نہیں پہنچتی تھی لیکن فی الحال معاملہ زنان خانے میں ہو رہا تھا اس وجہ سے وہاں کھڑے ہو کر ان سب کی باتیں سن لی تھی وہ یہ بات جانتا ہی نہیں تھا کہ سردار موسی شادی کر چکا ہے اور نہ ہی اس نے ذکر کیا تھا جب کہ وہ تو سوچ رہا تھا اس کی کوئی کمزوری ہاتھ لینا اور شہنشاہ سمجھ گیا تھا عزت اس کی بیوی سب سے بڑی کمزوری ہے اس کی اگر وہ اس سے محبت نہیں بھی کرتا تو اس کے بیوی کی عزت سب سے زیادہ ضروری ہے اس کے لیے اور وہی اب اس کی کمزوری تھی جسے شہنشاہ نے نقصان پہنچانا تھا لیکن وہ اب تک نہیں سمجھ پایا تھا جس لڑکی کو اس نے اس دن دیکھا پھر مایوس کر دیکھا اس کا دل اس کے لیے جیسے پہلے کبھی بھی نہیں دھڑکا تھا وہ کون تھی؟ یہ سوال اسے پریشان کر رہا تھا۔۔

"جو بھی ہو مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا حواسوں پر سوار ہو چکی ہے اسے میرا ہونا پڑے گا اس کی اس خوبصورتی نے مجھے اپنا دیوانہ کر دیا ہے ایک رات کی ہی تو بات ہے اس کے بعد یہ تڑپ بھی کم ہو جائے گی جو اسے دیکھ کر میرے دل میں لگ رہی ہے بس جو بھی ہو ایک وہ لڑکی دوسرہ سردار موسیٰ کی بیوی دونوں میرا نشانہ ہیں اس نے مجھے برباد کیا میں اسے کروں گا"

شہنشاہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا وہ ایسا نہیں تھا لیکن نا جانے کیوں اس لڑکی نے اسے گناہ کی طرف دھکیل دیا سے شراب نوشی پر لگا دیا اور وہ لڑکیوں کی سمگلنگ کرنے لگا وہ کیوں یہ بھول گیا کہ اس کا خدا بھی ہے؟ خیر ہر کوئی اپنے گناہ کا حساب خود دے گا اور اسے دینا بھی ہو گا کیوں کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔۔

💗💗

عدنان پوری رپورٹس کے ساتھ بلیک مامبا کے سامنے کھڑا تھا اپنے پہلے بار میں وہ لوگ کامیاب ہو چکے تھے اب باری تھی دوسرے اور یہ بھی ان لوگوں کو ہاشم کی رخصتی سے پہلے پہلے سرانجام دینا تھا۔۔

"کیا سچویشن ہے"

رات کی تاریخی ہر چیز پر قابض ہو چکی تھی اور وہ دونوں اس وقت روڈ پر چلتے ہوئے جا رہے تھے اگے اگے بلیک مامبا تھا اور پیچھے پیچھے عدنان چل رہا تھا۔ماں باپ کے حکم پر اس 24 گھنٹے سے پہلے پہلے سارے ٹیسٹ کروا کر ان کی رپورٹس جمع کر لی تھی اور اس کے بعد ان سب کی لسٹ بھی بنائی تھی۔عدنان نے ایک گہری سانس لی اور اپنے ہاتھ میں موجود فائل بلیک مامبا کی طرف بڑھائی۔اس کی آنکھوں میں ان لڑکیوں کی حالتِ زار دیکھ کر جو کرب پیدا ہوا تھا، وہ اب غصے کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

"سچویشن بہت سنگین ہے مامبا!"

عدنان نے دبی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"میڈیکل رپورٹس کے مطابق 103 لڑکیوں میں سے 22 ایسی ہیں جنہیں باقاعدگی سے انجکشنز دیے جا رہے تھے اور وجہ تم اچھے سے جانتے ہو کس لیے ان میں سے تقریباً ہر لڑکی کی عمر بمشکل بارہ سال ہے"

عدنان اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے کہہ رہا تھا اور بلیک مامبا خاموشی سے کھڑا سن رہا تھا۔

اور اللہ کا شکر ہے 37 لڑکیاں ایسی ہیں جو نئی لائی گئی تھی ایک ساتھ اور وہ بلکل ان ٹچ ہیں اور باقی سب ان کی زیاتی کا شکار ہیں"

عدنان نے افسوس سے بتایا تھا بلیک مامبا باغور فال کو دیکھ رہا تھا۔ بلیک مامبا نے فائل پر جمی اپنی نظریں ہٹائیں اور ایک گہری ٹھنڈی سانس لی۔ اس کی مٹھیوں میں دبی فائل جیسے اس کے اندر سلگتے غصے کی عکاسی کر رہی تھی۔ 103 معصوم زندگیاں، اور ان میں سے کئی ایسی جن کا بچپن ان درندوں نے نوچ لیا تھا۔

"بارہ سال..."
بلیک مامبا کی آواز کسی برفیلے طوفان کی طرح سرد تھی۔

"جس عمر میں ان کے ہاتھوں میں گڑیاں اور کتابیں ہونی چاہیے تھیں، نصرت اور شہنشاہ جیسے درندوں نے انہیں جہنم میں دھکیل دیا۔ عدنان! ان جیسے باقی سب کو بھی ہم نے پکڑنا ہے اور ان معصوم زندگیوں کو ان کے چنگل سے نکالنا ہے"

وہ رکا اور پلٹ کر عدنان کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اب انتقام کی آگ دہک رہی تھی۔

"ان 37 لڑکیوں کو، جو ابھی محفوظ ہیں، فوراً ہمارے 'سیف ہاؤس' منتقل کرو"

بلیک مامبا نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا، اس کا لہجہ مزید سخت ہو گیا۔

"باقی لڑکیوں کے لیے شہر کے بہترین ماہرِ نفسیات اور ڈاکٹرز کا انتظام کرو۔ ان کے جسموں کے زخم تو بھر جائیں گے، لیکن ان کی روح پر لگے نشان مٹانے میں ہمیں برسوں لگیں گے۔"

بلیک مامبا سوچ کر بول رہا تھا۔

"اور مامبا، ان کے گھر والے؟"

عدنان نے پوچھا جس پر بلیک مامبا نے اسے دیکھا۔

"فلحال اس بارے میں بعد میں سوچیں گیں ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے"
اس نے آہستہ سے کہا تو عدنان نے ہاں میں سر ہلا دیا۔۔
عدنان کب سے نوٹس کر رہا تھا اس کی بیوی اس سے بات نہیں کر رہی اور آج بھی کچھ ایسا ہی تھی حویلی میں آج رات ہاشم اور نور الہدیٰ کی مہندی تھی لیکن حفصہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی اب اس کی ناراضگی کی وجہ کیا تھی یہ تو عدنان بھی نہیں سمجھ پایا تھا ایک تو اس کے بازو میں گولی لگی تھی جس وجہ سے اب اسے بہت سے کام کرتے ہوئے مشکل ہوتی تھی اسے اپنی بیوی کی اس وقت حد سے زیادہ ضرورت ہوتی تھی لیکن وہ کمرے میں ملتی ہی نہیں تھی عدنان بیڈ پر بیٹھا اس کا منتظر تھا حفصہ ہاتھ میں دودھ اور کچھ فروٹس لے کر آئی وہ سب اس نے آکر عدنان کے سامنے رکھے۔۔

"یہ سب کیا ہے؟"

عدنان نے ان سب چیزوں کو دیکھ کر منہ بنالیا تھا جب سے اسے گولی لگی تھی تب سے ہی حفصہ ہر وقت اس کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر حاضر ہو جاتی تھی۔۔

"نظر نہیں آرہا کیا آپ کو"

حفصہ یہ کہہ کر وہاں سے جانے لگی جب عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔

"کیا ہوا ہے میں دیکھ رہا ہوں تم مجھ سے بات نہیں کر رہی ان کل"

عدنان نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا تھا جس سے حفصہ اس کے سینے سے آکر لگی۔

"کیا کر رہے ہیں چھوڑیں مجھے آپ کو گولی لگی ہے"

حفصہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دور ہونے کی کوشش کی۔۔

"اگر نہ چھوڑوں تو"

عدنان کی آنکھوں میں ایک الگ ہی چمک تھی جو کہ حفصہ کے لیے خطرے کی علامت تھی رات تو وہ اپنے جذباتوں پر نا جانے کیسے پھرے دے گیا تھا کیوں کہ اس کا زخم ابھی تازہ تھا لیکن اب اس کا دل اس کی قربت کے لیے مچل رہا تھا اور اس کی 17 سالا معصوم بیوی جو اسے نکھرے دیکھا رہی تھی عدنان کو بہت پیاری لگ رہی تھی۔ حفصہ نے گھبرا کر اپنی نظریں جھکا لیں، اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا عدنان بھی صاف سن رہا ہو گا۔ اس نے اپنی چھوٹی سی مٹھیوں میں عدنان کی قمیض کو جکڑ لیا، مگر اس کی گرفت میں وہ سختی نہیں تھی۔

"عدنان... پلیز، آپ زخمی ہیں،"

حفصہ نے لرزتی ہوئی آواز میں التجا کی، مگر اس کے لہجے کی نرمی عدنان کے ارادوں کو مزید مضبوط کر رہی تھی۔

"زخم جسم پر ہے حفصہ، دل پر نہیں اور دل کا علاج تو صرف تم ہو،"
عدنان نے اپنا دوسرا ہاتھ حفصہ کے رخسار پر رکھا اور اسے نہایت محبت سے دیکھا۔

"اب بتاؤ گی بھی کہ یہ ناراضگی کس بات کی ہے؟ کیا میں نے کوئی ایسی غلطی کی ہے جس کا مجھے خود نہیں پتہ اور میری چھوٹی سے بیوی مجھ سے ناراض ہو کر بیٹھی ہے؟"
حفصہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ اس نے نظریں اٹھا کر عدنان کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں اپنے شوہر کے لیے بے پناہ فکر اور محبت تھی۔

"آپ ہمیشہ خطروں میں کیوں کود جاتے ہیں؟ آپ کو اندازہ ہے جب آپ نے مجھے بتایا کہ آپ کو گولی لگی ہے تو مجھ پر کیا گزری؟ اگر... اگر کچھ زیادہ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟ کل رات تو میں خاموشی ہو گئی کچھ نہیں کہا کیوں کہ آپ کو اس وقت زیادہ تکلیف تھی لیکن عدنان میرا آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے اور آپ کو کھونے سے میں بہت ڈرتی ہوں اپ کے بغیر آپ کی حفصہ کچھ بھی نہیں"

عدنان کا دل اپنی معصوم بیوی کی اس بات پر پسیج گیا لیکن اس کے انداز میں اس کے لیے جو اظہارِ محبت تھی وہ عدنان کے لیے سکون کا باعث تھی اسے احساس ہوا کہ وہ جسے نخرے سمجھ رہا تھا، وہ دراصل اس کے کھو جانے کا خوف تھا۔ اس نے حفصہ کے ماتھے پر ایک لمبا اور پیار بھرا بوسہ دیا اور اسے مزید اپنے حصار میں چھپا لیا۔

"معاف کر دو اپنی جان کو۔ میں وعدہ کرتا ہوں، اب سے اپنا خیال رکھوں گا کیونکہ اب میری زندگی صرف میری نہیں، تمہاری امانت ہے۔ اب یہ رونا دھونا بند کرو، ورنہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو لوگ کہیں گے کہ سردار عدنان این معصوم سی جان پر ظلم کر رہا ہے"

عدنان نے شرارت سے کہا تو حفصہ کے لبوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ آگئی۔ اس نے عدنان کے سینے سے سر ہٹایا۔

"اب جانے دیں مجھے یہ سب کھائیں پھر شام میں اپ کو ریڈی بھی میں نے خود کرنا ہے"

حفصہ نے اس کے بازو کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر عدنان شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عدنان نے ایک جھرجھری لی اور اس کی گرفت حفصہ کی کمر پر مزید مضبوط ہو گئی۔

"اتنی جلدی کیا ہے جانے کی؟ ابھی تو دل کا حال سنانا باقی ہے"

عدنان نے سرگوشی کی تو حفصہ کا سانس سینے میں ہی اٹک گیا۔

"عدنان... نہیں نہ، کوئی آجائے گا مجھے بلانے کے لیے جیسے اس دل روح آ گئی تھی"

حفصہ نے معصومیت ہوئے کہا، لیکن اس کی آواز میں مزاحمت دم توڑ رہی تھی۔ عدنان نے اس کی ایک نہ سنی اور جھک کر اپنے تپتے ہوئے لب اس کے لرزتے ہوئے ہونٹوں پر رکھ دیے۔ اس کے لمس میں تڑپ تھی وہ صرف اس سے ایک دن دور رہا تھا لیکن اس کی تڑپ دیکھ کر تو حفصہ گھبرا گئی حفصہ کی آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں اور اس کا پورا وجود برف کی طرح پگھلنے لگا۔ عدنان کی سانسیں اس کے چہرے پر دہک رہی تھیں، وہ اس قدر اس کے اندر گم تھا کہ اسے اس بات کا بھی احساس نہ ہوا کہ حفصہ کی سانسیں اس پر تنگ ہو رہی ہے اسے لگا جیسے کمرے کی ساری آکسیجن ختم ہو گئی ہو، اس کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں مگر عدنان اسے خود میں سما لینے کے درپے تھا۔ کچھ پل بعد جب عدنان نے اسے تھوڑا سانس لینے کی مہلت دی۔

"آپ... آپ بہت برے ہیں عدنان، بس کریں، مجھے جانے دیں اب۔"

حفصہ نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا وہ کچھ پل خود پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

بحفصہ کے لبوں سے "جانے دیں" کا لفظ سنتے ہی عدنان کی آنکھوں میں ایک دم غضبناک لہر دوڑی۔ اسے گولی لگنے کی تکلیف سے زیادہ تکلیف اس بات سے ہوتی تھی جب حفصہ اس سے دور ہونے کی بات کرتی تھی۔ وہ ہر بار اگنور کر دیتا تھا لیکن پر بار اس سے یہ بات اگنور نہیں ہوتی تھی کہ اس کی بیوی پر وقت بس اس سے دور جانے کے بہانے ڈھونڈتی رہتی تھی اور یہ بات عدنان کو بلکل بھی اچھی نہیں لگتی تھی۔

"دوبارہ یہ لفظ مت بولنا حفصہ!"

عدنان کا لہجہ اچانک بھاری اور غصے سے لبریز ہو گیا۔

"میں نے کہا ہے نہ کہ تم میری ملکیت ہو، تو پھر مجھ سے دور جانے کی ضد کیوں کرتی ہو؟ میں تمہارا شوہر ہوں حفصہ اور کوئی کیا سوچے کیا نہیں اس بات سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا آئیندہ جب میں تمھارے قریب ہوں اور اس قدر قریب ہوں کہ تمہارے میں کھویا ہوا ہوں تو مجھے خود سے دور کرنے یا دور جانے کی بات کر کرنا"

اس سے پہلے کہ حفصہ کچھ کہتی، عدنان نے غصے اور جنون کے ملے جلے جذبات میں کہا اور اسے سنبھالنے کا موقع دیے بغیر اس کی گردن پر زور سے 'بائیٹ' کیا۔ حفصہ کے حلق سے ایک مدھم سی چیخ نکلی، مگر عدنان اب رکنے والا نہیں تھا۔ اس کا دوسرا ہاتھ حفصہ کی کمر کی طرف گیا جہاں اس کی شرٹ کی زپ لگی تھی۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ اس نے زپ نیچے کی اور اس کے کندھے سے لباس کو سرکا دیا۔ حفصہ کا دودھیا وجود عدنان کی نظروں کے سامنے تھا اور اس پر عدنان کے دیے گئے نشانات کسی تمغے کی طرح سج رہے تھے جو کہ پچھلی راتوں میں اس نے دیے تھے عدنان نے اپنے لب اس کے ننگے کندھے پر رکھ دیے اور غصے کو آہستہ آہستہ محبت میں ڈھالنے لگا۔ حفصہ کا سر پیچھے کی طرف ڈھلک گیا، اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ عدنان کی دی گئی اس میٹھی اذیت اور بے پناہ قربت میں خود بھی مکمل طور پر گم ہو چکی تھی۔ کمرے میں صرف ان کی تیز ہوتی سانسوں کی آواز تھی، جو باہر کی دنیا کے تمام ہنگاموں سے بے خبر ایک دوسرے میں پناہ

ڈھونڈ رہے تھے۔ عدنان نے اپنا چہرہ اس کی گردن میں چھپا لیا اور اسے نہایت نرمی سے بیڈ پر لٹا دیا، جہاں اب وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ حفصہ اس کے بازو کی حالت دیکھ کر اسے روکنا چاہتی تھی لیکن اس کی سزا ابھی وہ کچھ دیر پہلے اپنے گردن پر بھگت چکی تھی اس کے ریشمی بال بیڈ پر بکھرے ہوئے تھے اور اس کا بکھرا سراپہ عدنان کے جذباتوں میں طوفان برپا کر رہا تھا اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ اس کے بازو پر گولی لگی ہے یہ مہندی کا فنکشن ہے آج رات اسے بس اپنی خوبصورت بیوی کی خوبصورتی میں کھو کر اسے بتانا تھا کہ وہ کس حد تک خوبصورت ہے عدنان نے اپنے تپتے ہوئے وجود کا پورا بوجھ اس پر ڈال دیا تھا، حفصہ کی سسکیاں اب مدھم ہو کر اس کے وجود میں گم ہونے لگی تھیں۔ اس کے ریشمی بال بیڈ کے سفید کور پر کسی ہالے کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور ان بکھرے

بالوں کے بیچ حفصہ کا گلابی چہرہ عدنان کو کسی خواب کی مانند لگ رہا تھا۔ عدنان نے اپنی انگلیاں اس کے بالوں میں پیوست کر دیں اور بہت دھیرے سے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے۔

"تمہیں پتہ ہے حفصہ، تم جب اس طرح میری بانہوں میں ہوتی ہو تو مجھے لگتا ہے کہ کائنات کی ہر خوشی میرے قدموں میں ہے،"
عدنان کی آواز میں اب غصے کی جگہ جذباتوں کا سمندر تھا جو صرف اس کی بیوی کے پاس اتے ہی اسکی نظروں میں دیکھائی دیتا تھا۔ حفصہ نے لرزتے ہاتھوں سے عدنان کے زخمی بازو کو چھونے کی کوشش کی۔۔

"عدنان... آپ کا زخم... خون نکل آئے گا،"

اس نے آہستہ سے ڈرتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ کہیں عدنان پھر سے اس پر غصہ نہ ہو جائے اسے اپنے سے زیادہ اپنے شوہر کی تکلیف کا احساس تھا۔ عدنان نے ایک دلآویز مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے دل پر رکھ دیا۔

"اس دل کے زخم بہت گہرے تھے حفصہ، جو تمہارے لمس نے بھر دیے ہیں۔ اس گولی کی کیا مجال جو مجھے تم سے دور رکھ سکے۔"

اس نے دوبارہ جھک کر اس کے گردن کے اسی نشان کو چوما جہاں تھوڑی دیر پہلے اس نے بائیٹ کیا تھا۔ حفصہ کے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی اور اس نے بے اختیار عدنان کو خود میں بھینچ لیا۔ عدنان کی انگلیاں اب اس کے بازوؤں پر رقص کر رہی تھیں اور وہ بہت ہی نرمی اور نفاست سے اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ اس کمرے کی دیواریں گواہ تھیں کہ ایک سنگدل انسان جو پہلے کچھ اور تھا اور اب کیسے اپنی معصوم بیوی کی محبت میں ڈھیر ہو چکا تھا۔ کافی دیر تک وہ دونوں اسی طرح ایک دوسرے کی بانہوں میں قید رہے، جہاں خاموشی بھی بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ عدنان نے اس کے گالوں پر بکھری زلفوں کو پیچھے ہٹایا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا جو اب حیا اور محبت کے ملے جلے تاثرات سے لبریز تھیں۔

"اب اٹھو، میری جان ورنہ اگر تھوڑی دیر اور ہم یہاں رہے تو میں واقعی تمہیں نیچے جانے نہیں دوں گا، چاہے پھر ہاشم کی مہندی ہو یا پھر کوئی اور ضروری کام"

عدنان نے شرارت سے اس کی ناک چھوتے ہوئے کہا تو حفصہ کا چہرہ ایک بار پھر شرم سے لال ہو گیا۔

اس نے جلدی سے اپنی قمیض درست کی اور بیڈ سے اٹھنے لگی، مگر عدنان نے دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"یاد رکھنا حفصہ، تم میری زندگی کی سب سے قیمتی چیز ہو۔ کبھی بھی... کبھی بھی مجھ سے دور جانے کی بات مت کرنا، کیونکہ عدنان بغیر حفصہ کے ادھورا ہے۔"

حفصہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا اور اس کے ہاتھ پر ایک چھوٹا سا بوسہ دے کر کمرے سے باہر بھاگی، جبکہ عدنان وہیں بیڈ پر لیٹا اپنی بیوی کی خوشبو کو خود میں محسوس کرتا رہا۔ اسے پتہ تھا کہ آج کی رات خوشیوں کی رات ہے، مگر اس کے بعد ایک اور جگہ تھی جہاں ان لوگوں نے اپنا کام کرنا تھا یعنی کہ شہنشاہ کے اگلے جگہ کو ٹارگٹ کرنا تھا۔

💗💗

ماہا سیڑھیاں اتر کر نیچے آ رہی تھی اور یحییٰ سیڑھیاں چڑھ رہا تھا اس وقت زنان خانے کو مکمل طور سے دلہن کی طرح سجا دیا گیا تھا کچھ ہی گھنٹوں میں فنکشن شروع ہو جانا تھا ماہا کے ہاتھ میں ایک خوبصورت سا ڈریس تھا جو کہ ناراضگی رنگ میں تھا شاید وہ اس کا تھا جو اس نے آج پہننا تھا ان دونوں کی نظریں ملی تھی لیکن ماہا جلدی سے ہوش کی دنیا میں آتے وہاں سے جانے لگی تھی لیکن یحییٰ کی آواز پر اسکو رکنا پڑا۔۔

"مانتا ہوں میں برا ہوں تمہارے ساتھ بہت غلط کیا ہے لیکن تم نے کہا نہ کہ تم مجھے معاف کر چکی ہو تو کیا ہم اچھے دوست بھی نہیں بن سکتے"

یحییٰ کی بات پر ماہا نے زور سے اپنی آنکھیں بند کر لی ایسا نہیں تھا کہ وہ محبت نہیں کرتی تھی وہ آج بھی اس شخص سے محبت کرتی تھی لیکن اتنی انسرٹ کے بعد اور زبردستی اب وہ اس کی زندگی میں شامل نہیں ہونا چاہتی تھی جو کچھ اس نے برداشت کیا وہ اسان نہیں تھا لیکن پھر بھی اس نے اس شخص کو معاف کر دیا تھا یہ سب کر کہ محبت زبردستی نہیں ہوتی حالانکہ یحییٰ نے اسے ہر بار ٹھکرایا تھا اپنی ناکام محبت کی وجہ سے۔۔ماہا نے دھیرے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں اور پلٹ کر یحییٰ کی طرف دیکھا۔یحییٰ کی آنکھوں میں آج وہ غرور نہیں تھا جس نے ہمیشہ ماہا کے دل کو چھلنی کیا تھا، بلکہ وہاں ایک عجیب سی پشیمانی اور التجا تھی۔

"یحییٰ! معافی دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے دی جاتی ہے، میں نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے کوئی تکلیف میں ہو اگر میری معاف کر دینے سے اس سکی تکلیف ختم ہوتی ہے تو ٹھیک ہے میں نے معاف کر دیا"
ماہا کی آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا جو یحییٰ کو بے چین کر گیا۔

"دوستی کا رشتہ برابری والوں میں ہوتا ہے، یحییٰ۔ میں نے آپ سے محبت کی تھی اور بدلے میں آپ نے مجھے تذلیل اور ٹھوکریں دیں۔ دوستی کے لیے اعتبار چاہیے ہوتا ہے اور میرا آپ پر سے اعتبار اسی دن ختم ہو گیا تھا جس دن آپ نے مجھے ان کانچ کے ٹکڑوں پر مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا ورنہ اس سے پہلے تک اتنا یقین تھا کہ میں آپ کو اپنا بنالوں گی"
ماہا بول رہی تھی اس کی اواز میں درد تھا اور یحییٰ بس اسے دیکھ رہا تھا یحییٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کا چہرہ دکھ سے بھر گیا تھا۔

"ماہا، میں جانتا ہوں میں نے ماضی میں جو کیا وہ بہت غلط تھا، میں اپنی ناکام محبت کی اذیت میں اندھا ہو گیا تھا۔ لیکن اب میں بدلنا چاہتا ہوں میں بھی خوش ہونا چاہتا ہوں معاضی میں ہمارے اچھے تعلقات نہ صحیح اب تو ہم اچھے دوست بن سکتے ہیں تمھارا یوں"

یحییٰ بول رہا تھا اچانک ماہا کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔

"خوش ہونا چاہتے ہیں آپ؟"

ماہا نے اس کی بات کاٹتے ہوئے تلخی سے پوچھا۔

"یحییٰ! انسان جب کسی کا دل کرچی کرچی کر دیتا ہے نا، تو پھر اس کے ڈھیر پر خوشیوں کے محل نہیں سجایا کرتے۔ آپ بدلنا چاہتے ہیں کیونکہ اب آپ کو تنہائی سے ڈر لگ رہا ہے، یا شاید اس لیے کہ آپ کو ضمیر کا بوجھ سونے نہیں دیتا۔ لیکن میری خوشی اب آپ کی دوستی یا دشمنی میں نہیں، بلکہ آپ سے دوری میں ہے۔"

یحییٰ نے لب بھینچ لیے، اسے اندازہ تھا کہ ماہا کو منانا آسان نہیں ہو گا مگر اس کے لہجے کی برف اسے اندر تک منجمد کر رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا تھا کہ وہ لڑکی اس کے دل میں جگہ بنا رہی ہے اور یہ بات اسے تب محسوس ہوئی جب وہ اسے کھو چکا تھا جب تک وہ اس کی تھی وہ کسی اور کے محبت میں گم اسے تکلیف دیتا رہا اور جب وہ اس سے دور ہوئی تو اب وہ ہوش میں آیا تھا۔

"میں نے اپ کو معاف کر دیا اس سے زیادہ کی امید اپ مجھ سے مت لگائیں اور دوبارہ مجھے یوں روک کر مجھ سے بات کرنے کی کوشش بھی مت کیجئے گا کیونکہ مجھے اپ سے کوئی بات نہیں کرنی مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا اپ کی زندگی میں کیا ہو رہا ہے یا کیا نہیں ہو رہا میں جہاں ہوں جیسی ہوں اپنی زندگی میں بہت خوش ہوں"

ماہا نے خود کے جذباتوں پر قابو رکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ بات پر یحییٰ حیران ہوا تھا۔۔

"تم یہ سب کیسے کہہ سکتی ہو ماہا تمھیں تو مجھ سے محبت ہے نہ"

یحییٰ خود بے یقینی کے عالم میں اس سے سوال کر رہا تھا۔۔

"محبت تھی ہے نہیں"

اس نے اپنے ہر ایک الفاظ پر اچھا خاصا زہد دیکھ کر کہا تھا ماہا کے یہ الفاظ یحییٰ کے کانوں میں کسی دھماکے کی طرح گونجے تھے۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ لڑکی جو کبھی اس کی ایک نظر کے لیے ترستی تھی، آج اتنے مان سے اس کی محبت کا انکار کر رہی ہے۔

"محبت کوئی ایسی چیز نہیں ہے یحییٰ جسے آپ جب چاہیں ٹھکرا دیں اور جب آپ کا دل بھر جائے تو واپس اٹھا لیں۔ آپ نے میری محبت کو اپنی ہاری ہوئی محبت کے پاؤں تلے روندا تھا، اب اس راکھ میں چنگاری ڈھونڈنے کی کوشش مت کریں۔"

ماہا نے اپنی نم آنکھوں کو سختی سے صاف کیا اور اپنا رخ موڑ لیا۔ یحییٰ نے بے اختیار ہاتھ بڑھا کر اسے روکنا چاہا، مگر پھر اس کے الفاظ کی کاٹ یاد کر کے اس کے ہاتھ فضا میں ہی معلق رہ گئے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ ماہا کے قدموں میں اب وہ لڑکھڑاہٹ نہیں تھی جو کبھی اس کے سامنے ہوا کرتی تھی، بلکہ اب وہ اپنے فیصلے پر چٹان کی طرح مضبوط تھی۔

"ماہا... صرف ایک موقع..."
یحییٰ کی آواز بمشکل اس کے حلق سے نکلی تھی، مگر ماہا رکی نہیں۔

"موقعے زندگی دیتی ہے یحییٰ، ضائع انسان خود کرتا ہے۔ آپ نے اپنے سارے موقعے اس دن ضائع کر دیے تھے جب آپ نے میری محبت کو کچھ بھی نہیں سمجھا اور اپنی محبت کا سوگ مناتے رہے۔ اب ہمارے درمیان صرف ایک رشتہ ہے. اجنبیت کا، اور میں چاہوں گی کہ آپ اس کا احترام کریں۔"

ماہا کو کہ سیڑھیاں اتر رہی تھی اس کی اواز سنی کر بنا پلٹے بولی تھی اور پھر وہ تیزی سے سیڑھیاں اترتی چلی گئی، یحییٰ کے وجود کو پشیمانی کے اندھیروں میں چھوڑ کر۔ وہ وہیں ساکت کھڑا رہا، اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی دولت اپنے ہاتھوں سے گنوا دی ہے۔ باہر سے ڈھولک کی تھاپ اور خوشیوں بھرے گیتوں کی آوازیں آ رہی تھیں، مگر یحییٰ کے لیے اس حویلی کا ہر کونا اب اس کی اپنی تنہائی کا نوحہ پڑھ رہا تھا۔

اس نے گہری سانس لی اور اپنی آنکھیں موند لیں، جہاں اب ماہا کا مسکراتا ہوا چہرہ نہیں، بلکہ اس کی وہ تلخ مسکراہٹ اور لہجے کی برف اسے تڑپا رہی تھی۔ ماہا نے اسے معاف تو کر دیا تھا، مگر اسے اپنی زندگی سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر کے یحییٰ کو وہ سزا دے دی تھی جس کا زخم شاید کبھی نہیں بھرنا تھا۔



"کیا ہوا ہے تائی امی پر اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہیں"
روح آیت بیگم کے کمرے میں ائی تھی جہاں وہ پریشان بیٹھی تھی۔۔

"روح بچے اس حویلی کی خاندانی انگھوٹھی تھی جو کہ آپ کی دادا سائیں نے مجھے دی تھی اور میں نے آپ کے لیے نکالی تھی اب وہ نہیں مل رہی میں نے یہی رکھی بس نور کو اس کے زیور دینے کے لیے گئی تھی"
آیت بیگم نے پریشانی سے کہا تھا ابھی کچھ دیر پہلے انھوں نے انگوٹھی ڈبے کے ساتھ یہی رکھی تھی اب ڈبہ تھا لیکن انگوٹھی اس میں نہیں تھی اور یہی بات انھیں بہت زیادہ پریشان کر رہی تھی۔روح نے آیت بیگم کے ہاتھوں کو تھاما اور انھیں تسلی دیتے ہوئے بیڈ پر بٹھایا۔ان کے چہرے کی زردی بتا رہی تھی کہ وہ اس انگوٹھی کو لے کر کتنی حساس تھیں۔وہ محض سونے یا ہیرے کا ٹکڑا نہیں تھا، بلکہ اس حویلی کی لاج اور نسلوں کی امانت تھی۔

"تائی امی! آپ پریشان نہ ہوں، یہیں کہیں ہو گی۔ کمرے میں ہم دونوں کے علاوہ اور کون آیا تھا؟"

روح نے کمرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ اس کی آنکھیں فرش سے لے کر الماری کے کونوں تک سب کچھ اسکین کر رہی تھیں۔

"بیٹا! میرے جانے کے بعد تو کمرہ خالی تھا میں روح کے کمرے میں اس کے زیور دینے گئی تھی مجھے نہیں پتہ اس کے بعد کون کمرے میں ایا اور کون نہیں اور جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے انگوٹھی اسی ڈبے میں رکھی تھی لیکن اب یہاں نہیں ہے"

آیت بیگم نے یاد کرنے کی کوشش کی اور روح کی جانب دیکھ کر کہا۔

"اچھا آپ پریشان نہ ہوں پانی پیئیں یہی کہیں ہو گی ہم ڈھونڈ لیں گیں"

روح نے فوراً سے انھیں جگ سے پانی نکال کر دیا تھا۔

روح نے آیت بیگم کو پانی پلایا اور خود گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ حویلی میں اس وقت مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، لیکن تائی امی کے کمرے میں کسی غیر کا آنا ناممکن تھا۔ اس نے ایک بار پھر کمرے کی ہر چیز کو ترتیب سے دیکھنا شروع کیا، مگر انگوٹھی کا کہیں سراغ نہیں تھا۔

"تائی امی آپ پریشان نہ ہو انگوٹھی مل جائے گی"
روح نے آہستہ سے کہا تھا وہ خود پریشان ہو گئی تھی آخر انگوٹھی جا کہاں سکتی ہے۔ لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں تھا کیونکہ کچھ ہی دیر میں فنکشن شروع ہو جانا تھا اور ان سب لوگوں نے تیار ہونا تھا۔

"بیٹا کیسے پریشان نہ ہو وہ انگوٹھی تمہاری دادی سائیں نے مجھے دی تھی اور اب وہ تمہاری امانت ہے اور یوں اچانک غائب ہو گئی"

آیت بیگم سچ میں پریشان ہو گئی تھی کیوں کہ وہ اب روح کی امانت تھی ان کے پاس۔۔

"اب وہ انگوٹھی ملے گی بھی نہیں مومانی سائیں"
گلنازان کے دروازے کے باہر کھڑی ہو کر بولی تھی اور اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی کو دیکھا اس نے۔۔

"اب یہ انگوٹھی میری ہے اور جس وجہ سے یہ انگوٹھی روح کو ملنے جا رہی تھی وہ بھی میرا ہے آج میں اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گی"
گلناز نے شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

"اچھا آپ ابھی یہ بات کسی سے کے کیجئے گا تائی امی مل جائے گی انگوٹھی آپ تیار ہو جائے میں بھی کا کر ریڈی ہوں لوں"

روح نے مسکرا کر کہا تو اس کی بات پر آیت بیگم نے ہلکا سا ہاں میں سر ہلا دیا۔



روح کمرے میں آئی تو اب تک اسے یہ بات پریشان کی ہوئی تھی آخر انگوٹھی کہاں گئی اس نے آیت بیگم سے تو کہہ دیا لیکن ان کے کمرے سے انگوٹھی کا کہاں سکتی ہے۔

"شاید تائی امی رکھ کر بھول گئی ہوں اور میں نے بھی وچیک نہیں کیا وہی کیں گری ہو"

روح نے خود سے کہا تھا ابھی وہ یہی بات کر رہی تھی کہ سردار موسیٰ نے دونوں ہاتھ اپنے اس کے پیٹ پر رکھے پیچھے سے آکر اسے اٹھا کر گول گول گھومنے لگا روح تو گھبرا گئی تھی لیکن پھر وہ یہ بھی جانتی تھی ایسی جرت اس کے موسیٰ کے علاؤہ کوئی نہیں کر سکتا وہ اس کی خوشبو سے پہچان گئی تھی کہ یہ سردار موسیٰ ہے۔

"موسیٰ کیا ہوا ہے چھوڑیں مجھے میرا سر گھوم رہا ہے"
روح نے بھی آہستہ سے کہا لیکن سردار موسیٰ کہاں اس کی بات سن رہا تھا۔ پھر اس کا خیال کرتے ہوئے سردار موسیٰ نے روک کر اسے بیڈ پر بیٹھایا تھا خود اس کے پاس ہی نیچے بیٹھ گیا۔

"میں بہت خوش ہوں میری جان آخر سب صحیح ہو گیا اور اب میں جب چاہوں اپنی بیگم کے پاس آسکتا ہوں"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔

"اچھا اچھا بس"
روح نے ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھا سردار موسی کو دیکھ کر وہ انگوٹھی والی بات بھول گئی تھی۔

"ایک منٹ تم کچھ پریشان لگ رہی تھی ابھی کچھ دیر پہلے اور کچھ کہہ بھی رہی تھی"
سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ اپنی روح کے لہجے میں چھپی ذرا سی بھی بے چینی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ روح نے ایک گہری سانس لی اور سردار موسی کی جانب دیکھا۔

"چھوڑیں موسی فی الحال اس بات کو ابھی کچھ دیر میں مہندی کا فنکشن ہے بعد میں اس پر بات کر لیں گیں"
روح نے آہستہ سے مسکرا کر کہا۔

"میں ابھی سننا چاہتا ہوں میری جان"
اس نے آہستہ سے کہا ابھی روح کوئی بات کرتی کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا جو کہ روح بند کر کے نہیں آئی تھی اور سردار موسی پہلے سے ہی کمرے میں تھا۔

"روح"

کندیل نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا جبکہ اپنے بھائی کو اپنی بھابھی کے قدموں میں دیکھ کر کندیل اچھا خاصا حیران ہوئی تھی کہاں وہ سردار موسی جو کسی کے سامنے جھکتا نہیں تھا جس کو اپنی انا سب سے زیادہ عزیز تھی اج وہ اپنی بیوی کے قدموں میں بیٹھا ہوا تھا۔

"بھائی آپ یہاں"

کندیل نے آہستہ سے کہا اور سردار موسیٰ کو دیکھنے لگی۔

"کیا کام ہے گڑیا"

سردار موسیٰ نیچے سے اٹھ گیا اور مسکرا کر کندیل کی جانب دیکھ کر کہا۔

"وہ روح کو بلانے آئے تھے نور اسے بلا رہی ہے ضروری کام ہے کچھ دیر میں فنکشن بھی شروع ہو جانا ہے بھائی آپ اپنا رومینس پینڈنگ پر چھوڑ دیں"

کندیل نے روح کے اکر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کھڑا کیا تھا اور سردار موسی کو دیکھ کر بولی۔

"لیکن"

سردار موسیٰ ابھی کچھ کہتا کہ کندیل روح کو لے کر دروازے کی جانب بڑھ چکی تھی۔

"بعد میں بھائی"

وہ مسکراتی ہوئی نکل گئی تھی جبکہ سردار موسیٰ نے پیچھے منہ بنایا تھا وہ روح کی پریشانی جاننا چاہتا تھا اوپر سے اس کا رومینس بھی دورہ رہ گیا۔ وہ معصوم سا چہرہ بنا کر کھڑا تھا۔

سردار موسیٰ اپنے کمرے میں آیا تھا سب لوگ مہندی کے فنکشن کے لیے تیار ہو گئے تھے وہ کچھ انتظامات دیکھنے کے بعد کمرے میں آیا تھا تیار ہونے کے لیے ٹیبل پر جوس پڑا ہوا تھا جیسے دیکھ کر وہ حیران ہوا اس کے ساتھ میں ہی ایک پرچی پڑی تھی۔۔

"اپ کام کر کے تھک گئے ہوں گے اس لیے یہ جوس اپ کے لیے آپ کی روح"

سردار موسیٰ نے چٹ پڑی اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اس نے گلاس اٹھایا تو اس پر لپس ٹک کا بھی نشان تھا۔۔

"جانِ موسیٰ آپ کب سے اتنی رومینٹک ہو گئی"

سردار موسیٰ نے گلاس پر لپس ٹک دیکھ کر سوچا تھا گلاس پر لگی سرخ لپ اسٹک روح کی شرارت اور محبت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔اس نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے وہ اس گلاس سے روح کی قربت کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"پہلے خود پی کر اسے 'زہرِ عشق' بنایا اور پھر میرے لیے چھوڑ دیا"

موسیٰ نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا اور بالکل اسی جگہ سے گھونٹ بھرا جہاں اس کے لبوں کے نشان ثبت تھے۔

جوس کے اس ایک گھونٹ نے موسیٰ کی ساری تھکن کو پل بھر میں دور کر دیا تھا۔اس نے پورا گلاس مکمل کیا تھا اور اسے واپس ٹیبل پر رکھ دیا اس کے بعد اس نے اپنے کپڑے اٹھائے تھے اور واشروم فریش ہونے کے لیے چلا گیا تھا اس کے جاتے ہی گلناز جو کہ پردے کے پیچھے چھپی ہوئی تھی باہر آئی اس نے گلاس کو دیکھا جو کہ مکمل طور پر ختم تھا اس کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آگئی تھی۔

"اب میں دیکھتی ہوں سردار موسیٰ تمھیں میرا ہونے سے کون روک سکتا ہے"

گلناز کی آنکھوں میں ایک عجیب سی وحشت اور جنون تھا،اس نے جلدی سے وہ خالی گلاس وہاں سے ہٹایا تاکہ کسی کو شک نہ ہو۔اس جوس میں اس نے ایک ایسی دوا ملائی تھی جو انسان کے حواس کو مختل کر کے اسے کسی دوسرے کے زیرِ اثر کر دیتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ موسیٰ کے دل و دماغ پر صرف روح کا راج ہے،اور اسے ہٹانے کے لیے یہی ایک راستہ بچا تھا وہ دبے قدموں کمرے سے باہر نکل گئی،جبکہ واشروم میں موجود موسیٰ کو اس بات کا ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس نے جوس نہیں بلکہ اپنی بربادی کا گھونٹ بھرا ہے۔

💗💗

گلناز کمرے سے باہر آئی اور اس نے اپنی ماں سائیں کو کال کی تھی اس کی ایک بیل پر نادیہ بیگم نے کال اٹھالی تھی شاید وہ اسی کی کال کے انتظار میں تھی۔۔

"آپ کو پتہ ہے نہ ماں سائیں کیا کرنا ہے"
گلناز نے مسکراتے ہوئے پوچھا تھا اس کی آنکھوں میں موجود جیت کی خوشی صاف صاف نظر آرہی تھی۔۔

"ہاں میں جانتی ہوں جب سردار موسیٰ اور تم وہاں موجود نہیں ہو گئے تو میں سب کے سامنے یہ پوچھوں گی اس کے بعد جب سب تم دونوں کو ڈھونڈ رہے ہوں گیں تم بری حالت میں کمرے سے باہر نکلو گی اور چیخوں گی اس کے بعد میں ایک لڑکی کو کہہ دوں گی وہ پورے مہمانوں میں یہ بات پھیلا دے گی پھر نا چاہتے ہوئے بھی سید سائیں کو تمھارا اور سردار موسیٰ کا نکاح کروانا پڑے گا"

نادیہ بیگم مسکراتی انکھوں کے ساتھ بول رہی تھی اپنی بیٹی کو روکنے کے بجائے اس کے اس غلط میں وہ اس کی برابر کی شریک ٹھہر رہی تھی۔ نادیہ بیگم کے ان دونوں کا مکارانہ مشورہ بتانے پر جوان دونوں نے مل کر بنایا تھا گلناز کے ارادوں کو مزید جلا بخش گیا تھا وہ فون رکھ کر ایک بار پھر پلٹی اور موسیٰ کے کمرے کے پاس جا کر دبک گئی۔ اسے بس اب اس وقت کا انتظار تھا جب دوا اپنا بھرپور اثر دکھائے اور وہ اپنے ناپاک منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔



دلہن بنی وہ ہاشم کے لیے مکمل تیار تھی اپنے آپ کو دیکھ کر نور کو یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہ ہے کیوں کہ بیوٹیشن نے اس کا میک اپ بلکل ایک مہندی کی دلہن کی طرح کیا تھا حالانکہ اس نے زیادہ میک اپ کرنے سے انھیں منع کیا تھا لیکن اس نے نور کی بات ہی نہیں سنی اور خود سے اسے تیار کیا لیکن تیار ہونے کے بعد اسے یقین نہیں آرہا تھا یہ وہ ہے مہندی کا فنکشن الگ الگ تھا تو آج اس نے حجاب نہیں کیا تھا۔

نور نے مہندی کی مناسبت سے ایک نہایت خوبصورت اور روایتی پیلے رنگ کا شرارہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ شرارے کا گھیر اکافی وسیع تھا اور اس پر سنہری گوٹے اور زری کا باریک کام اسے مزید شاہانہ بنا رہا تھا۔ قمیض کی لمبائی درمیانی تھی، جس پر گلے اور بازوؤں پر نفیس کڑھائی کے ساتھ ستارہ ورک ہوا تھا، جو روشنی پڑنے پر جگمگا رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس نے آسمانی رنگ کا نیٹ کا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا، جس کے کناروں پر سنہری کڑھائی اور چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے۔ پیلے اور آسمانی رنگ کا یہ امتزاج نور کی رنگت کو مزید نکھار رہا تھا۔

مہندی کی دلہن بنتے ہوئے اس نے روایتی زیورات کے بجائے تازہ پھولوں کے زیورات کو ترجیح دی تھی۔اس کے ماتھے پر گہرے گلابی اور سفید پھولوں سے بنا ٹیکا سجا تھا، جبکہ اسی رنگ کے جھمکے اس کے چہرے کی دلکشی میں اضافہ کر رہے تھے۔اس کی کلائیوں پر پھولوں کے گجرے اس کے ہر ہاتھ کی حرکت پر بھینی بھینی خوشبو بکھیر رہے تھے۔

بیوٹیشن نے اس کے بالوں کو کھلا چھوڑ کر ہلکے لہراتی لٹوں (curls) میں ڈھالا تھا، جس سے اس کا لک بہت معصوم اور پیارا لگ رہا تھا۔ میک اپ میں آنکھوں کو گولڈن شیڈز سے نمایاں کیا گیا تھا اور ہونٹوں پر ہلکا گلابی رنگ اس کی مسکراہٹ کو مکمل کر رہا تھا۔ نور خود کو دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ آج جب ہاشم اسے دیکھے گا تو اس کا رد عمل کیا ہو گا، کیونکہ آج اس نے حجاب نہیں کیا تھا اور وہ اپنی زندگی کے سب سے اہم ترین دن کے لیے ایک مکمل مہندی کی دلہن کے روپ میں ڈھل چکی تھی خواتین نے یہ رسم رکھی تھی کہ لڑکا اور لڑکی آپس میں نہیں ملیں گیں لیکن ہاشم کہاں پیچھے رہنے والا تھا یہ بات نور بہت اچھے سے جانتی تھی اڈے لینے کے لیے حفصہ روح ماہا اور کندیل آئی تھی۔

جہاں نور اپنی زرد اور آسمانی ڈریس میں کسی اپسرا سے کم نہیں لگ رہی تھی، وہیں روح حفصہ ماہا اور کندیل مہندی کے رنگوں میں رنگی، حسن کا ایک ایسا گلدستہ پیش کر رہی تھیں جنہوں نے آج محفل میں چار چاند لگا دینے تھے۔

روح نے اس موقع کے لیے گہرے گلابی (Shocking Pink) رنگ کا انتخاب کیا تھا، جو اس کی شوخ طبیعت اور موسیٰ کی محبت کے رنگ کو نمایاں کر رہا تھا۔ اس کی فراک کلیوں والی تھی جس کے دامن پر چاندی کے تاروں کا بھاری کام تھا۔ دوپٹہ نیٹ کا تھا جس پر سنہری ستاروں کی چھن لگی ہوئی تھی، جو اس کے ہر قدم پر چمکتی تھی۔ اس نے بالوں کو ایک سائیڈ پر لا کر گجروں سے ڈھکی ہوئی چوٹی بنائی تھی اور ماتھے پر ایک جھومر نما بندیا سجائی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں کا کاجل اور گہری سرخ لپ اسٹک اسے ایک مکمل روایتی سردارنی کا روپ دے رہی تھی۔

حفصہ ہمیشہ کی طرح سادگی میں بھی قیمت ڈھاتی نظر آئی۔اس نے دھانی سبز (Pistachio Green) رنگ کا فراق پہنا ہوا تھا، جس کے گلے پر سفید موتیوں اور ریشم کا نفیس کام تھا۔اس نے اپنے بالوں کو ہلکے کرلز (Curls) دے کر کھلا چھوڑا ہوا تھا اور کانوں میں چاندی کے بڑے بڑے جھمکے پہنے ہوئے تھے جو اس کی گردن کو چھو رہے تھے۔

اور ہلکا سا میک اپ اسے بہت خوبصورت بنا رہا تھا۔

ماہا نے مہندی کی مناسبت سے نارنجی (Orange) رنگ کے فراک کا انتخاب کیا تھا جس کے ساتھ اس نے کنٹراسٹ میں جامنی (Purple) رنگ کا دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس کا یہ کلر کمبینیشن بہت ہی دلکش اور وائبرینٹ لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے بالوں کا اونچا جوڑا بنایا ہوا تھا جس میں چنبیلی کے پھول پروئے ہوئے تھے، اور گلے میں ایک بھاری سا گلوبند (Choker) پہنا تھا جو اس کی شخصیت میں ایک شاہانہ رعب پیدا کر رہا تھا۔ ان تمام لڑکیوں نے فراک ڈالی رکھی تھی

قندیل کا انتخاب سرسوں کے پیلے (Mustard Yellow) رنگ کی فراک تھی، جس پر گوٹے کا کام اسے ایک کلاسک لک دے رہا تھا۔ اس نے اپنے دوپٹے کو سر پر حجاب کے انداز میں بہت نفاست سے سیٹ کیا تھا، لیکن اس حجاب کے اوپر اس نے ایک خوبصورت ماتھا پٹی سجائی ہوئی تھی جو اس کے ماتھے کی رونق بڑھا رہی تھی۔ اس کے چہرے کا گلابی بلش آن اور ہلکی سی مسکراہٹ اسے کسی پری جیسی معصومیت دے رہی تھی اس نے حجاب کا آپشن اس لیے لیا تھا کیوں کہ ایک تو لیٹ ہو گیا تھا دوسرا اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسا ہیئر اسٹائل بنائے۔

"واہ یار تم چاروں تو بہت پیاری لگ رہی ہو"
نور نے مسکرا کر ان کی تعریف کی تھی۔۔

"تھینک یو"

وہ چاروں اس کے پاس آتے مسکرا کر بولی تھی۔۔

"زیادہ خوش نہ ہو اس لیے کہا ہے کیوں کہ تم چاروں کا ڈریس بھی سمپل ہے ایک جیسا ہے بس رنگوں کا ہی فرق ہے اور دلہن میں ہی لگ رہی ہوں"

نور نے شرارت سے کہا جبکہ اس کی اس بات پر پہلے تو وہ چاروں اسے گھور کر دیکھ رہی تھی لیکن پھر مسکرا دی تھی۔۔نور کی اس شریرانہ بات پر کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا تھا۔روح نے آگے بڑھ کر نور کے گلے میں بانہیں ڈالیں اور اس کی ناک مروڑی۔

"اوہو! دلہن بھابھی جی کو تو ابھی سے اپنی خوبصورتی کا بڑا غرور ہو رہا ہے۔ مان لیا بھئی، آج ہاشم بھائی کی نظریں تم سے نہیں ہٹیں گی، لیکن ہمیں بھولنے کی غلطی نہ کرنا، ہم ہی تو تمہاری مہندی کے رنگ ہیں جو اسے رنگیں کرنے والے ہیں!"

روح کی بات پر سب نے ہاں میں ہاں ملائی۔

"بلکل صحیح بات کی ہے روح نے"

ماہا نے بھی مسکرا کر اپنی بھابھی سے اتفاق کیا تھا۔

"اور ویسے بھی ہم دونوں ایک جیسی دیکھتی ہیں"

کندیل نے اپنی ٹانگ اڑانا لازمی سمجھیں تھی۔۔

"چلو تمھارے حجاب کرنے کا مجھے فایدہ ہو گیا میں الگ اور دلہن لگوں گی تم نہیں"

نور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لڑنے والے انداز میں جواب دیا تھا وہ دونوں ہم عمر تھی لیکن ایک دوسرے سے بلکل مختلف تھی لیکن دیکھنے میں ایک جیسی تھی۔

"اچھا اب یہ باتیں چھوڑو، نیچے سب انتظار کر رہے ہوں گے۔ مہندی کی رسم شروع ہونے والی ہے اور اگر ہم مزید دیر سے گئیں تو مومانی خود اوپر آ جائیں گی،"

حفصہ نے دوپٹہ سنبھالتے ہوئے کہا عدنان کے جو اس حویلی سے رشتے تھے اور وہ جن ناموں سے سب کو بلاتا تھا ویسے ہی حفصہ بھی بلاتی تھی جیسے نادیہ بیگم کے بھائی اور بھابیاں عدنان کی ممانی اور ماموں تھے تو وہ بھی سب کو ممانی اور ماموں کہتی عدنان ماہنور بیگم کو خالہ کہتا تھا کیوں کہ اس کے نانا جان نے انھیں بھی اس حویلی کی بیٹی کا مقام دیا تھا تو اس طرح سے وہ نادیہ بیگم کی بہن ہوئی جو کہ وہ نہیں مانتی تھی لیکن عدنان بہت احترام کرتا تھا ان کا اور سید سائیں کو سب سید سائیں کہتے تو وہ بھی اسے ہی بلاتی تھی۔

"ہاں ماہا تم وہ دوپٹہ لائی ہو نہ"

روح نے اس سے دوپٹے کے بارے میں پوچھا تھا پیلے اور گلابی رنگ کا دوپٹہ جو کہ ماہا کے ہاتھ میں تھے روح نے اس کی بات کی جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور روح کو دیا روح نے وہ کھولا تو اس پر ہاشم کی دلہن لکھا ہوا تھا اس کو چاروں کونوں سے ان چاروں نے پکڑا اور اس کے نیچے نور آ گئی تھی وہ اسے لے کر باہر کی طرف چلے گئے تھے۔۔



حویلی کا وہ وسیع و عریض صحن آج کسی الگ ہی نگری کا منظر پیش کر رہا تھا۔ مردوں اور عورتوں کے لیے الگ الگ پردے دار انتظامات کیے گئے تھے، مگر دونوں اطراف کی رونق دیدنی تھی۔ خواتین کے حصے کو رنگ برنگی چنریوں اور گیندے کے پھولوں کی لڑیوں سے کچھ اس طرح سجایا گیا تھا کہ فضا میں صرف مہندی اور تازہ کلیوں کی خوشبو رچی بسی تھی۔ فرش پر قیمتی قالین بچھے تھے اور جگہ جگہ مخملی گاؤ تکیے رکھے گئے تھے تاکہ مہمان سکون سے محفل کا لطف اٹھا سکیں۔ وسط میں ایک اونچا اور خوبصورت لکڑی کا تخت نما اسٹیج تیار کیا گیا تھا جس کے پیچھے پیلے اور نارنجی رنگ کے کپڑوں کی فالز (falls) لٹک رہی تھیں اور ان پر چاندی کے کٹ ورک کا کام روشنیوں میں جھلملا رہا تھا۔ حویلی کے بھاری بھرکم اور قدیم لکڑی کے دروازے کے سامنے ایک دم خاموشی چھائی اور پھر ڈھولک کی تھاپ کے ساتھ سریلے بول گونجنے لگے۔ سب کی نظریں دروازے کی طرف اٹھ گئیں جہاں سے نور کی انٹری ہو رہی تھی۔

روح، حفصہ، ماہااور قندیل نے اس خوبصورت پیلے اور گلابی دوپٹے کو چاروں کونوں سے تھام رکھا تھا جس پر سنہری تاروں سے "ہاشم کی دلہن" نہایت نفاست سے کڑھا ہوا تھا۔اس کے نیچے نور، اپنی نظریں جھکائے، دھیمے قدموں سے چل رہی تھی۔اس کا زرد شرارہ اور آسمانی دوپٹہ جب ان چاروں لڑکیوں کے شوخ رنگوں کے درمیان سے جھلک رہا تھا تو دیکھنے والوں کی آنکھیں چمک رہی تھی وہاں مزید ان کی کچھ کزنین آگئی جنہوں نے دوپٹہ سنبھال لیا اور روح نے نور کے پاس آکر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا ماہا بھی اس کے پاس آگئی تھی اور اس کا شرارہ تھام کر چلنے میں مدد دے رہی تھی باقی کندیل اور حفصہ نے اب تک دوپٹہ تھام رکھا تھا۔

"ماشاءاللہ! میری بیٹی کو کسی کی نظر نہ لگے"

آیت بیگم نے آگے بڑھ کر نور کے ماتھے پر بوسہ دیا اور صدقہ اتارا اب وہ ساری لڑکیاں مل کر نور کر لے کر اسٹیج پر آگئی تھی۔ سب لوگ ہی اس کی نظر اتار رہے تھے کیوں کہ وہ لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی۔ سب سے پہلے دلہن کا فوٹو شوٹ ہوا تھا اس کے بعد فیملی کے ساتھ کچھ تصویریں بنائی گئی تھی سب نے ہی اپنی پیاری پیاری تصویریں بنوائی تھی۔۔

"گلناز نہیں نظر آرہی ہے"

نادیہ بیگم نے سب کے سامنے کہا اس کی بات پر سب لوگ ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔

"ہم نے بھی کافی دیر سے نہیں دیکھا بلکہ وہ فنکشن میں دیکھی ہی نہیں تھی"

قندیل نے بھی ان کی بات پر حامی بھری تب ہی حویلی کا دروازہ کھلا اور گلناز آئی تھی باہر قدم رکھتے ہی اس کے قدم لڑکھڑائے تھے اور وہ زمین بوس ہو گئی تھی سب لوگ ہی اس کی طرف بھاگے تھے۔اس کی حالت بہت بڑی تھی کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اس کے وجود پر خرچوں کے نشانات تھے ساتھ میں چہرے پر تھپڑ کا نشان بھی تھا اور اسکی گردن پر بائیٹس کے نشانات بھی تھے روح کی نظر اس کی قمیض میں اٹکے بٹن پر گئی تو یہ موسیٰ کی ویس کوٹ کا بٹن تھا جو کہ آج کے فنکشن کے لیے اس نے خود پریس کیا تھا روح کا دل زور سے دھڑکا تھا روح کا دل نے زور سے خواہش کی جو وہ سوچ رہی ہے ایسا کچھ بھی نہ ہو۔

"گلناز! میری بچی! یہ کیا ہوا تمہارے ساتھ؟ کس نے کی یہ درندگی؟"

نادیہ بیگم نے دہاڑ مار کر رونا شروع کر دیا اور گلناز کو اپنے سینے سے لگا لیا۔
گلناز، جو فنِ اداکاری میں اپنی ماں سے بھی دو ہاتھ آگے تھی، صرف ہچکیاں لے رہی تھی اور اس کی نظریں بار بار اوپر والے کمرے کی طرف اٹھ رہی تھی۔

"بولو گلناز! کس کی جرات ہوئی سید حویلی میں یہ ناپاک حرکت کرنے کی؟"

آیت بیگم نے لرزتی آواز میں پوچھا۔ حویلی کی فضا، جو چند لمحے پہلے ڈھولک کی تھاپ سے گونج رہی تھی، اب موت جیسی خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی۔
گلناز نے کپکپاتے ہاتھ سے اوپر موسیٰ کے کمرے کی طرف اشارہ کیا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"وہ... وہ سردار موسیٰ... میں تو ان کے لیے جوس لے کر گئی تھی...

انہوں نے... انہوں نے دروازہ بند کر لیا"

گلناز کے یہ الفاظ کسی ایٹم بم کی طرح محفل میں گرے۔ روح کا سر چکرا گیا، اسے لگا جیسے پیروں تلے سے زمین نکل گئی ہو۔

"نہیں... یہ نہیں ہو سکتا! موسیٰ ایسا کبھی نہیں کر سکتے! گلناز اپنی بقواض بند کرو تم"

روح نے دیوانہ وار چلاتے ہوئے کہا، مگر اس کی آواز گلناز کی چیخوں میں دب گئی۔

"ہائے میری بچی برباد ہو گئی! یہ سردار ہے یا درندہ؟ اپنی ہی حویلی کی عزت تار تار کر دی! بلاؤ سید سائیں کو، بلاؤ سب کو!"

شور سن کر مردانہ حصے سے سید سائیں، ہاشم، عدنان اور باقی تمام مرد پردے کی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوئے۔ منظر دیکھ کر سب کے ہوش اڑ گئے۔ سب لوگ اس حولناک منظر کو دیکھ رہے تھے روح کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے جا چکی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں تھے سردار موسیٰ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے دل سے یہ آواز آئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے بچی پر چادر دو"
سید سائیں نے چیختے ہوئے کہا۔

"کیوں چادر دوں سید سائیں اپ بھی تو دیکھیں اپنے پوتے کا یہ کارنامہ"
نادیہ بیگم کی بات پر سید سائیں حیران ہوئے تھے اس کی یہ بات انھیں سمجھ نہیں آئی تھی۔۔

"پوتے کا کارنامہ؟ کیا ہوش میں تو ہو تم نادیہ یہ کیا کہہ رہی ہو؟"
سید سائیں کی آواز میں جلال تھا اور وہ غصے سے بولے تھے۔

"جی سید سائیں! یہ آپ کے لاڈلے سردار موسیٰ کا ہی کارنامہ ہے۔ میری بچی تو اسے بس جوس دینے کے لیے گئی تھی اس نے میری بچی کے جزبات کا غلط فایدہ اٹھایا وہ جانتا تھا میری بچی اس سے محبت کرتی ہے اور وہ... وہ درندگی پر اتر آیا۔"

نادیہ بیگم نے دہاڑ مار کر پورے صحن کو سر پر اٹھا لیا تھا۔ مہمان خواتین میں چہ میگوئیاں شروع ہو چکی تھیں، ہر نظر اب اسٹیج پر بیٹھی اس معصوم دلہن اور سامنے بکھری ہوئی گلناز کے درمیان گھوم رہی تھی نور کو کہ اپنی جگہ پر ہی رہی تھی اسے آوازیں تو آ رہی تھی سب کی لیکن وہ آگے نہیں گئی بس وہی سکت رہی تھی۔ سید سائیں نے ایک پل کے لیے آنکھیں بند کیں۔ انہیں اپنے خون پر بھروسہ تھا، مگر حالات اور ثبوت ان کے سامنے چیخ چیخ کر کچھ اور کہہ رہے تھے۔

"تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے نادیہ موسیٰ ایسا نہیں کر سکتا"

سید سائیں نے اب کی بار آنکھوں میں غضب لائے کہا وہ بس اسے خاموش کروانا چاہتے تھے جو بار بار ان کے پوتے کا نام لے رہی تھی۔۔

"کیوں نہیں کر سکتے سید سائیں جب وہ خود یہ کہہ رہی ہے بھلا کوئی خوشی سے تو یہ نہیں کہے گا نہ اپنی ہی عزت کیوں ایک لڑکی خراب کرے گی"

سردار دورانی نے بھی سچویشن دیکھ کر کہا اسکے پاس موقع تھا اپنی روح کو حاصل کرنے کا جبکہ شہنشاہ کی نظریں بھی اب کندیل پر تھی جو کہ رو رہی تھی اس نے ایک لڑکی کو اندر جاتے ہوئے دیکھا تھا اس کی سنچویشن دیکھ وہ سمجھ گیا تھا کہ وہی سردار موسیٰ کی بیوی ہو سکتی ہے وہ تو کندیل سے بھی کم سن اور چھوٹی تھی روح کو وہ اس لہگ برا باد کرے گا کیوں کہ وہ موسیٰ کی بیوی تھی اور کندیل کو اس لیے کیوں کہ اس نے اس کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھی اور اسے بس اس کے ساتھ ایک رات گزار کر اپنے منہ بولتے جذباتوں کو قابو میں کرنا تھا۔ سنچویشن دیکھ کر سب لوگ باتیں بنانا شروع ہو چکے تھے۔۔

"سردار دورانی تم خاموش رہو"

ہاشم نے غصے سے کہا تھا اس کا بولنا اسے ہر گز بھی پسند نہیں ایا تھا۔

"دیکھیں آپ سب موسیٰ کو بہت اچھے سے جانتے ہیں اپ کو کوئی غلطی فہمی ہوئی ہے"

سید سائیں نے باتوں کی آوازیں سن کر زور سے کہا تھا۔

"اگر ہمیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے سید سائیں تو بتائیں نا اپ کا پتہ کہاں ہے"

ایک عورت بولی تھی جبکہ اسکی بات پر ماحول میں خاموشی چھا گئی تھی۔

ہاشم عدنان اور یحییٰ نے وہاں کھڑا رہنا مناسب نہیں سمجھا وہ اوپر کی طرف چلے گئے تھے۔

💗💗

روح سردار موسیٰ کے کمرے کے پاس ائی اب تک تو اس کا دل یقین کر رہا تھا کہ اس کا موسیٰ ایسا نہیں کر سکتا لیکن کمرے کی حالت دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی فرش پر جوس کا گلاس گرا ہوا تھا سردار موسیٰ بغیر شرٹ کے بیڈ پر اوندھا لیٹا ہوا تھا اور گلناز کا دوپٹہ بیڈ پر ہی پڑا تھا روح لڑکھڑاتے ہوئے کمرے میں آئی تھی کمرے کا منظر دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا اس کا دماغ کہہ رہا تھا سچ ہے لیکن دل نہیں مان رہا تھا کیسے کیسے یہ سب سچ ہو سکتا ہے جس نے کبھی بھی نکاح سے پہلے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا نکاح کے بعد حق ہوتے ہوئے استعمال نہیں کیا اپنے جذباتوں کو قابو میں رکھا تو وہ کیسے کسی لڑکی کے ساتھ ایسا کر سکتا تھا۔

روح ابھی کمرے کے وسط میں گم صم کھڑی اس بکھرے ہوئے منظر کو اپنی بے یقین آنکھوں سے سمیٹ رہی تھی کہ پیچھے سے بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی۔ ہاشم، یحییٰ اور عدنان تیزی سے کمرے میں داخل ہوئے، مگر سامنے کا منظر دیکھ کر ان کے قدم بھی تھم گئے۔

موسیٰ بیڈ پر اوندھا لیٹا ہوا تھا، اس کے حواس اس کا ساتھ نہیں دے رہے تھے، فرش پر ٹوٹا ہوا گلاس اور بیڈ پر پڑا گلناز کا دوپٹہ کسی خاموش گواہ کی طرح چیخ چیخ کر کہانی سنا رہا تھا۔ یحییٰ نے تڑپ کر بیڈ پر پڑے اس دوپٹے کو دیکھا اور پھر موسیٰ کی طرف دیکھا۔

"ہاشم! یہ سب کیا ہے؟"

عدنان کی آواز میں لرزش تھی، مگر ہاشم نے آگے بڑھ کر موسیٰ کو کندھے سے پکڑ کر سیدھا کیا۔

"موسیٰ! ہوش میں آؤ موسیٰ!"

ہاشم نے اسے جھنجھوڑا موسیٰ نے بوجھل پلکیں اٹھائیں، اسے سامنے ہاشم کا غصیلی چہرہ نظر آیا مگر وہ کچھ بول نہ سکا، اس کا سر منوں وزنی ہو رہا تھا۔

"ہاشم یہ سب ایک سازش لگ رہی ہے، موسیٰ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔"

یحییٰ نے موسیٰ کی حالت دیکھ کر فوراً کہا۔ اسے موسیٰ کی شرافت اور ظرف پر پورا بھروسہ تھا ان میں اختلافات تھے لیکن ایک دوسرے پر وہ یقین کرتے تھے۔۔

"دیکھو اس کی حالت، یہ تو اپنے ہوش میں ہی نہیں ہے۔"

یحییٰ نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔

"یحییٰ صحیح کہہ رہا ہے، موسیٰ کی آنکھیں دیکھیں، یہ تو نشے کی حالت میں لگ رہا ہے۔"

عدنان نے بھی یحییٰ کی تائید کی۔ ان تینوں کے دل موسیٰ کی بے گناہی کی گواہی دے رہے تھے۔ روح جواب تک ساکت کھڑی تھی، ان تینوں کی باتیں سن کر اس کے مرجھائے ہوئے یقین کو جیسے زندگی ملی۔ اس نے نم آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا، وہ خاموش تھی مگر اس کی خاموشی میں ہزاروں سوال اور ایک گہرا کرب چھپا تھا۔ اسی اثناء میں پیچھے سے قدموں کا ایک ریلا کمرے میں داخل ہوا۔ سید سائیں، نادیہ بیگم، اور باقی حویلی کے افراد کمرے میں آئے تھے جیسے ہی نادیہ بیگم کی نظر بیڈ پر پڑے گلناز کے دوپٹے پر پڑی، انہوں نے ایک بار پھر واویلا شروع کر دیا۔

"دیکھ لیا آپ سب نے؟ اب بھی کوئی ثبوت باقی ہے؟ یہ رہا میری بچی کا دوپٹہ اور یہ رہا آپ کا نام نہاد سردار!" نادیہ بیگم کی آواز پورے کمرے میں گونجی۔ سید سائیں نے جب کمرے کی حالت دیکھی، بیڈ پر پڑا دوپٹہ اور موسیٰ کی نیم برہنہ حالت دیکھی، تو ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ ان کا فخر، ان کا مان، آج خاک میں ملتا نظر آ رہا تھا وہ ان سب کے باوجود کیسے سردار موسیٰ پر یقین کرتے جبکہ گلناز اپنے منہ سے کہہ رہی تھی۔

"یحییٰ ہاشم اسے کھڑا کرو اور تم عدنان پانی بھر کر جگ کا لے کر آو" سید سائیں نے کہا تو یحییٰ اور ہاشم نے موسیٰ کو سہارا دے کر کھڑا کیا وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ عدنان پانی لے کر آیا تھا سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ سے جگ لے کر سردار موسیٰ کے چہرے پر مارا لیکن سردار موسیٰ ہوش میں نہیں آیا وہ لڑکھڑا کر گرنے لگا تھا۔

"اسے ہوش میں لاؤ اس کے بعد بات ہو گی"

سید سائیں نے بس اتنا کہا اور وہاں سے نکل گئے تھے جبکہ وہاں موجود ہر خواتین کی آنکھ نم تھی اور مرد حضرات کے چہرے پر غصہ مرد وہاں سے جا چکے تھے ہاشم یحییٰ اور عدنان نے اسے سنبھالا تھا باہر لوگ ایسے ہی موجود تھے وہ گئے نہیں تھے۔

اس وقت سب لوگ زنان خانے میں کھڑے تھے اور سردار موسیٰ جس کو ہوش میں لا کر کھڑا کیا گیا تھا یحییٰ عدنان اور ہاشم اسے ساری سچائی بتا چکے تھے اور اس وقت جو سچویشن تھی اس کا دل کر رہا تھا کہ زمین کھلے اور وہ اس میں دھس جائے ساری نظریں اس پر تھی اور سب اسے مجرم سمجھ رہے تھے اس کی بہن کی مہندی ایک ماتم میں بدل گئی تھی اس نے اب تک ایک بار بھی روح کی جانب نہیں دیکھا تھا کیوں کہ وہ اس کی انکھوں میں اپنی لیے بے یقینی نہیں دیکھ سکتا تھا بے گناہ ہونے کے بعد بھی وہ قصوروار ٹھہرایا گیا تھا اور مہمان اب تک باہر کھڑے تھے وہ گئے نہیں تھے سب کو ہی گلناز کے لیے انصاف چاہیے تھا۔ سید سائیں کا چہرہ غصے اور کرب کی شدت سے سرخ ہو رہا تھا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا تھا، مگر آج ان کے اپنے پوتے نے انہیں مجمعے کے سامنے کٹہرے میں کھڑا کر دیا تھا۔

"سردار موسیٰ! خاموشی مجرم ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔ بولو! کیا صفائی ہے تمہارے پاس؟"

سید سائیں کی آواز پورے ہال میں گونجی۔ موسیٰ نے لرزتی ہوئی نظریں اٹھائیں اور سامنے دیکھا۔ نادیہ بیگم فاتحانہ انداز میں اپنی بیٹی کو سنبھالے کھڑی تھی جبکہ گلناز کی ہچکیاں اب بھی جاری تھیں۔ اس نے ایک نظر ان تمام مہمانوں پر ڈالی جو کھڑکیوں سے جھانکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر زبان اس پر تھو تھو کر رہی ہو۔

"دادا جان میں بے گناہ ہوں اور نہ ہی مجھے یاد ہے کہ کیا ہوا تھا مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ کی واشروم میں گیا تھا فریش ہونے کے لیے اس کے بعد جیتا سر چکرا رہا تھا تو میں باہر آ گیا اس کے بعد میں بیڈ پر گر گیا اس کے بعد مجھے کچھ بھی یاد نہیں ہے"

موسیٰ کی آواز میں درد تھا، مگر ثبوت اتنے سنگین تھے کہ اس کی بات کسی کو سچ نہیں لگ رہی تھی۔

"بے گناہ؟"

نادیہ بیگم چلائیں تھی کیوں کہ وہ سردار موسیٰ کو کوئی موقع ہی نہیں دینا چاہتی تھی۔

"تو کیا میری بچی نے خود اپنے کپڑے پھاڑے؟ کیا یہ بٹن اس نے خود تمہاری واسکٹ سے توڑ کر اپنے پاس رکھا؟ سید سائیں! اب انصاف کیجئے، ورنہ کل یہ حویلی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی اور آپ یہ بات بہت اچھے سے جانتے ہیں کہ کوئی بھی لڑکی اپنی عزت یوں خراب نہیں کرے گی اور ہاں جو نشہ تم نے کیا ہے وہ تمھارے کمرے سے ملا ہے اور تم اس کے بعد بول رہے ہو کہ تم بے گناہ ہو"

نادیہ بیگم بولنے پر آئی تو بولتی چلی گئی تھی۔ سید سائیں نے ایک گہرا سانس لیا اور سب کی طرف دیکھا۔ ان کا فیصلہ اٹل تھا۔

"آج نور اور ہاشم کی مہندی کی رات تھی، مگر بد قسمتی سے یہ رات ہماری تاریخ کی سیاہ ترین رات بن گئی ہے۔ میں حویلی کی عزت کو یوں سرے عام بکنے نہیں دے سکتا۔ موسیٰ تم نے جو گناہ کیا ہے تمھیں اس کا ازالہ دینا ہو گا"

سید سائیں کی بات پر سردار موسیٰ نے ان کی جانب دیکھا وہ کہیں حد تک سمجھ گیا تھا کہ ازالہ کیا ہے وہ مر جائے گا لیکن وہ ازالہ نہیں دے سکتا تھا جو سید سائیں چاہتے تھے۔

"ٹھیک ہے مجھے آپ کی موت کی سزا منظور ہے"

اس سے پہلے کہ سید سائیں کچھ کہتے سردار موسیٰ نے خود کہا تھا اس کی بات پر روح نے تڑپ کر سردار موسی کو دیکھا تھا وہ کتنی آسانی سے اپنی مرنے کی بات کر رہا تھا اور اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں اب تک تو سردار موسیٰ نے اس کی جانب دیکھا تک نہیں تھا۔ اس کی اس بات پر آیت بیگم بھی تڑپ گئی تھی آخر ماں تھی کیسے وہ اپنے بیٹے کی موت کی بات برداشت کر پاتی۔

"موت؟"

سید سائیں کی آواز میں ایک ایسی گونج تھی جس نے پورے ہال کو لرزا دیا۔

"موت تو بہت آسان راستہ ہے موسیٰ، اپنی گندگی کو قبر کی مٹی تلے چھپانے کا اور یہ شرافت نہیں بزدلی ہے۔ تم نے صرف گناہ نہیں کیا، تم نے ایک معصوم لڑکی کی زندگی کو داغدار کیا ہے اور اس حویلی کی عزت پر دھبہ لگایا ہے۔ اور اس معصوم سے اب کون شادی کرے گا اسے کون اپنائے گا اس لیے تم زندہ رہ کر اپنی غلطی کی سزا بھگتو گے"

سید سائیں نے سردار موسی سے یہ بات کرنے کے بعد اپنا رخ اب نادیہ بیگم کی طرف کیا تھا۔

"تمہارا کیا مطالبہ ہے نادیہ؟"

سید سائیں نے نادیہ کی طرف دیکھ کر پوچھا جس نے گلناز کو سنبھالا ہوا تھا۔

"انصاف! میری بچی کا دامن تار تار ہوا ہے، اب اس کا ہاتھ تھامنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ سردار موسیٰ اس کا ہاتھ تھامیں، اسے اپنی بیوی کا رتبہ دیں تاکہ یہ دنیا میں سر اٹھا کر جی سکے۔"

نادیہ بیگم نے روتے ہوئے، مگر مضبوط لہجے میں کہا۔

"نہیں!"

روح کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی چیخ نکلی، مگر وہ اپنی جگہ سے ہِل نہ سکی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھاگ کر موسیٰ کے سامنے کھڑی ہو جائے اور کہے کہ 'یہ سب جھوٹ ہے، میرا موسیٰ ایسا نہیں ہے'۔ مگر جیسے سردار موسیٰ کی بات کا یقین نہیں کیا گیا تھا تو کوئی اس کی بات پر کیوں کرے گا۔

"داداسائیں! مجھے گولی ماردیں، مجھے حویلی سے بے دخل کردیں، مگر میں یہ نکاح نہیں کرسکتا۔ میری زندگی میں صرف روح ہے، میں کسی اور کا نام اپنے ساتھ نہیں جوڑ سکتا! میں کبھی آپ کو اپنا منہ تک نہیں دیکھاؤں گا لیکن آپ یہ مت کریں"

موسیٰ نے تڑپ کر داداسائیں کی طرف دیکھا۔

"تمہارے پاس انتخاب کا حق ختم ہوچکا ہے موسیٰ!"

سید سائیں نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے غصے سے کہ۔

"اگر تم نے یہ نکاح نہ کیا، تو میں ابھی، اسی وقت سب کے سامنے اپنا سر قلم کرلوں گا اور اس کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا بولو! کیا چاہتے ہو؟"

ہال میں جیسے موت کا سناٹا چھا گیا۔ یحییٰ اور ہاشم نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ موسیٰ کی آنکھیں اب پہلی بار روح سے ٹکرائیں۔ روح کی آنکھوں میں التجا تھی، انکار تھا، اور ایک ایسا درد تھا جو موسیٰ کے کلیجے کے پار ہو گیا۔

"آپ بڑے ہیں اور عقل مند ہیں دادا جان حرام موت مر کر اپنے اللہ کے سامنے کس منہ سے جائیں گیں میرا یہی فیصلہ ہے میں یہ نکاح نہیں کروں گا میں ایک ایسی لڑکی کو کبھی بھی نہیں اپناؤں گا جس نے خود اپنے وجود کو مشقوق بنایا جس نے صرف مجھے حاصل کرنے کے لیے خود کو یوں پیش کیا اور میرا نام کہہ رہی ہے"

سردار موسیٰ کی جرات مندانہ بات پر پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ نادیہ بیگم کے چہرے کی رنگت اڑی تو گلناز کے سسکتے ہوئے وجود میں جیسے ایک جھرجھری دوڑ گئی۔ کسی کو توقع نہیں تھی کہ سید سائیں کی اتنی بڑی دھمکی کے بعد بھی موسیٰ یوں ڈٹ جائے گا۔

"موسیٰ! تم ہوش میں تو ہو؟ تم اپنی صفائی میں ایک ایسی لڑکی پر تہمت لگا رہے ہو جس کی حالت تمھارے گناہ کی گواہی دے رہی ہے؟"
سید سائیں کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔ ان کے لیے یہ انا کا مسئلہ بن چکا تھا۔

"میں ہوش میں ہوں دادا جان! اور بہت اچھے سے جانتا ہوں کہ میں نے کیا کیا ہے اور کیا نہیں۔"

موسیٰ نے اب کی بار تڑپ کر نہیں، بلکہ ایک جلال کے ساتھ کہا۔اس کی نظریں اب گلناز پر جمی تھیں جو چادر میں خود کو چھپائے لرز رہی تھی۔

"گلناز! میری طرف دیکھو۔"

موسیٰ کی دہاڑ پر گلناز نے سہم کر سر اٹھایا۔

"تم کہتی ہو کہ میں نے درندگی کی؟ تم کہتی ہو کہ میں نے دروازہ بند کیا؟ تو ذرا اس پورے مجمع کو یہ تو بتاؤ کہ جس مرد نے تمھارے بقول 'نشہ' کر رکھا تھا، جو اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں تھا، اس میں اتنی سکت کہاں سے آئی کہ وہ تمھارے ساتھ زبردستی کرتا اور تمھاری چیخیں اس کمرے سے باہر نہ آتی؟"

سردار موسیٰ کی بات پر سب لوگ ہی سوچ میں پڑ گئے تھے روح کے دل کو سکون ملا تھا وہ اپنے موسیٰ کو اچھے سے جانتی تھی وہ کبھی بھی کچھ ایسا نہیں کر سکتا اور جب نکاح کی بات ہوئی تو اس کی تو جان ہی نکل گئی تھی لیکن جب سردار موسیٰ نے منع کیا تو اس کی جان میں جان آئی تھی۔۔

"وہ۔۔وہ۔۔"

گلناز کی زبان لڑکھڑانے لگی نادیہ بیگم نے فوراً بات سنبھالی۔

"سید سائیں! دیکھیں یہ کیسے میری بچی کو ہراساں کر رہا ہے! یہ اپنی طاقت کے نشے میں اسے جھوٹا ثابت کرنا چاہتا ہے۔"

نادیہ بیگم غصے سے بولی عدنان تو بس اپنی بہن اور ماں کو دیکھ رہا تھا جو ایک بے قصور کو قصوروار ثابت کرنے پر تلے تھے اور اس کی بہن کس حد تک گر گئی تھی صرف اس شخص کو حاصل کرنے کے لیے۔

"طاقت کا نشہ میں نہیں، مکارانہ چال آپ اور آپ کی بیٹی چل رہی ہیں پھو پھو"

موسیٰ نے اب نادیہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"بس کرو موسیٰ تم کیوں اس معصوم کے کردار کو مزید اچھال رہے ہو"

سید سائیں کی غضب ناک آواز پر سردار موسیٰ حیرت سے ان کو دیکھ رہا تھا کیوں ان کا دادا جان ان کی بات نہیں مان رہا تھا کیوں یقین نہیں کر رہا تھا۔۔

"سید سائیں اپ کیسے اپنے ہی ہوتے کے کردار پر سوال اٹھا سکتے ہیں موسیٰ ایسا نہیں کر سکتا بس کر دیں"

اب روح کی ہمت جواب دے گئی تھی وہ سردار موسی کے سامنے آتے ہوئے بولی تھی اس کی انکھوں میں انسوں تھے اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی لیکن اس سے زیادہ اس کے لیے کچھ بھی نہیں تھا اس کی بیوی کو اس پر یقین تھا اب اگر پوری دنیا بھی اس کے خلاف ہوتی تو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اس لگ رہا تھا روح اس کا یقین نہیں کرے گی لیکن روح نے اس کا یقین کیا تھا موسیٰ، جواب تک اپنی بے گناہی کی جنگ تنہا لڑ رہا تھا، روح کے اپنے سامنے کھڑے ہونے پر ساکت رہ گیا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیر گئی دنیا کی تمام گواہیاں ایک طرف اور روح کا یہ "یقین" ایک طرف تھا۔

"روح! تم پیچھے ہٹو، یہ بڑوں کا معاملہ ہے"

نادیہ بیگم نے تیکھے لہجے میں اسے ٹوکنا چاہا، مگر روح نے مڑ کر ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

"کیسے پیچھے ہٹ جاؤں پھوپھو؟ جس شخص کے کردار پر آپ کی بیٹی کی وجہ سے انگلیاں اٹھ رہی ہیں، وہ میرا شوہر ہے! اس کی عزت میری عزت ہے۔"

روح کی آواز میں وہ کاٹ تھی کہ نادیہ بیگم کے پاس کوئی جواب نہ رہا۔ روح نے دوبارہ سید سائیں کی طرف رخ کیا۔

"داداجان! کیا آپ کو واقعی لگتا ہے کہ موسیٰ، جو حویلی کے تقدس کی خاطر اپنی خوشیاں قربان کر سکتا ہے، وہ اپنی ہی چھت تلے کسی لڑکی کی آبرو سے کھیلے گا؟ وہ بھی تب جب وہ ہوش میں بھی نہیں تھا؟"

روح سید سائیں کے سامنے کھڑی دیدہ دلیری سے سوال کر رہی تھی ہاشم اپنی بہن کو مسکرا کر دیکھ رہا تھا جو اپنے شوہر کے لیے بول رہی تھی۔

"روح. ثبوت اس کے خلاف ہیں،"

سید سائیں کی آواز میں اب وہ پہلے والا جلال نہ تھا، شاید روح کی تڑپ نے ان کے دل کو جھنجھوڑ دیا تھا۔

"ثبوت بنائے جا سکتے ہیں دادا جان، مگر انسان کی فطرت نہیں بدلی جا سکتی" روح نے تڑپ کر کہا اور پھر گلناز کی طرف مڑی جو نظریں جھکائے کھڑی تھی۔

"گلناز! تم نے کہا موسیٰ نے دروازہ بند کیا؟ تم نے کہا اس نے درندگی کی؟ تم جس بٹن اور دوپٹے کو ثبوت بنا رہی ہو، وہ تو کوئی بھی وہاں چھوڑ سکتا ہے۔ کیا تمہارے پاس کوئی ایسا جواب ہے کہ موسیٰ کی جس ویسٹ کوٹ کا بٹن تمہاری قمیض پر تھا، وہ تو اس نے کمرے میں پہنی ہی نہیں تھی؟ وہ تو کرسی پر لٹکی ہوئی تھی!"

روح کے اس انکشاف موسیٰ نے حیرت سے روح کو دیکھا، اسے اس سب میں خود یاد نہیں رہا کہ اس نے واسکٹ پہنی بھی تھی یا نہیں گلناز کا رنگ فک (سفید) پڑ گیا۔

"یہ... یہ جھوٹ بول رہی ہے! یہ اسے بچانے کے لیے جھوٹ بول رہی ہے!"
نادیہ بیگم نے بوکھلا کر کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بول رہی، جا کر دیکھ لیں، واسکٹ اب بھی وہیں ہے اور موسیٰ نے نہیں پہنی!"
روح نے دھاڑ کر کہا۔ دراصل روح نے کمرے میں وہ ویسٹ کوٹ دیکھی تھی، مگر اس وقت وہ صدمے میں تھی، اب اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"سید سائیں موسیٰ وہ واسکٹ اتار بھی تو سکتا ہے اور میری بچی کے وجود پر درندگی تو دیکھی تھی پھر آپ کیسے ان کی باتوں میں آ سکتے ہیں"

نادیہ بیگم نے کہا تو باہر سے بھی آوازیں آ رہی تھی موسیٰ کو اس دو موسیٰ کو سزا دو سید سائیں نے آہ بھری تھی۔

"موسیٰ یہ باتیں تمھیں بے گناہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو رہی تمھیں گلناز سے نکاح کرنا ہو گا اس معصوم کی زندگی خراب ہو گئی"

سید سائیں کا یہ آخری جملہ روح کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگا۔ نادیہ بیگم کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری، جبکہ گلناز نے نظریں جھکا کر مظلومیت کا لبادہ مزید اوڑھ لیا۔

"نہیں دادا جان ! آپ ایسا نہیں کر سکتے ! آپ ایک بے گناہ کو سزا دے کر ایک گناہ گار کو فتح دلا رہے ہیں۔"

روح نے چیخ کر کہا، اس کے آنسو اب رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

"روح ! بس کر دو تم اس لیے موسیٰ کو صحیح سمجھ رہی ہو کیوں کہ تم اس سے محبت کرتی ہو"

سید سائیں نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

" باہر لوگوں کا مجمع انصاف مانگ رہا ہے۔ اگر میں نے آج موسیٰ کو چھوڑ دیا، تو کل کوئی اس حویلی کی کسی بیٹی کی عزت پر بھی ہاتھ ڈالے گا اور کہے گا کہ سید حویلی میں تو مجرموں کو بچایا جاتا ہے۔ موسیٰ ! نکاح کی تیاری کرو۔"

موسیٰ نے تڑپ کر روح کو دیکھا وہ مر جائے گا لیکن روح کے علاؤہ وہ کسی کا بھی نہیں ہو گا جس کی آنکھوں میں اب شکست کا کرب تھا۔ وہ جانتا تھا کہ دادا جان اب کسی دلایل کو نہیں مانے گیں جبکہ سید سائیں کی بات پر نادیہ بیگم کے چہرے پر فتح کے اثار نظر آرہے تھے۔۔ سید سائیں کا فیصلہ اٹل تھا، جس نے حویلی کی فضا میں ایک ایسی خاموشی پیدا کر دی تھی جو طوفان سے پہلے کی ہوتی ہے۔ روح نے بے بسی سے اپنے شوہر کو دیکھا، جو اس وقت کسی زخمی شیر کی طرح کٹہرے میں کھڑا تھا۔ موسیٰ کی نظریں روح کے چہرے پر جمی تھیں، جیسے وہ اس سے آخری بار جینے کی وجہ مانگ رہا ہو۔

"سید سائیں اپ اپنی ہی پوتی ہے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں"
روح نے روتے ہوئے سید سائیں کو دیکھ کر بے بسی سے کہا۔

"اور جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے وہ بھی میری نواسی ہے موسیٰ کو نکاح کرنا ہو گا"

سید سائیں نے روح کو دو ٹوک جواب دیا تھا۔

"نہیں دادا جان! میں یہ نکاح نہیں کروں گا، چاہے آپ میری جان لے لیں۔"

موسیٰ کی آواز میں اب وہ حتمی لہجہ تھا جس کے بعد کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

"موسیٰ! میری بات سنو"

سید سائیں نے کچھ کہنا چاہا مگر موسیٰ نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں روک دیا۔

"بہت سن لیا دادا جان! آپ نے ایک بار بھی اپنے خون پر یقین نہیں کیا۔ آپ کو باہر کھڑے اس مجمع کی فکر ہے جو کل کسی اور تماشے میں مصروف ہو جائے گا، مگر آپ کو اس پوتے کی فکر نہیں جس کی زندگی آپ اپنے ہاتھوں سے جہنم بنا رہے ہیں۔"

موسیٰ کی آنکھوں سے ایک آنسوں نکل کر اس کے گال پر پھسل گیا۔

"روح! ادھر آؤ"

روح، جو سسکیاں لے رہی تھی، لرزتے قدموں سے موسیٰ کے پاس آکر کھڑی ہو گئی۔ موسیٰ نے سب کے سامنے اس کا ہاتھ تھاما۔

"یہ میری بیوی ہے، میری عزت ہے اور میرا کل ہے۔ میں اس کے ہوتے ہوئے کسی اور کا نام اپنے ساتھ نہیں جوڑ سکتا، چاہے وہ گناہ کی تلافی ہو یا آپ کا حکم سب بات تو یہ ہے میں نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں ہے"

موسیٰ نے نادیہ بیگم اور گلناز کی طرف نفرت سے دیکھا۔

"اور رہی بات انصاف کی، تو انصاف تب ہوتا ہے جب مجرم کو سزا ملے۔
میں مجرم نہیں ہوں، اور یہ بات میں ثابت کر کے رہوں گا۔"
سردار موسیٰ نے اٹل لہجے میں کہا تھا باہر سے شوہر بھی بڑھ چکا تھا لوگ کہہ رہے تھے کہ اگر یہ نکاح کا کرے تو جان سے مار دو ان کی باتیں روح کا دل دہلا رہی تھی۔

"دیکھیں سید سائیں! یہ تو الٹا ہمیں دھمکا رہا ہے۔ میری بچی کا کیا ہو گا؟ کیا یہ اب کواری بن کر رہے گی؟"
نادیہ بیگم نے ایک بار پھر واویلا شروع کر دیا۔

"موسیٰ! میں آخری بار کہہ رہا ہوں، نکاح کے لیے راضی ہو جاؤ ورنہ"

سید سائیں کے لہجے میں غضب تھااور وہ غصے سے سردار موسیٰ کو دیکھ رہا تھا۔۔

"ورنہ کیا دادا جان؟"
موسیٰ نے ان کی بات کاٹی۔

جب آپ کو مجھ پر یقین نہیں تو اپ کی بات مان کر میں اپنی بیوی کو تکلیف کیوں دوں آپ اپنی جان لے لیں گے؟ شوق سے لیجیے، کیونکہ کل کو آپ اپنے رب کے سامنے خود جواب دے ہوں گیں نہ میں ہوں گا نہ ہی یہ لڑکی۔"
سردار موسیٰ نے گلناز کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"اس کے علاؤہ آپ کو سزا دیں گیں مجھے قبول ہے"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے اگر تم نکاح نہیں کروگے تو کل تمھیں سب کے سامنے پھانسی کی سزادی جائے گی"

سید سائیں کو جلال آیا تھا کیوں کہ اس نے سید سائیں کی بات کا انکار کیا تھا جن کی بات کا انکار کوئی نہیں کر سکتا تھا سردار موسیٰ نے کی اس لیے وہ اب اپنی انا میں کہ فیصلہ کر رہے تھے۔ مگر اکثر جذباتی فیصلے سب برباد کر دیتے ہیں۔

"پلیز سید سائیں ایسا نہ کریں کوئی اور سزادے دیں"

ریاست نقوی کا دل کانپ گیا تھا اپنے بیٹے کی پھانسی والی بات پر جبکہ روح اب تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی نور کندیل ماہا حفصہ آیت بیگم عافیہ بیگم کنزہ بیگم سب ہی رو رہی تھی۔

"نہیں اب اس کی یہی سزا ہے اگر کسی اور نے میرے فیصلے کے خلاف جانے کی کوشش کی تو اس سے میرا ہر تعلق ختم"

سید سائیں غصے سے بول رہے تھے ان کی بات پر روح ان کے پاس آ گئی۔۔

"پلیز سید سائیں ایسے مت کریں آپ تو اپنے موسیٰ کو اچھے سے جانتے ہیں نہ"

روح نے رو کر ان کے آگے ہاتھ جوڑ لیے تھے۔سید سائیں نے اپنا رخ روح سے پھیر لیا،ان کے چہرے پر موجود سختی کسی بھی قسم کی رعایت دینے کے حق میں نہیں تھی۔

"میں نے کہہ دیا روح! یا نکاح یا پھر پھانسی۔ اب فیصلہ موسیٰ کے ہاتھ میں ہے کہ وہ حویلی کی عزت بچاتا ہے یا اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہ کر اپنی جان گنواتا ہے"

سید سائیں کی آواز میں ذرہ برابر بھی لچک نہیں تھی روح کا جی چاہا کہ وہ اپنی جان لے لے۔ وہ تڑپ کر موسیٰ کی طرف مڑی جو خاموشی سے دادا سائیں کو دیکھ رہا تھا۔ موسیٰ کی آنکھوں میں موت کا خوف نہیں تھا، بلکہ اپنی محبت کے چھن جانے کا دکھ تھا۔

"موسیٰ..."

روح نے لرزتی آواز میں اسے پکارا اور اس کے قریب جا کر اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"موسیٰ! میری بات سنیں آپ نکاح کر لیں۔"

روح نے آہستہ سے کہااس کی آواز لرز رہی تھی موسیٰ نے تڑپ کر روح کو دیکھا۔

"روح! تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم چاہتی ہو کہ میں کسی اور کا نام اپنے ساتھ جوڑلوں؟ تم جانتی ہو کہ یہ سب جھوٹ ہے، پھر بھی؟"
سردار موسیٰ نے تڑپ کر کہاوہ جانتا تھاروح اس وقت کس تکلیف میں وہ اس کی جان بچانے کے لیے یہ سب بول رہی تھی۔

"میں جانتی ہوں موسیٰ! میں سب جانتی ہوں مگر میں آپ کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اس دنیا میں آپ کے بغیر ایک پل بھی نہیں جی پاؤں گی۔ خدا کے لیے، دادا سائیں کی بات مان لیں، میں آپ کو کھونا نہیں چاہتی۔"
روح نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ موسیٰ نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں روح! ایک بے گناہ کے لیے موت اس ذلت سے بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو اپنی زندگی میں شامل کرے جس نے مکر اور فریب کا سہارا لیا ہو۔ میں تمہارے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا، چاہے اس کی قیمت میری جان ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس سے نکاح کرنا مطلب اس بات کو سچ ثابت کرنا جو یہ کہہ رہی ہے سب لوگ تو یہی سوچیں گے میں قسم وار ہوں اس لیے میں نے نکاح کیا ہے"

سردار موسیٰ کے روح کی حالت دیکھ کر بے بسی سے کہا اپنی بیوی کی حالت دیکھ کر وہ تڑپ رہا تھا جس کی انکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھی قدم لڑکھڑا رہے تھے لیکن وہ اسے بچانے کی کوشش کر رہی تھی روح نے بے بسی سے سب کی طرف دیکھا۔ آیت بیگم اور ریاست نقوی کی آنکھوں میں التجا تھی، مگر موسیٰ کا فیصلہ اٹل تھا۔ نادیہ بیگم کے لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی، انہیں لگ رہا تھا کہ اب موسیٰ ٹوٹ جائے گا، لیکن موسیٰ کا جلال کم نہیں ہوا تھا۔

"داداجان! مجھے آپ کی سزا منظور ہے کل صبح آپ شوق سے مجھے پھانسی چڑھا دیجیے گا، مگر میں اس مکار عورت سے نکاح کر کے اپنے کردار اور اپنی محبت پر داغ نہیں لگاؤں گا۔"

موسیٰ نے بلند اور صاف آواز میں کہا۔ پورے ہال میں ماتم کی لہر دوڑ گئی۔ روح کو لگا جیسے زمین اس کے پیروں تلے سے نکل گئی ہو۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے سید سائیں کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں اب درد کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا عزم تھا۔

"ٹھیک ہے سید سائیں! اگر آپ کا انصاف یہی ہے کہ ایک بے گناہ کو پھانسی دی جائے، تو پھر میری بھی ایک عرض سن لیں۔"
روح کی آواز اب لرز نہیں رہی تھی۔ سید سائیں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"اگر کل موسیٰ کو پھانسی دی جائے گی، تو اس تختے پر موسیٰ اکیلا نہیں ہو گا جس جرم کی سزا آپ میرے شوہر کو دے رہے ہیں، اس میں برابر کی حصہ دار میں بھی ہوں، کیونکہ میں نے اس کا ساتھ دیا، میں نے اس کی بے گناہی پر یقین کیا۔ اگر وہ مرے گا، تو میں بھی جی کر کیا کروں گی؟ آپ موسیٰ کے ساتھ ساتھ مجھے بھی پھانسی کی سزا سنا دیں!"

روح موسیٰ کے پاس ائی اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ سید سائیں کے سامنے کھڑا کیا۔

"روح! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟"

موسیٰ نے اس کی بات پر تڑپ کر اسے دیکھا اس کی تو جان نکلی تھی اپنی بیوی کی پھانسی والی بات پر۔

"میں وہی کہہ رہی ہوں جو میرا حق ہے موسیٰ!"

وہ آہستہ سے بولی تھی۔

"آپ بڑے ہیں، منصف ہیں، تو کیجیے انصاف! دو بے گناہوں کے خون سے اس حویلی کی پیاس بجھایئے، کیونکہ روح، موسیٰ کے بغیر نہ پہلے کبھی تھی اور نہ کبھی رہے گی۔"

روح نے سید سائیں کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

سید سائیں ساکت رہ گئے۔ انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ یہ نازک سی لڑکی موت کے سامنے یوں ڈھال بن کر کھڑی ہو جائے گی۔

ہال میں موجود ہر شخص کی آنکھ پر نم تھی، سوائے نادیہ بیگم اور گلناز کے، جن کے چہروں پر اب خوف کے سائے لہرانے لگے تھے، کیونکہ کھیل اب ان کے کنٹرول سے باہر ہو رہا تھا۔۔

"ایسا نہیں ہو گا کہ صرف موسیٰ کو پھانسی دی جائے گی اب اسے لے کا کر حویلی کی بیسمنٹ میں بند کر دو ہاشم"

سید سائیں نے بے رخی سے کہا جبکہ ہاشم ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ کچھ بھی نہیں بولا نہ اپنی جگہ سے ہلا بلکہ خاموش رہا تھا۔

"نہیں نہیں سید سائیں نہیں پلیز میری بات سن لیں"

روح روتے روتے زمین پر بیٹھ گئی تھی کسی سے بھی اس کی حالت برداشت نہیں ہو رہی تھی ہاشم بھاگ کر اپنی بہن کے پاس آیا تھا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔

"بھائی"

روح اب سسکیوں سے رونے لگی تھی۔

"میں نے کہاہاشم موسیٰ کو جا کر بیسمنٹ میں بند کر دو"

سید سائیں غصے سے چیخے حویلی میں عورتوں کی رونے کی آواز تھی ہاشم اب کی بار بھی خاموش ہی رہا اپنی جگہ سے نہیں ہلا بلکہ اپنی بہن کو سہارا دیا ہوا تھا۔

"سید سائیں ایک آخری التجا"

موسیٰ نے بے بسی سے کہاسید سائیں نے اس کی طرف دیکھا۔۔

"آج کی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں آپ ہم دونوں کو ہی بیسمنٹ میں بند کر دیں"

سردار موسیٰ نے ایک آخری التجا کی جس پر سید سائیں نے ہاں میں سر ہلا دیا جا جانے کیا سے کیا ہو گیا تھا جہاں خوشی کا سما تھا اور کہاں سب تہس نہس ہو گیا تھا اور خوشیاں پل میں خراب ہو گئی تھی۔

ہاشم کو سید سائیں نے حکم دیا تھا سردار موسیٰ اور روح کو بیسمنٹ میں بند کرنے کا وہ ایسا کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن وہ کیا کرتا وہ مجبور تھا اس کا دل اندر سے خود خون کے آنسوں رو رہا تھا اس کا جگری یار کس حالت میں تھا اور اس کی بہن کو کہ اپنے شوہر کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی لیکن سید سائیں نے ان کی ایک بات بھی نہیں سنی حویلی کی وہ بیسمنٹ جسے سالوں سے کسی خاص مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا گیا تھا، آج حویلی کے سب سے معتبر وارث اور اس کی شریکِ حیات کی پناہ گاہ بنی ہوئی تھی۔

ہاشم ان دونوں کو وہاں لے کر آیا تھا اس نے سردار موسی کی طرف دیکھا اور پھر زور سے اس کے سینے سے لگ گیا تھا۔

اتنی دیر سے جو ہاشم نے اپنے آنسوں کنڑول کر کے رکھے تھے موسیٰ کے ساتھ لگتے ہی وہ بہنے شروع ہو چکے تھے سردار موسی نے بھی اس کے پشت پر ہاتھ باندھ کر زور سے اسے خود سے لگایا تھا روح تو پہلے ہی رو رہی تھی ہاشم کو ان سے ملنے سے سید سائیں نے منع کیا تھا صرف بند کر کے آنے کو کہا تھا لیکن وہ اس کا یار تھا کیسے اس کے اس مشکل وقت میں اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہا کس کے پیچھے پیچھے ہی یحییٰ عدنان اور حنان بھی آئے تھے ان سب کو یہاں دیکھ کر موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی ان سب کو ہی اس کی بے گناہی کا یقین تھا اگر کسی کو نہ تھا تو وہ سید سائیں تھے۔۔

"مجھے معاف کر دو موسیٰ تمھارے اس مشکل وقت میں میں تمھارے ساتھ نہیں ہوں میں کچھ کرنا چاہتا ہوں لیکن میں کچھ بھی نہیں کر سکا"

ہاشم اسے سے دور ہوتے ہوئے نم آنکھوں سے بولا تھا سردار موسیٰ آہستہ سے مسکرایا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کی گرفت میں وہی پرانا اعتماد تھا جو اکثر مشکل وقت میں ہاشم کا حوصلہ بندھاتا تھا۔

"ہاشم! پاگل مت بنو۔ تم میرے لیے جو کر رہے ہو، وہی بہت ہے۔ تمھارا میری بے گناہی پر یقین رکھنا ہی میرے لیے سب سے بڑی ڈھال ہے۔"
موسیٰ کی آواز میں تھکن تو تھی، مگر شکست نہیں تھی۔ یحییٰ، جواب تک ضبط کیے کھڑا تھا، آگے بڑھا اور موسیٰ کے دوسرے شانے کو تھاما۔

"موسیٰ! ہم ہار نہیں مانیں گے۔ سید سائیں جذباتی ہیں، مجمعے کا دباؤ ہے ان پر، لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ایک گھناؤنی سازش ہے ہم تمھیں یہاں سے نکالیں گیں"
یحییٰ نے آگے بڑھ کر کہا تھا جبکہ موسیٰ اس کی بات پر ہلکا سا مسکرایا۔

"کسی کو بھی کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ہونا ہوا وہ ہو جائے گا اور جذباتی ہو کر کوئی غلط قدم نے اٹھا لینا یہ ہمارے لیے ہی مشکل ہو سکتا ہے"
سردار موسیٰ نے یحییٰ کی طرف دیکھ کر کہا جبکہ اس کے جواب پر سب لوگ حیران تھے۔

"لیکن موسیٰ ہم تمھیں کیسے یوں اکیلا چھوڑ دیں"
عدنان نے اسکو دیکھ تڑپ کر کہا سردار موسیٰ کا ان کے درمیان ہونا بہت ضروری تھا وہی تو تھا ان سب کی ڈھال ان کی امید اس کے بغیر تو وہ لاگ کچھ بھی نہیں تھے تو موسیٰ کیوں ایسا کہہ رہا تھا۔

"عدنان! میں اکیلا کہاں ہوں؟"

موسیٰ نے ایک نظر اپنے پہلو میں کھڑی روح پر ڈالی، جس نے اس کا ہاتھ ابھی تک مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ روح اسے نم آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔

"اور تم سب ہو، میرے بھائی بن کر میری ساکھ کی حفاظت کرنے کے لیے۔ دیکھو، اس وقت جذبات سے نہیں، ہوش سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اگر تم لوگوں نے زبردستی مجھے یہاں سے نکالنے کی کوشش کی تو سید سائیں کی انا اور مجمعے کا اشتعال ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔ ہمیں سچائی کو سامنے لانا ہے، بغاوت کو نہیں۔"

موسیٰ کی سنجیدگی نے ان سب کو خاموش کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کے بھائیوں کا خون کھول رہا ہے، لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ایک غلط قدم پوری حویلی کی عزت خاک میں ملا سکتا ہے۔

"ہاشم !اب جاؤ یہاں سے ،اس سے پہلے کہ دادا سائیں کو شک ہو اور وہ تم لوگوں پر بھی پابندی لگا دیں"

موسیٰ نے ہاشم کے کندھے کو تھپتھپاتے ہوئے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"لیکن اگر ہم آپ کی بے گناہی ثابت نہ کر سکے اور کل سید سائیں نے پھانسی"

حنان بات کر رہا تھا کہ سردار موسیٰ نے اسے خاموش کروا دیا۔۔

"اپنے اللہ پر یقین کرو وہ ذات کسی کو بھی اپنے در سے مایوس نہیں کرتی اب تم لوگوں جاؤ یہاں رکنا تم لوگوں کا صحیح نہیں ہے"

سردار موسیٰ نے حنان کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا وہ لوگ جانا تو نہیں چاہتے تھے لیکن جانا تھا ان سب نے ایک ساتھ مل کر سردار موسی کو گلے لگا لیا تھا اس وقت ان سب کی ہی آنکھوں میں آنسوں تھے۔۔

"بس کرو یار میں تم لوگوں کی محبوبہ نہیں ہوں مجھے سانس نہیں آ رہی اور تم لوگ میری بیوی کے سامنے مجھے یوں جھپیاں ڈال رہے ہو"
سردار موسیٰ نے ماحول کی نزاکت دیکھ کر مذاقیہ انداز میں کہا کچھ پل کے لیے سب کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی لیکن اگلے ہی پل غائب بھی ہو گئی تھی پھر سب وہاں سے جا چاہتے ہوئے بھی چلے گئے۔

تہہ خانے کی فضا میں ایک عجیب سی خاموشی اور مٹی کی بھینی خوشبو رچی بسی تھی۔ وہاں کوئی بلب یا مصنوعی روشنی نہیں تھی، لیکن دیوار کے بالکل اوپری حصے میں بنے ایک چھوٹے سے پرانے روشندان سے چاند کی مدھم اور چاندی جیسی روشنی لکیر کی صورت میں فرش پر گر رہی تھی۔ وہ روشنی اتنی ہی تھی کہ اندھیرے میں ایک دوسرے کے ہیولے دیکھے جا سکیں۔ روح نے بنا کچھ سوچے سمجھے سردار موسیٰ کو گلے سے لگا لیا وہ اس کے ساتھ لگ کر زور زور سے رونے لگی تھی۔

"بس کرو نہ جانِ موسیٰ تم ہی تو اپنے موسیٰ کج امید ہو اگر تم یوں ٹوٹ جاؤ گی تو میری امید کیسے بنے گی"

سردار موسیٰ نے اسے اپنے بازوؤں کے ہلکے میں چھپاتے ہوئے کہا تھا روح کچھ بھی نہیں بولی تھی بس خاموش رہی تھی سردار موسیٰ نے اسے لیا اور نیچے بیٹھ گیا تھکاوٹ نے اس کے وجود کو چکنا چور کر دیا تھا یا پھر یوں کہا جائے کہ اپنوں نے فرش کی ٹھنڈک کو محسوس کیے بغیر، دیوار کے سہارے سردار موسیٰ بیٹھا ہوا تھا، جس نے روح کو اپنے حصار میں لیا ہوا تھا۔ روح، جو ابھی کچھ دیر پہلے تک سب کے سامنے شیرنی کی طرح لڑی تھی، اب موسیٰ کے سینے سے لگی کسی چھوٹے بچے کی طرح سسک رہی تھی۔ اس کی ہچکیاں اس خاموش تہہ خانے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔

موسیٰ نے اپنا بایاں ہاتھ روح کے گرد پھیلا کر اسے خود سے مزید قریب کر لیا اور اپنا سر دیوار سے ٹکا دیا۔ اس کا اپنا دل لہو رو رہا تھا، مگر اس کی پہلی ترجیح اس کی روح تھی، جو اس کے وجود میں پناہ لیے لرز رہی تھی۔

"روح۔۔۔بس کر دو میری جان۔ تم ایسے روؤ گی تو میں ہمت ہار جاؤں گا"
موسیٰ نے بہت ہی دھیمے اور بھرائی ہوئی آواز میں ایک بار پھر سے کہا اس نے اپنا ہاتھ روح کے سر پر رکھا اور اس کے بالوں کو سہلانے لگا، جیسے وہ اسے یہ یقین دلا رہا ہو کہ وہ اب بھی وہیں ہے۔

"کیسے خاموش ہو جاؤں موسیٰ؟"
روح نے سسکتے ہوئے سر اٹھایا۔ چاند کی وہ مدھم روشنی اس کے بھیگے ہوئے چہرے پر پڑ رہی تھی، جس سے اس کی آنکھوں کی سرخی واضح تھی۔

"وہ آپ کو پھانسی دے دیں گے! میرے دادا سائیں، جن پر میں نے ہمیشہ فخر کیا، وہ آج اتنے پتھر دل کیسے ہو گئے؟ وہ ایک جھوٹی تہمت پر اپنے ہی خون کی بلی چڑھانے کو تیار ہیں؟"

روح بے بسی سے بول رہی تھی آنکھیں رو رو کر لال ہو چکی تھی موسیٰ نے گہرا سانس لیا اور روح کے آنسوں اپنے انگوٹھے سے صاف کیے۔

"دادا جان پتھر دل نہیں ہوئے روح، وہ اپنی انا اور حویلی کی ساکھ کے ہاتھوں مجبور ہو گئے ہیں۔ ان کے سامنے وہ مجمع ہے، وہ لوگ ہیں جو باہر انصاف کے لیے شور مچا رہے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ بند کمرے میں کیا ہوا، وہ صرف وہی دیکھ رہے ہیں جو انہیں دکھایا گیا ہے۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا تھا۔

"تو کیا سچ کی کوئی اہمیت نہیں؟"

روح نے اس کا گریبان مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

"میں جانتی ہوں آپ بے گناہ ہیں! آپ کی روح جانتی ہے! پھر ہم اس ذلت کو کیوں قبول کریں؟ موسیٰ، چلیں یہاں سے، کہیں دور چلے جاتے ہیں، جہاں کوئی ہمیں نہ جانتا ہو، جہاں آپ کی جان کو خطرہ نہ ہو بس ہم دونوں ہوں"

موسیٰ کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔ اس نے روح کی پیشانی چومی۔

"بھاگنا بزدلوں کا کام ہے روح۔ اگر میں آج بھاگ گیا، تو دنیا ہمیشہ کہے گی کہ سردار موسیٰ گناہ گار تھا اس لیے منہ چھپا کر بھاگ گیا۔ میں مرنا پسند کروں گا، مگر اپنی نسلوں کے لیے اپنی پیٹھ پر یہ داغ لے کر نہیں جاؤں گا"

سردار موسیٰ نے روح کو دیکھ کر کہا روح کی سسکیاں اب کچھ کم ہوئی تھیں، مگر اس کے دل کی دھڑکن اب بھی تیز تھی۔ وہ اس کے سینے پر سر رکھے اس کی دھڑکنیں سن رہی تھی، یہ سوچ کر کہ کیا کل بھی یہ دل اسی طرح دھڑکے گا؟

"آپ نے کہا تھا آپ مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔۔۔"
وہ کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح بولی۔

"اور میں نے اپنا وعدہ نبھایا ہے روح۔ دیکھو، اس آخری رات میں بھی میں نے تمہیں اپنے ساتھ مانگا ہے۔ میں جانتا ہوں یہ جگہ تمہارے لیے نہیں ہے، تم تو پھولوں جیسی ہو، تمہیں تو اس وقت اپنے کمرے میں ہونا چاہیے تھا مگر تم یہاں اس اندھیرے تہہ خانے میں میرے ساتھ قید ہو۔۔۔"
موسیٰ کی آواز جذبات سے لرزنے لگی روح نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"میرے لیے آپ کی بانہوں سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے، چاہے وہ حویلی کا کمرہ ہو یا یہ تاریک بیسمنٹ۔ اگر کل صبح مجھے بھی آپ کے ساتھ پھانسی پر جھولنا پڑے، تو میں ہنستے ہوئے جھول جاؤں گی، بس میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔"

موسیٰ نے اسے خاموش کروانے کے لیے اس کے لبوں پر انگلی رکھ دی۔

"ایسی بات دوبارہ مت کرنا۔ میں جی رہا ہوں تو صرف اس لیے کہ تم سلامت رہو۔ عدنان، ہاشم اور یحییٰ باہر ہیں۔ مجھے ان پر یقین ہے، وہ کچھ نہ کچھ ضرور کریں گے۔ گلناز نے جو جال بنا ہے، اس میں کہیں نہ کہیں کوئی کمزوری ضرور ہو گی۔"

موسیٰ اسے تسلی تو دے رہا تھا، مگر اس کی اپنی آنکھوں میں ایک ایسا دکھ تھا جسے وہ روح سے چھپانا چاہتا تھا۔ اسے اپنی موت کا غم نہیں تھا، اسے غم تھا تو اس ادھوری محبت کا جو ابھی پوری طرح پروان بھی نہیں چڑھی تھی اور سازشوں کی نذر ہو رہی تھی۔

"لیکن اگر پھر بھی وہ کچھ نہ کر پائے روح تو مجھ سے ایک وعدہ کرو"
سردار موسیٰ نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ایک بار پھر سے کہا اس کی اس بات پر روح نے سر اٹھا کر سردار موسی کو دیکھا وہ مہندی کے لباس میں تھی اور بہت خوبصورت لگ رہی تھی میک اپ واٹر پروف تھا جو کہ مٹا نہیں تھا اور اس کی سرخ آنکھیں اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔

"ایسا مت کہیں موسیٰ ہم ساتھ ساتھ ہوں گیں"
روح نے نم آنکھوں سے نہ میں سر ہلاتے ہوئے بات کی۔۔

"روح مجھ سے ایک وعدہ کرو"

سردار موسیٰ نے اس کی بات کر چھوڑ کر اپنی بات کو آگے رکھا جس پر روح نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔۔۔

"جانِ موسیٰ ہمیشہ سید موسیٰ نقوی کی ہو گی اس کے ہوتے ہوئے اور اس کے جانے کے بعد بھی وعدہ کرو مجھ سے"

سردار موسیٰ کی بات روح کے دل پر کسی تیر کی طرح لگی۔

"میں جانتا ہوں میں مطلبی ہو رہا ہوں لیکن تم مجھ سے وعدہ کرو میرے بعد بھی تم صرف اور صرف میری رہو گی میں جانتا ہوں اکیلی عورت کا اس معاشرے میں رہنا اسان نہیں ہے اسے ہر موڑ پر ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہے لیکن تمہارا موسیٰ تو شاید کل نہ رہے لیکن تم مجھ سے وعدہ کرو میری جانے کے بعد بھی تو صرف اور صرف میری رہو گی"

سردار موسیٰ اس زمانے کو جانتا تھا کہ یہ وہ اپنی روح سے یہ ساری باتیں کر رہا تھا وہاں تک اس نے زمانہ دیکھا تھا وہی تو اس کی ایک پرسنٹ بھی نہیں دیکھ پائی تھی اس کے بعد اس کی بیوی کو کیا کیا مسائل دیکھنے پڑیں گے یہ بات وہ بہت اچھے سے جانتا تھا روح بس خاموش اسے سن رہی تھی۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں تمہاری عمر صرف اور صرف ابھی 18 سال ہے میری جانے کے بعد سب تمہاری عمر اور جوانی دیکھ کر تمہیں شادی کے لیے فورس کریں گے لیکن تم مجھ سے وعدہ کرو روح صرف اور صرف روحِ موسیٰ کی ہے تم صرف میری اور ہو روح"

سردار نویس بول رہا تھا اور روح موسیٰ کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی جہاں محبت کا سمندر تو تھا مگر ساتھ ہی ایک عجیب سا خوف بھی تھا اپنی روح کو کھو دینے کا خوف، اسے کسی اور کے ساتھ دیکھنے کا تصور بھی اس کے لیے موت سے بدتر تھا۔ روح نے تڑپ کر موسیٰ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کی انگلیاں موسیٰ کی داڑھی کے بالوں میں الجھ گئیں، اور اس نے اپنے ماتھے کو موسیٰ کے ماتھے سے ٹکا دیا۔

"یہ وعدہ مانگ کر آپ نے میری محبت کی توہین کی ہے موسیٰ!"

روح کی آواز میں اب سسکیوں کے بجائے ایک دیکھ تھا درد تھا تکلیف تھی۔

"روح صرف موسیٰ کی تھی، ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ چاہے یہ دنیا قائم رہے یا نہ رہے۔ اگر آپ کا سانس ٹوٹا، تو اس روح کا جسم بھی اسی پل مٹی ہو جائے گا۔ میں آپ کے بعد جینے کا وعدہ کیسے کر لوں؟ باقی باتیں تو بعد کی باتیں ہیں"

روح نے ایک بار پھر روتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں۔"

موسیٰ نے شدت سے اسے خود میں بھینچ لیا۔

"تمہیں جینا ہو گا روح۔ تمہیں اپنے موسیٰ کے لیے ان سب کے لیے جینا ہو گا جو تم سے محبت کرتے ہیں ہاشم کی حالت دیکھی ہی تم نے روح میری محبت تمہیں کمزور بنانے کے لیے نہیں، تمہیں طاقت دینے کے لیے ہے۔ وعدہ کرو کہ تم خود کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گی، تم ہمت سے حالات کا مقابلہ کرو گی۔"

روح نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کے سینے میں منہ چھپا کر خاموشی سے آنسو بہانے لگی۔ وہ کیسے وعدہ کر لیتی؟ جس شخص نے اسے جینا سکھایا، اس کے بغیر زندگی گزارنا تو دور، ایک سانس لینا بھی محال تھا۔

تہہ خانے کی خاموشی اب مزید بوجھل ہو رہی تھی۔ روشندان سے آتی چاندنی کی لکیر آہستہ آہستہ سرک کر دیوار پر جا چڑھی تھی، جو اس بات کی نشانی تھی کہ رات اپنا سفر تیزی سے طے کر رہی ہے۔ موسیٰ نے محسوس کیا کہ روح کا وجود آہستہ آہستہ ڈھیلا پڑ رہا ہے۔ مسلسل رونے اور صدمے کی وجہ سے وہ تھک کر چور ہو چکی تھی۔

"سو جاؤ روح۔۔۔ تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں موند لو،" موسیٰ نے اسے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

"میں نہیں سونا چاہتی موسیٰ میں ڈرتی ہوں کہ اگر میں نے آنکھیں بند کیں تو یہ وقت اور تیزی سے گزر جائے گا۔ مجھے آپ کو دیکھنا ہے، آپ کی باتیں سننی ہیں،"

روح نے بوجھل پلکوں کے ساتھ جواب دیا۔ موسیٰ نے ایک لمبا سانس لیا اور دیوار کے ساتھ پڑے کمبل کو کھینچ کر فرش پر بچھایا اس سب کے لیے ہاشم نے ہی ان کے لیے انتظام کیا تھا روح کو آرام سے وہاں بٹھا کر خود اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس نے روح کا سر اپنے کندھے پر رکھ لیا۔ اس وقت وہ دونوں کسی بادشاہ اور ملکہ کی طرح نہیں، بلکہ دو عام انسانوں کی طرح تھے جو تقدیر کے بے رحم فیصلوں کے سامنے بے بس تھے۔

"روح سو جاتے ہیں"

سردار موسیٰ نے تھکن سے چور لہجے میں کہا روح نے سردار موسی کی حالت دیکھی جو کہ بکھری ہوئی تھی روح اب کی بار کچھ بھی نہیں بولی اس نے ہاں میں سر ہلایا سردار موسیٰ پہلے خود لیٹا تھا اور پھر روح کو اپنے سینے پر سلایا اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کو محسوس کرتے ہوئے سکون میں تھے کچھ پل کے لیے ہی صحیح لیکن وہ سکون میں تھے کچھ ہی دیر گزری تھی کہ روح کی آنکھیں بند ہو گئی تھی وہ سکون میں تھی اور نیند اس پر طاری ہو گئی لیکن اس کی مٹھیاں اب بھی موسیٰ کی قمیض کو اتنی سختی سے تھامے ہوئے تھیں جیسے نیند میں بھی اسے یہ ڈر ہو کہ موسیٰ کہیں او جھل نہ ہو جائے۔ سردار موسیٰ کی نظریں چھت کی طرف جمی تھیں، جہاں اندھیرے کے سائے رقص کر رہے تھے۔ اس کے سینے پر روح کا سر تھا، اس کی گرم سانسیں موسیٰ کے وجود کو ایک عجیب سی تڑپ دے رہی تھیں۔ موسیٰ نے اپنا ہاتھ روح کے سر پر رکھا اور بہت دھیرے سے اس کے ماتھے پر بکھری لٹوں کو پیچھے کیا۔ اس نے سوچا کہ زندگی کتنی بے رحم ہے۔ ابھی چند گھنٹے پہلے وہ

اپنی زندگی کی خوشیوں میں تھا روح کو تنگ کرنے کا پورا پلین تھا اس کا مہندی کی تقریب میں اور اب وہ ایک کال کوٹھڑی جیسے بیسمنٹ میں قید ہے، جہاں کل کا سورج اس کے لیے شاید زندگی کی آخری صبح ہو۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ ہماری محبت کی مدت بس اتنی تھی میری جان میں تو پوری زندگی تمھارے ساتھ گزارنا چاہتا تھا لیکن یہ پتہ نہیں کیا ہو گیا"

سردار موسیٰ آہستہ سے بول رہا تھا اس نے روح کا سر اپنے سینے سے ہٹایا اور اس کو اپنی نیچے کیا خود اس کے اوپر آ کر اسے دیکھنے لگا وہ نیند میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اس کے گلابی ہونٹ اس کا دل دھڑکا رہے تھے اس سچویشن میں بھی اس کا دل اپنی بیوی کا خواہشمند تھا اس کا خوبصورت وجود اس کے سامنے تھا دوپٹہ اس پر نہ تھا گلا بھی کچھ گہرا تھا اس کے خوبصورت ہونٹ اور یہ خوبصورتی سردار موسیٰ کو بھلا گئی تھی ابھی کچھ دیر پہلے کیا ہوا وہ تو بس اپنی روح کی خوبصورتی میں کھویا ہوا تھا ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو سردار موسیٰ کی نظریں اس کے معصوم چہرے پر جم گئیں، جہاں دکھ اور نقاہت کے باوجود ایک ایسی کشش تھی جو اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں اب اپنی روح کی قربت سے تیز ہو رہی تھیں۔ وہ بھلا بیٹھا تھا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں، اسے بس اتنا یاد تھا کہ یہ اس کی بیوی ہے، اس کی کل کائنات ہے۔

موسیٰ نے بہت آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے گال پر رکھا۔ انگوٹھے سے اس کی جلد کو چھوا تو ایک حرارت اس کے پوروں سے ہوتی ہوئی اس کے دل تک اتر گئی۔ وہ آہستہ آہستہ نیچے جھکا، یہاں تک کہ اس کا چہرہ روح کے چہرے کے بالکل مقابل آ گیا۔ روح کی ہموار سانسیں اس کے لبوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ موسیٰ نے اپنے ضبط کو جواب دیتے ہوئے بہت نرمی اور شدت کے ساتھ اپنے لب اس کے گلابی ہونٹوں پر رکھ دیے۔ اس لبوں کے میلاپ میں، وہ ان تمام ادھورے خوابوں، محبت اور اس تڑپ کا نچوڑ تھا جو وہ اس ایک رات میں سمیٹ لینا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے اس کے سانسوں کو اپنے اندر اتار رہا تھا روح کی نیند اس اچانک لمس سے ٹوٹ گئی، اس نے بوجھل پلکیں اٹھائیں اور سامنے موسیٰ کا چہرہ دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے حیرت آئی، لیکن اگلے ہی لمحے اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور موسیٰ کے گریبان پر اپنی گرفت مزید مضبوط کر

لی۔ وہ اسے منع نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اس وقت اس کے دل کو بھی اسی سکون اور اسی احساس کی ضرورت تھی جو اسے یہ باور کروا سکے کہ موسیٰ ابھی اس کے پاس ہے۔

موسیٰ کا لمس اب روح کی گردن تک دراز ہوا۔ اس نے محسوس کیا کہ روح کی فراک کی ڈوریاں اس کے قریب ہونے میں حائل ہو رہی ہیں۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے روح کی فراک کی پشت پر بندھی ڈوریاں ایک ایک کر کے کھول دیں۔ روح نے ایک گہری سانس لی اور اپنا سر پیچھے کی طرف گرا دیا، جس سے اس کی لمبی صراحی دار گردن چاند کی مدھم روشنی میں مزید نمایاں ہو گئی۔ موسیٰ نے اس کے ننگے کندھے پر اپنے تپتے ہوئے لب رکھ دیے۔ اس کا ہر لمس روح کے وجود میں ایک عجیب سی لہر دوڑا رہا تھا۔ روح کی انگلیاں موسیٰ کے بالوں میں الجھ گئیں، وہ شدتِ جذبات سے اس کے نام کی سرگوشی کرنے لگی۔ اس تاریک اور گرد آلود تہہ خانے میں، جہاں باہر موت کا رقص جاری تھا، وہاں اندر یہ دونوں ایک دوسرے کی محبت کی گرمجوشی میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اسلام علیکم ڈیئر کیوٹیز!

ایک بات کرنی تھی امپورٹنٹ جیسا کہ اپ سب جانتے ہیں کہ رمضان کا مہینہ ہے تو اس بات کا خیال کریں کہ آپ ناول کو اپنے روضے کی حالت میں نہ پڑھیں اس روضہ افطار کرنے کے بعد پڑھیں باقی میری طرف سے آپ سب کو رمضان مبارک میرے لیے بھی دعا کیجئے گا خاص کہ آپ کی ریڈر جو اپنے اللہ سے مانگ رہی ہے مل جائے جو جو یہ پڑھ رہا ہے کہ اس کی ڈیوٹی ہے وہ میرے لیے دعا کرے اوکے۔

موسیٰ نے اس کے کندھے پر ایک گہرا بوسہ ثبت کیا، جیسے وہ وہاں اپنی محبت کی مہر لگا رہا ہو۔ اسے معلوم تھا کہ وقت ریت کی طرح ہاتھ سے نکل رہا ہے، اس لیے وہ ہر لمحے کو جی لینا چاہتا تھا۔ روح کا وجود اس کے نیچے لرز رہا تھا، مگر وہ اس لرزش میں بھی ایک ایسا سکون محسوس کر رہی تھی جو اسے حویلی کے پر تعیش کمرے میں بھی شاید نہ ملتا۔ وہ دونوں اس وقت دنیا سے بے خبر تھے، ان کے لیے صرف وہ لمحہ حقیقت تھا، باقی سب کچھ ایک دھندلا خواب بن چکا تھا۔

"تم میری ہو روح۔۔۔ صرف میری۔"

موسیٰ نے اس کے چہرے کو دوبارہ تھاما اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ روح نے بنا کچھ کہے اس کی پیشانی کو چوما، اس کی خاموشی میں ہزاروں جواب چھپے تھے جو موسیٰ کے دل کو قرار دے رہے تھے۔

"میں بس آپ کی ہوں روحِ موسیٰ"

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی تو اس کی بات پر سردار موسیٰ کو اس کے ہونٹوں سے نکلنے والا یہ الفاظ روحِ موسیٰ اتنا پیارا لگا کہ اس نے روح کے ہونٹوں کو ایک بار پھر سے بول لیا تھا۔۔ موسیٰ نے جب دوبارہ اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا، تو اس بار اس میں ایک والہانہ پن تھا، جیسے وہ اس "روحِ موسیٰ" کے اعتراف کو ہمیشہ کے لیے اپنے وجود کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔ روح نے بھی دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اس تاریک اور خاموش بیسمنٹ کی دیواریں گواہ تھیں کہ سچی محبت کو نہ تو اونچے محلوں کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ ہی دنیاوی آسائشوں کی۔ وہاں صرف دو دل تھے جو ایک دوسرے کے لیے دھڑک رہے تھے۔

موسیٰ نے آہستہ سے اپنا سر اس کے شانے پر ٹکا دیا۔ اس کی سانسیں اب بھی بے ترتیب تھیں، مگر دل کو ایک عجیب سا قرار آ گیا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ روح کی تھکن اب اسے گہری نیند کی طرف لے جا رہی ہے۔ اس نے بہت نرمی سے روح کی فراک کی ڈوریاں دوبارہ درست کیں اور اسے اپنے بازوؤں کے مضبوط حصار میں لے کر سیدھا لیٹ گیا۔

"اب سو جاؤ روح فجر میں اب زیادہ وقت نہیں بچا۔"

اس نے اس کی پیشانی پر آخری بوسہ دیتے ہوئے سرگوشی کی۔اج پھر وہ اپنے جذباتوں پر پھرے ڈال کر اسے آزاد کر چکا تھا ورنہ تاریخی رات ہو محبوب باہوں میں ہوں کاہن دور رہا جاتا ہے لیکن وہ سردار موسیٰ تھا اپنے حواسوں پر وہ قابو رکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا روح نے اس کے سینے پر سر ٹکایا اور خاموشی سے اپنی آنکھیں موند لیں۔اس کی مٹھیاں اب بھی موسیٰ کی قمیض پر جمی تھیں، مگر اب ان میں وہ خوف نہیں تھا، بلکہ ایک یقین تھا یہ یقین کہ چاہے کل کا سورج کوئی بھی فیصلہ لائے، وہ اس لمحے اپنے موسیٰ کے پاس محفوظ ہے۔

آہستہ آہستہ بیسمنٹ کی فضا میں ان کی ہموار سانسوں کی آواز گونجنے لگی۔ روشندان سے آتی چاندنی اب مدھم پڑ کر غائب ہو رہی تھی اور سیاہ رات اپنا دامن سمیٹ کر پو پھٹنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ دونوں اس وقت دنیا کی تمام سازشوں اور تلخیوں سے دور، ایک دوسرے کی قربت کے سکون میں ڈوبے، اس آخری رات کے آخری پہر کو اپنی یادوں میں نقش کر رہے تھے۔ کل کیا ہونا تھا کسی کو نہیں پتہ وہ اپنے آج کو جی رہے تھے۔۔

صبح فجر کی اذانوں پر اس کی آنکھ کھلی تھی اس نے خود کو اکیلا محسوس کیا تھا اور یہ احساس اس کے وجود میں درد اٹھا تھا وہ فوراً سے سیدھی ہوئی اور اس نے سردار موسیٰ کو کمبل پر ہاتھ لگا کر تلاش کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ وہاں نہیں تھا اس کا دل زور زور دے دھڑک رہا تھا وہ فوراً سے کھڑی ہوئی۔۔

"موسیٰ کہاں ہیں اپ جواب دیں موسیٰ آپ یوں اپنی روح کو چھوڑ کر نہیں جا سکتے"

روح کی آنکھیں اچانک سے نم ہو گئی تھی اور وہ سردار موسیٰ کو پاگلوں کی طرح تلاش کر رہی تھی اسے آوازیں دے رہی تھی۔ روح کی آواز اس خاموش اور تاریک بیسمنٹ میں دہائیاں دینے لگی۔ اس کا پورا وجود لرز رہا تھا اور دماغ میں صرف ایک ہی خوف دستک دے رہا تھا کہ کہیں فجر کی پہلی روشنی کے ساتھ ہی سید سائیں نے اپنا فیصلہ نافذ تو نہیں کر دیا؟ وہ دیوانہ وار دیواروں کو ٹٹولنے لگی۔

"موسیٰ! خدا کے لیے سامنے آئیں! آپ نے تو کہا تھا آپ کل تک میرے پاس ہیں"

وہ روتے ہوئے سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔اس کا سانس پھول رہا تھا اور آنکھیں آنسوؤں کی وجہ سے دھندلا گئی تھیں۔ جیسے ہی وہ بھاگتی ہوئی اوپر پہنچی اور لکڑی کے بھاری دروازے کو پیٹنے کے لیے ہاتھ اٹھایا، دروازہ ایک بھاری چرچراہٹ کے ساتھ خود بخود کھل گیا۔ باہر سے آتی فجر کی ٹھنڈی اور نیلی روشنی نے روح کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ سامنے ہاشم اور حنان کھڑے تھے، ان کے چہرے زرد تھے اور آنکھوں میں رات بھر کی جاگتی تھکن اور دکھ نمایاں تھا۔

"بھائی! موسیٰ کہاں ہے؟ وہ نیچے نہیں ہے، وہ مجھے اکیلا چھوڑ کر چلا گیا! دادا سائیں اسے لے گئے کیا؟ بولیں نا ہاشم بھائی!"

روح نے تڑپ کر ہاشم کا بازو تھام لیا۔ ہاشم نے اپنی بہن کے بکھرے ہوئے حلیے اور اس کی آنکھوں میں چھپی وحشت کو دیکھا تو اس کا اپنا ضبط جواب دینے لگا۔ لیکن اس روح کی بات سمجھ نہیں آئی موسیٰ اندر بیسمنٹ میں نہیں تھا تو کہاں تھا۔

"روح! ہوش کرو، تم کیا کہہ رہی ہو؟ موسیٰ اندر نہیں ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے؟"

ہاشم کی آواز میں کپکپاہٹ تھی۔ اس نے فوراً روح کو ایک طرف کیا اور خود دیوانہ وار بیسمنٹ کی سیڑھیاں اترنے لگا۔ حنان بھی اس کے پیچھے بھاگا۔ بیسمنٹ کا منظر ویسا ہی تھا وہی پرانا کمبل فرش پر بچھا ہوا تھا، وہی مٹی کی مہک تھی، لیکن وہاں کوئی وجود موجود نہیں تھا۔ روشندان سے آنے والی نیلی روشنی اب فرش کے اس حصے کو نمایاں کر رہی تھی جہاں کچھ دیر پہلے سردار موسیٰ لیٹا ہوا تھا، مگر اب وہاں صرف خالی پن تھا۔

"موسیٰ! موسیٰ بھائی!"

حنان نے پکارا، لیکن جواب میں صرف دیواروں سے ٹکراتی اس کی اپنی آواز کی گونج سنائی دی۔

"دروازہ باہر سے بند تھا روح! میں نے خود زنجیر کھولی ہے، اگر کوئی اندر آتا تو پہرے داروں کو پتہ چلتا۔ موسیٰ کہاں غائب ہو سکتا ہے؟"

ہاشم کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا اور وہ سوچ میں پڑ گیا تھا۔ روح سیڑھیوں کے دہانے پر بیٹھ گئی، اس کا سر چکرا رہا تھا۔

"وہ رات بھر میرے پاس تھے۔۔۔ میرا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔۔۔ پھر اچانک۔۔۔"

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی اور ہچکیوں سے رونے لگی۔

"روح میری طرف دیکھو"

ہاشم نے روح کو پریشان اور یوں ہارا ہوا دیکھ کر اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔

"دیکھو یہ اچھی بات ہے کہ موسیٰ یہاں نہیں ہے وہ سید سائیں کی دی ہوئی پھانسی سے بچ جائے گا اور وہ ہم سب کے پاس ضرور واپس آئے گا اس بات کا یقین ہے نہ تمھیں"

ہاشم نے روح کا ہاتھ تھام کر بات کی تو روح نے فوراً سے ہاشم کی طرف دیکھا ہاشم کی بات پر ایک پل کو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں بھائی"

وہ مسکراتے ہوئے ہاشم کے گلے لگ گئی تھی۔

"بس اب تم نے سب کے سامنے رونا ہے خود بھی پریشان ہوتے رہنا ہے کسی کو بھی اس بات کا احساس نہ ہو کہ موسیٰ کے جانے سے ہم سب اطمینان میں ہیں اوکے اور ہاں کوشش کرو تو سب کے سامنے تم موسیٰ کے خلاف ہو جاؤ اور یہ کہہ دینا کہ رات میں اس نے تمھارے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے لیکن اس کے بعد میں وہاں سو گئی مجھے نہیں پتہ اور ہاں سختی سے کہنا ہے یہ کہ اب وہ چلا گیا تو کوئی بھی اس کا ذکر دوبارہ اس حویلی میں نہ کرے ٹھیک ہے سمجھ گئی ہو میری بات"

ہاشم اسے بہت اچھے سے سمجھا رہا تھا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔

"لیکن وہ ٹھیک تو ہوں گیں نہ بھائی"

روح نے ایک بار پھر تڑپ کر پوچھا تھا۔

"وہ بالکل ٹھیک ہوں گے روح، میرا دل کہتا ہے کہ میرا یار کسی بڑی منصوبہ بندی کے تحت یہاں سے نکلا ہے۔ تم بس خود کو سنبھالو، ہمیں اب یہ کھیل گلناز اور اس کے ہمدردوں کے خلاف کھیلنا ہے۔"

ہاشم نے اسے حوصلہ دیا ہاشم نے حنان کو اشارہ کیا کہ سب کو جا کر خبر کرے کہ موسیٰ بیسمنٹ میں نہیں ہے وہ جا چکا تھا روح نے اپنے آنسوں صاف کیے، اپنی فراک کی ڈوریاں درست کیں اور بکھرے بالوں کو سمیٹا۔ اس کے چہرے پر اب وہ کرب نہیں تھا، بلکہ ایک ایسی اداکاری کی لہر تھی جو اسے اپنے موسیٰ کی خاطر کرنی تھی۔

"جو سمجھایا ہے سب ویسا کرنا"

ہاشم نے اسے تسلی دی جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ وہ دونوں جیسے ہی بیسمنٹ سے باہر نکلے اور زنان خانے کی لاؤنج کی طرف قدم بڑھائے تو وہاں سے سید سائیں کے غصے کی آواز آ رہی تھی وہ دونوں زنان خانے کی آئے سید سائیں غصے اور حیرت کی تصویر بنے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"ہاشم یہ تمھاری زمیداری تھی نہ تو موسیٰ کیسے جا سکتا ہے؟"
سید سائیں نے ہاشم کو اندر آتے دیکھ کر غصے سے سوال کیا تھا۔

"مجھے تو لگتا ہے یہ سب ان کی سازش ہے انھوں نے ہی اسے بھگایا ہے کیوں کہ یہ سب اس پر یقین کرتے تھے"

نادیہ بیگم کو جب سے پتہ چلا تھا موسیٰ بھاگ گیا ہے اس کے انگ انگ میں غصے کی لہر دوڑ رہی تھی۔ ہاشم نے نادیہ بیگم کی بات سنی تو اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے، لیکن اس نے اپنی نظریں جھکانے کے بجائے سیدھا نادیہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھا۔

"پھوپھو! اپنی زبان کو لگام دیں تو بہتر ہو گا۔ سازشیں کرنا اور پیٹھ پیچھے وار کرنا آپ لوگوں کا خاصہ ہو گا، سید ہاشم کا نہیں۔"
ہاشم کی آواز کی گرج نے لاؤنج میں موجود سب لوگوں کو ساکت کر دیا۔
پھر وہ سید سائیں کی طرف مڑا، جن کی آنکھوں میں غصے کی آگ اب بھی دہک رہی تھی۔

"اور دادا سائیں! آپ مجھ سے سوال کر رہے ہیں کہ موسیٰ کیسے گیا؟"
ہاشم نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"بے شک اسے نیچے لے جانے کی ذمہ داری میری لگائی تھی آپ نے، لیکن بیسمنٹ پر پہرے داری آپ نے اپنے ان خاص آدمیوں سے کروائی تھی جن پر آپ کو سب سے زیادہ بھروسہ تھا۔ اگر وہ وہاں سے نکلا ہے، تو سوال مجھ سے نہیں، اپنے ان وفاداروں سے کریں جو باہر پہرہ دے رہے تھے۔ کیا وہ سب سو رہے تھے؟ اور اگر آپ کو ہم پر یقین ہوتا تو آپ ہماری زمیداری لگاتے نہ آپ کو ہم پر یقین ہی نہیں تھا"

ہاشم کا جواب اتنا تیکھا تھا کہ سید سائیں ایک پل کے لیے لاجواب ہو گئے۔ ان کے وفادار پہرے داروں کی موجودگی میں کسی کا غائب ہو جانا ان کی اپنی ساکھ پر سوالیہ نشان تھا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی دادا سائیں سے اس لہجے میں بات کرنے کی؟" نادیہ بیگم نے دوبارہ زہر اگلا اس غصے سے بولی۔

"صاف نظر آ رہا تھا جیسی تمھاری بہن کی حالت تھی تم اسے بچانا چاہتے تھے"

نادیہ بیگم ایک بار پھر سے نفرت سے بولی تھی۔

"بچانا؟"

ہاشم نے ان کی طرف قدم بڑھایا، اس کا لہجہ اب برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔

"پھوپھو، بچانے کی ضرورت اسے ہوتی ہے جو گناہ گار ہو اور موسیٰ بے گناہ تھا لیکن سید سائیں کا حکم سب سے زیادہ تھا کل بھی میں نے پورا کیا اور آپ کو تو خوش ہونا چاہیے کہ وہ چلا گیا، لیکن آپ کا یہ اضطراب بتا رہا ہے کہ آپ اس کے جانے سے خوش نہیں ہیں کہ بات تو آپ بھی جانتی ہیں کہ وہ بے قصور ہے تو کیا ایک بے قصور کو پھانسی دینا کیا جواب دیں گی اپنے رب کو لیکن افسوس! آپ کا خواب ادھورا رہ گیا۔"

ہاشم کے اس جواب پر نادیہ بیگم کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"بس کرو ہاشم! بدتمیزی کی ایک حد ہوتی ہے۔"

سید سائیں نے غصے سے اسے خاموش کروایا تھا۔

"معذرت سید سائیں"

ہاشم نے آہستہ سے کہا۔۔

"ہمیں وہ ہر حال میں چاہیئے چاہے کچھ بھی کرو لیکن اسے ڈھونڈ کر لاؤ ہاشم"

سید سائیں نے سب کے سامنے ایک نیا فیصلہ سنایا تو اسی لمحے روح، جواب تک خاموش کھڑی تھی، آگے بڑھی۔ اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے پر ایک مصنوعی نفرت کا تاثر تھا۔ اس نے سید سائیں کے سامنے آکر ایک گہرا سانس لیا۔

"سید سائیں! اسے جانے دیں، اچھا ہوا وہ چلا گیا۔"

روح کی آواز لرز رہی تھی مگر اس میں سختی تھی جبکہ اس کی بات پر وہاں موجود ہر ایک شخص کو دھچکا لگا تھا۔

"کل رات جب میں اس کے پاس تھی، میں نے سوچا تھا وہ بے گناہ ہو گا۔۔۔ میں اس کے لیے لڑ رہی تھی۔ لیکن کل رات اس نے میرے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اس نے مانا کہ وہ غلط تھا۔ اس کے بعد میں صدمے سے وہیں سو گئی، مجھے نہیں پتہ وہ کب اور کیسے نکلا"

روح کی بات سن کر پورے لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ گلناز جو ایک کونے میں کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی، اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ چمک آ گئی۔ اسے لگا کہ اس کی جیت مکمل ہو گئی اگر موسیٰ اس کا نہیں ہوا تو وہ روح کو بھی تو چھوڑ کر چلا گیا تھا نہ اس بات پر اس کے دل کو خوشی محسوس ہو رہی تھی۔

"روح یہ تم کیا کہہ رہی ہو میرا بیٹا ایسا نہیں کر سکتا"

آیت بیگم نے تڑپ کر کہا تھا کہ انھیں اس بات کا فخر تھا ان کی بہو ان کے بیٹے کے ساتھ تھی اور اب یوں اچانک سب کچھ کیسے بدل گیا۔

"تائی امی! میں نے وہی کہا ہے جو میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا۔"

روح نے تڑپ کر آیت بیگم کی طرف دیکھا، اس کا دل اپنی ساس کے ٹوٹے ہوئے لہجے پر زیرہ زیرہ ہو رہا تھا، مگر اسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا تھا اس کی انکھوں میں تکلیف تھا درد تھا اور وہ رو رہی تھی۔

"وہ بزدل تھا اس لیے بھاگ گیا۔ اگر وہ سچا ہوتا تو یہاں کھڑا ہو کر ثابت کرتا، لیکن اس نے اعترافِ جرم کیا اور مجھے تڑپتا چھوڑ کر اپنی جان بچا کر نکل گیا۔"

روح کی آواز میں موجود مصنوعی نفرت اتنی گہری تھی کہ آیت بیگم ساکت رہ گئیں۔

"ماں سائیں میں نے اس سے محبت کی لیکن اس نے میری محبت کا یہ صلہ دیا"

وہ عافیہ بیگم کے پاس آکر روتے ہوئے ان کے گلے لگ گئی تھی کسی بھی خواتین کو روح کی بات کا یقین نہیں ہو رہا تھا کیوں کہ وہاں پر کوئی موسیٰ کو بہت اچھے سے جانتا تھا وہ تو سید سائیں کے فیصلے کے اگے خاموش تھی کیوں کہ ان کے اگے کوئی بھی نہیں بولتا تھا۔۔

"روح بچے سنبھالو خود کو"

عافیہ بیگم اسے دلاسہ دیتے ہوئے بولی۔۔

"کیسے سنبھالو ماں سائیں اپ جانتی ہیں نہ میں اس پر کا قدر یقین کرنے لگی تھی اس سے محبت کرنے لگی تھی اسنے سب ختم کر دیا"

روح نے پیچھے ہوتے ہوئے کہا تھا سید سائیں اپنی پوتی کی حالت دیکھ کر تڑپ رہے تھے۔

"آج کے بعد اس حویلی میں اس شخص کا نام نہیں لیا جائے گا۔"
اچانک ہی روح بولی تھی اس نے اب سید سائیں کی طرف رخ کیا۔

"سید سائیں! جس نے اپنی بیوی کو ذلت کے گڑھے میں دھکیلا اور خود بزدلوں کی طرح فرار ہو گیا، وہ خود اپنا پر رشتہ یہاں سے ختم کر کے جا چکا ہے۔ اسے ڈھونڈنا بند کریں، کیونکہ میرے لیے سردار موسیٰ مر چکا ہے۔"

روح کے ان الفاظ نے حویلی کی فضا منجمد کر دی۔ نادیہ بیگم اور گلناز کے چہروں پر ایک زہریلی مسکراہٹ رینگنے لگی، انہیں لگا کہ انہوں نے نہ صرف موسیٰ کو برباد کر دیا بلکہ روح کے دل سے بھی اس کی محبت نکال پھینکی ہے۔ روح کا دل بند ہوا تھا جب اس نے اپنے موسیٰ کے لیے ایسے الفاظ استعمال کیے۔ اسی دوران عدنان اور یحییٰ زنان خانے کے لاؤنج میں داخل ہوا، وہ روح کے الفاظ دن چکے تھے جیسے ہی اس نے روح کے الفاظ سنے، وہ ٹھٹک کر رہ گئے ہاشم نے نظروں ہی نظروں میں انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

"عدنان یحییٰ! تم دونوں کہاں تھے؟"

سید سائیں نے کڑک دار آواز میں پوچھا۔

"سید سائیں مجھے آفس سے کال آئی تھی شادی کی وجہ سے کچھ کام رہ گئے تھے تو وہ مکمل کرنے تھے میں رات میں گیا تھا"

یحییٰ نے فوراً سے جواب دیا تھا اس کی بات پر نادیہ بیگم ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔

"اور عدنان تم"

عدنان کو خاموش دیکھ کر سید سائیں نے سوال کیا۔

"میں تو مسجد گیا تھا سید سائیں فجر کی نماز کے لیے تو کچھ دیر وہی بیٹھ گیا جب میں مسجد سے آرہا تھا تو رستے میں یحییٰ ملا وہ آفس سے آرہا تھا تو اس نے کار روکی ہم دونوں ساتھ آئے ہیں"

عدنان نے انھیں ساری تفصیل دی جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔

"سید سائیں مجھے لگتا ہے کہ موسیٰ کو غائب کرنے میں ان کا ہاتھ ہے اور اب یہ جھوٹ بول رہے ہیں"

نادیہ بیگم نے یحییٰ اور عدنان کو دیکھ کر ناگواری سے بات کی تھی۔ یحییٰ نے نادیہ بیگم کی بات سن کر ایک گہرا سانس لیا۔

"پھوپھو! الزامات لگانا بہت آسان ہوتا ہے، خاص طور پر تب جب آپ کو اپنا مقصد حاصل ہوتا نظر نہ آ رہا ہو۔" یحییٰ نے انتہائی ٹھنڈے اور نپے تلے لہجے میں کہا۔

"اگر ہمیں اسے بھگانا ہوتا تو ہم کل رات ہنگامہ کر کے اسے سید سائیں کی عدالت سے ہی چھین لیتے، یوں چوروں کی طرح اسے غائب نہ کرتے۔" یحییٰ نے جوں ہی دیا تو عدنان نے بھی موقع کی نزاکت بھانپ لی اور یحییٰ کا ساتھ دیتے ہوئے سید سائیں کی طرف رخ کیا۔

"سید سائیں! ہم آپ کا خون ہیں، آپ کے تربیت یافتہ ہیں۔ ہم آپ کے حکم کی عدولی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ لیکن اگر آپ کو اپنی پہرے داری سے زیادہ ہم پر شک ہے، تو آپ جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔"

عدنان کی باتوں میں موجود سچائی اور سنجیدگی نے سید سائیں کو کچھ لمحوں کے لیے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ ان کا غصہ ابھی تھما نہیں تھا، لیکن وہ جانتے تھے کہ عدنان اور یحییٰ کبھی ان کے سامنے اس طرح کھڑے ہو کر جھوٹ نہیں بولیں گے۔

"بس بہت ہو گیا!"

سید سائیں نے کی کڑک دار آواز لاؤنج میں گونجی تھی جو سب کو خاموش کروا گئی۔

"ابھی اس وقت کسی کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے کہ موسیٰ کہاں ہے۔ نادیہ! تم اپنی حد میں رہو، اور ہاشم! تم ان پہرے داروں کو میرے پاس لاؤ جن کی موجودگی میں یہ سب ہوا ہے۔"

روح جو عافیہ بیگم کے گلے لگی سسک رہی تھی، اس نے اپنا سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں اب سوج چکی تھیں، مگر اس کے اندر کی ہمت جواب نہیں دے رہی تھی۔ اسے ہاشم کے کہے ہوئے لفظ بار بار یاد آ رہے تھے کہ یہ سب موسیٰ کی زندگی کے لیے ضروری ہے۔

"سید سائیں!"

روح نے اپنی آواز کو تھوڑا اور کرخت بنایا۔

"آپ کیوں ان سب کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں؟ میں کہہ رہی ہوں نہ کہ وہ بزدل نکلا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ اب یہاں نہیں رہ سکتا کیونکہ اسے پتہ تھا کہ کل صبح اس کا سچ سب کے سامنے آجائے گا۔ اس نے خود اپنے گناہ کا اعتراف کیا ہے اور پلیز اس کا نام لیا جائے میں اس شخص کو نام بھی برداشت نہیں کر سکتی سب سے بڑی اذیت کی بات تو یہ ہے میں اس کے نکاح میں ہوں اور کبھی آزاد بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ وہ اب یہاں سے جا چکا ہے"

روح کا دل جانتا تھا وہ یہ سب باتیں کیسے کر رہی ہے کوئی اسے مار دیتا وہ یہ باتیں نہ کرتی لیکن موسیٰ کے لیے اسے یہ سب کرنا تھا۔ گلناز نے ایک فاتحانہ نظر نادیہ بیگم پر ڈالی۔ اگر گلناز نے موسیٰ کو حاصل نہ کیا تو ان دونوں کو برباد تو کر دیا نہ۔

"اگر ایسا ہے روح تو پھر اج سے موسیٰ کا نام اس حویلی کی تاریخ سے کھرچ دیا جائے۔ ہمیں کسی ایسے بزدل کی ضرورت نہیں جو اپنی خطا تسلیم کر کے بھاگ جائے۔"

سید سائیں صوفے سے اٹھے اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ان کے کندھے جھکے ہوئے تھے، جیسے ان کا مان ٹوٹ گیا ہو۔ نادیہ بیگم اور گلناز بھی ایک دوسرے کو جتاتی ہوئی وہاں سے نکل گئی سب بڑے ایک ایک کر کے وہاں سے جا چکے تھے اب لاؤنج میں صرف ہاشم، یحییٰ، عدنان، روح، نور، حفصہ، کندیل، حنان اور ماہارہ گئے، فضا کا تناؤ اچانک بدل گیا۔

"روح! بس کرو، اب کوئی نہیں دیکھ رہا۔"

ہاشم نے مسکرا کر کہا تو روح جب ہلکے سے ہاں میں سر ہلایا جب کہ ان کی بات پر قندیل، حفصہ، ماہا اور نور حیران ہوئے تھے۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا کہیں بھائی کو غائب کرنے والے آپ تو نہیں اور یہ روح بھابھی کیا بول رہی تھی"

نور نے اچانک کہا تھا کیوں کہ روح کی باتوں نے ان سب کی جان ہی تو نکال دی تھی۔۔

"یہاں بات کرنا مناسب نہیں کمرے میں چلو"

عدنان نے سب کو دیکھ کر کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔

💗💗

اب بتاؤ کیا کیا ہے اپ سب نے"

نور نے فوراً سے پوچھا۔

"ہم یہ نہیں جانتے کہ موسیٰ کہاں ہے اور موسیٰ نے ایسا کوئی اعتراف نہیں کیا کہ وہ مجرم ہے وہ تو میں نے روح سے کہا تھا وہ سب کے سامنے ایکٹنگ کرے تاکہ سید سائیں موسیٰ کو ڈھونڈنے کی کوشش نہ کریں اور یہ اچھا ہی ہوا کہ موسیٰ چلا گیا کیوں کہ وہ اس پھانسی سے بچ سکتا تھا وہ خود ہم سے کانٹینٹ کرلے گا کسی کو بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں"

ہاشم نے سب کو دیکھ کر جواب دیا سب لوگ تسلی بخش ہو گئے تھے موسیٰ بچ گیا اس سے بڑھ کر ان کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔

"کوئی بھی اس بات کو باہر نہیں کرے گا اس بات کا خیال رہے"

یحییٰ نے ان سب کو دیکھ کر کہا کیوں کہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ گلناز یا نادیہ بیگم کو بھنک بھی پڑے اس بات کی۔

"گلناز اور نادیہ بیگم کے سامنے تو یہ بات بلکل بھی نہیں کہنی"

یحییٰ کی بات پر سب نے اثبات میں سر ہلایا۔ نور، حفصہ، قندیل اور ماہا کے چہروں پر پھیلی پریشانی اب اطمینان میں بدل رہی تھی، مگر روح اب بھی خاموش تھی۔ اس کی آنکھیں اب بھی نم تھیں اور وہ مسلسل اپنے ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہی تھی، جیسے ان میں موسیٰ کا پتہ تلاش کر رہی ہو۔

"روح بھابھی! آپ نے کمال کی ایکٹنگ کی، سچ میں ایک پل کو تو ہم سب کا دل بند ہو گیا تھا کہ کہیں موسیٰ بھائی نے واقعی ایسا کچھ نہ کہہ دیا ہو۔"
قندیل نے روح کا ہاتھ تھام کر اسے سراہنا چاہا، مگر روح نے صرف ایک پھیکی مسکراہٹ پر اکتفا کیا۔

"قندیل! یہ ایکٹنگ نہیں تھی، یہ میرے وجود کی کرچیاں تھیں جو میں نے خود اپنے ہاتھوں سے بکھیری ہیں۔"
روح کی آواز میں اب بھی وہی درد تھا جو اداکاری سے کہیں زیادہ گہرا تھا۔

"ان کے بارے میں بزدل اور گناہ گار جیسے الفاظ کہنا میرے لیے اپنی جان دینے سے بھی زیادہ مشکل تھا۔"

روح کی بات پر ہاشم نے آگے بڑھ کر روح کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"روح، تم نے جو کیا ہے وہ ایک بیوی کی محبت کا ثبوت ہے۔ تم نے اس کی جان بچائی ہے۔ اب وہ جہاں بھی ہو گا کم از کم محفوظ ہوں گے۔"

ہاشم نے اسے تسلی دی تھی۔

"لیکن بھائی، وہ ہمیں ملے گیں کیسے ؟"

روح نے آہستہ سے پوچھا تو سب لوگ ہی اس کی بات پر سوچ میں پڑ گئے تھے۔

"فلحال نہ ہم اسے ڈھونڈیں گیں اور اس کی طرف سے کوئی اشارہ نہ ہی آئے تو اچھا ہے جیسے ہم نے کہا نہ کہ وہ گناہگار ہے کوئی اسے قبیلے میں دیکھے گا بھی تو کاردے گا کیوں کہ نادیہ پھوپھو اس بات کو پھیلنے سے نہیں پیچھے ہٹیں گیں اور ابھی پنچایت میں جب پتہ چلے گا موسیٰ بھاگ گیا ہے سب ویسے ہی اس کی جا کے دشمن ہو جائیں گیں ہر قدم محتاط طریقے سے لینا اور روح تم نے بس کسی طرح گلناز سے سچائی اگلوانی ہے"

ہاشم نے ان سب کو سمجھایا تھا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میں موسیٰ کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے سب کروں گی"

روح نے مسکرا کر کہا تو سب لوگوں نے ہی مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا تھا کوئی نہیں جانتا تھا موسیٰ کہاں ہیں لیکن وہ اتنا قابل سردار تھا کہ اپنی حفاظت خود کر سکتا تھا کیوں کہ آج قبیلے کی دشمنوں میں کئی بار دشمن نے حملہ کیا لیکن وہ اپنی جان بچا گیا تھا وہ بہت شاطر تھا جو پر چال کو الٹنا جانتا تھا۔

صبح کا سورج سب کے لیے ہی نارمل تھا کوئی نہ کچھ بول رہا تھا اور نہ ہی کسی سے بات کر رہا تھا۔ صبح ناشتے پر بھی چند ایک لوگ ہی تھے روح نے سب کو د کھانے کے لیے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا اور وہ کسی سے بھی کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے نور بچے آپ پریشان ہو"
عافیہ بیگم نے نور کی دیکھا جو کہ روح کے کمرے کے باہر پریشان کھڑی تھی۔

"جی چاچی سائیں میں کب سے روح کو کہہ رہی ہوں تھوڑا کھالو لیکن وہ سن ہی نہیں رہی ہے اس نے کل سے کچھ کھایا ہی نہیں ہے"

نور نے پریشان ہو کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر اب عافیہ بیگم بھی خاموش ہو گئی تھی وہ اپنے شوہر کو سنبھال رہی تھی جو اپنی بیٹی کا اتنا بڑا صدمہ برداشت نہیں کر سکے تھے انہیں اس بات کی بالکل بھی خبر نہیں تھی کہ روح نے خود کو بند کر لیا ہے۔ایت بیگم اور ریاست نقوی تو دکھ کے اس مقام پر تھے کہ ان کا دل پھٹ رہا تھا کنزہ بیگم نے بہت مشکلوں سے ان دونوں کو چند نوالے کھلا کر نیند کی دوائی دے دی تھی جس وجہ سے وہ اب سو رہے تھے۔ کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ روح نے خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے۔

"روح میری جان دروازہ کھولو"

عافیہ بیگم نے دروازہ بجاتے ہوئے کہا۔ لیکن سامنے سے کوئی رسپانس نہیں ایا۔عافیہ بیگم نے بار بار دروازے پر دستک دی،اسے پکارا مگر کمرے کے اندر سے قبر جیسی خاموشی چھائی رہی۔روح کی یہ خاموشی اب عافیہ بیگم کے دل میں ہول اٹھا رہی تھی۔

"چاچی سائیں آرام سے"
نوران کو پریشان دیکھ کر بولی۔

"نور! بھاگ کر جاؤ اور ہاشم کو بلا کر لاؤ۔ کہنا روح دروازہ نہیں کھول رہی۔ جلدی کرو بچی!"
عافیہ بیگم کی آواز میں گھبراہٹ صاف نمایاں تھی۔ نور کی بات کو اگنور کر کے انھوں نے کہا تو نور فوراً دوڑی اور چند ہی لمحوں میں ہاشم، عدنان اور یحییٰ کو ساتھ لے کر آئی۔ ان کے ساتھ حفصہ ماہا کندیل بھی تھے۔

"کیا ہوا اماں سائیں؟"
ہاشم نے پریشانی سے پوچھا۔

"بیٹا! روح دروازہ نہیں کھول رہی، میں کب سے آوازیں دے رہی ہوں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے، کہیں اس نے صدمے میں خود کو کچھ کر نہ لیا ہو!"

عافیہ بیگم کی بات پر ہاشم کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔۔

"روح! دروازہ کھولو، میں ہوں ہاشم۔"

ہاشم نے دروازہ زور سے پیٹا۔ لیکن پھر بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ شور کی وجہ سے نادیہ بیگم اور گلناز بھی آ گئی تھی کنزہ بیگم بھی آ گئی۔

"روح! مذاق مت کرو، دروازہ کھولو ورنہ میں اسے توڑ دوں گا۔"

اندر سے کوئی آہٹ نہ آئی۔ عدنان اور یحییٰ نے بھی آوازیں دیں، شور مچایا، مگر اندر سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب سب کے چہرے زرد پڑنے لگے تھے۔ نادیہ بیگم اور گلناز، ان کے چہروں پر ایک عجیب سی تجسس بھری مسکراہٹ تھی۔

"لگتا ہے سچ مچ جان دے دی اس نے، آخر کو محبت کی دعویدار جو تھی۔"
"نادیہ بیگم نے زہر اگلا، جس پر ہاشم نے ایک غصیلی نظر ان پر ڈالی۔

"عدنان! یحییٰ! زور لگاؤ، دروازہ توڑنا پڑے گا۔"

ہاشم نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ تینوں نے مل کر دروازے پر کندھے مارنے شروع کیے۔ دو تین زوردار جھٹکوں کے بعد دروازے کی چٹخنی ٹوٹ گئی اور دروازہ دھڑام سے کھل گیا۔ کمرے کے اندر کا منظر دیکھ کر سب کی چیخیں نکل گئیں۔ روح کمرے کے وسط میں فرش پر بیٹھی تھی، بال بکھرے ہوئے تھے، آنکھیں خالی خالی تھیں اور چہرے پر ایک عجیب سی وحشت تھی۔ اس کے دائیں ہاتھ میں پھلوں والا تیز دھار چاقو تھا جو اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی کی رگ پر بالکل جما کر رکھا ہوا تھا۔

"روح!"

عافیہ بیگم چیخ کر آگے بڑھنے لگیں مگر ہاشم نے انہیں روک دیا۔

"کوئی آگے نہیں آئے گا!"

روح کی آواز میں وہ درد اور پاگل پن تھا کہ ہاشم کا دل دہل گیا وہ جانتے تھے یہ بس نادیہ اور گلناز کو ٹریپ کرنے کا ایک راستہ تھا لیکن پھر بھی اپنی بہن کی یہ حالت دیکھ اس کا دل دہل گیا۔

"اگر کوئی ایک قدم بھی آگے بڑھا، تو میں یہ رگ کاٹ دوں گی۔"
روح نے چیخ کر کہا تھا۔

"روح! پاگل مت بنو، چاقو نیچے رکھو۔"
ہاشم نے لرزتی آواز میں کہا اپنی بہن کی ایسی حالت جہاں ایک بھائی سے برداشت ہوتی ہے۔

"کیا کروں بھائی؟ کس کے لیے جیوں؟ جس کے لیے جیتی تھی وہ تو مجھے بزدلوں کی طرح تنہا چھوڑ گیا۔"

روح نے ہذیانی انداز میں ہنستے ہوئے کہا، مگر اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"اس نے کہا تھا وہ میرے بغیر نہیں جی سکتا، پھر وہ کیوں گیا؟ کیوں چھوڑا مجھے؟ میں اس ذلت کے ساتھ نہیں جی سکتی!"
چاقو کی دھار روح کی نازک جلد کو چھو رہی تھی اور وہاں خون کی ایک باریک سی لکیر ابھرنے لگی تھی۔

"لے لو اپنی جان تاکہ جب موسیٰ آئے وہ میرا ہو جائے"
گلناز نے اہستہ سے کہا تھا۔

"روح! میری جان، میری بات سنو۔"

ہاشم نے بہت نرمی سے اسے مخاطب کیا، جبکہ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"تمہارا موسیٰ واپس آئے گا، وہ تمہیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔"
عافیہ بیگم اس کی ایسی حالت دیکھ کر بولی تھی۔

"جھوٹ! سب جھوٹ ہے!"
ان کی بات پر روح چیخی تھی۔

"وہ نہیں آئے گا! وہ مر گیا میرے لیے!"

اسی لمحے ہاشم نے عدنان کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔ ہاشم نے روح کو باتوں میں لگائے رکھا جبکہ عدنان نے دوسری طرف سے دبے قدموں اسے دبوچنے کی کوشش کی وہ بس یہ چاہتے تھے اس سب میں روح کو کوئی نقصان نہ ہو۔

"روح! دیکھو میری طرف۔۔۔"

جیسے ہی ہاشم نے بات آگے بڑھائی، عدنان نے جھپٹ کر روح کا ہاتھ تھام لیا اور یحییٰ نے فوراً اس کے ہاتھ سے چاقو چھین کر دور پھینک دیا۔ بروح نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی، وہ چیخ رہی تھی، تڑپ رہی تھی۔

"چھوڑ دو مجھے! مجھے مرنے دو! مجھے نہیں جینا اس کے بغیر!"

عافیہ بیگم نے تڑپ کر اسے اپنے سینے سے لگالیا۔ روح ان کی گود میں گر کر بری طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ہاشم نے ایک لمبا سانس لیا اور دیوار سے ٹیک لگالی۔ اس کا پورا وجود پسینے میں شرابور تھا۔ اس نے ایک نظر نادیہ بیگم اور گلناز پر ڈالی جو یہ سب دیکھ کر بظاہر پریشان تھیں مگر ان کی آنکھیں جیت کی چمک سے بھرپور تھیں۔

ہاشم نے دل ہی دل میں سوچا۔

کاش تم لوگ ایسی سازش نہ کرتے تو آج ہمیں یہ دن نہ دیکھنا پڑتا لیکن ہر کسی کو حساب دینا ہے"

ہاشم نے سوچا تھا عافیہ بیگم روح کو ریلیکس کر رہی تھی۔

"نور جاؤ اس کے لیے کھانے کو کچھ لاؤ"

کنزہ بیگم نے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا روح کسی کی بھی بات نہیں سن رہی تھی۔۔

"میں میں پاگل ہو جاؤں گی ماں سائیں میں پاگل ہو جاؤں گی"

روح نے روتے ہوئے کہا سب ہی اسے دیکھ کر پریشان ہو رہے تھے۔

💗💗

"ایکٹنگ تو فنٹاسٹک تھی ویسے لیکن جان نکال دی تھی تم نے روح"

ہاشم نے سب کے جانے کے بعد کمرے کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔۔

"لیکن ہم یہ سب کر کیوں رہے ہیں"

ماہا نے پریشان ہو کر پوچھا تھا۔

"تاکہ ہم پھوپھو اور گلناز کی نظر میں روح کو پاگل ثابت کر سکیں اگر ہم نے ایک بار یہ کر لیا تو گلناز خود روح کے سامنے سب بول دے گی اس کی تسکین کے لیے"

ہاشم کی بات سن کر ماہا اور حفصہ نے ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھا، جبکہ یہی حیرت نور اور کندیل کے چہرے پر بھی تھی لیکن روح کے چہرے پر موجود سنجیدگی یہ بتا رہی تھی کہ وہ اس خطرناک کھیل کے لیے پوری طرح تیار ہے۔

"تم لوگوں نے دیکھا نہیں نادیہ پھوپھو اور گلناز کے چہروں پر کیسی فاتحانہ چمک تھی؟"

ہاشم نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جب انسان کو لگتا ہے کہ اس کا دشمن مکمل طور پر ٹوٹ چکا ہے یا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے، تو وہ اپنی جیت کے زعم میں لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ ہمیں گلناز کو اسی لاپرواہی کی حد تک لے کر جانا ہے۔ اسے یہ یقین دلانا ہے کہ روح اب اس کے راستے کا کانٹا نہیں رہی، بلکہ ایک ایسی 'پاگل' لڑکی ہے جو اپنے شوہر کی بے وفائی اور فرار کے صدمے میں خود کو ختم کر رہی ہے۔"

ہاشم خاموش ہوا تو عدنان نے بولنا شروع کیا۔

"اور جب اسے لگے گا کہ وہ جیت گئی ہے، تو وہ اپنی کامیابی کا جشن منانے روح کے پاس آئے گی۔ وہ اسے جتانے آئے گی کہ دیکھو میں نے موسیٰ کو تم سے چھین لیا، میں نے اسے حویلی سے نکلوا دیا، اور تب۔۔۔"

عدنان نے جملہ ادھورا چھوڑا مگر اس کی آنکھوں کی چمک نے سب بتا دیا۔
روح نے اپنے آنسو پونچھے اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا لی۔ اس کی کلائی پر خون کی وہ باریک لکیر اب جم چکی تھی، مگر اس کے دل پر لگے زخم اب بھی تازہ تھے۔

"بھائی! میں یہ سب کرنے کو تیار ہوں، بس مجھے کسی طرح یہ یقین دلا دیں کہ موسیٰ ٹھیک ہیں۔ کیا آپ کا ان سے کوئی رابطہ ہوا ہے؟"
ہاشم نے ایک لمحے کے لیے یحییٰ کی طرف دیکھا اور پھر روح کا ہاتھ تھام لیا۔ روح کی بات کا ان کے پاس جواب نہیں تھا کیوں کہ انھیں بھی تو نہیں تھا پتہ کہ موسیٰ کہاں ہے۔

"اپنے اللہ پر یقین رکھو روح اور موسیٰ تب تک واپس نہیں اسکتا جب تک کہ ہم اس کی بے گناہی ثابت نہ کر لیں تو اس لیے ہمیں یہ سب کرنا ہے"

ہاشم نے اپنی بہن کو دلاسا دیا تھا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اس کا موسیٰ پھانسی سے بچ گیا تھا یہی اس کے لیے بہت ہے۔

"وہ ٹھیک ہوں گے روح"

یحییٰ نے آہستہ سے اسے دلاسہ دیا تھا اب روح اس کے لیے اس کی چھوٹی بہن تھی ماہا نے ایک نظر اسے دیکھ تھا اور پھر نظریں پھیر لی۔ روح نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔

💗💗

وہ چاروں کمینے ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور ہنس ہنس کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اور وہاں معصوم روح اس انسان کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔

"موسیٰ کیا یہ ٹھیک ہے روح بہت پریشان ہے اور وہ تڑپ رہی ہے تمھارے لیے"

ہاشم نے سنجیدگی سے بات کی تھی۔

"ہاشم فل حال ہم روح کو نہیں بتا سکتے یہ بات ہم میں ہی رہے تو بہتر ہے تب تک تو ہم میں ہی رہے جب تک اس ماں بیٹی دونوں کا پردہ فاش نہیں ہو جاتا"

عدنان موسیٰ کی بات سن رہا تھا اسے دل میں درد اٹھا اس کی ماں اور بہن ایسی تھی اس کی آنکھ میں آنسوں آگیا یحییٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا اور اسے دلاسہ دیا۔

"ہم جانتے ہیں عدنان اس وقت تمھاری حالت لیکن تمھیں سچ کا ساتھ دینا ہو گا تمہیں مضبوط ہونا پڑے گا"

سردار موسیٰ نے اس کے پاس آکر اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر عدنان نے ہاں میں سر ہلایا۔

"موسیٰ! میں جانتا ہوں کہ سچ کڑوا ہے، لیکن میں اپنی آنکھوں پر پٹی نہیں باندھ سکتا۔ جس عورت نے اپنی انا کی خاطر آپ جیسے بھائی اور روح بھابھی جیسی معصوم لڑکی کی زندگی داؤ پر لگادی، وہ اب میری نظر میں صرف ایک مجرم ہے۔ آپ فکر نہ کریں، میں آپ کا پورا ساتھ دوں گا۔"
عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے موسیٰ کی طرف دیکھا۔

"یہی میں تم سے چاہتا تھا عدنان۔"

سردار موسیٰ نے اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے کہا۔اس کی اپنی آنکھوں میں بھی ایک عجیب سی اداسی تھی، وہ روح کی تڑپ سے بے خبر نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت روح کس کرب سے گزر رہی ہو گی، لیکن ابھی اس کا سامنے آنا ان دونوں کے لیے مزید خطرات پیدا کر سکتا تھا۔

"موسیٰ! اب اگلا قدم کیا ہے؟"
ہاشم نے کمرے میں پھیلی خاموشی کو توڑتے ہوئے پوچھا۔

"حویلی میں روح نے 'خودکشی' کا جو ڈرامہ کیا ہے، اس نے نادیہ پھوپھو اور گلناز کو مکمل یقین دلا دیا ہے کہ وہ اب میدان چھوڑ چکی ہے۔ وہ اب جشن منا رہی ہوں گی۔"
ہاشم نے صورتحال بتائی تو موسیٰ کے لبوں پر ایک سفاک مسکراہٹ آئی۔

"جشن منانے دو ہاشم ! کیونکہ جب انسان اپنی جیت کے نشے میں چور ہوتا ہے، تبھی وہ سب سے بڑی غلطی کرتا ہے۔اب وقت آگیا ہے کہ ہم اس نیٹ ورک کو نشانہ بنائیں جس نے گلناز کو وہ زہریلی دوا فراہم کی تھی۔اس کا کوئی توریسیپٹ کچھ اسکے کمرے میں ہو گا وہ کسی طرح نور سے کہہ کر اس کے کمرے سے ڈھونڈنی ہے اس نے کہاں سے لی ہے وہ دوا"

موسیٰ کی بات سن کر ہاشم نے اثبات میں سر ہلایا۔

"نور یہ کام آسانی سے کر سکتی ہے، کیونکہ گلناز کو اس پر شک نہیں ہو گا، اور آج کل وہ روح کی 'حالت 'دیکھنے میں اتنی مگن ہے حفصہ اور کندیل کو اس کے ساتھ ملا لینا"

سردار موسیٰ نے ایک بار پھر سے کہا۔۔

"ٹھیک ہے سمجھ گئے"

عدنان نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"اور ہاں ایک بات میں بتا رہا ہوں بار بار یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے کسی کو بھی شک ہو سکتا ہے وہ تو تم مجھے فورس کر رہے تھے اپنی لوکیشن بتاؤ اپنی لوکیشن بتاؤ میں نے بتا دی اب دربارہ یہاں نہ آنا کال پر بات کر لیں گیں اور اب اس کاشان کو بھی حویلی سے روانہ کرو شادی ختم ہو گئی ہے وہ وہاں کیا کر رہا ہے"

سردار موسیٰ کی آواز میں اب کی بار سختی آ گئی۔

"یار کیا مطلب شادی ختم ہو گئی میرے بیچارے کی شادی تم لوگوں نے روک دی میرے ارمان"

ہاشم نے معصومانہ منہ بنا کر کہا اس کی بات پر وہاں موجود ہر کوئی ہنسا تھا اس کا چہرہ دیکھنے والا تھا۔

"فکر مت کر زیادہ نہیں 15، 20 سال مزید کنوارا رہ لے اس میں کیا ہے"
یحییٰ نے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔ یحییٰ کی بات پر ہاشم نے اسے گھور کر دیکھا جیسے ابھی اس کا سر پھاڑ دے گا۔

"15، 20 سال؟ یحییٰ! تو میرے نکاح کی بات کر رہا ہے یا کسی قتل کے کیس کی سزا سنا رہا ہے؟"
ہاشم کے تلملانے پر وہاں موجود بوجھل فضا ایک لمحے کے لیے قہقہوں میں بدل گئی۔

"جو تم سمجھو"
یحییٰ نے ہنستے ہوئے کہا اس کی بات پر سردار موسیٰ اور عدنان بھی مسکرائے اسے تنگ کرنے میں انھیں مزا آ رہا تھا۔۔

ہاشم نور کے کمرے میں آیا تھا جہاں پر وہ اپنے کپڑے سیٹ کر رہی تھی دو دن بعد ان کے کالج واپن ہو جانے تھے اس بار ٹھنڈ بہت زیادہ ہوئی تھی جس وجہ سے چھوٹیاں زیادہ دی گئی تھی ہاشم کو دیکھ کر نور گھبرا گئی تھی اس نے کپڑے اپنی جگہ پر چھوڑے اور فوراً سے ہاشم کے پاس آئی۔

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں پاگل ہیں اگر کسی نے دیکھ لیا وپہلے ہی آپ دیکھ چکے ہیں جو موسیٰ بھائی اور روح کے ساتھ ہوا میں نہیں چاہتی کہ وہ ہمارے ساتھ بھی ہو"

نور اب بہت زیادہ ڈر گئی تھی اور گھبرائے ہوئے لہجے میں کہہ رہی تھی۔۔

"ششششششش"

ہاشم نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور اسے دیکھنے لگا وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی پہلے تو وہ بس اس کے نام سے منسوب تھی اب دونوں کا نکاح ہو چکا تھا اور بہت جلد شادی بھی ہو جاتی اگر یہ سب نہ ہوا ہوتا۔ نور کے لہجے کی تھر تھراہٹ اور اس کی آنکھوں میں موجود خوف نے ہاشم کو ایک پل کے لیے سنجیدہ کر دیا۔ اس نے دھیرے سے اپنا ہاتھ نور کے لبوں سے ہٹایا، مگر اس کی نظریں اب بھی نور کے معصوم چہرے پر جمی تھیں۔

"نور! ڈرو مت۔ موسیٰ اور روح کے ساتھ جو ہوا وہ ایک سازش تھی، اور یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہونے والا، بلکہ میں تو اپنی 'حقِ حلال' بیوی سے ملنے آیا ہوں،"

ہاشم نے اپنی آواز کو جتنا ہو سکتا تھا دھیما اور پر اعتماد رکھا۔

"لیکن ہاشم! دادا سائیں کا غصہ آپ جانتے ہیں۔ وہ اس وقت جس آگ میں جل رہے ہیں، اگر انہوں نے ہمیں یوں ساتھ دیکھ لیا تو وہ کسی کی نہیں سنیں گے۔ پہلے ہی حویلی میں اتنا سب ہو چکا ہے"

نور نے بیچارگی سے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا، اسے ہر آہٹ پر کسی کے آنے کا گمان ہو رہا تھا۔ ہاشم نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور نور کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیے۔

"نور، میں جانتا ہوں حالات مشکل ہیں۔ موسیٰ کے ساتھ جو ہوا اس نے ہم سب کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اسی لیے تو تمہارے پاس آیا ہوں... اس گھٹن زدہ ماحول میں صرف تم ہی ہو جس کے پاس آ کر مجھے سکون ملتا ہے۔"

نور کی آنکھوں میں انسوں تیرنے لگے۔ اسے یاد آیا کہ کیسے دو دن پہلے تک حویلی مہندی کے رنگوں سے سجی تھی اور اب وہاں صرف الزام اور آنسوں باقی رہ گئے تھے۔

"ہاشم پلیز کوئی مصیبت نہ آجائے"

نور نے ڈرتے ہوئے کہا تھا ہاشم نے اس کے چہرے پر ہاتھ رکھا۔

"کچھ نہیں ہو گا میری جان مجھ پر یقین ہے نہ"

ہاشم نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی اور بہت محبت سے کہا تھا۔ نور نے ہاشم کے ہاتھوں کی تپش اپنے گالوں پر محسوس کی اور اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اسے اپنے لیے بلاشبہ محبت اور تحفظ کا احساس ملا۔ اس نے دھیرے سے سر ہلا دیا، جیسے اسے ہاشم کے الفاظ پر یقین آ گیا ہو، لیکن دل اب بھی کہیں نہ کہیں ڈر رہا تھا۔

"یقین ہے ہاشم، پر ڈر لگتا ہے کہ ہماری خوشیوں کو بھی کسی کی نظر نہ لگ جائے۔ وہ گلناز جس نے ہنستی بستی حویلی کو ماتم کدہ بنا دیا، وہ خاموش نہیں بیٹھے گی۔ اس کی نظریں اب بھی سب پر ہیں سچ میں مجھے بھائی اور روح کے لیے بہت برا لگ رہا ہے"

نور نے سسکتے ہوئے کہا۔ ہاشم نے اس کے آنسوں اپنے انگوٹھے سے صاف کیے۔

"گلناز کی بچھائی ہوئی چال ہم اس پر ہی الٹیں گیں وہ سمجھتی ہے کہ اس نے موسیٰ کو پھنسا کر جیت حاصل کر لی ہے، مگر وہ بھول گئی ہے کہ سچ کبھی چھپتا نہیں ہے۔ ہم سب اس کا راز فاش کریں گیں"

ہاشم نے اسے تسلی دی اور پھر تھوڑا قریب ہو کر اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ نور نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں موند لیں، ہاشم کی قربت اسے اس کٹھن وقت میں ڈھال کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

"اب میری بات سنو"

ہاشم نے اس سے تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے کہا۔

"جی"

نور نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

"تم نے کسی طرح سے بس گلناز کے کمرے میں جانا ہے جو دوا اس نے موسیٰ کو دی جس وجہ سے اس کی یہ حالت ہو گئی تھی وہ دوا یا کوئی بھی اس کی پرچی وہاں موجود ہو گی کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا تم نے وہ ڈھونڈنی ہے یاد رہے کہ یہ کام محتاط رہ کر کرنا ہے اور اپنے ساتھ ان سب کو حفصہ، ماہا، قندیل ساتھ رکھنا تاکہ کچھ بھی ہو تو تم لوگ ساتھ ہو"

ہاشم نے اسے سمجھایا تھا اس کی بات پر نور نے ہاں میں سر ہلایا کیوں کہ وہ اپنے بھائی کے لیے کچھ بھی کر سکتی تھی وہ اس بات پر یہ بھول گئی تھی کہ ہاشم اس کے کتنا قریب ہے مگر جیسے ہی اسے ہوش آیا کہ ہاشم اب بھی وہیں کھڑا ہے، اس کے دل کی دھڑکن پھر سے تیز ہو گئی۔

"ٹھیک ہے ہاشم، میں پوری کوشش کروں گی کہ کوئی سراغ مل جائے۔۔۔اب آپ جائیں یہاں سے، پلیز! اگر کوئی آ گیا تو لینے کے دینے پڑ جائیں گے،"

نور نے منت بھرے لہجے میں کہا اور ہاشم کو بازو سے پکڑ کر دروازے کی طرف دھکیلنے کی کوشش کی۔ ہاشم کے لبوں پر ایک شریر مسکراہٹ ابھری۔ وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلا، بلکہ الٹا نور کے ہاتھوں کی گرفت کو محسوس کرتے ہوئے وہیں جم گیا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے نور؟ابھی تو میں آیا ہوں،اور ابھی تم مجھے بھگانے کے پیچھے پڑ گئی ہو؟"

ہاشم نے شرارت سے ابرو اچکائے۔

"ہاشم! مذاق کا وقت نہیں ہے،اللہ نہ کرے اگر دادا سائیں یہ کسی نے ہمیں یہاں دیکھ لیا تو آپ کو اپنی نہیں تو میری عزت کا ہی خیال کر لیں،" نور نے سہم کر یہ بات کہی تھی اس نے روح اور موسیٰ والی بات کو کچھ زیادہ ہی سیریس لے لیا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم نے حیران ہو کر اسے دیکھا کیا اسے اپنی بیوی کی عزت کا خیال نہیں ہو گا؟ کیا ہاشم سے بہتر وہ جانتی ہے کہ اپنی بیوی کی عزت اس کے لیے کیا ہے؟اس کی یہ بات ہاشم کو بلکل بھی اچھی نہیں لگی تھی اس نے کچھ بھی نہیں کہا اور بس پیچھے ہو گیا تھا اس کے پیچھے ہونے پر نور نے سکھ کا سانس لیا اس نے شاید یہ بات نوٹس نہیں کی تھی کہ ہاشم کس وجہ سے اس سے دور ہوا ہے۔

"اچھا اب جائیں"

ہاشم کو وہی ساکت کھڑا دیکھ کر نور نے ایک بار پھر سے کہا تھا۔ ہاشم کی آنکھوں میں ابھرنے والی وہ مخصوص چمک مدھم پڑ گئی تھی، جس کی جگہ ایک گہری سنجیدگی اور خاموش صدمے نے لے لی تھی۔ ہاشم نے ایک سرد آہ بھری اور اپنے قدموں کو پیچھے کی جانب موڑ لیا۔ نور نے شاید اب بھی اس کے چہرے کے بدلے ہوئے تاثرات نہیں پڑھے تھے، وہ تو بس اس فکر میں تھی کہ ہاشم جلد از جلد یہاں سے نکل جائے۔

"جا رہا ہوں نور..."

ہاشم کی آواز میں اب وہ پہلے والی گرمجوشی نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سا اکھڑاپن تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو، شاید میں ہی پاگل تھا جو سب کچھ بھول کر اپنا سکون تلاش کرنے تمھارے پاس آیا تھا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمہیں مجھ سے ہی اپنی عزت کا خطرہ محسوس ہونے لگے گا۔"

نور کے قدم وہیں جم گئے۔ہاشم کے لہجے میں موجود کرب نے اس کے دل پر جیسے نشتر چلایا ہو۔اسے ہر گز بھی نہیں لگا تھا کہ ہاشم اس کی بات کا یہ مقصد نکالے گا۔

"ہا۔۔ہاشم اپ غلط سمجھ رہے ہیں میرا پر گز بھی وہ مطلب نہیں تھا"

نور نے اس کے قریب آنا چاہا تھا لیکن ہاشم نے ہاتھ کے اشارے کیا تھا جس کا مطلب تھا وہ آگے نہ آئے ہاشم کے ہاتھ کے اشارے نے اسے وہیں رکنے پر مجبور کر دیا،اس کی نظریں اب بھی دروازے کی جانب تھیں، جیسے وہ وہاں ایک پل بھی مزید ٹھہرنا نہیں چاہتا تھا۔

"مطلب جو بھی ہو نور، پر الفاظ بہت واضح تھے۔"

ہاشم کی آواز سپاٹ تھی، جس میں چھپی تکلیف نور کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"تمھیں لگتا ہے کہ سید ہاشم نقوی کو اپنی ہی بیوی کی عزت کی فکر نہیں ہے؟ تمھیں لگتا ہے کہ میں اتنا غیر ذمہ دار ہوں کہ اپنے جذباتوں کی وجہ سے تمھیں کسی مصیبت میں ڈال دوں گا؟"

اس نے ایک بار مڑ کر نور کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اب پچھتاوے کے آنسوں تیزی سے پلکوں کی باڑ توڑنے کو تیار تھے۔

"ہاشم پلیز! میں صرف ڈری ہوئی تھی۔ بھائی کے ساتھ جو کچھ ہوا، اس کے بعد میرا دماغ کام نہیں کر رہا۔ میں تو بس چاہتی تھی کہ آپ محفوظ رہیں، آپ پر کوئی آنچ نہ آئے"

نور نے لرزتی آواز میں اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی، مگر ہاشم کے چہرے پر جمی برف نہ پگھلی۔

"محفوظ رکھنا میرا کام ہے نور، تمھارا نہیں۔ تم جانتی ہو تمھاری عزت مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے لیکن نہیں باہر عدنان کو کھڑا کر کے آیا تھا کہیں کوئی تمھارے کمرے کی طرف نہ آئے تمھیں لگتا ہے اتنا پاگل ہوں میں"

نور کے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ ہاشم کی بات سن کر اسے اپنے وجود پر شرمندگی کے سایہ منڈلاتے محسوس ہوئے۔ وہ تو پہلے سے ہی پر انتظام کر کے ایا تھا اسے اپنی سوچ کی پستی اور ہاشم کی محبت کی گہرائی کا اندازہ اب ہوا تھا۔۔

"ہاشم... میں..."

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر الفاظ حلق میں پھنس کر رہ گئے۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے نور۔"
ہاشم نے تلخی سے مسکراتے ہوئے سر جھکایا۔

"میں یہاں اس لیے آیا تھا کہ شاید اس دم گھٹتے ماحول میں تم سے بات کر کے میرا دل ہلکا ہو جائے، مجھے لگا کہ اس کالی رات میں تم میرے لیے سکون کا راستہ ہو... مگر میں بھول گیا تھا کہ تمھیں تو سب کی فکر ہے سوائے میرے"
ہاشم نے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔اس کی پشت اب نور کی طرف تھی،اور نور کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس سے ہمیشہ کے لیے دور جا رہا ہو۔

"ہاشم! خدا کے لیے رک جائیں، مجھ سے اتنی بڑی سزا نہ دیں۔ میں مر جاؤں گی اگر آپ یوں ناراض ہو کر گئے۔"

نور نے روتے ہوئے اس کے پاس آ کر اس کے کندھے پر پیچھے سے ہاتھ رکھا تھا اس کی ہچکیاں اب کمرے میں گونج رہی تھیں۔ ہاشم کا ہاتھ ہینڈل پر رک گیا۔ اس کا دل تڑپ اٹھا تھا نور کی سسکیاں سن کر، وہ اسے روتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا، وہ اس کی بیوی تھی اس کی محبت تھی کہاں وہ اس کو ہو روتا ہوا برداشت کرتا سب کچھ اپنی جگہ لیکن اپنی بیوی کی انکھوں میں اسے آنسوں برداشت نہیں تھے۔ وہ پلٹا تھا نور نے اسے زور سے کا کر اپنے ساتھ لگا لیا اس کے دل کی دکھڑ کیں ہاشم کو واضح سنائی دے رہی تھی اس کے ناراض ہونے سے اس کی دلِ نور اس قدر بے قرار ہو گئی تھی اس بات کا اندازہ اب اسے لگ رہا تھا ہاشم نے کچھ دیر اسے اپنے سینے میں ہی چھپائے رکھا اور پھر اسے خود سے دور کیا۔

"رومت نور۔"

ہاشم نے دھیمے لہجے میں کہااور اپنے انگوٹھے سے اس کے آنسو پونچھے۔

"میں تم سے کبھی دور نہیں جاسکتا، چاہے تم کتنا ہی مجھے بھگانے کی کوشش کرو۔ بس تمھاری وہ بات میرے کلیجے میں تیر کی طرح لگی تھی۔"

اس کی بات سن کر نور نے ایک بار پھر سسکتے ہوئے اس کے سینے پر سر رکھ دیا۔

"آئی ایم سوری ہاشم... آئی ایم سو سوری۔"

ہاشم نے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے لیا۔

"اچھا اب بس کرو، ورنہ اگر عدنان نے تمھارا یہ سرخ چہرہ دیکھا تو وہ کچھ اور سمجھ لگ گا پھر تو واقعی ہمارا جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔"

اس نے نور کا موڈ بدلنے کے لیے ہلکا سا مذاق کیا تو نور نے بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ابھی اور اسی وقت جائیں، ورنہ میں سچ میں کسی کو بلا لوں گی۔"
نور نے اب شرارت سے کہا تو ہاشم نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"واہ! ابھی تو معافیاں مانگی جا رہی تھیں اور ابھی سے پھر وہی دھمکیاں؟"
ہاشم نے ہنس کر اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"جا رہا ہوں... پر یاد رکھنا، جو کام سونپا ہے وہ ہو جانا چاہیے۔ کل صبح تک مجھے گلناز کے خلاف کچھ نہ کچھ ثبوت چاہیے۔"
ہاشم نے ایک آخری بار محبت بھری نظر نور پر ڈالی اس کے ہونٹ دیکھ کر ہاشم کا دل بغاوت پر آمادہ ہوا۔

"نور"

ہاشم نے پھر روکتے ہوئے کہا۔

"ہم"

نور جو کہ اس کے ارادوں سے بلکل بھی واقف نہ تھی آہستہ سے بولی۔

"میرا نہ دل کر رہا ہے کہ"

ہاشم پھر اس کے پاس آ گیا۔

"کہ"

نور نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا ایک جھٹکے میں اسے اپنے قریب کرتے ہاشم اس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں کی گرفت میں لے چکا تھا۔ نور کے حلق سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ہاشم ابھی اسی وقت ایسی "بغاوت" کرے گا۔ ہاشم کی گرفت اس کی کمر پر مضبوط تھی، جیسے وہ اسے بتانا چاہ رہا ہو کہ وہ صرف اس کا محافظ نہیں بلکہ اس کا مجازی خدا بھی ہے۔ نور کا دل دھک دھک کر رہا تھا، اس نے گھبرا کر ہاشم کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی، مگر ہاشم اس وقت کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ کچھ پلوں کی اس دیوانگی کے بعد جب ہاشم پیچھے ہٹا، تو نور کا چہرہ شرم و حیا سے تمتما اٹھا تھا، وہ چاہ کر بھی ہاشم کی نظروں سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔

"ہاشم... آپ... آپ سچ میں پاگل ہیں۔"

نور نے تیز ہوتی سانسوں کے درمیان میں کہا تھا اس کی آواز میں اب غصہ نہیں بلکہ ایک عجیب سی مٹھاس تھی۔

ہاشم کے لبوں پر ایک فاتحانہ اور دلکش مسکراہٹ تھی۔اس نے جھک کر نور کے کان کے پاس سرگوشی کی،

"یہ پاگل پن صرف تمھارے لیے ہے نور۔اب جا رہا ہوں، ورنہ اگر ایک منٹ اور رکا تو شاید عدنان کو صبح تک پہرہ دینا پڑ جائے۔"

ہاشم کی بات کا مطلب نور سمجھ گئی تھی اس لیے نور نے اسے ہلکا سا دھکا دیا، اس بار اس کی آنکھوں میں چمک تھی۔

"جائیں اب، خدا کے لیے جائیں!"

ہاشم نے ایک شوخ نظر اس کے گلابی ہوتے چہرہ پر ڈالی، اپنی قمیض درست کی اور بغیر مڑے کمال پھرتی سے کمرے سے نکل گیا۔ دروازہ بند ہوتے ہی نور بیڈ پر ڈھیر ہو گئی، اس کے ہاتھ اپنے ہونٹوں پر اٹھا تھا اور دل کسی بے ترتیب ساز کی طرح دھڑک رہا تھا۔ ہاشم کا غصہ، اس کی محبت، اور پھر یہ آخری وار... نور کو لگا جیسے اس کٹھن وقت میں ہاشم نے اسے جینے کی ایک نئی وجہ دے دی ہو۔

"پاگل"

وہ خود کلامی کرتے ہوئے مسکرائی، اور کچھ دیر تک تو وہ ہاشم کے خیالوں کے حصار میں رہی تھی۔

💗💗

"کیا سالے یار کب سے میں بار پہرہ دے رہا ہوں تو ہے کہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا صرف نور کو سمجھانے گیا تھا کیا پھر"

عدنان نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی جبکہ اس کی بات پر ہاشم نے غصے سے اسے گھورا۔

"کچھ نہیں، بس وہ گھبرا رہی تھی تو اسے حوصلہ دینے میں تھوڑا وقت لگ گیا کہ وہ کر سکتی ہے"

ہاشم نے اپنی مسکراہٹ پر قابو پاتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے کہا، مگر اس کی آنکھوں کی چمک عدنان سے چھپی نہ رہ سکی۔

"اچھا! جس طرح تیرے بال بکھرے ہوئے ہیں اور چہرے پر یہ 'فاتحانہ' نور ہے، صاف لگ رہا ہے کہ تو وہاں صرف حوصلہ نہیں دے رہا تھا"

عدنان نے ہنستے ہوئے ہاشم کا بازو دبایا۔

"سچی بتا، کہیں نکاح کا پورا فائدہ تو نہیں اٹھالیا؟"
ہاشم کو خاموش دیکھ کر اس نے متلاشی نظروں سے پوچھا۔

"زبان کو لگام دے عدنان! وہ میری بیوی ہے کانتی دوستی کتنی ہی گہری کیوں نہ ہو اس کے حوالے سے کچھ بھی میں ڈسکس نہیں کرنا چاہتا"
ہاشم نے اسے آنکھیں دکھائیں، مگر عدنان کے چھیڑنے پر اس کے کانوں کی لویں سرخ ہونے لگی تھیں۔

"اچھا بابا معاف کر دے! میں تو بس ایسے ہی کہہ دیا"
عدنان نے آہستہ سے کہا ہاشم کی بات بلکل ٹھیک تھی وہ بھی حفصہ کے حوالے سے یوں ہی تھا وہ دونوں بار کرتے ہوئے اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔



سردار موسیٰ چھت پر کھڑا چاند کو دیکھ رہا تھا چاند کی روشنی سے اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"میں اپنے چاند سے دور ہوں میں ہی جانتا ہوں کہ میرا دل کیسے تم سے دور ہے میری جان"

سردار موسیٰ کی آواز میں چھپی اذیت ہوا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔اس کے چہرے کی سختی، جو دنیا کے لیے ایک ڈھال تھی،اس وقت اپنی روح کی یاد میں پگھل رہی تھی۔وہ شخص جو کبھی کسی کے آگے نہیں جھکا تھا،آج تقدیر کے لکھے اور اپنوں کی سازش کے آگے بے بس کھڑا تھا۔

"وہ کہتے ہیں میں نے گناہ کیا ہے روح! وہ بھی ایسا گناہ کا کے بارے میں میں سوچ بھی نہیں سکتا وہ پاگل یہ بھول گئے ہیں کہ میری اپنی بیوی سراپہ حسن ہے اگر مجھے سکون چاہیے تھا تو میں اپنی بیوی اپنی جانِ موسیٰ کے پاس جاتا نہ کہ اس لڑکی کے پاس جو اتنی گری ہوئی ہے کہ ایک نامحرم مرد کو حاصل کرنے کے لیے اپنی عزت تک پرواہ نہیں کی اس نے"

سردار موسیٰ کی آنکھوں میں غصے اور حقارت کی سرخی ابھری۔اسے اس وقت ان سب پر غصہ آرہا تھا جنہوں نے اس کے کردار پر انگلی اٹھائی تھی۔ کیا وہ اتنے سالوں میں موسیٰ کو پہچان نہیں پائے تھے؟ کیا اس کی محبت،اس کا اپنائیت،اور اس کا مان اتنا کمزور تھا کہ ایک گھٹیا سازش کی نذر ہو جائے؟

"گلناز... تم نے بہت بڑی غلطی کر دی موسیٰ کے صبر کو آزما کر۔تم نے میری 'روح' کو رلایا ہے،اب تمھارے رونے کے دن شروع ہونے والے ہیں،"

اس نے دانت پیستے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ روح اس وقت کس کرب سے گزر رہی ہو گی۔ اسے اپنی بیوی کی خاموشی اور اس کی بھیگی آنکھیں یاد آئیں تو اس کا جی چاہا کہ ابھی جا کر اسے اپنے سینے سے لگا لے اور کہے کہ 'موسیٰ کہیں نہیں گیا، وہ تمھارے پاس ہے مگر دادا سائیں کی دی ہوئی سزا اور حویلی کی دیواروں نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ رکھے تھے اگر وہ ابھی جاتا تو اسے پھانسی کی سزا سنا دی جاتی اور وہ اپنی روح کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا تھا اس کی روح میں تو اس کی جان بستی تھی بس ایک بار اس کی بے گناہی ثابت ہو جائے اس کے بعد وہ اپنی بیوی کے لے کر سب سے دور ہو جائے گا اس نے یہ سوچ لیا تھا۔ اچانک اس کے دماغ میں اس رات کا منظر آیا تھا۔

وہ اپنی روح کے اپنے ساتھ لگا کر سو رہا تھا اس وقت وہ صرف سکون میں تھا جب بیسمنٹ کا دروازہ کھلا تھا دروازہ کھلنے پر اس نے روح کو صحیح کر کے لٹایا اور خود کھڑا ہو گیا تھا ہاشم یحییٰ عدنان اندر آئے تھے وہ سب اسکے پاس آئے انھیں دیکھ کر موسیٰ حیران ہوا وہ اس وقت یہاں کیا کر رہے تھے۔ ہاشم نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے ایک کونے میں لے گیا کہیں روح کی نیند نہ خراب ہو جائے۔

"کیا ہوا ہے تم سب یہاں کیا کر رہے ہو"
سردار موسیٰ نے حیرانی سے سوال کیا تھا۔

"موسیٰ تمھیں یہاں سے جانا ہو گا"
ہاشم نے اسے دیکھ کر کہا جبکہ اس کی بات پر موسیٰ کو حیرت کا دھچکا لگا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو ہاشم یہ کیا کہہ رہے ہو بھاگنا مطلب اس بات پر مہر لگا دینا کہ میں نے گناہ کیا ہے اور میں ایسا نہیں کر سکتا میری بیوی مجھ پر یقین کرتی ہے اور اس کو چھوڑ کر میں نہیں جاؤں گا"

سردار موسیٰ نے اٹل لہجے میں کہا تھا جبکہ اس کی بات پر وہ تینوں ہی اسے دیکھ رہے تھے۔

"موسیٰ! جذباتی ہونے کا وقت نہیں ہے، سید سائیں کا غصہ ابھی ساتویں آسمان پر ہے وہ صبح ہوتے ہی تمھیں پھانسی دے دیں گیں اگر تم یہاں سے نکل جاؤ گے تو ہمیں تمھیں بے گناہ ثابت کرنے کا وقت مل جائے گا"

یحییٰ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"وقت بھاگنے سے نہیں، لڑنے سے ملتا ہے یحییٰ!"

موسیٰ کی آواز میں وہی پرانی گرج تھی جو حویلی کے در و دیوار ہلا دیا کرتی تھی۔اس نے دور سوئی ہوئی روح کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر نیند میں بھی کرب کے آثار تھے۔

"اگر میں آج بھاگ گیا، تو کل دنیا اس معصوم پر انگلیاں اٹھائے گی۔لوگ کہیں گے کہ گناہ گار بھاگ گیا اور بوجھ اس کی بیوی پر چھوڑ گیا۔میں سردار موسیٰ ہوں، بزدل نہیں۔"

سردار موسیٰ نے اپنی روح کے بارے میں سوچتے ہوئے کہا۔

"ہم جانتے ہیں تم بزدل نہیں ہو، لیکن یہ سازش اتنی گہری ہے کہ تمھارا یہاں رہنا تمھاری جان کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔گلناز اور پھوپھو نے پورا جال بچھا رکھا ہے"

ہاشم نے آگے بڑھ کر موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"تو پھر اس جال کو کاٹیں گے ہاشم، تمھیں مجھ پر یقین ہے نہ؟"
موسیٰ نے ہاشم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"اپنی جان سے زیادہ۔"
ہاشم نے ایک لمحے کے توقف کے بغیر سر ہلایا۔

"تو پھر سنو! میں یہاں سے کہیں نہیں جا رہا۔ تم لوگوں کو جو کرنا ہے وہ حویلی کے اندر رہ کر کرو۔ ثبوت ڈھونڈو، اس عورت کا اصل چہرہ سب کے سامنے لاؤ۔ میں بیسمنٹ میں رہ کر یہ سزا کاٹوں گا، کیونکہ یہ سزا مجھے میرے دادا نے دی ہے، اور ان کے حکم کی عدولی موسیٰ کے خون میں نہیں،"
موسیٰ نے آخری فیصلہ سنا دیا اور ان سب کو دیکھا۔

"بھائی! آپ کی ضد بھی کمال ہے۔ آپ کے پاس آپ کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے کوئی ہفتہ نہیں ہے بس کل کا دن ہے اتنی جلدی کم کچھ بھی نہیں کر سکتے اپ کو یہاں سے جانا ہو گا"

عدنان کی بات پر موسیٰ کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا، اس کی آنکھوں میں موجود استقامت نے ان تینوں کو پریشان کر دیا۔

"عدنان! زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، لیکن عزت اپنی حفاظت میں ہوتی ہے۔ اگر کل کا سورج میری موت کا پیغام لاتا ہے تو مجھے منظور ہے، لیکن میں اپنی بیوی کو اس طرح تنہا چھوڑ کر مفرور نہیں کہلاؤں گا۔ میری جان چلی جائے تو جائے، مگر موسیٰ حویلی سے چوروں کی طرح نہیں نکلے گا۔"

موسیٰ کا لہجہ اتنا اٹل تھا کہ یحییٰ اور عدنان بے بس ہو کر ہاشم کی طرف دیکھنے لگے۔ ہاشم جانتا تھا کہ موسیٰ اس طرح سے نہیں مانگ گا اس نے ایک گہرا سانس لیا اور چند قدم چل کر موسیٰ کے بالکل قریب آ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں سیدھی موسیٰ کی آنکھوں میں تھیں۔

"موسیٰ! تمھیں اپنی جان پیاری نہیں ہے، ہم جانتے ہیں۔ تمھیں اپنی غیرت پیاری ہے، وہ بھی ہم جانتے ہیں۔ لیکن کیا تمھیں اس معصوم کی پرواہ ہے جو وہاں لیٹی ہوئی ہے؟"

ہاشم نے اشارہ روح کی طرف کیا۔ موسیٰ خاموش رہا، مگر اس کی مٹھی بھینچ گئی۔

"اگر کل سید سائیں نے تمھیں پھانسی پر لٹکا دیا تو تم تو سرخرو ہو جاؤ گے، لیکن تمھارے بعد 'روح' کا کیا ہو گا؟ گلناز اسے جینے دے گی؟ وہ لوگ جو آج تمھیں گناہ گار سمجھ رہے ہیں، وہ تمھارے بعد اس پر کیا کیا تہمتیں نہیں لگائیں گے؟ وہ کس کے سہارے جیئے گی موسیٰ؟"

ہاشم کی آواز اب بھاری ہو رہی تھی۔

"ہاشم، میں..."

موسیٰ نے کچھ کہنا چاہا مگر ہاشم نے اسے بیچ میں ہی ٹوک دیا۔

"تمھیں جانا ہو گا موسیٰ، صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اس کے لیے جس کی جان تم میں بستی ہے۔"

ہاشم نے موسیٰ کا ہاتھ پکڑا اور اسے روح کی طرف لے گیا۔

"تمھیں جانا ہو گا موسیٰ، صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اس کے لیے جس کی جان تم میں بستی ہے۔"

ہاشم نے موسیٰ کا ہاتھ پکڑا اور اسے روح کی طرف لے گیا۔

"اگر تم میری بات نہیں مانو گے، تو تمھیں روح کی قسم ہے موسیٰ! تمھیں اس کی محبت کی قسم، اس کے اس مان کی قسم جو وہ تم پر کرتی ہے... تم یہاں سے ابھی نکلو گے تا کہ تم واپس آ کر اسے وہ عزت دلا سکو جس کی وہ حقدار ہے۔"

'روح کی قسم' سنتے ہی جیسے موسیٰ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے تڑپ کر ہاشم کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ ہاشم نے اسے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے بے بسی سے اپنی سوئی ہوئی بیوی کو دیکھا، جس کا چہرہ آنسوؤں سے اب بھی نم تھا۔ روح کی قسم نے سردار موسیٰ کی تمام تر ضد اور انا کو ایک لمحے میں چکنا چور کر دیا تھا۔

"ہاشم... تم نے مجھے بہت بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے،" موسیٰ کی آواز میں لرزش تھی۔

"مشکل میں نہیں موسیٰ، تمھیں اور روح کو بچانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اب بحث مت کرو، باہر عدنان نے راستہ صاف کر دیا ہے، تمھیں پچھلے راستے سے نکل کر شہر سے باہر فارم ہاؤس پر جانا ہو گا جب تک ہم ثبوت جمع نہ کر لیں۔"

ہاشم نے جلدی سے اسے سمجھایا تھا لیکن اس کی نظریں تو اپنی معصوم بیوی پر تھی۔ موسیٰ نے ایک آخری بار جھک کر روح کے ماتھے پر اپنے لب رکھے، جیسے وہ اس سے جدائی کی اجازت مانگ رہا ہو۔ اس کے دل سے ایک ہوک اٹھی، مگر اس نے اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا۔

"میں جارہاہوں ہاشم... لیکن یادرکھنا، اسے آنچ نہ آئے۔ اگر اسے کچھ ہوا تو موسیٰ پوری دنیا جلادے گا،"

اس نے ہاشم کا ہاتھ مضبوطی سے دبا کر تنبیہ کی۔

"کچھ نہیں ہوگا بھائی، ہم سب ہیں روح کے ساتھ آپ چلیں"

عدنان نے آگے بڑھ کر کہا تھا موسیٰ عدنان اور یحییٰ کے ساتھ وہاں سے نکل گیا تھا اس وقت ملنے ملانے کا وقت نہیں تھا انھیں بس کسی بھی طرح یہاں سے نکلنا تھا اس سے پہلے کہ کوئی دیکھ لے۔

یادوں کے ان لمحات سے نکل کر موسیٰ نے ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا۔ وہ رات اس کی زندگی کی سب سے مشکل رات تھی جب وہ اپنی روح کو تنہا چھوڑ کر گیا تھا۔ مگر اسے یہ سب کرنا پڑا تھا اسے اپنی روح کے لیے واپس جانا تھا اس کے لیے زندہ رہنا تھا اس وقت وہ خود جذبات میں تھا کہ سید سائیں کی سزا کو وہ قبول کر کے اس اس کو تکمیل تک پہنچائے گا لیکن اب اسے احساس ہو رہا تھا جو ہاشم نے کی وہ صحیح تھا اس سے روح کی چند دنوں کی دوری برداشت نہیں ہو رہی تھی تو اس کی بیوی کیسے اس کی ساری عمر کی دوری برداشت کرتی۔۔

سردار موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی آنکھیں موند لیں، جیسے وہ بند آنکھوں سے ان تمام تصویروں کو دوبارہ دیکھنا چاہتا ہو جو اس کے جینے کا سہارا تھیں۔ ان یادوں کی مہک اسے اس بنجر فارم ہاؤس میں بھی تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیتی تھی۔ اس کے ذہن کے پردے پر سب سے پہلے ان کے نکاح کا وہ یادگار لمحہ ابھرا۔ وہ دن جب روح کے نام کے ساتھ اس کا نام جڑا تھا۔ وہ سفید دلہن کے جوڑے میں لپٹی، حیا سے بوجھل پلکیں جھکائے اس کے سامنے تھی۔ جب نکاح خواں نے پوچھا تھا اور روح نے بہت مدھم اور روتے ہوئے آواز میں "قبول ہے" کہا تھا۔ اس وقت جب نکاح ہوا دونوں کو ہی نکاح سے کوئی خاص سروکار نہیں تھا لیکن اب وہ ایک دوسرے کی کل کائنات تھے ایسا لگتا تھا کہ دنیا کی ساری خوشیاں ان دونوں کی جھولی میں ڈال دی گئی ہیں۔ نکاح کے بعد جب وہ اس کے قریب ہوا تھا، تو روح کی تھرتھراہٹ اس نے واضح محسوس کی تھی۔ موسیٰ نے بہت دھیرے سے جھک کر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے تھے۔

"میں نے وعدہ کیا تھا روح کہ میں ہمیشہ تمھارے ساتھ رہوں گا اور دیکھو آج میں خود تمھیں تپتی دھوپ میں چھوڑ کر سائے میں چھپا بیٹھا ہوں،" اس نے دکھ سے سرگوشی کی۔ پھر ایک اور منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ وہ دن جب اس نے پہلی بار اسے حجاب کروایا تھا۔ روح نے عبایا تو پہن لیا تھا لیکن اس سے نقاب نہیں ہو پا رہا تھا اور نہ ہی حجاب اور روح نے اسے کہا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے تب سردار موسیٰ نے اسے حجاب کروایا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کا نقاب بھی کیا تھا۔

"میری جان! میں جانتا ہوں تم کتنی خوبصورت ہو اور تمہارے اس حسن کو چھپانا ضروری ہے"

موسیٰ واپس ہوش کی دنیا میں آتے ہوئے بولا تھا آج ان لمحوں کو یاد کر کے موسیٰ کا دل میں درد اٹھا کاش وہ اپنی روح کے پاس ہوتا

"صرف چند دن روح... صرف چند دن کی دوری ہے سردار موسیٰ واپس آئے گا، اور اپنی جان کو وہاں سے لے جائے گا"

فارم ہاؤس کی خاموشی میں موسیٰ کی آواز ہلکی بلند ہوئی تھی اس نے یہ فیصلہ تو کر لیا تھا اب پتہ نہیں وہ کیسے اسے پورا کرتا۔

💗💗

ایک نئے دن کا آغاز ہوا تھا سب کچھ پہلے سے بہتر تھا لیکن جو لوگ سردار موسیٰ سے جڑے تھے وہ اب بھی تکلیف میں تھے اداس تھے شہنشاہ کو جانے کا کہہ دیا گیا تھا اور وہ وہاں سے جا چکا تھا وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اسے جانا پڑا تھا اگر وہ کچھ بھی مشکوک کرتا تو اس پر کسی کو بھی شک ہو سکتا تھا اس لیے فلحال اس نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا تھا اور وہ خاموشی سے جا چکا تھا نور ماہا کندیل اور حفصہ سب نے ہی آج گلناز کے کمرے کی تلاشی لینی تھی اس میں ان سب نے روح کو بھی شامل کیا تھا۔

"روح تم نے اس کے پاس جانا ہے صدمے کی باتیں کرنی ہے اور کوشش کرنا کہ اسے الجھائے رکھنا زیادہ دیر تک ٹھیک ہے"

نور نے روح کی جانب دیکھ کر کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اور ماہا تم اس کے کمرے سے تھوڑی دوری پر ایک بال لے کر کھڑے ہو جانا وہ آنے لگے تو جان بوجھ کر اسے بال مارنی ہے وہاں وہ تم سے بحث میں لگ جائے گی"

نور نے ماہا کو اس کا کام بتایا تو اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔

"اور حفصہ تم اس کے دروازے کے پاس کھڑی ہو گی اسے دور سے آتا دیکھو گی تو نہیں اشارہ دو گی میں اور کندیل اندر کمرے میں جائیں گیں"

نور نے حفصہ کو بھی اس کا کام بتایا تو سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے اب روح تم جاؤ گی سب سے پہلے آنے سے پہلے میں دیکھ کر آئی تھی گلناز کچن میں تھی"

نور نے روح سے کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"خیال رہے روح کوئی غلطی نہ ہو"

نور نے پریشانی سے کہا تو روح ہلکا سا مسکرائی۔

"بات موسیٰ کی ہے بھابھی کوئی غلطی نہیں ہو گی"

روح نے اسے اطمینان دیا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"سب چلو اور اپنی اپنی پوزیشن سنبھالو"

نور نے کہا تو ان پانچوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور اپنے اپنے پوزیشن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

💗💗

نور ہے مطابق گلناز سب بھی کچن میں ہی تھی وہ بڑے مزے دے وہاں بیٹھ کر فروٹس کھا رہی تھی روح کو دیکھ کر وہ فوراً سے سیدھی ہو گئی روح کی حالت ایسے تھی جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو اور اس بات پر گلناز کو خوشی محسوس ہو رہی تھی روح اس کے پاس آ رہی تھی روح کے پاس آنے پر گلناز اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی وہ چیئر نکال کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی گلناز اٹھنے لگی تھی۔

"بیٹھیں آپی"

روح نے بہت احترام سے کہا جبکہ اس کا لہجہ دیکھ کر گلناز کو دھچکا لگا اور وہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی گلناز جو اٹھنے لگی تھی واپس بیٹھ گئی تھی۔

"ہم"

وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا اپ کو کیا دلاسہ دوں جو کچھ آپ کے ساتھ ہوا مجھے تو کہتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے کہ یہ سب کرنے والا میرا اپنا شوہر تھا"
روح نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا اور وہ اسکی طرف دیکھتے ہوئے بول رہی تھی جبکہ گلناز تو بلکل ہی حیران تھی۔

دوسری طرف:

نور اور قندیل نے دبے قدموں گلناز کے کمرے میں قدم رکھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی نور کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے خود اپنے دل کی دھڑکنیں سنائی دے رہی تھی۔ گلناز کا کمرہ اس کی شخصیت کی طرح ہی پراسرار اور گھٹن زدہ محسوس ہو رہا تھا۔

"قندیل، جلدی کرو! تم الماری دیکھو، میں بیڈ کے پاس والی درازیں چیک کرتی ہوں،"

نور نے سر گوشی میں کہا اور تیزی سے بیڈ کی طرف بڑھی۔ نور نے ایک ایک کر کے سائیڈ ٹیبل کی درازیں کھولنی شروع کی وہ ڈھونڈ رہی تھی، مگر وہاں کچھ عام ضرورت کی چیزوں کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ اس کا سانس پھولنے لگا۔ وہ عورت بہت مکار ہے، وہ ثبوت ایسی جگہ چھپائے گی جہاں کسی کا وہم و گمان بھی نہ جائے۔

"نور! یہاں کچھ نہیں ہے، صرف کپڑے اور جیولری باکسز ہیں،"
قندیل نے مایوسی سے الماری کے پاس سے پلٹ کر کہا۔

"ہار مت مانو قندیل، ڈھونڈو! کہیں نہ کہیں تو کچھ ہو گا،"

نور نے ہمت بندھائی اور قندیل کے ساتھ مل کر اس نے پھر سے ڈھونڈنا شروع کیا۔



کچن میں موجود روح نے اپنی اداکاری جاری رکھی ہوئی تھی، مگر گلناز اب اکتا رہی تھی۔ روح بول رہی تھی روح اسے جانے بھی نہیں دے رہی تھی جبکہ اس کی باتیں جو وہ اس سے کر رہی تھی اس سے تو یہی ثابت ہوتا تھا کہ روح کو موسیٰ گناہ گار لگتا ہے اور یہی بات گلناز کو خوش کر رہی تھی لیکن اب اس کی بس ہو چکی تھی۔

"روح! تمھاری ہمدردی کا شکریہ، پر اب مجھے کچھ کام ہے، مجھے جانا ہے" گلناز نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ روح کا دل ڈوبنے لگا۔

"آپی! سنیں تو سہی، میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ"

گلنازنے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں مجھے پتہ ہے تم یہ بات بار بار دوہرا چکی ہو جو میرے ساتھ ہوا تم اس کی معافی مانگ رہی ہو اور موسیٰ نے کیا تم شرمندہ بھی ہو ہاں ٹھیک ہے" گلنازنے اکتا کر کہا اور پھر جانے لگی روح اس کے سامنے آگئی۔

"آپ کا رویہ دیکھ کر لگتا نہیں ہے آپ کے ساتھ کچھ ہوا ہے"
روح کے پاس اسے روکنے کا کوئی آپشن نہیں تھا اس لیے اس نے یہ کہہ دیا جبکہ اس کی اس بات پر گلناز گھبرا گئی تھی اور وہ اب سوچنے لگی کہ اسے روح کو کیا جواب دینا ہے۔

دوسری جانب:

نور نے اب بیڈ کے پاس پڑے قالین کو تھوڑا سا ہٹایا۔ اسے وہاں کچھ بھی غیر معمولی نظر نہ آیا۔ تبھی اس کی نظر ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے اس بڑے سے پرانے لکڑی کے باکس پر پڑی جو ہمیشہ لاک رہتا تھا۔ نور نے اس کے پاس جا کر اسے کھولنے کی کوشش کی مگر وہ واقعی بند تھا۔

"قندیل! یہ دیکھو، یہ باکس لاک ہے۔ شاید اس میں کچھ ہو۔"
نور نے کہا تو قندیل دوڑ کر پاس آئی۔

"پر اس کی چابی کہاں ہو گی؟"

قندیل نے نور کے ہاتھ میں باہر دیکھ کر پوچھا نور نے ادھر ادھر نظر دوڑائی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل کے اوپر پڑے گلدان کو اٹھایا، اس کے نیچے کچھ نہیں تھا۔ پھر اس نے وہاں پڑے میک اپ باکسز کو ٹٹولا۔ اچانک اسے ڈریسنگ کے بڑے آئینے کے پیچھے والے حصے میں ایک چھوٹی سی جگہ نظر آئی جہاں ایک چابی لٹک رہی تھی۔

"یہ رہی!"

نور نے فاتحانہ انداز میں کہا اور چابی نکال کر باکس کھولا۔ جیسے ہی باکس کھلا، ان دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اوپر کچھ کاغذات تھے، مگر جیسے ہی نور نے ان کاغذات کو ہٹایا، نیچے ایک چھوٹی سی سفید رنگ کی شیشی پڑی تھی جس پر کسی لیبارٹری کا لیبل لگا تھا اور ساتھ ہی ایک پرچی تھی جس پر ہاتھ سے کچھ ہدایات لکھی ہوئی تھیں۔

"یہ وہی ہو سکتی ہے! قندیل،"

نور نے کپکپاتے ہاتھوں سے وہ شیشی اور پرچی اٹھائی۔اس پرچی پر واضح لکھا تھا کہ کتنے قطرے بے ہوشی کے لیے کافی ہوں گے۔

"نور! جلدی کرو، ہمیں نکلنا چاہیے،"

قندیل نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

"لیکن پہلے یہ سب صحیح کرنا ہو گا کیوں کہ اسے اندازہ نہیں لگنا چاہیے اس کے کمرے میں کوئی آیا ہے"

نور نے قندیل سے کہا اس کی بات پر قندیل نے ہاں میں سر ہلایا۔

💗💗

"دیکھو روح ایسا نہیں ہے میرے سر میں درد ہے بہت چکرا رہا ہے میں چلتی ہوں ریسٹ کی ضرورت ہے مجھے"

وہ یہ کہہ کر جا چکی تھی روح اسے روکنے کی کوشش کر رہی تھی مگر گلناز کچن سے باہر نکل چکی تھی۔ باہر راہداری میں کھڑی ماہا نے جیسے ہی گلناز کو غصے میں اپنی طرف آتے دیکھا، اس نے بال پوری قوت سے دیوار پر ماری۔ بال تیزی سے گلناز کے پاؤں میں لگی تھی۔

"اوہ! آپی، بچ کے!"

ماہا نے چیخ کر کہا اور دوڑتی ہوئی گلناز کے سامنے آ گئی۔

"بدتمیز لڑکی! یہ کیا طریقہ ہے؟ حویلی کو کھیل کا میدان بنا رکھا ہے تم لوگوں نے؟ کتنی زور سے لگی ہے مجھے"

گلناز غصے سے چلائی۔

"سوری آپی وہ بال ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی،"

ماہا نے جان بوجھ کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر بحث شروع کر دی تاکہ وہ آگے نہ جا سکے۔

کمرے کے باہر کھڑی حفصہ نے جیسے ہی گلناز اور ماہا کو دور سے دیکھا اس نے دروازے سے آہستہ سے کہا تھا۔

"وہ آگئی ہے! جلدی نکلو!"

حفصہ نے کہا نور اور قندیل نے سب صحیح کر لیا تھا بس الماری رہتی تھی ان دونوں نے ہی ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

💗💗

"تو تم یہاں بال کے ساتھ کر لیا رہی ہو"

گلناز غصے سے بولی تھی۔

"میری مرضی اپ مجھے کھیلنے سے روک نہیں سکتی"
ماہا نے سوچا اگر وہ معذرت کرے گی بات ختم ہو جائے گی وہ بات کو بڑھائے تو ہی اچھا ہے۔

"تم کیا سمجھتی ہو کہ تم مجھ سے اس طرح بات کرو گی؟ میں بڑی ہوں تم سے، کوئی تمہاری ہم عمر نہیں!"
گلناز کا پارہ ہائی ہو چکا تھا، اور یہی ماہا چاہتی تھی۔

"بڑی ہوں گی آپ اپنی حویلی میں، یہاں تو سب برابر ہیں۔ اور ویسے بھی، بال ہی تو لگی ہے، کوئی پہاڑ تو نہیں ٹوٹ پڑا،"

ماہا نے بڑے ڈھٹائی سے جواب دیا اور جان بوجھ کر اپنی بال کے ساتھ کرتب دکھانے لگی تاکہ گلناز کا راستہ مکمل طور پر بلاک رہے۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ سے زبان لڑانے کی؟ میں ابھی جا کر سید سائیں کو بتاتی ہوں کہ اس حویلی کی لڑکیاں کتنی بد تمیز ہو گئی ہیں۔"
وہ ماہا کو دھکا دے کر آگے بڑھنے لگی، مگر ماہا پھر اس کے سامنے آ گئی۔

"ارے ارے! اتنی سی بات پر سید سائیں کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ چلیں میں آپ کو پٹّی باندھ دیتی ہوں خون بہہ رہا ہے نہ دیکھیں کتنی زیادہ لگی ہے میں تو کہتی ہوں x ray کروا لیتے ہیں کہیں کوئی ہڈی نہ ٹوٹ گئی ہو

ماہا نے کہا تو گلناز سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی روح بھی وہاں آ گئی تھی۔

دوسری طرف:

کمرے کے اندر نور اور قندیل کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ حفصہ کی آواز سن کر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ الماری کے پٹ ابھی بھی کھلے تھے اور کچھ کپڑے نیچے گرے ہوئے تھے۔

"قندیل! جلدی، یہ کپڑے اٹھاؤ!"

نور نے بھاگ کر الماری کے کپڑے سیٹ کیے اور قندیل نے جلدی سے پٹ بند کیے۔ نور نے وہ شیشی اور پرچی اپنے دوپٹے کے پلو میں گرہ لگا کر چھپائی اور چابی واپس آئینے کے پیچھے اسی جگہ لٹکائی۔

"نور، وہ سامنے ہی ہیں جلدی کرو!"

حفصہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں پھر سے آہستہ سے کہا تھا۔



"کچھ نہیں ہوا اس پاگل کا دماغ بس ٹھیک کرو"

وہ ان کی بحس میں مزید نہیں پڑنا چاہتی تھی ماہا کی بات پر اسے غصہ ایا لیکن کچھ بولی نہیں اور آگے بڑھ گئی۔ گلناز کے پیروں میں غصے کی وجہ سے تیزی آگئی تھی، لیکن اس کا ذہن مسلسل الجھا ہوا تھا۔ اسے ماہا اور روح کے اس بدلے ہوئے رویے میں کسی گہری سازش کی بو آرہی تھی۔

دوسری طرف کمرے کے اندر کا منظر کسی سسپنس فلم سے کم نہ تھا۔

"وہ اب آرہی ہے سامنے سے نہیں نکل سکتے!"

حفصہ کی سسکتی ہوئی آواز پھر گونجی اور وہ دروازے سے ہٹ گئی تھی۔ نور اور قندیل کے پاس اب دروازے سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ان کے چہرے خوف سے سفید پڑ گئے تھے۔ نور نے تیزی سے قندیل کا ہاتھ پکڑا اور اسے بیڈ کی دوسری طرف کھڑکی کی جانب کھینچا۔ انہوں نے بہت احتیاط اور پھرتی سے کھڑکی کھولی اور باہر کی طرف چھلانگ لگا دی۔ گلناز کا کمرہ نیچے تھا وہ وہ آسانی سے نکل گئی تھی۔ جیسے ہی گلناز نے غصے میں بھن بھناتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا، اسے ایک لمحے کے لیے کمرے کی فضا میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے شک بھری نظروں سے پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ بیڈ کی چادر تھوڑی سلوٹ زدہ تھی اور کھڑکی کا پردہ ہلکا سا لہرا رہا تھا۔

"کون تھا یہاں؟"

وہ اپنے آپ سے بڑبڑائی اور تیزی سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔اس نے آئینے کے پیچھے ہاتھ مارا، چابی اپنی جگہ پر موجود دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔اس نے فوراً باکس دیکھا جو کہ ویسے ہی پڑا تھا اس نے جیسے سب چیزیں رکھی تھی وہ بالکل ویسی ہی تھی اس لیے اسے زیادہ شک نہ ہوا تھا لیکن جب وہ واپس مڑی تو اسے اپنے پاؤں کے نیچے کچھ محسوس ہوا وہ چوڑی کا کانچ تھا گلناز نے جھک کر اسے اٹھایا تھا اس نے تو چڑیاں نہیں پہن رکھی تھی اس کا مطلب اس کا شک ٹھیک تھا واقعی کمرے میں کوئی آیا تھا وہ فوراً سے کھڑکی کی طرف گئی لیکن وہاں پر کوئی نہیں تھا پھر اس نے چوڑی کو غور سے دیکھا۔

"یہ تو میری اپنی ہے"

وہ چوڑیاں ایسی لیتی تھی جن پر تار کا کام ہو اور اس کے علاوہ ایسی چوڑیاں کوئی بھی نہیں پہنتا۔ گلناز نے پھر بھی اس ٹوٹے ہوئے کانچ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر غور سے دیکھا۔ یہ کانچ اس نے اپنی ڈریسنگ ٹیبل پر باکس میں رکھے ہوئے تھے یہاں کیسے آئے اس کے ذہن میں بجلی کی سی تیزی سے وہ تمام چہرے گھوم گئے جو ابھی باہر اسے الجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"تو یہ سب ایک ناٹک تھا؟ روح کا مجھ سے ہمدردی جتانا، ماہا کا وہ بال والا ڈرامہ... یہ سب صرف اس لیے تھا کہ کوئی میرے کمرے میں گھس سکے؟"

اس کی آنکھوں میں غصے اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔اس نے دوبارہ ڈریسنگ ٹیبل کے اس لکڑی کے باکس کو دیکھا۔اگرچہ چابی اپنی جگہ پر تھی اور باکس بند تھا، لیکن اب اسے یقین ہو چکا تھا کہ کچھ نہ کچھ تو گڑبڑ ہوئی ہے۔اس نے چابی اٹھا کر فوراً باکس کھولا سب کچھ ویسے ہی ویسے تھا نور نے اصلی شیشی کی جگہ نکلی رکھ دی تھی تاکہ کسی کو شک نہ ہو اس کے لیبل کی اس نے پکچر نکال لی تھی پھر اسے اتار کر اپنے ساتھ لائے ایک شیشی پر لگا لیا تھا اور اس نے جو تحریر اس پرچی پر لکھی تھی ویسی ہی لکھ کر وہاں رکھ دی کیوں کہ وہ ڈاکٹر تھی تو اس کے لیے ایسی رائٹنگ لکھنا جو کہ بس ایک میڈیکل اسٹوریا ڈاکٹر یا لیب والا پڑھ سکے آسان تھا۔

"سب تو ٹھیک ہے لیکن کون آیا تھا؟"
گلناز خود سے بولی تھی۔

"شاید میرا وہم ہے سب تو ٹھیک ہے"

اس نے پورے کمرے کا جائزہ لیا سب کچھ ٹھیک تھا اس نے اپنا وہم سمجھ کر اس بات کر جھٹلا دیا اور سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔

💗💗

حویلی کے پچھلے حصے میں، جہاں درختوں کا سایہ گہرا تھا، نور، قندیل، اور حفصہ وہی آ گئے تھے سب ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہانپ رہی تھیں۔ ان کے چہرے خوف اور جوش کے ملے جلے تاثرات سے سرخ ہو رہے تھے۔

"نور! تم نے کمال کر دیا، وہ نقلی شیشی والا آئیڈیا زندگی بچا گیا ہماری۔"

قندیل نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی تیز ہوتی سانسوں کو قابو کرتے ہوئے کہا تھا وہ لوگ دیکھ رہے تھے کھڑکی سے گلناز کو شک ہوا ہے اس نے کیسے باکس کھول کر دیکھا ہے اب وہ لوگ اس کے کمرے کی کھڑکی سے دور آ گئے تھے۔ نور نے اپنے دوپٹے کے پلو میں بندھی اصل شیشی اور پرچی کو ایک بار پھر چھو کر دیکھا۔

"شکر ہے اللہ نے کرم کیا یہ اللہ کی مدد تھی ہم کامیاب ہوئے۔ اگر گلناز کو ذرا بھی شک ہو جاتا کہ اس کی اصل شیشی غائب ہے، تو سب کچھ خراب ہو جاتا اور ہم سب رنگے ہاتھوں پکڑی جاتیں۔"

اسی وقت روح اور ماہا بھی وہاں آئی تھی روح کی آنکھوں میں بے چینی اور امید کی ایک عجیب سی لہر تھی۔

"کیا ہوا؟ مل گیا؟"

روح نے قریب آتے ہی دبی آواز میں پوچھا۔نور نے خاموشی سے وہ اصل شیشی اس کے سامنے کر دی۔اسے دیکھتے ہی روح کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

"موسیٰ۔۔۔اب آپ واپس آجائیں گے بہت جلد ہم سب ثبوت اکھٹا کر لیں گیں"

اس نے لرزتے ہاتھوں سے اس شیشی کو چھوا جیسے یہ کوئی عام شیشی نہیں بلکہ موسیٰ کی زندگی کی چابی ہو۔

"اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے ہاشم بھی انتظار کر رہے ہوں گیں پہلا قدم تو کامیاب ہو گیا"

نور نے مسکرا کر کہا اور وہ سب اب اندر کی طرف بڑھ گئی اگلا منصوبہ ان کا گلناز کے منہ سے دور سچ اگلوانا تھا۔

وہ سب اب نور کے کمرے میں آگئی تھی کمرے کا دروازہ بند تھا اور سب کے چہروں پر ایک عجیب سا سکون اور اگلا قدم اٹھانے کا جوش تھا۔

"بھابھی جلدی سے بھائی کو کال کریں"
نور کی طرف دیکھتے ہوئے روح نے کہا تھا تو اس کی بات پر نور نے جلدی سے اپنا فون نکالا اور ہاشم کا نمبر ڈائل کیا۔ اس کے ہاتھ اب بھی ہلکے سے کپکپا رہے تھے۔ دوسری طرف سے جیسے ہی ہاشم نے کال اٹھائی، نور نے گہرا سانس لیا۔

"ہاشم! ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔ ہمیں وہ شیشی اور پرچی مل گئی ہے۔ آپ ابھی اسی وقت حویلی آ سکتے ہیں؟"
نور نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ہم بس آ رہے ہیں"

ہاشم نے اپنے ساتھ موجود یحییٰ عدنان اور حنان کو دیکھ کر کہا اس کی بات پر نور نے ہاں میں سر ہلاتے ہوئے موبائل رکھ دیا۔

"آ رہے ہیں وہ"

سب لڑکیوں کی نظروں نور پر تھی تو نور نے ان کے سوال کرنے سے پہلے ہی جواب دے دیا تھا۔ نور کے یہ کہتے ہی کمرے میں ایک لمحے کو سکون کی لہر دوڑی، مگر روح کے چہرے پر چھائی اداسی جو موسیٰ کے دور ہونے کی وجہ سے تھی اب آنسوؤں کی صورت ڈھلنے لگی تھی۔ اسے رہ رہ کر موسیٰ کی یاد آ رہی تھی اس کا لمس یاد آ رہا تھا جب اگر اسے جانا تھا تو اسے بتا کر جاتا کمس کم اس بات کو تو اطمینان ہوتا وہ ٹھیک ہے۔ روح کی آنکھیں نم ہوتے دیکھ کر ماہا جو اس کے بالکل قریب بیٹھی تھی، تڑپ کر اس کے پاس آئی اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"روح! یہ کیا؟اب توخوش ہونے کا وقت ہے، دیکھو ہم نے پہلا قدم اٹھا لیا ہے،"

ماہانے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا، مگر روح کی ہچکی بندھ گئی۔

"میں جانتی ہوں ماہا، لیکن مجھے ان کی بہت یاد آرہی ہے۔ یہ حویلی، ان کا کمرہ، یہاں تک کہ اس حویلی کی ہوا بھی ان کے بغیر مجھے کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میرا دم گھٹ رہا ہو،"

روح نے روتے ہوئے اپنا سر نور کی گود میں رکھ دیا جو بیڈ پر اس کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

"پگلی ! تھوڑا سا حوصلہ اور رکھو۔ تمہاری محبت سچی ہے روح، اور سچی محبت کبھی ہارتی نہیں ہے۔ تم دیکھا میری جان قسمت پلٹا ضرور کھائے گی اور اس گلناز کو ہم اس کے مقصد میں کامیاب ہونے نہیں دیں گیں۔"

نور نے محبت سے روح کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور بڑی اپنائیت سے بولی۔

"ہاں روح، ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم صرف کزنین یا تمھاری نندین نہیں ہیں ہم بہنیں ہیں تمھاری ہم سب تمھارے ساتھ ہیں، ہم ایک دیوار بن کر تمہارے اور موسیٰ بھائی کے رشتے کی حفاظت کریں گی۔ بہت جلد تم دیکھنا، یہی حویلی ہو گا، اور سردار موسیٰ تمہارے سامنے کھڑے ہوں گے۔"

قندیل نے بھی آگے بڑھ کر روح کا دوسرا ہاتھ تھاما۔

"صرف سامنے نہیں ہوں گے، بلکہ وہ تمہیں وہی عزت اور مقام واپس دلائیں گے جو اس مکار عورت نے چھیننے کی کوشش کی ہے ویسے قبیلے میں بہت غلیظ باتیں ہو رہی ہیں حلانکہ کیا گلناز نے ہے"

حفصہ نے بھی بھرائی ہوئی آواز میں اضافہ کیا۔ روح نے آنسو پونچھتے ہوئے ان سب کے چہروں کو دیکھا۔ اس کے دل کو واقعی قرار آیا تھا۔ ان لڑکیوں کی آپس کی یہ محبت اور یکجہتی ہی تھی جس نے اسے ٹوٹنے سے بچایا ہوا تھا۔

"تم سب بہت اچھی ہو، اگر تم لوگ میرا ساتھ نہ دیتیں تو شاید میں کب کی ہار مان چکی ہوتی،"

روح نے دھیمے سے مسکرا کر کہا۔

"ہار ماننے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بھئی ! ابھی تو ہم نے گلناز کو اس کے اپنے ہی جال میں پھنسانا ہے،"

ماہا نے شرارت سے کہا تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ آ گئی۔ اسی دوران دروازے پر دستک ہوئی اور ہاشم کی آواز سنائی دی

"نور! ہم آ گئے ہیں، دروازہ کھولو۔"

نور نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو ہاشم، عدنان، یحییٰ اور حنان اندر داخل ہوئے۔ ہاشم کی نظریں سب سے پہلے روح پر پڑیں جو ابھی ابھی آنسوں پونچھ کر کھڑی ہوئی تھی۔

"میری گڑیا رو رہی تھی"

ہاشم اس کے پاس آیا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا ہاشم کا یہ بولنا تھا بھائی کا محبت ملتا دیکھ کر وہ پھر رونے لگی حنان ان دونوں کو حسرت بھاری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی وہ بھی روح کا بڑا بھائی تھا لیکن کبھی یہ فرض پورا نہ کر سکا کبھی بھی وہ روح کو یہ مان نہیں دے سکا جس وجہ سے روح اس سے کٹ گئی تھی۔

"بھائی وہ کہاں ہوں گیں"

روح نے روتے ہوئے سوال کیا۔ہاشم نے روح کو اپنے حصار میں مزید بھینچ لیا، جیسے وہ اسے دنیا کے ہر غم سے بچا لینا چاہتا ہو۔روح کا وجود ہچکیوں سے لرز رہا تھا۔کمرے میں موجود ہر آنکھ اس بھائی بہن کی محبت دیکھ کر نم ہو گئی تھی۔

"شپ۔۔۔چپ ہو جاؤ میری جان! تمہارے یہ آنسو موسیٰ کے لیے کسی تپتے کوئلے سے کم نہیں ہوں گے۔ وہ جہاں بھی ہے، بالکل ٹھیک ہیں یقین ہے نہ اپنے بھائی پر"

ہاشم نے روح کا سر چومتے ہوئے نہایت نرمی سے کہا۔ روح نے ہاشم کے سینے سے سر ہٹایا اور نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"بھائی! آپ سب کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک ہیں؟ وہ کھاتے تو ہوں گے نہ؟ انہیں میری یاد تو آتی ہو گی؟ میرا دل کہتا ہے وہ بہت تکلیف میں ہیں اور میں یہاں چھت تلے سکون سے بیٹھی ہوں"

روح ہاشم کو دیکھ کر سوال کر رہی تھی۔ ہاشم نے جیب سے رومال نکال کر روح کے گالوں پر پھیلے آنسو پونچھے۔

"وہ سردار موسیٰ ہیں روح، چٹان کی طرح مضبوط۔ اور جب میں کہہ رہا ہوں وہ بالکل ٹھیک ہے تو تمہیں اپنے بھائی کی بات پر یقین کرنا چاہیے نا ہمیں یہاں مل کر اس کی بے گناہی ثابت کرنی ہے اگر تم ایسے رہو گی تو کیسے چلے گا سب"

ہاشم نے بہت محبت سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لیکن بھائی، آپ کی باتوں سے ایسا لگتا ہے جیسے آپ کو پتا ہو کہ وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ واقعی اس قبیلے سے بہت دور چلے گئے ہیں؟"

روح نے ہاشم کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا، اس کی نظریں سچائی تلاش کر رہی تھیں۔

"روح، میں موسیٰ کو بچپن سے جانتا ہوں، وہ بزدل نہیں ہے جو کہیں دور جا کر چھپ جائے۔ وہ بس اس وقت کا انتظار کر رہا ہے جب سچ سب کے سامنے ہو گا میرا یقین کرو، وہ تمہاری دعاؤں کے حصار میں ہے اور بالکل محفوظ ہے۔"

ہاشم نے بڑی مہارت سے بات گھمائی۔۔

"بھائی وہ مجھ سے مل کر کیوں نہیں گئے کیا انھیں نہیں پتہ میں انھیں کرنا یاد کرتی ہوں"

روح نے ہاشم کو دیکھ کر تڑپ کر سوال کیا تھا۔

"وہ تم سے مل کر ہی تو گئے ہیں روح، بس تم اس وقت گہری نیند میں تھی اور وہ تمھارے ماتھے پر اپنے لبوں کی مہر لگا کر تمھیں ہاشم کے سپرد کر کے گئے تھے"

ہاشم نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تو روح کا دل بھر آیا۔

"بھائی اپ اس وقت وہاں تھے جب وہ گئے"
روح کے لہجے میں حیرت تھی جبکہ یہ حیرت سب ہی لڑکیوں کے چہرے پر تھی۔

"ہم"
ہاشم نے اسکی بات پر ہاں میں سر ہلایا۔

"لیکن دھیان رہے یہ بات کسی کو پتہ نہ چلے"
عدنان نے فوراً سے کہا تھا اس کی بات پر سب لوگوں نے ہی ہاں میں سر ہلایا۔

"اس کا مطلب آپ جانتے ہیں وہ کہاں ہیں"
روح نے اب کی بات یقین سے پوچھا۔

"اپنے بھائی کو امتحان میں نہ ڈالو روح یہ سوال مت کرو نہ بار بار بس یقین رکھو اپنے بھائی پر موسیٰ بالکل ٹھیک ہے"
ہاشم نے آہستہ سے کہا تو روح خاموش ہو گئی۔

"ٹھیک ہے اب نہیں پوچھوں گی اب مجھے یقین ہے وہ بلکل ٹھیک ہیں"
روح نے ہلکا سا مسکرا کر کہا حنان ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

"بھائی اس لنگور سے کہیں مجھے ایسے نہ دیکھے جب مجھے لگا اس سے بات کرنی ہے کر لوں گی"

روح نے منہ پھیرتے ہوئے کہا آج روح نے بہت سالوں بعد حنان کے حوالے سے بات کی تھی سب کے ہی چہروں پر مسکراہٹ آگئی تھی اور اسکے لہجے میں کوئی نفرت نہیں تھی بس غصہ تھا۔

"اچھا اوکے کہہ دوں گا"
ہاشم نے مسکرا کر کہا۔

"اوے لنگور سن لیا نہ ہماری بہن نے کیا کہا ہے"
عدنان نے حنان کو چھیڑا تھا ایک بار پھر سب مسکرائے حنان نے معصومیت سے عدنان کی طرف دیکھا۔

"اچھا وہ بوتل اور پرچی کہاں ہے نور"

ہاشم نے نور کو دیکھ کر پوچھا تھا جس پر نور نے ہاں میں سر ہلایا اور وہ بوتل اور پرچی ٹیبل سے اٹھا کر ہاشم کے حوالے کی تھی۔

"اب بس یہ پتہ کرنا ہے یہ کہاں سے لی ہے اس نے ایک اور گواہ مل جائے گا اس کے خلاف"

ہاشم نے سوچتے ہوئے کہا تھا اور وہ دونوں چیزیں یحییٰ کے حوالے کی۔

"یہ کام تم کرو گے پتہ کرو گہ کہ گلناز نے یہ کہاں سے منگوائی ہے اور ہاں حویلی سے وہ باہر گئی نہیں ہے تو کس نے اس تک یہ پہنچائی اگر وہ مل جائے تو ہمارے پاس بہت اسٹرانگ پروف ہو گا وہ شخص گلناز کے خلاف"

ہاشم نے سوچتے ہوئے کہا اس کی بات پر سب کے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔



اُدھر کدھر "

حفصہ جو کہ کمرے میں ائی تھی اور اس کا رخ آگے کی طرف تھا عدنان نے اسے تھام کر دروازے سے لگا کر دروازہ بند کر دیا تھا بہت دنوں سے اس نے اپنی تھکن اپنی بیوی کے وجود سے نہیں مٹائی تھی اور اج وہ اس کی قربت کے لیے بے چین تھا۔

"عدنان یہ آپ"

وہ ابھی کچھ کہتی عدنان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"میں کچھ نہیں سنوں گا آج میں بس اپنی کروں گا"

عدنان کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی تڑپ تھی، وہ تڑپ جو اتنے دنوں کی دوری اور حویلی کے گھٹن زدہ ماحول نے پیدا کی تھی۔ حفصہ نے گھبرا کر عدنان کی طرف دیکھا عدنان نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔

"عدنان۔۔۔ چھوڑیں نا، اس وقت حویلی کا ماحول ایسا نہیں ہے اگر کوئی آ گیا پھر"

حفصہ نے سرگوشی میں احتجاج کیا، مگر اس کی آواز میں وہ سختی نہیں تھی جو عدنان کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتی۔

"آنے دیں جس نے آنا ہے، میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنے ہی کمرے میں ہوں، کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے،"

عدنان نے اپنا چہرہ حفصہ کے کندھے پر ٹکا دیا اور ایک گہرا سانس لیا۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے حفصہ، ان پچھلے چند دنوں میں میں نے کتنی مشکل سے خود کو سنبھالا ہے۔ موسیٰ بھائی کی فکر، روح کی اداسی اور اوپر سے یہ گلناز کی سازشیں۔۔۔ میرا دماغ پھٹنے والا ہو جاتا ہے، بس تمہارا چہرہ دیکھتا ہوں تو سکون ملتا ہے۔"

وہ اس کے کان کے قریب سرگوشیاں کر رہا تھا حفصہ کا دل موم ہو گیا۔ اس نے نرمی سے عدنان کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"میں جانتی ہوں عدنان، سب کے لیے ہی یہ سب بہت مشکل ہے لیکن دیکھیں نا، اب تو راستہ مل گیا ہے۔ اللہ نے چاہا تو بہت جلد موسیٰ بھائی واپس ہوں گے اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

عدنان نے اپنا سر اٹھایا اور حفصہ کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں صرف اس کے لیے محبت اور فکر تھی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا، لیکن اس وقت مجھے صرف تم چاہیے ہو۔ مجھے تھوڑی دیر کے لیے ان سب فکروں سے دور لے جاؤ حفصہ۔"

اس نے حفصہ کے ماتھے پر اپنے لب رکھے، ایک ایسا لمس جس میں سکون بھی تھا اور تحفظ کا احساس بھی۔ حفصہ نے اپنی آنکھیں موند لیں، اس کے دل کی دھڑکن عدنان کے قرب سے تیز ہو رہی تھی۔ اس خاموش کمرے میں باہر کی دنیا کا شور جیسے تھم گیا تھا۔ عدنان نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا، جیسے وہ اسے بتانا چاہتا ہو کہ چاہے دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے، وہ اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔

"تم میری ہمت ہو حفصہ، ہمیشہ ایسے ہی ساتھ رہنا،" عدنان نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو حفصہ کے چہرے پر حیا کی لالی پھیل گئی۔

"ہمیشہ عدنان۔۔۔میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں،"

اس نے عدنان کے سینے پر سر ٹکاتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔

اس وقت اس بند کمرے میں صرف دو دھڑکتے دل تھے عدنان نے کچھ دیر ایسے رہنا ہی ٹھیک سمجھا تھا وہ دونوں ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے سکون محسوس کر رہے تھے آج تو حفصہ کو بھی اپنے شوہر کی قربت کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی اس لیے اس نے زیادہ احتجاج نہیں کیا تھا۔

"حفصہ"

عدنان نے ایک بار پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"الماری میں تمھارے لیے ایک خوبصورت ساڑھی ہے کیا تم وہ میرے لیے پہن سکتی ہو"

عدنان نے پیچھے ہوتے ہوئے کہا تو حفصہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

عدنان کی اس خواہش پر حفصہ نے حیرانی سے اسے دیکھا، اس کے چہرے پر حیا کے ساتھ ساتھ ایک انجانہ ساڈر بھی لہرایا تھا۔ عدنان نے اسے اشارہ کیا تھا الماری کی طرف جانے کا عدنان کے اشارے پر اس نے آہستہ سے قدم الماری کی طرف بڑھائے اور جیسے ہی اسے کھولا، اس کی نظر ایک شاندار سفید (آف وائٹ) رنگ کی ٹشو ساڑھی پر پڑی جو کہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔

"عدنان... یہ کتنی خوبصورت ہے،"

اس نے ساڑھی کو چھو کر دیکھا، پہلی ہی نظر میں اسے وہ ساڑھی بہت پسند آئی تھی۔

"لیکن جب تم پہنو گی تو ہاٹ لگو گی"

عدنان نے بے باقی سے اس کے پیچھے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تھا حفصہ جو کہ ساڑھی دیکھ کر بہت خوش تھی عدنان کی بات پر سرخ ہو گئی تھی لیکن جیسے ہی اس کی نظر اس کے ساتھ موجود بلاؤز پر پڑی، اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ وہ بلاؤز گلے سے کافی گہرا تھا اور اس کی کمر کا حصہ بھی خاصا نمایاں کرنے والا ڈیزائن تھا۔

"نہیں عدنان! میں یہ نہیں پہن سکتی۔ یہ... یہ بلاؤز بہت زیادہ 'بولڈ' ہے،"

حفصہ نے ساڑھی واپس رکھتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا اور مڑ کر عدنان کی طرف دیکھا جو اس کے پیچھے کھڑا بڑے اشتیاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عدنان نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ قدم اس کی طرف بڑھائے اور بلکل قریب آ گیا۔

"کیوں نہیں پہن سکتیں؟ میری بیوی ہے تم، اور یہ ساڑھی میں خود تمہارے لیے لایا ہوں۔ کیا مجھے حق نہیں ہے کہ میں اپنی پسند کے رنگ اور لباس میں تمہیں دیکھ سکوں؟"

اس کے لہجے میں ایسی مٹھاس اور خماری تھی کہ حفصہ کے احتجاج کی دیواریں گرنے لگیں۔

"حق تو ہے، لیکن عدنان... یہ بلاؤز بہت زیادہ ڈیپ (Deep) ہے، میں بہت 'ان کمفرٹیبل' محسوس کروں گی،"

حفصہ نے نظریں جھکاتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔

عدنان نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ بلند کیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"حفصہ، اس کمرے میں میرے علاوہ اور کون ہے؟ اور میں اپنی بیوی کے حسن کی ستائش نہیں کروں گا تو کون کرے گا؟ پلیز... صرف میرے لیے۔ آج کی رات میں سب کچھ بھول جانا چاہتا ہوں، بس تم ہو اور میں۔"

اس کے لہجے میں موجود والہانہ پن اور محبت بھری ضد کے سامنے حفصہ آخر تھک ہار گئی۔ کیوں کہ وہ جانتی تھی اس کا دیوانہ شوہر ناراض ہو جائے گا اگر اس نے اس کی بات نہ مانی اور حفصہ سے اس کی ناراضگی بلکل بھی برداشت نہیں ہوتی تھی اس لیے اس نے معصومیت سے سر ہاں میں ہلا دیا اس نے خاموشی سے ساڑھی اٹھائی اور واشروم کی طرف بڑھ گئی، جبکہ عدنان کے لبوں پر ایک گہری مسکراہٹ سج گئی۔

کچھ دیر گزرا عدنان کافی بے تابی سے بہار کھڑا اس کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا لیکن وہ تھی کہ باہر آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی اتی بھی کہاں سے خود کو دیکھ کر اسے خود شرم آ رہی تھی تو وہ عدنان کے سامنے کیسے جاتی اس وقت وہ واشروم کے آئینے میں خود کو دیکھ رہی تھی اور شرما بھی رہی تھی خود کو اس بات کے لیے تیار کر رہی تھی کہ عدنان اس کا شوہر ہے اسے ہر حال میں دیکھنے کا عدنان کو حق ہے وہ اپنی سوچوں میں تھی باہر عدنان بیچارے کا بے صبری سے برا حال تھا اخر تھوڑی دیر بعد جب واشروم کا دروازہ کھلا اور حفصہ باہر نکلی، تو عدنان کی سانسیں جیسے تھم گئیں۔

سفید ساڑھی جو سلک ٹشو ٹائیپ کی تھی چمک رہی تھی اس کے شفاف آنچل سے اس کی مرمریں کمر جھلک رہی تھی، جس پر لپٹی باریک کمر بند (Chains) اس کے بدن کے تراش کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔ یہ اسی ساڑھی میں موجود تھی تو مجبوراً حفصہ کو ڈالنی پڑی تھی ساڑھی کا فیبرک اتنا نفیس تھا کہ اس کے جسم کے ساتھ چپک سا گیا تھا۔ گہرے گلے کے بلاؤز نے اس کی گردن اور شانوں کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیے تھے۔ اس نے اپنے بالوں کو ایک طرف کندھے پر گرایا ہوا تھا، اور چہرے پر معمولی سا میک اپ اس کے قدرتی حسن کو نکھار رہا تھا۔

عدنان اسے دیکھ کر جیسے سحر زدہ ہو گیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا، اس کی نظریں حفصہ کے سراپے پر جمی تھیں۔ حفصہ نے شرم سے اپنی نظریں فرش پر ٹکا دیں، اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے اپنے کانوں میں سنائی دے رہا تھا۔

"حفصہ... تمہارا یہ حسن مجھے پاگل کر دے گا"

عدنان نے اس کے بالکل قریب پہنچ کر سرگوشی کی، اس کی آواز میں گہرا ارتعاش تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ حفصہ کی کمر پر رکھا، جہاں ساڑھی نہیں تھی اس کے جلد کا لمس اسے دیوانہ کر رہا تھا۔ حفصہ نے گھبرا کر اپنا ہاتھ عدنان کے سینے پر رکھا۔

"عدنان... بس کریں نا۔"

حفصہ نے گھبرا کر کہا تھا اسے ابھی سے ہی عدنان کی آنکھوں میں موجود دیوانگی سے ڈر لگ رہا تھا۔

"کیسے بس کروں؟ آج تو تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا،"

عدنان نے جھک کر اس کی گردن پر اپنے تپتے لب رکھ دیے۔ حفصہ کے جسم میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی اور اس نے بے اختیار عدنان کا کندھا مضبوطی سے تھام لیا۔ کمرے کی مدھم روشنی میں وہ دونوں تمام تر دنیاوی فکروں سے آزاد، ایک دوسرے کی قربت کے حصار میں قید ہو چکے تھے عدنان کے تپتے ہونٹ حفصہ کو تڑپا رہے تھے۔

عدنان کے تپتے ہونٹ حفصہ کی گردن پر کسی دہکتے شعلے کی مانند محسوس ہو رہے تھے۔ حفصہ کا پورا وجود لرز رہا تھا، اس نے شدتِ جذبات سے اپنی آنکھیں سختی سے موند لیں اور اس کے ہاتھ عدنان کے کندھوں میں پیوست ہو گئے۔ عدنان کی سانسوں کی تپش اس کی سماعتوں میں دھماکے کر رہی تھی اور اس کی نظروں میں موجود خمار اب جنون کی حدوں کو چھونے لگا تھا۔

"عدنان۔۔۔پلیز۔۔۔"

حفصہ کے لبوں سے نکلی یہ التجاء عدنان کے لیے کسی ایندھن کا کام کر گئی۔ اس نے اپنے لب حفصہ کی گردن سے ہٹا کر اس کے کان کے قریب کیے، جہاں اس کے سانسوں کا تلاطم حفصہ کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کر رہا تھا۔

"آج کوئی پلیز نہیں حفصہ۔۔۔آج صرف میں اور تم،اور خبردار مزاحمت کی اس کی سزا بھی ملے گی"

عدنان نے خمار آلود لہجے میں سرگوشی کی اور اسے سراہا بھی عدنان اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔اس کی نظریں حفصہ کے لرزتے ہوئے گلابی لبوں پر ٹھہر گئیں، جو اس وقت کسی پیاسے کی پکار بنے ہوئے تھے۔عدنان نے اپنے تپتے لب حفصہ کے لبوں پر رکھ دیے۔وہ کس (Kiss) اتنی گہری اور جنونی تھی کہ حفصہ کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی۔اس نے بے اختیار عدنان کی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔اس خاموش کمرے میں صرف ان کی سانسوں کے ٹوٹنے اور جڑنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔عدنان کے ہاتھ حفصہ کی ننگی کمر پر پھسلتے ہوئے اسے مزید اپنے حصار میں بھینچ رہے تھے۔اسے کس کیے وہ مدہوش ہو گیا تھا اسے تو حفصہ کی سانسوں کا خیال بھی نہ رہا لیکن جب احساس ہوا تو وہ پیچھے ہو گیا تھا لیکن ایک بار پھر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ دیے تھے۔

کچھ پل بعد عدنان پیچھے ہٹا، اس کی نظریں اب حفصہ کے بلاؤز کے اس گہرے گلے پر جمی تھیں جہاں اس کا وجود بے نقاب ہو رہا تھا حفصہ کی آنکھوں میں حیا کی سرخی اور تڑپ کا عجیب امتزاج تھا۔ عدنان نے جھک کر اس کے کندھے پر ہونٹ رکھے تھے اس کے وجود کی خوشبو میں کھویا ہوا اس نے ایک گہرا بائٹ (Bite) اس کے گردن پر کیا جس پر حفصہ کی ایک دبی ہوئی سسکی نکل گئی اور اس نے درد و لذت کے ملے جلے احساس سے اپنا سر عدنان کے سینے پر پٹخ دیا کیوں کہ اب عدنان اس سے پیچھے ہو گیا تھا اس لیے اس نے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا

"سس۔۔۔عدنان،"

اس کی سسکی پر عدنان کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

"تمہارا یہ روپ مجھے کسی بھی حد تک جانے پر مجبور کر سکتا ہے،"

عدنان نے مدہوشی میں کہا اور ایک جھٹکے سے حفصہ کو اپنی باہوں میں اٹھا لیا۔ حفصہ نے گھبرا کر اپنے بازو اس کی گردن کے گرد حمائل کر لیے۔ ساڑھی کا آنچل اس کے شانوں سے ڈھلک کر فرش کو چھو رہا تھا، جو ان کے درمیان پیدا ہونے والی بے تکلفی کا گواہ بن رہا تھا۔

عدنان نے اسے نہایت نرمی سے بیڈ پر لٹایا اور خود اس کے اوپر جھک گیا۔ سفید ٹشو ساڑھی بیڈ کی چادر پر پھیلی ہوئی کسی بادل کی طرح لگ رہی تھی جس کے بیچ حفصہ ایک چمکتا ہوا چاند معلوم ہو رہی تھی۔ عدنان نے اس کے بالوں کی ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اس وقت صرف عدنان کا عکس بسا تھا۔

"آج رات میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ تم میرے لیے کتنی اہم ہو حفصہ۔۔۔ تم صرف میری بیوی نہیں، میری زندگی ہو،"

عدنان نے اس کے ماتھے پر پیار کیا اور پھر اس کے گالوں کو چومتے ہوئے آہستہ آہستہ نیچے کی طرف بڑھنے لگا۔ حفصہ نے مدہوشی میں اپنی انگلیاں عدنان کے بالوں میں پھنسا دیں، اس کا پورا وجود اس کی قربت کے لمس سے پگھل رہا تھا۔ کمرے کی مدھم روشنی ان کے سائے دیواروں پر بکھیر رہی تھی، جہاں دو وجود ایک دوسرے کی روح میں اتر جانے کے لیے بے چین تھے۔ عدنان کی محبت بھری سرگوشیاں اور حفصہ کی دبی دبی سسکیاں اس رات کے سکون کو ایک نئے رنگ میں ڈھال رہی تھیں، جہاں تمام ترغم، سازشیں اور حویلی کی تلخیاں اس دروازے کے باہر ہی رہ گئی تھیں۔

وہ کمرے میں ائی اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کمرے میں کچھ ایسا ہوا ہو گا موسی کے جانے کے بعد وہ اکیلے رہنے سے ڈرنے لگی جی اب وہ زیادہ تر یا تو ایت بیگم کے پاس ہوتی تھی یا عافیہ بیگم کے پاس یا پھر کنزہ بیگم کے پاس سبھی اس کا بہت اچھے سے خیال رکھ رہی تھی لیکن ایت بیگم خود ٹوٹی ہوئی تھی اپنے بیٹے کے غم میں ان کا دل کہتا تھا ان کا بیٹا بھی قصور ہے لیکن سب نے اسے قصوروار بنا دیا تھا یہاں تک کہ روح نے بھی یہ بات ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی روح کمرے میں ائی تو کمرے کو دیکھ کر بہت زیادہ حیران ہوئے پورا کمرہ مکمل طور پر سرخ گلابوں ہارٹ شیپ کے غباروں اور کینڈلز سے سجا ہوا تھا۔

روح کے قدم کمرے کی دہلیز پر ہی تھم گئے۔اس کی آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی کے رنگ نمایاں تھے۔کمرے کی فضا کسی سحر انگیز خواب کا منظر پیش کر رہی تھی۔سفید ٹائلز والے فرش پر جابجا سرخ گلاب کی پتیوں کا قالین بچھا تھا، جو بیڈ تک ایک راستہ بنا رہی تھیں۔کمرے کے وسط میں ہارٹ شیپ (دل کی شکل) کے درجنوں سرخ اور سنہری غبارے چھت سے لٹک رہے تھے، جن کے ساتھ لٹکتی ہوئی ریشمی ڈوریاں ہوا کے دوش پر ہلکے سے لہرا رہی تھیں۔کمرے کی تمام لائٹس بند تھیں، مگر پورا کمرہ سفید اور زرد کینڈلز (شمعوں) کی مدھم اور مسحور کن روشنی میں نہا رہا تھا۔ان موم بتیوں سے اٹھنے والی دھیمی دھیمی خوشبو نے کمرے کے ماحول کو مزید رومانوی بنا دیا تھا۔

بیڈ کے بالکل سامنے والی دیوار پر الفابیٹ کی مدد سے

Happy Birthday Rooh e Musa لکھا ہوا تھا، جس کے نیچے میز پر ایک انتہائی خوبصورت دو منزلہ چاکلیٹ کیک رکھا تھا جس پر "روحِ موسیٰ" سنہری حروف سے لکھا تھا۔ روح کے ذہن و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آج اس کی سالگرہ ہے پچھلے چند دنوں کی تلخیوں نے اسے دن اور تاریخ سے بے خبر کر دیا تھا۔

"یہ سب..." اس کے لبوں سے بمشکل نکلا ہی تھا کہ کمرے کے ایک گوشے سے ایک جانی پہچانی خوشبو اسے اپنی گرفت میں لینے لگی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہ وہیں کھڑا تھا۔ پرفیوم کی خوشبو سے وہ اندازہ لگا گئی تھی کہ وہ اس کا موسیٰ ہے سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس، کاندھوں پر سفید چادر ڈالے، سردار موسیٰ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی پرانی چمک اور بے پناہ محبت تھی، جو روح کا کل اثاثہ تھی۔

"نکاح کے بعد تمہاری پہلی سالگرہ میں انجان منزلوں پر کیسے گزار سکتا تھا روح؟"

موسیٰ کی دھیمی اور رعب دار آواز کمرے کے سناٹے کو چیرتی ہوئی اس کے دل میں اتری۔ روح کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ایک پل کو اسے لگا کہ شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے، لیکن موسیٰ کے قدموں کی چاپ اور اس کی قربت کی تپش بتا رہی تھی کہ وہ حقیقت میں وہیں موجود تھا۔ وہ تمام دکھ، وہ ساری تنہائی جو پچھلے کئی دنوں سے اس کے گرد حصار باندھے ہوئے تھی، موسیٰ کے ایک جھلک سے سب پگھل گئی تھی۔ وہ بغیر کچھ سوچے سمجھے بھاگ کر آ کر اس کے سینے سے لگی تھی سردار موسیٰ نے بھی اسے اپنی بانہوں میں قید کر لیا تھا۔ سردار موسیٰ نے جب اسے پہلی بار دیکھا تو اس کا دل کٹ کر رہ گیا تھا اپنی بیوی کی حالت دیکھ کر کیوں کہ اس کی روح صدیوں کی بیمار لگی تھی اسے جو ہر وقت حویلی میں اس کے لیے تیار رہتی تھی آج سادی سے شلوار قمیض میں تھی۔

روح نے اپنا سر اس کے مضبوط سینے پر ٹکا دیا تھا اور بے اختیار رونے لگی تھی۔اس کے آنسو سردار موسیٰ کی سیاہ قمیض کو بھگو رہے تھے، مگر اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔وہ تو بس اس حصار میں خود کو محفوظ محسوس کر رہی تھی جس کی اسے برسوں سے عادت تھی۔

"موسیٰ... آپ آ گئے۔آپ جانتے ہیں میں کتنا تڑپی ہوں اپ کے لیے" روح نے سسکیوں کے درمیان بمشکل کہا۔سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔اس کی نظریں روح کے زرد پڑے ہوئے چہرے اور آنکھوں کے گرد پڑے سیاہ حلقوں پر ٹھہر گئیں تو اس کے اپنے دل میں ہوک سی اٹھی۔اس کی روح،اس کی زندگی کی چمک ماند پڑ رہی تھی۔اس نے انگوٹھے سے روح کے گالوں پر بہتے آنسو پونچھے، مگر وہ تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

"میں تمہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑ سکتا روح۔ میں تو تمہاری سانسوں میں بستا ہوں۔ بس کچھ وقت کی مجبوریاں ہیں، کچھ مصلحتیں ہیں، لیکن تمہاری یہ پہلی سالگرہ... میں دنیا کے کسی بھی کونے میں ہوتا، تمہارے پاس ضرور پہنچتا، کیوں کہ میں اپنی بیوی کا یہ دن سب سے زیادہ حسین بنانا چاہتا ہوں"

موسیٰ نے اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے نہایت گداز لہجے میں کہا روح کے اندر سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔

"آپ کو پتہ ہے میں کتنی ڈر گئی تھی؟ حویلی کی دیواریں مجھے کاٹنے کو دوڑتی تھیں۔ مجھے آپ پر خود سے بھی زیادہ یقین ہے میرا موسیٰ کبھی بھی کچھ غلط نہیں کر سکتا"

روح نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔ موسیٰ کے لبوں پر ایک محبت بھری مسکراہٹ آئی۔

"تمہارا یہی یقین تو میری طاقت ہے روح۔اسی یقین کے سہارے میں اس مشکل وقت کو کاٹ رہا ہوں۔ لیکن آج کا دن دکھوں کا نہیں ہے، آج میری روح کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہے آخر اج کے دن ہی میری جان ہماری زندگی میں آئی تھی"

اس نے روح کا ہاتھ تھاما اور اس کو محبت دے دیکھ کر بول رہا تھا۔

"جانتی ہو یہ دن میرے لیے بہت خاص ہے تم ایک سال کی تھی جب چاچا سائیں تمھیں لے کر آئے تھے مجھے اب بھی یاد ہے میں اس وقت 9 سال کا تھا مجھے تم بہت کیوٹ اور پیاری لگی تھی روح"

موسیٰ مسکرا کر بولا اس کی بات پر روح تھوڑی اداس ہو گئی تھی موسیٰ نے یہ بات محسوس کی تھی۔

"جانتی ہو روح، جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا، تم ایک ننھی سی گڑیا جیسی تھیں۔ میں نے اسی وقت اپنے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس معصومیت کی ہمیشہ حفاظت کروں گا تب میں نے بھائی بن کر یہ عہد کیا تھا اپنی سب ہی بہنوں کی حفاظت کروں گا لیکن مجھے کیا پتہ تھا میری زندگی بن جاؤ گی تم

موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا، اس کی آواز میں وہ گہرا لاڈ تھا جو صرف روح کے لیے مخصوص تھا۔ روح نے آنسوؤں کے دھندلکے سے موسیٰ کو دیکھا، اس کی باتیں کسی مرہم کی طرح اس کے زخموں پر لگ رہی تھیں۔

"موسیٰ... کاش وقت وہیں تھم جاتا۔ کاش ہمیں ان تلخیوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ کے بغیر ہر لمحہ ایک قیامت کی طرح گزرا ہے۔"

روح کی آواز پھر سے بھرائی اور ایک آنسوں اس کی پلکوں سے پھسل کر گال پر آ گرا۔

"ششش... اب بس روح! میں نے کہا نا کہ آج کا دن آنسوؤں کا نہیں ہے۔ تمہارے یہ آنسو میرے دل پر تیر بن کر لگتے ہیں۔ کیا تم چاہتی ہو کہ میں یہاں سے دکھ بھرے دل کے ساتھ جاؤں؟"
موسیٰ نے فوراً اپنی پوروں سے اس آنسو کو راستہ بدلنے پر مجبور کر دیا اور بہت نرمی سے اس کے گالوں کو تھپتھپایا۔

"نہیں... ہرگز نہیں!
روح نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا اور اپنے ہاتھوں سے آنسو پونچھنے لگی۔

"میں نہیں روؤں گی، بس آپ مجھے یقین دلائیں کہ آپ کہیں دور نہیں جا رہے۔ آپ یہیں ہیں، میرے پاس۔"

موسیٰ نے اسے دوبارہ اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا اور اس کے سر پر اپنا تھوڑی ٹکائی۔

"روح، میں کہیں نہیں گیا۔ دشمن جتنا مرضی جال بن لے، وہ روح اور موسیٰ کو جدا نہیں کر سکتا۔ میں سائے کی طرح تمہارے ساتھ ہوں، ہاشم اور عدنان سب جانتے ہیں۔ بس تھوڑا سا حوصلہ اور رکھو، بہت جلد یہ اندھیری ختم ہو گی اور میں سب کے سامنے تمہارا ہاتھ تھام کر تمہیں وہ مقام دوں گا جو کہ کبھی تمہارا تھا تم سردار موسی کی عزت ہو کوئی تمھیں کچھ کہے میں اس کی جان نکال دوں"

"مجھے صرف آپ چاہیے موسیٰ، مقام یا عزت نہیں۔ مجھے بس آپ کا ساتھ چاہیے،"

روح نے اس کی قمیض کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ لیا جیسے اسے ڈر ہو کہ وہ پھر سے کہیں غائب نہ ہو جائے۔

"میرا ساتھ ہمیشہ تمہارے لیے ہے جانِ موسیٰ! اب مسکرا دو، دیکھو میں تمہارے لیے کیا لایا ہوں،"

موسیٰ نے اسے خود سے تھوڑا دور کیا اور بیڈ پر پڑے ایک چھوٹے سے مخملی ڈبے کی طرف اشارہ کیا۔ روح کی نظریں اس ڈبے پر پڑیں، مگر اس کے لیے سب سے بڑا تحفہ خود موسیٰ کی موجودگی تھی۔ موسیٰ نے آگے بڑھ کر وہ ڈبہ اٹھایا اور اسے کھولا، جس میں ہیرے کی ایک نہایت نفیس اور نازک سی انگوٹھی (Ring) چمک رہی تھی۔

"موسیٰ یہ ع بہت مہنگی ہے"

روح نے حیرت انگیز لہجے میں کہا تھا موسیٰ بس ہلکا سا مسکرا دیا اس نے روح کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور وہ انگوٹھی اس کی انگلی میں پہناتے ہوئے اس کے ہاتھ کو چوم لیا۔

"یہ اس بات کی نشانی ہے کہ روحِ موسیٰ صرف موسیٰ کی ہے، اور ہمیشہ رہے گی۔"

روح نے چمکتی ہوئی انگوٹھی کو دیکھا اور پھر موسیٰ کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور آخر کار اس کے لبوں پر وہ مسکراہٹ کھل اٹھی جس کے لیے موسیٰ تڑپ رہا تھا۔

"ہیپی برتھ ڈے روح!"

موسیٰ نے دوبارہ اسے اپنے سینے سے لگالیا، اب کمرے کا ماحول اداسی سے نہیں بلکہ ایک سچی اور لازوال محبت کی خوشبو سے مہک رہا تھا۔

"روح"

سردار موسیٰ نے اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے پکارا تھا۔

"جی موسیٰ"

روح نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

"میں تمھارے لیے ایک پیارا سا ڈریس لایا ہوں میں چاہتا ہوں وہ تم پہن کر آؤ اس کے بعد ہم کیک کاٹیں گیں یہ روح مجھے بالکل ابھی نہیں لگ رہی"

سردار موسیٰ نے اسے خود سے دور کرتے ہوئے کہا تو روح نے فوراً سے ہاں میں سر ہلایا کیوں کہ وہ بھی اپنے شوہر کے لیے اج اچھا سا تیار ہونا چاہتی تھی۔

"ڈریس کہاں ہے"

روح نے موسی کو دیکھ کر پوچھا تو اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا جہاں پر ایک شاپنگ بیگ پڑا تھا۔ روح نے صوفے پر رکھے شاپنگ بیگ کی طرف قدم بڑھائے اور جیسے ہی بیگ سے وہ لباس نکالا، اس کے گالوں پر حیا کی گہری سرخی دوڑ گئی۔ وہ ایک انتہائی دلکش اور جدید کٹ والا مرون (Maroon) رنگ کا لباس تھا جس کا گلا گہرا اور ڈیزائن بے باک تھا۔ روح نے بیگ واپس صوفے پر رکھا اور موسیٰ کی طرف مڑ کر نفی میں سر ہلایا۔

"موسیٰ! یہ... یہ میں کیسے پہن سکتی ہوں؟ یہ بہت زیادہ بولڈ ہے، میں کبھی ایسے کپڑوں میں آپ کے سامنے نہیں آئی اور نہ ہی آسکتی ہوں،" روح نے ہکلاتے ہوئے کہا، اس کی نظریں شرم سے جھک گئی تھیں۔ موسیٰ نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف قدم بڑھائے اور اس کے بالکل قریب آکر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کے لہجے میں موجود مخصوص خماری تھی جس نے روح کو قدم ڈگمگانے پر مجبور کیا تھا۔

"روح، اس کمرے کی چار دیواری میں صرف تمہارا موسیٰ ہے، اور تمھارا شوہر ہے"

موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ بلند کیا۔

"تم میری بیوی ہو میری عزت ہو روح، کیا آج مجھے اپنی ہی بیوی کو اپنے پسند کے لباس میں دیکھنے کا حق بھی نہیں؟"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تھا۔

"موسی ایسی بات نہیں ہے لیکن میں یہ نہیں پہن سکتی اپ دیکھیں نا کتنا بیہودہ ہے"

روح اسے منع نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی اسے منع کر رہی تھی۔۔

"یہ لباس میں نے خود تمھارے لیے جا کر خریدا ہے اور میں کب سے یہی سوچ رہا ہوں میری مرون رنگ کی کلی اس میں کیسی قیامت ڈھائے گی۔"

سردار موسیٰ کی انکھوں میں موجود جنون کو روح کافی اچھے سے دیکھ سکتی تھی۔

"روحِ موسیٰ اگر موسیٰ کے سامنے ہی شرمائے گی، تو اس کی دیوانگی کا حق کون ادا کرے گا؟"

سردار موسیٰ کی اس بات پر روح نے گھبرا کر سردار موسی کی جانب دیکھا وہ اس کی باتوں کا مطلب سمجھ رہی تھی لیکن کچھ بولنے کی ہمت نہ ہوئی روح میں۔

"آج کی رات میں تمہیں وہ روح دیکھنا چاہتا ہوں جو صرف میری ہے، دنیا کی فکر سے آزاد اور میری محبت میں چور۔"

سردار موسیٰ یہ کہہ کر خاموش ہوا روح اس کی باتوں کے جادو میں ایسی جکڑی کہ خاموشی سے وہ لباس اٹھایا اور واشروم کی طرف بھاگ گئی۔ کافی دیر گزر گئی، موسیٰ باہر کھڑا بے صبری سے اس کا انتظار کر رہا تھا، مگر روح تھی کہ باہر آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ آئینے میں خود کو دیکھ کر تذبذب کا شکار تھی کہ موسیٰ کے سامنے اس حال میں کیسے جائے گی۔

"روح! اگر تم اگلے ایک منٹ میں باہر نہ آئیں، تو یاد رکھنا سردار موسیٰ کو یہ دروازے کھولنے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا اور بن کہے اندر آنا بھی۔ میں ویت کر رہوں ہوں جلدی آؤ"

آخر کار موسیٰ کا صبر جواب دے گیا، اس نے واشروم کے دروازے پر دستک دی اور بھاری آواز میں دھمکی دی۔ موسیٰ کی دھمکی کام کر گئی۔ دروازہ دھیرے سے کھلا اور روح دروازے پر ہی کھڑی تھی، موسیٰ کو اپنی سانسیں حلق میں اٹکتی محسوس ہوئی تھی۔ وہ مرون رنگ کا چھوٹا اور فٹنگ والا لباس اس کے جسم پر کسی دوسری جلد کی طرح جچا ہوا تھا۔ لباس کا گہرا اگلا (Cowl neck) اس کی صراحی دار گردن اور مرمریں شانوں کی خوبصورتی کو نمایاں کر رہا تھا۔ لباس کے اطراف میں لٹکتی ڈوریاں اس کے سراپے میں ایک عجیب سی کشش پیدا کر رہی تھیں۔ اس نے اپنے سیاہ بال ایک طرف کندھے پر گرائے ہوئے تھے اور حیا کے مارے اس کا چہرہ کسی دہکتے انگارے کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اور اس کی سفید مخملی ٹانگیں اس لباس سے نمایاں تھی ان پر کوئی کپڑا نہیں تھا۔ موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا

اور سحر زدہ قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔اس کی نظریں روح کے وجود کے ایک ایک تراش پر ٹھہر رہی تھیں۔اس نے روح کی کمر کے گرد بازو حمائل کر کے اسے خود سے بالکل لگا لیا۔

"اتنا حسن اپنے ہی شوہر سے چھپا رہی تھی سب میں موسیٰ کو مارنے کا ارادہ ہے کیا میری ہوٹ کوئین،"
موسیٰ نے اس کے کان کے پاس جھک کر انتہائی سیکسی انداز میں سرگوشی کی۔

"میں نے تو صرف اتنا سوچا تھا تم ہوٹ لگو گی، مگر تم تو اس وقت کوئی نشہ لگ رہی ہو...ایک ایسا نشہ جس سے میں کبھی نکلنا نہیں چاہتا۔آج کے بعد مرون رنگ میرا پسندیدہ ہو گا"

اس کے وجود کی گہرائیوں کو دیکھتے ہوئے وہ بول رہا تھا روح نے تڑپ کر اس کے سینے پر ہاتھ رکھا، اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا وہ ابھی باہر آجائے گا، جبکہ سردار موسیٰ کی نظریں روح کے لرزتے ہوئے گلابی لبوں پر مرکوز تھیں جن پر حیا کی سرخی کسی گہرے گلاب کی طرح کھل رہی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ روح کی کمر پر مزید کس دیے، جس سے روح کا نازک وجود اس کے سینے سے مکمل طور پر پیوست ہو گیا۔ روح کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں اور وہ چاہ کر بھی موسیٰ کی آنکھوں میں موجود اس آتشیں جنون کا مقابلہ نہیں کر پا رہی تھی۔

سردار موسیٰ نے مزید انتظار کرنا گوارا نہ کیا اور نہایت والہانہ انداز میں جھک کر اپنے تپتے لب روح کے لبوں پر رکھ دیے۔ وہ کس (Kiss) اتنی جنونی سے کر رہا تھا کہ روح کے جسم سے جیسے جان ہی نکل گئی ہو۔ روح نے بے اختیار موسیٰ کے چوڑے شانوں کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ اس خاموش کمرے میں صرف ان کی تیز ہوتی سانسوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

موسیٰ نے اس کے لبوں سے الگ ہو کر اپنا چہرہ اس کے دہکتے گالوں کی طرف موڑا اور وہاں اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔

"تمہاری یہ خوشبو... یہ مجھے پاگل کر دیتی ہے روح،" موسیٰ نے مدہوشی میں ڈوبی آواز میں کہا اور اپنا سر روح کے ریشمی بالوں میں چھپا لیا۔ وہ ان بالوں کی مہک اور روح کے وجود کی تپش میں خود کو گم کر چکا تھا۔ روح کے کندھے پر گرتی اس کی گرم سانسیں اسے سنسنا رہی تھیں۔ موسیٰ نے اس کے بالوں کو ہٹا کر اس کی صراحی دار گردن پر اپنے لب رکھے، جہاں روح کا دل زور و شور سے دھڑک رہا تھا۔ روح کی ایک دبی ہوئی سسکی نکلی اور اس نے اپنی آنکھیں سختی سے موند لیں۔

"موسیٰ... کیک..."

روح نے بوجھل آواز میں اسے یاد دلانے کی کوشش کی، مگر اس وقت موسیٰ کسی اور ہی دنیا میں تھا۔

"کیک سے زیادہ میٹھی تم ہو میری جان... آج کی رات صرف میری دیوانگی کی ہے،"

موسیٰ نے اس کے کان کی لو کو چھوتے ہوئے سرگوشی کی، جس سے روح کے پورے بدن میں بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ اس کے سحر میں مکمل طور پر گرفتار ہو چکی تھی، حویلی کے دکھ اور دنیا کے خوف اس ایک لمحے میں کہیں بہت پیچھے چھوٹ گئے تھے۔

سردار موسیٰ کے لہجے کی خمار آلود مٹھاس نے روح کے وجود میں اک ارتعاش سا پیدا کر دیا تھا۔ موسیٰ نے نہایت نرمی سے اسے خود سے تھوڑا دور کیا وہ چاہتا تو نہیں تھا لیکن پہلے وہ اپنی بیوی کو کیک کھلانا چاہتا تھا اس کے بعد خود کھانا چاہتا تھا اپنا کیک مگر اس کی نظریں اب بھی روح کے سراپے پر جمی تھیں۔ وہ اسے ہاتھ سے تھام کر اسے بیڈ کی طرف لایا جہاں وہ دو منزلہ چاکلیٹ کیک اپنی پوری رعنائی کے ساتھ بیچ میں رکھا تھا۔ موسیٰ نے روح کو بیڈ پر بیٹھایا خود بھی اس کے ساتھ ہی آ کر بیٹھ گیا سردار موسیٰ نے ساتھ رکھی چھری (Knife) اٹھائی اور روح کے لرزتے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھ کر کیک کاٹا۔

"ہیپی برتھ ڈے، میری زندگی!"

موسیٰ کی بھاری آواز اس کے کان کے پاس گونجی۔ روح نے شرماتے ہوئے کیک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا توڑا اور موسیٰ کی طرف بڑھایا، لیکن موسیٰ نے اس کا ہاتھ وہیں روک دیا۔ اس کے لبوں پر ایک شرارتی اور بے باک مسکراہٹ سج گئی۔

"میں نے کہا تھا نا روح... کہ آج کی رات صرف میری دیوانگی کی ہے،"

موسیٰ نے سرگوشی کی۔اس نے روح کی انگلیوں سے کیک کا ٹکڑا لیا اور اسے روح کے گلابی لبوں کے پاس لے آیا روح نے تھوڑا سا کھایا تھا موسیٰ نے روح کے لبوں پر بھی تھوڑا سا لگا دیا۔روح حیرت اور حیا سے اسے دیکھ رہی تھی کہ اگلے ہی پل موسیٰ نے جھک کر اس کے ہونٹوں پر لگے اس چاکلیٹ کیک کو اپنے لبوں سے سمیٹنا شروع کر دیا۔روح کی آنکھیں جیسے ساکت ہو گئیں اور اس نے بے اختیار موسیٰ کا سہارا لیا۔موسیٰ کے تپتے لب اس کے ہونٹوں کی مٹھاس اور کیک کے ذائقے کو ایک کر رہے تھے۔کافی دیر اپنی من مانی کرنے کے بعد وہ پیچھے ہوا تھا اس کی بیوی سانسوں کے لیے تڑپ رہی تھی

"بہت میٹھا ہے کیک"

موسیٰ نے اس کے لبوں سے الگ ہو کر نہایت خمار بھری آواز میں کہا۔اس کی آنکھوں میں اب وہ جنون تھا جسے دیکھ کر روح کا سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا۔اس نے ایک بار پھر روح کو اپنی باہوں میں بھرا اور اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپا کر گہرا سانس لیا۔

"آج کا یہ رات یہ خوشبو اور تمہارا یہ روپ... سردار موسیٰ کی روح میں ہمیشہ کے لیے قید ہو گیا ہے۔"

روح نے مدہوشی میں اپنا سر اس کے سینے پر ٹکا دیا۔ سردار موسیٰ نے کیک کربیڈ سے اٹھا کر سائیڈ ڈرائر پر رکھا اور روح کو دھکا دے کر بیڈ پر گرایا خود اس کے اوپر آ گیا تھا اس وقت وہ خماری کی انتہا پر تھا اب اسے کسی کی پرواہ نہ تھی رخصتی ہو نہ ہو اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا اور روح کا یہ حولیا اسے کہاں اب دور رہنے دیتا۔اس نے روح کے پورے وجود پر نظریں دوڑائیں اور اس کے بارے اب روح کے بازوؤں پر تھے۔

سردار موسیٰ کی نظروں میں اس وقت جو تپش تھی، وہ روح کے گرد و پیش کی تمام سردی کو ختم کر چکی تھی۔ مرون لباس میں ملبوس روح کا مخملی وجود بیڈ کی سفید چادر پر بکھرا ہوا تھا۔ موسیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اس کے سر کے دونوں طرف بیڈ پر جما دیے اور اس کے چہرے کے بالکل قریب آ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں نے تم سے دور رہنے کا جو عہد کیا تھا، وہ تمہارے اس روپ نے ایک ہی لمحے میں راکھ کر دیا ہے روح..." موسیٰ کی آواز میں اک عجیب سی بھاری پن اور جنون تھا۔ اس نے جھک کر روح کے شانے پر موجود لباس کی باریک ڈوری کو اپنی انگلیوں سے چھوا، جس سے روح کے پورے بدن میں سنسنی دوڑ گئی۔ موسیٰ کے لب اب روح کی گردن کے اس مقام پر تھے جہاں اس کی شہ رگ تھی۔ اس نے وہاں ایک تپتا ہوا لمس چھوڑا، جس پر روح کے لبوں سے ایک بے اختیار سسکی نکلی اور اس نے اپنی آنکھیں سختی سے موند لیں۔

"موسیٰ... کوئی آ جائے گا،"

روح نے لرزتی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، مگر اس کی آواز خود اس کے جذبات کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"دروازہ بند ہے اور اس وقت کائنات کی کوئی طاقت تمہیں مجھ سے دور نہیں کر سکتی۔ آج تم صرف میری ہو روحِ موسیٰ... مکمل طور پر میری،" موسیٰ نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور اس کے بعد اس کے لبوں کا رخ کیا۔

"روح کیا مجھے اجازت ہے"

اچانک ہے سردار موسیٰ نے پوچھا تھا اس کی بات پر روح خاموش ہو گئی تھی وہ سمجھ نہیں پائے تھے وہ کیا بولے اور کیا نہیں وہ بس بلکل خاموش تھی۔

"ایسے نہیں چلے گا بتاؤ روح"

سردار موسیٰ نے اس کو خاموش اور شرم وہ حیا کی چادر میں لپٹا دیکھ کر کہا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلا دیا اس کی ہاں کی دیر تھی سردار موسیٰ اس پر جھک گیا تھا اسے گالوں کو چومتے ہوئے ہونٹوں سے ہوتے ہوئے وہ گردن پر آیا اور اس رات کو اپنی روح کے وجود پر اپنی محبت کی داستان لکھ گیا تھا.

صبح فجر کی اذانوں کے وقت اذانوں کی وجہ سے سردار موسیٰ کی آنکھ کھلی تھی اس کی خوبصورت بیوی اس کے اندر سما کر سو رہی تھی اس نے بہت زور سے موسیٰ کو گلے لگایا ہوا تھا کہیں پھر سے وہ اس سے دور نہ ہو جائے لیکن اب کی بار تو موسیٰ کو جانا ہی تھا کیوں کہ اگر کوئی اسے یہاں دیکھ لیتا تو مصلہ ہو جاتا اج وہ صرف اپنی بیوی کی برتھ ڈے کے لیے آیا تھا اس کا دن اسپیشل کرنے کے لیے آیا تھا جب اگلی بار آئے گا تو بے گناہ کو کر آئے گا اور اپنی بیوی کو بھی لے جائے گا یہ اس نے سوچ لیا تھا۔ فضا میں گونجتی اذان کی آواز سردار موسیٰ کو حقیقت کی دنیا میں واپس کھینچ لائی تھی۔ اس نے جھک کر اپنی بانہوں میں مقید روح کو دیکھا، جو کسی معصوم بچے کی طرح اس کے سینے سے لگی گہری نیند کے مزے لے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی سکون کی لہر بتا رہی تھی کہ اسے برسوں بعد یہ نیند نصیب ہوئی ہے۔

موسیٰ نے بہت نرمی سے اس کے ماتھے پر بکھری ہوئی لٹ کو پیچھے کیا اور اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس حصار کو توڑے، لیکن اسے پتہ تھا کہ سورج نکلتے ہی حویلی کے افراد بیدار ہو جائے گی اور اس کا یہاں ہونا روح کے لیے نئی مشکل کھڑی کر سکتا تھا۔

"میری جان... مجھے جانا ہو گا"

موسیٰ نے بہت دھیمی آواز میں سرگوشی کی، گویا وہ اسے جگانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے روح کے بازوؤں کو، جو ابھی بھی اسے مضبوطی سے تھامے ہوئے تھے، آہستہ سے ہٹانے کی کوشش کی تو روح نے نیند میں ہی ایک بے چین سی سسکی لی اور اس کی قمیض کو مزید سختی سے جکڑ لیا۔

"نہیں... موسیٰ... مت جائیں"

وہ خواب آلود آواز میں بڑبڑائی۔ اس کی بند آنکھوں کے گوشوں سے ایک ننھا سا آنسوں نکل کر تکیے میں جذب ہو گیا۔ موسیٰ کا کلیجہ کٹ کر رہ گیا۔ اس نے ایک بار پھر اسے خود سے لگایا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"میں جا رہا ہوں تا کہ ہمیشہ کے لیے واپس آ سکوں۔ موسیٰ کا وعدہ ہے اپنی روحِ موسیٰ سے، اب جب لوٹوں گا تو ہمیشہ کے لیے تمھیں اپنی پناہ گاہ میں لے جاؤں گا۔"

سردار موسیٰ نے ایک بار پھر اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی تھی لیکن روح تڑپ کر اٹھ گئی تھی اس نے سردار موسیٰ کی جانب دیکھا جو کہ اس پر ہی جھکا تھا موسیٰ نے گہری سانس لی اب اس کا جانا بہت مشکل ہو جانا تھا یہ بات موسیٰ بہت اچھے سے جانتا تھا روح کی آنکھیں اب پوری طرح کھل چکی تھیں اور وہ کسی سہمے ہوئے ہرن کی طرح موسیٰ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر خوف اور جدائی کا کرب ایک ساتھ لہرایا تھا۔اس نے ایک پل کی تاخیر کیے بغیر موسیٰ کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں اور اپنا چہرہ اس کے شانے میں چھپا لیا۔

"نہیں موسیٰ ! ابھی تو آپ آئے ہیں ابھی تو میں نے جی بھر کر آپ کو دیکھا بھی نہیں۔آپ پھر سے مجھے اس اندھیری حویلی میں تنہا چھوڑ کر جا رہے ہیں؟"

روح کی آواز رندھ گئی تھی،اس کا پورا وجود لرز رہا تھا۔

موسیٰ نے ایک سرد آہ بھری اور اس کے بالوں کو سہلایا۔

"پوری رات ہی تو دیکھا ہے ایک دوسرے کو اور جیسے دیکھا ہے"
وہ بات ادھوری چھوڑ گیا تھا اس کی بات پر روح نے شرم کے مارے نظریں جھکالی تھی۔

"لیکن پھر بھی نہیں موسیٰ آپ مت جائیں نہ"
روح نے اچانک ہی تڑپ کر کہا موسیٰ اسے دیکھ رہا تھا اس کا خوبصورت چہرہ اس وقت سردار موسیٰ کی قربت کا گواہ تھا اس کے کندھوں پر اور گردن پر سردار موسیٰ کی محبت کے گہرے نشان تھے۔

"میری جان، سمجھنے کی کوشش کرو۔ سورج نکلنے والا ہے، اگر کسی نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو ہماری ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ ہاشم اور عدنان باہر میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ میں وعدہ کرتا ہوں، یہ جدائی زیادہ لمبی نہیں ہو گی۔"

سردار موسیٰ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی کیوں کہ اسے اب کی بار جانا تھا۔

"آپ ہر بار یہی کہتے ہیں موسیٰ! لیکن میرا دل ڈوب رہا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ گئے تو میں سانس لینا بھول جاؤں گی،"

روح نے اسے مزید سختی سے جکڑ لیا۔ اس کے آنسوں موسیٰ کے کندھے پر گر رہے تھے جو اسے پگھلانے کے لیے کافی تھے۔ موسیٰ نے بہت محبت سے اسے خود سے تھوڑا دور کیا اور اس کے بھیگے گالوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میری بہادر روح ایسے ہمت ہارے گی؟ دیکھو، تمہارے وجود پر میرے دیے گئے نشان اس بات کے گواہ ہے کہ تم صرف میری ہو۔ میں جہاں بھی ہوں، صرف اپنج روحِ موسیٰ کا ہوں تمہیں مجھ پر یقین ہے نا؟"

سردار موسیٰ کی بات پر روح ایک بار پھر سے شرم سے لال ہوئی تھی روح نے ناچاہتے ہوئے بھی نم آنکھوں سے سر ہلایا۔ اس وقت اس کے چہرے پر شرم کی لالی بھی تھی اور آنکھوں میں نمی بھی تھی موسیٰ نے اس کی پیشانی پر آخری بار ایک لمبا اور پیار بھرا لمس چھوڑا اور پھر بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اپنی سال اپنے کندھے پر ڈالی اور کمرے کے کینڈلز کی مدھم ہوتی روشنی میں روح کو دیکھا جو اب بیڈ پر بیٹھی اسے حسرت سے دیکھ رہی تھی۔

"اپنا خیال رکھنا روح۔ اور یاد رکھنا، موسیٰ صرف تمہارا ہے اور کسی کو یہ پتہ نہ چلے کہ میں یہاں آیا تھا،"

موسیٰ نے کھڑکی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا تو روح فوراً سے بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی اسے اپنے حولیے کی اس وقت کوئی پرواہ نہیں تھی وہ بھاگ کر موسیٰ کے پاس ائی تھی اور اس کے ساتھ لگ گئی وہ رات والی ڈریس میں موجود تھی سردار موسیٰ نے اسے مضبوطی سے اپنے اندر چھپایا تھا۔

"موسیٰ! جلدی آیئے گا میں انتظار کروں گی،"

روح نے دبی آواز میں کہا اور کافی دیر بعد اس سے الگ ہوئے لیکن سردار موسیٰ کے تو دل کی دھڑکنیں ہی بے ترتیب ہو گئی تھی اس وقت وہ اس کے سامنے مکمل رات والے حولیے میں تھی اور کیسے موسیٰ اس سے دور جاتا موسیٰ کی نظریں ایک بار پھر روح کے وجود کا احاطہ کر رہی تھی۔

سردار موسیٰ کے قدم جیسے کھڑکی کے پاس جم کر رہ گئے تھے۔ روح اس کے سامنے ایک بار پھر اس مرون لباس میں سراپا حسن بنی کھڑی تھی رات جب اس کی بیوی اس کی شدتوں سے ٹوٹ کر التجا کر رہی تھی تب ہی موسیٰ نے بہت مشکل سے خود کو اس سے دور کیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی ابھی اسے برداشت نہیں کر سکتی اس کے لیے موسیٰ کو روز کوشش کرنے کی ضرورت تھی، اس کا ڈریس اور روح کے بکھرے بال اور نیند سے بوجھل مگر نم آنکھیں اس کے حسن کو غضبناک بنا رہی تھیں۔ موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا، اس کا ضبط جواب دے رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر روح کی کمر کے گرد بازو پھیلا کر اسے کھڑکی کے ساتھ لگایا۔

اس کی نظریں روح کی صراحی دار گردن پر موجود ان سرخ نشانوں پر جم گئیں جو ابھی چند گھنٹے پہلے اس نے خود ثبت کیے تھے۔ موسیٰ کا جنون ایک بار پھر سر اٹھانے لگا۔ اس نے جھک کر اپنی تپتی ہوئی انگلیاں ان نشانوں پر پھیریں تو روح کے پورے بدن میں بجلی سی دوڑ گئی اور اس نے بے اختیار موسیٰ کے شانے پر گرفت مضبوط کر لی۔

"موسیٰ. اب چلے جائیں. اجالا ہو رہا ہے،"

روح نے اس کے ارادے دیکھ کر سسکی بھر کر کہا، مگر اس کی آواز میں وہ دم نہیں تھا۔ موسیٰ نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنی گرم سانسیں اس کی گردن کی جڑوں میں اتار دیں۔ اس نے ایک بار پھر وہاں اپنے لبوں سے محبت کی گہری مہر ثبت کی انھیں نشانوں کو مزید گہرا کیا، اس بار پہلے سے کہیں زیادہ جنون کے ساتھ اس نے یہ کیا تھا روح تڑپ کر رہ گئی، اس کے لبوں سے ایک دبی ہوئی آواز نکلی جو کمرے کے سناٹے میں موسیٰ کی دیوانگی کو مزید بڑھا رہی تھی۔

"روح..."

موسیٰ نے اس کے کان کے پاس انتہائی خمار آلود آواز میں سرگوشی کی، جبکہ اس کے لب اب بھی اس کی مرمریں جلد کو چھو رہے تھے۔

"جب بھی تم خود کو آئینے میں دیکھو گی نا، تو یہ مہریں تمہیں میری یاد دلائیں گی،"

موسیٰ نے پیچھے ہٹ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اب صرف موسیٰ کی محبت کا عکس تھا۔ روح کا سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا، حیا کی لالی نے اس کے چہرے کو دہکا دیا تھا۔ موسیٰ نے اس کے گال کو نرمی سے تھپتھپایا۔

"اور مجھے امید ہے کہ ہماری اگلی ملاقات تک یہ مٹنے نہیں والے یہ تمہیں لمحہ لمحہ احساس دلاتی رہیں گی کہ تم کس کے حصار میں ہو۔"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا روح نے شرم کے مارے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپالیا۔ موسیٰ نے آخری بار اس کے دونوں ہاتھوں کو تھام کر چوما اور پھر پلک جھپکتے میں کھڑکی سے باہر نکل گیا۔ روح کافی دیر وہیں کھڑی رہی، اس کی سانسیں اب بھی بے ترتیب تھیں اور گردن پر موجود وہ تپتا ہوا لمس اسے اس رات کی یاد دلا رہا تھا جو اب اس کی زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ بن چکی تھی۔ اس نے آئینے کی طرف رخ کیا تو اپنا عکس دیکھ کر خود بھی دنگ رہ گئی؛ وہ واقعی سردار موسیٰ کی روح لگ رہی تھی، اور سراپا حسن جو آج اپنے شوہر کو اپنی دیوانی کر گئی تھی موسیٰ کی محبت کے نشانات سے سجی ہوئی روح خود کو بہت پیاری لگی تھی۔ روح اب واشروم کی طرف گئی تھی کیوں کہ اسے نماز پڑھنی تھی اور غسل کرنا تھا۔



رات موسیٰ کی شدتوں سے چور ہوئی روح اب تک سو رہی تھی اس وقت صبح کے 11 بج رہے تھے نماز پڑھ کر اپنے رب کا شکر ادا کرنے کے بعد وہ سو گئی تھی اور اب تک سو رہی تھی جب اس کے کمرے میں نور اور حفصہ آئی تھی وہ پریشان ہو گئی تھی کہ روح اب تک نیچے کیوں نہیں آئی ہے جبکہ کمرے کا حولیہ دیکھ کر وہ دونوں ہی حیران ہوئی تھی بتیاں بجھا گئی تھی پھول ویسے ہی بکھرے ہوئے تھے اور گبارے بھی لگے تھے دیوار پر لکھا تھا Happy birthday Rooh e Musa جس سے وہ لوگ اندازہ لگا گئے تھے کہ سردار موسیٰ نے یہ سب کیا ہے روح کو سکون کی نیند سوتا دیکھ کر وہ دونوں ہی مسکرائی انھیں اس بات کا بھی سکون ہوا کہ سردار موسیٰ ٹھیک ہے وہ دونوں ہی اب بیڈ کے پاس ائی تھی جہاں روح خود کو بلینکٹ میں کور لیے سو رہی تھی لیکن اس کے گردن پر موجود نشانات دیکھ کر حفصہ اور نور نے ایک دُوسرے کو دیکھا تھا۔

نور اور حفصہ نے ایک دوسرے کی جانب دیکھ کر شرارت بھری مسکراہٹ کا تبادلہ کیا۔ کمرے کا منظر اور روح کی گردن پر واضح وہ گہری "محبت کی مہریں" سب کہانی خود بیان کر رہی تھیں۔ حفصہ نے جھک کر آہستگی سے روح کے کندھے کو ہلایا۔

"اوہو! سردارنی صاحبہ تو بڑی گہری نیند میں ہیں، کیوں نہ ہو... رات کی تھکن جو اتنی زیادہ ہے،"

حفصہ نے نور کو آنکھ مارتے ہوئے ذو معنی جملہ کسا۔ روح نے نیند میں ہی کسمساتے ہوئے کمبل مزید اوپر کھینچنے کی کوشش کی، مگر نور نے دوسری طرف سے کمبل کا کونہ پکڑ لیا۔

"اٹھ بھی جاؤ برتھ ڈے گرل! دیکھو تو سہی سورج سر پر آ گیا ہے اور ہماری روح بی بی ابھی تک 'موسیٰ بھائی کی یادوں میں کھوئی ہوئی ہیں۔"

موسیٰ کا نام سنتے ہی روح کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔ سامنے نور اور حفصہ کے ہنستے ہوئے چہرے دیکھ کر وہ حیران ہوئی لیکن ان کی مسکراہٹیں دیکھ کر روح کو اب تھوڑا تھوڑا سمجھ آیا تھا اس نے بیڈ سے ہی خود کو سامنے آئینے میں دیکھا جہاں اس کی گردن پر موجود نشانات نظر آرہے تھے روح نے فوراً سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر خود پر دیا اور اسے رات کا سارا منظر ایک فلم کی طرح یاد آنے لگا۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔۔

"بھابھی حفصہ... آپ دونوں یہاں؟"

روح نے ہکلاتے ہوئے کہا، اس کا چہرہ شرم سے سرخ انار بن رہا تھا۔

"ہم تو یہاں یہ دیکھنے آئے تھے کہ ہماری سہیلی خیر و عافیت سے ہے یا نہیں، ابھی تک نیچے نہیں آئی نہ اس لیے مگر یہاں تو ماجرا ہی کچھ اور ہے،" حفصہ نے بیڈ پر بکھری گلاب کی پتیوں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"دیوار پر تو بڑے بڑے لفظوں میں 'ہیپی برتھ ڈے روحِ موسیٰ' لکھا ہے، تو کیا ہم یہ مان لیں کہ کل رات سردار صاحب خود یہاں تشریف لائے تھے؟"

روح نے نظریں جھکا لیں، اس کی خاموشی اور گالوں کی سرخی نے سب سچ اگل دیا تھا۔

"ارے واہ! اور یہ نشانات؟"

نور نے شرارت سے روح کی گردن کی طرف اشارہ کیا تو روح نے فوراً اپنے دوپٹے سے انھیں چھپانے کی کوشش کی۔

"لگتا ہے بھائی کچھ زیادہ ہی 'گستاخ' ہو گئے تھے، اتنی گہری نشانیاں چھوڑ کر گئے ہیں کہ مٹائے نہیں مٹ رہی ہیں۔"

نور نے حفصہ کی جانب دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

"بس کرو تم دونوں! مجھے بہت شرم آ رہی ہے،"

روح نے تکیے میں منہ چھپا لیا۔

"اب شرمانے سے کیا ہو گا روح؟ رات تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے۔ ویسے ماننا پڑے گا، بھائی سائیں جتنے سخت باہر سے ہیں، اپنی روح کے لیے اتنے ہی دیوانے نکلے۔"

حفصہ نے ہنستے ہوئے اسے مزید چھیڑا۔

"اچھا ذرا اپنا یہ دوپٹہ اتارو عدنان بھائی کے محبت کے نشانات بھی تو نظر آنے دو"

روح نے اب اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا اب وہ ان دونوں کو گھور کر دیکھ رہی تھی جبکہ روح کی بات پر حفصہ کے منہ پر تالا لگ گیا تھا اور وہ خاموش ہو گئی۔

"اوہو! اب تو سردارنی صاحبہ ہمیں آنکھیں دکھا رہی ہیں،" نور نے کھلکھلا کر ہنستے ہوئے حفصہ کا ہاتھ تھاما۔

"حفصہ دیکھو تو سہی، ابھی تو بھائی کے لمس کی تپش ان کے چہرے سے نہیں اتری اور غصہ ہم پر نکال رہی ہیں۔"
نور نے ایک بار پھر کہا روح نے تکیے سے منہ نکال کر ان دونوں کو گھورا۔

"تم دونوں بہت بد تمیز ہو گئی ہو۔ جاؤ یہاں سے، مجھے ابھی تیار ہونا ہے۔"
روح نے غصے سے ان دونوں سے کہا۔

"تیار ہونا ہے؟ابھی کس کے لیے تیار ہونا ہے؟جو دیکھنے والا تھا وہ تو دیکھ کر چلا گیا،اور ایسا دیکھ کر گیا ہے کہ تمہارے وجود پر اپنی ملکیت کے اشتہار لگا گیا ہے۔"

حفصہ نے شرارت سے ابرو اچکائے حفصہ کے اس جملے پر روح نے دوبارہ تکیہ اپنے منہ پر رکھ لیا،اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کہیں چھپ جائے۔

"ویسے روح،بھائی نے تمہاری سالگرہ تو واقعی یادگار بنادی۔اتنے سالوں سے ہم اس حویلی میں ہیں،پر سردار موسیٰ کا یہ روپ...توبہ!ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ اتنے رومینٹک بھی ہو سکتے ہیں،"

نور نے دیوار پر لکھی تحریر کو چمکتی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اچھا کسی اور کو تو شک نہیں ہوا نا؟ تائی امی یا کسی اور کو؟ یا کوئی ایسی بات ہوئی ہو کہ کسی نے موسیٰ کو اتے دیکھا ہو"

روح نے تھوڑا سا کمبل ہٹایا اور دبی آواز میں پوچھا تھا کیوں کہ وہ اس بات سے ڈری ہوئی تھی۔

"ابھی تک تو نہیں لیکن اگر تم ایک گھنٹہ اور نیچے نہ آئی تو ماں سائیں ضرور اوپر آجائیں گی۔ اور اگر انہوں نے تمہارا یہ روپ اور یہ نشان دیکھ لیے... تو پھر خود سوچوں اپنی ساسوں ماں سے کیسے نظریں ملاؤ گی"

نور نے سنجیدہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا بابا! میں بس ابھی آئی،"

روح نے جلدی سے بیڈ سے اترنے کی کوشش کی، مگر رات کی تھکن اور موسیٰ کی دیوانگی نے اس کے جسم میں اک عجب سا بوجھ بھر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے حمت کی اور فریش ہونے کے لیے واشروم چلی گئی۔

"اچھا یہ سب سمیٹو اگر کسی نے دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہو گا"
نور نے حفصہ سے کہا کیوں کہ یہ سب کوئی کا دیکھے تو اچھا تھا۔



گلناز کمرے میں بیٹھی مزے دے فروٹ کھا رہی تھی جب اس کے موبائل پر کسی ان نان نمبر سے کال آئی تھی پہلے تو اس نے اگنور کیا لیکن دوسری بار آنے پر اس نے کال اٹھالی تھی۔

"ہیلو"

اس نے کان سے موبائل لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیسی ہو گلناز"

سامنے سے کسی مردانہ آواز گلناز کے کانوں میں گونجی وہ سمجھ نہیں پائی سامنے کون ہے۔

"کون"

اس نے حیرت سے یہ سوال کیا تھا۔

"اس بات کو چھوڑو کہ کون میں جانتا ہوں کہ تم موسیٰ سے محبت کرتی ہو اور روح کو وہاں برداشت نہیں کر سکتی"

سامنے والے کی بات پر گلناز کو دھچکا لگا اور وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

"کون بول رہا ہے"

گلناز نے ایک بار پھر سوال کیا۔

"اس بات سے تمھیں کوئی سروکار نہیں اگر تم چاہتی ہو کہ موسیٰ کی زندگی سے میں روح کو غائب کر دوں تو بات کرو تمھیں موسیٰ چاہیے اور مجھے روح تو بتاؤ کیا تم اسے میرے ساتھ مل کر وہاں سے غائب کراؤ گی"

سامنے والے شخص کی بات پر گلناز سوچ میں پڑ گئی تھی۔ کیوں کہ وہ بھی یہی چاہتی تھی موسیٰ نے روح کے ہوتے ہوئے اس سے نکاح نہ کیا تو شاید روح کے جانے کے بعد اس سے نکاح کر لے۔ یہ سوچتے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک لہرائی وہ چمک جو نفرت اور ہوس کے ملن سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نے کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا تاکہ اطمینان کر سکے کہ کوئی آس پاس نہیں ہے، پھر آواز نیچی کر کے دوبارہ مخاطب ہوئی۔

"تم جو کوئی بھی ہو، بہت بڑی بات کر رہے ہو۔ روح کو حویلی سے غائب کرنا اتنا آسان نہیں ہے، وہ سردار موسیٰ کی بیوی ہے اور حویلی کے محافظوں کا حصار اس کے گرد ہر وقت رہتا ہے۔"

گلناز نے اپنے لہجے کو متوازن رکھنے کی کوشش کی، مگر اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو چکی تھیں۔

"حفاظت تب ہوتی ہے جب دشمن باہر ہو، گلناز! جب حویلی کا افراد ساتھ مل جائے تو بڑے سے بڑا سردار بھی بے بس ہو جاتا ہے۔ مجھے بس تمہارا ساتھ چاہیے، روح کو اس حویلی سے اکیلے باہر نکالنے کی ذمہ داری تمہاری، اور اسے اس شہر سے دور لے جانے کی ذمہ داری میری۔"

فون پر موجود شخص کی آواز میں ایک ایسا اعتماد تھا جس نے گلناز کو سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"لیکن مجھے کیا یقین کہ تم روح کو غائب کرنے کے بعد میرا راستہ صاف کر دو گے ؟اور وہ دوباہ واپس نہیں آئے گی"
گلناز نے تجسس سے پوچھا تھا۔

"میرا مقصد صرف روح ہے۔اسے پانا ہے مجھے اور اسے پانے کے بعد موسیٰ کا اس کی زندگی میں کوئی وجود نہیں رہے گا۔جب روح نہیں ہو گی، تو موسیٰ ٹوٹ جائے گا،اور ٹوٹے ہوئے مرد کو سنبھالنا تم جیسی عورت کے لیے مشکل نہیں ہونا چاہیے۔"
سامنے والے کی ہنسی گلناز کے کانوں میں زہر گھول رہی تھی، مگر اسے یہ سودا برا نہیں لگا۔

"ٹھیک ہے... مجھے منظور ہے۔لیکن یاد رکھنا،اگر میں پھنسی تو تم بھی نہیں بچو گے۔"

گلناز نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"فکر نہ کرو، بہت جلد تمہیں پتہ چل جائے گا کہ تمہارا ہمدرد کون ہے۔
بس اگلی کال کا انتظار کرو۔"

کال کٹ گئی، مگر گلناز کے ذہن میں اب سازشوں کا ایک نیا جال بننا شروع ہو گیا تھا۔اس کے لبوں پر ایک مکارانہ مسکراہٹ آئی۔

"اب دیکھتی ہوں موسیٰ تم کب تک میرے نہیں ہوتے"
گلناز مکاری سے ہنستے ہوئے بولی تھی۔



شہنشاہ کی سوچوں پر اس وقت کندیل سنوار تھی جب سے وہ حویلی سے آیا تھا وہ اسے بھلا نہیں پا رہا تھا وہ بار بار اسے بے چین کر رہی تھی اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ لڑکی اس کے سامنے ہو پاس ہو لیکن ایسا ہو نہیں پا رہا تھا۔

"آہ تم نے مجھے پاگل کر دیا ہے تم ایک رات سے زیادہ میرے بستر کی زینت بنو گی"

شہنشاہ مکاری سے بولا تھا اس کے لہجے میں موجود مسکراہٹ طوفان کی علامت تھا۔ شہنشاہ، جس کے نام میں ہی غرور تھا، اس وقت اپنے پر تعیش کمرے میں ہاتھ میں سگار تھامے دھوئیں کے مرغولے اڑا رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں انتقام کی آگ کے ساتھ ساتھ ایک وحشیانہ ہوس بھی رقص کر رہی تھی۔ وہ بار بار کندیل کے اس معصوم چہرے کو یاد کر رہا تھا جو حویلی میں اس کی ایک جھلک دیکھ کر سہم گئی تھی۔ شہنشاہ کے لیے عورتیں محض ایک رات کا کھلونا ہوا کرتی تھیں، مگر کندیل میں اسے کچھ ایسا نظر آیا تھا جسے وہ توڑنا چاہتا تھا، جسے وہ روند کر موسیٰ کی انا کو خاک میں ملانا چاہتا تھا۔

"موسیٰ... تم نے مجھ سے میری سلطنت چھیننی ہے میری محبت کو مجھ سے دور کیا ہے، اب میں تمہاری رگوں کا خون نچوڑوں گا۔ تمہاری بہن کندیل... وہ تو بس ایک ذریعہ ہے تمہاری تذلیل کا۔"

شہنشاہ کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ آئی۔ وہ جانتا تھا کہ سردار موسیٰ کے لیے اس کی بہنیں اس کی جان سے بڑھ کر ہیں، اور کندیل پر ہاتھ ڈالنے کا مطلب موسیٰ کے جیتے جی اسے مار دینا تھا۔

"تیار ہو جاؤ سردار موسی! اب تمہاری حویلی کی دیواریں بھی تمہیں تحفظ نہیں دے سکیں گی۔ تمہاری بہن میرے بستر کی زینت بنے گی اور تمہاری بیوی... وہ بھی۔"

شہنشاہ نے میز پر پڑی کندیل کی ایک تصویر (جو اس کے کارندوں نے خفیہ طور پر کھینچی تھی) پر سگار کی راکھ جھاڑی۔ اس کا ارادہ اٹل تھا۔ وہ موسیٰ کو چاروں طرف سے گھیر لینا چاہتا تھا۔ اس کی بیوی اور بہن کی عزت پر ہاتھ ڈال کر اسے کمزور کرنا چاہتا تھا۔ جو حملہ اس کے کوٹھے پر کیا گیا تھا اس وجہ سے وہ بہت غصے میں تھا لیکن وہ یہ بات اب تک نہیں جان سکا تھا کہ وہ لوگ کون تھے لیکن اس کے لیے یہ سب جاننا ضروری تھا اس کے خاص آدمی فلحال اسی کام پر لگے تھے اپنے روسرے اڈوں پر فلحال اس نے یہ کام بند کر دیا تھا مکمل طور پر اور ان لڑکیوں کو اس نے یہاں سے منتقل کر دیا تھا بیرون ملک بیچنے کے لیے اور یہ اس نے فوری طور پر ہی کر دیا تھا زاور اب تک تو وہ لڑکیاں بیرونِ ملک فروخت بھی ہو گئی تھی اب اسے تقریباً کچھ مہینے یہاں ہاتھ روک کر رکھنا تھا تاکہ پکڑا نہ جائے۔

جب سے بلیک مامبا نے یہ سنا تھا کہ شہنشاہ نے تم تر لڑکیوں کو وہاں سے فرار کر کے بیرون ملک بھیج دیا تھا اور یہ سب کچھ دن پہلے ہی کیا جا چکا ہے اس پر اس کا خون کھول رہا تھا اب وہ خاموش ہو گیا تھا اس کی طرف سے کوئی بھی حرکت نہیں ہو رہی تھی اور یہی بات تھی جو بلیک مامبا کو مزید پریشان کر رہی تھی اس نے اپنے سامنے موجود یحییٰ عدنان اور HN کو دیکھ جو کہ اس کے اگلے حکم کے منتظر تھے۔۔

"میں نے کہا تھا نہ کہ اس پر نظر رکھنا تو یہ لاپرواہی تم کیسے کر سکتے ہو؟" بلیک مامبا کی بھاری اور گرجدار آواز گونجی تو کمرے میں موجود تینوں افراد کے جسموں میں سنسنی دوڑ گئی۔ یحییٰ نے نظریں جھکا لیں، جبکہ عدنان نے اپنی گرفت پین پر مضبوط کر لی۔ HN، جو ہمیشہ خاموش رہنے کا عادی تھا، بس بلیک مامبا کے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تم لوگ سمجھتے ہو کہ شہنشاہ ایک عام دشمن ہے؟"

بلیک مامبا نے میز پر ایک زوردار مکا مارا، جس سے اس پر پڑے گلاس ہل گئے۔

"وہ خطرناک ہے، اور تم نے اسے موقع دیا کہ وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے سے شکار اڑا لے جائے۔"

بلیک مامبا اس وقت سچ میں غصے میں تھا وہ ان لڑکیوں کو بچانا چاہتا تھا لیکن شہنشاہ ان سے بھی تیز نکلا تھا اور اس نے سب لڑکیوں کو وہاں سے غائب کر گیا تھا۔

"مامبا تم جانتے ہو پچھلے دنوں ہم کس چیز سے گزر رہے تھے اور اس نے اس سب میں وہ"

عدنان ابھی بات مکمل کرتا کہ بلیک مامبا کی آنکھیں دیکھ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"کیا مطلب تمھاری حویلی کے معاملات کی وجہ سے تم اس کام پر دھیان نہیں دو گے اگر ایسا ہی ہے تو تم لوگ یہ نوکری چھوڑ سکتے ہو"
بلیک مامبا کی غصیلی آواز کمرے کے دیواروں سے ٹکرا کر واپس آ رہی تھی۔۔

"معاف کرنا مامبا اگلی بار ایسی غلطی نہیں ہو گی"
یحییٰ نے سر جھکائے کہا تھا یہ کام یحییٰ اور HN کو دیا گیا تھا شہنشاہ کے پر قدم پر نظر رکھنے کے لیے لیکن پچھلے دنوں جو کچھ حویلی میں ہوا وہ اس سے غافل ہو گئے تھے اور س سکتے شہنشاہ کو موقع مل گیا تھا اتنا سب کرنے کا۔

"معافی؟"

بلیک مامبا نے ایک بھیانک ہنسی ہنسی جو کمرے کے ماحول کو مزید سرد کر گئی۔

"تم لوگوں کو لگ رہا ہے کہ یہ بس ایک غلطی ہے؟ تم لوگ جانتے ہو ہمیں کتنا بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے وہ معصوم لڑکیاں ہماری نہ اہلی کی وجہ سے یہاں سے بیرون ملک فروخت کر دی گئی ہیں"

وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان تینوں کے قریب آیا۔ اس کی نظریں یحییٰ پر جم گئیں، جس نے خوف کے مارے اپنے ہاتھ مٹھیوں میں بھینچ لیے تھے۔ وہ بلیک مامبا تھا بالکل اپنے نام کے سانپ کی طرح تیز اور ڈھسنے والا۔ بلیک مامبا نے گہری سانس لی اور اپنے غصے کو قابو میں لانے کی کوشش کی، حالانکہ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی خون اتر رہا تھا۔

"سنو! تمہاری معافی تب منظور ہو گی جب تم مجھے وہ لڑکیاں واپس لا کر دو گے، چاہے وہ کسی بھی ملک میں ہوں۔ اور اگر وہ واپس نہ آئیں، تو ان کی جگہ تم تینوں کی لاشیں میرے سامنے ہونی چاہئیے"

کمرے میں موت کا سا سکوت چھا گیا۔ HN نے ایک بار پھر خاموشی سے بلیک مامبا کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں کچھ اور ہی چل رہا تھا مگر وہ زبان سے کچھ نہ بولا۔

"ابھی کے ابھی، شہنشاہ کے ہر ٹھکانے پر اپنی نظریں دوگنی کر دو۔ اس کی سانسوں کی خبر مجھے چاہیے۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم پھر سے کسی اور معاملے میں الجھ کر شہنشاہ سے نظر ہٹے... تو یاد رکھنا، بلیک مامبا کو معافی دینا نہیں آتا۔"

بلیک مامبا نے واپس اپنی کرسی کی طرف رخ کیا، اس کی پیٹھ ان تینوں کی طرف تھی۔

"نکل جاؤ میری نظروں کے سامنے سے! اور یحییٰ، HN اگر اس بار کچھ غلط ہوا، تو اگلی لاش تمہاری ہو گی۔"

تیز قدموں کے ساتھ وہ تینوں کمرے سے باہر نکل گئے۔ بلیک مامبا اپنے غصے پر قابو کرنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

💗💗

ابھی جوان کے پاس معلومات ائی تھی اس کے مطابق شہنشاہ نے کل ہی ان لڑکیوں کو یہاں سے دبئ روانہ کیا تھا ان لوگوں کو اب دبئ میں شہنشاہ کا ٹھکانا ڈھونڈ کر ان معصوم لڑکیوں کی جان بچانی تھی جس کے لیے وہ صبح ہی اپنی پوری ٹیم کے ساتھ دبئ کے لیے روانہ ہو گئے تھے وہ اپنے پرسنل جیٹس سے دبئ میں لینڈ ہوئے تھے اپنے خاص آفیسر کو عدنان نے پہلے ہی اس کام پر لگا دیا تھا کہ وہ شہنشاہ کا ٹھکانا تلاش کرے ان کے ساتھ بلیک مامبا خود آیا تھا تاکہ کوئی غلطی نہ ہو۔ عدنان کو کہ لیپ ٹاپ کی اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھا اب بس اسے لوکیشن چاہیے تھی شہنشاہ کے اڈے کی یہاں پر لڑکیوں کو فروخت کرنے کے لیے ہی لایا گیا تھا لیکن ابھی تک جو انفارمیشن بلیک ممبا کے پاس ائی تھی اس کے مطابق وہ لڑکیاں ابھی تک شہنشاہ کے پاس ہی تھی اور وہ دبئ میں اس کے خفیہ اڈے پر منتقل کی گئ

تھی اور وہاں سے کل انہیں بیچا جانا تھا اسے کسی بھی طرح ان معصوم لڑکیوں کی جان بچانی تھی چاہے اسے اپنی جان داؤ پر ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔

"مل گئی لوکیشن"

عدنان نے لیپ ٹاپ کی اسکرین بلیک مامبا کی طرف کرتے ہوئے کہا اس کی بات پر بلیک مامبا نے لیپ ٹاپ تھام لیا اور لوکیشن دیکھنے لگا تھا۔

"انٹرسٹک"

بلیک مامبا کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے تھے ساتھ میں اس جگہ پر کیا سکیورٹی ہے کیا نہیں سب کی ہی انفورمیشن تھی۔ کہاں سے داخل ہونا تھا کہاں جانا تھا مکمل طور پر نقشہ بن کر ان کی لیپ ٹاپ اسکرین پر موجود تھا۔

"چلو ہماری منزل ہمارے انتظار میں ہیں"

بلیک مامبا نے ایک دل کش مسکراہٹ کے ساتھ کہا گاڑیوں کی لمبی قطاریں یہاں سے روانہ ہوئی تھی۔

💗💗

دبئی کی چمکتی دمکتی رات میں، جہاں بلند و بالا عمارتیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں، بلیک مامبا اور اس کی ٹیم ایک پرانی، خستہ حال عمارت کے قریب کھڑی تھی، جو شہر کے ایک ویران علاقے میں واقع تھی۔ یہی وہ خفیہ اڈہ تھا جہاں شہنشاہ نے ان معصوم لڑکیوں کو قید کر رکھا تھا۔

"عدنان، سکیورٹی کا کیا حال ہے؟"

بلیک مامبا نے اپنی آواز دھیمی رکھتے ہوئے پوچھا، اس کی آنکھوں میں ایک شکاری کی چمک تھی۔ عدنان نے اپنے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائیں، جہاں عمارت کا نقشہ اور کیمروں کی لائیو فیڈ چل رہی تھی۔

"سکیورٹی بہت سخت ہے۔ مین گیٹ پر چار گارڈز ہیں، اور عمارت کے اندر دس سے پندرہ مسلح افراد ہو سکتے ہیں۔ لڑکیوں کو تہہ خانے (basement) میں رکھا گیا ہے۔"

عدنان نے بلیک مامبا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں خاموشی سے اندر جانا ہوگا،"

یحییٰ نے اپنے ہتھیار چیک کرتے ہوئے کہا بلیک مامبا نے سر ہلایا۔

"HN، تم پچھلے راستے سے جاؤ یحییٰ تمہارے ساتھ ہو گا اور کچھ آفیسر اپنے ساتھ لو عدنان، میرے ساتھ آئے گا۔ یاد رکھنا، کوئی گولی تب تک نہیں چلے گی جب تک ضرورت نہ ہو۔"

وہ چاروں سائے کی طرح عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے ان کی ٹیم بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی تھی ابھی بس چند افراد تھے تاکہ کسی کو شک نہ ہو باقی پڑھ پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ سایہ دار رات میں دبئ کی خنکی کو چیرتے ہوئے بلیک مامبا کے قدم خاموشی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ان کے پیچھے چند اس کے آفیسرز جنگ سائے کی طرح چل رہے تھے۔ عمارت کے قریب پہنچ کر بلیک مامبا نے ہاتھ کے اشارے سے ٹیم کو دو حصوں میں تقسیم ہونے کا حکم دیا۔

HN اور یحییٰ اپنی ٹیم کے ساتھ پچھلی دیوار کی طرف بڑھے، جبکہ بلیک مامبا اور عدنان مرکزی دروازے کی جانب۔

"یاد رہے، خاموشی ہماری سب سے بڑی ہتھیار ہے،"

بلیک مامبا نے عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے سرگوشی کی، جس نے پین کو لیپ ٹاپ سے گن میں تبدیل کر لیا تھا۔

مرکزی دروازے پر کھڑے دو گارڈز سگریٹ نوشی میں مصروف تھے۔

بلیک مامبا نے اشارہ کیا اور عدنان نے دوپہر کی تپش میں بھی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کی طرح لپک کر دونوں کو گلا دبا کر بے ہوش کر دیا، اس سے پہلے کہ وہ چیخ بھی سکیں اندر داخل ہوتے ہی راہداری میں روشنی نہ ہونے کے برابر تھی۔ بلیک مامبا اور عدنان نے مہارت سے سکیورٹی کیمروں کو عدنان کے ڈیوائس کے ذریعے عارضی طور پر جام کر دیا۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دو گارڈز تھے جنہیں ان کی ٹیم نے ڈھیر کر دیا تھا۔

اچانک، سامنے سے شہنشاہ کے گارڈز کا ایک دستہ آتا دکھائی دیا۔ بلیک مامبا نے عدنان کو اشارہ کیا ان کی تعداد تقریبا 10 یا 15 کے قریب ہو گئی وہ سب لوگ وہاں موجود پلر کے پیچھے چھپ گئے تھے اور باقی چیزیں جو چھپنے کے لیے موجود تھی عدنان نے گولی چلا کر وہاں موجود شخص کو مارا تھا جس پر سب لوگ ہی الرٹ ہو گئے اور انھوں نے بندوقیں تان لی فائرنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا ایک کے بعد ایک آدمی وہاں پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

شہنشاہ کا ایک خاص آدمی، خالد۔ خالد، جو شہنشاہ کا دایاں ہاتھ سمجھا جاتا تھا، لڑکیوں کی فروخت کے سودے کے حوالے سے کسی کو ہدایات دے رہا تھا جب اسے باہر سے گولیوں کی آواز آئی تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہو رہا ہے یہاں پر حملہ'

وہ اب اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا کیونکہ شہنشاہ نے اسے چھوڑنا نہیں تھا وہاں موجود لڑکیوں کی چیخیں آ رہی تھی۔

"جاؤ دیکھو کون ہے باہر"

خالد نے اپنے ساتھ کھڑے ساتھیوں سے کہا تھا جس پر سب نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر کی طرف گئے تھے۔



یحییٰ اور HN پیچھے سے دیوار پھلانگ کر آئے تھے ان کے آفیسرز بھی ساتھ تھے وہاں پر شہنشاہ کے پالتو کی بہت بڑی تعداد تھی یحییٰ نے HN کو دیکھا تھا موت تو برحق تھی لیکن ان سب کو جہنم واصل کرنے سے پہلے نہیں فضا میں گولیوں کی آواز بلند ہوئی تھی HN ایک ڈبے کے پیچھے چھپ گیا تھا باقی افیسرز نے بھی اپنے چھپنے کی جگہ ڈھونڈلی تھی اور وہاں سے وہ لوگ فائرنگ کر رہے تھے ایک یحییٰ تھا جو کہ وہی کھڑا تھا وہ بھی ادھر ادھر دیکھتے ہوئے چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہا تھا اور ساتھ میں فائرنگ بھی کر رہا تھا بہت سے لوگوں کو ان لوگوں نے مار دیا تھا اب کچھ ہی لوگ رہ گئے تھے اچانک ایک گولی آکر یحییٰ کے سینے پر لگی تھی اس کے قدم لڑکھڑائے لیکن وہ رکا نہیں تھا وہ اس نے نشانہ لیتے ہوئے اس شخص کو مارا جس نے اس پر گولی چلائی تھی اس کا خون بہہ رہا تھا لیکن وہ ڈٹا کھڑا تھا کچھ ہی دیر میں وہ سب لوگ زمیں پر ڈھیر کھڑے تھے یحییٰ کے بھی قدم لڑکھڑائے اور وہ گر گیا۔

"یحییٰ"

یحییٰ کے گرتے وجود کو دیکھ کر HN زور سے چلایا اور اس کے پاس ایا تھا۔ HN تیزی سے یحییٰ کی طرف لپکا، اس کی آنکھوں میں شدید پریشانی اور غصہ تھا۔ اس نے یحییٰ کو اٹھا کر ایک محفوظ کونے میں بٹھایا۔

"یحییٰ! آنکھیں کھولو، کچھ نہیں ہو گا تمہیں!"

ایچ این نے یحییٰ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، جہاں سے خون تیزی سے بہہ رہا تھا۔ یحییٰ نے درد سے کراہتے ہوئے HN کی طرف دیکھا، اس کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ آئی۔

"فکر نہ کر...HN... میں جلدی نہیں مرنے والا۔"

اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔HN نے جلدی سے اپنا رومال نکال کر اس کے زخم پر رکھتے ہوئے خون روکنے کی کوشش کی تھی کیونکہ خوکو روکنا بہت ضروری تھا۔یحیی نے پھر سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن HN سے خاموش کروادیا۔

"تمھیں بولنے کی کوئی بھی ضرورت نہیں ہے"

اس نے یحییٰ کو غصے سے دیکھ کر کہا اوع کوشش کر رہا تھا اس کے خون روکنے کی۔ دوسری طرف بلیک ماما اور عدنان نے بھی تمام ترلوگوں کو مار دیا تھا جب گولیوں کی اواز تھم گئی تو خالد باہر ایا تھا اپنے ساتھیوں کی لاشیں دیکھ کر وہ حیران ہو گیا تھا اسے لگا تھا اس کے ساتھیوں نے ان سب کو پکڑ لیا ہو گا لیکن یہاں پر منظر بالکل الٹ تھا جس کی توقع اسے بالکل بھی نہیں تھی۔ اس نے دوبارہ سے پیچھے کی جانب بھاگنے کی کوشش کی تھی لیکن بلیک مامبا نے اس کے پاؤں پر گولی مار دی تھی جس وجہ سے وہ گر پڑا تھا۔۔ خالد زمین پر پڑا درد سے کراہ رہا تھا، اس کا پاؤں خون میں لت پت تھا۔ بلیک مامبا آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اس کی پستول اپنے پیر سے دور پھینک دی۔

"سب بتاؤ تمہارا گٹھیا غلیظ مالک کون ہے بتاؤ مجھے" بلیک مامبا نے سرد لہجے میں کہا اور خالد کے بالوں کو مٹھی میں بھر کر اس کا سر اٹھایا۔

"بتاؤ! لڑکیاں کہاں ہیں؟اور شہنشاہ اس وقت کہاں ہے؟"

اسے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر سے بلیک مامبا نے غصے سے کہا خالد نے درد کے مارے آنکھیں بند کر لیں، مگر غداری نہ کرنے کا عہد یاد آتے ہی وہ تھوکا۔

"شہنشاہ تمہیں مار ڈالے گا مامبا! تم نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔"

بلیک مامبا کے لبوں پر ایک بھیانک مسکراہٹ آئی۔اس نے خالد کی پنڈلی پر، جہاں گولی لگی تھی، زور سے پاؤں رکھ دیا۔خالد کی چیخیں پوری عمارت میں گونج اٹھیں۔

"وہ بعد میں مارے گا، پہلے میں تمہیں تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔بولوں شہنشاہ کہاں ہیں؟"

بلیک مامبا نے غصے سے پوچھا تھا۔۔

"کبھی نہیں بتاؤں گا کبھی بھی نہیں"

وہ درد سے بولا تھا بلیک مامبا نے عدنان کو اندر جا کر چیک کرنے کا کہا تھا شاید کچھ پتہ چل جاتا۔ایک افیسر بلیک مامبا کے پاس ایا تھا اور اس نے خبر دی تھی کہ یحییٰ کو گولی لگ گئی ہے۔

"HN سے کہو اسے لے کر فوراً اسپتال جائے"

بلیک مامبا کے حکم پر وہ ہاں میں سر ہلاتا وہاں سے جا چکا تھا HN یحییٰ کو لے لے کر ہاسپٹل چلا گیا تھا کچھ دیر کے بعد عدنان آیا اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

"اس فائل میں شہنشاہ کے گھر کا نمبر لکھا ہوا ہے اور ساتھ میں اس کا اصل نام یہ فائل ہے ڈیکنگ کی اس نے کسی سے 100 لڑکیاں لی تھی اس کی فائل ہے"

عدنان نے وہ بلیک مامبا کی طرف کی بلیک مامبا نے اسے تھام لیا۔

"یہ ہمارے کام آئے گی"

بلیک مامبا نے شہنشاہ کا نام دیکھا جہاں کا شان لکھا ہوا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"ان لڑکیوں کے پاس چلو"

بلیک مامبا نے حکم دیا اور وہ لوگ بیسمنٹ کی طرف چلے گئے۔

💗💗

بیسمنٹ کی تاریک اور بدبودار فضا میں داخل ہوتے ہی، بلیک مامبا نے دیکھا کہ وہ معصوم لڑکیاں خوف کے مارے ایک دوسرے سے لپٹی ہوئی تھیں۔ روشنی کی مدھم کرن پڑتے ہی انہوں نے ڈر کر آنکھیں بند کر لیں، یہ سمجھ کر کہ شاید ان کا کوئی نیا خریدار آیا ہے۔ عدنان نے آگے بڑھ کر زنجیروں کے تالے توڑے کچھ لڑکیوں کو زنجیروں سے باندھا ہوا تھا۔

"ڈرو مت! بلیک مامبا تمہیں بچانے آیا ہے۔ تم سب آزاد ہو۔"
لڑکیوں نے ایک دوسرے کی طرف حیرت اور امید سے دیکھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے، مگر اب ان میں خوف کے بجائے سکون کی جھلک تھی۔

"تم سب اپنا اپنا گھر کا ایڈریس اور سب کچھ نوٹس کرواؤ تمھیں صحیح سلامت تمھارے گھروں تک پھنچا دیا جائے"

وہ معصوم سی جانیں بس ہاں میں سر ہلا گئی کیا بتاتی یہ معاشرے ایسا تھا اب ان کے اپنے انھیں ایکسپٹ کرتے بھی یہ نہیں لیکن اس کام سے جان چھوٹنے پر وہ بہت خوش تھے انھیں لے کر خالد کو لے کر بلیک مامبا اپنی ٹیم کے ساتھ نکل گیا تھا وہاں سے۔



ماہا جو کہ سکون کی نیند سو رہی تھی چاند کی ہلکی سی کرن اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔اچانک جیسے اسے نظر آیا کہ یحییٰ خون میں لت پت ہے ماہا کی نیند اچانک ٹوٹی۔وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی،اس کے ماتھے پر پسینہ تھا اور سانسیں تیز چل رہی تھیں۔اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا،دل ابھی بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"یہ...یہ کیسا خواب تھا؟"

اس نے کانپتی آواز میں کہا۔ خواب میں اس نے یحییٰ کو دیکھا تھا۔ وہ خون میں لت پت تھا، گولی اس کے سینے پر لگی تھی اور وہ زمین پر گر رہا تھا۔ ماہا کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے۔ وہ جانتی تھی کہ یحییٰ نے اس کے ساتھ صحیح نہیں کیا لیکن محبت تو اب بھی وہ اس سے کرتی تھی نہ ایسا خواب دیکھ کر اس کا دل بے چین ہو گیا تھا وہ چاہتی تھی جو بھی اس نے ماہا کے ساتھ کیا اس کا حساب دے، مگر اسے اس طرح خون میں نہائے دیکھنا اس کے لیے نا قابل برداشت تھا۔ اس نے جلدی سے اپنے بستر کے پاس رکھے پانی کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا، مگر اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ پانی کا گلاس نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔

"یحییٰ... نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ ٹھیک ہو گا،"

وہ خود کو تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اس کا دل گواہی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے اپنے موبائل کی طرف دیکھا، سوچا کہ یحییٰ کو کال کرے، لیکن پھر وہ خود کو روک گئی اور اس نے خود کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی کہ یہ محض خواب ہے اس نے دوبارہ سے سونے کی کوشش کی لیکن اچانک ہی اس کی انکھوں میں پھر سے یحییٰ کا لت پت وجود آیا تھا وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اب روم میں ٹہلنے لگی تھی اس کے صحیح سلامت ہونے کی دعا مانگ رہی تھی۔۔

سب لوگ حویلی واپس آ گئے تھے وہ لوگ کل کے گئے آج شام میں واپس آ رہے تھے حویلی میں سب ہی لوگ پریشان ہو گئے تھے لیکن ان سب کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ کر سب کو ہی اطمینان تھا۔

"کہاں تھے تم ہاشم کل سے جانتے بھی ہو ہم سب کرنا پریشان ہو گئے تھے"

اس وقت مردان خانے میں تمام تر مرد موجود تھے اور سید سائیں کی گرجدار آواز مردان خانے میں گونجی تھی۔

"اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے سید چاہیے ہم کہاں تھے جب آپ اپنے ایک پوتے کو فراموش کر چکے ہیں تو باقیوں کو یاد کر کے کیا کریں"
ہاشم نے سخت الفاظ استعمال کیے اس کے ان الفاظوں میں ماحول کی فضا گرم کر دی ریاست نقوی کی آنکھیں نم ہو گئی جوان بیٹے کا کچھ پتہ نہیں تھا اور ان کا دل کہتا تھا کہ ان کا بیٹا بے قصور ہے۔

"ہاشم مجھ سے زبان درازی کب سے کرنے لگے"

سید سائیں نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا آج کل قبیلے کے سارے معاملات ساجد نقوی دیکھ رہے تھے۔

"جب سے آپ کو اپنے خون پر یقین نہیں رہا"
ہاشم نے دوٹوک جواب دیا تھا۔ ہاشم کے لہجے کی کاٹ نے سید سائیں کو ساکت کر دیا تھا۔ مردان خانے میں موجود ہر شخص کی نظریں ان دونوں کے درمیان ہونے والے لفظی ٹکراؤ پر جمی تھیں۔ ساجد نقوی، جواب تک خاموش تھے، آگے بڑھے تاکہ ماحول کو ٹھنڈا کر سکیں۔

"ہاشم! یہ کیا بد تمیزی ہے؟ سید سائیں سے بات کرنے کا یہ کون سا طریقہ ہے؟"
ساجد نقوی نے رعب دار آواز میں کہا، مگر ہاشم کی آنکھوں میں موجود غصہ دیکھ کر وہ بھی ٹھٹک گیا۔

"طریقہ تو تب یاد رہے نہ بڑے تایا ابا، جب یہاں انصاف کا ترازو برابر ہو۔"

ہاشم نے اپنی بات جاری رکھی، اس کی نظریں اب بھی سید سائیں پر جمی تھیں۔

"میرا بھائی، آپ کا بھتیجا اور سید سائیں کا پوتا اپنی ماں سائیں کی امید وہ اس وقت کہاں ہے، کس حال میں ہے، کسی کو پرواہ ہے؟ آپ نے تو اسے بغیر ثبوت کے مجرم قرار دے کر اسے جان سے مار دینے کی سزا سنا دی جیسے وہ آپ کے خون کا حصہ ہی نہ ہو۔"

ہاشم نے ایک بار پھر سب کو خاموش دیکھ کر غصے سے بات کی تھی۔

ریاست نقوی، جو اب تک اپنے آنسو ضبط کیے ہوئے تھے، کرسی کا سہارا لے کر کھڑے ہوئے۔ ان کا وجود لرز رہا تھا۔

"ہاشم، بس کر دو بیٹا..."
ان کی آواز رندھ گئی تھی انھیں اپنی ہی آواز کھائی سے سنائی دی۔۔

"نہیں تایا ابو آج خاموش رہنے کا وقت نہیں ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سازشیں کہاں سے ہو رہی ہیں لیکن پھر بھی خاموش ہیں اور جو بے قصور ہے اسے قصوروار بنا کر پھانسی کی سزا دی جا رہی تھی"
ہاشم کی بات پر سید سائیں کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"ہاشم روح اپنے منہ سے اطراف کر چکی ہے کہ موسیٰ نے گناہ کیا ہے اور اس نے یہ بات روح سے کہی ہے"
سید سائیں نے غصے سے کہا تو اس کی بات پر ہاشم طنزیہ مسکرایا۔

"میں نے کہا تھا روح سے کہ وہ سب کے سامنے یہ کہے کہ موسیٰ نے گناہ کیا ہے میں نے کہا تھا"

ہاشم کی بات پر وہاں موجود ہر ایک شخص حیران ہو گیا تھا اور وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے اس سے پہلے کہ ہاشم پوری حقیقت بتا دیتا عدنان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا یحییٰ ان کے ساتھ نہیں تھا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ہاشم"

احمد نقوی نے حیرانی سے پوچھا تھا کیوں کہ وہاں موجود ہر شخص ہی اس وقت صدمے میں تھا۔

"کچھ بھی نہیں مجھے کسی سے نہ کوئی بات کرنی ہے نہ کوئی جواب دینا ہے چلتا ہوں"

ہاشم یہ بات کہہ کر وہاں سے جا چکا تھا وہ ایک پل کے لیے بھی وہاں نہیں رکا تھا اس کے پیچھے ہی عدنان اور حنان بھی گئے تھے۔

💗💗

جب ماہا کو پتہ چلا کہ وہ لوگ آ گئے ہیں تو وہ زنان خانے میں ہی ان کی منتظر تھی باقی سب بھی وہی تھی لیکن ماہا کی نظریں بے چینی سے یحییٰ کو تلاش کر رہی تھی۔

"کہاں تھے آپ جانتے ہیں کتنا پریشان ہو گئی تھی میں بتا کر تو جاتے اور اگر نہیں بتایا تو آپ یہ گڑیا کو کال کر دیتے"

روح روتے ہوئے بول رہی تھی ہاشم نے اپنی معصوم سی بہن کو اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔

"میری جان میں چھوٹے سے کام کے لیے قبیلے سے باہر گیا تھا اور عدنان کو قبیلے کے کچھ کام تھا وہاں گیا ہے اور یحییٰ اپنے آفس کے کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا تھا حنان میرے ساتھ ہی تھا"

ہاشم نے مسکرا کر اسے پیچھے کرتے ہوئے کہا تو اس نے بھی ہاں میں سر ہلایا لیکن پتہ نہیں کیوں ماہا کو وہ بہت ہضم نہ ہوئی کہ یحییٰ آفس کے کام کی وجہ سے شہر سب باہر گیا ہے۔

"اچھا میں آرام کرنے جا رہا ہوں حفصہ کمرے میں آؤ"

عدنان نے حفصہ کی طرف دیکھ کر کہا تو سب کے سامنے حفصہ بیچاری شرما گئی تھی جبکہ نادیہ بیگم نے نفرت سے اس کا کھلکھلایا ہوا چہرہ دیکھ عدنان وہاں سے جا چکا تھا۔

"جاؤ بیٹا"

ماہنور بیگم حفصہ کو وہی کھڑا دیکھ کر بولی تو وہ ہاں میں سر ہلاتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

ہمیں بھی آرام کی ضرورت ہے"

ہاشم نے کہا اور وہ بھی وہاں سے جا چکا تھا ان کے جاتے ہی بات لوگ وہاں سے چلے گئے تھے ماہا بہت پریشان تھی اس لیے وہ ہاشم کے کمرے میں آئی۔

"کون ہے؟"

دروازہ ناک ہونے پر ہاشم نے پوچھا تھا۔

"بھائی کیا میں اندر آجاؤ"

ماہا کی آواز پر ہاشم مسکرایا تھا۔

"ہاں بچے آجاؤ"

ہاشم مسکرا کر بولا اجازت ملنے پر ماہا کمرے میں داخل ہوئی تھی وہ ہاشم کو دیکھ رہی تھی اور کافی کنفیوز لگ رہی تھی۔ ہاشم جو بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، ماہا کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر سمجھ گیا کہ وہ کچھ پوچھنا چاہتی ہے۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے صوفے پر بیٹھنے کو کہا تھا۔

"بیٹھو ماہا بچے خیریت تو ہے؟ تم کافی پریشان لگ رہی ہو؟"

ہاشم نے نرمی سے پوچھا۔ ماہا نے صوفے کے کونے پر بیٹھتے ہوئے اپنی انگلیاں چٹخائیں، اس کی نظریں ہاشم کے چہرے پر جمی تھیں۔

"بھائی۔۔۔ آپ نے سب سے جھوٹ کیوں بولا؟"

ہاشم کے ماتھے پر بل پڑے، مگر وہ خاموش رہا۔ ماہا نے اپنی بات جاری رکھی۔

"آپ نے کہا یحییٰ آفس کے کام سے شہر گئے ہیں، لیکن میرا دل نہیں مان رہا۔ جس طرح آپ سب اچانک غائب ہوئے اور جس طرح ابھی مردان خانے میں باتیں ہو رہی تھیں شور کی آواز آ رہی تھی بھائی، سچ کیا ہے؟ یحییٰ کہاں ہیں؟"

ہاشم نے ایک گہری سانس لی ماہا کی باتوں پر وہ حیران ہوا تھا ہاشم کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا جہاں شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔

"ماہا بیٹا ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے"

ہاشم نے بات کو سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں بھائی! آپ سچ میں کچھ چھپا رہے ہیں میں نے کل رات ایک بہت برا خواب دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ۔۔۔ کہ یحییٰ کو گولی لگی ہے اور وہ خون میں لت پت ہیں۔ جب سے آپ لوگ آئے ہیں اور وہ ساتھ نہیں ہیں، میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خدارا سچ بتائیں، وہ ٹھیک تو ہیں نا؟"

ماہا کی آنکھوں سے آنسوں بہہ نکلے تھے۔ ہاشم کا دل پسیج گیا، وہ جانتا تھا کہ ماہا اور یحییٰ کے درمیان ایک خاموش سا تعلق ہے ماہا اس سے اب بھی محبت کرتی ہے یہ دیکھ کر ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"وہ ٹھیک ہے ماہا بچے اپنے بھائی پر یقین رکھو"

ہاشم نے ماہا کی نم آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اسے تسلی دینے کی کوشش کی۔

"اپ سچ کہہ رہے ہیں نا وہ ٹھیک ہے"

ماہا نے اپنے دل کو تسلی دینے کی کوشش کرتے ہوئے ایک بار پھر سے پوچھا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہے"
ہاشم نے مسکرا کر کہا وہ ماہا کا دل بھی تھوڑا مطمئن ہوا تھا.

"آپ آرام کریں میں چلتی ہوں"
ماہا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا اور وہ جا چکی تھی۔



یحییٰ اس وقت دبائی کے ہوسپٹل میں تھا اس کا خون روکنے کی وجہ سے اس کی جان بچانے کی چانسز تھے سردار موسیٰ اس کے ساتھ وہاں موجود تھا اپنے بھائی کی یہ حالت دیکھ کر سردار موسی تھوڑا افسردہ تھا یحییٰ اس سے ایک سال بڑا تھا لیکن ان میں بھائیوں والی تکلفی نہیں تھی بچپن سے ہی وہ ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست تھے لیکن پھر یحییٰ کے جانے کے بعد سب کچھ ہی بدل گیا تھا جب یحییٰ واپس آیا تو ان کے درمیان نفرت کی تہہ تھی جو کہ روح کو لے کر تھی مگر اب وہ بھی ختم ہو گئی تھی اور سب ان کے درمیان ٹھیک تھا ایک سال کا گیپ ان میں ضرور تھا لیکن وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے یاروں کی طرح تھے۔

"تم ٹھیک ہو گے انشاءاللہ"

موسیٰ نے ایک گہرے سانس لے کر کہا تھا اب تک صرف یہ کہا گیا تھا کہ خون روک لینے کی وجہ سے اس کی جان بچ سکتی ہے لیکن چونکہ گولی سینے میں لگی تھی تو مسئلہ بڑا ہو سکتا ہے کیوں کہ دل اور liver دونوں کا نقصان تھا فلحال رپورٹس کی گئی تھی ان کی ابھی تک ریزلٹ نہیں آئے تھے کیوں کہ گولی نکالنے کے بعد ہی رپورٹس ہوئی تھی۔

💗💗

روح وہ آرہی ہے شروع کرو"

دروازے پر کھڑی ماہا نے گلناز کو آتا دیکھ کر کہا تھا۔۔

"نہیں نہیں چھوڑو مجھے مجھے نہیں رہنا ہے مجھے جانے دو مجھے مرنے دو"

روح بار بار ٹیریس کی طرف جاتے ہوئے چلا رہی تھی جبکہ اس کی اواز سنی کر گلناز فوراً سے وہاں آئی تھی۔

"اب کیا ہوا ہے اسے"
گلناز نے ساتھ کھڑی حفصہ سے پوچھا تھا۔۔

"آپی پتہ نہیں اچانک ہی ہوا ہے ابھی تو بلکل ٹھیک تھی"
حفصہ نے بھی پریشانی سے کہا تھا۔۔

"چھوڑو مجھے ٹیرس سے کود کر مرنے دو مجھے نہیں رہنا موسیٰ نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے میں اس سے کتنی محبت کرتی تھی مجھے کر جانے دو"

روح چیختے ہوئے بول رہی تھی نور اور کندیل نے اسے تھام رکھا تھا اور وہ خود کو آزاد کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔ روح کی آوازیں زنان خانے سے نکل کر حویلی کے در و دیوار سے ٹکرانے لگی تھیں۔ گلناز کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا، اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ جو لڑکی اب تک موسیٰ کے خلاف زہر اگل رہی تھی، وہ اچانک موسیٰ کی محبت میں جان دینے پر کیوں تلی ہوئی ہے۔ کیا محبت ایسی ہوتی اپ اس شخص کی کی گئی غلطی کو تسلیم نہیں کر پاتے اور خود کو ہی نقصان پہنچانے چل نکلتے ہو گلناز نے سوچا ہاں وہ بھی تو اس بات کو تسلیم نہیں کر پا رہی تھی کہ سردار موسی نے روح سے نکاح کر لیا اور پھر اس نے اپنی عزت ہی داؤ پر لگا دی۔

"روح! ہوش کے ناخن لو، کیا پاگل پن ہے یہ؟" نور نے اسے جھنجھوڑنے کی کوشش کی لیکن روح نے اسے زور سے پیچھے دھکیل دیا۔

"موسیٰ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے! میں نے اسے کھو دیا، میرا موسیٰ چلا گیا!"

روح کی دھاڑیں سن کر سب لوگ بھاگتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ حویلی کے باقی ملازم اور عورتیں بھی اکٹھی ہو چکی تھیں۔

"روح بچے کیا ہوا ہے"

ہاشم نے پوچھا تو روح بھاگ کر اس کے پاس ائی تھی۔

"بھائی موسیٰ نے مجھے دھوکا دیا ہے میں زندہ نہیں رہنا چاہتی میں مرنا چاہتی ہوں مجھے مر جانے دو"

روح روتے ہوئے بول رہی تھی وہ پھر سے گلاس کے ونڈو کی طرف جانے لگی ہاشم نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"گناہ اس نے کیا تم کیوں اپنی جان دو گی پاگل ہو"
ہاشم نے اسے دیکھ کر سختی سے کہا تھا۔

"کیونکہ میں نے اس سے اتنی محبت کی اپنی محبت کی قدر نہیں کی اور میرے ساتھ اتنا سب کیا"
روح نے روتے ہوئے کہا وہ بلکل پاگل لگ رہی تھی وہ زبردستی بالکنی کی طرف جا رہی تھی۔۔روح کی اس بدحواسی نے حویلی میں کہرام مچا دیا تھا۔ وہ بار بار ہاشم کے ہاتھوں سے خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی،اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور چہرے پر کرب کی انتہا تھی۔

"روح گناہ اس کا ہے تمہارا نہیں"
ہاشم نے ایک بار پھر اسے سختی سے تھام کر کہا تھا۔

"نہیں بھائی! گناہ اس کا نہیں، میرا ہے جو میں نے ایک ایسے شخص پر یقین کیا جس نے میرے بارے میں ایک بار نہ سوچا مجھے مر جانے دیں، میرا اس دنیا میں کوئی ٹھکانہ نہیں رہا!"

روح کی چیخیں اب ہذیانی کیفیت اختیار کر رہی تھیں۔ اس نے زوردار جھٹکے سے خود کو آزاد کروانا چاہا، مگر ہاشم کی گرفت لوہے کی طرح مضبوط تھی۔

"روح! ہوش کرو، یہ سب کیا تماشہ ہے؟"

سید سائیں کی گرجدار آواز سے کہا۔

"سید سائیں وہ بچی ہے میں کوشش کر رہا ہوں نہ"

ہاشم نے آہستہ سے کہا لیکن روح اس کے کنٹرول میں نہیں آرہی تھی ہاشم کوئی باتوں میں مصروف دیکھ کر رونے اسے زور سے دھکہ دیا تھا اور خود بالکنی میں چلی گئی تھی فاکس ونڈو کھلا تھا ابھی وہ وہاں سے کودتی کہ ہاشم نے پھر آکر اسے پکڑ لیا تھا ہاشم نے جیسے ہی روح کو دوبارہ پکڑا، اس نے وحشت زدہ انداز میں اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، اس کی طاقت اس وقت غیر معمولی ہو رہی تھی۔ حویلی کی تمام عورتیں یہ منظر دیکھ کر سہم گئی۔

"چھوڑو مجھے! ہاشم بھائی چھوڑ دیں! مجھے اس بے وفائی کے ساتھ نہیں جینا، مجھے اس داغ کے ساتھ نہیں رہنا جو موسیٰ نے مجھے دیا ہے!"
روح کی آواز میں درد کی ایسی لہر تھی جس نے وہاں موجود ہر شخص کے دل کو چیر دیا۔

"ہاشم بیٹا، اسے کمرے میں لے چلو، یہ سب کے سامنے تماشہ بن رہی ہے۔"

نادیہ بیگم نے غصے سے کہا تھا۔

"تماشہ؟"

روح نے اچانک نادیہ بیگم کی طرف مڑ کر دیکھا، اس کی نظروں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"تماشہ تو تب بنا تھا پھوپھو جب موسیٰ نے مجھ سے نکاح کیا تھا اور تماشہ اب بن رہا ہے جب وہ غائب ہے۔"

روح پاگلوں کی طرح بول رہی تھی۔اچانک ہی وہ خود باخود بے ہوش ہو گئی تھی۔سب لوگ حیران ہو گئے۔۔روح کے اچانک بے ہوش ہوتے ہی حویلی میں ایک سناٹا چھا گیا،جو چند لمحوں بعد ہی افراتفری میں بدل گیا۔ ہاشم نے لپک کر اسے گرنے سے پہلے ہی اپنے مضبوط بازوؤں میں تھام لیا۔اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا اور سانسیں اکھڑی ہوئی تھیں۔

"روح!ہوش کرو روح!"

ہاشم نے اسے جھنجھوڑا مگر وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح اس کے ہاتھوں میں جھول رہی تھی۔

"عدنان! جلدی سے گاڑی نکالو، اسے ہسپتال لے جانا ہوگا!" ہاشم نے اونچی آواز میں حکم دیا تو عدنان جو قریب ہی کھڑا تھا، فوراً باہر کی طرف بھاگا۔ حویلی کی فضا میں ایک عجیب سی گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ نادیہ بیگم اور گلناز ایک طرف کھڑی حیرت اور تشویش کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ یہ سب دیکھ رہی تھیں۔ گلناز تو بہت خوش تھی اگر اسے کچھ ہو جاتا ہے تو موسیٰ ویسے بھی اس کا ہوں جاتا اسے اتنا تو پتہ تھا وہ اس حویلی کا وارث ہے اور اس نے لوٹ کر آنا ہے۔

"ہاشم ہم گھر ہو ڈاکٹر بلا لیتے ہیں ابھی اس کی ایسی حالت نہیں ہے"
آیت بیگم نے روح کو دیکھ کر کہا ہاشم ان کی بات سن کر ہاں میں سر ہلا گیا تھا اور اس نے روح کے وجود کو بیڈ پر لٹایا تھا کمرے میں ہر شخص ہی پریشان تھا یہ سب ہو کیا رہا ہے۔

"یہ کیا ہو گیا ہے میری بچی کو"
عافیہ بیگم اس کے ساتھ بیٹھتے ہی پریشان انداز میں بولی تھی۔

"مجھے تو لگتا ہے موسیٰ کی بے وفائی یہ برداشت نہیں کر پا رہی اور پاگل ہو گئی ہے"
نادیہ بیگم نے بغیر سچویشن دیکھے منہ پھٹ انداز میں یہ بات کی ان کی بات وہاں موجود کسی کو بھی پسند نہیں آئی تھی۔

"اللہ نہ کرے نادیہ کیسی باتیں کر رہی ہو"

احمد نقوی تڑپ گئے تھے اپنی بیٹی کے بارے میں یہ سن کر اس لیے انھوں نے غصے سے کہا تھا۔ سچویشن دیکھ کر کچھ دیر کے لیے نادیہ بیگم نے بھی خاموش رہنا مناسب سمجھا۔ عدنان اپنی ماں اور بہن کو دیکھ رہا تھا وہ ہستی اس کی ماں تھی جس نے اسے جنم دیا اور وہی ان سب کی زندگیوں میں زہر گھول رہی تھی وہ یہ بات برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"ماں سائیں گلناز آپ میرے ساتھ آئیں"

عدنان نے ان کی طرف دیکھ کر کہا جبکہ باقی سب روح کی حالت کی طرف متوجہ تھے۔۔

"آ گئی بہن اور ماں کی یاد"

نادیہ بیگم نے تنزیہ کہا تھا۔

"میں نے کہا آپ لوگ میرے ساتھ آئیں"

عدنان یہ بات کہہ کر نکل گیا تھا حفصہ بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی گئی تھی نادیہ بیگم اور گلناز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور وہ بھی کمرے سے باہر چلی گئی۔



کچھ دیر گزر گئی تھی کمرے میں روح اب بھی بے سدھ پڑی تھی، اس کا زرد چہرہ اور خشک ہوتے لب اس کی اذیت کی گواہی دے رہے تھے۔

آیت بیگم مسلسل اس کے ماتھے پر نم پٹیاں رکھ رہی تھیں جبکہ ہاشم بیڈ کی پائنتی سے لگا ساکت کھڑا تھا۔ اس کی نظریں روح پر تھیں مگر ذہن کہیں اور الجھا ہوا تھا۔

"ہاشم! ڈاکٹر کیوں نہیں پہنچا اب تک؟"

احمد نقوی نے بے چینی سے پوچھا۔ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی جان نکال کر بیٹی کو دے دیں۔

"آرہے ہیں تایا ابو، عدنان نے ڈاکٹر دونوں کو فون کیا تھا۔" ہاشم نے دھیمی آواز میں جواب دیا، لیکن اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ خود بھی کسی بڑے طوفان کی زد میں ہے۔

کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر حویلی پہنچ گئی ڈاکٹر لیڈی ڈاکٹر تھی اور کمرے میں داخل ہوتے ہی سب کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔ معائنے کے دوران ڈاکٹر کے ماتھے پر پڑنے والے بل سب کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہے تھے کیوں کہ روح سب کو ہی عزیز تھی۔

"دیکھیں ڈاکٹر صاحبہ! یہ اچانک بے ہوش ہوئی ہے اور اس سے پہلے یہ کچھ عجیب و غریب باتیں کر رہی تھی،"

عافیہ بیگم نے سسکتے ہوئے بتایا۔ڈاکٹر نے روح کی آنکھوں کی پتلیاں چیک کیں اور پھر ایک گہری سانس لے کر ہاشم کی طرف دیکھا۔

"ان کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک گر گیا ہے،اور یہ سب شدید ذہنی دباؤ (Nervous Breakdown) کی علامت ہے۔ایسا لگتا ہے کہ ان کے دماغ پر کسی ایسی بات کا بوجھ ہے جسے ان کا دل تسلیم نہیں کر پا رہا۔ انہیں فی الحال مکمل سکون کی ضرورت ہے۔"

جیسے ہی ڈاکٹر نے روح کو انجکشن لگایا،اس کے جسم میں ایک ہلکی سی جنبش ہوئی۔اس کے لب لرزے اور ایک دبی دبی سی آواز پورے کمرے میں گونجی۔

"موسیٰ۔۔۔"

یہ نام سنتے ہی کمرے میں موجود ہر شخص کے کان کھڑے ہو گئے۔ سید سائیں جواب تک دروازے پر کھڑے خاموشی سے یہ سب دیکھ رہے تھے، انھوں نے کبھی نہیں سوچا تھا ان کی حویلی یوں بکھر جائے گی۔

"یہ ٹھیک تو ہو جائے گی نہ ڈاکٹر"
احمد نقوی نے پریشانی سے کہا۔

"دیکھیں یہ اسٹریس نہ لیں ورنہ بہت خطرناک ہو گا میں کچھ میڈیسن دے رہی ہوں وقت پر انھیں دیں ء
ڈاکٹر کچھ لکھتے ہوئے بولی احمد نقوی نے ہاں میں سر ہلایا ہاشم نے وہ چٹ پکڑ لی اور اپنی جیب میں ڈال دی۔ ڈاکٹر رخصت ہو چکی تھی۔

"آپ اس کا دھیان رکھیں"

ہاشم نے آیت بیگم سے کہاانھوں نے ہاں میں سر ہلایاوہ وہاں سے چلا گیا باقی مرد بھی چلے گئےاب بس وہاں عورتیں تھی۔

"اب تھک جائیں گی جاکے ارام کریں ہم روح کے پاس ہیں"
نور نے اپنی ماں سائیں سے مسکرا کر کہا۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں"
آیت بیگم نے کہاتو نور نے بھی دوں مارہ زدنہ کی عافیہ بیگم اور آیت بیگم دونوں ہی اس کے ساتھ تھی۔

عدنان نادیہ بیگم گلناز کو لے کر اپنے کمرے میں آ گیا تھا اس کے پیچھے ہی حفصہ بھی داخل ہوئی تھی عدنان کا غصے سے برا حال تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اپنی اتنی ذلت پر اپنی بہن کی جان نکال دے عدنان نے بغیر کچھ سوچے سمجھے اس کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا تھا جبکہ حفصہ نے تو اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر گلناز حیرانی سے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی جبکہ نادیہ بیگم کا بھی منہ کھل گیا تھا۔

"تم پاگل ہو گئے ہو عدنان یا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کہ تم نے کیا کیا" نادیہ بیگم نے غصے سے اپنی بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میرا دماغ بلکل ٹھیک ہے آپ دونوں کو شرم نہیں آئی یہ قدم اُٹھاتے ہوئے اس نے تو جذباتوں میں آ کر یہ قدم اٹھا لیا لیکن ماں سائیں اپ اپ نے بھی ایک بار اسے نہیں روکا"

عدنان گلناز کی طرف دیکھتے ہوئے نفرت سے بول رہا تھا۔

"کیا بقواض کر رہے ہو تم عدنان"
نادیہ بیگم جانتی تھی وہ کس بارے میں بات کر رہا ہے لیکن اس نے پھر بھی انجام بننے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں بقواض کر رہا ہوں میں آپ کو شرم نہیں آئی اتنی گھٹیا سازش کرتے ہوئے موسیٰ کا کیا ہوا وہ تو یہاں سے چلا گیا وہ مر دہے لیکن سارا زمانہ آپ کی بیٹی پر ہی انگلی اٹھا رہا ہے تھو تھو کر رہا ہے سوچا ہے کون کرے گا اس سے شادی کر اپنائے گا اسے کیوں کہ موسیٰ اتنا غیرت مند تو ضرور ہے کہ وہ اس جیسی لڑکی سے کبھی بھی نکاح نہیں کرے گا دیکھا نہیں آپ نے اس نے پھانسی قبول کی لیکن اپ کی بیٹی سے نکاح نہیں"
عدنان غصے سے چلا رہا تھا جبکہ گلناز خاموش کھڑی تھی۔

"تمھیں لگتا ہے ہم نے سازش کی ہے یہ سب اس موسیٰ نے تمھاری بہن کے ساتھ کیا ہے تم نے ایک بار بھی اس کا گریبان پکڑ کر پوچھا اس نے ایسا کیوں کیا اپنی بہن سے اس کا حال پوچھا"

نادیہ بیگم سب بھی اپنی مکاری نہیں چھوڑ رہی تھی۔

"بس کریں ماں سائیں بس کریں کیا سچ ہے اور کیا نہیں یہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی اپنی عزت کی تو اس کو پرواہ نہیں تھی میری عزت کا سوچ لیتے کیسے سب کا سامنا کروں گا اور سوچیں جس دن یہ حقیقت سب کے سامنے آئے گی کہ یہ سازش آپ دونوں کی کی گئی سازش ہے میں کسی سے نظریں نہیں ملا پاؤں گا"

عدنان دکھ سے بول رہا تھا جبکہ گلناز اب نفرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"تمھیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے ہاں کیا میں نے یہ سب ہاں میں نے کیا کیا کر لو گے اور کیا ثبوت ہے تمھارے پاس کیسے ثابت کرو گے یہ اور میں موسیٰ کو حاصل کرنے کے لیے مزید گر سکتی ہوں اور اگر مجھے کسی کی جان لینی پڑی تو وہ بھی لوں گی اچھا ہے وہ روح پہلے ہی پاگل ہو گئی ہے ورنہ میں اس اپنی ہاتھوں سے مارتی"

عدنان کا ایک اور تھپڑ اس کا چہرہ لال کر گیا تھا۔ گلناز کے چہرے پر پڑنے والا دوسرا تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ لڑکھڑا کر بیڈ سے جا ٹکرائی۔ اس کی آنکھوں میں چنگاریاں لہرا رہی تھیں اور وہ کسی زخمی ناگن کی طرح پھنکار رہی تھی۔ غصے اور ذلت نے اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی۔

"عدنان!"

نادیہ بیگم چیخیں اور اپنی بیٹی کو سنبھالنے کے لیے آگے بڑھیں، لیکن گلناز نے انہیں جھٹک دیا اور اپنی وحشیانہ نظریں سامنے کھڑی حفصہ پر جما دیں۔

"یہ سب اس منحوس لڑکی کی وجہ سے ہو رہا ہے!"
گلناز نے انگلی حفصہ کی طرف اٹھائی، جس کا چہرہ خوف سے سفید پڑ چکا تھا۔

"جب سے یہ اس حویلی میں آئی ہے اور اس سے تمھاری شادی ہوئی ہے، تم بدل گئے ہو عدنان۔ پہلے تم میری ہر بات مانتے تھے، موسیٰ کے خلاف تم میرے ساتھ تھے، لیکن اس دو ٹکے کی لڑکی نے تمہارے کان بھر دیے ہیں۔ یہ تمہیں ہم سے دور کر رہی ہے!"
گلناز پاگلوں کی طرح حفصہ کی طرف بڑھی اور اس سے پہلے کہ کوئی اسے روک پاتا، اس نے حفصہ کے بال نوچنے کی کوشش کی۔

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گی! تیری ہمت کیسے ہوئی میرے بھائی کو میرے خلاف کرنے کی؟"

وہ حفصہ کے بالوں کو ہاتھوں میں پکڑے غصے سے بولی تھی حفصہ خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"گلناز! میں نے کہا چھوڑو حفصہ کو!"

عدنان نے تیزی سے آگے بڑھ کر حفصہ کو اپنے پیچھے کیا اس کی گرجدار آواز پورے کمرے میں گونجی۔ گلناز کا ہاتھ ہوا میں ہی دبوچ کر اسے جھٹکے سے دور پھینک دیا۔

"خبردار! اگر اب کی بار تم نے حفصہ کی طرف ہاتھ بھی اٹھایا!"

عدنان نے انگلی اٹھا کر اسے متنبہ کیا۔ گلناز کے لیے یہ برداشت سے باہر تھا کہ اس کا اپنا بھائی ایک "باہر والی" کے لیے اسے دھکے دے رہا ہے۔

"تم ایک معمولی سی لڑکی کے لیے اپنی بہن پر ہاتھ اٹھا رہے ہو؟"
نادیہ بیگم نے دہائی دی۔

"یہ معمولی نہیں ہے، یہ میری بیوی ہے اور میری عزت ہے!"
عدنان نے دوٹوک جواب دیا۔

"اور رہی بات میرے بدلنے کی، تو مجھے اس نے نہیں بدلا، آپ کے کرتوتوں نے بدلا ہے۔ آپ دونوں کی نفرت نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ میں کس مٹی کا بنا ہوں جو آپ جیسے لوگوں کے درمیان رہ رہا ہوں۔"
گلناز دوبارہ چیختی ہوئی حفصہ پر جھپٹنے لگی، اس کے چہرے پر موجود جنون بتا رہا تھا کہ وہ اپنا ہوش کھو چکی ہے۔

"میں اسے مار دوں گی! یہ مر جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا!"

عدنان نے اسے دوبارہ حفصہ کے قریب آنے سے پہلے ہی ایک اور زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔ اس بار گلناز زمین پر گری اور وہیں بیٹھی ہانپنے لگی۔

"یہ آخری تھپڑ اس گندگی کے لیے ہے جو تم نے اپنے دماغ میں پالی ہوئی ہے۔"

عدنان نے نفرت سے اسے دیکھا۔

"آج کے بعد اگر تم نے یا ماں سائیں نے حفصہ کو پریشان کیا، یا حویلی میں موسیٰ اور روح کے خلاف کوئی نئی چال چلی، تو یاد رکھنا عدنان نقوی سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ میں خود سید سائیں کے سامنے جا کر آپ دونوں کا سب بتا دوں گا۔"

عدنان غصے سے بول رہا تھا حفصہ، جواب تک خاموش رو رہی تھی، نے ڈرتے ہوئے عدنان کی آستین تھامی۔ عدنان نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا اور اسے لے کر کمرے سے باہر نکل گیا، پیچھے نادیہ بیگم اور گلناز کو ان کی اپنی نفرت اور شکست کے درمیان چھوڑ کر۔

"میں نہیں چھوڑوں گی اسے اسے بھی مار دوں گی"
گلناز نفرت سے چیخ رہی تھی اور نادیہ بیگم اسے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔

💗💗

یحییٰ کی زندگی اب خطرے سے باہر تھی یہ خبر کچھ گھنٹے پہلے ہی سردار موسیٰ کو ڈاکٹرز نے دی تھی اس پر وہ بہت خوش تھا اس نے کال کر کے ہاشم کو بھی بتا دیا تھا سب نے ہی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا تھا اسے کچھ دیر میں ہوش آجاتا اور اس کے بعد موسیٰ اس سے مل سکتا تھا اس کا دل روح کے لیے بہت بے چین تھا جب سے وہ سے ان دونوں کے درمیان گزری تھی اب موسیٰ روح سے دور نہیں رہ سکتا تھا اس رات سردار موسیٰ نے روح کو مکمل طور پر اپنی روح میں سمایا تھا اب وہ تب سے ہی بے چین تھا جس صبح سے وہ اسے چھوڑ کر آیا تھا تب سے اسے سکون نہیں مل رہا تھا کیوں کہ اس کا سکون اب صرف روح ہے۔

موسیٰ ہسپتال کے کوریڈور میں موجود بینچ پر بیٹھا روح کے خیالوں میں ڈوب گیا تھا۔ یحییٰ کی خیریت کی خبر نے اس کے کندھوں سے ایک بڑا بوجھ اتار دیا تھا، لیکن اب اس کے دل میں ایک ہی نام کی تسبیح جاری تھی اور وہ نام 'روح' کا تھا۔ وہ رات، جب اسے نے اپنے نکاح کے بندھن میں روح سے اپنا جائز حق لیا تھا تب سے ہی وہ اپنی روح کا مزید دیوانہ ہو گیا تھا۔ اس نے روح کی آنکھوں میں اپنے لیے جو تڑپ اور سچائی دیکھی تھی، وہ اسے ہر پل بے چین کر رہی تھی۔ اسے بار بار روح کا وہ روتا ہوا چہرہ یاد آ رہا تھا جب وہ اسے چھوڑ کر آ رہا تھا وہ ایسا کرنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن ایسا کرنا پڑا تھا اسے۔

"بس تھوڑا سا انتظار روح۔۔۔ میں واپس آ رہا ہوں۔ اب کوئی سازش، کوئی جھوٹ اور کوئی دشمن ہمیں الگ نہیں کر سکے گا،"

موسیٰ نے زیرِ لب خود سے عہد کیا۔ اسے معلوم تھا کہ حویلی میں اس وقت اس کے خلاف آگ لگی ہو گی۔ اسے یہ بھی علم تھا کہ اسے قبیلے کا مجرم قرار دیا جا چکا ہے، لیکن اسے اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ اسے فکر تھی تو صرف اس بات کی کہ روح اس کے بغیر ان حالات کا سامنا کیسے کر رہی ہو گی۔ اس لیے اس جلد از جلد اپنی روح کے پاس واپس جانا تھا۔ اچانک ایک نرس باہر آئی اور اسے یحییٰ کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی۔ موسیٰ نے اس کی بات پر ہاں میں سر ہلایا اور تیزی سے اندر داخل ہوا۔ یحییٰ کی آنکھیں ابھی پوری طرح نہیں کھلی تھیں، لیکن اس نے موسیٰ کو پہچان لیا۔

"موسیٰ۔۔۔"

یحییٰ کی آواز کمزوری کی وجہ سے بہت دھیمی تھی۔

"میں یہی ہوں یحییٰ! تم بلکل ٹھیک ہو اب ویسے تم نے ہمیں ڈرا ہی دیا تھا،"

موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔ یحییٰ نے بمشکل ایک مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائی۔

"حالات کیسے ہیں؟"

یحییٰ نے بمشکل پوچھا۔

"ہم فتح یاب ہوئے مبارک ہو"

سردار موسیٰ نے اسے یہ خوشخبری دی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی وہ بہت خوش تھا کہ وہ کامیاب ہو گئے اور ان معصوم لڑکیوں کی جان بچ گئی سردار موسی نے اسے آرام کرنے کا کہا اور خود اس کی طبیعت کے حوالے سے ڈاکٹر سے ملنے کے لیے چلا گیا۔

💗💗

"واہ روح رات کیا ایکٹنگ کی ہے تم نے ماننا پڑے گا"

حفصہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا اس وقت وہ لڑکیاں پارٹی ایک ساتھ تھی اور گپوں میں مصروف تھی۔

"شکریہ شکریہ"

اس نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر سب لوگ ہی مسکرائے تھے۔

"ویسے کچھ پل کے لیے ہمیں تو لگا تھا سچ میں تمھیں کچھ ہو گیا ہے"

ماہا نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"آخر ہماری اداکاری ہی ایسی ہے"

روح نے مسکرا کر چپس کھاتے ہوئے کہا تھا۔

"اداکاری کی بچی کل سے کالج جانے کی تیاری کرو"

نور نے اس کے کندھے پر مارتے ہوئے انھیں یاد دلایا تھا کہ کل سے ان کے کالج شروع ہیں۔۔

"اچھا سب چھوڑو میری بات سنو"

حفصہ نے ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا تھا تو سب اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے ایسا بھی کیا ہو گیا ہے"

کندیل نے اسے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کل جب عدنان"

ابھی وہ بات پوری کرتی کہ بیچ میں ماہا نے ٹانگ اڑادی تھی۔

"کس کر رہے تھے"

ماہا کی بات پر حفصہ شرما سے پانی پانی ہو گئی تھی۔

"نہیں ہمیں یہ نہیں سنا تم ایسا کرو اپنی بات اپنے پاس ہی رکھو"

نور نے بھی اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ حفصہ کا دل کیا کہ وہ ان لوگوں کے درمیان سے عائب ہو جائے۔

"میں نہیں بتا رہی جاؤ"

وہ غصے سے ان لوگوں کے درمیان سے کھڑی ہوئی تھی اور اٹھ کر جانے لگی تھی جب روح نے اسکا ہاتھ تھاما۔

"میں نہیں روکوں گی"

روح کی طرف دیکھتے ہوئے حفصہ نے منہ بنا کر کہا تھا۔

"میں روک بھی نہیں رہی بس یہ کہہ رہی تھی اب تک آٹھ گئی ہو تو وہ پانی پکڑا دینا"

روح نے اپنی ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے کہا تھا جب کی روح کی بات پر سب حفصہ سچ میں غصے سے وہاں سے جانے لگی تھی جب وہ چاروں ایک ساتھ اس کے سامنے آئی تھی۔ روح، ماہا، نور اور کندیل کے چہروں پر شرارت بھری مسکراہٹیں تھیں، جبکہ حفصہ کا چہرہ اب بھی غصے اور شرمندگی کی سرخی سے تمتمار ہا تھا۔

"ہٹو میرے راستے سے! مجھے تم لوگوں سے کوئی بات نہیں کرنی۔"
حفصہ نے مصنوعی غصے سے انہیں پرے دھکیلنے کی کوشش کی، مگر وہ چاروں ٹس سے مس نہ ہوئیں۔

"اوہو! ہماری چھوٹی سی حفصہ تو سچ میں ناراض ہو گئی۔"
روح نے آگے بڑھ کر حفصہ کی ٹھوڑی تھامی، مگر حفصہ نے جھٹکے سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"ناراض نہ ہوں تو اور کیا کروں؟ میں تم لوگوں کو اتنی سنجیدہ بات بتانے لگی تھی اور تم لوگ میرا مذاق اڑا رہی ہو۔"
حفصہ کی آواز میں اب سچی خفگی جھلک رہی تھی۔ نور نے حفصہ کا بازو پکڑ کر اسے واپس بیڈ کی طرف کھینچا۔

"اچھا بابا، کان پکڑ کر معذرت! اب تم نخرے چھوڑو اور بیٹھو۔ تم تو جانتی ہو ماہا کا منہ چلتا ہے تو پھر رکتا نہیں، اس کی طرف سے میں معافی مانگتی ہوں۔"

نور نے کہا حفصہ نے ایک نظر ماہا کو دیکھا جو اب معصومیت کی تصویر بنی کھڑی تھی۔

"صرف ماہا ہی نہیں، آپ سب مجھے تنگ کر رہی تھی اور یہ روح بد تمیز تو سب سے آگے ہے؟"

حفصہ نے روح کی طرف خاص اشارہ کیا جب وہ جانے لگی اسے روکنے کے بجائے وہ پانی کا کہہ رہی تھی۔ روح نے فوراً اپنے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

"حفصہ! توبہ ہے، میں تو صرف ماحول کو تھوڑا ہلکا کرنا چاہ رہی تھی۔ اب کیا اپنی پیاری نند کو اتنی سی بات پر معاف نہیں کرو گی؟ دیکھو، اگر تم نہیں مانو گی تو میں پھر سے 'بے ہوشی' والا ڈرامہ شروع کر دوں گی"

روح کی اس بات پر ان چاروں کے چہرے پر ہی مسکراہٹ آئی تھی مگر اس نے اب بھی منہ بسورے رکھا۔

"تم لوگ ہمیشہ یہی کرتی ہو۔ جب دیکھو میرا جینا محال کر دیتی ہو۔" حفصہ نے معصومیت سے کہا۔

"اچھا اب بس کرو، بہت نخرے دکھا لیے۔ اب بتاؤ کیا ہوا تھا؟ تم کچھ عدنان بھائی کے بارے میں بتا رہی تھی۔"

کندیل نے اسے دیکھ کر جواب متلاشی نظروں سے پوچھ حفصہ نے ایک گہری سانس لی اور اپنے دوپٹے کے کونے کو انگلیوں پر لپیٹنے لگی۔اس کی آنکھوں میں کل والے واقعے کے آثار آنے لگے۔ان چاروں نے گھیر کر بیٹھتے ہوئے تجسس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔

"کل جب عدنان کے پیچھے پیچھے میں کمرے میں گئی۔"حفصہ نے بات شروع کی تو ماہا پھر سے شرارت کرنے ہی والی تھی کہ نور نے اسے زور سے کہنی ماری، جس پر ماہا نے اپنے لبوں پر خیالی زپ لگالی۔حفصہ نے اپنی بات جاری رکھی۔

"وہ بہت غصے میں تھے۔ میں نے انہیں اس سے پہلے کبھی اتنا غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ انہوں نے ماں سائیں اور گلناز آپی سے پوچھا کہ وہ دونوں یہ سب کیوں کر رہی ہیں آگے سے جب گلناز آپی بد تمیزی کر رہی تھی تو انھوں نے اسے دو تھپڑ مار دیے"

حفصہ کی بات پر وہ سب لوگ حیران رہ گئے عدنان نے گلناز پر ہاتھ اٹھایا۔

"ہائے کیا منظر ہو گا ٹھاکاش میں بھی وہاں ہوتی"

کندیل نے سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں نہ کاش میں بھی وہاں ہوتی اس کا منہ نوچ لیتی"

روح نے سوچتے ہوئے کہا تو سب لوگ ہی مسکرائے تھے۔

"اس لیے کل سے اس نے دیدار نہیں کروایا کیوں کہ تھپڑ کے نشان جو ہوں گیں"

نور نے بھی تجسس سے کہا حفصہ نے ان سب کی بات پر مسکراتے ہوئے سر ہلایا، مگر اس کی آنکھوں میں ابھی بھی وہ خوف جھلک رہا تھا جو اس نے اس وقت محسوس کیا تھا۔

"تم لوگوں کو اندازہ نہیں ہے،۔ عدنان کا غصہ اتنا شدید تھا کہ ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی میں نے اس سے پہلے کبھی بھی انھیں اتنے غصے میں نہیں دیکھا تھا۔ جب گلناز آپی نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور میرے بال نوچنے چاہیں تو عدنان نے مجھے اپنے پیچھے کر لیا اور جس طرح وہ ان کے سامنے ڈھال بن کر کھڑے ہوئے، مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ عدنان ہمیشہ میرے ساتھ ہیں اس کے بعد پڑا انھیں تیسرا تھپڑ جب وہ مجھے پھر سے مارنے کے لیے آگے بڑھی"

حفصہ نے ایک لمبا سانس لیا جیسے وہ بوجھ ہلکا کر رہی ہو۔

"سچ میں حفصہ! عدنان بھائی نے تو کمال کر دیا، گلناز کو اس کی اوقات یاد دلانا بہت ضروری تھا۔ وہ خود کو پتا نہیں کیا سمجھتی ہیں، دوسروں کی زندگیاں برباد کرنا تو جیسے ان کا مشغلہ بن گیا ہے۔"
نور نے نفرت سے کہا تھا۔

"لیکن وہ تمھیں کیوں مارنا چاہ رہی تھی حفصہ"
روح نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا۔

"ان کا اور ساسوں ماں کا یہ ماننا ہے میں نے ان سے ان کا بیٹا اور بھائی چھین لیا عدنان کو ان کے خلاف کر دیا اس لیے"

حفصہ نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے بتایا تو گلناز اور نادیہ بیگم کی سوچ پر ان لوگوں کو افسوس ہوا تھا

"اور پتا ہے سب سے بڑی بات کیا تھی؟"
حفصہ نے ان سب کے قریب ہوتے ہوئے سرگوشی کی۔

"عدنان نے جب گلناز سے پوچھا نہ کہ یہ سب اس نے کیا ہے تو وہ جذبات میں بول گئی کہ ہاں یہ سب اس نے کیا ہے اور وہ موسیٰ بھائی کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے"
حفصہ کی اس بات پر سب لوگوں نے ہی اسے دیکھا تھا جبکہ روح کا یہ سن کر غصے سے برا حال تھا۔

"اس سے پہلے میں اس کی جان لوں گی"
روح نفرت سے بولی تھی۔

"اس کے بعد عدنان نے صاف کہہ دیا کہ اگر اب انھوں نے موسیٰ اور روح کے خلاف کوئی چال چلی، تو وہ خود سید سائیں کو جا کر سب بتا دیں گے۔ انہوں نے ماں سائیں کو بھی نہیں بخشا، ان سے کہا کہ آپ کی نفرت نے مجھے بدل دیا ہے۔"
حفصہ نے بات ختم کی تو سب اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"حفصہ"

نور نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

"میری بات غور سے سنو اس وقت بھائی کو سب سے زیادہ جس کی ضرورت ہے وہ تم ہو وہ تکلیف میں ہیں کیوں کہ ان کی ماں سائیں اور بہن نے جو کیا وہ شاہد سوچ بھی نہ سکتے ہوں تو پلیز کوشش کرو انھیں سنبھالنے کی کوشش کرو زیادہ ان کے پاس ہی رہا کرو ہمارے پاس آنے کی ضرورت نہیں ہے ہم"

نور نے ایک بڑی بہن ہونے کے ناطے اسے سمجھایا تھا جبکہ اس کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"گوڈ"

نور نے اس کے گال کرچ کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاشم بھائی بلکل ٹھیک تھے جب وہ جذباتی ہوتی ہو گی تو خود ہی سب بول دے گی اور ایسا ہی ہوا جیسے حفصہ نے بتایا کہ اس نے عدنان بھائی کے سامنے سب بول دیا"

کندیل نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب ہماری محنت کام آئے گی بس ایک اور ڈرامہ اس کے بعد روح پاگل ثابت ہو جائے گی روح کو پاگل سمجھ کر وہ سب بول دے گی اس کے اگے اپنی جیت کی خوشی منانے وہ ضرور آئے گی اس کے پاس تب ہم ریکارڈ کریں گیں ثبوت"

نور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا اب وہ لوگ اپنی منزل کے بہت قریب تھے جہاں وہ موسیٰ کو بے گناہ ثابت کر سکتے تھے۔



سید سائیں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور ان کی انکھوں میں آنسوں تھے وہ جانتے تھے ان کا موسیٰ بے گناہ ہے لیکن ناچاہتے ہوئے بھی انھیں اپنے موسیٰ کو گناہ گار ثابت کرنا پڑا تھا کیونکہ وہ اسے کھونے سے ڈرتے تھے اگر وہ اس کی بے گناہی پر یقین کر کے سب جھٹلا بھی دیتے تو لوگ ایسا کرنے نہ دیتے سب لوگ ان کے خلاف ہو جاتے اور موسیٰ کے دشمن ہو جاتے اس لیے انھوں نے اسے پھانسی کی سزا سنائی تھی کیوں کہ وہ جانتے تھے ہاشم کبھی بھی موسیٰ کو پھانسی ہونے نہیں دے گا اور دوسری اگر وہ اسے نے گناہ قرار دیتے تو وہ نادان ان کی نواسی جو ان کے پوتے کی محبت میں اتنی گر گئی کہ اس نے اپنی عزت کا تک نہیں سوچا کسی کے بارے میں نہ سوچا اس کا وجود مزید سوالیہ نشان ہو جاتا لیکن اس سے بھی زیادہ اگر انھیں فکر تھی تو اپنے پوتے کی تھی کیوں کہ اس طرح اس کی جان بچ گئی تھی لیکن اگر وہ اس کا یقین کر کے اسے حویلی میں رکھتے تو وہ جانتے تھے ان کا پوتا حویلی میں بیٹھنے والا نہیں باہر نکلتے ہی اس کی جان لی جاتی اور سید سائیں ایسا ہر گز بھی

نہیں چاہتے تھے انھیں افسوس ہو رہا تھا اپنی بیٹی اور نواسی پر وہ باپ تھے ان کی اکلوتی بیٹی تھی اور وہ بھی ایسی ان کا دل بہت دکھا تھا اس وقت بھی وہ موسیٰ کو یاد کر کے رو رہے تھے جب انھیں اپنے پیچھے سے پیروں کی چھاپ سنائی دی وہ مڑے تو سامنے ان کا پوتا کھڑا تھا اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ سفید شلوار قمیض میں وہ بلا کا خوبصورت لگ رہا تھا سید سائیں نے تڑپتی نظروں سے اسے دیکھا تو موسیٰ بھاگ کر ان کے سینے سے لگ گیا تھا۔

"میری جان میرے شیر تم ٹھیک ہو"

سید سائیں اس کے ماتھے پر اپنے کانپتے ہونٹ رکھ کر بولے۔

"جس پوتے کو بچانے کے لیے آپ نے اتنی اذیت برداشت کی وہ کیسے ٹھیک نہیں ہو گا"

موسیٰ نے اپنے دادا جان کی نم آنکھوں چومی تھی۔۔

"ان آنکھوں میں آنسوں اچھے نہیں لگتے اور کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں آپ کو پوتا ہوں جانتا ہوں کہ میرے دادا جان کو مجھ پر پورا یقین ہے"

موسیٰ نے ایک بار پھر ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور انھیں بیٹھایا تھا۔

"تم یہاں کیوں آئے موسیٰ اگر کوئی دیکھ لیتا تو"

سید سائیں نے تڑپ کر کہا تھا۔

"موسیٰ چھوٹا بچہ تو نہیں ہے دادا جان کو کوئی دیکھ لیتا اور اپ فکر نہ کریں آپ کے پوتے سب میرے حکم پر ہی چلتے ہیں"

موسیٰ مسکرا کر بولا تو اسکی بات پر سید سائیں بھی مسکرائے تھے۔۔

"اس سے پہلے آپ کی پوتی سے بھی ملنے آچکا ہوں اپ فکر نہ کریں"
موسیٰ کے اس انکشاف پر سید سائیں حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"اتنا حیران نہ ہوں اور میرے واپس آنے پر رخصتی کی تیاری کریں کیوں کہ اپنا جائز حق میں لے چکا ہوں اگر بعد میں آپ پر دادا بن گئے تو مجھے الزام نے دیجیے گا"
موسیٰ کی باتوں پر ایک کے بعد ایک دھچکا سید سائیں کو ہے رہا تھا۔ سید سائیں موسیٰ کی بے باکی پر دنگ رہ گئے تھے۔ وہ موسیٰ جو ہمیشہ نظریں جھکا کر بات کرتا تھا، جس کے لہجے میں حیا اور ادب کی چاشنی ہوتی تھی، آج وہ ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی محبت اور اپنے حق کا دعویٰ اتنے کھلے عام کر رہا تھا کہ سید سائیں کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔

"موسیٰ! تم ہوش میں تو ہو نا؟ کیا کہہ رہے ہو تم؟"

سید سائیں نے حیرت کے مارے اپنی عینک درست کرتے ہوئے پوچھا۔
موسیٰ کے لبوں پر ایک دلآویز اور شرارت بھری مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"داداجان! ہوش میں تو اس رات بھی نہیں تھا، اور اب تو مدہوشی کی انتہا ہے۔ آپ کی پوتی ہے ہی ایسی کہ بندہ ہوش و حواس کھو بیٹھے۔ اب آپ جتنا چاہیں حیران ہوں، سچ تو یہی ہے کہ وہ میری روح ہے اور اس پر مجھے پورا حق ہے۔"
اس نے صوفے کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے قدرے جھک کر کہا۔

"میں تو سمجھ رہا تھا کہ میرا پوتا حویلی کے حالات اور اپنی بے گناہی کے ثبوت اکٹھے کرنے میں لگا ہوگا، مگر یہاں تو گنگا ہی الٹی بہہ رہی ہے۔ تم تو ہر چیز سے بے خبر بس اپنے فائدے کے کام کر رہے ہو۔"

سید سائیں نے ایک گہرا سانس لیا اور سر جھٹکا۔ موسیٰ کا لہجہ اب اچانک سنجیدہ ہو گیا، اس کی آنکھوں میں گہری تڑپ آ گئی تھی۔

"دادا جان! ثبوت، گواہ اور یہ سازشیں۔۔۔ ان سب کا حساب تو میں لوں گا ہی، لیکن اس وقت میرا دل جس آگ میں جل رہا ہے، اس کی تپش صرف روح ہی کم کر سکتی ہے۔ آپ جانتے ہیں اسے چھوڑ کر جانا میرے لیے کتنا مشکل تھا؟ جب سے وہ ایک رات آپ کی پوتی کی باہوں میں گزاری ہے، اس کے بعد سے ایک ایک پل تڑپ رہا ہوں۔ ہر آہٹ پر اس کی خوشبو آتی ہے، ہر سائے میں اس کا چہرہ نظر آتا ہے۔"

موسیٰ بے باکی سے بول رہا تھا وہ اپنے دادا جان کے ساتھ ایسے ہی تھا لیکن اس کی پوتی کے معاملے میں بھی یوں ان سے بات کرے گا یہ انھوں نے نہیں سوچا تھا سید سائیں نے اسے گھورا، ایک ایسی گھوری جس میں دادا کا رعب بھی تھا اور پوتے کی محبت پر ہلکا سا پیار بھی۔

"شرم کرو موسیٰ! اپنے دادا کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہوئے تمہیں ذرا بھی لحاظ نہیں آرہا؟ میں نے تمہیں اتنا 'ماڈرن' کب سے بنادیا؟"

سید سائیں کی بار پر موسیٰ نے قہقہہ لگایا، اس کا قہقہہ جو کافی دنوں بعد سید سائیں کے دل میں سکون لایا تھا۔

"محبت لحاظ اور شرم کی دیواریں گرادیتی ہے دادا جان۔ اور پھر میں آپ ہی کا تو خون ہوں۔ آپ بھی تو دادی جان کے لیے ایسے ہی دیوانے تھے، ایک بار تو میں نے بھی دیکھا تھا بچوں کی شادی اور پوتے پوتا ہونے کی باوجود انھیں گلاب دے رہے تھے"

سید سائیں کا چہرہ ماضی کی یادوں میں تھوڑا سکون دے ہوا تھا لیکن اچانک ہی غصے سے وہ موسیٰ کو دیکھنے لگے۔

"خاموش رہو بد تمیز! شرم نہیں آتی تمھیں نکلو یہاں سے اس سے پہلے کہ ہمارا پارا ہائی ہو جائے"

سید سائیں نے غصے سے بات کی تو موسیٰ نے ایک بار پھر ان کے ہاتھ چومے۔

"جا رہا ہوں، لیکن ایک عرض ہے۔ آج رات میں کہیں نہیں جا رہا۔ آج رات میں یہیں ہوں، اپنی روح کے پاس۔"

موسی کی بات مکمل بھی نا ہوئی کہ سید سائیں نے اسے نے اپنی کھیڑی اتار لی تھی۔

"تھوڑا رحم کریں دادا جان، اس معصوم پر بھی اور مجھ پر بھی۔ اسے میری ضرورت ہے اور مجھے اس کی۔"

سید سائیں نے اسے ایک طویل نظر سے دیکھا کھیڑی واپس رکھی وہ جانتے تھے کہ موسیٰ اس وقت خطرے میں ہے، دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں، لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس حویلی کی دیواریں موسیٰ کے لیے بلکل محفوظ ہیں جب تک کہ اسے گلناز یہ نادیہ بیگم نہ دیکھ لیں، اور موسیٰ کے پاس ایسے بھائی تھے جو اسے کسی کی نظر میں آنے نہیں دیں گے اتنا تو وہ جانتے تھے۔

"جاؤ۔۔۔"

سید سائیں نے دھیمی آواز میں کہا۔

"لیکن یاد رکھنا، موسیٰ کچھ حدود ہیں ان سے آگے نہ جانا اگر کل کو کچھ ہو گیا تو انگلی تم پر نہیں اس پر اٹھے گی کیوں کہ سب نے یہی کہنا ہے اس کی تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی جس سے رخصتی ہوئی وہ تو چھوڑ کر"

سید سائیں بات مکمل کرتے کہ موسیٰ نے انھیں روک دیا۔

"میں نہیں سن سکتا دادا جان پلیز میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا اور وقت اس کے ساتھ ہوں"

سردار موسیٰ نے گہرہ سانس لیتے ہوئے کہا۔

"موسیٰ یہ بات سنتے ہی تمھیں تکلیف ہو رہی ہے تو خیال بھی رکھنا کیوں کہ لوگ اس نظریہ سے نہیں دیکھتے جس سے ہم دیکھتے ہیں"

سید سائیں کی بات پر موسیٰ نے سر کو خم دیا تھا۔

"جاؤ پوری رات رہ لینا لیکن خیال رکھنا اور میری پوتی کو زیادہ تنگ نہ کرنا"

سید سائیں نے اس کا مونڈ صحیح کرنے کے لیے بات کی تھی موسیٰ نے مسکرا کر ان کی طرف دیکھا۔

"تنگ تو میں اسے کروں گا دادا جان، مگر محبت سے۔ اجازت کا شکریہ!"
موسیٰ نے ایک بار پھر سر جھکایا اور کسی سائے کی طرح کمرے سے نکل گیا۔
سید سائیں وہیں بیٹھے رہ گئے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سا اطمینان تھا۔
انہیں خوشی تھی کہ ان کا شیر واپس آ گیا ہے، وہ بلکل ٹھیک تھا ہاں اسے
واپس تو جانا تھا لیکن ہمیشہ واپس آنے کے لیے۔

سردار موسیٰ ہاشم کے کمرے میں آیا تھا جہاں اس وقت ہاشم اور عدنان
تھے ان دونوں کو کال کر کے اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ ان دونوں سے پہلے ملنا
چاہتا ہے تو اس لیے دونوں ہی اس وقت ہاشم کے کمرے میں موجود تھے۔

"واہ ہمیں تو لگا تھا کوئی ڈائریکٹ کہی اور جائے گا یہاں کیسے انا ہوا سردار
صاحب"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ اسے گھور رہا تھا اس کے سیریس چہرے کو دیکھ کر ہاشم نے فوراً اپنا ہاتھ اس کے کندھے سے ہٹا لیا اور سیریس ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"میں نے کوئی کام دیا تھا تم لوگوں کو"
سردار موسیٰ جا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا اور ان دونوں کو دیکھ کر بولا۔

"بلکل ہو گیا ہے کام اور بہت جلد تمہاری بے گناہی بھی ثابت ہو جائے گی"
عدنان نے مسکرا کر اسے خوشخبری دی جس پر اس کے مونچھوں تلے عنابی ہونٹ مسکرائے۔

"اسکا کہنا تھا کہ اس دن یہ دوائی اس سے ایک آدمی لے کر گیا تھا لیکن اس کا نام اسے نہیں پتہ اور نہ ہی وہ جانتا ہے"

ہاشم نے بات کا اغار کیا موسی اس کی بات کو غور سے سن رہا تھا۔

"پھر ہم نے اس سے سی سی ٹی وی فٹیج کا مطالبہ کیا میں نے تو اس نے صاف منع کر دیا لیکن پھر ہم نے بھی اپنی طرح سے اس سے بات منوالی"

اس سے آگے عدنان بولا تھا اور وہ بھی خاموش ہو گیا۔

"آگے"

سردار موسیٰ ان دونوں کو خاموش دیکھ کر بولا۔

"جو ملازمہ نادیہ بیگم اور گلناز کے کام کرتی ہے اس کا شوہر جو گارڈن کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ نظر آیا ہے"

عدنان نے آہستہ سے بات کہی تو سردار موسیٰ کی آنکھوں میں ایک سرد چمک لہرائی۔ حویلی کا نمک کھا کر اس کی جڑوں میں زہر گھولنے والوں کے لیے اس کے دل میں کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور ہاشم اور عدنان کی طرف دیکھا جو اس کے فیصلے کے منتظر تھے۔

"فوری طور پر اسے پکڑنے کی ضرورت نہیں ہے،"
موسیٰ کی آواز میں بلا کا ٹھہراؤ تھا۔

"اگر ہم نے ابھی اسے اٹھایا تو نادیہ پھوپھو اور گلناز ہوشیار ہو جائیں گی اور وہ مہرہ بدل دیں گی۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ دونوں اپنی جیت کے نشے میں وہ غلطی کریں جس کا کوئی تدارک نہ ہو۔"
موسیٰ نے کچھ سوچ کر آپ یہ بات کو مکمل کیا تھا۔

"لیکن موسیٰ! وہ پھر سے کوئی سازش کر سکتے ہیں"
ہاشم نے اندیشے کا اظہار کیا۔

"بلکل وہ ایسا کر سکتے ہیں لیکن ہم نے ان پر نظر رکھنی ہے نور سے کہو کہ اس لڑکی پر نظر رکھے اور اس آدمی پر کسی کو بھی نظر رکھنے کا کہہ دو لیکن فوری طور پر کچھ نہیں کرنا انھیں شک بھی نہیں ہونا چاہیے"
موسیٰ کی بات پر ان دونوں نے ہی ہاں میں سر ہلایا موسیٰ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس نے عدنان کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تمھارے لیے یہ سب سے مشکل ہے لیکن اگر سچائی کا ساتھ دو گہ تو بہت سے لوگوں کی زندگی برباد ہونے سے بچ جائے گی"

عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے موسیٰ نے سنجیدہ لہجے میں کہا اس کی بات پر عدنان نے ہاں میں سر ہلایا اس کی انکھوں سے جھلکتی نمی سردار موسیٰ نے دیکھ لی تھی اس لیے اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

"ہم سب تمھارے ساتھ ہیں"

سردار موسیٰ کے ساتھ لگ کر عدنان نے خود کا ہلکا محسوس کیا تھا ان کو کچھ ہدایات دینے کے بعد وہ اب جانے لگا تھا۔

"لگتا ہے سردار صاحب سے اب صبر کرنا مشکل ہو رہا ہے"

عدنان نے بھی اسے جانے کے لیے تیار دیکھ کر مسکرا کر تنگ کیا تھا اس کی بات پر پہلے وسردار موسیٰ اسے غصے سے دیکھ رہا تھا لیکن اس کے بعد وہ بھی مسکرایا اور وہاں سے نکل گیا تھا عدنان اور ہاشم ایک دُوسرے کو دیکھ کر مسکرائے۔



سردار موسیٰ دروازے سے اندر داخل ہوا تھا روح جو کہ اس وقت سونے کے لیے بلکل تیار تھی آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر لوشن لگا رہی تھی جب اس نے سردار موسی کو دیکھا وہ وہ حیران ہو گئی تھی اسے بلکل بھی توقع نہیں تھی کہ سردار موسیٰ یہاں آئے گا اس وقت وہ بلیک ٹاپ میں تھی جس کا گلا کافی گہرہ تھا اور اس کا پیٹ اور کمر دونوں نظر آ رہے تھے نیچے اس نے بلیک ہی ٹراؤزر ڈال رکھا تھا موسیٰ کی نظروں سے بچنے کے لیے وہ بیڈ کی طرف بھگانے لگی تھی لیکن سردار موسیٰ اس سے پہلے ہی اس تک پہنچ گیا تھا اسے کمر سے تھام کر وہ اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ ایک پل کے لیے اسے لگا کہ شاید وہ پھر سے کسی خواب کی وادی میں ہے، لیکن اگلے ہی لمحے جب اسے اپنی کمر پر موسیٰ کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت محسوس ہوئی، تو اس کے پورے وجود میں بجلی کی سی لہر دوڑ گئی۔ موسیٰ نے اسے جھٹکے سے اپنی طرف موڑا تھا، جس کی وجہ سے روح موسیٰ کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی۔

موسیٰ کی آنکھیں اس وقت کسی تپتے ہوئے انگارے کی طرح دہک رہی تھیں۔اس کی نظریں روح کے اس لباس پر جمی تھیں جو کسی فتنے سے کم نہیں تھا۔کالا ٹاپ جس نے روح کے گورے رنگ کو مزید نمایاں کر دیا تھا،اور وہ گہرا گلا جس سے روح کی تیز ہوتی دھڑکنیں صاف نظر آ رہی تھیں۔موسیٰ کا ایک ہاتھ روح کی کمر کے اس حصے پر تھا جو لباس کی کمی کی وجہ سے بالکل برہنہ تھا،اور اس لمس نے روح کو ساکت کر دیا تھا۔

"موسیٰ۔۔۔آپ؟"

روح کی آواز اس کے حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی تھی۔ موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اسے مزید اپنی طرف کھینچا۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی تھی، وہ جلال جو سردار موسیٰ کی پہچان تھا، اس وقت اپنی پوری شدت کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے اپنا دوسرا ہاتھ روح کی تھوڑی پر رکھا اور اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ سکے۔

"یہ کیا پہنا ہوا ہے تم نے روح؟"

موسیٰ کی آواز دبی دبی سی تھی، مگر اس میں موجود غصہ روح کو کپکپانے پر مجبور کر رہا تھا۔

"وہ۔۔۔ وہ میں سونے لگی تھی۔۔۔"

روح نے لڑکھڑاتی زبان سے جواب دیا، مگر موسیٰ کی گرفت مزید سخت ہو گئی۔

"میری غیر موجودگی میں تم حویلی میں اس طرح کے کپڑے پہنو گی؟"
موسیٰ کے لہجے کی کاٹ روح کے دل کو چیر گئی۔

"جانتی ہو اس وقت حویلی میں کون کون موجود ہے؟ ہاشم، عدنان، حویلی
کے بڑے اگر کوئی اس حال میں تمہیں دیکھ لیتا تو؟"
سردار موسیٰ کا بس نہیں چل رہا تھا وہ نا جانے کیا کر دے۔

"کوئی نہیں دیکھتا موسیٰ۔۔۔ میں اپنے کمرے میں ہی تھی،"
روح نے صفائی دینے کی کوشش کی، مگر موسیٰ کا غصہ کم ہونے کے بجائے
بڑھتا ہی گیا۔

"کمرے میں تھی یا کہیں بھی، تمہیں اس بات کا احساس کیوں نہیں ہے کہ تم کس کی بیوی ہو؟ تم سردار موسیٰ کی عزت ہو روح، اور میری عزت پر کسی کی میلی نظر پڑنا تو دور کی بات، سایا پڑنا بھی مجھے گوارا نہیں ہے۔"
موسیٰ نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ اس کی انگلیاں روح کی نرم جلد میں دھنس رہی تھیں، جس سے روح کی آنکھوں میں آنسوں بھر آئے۔

"موسیٰ۔۔۔ درد ہو رہا ہے مجھے،"
اس نے سسکتے ہوئے کہا، مگر موسیٰ آج کسی رحم کے موڈ میں نہیں تھا۔

"اور جو میرا دل جل رہا ہے اس کا کیا؟ اور درد تو اب شروع ہو گا روح میں نے تمہیں اتنی چھوٹ کب دی؟" موسیٰ نے اسے تھام کر دیوار کے ساتھ لا لگایا۔ اس کا قد آور وجود روح کے چھوٹے سے وجود پر حاوی ہو رہا تھا۔

روح نے ڈرتے ہوئے موسیٰ کے سینے پر ہاتھ رکھے تاکہ اسے خود سے دور کر سکے، مگر موسیٰ کے عضلات پتھر کی طرح سخت تھے۔

"مجھے لگا تھا آپ خوش ہوں گے مجھے دیکھ کر جب میں آپ کے سامنے یوں اوگی"

روح نے روتے ہوئے کہا۔

"خوش؟ تمہیں اس حال میں دیکھ کر میں اپنا آپا کھو بیٹھتا روح اگر تم نے یہ میرے لیے پہنا ہوتا اس وقت تک تو موسیٰ اپنے جذباتوں میں ڈوبتا تمھیں بتا رہا ہوتا اسے تم کتنی خوبصورت لگی ہو لیکن میری غیر موجودگی میں میری غیرت مجھے اجازت نہیں دیتی کہ میری بیوی اس طرح کے لباس زیب تن کرے؟"

موسیٰ نے اس کے کان کے قریب جھک کر سرگوشی کی، جس کی حدت نے روح کے رونگٹے کھڑے کر دیے۔

"موسیٰ۔۔۔پلیز۔۔۔"

روح نے نم آنکھوں سے موسیٰ کو دیکھ کر کہا۔

"ششششش روح"

اس نے روح کے منہ پر انگلی رکھ دی وہ اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھ رہا تھا ہاں یہ سب سے اس کی غیر موجودگی میں ڈالا تھا لیکن موسیٰ کا دل اب بھی ڈوب رہا تھا وہ اسے سزا دینا چاہتا تھا کیوں نہ یہ میٹھی سزا ہو جائے کہ سوچ کر اس کے ہونٹ مسکرائے اس طرح اس کی روح دوبارہ سے ایسی کوئی غلطی بھی نہیں کرتی۔ سردار موسیٰ کی گرفت اس کی کمر پر مزید سخت ہوئی، جیسے وہ اسے اپنے وجود میں گم کر لینا چاہتا ہو۔ اس کے چہرے پر موجود غصہ اب دھیرے دھیرے ایک تپتے ہوئے حصار میں بدل رہا تھا، جس کی تپش روح کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ روح کی سسکیاں موسیٰ کے سینے سے ٹکرا کر دم توڑ رہی تھیں، لیکن موسیٰ کے ارادے کچھ اور ہی تھے۔

"درد ہو رہا ہے نا؟"

موسیٰ نے سرگوشی کی اس نے جان پوچھ کر اپنی انگلیوں کا دباؤ اس حد تک اس کی کمر پر سخت کر دیا کہ اسکی سسکیاں نکل رہی تھی، سردار موسیٰ کی آواز میں ایک عجیب سی کھردراہٹ تھی جو روح کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر رہی تھی۔

"یہ درد اس اذیت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے روح، جو مجھے تمہیں اس حال میں دیکھ کر ہوئی ہے۔ میری غیرت، میرا مان ہو تم... اور تم نے سوچا بھی کیسے کہ میری غیر موجودگی میں تم خود کو یوں نمایا کرو گی؟"
سردار موسیٰ نے بہت مشکل سے خود پر قابو رکھا ہوا تھا۔

"موسیٰ... میں... میں تو بس"
روح نے لرزتے ہوئے ہاتھ اس کے چوڑے شانوں پر رکھے سردار موسیٰ نے اس کا بات بیچ میں روک دی۔

"بس کیا؟ تم جانتی ہو سردار موسیٰ کتنا خود غرض ہے اپنی ملکیت کے معاملے میں؟ تم پر صرف میرا حق ہے، تمہارے اس روپ پر، تمہاری اس خوشبو پر، تمہارے جسم کے ایک ایک انچ پر صرف سید موسیٰ نقوی کا اختیار ہے!"

موسیٰ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے دیوار سے مزید پیوست کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی موسیٰ نے اپنا جھکا ہوا سر مزید قریب کیا اور اس کے گلے کے پاس اپنی ناک رگڑی۔ روح کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔ اس نے آنکھیں میچ لیں، مگر اگلے ہی لمحے اسے اپنی گردن کے حساس حصے پر موسیٰ کے دانتوں کی چھون محسوس ہوئی۔

"آہ! موسیٰ..."

روح کے حلق سے ایک بے ساختہ چیخ نکلی جب موسیٰ نے وہاں ایک گہرا 'بائیٹ' کیا۔ یہ درد کا وہ امتزاج تھا جس نے روح کے قدموں تلے سے زمین نکال دی۔ موسیٰ نے وہاں اپنے نشان تازہ کر دیے تھے، وہ نشان جو اس بات کی گواہی تھے کہ روح صرف اس کی ہے۔ موسیٰ رکا نہیں تھا اس کے ہاتھ اب روح کے ننگے پیٹ اور کمر پر رینگ رہے تھے، جہاں اس کا لمس کسی دہکتے ہوئے کوئلے کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے روح کی تھوڑی کو مضبوطی سے تھاما اور اس کا چہرہ اوپر کر کے اس کی لرزتی ہوئی آنکھوں میں جھانکا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھے اس طرح اکسانے کے بعد بچ نکلو گی؟"

موسیٰ کی نظریں اب اس کے عنابی ہونٹوں پر جمی تھیں جو خوف اور بے چینی سے کانپ رہے تھے۔

"نہیں روح... آج تمہیں اس گستاخی کی وہ سزا ملے گی جسے تم ساری زندگی یاد رکھو گی اور دوبارہ کبھی بھی یہ لباس میری غیر موجودگی میں زیب تن نہیں کرو گی میرے سامنے کچھ نہ بھی پہنو تو چلے گا"

موسیٰ نے آخری بات اسے آنکھ مار کر کہی جبکہ روح کا شرم سے برا حال ہوا تھا وہ کہاں پھنس گئی تھی وہ سچ کر رہ گئی اس نے ایسے کپڑے پہنے ہی کیوں اس کا یہ پاگل شوہر کہیں سے بھی نمودار ہو سکتا تھا۔ بغیر کسی مہلت کے، موسیٰ نے اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے۔ اس کے عمل میں ایک جنون تھا جس میں وہ روح کی تمام تر سانسیں اپنے اندر کھینچ لینا چاہتا تھا۔ روح کے ہاتھ اس کے سینے پر بے جان سے پڑ گئے، اس کا دم گھٹنے لگا تھا لیکن موسیٰ کی پیاس بجھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس نے روح کے نچلے لب کو اپنے دانتوں کے درمیان دبا کر ایک اور نشان چھوڑا، جس سے روح کی آنکھوں سے آنسوں چھلک کر اس کے گالوں پر بہہ نکلے۔

"موسیٰ... پلیز... چھوڑیں..."

روح نے بمشکل سرگوشی کی، لیکن موسیٰ نے اسے اٹھا کر بیڈ پر دے مارا۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتی، موسیٰ اس کے اوپر حاوی ہو چکا تھا۔ اس نے روح کے دونوں ہاتھ اس کے سر کے اوپر ایک ہی ہاتھ سے جکڑ لیے۔

"آج روح، تمہیں پتہ چلے گا کہ سردار موسیٰ کی حدیں کہاں ختم ہوتی ہیں۔ تم نے آگ سے کھیلنے کی کوشش کی ہے، اب اس کی تپش کو برداشت کرنا بھی سیکھو۔"

موسیٰ نے اس کے ٹاپ کے گہرے گلے سے نظر آنے والی ہنسلی کی ہڈی (Collar bone) پر اپنے ہونٹ رکھے اور وہاں شدت سے اسے اپنی گرفت میں لیا۔ روح کا وجود تڑپ اٹھا، وہ جتنا چھڑانے کی کوشش کرتی، موسیٰ اتنا ہی وحشی ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے لمس میں آج وہ مٹھاس نہیں تھی جو عموماً ہوتی تھی، بلکہ ایک ایسا جلال تھا جو روح کی جان نکال رہا تھا۔

"یہ نشان.. یہ کبھی مدھم نہیں ہونے دوں گا میں"

موسیٰ نے اس کی گردن پر لگے پرانے نشان پر دوبارہ اپنے دانت جمائے۔

"موسیٰ، مجھے درد ہو رہا ہے... رحم کریں..."

روح کی سسکیاں اب ہچکیوں میں بدل چکی تھیں۔

موسیٰ نے ایک لمحے کے لیے اپنا سر اٹھایا اور اس کی بھیگی آنکھوں کو دیکھا۔

اس کا غصہ اب دھیرے دھیرے پگھل کر بے پناہ محبت اور شدت میں بدل رہا تھا۔ اس نے روح کی پیشانی پر اپنے لب رکھے اور پھر اس کے گالوں سے آنسو پونچھے۔

"درد تو مجھے بھی ہو رہا تھا روح... تمہیں اس حال میں دیکھ کر جو آگ میرے اندر لگی ہے، اسے صرف تم ہی بجھا سکتی ہو۔ میں سوچنا بھی نہیں چاہتا جیسے تمھارے کمرے کا دروازہ کھلا تھا کوئی اور آ جاتا تو تمھارے معاملے میں میں بہت پاگل ہوں کبھی برداشت نہیں کروں گا تمھارے وجود کو کوئی حصہ تھوڑا سا بھی نظر آئے تمہارا یہ سارا حسن اور یہ وجود ان سب پر میرا حق ہے تم میری ملکیت ہو"

اس نے روح کے گرد سخت گرفت آزاد کی، لیکن اس کے وجود سے الگ نہیں ہوا۔ اس نے دوبارہ اس کے لبوں کا لمس لیا، مگر اس بار اس میں وہ وحشت نہیں تھی، بلکہ ایک ایسی چاہت تھی جو روح کو اپنے اندر جذب کر رہی تھی۔ موسیٰ کی سانسیں روح کی سانسوں میں اس طرح پیوست ہو رہی تھی جیسے شہد انڈیل دیا ہو کمرے کی مدھم روشنی میں، سردار موسیٰ اپنی بیوی کو وہ 'میٹھی سزا' دے رہا تھا۔

آپ یہاں کیسے آئے کسی نے دیکھا تو نہیں"

جب موسیٰ نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کیا تو روح نے اپنی سانسیں بھال کرنے کے بعد اس سے سوال کیا تھا۔

"بے فکر رہو میرے سالے ہمیشہ میرے ساتھ ہوتے ہیں اور تو اور تمہارے سید سائیں کو بھی پتہ ہے اس وقت میں اپنی بیوی کے کمرے میں ہوں"

روح سید سائیں کا نام سن کر حیران ہو گئی تھی اسے یقین نہیں آیا اس نے اٹھ کر موسیٰ کے سینے پر اپنی کوہنی رکھی اور غور اسے اسے دیکھنے لگی۔۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں"

روح کے لہجے میں حیرانی صاف جھلک رہی تھی۔

"بلکل بھی نہیں بلکہ انھیں کہہ کر آیا ہوں کہ ہماری رخصتی کی تیاری کریں کیوں کہ میں اپنی بیوی سے اس کا جائز حق لے چکا ہوں"

روح نے اس کی اس بات پر مزید حیرانی سے اسے دیکھا اس کا چہرہ شرم سے سرخ ہوا۔

"موسیٰ اپ مجھ سے کیوں مذاق کر رہے ہیں"

روح نے اب کی بار سختی سے پوچھا۔

"میں بلکل بھی مذاق نہیں کر رہا یہ سچ ہے میری جان اور یہ مت پوچھنا کہ انھوں نے کیسے یقین کیا میرا بس اتنا جان لو انھیں ہمیشہ سے ہی مجھ پر یقین تھا اور جو کچھ بھی ہوا وہ ایک پلین تھا ان کا بھی اور ہاں یہ بات کسی کو بھی نہیں پتہ چلنی چاہیے"

موسیٰ اس کو نیچے کرتا خود اس کے اوپر آ گیا تھا اور اس کی انکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا موسیٰ نے اس کے ٹوپ کا گہرہ گلا دیکھا تو روح کا دل کیا وہ کہیں چھپ جائے موسیٰ کی نظریں سے اسے ضرورت ہی کیا تھی یہ پہنے کی یہ سب اس کے وہ کپڑے تھے جنہیں وہ پہلے پہنا کرتی تھی اب تو بس پڑے رہتے تھے جب آج اس کی ان پر نظر پڑی تو اس نے اٹھا لیے کہ رات میں کمفرٹیبل ہو جائے گا کوئی اور ڈریس نہیں پہننا پڑے گا۔

موسیٰ کی نظریں روح کے وجود پر ٹھہر سی گئی تھیں، جہاں اس کے دانتوں کے نشان اب بھی گلابی رنگت لیے اس کی ملکیت کی گواہی دے رہے تھے۔ روح نے شرم کے مارے اپنی پلکیں جھکا لیں، مگر موسیٰ کا تجسس اور جنون ابھی تھما نہیں تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ آہستگی سے روح کے پیٹ کے اس حصے پر پھیرا جو لباس کی کمی کی وجہ سے بالکل عریاں تھا۔ اس کے ہاتھ کی حدت روح کے پور پور میں سرایت کر رہی تھی۔

"موسیٰ۔۔۔بس کریں نا۔۔۔"

روح نے دبی دبی آواز میں احتجاج کیا، مگر اس کے لہجے میں اب وہ ڈر نہیں تھا بلکہ ایک عجیب سی سپردگی تھی۔

"ابھی تو سزا شروع ہوئی ہے روح، تم نے کیا سمجھا تھا کہ سردار موسیٰ اتنی جلدی مان جائے گا؟"

موسیٰ نے اس کے کان کے لو کو اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے شرارت سے کہا۔ اس کی گرم سانسیں روح کی گردن پر کسی جادوئی لہر کی طرح اثر کر رہی تھیں۔ موسیٰ نے اپنے ہاتھوں کا گھیرا تنگ کیا اور اسے اپنی بانہوں میں بھرتے ہوئے دوبارہ اس کے ہونٹوں کی طرف بڑھا۔ اس بار اس کا لمس وحشیانہ نہیں بلکہ انتہائی ریشمی اور دھیما تھا۔ وہ اسے محسوس کرنا چاہتا تھا، اس کی روح تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ روح نے بھی جواباً اپنے ہاتھ موسیٰ کی گردن میں حمائل کر لیے اور اس کی قربت میں کھو گئی۔ کمرے کی خاموشی میں صرف ان کی تیز ہوتی دھڑکنوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔

موسیٰ نے اسے خود سے جدا کیے بغیر اس کے گلے کے اس گہرے حصے کو چوما جہاں اس کی دھڑکنیں مچھل رہی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے روح، اس رات کے بعد جب میں نے تمہیں پہلی بار اپنے حصار میں لیا تھا، میں ایک پل کے لیے بھی چین سے نہیں سو سکا۔ تمہاری خوشبو میرے حواسوں پر اس طرح سوار ہے کہ مجھے ہر طرف بس تم ہی نظر آتی ہو، میں سمجھ گیا ہوں تم سے دور اب میں نہیں رہ سکتا"

موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انتہائی جذباتی انداز میں کہا۔ اس کے لہجے کی سچائی روح کے دل کو موم کر گئی۔ اس نے اپنا چہرہ روح کی زلفوں میں چھپا لیا اور ایک لمبا سانس لیا۔

"اور یہ لباس۔ یہ تو واقعی ایک فتنہ ہے۔ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا کہ تم میری سب سے بڑی کمزوری ہو، اور آج تم نے اس کمزوری کا فائدہ اٹھایا ہے ہاں تمھیں نہیں تھا پتہ لیکن تمھارا یہ روپ مجھے دیوانہ کر رہا ہے"

اس نے ایک بار پھر روح کے کندھے پر اپنے دانتوں کا دباؤ بڑھایا، مگر اس بار یہ دباؤ درد نہیں بلکہ ایک میٹھی سی ٹیس پیدا کر رہا تھا۔ روح نے آنکھیں بند کر کے خود کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیا تھا۔ موسیٰ نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے خود سے مزید پیوست کیا اور اس کے چہرے کے نقوش کو اپنی انگلیوں سے تراشنے لگا۔ اس کا ایک ایک لمس روح کے وجود میں بجلیاں بھر رہا تھا۔ موسیٰ نے جھک کر اس کے گالوں پر موجود آنسوؤں کے نشانات کو اپنے لبوں سے صاف کیا اور پھر مسکرا کر اس کی پیشانی چومی۔

"بہت جلد اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لیے اپنی قید میں لے آؤں گا"

اس نے روح کی آنکھوں میں شرارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ روح نے مسکرا کر اسے دیکھا اور شرماتے ہوئے اپنا سر اس کے سینے پر رکھ دیا۔ موسیٰ نے اسے اپنی مضبوط بانہوں میں قید کر لیا، جیسے وہ اسے دنیا کی ہر نظر سے چھپا لینا چاہتا ہو۔ اس رات حویلی کی دیواروں نے سردار موسیٰ کے اس جنونی عشق کی گواہی دی، جو صرف اپنی ملکیت کے لیے دھڑکتا تھا اور مکمل طور پر روح کو اپنے اپ سے روشنائس کروایا تھا۔

گلناز کافی زیادہ خوش تھی کیوں کہ روح اس کے رستے سے خود باخود ہٹ رہی تھی اگر وہ یوں ہی موسیٰ کی بے وفائی کو یاد کرتی رہی تو وہ خود ہی پاگل ہو جائے گی اور جب موسیٰ واپس آئے گا تو وہ اس کا ہو جائے گا وہ اس حویلی کا وارث تھا یہاں سے گیا ضرور تھا لیکن گلناز کو اس بات کا یقین تھا کہ وہ واپس بھی آئے گا تو گلناز یہ چاہتی تھی جب وہ واپس آئے تو بس اس کا ہو اور کسی کا بھی نہیں وہ اس وقت بیٹھی مزے سے سیب کھا رہی ہوتی ہے جب اس کے موبائل پر کال آتی ہے نمبر دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی اسے پچھلے کچھ دنوں سے اسی کال کی ہی تو انتظار تھا اسے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ شخص کون ہے اسے بس اتنا پتہ تھا وہ روح کو اس کے راستے سے ہٹا دے گا اور یہی بات اس کے لیے کافی تھی۔۔

"ایک کال کے بعد تو تم غائب ہی ہو گئے مجھے لگا مذاق کر رہے ہو"

گلناز مسکرا کر بولی کیوں کہ اسے لگا تھا شاید ہو جو بھی تھا اس سے مذاق کر رہا تھا۔

"ایسا کبھی ہو نہیں سکتا میں اپنا مہرہ ہاتھ سے جانے دوں گا تم بتاؤ کب اسے میرے حوالے کر رہی ہو"
سامنے سے ایک لڑاکے دار آواز آئی تھی جس پر گلناز تھوڑا حیران ہوئی۔

"کیڈنیپ تم نے کرنا ہے یہ میں نے"
گلناز نے آگے سے اس سے سوال کیا۔

"اسے مجھ تک پہنچاؤ گی تو تم نہ"
اس آدمی کی آواز پر گلناز اس کی بات سمجھ نہیں پائی۔

"خیر مجھے نہیں پتہ تم کیا کہہ رہے ہو لیکن ہاں اگر تم نے روح کو کیڈنیپ ہی کرنا ہے تو اج وہ کالج جائے گی تو کر لینا"

گلناز کی بات پر سامنے موجود شخص کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ گلناز کے لبوں پر بھی ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے اپنی جیت اب بہت قریب دکھائی دے رہی تھی۔ روح کا کالج جانا اس کے لیے کسی سنہری موقع سے کم نہیں تھا، جہاں نہ حویلی کی دیواروں کا تحفظ ہو گا اور نہ ہی بھائیوں کا سخت خیال کو ہمیشہ اس کے گرد رہتا تھا۔

"ٹھیک ہے نہ، آج وہ حویلی سے نکلے تو واپس نہیں آنی چاہیے۔ بس یہ یاد رکھنا، وہ دوبارہ کبھی اس شہر میں بھی نظر نہ آئے،"

گلناز نے دوٹوک انداز میں کہا، جیسے کسی بے جان شے کا سودا کر رہی ہو۔

"تم بے فکر رہو، وہ ایسی چیز ہی نہیں ہے کہ میں اسے واپس جانے دوں گا یہ وہ کبھی حویلی واپس آئے گی،"

دوسری طرف سے آنے والی قہقہہ نما آواز نے گلناز کے رگ وپے میں ایک عجیب سی سنسنی دوڑادی، مگر اس نے اسے جھٹک دیا۔ کال کٹتے ہی گلناز نے اپنا موبائل بیڈ پر پھینکا اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے بال سنوارنے لگی۔

"روح! تم نے بہت غرور کیا تھا نا اپنی محبت پر اور موسیٰ پر؟ اب دیکھنا، تمہاری محبت تمہیں کس موڑ پر لا کھڑی کرتی ہے۔ موسیٰ جب واپس آئے گا تو اسے تمہارا سایہ بھی میسر نہیں ہو گا،"

وہ خود کلامی کرتے ہوئے تنزیہ ہنسی۔وہ نہیں جانتی تھی کہ جس جال کو وہ روح کے لیے بن رہی تھی،اس کے تانے بانے خود اس کی اپنی بربادی کا سبب بننے والے تھے۔وہ تو بس اپنی نفرت کی تسکین کے لیے ایک ایسے انجان شخص پر بھروسہ کر بیٹھی تھی جس کے اپنے ارادے شاید گلناز کی سوچ سے بھی زیادہ بھیانک تھے۔

💗💗

"کیا مطلب ہے تمہارا کہ وہاں حملہ ہو گیا تھا اور لڑکیوں کو ان لوگوں نے بچالیا"

شہنشاہ کے ایک آدمی نے اکر اسے خبر دی تھی کہ دبئ میں موجود اس کے اڈے پر حملہ ہو گیا ہے تب سے ہی اس کا دماغ جگہ پر نہیں تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ کسی کا قتل کر دے۔

"سر ہمیں خود ابھی ابھی خبر ملی ہے"

اس کے آدمی نے ڈرتے ڈرتے بتایا تھا کیوں کہ اسے اس وقت شہنشاہ کی انکھوں سے بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"کیا مطلب ابھی خبر ملی ہے اب یہ مت کہنا کہ وہاں موجود ہمارا خاص آدمی بھی پکڑا گیا ہے"

شہنشاہ نے اس کی طرف مڑ کر تیخی نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ کام دو دن پہلے ہوا ہے وہاں سب لوگ مارے گئے ہیں اور ہمارا خاص آدمی خالد پکڑا گیا ہے"

جب شہنشاہ نے یہ بات سنی تو اس نے ٹیبل کو زور سے لات ماری تھی۔

"سب بقواض"

وہ غصے سے بے قابو ہو گیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے موجود شخص کی جان نکل لے جو اسے بری پر بری خبر سنا رہا تھا۔

"یہ کام دو دن پہلے ہوا ہے اور تم لوگوں کو ابھی پتہ چل رہا ہے"
شہنشاہ نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تو اس آدمی کو شہنشاہ کی انکھوں سے خوف محسوس ہوا۔

"جانتے ہو اگر باس کو پتہ چلا نہ تو نہ تم بچوں گیمت اور نہ ہی میں"
شہنشاہ باس کا سوچ کر بول رہا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا ایک کے بعد ایک بری خبر سن کر وہ غصے سے پاگل ہو جائے گا۔۔

"سوری سر"
اس آدمی کے حلق سے بات بھی نہیں نکل پا رہی تھی۔

"کون ہے وہ لوگ جو یہ سب کر رہے ہیں؟"

شہنشاہ نے سگریٹ سلگا کر اپنے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"سر اس بات کا بھی کچھ پتہ نہیں وہ چھپ کر اور محتاط طریقے سے کام کر رہے ہیں"

اس آدمی کی اس بات نے پھر شہنشاہ کا دماغ گھما دیا۔

"تم دفع ہو یہاں سے اس سے پہلے کہ میں تمھاری جان نکال لو"

شہنشاہ نے گلاس اٹھا کر اس کے پیروں کے پاس مارتے ہوئے بولا جس پر وہ فوراً سے وہاں سے جا چکا تھا کیوں کہ اسے تو موقع غنیمت ملا تھا لیکن شہنشاہ بہت زیادہ پریشان ہو گیا تھا۔



خالد کے پاؤں سے گولی نکال لی گئی تھی لیکن کوئی بھی علاج نہیں کروایا گیار جس وجہ سے اس کے پاؤں پر انفیکشن ہو گیا تھا اور اب اس کا پاؤں چلنے کے قابل بلکل بھی نہیں رہا تھا اج بلیک مامبا یحییٰ کے ساتھ اس سے تشویش کے لیے آیا تھا یحییٰ ان کی دبئ سے واپس آیا تھا اگر یحیی کی جگہ کوئی اور انسان ہوتا تو وہ اب تک صحیح سے چل بھی نہ پاتا سینے کے پاس گولی لگنے سے لیکن وہ بلکل ہی نارمل تھا اس وقت وہ دونوں بیسمنٹ میں کھڑے تھے خالد فرش پر پڑا ہوا تھا بلیک مامبا کے اشارے پر یحییٰ نے اسے پانی مار کر ہوش میں لایا تھا بیسمنٹ کی حبس زدہ فضا میں خون اور نم کی بو رچی ہوئی تھی۔ فرش پر پڑا خالد، جس کا وجود اب محض ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا، پانی کی بوچھاڑ پڑتے ہی ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کرنے لگا، مگر پاؤں کے زخم میں اٹھنے والی ٹیس نے اسے دوبارہ فرش پر پٹخ دیا۔ انفیکشن اس حد تک بڑھ چکا تھا کہ اس کا پاؤں نیلا پڑ گیا تھا، لیکن یہاں ہمدردی نام کی کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

بلیک مامبا ایک کرسی کھینچ کر خالد کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔اس کے ساتھ ہی یحییٰ کھڑا تھا۔

"خالد۔۔۔سنا ہے دبئی کی ہوا بہت راس تھی تمہیں؟"یحییٰ نے نہایت دھیمے مگر سرد لہجے میں پوچھا۔اس کی آواز میں وہ کاٹ تھی جو لوہے کو چیر دے۔خالد نے بمشکل اپنی سوجھی ہوئی آنکھیں کھولیں اور سامنے موجود دو ہیبت ناک وجودوں کو دیکھا۔

"تم۔۔۔تم لوگ مجھے مار کیوں نہیں دیتے۔۔۔؟"
خالد کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی آواز نکلی۔بلیک مامبا نے جھک کر خالد کے زخمی پاؤں پر اپنے بوٹ کا تسمہ ہلکا سا چھوایا، جس پر خالد کی ایک زوردار چیخ بلند ہوئی جو تہہ خانے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آئی۔

"مارنا تو بہت آسان ہے خالد، مگر ہم چاہتے ہیں کہ تم جینے کی دعا مانگو اور موت تمہیں آئے نہ۔"

بلیک مامبا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اب شرافت سے بتاؤ، اس پورے نیٹ ورک کے پیچھے کون ہے؟ وہ کون ہے جو معصوم لڑکیوں کی زندگیوں سے کھیل رہا ہے؟"

بلیک مامبا نے اس کے گھٹیا چہرے پر نظر ڈال کر پوچھا۔

"میں۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں تو بس ایک چھوٹا سا مہرہ ہوں۔"

خالد نے درد کی شدت سے ہانپتے ہوئے سر جھٹکا۔۔

"مہرے اکثر کچل دیے جاتے ہیں خالد، اور ہم کچلنے میں ماہر ہیں۔ ہمیں نام چاہیے، اس شخص کا جو دبئ سے لے کر اس شہر تک تم لوگوں کو آپریٹ کر رہا ہے۔"

یحییٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا خنجر نکال کر اس کی دھار چیک کرنے لگا۔۔

"میں نے کہا نا، میں نہیں جانتا!"

خالد نے چیخ کر کہنا چاہا، مگر آواز حلق میں ہی پھنس گئ۔ بلیک مامبا اچانک کرسی سے اٹھا اور ایک ہی جھٹکے میں خالد کا گریبان پکڑ کر اسے فرش سے اوپر اٹھایا۔

"جھوٹ بولنے کی قیمت جانتے ہو؟ تمہارے اس سڑے ہوئے پاؤں کو بغیر کسی اینستھیزیا کے کاٹ کر الگ کر دیا جائے گا اگر اگلا جملہ سچ نہ ہوا تو۔ بتاؤ، شہنشاہ کون ہے؟"

بلیک مامبا نے اس سے پوچھا تھا شہنشاہ کا نام سنتے ہی خالد کے چہرے پر خوف کی ایک لہر دوڑ گئی۔ یہ وہ خوف نہیں تھا جو یحییٰ یا بلیک مامبا سے تھا، بلکہ یہ اس 'ان دیکھی ہستی' کا خوف تھا جس کے سائے میں وہ اپنا پیٹ اپنے گھر والوں کا پیٹ پالتا تھا گر وہ یہاں کچھ نہیں کہتا تو یہ لوگ اس کی جان لے لیتے ہیں اگر وہ بتا بھی دیتا تب بھی اس کی جان چلی جاتی کیوں کہ اگر بلیک مامبا اسے چھوڑ دیتا تو شہنشاہ اسے کہیں سے بھی ڈھونڈ کر اس کی جان لے لیتا۔

"وہ۔۔۔ وہ مجھے مار ڈالے گا۔۔۔ وہ کسی کو نہیں چھوڑتا۔" خالد کے دانت بجنے لگے۔

"وہ تمہیں بعد میں مارے گا، ہم تمہیں ابھی اس جہنم کا نظارہ کروا سکتے ہیں۔"

بلیک مامبا نے سرد مہری سے اسے جتایا۔ بلیک مامبا کی بات پر یحییٰ نے خنجر کی نوک خالد کی گردن کی شہ رگ پر ٹکائی۔

"آخری موقع خالد! شہنشاہ کہاں ملے گا؟ اور اس کا مقصد کیا ہے؟ اس کا نام کیا ہے؟"

بلیک مامبا نے اس کا نام اس فائل پر دیکھا تھا لیکن پھر بھی اس سے جاننا چاہتا تھا۔ بخالد کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ اسے لگا کہ آج اس کی زندگی کا آخری دن ہے۔ وہ ان لوگوں کی آنکھوں میں وہ جنون دیکھ رہا تھا جو کسی بھی حد تک جا سکتے تھے۔ اس نے تڑپ کر یحییٰ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی۔

"خدا کے لیے۔۔۔مجھے چھوڑ دو! میں سچ کہہ رہا ہوں، میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا!"

خالد کی آواز میں اب گڑگڑاہٹ تھی وہ سچ کہہ رہا تھا اس نے کبھی بھی شہنشاہ کو نہیں دیکھا تھا یحییٰ نے خنجر کا دباؤ ذرا سا بڑھایا، جس سے خون کی ایک باریک سی لکیر خالد کی گردن پر ابھری۔

"تم ہمیں بے وقوف سمجھ رہے ہو؟ تم اس کے خاص آدمی ہو اور اسے دیکھا تک نہیں؟"

یحییٰ نے خنجر پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"یہی سچ ہے!"

خالد نے روتے ہوئے اعتراف کیا۔

"وہ بہت محتاط ہے۔ شہنشاہ کوئی عام آدمی نہیں ہے، وہ ایک سایہ ہے۔ میری اس سے کبھی بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی۔ ہماری جتنی بھی بات چیت ہوتی تھی، وہ صرف کال پر ہوتی تھی۔"

بلیک مامبا نے یحییٰ کی طرف دیکھا، دونوں کی آنکھوں میں ایک سوالیہ نشان تھا۔

"کال پر؟ کون سا نمبر؟ کہاں سے آتی تھی وہ کال؟"

بلیک مامبا نے پوچھا۔

"نمبر ہمیشہ ٹریس ایبل نہیں ہوتا تھا۔ وہ ہر بار نئے نمبر سے فون کرتا تھا۔ میں صرف اس کی آواز جانتا ہوں اور اس کا نام 'کاشان'۔ اس کے علاوہ میں قسم کھاتا ہوں مجھے کچھ نہیں پتہ۔ وہ ہمیں صرف احکامات دیتا تھا اور ہم ان پر عمل کرتے تھے۔ پیسے ہمیشہ مختلف اکاؤنٹس کے ذریعے منتقل کیے جاتے تھے۔"

خالد کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ بلیک مامبا نے اسے جھٹکے سے واپس فرش پر پھینکا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ اور الجھن دونوں نمایاں تھیں۔

"یعنی تم یہ کہہ رہے ہو کہ تم ایک ایسے شخص کے لیے کام کر رہے تھے جس کا تمہیں چہرہ تک معلوم نہیں؟"

بلیک مامبا نے غصے سے سوال کیا تھا۔

"ہاں۔۔۔وہ بہت طاقتور ہے۔اس کے مخبر ہر جگہ ہیں۔اگر اسے پتہ چلا کہ میں نے اس کا نام لیا ہے، تو وہ میرے خاندان کو ختم کر دے گا۔"

خالد نے اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپا لیا بلیک مامبا نے یحییٰ کی طرف دیکھ کر سر ہلایا۔

"یہ جھوٹ نہیں بول رہا۔اس کی آنکھوں کا خوف بتا رہا ہے کہ یہ واقعی اس 'شہنشاہ' کے چہرے سے واقف نہیں ہے۔"

بلیک مامبا نے یحییٰ کی طرف دیکھ کر کہا اور گہری سوچ میں ڈوبتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگا لی۔

"ہم"

یحییٰ نے بھی ہاں میں سر ہلایا۔

"فلحال اس کے پاؤں کا کچھ کرو اس نے جوان معصوم جانوں کے ساتھ کیا اس کا حساب تو یہ دے گا لیکن اس کا علاج کراؤ"

بلیک مامبا نے حکم دیا اور باہر کی طرف نکل گیا یحییٰ بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کی انسٹرکشن کو سن رہا تھا۔

💗💗

"یہ کیا یہ تو یہی ہے آج کالج کیوں نہیں گئی"

گلناز نے جب روح کو دیکھا وہ حویلی میں ہے تو وہ حیران ہوئی کیونکہ ان کے پلان کے مطابق روح کو کالج جانا چاہیے تھا تب ہی تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے لیکن روح تو حویلی میں تھی روح جو کہ لاؤنج میں بیٹھی خود سے کچھ کہہ رہی تھی گلناز اس کے پاس آئی۔

"تم سب کے ساتھ کالج کیوں نہیں گئی"

گلناز نے اس کے پاس آ کر غصے سے پوچھا تھا۔ روح نے اسے کوئی بھی جواب نہیں دیا تھا وہ بس اپنے اپ میں مصروف رہی۔۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں"

گلناز نے ایک بار پھر غصے سے اس سے پوچھا لیکن روح نے اب کی بار بھی اسے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"روح"

گلناز نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو روح نے مڑ کر اس کے بالوں کو پکڑ لیا تھا اور زور سے کھینچا تھا اس کے ایسا کرنے پر گلناز کی چیخ نکلی تھی۔۔

"یہ کیا کر رہی ہو چھوڑو مجھے میرے بال"

گلناز غصے سے چیخ رہی تھی لیکن روح نے اس کے بعد زور سے پکڑے ہوئے تھے۔۔

"تم تم تمھاری وجہ سے سب ہوا ہے"
روح اس کے بالوں کو زوروں سے کھینچتے ہوئے بول رہی تھی۔روح کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی وحشت اور دیوانگی رقص کر رہی تھی۔اس نے گلناز کے بال اتنی مضبوطی سے جکڑ رکھے تھے کہ گلناز کا سر پیچھے کی طرف جھک گیا تھا اور درد کی شدت سے اس کی آنکھوں میں پانی آ گیا تھا۔

"چھوڑو مجھے ! تم پاگل ہو گئی ہو کیا؟"
گلناز نے تڑپ کر اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، مگر روح کی گرفت میں اس وقت عام انسانی ہمت نہیں بلکہ ایک زخمی دل کا غبار بھرا جنون تھا۔

"ہاں! میں پاگل ہو گئی ہوں۔۔۔اور مجھے پاگل کس نے کیا؟ تم نے!"
روح کی آواز میں درد اور غصے کی ایسی آمیزش تھی کہ سننے والے کا کلیجہ کانپ جائے۔اس نے گلناز کے چہرے کے قریب جھک کر غراتے ہوئے کہا،

"تمہاری وجہ سے میرا موسی کیا ہے تم نے اس پر گھٹیا الزام لگایا ہے تمہاری وجہ سے میرا موسی مجھ سے دور ہوا ہے میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔۔وہ اپنی مرضی سے گیا ہے!"
گلناز نے چیخ کر جھوٹ بولنا چاہا، مگر روح نے بالوں کو ایک زوردار جھٹکا دیا جس سے گلناز کے حلق سے ایک اور کربناک چیخ نکلی۔

"جھوٹ! سب جھوٹ ہے! میرا موسیٰ مجھے کبھی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ وہ میرا شوہر ہے، میرا غرور ہے وہ۔ تم جلتی تھی ہم سے، تم چاہتی تھی کہ ہم کبھی خوش نہ رہیں۔ دیکھو! آج میں برباد ہو گئی ہوں، میرا گھر اجڑ گیا ہے۔ کیا اب تمہیں سکون مل گیا؟"

روح کا سانس پھول رہا تھا اور اس کے بال بکھر کر اس کے چہرے پر آ رہے تھے، جس سے اس کی حالت واقعی کسی سودائی جیسی لگ رہی تھی۔ گلناز کی چیخ و پکار سن کر حویلی کے افراد لاؤنج میں جمع ہو گئے تھے۔ سب سے پہلے کنزہ بیگم اور آیت بیگم وہاں پہنچیں، منظر دیکھ کر ان کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"روح! یہ کیا کر رہی ہو بچے؟ چھوڑو اسے!"

آیت بیگم نے آگے بڑھ کر روح کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی، مگر روح نے انہیں دھکا دے دیا۔

"نہیں تائی امی! آج کوئی بیچ میں نہیں آئے گا۔ اس عورت نے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔ اس نے میرے موسیٰ کو مجھ سے دور کر دیا۔ یہ سانپنی ہے، اس نے ہم سب کے سکون کو ڈس لیا ہے!"
روح کی آواز لاؤنج کی اونچی چھت سے ٹکرا کر گونج رہی تھی۔ حویلی کے مرد حضرات، جو ابھی حویلی میں ہی موجود تھے وہ بھی آ گئے تھے۔ روح کی ایسی حالت انہوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ جو ہمیشہ ہنستی مسکراتی نظر آتی تھی، آج ایک بپھری ہوئی شیرنی بن چکی تھی۔

"روح، ہوش میں آؤ! گلناز کو چھوڑو، اسے چوٹ لگ رہی ہے،"
سید سائیں نے گرجدار مگر ہمدردانہ آواز میں کہا۔

"چوٹ؟اسے چوٹ لگ رہی ہے؟"

روح نے ایک ہذیانی قہقہہ لگایا۔

"سید سائیں، میرا تو کلیجہ چھلنی ہو گیا ہے۔ میرا شوہر، صرف اس کی وجہ سے گیا ہے میں نہیں چھوڑوں گی"

روح نے گلناز کو ایک زوردار دھکا دیا، جس سے گلناز فرش پر جا گری۔ گلناز کے بال بکھر چکے تھے اور وہ ہانپتی ہوئی فرش پر بیٹھی روح کو خوف اور نفرت ملی جلی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے میرے موسیٰ کو بدنام کیا، تمہیں میں نہیں چھوڑوں گی جان سے مار ڈالوں گی!"

روح دوبارہ سے اس کی طرف جانے لگی لیکن اب کی بار نادیہ بیگم بیچ میں آ گئی تھی۔

"میری بچی سے دور رہنا پاگل لڑکی یہ پاگل ہو گئی ہے موسیٰ کی بے وفائی نے اسے پاگل کر دیا ہے کوئی اسے پاگل خانے چھوڑ کر آؤ"
نادیہ بیگم نے گلناز کو اپنے اندر چھپاتے ہوئے کہا۔

"بھائی کی جان"
ہاشم اس کے پاس ایا تھا لیکن روح اس سے بھی دور ہو گئی تھی۔

"نہیں نہیں بھائی اسے میں آج نہیں چھوڑوں گی اسے میں مار دوں گی"

روح نے چیخ کر کہا تھا اس کی اس حالت پر سب خواتین کی انکھوں میں آنسوں تھے اس کے بابا احمد نقوی کی انکھوں میں بھی آنسو تھے اس کی اس حالت پر عافیہ بیگم تڑپ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"میری جان میرے پاس آؤ کچھ نہیں ہوا ادھر بھائی کے پاس آؤ"
ہاشم نے آہستہ آہستہ اسے اپنے حسار میں لینے کی کوشش کی تھی۔ہاشم نے جیسے ہی روح کو تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، روح ایک دم کسی بجلی کی تیزی سے پیچھے ہٹی۔اس کی آنکھوں میں پھیلی وحشت اب ایک خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔اس نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے جیسے وہ کسی کی آواز نہیں سننا چاہتی تھی۔

"نہیں بھائی! کوئی میرے قریب نہ آئے۔ آپ سب نے اسے کیوں نہیں روکا؟ جب یہ میرے موسیٰ پر کیچڑ اچھال رہی تھی، تب آپ سب کہاں تھے؟"

روح کی آواز میں دبی دبی سسکیاں اب دھاڑ میں بدل رہی تھی۔

"اس نے کہا تھا نا کہ میرا موسیٰ بدکردار ہے؟ اس نے کہا تھا کہ وہ مجھے چھوڑ جائے گا؟ دیکھو! وہ چلا گیا۔۔۔ وہ سچ میں چلا گیا! لیکن وہ اپنی مرضی سے نہیں گیا، اسے اس حویلی کی تلخیوں نے نکالا ہے، اس گلناز کی سازشوں نے نکالا ہے!"

"احمد بھائی! دیکھیں اپنی بیٹی کو، یہ آپ کے سامنے میری بیٹی پر حملہ کر رہی ہے۔ موسیٰ کی بے وفائی کا غصہ یہ گلناز پر نکال رہی ہے۔ اگر موسیٰ اسے چھوڑ کر بھاگ گیا ہے تو اس میں گلناز کا کیا قصور؟"

نادیہ بیگم نے حقارت سے روح کی طرف دیکھا اور گلناز کو اپنے پیچھے چھپاتے ہوئے بولیں۔ نادیہ بیگم کے ان الفاظ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ روح، جو ایک لمحے کے لیے خاموش ہوئی تھی، دوبارہ کسی بپھری ہوئی لہر کی طرح گلناز کی طرف لپکی۔ اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ نادیہ بیگم کو سنبھلنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ روح نے ایک بار پھر گلناز کا گریبان جکڑ لیا۔

"موسیٰ بھاگا نہیں ہے! میرا شوہر بزدل نہیں ہے!"
روح نے گلناز کو جھنجھوڑتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"وہ واپس آئے گا، وہ ضرور آئے گا اور جب وہ آئے گا تو میں اسے بتاؤں گی کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے۔ میں تمہیں اس حویلی سے نکلوا کر دم لوں گی، تم نے میری ہنستی بستی زندگی برباد کر دی!"

روح پاگلوں کی طرح کہہ رہی تھی گلناز اب واقعی ڈر گئی تھی، اس نے چلانا شروع کر دیا۔

"بچاؤ مجھے! یہ مجھے مار ڈالے گی! یہ پاگل ہو گئی ہے!"
ہاشم اور احمد نقوی نے تیزی سے آگے بڑھ کر روح کو پکڑنے کی کوشش کی۔ روح کی طاقت اس وقت غیر معمولی ہو رہی تھی، وہ ان کے ہاتھوں سے نکلنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔

"چھوڑیں مجھے بابا! آج اس کا فیصلہ ہو کر رہے گا۔ اس نے میرے موسیٰ کو مجھ سے چھینا ہے، میں اس کا سکون چھین لوں گی!"
سید سائیں جواب تک خاموشی سے یہ سب دیکھ رہے تھے، ان کے چہرے پر گہری تشویش تھی۔ وہ جانتے تھے کہ روح اس وقت ذہنی صدمے کی اس کیفیت میں ہے جہاں انسان اپنے ہوش و حواس کھو دیتا ہے۔

"ہاشم! اسے پکڑو، اسے کمرے میں لے کر جاؤ، یہ خود کو نقصان پہنچالے گی! مجھے لگتا ہے اس کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے"

سید سائیں نے بلند آواز میں حکم دیا۔ روح نے جب سنا کہ اسے لے جایا جارہا ہے، تو اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا، جس میں درد کی ہزاروں داستانیں پوشیدہ تھی۔

"کمرے میں؟ مجھے قید کروگے؟ جیسے موسیٰ کو خاموش کردیا تھا ویسے ہی مجھے بھی کروگے؟ نہیں! میں خاموش نہیں ہوں گی!"

اچانک روح کے جسم میں ایک لرزہ سا طاری ہوا۔ آہستہ آہستہ اس کا وجود ڈھیلا پڑنے لگا۔ اس کا چہرہ جو غصے سے سرخ تھا، اب زرد پڑنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔

"موسیٰ۔۔۔"

اس کے لبوں سے ایک آخری مدھم سی پکار نکلی۔اگلے ہی لمحے روح کے قدم لڑکھڑائے اور وہ کسی کٹی ہوئی پتنگ کی طرح زمین کی طرف جھکی۔ ہاشم نے لپک کر اسے فرش پر گرنے سے پہلے اپنی بانہوں میں تھام لیا۔ روح مکمل طور پر بے ہوش ہو چکی تھی۔اس کے چہرے پر اب بھی آنسوؤں کی لکیریں موجود تھیں، مگر وہ طوفان جو چند لمحے پہلے حویلی میں برپا تھا،اب ایک ہولناک خاموشی میں بدل گیا تھا۔

"روح! میری بچی، آنکھیں کھولو!"
عافیہ بیگم فوراً سے اس کے پاس آ کر دیوانہ وار کہہ رہی تھی۔

"ڈاکٹر کو فون کرو ہاشم! جلدی کرو!"
سید سائیں نے پریشانی میں کہا۔حویلی میں ایک افراتفری مچ گئی۔

"حفصہ بچے روح کو کمرے میں لے کر جانا ہے"

ہاشم نے حفصہ کی طرف دیکھ کر کہا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا اس نے مدد کی تھی روح کو کمرے میں لے جانے کے لیے سب لوگ پریشان ہو گئے تھے عدنان ڈاکٹر کو کال کر چکا تھا جبکہ وہ سب اس بات پر سب اطمینان میں تھے انھوں نے روح کو پاگل ثابت کر دیا بس اب آخری محرہ انھوں نے چلنا تھا اور پھر موسیٰ صحیح ثابت ہو جاتا اس کی بگ گناہی سب کے سامنے آجانی تھی۔

اس وقت سب لوگ سید سائیں کے کمرے میں موجود تھے روح کی حالت دیکھ کر سب لوگ ہی پریشان ہو گئے تھے اور گھبرا بھی گئے تھے ایسا دو بار اس کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ عجیب و غریب باتیں کرتے کرتے اچانک بے ہوش ہو جاتی اس وقت سب کی نظر ہاشم پر تھی جس نے سب کو روح کی حالت کے بارے میں بتانا تھا کیونکہ جو بھی بات تھی ڈاکٹر نے ہاشم کو بتائی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے ہاشم بچے کچھ بولو"

سید سائیں اپنے پوتے کو خاموش دیکھ کر بولے اس کی خاموشی سب کو ہی گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی سوائے گلناز اور نادیہ بیگم کے کیونکہ ان دونوں کو روح کی طبیعت سے کوئی لینا دینا نہیں تھا۔

"کیا ہی ہوا ہو گا سید سائیں پاگل ہو گئی ہے میں تو کہتی ہوں پاگل خانے بھیج دیں اسے"

نادیہ بیگم نے نفرت سے کہا تھا۔

"نادیہ تم چپ رہو اور ہوش میں رہ کر بات کرو تم میری بیٹی کے بارے میں بات کر رہی ہو"

احمد نقوی کو اپنی بہن کی بات پر غصہ آیا تھا اس لیے انھوں نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا۔

"بیٹا بتاؤ نہ کیا ہوا ہے"

ریاست نقوی نے بھی ہاشم سے پوچھ لیا۔ہاشم نے ایک گہری سانس لی اور اپنی جھکی ہوئی نظریں اٹھا کر سامنے صوفے پر بیٹھے اپنے خاندان کے بڑوں کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں لرزتی ہوئی نمی اور چہرے کی زردی بتا رہی تھی کہ خبر معمولی نہیں ہے۔

"وہ..."

ہاشم کی آواز بھرا گئی۔

"ڈاکٹر کہہ رہے ہیں کہ روح کے دماغ کے پچھلے حصے میں ایک خاص قسم کی سوزش(Inflammation)ہوئی ہے، جس نے اس کے اعصابی نظام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔"

ہاشم نے بات کی تو سید سائیں نے تسبیح روک دی اور بے چینی سے ہاشم کے قریب آئے۔

"کھل کر بتاؤ ہاشم، یہ گھما پھرا کر باتیں کیوں کر رہے ہو؟ میری پوتی کو ہوا کیا ہے؟"

سید سائیں نے کانپتے ہوئے کہا ہاشم نہیں چاہتا تھا سب کو اتنی بڑی اذیت دینا لیکن ان لوگوں نے موسیٰ کو بے گناہ ثابت کرنا تھا تو اسے ایسا کرنا تھا۔

"سید سائیں، ڈاکٹر کے مطابق اس جھٹکے اور صدمے نے روح کے دماغ کے ان حصوں کو ناکارہ کرنا شروع کر دیا ہے جو یادداشت اور منطق (Logic) کو کنٹرول کرتے ہیں۔ اسے 'Dissociative Fugue' کے ساتھ ساتھ 'Organic Brain Syndrome' کی ایک شدید قسم بتائی جا رہی ہے۔"

ہاشم نے اپنے کانپتے ہاتھوں کو آپس میں بھینچا اور سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"صاف لفظوں میں کہو ہاشم!"

عافیہ بیگم کا دل پھٹ رہا تھا اس لیے اس نے ہاشم کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"صاف لفظ یہ ہیں کہ روح کا ذہنی توازن بگڑ چکا ہے۔ وہ... وہ پاگل ہو گئی ہے۔ اور ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ یہ صرف شروعات ہے۔ وہ آہستہ آہستہ سب کچھ بھولنے لگے گی۔ اسے اپنے نام سے لے کر رشتوں کی پہچان تک، کچھ یاد نہیں رہے گا۔ اس کا دماغ ایک ایسی ڈھلان پر ہے جہاں سے واپسی کا راستہ تقریباً ناممکن ہے۔"

ہاشم نے عافیہ بیگم کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے سے بولا کمرے میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ احمد نقوی کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ وہیں دیوار کا سہارا لے کر بیٹھ گئے۔ ریاست نقوی نے اپنا سر پکڑ لیا، جبکہ گلناز نے بناوٹی دکھ کے ساتھ دوپٹہ منہ پر رکھ لیا، مگر اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک تھی نادیہ بیگم کا بھی یہی حال تھا آیت بیگم اور کنزہ بیگم نے عافیہ کو سنبھالا تھا یہ سن کر حفصہ جس نے گرنے کی ایکٹنگ کی تھی عدنان نے فوراً سے اسے سنبھالا تھا۔

"پاگل؟"
احمد نقوی کی آواز جیسے کسی گہری کھائی سے آ رہی تھی۔

"میری پھول جیسی بچی، جس کی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں، وہ اب ہمیں پہچانے گی بھی نہیں؟"

احمد نقوی کی انکھوں میں نمی آگئی تھی ساجد نقوی نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"موسیٰ اپنے ساتھ ساتھ ہماری بچی کی زندگی بھی لے گیا"
نادیہ بیگم نے ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر ہاشم نے تیخی نظروں سے انھیں دیکھا۔

"موسیٰ نے کچھ بھی نہیں کیا پھوپھو جو کیا ہے اپ لوگوں نے کیا ہے اپ کی وجہ سے موسیٰ بھی گیا ہے اور روح کی یہ حالت ہوئی ہے اپ جانتی تھی نہ روح کرنی محبت کرتی ہے موسیٰ سے چاہے پوری دنیا اس کے خلاف ہو جائے اس کا دوست اس کے ساتھ ہے"

ہاشم نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے نفرت سے بات کی تھی جبکہ سب لوگ ہاشم کی طرف دیکھ رہے تھے کیا روح اتنی محبت کرتے تھی موسیٰ سے اس کی دوری برداشت نہ کر سکی اس کی یہ حالت ہو گئی۔

"مجھے لگتا ہے ہمیں موسی کو واپس لے انا چاہیے شاید روح کی طبیعت میں کچھ بدلاؤ آئے"

عدنان نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں ایسا کیسے کر سکتے ہیں اپ کیا اپ نہیں جانتے اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہے اس نے میری عزت لوٹنی چاہی ہے"

گلناز نے فورا سے کہا تھا اس کی اس مکاری پر سید سائیں بھی حیران ہوئے تھے لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے فلحال۔

"لیکن اگر ہم اسے آنے بھی دیں تو لوگ اسے نہیں آنے دیں گیں کیوں کہ لوگ تو اسے گنہگار سمجھتے ہیں"

ساجد نقوی نے سب کی جاں ب دیکھتے ہوئے کہا۔ ساجد نقوی کی بات پر کمرے میں ایک بار پھر وہی سنگین خاموشی چھا گئی۔

"لوگوں کی پرواہ کریں یا اپنی بچی کی زندگی کی؟"

احمد نقوی نے تڑپ کر کہا، ان کا لہجہ شکست خوردہ تھا۔

"لوگ تو باتیں کریں گے بھائی، لیکن کیا ہم اپنی آنکھوں کے سامنے روح کو دم توڑتے دیکھتے رہیں؟

ریاست نقوی نے اپنے بھائی کی تائید کی، کیونکہ وہ بھی جانتے تھے ان کا موسیٰ بے قصور ہے اور اس کو واپس انا ہو گا اسی دوران ہاشم، جواب تک ضبط کیے کھڑا تھا، اچانک تلخی سے ہنس دیا۔ اس کی ہنسی میں درد بھی تھا اور طنز بھی۔ سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔

"لوگ..."

ہاشم نے دہرایا۔

"کون سے لوگ؟ وہ جو کل تک موسیٰ کی شرافت کی قسمیں کھاتے تھے یا وہ جنہوں نے سچ جانے بغیر اسے مجرم قرار دے دیا؟ بڑے تایا ابو، سچ تو یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کے ڈر سے حقیقت کو دفن کر دیا ہے۔ لیکن اب روح کی حالت نے ثابت کر دیا ہے کہ قدرت کو جھوٹ منظور نہیں۔"

ہاشم سب کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا۔ نادیہ بیگم نے تیزی سے مداخلت کی۔

"ہاشم! تم ہوش میں تو ہو؟ تم اس شخص کی وکالت کر رہے ہو جس نے تمہاری بہن جیسی"

وہ جملہ ادھورا چھوڑ گئیں، مگر ان کی آنکھوں کی زہریلی چمک سب کچھ کہہ رہی تھی۔

"وہ میری بہن ہے پھوپھو! اور مجھے اس کی عزت کا آپ سے زیادہ خیال ہے،"

ہاشم نے دوٹوک جواب دیا۔

"لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ موسیٰ ایسا نہیں کر سکتا۔ جس انسان نے بچپن سے آج تک نہ صرف اپنی بہنوں بلکہ حویلی کی سب لڑکیوں کے سائے کو بھی عقیدت سے دیکھا ہو، وہ ایسا گناہ سوچ بھی نہیں سکتا۔"

گلناز، جواب تک خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی، اندر ہی اندر لرز رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں ہاشم کی جذباتی باتیں سید سائیں کا دل نہ پگھلا دیں۔ اس نے فوراً مکارانہ چال چلی اور دھاڑیں مار کر رونے لگی۔

"ہائے میری قسمت! یہاں میری عصمت تار تار ہونے لگی تھی اور اب الٹا مجھے ہی جھوٹا ثابت کیا جا رہا ہے۔ سید سائیں! اگر آپ کو لگتا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں تو آپ میری جان لے لیں، لیکن اس درندے کو اس حویلی میں واپس نہ لائیں، میں جیتے جی مر جاؤں گی۔"

اس نے سینہ کوبی شروع کر دی۔ سید سائیں، جواب تک خاموشی سے تسبیح کے دانوں پر انگلیاں پھیر رہے تھے، اچانک رک گئے۔ ان کے چہرے پر ایک عجیب سا جلال تھا۔ انہوں نے نظر اٹھا کر گلناز کو دیکھا، پھر ہاشم کی طرف متوجہ ہوئے وہ بھی جانتے تھے ان کا موسیٰ بے قصور ہے لیکن وہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ ابھی حویلی واپس آئے۔

"ہاشم بیٹا، تم نے جو کچھ کہا، کیا اس کا کوئی ثبوت ہے تمہارے پاس؟" سید سائیں کی آواز گونجی اگر ہاشم کے پاس کوئی ثبوت تھا تو وہ موسیٰ کو واپس بلا لیتے اور وہ بے گناہ ہو جاتا ورنہ وہ موسیٰ کی زندگی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے تھے۔ ہاشم نے ایک لمحے کے لیے ہچکچاہٹ محسوس کی، کیوں کہ موسیٰ نے ان لوگوں کو منع کیا تھا ابھی جلد بازی نہیں کرنی اور نہ ہی کسی ثبوت کا ذکر کرنا ہے ورنہ وہ مکار عورت ان کی چال پکڑ بھی سکتی ہے اس لیے اس نے بار بدل دی۔

"سید سائیں، ثبوت روح کی یہ حالت ہے۔ میڈیکل سائنس کہتی ہے کہ 'Organic Brain Syndrome' تب ہوتا ہے جب دماغ کسی ایسی حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو اس کے لیے ناقابلِ برداشت ہو۔ روح کے لیے موسیٰ کا مجرم ہونا وہ حقیقت تھی جسے اس کا وجود ماننے کو تیار نہیں۔ اس کا لاشعور جانتا ہے کہ موسیٰ بے گناہ ہے، مگر ہم سب کے جبر نے اسے خاموش کر دیا۔ اسی کشمکش نے اس کے دماغ کی رگیں جھلسا دی ہیں۔"

کمرے میں موجود ہر شخص کے چہرے پر سوچ کی لہریں دوڑ گئیں۔

"موسیٰ کو لے آؤ... خدا کے لیے اسے لے آؤ۔ اگر اسے دیکھنے سے میری روح ٹھیک ہو سکتی ہے، تو مجھے کسی دنیا کی پرواہ نہیں۔ مجھے میری بیٹی زندہ چاہیے، چاہے بدلے میں مجھے پوری دنیا کی نفرت خریدنی پڑے۔"

عافیہ بیگم، جو صوفے پر نڈھال بیٹھی تھی تڑپ کر بولیں۔احمد نقوی نے اپنی بیوی کا ہاتھ تھاما۔ان کی اپنی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔

"سید سائیں، اب فیصلے کا وقت آگیا ہے۔روح کی زندگی داؤ پر لگی ہے۔"
نادیہ بیگم اور گلناز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ان کے پیروں تلے سے زمین نکل رہی تھی۔اگر موسیٰ واپس آگیا تو ان کا بنایا ہوا سارا کھیل چوپٹ ہو سکتا تھا۔

"لیکن بھائی صاحب! پولیس... عدالت... لوگ کیا کہیں گے؟"
نادیہ نے آخری حربہ آزمایا۔

"فلحال موسیٰ نہیں آئے گا اور روح کا ٹریٹمنٹ کراؤ اور اب کوئی کچھ نہ بولے یہاں سے جا سکتا ہے"

انہوں نے جلال سے کہا تھا فی الحال وہ موسی کو واپس نہیں لا سکتے تھے ثبوت کے بغیر موسی کو واپس لانا جیسے اسے جلتی ہوئی اگ میں پھینکنا تھا اور سید نا یہ اپنے جوان پوتے کو کھولنے کا دکھ ہر گز برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے انہوں نے غصے سے کہا تھا اور سب کو اپنے کمرے سے جانے کا کہا سب لوگ وہاں سے جا چکے تھے سب کی انکھیں بھیگی ہوئی تھی لیکن سید سائیں کے سامنے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔

💗💗

وہ دونوں ماں بیٹی کمرے میں ائی تھی گلناز کافی پریشان لگ رہی تھی اس کی ماں نادیہ بیگم اسے دیکھ رہی تھی۔

"اس لڑکی کا کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا ورنہ یہ ہمارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دے گی" گلناز نے نفرت سے کہا تھا۔۔

"اب کیا ضرورت ہے ہمیں کچھ کرنے کی وہ تو ویسے ہی پاگل ہو گئی ہے"
نادیہ بیگم کو اس کی پریشانی کی وجہ سمجھ نہیں ائی۔

"اپ دیکھ نہیں رہی اپ اہستہ اہستہ سب کو یقین ہو رہا ہے موسی بے قصور ہے اور موسی کے انے سے شاید اس کی طبیعت ٹھیک ہو جائے تو ہمیں ایسا نہیں ہونے دینا"
گلناز نے غصے سے کہا تھا اور اپنا فون اٹھایا۔

"کس کو کال کر رہی ہو"
نادیہ بیگم اسے نمبر ڈال کر تا دیکھ کر بولی اس نمبر پر کال کی جس سے دو بار پہلے اسے کال اچکی تھی اور اس نے روح کو کڈنیپ کرنے کا مطالبہ کیا تھا اس کی کال اٹھالی گئی تھی۔

"میں تمہیں ہی کال کرنے والا تھا تم جانتی ہو غلط انفارمیشن دینے والے کی بھی میں جان نکال لتا ہوں"

سامنے سے گرج دار آواز آئی گلناز نے اسے انفارمیشن دی تھی کہ روح کالج جائے گی لیکن وہ کالج نہیں گئی تھی اور اس کا روح کو کڈنیپ کرنے کا پلان سکسیس فل نہیں ہوا تھا جس وجہ سے وہ بہت غصے میں تھا۔

"مجھے کیا پتا تھا وہ کالج نہیں گئی خیر اب وہ میرے لیے بھی خطرہ ہے اب تو اس کی طبیعت بھی نہیں صحیح جس وجہ سے وہ حویلی سے بھی باہر نہیں نکلے گی اب جو کرنا ہے کرو مجھے وہ لڑکی یہاں نہیں چاہیے"

گلناز کے لہجے میں نفرت لگ رہی تھی جبکہ نادیہ بیگم اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی وہ کس سے بات کر رہی ہے۔ گلناز کے چہرے پر پھیلی سفاکی اور لہجے کی کاٹ بتا رہی تھی کہ وہ اب کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔
دوسری طرف موجود شخص کی بھاری اور کرخت ہنسی موبائل کے اسپیکر سے باہر نکل کر کمرے کی دیواروں سے ٹکرائی۔

"فکر نہ کرو، اگر وہ حویلی سے باہر نہیں نکلے گی تو میں حویلی کے اندر سے اسے اٹھالوں گا۔ بس مجھے صحیح وقت اور موقع چاہیے، اور ہاں! اس بار اگر تمہاری کسی غلطی کی وجہ سے میرا پلان چوپٹ ہوا تو یاد رکھنا اگلی باری تمہاری ہو گی۔"
فون کٹ گیا تو گلناز نے ایک لمبا سانس لیا جیسے اس کے سر سے کوئی بوجھ اتر گیا ہو۔ نادیہ بیگم جواب تک بت بنی اسے دیکھ رہی تھیں، تڑپ کر اس کے قریب آئیں۔

"گلناز! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ یہ کون تھا جس سے تم روح کو اٹھوانے کی بات کر رہی ہو؟ گلناز دشمنی اپنی جگہ لیکن یہ تو سیدھا سیدھا موت کا کھیل ہے!"
نادیہ بیگم کے لہجے میں پہلی بار خوف جھلکا تھا۔

"خوفزدہ نہ ہوں امی! یہ خود روح کے پیچھے ہے، اور اسے اپنا بنانا چاہتا ہے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا بس ہمیں اسے راستہ دکھانا ہے۔"
گلناز نے اطمینان سے بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑسی۔

"روح کا یہاں رہنا ہمارے لیے زہر ہے۔ اگر موسیٰ اسے دیکھنے آ گیا یا سید سائیں کا دل پگھل گیا تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔ اس پاگل لڑکی کا یہاں سے غائب ہونا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔ سب یہی سمجھیں گے کہ وہ اپنی دماغی حالت کی وجہ سے کہیں نکل گئی اور پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئی۔"

نادیہ بیگم نے لرزتے ہاتھوں سے گلناز کا کندھا تھاما۔

"لیکن اگر پکڑی گئیں تو؟ سید سائیں ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"
انھوں نے خوف زدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"کوئی نہیں پکڑا جائے گا امی! اس وقت سب کی توجہ روح کی بیماری پر ہے۔ ہاشم ڈاکٹروں کے چکر کاٹ رہا ہے، سب لوگ صدمے میں ہیں۔ یہ سب سے بہترین وقت ہے صفائی کرنے کا۔"
گلناز کی آنکھوں میں جنونی چمک تھی۔ وہ موسیٰ کی زندگی سے روح کو نکال کر ہی رہے گی لیکن اس بات سے انجان کہ چال اس پر چلی جا رہی ہے اور بہت جلد وہ اپنے انجام کو پہنچائے گی یا پھر کامیاب ہو جائے گی یہ کسی کو نہیں پتا۔



حفصہ جو کہ ابھی کمرے میں ائی تھی ان سب سچویشن کو دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی تھی جانتی تھی کہ ان سب لوگوں نے مل کر صرف ایک ڈرامہ رچایا ہے موسی کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے لیکن پھر بھی سب کی حالت دیکھ کر وہ خود پریشان ہو گئی تھی وہ سب کو کیسے سنبھالے یہ اسے خود سمجھ نہیں ا رہا تھا فلحال تو وہ کمرے میں ائی تھی پین کلر لینے کے لیے لیکن عدنان نے اس کے جانے کا راستہ اس کے سامنے آ کر روک دیا تھا۔۔

" بلکل بھی نہیں عدنان ابھی میں بہت زیادہ بزی ہوں مجھے بلکل بھی تنگ مت کیجئے گا"

حفصہ اس کا چہرہ دیکھ کر شاید اس کے ارادے سمجھ گئی تھی۔

"میری جان پریشان کیوں ہو رہی ہو تم تو جانتی ہو نا یہ سب ہم موسی کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے کر رہے ہیں"

عدنان نے اسے کمر سے تھام کر اپنے بلکل پاس کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر بھی عدنان جیسی سب کی حالت ہے مجھے بالکل بھی نہیں اچھا لگ رہا اور ابھی مجھے بالکل بھی تنگ نہ کریں مجھے جانے دیں"

حفصہ نے اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"کہیں نہیں جا رہی تم ماہا کندیل اور نور کالج سے آ گئی ہیں وہ دیکھ لیں گی سچویشن"

عدنان نے اس کے مزاحمت کرتے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"نہیں نہ وہاں میری ضرورت ہے"

حفصہ نے منہ بنا کر کہا۔

"یہاں تمہارے شوہر کو بھی تمہاری ضرورت ہے اس کا کیا"
عدنان نے بے باک انداز میں کہا تھا۔ عدنان کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی تپش تھی جو حفصہ کے اعصاب کو شل کر رہی تھی۔ اس نے حفصہ کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہاتھ سے جکڑ کر اس کے سر کے اوپر دیوار کے ساتھ ٹکا دیا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی اس کے لبوں پر رکھ دی، جو احتجاج کرنے کے لیے کھل رہے تھے۔

"ش ب... خاموش حفصہ! میں نے کہا نہ کہ اس وقت تمہیں کہیں نہیں جانا۔ سب سنبھال لیں گے، مگر اس وقت میری بے چینی کا مداوا صرف تم ہو۔"

عدنان کا لہجہ جتنا دھیما تھا، اس میں بلا کا اصرار چھپا تھا۔ حفصہ نے تڑپ کر خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔

"عدنان! چھوڑیں مجھے۔ آپ کو ذرا بھی احساس نہیں ہے؟ باہر حویلی میں ماتم کا سماں ہے اور آپ کو اپنا رومینس سوجھ رہا ہے۔ مجھے جانے دیں، ورنہ کوئی دیکھ لے گا تو کیا کہے گا؟"

حفصہ کی آواز میں غصہ اور گھبراہٹ دونوں شامل تھے۔ عدنان کی گرفت ذرا بھی ڈھیلی نہ ہوئی، بلکہ وہ مزید اس کے قریب جھک گیا۔ اس کے سانسوں کی گرمائش حفصہ کے گالوں کو جھلسانے لگی۔

"کوئی نہیں آئے گا حفصہ۔ یہ ہمارا کمرہ ہے اور یہاں میرا حکم چلتا ہے۔ تمہاری یہ مزاحمت، تمہارا یہ بار بار مجھ سے دور بھاگنا... تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ مجھے کتنا بے قابو کر دیتا ہے۔"

حفصہ نے اپنی ہمت جمع کر کے اسے دھکا دینے کی کوشش کی، مگر عدنان کی مضبوط گرفت کے سامنے وہ بے بس تھی۔ عدنان کو اس کی یہ ضد، اس کا یہ انکار اب مشتعل کرنے لگا تھا۔ اس وقت حفصہ ایسی سچویشن میں نہیں تھی تھوڑی چڑچڑی سی تھی اس لیے ایسا کر رہی تھی۔ عدنان نے ایک جھٹکے سے اسے دیوار سے الگ کیا اور اپنی باہوں میں بھر کر بیڈ کی طرف لے جانے لگا۔

"عدنان! یہ کیا بدتمیزی ہے؟ نیچے اتاریں مجھے!"
حفصہ نے اس کے سینے پر اپنے ننھے ہاتھوں سے مکے مارے، مگر عدنان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بد تمیزی؟ تم بھول رہی ہو حفصہ، میں تمہارا شوہر ہوں۔ اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری یہ مزاحمت مجھے روک دے گی، تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ تمہاری ہر 'نا' مجھے تم تک پہنچنے کی نئی راہ دکھاتی ہے۔"

اس نے حفصہ کو نرم بیڈ پر گرایا اور خود اس کے اوپر جھک گیا۔ بحفصہ کا دل کسی زخمی پرندے کی طرح دھڑک رہا تھا۔ وہ عدنان کے اس روپ سے واقف تو تھی، مگر آج کی سنگین صورتحال میں اسے عدنان کا یہ رویہ بہت برا لگ رہا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ دوسری طرف موڑ لیا، مگر عدنان نے اس کی ٹھوڑی تھام کر اسے اپنی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

"میری طرف دیکھو حفصہ۔ تمہاری یہ آنکھیں جب غصے سے چمکتی ہیں تو میرا دل کرتا ہے کہ میں بس انہیں دیکھتا رہوں۔ تم جتنی زیادہ مزاحمت کرو گی، میں تمہیں اتنی ہی سخت سزا دوں گا۔ اور میری سزا کیا ہے، یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

عدنان کے لہجے میں ایک بے باک شوخی تھی۔ عدنان کے لب اس کے ماتھے پر اترے، پھر دھیرے دھیرے اس کے کان کی لو تک آئے۔ اس کی گرم سانسیں حفصہ کے وجود میں ایک تھرتھراہٹ پیدا کر رہی تھیں۔ حفصہ نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں، عدنان نے اس کے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتاری اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم مجھ سے دور بھاگ جاؤ گی؟ نہیں حفصہ، تم میری زندگی کی وہ ضرورت ہو جس کے بغیر میں ادھورا ہوں۔ باہر کی دنیا میں چاہے جو بھی ہو رہا ہو، اس کمرے کی سرحدوں کے اندر صرف میں اور تم ہیں۔"

اس نے حفصہ کے لبوں پر اپنا انگوٹھا پھیرا، جو اس وقت کپکپا رہے تھے۔ حفصہ کی مزاحمت اب آہستہ آہستہ دم توڑ رہی تھی۔ عدنان کی قربت اور اس کے لمس کا جادو اس کے ہوش و حواس پر چھانے لگا تھا۔ جب عدنان کے لبوں نے اس کے لبوں کا لمس پایا، تو حفصہ کے ہاتھ جو پہلے اسے دھکیل رہے تھے، اب بے خیالی میں عدنان کی قمیض کو مٹھیوں میں بھینچنے لگے۔ دونوں ایک دوسرے کے لبوں کا جام ہی رہے تھے۔

کمرے کی فضا اب صرف ان کی مدھم ہوتی سانسوں اور دلوں کی دھڑکنوں سے گونج رہی تھی۔ عدنان نے اپنی گرفت مزید مضبوط کر لی، جیسے وہ اسے اپنے وجود کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔ کافی دیر تک وہ اسی سحر میں گرفتار رہے، جہاں وقت تھم گیا تھا۔ عدنان نے اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آئندہ مجھ سے دور جانے کی بات نہ کرنا، ورنہ تم جانتی ہو اپنے شوہر کا روپ ابھی تو سچویشن کی وجہ سے میں نے کچھ نہیں کہا۔"

حفصہ نے شرم سے اپنی نظریں جھکا لیں اور اس کے سینے میں سر چھپا لیا۔

عدنان نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا، اس وقت اسے دنیا کے کسی غم کی پرواہ نہیں تھی۔ اسے معلوم تھا کہ باہر طوفان کھڑا ہے، مگر اس لمحے میں حفصہ کی قربت اس کے لیے کل کائنات تھی۔ اس وقت وہ اس کی قربت میں مکمل طور سے گم تو نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ بارش کی سچویشن ہو بھی جانتا تھا کوئی بھی کسی بھی وقت اسکتا تھا لیکن کچھ لمحوں کے لیے سکون ضرور حاصل کر سکتا تھا اور وہ کر بھی رہا تھا مکمل سکون رات میں حاصل ہو جائے گی اس نے اپنی بیوی کے ماتھے پر ہونٹ رکھتے ہوئے سوچا تھا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا ایک لڑکی اس حد تک بدل دے گی اس کی محبت میں وہ اس حد تک گزر جائے گا کہ خود کو مکمل طور پر بدل دے گا اب حفصہ ہی اس کی پوری زندگی تھی اس کے بغیر عدنان کچھ بھی نہیں تھا۔

اندھیرا کمرہ تھا اس میں صرف سورج کی کرنیں کھڑکیوں سے ارہی تھی دو لوگ اس کمرے میں موجود تھے ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا جس کی شکل نہ ہونے کے برابر نظر ارہی تھی اور دوسرا شخص اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑا تھا بیٹھے ہوئے شخص غصے سے پاگل ہو رہا تھا کیوں کہ ایک کے بعد ایک ناکامی تھا اس کو سامنا کرنا پڑ رہا تھا اس نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا اس کی اتنی سٹرانگ ٹیم ہونے کے باوجود بھی وہ لوگ کچھ بھی نہیں کر سکیں گیں۔۔

"تو پھر تم یہاں مجھے یہ بقواض بتانے آئے ہو"
اس شخص نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے غصے سے چیخ کر کہا تھا۔

"باس اپ ساری سچویشن جانتے ہیں ہم جانتے وہ شخص کون ہے اور وہ بہت زیادہ شاطر ہے"
کاشان نے سر جھکائے بات کی تھی۔۔

"تو تم اب مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ تم سے کام نہیں ہو پا رہا میں نے ایک کام صرف تمہارے سپرد کیا تھا وہ بھی تم نہیں کر سکے صرف اور صرف ان لڑکیوں کو باحفاظت ان کے ڈیلرز تک پہنچانا تھا ہم جانتے بھی ہو کتنا بڑا نقصان کا سامنا ہمیں کرنا پڑا ہے ان سب لڑکیوں کی قیمت میں لے چکا تھا اور اب تم جانتے ہو نتیجہ کیا ہو سکتے ہیں"

وہ شخص غصے سے چلا رہا تھا اسے اپنے ہاتھوں میں ائے ہوئے پیسے واپس جاتے ہوئے لگ رہے تھے اگر وہ پیسے وہ واپس نہ کرتا تو اس کی جان بھی جا سکتی تھی۔

"باس غلطی ہو گئی معاف کر دیں"

کاشان نے آہستہ سے کہا۔

"تم جانتے ہو میں غلطی کی معافی نہیں دیتا بلکہ اس کی سزا دیتا ہوں"

وہ شخص چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔۔

"لیکن اگر تم میرا ایک کام بغیر کسی غلطی کے کر دو تو شاید جو غلطی تم نے کی ہے اس کا خمیازہ پورا ہو جائے"

وہ شخص گھومتا ہوا اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا کاشان نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"موسیٰ"

وہ یہ نام لے کر خاموش ہو گیا تھا جبکہ کاشان اس کی بات پر حیران ہوا موسی سے اس کا کیا تعلق تھا۔

"مجھے موسی کی بہن قندیل چاہیے"

اس کا یہ کہنا تھا کہ کاشان کی مٹھیاں غصے سے بند ہو گئی تھی اس کی اس بات پر کاشان نے بہت مشکل سے صبر کیا تھا کیونکہ وہ لڑکی اس کا نشانہ تھی اور اپنے نشانی کو وہ یوں ہی کسی کے حوالے کر دیتا ایسا نہیں ہو سکتا تھا پہلی بات تو وہ اس بات پر حیران ہوا تھا کہ باس کا موسی سے کیا تعلق ہے اس کو کیسے جانتا ہے اور اگر جانتا بھی ہے تو قندیل کیوں چاہیے تھی۔۔

"موسیٰ کی بہن"

کاشان نے بہت مشکل سے یہ الفاظ دہرائے حالانکہ وہ بھی قندیل کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن پھر بھی اس کے دل میں درد اٹھ رہا تھا اسے تکلیف ہو رہی تھی اس وقت کے سامنے والا شخص اس لڑکی کا نام کیوں لے رہا ہے۔۔

"ہاں موسیٰ کی بہن اس کی دو جڑواں بہن ہے ایک تو ہاشم کی بیوی بن گئی ہے دوسری قندیل مجھے وہ لڑکی چاہیے کیوں کہ اس شخص سے بدلا لینا ہے میں نے"

باس نے کاشان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

"کیسا بدلہ"

کاشان نے فوراً سے پوچھا تھا۔

"تمہیں میں نے جتنا کہا ہے صرف اتنا کرو میں تمہارا باس ہوں میرے سر پہ چڑھ کر ناچنے کی تمہیں ضرورت نہیں ہے مجھے وہ لڑکی چاہیے اور اسے تم مجھے لا کر دو گے ورنہ تمہاری ابھی کی غلطی اور یہ غلطی دونوں تمہاری جان لے سکتے ہیں مجھے وہ لڑکی چاہیے اور صحیح سلامت چاہیے"

باس نے اسے وارن کرتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر بس کاشان نے ہلکا سا سر ہلایا تھا۔



"ہمارا پلین تقریبا اپنے اختتام کو پہنچ چکا ہے جب گلناز ایک غلطی کرے گی تو ہمارا کام مکمل ہو جائے گا پھر ہمیں موسی کو بے گناہ ثابت کرنے سے کوئی بھی نہیں روک سکتا ٹھیک ہے تم سب لوگوں نے ہر وقت اس پر نظر رکھنی ہے اور جیسے یہ کام ہو جائے گا ویسے ہی موسی کو کال کر کے ہم بلا لیں گے" ہاشم نے ان سب کو دیکھ کر کہا تو سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اور حنان یاد رہے یہ ذمہ داری تمہاری ہے وہ ادمی جس نے دوالا کر گلناز کو دی تھی گلناز کی طرف سے کسی بھی ایکشن پر تم نے فورا سے اسے پکڑ لینا ہے"

ہاشم نے حنان سے کہا تو حنان نے سر کو ہاں میں خم دیا۔

"اور مجھے نہیں لگتا میری کیوٹ سی بہن سے اچھا کام کوئی یہ کر سکتا ہے کہ اس لڑکی کو تم پکڑو گی"

ہاشم نے قندیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بات کی تو اس نے مسکرا کر سر ہلا دیا۔۔

"یس آف کورس بھائی"

قندیل نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں یار بس جلدی سے نا یہ کام کرو کہ مجھے اپنی شادی کا بھی انتظار ہے"

ہاشم نے نور کی طرف دیکھتے ہوئے ہنس کر کہا تو اس کی بات پر نور شرما گئی تھی۔

"بھائی اپنی بیوی کو بعد میں تنگ کر لینا ورنہ اس نے شرم سے لال پیلا گلابی ہو جانا ہے"

روح نے نور کو تنگ کرنے کے لیے ہاشم سے کہا تھا اس کی بات پر سب لوگ مسکرائے تھے اور نور بچاری شرما رہی تھی۔

"ہاشم چپ کریں"

حفصہ کے ساتھ کھڑی نور نے غصے سے ہاشم کو گھورتے ہوئے کہا۔ماہا ان سب کے درمیان خاموش تھی کیونکہ اسے یحییٰ کی فکر ہو رہی تھی یحییٰ اب تک حویلی واپس نہیں آیا تھا۔

"کیا ہوا ماہا بیٹا آپ پریشان لگ رہی ہو"

عدنان نے ماہا کو پریشان دیکھ کر کہا۔ عدنان کی شفقت بھری آواز پر ماہا نے اپنی سوچوں کے بھنور سے نکل کر ان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں لرزتی بے چینی کسی سے چھپی نہیں تھی۔

"کچھ نہیں بھائی بس پتا نہیں کیوں دل گھبرا رہا ہے، یحییٰ اب تک واپس نہیں آئے۔"

ماہا نے دبی آواز میں کہا تو سب لوگ اس کی طرف دیکھ رہے تھے کسی کو بھی اس سے اس بات کی امید نہیں تھی اور ماہا کو بھی پتہ نہیں چلا تھا کہ کیسے وہ یہ بول گئی ہے سب کی نظریں اپنے اوپر دیکھ کر ماہا نے نظریں جھکا لی حفصہ نے آگے بڑھ کر اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

"ارے واہ! میری کیوٹ سی دوست کو پریشانی ہو رہی ہے لیکن کیوں؟"

حفصہ نے اسے تنگ کرتے ہوئے پوچھا تھا اس کے لہجے میں شرارت صاف دکھ رہی تھی جبکہ ماہا یہ بات کہہ کے پچھتائی تھی۔

"کیا ہوا ہے خاموش کیوں ہو کچھ بولو"
نور نے بھی اسے چھیڑا تھا جبکہ وہ بے چاری اب بلکل خاموش تھی جبکہ اس کے پیارے پیارے بھائی بھی اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے جو کہ اب شرم سے سرخ ہو رہا تھا۔

"بھائی ان سے کہیں مجھے تنگ نہ کریں"
ماہا نے ہاشم کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

"میری پیاری سی گڑیا یہ ساری تمہاری سہیلیاں ہیں اب میں انہیں کیا یہ کہہ سکتا ہوں"

اتنے دنوں بعد ماہا کے چہرے پر یہ رنگ سب کو ہی اچھے لگ رہے تھے اسی لیے ہاشم نے بھی اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔۔

"بھائی"

اب کی بار اس نے معصومیت سے عدنان کو دیکھا۔

"کیوں تنگ کر رہی ہو میری پرنسز کو اب کوئی اسے تنگ نہ کرے"

عدنان کو اپنی چھوٹی سی بہن پر ترس اگیا تھا اسی لیے اس نے سب کو منع کیا تھا اسے تنگ کرنے سے سب لوگ مسکرا رہے تھے اچانک روح اداس ہو گئی تھی۔ روح کو یوں خاموش اور اداس دیکھ کر ہاشم نے فوراً اس کی طرف دیکھا وہ جانتا تھا کہ اس کی بہن اس وقت کس کرب سے گزر رہی ہے۔ وہ چلتا ہوا روح کے پاس آیا اور اس کے سامنے فرش پر ہی بیٹھ گیا۔

"اوہو! یہ موسیٰ کی بیگم صاحبہ کے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"
ہاشم نے روح کا ہاتھ پکڑ کر شرارت سے کہا۔ روح نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"بھائی! آپ بھی نا... بس دل گھبراتا ہے، موسیٰ کے بغیر یہ حویلی، یہ رونقیں سب ادھوری لگتی ہیں۔ جب وہ یہاں تھے تو سب کتنا مکمل تھا، اور اب..."
اس کی آواز بھرائی تو حنان بھی فوراً اس کے دوسری طرف آ بیٹھا۔

"گڑیا!"

حنان نے جب اسے گڑیا کہا تو روح نے اس کی طرف دیکھا سب لوگ ہی اب ان دونوں کو دیکھ رہے تھے روح کا جواب کیا ہو گا کیا وہ حنان سے بات کرے گی نہ نہیں لیکن روح نے کچھ نہیں کہا تھا اور بس اس کی طرف دیکھا۔ماضی میں جیسا ان کا رشتہ تھا اس کی تلخی اب تک باقی تھی۔

"ہم"

روح نے بس یہی کہا جبکہ سب لوگ حیرانی سے روح کو دیکھ رہے تھے ٹھیک ہو گئی روح سے یہ امید نہیں تھی کیونکہ جب جب حنان نے اس سے بات کرنے کی کوشش کی تھی یاد تو روح بات نہیں کرتی تھی اگر کرتی بھی تھی تو تلخ کلامی کرتی تھی۔۔

"میری گڑیا بھائی کو معاف کر دو"

حنان نے اس کا دوسرا ہاتھ تھام کر نم انکھوں سے کہا تھا۔۔

"ہم دیکھ لیں دوبارہ کبھی ایسی حرکت کی تو میں نے پھر کبھی بات نہیں کرنی"

روح نے نم آنکھوں سے اک ادا کے ساتھ کہا جس پر حنان نے کھڑے ہو کو اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا سب لوگ ان دونوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا میری گڑیا"

حنان نے مسکرا کر اس کے بالوں پر ہونٹ رکھے جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا ایک اور تلخی ختم ہوئی تھی۔

💗💗

موسیٰ کا دل اپنی پیاری سی بیوی کے لیے بے تاب ہو رہا تھا یعنی کہ قربت کو پایا تھا تب سے کہا موسیٰ روح سے دور رہ پا رہا تھا اس کا دل تو ہر وقت یہ خواہش کرتا کہ اس کی بیوی اس کے پاس ہو لیکن فلحال ایسا ہو نہیں پا رہا تھا اوپر سے اس کی معصوم بیوی جو اسکی قربت کر برداشت کرنے کے ابھی قابل نہیں تھی اس لیے موسیٰ اس کی جان دیکھ کر پیچھے ہٹ جایا کرتا تھا ورنہ اس کے منہ زور جذبات کہاں اسے اپنی بیوی سے دور رہنے دیتے تھے اس وقت بھی وہ اس کے کمرے میں آیا جہاں ہر روح اپنے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی موسیٰ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئیں تھی وہ بالکنی سے آیا تھا روح فوراً سے بھاگ کر اس کے پاس ائی اور اس کے سینے سے لگ گئی۔

"میں نے آپ کو بہت مس کیا"

روح نے اس کے سینے سے لگے ہوئے سر اٹھا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا اس کی اس ادا پر موسیٰ کا دل کیا اسے اپنے اندر چھپا لے اس کھا جائے کیوں کہ اس کی بیوی تھی ہی اتنی خوبصورت اور معصوم سردار موسیٰ تو اب بس اس کی قربت کا دیوانہ ہو گیا تھا اور اس کی ان اداوں کا۔۔

"تو سوچو روحِ موسیٰ، موسیٰ نے یہ دوری کیسے برداشت کی ہو گی"

موسیٰ اسے اپنے اندر زور سے چھپاتے ہوئے بول رہا تھا روح اس کے دل کی دھڑکنیں سن سکتی تھی موسی کی یہ دھڑکنیں گواہ تھی وہ کتنا بے تاب تھا اپنی بیوی کو باہوں میں سمانے کے لیے۔ موسیٰ کی گرفت روح کے گرد مزید مضبوط ہو گئی، جیسے وہ اس بات کا یقین کر رہا ہو کہ وہ واقعی اس کے پاس موجود ہے۔ کمرے میں مدھم سی روشنی تھی جو ان دونوں کے عکس کو دیواروں پر نمایاں کر رہی تھی۔ موسیٰ کی سانسوں کی تپش اب روح کی گردن کے پاس محسوس ہو رہی تھی، جس سے روح کے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔

"موسیٰ... کوئی آجائے گا،"

روح نے دھیمی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، کیوں کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا مگر اس کی آواز خود اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ اس کا دل موسیٰ کی دھڑکنوں کے ساتھ تال ملا رہا تھا۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپا لیا اور ایک لمبی سانس لی۔

"آنے دو روح، میں اپنی بیوی کے پاس ہوں۔ مجھے اب کسی کا ڈر نہیں، اور نہ ہی میں اب تم سے دور جانے کا کوئی ارادہ رکھتا ہوں۔"

اس کے لہجے میں ایک عجیب سی ملکیت اور بے باکی تھی جس نے روح کے گالوں کو گلابی کر دیا۔ موسیٰ نے آہستہ سے اسے خود سے تھوڑا دور کیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ان آنکھوں میں محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، جس میں روح خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ موسیٰ کا ہاتھ آہستہ سے اس کے کندھے پر موجود دوپٹے کی طرف بڑھا۔ اس کی انگلیاں جب ریشمی کپڑے سے ٹکرائیں تو روح نے بے اختیار اپنی آنکھیں موند لیں۔ موسیٰ نے نہایت نفاست اور ٹھہراؤ کے ساتھ اس کا دوپٹہ اس کے کندھوں سے سرکایا۔ جیسے جیسے وہ بوجھل کپڑا فرش کی طرف گرا، روح کو لگا جیسے وہ اب صرف موسیٰ کے حصار میں ہے۔

"موسیٰ... پلیز،"

روح نے تھوک نگلتے ہوئے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس بار ان کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

"کہاں جا رہی ہو؟ ابھی تو میں نے تمہیں جی بھر کر دیکھا بھی نہیں،" موسیٰ کی آواز اب ایک سرگوشی بن چکی تھی جو روح کی سماعتوں میں شہد گھول رہی تھی۔ اس کا دوسرا ہاتھ روح کے چہرے پر آیا اور انگوٹھے سے اس کے لبوں کو سہلانے لگا۔ روح کی سانسیں اب بے ترتیب ہو رہی تھیں۔

موسیٰ کا چہرہ اب اس کے اتنا قریب تھا کہ ان کی ناک آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔ روح نے گھبرا کر اپنا چہرہ دوسری طرف موڑنا چاہا، مگر موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"میری طرف دیکھو روح... تمہارا یہ ڈرنا، یہ شرمانا مجھے مزید دیوانہ بنا رہا ہے۔"

وہ دھیرے دھیرے اس کے لبوں کی طرف جھکا۔ روح نے اپنے ہاتھ موسیٰ کے سینے پر جما دیے جیسے وہ اسے روکنا چاہتی ہو، مگر اس کی انگلیاں خود بخود موسیٰ کی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑنے لگیں۔ جب موسیٰ کے لب اس کے لبوں سے مس ہوئے، تو وقت جیسے تھم گیا۔ یہ ایک ہلکا سا لمس تھا، مگر اس نے روح کے پورے بدن میں آگ لگا دی۔ موسیٰ کا پیار اب شدت اختیار کر رہا تھا۔ اس نے اپنے لبوں کو روح کے لبوں پر جما دیا، اور بڑی گہرائی سے اس کی سانسیں اپنے اندر اتارنے لگا۔

روح کو محسوس ہوا جیسے اس کا دم نکل رہا ہو، مگر یہ وہ تڑپ تھی جس میں لذت چھپی تھی۔ موسیٰ اسے اتنی شدت سے چوم رہا تھا جیسے وہ برسوں کی پیاس بجھا رہا ہو۔ روح کی ہمت اب جواب دے رہی تھی، اس کے گھٹنے لرزنے لگے تو اس نے سہارے کے لیے موسیٰ کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔ موسیٰ نے اسے اپنی باہوں میں بھر لیا اور اسے زمین سے ذرا بلند کر لیا۔ اس کی سانسوں کو بند ہوتا دیکھ کر موسیٰ نے اس کے لبوں کو چھوڑ کر اب اس کے بوسوں کا رخ روح کی گردن اور کان کی لو کی طرف مڑ گیا تھا۔

"موسیٰ... بس... میں... سانس نہیں لے پا رہی،"

روح نے ٹوٹے ہوئے الفاظ میں کہا۔ اس کا چہرہ پسینے اور شرم سے بھیگ چکا تھا۔ موسیٰ نے اسے تھوڑا آزاد کیا، مگر اس کی پیشانی اپنی پیشانی سے ٹکا دی۔ دونوں کی تیز سانسیں ایک دوسرے کے چہروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ موسیٰ کی آنکھوں میں ایک ایسی چمک تھی جو صرف فتح حاصل کرنے والے فاتح کی ہوتی ہے۔

"تمہاری یہ سانسیں... یہ میری زندگی کی ڈور ہیں روح۔ تم جانتی ہو جب سے تمھیں محسوس کیا ہے اس دن سے میں تڑپ رہا ہوں اپنی روحِ موسیٰ کے لیے؟"

اس نے روح کے گال پر اپنی داڑھی کی رگڑ محسوس کرواتے ہوئے کہا، جس سے روح کے منہ سے ایک دبی دبی سسکی نکلی۔ روح نے اپنی پلکیں اٹھائیں اور موسیٰ کی سیاہ آنکھوں میں دیکھا جہاں صرف اس کا عکس نظر آرہا تھا۔ اس نے محسوس کیا کہ موسیٰ صرف اس کا شوہر نہیں اس کے لیے سب کچھ تھا، اس کا محافظ، اس کا ہمدم اور اس کی منزل۔ موسیٰ نے اس کے ماتھے پر ایک پیار بھرا بوسہ دیا اور اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔

"اب کبھی میں اپنی جان کو خود سے دور جانے نہیں دوں گا اور اب میں تمہیں خود سے ایک پل کے لیے بھی جدا نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس طرح تم مجھ میں بس گئی ہو"

روح نے اپنا سر اس کے مضبوط سینے پر رکھ دیا جہاں دل کی دھڑکنیں اب بھی کسی ڈھول کی طرح بج رہی تھیں۔

"کبھی نہیں موسیٰ...اب کبھی نہیں ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ ہیں"

اس نے محبت سے کہا تھا اچانک باہر سے پاؤں کی چھاپ سنائی دی تھی جس پر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

💗💗

کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور کمرے میں گلناز آئی کمرہ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور روح بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی گلناز اس کے پاس ائی تھی اور اسے دیکھنے لگی چاند کی چاندنی کی وجہ سے روح کا چہرہ بلکل اچھے سے نظر آرہا تھا۔۔

"ویسے کیا حال کر دیا نہ میں نے تمہارا"

گلناز زور زور سے ہنستے ہوئے بول رہی تھی سردار موسیٰ کمرے میں ہی صوفے کی پیچھے چھپ گیا تھا اس نے ہاشم کو میسج ٹائپ کیا تھا۔۔

"جو میں تمہارا حال کروں گا وہ بھی سب دیکھیں گیں"

سردار موسیٰ نے اپنے غصے پر ضبط کرتے ہوئے اہستہ اواز میں کہا تھا۔ گلناز کی وہ زہریلی ہنسی پورے کمرے میں ایک ہولناک ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ اسے خبر ہی نہیں تھی کہ جس اندھیرے پر وہ مان کر رہی ہے، اسی اندھیرے کے ایک گوشے میں اس کا انجام چھپا بیٹھا ہے۔ روح بیڈ پر خاموش لیٹی تھی، اس کی بند آنکھیں اور ساکن وجود گلناز کے حوصلے بڑھا رہا تھا۔

"کتنی معصوم بنتی ہو نا تم؟"

گلناز نے جھک کر روح کے چہرے کے قریب اپنی آواز نکالی۔

"تمہارے اس 'سردار موسیٰ پر بہت فخر تھا تمہیں؟ اور تم... تم اس کی ملکہ بنو گی؟ دیکھو! آج وہ دربدر ہے اور تم یہاں مرے ہوؤں کی طرح پڑی ہو۔"

صوفے کے پیچھے چھپے موسیٰ کی مٹھیاں بھینچ گئیں، ناخن گوشت میں پیوست ہونے لگے مگر وہ جانتا تھا کہ ابھی اسے ضبط کرنا ہے۔ کمرے میں نصب خفیہ ریکارڈنگ ڈیوائسز اپنا کام کر رہی تھیں۔

"لوگ سمجھتے ہیں موسیٰ گناہگار ہے،"

گلناز ایک بار پھر ہنسی۔

"پر کوئی یہ نہیں جانتا کہ اس رات کا اصل کھیل تو گلناز نے رچا تھا۔ کتنا آسان تھا اسے جال میں پھنسانا۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے کپڑے پھاڑے، اپنی حالت غیر کی اور چیخیں ماریں۔ کسی کو شک بھی نہیں ہوا کہ ایک عورت خود اپنی عزت کو ڈھونگ کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔"

وہ بیڈ کے گرد چکر کاٹنے لگی، جیسے اپنی فتح کا جشن منا رہی ہو۔

"اور وہ جوس کا گلاس؟ اس بیچارے کو لگا تھا وہ تم نے بھیجا ہے، لیکن وہ میں نے رکھا تھا اور اس میں تو وہ دوا تھی جس نے تمہارے اس 'شیر' کو ایک ڈھیر ہوتے ہوئے وجود میں بدل دیا۔ وہ ہوش کھو بیٹھا تھا روح! اسے تو پتہ بھی نہیں تھا کہ اس کے سامنے کھڑی عورت کون ہے اور وہ کہاں ہے۔ جب وہ مدہوش ہوا، تبھی تو میں نے یہ ڈرامہ رچا کر اسے سب کی نظروں میں گرا دیا۔ تم نے دیکھا تھا نا سب کی آنکھوں میں اس کے لیے نفرت؟ اور وہ منظر میری زندگی کا سب سے خوبصورت منظر تھا جب تم دونوں الگ ہوئے تھے"

روح کے وجود میں ایک لرزہ سا اٹھا، مگر اس نے خود پر قابو پایا۔ گلنار اپنی دھن میں بولتی چلی گئی۔

"اور پھر جب وہ حویلی سے دھتکار دیا گیا، تو میرا اگلا نشانہ تم تھیں۔ لیکن تم تو خود ہی خود کو برباد کر بیٹھی ہوں اتنی زیادہ محبت کرتی تھی موسی سے کہ اس کا دور جانا تم سے برداشت ہی نہ ہوا اور تم نے اپنی یہ حالت بنالی تمھیں ٹھکانے لگانے کے لیے مجھے تو کچھ کرنا ہی نہیں پڑا"

گلناز نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"سردار موسیٰ کی روح کو میں نے اتنی بے رحمی سے کچلا ہے کہ اب وہ دوبارہ کبھی سر نہیں اٹھا سکے گا۔ اس حویلی پر صرف میرا راج ہو گا!"

اچانک کمرے کی لائٹیں روشن ہوئیں۔ گلناز کی آنکھیں چندھیا گئیں اور اس کے قہقہے اس کے حلق میں ہی پھنس گئے۔ سردار موسیٰ اس کے سامنے کھڑا تھا اس کی آنکھوں میں غصے کی وہ آگ تھی جو گلناز کو مٹانے کے لیے کافی تھی۔

"تو یہ تھا تمہارا وہ گھناؤنا کھیل،"

موسیٰ کی آواز کسی گرجتے بادل کی طرح سنائی دی۔ گلناز کے چہرے سے رنگت اڑ گئی۔ وہ پیچھے ہٹی، مگر پیچھے بیڈ سے روح اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی، اس کی آنکھوں میں اب وہ خوف نہیں تھا بلکہ ایک فاتحانہ چمک تھی۔

"تم... تم تو بیہوش تھی! موسیٰ تم یہاں کیسے؟"

گلناز کی زبان لڑکھڑانے لگی۔اسی لمحے دروازہ کھلا اور ہاشم کے ساتھ حویلی کے تمام افراد کمرے میں داخل ہوئے۔جو ریکارڈنگ کمرے میں ہو رہی تھی وہ ہاشم کے لیپ ٹاپ پر سب لوگوں نے دیکھی تھی اور سب لوگ ہی حقیقت سے واقف ہو چکے تھے آیت بیگم نفرت سے اس کے پاس ائی تھی اور اتنی زور کا تھپڑ اس کے چہرے پر مارا کہ وہ سنبھل نہ سکی کیونکہ اتنے دنوں سے اس کی ممتا اپ نے بیٹے کے لیے تڑپ رہی تھی اتنا تو وہ جانتی تھی یہ سب موسی نے نہیں کیا لیکن وہ لڑکی اتنی گری ہوئی نکلے گی یہ انہوں نے کبھی بھی نہیں سوچا تھا۔۔

"تمھیں شرم نہیں آئی خدا کا خوف محسوس نہیں ہوا اپنی ہی عزت کو یوں اچھالتے ہوئے"

آیت بیگم کی آواز میں اس کے لیے نفرت تھی اور وہاں موجود بچے آج پہلی باران کے لہجے میں کسی کے لیے نفرت دیکھ رہی تھی۔

"تمھیں شرم نہیں آئی خدا کا خوف محسوس نہیں ہوا اپنی ہی عزت کو یوں اچھالتے ہوئے"

آیت بیگم کی آواز میں اس کے لیے نفرت تھی اور وہاں موجود بچے آج پہلی بار ان کے لہجے میں کسی کے لیے نفرت دیکھ رہی تھی۔ آیت بیگم کے غصے کی تپش پورے کمرے میں محسوس کی جا سکتی تھی۔ گلناز، جو ابھی چند لمحے پہلے اپنی فتح کے نشے میں چور تھی، اب ایک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح زمین پر گری ہوئی تھی۔ اس کا بال بال کانپ رہا تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ جس "پاگل" روح کو وہ اپنی فتوحات کی داستانیں سنا رہی تھی، وہ دراصل اس کے لیے بچھایا گیا ایک جال تھا۔

"سید سائیں... میری بات سنیں... یہ سب جھوٹ ہے، یہ موسیٰ نے مجھے پھنسایا ہے"

گلناز نے روتے ہوئے کہا۔

"چپ کرو گلناز ورنہ ہم اس بات کا بھی لحاظ نہیں کریں گیں تم ایک عورت ہو"

سید سائیں کی آواز پورے کمرے میں گونجی تھی اور سب کو ہی ہلا گئی تھی۔ سید سائیں کے جلال نے کمرے میں موجود ہر شخص کے لہو کو منجمد کر دیا تھا۔ان کی آنکھوں میں وہ غصہ تھا جو برسوں کے ضبط کے بعد آج کسی لاوے کی طرح پھٹ پڑا تھا۔ گلناز جو زمین پر گری صفائیاں دے رہی تھی، ان کی اس گرج پر سہم کر رہ گئی۔اس کی سسکیاں اب ہچکیوں میں بدل چکی تھیں، مگر حویلی کے در و دیوار آج اس کی مکارانہ آنسوؤں پر گواہی دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔

"تم نے کہا کہ موسیٰ نے تمہیں پھنسایا ہے؟"

سید سائیں قدم بڑھا کر اس کے قریب آئے، ان کا لہجہ کسی دھار دار تلوار کی طرح تیز تھا۔

"وہ موسیٰ، جسے میں نے خود اس حویلی سے بے دخل کیا، وہ موسیٰ جس نے تمہاری جھوٹی عزت کی خاطر پھانسی کے پھندے کو قبول کر لیا، وہ تمہیں پھنسائے گا؟ شرم سے ڈوب مرنے کا مقام ہے گلناز! تم نے صرف ایک بھائی کو نہیں، تم نے اس پورے خاندان کے اعتماد کو ذبح کیا ہے۔"

سید سائیں کی آواز میں قہر تھا جس سے ان گلناز کو کوئی بچا نہیں سکتا تھا۔ گلناز نے تڑپ کر نادیہ بیگم کی طرف دیکھا، جو بت بنی کھڑی اپنی بیٹی کے عبرت ناک انجام کو دیکھ رہی تھیں۔ انھیں اسے بات کا ہی تو ڈر تھا کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو اس وقت صرف انھیں اپنی فکر تھی اگر اس لڑکی نے اس کا نام بھی لے لیا کہ اس سب سازش میں وہ اس کے ساتھ شامل تھی تو نا جانے سید سائیں اس کا کیا کرتے۔ گلناز نے اپنی ماں کی طرف دیکھا، اس کی نظروں میں التجا تھی کہ شاید نادیہ بیگم اسے اس طوفان سے نکال سکیں، لیکن نادیہ بیگم نے اپنی نظریں چرا لی تھیں۔ وہ اس وقت اپنی بیٹی کی محبت میں نہیں، بلکہ اپنے انجام کے خوف میں مبتلا تھیں۔ وہ جانتی تھیں کہ اگر گلناز نے زبان کھولی تو سید سائیں انھیں بھی زندہ درگور کر دیں گے۔

"ماں سائیں! کچھ بولیں... آپ جانتی ہیں میں نے جو کیا وہ..."

گلنازنے ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ نادیہ بیگم نے آگے بڑھ کر اسے ایک زوردار تھپڑ رسید کر دیا۔اس تھپڑ کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی۔نادیہ بیگم کے ہاتھ کانپ رہے تھے، مگران کے چہرے پر مصنوعی غصہ سجاہوا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ گلناز! اپنی گندی زبان سے میرا نام مت لو۔میں نے تمہیں ایسی پرورش نہیں دی تھی۔تم نے اس حویلی کی لاج بیچ ڈالی،اپنے بھائی موسیٰ پر اتنا بڑا بہتان لگایااور اب تم مجھ سے مدد مانگ رہی ہو؟میں تو کہتی ہوں سید سائیں آپ اسے کڑی سے کڑی سزادیں،اس نے ہم سب کا سر شرم سے جھکادیاہے۔"

نادیہ بیگم نے کمال مکاری سے اپنی جان بچانے کے لیے اپنی ہی بیٹی کو قربانی کا بکرا بنادیا۔ گلناز حیرانی سے اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی، وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ جس ماں نے قدم قدم پر اس کی ہمت بڑھائی تھی، آج وہی اسے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ رہی ہیں۔ عدنان نے بھی افسوس سے اپنی ماں کی طرف دیکھا تھا وہ اچھے سے جانتا تھا گلناز کے ہر قدم میں ان کا ساتھ ہے لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔۔ سید سائیں نے ایک سرد نظر نادیہ بیگم پر ڈالی، وہ گھاگ سیاست دان تھے، وہ جانتے تھے کہ نادیہ کے لہجے میں کتنی سچائی ہے، مگر اس وقت ان کا اصل ہدف گلناز تھی۔ وہ مڑے اور موسیٰ کی طرف دیکھا جو اپنی روح کا ہاتھ تھامے کسی چٹان کی طرح کھڑا تھا۔

"موسیٰ تم پر چیز بہت اچھے سے جانتے ہو اپنے دادا جان کو بھی جانتے ہو اس نے اتنا کڑا فیصلہ کیوں کیا تھا لیکن یہ لڑکی تمہاری اور روح کی گناہگار ہے تم اسے جو سزا دینا چاہتے ہو تو اور ہو سکے تو ہمیں بھی معاف"

سید سائیں ابھی بات مکمل کرتے کہ موسیٰ فوراً سے ان کے پاس ایا انھوں نے جو اپنے ہاتھ جوڑے تھے موسیٰ نے فوراً سے وہ تھام لیے۔۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہے ہیں اپ میرا مان ہیں میرا غرور ہیں اپ سے ہی سب میں نے سیکھا ہے اور اب آپ مجھے یوں شرمندہ نہ کریں اگر آپ مجھ پر یقین نہ بھی کرتے تب بھی میں آپ کو کبھی یوں اپنے سامنے ہاتھ جوڑنے نہ دیتا"

موسیٰ نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے لبوں سے لگا لیے تھے۔ سید سائیں نے نم آنکھوں سے موسیٰ کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ان کا فخر، ان کا لاڈلا پوتا آج اپنی بڑائی ثابت کر چکا تھا۔ کمرے میں موجود ہر شخص موسیٰ کے اس ظرف پر حیران تھا کہ اتنی بڑی آزمائش سے گزرنے کے بعد بھی اس کے لہجے میں اپنے بزرگوں کے لیے وہی ادب اور احترام تھا۔

"موسیٰ میرے بچے! تم نے آج میری گردن فخر سے بلند کر دی ہے۔"
سید سائیں نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر پلٹ کر گلناز کی طرف دیکھا، جس کے چہرے پر پڑنے والا تھپڑ اب نیلا پڑ رہا تھا، مگر اس کے دل پر لگنے والا زخم اس سے کہیں زیادہ گہرا تھا—اپنی ہی ماں کی بے وفائی کا زخم۔

"گلناز!"
سید سائیں کی آواز ایک بار پھر کمرے میں گونجی۔

"تمہاری سزا کا فیصلہ موسیٰ کرے گا، کیونکہ اس نے اور روح نے تمہاری وجہ سے وہ دکھ جھیلے ہیں جن کا ازالہ ممکن نہیں۔"

گلناز نے تڑپ کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں میں اب موت کا خوف تھا، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ سردار موسیٰ جب جلال میں آتا ہے تو وہ معافی نہیں دیتا۔ مگر موسیٰ نے روح کا ہاتھ تھامے خاموشی سے گلناز کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں غصہ نہیں بلکہ ایک عجیب سی حقارت اور ترس تھا۔

"داداجان! میں اسے کوئی جسمانی سزا نہیں دینا چاہتا۔"
موسیٰ کے الفاظ نے سب کو حیران کر دیا۔

"گلناز نے جو کچھ کیا، وہ اپنی ہوس اور انا کی خاطر کیا۔ اس نے سمجھا تھا کہ وہ اس حویلی کی عزت کو نیلام کر کے جیت جائے گی۔ اس کی سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ اسے اس حویلی سے، اس خاندان سے اور ہم سب کی زندگیوں سے ہمیشہ کے لیے بے دخل کر دیا جائے میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ دوبارہ یہ کبھی بھی میری اور روح کی زندگی میں نہ آئے اس کی شادی کر دی جائے"
موسیٰ نے گلناز کے قریب جا کر نہایت سرد لہجے میں کہا۔

"گلناز! تم نے کہا تھا نا کہ تم موسیٰ کو حاصل کرنے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتی ہو؟ دیکھو! آج تم نے حد پار کی اور نتیجہ کیا نکلا؟ جس موسیٰ کے لیے تم نے اپنی غیرت بیچی، وہی موسیٰ آج تمہیں اپنی نظروں سے گرا چکا ہے۔ آج سے تم سردار موسیٰ کے لیے مر چکی ہو جو بہن کا مرتبہ وہ تمھیں دیتا تھا جو مان وہ تمھیں دیتا تھا اب سے وہ سب ختم"

باقی ساری باتیں تو ٹھیک تھی لیکن اپنی شادی کی بات یہ گلناز سے برداشت نہیں ہوئی تھی وہ یہاں سے نہیں جانا چاہتی تھی روح اور موسیٰ کو برباد کرنا چاہتی تھی۔ سید سائیں نے سر تسلیم خم کیا اور عدنان کی طرف دیکھا۔

"عدنان! تم بھائی ہو اس کے جو رشتہ تمھیں مناصب لگے منتخب کرو اور جلد از جلد اس کا نکاح پڑھوا کر رخصت کرو"

سید سائیں کی آواز پورتے کمرے میں گونجی تھی ان کی بات پر عدنان کچھ نہ بولا بس سر ہلا دیا وہ اتنا شرمندہ تھا کہ بولتا تو کیا بولتا اس کی ماں سائیں اور بہن نے اس کا سر شرم سے جھکا دیا تھا ماں ایسی تو نہیں ہوتی بہن ایسی تو نہیں ہوتی اس کی آنکھوں میں نمی آگئی تھی وہ فورا سے وہاں سے چلا گیا تھا۔

"حفصہ بچے اس کے پیچھے جاؤ اس وقت وہ ٹوٹا ہوا ہے"

کنزہ بیگم نے حفصہ کو دیکھا جو کہ عدنان کو جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی ان کی بات پر وہ سر ہاں میں ہلا کر چلی گئی کچھ دیر پہلے یحییٰ بھی حویلی واپس آ گیا تھا اسے دیکھ کر ماہا کو سکون ہوا تھا مصطفی نقوی اور ماہنور بیگم گھر واپس چلے گئے تھے ماہا وہی رو کی تھی کیوں کہ انھیں اتنا بڑا میشن ساتھ میں سر انجام دینا تھا۔ سید سائیں کے حکم کے بعد کمرے میں ایک عجب سی خاموشی چھا گئی، جس میں صرف گلناز کی سسکیاں اور نادیہ بیگم کے تیز ہوتے سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ عدنان کے جانے کے بعد سید سائیں نے ایک گہری نظر سب پر ڈالی اور پھر ان کی نظریں نادیہ بیگم پر رک گئی۔۔

"نادیہ گلناز کو لے کر جاؤ جب تک کہ اس کا نکاح نہیں ہو جاتا یہ اپنے کمرے میں رہے گی"

سید سائیں کی بات پر نادیہ فوراً سے گلناز کے پاس ائی اور اسے اُٹھانے کی کوشش کی لیکن گلناز نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا اور خود اٹھ کر کھڑی ہو گئی تھی وہ اپنی ماں کو نفرت سے دیکھ رہی تھی وہ چاہتی تو سب کے سامنے ان کا نام لے سکتی تھی لیکن اس سے کوئی فایدہ نہیں تھا اس لیے وہ خاموش تھی نادیہ بیگم اور گلناز کمرے سے جا چکی تھی۔ آیت بیگم اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی موسیٰ ان کے پاس ایا تھا اور انھیں اپنے سینے سے لگا لیا۔

"ماں کا ذرا خیال نہیں آیا ایک کال ہی کر دیتے جانتے ہو کتنا تڑپ رہی تھی میں کتنا روئی ہوں میں ہر وقت اللہ سے تمہاری سلامتی کی دعائیں کر رہی تھی"

آیت بیگم نے نم آنکھوں سے کہا تھا۔۔

"تواپ کی دعائیں اللہ تعالی نے سن لی ہیں نہ میں بالکل صحیح سلامت اپ کے سامنے کھڑا ہوں"

آیت بیگم کو خود سے دور کر کے موسی نے ان کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

"مجھے اپنے شیر پر پورا یقین تھا لیکن معاف کر دو موسیٰ ہم کچھ کر نہیں سکے"

ریاست نقوی موسیٰ کے پاس اتے ہوئے بولا تو موسیٰ ان کے گلے لگ گیا۔

"باپ بیٹوں سے معافی مانگتے ہوئے بلکل بھی اچھے نہیں لگتے"

سردار موسیٰ نے ان کو خود سے دور کرتے ماتھا چوما تھا جس پر ریاست نقوی مسکرائے تھے۔اب موسیٰ اپنی تائی امی کے پاس ایا تھا۔

"کیا حال ہیں میری پیاری سی خوبصورت لیڈی کا"
موسیٰ مسکرا کر انھیں تنگ کرتے ہوئے بولا۔

"موسیٰ تم جانتے ہو نہ تم مجھے یحییٰ کی طرح ہی عزیز ہو دل نے کبھی بھی نہیں مانا کہ جس موسیٰ کو میں نے اپنی گود میں کھلایا ہو وہ ایسا کر سکتا ہے"
کنزہ بیگم کی بھی انکھوں میں آنسوں آ گئے تھے سردار موسیٰ نے انھیں اپنے ساتھ لگایا۔۔

"آپ کا یہی یقین آج موسیٰ کو آپ سب کے ساتھ لے آیا ہے"
موسیٰ نے محبت سے انھیں کہا جس پر وہ مسکرائی تھی اب وہ ساجد نقوی کے سامنے کھڑا تھا۔

"اپنے تایا کو معاف کر دو موسیٰ میں شاید"

ابھی ساجد نقوی بات مکمل کرتے کہ موسیٰ نے نہ میں سر ہلایا اور ان کے گلے لگ گئے۔

"جو ہونا تھا وہ ہو گیا"
موسیٰ نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تھا جس پر ساجد نقوی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میری پیاری چاچی سائیں ارف ساسوں ماں کیسی ہے"
موسیٰ نے عافیہ بیگم کے پاس اتے ہوئے ماحول کو تھوڑا لائیٹ کرنے کے لیے کہا اس کی بات پر سب لوگوں کے ہی چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔۔

"ٹھیک ہوں غصہ بھی آرہا ہے تم لوگوں پر یہ جو سب تھا وہ ڈرامہ تھا اس پاگل لڑکی کی حالت دیکھ کر ہماری تو جان نکل رہی تھی"
عافیہ بیگم نے تھوڑا سے غصے سے کہا تھا جس پر موسیٰ بھی مسکرایا تھا۔

"یہ سب بھی تو ضروری تھا ورنہ آج سچ سب کے سامنے نہ ہوتا"

موسیٰ نے ان کو گلے لگا کر کہا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا اس کے بعد وہ احمد نقوی کے پاس ائی تھے بغیر کچھ بھی کہے ان کے سینے سے لگ گئے۔۔

"ہمیشہ تم دونوں ایک دوسرے پر ایسے ہی یقین کرو"

احمد نقوی جب موسیٰ سے پیچھے ہوا تو محبت سے بولے تھے جس پر سب نے ہی امین کہا تھا۔ اب موسیٰ نے اپنی دونوں بہنوں کو دیکھا تھا نور اور قندیل فوراً سے اس کے پاس آئی تھی موسیٰ نے دونوں کو ہی اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔ نور اور قندیل نے موسیٰ کے سینے سے لگ کر اپنے ضبط کے سارے بندھن توڑ دیے۔ ان کی ہچکیاں اس خاموش کمرے میں موسیٰ کے دل پر ہتھوڑوں کی طرح لگ رہی تھیں۔ موسیٰ نے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا اور باری باری ان کی پیشانیاں چومیں۔

"بس کر دو میری بہنو! دیکھو تمہارا بھائی واپس آ گیا ہے، اب رونے کی کوئی بات ہے بھلا"
موسیٰ کی اپنی آواز میں بھی ایک ارتعاش تھا، مگر وہ ان کا حوصلہ بن رہا تھا۔

"بھائی! آپ کو اندازہ بھی نہیں ہے کہ ہم نے ہر پل آپ کو کتنا یاد کیا،"

نور نے سسکتے ہوئے کہا۔

"ہاں بھائی ہمیں پورا یقین تھا آپ کبھی ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتے ہیں"
قندیل نے بھی اپنی ناف آگے رکھی تھی اب ان دونوں کی باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا وہ اسے بتا رہی تھی کیا ہوا کیا نہیں موسیٰ نے ان دونوں کی باتیں سن کر ایک گہری نظر روح پر ڈالی جو دور کھڑی نم آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔ روح کے چہرے پر موجود زردی اور آنکھوں کے گرد ہلکے موسیٰ کو بتا رہے تھے کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی 'روح' پر کیا گزری تھی۔ اسی دوران موسیٰ کی نظر ماہا پر پڑی جو کچھ فاصلے پر کھڑی مسکرا کر اس جذباتی ملاپ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوشی تو تھی، مگر وہ اس خاندان کے اس نجی لمحے میں خود کو تھوڑا الگ محسوس کر رہی تھی۔ موسیٰ، جو دلوں کا حال پڑھنے میں ماہر تھا، اس کی جھجک بھانپ گیا۔

"ماہا بچے! تم وہاں کیوں کھڑی ہو؟ ادھر آؤ،"
موسیٰ نے اپنا ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ ماہا پہلے تو ہچکچائی، پھر دھیمے قدموں سے ان کے قریب آئی۔ موسیٰ نے اسے بھی اپنی پناہ میں لیتے ہوئے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تم نے بھی تو اس مشن میں اپنی بہنوں کا ساتھ دیا ہے، تم کیوں خود کو الگ سمجھ رہی ہو؟ اور جانتی ہو نہ تم موسیٰ کی بہن ہو تم میں نور اور قندیل میں کوئی فرق نہیں کرتا میں"
موسیٰ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بھائی یہ تو آپ کا پیار ہے"

ماہا نے مسکرا کر کہا تھا اب موسیٰ ہاشم کو دیکھ رہا تھا اس کا سب سے جگری یار جس نے ہر مشکل وقت میں اس کا ساتھ دیا تھا پوری دنیا اس کے خلاف ہو جاتی لیکن وہ ایک رشتہ اس کے پاس تھا اور اس واقعے سے اسے ایک اور بات کا احساس ہوا کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے والی لڑکی بھی اس پر اتنا ہی یقین کرتی ہے ان دونوں بہن بھائیوں کی رگوں میں وفاداری تھی جنھوں نے اتنے نازک موڑ پر بھی اس کا ساتھ دیا تھا۔ موسیٰ نے قدم بڑھایا اور ہاشم کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ ہاشم، جواب تک ایک طرف کھڑا چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ سجائے اپنے دوست کو دیکھ رہا تھا، موسیٰ کی نظروں میں موجود گہرائی کو بھانپ گیا۔ موسیٰ نے بغیر کچھ کہے ہاشم کو اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔

"ہاشم! اگر تم نہ ہوتے تو شاید میں آج یہاں نہ ہوتا۔" موسیٰ نے ہاشم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ ہاشم نے اسے خود سے دور کیا اور تنبیہی نظروں سے دیکھا۔

"سردار صاحب! دوبارہ یہ بات مت کہنا۔ دوستی میں احسان نہیں ہوتا، اور پھر تم تو میرے بھائی ہو۔ کیا کوئی بھائی اپنے بھائی کو دلدل میں گرتے دیکھ کر کنارے پر کھڑا رہ سکتا ہے؟"
ہاشم کے لہجے میں وہی پرانا مان اور خلوص تھا جس نے ہمیشہ موسیٰ کو حوصلہ دیا تھا۔

"اور رہی بات میری، تو میں اکیلا کچھ نہیں تھا۔ یہ تمہاری 'روح' کا یقین تھا جس نے مجھے بگی ہمت دی ہم سب نے مل کر اس مشکل کو حل کیا ہے۔"

موسیٰ نے ایک نظر دوبارہ روح پر ڈالی، جواب سب کے درمیان موجود تھی مگر اس کی نظریں صرف موسیٰ کے نقش قدم پر جمی تھیں۔ ہاشم نے موسیٰ کا ہاتھ دبایا۔

"تم خوش قسمت ہو موسیٰ، کہ تمہیں ایسی محبت ملی۔"
اسی لمحے یحییٰ اور حنان بھی قریب آ گئے۔ دو دونوں بھی اس کے سینے سے لگ گئے تھے اب سب ٹھیک تھا یہ ان سب کو لگ رہا تھا لیکن آگے کا کچھ پتہ نہیں۔

"اس ملازمہ اور ملازم کا کیا ہوا"
موسیٰ نے ہاشم کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"پکڑے گئے ہیں بیسمنٹ میں ہیں تفصیل سے ملاقات کرے گیں"

ہاشم نے تفصیل بتائیں تو سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کس کی بات ہو رہی ہے"
آیت بیگم نے سردار موسی کو دیکھ کر پوچھا۔

"وہ جنہوں نے دوا گلناز تک پہنچائی اور اب سے ہر ملازم پر بھی نظر رکھی جائے گی"
سردار موسیٰ کی بات پر حویلی والے حیران ہوئے ان کے ملازمین میں گدار تھے خیر سب بس اس وقت اس بات پر خوش تھے کہ موسیٰ واپس آ گیا ہے باقی کیا کرنا ہے کیا نہیں وہ خود دیکھ لے گا۔

عدنان وہاں سے نکل کر حویلی کے باہر کی جانب جا رہا تھا حفصہ اس کے قدموں سے قدم ملانے کی پوری کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام جا رہی تھی عدنان کے قدموں کی رفتار اس کے دل میں مچی ہلچل کا پتا دے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں غصے، ندامت اور کرب سے سرخ ہو رہی تھیں۔ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے وہ رشتے جن پر اسے کبھی فخر تھا، آج اسے کاٹنے کو دوڑ رہی تھیں۔ اسے رہ رہ کر گلناز کا وہ مکار چہرہ اور ماں سائیں کی وہ خاموش رضامندی یاد آ رہی تھی جس نے ایک ہنستے بستے گھر کو جہنم بنا دیا تھا۔ وہ تیزی سے گیراج ایریا میں پہنچا اور اپنی گاڑی کا دروازہ جھٹکے سے کھول کر اندر جا بیٹھا۔ اس نے غصے میں سٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارا۔

"کیوں؟ آخر کیوں؟"

وہ دھاڑنے والے انداز میں بڑبڑایا۔ ابھی اس نے گاڑی سٹارٹ ہی کی تھی کہ حفصہ ہانپتی ہوئی وہاں پہنچی اور تیزی سے دوسری طرف کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔

"عدنان! آپ اس حالت میں کہیں نہیں جائیں گے،"
حفصہ نے سانس درست کرتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہا۔

"حفصہ! اترو یہاں سے۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو، خدا کے لیے!"
عدنان نے ابھی گاڑی چلائی نہیں تھی بس اسٹارٹ کی تھی۔

"میں نہیں اتروں گی اپ چاہے جتنا چیخ لو، جتنا غصہ کر لو، میں اپ کو اس حال میں اکیلے نہیں جانے دوں گی"

عدنان نے ایک بھرپور نظر حفصہ پر ڈالی، اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ وہ غصے اور کرب کے اس مقام پر تھا جہاں انسان کو اپنا وجود بھی بوجھ محسوس ہوتا ہے۔

"حفصہ! میں آخری بار کہہ رہا ہوں، اتر جاؤ۔ میرا دماغ اس وقت قابو میں نہیں ہے، میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان پہنچے،"
عدنان نے دانت پیستے ہوئے کہا، اس کے ہاتھ سٹیرنگ پر اتنی سختی سے جمے تھے کہ اس کی پوریں سفید پڑ رہی تھیں۔

"میں کہیں نہیں جا رہی عدنان! آپ کو جتنا ڈرانا ہے ڈرا لیں، جتنا غصہ کرنا ہے کر لیں۔ لیکن میں آپ کو اس ذہنی اذیت کے ساتھ اکیلے سڑکوں پر آوارہ گردی کرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی،"
حفصہ نے بھی ضدی لہجہ اپنایا اور بازو سینے پر باندھ کر سامنے دیکھنے لگی۔

"تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو؟"

عدنان دھاڑا، اس کی آواز گاڑی کے بند شیشوں میں گونجی۔

"میری ماں اور میری بہن نے مل کر اس حویلی کی بنیادیں ہلا دیں! سب نے اس شخص پر الزام لگائے جو بے گناہ تھا صرف گلناز کی وجہ سے اسے حویلی سے نکال دیا گیا۔ اور جس دن موسیٰ بھائی کو غائب کیا تھا ہم نے تم نے روح کی حالت دیکھی تھی۔ میں اپنی نظروں میں گر چکا ہوں حفصہ! مجھے خود سے گھن آ رہی ہے۔ ایسے میں، میں کسی کا سامنا کیسے کروں؟"

عدنان نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"تو بھاگنا حل ہے؟"

حفصہ نے فوراً پلٹ کر اسے دیکھا، اس کی آواز میں اب ایک للکار تھی۔

"آپ سید عدنان نقوی ہیں، بزدل نہیں! جو غلطی ماں سائیں اور گلناز نے کی، اس کا بوجھ آپ اپنے سر پر کیوں لادرہے ہیں؟ آپ کا اس سب میں کوئی قصور نہیں ہے عدنان اپ نے تو ہم سب کے ساتھ مل کر موسی بھائی کو بے گناہ ثابت کیا ہے"

حفصہ اسے سمجھانے کی کوشش کررہی تھی۔

"میں سے جانتا ہوں لیکن وہ عورت میری ماں ہے جن کے قدموں میں میری جنت ہے سب انہیں حقارت کی نظر سے دیکھیں یہ بات مجھ سب برداشت نہیں ہو گی گل ناز جیسے بھی ہیں میری بہن ہے لوگ اس کے کردار پر کیچڑ اچھالیں گے یہ مجھ سے برداشت نہیں ہو گا!"

عدنان نے چیخ کر کہا حفصہ ڈر گئی تھی۔۔

"عدنان"

اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کول کرنا چاہا تھا۔۔

"تم نہیں اتروگی"

عدنان نے اس کے پکارنے پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جس پر حفصہ نے نفی میں سر ہلایا عدنان نے ایک جھٹکے سے گاڑی گیئر میں ڈالی۔انجن کی گرج کے ساتھ گاڑی کے ٹائروں نے فرش پر ایک لکیر چھوڑی اور وہ تیزی سے حویلی کے گیٹ سے باہر نکل گئی۔حفصہ ایک لمحے کے لیے اچھل کر سیٹ سے لگی، مگر اس نے ہمت نہ ہاری۔گاڑی کی رفتار سو(100) سے اوپر جا رہی تھی، عدنان پاگلوں کی طرح سڑک پر گاڑی دوڑا رہا تھا۔اس کا غصہ اب ایک جنون کی شکل اختیار کر چکا تھا۔

"عدنان! گاڑی آہستہ کریں، سامنے دیکھیں!"

حفصہ نے خوفزدہ ہو کر کہا، مگر عدنان نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ بس گاڑی بھگائے جا رہا تھا، جیسے وہ اپنی یادوں اور اس شرمندگی سے دور بھاگنا چاہتا ہو۔

عدنان کے کانوں میں جیسے سیسہ بھر گیا تھا، اسے حفصہ کی التجائیں اور چیخیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ اس کے سامنے سڑک نہیں، بلکہ ماضی کے وہ تمام مناظر گھوم رہے تھے کیسے اس کی ماں سائیں اور بہن کی وجہ سے ان سب لوگوں کو اتنا سب کچھ برداشت کرنا پڑا تھا روح کی حالت اس کے اندر کا پچھتاوا اس کی گاڑی کی رفتار سے بھی تیز دوڑ رہا تھا۔

"عدنان! خدا کے لیے سامنے دیکھیں! سامنے ٹرک ہے!" حفصہ نے چیخ کر اس کے بازو کو جھنجھوڑا۔

عدنان نے بدحواسی میں سامنے دیکھا، ایک تیز رفتار ٹرک لائٹیں چمکاتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا۔ عدنان نے گھبراہٹ میں سٹیرنگ کو ایک دم دائیں جانب کاٹا۔ گاڑی کے ٹائروں نے سڑک پر زوردار چیخ ماری، ایک ایسی آواز جس نے فضا کے سناٹے کو چیر کر رکھ دیا۔ گاڑی بے قابو ہو کر سڑک کے کنارے لگے ایک بڑے درخت سے ٹکرائی اور زوردار دھماکے کے ساتھ رک گئی۔ ایک پل کے لیے ہر طرف موت جیسی خاموشی چھا گئی۔ انجن سے نکلتا دھواں اور ٹوٹے ہوئے شیشوں کی کرچیاں اس حادثے کی شدت بتا رہی تھیں۔ عدنان کا سر سٹیرنگ سے ٹکرایا تھا، جس کی وجہ سے وہ چند لمحوں کے لیے سن ہو گیا۔ ہوش آتے ہی اسے حفصہ کا خیال آیا۔

"حفصہ!"

عدنان نے کراہتے ہوئے اپنا سر اٹھایا۔اس کی پیشانی سے خون کی ایک باریک دھار بہہ کر اس کی آنکھوں میں آ رہی تھی۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے دوسری طرف دیکھا۔حفصہ بے ہوش نہیں تھی، مگر صدمے اور درد کی وجہ سے اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ اپنے کندھے کو تھامے ہوئے تھی۔

"حفصہ۔۔۔تم ٹھیک ہو؟میری بات سنو، آنکھیں کھولو حفصہ!"

عدنان نے بدحواسی میں اسے پکارا، اس کا غصہ اب مٹی میں مل چکا تھا، اب صرف ایک خوف تھا کہ کہیں اس کے جنون نے ایک اور زندگی کو خطرے میں نہ ڈال دیا ہو۔

حفصہ نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں، اس کے چہرے پر درد کے آثار نمایاں تھے۔

"عدنان۔۔۔آپ۔۔۔آپ ٹھیک ہیں؟"

اس نے اپنی تکلیف سے زیادہ عدنان کی خیریت دریافت کی، جس نے عدنان کے دل پر ہتھوڑے مارے۔

"میں ٹھیک ہوں، مجھے کچھ نہیں ہوا۔اللہ کا شکر ہے تم محفوظ ہو۔"

عدنان نے جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی جو تھوڑا جام ہو گیا تھا، مگر ایک دو زوردار دھکوں کے بعد وہ کھل گیا۔وہ باہر نکلا اور دوسری طرف جا کر حفصہ کو سہارا دے کر باہر نکالا۔حفصہ کے ماتھے پر ایک ہلکا سا کٹ آیا تھا اور کندھے پر شاید اندرونی چوٹ لگی تھی، مگر خوش قسمتی سے وہ دونوں کسی بڑی چوٹ سے بچ گئے تھے۔عدنان نے اسے سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔

"مجھے معاف کر دو حفصہ! میں پاگل ہو گیا تھا۔ میں نے تمہاری جان خطرے میں ڈال دی۔"

عدنان کی آواز میں اب وہ دھاڑ نہیں تھی، بلکہ ایک ایسا ٹوٹا ہوا لہجہ تھا جو اپنی شکست تسلیم کر رہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے پر رکھ لیے اور ایک بار پھر اس کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا۔ حفصہ نے اپنا صحت مند ہاتھ بڑھا کر عدنان کے ہاتھوں کو اس کے چہرے سے ہٹایا۔

"عدنان، میری طرف دیکھیں۔"

اس کی آواز میں وہی ٹھہراؤ تھا جو طوفان کے بعد کی خاموشی میں ہوتا ہے۔

"آپ کو اندازہ ہے کہ ابھی کیا ہو سکتا تھا؟ ہم مر سکتے تھے! اور اگر ہمیں کچھ ہو جاتا تو کیا پیچھے رہ جانے والے مسائل حل ہو جاتے؟ کیا ماں سائیں کا گناہ دھل جاتا یا گلناز پاک صاف ہو جاتی؟"

عدنان نے نفی میں سر ہلایا، اس کی آنکھیں شرمندگی سے جھکی ہوئی تھیں۔

"عدنان، آپ اپنی ماں اور بہن کے لیے پریشان ہیں کہ لوگ ان پر کیچڑ اچھالیں گے۔ لیکن کیا آپ کو لگتا ہے کہ آپ کی موت یا آپ کا اس طرح بھاگنا انہیں اس ذلت سے بچا لیتا؟ نہیں! بلکہ یہ اس حویلی کے لیے ایک اور ماتم ہوتا۔" حفصہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ پھر سے کچھ بولنے لگی تھی عدنان نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی۔۔

"بس اب کچھ نہیں بولنا اپنی حالت دیکھو"

عدنان نے اٹھ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا تھا۔

"پکی بات ہے اپ بلکل ٹھیک ہیں"

حفصہ کی آواز پھر سے گونجی۔

"مجھ ٹھیک ہوں جانِ عدنان"

عدنان کے لہجے میں اب صرف اس کے لیے محبت تھی۔ عدنان نے حفصہ کو وہیں بیٹھے رہنے دیا اور خود تھوڑی دور ہٹ کر جیب سے فون نکالا۔ اس کے ہاتھ اب بھی ہلکے سے کانپ رہے تھے، لیکن ارادہ پختہ تھا۔ اس نے اپنے خاص آدمی کو کال ملائی تاکہ فوری طور پر دوسری گاڑی کا انتظام کیا جا سکے۔

"ہیلو! وقاص، فوری طور پر ہائی وے کے اس موڑ پر دوسری گاڑی لے کر پہنچو جہاں درختوں والا جھنڈ ہے۔ ہماری گاڑی کا حادثہ ہوا ہے، لیکن ہم ٹھیک ہیں۔ جلدی کرو،"

عدنان نے مختصر اور دوٹوک الفاظ میں حکم دیا اور فون بند کر دیا۔ وہ واپس حفصہ کے پاس آیا اور اسے بہت نرمی سے دیکھا۔ حفصہ کے ماتھے سے بہنے والا خون اب جم چکا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں ابھی بھی اپنے شوہر کے لیے فکر مندی تھی۔ عدنان نے جھک کر اس کے ماتھے پر پیار کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد دور سے گاڑی کی لائٹیں نظر آئیں اور وقاص تیزی سے گاڑی لے کر ان کے پاس آ رکا۔ وہ گاڑی سے نکلا اور حادثے کا شکار گاڑی دیکھ کر دنگ رہ گیا، مگر عدنان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔

"وقاص، تم اس گاڑی کا انتظام کرو، میں حفصہ کو لے کر حویلی جا رہا ہوں،"

عدنان نے وقاص کو چابی تھمائی اور خود حفصہ کو سہارا دیتے ہوئے نئی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بٹھایا۔ حویلی کی طرف واپسی کا سفر خاموشی میں کٹا، مگر یہ خاموشی پہلے جیسی تکلیف دہ نہیں تھی۔ عدنان نے ایک ہاتھ سے حفصہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا، جیسے وہ خود کو یہ یقین دلا رہا ہو کہ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ عدنان اسے اپنی حویلی لے کر جا رہا تھا آج کی رات وہ سب سے الگ دھلگ اور دور رہنا چاہتا تھا۔۔



موسیٰ حویلی کی چھت پر کھڑا تھا رات کا سماں تھا اور روح نے سب کے کندھے پر اپنا سر رکھا ہوا تھا اس وقت وہ دونوں خوبصورت آسمان کو دیکھ رہے تھے جو کہ کافی خوبصورت سما پیش کر رہا تھا ان دونوں کے ہاتھ میں کافی کا مگ تھا سردار موسیٰ کبھی اپنی خوبصورت بیوی کو دیکھتا تو کبھی چاند کو زیادہ تر اس کی نظریں اپنی بیوی پر تھی اور روح اس کی نظروں سے شرماتے ہوئے اس کی جانب دیکھ بھی نہیں رہی تھی وہ بس چاند کو دیکھ رہی تھی۔ موسیٰ نے کافی کا مگ ایک طرف رکھا اور روح کے مزید قریب ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے روح کی زلفوں سے کھیل رہے تھے، جنہیں وہ بار بار اپنے کان کے پیچھے اڑسنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ موسیٰ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کی آوارہ لٹ کو تھام کر بڑے پیار سے اسے چہرے سے ہٹایا۔ اس کے لمس پر روح کے بدن میں ایک جھرجھری سی دوڑ گئی اور اس نے بے اختیار اپنی نظریں جھکا لیں۔

"روح۔۔۔"

موسیٰ کی آواز رات کے اس سناٹے میں کسی مسحور کن راگ کی طرح گونجی۔

"جانتی ہو، جب میں اس اندھیری دنیا میں اکیلا تھا، جہاں سورج کی ایک کرن بھی نصیب نہیں ہوتی تھی، تب صرف تمہارا چہرہ اور تمہارا یہ یقین ہی میری روشنی بنتا تھا۔ مجھے ایک پل کے لیے بھی یہ خوف نہیں ہوا کہ میں اگر بے گناہ ثابت نہ ہو سکا تو اب اپنوں کی ہی نظروں میں گر جاؤں گا لیکن تمھارا یقین تھا بس تم میرے ساتھ ہو مجھ کسی بھی چیز کی کوئی پرواہ نہیں"

روح نے نم آلود نظروں سے موسیٰ کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہ سارا کرب، وہ ساری تڑپ سمٹ آئی تھی جو اس نے موسیٰ کی غیر موجودگی میں جھیلی تھی۔

"موسیٰ! میرا یقین آپ کی بے گناہی پر نہیں تھا، میرا یقین تو اس محبت پر تھا جو آپ نے مجھے دی ہے۔ اور محبت کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ مجھے پتہ تھا کہ میرا موسیٰ ایسا کر ہی نہیں سکتا۔ لوگ مجھے پاگل کہتے تھے، طعنے دیتے تھے، لیکن میرے دل نے ہمیشہ یہی کہا کہ 'روح! تیرا موسیٰ بے داغ ہے'۔"

موسیٰ نے روح کا دوسرا ہاتھ بھی تھام لیا اور اسے اپنے لبوں سے لگا لیا۔

"تمہارے اس ظرف نے مجھے جیت لیا ہے روح۔ میں اکثر سوچتا تھا کہ میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے؟ لیکن تم نے ثابت کر دیا کہ تم صرف میری بیوی نہیں، میری طاقت ہو، میرا غرور ہو۔ مجھے اپنی 'روح' پر فخر ہے جس نے حالات کے تھپیڑوں کے سامنے کبھی سر نہیں جھکایا۔"

موسیٰ نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔ روح کا سر اس کے چوڑے سینے پر تھا، جہاں وہ موسیٰ کے دل کی دھڑکنیں صاف سن سکتی تھی۔ وہ دھڑکنیں جو صرف اس کے نام کی مالا جپ رہی تھیں۔

"موسیٰ۔۔۔اب سب ٹھیک ہو گیا ہے نہ؟"

روح نے دھیرے سے پوچھا۔

"سب سے بہتر ہو گیا ہے جانِ موسیٰ! اب کوئی گلناز، کوئی سازش ہمیں الگ نہیں کر سکے گی۔اب صرف میں ہوں اور تم ہو،اور یہ گواہ چاند،" موسیٰ نے شرارت سے کہتے ہوئے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا۔ موسیٰ کی نظروں میں اس وقت جو تپش تھی،اس نے روح کے گالوں کو گلابی کر دیا۔ موسیٰ آہستہ آہستہ اس کے چہرے کی جانب جھکا۔اس کے گرم سانسیں روح کے چہرے کو چھو رہی تھیں۔

"موسیٰ۔۔۔کیا کر رہے ہیں اپ؟"

روح نے گھبرا کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی، مگر موسیٰ کا حصار اتنا مضبوط تھا کہ وہ ہل بھی نہ سکی۔

"اپنی محبت کا اظہار کر رہا ہوں،"
موسیٰ نے سرگوشی کی۔

"لیکن۔۔۔ ہم چھت پر ہیں موسیٰ! کوئی آ جائے گا۔۔۔ پلیز!"
روح نے شرماتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا، اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"آنے دو سب کو۔ پوری دنیا کو پتہ چلنا چاہیے کہ سردار موسیٰ اپنی روح سے کتنی محبت کرتا ہے،"
موسیٰ نے ہنستے ہوئے کہا اور اس کے ماتھے پر ایک طویل بوسہ ثبت کیا۔

"تمہاری یہ شرم وحیا ہی تو مجھے تمہارا دیوانہ بناتی ہے۔"
سردار موسیٰ نے بولتے ہوئے اسے بازوؤں سے تھامے رقص کے انداز میں گھمانے لگا۔ روح کی ہنسی چھت کی فضاؤں میں بکھر گئی۔

"موسیٰ! چھوڑیں مجھے، آپ واقعی پاگل ہو گئے ہیں۔"
وہ ہنستے ہوئے بول رہی تھی۔

"ہاں، تمہاری محبت میں پاگل ہوں،"
موسیٰ نے اسے ایک دم اپنی طرف کھینچا، ان کے درمیان اب ایک انچ کا بھی فاصلہ نہیں تھا۔ موسیٰ نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ لپیٹ کر اسے خود سے لگایا اور اس کے کان کے پاس جھک کر نہایت سنجیدگی سے بولا۔

"روح! میں نے تمہیں پانے کے لیے بہت لمبا انتظار کیا ہے، یہ جو دن تھے میرے لیے کسی حجر سے کم نہیں۔اب میں تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی خود سے دور نہیں کرنا چاہتا۔"

روح نے اپنی آنکھیں موند لیں۔اس وقت اسے محسوس ہوا کہ اس کی تمام تکلیفیں، تمام آنسو اس ایک لمحے کے صدقے وصول ہو گئے ہیں۔ موسیٰ نے اس کی گردن پر اپنے لب رکھے تو روح کے منہ سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی۔

"موسیٰ۔۔۔ نہیں۔۔۔نیچے چلتے ہیں،"

اس نے کمزور سی آواز میں احتجاج کیا، مگر اس کے اپنے ہاتھ موسیٰ کے کالر کو سختی سے تھامے ہوئے تھے، جو اس کے احتجاج کی نفی کر رہے تھے۔

موسیٰ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں بے پناہ پیار اور طلب تھی۔

"نیچے تو جانا ہی ہے، لیکن پہلے اس چاند کو بتا لینے دو کہ میری چاندنی اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔"

اس نے روح کو اپنی باہوں میں بھر لیا اور اسے اٹھا کر چھت کے ایک کونے کی طرف لے گیا جہاں سایہ زیادہ تھا۔ وہاں اس نے روح کو دیوار سے لگا کر اسے اپنے بازوؤں کے قید خانے میں بند کر دیا۔ روح کی سانسیں اب بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ موسیٰ نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور اس کی آنکھوں، گالوں اور لبوں پر اپنی محبت کی مہر لگائی۔

"تم صرف میری ہو روح۔۔۔ صرف میری،"

اس نے تکرار سے کہا۔

"اور آپ صرف میرے ہیں۔"

روح نے مسکرا کر اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا۔ جس پر موسیٰ مسکرایا تھا۔

"ہاں جی صرف تمہارا"

موسیٰ نے اس کی جانب دیکھ کر کہا اور اس پر سے نظریں ہی نہیں ہٹا رہا تھا۔۔

"کیا؟"

روح اسکے نظروں کی تپش دیکھ کر بولی۔

"اگر میں صرف تمہارا ہوں تو اس بات کا انعام بھی دو"

سردار موسیٰ نے اسے اپنے حد سے زیادہ قریب کر کے کہا۔

کیسا انعام"

روح نے فوراً سے پوچھا تھا۔۔

"یہاں کس کروجیسے میں کرتا ہوں"

موسیٰ کی اس فرمائش پر روح کے تن بدن میں جیسے بجلی دوڑ گئی۔اس نے گھبرا کر اپنے لب سی لیے اور ہکا بکا ہو کر موسیٰ کے تپتے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگی، جہاں ایک فاتحانہ مسکراہٹ اور بے پناہ طلب رقص کر رہی تھی۔چاند کی مدھم روشنی میں موسیٰ کی آنکھیں کسی گہرے سمندر کی طرح لگ رہی تھیں، جن میں ڈوب جانے کا راستہ تو تھا مگر واپسی کا کوئی امکان نہیں تھا۔

"موسیٰ۔۔۔آپ۔۔۔آپ ہوش میں تو ہیں؟"

روح نے لرزتی ہوئی آواز میں کہااور اپنی نظریں جھکا کر اس کے سینے پر جما دیں، جہاں اس کا دل ایک پاگل پن کی حد تک دھڑک رہا تھا۔

"بالکل ہوش میں ہوں جانِ موسیٰ! اور شاید زندگی میں پہلی بار اتنے ہوش میں ہوں کہ مجھے پتہ ہے میری منزل کہاں ہے،"
موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ روح کی آنکھوں میں حیا کے سمندر موجیں مار رہے تھے اور گالوں پر لالی اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ محسوس ہوتا تھا ابھی خون چھلک پڑے گا۔

"موسیٰ پلیز۔۔۔نیچے کوئی آجائے گا۔۔۔یہ حویلی کی چھت ہے،"
روح نے ایک بار پھر مزاحمت کرنے کی کوشش کی، مگر اس کی آواز میں وہ دم نہیں تھا۔ وہ خود بھی اس لمحے کی سحر انگیزی میں گرفتار ہو چکی تھی۔

"سب سو رہے ہیں روح! اور اگر کوئی آ بھی گیا تو اسے پتہ چلنا چاہیے کہ موسیٰ اپنی روح کے بغیر ادھورا ہے۔ تم نے جو ثبوت دیا ہے اپنے یقین کا، وہ تو پوری دنیا نے دیکھا۔ اب باری تمہاری ہے کہ تم اس سردار کو یہ بتاؤ کہ وہ تمہارے لیے کتنا اہم ہے،"

موسیٰ کی آواز اب ایک سرگوشی بن کر اس کے کانوں سے ٹکرائی، جس نے روح کے اعصاب کو مفلوج کر دیا۔ موسیٰ نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا مزید تنگ کر دیا۔ وہ دیوار اور موسیٰ کے درمیان جیسے قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کے مگ کی کافی اب ٹھنڈی ہو کر ایک طرف پڑی تھی، مگر ان دونوں کے درمیان محبت کی حدت بڑھتی جا رہی تھی۔ روح نے لرزتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور موسیٰ کے مضبوط کندھوں پر رکھ دیے۔ اس کے لمس نے موسیٰ کے صبر کے تمام بندھن توڑ دیے۔

"روح۔۔۔ صرف ایک بار،"

موسیٰ نے نہایت التجا بھرے لہجے میں کہا، اس کی نظریں روح کے تھرکتے ہوئے لبوں پر جمی تھیں۔ روح نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنی آنکھیں سختی سے موند لیں۔ اس نے ہمت جمع کی اور آہستگی سے اپنے قدموں پر تھوڑا اونچا ہو کر موسیٰ کے قریب ہوئی۔ اس کے چہرے کی قربت موسیٰ کے دل کی دھڑکنوں کو بے قابو کر رہی تھی۔ جیسے ہی روح کے نرم و نازک لب موسیٰ کے لبوں سے مس ہوئے، کائنات جیسے تھم سی گئی۔ ٹھنڈی ہوا نے ایک بار پھر ان کا طواف کیا اور چاند نے بھی بادلوں کی اوٹ میں چھپ کر اس مقدس محبت کو تنہائی دے دی۔ وہ ایک ایسا لمحہ تھا جس میں ماضی کے سارے دکھ، ساری تڑپ اور وہ اذیت ناک راتیں جو انہوں نے ایک دوسرے کے بغیر گزاری تھیں، سب دھل گئیں۔ موسیٰ نے اس کے اس چھوٹے سے انعام کو کسی بہت بڑی نعمت کی طرح قبول کیا اور اسے اپنے حصار میں بھینچ لیا۔ روح کو محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں اڑ رہی ہو۔ موسیٰ کی محبت کی تپش اسے پگھلا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد جب وہ الگ ہوئے، تو روح کا سانس پھولا ہوا تھا اور اس نے اپنا چہرہ موسیٰ کے سینے میں چھپا لیا۔ وہ شرم کے مارے اسے دیکھ بھی نہیں پا رہی تھی۔ موسیٰ کے چہرے پر ایک عجیب سا سکون اور اطمینان تھا، جیسے اسے اپنی گم گشتہ جنت مل گئی ہو۔

"اب تو مانتی ہو نہ کہ تم میری سردارنی ہو؟"
موسیٰ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے پوچھا۔ روح نے سینے میں چھپے چھپے ہی ہاں میں سر ہلا دیا۔

"موسیٰ، اب بس کریں۔۔۔ میں اب مزید یہاں نہیں رک سکتی،"

اس نے دبی آواز میں کہا۔ موسیٰ نے اسے تھوڑا خود سے دور کیا اور اس کے بھیگے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ اس نے بھی اسے آج بہت تنگ کر لیا تھا اس لیے وہ اس کی بات مان گیا تھا۔

"ٹھیک ہے، چلو نیچے چلتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا، یہ تو صرف شروعات ہے۔ ابھی تو مجھے تمہارے"

اس کی انکھوں میں موجود شرارت دیکھ کر روح نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا جبکہ سردار موسیٰ نے اس کا ننھا سا ہاتھ ہٹا کر زور سے قہقہہ لگایا تھا۔

عدنان حفصہ کو لے کر اپنی حویلی آیا تھا حویلی کو اس نے مکمل طور پر گلاب کے پھولوں سے سجا دیا تھا اس نے حویلی کے ملازمین کو کال کر کے کہہ دیا تھا وہ آرہا ہے تو حویلی کو مکمل طور پر گلاب کے پھولوں اور کینڈلز سے سجا دیں رات میں یہ منظر بہت خوبصورت لگ رہا تھا حویلی کی ساری لائٹس بند تھی اس وقت وہ دونوں حویلی کے دروازے پر کھڑے تھے حفصہ تو مکمل طور پر حیران تھی اس نے یہ سب حفصہ کے لیے ہی کیا تھا۔ عدنان نے حفصہ کا ہاتھ تھام کر حویلی کی دہلیز پر قدم رکھا تو حفصہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پوری حویلی میں گلاب کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو رچی بسی تھی اور جگہ جگہ روشن کینڈلز (Candles) کی دھیمی روشنی ایک سحر انگیز سماں پیدا کر رہی تھی۔ لائٹس بند ہونے کی وجہ سے شمعوں کا نور در و دیوار پر رقص کر رہا تھا، جیسے حویلی کا ہر گوشہ آج ان دونوں کے استقبال کے لیے بے قرار ہو۔ حفصہ، جو ابھی چند لمحے پہلے

حادثے کے صدمے اور عدنان کی ذہنی کیفیت کی وجہ سے پریشان تھی، اس خوبصورتی کو دیکھ کر ایک لمحے کے لیے سب کچھ بھول گئی۔اس نے مڑ کر عدنان کو دیکھا، جس کی نظریں صرف اس کے چہرے پر جمی تھیں۔

"عدنان۔۔۔یہ سب؟"
حفصہ کے لہجے میں حیرت اور خوشی کا امتزاج تھا۔

"آپ نے اتنی جلدی یہ سب کیسے کیا؟اور اس کی کیا ضرورت تھی؟ہم تو بس حویلی واپس آرہے تھے نہ"

"ہمارے لیے میں نے یہ سب کیا ہے حفصہ۔میں چاہتا تھا کہ جب تم اس حویلی میں داخل ہو، تو تمہیں ماضی کی کوئی تلخی، کوئی بو یا کوئی سایہ محسوس نہ ہو۔میں چاہتا تھا کہ تمہارا استقبال صرف خوشبو اور روشنی سے ہو۔"

عدنان نے اس کا ہاتھ تھوڑا اور مضبوطی سے تھام لیا۔ حفصہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"عدنان، آپ خود میرے لیے سب سے بڑی خوشی ہیں۔ مجھے ان سب کی ضرورت نہیں تھی، مگر آپ کا یہ انداز۔۔۔"

وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکی اور اس کا گلا رندھ گیا۔ عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور حفصہ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"حفصہ، میں بہت تھک گیا ہوں۔ میں ان تمام اذیتوں سے، ان پچھتاووں سے اور ان الزامات سے باہر آنا چاہتا ہوں جو میرے اپنوں نے اس حویلی کی فضاؤں میں بھر دیے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات ہم صرف اپنی زندگی کی نئی شروعات کریں۔ ایک ایسی شروعات جہاں صرف میں ہوں، تم ہو اور ہماری محبت ہو یہاں اس حویلی میں تم دلہن بن کر آئی تھی لیکن میں کچھ خاص نہیں کر سکا تھا اور ماں سائیں کا رویہ کیسا تمہارے ساتھ تھا تو میں اپنی بیوی کا خوبصورت استقبال کرنا چاہتا تھا"

عدنان محبت سے بول رہا تھا اور حفصہ اتنی ہی محبت سے اسے سن رہی تھی

"میں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہوں عدنان ہم مل کر ہر اندھیرے کو ختم کر دیں گے۔"

حفصہ نے اس کے چہرے پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ عدنان نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر ایک دم جھک کر اسے اپنی مضبوط باہوں میں بھر لیا۔ حفصہ نے ہکا بکا ہو کر ایک چھوٹی سی چیخ ماری اور عدنان کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔

"عدنان! یہ کیا کر رہے ہیں؟ نیچے اتاریں مجھے،"
وہ شرماتے ہوئے بولی تھی۔

"آج میں تمہیں اس حویلی کی دہلیز سے زمین پر پاؤں نہیں رکھنے دوں گا۔ تم میری زندگی کی وہ حصہ ہو جس نے مجھے مجھ سے چھین لیا۔ آج تمہارا مقام زمین پر نہیں، میرے دل اور میری باہوں میں ہے،"

عدنان نے نہایت سنجیدگی اور محبت سے کہا۔ وہ اسے اٹھائے ہوئے گلاب کی پتیوں سے لدے ہوئے راہداری سے گزرنے لگا۔ کینڈلز کی روشنی ان کے سائے دیواروں پر بنا رہی تھی، جو کسی قدیم رومانوی داستان کے کردار لگ رہے تھے۔ عدنان کی نظریں حفصہ کے چہرے سے نہیں ہٹ رہی تھیں، جو اس وقت حیا سے سرخ ہو رہا تھا۔

"عدنان، آپ کو چوٹ لگی ہے، آپ تھک جائیں گے،"
حفصہ نے تشویش سے کہا۔

"تمہارا بوجھ اٹھانا میرے لیے تھکن نہیں، سکون ہے۔ اور میں اس سکون کو خوشی خوشی گلے لگانا پسند کروں گا" عدنان نے دھیمی آواز میں جواب دیا اور سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

"اچھا نہ آپ اپنی نظریں تو ہٹا لیں"

حفصہ نے شرم سے سرخ ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں؟"

عدنان نے اسے تنگ کرنے کے لیے پوچھا۔

"کیوں کہ مجھے آپ سے شرم آ رہی ہے"

حفصہ نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میری جان تم تو ایسے ایکٹ کر رہی ہو جیسے نئی نویلی دلہن شادی کی پہلی رات اپنے شوہر کی باہوں میں ہو"

عدنان نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔ حفصہ اب خاموش ہو گئی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی اس کا شوہر اج اس کی کوئی بات بھی نہیں سنے گا اس لیے اس نے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔ کمرے کے دروازے پر پہنچ کر عدنان نے حفصہ کو آہستہ سے نیچے اتارا، مگر اسے خود سے دور نہیں کیا۔ کمرے کا منظر تو لاؤنج سے بھی زیادہ سحر انگیز تھا۔ پورا بیڈ سرخ گلابوں سے ڈھکا ہوا تھا اور کمرے کے چاروں کونوں میں رکھی بڑی شمعیں ایک دلفریب روشنی بکھیر رہی تھیں۔ عدنان نے حفصہ کا ہاتھ تھاما اسے لا کر صوفے پر بٹھایا اور خود اس کے قدموں میں فرش پر بیٹھ گیا۔ اس نے حفصہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔

"حفصہ، میں جانتا ہوں کہ زندگی میں تم نے وہ دیکھ دیکھا جو اللہ تعالیٰ کسی بھی بیٹی کو نہ دیکھائے۔ میں ایسا شخص تھا جو اپنی ماں اور بہن کے پیچھے اتنا اندھا ہو گیا تھا کہ جو وہ کہتے میں وہ کرتا لیکن تمھاری محبت نے مجھے مکمل طور پر بدل دیا حفصہ میں نے کبھی نہیں سوچا تھا ایک 16 سال کی لڑکی مجھے مکمل طور پر بدل دے گی اس کی محبت میں عدنان نقوی اپنے ہوش کھو دے گا"

عدنان نے حفصہ کے ہاتھوں کی نرمی کو محسوس کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔ اس کی آواز میں وہ تھکن تھی جو صرف جسمانی نہیں، بلکہ روح کی تھکن تھی۔ وہ حفصہ کے قدموں میں بیٹھا اسے کسی قیمتی متاع کی طرح دیکھ رہا تھا۔

"حفصہ !لوگ کہتے ہیں کہ عورت مرد کے قدموں کی دھول ہوتی ہے، لیکن تم نے ثابت کر دیا کہ عورت تو وہ سایہ ہے جو تپتی دھوپ میں مرد کو سکون دیتا ہے۔ میں نے کبھی تمہارے ساتھ وہ سختی نہیں کی جو ماں سائیں تمھارے سے بات نہ کرتی تمھارے سے کھینچی رہتی میری خاموشی بھی تو ایک جرم تھی نا؟ پہلے میں اپنی ماں سائیں اور بہن کے گناہوں میں شریک تھا اس بات کا بہت دکھ ہے مجھے میں اپنے اللہ سے معافی مانگ رہا ہوں وہ مجھے معاف کر دیں گیں کیوں کہ بے شک وہ ذات بہت بڑی ہے یہ دنیا نہیں بھولتی لیکن اس کے سامنے ایک بار جھکنے سے تو کر معافی مانگنے سے وہ معاف کر دیتا ہے ہم سوچتے ہیں کہ ہمارے گناہ بہت زیادہ ہیں لیکن حفصہ ہم یہ کیوں نہیں کبھی سوچتے کہ اس رب کی ذات کتنی بڑی ہے حفصہ " عدنان بول رہا تھا اور حفصہ خاموشی سے سن رہی تھی۔

"کیوں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے !"

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم

ترجمہ:

"کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی (گناہ) کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔"

(سورۃ الزمر، آیت: 53)

"بے شک عدنان وہ ذات بہت بڑی ہے جس نے میرے زخموں کو بھی تو آپ کے ذریعے بھر دیا ورنہ ایک وقت تھا جب میں دو کوبد کردار"

ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ عدنان نے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا کہاں وہ اپنی حفصہ کے بارے میں کچھ بھی ان سکتا تھا وہ اس کے منہ سے بھی اس کے بارے میں کچھ برداشت نہیں کر سکتا تھا اس حد تک عدنان اس لڑکی سے محبت کرے لگا تھا۔

"نہیں برداشت کر سکتا تم اپنے بارے میں یہ الفاظ کہو"
عدنان کی بات پر حفصہ خاموش ہو گئی تھی اور خود بھی اسی کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی عدنان نے ایک لمبا اور سرد سانس بھرا اور اس کی طرف دیکھا۔

"جس عورت کے قدموں میں، میں اپنی جنت تلاش کرتا رہا، انھوں نے کسی کی بستی اجاڑنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ جس بہن کو میں نے اپنی جان سے بڑھ کر چاہا، وہ اتنی مکار نکلی؟ مجھے دکھ اس بات کا نہیں ہے کہ موسیٰ بے گناہ ثابت ہو گیا، مجھے تو خوشی ہے کہ میرا بھائی پاک صاف نکلا۔ دکھ تو اس بات کا ہے کہ یہ سب کرنے والے میرے اپنے خون تھے۔ میں اس گناہ میں شامل نہیں تھا، مگر میں ان کا بیٹا اور بھائی تو ہوں نا؟ لوگ جب گلناز کے کردار پر بات کریں گے، جب ماں سائیں کی سازشوں کا ذکر ہو گا، تو عدنان نقوی کا سر بھی تو شرم سے جھک جائے گا۔"

عدنان نے حفصہ کے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا، جیسے وہ اس کے لمس سے ہمت کشید کرنا چاہتا ہو۔ حفصہ نے بہت نرمی سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرنا شروع کیں، بالکل ویسے ہی جیسے کسی پریشان بچے کو سہلایا جاتا ہے۔

"عدنان، سنیں میری بات،"

حفصہ نے اسے مخاطب کیا۔ عدنان نے سر اٹھا کر اس کی گہری آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ ان کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ ہر انسان اپنا بوجھ خود اٹھاتا ہے۔ اگر گلناز نے غلط راستہ چنا، تو اس کا حساب وہ خود دے گی۔ اگر ماں سائیں نے اپنی انا کی خاطر کسی کی زندگی داؤ پر لگائی، تو اللہ کے ہاں جوابدہ وہ خود ہوں گی۔ آپ نے تو ہمیشہ وہی کیا جو آپ کو سچ بتایا گیا۔ لیکن اس کے بعد جب آپ کو ان دونوں کی کیاریاں پتہ چلی تو آپ نے اپنے رب سے توبہ کرنا بھی تو شروع کیا اس کے بعد انھوں نے جو آواز کی کیا آپ نے موسیٰ بھائی کا ساتھ نہیں دیا؟ کیا آپ نے خود گلناز کو سزا کے لیے پیش نہیں کیا؟"

حفصہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"کیا وہ کافی ہے حفصہ ؟"

عدنان کی آواز رندھ گئی اور وہ حفصہ کو دیکھنے لگا۔۔

عدنان کی رندھی ہوئی آواز اور اس کی آنکھوں میں تیرتی بے یقینی دیکھ کر حفصہ کا دل بھر آیا۔اس نے عدنان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور نہایت عقیدت و محبت سے اس کی جانب دیکھا۔

"عدنان ! آپ کو پتہ ہے، اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے ہمیں کیا سکھایا ہے ؟"

حفصہ نے دھیمی اور پر اثر آواز میں پوچھا۔عدنان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، جیسے اس کی باتوں میں اپنے سکون کی تلاش کر رہا ہو۔

"سنتِ نبوی ﷺ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی بھی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ عدنان! آپ کو فتح مکہ کا وہ منظر یاد ہے؟ جب مکہ فتح ہوا تو وہاں وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے خاندان اور صحابہ پر ظلم کے پہاڑ توڑے تھے۔ لیکن جب حضرت ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بن ابی جہل ایمان لائے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ 'عکرمہ تمہارے پاس مومن ہو کر آ رہا ہے، اس کے باپ (ابو جہل) کو برا مت کہنا کیونکہ مرے ہوئے کو برا کہنا زندہ کو تکلیف دیتا ہے۔

حفصہ نے عدنان کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بات جاری رکھی،

"دیکھیں عدنان! ابو جہل اسلام کا کتنا بڑا دشمن تھا، لیکن اس کے گناہوں کا بوجھ اس کے بیٹے حضرت عکرمہؓ پر نہیں ڈالا گیا۔ اگر اللہ کے نبی ﷺ نے دشمن کے بیٹے کو اس کے باپ کے عمل سے بری کر دیا، تو آپ تو ایک سچے مومن اور حق کے ساتھی ہیں۔ نادیہ بیگم آپ کی ماں ہیں، ان کا احترام اپنی جگہ، مگر ان کا فعل ان کا اپنا ہے اور آپ کا عمل آپ کا اپنا۔ آپ ان کے کیے پر خود کو کیوں ملامت کر رہے ہیں؟ سنتِ نبوی ﷺ تو ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ انسان اپنی پہچان اپنے کردار سے بناتا ہے، اپنے رشتہ داروں کے گناہوں سے نہیں۔"

عدنان نے ایک لمبا سانس لیا، جیسے اس کے سینے پر رکھے پتھر کچھ ہلکا ہوا ہو۔

"حفصہ! تم کتنا اچھا بولتی ہو۔ تمہاری باتیں سن کر لگتا ہے کہ جیسے ابھی امید کی کوئی کرن باقی ہے۔

"امید تو ہمیشہ رہتی ہے عدنان،"
حفصہ نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کو پتہ ہے، آپ کا پچھتاوا ہی آپ کی سب سے بڑی نیکی ہے۔ اگر آپ کا دل مردہ ہوتا، تو آپ کو ان باتوں کا کوئی فرق نہ پڑتا۔ آپ آج یہاں میرے سامنے بیٹھ کر رو نہ رہے ہوتے۔ آپ کا رونا اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ آپ کو پاک کرنا چاہتا ہے۔ آپ نے حق کا ساتھ دے کر ثابت کر دیا کہ آپ سید زادے ہیں، اور سید کبھی ظلم کا ساتھ نہیں دیتا۔"
عدنان نے حفصہ کے ہاتھوں کو چوما۔

"میں بہت خوش قسمت ہوں حفصہ کہ تم میری زندگی میں آئی ہو۔ میں نے شاید اپنی زندگی میں کوئی ایک نیکی ایسی ضرور کی تھی جس کے صلے میں اللہ نے تم جیسی لڑکی کو میرا ہم سفر بنایا۔ میں نے تمہیں ہمیشہ ایک 16 سال کی بچی سمجھا، مگر تمہاری سمجھ بوجھ نے آج مجھے زندگی کے سب سے بڑے امتحان سے نکال لیا۔

حفصہ نے شرماتے ہوئے سر جھکا لیا۔ عدنان نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور بیڈ کی طرف لے گیا جہاں سرخ گلابوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ اس نے حفصہ کو وہاں بٹھایا اور خود اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ کمرے میں موجود شمعیں اب آہستہ آہستہ پگھل رہی تھیں، بالکل ویسے ہی جیسے عدنان کا غصہ اور اذیت حفصہ کی باتوں سے پگھل چکا تھا۔

"حفصہ، میں تم سے ایک وعدہ کرنا چاہتا ہوں،"

عدنان نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"ہم"

حفصہ اس کی طرف پوری طرح سے متوجہ تھی۔

"میں اپنی بیوی کو ہمیشہ خوش رکھوں گا کبھی کوئی تکلیف تمھارے قریب نہیں آنے دوں گا"

عدنان نے مسکرا کر کہا تو حفصہ بھی اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔ عدنان نے حفصہ کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے اس کی پیشانی پر پیار کیا، جیسے وہ اس کے وجود کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہو۔ کمرے میں پھیلی گلابوں کی مہک اور شمعوں کی دھیمی روشنی اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ آج ایک نئی زندگی کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔

"حفصہ! ایک منٹ رکو، مجھے کچھ یاد آیا،"

عدنان نے اچانک اسے خود سے تھوڑا الگ کیا اور الماری کی طرف بڑھ گیا۔ حفصہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ عدنان نے دراز سے ایک سفید رنگ کا بڑا لفافہ نکالا اور واپس آ کر حفصہ کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"یہ کیا ہے عدنان؟"
حفصہ نے لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کھول کر خود دیکھ لو،"
عدنان کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی۔ حفصہ نے لرزتے ہاتھوں سے لفافہ کھولا تو اندر سے ایک فارم نکلا۔ جیسے ہی اس کی نظر فارم کی سرخی پر پڑی، اس کی سانسیں تھم گئیں۔ وہ 9th کلاس کا داخلہ فارم (Admission Form) تھا جس پر حفصہ کی تصویر لگی ہوئی تھی۔

"عدنان! یہ۔۔۔یہ میرا ایڈمیشن فارم ہے؟نائنتھ کلاس کا؟"حفصہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ بے یقینی سے عدنان کو دیکھنے لگی۔

"آپ نے یہ سب کب کیا؟"
وہ حیرات سے پوچھ رہی تھی۔

"یاد ہے جب ہاشم کی شادی کی تیاریاں چل رہی تھیں؟تب میں نے سوچا تھا کہ میری بیوی کا مستقبل اس حویلی کی دیواروں میں قید نہیں ہونا چاہیے۔میں نے تبھی تمہارے تمام ڈاکومنٹس ارینج کیے اور تمہارا ایڈمیشن کنفرم کروایا تھا۔میں چاہتا تھا کہ تمہیں سرپرائز دوں، لیکن پھر۔۔۔ حالات ایسے بدلے، موسیٰ بھائی کا واقعہ، گھر کی تلخیاں اور اپنوں کی سازشیں، میں اس سب میں اتنا الجھ گیا کہ یہ فارم دراز میں ہی پڑا رہ گیا۔"

عدنان اس کے پاس بیٹھا اور اس کا ہاتھ تھام کر بولا حفصہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو چھلک پڑے۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ عدنان نے اس کے لیے یہ سب کیا کیوں کہ اسے پڑھنے کا بہت شوق تھا اور اپنے قبیلے کے اسکول میں وہ بس 5 تک ہی پڑھی تھی آگے اس کی ماں نے پڑھنے نہیں دیا تھا۔

"عدنان، مجھے لگا تھا کہ شاید اب میری پڑھائی کبھی شروع نہیں ہو سکے گی۔ میری امی نے منع کر دیا تھا اسکول جانے سے،"
حفصہ نے روتے ہوئے کہا۔

" کبھی نہیں حفصہ ! عدنان نقوی کی بیوی ہو تم اور میں تمہارا سہارا بن کر تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا۔ تم پڑھو گی، آگے بڑھو گی اور اپنی پہچان بناؤ گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے،"

.

عدنان نے اس کے آنسو پونچھتے ہوئے نہایت محبت سے کہا۔ حفصہ نے جوشِ مسرت میں وہ فارم اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تھینک یو عدنان! آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ آپ نے مجھے دنیا کی سب سے بڑی خوشی دے دی ہے۔ میں بہت خوش ہوں، بہت زیادہ!"
عدنان نے ایک لمبا سانس لیا اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر شرارت سے اسے دیکھنے لگا۔

"اچھا! تو میڈم کو تو ان کا گفٹ مل گیا اور وہ بہت خوش بھی ہیں، لیکن میرے گفٹ کا کیا؟"
عدنان اسے کی طرف دیکھ کر بولا۔

"جی بالکل! بتائیں آپ کو کیا چاہیے؟ آج آپ جو مانگیں گے، میں وہی دوں گی۔ پکی بات ہے!"

حفصہ نے ہنستے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کیں۔ عدنان کے چہرے پر ایک دلکش مسکراہٹ آئی اور اس کی نظریں حفصہ کے گلابی لبوں پر جا ٹھہریں۔

"پکی بات ہے نا؟ جو مانگوں گا وہی ملے گا؟"

اس نے حفصہ کے قریب ہوتے ہوئے دھیمی اور گہری آواز میں کہا۔

"ہاں بالکل، آپ مانگ کر تو دیکھیں۔"

حفصہ نے نادانی میں سر ہلا دیا۔

"مجھے میرا گفٹ 'لپ کس' (Lip Kiss) کی صورت میں چاہیے۔"

عدنان نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ حفصہ کے کانوں میں جیسے کسی نے پگھلا ہوا سیسہ بھر دیا ہو۔ اس کا پورا وجود شرم سے دہک اٹھا اور اس نے ایک جھٹکے سے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"عدنان! یہ۔۔۔ یہ کیا مانگ لیا آپ نے؟ نہیں۔۔۔"
حفصہ فوراً اچھل کر دور ہوئی تھی لیکن عدنان نے اسے تھام کر اپنے قریب کر لیا۔

"کیوں نہیں؟ تم نے خود کہا تھا کہ جو مانگوں گا وہ دو گی،"
عدنان نے اسے چھیڑتے ہوئے اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"عدنان، پلیز۔۔۔ کوئی اور چیز مانگ لیں نا۔ میں۔۔۔ میں اپ کو کوئی اچھی سی گھڑی لے دوں گی، یا آپ کی پسند کا کھانا بنا لوں گی،"

حفصہ نے ہکلاتے ہوئے کہا اور وہاں سے اٹھنے کی کوشش کی اور وہ اٹھ بھی گئی تھی مگر عدنان نے جلدی سے اٹھتے ہوئے اس کا راستہ روک لیا۔

"مجھے گھڑی یا کھانے کی ضرورت نہیں ہے حفصہ۔ مجھے صرف اپنی بیوی کی محبت چاہیے،"
عدنان نے اسے دیوار سے لگا لیا۔

"ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار۔"
وہ معصومیت سے اس سے کس مانگ رہا تھا چہرہ معصومانہ اور حرکتیں لوفرانہ حفصہ سوچ کر رہ گئی۔

"نہیں۔۔۔ عدنان، مجھے شرم آ رہی ہے۔ پلیز چھوڑیں مجھے،"

حفصہ نے تین چار بار سختی سے نفی میں سر ہلایا اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی ناکام کوشش کی۔

"حفصہ! دیکھو میری طرف،"

عدنان کا لہجہ اب بہت سنجیدہ اور جذباتی ہو گیا تھا۔

"آج کی رات ہم نے بہت دکھ بانٹے ہیں، بہت پچھتاوے جھیلے ہیں۔ کیا میں اتنا بھی حق نہیں رکھتا کہ تم اپنی مرضی سے اپنے عدنان کو اتنا بھی انعام نہیں دو گی؟"

عدنان کی آنکھوں میں موجود سچی طلب اور جذبوں کی تپش نے حفصہ کے تمام دفاعی بندھن توڑ دیے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص اس کے لیے کتنا تڑپا ہے، اس نے اسے کتنا مان دیا ہے۔ عدنان کی محبت کے آگے اس کی 'نہ' اب کمزور پڑ رہی تھی۔ حفصہ نے ایک طویل سانس لیا اور لرزتے ہوئے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اس کی خاموشی اور جھکی ہوئی پلکیں عدنان کے لیے رضامندی کا پیغام تھیں۔

"کرو کس اب جلدی"

عدنان نے اس کی موندی ہوئی آنکھیں دیکھ کر کہا۔

"عدنان"

حفصہ نے مزاحمت کرنے کی ایک بار پھر سے کوشش کی کیوں کہ وہ کس نہیں کر پا رہی تھی وہ شرما رہی تھی۔

اوکے نہیں کرو"

عدنان پیچھے ہو گیا حفصہ نے تڑپ کر عدنان کی طرف دیکھا تھا۔ عدنان کا اچانک پیچھے ہٹنا حفصہ کے لیے کسی جھٹکے سے کم نہ تھا۔ وہ جو ابھی شرم وحیا کے سمندر میں غوطے کھا رہی تھی، عدنان کی اس بے رخی پر ایک دم تڑپ اٹھی۔ اس نے اپنی موندھی ہوئی آنکھیں کھولیں اور نم دیدہ نظروں سے عدنان کو دیکھا، جو اب بیڈ کے کنارے جا کر بیٹھ گیا تھا اور اس کا رخ دوسری طرف تھا۔

"عدنان۔۔۔ آپ ناراض ہو گئے؟"

حفصہ نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا۔ اس کے لہجے میں ایسی تڑپ تھی کہ عدنان کا دل پگھلنے لگا، مگر وہ آج اپنی بات منوانے کا پکا ارادہ کر چکا تھا۔

"نہیں حفصہ، میں ناراض کیوں ہوں گا؟"

عدنان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا، مگر اس کی آواز میں ایک مصنوعی بیزاری تھی۔

"بس مجھے لگا کہ شاید میں تم سے کچھ زیادہ ہی مانگ رہا ہوں۔ اور شاید مجھے یہ لگتا ہے تم مجھ سے محبت نہیں کرتی"

اس نے مصنوعی غصے سے کہا تھا۔

"ایسا نہیں ہے عدنان! اللہ کی قسم ایسا نہیں ہے،"

حفصہ دوڑ کر اس کے قریب آئی۔

"ہم مجھے کام ہے"

اس نے بس اتنا کہا اور دروازے کی جاب بڑھ گیا۔

"رکیے عدنان!"

اس نے پکارا۔ عدنان کے ہاتھ دروازے کے ہینڈل پر تھے، مگر اس کے لبوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی جو حفصہ کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ رکا، مگر مڑا نہیں۔

حفصہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے پیچھے آئی۔ اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا، مگر اس کی محبت اس کی حیا پر غالب آ رہی تھی۔ اس نے عدنان کے چوڑے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اور اپنا سر اس کی کمر سے ٹکا دیا۔

"مانتی ہوں عدنان۔۔۔ آپ کی بات مانتی ہوں۔ میں دوں گی آپ کو آپ کا گفٹ، بس آپ مجھ سے دور نہ جائیں،"

اس نے بہت دھیمی آواز میں اقرار کیا۔ عدنان آہستہ سے مڑا۔ اس کی آنکھوں میں اب شرارت کی وہ چمک لوٹ آئی تھی جس نے حفصہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔ اس نے حفصہ کو اپنی باہوں میں بھرا اور اسے دیوار کے ساتھ لگا لیا۔

"تو پھر دیر کس بات کی ہے؟"

عدنان نے اس کے چہرے پر جھک کر پوچھا۔اس کی گرم سانسیں حفصہ کے چہرے سے ٹکرا رہی تھیں۔ حفصہ نے لرزتے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور عدنان کے کالر کو تھام لیا۔اس نے اپنی ایڑیاں اٹھائیں اور بہت نزاکت سے عدنان کے قریب ہوئی۔ کمرے میں موجود شمعیں اب آخری سانسیں لے رہی تھیں، مگر ان کی دھیمی روشنی حفصہ کے سرخ ہوتے چہرے کو مزید دلکش بنا رہی تھی۔ جیسے ہی حفصہ کے لب عدنان کے لبوں سے مس ہوئے، عدنان نے شدت سے اسے خود میں بھینچ لیا۔ کچھ دیر بعد جب عدنان نے اسے تھوڑا آزاد کیا، تو حفصہ سانس لینے کے لیے ہانپ رہی تھی۔اس کا چہرہ عدنان کے سینے میں چھپا ہوا تھا اور وہ شرم کے مارے سر اٹھانے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

"اب خوش ہیں آپ؟ لوفر کہیں کے!"

حفصہ نے دبی آواز میں اس کے سینے پر ایک ہلکا سا مکا مارا، جس پر عدنان کا قہقہہ پورے کمرے میں گونج اٹھا۔

"لوفر؟ میں؟ اپنی بیوی سے اپنا حق مانگنے والا لوفر ہو گیا؟"
عدنان نے اسے چھیڑتے ہوئے دوبارہ اس کی ٹھوڑی اوپر اٹھائی۔

"تو سنو میڈم! یہ لوفر اب ساری زندگی تمہیں ایسے ہی تنگ کرے گا۔"
حفصہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اب وہ ڈر نہیں تھا جو کبھی عدنان نقوی کے نام سے آتا تھا۔ اب وہاں صرف بھروسہ اور والہانہ پن تھا۔

"عدنان، وعدہ کریں کہ آپ مجھے اسکول ضرور بھیجیں گے۔ میں بہت اچھی طرح پڑھوں گی،"

اس نے دوبارہ اس داخلہ فارم کی طرف اشارہ کیا جو بیڈ پر پڑا تھا۔

"وعدہ حفصہ! تم کل سے ہی اپنی تیاری شروع کرو۔ میں نے تمہارا ایڈمیشن بہت اچھے اسکول میں کروایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب تم ڈاکٹر یا افسر بنو، تو لوگ تمہیں تمہارے نام سے پہچانیں، نہ کہ صرف عدنان نقوی کی بیوی کے طور پر،"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ عدنان نے اسے اٹھا کر بیڈ پر بٹھایا اور خود اس کے ساتھ لیٹ گیا۔ اس نے حفصہ کا سر اپنے بازو پر رکھا اور اسے اپنے قریب کر لیا۔ کمرے کی روشنی اب تقریباً ختم ہو چکی تھی، مگر ان کے دلوں میں امید کے چراغ روشن تھے۔

"حفصہ،"

عدنان نے نیند بھری آواز میں پکارا۔

"جی؟"

حفصہ نے آہستہ سے کہا۔

"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی اتنی خوبصورت بھی ہو سکتی ہے۔
شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے۔"

حفصہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا اور اطمینان سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"اور شکریہ میرا 'یار' بننے کے لیے جانِ عدنان"

عدنان آج بہت تھکا ہوا تھا اور ان دونوں کو چوٹ بھی لگی تھی رستے سے ہی وہ ڈاکٹر کے پاس سے ہو آئے تھے اس لیے اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کی باہوں میں سکون سے سو رہے تھے۔

صبح سب لوگ ساتھ مل کر ناشتہ کر رہے تھے حویلی کا ماحول پہلے جیسا پر سکون ہو گیا تھا سب لوگ ہی اس بات پر خوش تھے کہ سچائی سب کے سامنے آگئی تھی اور حویلی کا وارث حویلی واپس اگیا تھا۔۔

"ماشاءاللہ ایک بار پھر میری پوری دنیا یہاں ہیں"

سید سائیں نے اپنے بیٹوں پوتوں پوتیوں کو دیکھ مسکرا کر کہا تھا ان کی بات پر سب لوگ ہی مسکرائے تھے۔

"جی ماشاءاللہ سید سائیں"

ساجد نقوی نے بھی ان کی بات کی تائید کی تھی یحییٰ کی نظریں بار بار بھٹک کر ماہا کی طرف اٹھ رہی تھی۔۔

"روح آج تم تیار کیوں نہیں ہوئی"

موسیٰ کے برابر میں بیٹھی روح کو دیکھ کر عافیہ بیگم نے کہا تھا۔

"کس لیے ماں سائیں"

روح نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔۔

"تم نے کالج نہیں جانا؟"

عافیہ بیگم نے اس سے سوال کیا تھا۔

"نہیں ماں سائیں کل سے جاؤں گی"

روح نے ناشتہ کرتے ہوئے بگ نیازی سے کہا تھا۔

"تمہاری ٹیچر کا میسج آیا تھا تم لوگوں کے پری بورڈ شروع ہو رہے ہیں اس لیے کالج کے لیے جا کر تیار ہو کر آؤ"

سردار موسیٰ کی آواز ڈائننگ ٹیبل پر گونجی تھی جبکہ اس کے کہنے پر روح نے برا سا منہ بنا کر اس کی جانب دیکھا تھا اس کا بلکل بھی دل نہیں تھا اج کالج جانے کا۔۔

"کل سے چلی جاؤں گی نہ"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا سردار موسیٰ نے اس کو گھور کر دیکھا۔

"روح میں نے کہا ہے کہ جاؤ کالج کے لیے ریڈی ہو کر آؤ"

سردار موسیٰ کی آواز میں اب کی بار سختی تھی اس لیے روح کو نہ چاہتے ہوئے بھی اٹھنا پڑا تھا اگر وہ نہ اٹھتی تو اپنے شوہر صاحب کے غصے سے وہ اچھے سے واقف تھی لیکن جاتے ہوئے غصے سے اسے گھورنا نہیں بھولی تھی وہ بھی اس کی بیوی تھی بدلہ لینا وہ اچھے سے جانتی تھی جب کہ ان دونوں کی اس نوک جھوک پر وہاں موجود ہر شخص کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔

"سید سائیں میری بھی ایک بات مان لیں"

ہاشم نے معصومانہ منہ بنا کر سید سائیں کی جانب دیکھا جبکہ اس کے اس قدر معصومیت پر سید سائیں کو واقعی لگا تھا کہ دال میں کچھ کالہ ہے باقی سب لوگ بھی اس کی طرف ہی متوجہ ہوئے تھے۔

"میں کیا سوچ رہا تھا"

ابھی وہ بات مکمل کرتا کہ سردار موسیٰ بولا اٹھا۔

"اچھا تو تم سوچتے بھی ہو انٹرسٹنگ لیکن میرا مشورہ یہ ہے تم نہ سوچا کرو"
سردار موسیٰ نے اسے تنگ کرنے کے لیے کہا تھا جس پر اس کا تو منہ بن گیا تھا لیکن وہاں موجود لوگ اس کی شکل دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"موسی کے بچے اب اگر تم بیچ میں بولے نا تو پھر دیکھنا"
ہاشم نے غصے سے اسے وارن کیا تھا اور پھر سے سید سائیں کی جانب متوجہ ہوا۔۔

"ارے کہاں ہیں کہاں ہیں"
سردار موسیٰ نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا تھا جبکہ سب لوگ حیران ہو رہے تھے کہ وہ کر کیا رہا ہے۔۔

"کیا؟"

ہاشم نے گھور کر اس سے سوال کیا۔۔

"میرے بچے کہاں ہیں"

سردار موسیٰ اب بھی نوٹنکی کرتے ہوئے ادھر ادھر کی جانب دیکھ رہا تھا جبکہ باقی سب لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ تھی آج اتنے دنوں بعد یہ ماحول حویلی میں آیا تھا تو اس لیے سب لوگ ہی بہت خوش تھے۔

"موسیٰ اب اگر تم بولے نہ"

ہاشم بات مکمل کرتا کہ ایک بار پھر موسیٰ کی آواز آئی۔

"ہم نہیں تو کیا"

موسیٰ نے بھی اسے سرے عام چیلنج کیا تھا سب لوگ ان دونوں کی طرف ہی متوجہ تھے۔۔ہاشم نے ایک گہری سانس لی اور موسیٰ کو نظر انداز کرتے ہوئے سید سائیں کی طرف بالکل کسی معصوم بچے کی طرح جھکا۔

"سید سائیں! میں یہ کہہ رہا تھا کہ اب حویلی میں خوشیاں لوٹ آئی ہیں، موسیٰ بھی واپس آگیا ہے، سچائی بھی سامنے آگئی۔ تو اب کیوں نہ حویلی میں ایک خوشی کا ماحول ہو شہنائیاں بجنی چاہیے؟ میرا مطلب ہے، اب میری اور نور کی رخصتی کی تاریخ پکی کر دی جائے، آخر میں بھی تو انسان ہوں، کب تک اس 'انتظار' کی سولی پر لٹکا رہوں گا؟"

ہاشم کے اس قدر کھلم کھلا مطالبے پر نور نے شرم کے مارے فوراً اپنا سر جھکا لیا، جبکہ ڈائننگ ٹیبل پر ایک لمحے کے لیے خاموشی چھائی اور پھر سب کے قہقہے گونج اٹھے۔

"اوہو! تو یہ بات ہے؟ شہنائی بجانے کا اتنا ہی شوق ہے تو کسی بینڈ والے کو بلا لیتے ہیں، تمہاری رخصتی کی کیا ضرورت ہے؟"
موسیٰ نے ہنستے ہوئے ایک بار پھر ٹانگ اڑائی۔

"موسیٰ! تنگ نہیں کرو کب سے میری شادی پلین تھی وہ تو اتنا سب ہو گیا اب تو ذرا غریبوں کے حال پر بھی رحم کریں۔ سید سائیں، آپ بتائیں نا؟"
ہاشم نے غصے سے موسیٰ کو دیکھا۔

"ہاشم بیٹا، بات تو تمہاری ٹھیک ہے، ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ اب خوشیاں مکمل ہو جائیں۔ لیکن۔۔۔"
سید سائیں نے مسکراتے ہوئے ہاشم کو دیکھا اور پھر سنجیدگی سے بولے۔

"لیکن کیا سید سائیں؟"

ہاشم کا دل دھک سے رہ گیا۔

"لیکن یہ کہ ابھی بچیوں کے امتحانات (Exams) شروع ہونے والے ہیں۔ روح کے پری بورڈز ہیں، اور نور بچے خود اپنے پیپرز سے رہی ہے باقی سب کے بھی ایگزیم ہیں"
سید سائیں نے وضاحت کی۔

"بالکل سید سائیں! میرا بھی یہی مشورہ ہے۔ ابھی رخصتی کا ہنگامہ کھڑا کیا تو ان سب کی پڑھائی پر اثر ہو گا۔ پہلے یہ سب اپنے پیپرز سے فارغ ہو جائیں، تب تک ہاشم میاں بھی ذرا 'صبر' کی ٹریننگ مکمل کر لیں گے۔"
موسیٰ نے موقع غنیمت جانا اور فوراً بولا۔

"آئے بڑے مشورے دینے والے! خود تو حویلی واپس آکر سکون سے بیٹھے ہیں اور دوسروں کو صبر کی تلقین کر رہے ہیں۔"
ہاشم کا منہ بن گیا، وہ موسیٰ کی طرف دیکھ کر بڑبڑایا۔

"کچھ کہا تم نے ہاشم؟"
موسیٰ نے بھنویں اچکا کر پوچھا۔

"میں کہہ رہا تھا کہ آپ بہت 'نیک' مشورے دیتے ہیں سردار موسیٰ!"
ہاشم نے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا جس پر سب ہنس پڑے۔

"اچھا بچیوں کے کالج کا ٹائم ہو گیا ہے ہاشم چھوڑ کو آؤ"
ریاست نقوی نے ہاشم کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

"تایاابو آج تو موسیٰ نے مجھے قبیلے کے کام کے لیے شہر بھیجا ہے تو ان سب کو چھوڑنے یحییٰ جائے گا"

ہاشم نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا جس پر ریاست نقوی نے ہاں میں سر ہلایا ہاشم وہاں سے نور ہو نظریں مرکوز کیے جا چکا تھا۔

"کی چاچا سائیں میں چھوڑ آتا ہوں"

یحییٰ نے سب کی جانب دیکھ کر کہا۔۔

"لیکن روح تو ابھی آئی نہیں"

ماہا نے نور اور قندیل کو اٹھتا دیکھ کر کہا تھا۔

"تم لوگوں جاؤ میں اسے لے آؤ گا"

سردار موسیٰ نے ان سب کی طرف دیکھ کر کہا تھا جس پر انھوں نے ہاں میں سر ہلایا وہ تینوں یحییٰ کے حمراہ کالج کے لیے نکل چکی تھی۔

"موسیٰ میں دیکھ کر آتی ہوں یہ لڑکی کہاں رہ گئی ہے"
عافیہ بیگم نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں چاچی سائیں اپ ناشتہ کریں میں خود دیکھ لوں گا"
سردار موسیٰ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا تو عافیہ بیگم نے ہاں میں سر ہلایا
سردار موسیٰ وہاں سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر کی جانب جا چکا تھا۔



سردار موسیٰ روح کے کمرے میں آیا تھا جہاں وہ مزے سے لیٹی گیم کھیل رہی تھی کمرے کا دروازہ کھلنے پر روح فوراً سے سیدھی ہوئی تھی اور اس نے مڑ کر دیکھا وہ کافی حیران ہوئی تھی کیوں کہ کمرہ تو وہ لاک کر کے آئی تھی پھر سردار موسیٰ اندر کیسے ایا۔

"اتنا حیران نہ ہو"

سردار موسیٰ نے ہاتھ میں کیز گھماتے ہوئے کہا تو روح سب ماجرہ سمجھ گئی تھی۔ سردار موسیٰ نے ہاتھ میں موجود چابیوں کا گچھا بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پٹخا اور نہایت سکون سے چلتا ہوا روح کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔ روح، جو ابھی تک بیڈ پر نیم دراز تھی اب سٹپٹا کر بیڈ سے نیچے اتری۔ اس نے ابھی تک کالج کی یونیفارم نہیں پہنی تھی، بلکہ وہ اپنے آرام دہ سے گھر کے کپڑوں میں ہی تھی۔

"تم ابھی تک تیار نہیں ہوئی؟"

موسیٰ کی آواز میں حیرت سے زیادہ ایک خاص قسم کی بھاری گونج تھی جس نے روح کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے روک دی۔

"میں نے کہا تھا نا موسیٰ! میرا آج بالکل موڈ نہیں ہے کالج جانے کا۔اور ویسے بھی، باقی سب لوگ تو اب تک جا بھی چکے ہوں گیں،اب میں اکیلی کیسے جاؤں گی؟"

روح نے کندھے اچکا کر نہایت لاپروائی سے جواب دیا اور دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کی موسیٰ نے ایک زوردار جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا اور اسے بیڈ پر اچھال دیا۔

"روح! میں نے نیچے سب کے سامنے کیا کہا تھا؟ کیا تمہیں میری بات مذاق لگتی ہے؟"

موسیٰ کے لہجے کی سختی اب واضح تھی۔

"مذاق نہیں لگتی، مگر میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں جسے آپ انگلی پکڑ کر کالج چھوڑ کر آئیں گے۔ میں نے کہہ دیا میں نہیں جا رہی تو بس نہیں جا رہی!"

روح نے بھی تڑخ کر جواب دیا اور سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔ اسے لگا تھا کہ شاید موسیٰ ہار مان لے گا، مگر وہ سردار موسیٰ تھا، جس کی ڈکشنری میں 'ہار' نام کا لفظ ہی نہیں تھا۔ موسیٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی آنکھیں موند کر خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔ پھر اس نے ایک قدم آگے بڑھایا، جس پر روح لاشعوری طور پر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"ٹھیک ہے روح۔۔۔ اگر تم نہیں جانا چاہتی تو مت جاؤ۔ میں تمہیں زبردستی نہیں لے جاؤں گا،

موسیٰ کے لہجے میں اچانک آنے والی نرمی روح کے لیے خطرے کی گھنٹی تھی۔

"مگر تمہیں پتہ ہے نا کہ سردار موسیٰ کوئی بھی کام مفت میں نہیں کرتا؟"
سردار موسیٰ نے اسکی جانب دیکھ کر شرارت سے کہا۔

"کیا مطلب؟"
روح نے الجھن سے اسے دیکھا۔

"مطلب یہ کہ اگر تم آج کالج نہیں جا رہی ہو، تو تمہیں اس کی قیمت چکانی پڑے گی۔ میری بات نہ ماننے کی قیمت،"
موسیٰ نے نہایت دھیمی اور پراسرار آواز میں کہا۔ اس کی نظریں روح کے چہرے پر جمی تھیں جواب آہستہ آہستہ زرد پڑ رہا تھا۔

"کیسی قیمت؟"

روح نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ کمرے کی فضا اچانک بوجھل ہو گئی ہے۔ موسیٰ نے جواب دینے کے بجائے ایک دم اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور روح کو اس کی کمر سے تھام کر ایک ہی جھٹکے میں اپنے بالکل قریب کر لیا۔ روح کو سنبھلنے کا موقع تک نہ ملا۔ اس کا وجود موسیٰ کے مضبوط سینے سے ٹکرایا۔ موسیٰ کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ روح کو اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"موسیٰ! یہ کیا بدتمیزی ہے؟ چھوڑیں مجھے!"

روح نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی، مگر موسیٰ جیسے پتھر کی دیوار بن چکا تھا۔

"خاموش روح! اب صرف میں بولوں گا اور تم سنو گی،" موسیٰ نے اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کی۔ اس کے گرم سانسوں کی حدت روح کے پور پور میں سرایت کر رہی تھی۔ اب اس نے روح کی پشت اپنی جانب کی روح کی پشت موسیٰ کی طرف تھی اور وہ اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔ اس سے پہلے کہ روح کچھ سمجھ پاتی، اس نے محسوس کیا کہ موسیٰ کے ٹھنڈی انگلیاں اس کی قمیض کی پشت پر موجود زپ (Zip) کو چھو رہے ہیں۔ روح کا پورا وجود لرز اٹھا۔

"موسیٰ۔۔۔ نہیں!"

روح کی آواز بمشکل اس کے حلق سے نکلی۔ مگر موسیٰ نے کوئی رعایت نہ برتی۔اس نے نہایت نزاکت مگر مہارت سے اس کی پشت کی زپ نیچے کی طرف سرکائی۔ ٹھنڈی ہوا نے جیسے ہی روح کی برہنہ جلد کو چھوا، اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ وہ اس اچانک ہونے والے حملے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھی۔ موسیٰ نے اسے خود سے جدا نہیں کیا، بلکہ مزید قریب کر لیا۔اس نے اپنا سر جھکایا اور اپنے تپتے ہوئے لب روح کی نرم و نازک پشت پر رکھ دیے۔ روح کے منہ سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی اور اس نے بے اختیاری میں موسیٰ کے بازوؤں پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔ یہ لمس اتنا شدید اور غیر متوقع تھا کہ روح کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

اسلام علیکم کیوٹیز!

امید ہے کہ آپ سب ٹھیک ہو گی اور رمضان بھی اچھے سب جا رہا ہو گا میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ میرے چینل (Saiqa's creation پر میں ایک ناول اپلوڈ کروں گی شارٹ ہو گا جس کی 5 اپیسوڈ ہوں گی۔

dharkno se kareb tu آپ سب نے وہ لازمی پڑھنا ہے اور چینل بھی سبسکرائب کریں شکریہ رومینٹک ناول ہو گا۔۔

موسیٰ کے لبوں کی تپش اس کی جلد میں جیسے آگ بھر رہی تھی۔ وہ کچھ دیر وہیں ٹھہرا رہا، جیسے اس لمحے کو اپنی روح میں قید کر رہا ہو۔ کمرے میں اس وقت صرف ان دونوں کی تیز ہوتی سانسوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد، موسیٰ نے اپنا سر اٹھایا، مگر اس کی گرفت اب بھی روح کی کمر پر برقرار تھی۔ اس کی آنکھیں مدہوشی اور جنون سے لبریز تھیں۔

"یہ قیمت ہے روح۔۔۔ میری بات ٹالنے کی،"

اس نے مخمور لہجے میں سرگوشی کی۔

"اب بتاؤ، کالج جانا ہے یا میں اس قیمت کو مزید بڑھا دوں؟"

اس نے روح کو حیران دیکھ کر ایک بار پھر سے کہا روح کا حال یہ تھا کہ وہ بولنے کی سکت بھی کھو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، مگر یہ نمی غصے کی نہیں بلکہ اس احساس کی تھی جو موسیٰ کے لمس نے اس کے اندر جگا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اگر وہ اب بھی نہ مانی، تو موسیٰ واقعی اس قیمت کو اس حد تک لے جائے گا جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہو گی۔

"میں۔۔۔ میں تیار ہوتی ہوں،"

روح نے لرزتی آواز میں کہا۔ موسیٰ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے چھوڑا اور دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"گڈ گرل! پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔ میں باہر گاڑی میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اور یاد رکھنا روح۔۔۔ اگر اس بار دیر ہوئی، تو قیمت ڈبل ہو جائے گی۔"

موسیٰ اپنی بات کہہ کر وہاں سے نکل گیا کیوں کہ اسے ایک ضروری کال کرنی تھی مگر روح وہیں بیڈ کا سہارا لیے کھڑی رہی۔ اس کے کندھے اب بھی لرز رہے تھے اور پشت پر موسیٰ کے لبوں کا لمس اب بھی دہک رہا تھا۔ اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا، اس کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں موسیٰ! بہت زیادہ برے،"

اس نے خود کلامی کی، مگر اس کی آواز میں وہ غصہ نہیں تھا جو کچھ دیر پہلے تھا۔ وہ جلدی سے الماری کی طرف بڑھی۔ اسے پتہ تھا کہ سردار موسیٰ اپنی بات کا پکا ہے، اور وہ مزید کسی 'قیمت' کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ پانچ منٹ کے اندر وہ یونیفارم پہن کر، بالوں کو سمیٹتی ہوئی اس نے اپنا عبایا نکال تھا حجاب نقاب کرنے کے بعد نیچے کی طرف بھاگی۔

💗💗

"حفصہ آرام سے کھاؤ اگر ہم لیٹ بھی ہو گئے تو کوئی بات نہیں"

حفصہ جس کا آج اسکول کا پہلا دن تھا اور وہ لیٹ ہو چکی تھی اس لیے اب جلدی جلدی سے کھا رہی تھی۔۔

"نہیں نہ وہ لوگ کیا سوچیں گیں"

حفصہ نے معصومیت سے کہا۔

"تم سردار عدنان نقوی کی بیوی ہو وہ کچھ بھی نہیں سوچیں گیں"

عدنان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔ عدنان نے مسکرا کر حفصہ کے گال کو تھپتھپایا۔ حفصہ نے جلدی سے اپنا آخری لقمہ ختم کیا اور پانی پی کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج اس نے گہرے نیلے رنگ کا عبایا پہنا تھا اور سر پر اس سے میچنگ سکارف بہت نفاست سے باندھا ہوا تھا۔ اس کے معصوم چہرے پر پھیلی ہلکی سی گھبراہٹ اسے مزید پرکشش بنا رہی تھی۔

"میں تیار ہوں، چلیں؟"

حفصہ نے اپنا بیگ کندھے پر لٹکاتے ہوئے کہا۔ عدنان نے اثبات میں سر ہلایا اور اس کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی جب حویلی کے بڑے گیٹ سے باہر نکلی تو حفصہ کی نظریں کھڑکی سے باہر جم گئیں۔ وہ خاموش تھی، مگر اس کے ہاتھ مسلسل اپنی اسکارف کے پلو کو مروڑ رہے تھے، جو اس کی بے چینی کا واضح ثبوت تھا۔ عدنان نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ایک نظر اس پر ڈالی اور اس کی نروسنس (Nervousness) کو بھانپ گیا۔

"حفصہ! اتنی پریشان کیوں ہو رہی ہو؟ صرف اسکول ہی تو جا رہی ہو، کسی جنگ پر نہیں۔"

عدنان نے فضا کو ہلکا کرنے کے لیے مذاقاً کہا۔

"عدنان! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ وہاں سب لڑکیاں مجھ سے چھوٹی ہوں گی، ٹیچرز کیا کہیں گی؟ اور اگر میں کچھ غلط بول دوں یا مجھے کچھ سمجھ نہ آیا تو؟"
حفصہ نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں میں خوف لیے عدنان کی طرف دیکھا۔
عدنان نے گاڑی ایک سائیڈ پر روکی اور پوری طرح حفصہ کی طرف مڑ گیا۔
اس نے حفصہ کے دونوں لرزتے ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھوں میں لیے۔

"میری بات غور سے سنو حفصہ۔ علم حاصل کرنے کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ تم وہاں اس لیے نہیں جا رہی ہو کہ لوگوں کو متاثر کرو، بلکہ تم وہاں اپنے خوابوں کو پورا کرنے جا رہی ہو۔ وہ لڑکیاں کیا سوچتی ہیں یا ٹیچرز کیا کہیں گی، اس سے تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ تم عدنان نقوی کی طاقت ہو، اور یاد رکھو، تمہارے پیچھے میں کھڑا ہوں۔"
عدنان کی باتوں نے حفصہ کے دل پر مرہم کا کام کیا۔ اس کی آواز کا یقین حفصہ کے اندر اترتا چلا گیا۔

"لیکن اگر میں فیل ہو گئی تو؟"

حفصہ نے دبی آواز میں اپنا سب سے بڑا ڈر ظاہر کیا۔ عدنان کھلکھلا کر ہنس پڑا، اس کا قہقہہ گاڑی کے بند شیشوں میں گونجا۔

"فیل؟ میری بیوی اور فیل ہو جائے؟ ناممکن! اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا، تو ہم دوبارہ کوشش کریں گے۔ زندگی میں ہارنا کوئی بری بات نہیں، ہار کر بیٹھ جانا برا ہے۔ تم بس اپنی محنت کرنا، رزلٹ اللہ پر چھوڑ دو۔"

عدنان اسے محبت سے سمجھا رہا تھا۔

"آپ واقعی بہت اچھے ہیں عدنان۔"

حفصہ کے لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

"وہ تو میں ہوں، اب چلو ورنہ واقعی پرنسپل صاحبہ کہیں گی کہ سردار صاحب اپنی بیوی کو پہلے دن ہی لیٹ لے کر آئے ہیں۔"

عدنان نے دوبارہ گاڑی اسٹارٹ کی اور اسکول کی منزل کی طرف بڑھ گیا۔



سردار موسیٰ گاڑی میں خاموشی سے بیٹھا ڈرائیونگ کر رہا تھا، جبکہ روح اب بھی منہ بسورے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن میں بار بار کمرے والا سین گھوم رہا تھا جس نے اس کے پورے وجود میں ایک عجیب سی ہلچل مچا دی تھی۔

"روح! اگر باہر دیکھنا ختم ہو گیا ہو تو ذرا ادھر بھی دیکھ لو۔"

موسیٰ نے شرارت سے کہا۔

"میں نے آپ سے بات نہیں کرنی۔ آپ بہت بد تمیز ہو گئے ہیں۔"
روح نے نقاب کے اندر سے غصے میں کہا، اگرچہ اس کی آواز میں وہ پہلے والی تڑخ نہیں تھی۔

"اچھا؟ بد تمیزی تو ابھی میں نے شروع ہی نہیں کی بیگم۔ وہ تو بس ایک ٹریلر تھا، اگر تم چاہتی ہو کہ فلم پوری دکھائی جائے تو میں ابھی گاڑی واپس حویلی کی طرف موڑ سکتا ہوں۔"
موسیٰ نے ایک دم بریک لگائی اور گاڑی کا رخ موڑنے کا ناٹک کیا۔

"نہیں! نہیں موسیٰ، خدا کے لیے ایسا مت کیجیے گا۔ میں جا رہی ہوں کالج، میں پڑھ لوں گی!"
روح ایک دم ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی اور التجا کرنے لگی۔ موسیٰ اس کی معصومیت اور خوف پر ہنس پڑا اور دوبارہ گاڑی کالج کے راستے پر ڈال دی۔

"تمہارے پیپرز سر پر ہیں روح، میں مذاق نہیں کر رہا۔ میں چاہتا ہوں تم اچھے نمبر لاؤ اور اگر تم نے اچھے نمبر لیے، تو پھر تم جو مانگو گی، میں تمہیں وہی دوں گا۔"

موسیٰ نے اب سنجیدگی سے کہا۔

"سچ؟ جو میں مانگوں گی؟"

روح کی آنکھوں میں چمک آگئی۔

"ہاں، سردار موسیٰ کا وعدہ ہے۔"

سردار موسیٰ اس کی خوشی دیکھ کر بولا۔

"ٹھیک ہے، پھر تیار رہیں، کیونکہ میں آپ سے وہ مانگوں گی جو آپ کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا۔"

روح نے چیلنجنگ انداز میں کہا۔ موسیٰ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ روح کی یہ معصوم شرارتیں ہی اس کی زندگی کا اصل سکون ہیں۔ گاڑی کالج کے سامنے رکی تو روح نے اترنے سے پہلے ایک بار مڑ کر موسیٰ کو دیکھا اگر وہ نہ بھی دیکھتی تو موسیٰ خود روک لیتا۔

"موسیٰ!"

روح نے مڑ کر کہا۔

"جی؟"

موسیٰ اس کی خوبصورت آنکھوں میں دیکھ کر بولا جو کہ نقاب میں قید تھی

"پیسے"

روح نے معصومیت سے کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر موسیٰ نے اپنے والٹ سے 5 ہزار کا نوٹ نکال کر اسے تھما دیا۔۔

"یہ زیادہ ہے"

روح نے حیرانی سے کہا۔۔

"کوئی بات نہیں میری جان باقی آپ رکھ لیں"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد روح اتر کر کالج چلی گئی اس کے اندر جانے تک موسیٰ وہی کھڑا رہا اور اس بات سے وہ دونوں ہی انجان تھے آگے کیا ہو گا دور کھڑا شخص ان لوگوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔

یحییٰ نے سب کو کالج چھوڑ دیا تھا اب گاڑی میں صرف وہ دونوں ہی تھے اس کی گاڑی اچانک سے روکی تھی جس سے جھٹکا لگنے پر ماہا کا سر سیٹ سے لگا تھا وہ پیچھے بیٹھی ہوئی تھی یحییٰ فورا سے پیچھے موڑا اور اس نے ماہا کی جانب دیکھا۔۔

"ٹھیک ہو تم"

یحییٰ کے انداز میں بے چینی تھی ماہا نے نقاب سی لپٹی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر ہاں میں سر ہلا دیا سید خاندان کی سبھی عورتیں پردے میں رہتی تھی چاہے وہ جس بھی عمر کی ہو اور قبیلے میں بھی تقریباً سبھی عورتیں بچیاں پردہ ہی کرتی تھی کیوں کہ موسیٰ نے بھی اس پر سختی کی تھی۔ یحییٰ نے ایک گہرا سانس لیا اور گاڑی سے باہر نکل گیا۔ سڑک اس وقت کافی سنسان تھی اور دور دور تک کسی ورکشاپ کا نام و نشان نہیں تھا۔ کیوں کہ قبیلے سے شہر جانے کا راستہ تھا نور اور کندیل کا کالج ماہا اور روح کے کالج کے بلکل اپوزٹ تھا کیوں کہ وہ میڈیکل کالج تھا نور MBBS کر رہی تھی اور کندیل medicines پڑھ رہی تھی۔ اس نے بونٹ کھول کر انجن کا معائنہ کیا، کچھ تاروں کو ہلایا، پھر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اسٹارٹ کی لیکن گاڑی اسٹارٹ ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ تھک ہار کر واپس گاڑی میں آکر بیٹھا اور اسٹیرنگ پر ہاتھ مارا۔

"گاڑی تو بالکل جواب دے گئی ہے، لگتا ہے فیول پمپ میں کوئی مسئلہ ہوا ہے،"

یحییٰ نے پریشانی سے کہا۔ ماہا، جو پیچھے بیٹھی بار بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ رہی تھی، اب مزید خاموش نہ رہ سکی۔

"ہم بہت لیٹ ہو رہے ہیں۔ پہلے ہی ٹائم بہت زیادہ ہو گیا ہے، اگر میں مزید دیر سے پہنچی تو ٹیچر کلاس میں نہیں بیٹھنے دیں گی۔"

اس کی آواز میں گھبراہٹ صاف ظاہر تھی۔ یحییٰ نے آئینے میں اس کی آنکھوں کو دیکھا اور پھر باہر سڑک کی ویرانی پر نظر ڈالی۔ اس نے ایک فیصلہ کیا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا، پھر پیچھے والا دروازہ کھول کر ماہا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"باہر آؤ ماہا اور سامنے والی سیٹ پر آ کر بیٹھو"

اس نے بہت بے تکلفی سے بات کی تھی ایسا محسوس ہی نہ ہونے دیا جیسے ان کے درمیان پہلے کچھ ہوا ہو۔

"نہیں میں ٹھیک ہوں"

ماہا نے آہستہ سے کہا تھا۔

"ماہا میں کچھ کہہ وہاں ہوں آگے آکر بیٹھو"

یحییٰ جانتا تھا وہ اس طرح اس کی بات نہیں مانے گی اس لیے اس کا اس کا لہجہ اچانک بہت سنجیدہ اور حکمیہ ہو گیا تھا۔ ماہا ایک لمحے کے لیے اس کے اس رویے پر ہکا بکا بھی رہ گئی۔

"لیکن۔۔۔ میں فرنٹ سیٹ پر کیسے بیٹھ سکتی ہوں؟ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

اس نے آہستہ سے کہا تھا۔۔

"میں نے کہا نا باہر آؤ۔ پیچھے بیٹھ کر تم مجھ سے بات نہیں کر سکو گی اور مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے جب تک کوئی مدد نہیں آتی۔ چلو، باہر آؤ،" یحییٰ نے تھوڑی سختی سے کہا۔

"نہیں یحییٰ! پلیز سمجھنے کی کوشش کریں، میں پیچھے ہی ٹھیک ہوں،" ماہا نے ایک بار پھر مزاحمت کی۔

"ماہا، بحث مت کرو ایک تو سڑک بہت سنسان ہے مجھے تنگ نہیں کرو" یحییٰ نے دوبارہ کہا، اس بار اس کی آواز میں مزید سختی تھی۔

"یحییٰ بھائی! آپ غصہ کیوں کر رہے ہیں؟ میں کہہ رہی ہوں نا کہ میں نہیں آسکتی،"

ماہا نے لاشعوری طور پر 'بھائی' کا لفظ استعمال کیا جیسے وہ اس سختی سے بچنا چاہتی ہو۔ یحییٰ کا چہرہ ایک دم سے بدلا۔ اس نے دروازے کی چوکھٹ پر ہاتھ مارا۔

"خبردار! جو آج کے بعد مجھے بھائی کہا۔ میں تمہارا بھائی نہیں ہوں، اور تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو۔ اب چپ چاپ باہر آؤ ورنہ میں تمہیں اسی بیچ روڈ پر اکیلا چھوڑ کر چلا جاؤں گا، پھر خود ہی کالج کا راستہ ڈھونڈتی رہنا۔"

ماہا کی آنکھوں میں جھانک کر دھیمی مگر کاٹ دار آواز میں بولا۔ماہا کے پاؤں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا یحییٰ اسے یہاں اکیلا چھوڑ کر جانے کی بات کرے گا اسے سمجھ آ رہا تھا کہ یحییٰ کو اب آہستہ آہستہ اس سے محبت ہو رہی ہے،اور سچی بات تو یہ تھی کہ وہ خود بھی تو اس سے محبت کرتی تھی، نا جانے کیوں اس نے بھائی کا لفظ استعمال کیا تھا۔۔

"آپ واقعی مجھے اکیلا چھوڑ جائیں گے ؟"

ماہا نے ایک اور بار مزاحمت کرتے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"آزما کر کے دیکھ لو۔میں تین تک گنوں گا،"

یحییٰ نے رخ موڑ لیا۔

"ایک۔۔۔دو۔۔۔"

وہ اس کی طرف پشت کیسے گننے لگا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے! میں آ رہی ہوں،"
ماہا نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا اور گاڑی سے باہر نکل آئی۔ اس کا دل سینے میں ہتھوڑے کی طرح بج رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سوچا کہ اسے منع کرے مگر یحییٰ کی ایک گھورتی ہوئی نظر نے اسے خاموش کروا دیا۔ وہ نہایت برا سا منہ بنا کر فرنٹ سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ یحییٰ نے اطمینان سے دروازہ بند کیا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ گاڑی کے بند شیشوں میں ماہا کے عطر کی بھینی بھینی خوشبو اور یحییٰ کے پرفیوم کی تیکھی مہک ایک دوسرے میں ضم ہو رہی تھی۔ ماہا نے اپنا سر جھکا لیا اور نقاب کو تھوڑا اور درست کیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ یحییٰ کی نظریں مسلسل اس کے چہرے پر ہیں خاص کر اس کی انکھوں پر۔

"ناراض ہو؟"

یحییٰ نے بہت نرمی سے پوچھا وہ جو ابھی شیر بن رہا تھا، اب بالکل موم ہو چکا تھا۔ اس کی اس بات پر ماہا خاموش نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی جس یحییٰ کو وہ چاہتی تھی اس وقت وہ اس کے سامنے تھا لیکن کاش یہی یحییٰ اس وقت بھی ہوتا جب ماہا کو اس کی ضرورت تھی کاش یہی یحییٰ اس وقت ہوتا جب اس نے محبت کی تھی تب تو وہ اسے اس کی محبت کو ٹھکرا کر چلا گیا تھا اور آج اس کے سامنے یوں تھا کیوں؟ کیوں کہ اس خود محبت ہو گئی تھی اب اس سے لیکن جو اذیتیں ماہا نے برداشت کی تھی ان کا کیا یہ سب باتیں سوچتے اس کی انکھیں نم ہو گئی تھی یحییٰ نے اس کے چہرے کی طرف فوراً ہاتھ بڑھانا چاہا لیکن ماہا پیچھے ہو گئی۔۔

یحییٰ کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ ماہا کا اس طرح پیچھے ہٹنا اسے کسی گہرے زخم کی طرح لگا تھا۔ وہ جو ابھی چند لمحے پہلے اپنی مردانہ وجاہت اور سختی کے زعم میں اسے ڈرا رہا تھا، اب ایک پل میں مٹی کے ڈھیر کی طرح ڈھیر ہو گیا تھا۔ گاڑی کے بند شیشوں کے اندر خاموشی اتنی گہری تھی کہ ماہا کے دل کی دھڑکنیں یحییٰ کو اپنے کانوں میں سنائی دے رہی تھیں۔

"ماہا۔۔۔"

یحییٰ کی آواز میں ایسی ندامت تھی کہ وہ خود بھی اپنی آواز نہ پہچان سکا۔

"میں جانتا ہوں کہ میں نے بہت دیر کر دی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ میں اس معافی کا حقدار بھی نہیں ہوں جو میں تم سے مانگنے والا ہوں۔ مگر یقین کرو، ان دنوں میں، میں نے خود کو تمہاری یاد سے دور رکھنے کی جتنی کوشش کی، میں اتنا ہی تمہاری طرف کھنچتا چلا گیا۔"

یحییٰ اس کی جانب دیکھ کر بول رہا تھا۔۔

"معافی؟ کس بات کی معافی یحییٰ؟ اس بات کی کہ جب میں نے اپنی پوری کائنات آپ کے نام کی تھی، تو آپ نے اسے پیروں تلے روند دیا تھا؟ یا اس بات کی کہ جب مجھے آپ کے سہارے کی ضرورت تھی، تو آپ نے مجھے اکیلا چھوڑ کر چلے جانے کو ترجیح دی؟ بلکہ یوں کہاں جائے اپنی ہاری ہوئی محبت کو ترجیح دی"

ماہا نے ایک سرد آہ بھری اور نقاب سے نم ہوتی آنکھوں کو صاف کرنے کی کوشش کی۔ ماہا کے لہجے میں چھپا ہوا طنز یحییٰ کے سینے میں نشتر کی طرح چبھا۔

"آپ کی یہ محبت اس وقت کہاں تھی جب میں راتوں کو تکیے میں منہ چھپا کر روتی تھی؟اس وقت آپ کو میری آنکھوں کی نمی نظر کیوں نہیں آئی؟ آج جب میں نے خود کو سنبھالنا سیکھ لیا ہے، جب میں نے اپنے دل کے دروازے بند کر لیے ہیں، تو آپ کو اچانک سے مجھ سے محبت یاد آگئی؟" ماہا کی آواز اب بھرائی ہوئی تھی اور آنسوں نقاب کے اندر جذب ہو رہے تھے۔

"میں بزدل تھا ماہا۔ میں ڈر گیا تھا کہ اگر میں نے تمہاری محبت کو قبول کر لیا اور ایک بار پھر قسمت مجھ سے الٹ گئی تو میں پھر یہ سدمہ کیسے برداشت کروں گا میں اپنی حاری ہوئی محبت کی چادر اوڑھے پھرتا رہا، مگر خدا گواہ ہے، اگر میں نے تمہیں اذیت دی تو اس دوگنی اذیت مجھے خود ملیں ہے""" اس نے اپنا سر اٹھایا اور نم دیدہ نظروں سے ماہا کی طرف دیکھا۔

"آج جب میں نے تمہیں دیکھا، جب میں نے محسوس کیا کہ تم مجھ سے دور ہو رہی ہو، تو مجھے اپنی زندگی بے معنی لگنے لگی۔ مجھے لگا جیسے میرا سانس رک رہا ہے۔ ماہا! میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔"

یحییٰ کی بھی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

"کھونا تو اسے جاتا ہے نا یحییٰ جسے پایا گیا ہو،"

ماہا نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"آپ نے تو مجھے کبھی اپنا سمجھا ہی نہیں۔ میں تو آپ کے لیے صرف ایک چھوٹی بہن یا قبیلے کی ایک لڑکی تھی جس کا پیچھا چھڑانا آپ کے لیے ضروری تھا۔"

ماہا نے ایک اور طنز کیا۔

"نہیں ماہا! ایسا مت کہو،"

یحییٰ نے تڑپ کر کہا۔ اس نے ایک بار پھر ہمت کی اور اس بار ماہا کا ہاتھ تھامنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ نہایت عقیدت سے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ لیے۔

"تم میری زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ ظلم کیا، میں نے تمہارے جذبات کا مذاق اڑایا۔ مگر اب۔۔۔ اب میں وہ پرانا یحییٰ نہیں ہوں۔ میں تمہارے قدموں میں اپنی پوری زندگی رکھنے کو تیار ہوں۔"

وہ روتے ہوئے کہہ رہا تھا یحییٰ کی محبت سچی ثابت ہو گئی تھی کیوں کہ وہ ایک عورت کے لیے رو رہا تھا۔ ماہا نے اپنا رخ موڑ کر شیشے سے باہر دیکھنا شروع کر دیا جہاں ویران سڑک پر دھوپ اب تیز ہو رہی تھی۔

"محبت صرف کہنے سے نہیں ہوتی یحییٰ۔ محبت تو وہ تھی جو میں نے کی تھی، بنا کسی صلے کے، بنا کسی مطالبے کے۔ آپ کی یہ محبت تو ضرورت لگ رہی ہے۔ آپ کو آج میری ضرورت محسوس ہوئی ہے، اس لیے آپ کو یہ سب یاد آ رہا ہے۔"

یحییٰ نے دیکھا کہ ماہا کا پورا وجود لرز رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ کتنا ہی مضبوط کیوں نہ بن جائے، اندر سے وہ وہی معصوم ماہا تھی جو اس کے ایک اشارے پر اپنی جان دینے کو تیار رہتی تھی۔

"رونا بند کرو ماہا،"

یحییٰ کی آواز اب بھاری ہو گئی تھی۔

"تمہارے یہ آنسو مجھے جلا رہے ہیں۔ میں برداشت نہیں کر سکتا کہ میری وجہ سے تمہاری آنکھوں میں ایک بھی قطرہ آئے۔"

یہ بات کہتے ہوئے وہ شرمندہ سا بھی ہو گیا تھا۔

"کیوں؟"

ماہا نے ایک دم اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"کیوں برداشت نہیں کر سکتے؟ جب میں اتنے مہینے روتی رہی تب تو آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ اب اچانک یہ ہمدردی کیوں؟"

وہ اس کی طرف دیکھ کر سوال کر رہی تھی۔ یحییٰ اس کے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ وہ صرف اسے دیکھتا رہا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ آج ماہا اپنے اندر کا سارا غبار نکال دینا چاہتی ہے، اور وہ حق بجانب تھی۔

"میں تمہیں یہاں سے اس وقت تک نہیں لے کر جاؤں گا جب تک تم مجھے ایک موقع نہیں دو گی،"

یحییٰ نے ایک بار پھر وہی ضدی انداز اپنایا، مگر اس بار اس میں سختی نہیں بلکہ التجا تھی۔

"یحییٰ، ہم لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔"
ماہا نے بات بدلنے کی کوشش کی۔

"ہونے دو لیٹ! زندگی تو پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکی ہے ماہا۔ آج یا تو یہ قصہ ختم ہو جائے گا یا پھر ایک نئی شروعات ہو گی۔ میں تمہیں 'بھائی' نہیں کہلوانا چاہتا کیونکہ میں تمہارا شوہر بننے کے خواب دیکھ چکا ہوں۔ میں تمہیں اپنی عزت بنانا چاہتا ہوں۔"

یحییٰ کے ان الفاظ نے ماہا کے دل پر ایک زوردار ضرب لگائی۔ 'شوہر'۔۔۔
یہ وہ لفظ تھا جسے وہ مہینوں سے اپنے کھوابوں میں یحییٰ کے نام کے ساتھ جوڑتی آئی تھی۔ آج وہی لفظ یحییٰ کی زبان سے سن کر اس کے اندر کا سارا غصہ جیسے پگھلنے لگا۔

"آپ۔۔۔ آپ مذاق کر رہے ہیں نا؟"
اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

"سید کا پوتا ہوں ہوں ماہا، مذاق کرنا میری فطرت میں نہیں ہے۔ میں نے سید سائیں سے تمہارے رشتے کی بات کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ بس تمہاری ہاں کا انتظار ہے،" یحییٰ نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ ماہا خاموش ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کے آنسو اب تھم چکے تھے، مگر دل میں ایک عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ جس یحییٰ کے لیے وہ تڑپتی رہی، وہ آج اس کے سامنے اس طرح جھکا ہوا تھا۔

"یہ کوئی گڈا گڈی کا خیال نہیں کہ بس ہو گئی شادی، شادی کا مطلب ہے ایک ساتھ زندگی گزارنا میرا اور آپ کا گزارا ممکن نہیں مجھے دوبارہ اس ٹاپک پر بات نہیں کرنی۔ یحییٰ کی آنکھوں میں لمحہ بھر کو تاریکی سی چھا گئی۔ ماہا کے الفاظ اس کے لیے کسی فیصلے سے کم نہیں تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے ماہا کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے، مگر اسے یہ توقع نہیں تھی کہ ماہا اس کے "شوہر" بننے کی بات کو اتنی سختی سے رد کر دے گی۔

"گزارا ممکن نہیں؟

یحییٰ نے دھیمی، لرزتی ہوئی آواز میں دہرایا۔

"ماہا، تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو؟ تم نے تو مجھ سے وہ محبت کی ہے جس کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ کیا ایک غلطی، ایک بزدلی کی اتنی بڑی سزا دو گی کہ ہماری پوری زندگی ویران ہو جائے؟ وہ محبت کہاں ہے جو تم نے مجھ سے کی میں نے تنہائی میں اپنی روح کو چھلنی ہوتے دیکھا ہے ماہا اذیت میں تو میں بھی تھا میں وہاں جی نہیں رہا تھا، بس سانسیں پوری کر رہا تھا۔"

وہ بھی تکلیف سے بول رہا تھا۔۔

"تو پھر آپ واپس کیوں نہیں آئے؟"

ماہانے ایک دم رخ موڑ کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں اب غصے کی جگہ ایک گہری تکلیف تھی۔

"جب آپ کو پتہ تھا کہ میں یہاں مر رہی ہوں، جب آپ کو پتہ تھا کہ حویلی میں میرے لیے ہر دن ایک قیامت ہے، تب آپ کے پیروں میں کون سی زنجیریں تھیں؟ کیا تب آپ کو میری یاد نہیں آئی اب جب آپ کا دل بھر گیا ہے، جب آپ کو اپنی 'ہاری ہوئی محبت' کا زخم مندمل ہوتا محسوس ہوا ہے، تو آپ کو میں یاد آگئی ہوں؟ میں کوئی مرہم نہیں ہوں یحییٰ جو آپ اپنی سہولت کے حساب سے استعمال کریں۔"
وہ غصے اور تکلیف کی ملی جلی کیفیت سے بول رہی تھی۔یحییٰ نے تڑپ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا، مگر پھر رک گیا۔اسے اپنی اوقات یاد آگئی۔

"ماہاایسا نہیں ہے بلکہ مجھے معلوم ہی نہیں ہے کہ کیسا ہے ہاں میں خود غرض ہی ہوں لیکن مجھے اب تم سے محبت ہو گئی ہے"

وہ اپنی سیٹ سے تھوڑا سا ماہا کی طرف جھکا۔اس کے چہرے پر ایسی بے بسی تھی کہ کوئی پتھر دل بھی پگھل جائے۔

"ماہا، میں تم سے التجا کرتا ہوں۔ میں تمہارے سامنے جھکنے کو تیار ہوں۔ تم کہو تو میں سب کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لوں۔ تم کہو تو میں حویلی کی دہلیز پر بیٹھ کر تب تک معافی مانگوں جب تک تمہارا دل نہ پگھل جائے۔ مگر یہ مت کہو کہ ہمارا گزارا ممکن نہیں۔"

وہ نم آنکھوں سے ماہا کو دیکھ کر بول رہا تھا۔

"یحییٰ! آپ جذباتی ہو رہے ہیں۔ یہ سب باتیں فلموں میں اچھی لگتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جس انسان نے ایک بار مشکل وقت میں پیٹھ دکھائی ہو، اس پر دوبارہ بھروسہ کرنا خودکشی کے برابر ہے۔ مجھے آپ کی بزدلی سے ڈر نہیں لگتا، مجھے اپنی اس محبت سے ڈر لگتا ہے جو آج بھی شاید کہیں کسی کونے میں چھپی بیٹھی ہے اور آپ کے ایک لفظ پر پگھلنے کو تیار ہے۔ میں اسے اب مزید آزاد نہیں کر سکتی۔ کہیں پھر یہ نہ ہو آپ پیچھے ہٹ جائیں اور نقصان بس میرا ہو"

ماہا نے تکلیف سے کہا۔

"اگر تمہیں اپنی محبت سے ڈر لگتا ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی زندہ ہے۔ ماہا، دیکھو مجھے ! میں تمہارا وہی یحییٰ ہوں جسے سے تم نے محبت کی ہے۔ کیا ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار مجھے خود کو ثابت کرنے کا موقع نہیں دو گی؟ میں سید سائیں کے قدموں میں گر کر تمہارا ہاتھ مانگوں گا۔ میں پھوپھا سے کہوں گا کہ میں آپ کی بیٹی کا گنہگار ہوں۔ میں ہر وہ سزا بھگتنے کو تیار ہوں جو تم مجھے دو گی، مگر مجھے خود سے الگ مت کرو۔"

یحییٰ کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر اس کے گال پر پھسل گیا۔

"نہیں یحییٰ ! میں نے بہت مشکل سے خود کو جوڑا ہے۔ میں اب دوبارہ ٹوٹنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ آپ سید کے پوتے ہیں، آپ کو کوئی بھی اچھی لڑکی مل جائے گی۔ مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دیں۔"

ماہا نے سختی سے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے کوئی اور نہیں چاہیے!"

یحییٰ کی آواز اب بلند ہوئی تھی، جس میں درد اور جنون کا امتزاج تھا۔

"مجھے صرف تم چاہیے ہو۔ مجھے وہ ماہا چاہیے جو میری ایک مسکراہٹ پر اپنی دنیا وار دیتی تھی۔ میں اسے واپس لے کر آؤں گا۔ چاہے مجھے اس کے لیے اپنی جان کی ہی بازی کیوں نہ لگا دینی پڑے"

وہ گاڑی سے باہر نکلا اور گھوم کر ماہا کے دروازے کی طرف آیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور ماہا کے سامنے سڑک پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ماہا حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"یحییٰ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ اٹھیں یہاں سے، کوئی دیکھ لے گا!"

وہ گھبرا کر بولی۔

"دیکھنے دو! سب کو پتہ چلنے دو کہ یحییٰ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خطا کی معافی مانگ رہا ہے۔ ماہا، جب تک تم 'ہاں' نہیں کہو گی، میں یہاں سے نہیں اٹھوں گا۔ چاہے شام ہو جائے، چاہے رات بیت جائے۔"

یحییٰ نے نہایت عاجزی سے اپنا سر جھکا لیا۔ ماہا کا دل سینے میں زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ مغرور اور لاپروا یحییٰ اس طرح اس کے سامنے سڑک پر گھٹنوں کے بل بیٹھے گا۔ اس کے اندر کی جان، جو یحییٰ کی محبت کی پیاسی تھی، ایک بار پھر پکار اٹھی تھی، مگر اس کا دماغ اسے بار بار گزرے ہوئے کل کی اذیتیں یاد دلا رہا تھا۔

"یحییٰ، ضد مت کریں، اٹھیں یہاں سے۔"

ماہا کی آواز میں اب وہ پہلے جیسی سختی نہیں رہی تھی۔

"ضد نہیں ہے ماہا، ایک ایسے شخص کی توبہ جس نے ہیرا گنوا کر پتھر چن لیے تھے۔ اللہ بھی تو توبہ کرنے والوں کو معاف کر دیتا ہے، کیا تم اللہ کے بندے کو معاف نہیں کرو گی؟"

یحییٰ نے اوپر دیکھ کر نم آنکھوں سے سوال کیا۔ ماہا خاموش ہو گئی۔ اسے لگا جیسے اس کے گرد بنی ہوئی دیواریں آہستہ آہستہ گر رہی ہیں۔ مگر وہ اتنی آسانی سے ہتھیار ڈالنے والی نہیں تھی۔

"آپ کو لگتا ہے کہ اس طرح ڈرامہ کرنے سے میں مان جاؤں گی؟" اس نے نقاب کے پیچھے سے اپنی آواز کو مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

"آپ نے مجھے مہینوں تڑپایا ہے یحییٰ۔ آپ نے میری عزتِ نفس کو نیلام کیا ہے۔ یہ ایک دن کا پچھتاوا ان مہینوں کا ازالہ نہیں کر سکتا۔"

ماہا نے تڑپ کر کہا یحییٰ نے ہاتھ لے جا کر اس کے پیروں پر رکھا تھا اور اس کی انکھوں میں التجا تھی۔ یحییٰ نقوی، جس کے ایک اشارے پر بزنس کی دنیا ناچتی تھی جس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے شہر کی حسینائیں بے تاب رہتی تھیں، آج اس تپتی سڑک پر اپنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا ایک معصوم لڑکی کے سامنے اپنی انا، اپنی خودداری اور اپنا سب لگا کر معافی مانگ رہا تھا۔ اس نے تھر تھراتے ہاتھوں سے ماہا کے پاؤں چھوئے تو ماہا کا پورا وجود بجلی کے جھٹکے کی زد میں آ گیا۔

"یحییٰ! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ خدا کے لیے پاگل مت بنیں، چھوڑیں میرے پاؤں۔۔۔"

ماہا کی آواز میں اب دہائی تھی، مگر یحییٰ جیسے کسی سحر میں تھا۔

"نہیں چھوڑوں گا ماہا! یہ پاؤں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک یہ راستہ میری منزل کی طرف مڑ نہیں جاتا۔ میں نے تمہیں کانٹوں پر چلایا ہے ماہا، میں نے تمہاری پلکوں سے نیندیں اور دل سے سکون چھینا ہے۔ آج اگر میں تمہارے قدموں میں گر کر اپنی گناہوں کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتا ہوں تو مجھے مت روکو۔"

یحییٰ کی آواز سسکیوں میں بدل رہی تھی۔ ماہا نے تڑپ کر اپنا پیر پیچھے کھینچنا چاہا، مگر یحییٰ کی گرفت مضبوط تھی۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا—— وہ آنکھیں جو کبھی محبت کی شدت سے جھک جاتی تھیں، آج بیگانگی اور تلخی کی چادر اوڑھے ہوئے تھیں۔

"آپ کو لگتا ہے پاؤں چھو لینے سے وہ کرچیاں چبھنا بند ہو جائیں گی؟ یاد ہے وہ رات میں نے گلاس کی کرچیوں پر گزاری صرف اس لیے کہ شاید میرے جسم کا درد میرے دل کی اذیت کو کم کر دے؟ تب کہاں تھی آپ کی یہ محبت؟ تب تو آپ کو میری تڑپ پر سکون ملتا تھا۔"

یحییٰ کے سینے میں جیسے کسی نے خنجر اتار دیا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے تڑپ کر اپنا سر ماہا کے پیروں پر رکھ دیا۔ ایک سید زادہ ایک انا پرست انسان، ایک بزنس مین آج اپنی محبت کی دہلیز پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

"مجھے مار ڈالو ماہا! مجھے ختم کر دو، مگر مجھ سے یہ نفرت مت کرو۔ میں جانتا ہوں میں نے تمہیں سنگدل بنا دیا ہے۔ میں نے تمہاری محبت کو اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں تمہیں مجھ پر یقین نہیں رہا۔ مگر دیکھو! میں بدل گیا ہوں ماہا۔ میں تمہارا گنہگار ہوں، تمہارا مجرم ہوں۔۔۔"

وہ اس کے پیروں پر سر رکھے ہچکیوں سے رو رہا تھا۔

سڑک پر سناٹا تھا، صرف یحییٰ کے رونے کی آواز فضا میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ ماہا کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اس کے نقاب کو گیلا کر رہے تھے۔ وہ اسے اٹھانا چاہتی تھی، اسے سینے سے لگا کر کہنا چاہتی تھی کہ "میں نے تمھاری محبت قبول کی"، مگر اس کی اذیت نے اسے روک رکھا تھا۔ وہ پتھر کی مورتی بنی بیٹھی رہی۔ وہ کافی دیر ایسے ہی روتا رہا اور بار بار اس سے معافی مانگ رہا تھا آخر ماہا بھی تھک گئی۔۔

"اٹھیں مجھے تھوڑا وقت دیں اور فوراً سے اٹھیں یہ آنسوں صاف کریں میں ارادہ بدل بھی دوں گی"

ماہا نے کسی تو وہ ایک پل کی دیر کیے بغیر کھڑا ہو گیا اور ماہا کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی انکھوں میں ہلکی چمک تھی وہ کہیں نہ کہیں کامیاب ہو چکا تھا ماہا بس اسے دیکھ رہی تھی پھر اس نے کال کر کے گاڑی منگوالی تھی کالج تو اب ماہا جا نہیں سکتی تھی ٹائم بہت زیادہ ہو گیا تھا اس لیے واپس حویلی ہی گئے تھے۔

ہاشم کی گاڑی نور کے کالج کے آگے آکر رو کی تھی وہ دونوں باہر ہی کھڑے تھے ہاشم نور سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا اس کا پلین جو کہ رخصتی کا تھا وہ تو اس کے سالے نے کینسل کر دیا تھا لیکن وہ اپنا یہ پلین کینسل کرنا نہیں چاہتا تھا وہ دونوں ہاشم کی گاڑی دیکھ کر اس کے پاس ائی تھی۔۔

"اسلام علیکم"

ان دونوں نے مل کر سلام کیا اور گاڑی میں پیچھے بیٹھنے لگی تھی۔

"وعلیکم السلام رو کو"

وہ خود گاڑی سے اتر کر باہر آگیا تھا۔

"میری گڑیا آپ کو لینے حنان آرہا ہے میں نے اپنی بیگم کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنا ہے تو ہم انتظار کر لیتے ہیں"

ہاشم نے مسکرا کر کہا اس کی بات پر وہ دونوں حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ قندیل بعد میں مسکرا دی۔۔

"بہت زیادہ چھپے رستم ہیں بھائی آپ تو"

قندیل نے بھی ہاشم کو تنگ کرنے کے لیے کہا جس پر وہ مسکرایا تھا۔۔

قندیل کی بات پر ہاشم نے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اپنی ٹھوڑی کو چھویا اور کالے چشمے کے پیچھے سے شرارت بھری نظروں سے نور کو دیکھا، جو اس وقت شرم کے مارے زمین میں گڑی جا رہی تھی۔ نور نے اپنی نظریں جھکا لیں اور بیگ کے تسموں سے کھیلنے لگی، اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہاشم اسے یوں قندیل کے سامنے کھلم کھلا اسے اپنے ساتھ لے جانے کا بات کر دے گا۔

"قندیل! تم اپنے اس بھائی کو ابھی جانتی ہی کہاں ہو؟ جب میں اپنی آئی پر آتا ہوں تو پھر سید سائیں ہوں یا موسیٰ، میں کسی کی نہیں سنتا۔"
ہاشم نے سینہ تان کر کہا، مگر جیسے ہی دور سے حنان کی گاڑی آتی دکھائی دی، اس کے تیور ذرا بدلے۔

"اچھا سنو، حنان آرہا ہے، تم چپ چاپ اس کے ساتھ نکل جانا، اسے زیادہ تپانا مت وہ بیچارہ پہلے ہی موسیٰ کی واپسی کے بعد قبیلے کے کاموں میں پسا ہوا ہے۔"
حنان نے گاڑی ان کے قریب لا کر روکی۔ اس نے ایک نظر ہاشم اور نور پر ڈالی اور پھر مسکرا کر سر ہلایا۔

"آپ کا مشن کامیاب ہو گیا بھابھی کو لے جانے کا میری وجہ سے"

اس نے ہاشم کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جبکہ نور کو جب یہ پتا چلا کہ حنان بھی جانتا ہے کہ ہاشم اسے کہیں باہر لے کر جا رہا ہے اس کا دل کیا کہ وہ شرم سے ڈوب مرے۔

"اوئے حنان کے بچے! تو اپنا کام کر اور میری بہن کو حفاظت سے حویلی پہنچا"

ہاشم نے حنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قندیل ہنستی ہوئی حنان کی گاڑی میں بیٹھ گئی اور وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے ویسے تو ان دونوں کی بنتی نہیں تھی لیکن پھر بھی قندیل اپنی بہن اور جیجو کے لیے اتنا تو کر ہی سکتی تھی۔ اب سڑک پر صرف ہاشم اور نور باقی تھے۔ ہاشم نے گاڑی کا فرنٹ دروازہ کھولا اور نہایت شاہانہ انداز میں جھک کر نور کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"تشریف لائیے ڈاکٹر صاحبہ!"

نور نے گھور کر اس کے اس انداز کو دیکھا اور پھر غصے سے گاڑی میں بیٹھ گئی۔
ہاشم بھی آکر دوسری سائیڈ سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اور اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

"کیا ہوا میری بیگم غصہ ہو گئی ہے"
ہاشم نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا جو کہ نقاب میں قید بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"خاموشی سے گاڑی چلائیں"
نور نے غصے سے دانت پیسے۔۔

"میری جان غصہ کیوں ہو رہی ہو"

ہاشم نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تھا لیکن نور نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا اس کی اس حرکت پر ہاشم اسے غصے سے گھور رہا تھا۔

"کہا نہ خاموشی سے گاڑی چلائیں"
نور نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے غصے سے کہا تھا۔

"نور یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں آپ کے لیے نہیں ہو گی کیوں کہ آپ مرد ہیں لیکن میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے خیر آپ کہاں سمجھیں گیں آپ تو مجھے ہی مذاض سمجھتے ہیں"
نور نے اسے دیکھے بغیر بات کی۔۔

"کیا ہو گیا ہے نور کہاں کی بات کو تم کہاں لے کر جا رہی ہو"
ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو کہ اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔

"ہاشم میں کسی بھی بات کو کہیں نہیں لے کر جا رہی اور پلیز خاموش ہو کر بیٹھ جائیں میں نے کوئی بات ہی نہیں کرنی"
نور نے غصے سے کہا تھا اور منہ موڑ لیا جبکہ اس کا یہ انداز ہاشم کو بلکل بھی پسند نہیں ایا تھا لیکن پھر بھی وہ خاموش ہو گیا تھا۔ گاڑی جو کہ پہلے کہیں اور ہی جا رہی تھی ہاشم نے اسے حویلی والے راستے پر واپس موڑ لیا تھا نور نے حیرانی سے یہ سب دیکھا۔

"ہم تو کہیں جا رہے تھے نہ"

وہ ہاشم کی طرف دیکھ کر فوراً سے بولی۔

"جا رہے تھے لیکن اب نہیں جا رہے ہم اگر کہیں جائیں گی تو حویلی میں سب کیا سوچیں گیں"

ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنزیہ کہا۔

"ہاشم میرا وہ مطلب نہیں تھا"

نور نے اب کی بار اپنا نقاب اتار دیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

" صحیح جو بھی مطلب تھا کیا ہی فائدہ اب"

ہاشم نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔ہاشم کے چہرے پر اس وقت مخصوص سختی تھی جس کا مطلب تھا کہ اسے واقعی نور کی بات کا برا لگا ہے اس نے اسٹیئرنگ کو دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور اس کی نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں۔گاڑی کی رفتار میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا، جو اس کے اندرونی انتشار کا پتا دے رہا تھا۔نور نے گھبرا کر ہاشم کے سخت تاثرات کو دیکھا۔اسے احساس ہوا کہ غصے میں وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔ہاشم، جو صرف اس کے ساتھ چند لمحے سکون کے گزارنا چاہتا تھا، اسے نور کی کڑوی باتوں نے اسے دیکھ پہنچایا تھا۔

"ہاشم۔۔۔میری بات تو سنیں،"

نور نے دھیمی آواز میں کہا اور اپنا ہاتھ آہستہ سے ہاشم کے بازو پر رکھا۔ہاشم نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو پیچھے کر لیا، جیسے اسے نور کا لمس چبھ رہا ہو۔

"بات کرنے کو باقی کیا رہ گیا ہے نور؟ تم نے کہہ تو دیا کہ میں تمہیں 'مذاق' سمجھتا ہوں۔ تم نے یہ بھی جتلا دیا کہ میں ایک مرد ہوں اس لیے مجھے تمہارے جذبات یا عزت کا احساس نہیں ہو سکتا۔ تو ٹھیک ہے، میں تمہیں تمہاری 'عزت' کے ساتھ حویلی چھوڑ دیتا ہوں"

ہاشم کا لہجہ اتنا سپاٹ اور سرد تھا کہ نور کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے اپنی نادانی پر افسوس ہو رہا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ہاشم جتنا ضدی اور اکھڑ ہے، محبت کے معاملے میں اتنا ہی حساس بھی ہے۔

"ہاشم، پلیز گاڑی روکیں۔ مجھے بات کرنی ہے،"
نور نے التجا کی، مگر ہاشم نے گاڑی کی رفتار کم نہ کی۔

"نہیں نور، اب کوئی بات نہیں ہو گی۔ حویلی قریب ہے، پانچ منٹ میں تم اپنے کمرے میں ہو گی، بلکل محفوظ"

ہاشم نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ نور نے دیکھا کہ وہ واقعی حویلی والے راستے پر مڑ چکا ہے۔ اس نے ہمت اکٹھی کی اور ایک دم ہاشم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسٹیئرنگ کو تھوڑا سا گھمانے کی کوشش کی، جس سے گاڑی تھوڑی سی لہرائی۔

"کیا پاگل پن ہے یہ نور! مرنا ہے کیا؟"

ہاشم نے غصے سے دہاڑ کر ایک زوردار بریک ماری۔ گاڑی سڑک کے کنارے ایک ویران جگہ پر جھٹکے سے رک گئی۔ ہاشم کا سانس تیز چل رہا تھا اور وہ غصے سے نور کی طرف پلٹا۔

"تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ یہ کیا حرکت تھی؟"

نور نے کچھ نہ کہا، بس خاموشی سے ہاشم کو دیکھنے لگی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں اب آنسوں تیر رہے تھے جو کسی بھی وقت گرنے کو تیار تھے۔ اس نے اپنا نقاب پہلے ہی ہٹا دیا تھا، اور اس کا معصوم چہرہ اس وقت ندامت سے سرخ ہو رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نہ کہ مجھے بات کرنی ہے،"
نور نے لرزتی آواز میں کہا۔

"آپ کیوں اتنے جلدی غصہ ہو جاتے ہیں؟ میں نے وہ سب بس ڈر کی وجہ سے کہا تھا۔ مجھے ڈر لگتا ہے ہاشم، کہ اگر کسی کو پتہ چل گیا تو کیا ہو گا، لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں تھا کہ میں آپ کی محبت کی توہین کر رہی ہوں۔"
اس نے بہت ہی آہستہ سے کہا۔۔

"تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے نور۔ تمہیں لگتا ہے کہ ہاشم نقوی تمہاری عزت کو سرِ بازار اچھالے گا؟ میں نے سوچا تھا کہ ہم میاں بیوی ہیں، ہمارا ایک رشتہ ہے، میں تمہیں ایک سرپرائز دینا چاہتا تھا، تمہاری تمہیں تھوڑا سکون دینا چاہتا تھا خود حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مگر تمہارے لیے تو میں صرف ایک 'مرد' ہوں جسے اپنی انا عزیز ہے۔"

ہاشم نے اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیا۔ نور سیٹ سے تھوڑا سرک کر ہاشم کے قریب ہوئی اور اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام کر اپنی طرف موڑا۔ ہاشم نے مزاحمت کرنا چاہی مگر نور کی گرفت میں وہ تڑپ تھی جو اسے روکنے پر مجبور کر گئی۔

"میری طرف دیکھیں ہاشم۔۔۔ پلیز،"

نور نے سسکتے ہوئے کہا۔

"آپ میرے شوہر ہیں، میرا مان ہیں، میری زندگی کا سب سے خوبصورت رشتہ ہیں۔ میں بھلا آپ کو کیسے غلط سمجھ سکتی ہوں؟ مجھے معاف کر دیں، میں غصے میں آپ کی دل آزاری کر بیٹھی۔ میں جانتی ہوں آپ نے میرے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ موسیٰ بھائی کی واپسی سے لے کر بلکہ ہمیشہ، آپ میرا سایہ بن کر میرے ساتھ رہے ہیں۔"

نور نے ہاشم کی ہتھیلی کو اپنے لبوں سے لگایا۔

"مجھے معاف کر دیں، اب مان بھی جائیں نہ۔"

نور نے شرما کر کہا ہاشم نے نور کی آنکھوں میں دیکھا جہاں سچائی اور محبت کا سمندر موجود تھا۔ اس کا غصہ برف کی طرح پگھلنے لگا، مگر وہ اتنی آسانی سے ہار ماننے والا نہیں تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور نور کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔

"واقعی؟ واقعی تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں مذاق سمجھتا ہوں؟"
وہ اسے تنگ کرنے کے لیے اسی کی بات کو دہرا رہا تھا۔

"کبھی نہیں! آپ تو میرے وہ 'شیر' ہیں جن کے ہوتے ہوئے مجھے کسی کا ڈر نہیں لگتا۔ وہ تو بس۔۔۔ بس میں تھوڑی سی ڈر گئی تھی قندیل اور حنان کے سامنے۔"
نور نے تیزی سے نفی میں سر ہلایا۔ ہاشم کے لبوں پر ایک شرارت بھری مسکراہٹ رینگنے لگی۔ اس نے ایک دم جھک کر نور کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اور اسے اپنی جانب کھینچا۔ نور اس اچانک حملے پر ہکا بکا رہ گئی اور اس کا سانس رکنے لگا۔

"اچھا؟ تو اب اس شیر کو منانے کا طریقہ کیا ہے؟"

ہاشم نے سرگوشی کی، اس کا چہرہ نور کے اتنا قریب تھا کہ نور کو اس کے گرم سانس اپنے گالوں پر محسوس ہو رہے تھے۔ نور کا دل دھک دھک کرنے لگا۔

"ہاشم۔۔۔ کوئی دیکھ لے گا،"
اس نے کمزور سی احتجاجی آواز نکالی۔

"دیکھنے دو! میری بیوی ہو تم، کوئی گناہ نہیں کر رہا میں۔"
ہاشم نے مزید قریب ہوتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں نور کے گلابی لبوں پر جمی تھیں جو لرز رہے تھے۔

"ہاشم پلیز۔۔۔"

نور نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنا چاہا، مگر ہاشم کی گرفت لوہے کی طرح مضبوط تھی۔

"پلیز کیا؟ تم نے کہا تھا نہ کہ میں مرد ہوں اور مجھے تمہارے جذبات کا احساس نہیں؟ تو چلو، اب ثابت کرنے دو کہ ایک مرد اپنی بیگم سے کتنا پیار کرتا ہے۔"

ہاشم نے بڑی نرمی مگر شدت سے نور کے لبوں کو اپنے لبوں کی گرفت میں لے لیا۔ یہ ایک ایسا لمس تھا جس میں صرف اور صرف بے پناہ محبت تھی۔ نور کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور اس کے ہاتھ جو ہاشم کو پیچھے دھکیل رہے تھے، اب اس کے کالر کو مضبوطی سے تھام چکے تھے۔ کچھ لمحوں بعد جب ہاشم اس سے الگ ہوا، تو نور کا سانس پھول رہا تھا اور اس کا چہرہ حیا سے تمتما اٹھا تھا۔ اس نے شرم کے مارے اپنا سر ہاشم کے سینے میں چھپا لیا۔ ہاشم نے اسے مزید بھینچ لیا اور اس کے سر پر پیار دیا۔

"اب بھی حویلی جانا ہے یا میرے ساتھ اس جگہ جہاں میں تمہیں لے کر جانا چاہتا تھا؟"

ہاشم نے اس کو دیکھ کر سوال کیا تھا۔

"جہاں آپ لے جانا چاہیں۔"

نور نے دبی دبی آواز میں کہا۔

"یہی سننا چاہتا تھا میں۔"

ہاشم کی ایک بھرپور ہنسی فضا میں گونجی اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی اور ایک زوردار کٹ مار کر اسے واپس اس ہائی وے پر لے آیا جہاں سے وہ کچھ دیر پہلے مڑ چکا تھا۔ اب گاڑی کی رفتار پر سکون تھی اور گاڑی کے اندر کا ماحول خوشگوار ہو چکا تھا۔

"ویسے ڈاکٹر صاحبہ! منانے کا طریقہ آپ کا کافی اچھا تھا،"

ہاشم نے شرارت سے آنکھ ماری۔

"ہاشم! خاموش رہیں،"

نور نے تکیے کے پیچھے منہ چھپاتے ہوئے (جو گاڑی میں رکھا تھا) شرماتے ہوئے کہا۔

"کیوں خاموش رہوں؟ ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے۔ آج تو میں نے تمہیں وہ سب دکھانا ہے جو میں نے تمہارے لیے پلان کیا تھا۔ رخصتی کینسل ہوئی ہے، ہماری ملاقات تو کینسل نہیں ہوئی نہ؟"

گاڑی اب لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے دور قبیلے کے ان راستوں کی طرف مڑ گیا جہاں قدرت نے حسن کی فراوانی کر رکھی تھی۔ گاڑی آہستہ آہستہ بلندی کی طرف بڑھنے لگی۔ قبیلے کے پچھلی جانب وہ پہاڑی سلسلہ شروع ہوتا تھا جہاں عام طور پر لوگ کم ہی جاتے تھے۔ راستہ کچا تھا مگر ہاشم کی مہارت نے نور کو جھٹکوں کا احساس نہیں ہونے دیا۔ جیسے ہی گاڑی ایک موڑ سے مڑی، نور کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ پہاڑوں کے درمیان ایک چھوٹی سی وادی تھی جہاں سبزہ اس قدر گہرا تھا کہ آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔ سامنے ہی ایک قدرتی جھرنا پہاڑ کے سینے کو چیرتا ہوا نیچے گر رہا تھا جس کا پانی موتیوں کی طرح چمک رہا تھا۔ ہوا میں ایک خاص قسم کی خنکی اور مٹی کی سوندھی خوشبو رچی بسی تھی۔

"پہنچ گئے!"

ہاشم نے ایک بڑے پتھر کے پاس گاڑی روکی۔ہاشم خود گاڑی سے اترااور پھر آکر نور کی سائیڈ کا دروازہ کھولا تھا۔نور گاڑی سے اتری تو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے نے اس کے دوپٹے کو لہرایا۔

"واوہاشم! یہ جگہ تو جنت جیسی ہے۔مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ ہمارے قبیلے کے اتنے قریب اتنی خوبصورت جگہ بھی ہے۔"
وہ حیرانی سے جگہ کو دیکھ کر بول رہی تھی۔

"یہ میری پسندیدہ جگہ ہے نور۔جب بھی میں پریشان ہوتا ہوں تو میں یہی اتا ہوں اور آج میں تمہیں یہاں اس لیے لایا ہوں کیونکہ میں تمہیں کچھ دکھانا چاہتا ہوں۔"

ہاشم نے اسے اپنے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں چلتے ہوئے جھرنے کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ وہاں ہاشم نے پہلے سے ہی کچھ انتظام کر رکھا تھا۔ ایک چھوٹی سی جگہ پر ایک چادر بچھی تھی اور وہاں کچھ پھل اور نور کی پسندیدہ چاکلیٹس رکھی تھیں۔

"ہاشم! یہ سب آپ نے کب کیا؟"
نور نے حیرت سے پوچھا۔ ہاشم نے نور کی حیرت کو انجوائے کرتے ہوئے ایک فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جھرنے کے قریب بچھی چادر کی طرف اشارہ کیا

"جب ارادے پکے ہوں تو راستے خود بخود بن جاتے ہیں ڈاکٹر صاحبہ! میں نے صبح ہی آکر یہ سب سیٹ کر دیا تھا۔ مجھے پتا تھا کہ تمھارے بھائی کے ہوتے ہوئے حویلی میں تو ہمیں سکون کا ایک لمحہ نہیں ملنا، اس لیے میں نے سوچا کیوں نہ تمہیں اس کائنات کے سب سے پر سکون کونے میں لے آؤں۔"

ہاشم محبت سے بولا تھا نور نے مسکرا کر اس جگہ کا جائزہ لیا۔ چاروں طرف اونچے پہاڑ پہرہ دے رہے تھے اور جھرنے کے گرنے کی آواز ایک مدھر موسیقی کی طرح کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ وہ آہستہ سے چادر پر بیٹھ گئی، اس کے گالوں پر ابھی بھی حیا کی لالی برقرار تھی۔ ہاشم بھی اس کے بالکل برابر میں بیٹھ گیا، اس کا شانہ نور کے شانے سے مس ہو رہا تھا۔

"ہاشم! آپ پاگل ہیں، واقعی۔ اگر کسی کو پتہ چل گیا کہ ہم یہاں اکیلے ہیں تو وہ کیا سوچیں گے؟"

نور نے ارد گرد دیکھتے ہوئے تھوڑی فکر مندی سے کہا۔

"یہ کھلی جگہ ہے، کوئی بھی آسکتا ہے۔"
نور نے ایک بار پھر کہا۔ ہاشم نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور نور کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اسے اپنی جانب مزید جھکا لیا۔

"نورِ ہاشم! یہ ہاشم نقوی کا علاقہ ہے۔ یہاں پرندے بھی میری اجازت کے بغیر پر نہیں مارتے۔ یہ پہاڑی سلسلہ ہماری جاگیر کا حصہ ہے اور یہاں کے راستے صرف مجھے پتا ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بیٹھو، یہاں سوائے ان پہاڑوں اور اس جھرنے کے، ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں آسکتا۔"
ہاشم نے سامنے رکھی ہوئی چاکلیٹ کی باسکٹ اٹھائی اور اس میں سے نور کی سب سے پسندیدہ ڈارک چاکلیٹ نکالی۔ اس نے بڑی نفاست سے ریپر اتارا اور چاکلیٹ کا ایک ٹکڑا توڑ کر نور کے لبوں کے قریب لے گیا۔

"نہیں ہاشم، میں خود کھالوں گی،"

نور نے شرما کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا، مگر ہاشم نے اسے روک دیا۔

"بالکل نہیں! آج سب کچھ میرے طریقے سے ہو گا۔ تمہارے بھائی نے رخصتی کینسل کروا کر شاید یہ سوچا ہو گا کہ وہ ہاشم کو اپنی بیوی سے دور کر دے گا، مگر اسے نہیں پتا کہ ہاشم نقوی کو اس کی بیوی سے ملنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ یہ لو، منہ کھولو۔"

ہاشم کا لہجہ حکم نامہ بھی تھا اور محبت بھرا بھی۔ نور نے بے بسی سے ہاشم کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اس کے لیے بے پناہ تڑپ تھی۔ اس نے دھیرے سے اپنا منہ کھولا اور ہاشم نے وہ چاکلیٹ اسے کھلائی۔ چاکلیٹ کی مٹھاس نور کے منہ میں گھلی، مگر اس سے کہیں زیادہ مٹھاس ہاشم کی نظروں میں تھی جو مسلسل اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ نور چاکلیٹ کھا رہی تھی کہ ہاشم کی نظر اس کے لبوں کے کنارے پر لگی تھوڑی سی چاکلیٹ پر پڑی۔ اس نے شرارت سے مسکرا کر اپنا انگوٹھا نور کے لبوں پر پھیرا۔ نور کا جسم ایک دم لرز اٹھا، اسے لگا جیسے اس کی رگوں میں بجلی دوڑ گئی ہو۔

"بہت ضدی ہیں آپ ہاشم،"

نور نے نظریں جھکا کر کہا۔

"صرف تمہارے معاملے میں،"

ہاشم نے سر گوشی کی اور اس کا ہاتھ تھام کر اس کی انگلیوں کو چومنے لگا۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں نے یہ دن کتنی مشکل سے گزارے ہیں۔ جب تم حویلی میں ہوتی ہو اور میں تمہارے قریب نہیں آسکتا، تو میرا دل چاہتا ہے کہ سب کچھ توڑ پھوڑ دوں۔ آج جب موسیٰ نے کہا کہ رخصتی ابھی نہیں ہو گی، تو میرا جی چاہا کہ انہیں وہیں بتا دوں کہ بے غیرت انسان نکاح ہو چکا ہے، اب صبر نہیں ہوتا۔"

ہاشم کی اس بے باک بات پر نور کا چہرہ تمتما اٹھا۔

"ہاشم! کچھ تو لحاظ کریں، وہ بھائی ہیں میرے۔"

"اسی لیے تو خاموش رہا، ورنہ ہاشم نقوی کسی کا لحاظ نہیں کرتا جب بات اس کی بیگم کی ہو۔"

ہاشم نے نور کا رخ اپنی طرف کیا اور اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھنے لگا۔

"نور، تم ڈرتی بہت ہو۔ کبھی بھائیوں سے۔ کبھی مجھ سے تو کبھی خود سے بھی ڈرتی ہو؟"

نور نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ ہاشم نے نور کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔

"اگر تمھارا بھائی ماں جاتا تو کیا ہو جاتا بس میری رخصتی ہو جانی تھی۔۔۔ تمہیں پتا ہے؟ اور جس رات تم میرے کمرے میں اس گی میری دلہن بن کر رہ ہماری زندگی کی سب سے خاص رات ہونی تھی۔ تم میرے کمرے میں ہوتیں، سرخ جوڑے میں ملبوس، صرف میری۔"

ہاشم کی آواز بھاری ہو گئی تھی اور اس کی آنکھوں میں وہ تپش تھی جس سے نور کو اب واقعی ڈر لگنے لگا تھا۔

"ہاشم پلیز۔۔۔ایسی باتیں نہ کریں،"
نور نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"کیوں نہ کروں؟ تم میری حلال کی بیوی ہو۔"
ہاشم نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔

"ابھی کا ٹائم تو گزر جائے گی کسی نہ کسی طرح، لیکن جب وہ اصل سہاگ رات آئے گی، تب تم کیا کرو گی؟ تب تو کوئی جھرنا، کوئی پہاڑ یا کوئی بھائی تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکے گا۔ میں نے بہت سے خواب بن رکھے ہیں نور۔ میں تمہیں اس کمرے میں دیکھنا چاہتا ہوں جہاں صرف میری خوشبو ہو اور تمہارا حسن۔"

ہاشم کے الفاظ نور کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح اتر رہے تھے۔ وہ تصور کرنے لگی اس رات کا جب وہ واقعی مکمل طور پر ہاشم کی ہو گی۔ اس کی سانسیں تیز ہو گئیں اور اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"ہاشم، آپ بہت بے شرم ہو گئے ہیں،"
نور نے بمشکل الفاظ ادا کیے۔

"محبت میں شرم کیسی جانِ من؟"

ہاشم نے ہنستے ہوئے اسے اپنے مزید قریب کر لیا، اب ان کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔

"تمہاری یہ خاموشی، یہ حیا، یہ بار بار نظریں جھکا لینا۔ یہ سب مجھے پاگل کر دیتا ہے۔ سہاگ رات والے دن میں تمہیں اتنا شرمانے کا موقع بھی نہیں دوں گا۔ میں نے سوچا ہے کہ میں پورے کمرے کو تمہارے پسندیدہ پھولوں سے سجا دوں گا، اور پھر۔۔۔"

ہاشم رک کر نور کے کان کے پاس جھکا۔

"اور پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ ہاشم نقوی نے تمہارے لیے کتنا انتظار کیا ہے۔"

نور نے شرم کے مارے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں، اس کا پورا وجود دہکنے لگا تھا۔ ہاشم نے اس کے ہونٹوں پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑا، ہلکا سا چھو کر وہ پیچھے ہوا تھا۔

اسلام علیکم!

میری پیاری سی ریڈرز سب سے پہلے تو اپ سب کو میری طرف سے عید مبارک بیچ میں کچھ پرابلمز ہوئے تھے جس وجہ سے اپیسوڈ نہیں آئی پلیز آپ سمجھا کریں میری طبیعت خراب تھی اور اتنی کہ مجھے روزے کے بعد ہاسپٹل جانا پڑا لیکن بہت سے لوگ بہت برے کمینٹ کرتے ہیں میں بھی آپ کی طرح نارمل انسان ہوں جس کی زندگی میں پرابلمز اتی ہیں میں رائٹر ہوں اس کا مطلب یہ بالکل بھی نہیں ہے کہ میری زندگی اپ لوگوں سے الگ ہے ایسا کبھی بھی نہیں سوچا کریں اور کل عید تھی بزی دن تھا تو آج اپیسوڈ دے دی اس کے علاوہ یہ کہ میرے پیپرز قریب ہیں تو پڑھنا ہوتا ہے جو کہ مشکل ہو جاتا ہے پھر اور 11 ائیر کتنی ضروری ہے ایک میڈیکل اسٹوڈنٹ کے لیے وہ اگر کوئی میری ریڈر ہے تو وہ اچھے سے جانتی ہے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں شکریہ!

"ہاشم۔۔۔بس کریں، میں مر جاؤں گی،"

نور نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ہاشم نے اسے آزاد کیا اور اس کی طرف دیکھ کر فاتحانہ مسکرایا۔

"ابھی تو صرف تذکرہ ہوا ہے نور، اور تمہارا یہ حال ہے؟ اس دن کیا ہو گا جب میں حقیقتاً تمہارے پاس ہوں گا؟"

نور نے اسے غصے سے دیکھا مگر اس کے غصے میں بھی پیار جھلک رہا تھا۔ اس نے زمین سے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر ہاشم کی طرف اچھالا

"آپ بہت برے ہیں۔"

وہ پتھر چھوٹا تھا جو نور نے اس کی طرف پھینکا۔

"برا ہوں مگر صرف تمہارا ہوں،"

ہاشم نے پتھر کو ہوا میں ہی پکڑ لیا اور قہقہہ لگایا۔

"چلو، اب یہ چاکلیٹ ختم کرو، اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے اور میں تمہیں یہیں رخصت کر کے لے جاؤں۔"

نور نے جلدی سے باقی چاکلیٹ کھائی، اسے ہاشم کے 'بدلتے ارادوں' سے واقعی ڈر لگ رہا تھا۔ جب وہ آخری بائیٹ منہ میں ڈال چکی تھی تو ہاشم نے پاس ہو کر اس کے ہونٹوں کو قید کر لیا تھا دونوں کے لب ایک دوسرے کی لبوں میں قید تھے نور کی سانسیں پھول رہی تھی لیکن ہاشم تو اپنی پیاس بجھا رہا تھا اس کی سانسوں کا خیال کرنے کے بعد وہ تھوڑی دیر کے بعد پیچھے ہوا نور لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔

"میری بیوی جان بناؤ اس سے بھی لمبی کس کرنے کا اِرادہ ہے میرا تمہاری تو بہت جلدی سانسیں روکنے لگتی ہیں"

اس کی بات پر نور نے شرما کر منہ اسی کے سینے میں چھپا لیا تھا وہی تو اس کی محفوظ پناہ گاہ تھی دونوں وہاں کافی دیر تک بیٹھے رہے، ہاشم اسے اپنے دل کا احوال سناتا رہا اور نور اسے خاموشی سے سنتی رہی۔ جھرنے کا پانی بہتا رہا، پہاڑ گواہی دیتے رہے اور ان کی محبت ان بلندیوں کو چھونے لگی جو شاید ان پہاڑوں سے بھی اونچی تھیں۔ کچھ دیر بعد جب شام کے سائے گہرے ہونے لگے، تو ہاشم نے اٹھ کر نور کا ہاتھ تھاما۔

"اب چلنا چاہیے، ورنہ موسیٰ سرچ آپریشن (Search Operation) شروع کر دے گا۔"

نور نے مسکرا کر اپنا نقاب دوبارہ سیٹ کیا۔ وہ دونوں گاڑی کی طرف بڑھے، مگر نور کا دل وہیں ان پہاڑوں کے درمیان رہ گیا تھا۔ گاڑی اسٹارٹ کر کے جب ہاشم نے حویلی کا رخ کیا، تو اس نے ایک بار پھر نور کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"ٹینشن نہیں لو یہ جگہ ہی ایسی ہے یہاں انے کے بعد جانے کا دل نہیں کرتا لیکن میں اپنی بیوی کو دوبارہ ضرور لاؤں گا"

ہاشم نے مسکرا کر کہا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

"اور ہاں یاد رکھنا نور! رخصتی کینسل ہوئی ہے، ہاشم کے ارادے نہیں۔ بہت جلد تم اس حویلی میں میری بیوی کی حیثیت سے ہو گی، اور تب۔۔۔"

ہاشم نے اسے گہری نظر سے دیکھا۔

"تب کیا؟"

نور نے معصومیت سے پوچھا۔

"تب میں تمہیں وہ ساری باتیں عمل کر کے دکھاؤں گا جو آج میں نے صرف کہی ہیں۔"

ہاشم نے شرارت سے آنکھ ماری اور نور ایک بار پھر شرم سے لال ہو کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ ہاشم اسے کے کر اب حویلی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

سردار موسیٰ آج کافی زیادہ مصروف تھا اس نے روح کو صبح کالج ڈراپ تو کیا تھا لیکن لینے نہیں گیا تھا وہ حنان کے ساتھ واپس آئی تھی اس وقت وہ کمرے میں کتابیں کھول کر بیٹھی تھی کیوں کہ صبح اس کے دو ٹیسٹ تھے ایک بایو کا اور ایک فزکس کا جس میں سے اسے کوئی بھی نہیں آتا تھا چھٹیوں میں اس نے کچھ خاص پڑھا نہیں تھا جس وجہ سے اب اسے کچھ نہیں آتا تھا شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور اسے بس اس وقت اس بات کی ٹینشن تھی کال اس کا کیا ہو گا وہ ایسی کشمکش میں تھی جب کمرے کا دروازہ کھولا تھا اس نے مڑ کر دیکھا تو سامنے سردار موسیٰ کھڑا تھا جو کہ کمرے کا دروازہ بند کر رہا تھا سردار موسیٰ کو دیکھ کر وہ فوراً سے سیدھی ہوئی تھی۔

"آہستہ آرام سے اور ایزی رہو"

سردار موسیٰ اس کی طرف قدم لیتے ہوئے بولا تھا۔

"ساری اپ کی غلطی ہے کیا ضرورت تھی مجھے کالج بھیجنے کی دیکھیں کتنا زیادہ ٹیسٹ ملا ہے"

روح نے برا سا منہ بنا کر کہا تھا۔ سردار موسیٰ نے ایک نظر بیڈ پر بکھری کتابوں پر ڈالی اور پھر اس معصوم سی صورت کو دیکھا جو اس وقت فزکس اور بیالوجی کے ڈر سے پیلی پڑ رہی تھی۔ اس کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ رینگ گئی، وہی مسکراہٹ جو روح کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب کرنے کے لیے کافی تھی۔ وہ دبنگ چال چلتا ہوا اس کے بالکل قریب آ کر رکا۔ اس کے وجود سے اٹھنے والی مخصوص مردانہ خوشبو نے روح کے حواس کو معطر کر دیا۔

"تو ساری غلطی میری ہے؟"

موسیٰ نے جھک کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا، آواز میں ایک عجیب سی کھنک تھی۔

"میں نے تو سوچا تھا میری 'روح' ڈاکٹر بنے گی، سفید کوٹ پہنے گی، مگر یہاں تو بی بی ٹیسٹ کے نام سے ہی ڈر رہی ہیں۔"
سردار موسیٰ نے اسی انداز میں جھکے ہوئے کہا۔

"موسیٰ مذاق مت کریں!"
روح نے تڑپ کر بیڈ سے موٹی سی کتاب اس کے سامنے کی۔

"یہ دیکھیں! یہ کڈنی(Kidney) کا فنکشن، یہ نیفرون کا سٹرکچر اور اوپر سے یہ فزکس کے مشکل نمیریکلز(Numericals)۔۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔آپ کو پتا ہے نا میں کتنے دنوں بعد کالج گئی ہوں؟سب اوپر سے گزر رہا ہے۔"

روح نے معصومیت سے کہا۔موسیٰ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بغیر کسی تمہید کے روح کے ہاتھ سے کتاب چھین کر دور بیڈ پر اچھال دی۔روح حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"موسیٰ! یہ کیا کیا؟ صبح میرا ٹیسٹ ہے!"

وہ اسے پکڑنے کے لیے لپکی، مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی جگہ سے ہل پاتی، موسیٰ کے مضبوط بازو اس کی کمر کے گرد حمائل ہو چکے تھے۔اس نے ایک جھٹکے سے روح کو اپنی جانب کھینچا، یہاں تک کہ روح کا وجود اس کے چوڑے سینے سے جا ٹکرایا۔

"چھوڑو ان کتابوں کو روح۔۔۔ فلحال اپنے شوہر پر دھیان دو۔ یہ سب ہو جائے گا،"

موسیٰ نے سرگوشی کی، اس کا لہجہ اب ریشم کی طرح نرم اور مخملی ہو چکا تھا۔ اس کی تپش روح کے پورے بدن میں سرائیت کر رہی تھی۔

"موسیٰ۔۔۔ کوئی آ جائے گا، پلیز!"

روح نے ہانپتے ہوئے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنا چاہا، مگر اس کے اپنے ہاتھ جیسے بے جان ہو گئے تھے۔ موسیٰ کی گرفت لوہے کی طرح مضبوط تھی، مگر اس میں وہ پیار تھا جس کے آگے روح ہمیشہ ہار جاتی تھی۔

"اس کمرے میں میری اجازت کے بغیر کوئی نہیں آ سکتا، تم جانتی ہو۔"

موسیٰ نے اپنا ایک ہاتھ اس کے گال پر رکھا اور انگوٹھے سے اس کے لبوں کو سہلانے لگا۔

"کتنے دنوں بعد ہم اس طرح اکیلے ہیں، اور تمہیں ان بے جان کتابوں کی فکر ہے؟ کیا تمہیں اندازہ ہے کہ میں نے پورا دن تمہارے بغیر کیسے گزارا ہے؟"

موسیٰ نے اپنا چہرہ اس کے مزید قریب کیا، یہاں تک کہ ان کی ناک آپس میں ٹکرانے لگیں۔ روح نے گھبرا کر اپنی آنکھیں موند لیں۔ اس کا سانس اب بے ترتیب ہو چکا تھا۔

"بایو کا ٹیسٹ ہے نا؟ چلو میں تمہیں 'دل' کی دھڑکنیں سمجھاتا ہوں، وہ کیسے دھڑکتا ہے اور کس کے لیے دھڑکتا ہے۔"

موسیٰ نے اس کے کان کے پاس جھک کر نہایت مدھم آواز میں کہا۔اس کے گرم سانسوں نے روح کی گردن پر ایک ارتعاش پیدا کیا۔ موسیٰ نے اپنی گرفت مزید تنگ کی اور روح کو تقریباً اٹھا کر اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھایا تھا اس کی اس حرکت پر وہ حیران ہوئی تھی اب وہ اس کے بالکل سامنے تھی۔ اس نے روح کے دونوں ہاتھ تھام کر اپنے گلے میں ڈال دیے اور خود اس کی ٹانگوں کے درمیان جگہ بناتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"موسیٰ۔۔۔آپ بہت بگڑ گئے ہیں،"

روح نے دبی دبی آواز میں کہا،اس کا چہرہ اب حیا سے تمتما اٹھا تھا۔

"صرف تمہارے لیے،"

موسیٰ نے جواب دیا اور نہایت شدت سے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔

"تمہیں پتا ہے، آج پورا دن میں اپنی بیوی کو مس کرتا رہا ہوں اور بس دعا کرتا رہا ہوں کہ جلدی سے حویلی کا کر اپنی بیوی کو اپنی باہوں میں قید کر لوں"

اس نے اپنا رخ اس کی گردن کی جانب موڑا اور وہاں اپنے لبوں کا لمس چھوڑا، جس سے روح کے منہ سے ایک سسکی نکل گئی۔ اس کے ہاتھ اب موسیٰ کے بالوں میں الجھ چکے تھے اور وہ بے اختیاری میں اسے اپنی جانب کھینچ رہی تھی۔ موسیٰ کا ہاتھ اب اس کی کمر سے پھسلتا ہوا اوپر کی جانب بڑھا، جس نے روح کے وجود میں ایک نئی آگ بھڑکائی۔

"موسیٰ، ٹیسٹ۔۔۔"

وہ ابھی بھی اپنی آخری کوشش کر رہی تھی، مگر اس کی آواز میں اب وہ زور نہیں تھا۔

"بھول جاؤ سب کچھ،"

موسیٰ نے اس کے لبوں کے بالکل قریب آ کر کہا۔

"کیمسٹری پڑھنی ہے؟ تو دیکھو ہمارے درمیان کیسی کیمسٹری (Chemistry) ہے۔ فزکس دیکھنی ہے؟ تو اس کشش کو محسوس کرو جو ہمیں ایک دوسرے کی طرف کھینچ رہی ہے۔"

موسیٰ نے مزید انتظار نہ کیا اور اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے لمس میں برسوں کی پیاس، تڑپ اور بے پناہ محبت رچی بسی تھی۔ روح نے خود کو مکمل طور پر اس کے حوالے کر دیا تھا۔ اس لمحے نہ کوئی ٹیسٹ تھا، نہ کوئی کتاب اور نہ ہی دنیا کا کوئی خوف۔ صرف وہ دونوں تھے اور ان کے درمیان بڑھتی ہوئی قربت۔ کچھ دیر بعد جب موسیٰ اس سے تھوڑا الگ ہوا، تو روح کا سانس پھول رہا تھا اور اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں۔ موسیٰ نے اس کی لرزتی ہوئی پلکوں پر پیار دیا اور اسے اپنی بانہوں میں بھر کر بیڈ کی طرف لے گیا۔ اس نے اسے نرمی سے لٹایا اور خود اس کے اوپر جھک گیا۔

"تمہیں پتا ہے تمھاری برتھ ڈے بائیٹ جب ہماری سہاگ رات بھی تھی جب میں نے تمہیں یوں چھوا تھا، تب بھی تم اتنی ہی ڈری ہوئی تھیں،" موسیٰ نے اس کی زلفوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے شرارت سے کہا۔

"مگر اب تو ہم دونوں کے درمیان بہت کچھ ہو چکا ہے اس جب بعد بھی؟"
روح نے شرما کر اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے چوما۔

"موسیٰ ٹیسٹ کل ڈانٹ پڑے گی"
روح نے سردار موسی کی باتوں سے احتجاج کرتے ہوئے کہا تھا لیکن سردار موسیٰ کو اس کی بات بلکل بھی پسند نہیں آئی تھی سردار موسیٰ نے اپنے دانت اس کی گردن پر گاڑھ دیے اسکی زوردار چیخ نکلی تھی سردار موسیٰ نے پیچھے ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"دوبارہ روحِ موسی اپنے موسیٰ کو دور کرنے کی کوشش نہ کرنا ان چھوٹے موٹے احتجاج سے"

سردار موسیٰ کی نظروں میں اس وقت وہ تپش تھی جو برف کو بھی پگھلا دے۔ روح کی چیخ ابھی کمرے کی خاموشی میں گونج ہی رہی تھی کہ موسیٰ نے اپنے لب اس کے کان کے پاس ٹکائے۔ اس کے تیکھے نقوش اور مردانہ جاہ و جلال نے روح کے حواسوں کو مفلوج کر دیا تھا۔

"سزا تو بنتی ہے نا روح؟ جب تم اپنے سامنے کھڑے اپنے شوہر کو نظر انداز کر کے ان بے جان کتابوں کا ذکر کرتی ہو، تو میرا دل کرتا ہے کہ ان ساری کتابوں کو آگ لگا دوں۔"

موسیٰ کی آواز میں ایک عجیب سی کھردراہٹ اور اپنائیت تھی۔ اس نے روح کے تھرتھراتے لبوں پر اپنی انگلیاں پھیریں، جیسے وہ اس کے اندر کے ڈر کو محسوس کر رہا ہو۔

"موسیٰ۔۔۔میں بس کل کا سوچ کر ٹینشن ہو رہی ہے،" روح نے بڑی مشکل سے الفاظ ادا کیے، مگر موسیٰ نے اسے بولنے کا مزید موقع نہیں دیا۔ اس نے ایک جھٹکے سے روح کو اٹھا کر بیڈ کے وسط میں لٹایا اور خود اس کے اوپر اس طرح جھکا کہ ان کے درمیان ہوا کا گزرنا بھی محال ہو گیا۔

"آج کی رات صرف میری ہے روح۔ کوئی ٹیسٹ، کوئی کالج، اور کوئی کتاب ہمارے درمیان نہیں آئے گی۔"

یہ کہتے ہوئے موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا لیمپ آف (Off) کر دیا۔ کمرے میں ایک دم گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا، مگر کھڑکی سے چھنتی چاند کی ہلکی سی روشنی روح کے چہرے کو کسی چاندی کی طرح چمکا رہی تھی۔

اندھیرے میں روح کی سماعتیں تیز ہو گئیں۔ اسے موسیٰ کے دل کی دھڑکن اپنے سینے میں محسوس ہو رہی تھی۔ موسیٰ نے اس کی قمیض کی آستینیں اوپر کیں اور اس کے بازوؤں پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑا۔ روح کا پورا وجود بجلی کے جھٹکے کی طرح لرز اٹھا۔ وہ چاہ کر بھی اسے خود سے دور نہیں کر پا رہی تھی، بلکہ اس کی قربت اسے ایک ایسی سکون کی وادی میں لے جا رہی تھی جہاں صرف وہ اور موسیٰ تھے۔ موسیٰ کے ہاتھ اب روح کی کمر کے گرد تھے، اس نے اسے اپنی بانہوں میں اس طرح بھینچ لیا جیسے وہ اسے اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہو۔ اس نے روح کے گالوں، آنکھوں اور ماتھے پر تڑپ بھرے بوسے دیے۔ اس کے لمس میں وہ شدت تھی جو برسوں کی دوری کے بعد ملنے والے دو وجودوں میں ہوتی ہے۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے روح، کہ میں نے ان تنہار اتوں میں تمہیں کتنا یاد کیا تھا۔ تمہاری خوشبو، تمہارا یہ شرمانا، تمہارا یوں مجھ سے جھگڑنا۔۔۔ یہ سب میرے جینے کا سہارا تھا،"

موسیٰ نے سرگوشی کی اور اس کی گردن کے حساس حصے پر اپنے لب رکھ دیے۔ روح نے بے اختیاری میں اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں پیوست کر دیں اور اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں۔ کمرے میں صرف ان دونوں کے تیز ہوتے سانسوں کی آوازیں تھیں۔ موسیٰ کا پیار اب تمام حدیں پار کر رہا تھا۔ وہ اسے یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ صرف اس کی ہے، ہمیشہ کے لیے۔ روح نے بھی تمام احتجاج پسِ پشت ڈال دیے تھے۔ اسے احساس ہوا کہ کتابیں اور ٹیسٹ تو زندگی بھر آتے رہیں گے، مگر موسیٰ کا یہ والہانہ پیار، یہ قربت اس کے لیے کائنات کی سب سے بڑی سچائی تھی۔ موسیٰ نے اس کے کان کی لو کو اپنے دانتوں میں دبایا، جس سے روح کے وجود میں ایک لہر دوڑ گئی۔

"اب بولو، اب بھی ٹیسٹ کی فکر ہے؟"

اس نے شرارت سے پوچھا۔ روح نے جواب دینے کے بجائے اپنا چہرہ اس کے چوڑے سینے میں چھپالیا۔

"آپ بہت برے ہیں موسیٰ۔۔۔"

اس کی آواز میں اب صرف حیا اور سپردگی تھی۔ موسیٰ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا جو اس خاموش رات میں موسیقی کی طرح گونجا۔ اس نے روح کو مزید اپنی پناہ میں لے لیا۔ اس رات حویلی کا وہ کمرہ ان دونوں کی محبت کا گواہ بن گیا۔ موسیٰ نے بڑی نزاکت اور شدت کے ساتھ اپنی 'روح' کو یہ باور کروایا کہ سردار موسیٰ کے لیے اس کی بیوی سے بڑھ کر دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔

وقت جیسے تھم گیا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر وہ ایک دوسرے کی بانہوں میں قید رہے، یہاں تک کہ روح کی تمام تھکن اور پریشانی دور ہو گئی۔ موسیٰ کا لمس اس کے لیے کسی مرہم سے کم نہیں تھا۔ جب وہ تھک کر اس کے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی، تو موسیٰ نے اس کے بکھرے بالوں کو پیار سے سنوارا۔

"سو جاؤ اب۔۔۔ صبح میں خود تمہیں سب یاد کروا دوں گا۔ فجر کے وقت ہم جلدی اٹھیں گے، میں تمہیں کڈنی کا فنکشن بھی سمجھاؤں گا اور فزکس کے وہ مشکل فارمولے (Formulas) بھی۔ تمہارے شوہر سے بہتر ٹیچر تمہیں نہیں ملے گا،"

موسیٰ نے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔ روح نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اب وہ پیلاہٹ نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سی چمک تھی۔

"پکا؟آپ مجھے پڑھائیں گے ؟"

روح نے کہا تھا۔

"پکا! سردار موسیٰ کا وعدہ ہے۔اب اپنی آنکھیں بند کرو،"موسیٰ نے اسے کمبل میں ڈھانپتے ہوئے کہااور اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔رات بیت رہی تھی، مگران دونوں کے دلوں میں وہ آگ اب بھی روشن تھی جو انہیں ایک دوسرے سے جوڑے ہوئے تھی۔روح نے سکون سے اپنی آنکھیں بند کر لیں،اسے پتہ تھا کہ جب تک وہ موسیٰ کے حصار میں ہے،اسے کسی ٹیسٹ یا دنیا کی کسی ڈانٹ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ صبح جو بھی ہو گا دیکھا جائے گا، مگراس وقت وہ دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت تھی جسے اس کا'موسیٰ'مل چکا تھا۔



کل رات ہی عدنان اور حفصہ دونوں کو موسیٰ نے حویلی واپس بلا لیا تھا اس وقت سب لوگ صبح کا ناشتہ ساتھ میں کر رہے تھے۔

"عدنان بیٹا گلناز کے لیے رشتہ دیکھا تم نے"

سید سائیں نے عدنان کو ناشتہ کرتا دیکھ کر پوچھا تھا۔

لیکن ڈائننگ ٹیبل پر موجود باقی سب کے چہرے بدل گئے تھے۔

"جی سید سائیں میں نے اس کے لیے رشتہ دیکھ لیا ہی قبیلے کا ہی آدمی ہے اور مناسب رشتہ ہے"

عدنان نے آہستہ سے کہا تھا ڈائننگ ٹیبل پر نادیہ بیگم اور گلناز نہیں تھے۔

"ٹھیک ہے تو پھر کب اس کا نکاح کر کے رخصت کرنا ہے"

سید سائیں نے عدنان سے پوچھا چونکہ وہ گلناز کا بھائی تھا فیصلہ کرنے کا حق اس کے پاس تھا۔

"سید سائیں میری اکلوتی بہن ہے گلناز آپ جانتے ہیں اس کے جو کیا لیکن ہے تو وہ میری بہن میں چاہتا ہوں اس کی شادی اچھے سے ہو زہافہث ہے صحیح تو مہندی اور بارات کا فنکشن کر لیتے ہیں"

عدنان نے بہت ہمت کر کے یہ بات کہی تھی کیوں کہ وہ جانتا تھا یہاں کوئی بھی اس بات کے حق میں نہیں ہو گا۔

"ٹھیک ہے عدنان اگر تم یہ چاہتے ہو تو ایسا ہی ہو گا"

سید سائیں نے مسکرا کر کہا ان کی بات پر عدنان بھی ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"تھینک یو سید سائیں"

عدنان کے چہرے پر ایک اطمینان کی لہر دوڑ گئی لیکن ڈائننگ ٹیبل پر موجود باقی سب کے چہرے پر پریشانی آگئی کیوں کہ گلناز سے کسی اچھے کی امید تو نہیں تھی۔

"تم اسے جا کر یہ بات بتا دو"
سید سائیں نے عدنان کو دیکھ کر کہا۔

"جی سید سائیں میں بس جاتا ہوں حفصہ کو اسکول چھوڑنا ہے اس کے بعد"
عدنان نے آہستہ سے کہا۔

"بس آ اللہ اس لڑکی کو ہدایت دے"
کنزہ بیگم نے آہ بھری تھی جس پر سب لوگوں نے ہی امین کہا تھا۔

"سید سائیں اگر یہ شادی ہو سکتی ہے تو میری کیوں نہیں"

ہاشم نے فوراً سے احتجاج کیا تھا۔

"اوئے چپ کرو"

موسیٰ کے جوس پیتے ہاتھ روک گئے تھے۔

"یہ کیا بات ہوئی سید سائیں دیکھیں آپ اسے یہ جان بوجھ کر میری شادی نہیں ہونے دے رہا"

ہاشم نے بے چارگی سے کہا تھا۔

"ہاشم تم اس حویلی کے بیٹے ہو تمھاری شادی دھوم دھام اور بڑے پیمانے پر ہو گی ابھی تو بس عدنان رسم کرنا چاہتا ہے کیوں کہ یہ اس کی خواہش ہے اور اس کے علاوہ یہ شادی جلدی ہی ہو جائے گی اور چھوٹے سے بس دو فنکشن ہوں گیں"

سید سائیں بھی اسے سمجھاتے ہوئے بولے تھے۔

"آپ سب بس مجھے بول رہے ہیں اصل میں آپ بھی میرے اس کمینے سالے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں"

ہاشم کی اس بات پر سب کے چہرے ہو مسکراہٹ آگئی تھی اور قہقہ گونجا تھا جبکہ نور بیچاری شرما رہی تھی۔

"ہاشم ہم تو تمھیں بہت معصوم سمجھتے تھے تم تو بہت ہی بے صبرے نکلے"

آیت بیگم نے مسکرا کر کہا تھا جبکہ ان کی بات پر ہاشم نے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

"اب ایسی بھی بات نہیں تائی امی"

وہ آہستہ سے خود بھی مسکرا کر بولا سب لوگوں نے خوشگوار ماحول میں ناشتہ کیا اور اپنے اپنے کاموں پر نکل گئے۔



عدنان نادیہ بیگم کے کمرے میں آیا تھا گلناز اور وہ اب ایک ہی کمرے میں ہوتے تھے عدنان کو دیکھ کر وہ اپنی جگہ پر ہی بیٹھی رہی تھی گلناز کو اس کمرے سے باہر آنے کی اجازت نہیں تھی جبکہ نادیہ بیگم آجا سکتی تھی۔

"اب کیوں آئے ہو میرا تماشہ دیکھنے کے لیے آئے ہو"

گلناز نے غصے سے کہا تھا۔۔

"بقواض بند کرو اپنی بہن ہو تم میری اپنے بارے میں ایسے الفاظ استعمال مت کرو"

عدنان کو اس کی بات سخت ناپسند گزری تھی اس نے غصے سے کہا تھا۔

عدنان کے لہجے کی سختی نے ایک لمحے کے لیے کمرے میں سناٹا طاری کر دیا، لیکن گلناز کے چہرے پر موجود زہریلی مسکراہٹ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اس نے صوفے پر تکیے کو درست کیا اور ایک تمسخرانہ انداز میں عدنان کی طرف دیکھا، جیسے وہ اس کی باتوں کو محض ایک تفریح سمجھ رہی ہو۔

"بہن؟ اب یاد آیا کہ میں تمہاری بہن ہوں؟ جب سب کے سامنے مجھے ذلیل کیا جا رہا تھا، جب مجھے اس کمرے میں قید کیا گیا، تب تمہاری غیرت کہاں سو رہی تھی بھائی جان؟"

گلناز نے لفظ 'بھائی جان' کو اتنے طنزیہ انداز میں ادا کیا کہ عدنان کی مٹھیاں خود بخود بھینچ گئیں۔ عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور خود پر قابو پاتے ہوئے اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"گلناز! میں یہاں تم سے بحث کرنے یا تمہارے طعنے سننے نہیں آیا۔ میں تمہیں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ تمہارا رشتہ طے کر دیا گیا ہے۔ قبیلے کا ایک شریف اور معزز خاندان ہے، لڑکا پڑھا لکھا ہے اور تمہارے ماضی سے واقف ہونے کے باوجود تمہیں اپنانے کے لیے تیار ہے۔ سید سائیں نے بھی اجازت دے دی ہے، اور اگلے ہفتے تمہارا نکاح اور رخصتی ہو گی۔"

کمرے میں ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔ گلناز نے عدنان کو ایسے دیکھا جیسے اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا ہو۔ پھر اچانک، وہ زور زور سے ہنسنے لگی۔ یہ ہنسی نارمل نہیں تھی، اس میں ایک دیوانگی اور پاگل پن تھا۔ وہ ہنستے ہنستے دوہری ہو رہی تھی، جبکہ عدنان اور نادیہ بیگم، اسے حیرت اور خوف کے ملے جلے جذبات سے دیکھ رہے تھے۔

"رشتہ؟ میرا رشتہ؟"

وہ ہنستے ہنستے بولی، اس کی آنکھوں سے ہنسی کے مارے آنسو نکل آئے۔

"عدنان بھائی! آپ کو واقعی لگتا ہے کہ گلناز کسی عام سے آدمی کی بیوی بن کر اس چھوٹے سے گھر میں رہے گی؟ آپ کو لگتا ہے کہ میں اس حویلی کا ٹھاٹھ باٹھ چھوڑ کر کسی قبیلے والے کے برتن مانجھوں گی؟"

اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"گلناز! اپنی حد میں رہو،"

عدنان نے دھاڑ کر کہا۔

"یہ تمہارا آخری موقع ہے ایک باعزت زندگی گزارنے کا۔ ورنہ تم جانتی ہو کہ اس حویلی میں غداروں اور بے حیاؤں کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

اچانک گلناز کی ہنسی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایک خوفناک چیخ نے لے لی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور میز پر پڑا ہوا گلدان دیوار پر دے مارا، جو کرچی کرچی ہو گیا۔

"نہیں! کبھی نہیں!"

وہ پاگلوں کی طرح چلائی۔

"میں کسی سے شادی نہیں کروں گی۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا اور آج بھی کہہ رہی ہوں، سردار موسیٰ نقوی کے علاوہ کوئی مرد میری زندگی میں نہیں آسکتا۔ وہ میرا ہے! وہ صرف میرا ہے! روح تو محض ایک رکاوٹ ہے جسے میں دور کردوں گی۔"

نادیہ بیگم نے گھبرا کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھنا چاہا، مگر گلناز نے انہیں جھٹک دیا۔

"ماں سائیں آپ اسے کہیں کہ یہ رشتہ ختم کردے۔ میں موسیٰ کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ وہ سردار ہے، وہ دو شادیاں کر سکتا ہے۔ میں اس کی دوسری بیوی بن کر اسی حویلی میں رہوں گی، چاہے وہ روح کو طلاق نہ دے"

وہ اب نادیہ بیگم کو دیکھ کر بول رہی تھی۔ عدنان کا پارہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔ اس نے آگے بڑھ کر گلناز کا بازو اتنی سختی سے دبوچا کہ وہ درد سے کراہ اٹھی۔

"تمہارا دماغ ٹھکانے ہے؟ موسیٰ تمہارا نام سننا گوارا نہیں کرتا اور تم اس کے نام کی مالا جپ رہی ہو؟ وہ روح سے محبت کرتا ہے، وہ تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ اور یاد رکھو، اگر تم نے دوبارہ موسیٰ کا نام اپنی ناپاک زبان سے لیا، تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میری بہن ہو۔"

عدنان غصے سے غرایا گلناز نے تڑپ کر اپنا بازو چھڑایا۔

"محبت؟ وہ جادو ہے جو اس لڑکی نے اس پر کر دیا ہے! میں اسے ختم کر دوں گی۔ میں اس حویلی کی ملکہ بننا چاہتی تھی اور میں بن کر رہوں گی!"

عدنان نے نفرت سے اسے دیکھا اور پھر نادیہ بیگم کی طرف دیکھا۔

"ماں سائیں! اسے سمجھائیں، ورنہ میں مجبور ہو جاؤں گا کہ اسے زنجیروں میں جکڑ کر اس کے سسرال بھیج دوں۔ میں نے سید سائیں سے وعدہ کیا ہے کہ یہ شادی دھوم دھام سے ہو گی تاکہ ہماری عزت بچ سکے، لیکن اگر اس نے کوئی تماشہ کیا، تو میں اسے جان سے مارنے میں بھی دیر نہیں کروں گا۔"

عدنان نے غصے سے کہا تھا نادیہ بیگم نے لرزتے ہاتھوں سے عدنان کا ہاتھ تھاما۔

"عدنان بیٹا، تم فکر نہ کرو۔ میں اسے سمجھاؤں گی۔ یہ بس غصے میں ہے، جذباتی ہو رہی ہے۔"

نادیہ بیگم فوراً سے بولی تھی وہ سمجھ گئی تھی کہ اب موسیٰ کبھی بھی اس کی بیٹی کا نہیں ہو سکتا اس لیے مزید اس کے پیچھے بھاگنا یا اس حویلی کے کسی اور بیٹے سے ان کا گلناز سے شادی کا خواب ادھورا رہ جائے گا۔

"سمجھائیں اسے ماں سائیں! کیونکہ اس کے پاس صرف سات دن ہیں۔ سات دن بعد یہ لڑکی اس حویلی سے رخصت ہو جانی چاہیے، چاہے زندہ یا مردہ،"

عدنان نے دوٹوک الفاظ میں کہا اور غصے سے پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ عدنان کے جانے کے بعد گلناز فرش پر بیٹھ گئی اور بالوں کو نوچنے لگی۔

"نہیں ماں، میں نہیں جاؤں گی۔ میں موسیٰ کو کیسے چھوڑ دوں؟ وہ میری زندگی کا جنون ہے۔"

نادیہ بیگم اس کے پاس بیٹھیں اور اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔

"گلناز، میری بچی! ضد چھوڑ دو۔ عدنان اب وہ پرانا عدنان نہیں رہا، وہ موسیٰ کا وفادار بن چکا ہے۔ وہ تمہیں سچ مچ نقصان پہنچا سکتا ہے۔ فی الحال ہاں کر دو، شادی کر کے یہاں سے نکلو، پھر دیکھیں گے کہ آگے کیا کرنا ہے۔"

نادیہ بیگم نے اسے سمجھانے کے بجائے ایک اور امید دیکھائی۔

"نہیں نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"

وہ غصے سے بولی تھی نادیہ بیگم نے افسوس کیا تھا اپنی بیٹی پر کاش وہ اس کے دل میں موسیٰ کا جنوں نہ ڈالتی۔

وہ کلاس روم میں کھڑی تھی اور سب کی ہی نظریں اس پر جمی ہوئی تھی ٹیچر غصے سے اس پر چلا رہی تھی۔

"میں نے تمہیں کل بھی کہا تھا روح کہ تمھیں کل ٹیسٹ آنا چاہیے لیکن تمھارے پھر وہی حالات ہیں ایک تو تم کالج اپنی مرضی سے ائی ہو اوپر سے تمھیں ٹیسٹ بھی نہیں آتا ہم یہاں پاگل بیٹھے ہیں جو تم لوگوں کو پڑھا رہے ہیں یہ کالج ہے تمہاری حویلی نہیں جہاں فیصلے تمہاری مرضی سے ہوں گیں"

کالج میں تقریباً سب ہی لوگ اسے سید سائیں کی پوتی کے حوالے سے جانتے تھے اس لیے ٹیچر نے طنز کیا تھا۔

"تو میم آپ کی ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی پتہ نہیں کیا پڑھا رہی ہوتی ہیں"

روح کی اس دیدہ دلیری پر سب لڑکیوں نے حیرانی سے اسے دیکھا تھا کیونکہ یہ بات کہنا مطلب اپنی شامت خود لانا تھا کسی میں بھی اج تک یہ ہمت نہیں تھی کہ وہاں کی ٹیچرز کو وہ کچھ بول سکیں وہ اچھا نہیں پڑھاتی یا ان کے انہیں سمجھ نہیں اتی کیونکہ حویلی کے قریب یہ ایک ہی سکول تھا جو کہ گورنمنٹ تھا جس میں صرف لڑکیاں تھی اسی وجہ سے یہ کالج چنا گیا تھا کو ایجوکیشن میں حویلی کی لڑکیوں کو پڑھنے کی اجازت نہیں تھی نور اور قندیل بھی یہی سے پڑھی تھی۔۔

"ایک تو تم کالج اپنی مرضی سے اؤ اوپر سے بعد میں بھی ہمیں سناؤ"
ٹیچر سے غصے سے روح کو جواب دیا۔

"میم اپ غلط سمجھ رہی ہیں میں نے صرف ایک بات کہی ہے"

روح نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔ ٹیچر کا پارہ روح کے اس جواب پر ساتویں آسمان پر پہنچ گیا تھا۔ اسے اپنی پوری سروس میں کسی طالبہ نے یوں ٹوکنے کی ہمت نہیں کی تھی، اور آج روح نے سب کے سامنے اس کی قابلیت پر سوال اٹھا دیا تھا۔

"زبان چلاتی ہو؟ اتنی ہمت!"

میم فوزیہ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے اپنی میز پر رکھی لکڑی کی اسٹک (Stick) اٹھائی۔ ان کی آنکھوں میں غصے کی سرخی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔

"میم! میرا وہ مطلب نہیں تھا، میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ موسیٰ۔۔۔ مطلب میرے شوہر نے مجھے جس طرح سمجھایا وہ مجھے جلدی سمجھ آ گیا"

روح نے سہم کر اپنی صفائی پیش کرنا چاہی، مگر 'شوہر' کا لفظ سن کر ٹیچر کے چہرے پر ایک کراہت آمیز مسکراہٹ ابھری۔

"اوہ! تو اب تم ہمیں بتاؤ گی کہ تمہیں کون سمجھائے گا؟ اور تم سمجھتی کیا ہو خود کو؟ شادی ہو گئی ہے تو کیا تم یہاں اپنی گھریلو کہانیاں سنانے آتی ہو؟ اگر اتنی ہی شوہر کی مرید ہو تو گھر بیٹھ کر روٹیاں پکاؤ، یہاں کالج کی سیٹ کیوں ضائع کر رہی ہو؟"

ٹیچر کے الفاظ نشتر کی طرح روح کے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔

"میم! پلیز ایسی باتیں نہ کریں،"

روح کی آنکھوں میں آنسوں تیرنے لگے، اس کا لہجہ التجا بھرا تھا۔

"کیوں نہ کروں؟ تم جیسی لڑکیاں صرف نام کے لیے کالج آتی ہیں تاکہ باہر گھوم سکیں، ورنہ پڑھائی سے تمہیں کیا لینا دینا؟ کل بھی ٹیسٹ نہیں آتا تھا، آج بھی وہی حال ہے۔ تم جیسے لوگ صرف سفارشوں پر پلتے ہو"
ٹیچر نے ایک قدم آگے بڑھا کر روح کا بازو سختی سے دبوچا۔

"نہیں میم! میں نے پڑھا ہے، مجھے سب یاد ہے،"
روح نے روتے ہوئے کہا، مگر ٹیچر سننے کو تیار نہیں تھیں۔

"یاد ہے؟ ابھی تمہاری یادداشت ٹھکانے لگاتی ہوں!"

میم فوزیہ نے اسٹک ہوا میں لہرائی اور پوری قوت سے روح کی ہتھیلی پر ماری۔ سڑاخ! ایک زوردار آواز پورے کلاس روم میں گونجی۔ روح کے منہ سے ایک دردناک چیخ نکلی۔ اس کی نازک سی ہتھیلی لمحوں میں سرخ ہو گئی۔ اسے کبھی حویلی میں کسی نے یوں ہاتھ نہیں اُٹھایا تھا، اور آج سب کے سامنے اسے مارا جا رہا تھا۔

"یہ اس لیے کہ تم بدتمیز ہو! اور یہ اس لیے کہ تم کام چور ہو!"

دوسری اور تیسری بار جب اسٹک روح کے ہاتھ پر پڑی، تو وہ درد سے دوہری ہو گئی۔ اس کے گالوں پر آنسوؤں کی قطاریں لگ گئیں۔

"بس کریں میم! پلیز۔۔۔"

روح ہچکیوں سے رونے لگی، مگر ٹیچر کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے روح کا بیگ میز سے نیچے پٹخ دیا۔

"چلو میرے ساتھ پرنسپل آفس! میں اج تمہارا قصہ ہی ختم کر دیتی ہوں۔ تم جیسے نمونے اس کالج کا ڈسپلن خراب کر رہے ہیں۔ میں لکھ کر دوں گی کہ تم جیسی بد تمیز لڑکی کو اس کالج میں رہنے کا کوئی حق نہیں،" میم فوزیہ نے روح کو دھکا دیتے ہوئے کلاس سے باہر نکالا۔

پوری راہداری میں لڑکیاں حیرت اور ہمدردی سے روح کو دیکھ رہی تھیں، جو اپنے سرخ ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے چھپائے، سر جھکائے روتی جا رہی تھی۔ اسے اپنے درد سے زیادہ اس توہین کا دکھ تھا جو بھری کلاس میں اس کے ساتھ ہوئی تھی۔ پرنسپل آفس کے باہر اجازت لینے کے بعد میم فوزیہ روح کے ساتھ اندر داخل ہوئی تھی، ان کے داخل ہونے پر پرنسپل صاحبہ چونک کر اپنی فائل سے سر اٹھایا۔ میم فوزیہ نے روح کو تقریباً پرنسپل کے سامنے دھکا دیا تھا۔

"کیا ہوا میم فوزیہ؟ یہ کیا طریقہ ہے؟"
پرنسپل نے حیرانی سے پوچھا۔

"میم! یہ لڑکی، روح یہ سمجھتی ہے کہ یہ کالج اس کی جاگیر ہے۔ اسے ٹیسٹ نہیں آتا، میں نے پوچھا تو آگے سے میری توہین کر رہی ہے کہ مجھے پڑھانا نہیں آتا۔ سب لڑکیوں کے سامنے اس نے میرا مذاق اڑایا ہے۔ میں اسے اب اپنی کلاس میں نہیں بیٹھنے دوں گی،"
میم فوزیہ نے سچ اور جھوٹ ملا کر ایسا طوفان کھڑا کیا کہ پرنسپل کے ماتھے پر بھی بل پڑ گئے۔

"روح! کیا یہ سچ ہے؟"

پرنسپل نے سختی سے پوچھا۔روح کچھ بولنا چاہتی تھی، مگر اس کا گلا رندھا ہوا تھا۔وہ بس نفی میں سر ہلا سکی۔اس کے سسکنے کی آواز پورے آفس میں گونج رہی تھی۔

"دیکھیں میم !اب بھی یہ ڈرامہ کر رہی ہے۔رو کر ہمدردی حاصل کرنا چاہتی ہے۔اسے فوراً ریسٹی کیٹ (Rusticate) کریں، ورنہ میں یہاں نہیں پڑھاؤں گی،"
میم فوزیہ نے الٹی میٹم دے دیا۔مسئلہ اب واقعی بڑا ہو چکا تھا۔

"اس کے گارڈین (Guardian) کا نمبر نکالیں، اسے ابھی یہاں بلائیں۔"

پرنسپل صاحبہ نے میم فوزیہ سے کہا۔ روح کا دل ڈوبنے لگا۔ اسے یاد آیا کہ موسیٰ نے نکاح کے بعد اس کے کالج کی بھی ساری زمیداری خود پر لے لی تھی اپنا نمبر دیا تھا اس کے ٹیچرز کو اور ہر کام کے لیے خود ہی آتا تھا۔ اگر موسیٰ کو پتہ چلا کہ اسے مارا گیا ہے اور اسے یوں ذلیل کیا جا رہا ہے، تو وہ پورے کالج کو سر پر اٹھا لے گا۔ وہ ڈر گئی کہ کہیں موسیٰ کے غصے کی وجہ سے بات مزید نہ بگڑ جائے۔

"میم! پلیز، آپ کسی کو فون نہ کریں"

روح نے روتے ہوئے التجا کی تھی مگر میم فوزیہ نے اس کی بات نہ مانی۔

پرنسپل آفس میں تناؤ کی کیفیت برقرار تھی۔ میم فوزیہ کی آواز میں موجود زہر اور روح کی ہچکیاں ایک عجیب سا شور پیدا کر رہی تھیں۔ پرنسپل صاحبہ نے نمبر ڈائل کرنے کا حکم دیا۔ میم فوزیہ نے فاتحانہ نظروں سے روح کو دیکھا جو سمٹی کھڑی اپنے سوجے ہوئے ہاتھ کو چادر میں چھپا رہی تھی۔

دوسری طرف، حویلی سے کچھ فاصلے پر قبیلے کے ایک اہم معاملے پر جرگہ ہو رہا تھا۔ سفید شلوار قمیض اور اوپر سیاہ واسکٹ پہنے، سر پر پگڑی سجائے سردار موسیٰ نقوی اس وقت ایک اونچی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے قبیلے کے معززین اور دو فریقین موجود تھے۔ فضا میں سنجیدگی اور رعب طاری تھا۔ موسیٰ کی گہری آنکھیں سامنے بیٹھے شخص کے چہرے کا مطالعہ کر رہی تھی۔

سردار ہم آپ کا فیصلہ ماننے کو تیار ہیں ہم جانتے ہیں آپ عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں"

ایک بوڑھے شخص نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ موسیٰ نے ابھی لب کھولے ہی تھے کہ اس کی جیب میں رکھا فون زور زور سے تھرتھرانے لگا۔ عام طور پر وہ جرگے کے دوران فون نہیں سنتا تھا، لیکن اس نے نمبر دیکھا تو وہ روح کے کالج کا تھا۔ اس کے ماتھے پر فوراً بل پڑ گئے۔ اس نے ایک ہاتھ سے سب کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور فون کان سے لگایا۔

"جی؟"

موسیٰ کی آواز میں وہی سرداری رعب تھا۔

"سردار موسیٰ بات کر رہے ہیں؟ میں گورنمنٹ گرلز کالج کی پرنسپل بات کر رہی ہوں۔ آپ کی اہلیہ روح نے یہاں اپنی ٹیچر کے ساتھ بدتمیزی کی ہے اور کالج کا ڈسپلن خراب کیا ہے۔ آپ فوراً یہاں پہنچیں، ورنہ ہمیں سخت قدم اٹھانا پڑے گا،"

پرنسپل کی آواز سپاٹ تھی۔

موسیٰ حیران رہ گیا۔ بدتمیزی؟ روح؟ وہ لڑکی جو اس کے سامنے سب اونچی آواز میں بولتے ہوئے ڈرتی تھی اس نے روح کو بہت اچھے سے سمجھایا تھا، وہ کالج میں تماشہ کرے گی؟ یہ بات اس کے حلق سے نہیں اتری۔

"میں دس منٹ میں وہاں پہنچ رہا ہوں،"

موسیٰ نے مختصر جواب دیا اور فون بند کر دیا۔

"آج کا جرگہ یہیں ختم کیا جاتا ہے۔ باقی فیصلہ کل ہو گا۔"

اس نے جرگے کی طرف دیکھا۔۔

"بھائی! خیر تو ہے؟"

حنان نے قریب آکر پوچھا۔

"کالج میں کوئی مسئلہ ہوا ہے گاڑی نکالو،"

موسیٰ کے لہجے میں وہ سردی تھی جو طوفان سے پہلے کی خاموشی ہوتی ہے۔

وہ تیزی سے اٹھا اور اپنی بلیک ویگو (Vigo) کی طرف بڑھا۔ حنان گاڑی رش سے نکال کر لے آیا تھا وہ باہر نکال تو موسیٰ گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کی دھول اڑاتی ہوئی گاڑی کالج کی طرف روانہ ہو گئی۔

💗💗

جیسے ہی سردار موسی نے پرنسپل آفس کا دروازہ بغیر دستک دیے کھولا، سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔ روح نے جیسے ہی موسیٰ کو دیکھا، اس کے ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے۔ وہ اٹھ کر اس کی طرف بھاگی اور اس کے بازو سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"موسیٰ۔۔۔!"

اس کی آواز میں وہ کرب تھا کہ موسیٰ کا دل کٹ کر رہ گیا۔ موسیٰ نے اسے اپنے ساتھ لگایا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"شروع کریں، میں سن رہا ہوں،"

اس نے پرنسپل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"سر! آپ کی بیوی کو نہ پڑھنا آتا ہے نہ بات کرنی۔ میں نے ٹیسٹ مانگا تو آگے سے کہتی ہیں کہ مجھے پڑھانا نہیں آتا۔ پورے کلاس روم میں میرا مذاق اڑایا اور جب میں نے اسے روکا تو الٹی سیدھی باتیں کرنے لگی۔ ایسی لڑکیوں کو گھر میں ہی رہنا چاہیے، کالج ان کے بس کی بات نہیں۔"

میم فوزیہ نے ایک لمبی سانس لی اور بولنا شروع کیا۔ موسیٰ نے خاموشی سے میم فوزیہ کی بات سنی، پھر اس نے روح کا وہ ہاتھ دیکھا جو اب بھی نیلا پڑ رہا تھا۔ اس نے روح کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اس کی انگلیوں کے گرد بنی سرخ لکیروں کو دیکھا۔

"یہ کس نے کیا؟"

موسیٰ کی آواز اتنی نیچی تھی کہ محسوس بھی نہیں ہو رہی تھی، مگر روح جانتی تھی کہ یہ خاموشی سب سے زیادہ خطرناک ہے۔

"موسیٰ۔۔۔وہ۔۔۔"

روح نے سسکتے ہوئے میم فوزیہ کی طرف اشارہ کیا۔ موسیٰ نے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں درندگی تھی۔

"آپ نے اسے مارا ہے؟"

اس نے میم فوزیہ سے پوچھا۔

"ہاں! کیونکہ اس نے بدتمیزی کی تھی ایک ٹیچر کو حق ہے کہ وہ اپنی شاگرد کو درست کرے۔۔۔"

میم فوزیہ نے ہمت جمع کر کے کہا۔

"حق؟"

موسیٰ نے روح کو خود سے الگ کیا تھا اور وہ چلتا ہوا میم فوزیہ نے پاس آیا۔

"سردار موسیٰ نقوی کی بیوی پر ہاتھ اٹھانے کا حق آپ کو کس نے دیا؟"

اس نے غصے سے ٹیبل پر زور سے ہاتھ مارا تھا۔

"پرنسپل صاحبہ! میری بیوی یہاں پڑھنے آتی ہے، آپ کے اساتذہ کے جاہلانہ رویے برداشت کرنے نہیں۔ جس لڑکی کو میں نے کبھی سختی سے نہیں چھوا جس پر میں نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا اسے آپ کی ایک ٹیچر نے سب کے سامنے ذلیل کیا اور جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا؟"
سردار موسیٰ کی انکھوں میں وہ غصہ تھا کہ پرنسپل بھی تھر تھرا گئی۔

"سردار صاحب! ہم معذرت چاہتے ہیں، لیکن ڈسپلن۔۔۔"
پرنسپل نے بات کاٹنے کی کوشش کی۔

"ڈسپلن کی بات آپ نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ روح! بتاؤ کیا ہوا تھا،"

موسیٰ نے نرمی سے روح کی طرف دیکھا۔ روح نے ہچکیاں لیتے ہوئے سارا واقعہ سنا دیا کہ کیسے اس نے صرف یہ کہا تھا کہ اسے سمجھ نہیں آئی اور میم نے اس کے شوہر کے بارے میں طنز کیا۔ شوہر کا ذکر آتے ہی موسیٰ کے جبڑے بھنچ گئے۔

"تو آپ کو میرے پڑھانے پر اعتراض ہے؟ میں نے جو اپنی بیوی کو پڑھایا وہ بلکل ٹھیک تھا"

موسیٰ نے میم فوزیہ کی طرف دیکھ کر سرد لہجے میں پوچھا۔

"آپ نے کہا کہ اسے روٹیاں پکانی چاہئیں؟"

میم فوزیہ اب سچ مچ ڈر گئی تھیں۔ موسیٰ کا رعب ان کی برداشت سے باہر تھا۔

"میں ابھی اور اسی وقت اس کالج کی فنڈنگ (Funding) روک رہا ہوں، جو کہ روکنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں آپ نے مجھے کوئی معمولی انسان سمجھا تھا کیا؟۔ اور میم فوزیہ! آپ کے خلاف میں ابھی ایف آئی آر (FIR) درج کرواؤں گا کہ آپ نے ایک طالبہ پر تشدد کیا اور اسے ذہنی ہراساں کیا۔ دیکھتے ہیں آپ کی نوکری کتنی دیر بچتی ہے،"
موسیٰ نے فیصلہ سنا دیا۔

"نہیں سردار صاحب! پلیز ایسا نہ کریں،"
پرنسپل صاحبہ کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"ہم میم فوزیہ کو معطل کر دیں گے، آپ فنڈز نہ روکیں۔"
موسیٰ نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی۔ اس نے روح کو اپنے ساتھ لگایا۔

"روح! چلو یہاں سے۔ آج کے بعد تم اس گھٹیا ماحول میں نہیں پڑھو گی۔"

سردار موسیٰ روح کو لے کر جانے لگا تھا لیکن اچانک روک گیا اور اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"ماہا سردار موسیٰ کی بہن ہے اس کی طرف سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ملنی چاہیے میم فوزیہ کی نوکری تو نہیں بچے گی البتہ میں کالج کے فنڈز نہیں روکوں گا"

سردار موسیٰ نے پیچھے مڑ کر کہا تھا۔ موسیٰ کی بات پر پرنسپل کی جان میں جان آئی تھی۔

"جی جی تھینک یو سر"

پرنسپل صاحبہ نے مسکرا کر کہا جبکہ میم فوزیہ حیران تھی یہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا تھا سردار موسیٰ روح کو لے کر وہاں سے جا چکا تھا پرنسپل صاحبہ نے میم فوزیہ کو بھی جانے کا کہہ دیا تھا۔

"بٹ میم میری جاب۔۔۔"
میم فوزیہ نے آگے کچھ کہنا چاہا پرنسپل صاحبہ نے ہاتھ کے اشارے سے روک کر انھیں جانے کا کہہ دیا تھا جس پر مجبوراً انھیں جانا پڑا تھا۔

💗💗

سردار موسیٰ نے روح کو گاڑی میں بیٹھایا تو روح سردار موسی کے ساتھ لگ کر زور زور سے رونے لگی تھی۔

"اب کیوں رو رہی ہے میری جان"

سردار موسیٰ نے اسے اپنے ساتھ لگائے ہوئے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ گاڑی کے بند شیشوں کے اندر روح کی سسکیاں ایک عجیب سی اداسی پھیلا رہی تھیں۔ سردار موسیٰ سے یہ بلکل بھی برداشت نہ نہیں ہو رہا تھا روح کا سر موسیٰ کے چوڑے سینے پر ٹکا تھا اور وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح ہچکیاں لے رہی تھی۔ کچھ منٹ اسی خاموشی اور سسکیوں میں گزر گئے، یہاں تک کہ روح کا رونا تھوڑا تھم گیا۔ اس نے سرخ سوجی ہوئی آنکھوں سے موسیٰ کے چہرے کی طرف دیکھا، جہاں ابھی بھی غصے اور جلال کی پرچھائیاں موجود تھیں۔ موسیٰ کے جبڑے ابھی بھی بھنچے ہوئے تھے اور اس کی نظریں سامنے سڑک پر جمی تھیں، مگر اس کی گرفت روح کے گرد بہت نرم تھی۔

"موسیٰ۔۔۔"

روح نے دبی دبی آواز میں پکارا، اس کا گلا رونے کی وجہ سے بیٹھ گیا تھا۔ موسیٰ نے فوراً اپنی نظریں سڑک سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھیں۔

"جی، میری جان؟ درد زیادہ ہو رہا ہے؟"
اس کے لہجے میں اب وہ سردی نہیں تھی جو پرنسپل آفس میں تھی، بلکہ ایک بے پناہ تڑپ اور محبت تھی۔ روح نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔

"موسیٰ۔۔۔ آپ کو میم فوزیہ کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان کی نوکری چلی جائے گی، وہ بیچاری کہاں جائیں گی؟ میں نے ہی شاید کچھ غلط کہہ دیا ہو گا، آپ پلیز ایف آئی آر (FIR) درج نہ کروائیں"
روح نے تھوڑی ہمت جمع کر کے بولی۔ موسیٰ کے ہاتھ جو کہ روح کو پر سکون کرنے کے لیے اس کی پشت اور کمر پکو سہلا رہے تھے وہ رکو گئے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا جنون لہرایا، وہی جنون جو صرف تب ابھرتا تھا جب بات روح کی عزت یا تکلیف کی ہو۔

"تم کہہ رہی ہو کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟"
موسیٰ کی آواز میں ایک کھردراہٹ تھی۔

"روح! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ جب میں نے اس آفس میں تمہارا وہ سوجا ہوا ہاتھ دیکھا، تو میرے دل پر کیا گزری؟ میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں اس عورت کے ہاتھ قلم کر دوں جس نے میری روح پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی۔"
سردار موسیٰ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"موسیٰ، وہ ٹیچر ہیں، غلطی ہو جاتی ہے——"
روح نے ابھی بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ موسیٰ نے اسے ٹوک دیا۔

"غلطی؟ روح، کسی کو جسمانی طور پر اذیت دینا اور سب کے سامنے اس کی تذلیل کرنا غلطی نہیں، جرم ہے! یہ تو بہت کم تھا روح، جو میں نے ان کے ساتھ کیا۔ یہ اس اذیت کے دو پرسنٹ (2%) بھی نہیں تھا جو تم نے اس کلاس روم میں اسٹک کھاتے ہوئے محسوس کی ہو گی تم سردار موسیٰ کی بیوی ہو، کوئی عام لڑکی نہیں کہ جو چاہے آئے اور تمہیں مار کر چلا جائے۔"

موسیٰ کا لہجہ اب بلند ہو رہا تھا، جس میں اس کا مان اور غرور چھپا تھا۔ اس نے روح کا وہ ہاتھ پکڑا جس پر اسٹک کے نشانات اب نیلے پڑ رہے تھے۔ روح کے نازک ہاتھ کی سوجن دیکھ کر موسیٰ کی آنکھوں میں نمی سی ابھری۔ اس نے بڑی نزاکت سے اس کی ہتھیلی کو اپنے لبوں کے قریب کیا اور ان نیلے نشانات پر اپنے لب رکھ دیے۔

"آہ۔۔۔!"

روح کے منہ سے ایک سسکی نکلی اور اس نے بے اختیاری میں اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا، مگر موسیٰ کی گرفت مضبوط تھی۔

"درد ہو رہا ہے نا؟"
موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پوچھا۔

"یہ نشان صرف تمہارے ہاتھ پر نہیں، میرے دل پر پڑے ہیں۔ جس لڑکی کو میں پھولوں کی طرح رکھتا ہوں، جسے کبھی اونچی آواز میں میں نہیں ڈانٹتا، اسے کسی نے یوں مارا؟ روح! سردار موسیٰ اتنا کمزور نہیں ہے کہ اپنی بیوی کے آنسوؤں کا حساب نہ لے سکے۔"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا روح خاموش ہو گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت موسیٰ سے بحث کرنا بیکار ہے۔ اس کے پیار میں ایک قسم کی شدت اور ملکیت تھی جو اسے کبھی کبھی ڈرا دیتی تھی، مگر وہی شدت اسے دنیا کا سب سے محفوظ انسان بھی محسوس کرواتی تھی۔

"میں بس نہیں چاہتی تھی کہ میری وجہ سے کسی کا گھر اجڑے،" روح نے سر جھکا کر کہا۔ موسیٰ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"تمہاری وجہ سے کچھ نہیں ہوا۔ یہ اس کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔ اسے پتہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ غلط کر رہی ہیں اب دوبارہ کبھی ان کے بارے میں بات نہیں ہو گی۔"

موسیٰ نے اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے کہا اور پھر اسے اپنے ساتھ لگائے ہی گاڑی اسٹارٹ کی، اس کا ایک ہاتھ مسلسل روح کے ہاتھ کو تھامے ہوئے تھا، جیسے وہ اس کے درد کو اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا ہو۔ روح نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھا ہوا تھا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔ اسے اب بھی اپنی ہتھیلی پر موسیٰ کے لبوں کا لمس محسوس ہو رہا تھا، جس نے درد کی شدت کو کسی حد تک کم کر دیا تھا۔ سردار موسیٰ نے بھی مزید کچھ نہیں کہا تھا اس وقت روح کے ہاتھ میں درد تھا جلن تھی وہ رو مینس کر کے اس کے ہاتھ کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا اس سے روح کا موڈ کافی حد تک اچھا ہو جاتا لیکن اگر اس کے ہاتھ پر دباؤ پڑ جاتا تو یہ بات اس سے برداشت نہیں تھی۔

سردار موسیٰ روح کو لے کر آرہا تھا اس نے روح کا ہاتھ اچھے سے اور احتیاط سے تھام رکھا تھا تاکہ اسے درد نہ ہو وہ زنان خانے میں ایا تھا جہاں پر حویلی کی تمام تر خواتین موجود تھی اور ساتھ میں ہاشم اور عدنان بھی وہیں تھے اس کے علاوہ وہاں پر کوئی بھی مرد موجود نہیں تھا روح کو یوں دیکھ کر ہاشم فورا سے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور وہ ان دونوں کے پاس ایا روح کے ہاتھ پر نظر پڑتے ہی ہاشم کی تو جان نکلی تھی وہ حیرانی سے سردار موسی کو دیکھ رہا تھا باقی تمام لڑکیاں کالج میں تھی اور حویلی کی خواتین وہاں موجود تھی۔

"روح بچے یہ سب کیسے ہوا"

ہاشم نے روح کا وہ ہاتھ جو کہ موسیٰ کے ہاتھ میں تھا فوراً اپنے ہاتھ میں لیا جبکہ اس کی اس حرکت پر سردار موسی سے گھورتا رہ گیا روح کو زیادہ درد نہ ہو اسی لیے اس نے ارام سے روح کا ہاتھ ہاشم کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔

ہاشم کی آواز میں چھپی تشویش اور بے چینی نے پورے ہال میں موجود خواتین کو متوجہ کر لیا تھا۔ روح کا ہاتھ، جو اب نیلاہٹ کی طرف مائل ہو رہا تھا، دیکھ کر ہاشم کے ماتھے پر پسینہ آ گیا تھا۔ عافیہ بیگم جو تسبیح پڑھ رہی تھیں، فوراً اپنی جگہ سے اٹھیں اور تقریباً بھاگتی ہوئی روح کے پاس آئیں۔

"ہائے میرا بچہ! یہ کیا ہوا؟"

عافیہ بیگم نے تڑپ کر روح کا دوسرا ہاتھ تھاما۔

"موسیٰ! یہ روح کے ہاتھ کو کیا ہوا ہے؟ کوئی حادثہ ہوا ہے کیا؟"

ان کی آواز لرز رہی تھی۔ آیت بیگم اور کنزہ بیگم بھی صوفے سے اٹھ کر قریب آ گئیں۔ روح، جواب بھی تھوڑی سہمی ہوئی تھی، نے اپنی نظریں جھکا لیں، اس کی پلکیں ابھی بھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

"حادثہ نہیں ہوا ماں سائیں، ظلم ہوا ہے"
موسیٰ کی آواز میں وہ سردی تھی جس نے کمرے کا درجہ حرارت جیسے گرا دیا ہو۔ اس نے ایک نظر ہاشم پر ڈالی جو بڑے غور سے روح کی ہتھیلی کا معائنہ کر رہا تھا جیسے وہ خود کوئی ڈاکٹر ہو۔

"ظلم؟ کیا بول رہے ہو موسیٰ بیٹا؟"
کنزہ بیگم نے حیرانی سے پوچھا۔

"کالج کی ایک ٹیچر نے اسٹک ماری ہے اور اس سفاکی اور اتنے زور سے ماری ہے کہ روح کے ہاتھ کو یہ حال ہو گیا ہے"
موسیٰ نے جبڑے بھینچ کر جواب دیا۔

"کیا؟"
عافیہ بیگم کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"ایسے کیسے میرے بچے کو مارا؟ کیا اس کے ہاتھ کی یہ حالت کر دی؟ وہ انسان ہے یا جلاد؟ موسیٰ! تم نے کچھ کہا نہیں اسے؟ میری بچی تو پھول جیسی ہے، حویلی میں کبھی کسی نے اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا، اور وہاں اس پر ہاتھ اٹھایا گیا؟"

عافیہ بیگم کی ممتا تڑپ اٹھی تھی، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔
عدنان، جواب تک خاموشی سے یہ سب دیکھ رہا تھا، آگے بڑھا اور روح کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"سکون کریں مامی، موسیٰ وہاں موجود تھا۔ آپ کو لگتا ہے کہ موسیٰ کے ہوتے ہوئے کوئی روح کو دکھ پہنچا کر بچ نکلے گا؟"
عدنان نے عافیہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نے اس عورت کا حساب برابر کر دیا ہے، وہ اب کبھی کسی طالبہ پر ہاتھ نہیں اٹھا سکے گی،"
موسیٰ نے عدنان کی بات کی تائید کی، مگر اس کی نظریں ہاشم پر جمی تھیں جو اب روح کے ہاتھ کو پھونکیں مار رہا تھا۔

"ہاشم! پیچھے ہو جاؤ، میں اسے اوپر کمرے میں لے کر جا رہا ہوں،"
موسیٰ نے ہاشم کا کندھا پکڑ کر اسے پیچھے ہٹانے کی کوشش کی۔

"موسیٰ! تم ذرا سائیڈ پر ہو، تمھیں پتہ ہے اس وقت روح کتنی تکلیف ہو رہی ہے؟ دیکھو ذرا سوجن کتنی زیادہ ہے۔ میں ابھی فرسٹ ایڈ باکس (First Aid Box) لے کر آتا ہوں، میں خود اس کی بینڈج (Bandage) کروں گا،"
ہاشم نے اڑیل لہجے میں کہا۔

"ضرورت نہیں ہے، میں خود کر لوں گا،"
موسیٰ نے غصے سے اسے گھورا۔

"نہیں! تم رہنے دو میں خود کر لوں گا"

ہاشم نے موسی کو منع کرتے ہوئے کہا۔

ایسے کیسے تم کرلو گے روح میری بیوی ہے تو اس کی بینڈج میں خود کروں گا"

موسیٰ نے ہاشم کو گھور کر دیکھا تھا۔

"تمہاری بیوی ہونے سے پہلے روح میری بہن ہے تو اس کی بینڈج میں خود کروں گا"

ہاشم نے سردار موسی کو دیکھ سختی سے کہا تھا۔

"تمہاری بہن وہ تھی میرے نکاح میں انے کے بعد میرا حق اس پر زیادہ ہو گیا ہے تو اس کی بینڈج میں خود کروں گا"

سردار موسیٰ نے بھی لڑنے کے انداز میں کہا۔

"لیکن ابھی اس کی رخصتی نہیں ہوئی ہے تو میں بینڈج کروں گا"

زنان خانے میں تماشہ بن چکا تھا۔ ایک طرف روح کا سوجا ہوا ہاتھ اور اس کی ہچکیاں تھیں، اور دوسری طرف سردار موسیٰ اور ہاشم کی انا کا ٹکراؤ۔ حویلی کی خواتین حیران و پریشان ان دونوں بھائیوں کو دیکھ رہی تھیں جو ایک بینڈج کرنے کے حق پر یوں دست و گریبان ہونے کو تیار تھے جیسے کوئی بہت بڑا قبیلے کا مسئلہ ہو۔

"اوئے ہاشم! ہوش کے ناخن لو۔ نکاح کے کاغذات پر دستخط میں نے کیے ہیں، تم نے نہیں یہ میرا حق ہے کہ میں اپنی بیوی کی مرہم پٹی کروں،" موسیٰ نے دھاڑ کر کہا، اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو رہی تھیں۔

"حق کی بات مت کرو موسیٰ! بچپن میں جب اسے کانٹا بھی چبھتا تھا تو میں مرہم لگاتا تھا۔ نکاح نامے سے خون کے رشتے ختم نہیں ہو جاتے۔ یہ میری چھوٹی بہن ہے، اس کی تکلیف مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی،"
ہاشم نے بھی سینہ تان کر جواب دیا۔

"تمہارے خون کے رشتے اپنی جگہ، مگر اس وقت یہ روح موسیٰ کی ہے، اور اسے چھونے کا پہلا اور آخری حق صرف میرا ہے،"
موسیٰ نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاشم سے کہا۔

"موسیٰ! ہاشم! بس کرو، کیا بچوں کی طرح لڑ رہے ہو؟ بچی کا ہاتھ دیکھو، نیلا پڑ رہا ہے اور تم دونوں اپنی اپنی 'میں' میں لگے ہوئے ہو،"
آیت بیگم نے بیچ بچاؤ کروانے کی کوشش کی، مگر دونوں میں سے کوئی پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھا۔ عدنان نے ایک گہری سانس لی اور سر جھٹکا۔

"موسیٰ، ہاشم، تم دونوں خاموش ہو چلو ایک کام کرتے ہیں، اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ خود روح سے پوچھ لیتے ہیں کہ وہ کس سے بینڈج کروانا چاہتی ہے۔ جس کا وہ نام لے گی، وہی پٹی کرے گا، دوسرا خاموشی سے پیچھے ہٹ جائے گا۔"

عدنان نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا موسیٰ نے ایک فاتحانہ نظر ہاشم پر ڈالی۔ اسے پورا یقین تھا کہ روح اسی کا نام لے گی، آخر کل رات کی قربت اور آج کالج والا واقعہ روح کے دل میں اس کا مقام مزید بلند کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے، مجھے منظور ہے۔ بولو روح، کس سے پٹی کروانی ہے؟"

موسیٰ نے نرمی مگر ایک حکم بھرے انداز میں روح سے پوچھا۔

"روح بچے، دیکھو! میں آرام سے کروں گا، بالکل درد نہیں ہونے دوں گا۔ موسیٰ تو غصے میں پٹی بھی سخت باندھیں گے۔ بتاؤ نا، اپنے بھائی سے کرواؤ گی نا؟"

ہاشم بھی فوراً روح کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ روح، جو پہلے ہی درد اور ذہنی دباؤ کا شکار تھی، اب ان دونوں کے بیچ میں بری طرح پھنس گئی تھی۔ اس نے ایک نظر موسیٰ کے پر جلال چہرے پر ڈالی جو اپنی ملکیت کا اظہار کر رہا تھا، اور پھر ہاشم کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں خلوص اور فکر تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے موسیٰ کا نام لیا تو ہاشم کا دل ٹوٹ جائے گا، وہ ہمیشہ اسے اپنی جان سے بڑھ کر چاہتا تھا اور آج اسے واقعی تکلیف میں دیکھ کر بے حال ہو رہا تھا۔ دوسری طرف موسیٰ تھا۔ روح کے دل میں ایک شرارت نے جنم لیا۔ اسے پتہ تھا کہ موسیٰ اس سے ناراض تو ہو گا، مگر وہ اسے منا لے گی۔ کمرے میں جا کر وہ اسے اپنے مخصوص انداز میں راضی کر سکتی تھی، مگر ہاشم کو سنبھالنا مشکل تھا۔ روح نے کچھ دیر خاموشی اختیار کی، ہال میں موجود سب لوگ سانس روکے اس کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔

"بولو روح! ڈرو مت،"

کنزہ بیگم نے حوصلہ دیا۔

"ہاشم بھائی سے۔۔۔"

روح نے نیچی نظروں سے ہاشم کی طرف اشارہ کیا اور بہت مدھم آواز میں بولی۔ پورے ہال میں سناٹا چھا گیا۔ ہاشم کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی جیسے اس نے کوئی بہت بڑی جنگ جیت لی ہو۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا۔ بہنیں بھائیوں کا مان ہوتی ہیں اور وہ اپنے بھائیوں کا مان نہیں ٹوٹنے دیتی"

موسیٰ کے چہرے کا رنگ لمحوں میں بدلا۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا۔ روح نے اسے، اس کے شوہر کو، سب کے سامنے رد کر کے ہاشم کا انتخاب کیا تھا؟ اس کی انا کو ایک زوردار دھکا لگا تھا۔ اس نے ایک نظر روح پر ڈالی جس نے نظریں چرائی ہوئی تھیں، اور پھر اس کا پارہ ساتویں آسمان پر پہنچ گیا۔

"بہت اچھے!"

موسیٰ کی آواز میں ایسی کڑواہٹ تھی کہ روح کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔

"اگر تمھیں اپنے 'بھائی' کی ہی اتنی فکر ہے، تو پھر ہر کام کے لیے اسی کو پکارنا۔ سردار موسیٰ کی اب تمھیں ضرورت نہیں ہونی چاہیے۔"

سردار موسیٰ کے الفاظ پر روح نے اس کی جانب دیکھا اس کا دل کٹ گیا تھا موسیٰ کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر۔ ہاشم فوراً سے First Aid Box لے کر آیا تھا۔

"موسیٰ اب تو ہار مان ہی کو"

ہاشم نے مسکراتے ہوئے کہا اور باکس کھولا تھا موسیٰ نے جواب دینے کے بجائے ایک بھرپور غصے بھری نظر روح پر ڈالی، جس میں بے پناہ شکایت تھی، اور بغیر کچھ کہے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے باہر نکل گیا۔ اس کے قدموں کی دھمک بتا رہی تھی کہ وہ کتنا غصے میں ہے۔

"موسیٰ! ٹھہرو تو سہی،"

عافیہ بیگم نے پکارا، مگر موسیٰ نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

"جانے دیں مامی، وہ تھوڑی دیر میں ٹھنڈا ہو جائے گا،" عدنان نے دلاسہ دیا، مگر وہ خود بھی جانتا تھا کہ موسیٰ کا غصہ اتنا آسان نہیں ہوتا۔

"ڈرنا نہیں روح، میں بہت آرام سے کر رہا ہوں۔"
ہاشم نے بڑی نفاست سے روح کی ہتھیلی پر مرہم لگانا شروع کیا۔ روح کا دھیان پٹی کی طرف کم اور باہر جاتے ہوئے موسیٰ کی طرف زیادہ تھا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس نے شاید غلطی کر دی ہے۔ موسیٰ کا غرور سب کے سامنے بہت اونچا تھا اور اس نے سب کے سامنے اسے توڑ دیا تھا۔ 'کوئی بات نہیں، روم میں جا کر منا لوں گی، آخر وہ میرا ہی تو موسیٰ ہے،' اس نے دل ہی دل میں خود کو تسلی دی۔

"ہو گئی پٹی! اب دیکھنا شام تک درد غائب ہو جائے گا،"
ہاشم نے خوشی سے کہا۔

"چلو اب تم تھوڑا آرام کرو۔ موسیٰ تو غصے میں نکل گیا ہے، میں تمہیں کچھ کھلا دیتی ہوں۔"

عافیہ بیگم نے روح کو اپنے ساتھ لگایا۔

"ہم"

روح نے بس اتنا ہی کہا تھا عافیہ بیگم اس لے کر کمرے میں چلی گئی تھی اور تھوڑا سا کھانا کھلانے کے بعد اسے پین کلر دے کر وہ واپس آ گئی روح نے سونے کی کوشش کی تھی جو کہ ناممکن ہی تھا اسے نیند بلکل بھی نہیں آئی تھی۔



یحییٰ آج پھر ماہا کو لینے کے لیے ایا ہوا تھا وہ اپنے سوال کا جواب چاہتا تھا اس دن ماہ نے کہا تھا وہ سوچ کر بتائیں گی کہ یہ اج پھر سے وہ اسے کالج سے لینے کے لیے ایا تھا تا کہ وہ اس کا جواب جان سکے حویلی میں وہ اس سے مل نہیں سکتا تھا اس لیے اس نے ایسے ملنا مناسب سمجھا تھا کالج کی چھٹی ہو گئی تھی لڑکیاں کالج کے دروازے سے باہر ارہی تھی یحییٰ باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ پھر اچانک کچھ دیر کے بعد ڈارک بلیو عبایا میں ماہا آتی نظر آئی تھی یحییٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی ماہا سے بات کرنے کے بعد اسے حویلی چھوڑنے کے بعد اسے ایک امپورٹنٹ میٹنگ کے لیے بھی جانا تھا جو کہ چار بجے تھی اس وقت دو بج رہے تھے۔

جب ڈارک بلیو عبایا میں ماہا نظر آئی، تو یحییٰ کو لگا جیسے تپتی دھوپ میں ٹھنڈی ہوا کا جھونکا آیا ہو۔ اس کے چہرے پر ایک سکون آمیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ ماہا نے جیسے ہی یحییٰ کو گاڑی کے پاس کھڑا دیکھا، اس کے قدم وہیں رک گئے۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ وہ جانتی تھی کہ یحییٰ آج یہاں کیوں آیا ہے۔ وہ دھیرے دھیرے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی، نظریں جھکی ہوئی تھیں اور ہاتھوں میں پکڑے رجسٹر پر گرفت مضبوط تھی۔

"ماہا۔۔۔"

یحییٰ نے اس کے قریب آ کر دھیمی آواز میں پکارا۔

"آج تو میرا انتظار ختم ہو گا نا؟"

اس نے آہستہ سے کہا تھا ماہا خاموش رہی۔ اس کی خاموشی یحییٰ کے لیے سوئیوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ اس نے ایک گہری سانس لی اور ماہا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

"ماہا، میں جانتا ہوں میں نے ماضی میں بہت سی غلطیاں کی ہیں۔ میں نے تمہیں دکھ پہنچایا، تمہارے مان کو ٹھیس پہنچائی۔ لیکن خدا گواہ ہے، ان تمام تلخیوں کے بعد مجھے احساس ہوا ہے کہ تمہارے بغیر میری زندگی ایک ادھورا خواب ہے۔ میں یہاں صرف تمہارا جواب لینے نہیں آیا، بلکہ یہ بتانے آیا ہوں کہ میں اب بدل چکا ہوں۔"

یحییٰ وہی کھڑا شروع ہو گیا تھا اسے یہ بھی احساس نہیں رہا کہ وہ کالج کے باہر ہجوم میں کھڑے ہیں ماہا نے ابھی بھی سر نہیں اٹھایا تھا۔ یحییٰ نے ایک قدم اور قریب بڑھایا۔

"ماہا، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں، میں تمہیں دنیا کی ہر خوشی دوں گا۔ کبھی تمہاری آنکھوں میں آنسوں نہیں آنے دوں گا۔ تم میری عزت ہو، میرا مان ہو، اور اب سے میری زندگی کا سب سے اہم حصہ ہو۔ کیا تم مجھے ایک موقع دو گے؟ کیا تم مجھے معاف کر کے میرے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرو گی؟"

یحییٰ کے لہجے میں ایسی تڑپ اور سچائی تھی کہ ماہا کا دل موم ہونے لگا۔ اس نے دھیرے سے سر اٹھایا اور یحییٰ کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں صرف اور صرف التجا تھی۔

"ہم گاڑی میں بیٹھ سکتے ہیں"

ماہا نے آس پاس دیکھ کر کہا تو یحییٰ کو احساس ہوا تھا تو اس نے فوراً سے گاڑی کا دروازہ کھول دیا ماہا اندر بیٹھ گئی دوسری طرف سے یحییٰ بھی فوراً سے آکر بیٹھ گیا تھا۔

"میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں ماہا یہ مجھے بہت دیر سے احساس ہوا لیکن"
یحییٰ کہتے کہتے خاموش ہو گیا گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی اس نے بولنا شروع کر دیا تھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"
ماہا کی آواز بمشکل سنائی دی تھی۔

"اپنی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں ماہا۔ تمہیں ہمیشہ خوش رکھوں گا"

یحییٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر پورے یقین سے کہا۔ ماہا کے لبوں پر ایک ہلکی سی، شرمیلی سی مسکراہٹ ابھری اور اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلا دیا۔ اس کی اس 'ہاں' نے جیسے یحییٰ کی دنیا ہی بدل دی۔ اسے لگا جیسے برسوں کی پیاس بجھ گئی ہو۔ یحییٰ نے جذبات سے مغلوب ہو کر تمام تر پروٹوکولز اور جگہ کی پرواہ کیے بغیر ماہا کو ایک زوردار ہگ کر لیا تھا ماہا اس کی اس اچانک حرکت پر ہکا بکا رہ گئی، مگر اس کے بازوؤں کی حدت نے اسے ایک عجیب سے تحفظ کا احساس دلایا۔

"تھینک یو۔۔۔ تھینک یو سو مچ ماہا! تم نے مجھے جینے کی نئی وجہ دے دی ہے،"

یحییٰ نے اس کے سر پر اپنا تھوڑی ٹکاتے ہوئے سرگوشی کی۔ پھر وہ اس سے تھوڑا الگ ہوا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"اور مجھے معاف کر دینا ماہا۔ میں نے جو بھی تمہارے ساتھ کیا، اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔ میں بہت جاہل تھا جو تمہاری قدر نہیں کر سکا،" اس کی آواز میں واقعی پچھتاوا تھا۔

"پرانی باتیں بھول جائیں یحییٰ۔ اب ہمیں آگے دیکھنا ہے۔"
ماہا نے اس کے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا تھا وہ شرما تو رہی تھی لیکن یحییٰ کو گلٹ میں دیکھنا بھی اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ گاڑی کے اندر ایک خوبصورت سا سکون اتر آیا تھا۔ یحییٰ نے ماہا کا ہاتھ ابھی تک اپنے ہاتھ میں تھام رکھا تھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ برسوں کی مسافت کے بعد اسے اس کی منزل مل گئی ہے۔ ماہا کی نظریں اب بھی اپنی گود میں پڑے رجسٹر پر جمی تھیں، مگر اس کے گالوں پر پھیلی لالی یحییٰ کی نظروں سے چھپی نہیں تھی۔

"اچھا اب نظریں اٹھاؤ بھی ماہا! میں کب سے تمہاری ان آنکھوں کا انتظار کر رہا ہوں،"

یحییٰ نے شرارت سے کہا تو ماہا نے جھپٹ کر اپنی نظریں اٹھائیں مگر فوراً ہی دوبارہ جھکا لیں۔

"یحییٰ! ہمیں دیر ہو رہی ہے اور مجھے بہت سارا کام بھی ملا ہے"

اس نے بات بدلنے کی کوشش کی تھی۔

"کام؟ ارے کام جائے بھاڑ میں! اس وقت میری زندگی کی سب سے بڑی میٹنگ 'کامیاب' ہوئی ہے، اسے سیلیبریٹ (Celebrate) کرنا تو بنتا ہے نا؟"

یحییٰ نے چہکتے ہوئے کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟ حویلی کا راستہ تو پیچھے جاتا ہے نہ"
ماہا نے حیرانی سے ارد گرد دیکھ کر پوچھا۔

"تھوڑی دیر کے لیے کہیں سکون سے بیٹھیں گے، جہاں صرف میں ہوں اور میری 'ہاں' کہنے والی ماہا۔ ویسے ایک بات بتاؤ، اتنا تڑپانے کی کیا ضرورت تھی؟ میں تو سچ مچ ڈر گیا تھا کہ کہیں تم انکار ہی نہ کر دو،"
یحییٰ نے اسے چھیڑنا شروع کیا۔

"تڑپایا نہیں تھا، بس سوچ رہی تھی کہ کیا آپ واقعی بدل گئے ہیں یا یہ بھی آپ کا کوئی نیا طریقہ ہے مجھے پریشان کرنے کا۔"
ماہا نے دبی دبی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"اوہ! تو اتنا اعتبار کم ہے مجھ پر؟ چلو خیر، اب تو ڈوری تمہارے ہاتھ میں ہے، جیسے چاہو نچانا۔"

یحییٰ نے مصنوعی دکھ سے سینے پر ہاتھ رکھا۔ گاڑی شہر کے مضافات میں ایک پر سکون جھیل کے کنارے جا رکی۔ یحییٰ نے گاڑی بند کی ماہا کو لے کر وہ جھیل کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔

"ماہا، میں کل ہی سید سائیں اور موسیٰ سے بات کروں گا۔ میں اب مزید انتظار نہیں کرنا چاہتا۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد ہماری شادی کی تاریخ پکی ہو جائے،"

یحییٰ نے سنجیدگی سے کہا۔ بماہا کے ہاتھ سے رجسٹر تقریباً گرنے والا تھا۔ اس نے حیرانی اور صدمے کے ملے جلے تاثرات سے یحییٰ کو دیکھا۔

"شادی؟یحییٰ! آپ ہوش میں تو ہیں؟ میں ابھی صرف گیارہویں (11th) کلاس میں ہوں۔ میری تو ابھی پڑھائی شروع ہوئی ہے اور آپ شادی کی باتیں کر رہے ہیں؟"

وہ حیرانی سے چیخنے والے انداز میں بولی تھی تقریباً۔ یحییٰ نے زوردار قہقہہ لگایا۔

"تو کیا ہوا؟ شادی کے بعد کون سا میں نے تمہیں کالج سے نکال لینا ہے؟ الٹا میں خود تمہیں کالج چھوڑنے آیا کروں گا اور خود ہی پک کروں گا۔" یحییٰ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"نہیں یحییٰ، یہ بہت جلدی ہے۔ ابھی تو ہاشم بھائی اور نور کی باری ہے۔ پھر موسیٰ بھائی اور روح کی رخصتی ہونی ہے ہم تو ابھی لائن میں بہت پیچھے ہیں اور فلحال آپ بات نہ ہی کریں"

ماہا نے منطقی انداز میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"لائن کا تو پتہ نہیں، مگر میں 'اوورٹیک' (Overtake) کرنے کا ماہر ہوں۔ اور ویسے بھی، عدنان اور حفصہ کو نہیں دیکھا تم نے؟ حفصہ بھی تو ابھی پڑھ رہا ہے نا؟ جب وہ دونوں شادی کر کے گھوم سکتے ہیں تو ہم نکاح کیوں نہیں کر سکتے؟"

یحییٰ نے ایک ایسی دلیل دی جس کا ماہا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"وہ بات الگ ہے یحییٰ۔۔۔"

ماہا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"کچھ الگ نہیں ہے۔ دیکھو ماہا، میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا۔ حویلی کے حالات تم دیکھ رہی ہو، کب کیا ہو جائے کچھ پتہ نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم قانونی اور شرعی طور پر میری ہو جاؤ تاکہ میں سینہ تان کر سب کو بتا سکوں کہ یہ ماہا سردار موسیٰ کی بہن نہیں، یحییٰ کی شریکِ حیات ہے،"
یحییٰ کے لہجے میں اب ایک عجیب سا مان اور ملکیت تھی۔ ماہا نے اس کی باتوں میں چھپی محبت کو محسوس کیا۔ وہ جانتی تھی کہ یحییٰ اب اسے دکھ نہیں دے گا، مگر شادی کا خیال ابھی اسے تھوڑا ڈرا رہا تھا۔

"لیکن سید سائیں وہ کیا کہیں گے؟ وہ کہیں گے کہ ابھی ماہا بچی ہے،"
اس نے آخری کوشش کی۔

"سید سائیں کو میں سنبھال لوں گا۔اور ویسے بھی، جب وہ دیکھیں گے کہ ان کا بگڑا ہوا ہوتا ایک لڑکی کی خاطر سدھر گیا ہے، تو وہ خوشی خوشی ہاں کر دیں گے،"

یحییٰ نے اعتماد سے کہا اور پھر شرارت سے ماہا کے قریب جھکا۔

"ویسے ایک بات بتاؤ، تمہیں مجھ سے محبت کب ہوئی؟"

یحییٰ نے اب کی بار سنجیدگی سے پوچھا اس کی بات پر ماہا مسکرا دی۔

"اپ کو کیا لگتا ہے میں اتنی جلدی سے بتا دوں گی بالکل بھی نہیں"

ماہا نے بھی اسے تنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"پلیز نا یار بتا دو میں بھی تو جانو میری ماہا کو مجھ سے محبت کب ہوئی"

یحییٰ نے بے چارگی سے کہا تھا۔

"بلکل نہیں میں اتنی جلدی نہیں بتانے والی اس کے لیے اپ کو صبر کرنا ہو گا"

ماہا نے بھی اسے نہیں بتایا تھا ایسے ہی وہ کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے اس کے بعد یحیی نے اسے حویلی چھوڑا تھا کیونکہ اسے میٹنگ کے لیے جانا تھا اج اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی حاصل کرلی تھی اس لیے وہ بہت زیادہ خوش تھا اج کا دن وہ کبھی بھی نہیں بھول سکتا تھا۔

کچھ دن ایسے ہی گزر گئے تھے اج حویلی میں چھوٹی سی تقریب رکھی گئی تھی مہندی کی جو کہ گلناز کی شادی کے حوالے سے تھی اس دن موسی روح سے ناراض ہو کر گیا تھا اور واپس نہیں ایا تھا اس نے سید سائیں کو بتا دیا تھا کہ وہ کسی کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا ہوا حالانکہ ایسا نہیں تھا وہ قبیلے میں ہی تھا لیکن اپنے فارم ہاؤس پر اس دن جو روح نے ہاشم کو امپورٹنس دی تھی اور اسے چوز نہیں کیا تھا اس وجہ سے موسی اب حویلی نہیں ارہا تھا روح کافی زیادہ پریشان ہو گئی تھی اس نے موسی کو کالز بھی کی تھی لیکن موسی اس کی کال ہی نہیں اٹھا رہا تھا سردار موسی کی ناراضگی کی وجہ سے روح اب بے چین سی ہو گئی تھی راتوں کو دیر دیر تک جاگتی کیونکہ اسے نیند نہیں اتی تھی وہ یہ بات سمجھ گئی تھی کہ سردار موسی اس سے ناراض ہو کر حویلی چھوڑ کر گیا ہے اگر وہ کسی کام سے جاتا ایٹ لیسٹ اس کی کال اٹھا لیتا لیکن وہ اس کی کال نہیں اٹھاتا تھا باقی حویلی میں کوئی بھی اسے کال کرتا تو وہ اٹھا لیتا صرف اسی کی کال نہیں اٹھا رہا تھا اس بات سے روح کو اندازہ ہو گیا تھا کہ موسی اس

سے ناراض ہو کر گیا ہے وہ موسی کو منانا چاہتی تھی جس طرح موسی چاہتا تھا بالکل اسی طرح لیکن موسی کوئی موقع ہی نہیں دے رہا تھا اسے نہ ہی حویلی واپس ارہا تھا اس وجہ سے وہ کافی اداس رہنے لگی تھی۔۔

گلناز شادی کے لیے مان گئی تھی کیوں کہ اس کی ماں نادیہ بیگم نے اسے سمجھایا تھا فی الحال اس کے لیے شادی کرنا ہی بہتر تھا اگر وہ شادی نہ کرتی تو سید سائیں کوئی بڑا فیصلہ بھی لے سکتے تھے ابھی کے لیے وہ شادی کر لے اس کے بعد سب کا دل جیت کر روح کو بیچ سے ہٹا کر بھی وہ سردار موسی کو حاصل کر سکتی تھی یہ سوچ تھی نادیہ بیگم کی اور گلناز ان کی بات پر یقین کر کے شادی کے لیے مان گئی تھی کیونکہ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور اپشن بھی نہیں تھا اب سردار موسی اس کی شکل تک نہیں دیکھنا چاہتا تھا جو شخص اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا تھا اس سے شادی کا خواب بالکل ہی فضول تھا اسی لیے فی الحال کے لیے وہ شادی کے لیے مان گئی بعد میں کیا کرنا تھا وہ بعد میں دیکھا جانا تھا۔ سب لڑکیاں تیار ہو رہی تھی روح اداس سی بیٹھی تھی کیوں کہ اسے لگ رہا تھا موسیٰ آج بھی نہیں آئے گا اسے یوں اداس دیکھ کر نور اس کے پاس ائی تھی۔

"کیا ہوا ہے ایسے کیوں بیٹھی ہو تم یہاں کی سردارنی ہو پرسنل معاملات اپنی جگہ لیکن حویلی کے معاملات بھی تمہیں ہی دیکھنے ہیں"
نور اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"ہم"
روح نے بس اتنا ہی کہا اور خاموشی سے فرش کو دیکھنے لگی۔۔

"آج بھائی آجائیں گیں نہ اتنی اداس نہ ہو"
نور کے چہرے پر شرارت تھی اور اس نے روح کو تنگ کرتے ہوئے کہا۔

"کس نے کہا کہ میں تمھارے بھائی کی وجہ سے اداس ہوں"
روح نے اسے گھور کر دیکھا۔۔

"تواور کیا وجہ ہو سکتی ہے میری پیاری بھابھی جان"
نور کی انکھوں میں شرارت اب بھی جھلک رہی تھی۔

"میرا ڈریس نہیں آیا ہے ابھی تک اس وجہ سے اداس ہوں"
روح نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا تھا کیوں کہ وہ نہیں چاہتی تھی کسی کو بھی اصل وجہ پتہ چلے۔

"اچھا تو ایسی بات ہے لیکن جہاں تک مجھے یاد ہے صبح میں نے خود تمھیں تمھارا ڈریس دیا تھا"
نور کی اس بات پر روح ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گئی، اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ اب کیا بہانہ بنائے۔ اس کے پاس جھوٹ بولنے کا فن تو تھا ہی نہیں۔

"وہ۔۔۔ وہ ڈریس تو آ گیا تھا، پر مجھے اس کا رنگ پسند نہیں آ رہا۔"

روح نے نظریں چرا کر دبی آواز میں کہا۔

"روح! تم کب سے اتنی اچھی اداکارہ بن گئی ہو؟ تمہاری آنکھیں پچھلے پانچ دن سے چیخ چیخ کر موسیٰ بھائی کا نام لے رہی ہیں اور تم ڈریس کا بہانہ بنا رہی ہو؟ دیکھو، ہم سب جانتے ہیں کہ بھائی فارم ہاؤس پر ہیں اور وہ صرف تم سے ناراض ہیں۔ ہاشم نے بھی بتایا تھا کہ اس دن بینڈج والے معاملے پر بھائی کا پارہ ساتویں آسمان پر تھا"

نور نے ایک گہری سانس لی اور روح کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"نور! میں نے تو بس ہاشم بھائی کا دل رکھنے کے لیے ان کا نام لیا تھا۔ مجھے کیا پتہ تھا کہ موسیٰ ایسے ناراض ہو جائیں گیں۔ وہ میری کال تک نہیں اٹھا رہے۔ حویلی میں سب سے بات کر رہے ہیں، بس مجھ سے ہی ناتا توڑ لیا ہے۔"

روح کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔

"تو بھابھی جان! سردار موسیٰ نقوی کو منانا اتنا آسان تھوڑی ہے۔ وہ جتنا پیار کرتے ہیں، اتنے ہی ضدی بھی ہیں۔ لیکن آج مہندی ہے، اور سید سائیں کا حکم ہے کہ سب مردوں کا ہونا لازمی ہے۔ بھائی چاہ کر بھی منع نہیں کر پائیں گے۔ تم بس تیار ہو جاؤ، اج تمہیں اتنا پیارا لگنا ہے کہ سردار صاحب اپنی ناراضگی بھول کر بس تمہیں ہی دیکھتے رہ جائیں۔"

نور نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے اٹھایا۔

"پکی بات ہے نہ وہ مان جائیں گیں"

روح نے آہستہ سے پوچھا تھا۔

"بھائی جتنے آپ کے دیوانے ہیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ انھیں پیار سے منائیں اور وہ مانے نہ"

نور نے شرارت سے اسے کندھا مارتے ہوئے کہا۔ نور کی اس بات پر روح کے اداس چہرے پر ایک ہلکی سی سرخی دوڑ گئی، لیکن فکر مندی ابھی بھی اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں صاف جھلک رہی تھی۔ اسے بار بار وہی لمحہ یاد آرہا تھا جب موسیٰ حویلی سے جارہا تھا۔

"نور! تمہیں لگتا ہے کہ وہ صرف پیار سے مان جائیں گے؟ وہ تو غصے کے اتنے پکے ہیں کہ پانچ دن سے میرا حال تک نہیں پوچھا۔"

روح نے ململ کے دوپٹے کے کونے کو انگلیوں پر لپیٹتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد معصوم تھا۔

"بھابھی! آپ مردوں کی نفسیات نہیں سمجھتیں۔ خاص طور پر موسیٰ بھائی جیسے مرد کی، جو باہر سے چٹان کی طرح سخت ہوں، وہ اندر سے اتنے ہی موم ہوتے ہیں۔ ان کی انا کو چوٹ لگی ہے، اور انا کا علاج صرف 'محبت' اور تھوڑی سی 'توجہ' ہے۔ جب وہ آپ کو اس گلابی جوڑے میں، سجی سنوری حویلی کی سردارنی کے روپ میں دیکھیں گے، تو ان کا سارا غصہ برف کی طرح پگھل جائے گا۔"

نور نے روح کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے آئینے کے سامنے کھڑا کر دیا۔ روح نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ اس کی آنکھیں رونے اور جاگنے کی وجہ سے بوجھل تھیں، مگر ان میں موسیٰ کے لیے تڑپ صاف عیاں تھی۔

"میں انہیں بتاؤں گی کہ میرے لیے ہاشم بھائی کا رشتہ اپنی جگہ ہے، مگر میرا وجود، میری روح تو صرف ان کی ملکیت ہے۔"

روح نے آہستہ سے کہا تھا۔

"بس! یہی بات تو وہ سننا چاہتے ہیں،"
نور نے مسکراتے ہوئے اس کے بال سنوارنے شروع کیے۔

"اور ہاں، آج گلناز کی مہندی ہے، پورا قبیلہ یہاں ہو گا۔ آپ کو صرف اپنی محبت نہیں جیتنی، بلکہ اس حویلی کا وقار بھی برقرار رکھنا ہے۔ سب کی نظریں آپ پر ہوں گی کہ سردارنی صاحبہ کیسی لگ رہی ہیں تو یہ اپنی آنکھیں اور مونڈ دونوں ٹھیک رکھیے گا"
نور نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ میں اب اور ہمت نہیں ہاروں گی۔ اگر وہ پانچ دن دور رہ سکتے ہیں، تو میں انہیں پانچ منٹ میں منا کر دکھاؤں گی۔"
روح نے ایک گہری سانس لی اور خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی۔

"یہ ہوئی نا بات!"

نور نے خوشی سے تالی بجائی۔

"اب جلدی سے تیار ہو جائیں۔ میں آپ کے لیے وہ خاص مہرون کلر کی لپ اسٹک لے کر آتی ہوں جو بھائی کو بہت پسند ہے۔ آج تو ہم سردار صاحب کا دل دھڑکنے پر مجبور کر دیں گے۔"

روح نے پہلی بار ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا۔نور کی باتوں نے اس کے اندر ایک نئی امید جگادی تھی۔اسے احساس ہوا کہ خاموش بیٹھ کر آنسوں بہانے سے موسیٰ واپس نہیں آئیں گے،انہیں واپس لانے کے لیے اسے خود قدم بڑھانا ہو گا۔اس نے آئینے میں دیکھتے ہوئے اپنے سوجے ہوئے ہاتھ کو چھوا، جس کا درد اب موسیٰ کی دوری کے درد کے سامنے کچھ بھی نہیں تھا۔روح نے اس ہاتھ کو ٹھیک ہونے نہیں دیا تھا بلکہ روز خود کو اذیت دی تھی کیوں کہ اس نے موسی کو ناراض کیا تھا۔

"تیار ہو جاؤ روح! آج تمہیں اپنے شوہر صاحب کو دیوانہ کرنا ہے"
اس نے اپنے آپ سے عہد کیا اور تیار ہونے کے لیے وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔۔



"کہاں کی تیاری ہے میری جان"

حفصہ جو کہ کمرے سے باہر نکل چکی تھی عدنان شاور لے رہا تھا تو یہ موقع اسے غنیمت کا لگا تھا کمرے سے نکالنے کا ورنہ عدنان نے اس کا سجا سنورا روپ دیکھ کر باہر جانے نہیں دینا تھا لیکن ابھی وہ کمرے سے نکلی ہی تھی کہ عدنان نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے واپس اندر کھینچ لیا تھا دروازے کے ساتھ لگا دیا اور پھر بولا تھا۔

"عدنان"

وہ منہ بنا کر بولی تھی کیوں کہ اسے پتہ تھا اب اس کا میک اپ لازمی خراب ہونا ہے اور اگر کسی نے اس کا خراب میک اپ دیکھ لیا خاص کر اس کی سہیلیوں میں سے پھر اس کی شامت تھی سب لوگوں نے مل کر اسے اتنا ٹیسٹ کرنا تھا کہ وہ پورے فنکشن میں بس شرماتی پھرے گی اب۔۔

"جی جانِ عدنان بولو"

عدنان نے اس کے بالوں کو کان سے پیچھے کیا تھا لڑکیوں کا فنکشن الگ تھا اس لیے اج اس نے بال کھلے چھوڑے تھے۔

"پلیز نا مجھے جانے دیں اپ رات میں اکر کر لینا نا میں بالکل بھی منع نہیں کروں گی"

حفصہ نے معصومیت سے کہا تھا۔۔

"کیا کر لینا پھر میں نے تو کچھ کرنا ہی نہیں تھا تم کس بارے میں بات کر رہی ہو"

عدنان نے اس کے قریب ہوتے ہوئے اسے تنگ کرتے ہوئے کہا جب کہ اپنی ہی بات پر حفصہ خود شرمندہ ہو گئی تھی اور اس نے نظریں جھکا لی۔

"ک۔۔۔کچھ نہیں"

اس نے جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ کہا تھا۔۔

"بولو نا میری حفصہ کس بارے میں بات کر رہی تھی ذرا مجھے بھی تو پتہ چلے"

عدنان نے اس کے تھوڑی سے پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں نا کیوں تنگ کر رہے ہیں اپ مجھے حالانکہ اپ اچھے سے جانتے ہیں"

حفصہ نے منہ بنا کر کہا عدنان نے بنا اسے کچھ بھی بولنے کا موقع دیے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔ کمرے کی فضا یکدم بوجھل اور رومانی ہو گئی تھی۔ عدنان کے قرب نے حفصہ کی دھڑکنوں کی ترتیب بگاڑ دی تھی۔ اس نے ابھی احتجاج کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ عدنان نے کمال مہارت سے اس کے حرفِ شکایت کو اپنے لبوں کی قید میں لے لیا۔ حفصہ کی آنکھیں حیرت اور شدتِ جذبات سے منجمد ہو گئیں، اس کے ہاتھ جو عدنان کے سینے پر اسے پیچھے دھکیلنے کے لیے تنے ہوئے تھے، اب آہستہ آہستہ ڈھیلے پڑ کر اس کے کرتے کی سلوٹوں میں گم ہو رہے تھے۔

عدنان نے جب اسے سانس لینے کی مہلت دی تو حفصہ کا سانس بری طرح اکھڑ چکا تھا، اس کا گلابی چہرہ اب تپتے ہوئے کندن کی طرح دہک رہا تھا۔ وہ شرم کے مارے اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

"کافی سمجھدار ہو گئی ہے میری بیوی۔۔۔اسے پہلے سے پتہ چلنے لگا ہے کہ اس کا شوہر کب کیا کرنے والا ہے،" عدنان نے اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکاتے ہوئے سرگوشی کی۔اس کی آواز میں وہ مخصوص مردانہ کھنک تھی جو حفصہ کے وجود میں جھرجھری پیدا کر رہی تھی۔

"عدنان۔۔۔پلیز! نیچے سب انتظار کر رہے ہوں گے، مہندی کی رسم شروع ہونے والی ہے،"

حفصہ نے بڑی مشکل سے الفاظ ترتیب دیے، حالانکہ اس کا اپنا جی چاہ رہا تھا کہ وہ اسی حصار میں قید رہے۔

"انتظار کرنے دیو حفصہ، اس وقت میرا حق سب سے مقدم ہے۔ تم جتنی خوبصورت لگ رہی ہو نا، میرا جی چاہ رہا ہے کہ تمہیں کہیں چھپا دوں، کسی کی نظر نہ پڑے تم پر۔ اور جب تک میں اپنا پورا حق وصول نہ کر لوں، میں تمہیں اس کمرے کی دہلیز پار نہیں کرنے دوں گا،"

عدنان نے شرارت سے کہا اور اسے کمر سے تھام کر اپنی طرف کھینچا۔ حفصہ کا نازک وجود عدنان کے مضبوط سینے سے جا ٹکرایا۔ عدنان نے اس کے کھلے ہوئے ریشمی بالوں کو بڑی نفاست سے ایک طرف کیا اور اس کی سفید گردن کو بے نقاب کر دیا۔ حفصہ نے بے اختیاری میں اپنی آنکھیں موند لیں۔ عدنان نے جھک کر اس کی گردن کے حساس حصے پر اپنے گرم لب رکھ دیے۔ حفصہ کے منہ سے ایک دبی سی سسکی نکلی اور اس نے عدنان کے کندھوں کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"عدنان۔۔۔ میک اپ خراب ہو جائے گا۔۔۔ سب کیا کہیں گی"

وہ اب بھی مزاحمت کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"سب کو میں سنبھال لوں گا، تم بس اس لمحے کو سنبھالو،"

عدنان نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور پھر آہستہ سے اسے گھمایا، اب حفصہ کی پشت عدنان کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

عدنان نے آئینے میں حفصہ کے سراپے کو دیکھا۔ زرد رنگ کے کامدار جوڑے میں وہ سچ مچ کی پری لگ رہی تھی۔ عدنان کے ہاتھ اب حفصہ کے لباس کی پشت پر لگی ڈوریوں کی طرف بڑھے۔ اس نے بڑی آہستگی سے ایک ایک کر کے ان ڈوریوں کو کھولنا شروع کیا۔ حفصہ کا جسم کانپ اٹھا، اسے سردی کمرے میں سے سی چلنے کی وجہ سے اور عدنان کے وجود کی تپش کا ایک ساتھ احساس ہو رہا تھا۔

"آپ بہت برے ہیں عدنان۔۔۔ بہت زیادہ،"

حفصہ نے آئینے میں اس کے عکس کو دیکھ کر شکایت کی۔

"برا ہونے کا مزہ ہی کچھ اور ہے جب سامنے تم جیسی معصوم بیوی ہو،"
عدنان نے ڈوریاں کھول کر اس کے کندھے سے لباس کو تھوڑا سا سرکایا
اور وہاں اپنے پیار کی مہر ثبت کر دی۔ حفصہ کی گرفت اس کے ہاتھوں پر
سخت ہو گئی۔ اس کا پورا وجود عدنان کے لمس کی شدت سے پگھل رہا تھا۔
عدنان نے اسے دوبارہ اپنی طرف موڑا اور اس کے گالوں پر پھیلی لالی کو
پوروں سے چھوا۔

"اب بولو، اب بھی نیچے جانا ہے؟"

"جانا تو ہے نا۔۔۔ آپ نے میرا حال کیا کر دیا ہے، میں اب سب کا سامنا
کیسے کروں گی؟"

حفصہ نے اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپالیا۔ عدنان نے اس کے سر پر پیار کیا اور اسے تھوڑی دیر تک یونہی اپنے سینے سے لگائے رکھا۔ اسے پتہ تھا کہ حفصہ واقعی شرما رہی ہے، مگر اسے تنگ کرنے کا اپنا ہی ایک مزہ تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے، اب جاؤ اگر اس سے مزید میں نے کچھ کیا تو ہم دونوں آج کا فنشکن مس کر دیں گیں لیکن یاد رکھنا، یہ ادھورا حق ہے، پورا حساب رات کو ہو گا،"

اس نے حفصہ کے کان میں شرارت سے کہا تو وہ شرم سے لال بھبوکا ہو گئی۔ حفصہ نے جلدی سے اپنا لباس درست کیا، آئینہ دیکھ کر بکھری ہوئی زلفوں کو سنوارا اور عدنان کو ایک غصے بھری مگر پیاری نظر سے دیکھ کر کمرے سے باہر بھاگ گئی۔ عدنان اسے جاتے ہوئے دیکھ کر مسکراتا رہا، اسے اپنی زندگی کی اس سب سے بڑی جیت پر فخر تھا۔ حفصہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے دی گئی کسی انمول تحفے سے کم نہیں تھی جس پر وہ اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کرتا وہ کم تھا۔

💗💗

آیت بیگم کے کہنے پر روح اور نور دونوں گلناز کو لینے کے لیے کمرے میں آئی تھی نور کو واشروم جانا تھا اس لیے وہ گلناز کے کمرے کے واشروم میں چلی گئیں روح وہی پر کھڑی ہو گئی گلناز روح کو ہی دیکھ رہی تھی جو کہ گلابی لہنگے میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی ہلکا میک اپ اور کانوں میں موجود کٹوری کے جھمکے کھلے بالوں میں وہ بہت حسین لگتی تھی روح نے اپنے آپ پر نظروں کی تپش محسوس کر کے اس کی طرف دیکھا تھا گلناز نے آج پیلے اور سبز رنگ کا لہنگا پہنا ہوا تھا وہ خوبصورت تو تھی لیکن اپنی خوبصورتی شاید غلط شخص کے لیے ضائع کر رہی تھی جو کہ کسی اور کا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے تم نے موسی کو مجھ سے چھین لیا"

گلناز اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی ہوئی بولی جبکہ روح کو اس کی یہ بات سمجھ نہیں آئی تھی۔ وہ گلناز جس کی شادی کی مہندی کی دھوم پورے صحن میں مچی ہوئی تھی، اس وقت کسی دلہن جیسی شرم وحیا کے بجائے انتقام کی آگ میں جلتی نظر آرہی تھی۔

"گلناز! تم یہ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ آج تمہاری مہندی ہے آج تمھارے لیے یہ دن خوشی کا ہونا چاہیے"
روح نے دھیمے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی، مگر گلناز نے ایک طنزیہ قہقہہ لگایا اور قدم بڑھاتی ہوئی روح کے بالکل سامنے آکھڑی ہوئی۔

"خوشی؟ کیسی خوشی روح؟ اس شخص کے ساتھ منسوب ہونے کی خوشی جسے میں جانتی تک نہیں؟ یا اس شخص کو کھونے کا غم جو بچپن سے میری ہر دعا کا مرکز رہا ہے؟"

گلناز کی آنکھیں سرخی مائل ہو رہی تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، تم نے سردار موسیٰ نقوی کے نکاح میں آکر اسے مجھ سے چھین لیا ہے؟ تم نے صرف اس کا نام پایا ہے، اس کی توجہ اور اس کا مان ہمیشہ سے میں بنوں گی اس کی محبت بھی میں ہی ہوں"

روح ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے اس عورت کی سوچ پر ترس آ رہا تھا جو اپنی بربادی کا ملبہ دوسروں پر ڈال رہی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو؟ بولو! اب تو تم اس حویلی کی سردارنی بن گئی ہو نا؟ لیکن یاد رکھنا روح، سردارنیاں صرف لباس اور زیور سے نہیں بنتیں، وہ مرد کے دل پر حکمرانی سے بنتی ہیں۔ اور ابھی چند دن پہلے جو تماشہ تم نے حویلی کے ہال میں لگایا تھا، اس کے بعد موسیٰ کا دل تم سے کتنا اکھڑ چکا ہے، یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پانچ دن۔۔۔ پورے پانچ دن وہ حویلی نہیں آیا۔ کیا ایک شوہر اپنی محبت سے اتنے دن دور رہ سکتا ہے؟ نہیں! وہ تم سے دور نہیں تھا، وہ اپنی اس غلطی سے دور بھاگ رہا تھا جو اس نے تم سے نکاح کر کے کی ہے۔"

گلناز کا ایک ایک لفظ روح کے دل پر نشتر کی طرح لگ رہا تھا۔ اسے موسیٰ کی ناراضگی کا دکھ تو تھا ہی، مگر گلناز کا اسے یوں سرِ عام نیچا دکھانا اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ روح نے ایک گہری سانس لی اور اپنی لرزتی ہوئی مٹھیوں کو بھینچ لیا۔

"گلناز! محبت چھینی نہیں جاتی، وہ مقدر سے ملتی ہے۔ اور جہاں تک موسیٰ کی ناراضگی کا تعلق ہے، تو وہ میرا اور ان کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم اپنی فکر کرو، کیونکہ آج کے بعد تمہاری زندگی کا سفر کسی اور کے ساتھ شروع ہونے والا ہے۔ جس شخص کا تم نام لے رہی ہو، وہ تمہارے لیے صرف 'سردار موسیٰ' ہے، لیکن میرے لیے وہ میرا سب کچھ ہے۔"

روح کی آواز میں اب وہ پہلی والی نرمی نہیں تھی، بلکہ ایک وقار تھا۔

"اوہ، تو اب زبان بھی چلنے لگی ہے؟"

گلناز نے اس کے گرد چکر لگاتے ہوئے اس کے لباس کو حقارت سے دیکھا۔

"یہ گلابی جوڑا، یہ بناؤ سنگھار۔۔۔ یہ سب دھوکہ ہے روح۔ تم خود کو جتنا بھی سجالو، موسیٰ کی نظروں میں تم ہمیشہ وہی 'بچوں والی حرکتیں' کرنے والی لڑکی رہو گی جس نے سب کے سامنے اس کی توہین کی۔ میں نے دیکھا تھا اسے، جب ابھی کچھ دیر پہلے وہ حویلی میں داخل ہوا تھا۔ اس کی نظروں میں تمہارے لیے صرف بے رخی تھی۔ وہ تمہیں دیکھنا بھی نہیں چاہتا۔"
گلناز نے ایک قدم اور قریب بڑھایا اور روح کے کان کے قریب جھک کر زہریلے لہجے میں سرگوشی کی۔

"کیا موسیٰ حویلی واپس آگیا ہے"
وہ آہستہ سے بڑبڑائی اس کی بڑبڑاہٹ گلناز نے بھی سنی تھی۔

"ہاں تمھیں نہیں پتہ کیا"

گلناز نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا تھا روح کچھ بھی نہیں بولی خاموش رہی اس خاموشی کو گلناز نے توڑا۔

"میری ماں ٹھیک کہتی ہے، مرد کو جتنا بھی دور کر دو، وہ لوٹ کر وہیں آتا ہے جہاں اسے عزت ملے۔ میں اج شادی کر رہی ہوں، صرف اس لیے تاکہ سید سائیں کی نظروں میں سر خرو ہو سکوں۔ لیکن میرا مقصد نہیں بدلا۔ میں اس حویلی میں واپس آؤں گی، اور اس وقت تم دیکھنا کہ اس وقت موسیٰ کس کا ہو گا فی الحال تم نے اسے حاصل نہیں کیا روح، تم نے اسے صرف آزمائش میں ڈالا ہے۔"

روح کا جی چاہا کہ وہ گلناز کو زوردار تھپڑ رسید کرے، مگر اس نے خود پر قابو پایا۔ وہ اس حویلی کی لاڈلی ہونے کے ساتھ ساتھ اب ایک ذمہ دار مقام پر بھی تھی۔ اس نے گلناز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

"تمہاری بد دعا یا تمہاری یہ کالی سوچ میرا اور موسیٰ کا رشتہ نہیں توڑ سکتی گلناز۔ تم آج جس آگ میں جل رہی ہو، وہ تمہیں خود ہی بھسم کر دے گی۔ موسیٰ مجھ سے ناراض ضرور ہیں، مگر وہ میرے ہیں، اور میں انہیں منانا جانتی ہوں۔ تمہاری بد قسمتی یہ ہے کہ تم نے کبھی محبت کی ہی نہیں، تم نے صرف ضد کی ہے، اور ضد ہمیشہ انسان کو تنہا کر دیتی ہے۔"

روح نے بھی حقارت سے جواب دیا تھا۔

"تمہاری یہ ہمت؟ تم مجھے سکھاؤ گی کہ محبت کیا ہوتی ہے؟"

گلناز نے غصے سے روح کا بازو تھام لیا۔ اسی وقت واشروم کا دروازہ کھلا اور نور باہر آئی۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر گلناز کا ہاتھ روح کے بازو سے جھٹک دیا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے گلناز؟"

نور کی آواز میں گرج تھی۔

"تمہیں شرم نہیں آتی؟ آج تمہاری مہندی ہے اور تم سردار موسیٰ کی بیوی اور اس حویلی کی سردارنی کے ساتھ اس لہجے میں بات کر رہی ہو؟"
گلناز نے فوراً اپنے تیور بدلے اور ایک مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجالی۔

"ارے نور! تم تو خوامخواہ سیریس ہو گئی۔ میں تو بس روح کو بتا رہی تھی کہ شادی کے بعد زندگی کتنی بدل جاتی ہے۔ ہے نا روح؟"
اس نے روح کی طرف دیکھا جس کی آنکھوں میں ابھی بھی غصے کے آثار تھے۔ نور نے روح کا ہاتھ تھاما اور اسے کمرے سے باہر کی طرف لے جانے لگی۔

"گلناز! اپنی حدیں یاد رکھو، ورنہ یاد رکھنا کہ موسیٰ بھائی کو تمہاری شکایت لگانے میں مجھے ایک منٹ بھی نہیں لگے گا۔ چلو بھابھی، نیچے سب انتظار کر رہے ہیں۔"

روح خاموشی سے نور کے ساتھ باہر نکل آئی، مگر گلناز کے کہے ہوئے الفاظ اس کے ذہن میں ہتھوڑوں کی طرح بج رہے تھے۔ اسے لگ رہا تھا جیسے گلناز نے اس کے زخموں پر نمک پاش دیا ہو۔ کیا واقعی موسیٰ اسے دیکھنا نہیں چاہتے؟ کیا واقعی وہ اپنی غلطی سے دور بھاگ رہے ہیں؟

ہاشم سردار موسیٰ کے پاس آیا تھا سردار موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھا۔ ہاشم نے اپنے ناراض دوست کو دیکھا جس نے اتنے دنوں میں اس سے بھی بات نہیں کی تھی۔۔

"کیا یار تم لڑکیوں کی طرح ناراض ہو کر بیٹھ گئے ہو مجھ سے ناراضگی اپنی جگہ مجھ سے تم ناراض ہو لیتے ہو لیکن روح سے بھی ناراض ہو"

ہاشم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا سردار موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہاں سے جانے لگا تھا لیکن ہاشم اس کے سامنے آ گیا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہا ہوں موسیٰ"
ہاشم اس کے آگے آتے ہوئے بولا تھا۔۔

"لیکن مجھے تم جیسے کمینے انسان سے کوئی بات نہیں کرنی"
سردار موسیٰ غصے سے بولا تھا اس کا غصہ ہاشم پر بھی کم نہیں ہوا تھا اب تک۔

"کیوں نہیں کرنی یار تم بھی اب لڑکی نہ بن جاؤ اتنا غصہ تو آج تک روح مجھ سے نہیں ہوئی ہے"
روح کے ذکر پر سردار موسیٰ نے اسے گھورا تھا۔

"اچھا نہ یار بس کرو کرنے دنوں سے ایک تو تم حویلی نہیں آئے اوپر سے یوں روٹھ کر بیٹھ گئے ہو کچھ تو خیال کرو میرے معصوم کا ساری کی ساری زمیداریاں ہی تم نے مجھ معصوم پر ڈال دی ہیں"

وہ معصومیت سے منہ بنا کر بول رہا تھا جبکہ سردار موسیٰ اسے بس گھورے جا رہا تھا۔ سردار موسیٰ نے ہاشم کی "معصومیت" پر ایک گہری اور طنزیہ سانس لی۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی سرخی تھی جو پانچ دن پہلے روح کے فیصلے کے بعد ابھری تھی۔ ہاشم، جو بچپن سے اس کا سب سے اچھا یارِ تھا، آج اسے دنیا کا سب سے بڑا دشمن لگ رہا تھا، صرف اس لیے کہ اس نے روح کے اس لمحاتی فیصلے میں حصہ دار بننے کی کوشش کی تھی۔

"اپنی یہ معصومیت کسی اور کے لیے بچا کر رکھو ہاشم! میرے سامنے یہ ڈرامہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور ذمہ داریاں؟ قبیلے کی ذمہ داریاں تم پر بوجھ لگ رہی ہیں؟ میرے کام تمہارے لیے بوجھ ہی ہیں تو پھر وہ حق جتانا کیوں یاد تھا جب روح کے ہاتھ پر پٹی باندھنی تھی؟"

موسیٰ کے لہجے کی کاٹ نے ہاشم کو ایک پل کے لیے خاموش کر دیا۔

"یار موسیٰ! تم تو سچ مچ اس بات کو دل سے لگا بیٹھے ہو۔ وہ میری چھوٹی بہن ہے، اسے تکلیف میں دیکھ کر میں کیسے خاموش رہتا؟ اور اس نے میرا نام لیا تو اس میں میرا کیا قصور؟"

ہاشم نے دفاعی انداز میں کہا۔

"قصور تمہارا نہیں، اس کے اس بھروسے کا ہے جو اس نے مجھ سے زیادہ تم پر کیا۔ خیر، اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں،"

موسیٰ نے اپنا رخ موڑا اور جانے لگا، مگر ٹھیک اسی وقت عدنان ہاتھ میں جوس کا گلاس پکڑے بڑے آرام سے وہاں وارد ہوا۔

"اوہ ہو! یہاں تو ماحول کافی گرم لگ رہا ہے۔ کیا ہوا سردار صاحب؟ آج بھی پارہ نیچے نہیں آیا؟"
عدنان نے ہاشم کے برابر میں کھڑے ہو کر شرارت سے پوچھا۔

"تم اپنی فکر کرو عدنان! حفصہ کو سنبھالو، میرے معاملات میں ٹانگ اڑانے کی ضرورت نہیں ہے۔"
موسیٰ نے عدنان کو دیکھا، جو ہمیشہ کی طرح پرسکون اور ہنستا مسکراتا نظر آرہا تھا۔

"ارے بھائی! ہم ٹانگ کہاں اڑا رہے ہیں، ہم تو بس 'صلح صفائی' کا راستہ نکال رہے ہیں۔ پورے پانچ دن فارم ہاؤس پر گزار کر بھی تمہارا غصہ ٹھنڈا نہیں ہوا؟ تم نے تو حد ہی کر دی موسیٰ! بیچاری روح کا چہرہ دیکھا ہے؟ ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے پھول کو دھوپ میں رکھ دیا ہو۔ وہ مرجھا گئی ہے یار،"

عدنان نے سنجیدگی سے کہا تو موسیٰ کے دل میں ایک کسک سی اٹھی، مگر اس نے اپنے چہرے کے تاثرات نہیں بدلے۔

"مرجھا گئی ہے تو اپنے 'بھائیوں' سے کہے کہ اسے پانی دیں۔ سردار موسیٰ اب اس کے نخرے اٹھانے کے موڈ میں نہیں ہے،"

موسیٰ نے سختی سے کہا۔

"دیکھا ہاشم؟ یہ بندہ اب پتھر بن چکا ہے۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی اس کے پیچھے کتنا رو رہا ہے۔ موسیٰ! تمہیں پتہ ہے روح نے ان پانچ دنوں میں ٹھیک سے کھانا تک نہیں کھایا؟ وہ راتوں کو جاگتی رہتی ہے، تمہاری کال کا انتظار کرتی ہے۔ حفصہ بتا رہی تھیں کہ وہ سوتے میں بھی تمہارا نام لیتی ہے۔"

عدنان نے کہا تھا موسیٰ کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ اسے یاد آیا کہ وہ خود بھی ان پانچ راتوں میں ایک پل کے لیے نہیں سو پایا تھا۔ فارم ہاؤس کی تنہائی اسے کاٹ کھانے کو دوڑتی تھی، مگر اس کی انا اسے حویلی آنے سے روکتی رہی۔

"تم دونوں کو اس کی بہت فکر ہے نا؟ تو جاؤ اس کے پاس۔ مجھے کیوں مکھن لگا رہے ہو؟"

موسیٰ نے تلخی سے پوچھا۔ موسیٰ کی اس بات پر ہاشم بس اسے دیکھی جا رہا تھا۔

"موسیٰ، بھائی ہونے کے ناطے ایک بات کہوں؟ انا اور محبت کی جنگ میں ہمیشہ انا جیت جاتی ہے، مگر جیت کر بھی انسان ہار جاتا ہے۔ تم جیتنا چاہتے ہو یا روح کو پانا چاہتے ہو؟ وہ نادان ہے، اسے نہیں پتہ تھا کہ تمہاری ملکیت کا احساس کتنا شدید ہے۔ اس نے ہاشم کا نام صرف اس لیے لیا تھا کہ وہ ہاشم کو دکھ نہیں دینا چاہتی تھی۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے؟"

موسیٰ خاموش رہا۔ عدنان کی باتیں اس کے دماغ کے بند کواڑوں پر دستک دے رہی تھیں۔

"اور ایک اور بات،"

عدنان نے آواز نیچی کی۔

"کوشش کرو جو معاملہ تمہارا اور روح کا ہے وہ تم دونوں میں ہی رہے وہ باہر نہ آئے وجہ تم اچھے سے جانتے ہو"

عدنان نے بات مکمل کی تو سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ہاشم نے اسے مزید کوئی بات نہ کی تھی وہ خاموشی رہا تھا سردار موسی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"اب تمہیں کیا ہوا تم کیوں خاموش ہو"

سردار موسیٰ نے ہاشم سے کہا جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"بات یہ ہے کہ روح تو نادان ہے اسے نہیں پتا لیکن تم سے مجھے ایسی امید نہیں تھی وہ تو ابھی 19 سال کی ہے اور تم پورے 27 سال کے ہونے والے ہو لیکن اس کے بعد بھی اس طرح کی حرکت تم جانتے ہو روح کی کیا حالت ہو گئی ہے"

ہاشم نے برا سا منہ بنا کر یہ بات کہی تھی جبکہ اس کی بات پر سردار موسیٰ سوچ میں پڑ گیا تھا شاید وہ اپنی بیوی کو لے کر یہاں پر جلد بازی کر گیا تھا وہ روح کے معاملے میں اس حد تک پوزیسو ہو گیا تھا کہ اسے روح کے منہ سے اس کے بھائی کا نام نہیں اچھا نہیں لگا تھا۔ سردار موسیٰ کی خاموشی گہری ہو گئی تھی۔ ہاشم کے لفظوں نے اس کے غصے کی تہوں کے نیچے چھپی اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا تھا جسے وہ اپنی انا کے پیچھے چھپائے بیٹھا تھا۔ وہ جتنا خود کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا، ہاشم اور عدنان کی باتیں اسے اتنا ہی کٹہرے میں کھڑا کر رہی تھیں۔

"میں جانتا ہوں ہاشم،"
موسیٰ کی آواز اب دھیمی اور سنجیدہ تھی۔

"لیکن محبت جب جنون بن جائے تو عمر کا فرق مٹ جاتا ہے۔ میرے لیے روح صرف ایک انیس سال کی لڑکی نہیں ہے، وہ میری عزت ہے، میری زندگی کا حاصل ہے۔ اور جب اسے تکلیف میں دیکھا، اور اس نے مجھے جھٹک کر تمہارا انتخاب کیا، تو مجھے لگا جیسے اس نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا۔"

"بھروسہ اور محبت دو الگ چیزیں ہیں موسیٰ۔ اس نے تم پر بھروسہ کیا تھا اسی لیے تو اس نے تمہارے سامنے اپنے بھائی کا مان رکھا۔ اسے لگا تم اسے سمجھو گے، مگر تم تو سردار بن کر بیٹھ گئے۔"

عدنان نے ایک گہری سانس لی۔ ابھی وہ تینوں اسی بحث میں تھے کہ یحییٰ اور حنان دور سے آتے دکھائی دیے۔ یحییٰ کے چہرے پر آج ایک الگ ہی خوشی تھی حنان کے لبوں پر بھی شرارتی مسکراہٹ تھی۔

"اوہ ہو! یہاں تو 'پنچایت' لگی ہوئی ہے۔ کیا ہوا بھائیوں؟ کوئی نیا مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے کیا؟"

حنان نے آتے ہی موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ موسیٰ نے اسے گھور کر دیکھا، مگر حنان کہاں ڈرنے والا تھا۔

"یار موسیٰ! پورے پانچ دن غائب رہ کر تم نے حویلی کی رونقیں ہی ختم کر دی تھیں۔ اب واپس آئے ہو تو کم از کم مسکرا کر تو ملو۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے کسی نے تمہیں زبردستی فارم ہاؤس سے اٹھایا ہو۔"
یحییٰ نے قریب آ کر موسیٰ کی آنکھوں میں جھانکا۔

"فارم ہاؤس کی تنہائی نے تمہارا غصہ ٹھنڈا نہیں کیا یا اسے مزید ہوا دے دی ہے؟"

یحییٰ کا سوال سیدھا اور دوٹوک تھا۔

"تم سب کو میری اتنی فکر کیوں ہو رہی ہے؟"
موسیٰ نے جھنجھلا کر پوچھا۔

"فکر تمہاری نہیں ہے سردار صاحب، فکر اس 'پھول' کی ہے جسے تم نے بن پانی کے چھوڑ دیا ہے،"
حنان نے شرارت سے کہا۔

"روح کا حال دیکھا ہے؟ سب کو ہی اس کے حال سے پتہ چل رہا ہے اپنے سردار صاحب کے لاپتہ ہونے پر اس کے لیے حالت ہے بس اپ کو ہی نہیں پتہ چل رہا"
یحییٰ نے ایک بار پھر کہا تھا۔

"تم چاروں نے مل کر مجھے کٹہرے میں کھڑا کر دیا ہے مجھے قصوروار بھی ثابت کر دیا ہے اب مجھے جانے دو"

سردار موسیٰ ان چاروں کے درمیان سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوا بولا لیکن ان چاروں نے اسے پکڑ لیا تھا۔۔

"کہاں کی تیاری ہے سردار صاحب پہلے ہمارے ساتھ تھوڑا ٹائم سپینڈ کر لیں ویسے بھی پانچ دنوں سے اپ ہمارے ساتھ بھی نہیں بیٹھے اس کے بعد اپ اپنی بیوی کو ٹائم دے دیجئے گا"

عدنان نے اس کے ایک بازو سے پکڑتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کمینوں کا ٹائم بعد میں اور ویسے بھی روح کو میں نہیں مناؤں گا وہ مجھے منائے گی دیکھ لینا"

سردار موسیٰ نے ان سب کو دیکھ مسکرا کر کہا۔

"اگر اتنا یقین تھا تو اتنے دن غائب ہونے کی کیا ضرورت تھی"
ہاشم نے سوال کیا تو سردار موسیٰ ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا۔

"اچھا مجھے نہیں پتا اب تم لوگ مجھے جانے دو تم لوگوں نے جو کرنا ہے کرو تم لوگوں کی مرضی ہے اور ویسے بھی عدنان تم تو شادی شدہ ہو مجھے کیوں پکڑا ہوا ہے اپنی بیوی کو جا کے پکڑو"
سردار موسیٰ نے اب عدنان کی ٹانگ کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"ان میڈم کی کلاس میں لے کے ایا ہوں"

عدنان نے بے شرموں کی طرح ہنستے ہوئے کہا تھا جبکہ باقی سب بھی مسکرائے تھے سردار موسی نے ان لوگوں کے درمیان سے نکلنے کی بہت کوشش کی تھی لیکن ان چاروں نے اسے نکلنے نہیں دیا تھا اور پھر لڑکے والے بھی اگئے تھے جس کی وجہ سے موسی کو رکنا پڑا تھا۔۔

💗💗

گلنازا سٹیج پر بیٹھی ہوئی تھی اس کے ساتھ نادیہ بیگم بیٹھی تھی ان دونوں کے چہرے پر نام کی ہی مسکراہٹ تھی باقی حویلی کی خواتین مہمانوں کو دیکھ رہی تھی اتنا بڑا فنکشن نہیں تھا لیکن پھر بھی جو مہمان ائے تھے جن کو عدنان نے بلایا تھا ان سب کی خدمت تو کرنی تھی تھوڑے بہت شور شرابے کے بعد گلناز کو مہندی بھی وہیں لگنی تھی ایک سائیڈ پہ چھوٹا سا کمفرٹیبل ایریا بنایا گیا تھا فنکشن کی بات جہاں پر سبھی لڑکیوں نے مہندی لگوانی تھی کیونکہ کل بارات تھی تو اس کے بعد مہندی نہیں لگ سکتی تھی۔

"نادیہ رسم شروع کریں"
کنزہ بیگم نے نادیہ بیگم کے پاس اسٹیج پر آتے ہوئے کہا تھا۔

"جی بھابھی! بس ابھی شروع کرتے ہیں، لڑکے والے بھی آ ہی گئے ہیں
وہاں سے مہندی آ جائے"
نادیہ بیگم نے ایک مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجائی اور اثبات میں سر ہلایا۔

"ماشاءاللہ ماشاءاللہ ہماری ہونے والی بہو تو بہت پیاری ہے"

رومان کی ماں سائیں نے گلناز کو دیکھ کر کہا تھا۔ رومان عدنان کے پاس کام کرتا ہے اس کا ایک اہم ساتھی سمجھ لو جب عدنان نے اس سے رشتے کی بات کی تو وہ مان گیا کیوں کہ رومان نے عدنان کا نمک کھایا ہوا تھا اتنا تو وہ کر ہی سکتا تھا۔ گلناز کے چہرے پر ایک عجیب سی سختی تھی، رومان کی ماں کی تعریفیں اسے سکون دینے کے بجائے اس کے اندر لگی آگ کو مزید ہوا دے رہی تھیں۔ نادیہ بیگم نے جب گلناز کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھوں میں ایک خاموش پیغام تھا کہ 'بس کچھ دیر ضبط کر لو'، مگر گلناز کا صبر جواب دے رہا تھا۔ وہ کچھ بھی نہ بولی بس سر ہاں میں سر ہلا دیا اس کے بعد بھی عمان کی ماں نے ایک بار پھر کہا۔

"ماشاءاللہ! ہماری بہو تو سچ مچ حور پری ہے۔ رومان تو بہت خوش قسمت ہے کہ اسے حویلی کی شہزادی مل رہی ہے،"

رومان کی ماں نے ایک بار پھر محبت سے گلناز کا ہاتھ تھام کر کہا۔

گلناز نے ان کا ہاتھ جھٹکا تو نہیں، لیکن اس کے لہجے میں موجود سرد مہری نے وہاں موجود خواتین کو چونکا دیا۔

"خوش قسمتی اور بد قسمتی کا فیصلہ وقت کرتا ہے! ابھی تو صرف رشتہ ہوا ہے،"
گلناز نے رومان کی ماں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ نادیہ بیگم کا دل دھک سے رہ گیا، انہوں نے فوراً بات سنبھالنے کی کوشش کی۔

"اس کا مطلب ہے۔۔۔ گلناز ذرا شرما رہی ہے، نئا رشتہ ہے نہ، اسی لیے ایسی باتیں کر رہی ہے۔"

"نہیں امی! میں شرما نہیں رہی،"

گلناز نے دو ٹوک انداز میں اپنی ماں کی بات کاٹی۔

"آپ کے بیٹے نے عدنان بھائی کا ساتھ دیا ہے، اس کا صلہ اسے مل رہا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیے گا کہ حویلی کی بیٹیاں صرف نام کی نرم ہوتی ہیں، ان کے اندر کی انا کو مٹانا اتنا آسان نہیں ہوتا۔"

رومان کی ماں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئیں، انہیں توقع نہیں تھی کہ ایک ہونے والی بہو اس طرح کے تلخ لہجے میں بات کرے گی۔ کنزہ بیگم جو قریب ہی کھڑی تھیں، انہوں نے صورتحال کی نزاکت کو بھانپ لیا۔

"گلناز! یہ کیا طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا؟"

کنزہ بیگم نے رعب دار آواز میں کہا۔

"بڑی امی! میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا"

گلناز بات مکمل کرتی کہ نادیہ بیگم نے اسے خاموش کروادیا۔۔

"بس کرو گلناز بد تمیزی مت کرو بڑوں سے کیسے بات کرتے ہیں بھول گئی ہو"

نادیہ بیگم کے غصے کو دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی تھی۔ تبھی سردار موسیٰ مردان خانے سے آیا تھا اس کے ہاتھ میں مہندی کی تھال تھی جو کہ رومان کو لگ گئی تھی اب گلناز کو لگنی تھی۔ موسیٰ کے قدموں کی چاپ اور اس کے وجود کا رعب ایسا تھا کہ حویلی کے صحن میں مچی شور و غل کی آوازیں جیسے ایک لمحے کو تھم سی گئیں۔ سیاہ واسکٹ اور سفید کلف لگے کرتے میں وہ کسی یونانی دیوتا کی طرح لگ رہا تھا، لیکن اس کی آنکھوں میں وہ مخصوص سرد مہری اب بھی برقرار تھی جس نے روح کو پچھلے پانچ دنوں سے بے چین کر رکھا تھا۔ روح، جو ایک ستون کے پاس کھڑی مہمانوں کو دیکھ رہی تھی، موسیٰ کو یوں اچانک سامنے پا کر جیسے سانس لینا ہی بھول گئی۔ اس کی نظریں بے اختیار موسیٰ کے چہرے پر جم گئیں، وہی تراشا ہوا چہرا، وہی گہری آنکھیں جن میں اب غصہ تھا یا بیزاری، روح سمجھ نہ پائی۔ موسیٰ نے ایک نظر بھی روح کی طرف نہیں دیکھا، وہ سیدھا اسٹیج کی طرف بڑھا جہاں

گلناز اب بھی تنے ہوئے تیوروں کے ساتھ بیٹھی تھی لیکن موسیٰ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔ موسیٰ کے ہاتھ میں مہندی کا وہ خاص تھال تھا جو رومان کے گھر والے لائے تھے۔

"مبارک ہو گلناز!"

موسیٰ نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ اس کی آواز میں نہ کوئی خوشی تھی نہ ہی کوئی جذبہ۔ گلناز نے سر اٹھا کر موسیٰ کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت بھی وہی حسرت اور تڑپ تھی جو برسوں سے موسیٰ کے لیے پل رہی تھی۔ اسے امید تھی کہ شاید اس کے نکاح کی خبر سن کر، اسے کسی اور کے نام کی مہندی لگتے دیکھ کر موسیٰ کے چہرے پر ملال کا کوئی سایہ لہرائے گا، لیکن موسیٰ کا چہرہ کسی پتھر کی مورتی کی طرح ساکت تھا۔

"صرف مبارک باد؟"

گلناز نے تلخی سے پوچھا، آواز اتنی دھیمی تھی کہ صرف موسیٰ ہی سن سکے۔ موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا، بس جھک کر مہندی کی تھوڑی سی مقدار اپنی پوروں پر لی اور گلناز کی ہتھیلی پر ایک ٹیکا لگا دیا۔ اس کے لمس کی سردی نے گلناز کے پورے وجود میں جھرجھری پیدا کر دی۔

"انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے گلناز۔ تم نے اپنی منزل خود چنی ہے، اب اس پر چلنا بھی تمہیں ہی پڑے گا،"

موسیٰ نے اپنی بات مکمل کی اور پیچھے ہٹ گیا۔ کنزہ بیگم اور نادیہ بیگم نے اطمینان کا سانس لیا کہ چلو موسیٰ نے آکر بات سنبھال لی، ورنہ گلناز تو تماشہ کھڑا کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ لیکن روح کا حال برا تھا۔ موسیٰ کا یوں اسے نظر انداز کر کے گزر جانا اس کے دل پر نشتر کی طرح لگا۔ اس نے سوچا تھا کہ شاید موسیٰ اسے دیکھ کر رک جائے گا، یا کم از کم اس کی طرف ایک نگاہ تو ڈالے گا، لیکن وہ تو جیسے اسے پہچاننے سے بھی انکاری تھا۔ موسیٰ اسٹیج سے اترا تو عدنان اور ہاشم بھی اندر آ گئے تھے۔ عدنان نے دور سے روح کی حالت دیکھی تو مسکرا کر موسیٰ کی طرف دیکھا جواب مردانے کی طرف واپس جانے لگا تھا۔

"ابھی سے واپس؟"

عدنان نے اس کا راستہ روکا۔

"کام ختم ہو گیا ہے عدنان، اب یہاں میرا کیا کام،"
موسیٰ نے جانے کی کوشش کی لیکن عدنان نے اسے بازو سے پکڑ لیا۔

"کام تو اب شروع ہوا ہے سردار صاحب۔ ذرا بائیں طرف دیکھیں، کوئی آپ کے ایک اشارے کا پیاسا کھڑا ہے۔ اتنا بھی کیا ستم کرنا کہ گناہ گار کے ساتھ ساتھ بے گناہ بھی پِس جائے،"
عدنان نے اشاروں کنایوں میں روح کی طرف اشارہ کیا جواب بھی وہیں ساکت کھڑی تھی۔ موسیٰ نے بے اختیار اس طرف دیکھا جہاں روح کھڑی تھی۔ گلابی لباس میں ملبوس، آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر لیے وہ کسی زخمی ہرنی کی طرح لگ رہی تھی۔ موسیٰ کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکا، اس کا جی چاہا کہ وہ سب بھلا کر اسے اپنے حصار میں لے لے، لیکن وہ ابھی اسے تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا جو بھی تھا روح کو اس کا نام لینا چاہیے تھا۔

"میں نے کہا تھا نا عدنان، وہ مجھے منائے گی"

موسیٰ نے دبی آواز میں کہا اور عدنان کو پیچھے چھوڑ کر تیزی سے باہر نکل گیا.

روح نے اسے جاتے ہوئے دیکھا تو اس کی سسکی نکل گئی۔ وہ وہاں مزید نہیں رک سکتی تھی۔ اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے سب کی نظریں اس کے اداس چہرے کا مذاق اڑا رہی ہوں۔ وہ تیزی سے اندر کی طرف بھاگی۔ گلناز نے اسٹیج پر بیٹھے ہوئے یہ سارا منظر دیکھا تھا۔ اسے ایک پل کے لیے سکون ملا کہ موسیٰ اب بھی اپنی چہیتی بیوی سے ناراض ہے۔۔

"دیکھ لیا روح؟ موسیٰ کسی کا نہیں ہے، وہ صرف اپنی انا کا غلام ہے،"

گلناز نے اپنے دل میں سوچا اور ایک زہریلی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔ سب لوگوں نے رسم ادا کی اور مہندی بھی لگوائی تھی لڑکیوں نے لیکن روح نہیں آئی تھی اس کے بعد سب نے پوچھا تھا لیکن نور نے سب سے کہہ دیا تھا اس کی تھوڑی طبیعت خراب ہے اس لیے وہ نہیں آئے گی۔



روح کمرے میں ائی تھی اس کی انکھوں میں آنسوں تھے اس وقت وہ خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی اسے لگا تھا موسیٰ اس کا روپ دیکھ کر ماں جائے گا لیکن اس نے تو صحیح سے اسے دیکھا بھی نہیں تھا روح بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کے مہرون اور گلابی امتزاج کے بھاری جوڑے کی چمک دمک اس کی آنکھوں کی ویرانی کے سامنے بے معنی تھی۔ اس نے خود کو آئینے میں دیکھا، جہاں کاجل پھیل کر اس کے گالوں پر لکیریں بنا رہا تھا۔ وہ تو اج اس امید میں تیار ہوئی تھی کہ جب موسیٰ پانچ دن بعد اسے دیکھے گا، تو اس کا سارا غصہ، ساری انا، اس کے ایک روپ کی تاب نہ لا کر پگھل جائے گی۔ مگر موسیٰ نے تو اسے دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔

"اتنے پتھر کیسے ہو گئے ہیں آپ موسیٰ؟"

اس نے سسکتے ہوئے آئینے سے سوال کیا۔

"کیا ایک نام لینا اتنی بڑی خطا تھی کہ آپ نے مجھے جیتے جی مار دیا؟"

اس نے اپنے ہاتھ کی پٹی دیکھی جو اب میلی ہو چکی تھی۔ وہ پٹی جس پر موسیٰ کا لمس ہونا چاہیے تھا، وہاں اب صرف ہاشم کی دی ہوئی تسلی باقی تھی۔

اسے رہ رہ کر وہ منظر یاد آ رہا تھا جب اس نے تکلیف میں ہاشم کا نام پکارا تھا اور موسیٰ کے چہرے پر آنے والے کرب اور غصے نے اسے ساکت کر دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ موسیٰ کے لیے وہ صرف ایک بیوی نہیں، اس کا کل اثاثہ تھی، اور اس اثاثے میں کسی اور کی مداخلت اسے گوارا نہیں تھی۔

حویلی کے صحن سے اب بھی ڈھولک کی تھاپ اور ہنسی مذاق کی آوازیں آ رہی تھیں۔ باہر خوشیاں تھیں، رسمیں ہو رہی تھیں، مگر روح کے کمرے میں صرف خاموشی اور سسکیوں کا راج تھا۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی، یہ حفصہ اور نور تھیں۔

"روح! دروازہ کھولو یار، سب پوچھ رہے ہیں،"

نور کی آواز میں تشویش تھی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے نور، مجھے اکیلا چھوڑ دو،"
روح نے تکیے میں منہ چھپا کر جواب دیا۔

"موسیٰ بھائی بھی مردانے چلے گئے ہیں، تم باہر آؤ گی تو سب کو اچھا لگے گا،"

حفصہ نے سمجھانے کی کوشش کی، مگر روح کے لیے 'موسیٰ' کا نام اب ایک تازیانے جیسا تھا۔ وہ دونوں تھوڑی دیر دستک دے کر واپس چلی گئیں کیونکہ مہمانوں کو سنبھالنا بھی ضروری تھا۔ رات بھیگتی جا رہی تھی۔ حویلی کی روشنیاں آہستہ آہستہ مدھم ہونے لگیں کیونکہ مہمان اپنے کمروں میں جا چکے تھے یا واپس لوٹ گئے تھے۔ روح نے اسی حالت میں بیڈ پر پڑے پڑے نا جانے کب آنکھ لگ گئی۔ وہ تھکن اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے گہری نیند میں چلی گئی، مگر خوابوں میں بھی اسے موسیٰ کا وہ سپاٹ چہرہ ہی نظر آ رہا تھا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کمرے میں کسی کی موجودگی ہے۔ ایک مانوس سی خوشبو، جو اس کے حواسوں پر چھائی رہتی تھی، اسے اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے ہوش اڑ گئے۔

دروازہ کھلا تھا (شاید وہ اسے ٹھیک سے لاک کرنا بھول گئی تھی یا موسیٰ کے پاس دوسری چابی تھی) اور سامنے سنگھار میز کے پاس سردار موسیٰ نقوی کھڑا تھا۔ اس نے اپنی واسکٹ اتار کر بیڈ پر پھینک دی تھی اور اب اپنی قمیض کی آستینیں اوپر چڑھا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اب وہ غصہ نہیں تھا جو اسٹیج پر تھا، بلکہ ایک عجیب سی سنجیدگی اور گہرائی تھی۔ روح فوراً بیڈ پر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر پھیلا کاجل اسے مزید معصوم اور مظلوم بنا رہا تھا۔ موسیٰ نے آئینے میں اس کا عکس دیکھا اور پھر آہستہ سے مڑ کر اس کی طرف قدم بڑھائے۔

"سردارنی صاحبہ کی نیند پوری ہو گئی ہو تو کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟"

موسیٰ کی آواز میں وہی رعب تھا، مگر اس بار اس میں ایک مٹھاس بھی چھپی تھی۔ روح خاموش رہی، اس نے اپنی نظریں جھکا لیں اور اپنی انگلیاں مروڑنے لگی۔ موسیٰ اس کے بالکل قریب بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ روح کو اس کے وجود کی تپش محسوس ہو رہی تھی۔

"اتنے دن بیت گئے، میں حویلی نہیں آیا، تم نے ایک بار بھی فون نہیں کیا؟"

موسیٰ نے اس کا تھوڑی سے پکڑ کر چہرہ اونچا کیا تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ سکے۔

"میں نے آپ کو کال کیا لیکن آپ نے نہیں اٹھایا"

روح کی آواز رندھ گئی تھی۔

"آپ نے سب کے سامنے مجھے نظر انداز کیا اور سب کے سامنے میرا مذاق بن گیا"

موسیٰ کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔

"مذاق میں نے نہیں، تم نے بنایا تھا روح۔ جب سردار موسیٰ نقوی کی بیوی تکلیف میں اپنے شوہر کے بجائے کسی اور کا نام لیتی ہے، تو وہ صرف ایک نام نہیں ہوتا، وہ میری محبت پر ایک سوالیہ نشان ہوتا ہے۔"

سردار موسیٰ نے سختی سے کہا تھا۔

"وہ میرے بھائی ہیں موسیٰ!"

روح نے احتجاج کیا۔

"میں جانتا ہوں وہ تمہارا بھائی ہے، میرا بہترین دوست ہے،"

موسیٰ کا لہجہ اب تھوڑا سخت ہوا۔

"مگر اس وقت تمہارے پاس میں کھڑا تھا۔ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا۔ کیا تمہیں مجھ پر اتنا بھی بھروسہ نہیں تھا کہ میں تمہارا درد بانٹ سکتا ہوں؟"

روح خاموش ہو گئی۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ موسیٰ کا غصہ بے جا نہیں تھا۔ اس کی محبت میں ملکیت کا احساس اس قدر شدید تھا کہ وہ کسی اور کے سائے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"میں معافی مانگتی ہوں،"

روح نے آہستہ سے کہا اور اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی، میں ڈر گئی تھی، مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ اس بات کو اتنا دل پر لیں گے۔"

موسیٰ نے اپنا ہاتھ پیچھے نہیں ہٹایا، بلکہ روح کے چھوٹے سے ہاتھ کو اپنے بڑے اور مضبوط ہاتھ میں چھپا لیا۔

"دل پر لینے کی بات نہیں ہے روح، بات مان کی ہے۔ اور تم نے میرا مان توڑ دیا تھا۔"

وہ دونوں کافی دیر تک خاموش رہے۔ کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی، میں ڈر گئی تھی، مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ اس بات کو اتنا دل پر لیں گے۔"

موسیٰ نے اپنا ہاتھ پیچھے نہیں ہٹایا، بلکہ روح کے چھوٹے سے ہاتھ کو اپنے بڑے اور مضبوط ہاتھ میں چھپا لیا۔

"دل پر لینے کی بات نہیں ہے روح، بات مان کی ہے۔اور تم نے میرا مان توڑ دیا تھا۔"

وہ دونوں کافی دیر تک خاموش رہے۔کمرے میں صرف گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔۔

"موسیٰ اپ یہ بات کیسے کہہ سکتے ہیں میں نے آپ کا مان توڑا ہے اپ نے بھی تو مجھے نہیں سمجھا نہ"

روح نے اس کے آگے شکایت کی تھی سردار موسیٰ نے اس کی شکایت پر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"روح مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی ہے"
سردار موسیٰ نے دوٹوک انداز میں جواب دیا۔

"آپ نے نہیں کرنی ہو گی لیکن میں نے کرنی ہے اپ نے ایک تو مجھے اتنے دن تکلیف میں رکھا اوپر سے آپ میری باتوں کا جواب بھی نہیں دے رہے"
روح نے معصومیت سے کہا تھا اس کی بات پر سردار موسیٰ نے گہری سانس لیا اور اسکی طرف دیکھنے لگا۔

"میں بس یہ چاہتا تھا کہ تم ہاشم کی جگہ میرا نام لیتی بس اس کے علاوہ مجھے اور کچھ بھی نہیں چاہیے تھا"
سردار موسیٰ نے بہت ٹھنڈے لہجے میں کہا تھا جبکہ اس کی اس بات پر روح اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے یہ میری غلطی ہے میں تو آپ سے چھوٹی ہوں نہ مجھ سے غلطی ہو گئی لیکن آپ تو مجھ سے بڑے ہیں اپ نے مجھے کیوں نہیں سمجھا کیوں خود مجھ سے بھی چھوٹے بچے بن کر مجھ سے دور جا کر بیٹھ گئے"

روح نے معصومیت سے سب اس سے سوال کرنا شروع کیا تھا جبکہ اپنی بیوی کی معصومیت پر سردار موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی کہہ تو وہ ٹھیک ہی رہی تھی بچی تو وہ تھی اور بچوں والی حرکت سردار موسیٰ نے کی تھی۔۔

"روحِ موسیٰ آپ کے ساتھ رہ رہ کر میں بھی بچہ ہو گیا ہوں اب میرا دماغ نہیں چلتا"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تھا اس کی بات پر روح اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔

"آپ کا مطلب ہے میرے پاس دماغ نہیں ہے؟"
روح نے صدمے سے یہ بات کی تھی اپنے شوہر کے منہ سے یہ بات سن کر اسے صدمہ ہی تو لگ گیا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ تمہارے پاس دماغ تو ہے روح، مگر وہ تھوڑا سا 'معصوم' ہے۔"
سردار موسیٰ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا، مگر روح کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اتنی آسانی سے ماننے والی نہیں ہے۔

"اچھا! تو اب میں بے وقوف ہو گئی؟"

روح نے تیکھے لہجے میں پوچھا اور اپنا ہاتھ زبردستی اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اسے چھوڑنے کے بجائے اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔

"میں نے بے وقوف نہیں کہا، بس اتنا کہا کہ تم نادان ہو۔ اب دیکھو نا، پانچ دن سے تم رو رہی ہو، میں تڑپ رہا ہوں، صرف اس لیے کہ میری بیوی کو یہ سمجھ نہیں آئی کہ اس کا شوہر اس کے ایک نام کا کتنا پیاسا ہے،"
موسیٰ نے بہت پیار سے اسے سمجھانا چاہا، مگر روح اب مکمل طور پر 'شکایتی موڈ' میں تھی۔

"ہاں! سارا قصور میرا ہے۔ میں نادان، میں بے وقوف، اور آپ تو 'سردار موسیٰ نقوی' ہیں نہ! آپ کو تو غلطی کرنے کا حق ہی نہیں ہے۔ آپ کا فارم ہاؤس پر جا کر بیٹھنا، میرا فون نہ اٹھانا، حویلی آ کر بھی مجھے نظر انداز کرنا، یہ سب تو بہت بڑی دانشمندی تھی نہ؟"

روح نے ایک ہی سانس میں اپنی ساری بھڑاس نکال دی۔ اس کی آنکھوں میں دوبارہ نمی تیرنے لگی تھی۔ موسیٰ نے ایک گہری سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ جب عورت بحث پر اتر آئے اور خاص طور پر وہ عورت جس سے آپ بے پناہ محبت کرتے ہوں، تو وہاں منطق (Logic) کام نہیں آتی۔

"روح، دیکھو۔۔۔"

سردار موسیٰ نے محبت سے کہا۔

"نہیں! میں کیوں دیکھوں؟ آپ نے مجھے سمجھا ہی نہیں آپ کو لگا کہ میں نے جان بوجھ کر ہاشم بھائی کا نام لیا؟ میں اپ دونوں کو ہی ناراض نہیں کرنا چاہتی تھی آپ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں نہ ہاشم بھائی کیا ہیں میرے لیے میرا ان سے جو رشتہ ہے وہ کبھی آپ کے ساتھ نہیں ہو سکتا اور جو رشتہ آپ کے ساتھ ہے وہ کبھی ان کے ساتھ نہیں ہو سکتا میں نے ان کا نام صرف اس لیے لیا تھا کہ میں آپ کی بیوی ہوں اپ کو رومینٹک انداز میں منا"

ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کیا بولنے جا رہی ہے۔ روح کے الفاظ اس کے حلق میں ہی پھنس گئے اور اس نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں۔ شرم وحیا کی ایک گہری لہر اس کے سفید چہرے کو گلابی کر گئی۔ وہ اپنی ہی بات کے جال میں پھنس چکی تھی۔ دوسری طرف سردار موسیٰ نقوی، جواب تک بہت سنجیدہ اور کسی حد تک دفاعی انداز اپنائے ہوئے تھا، روح کے اس ادھورے جملے پر ساکت رہ گیا۔

"رومینٹک انداز میں منع۔۔۔؟"

موسیٰ نے ان الفاظ کو دہرایا، اس کے لہجے میں اب ایک شرارتی کھوج تھی۔

اس نے اپنا چہرہ روح کے جھکے ہوئے چہرے کے قریب کیا، یہاں تک کہ روح کو اس کی گرم سانسیں اپنے گالوں پر محسوس ہونے لگیں۔

"پورا کرو جملہ روحِ موسیٰ! کیا کہنا چاہ رہی تھیں تم؟ کہ تم نے ہاشم کا نام اس لیے لیا تھا کہ تم مجھے 'رومینٹک' انداز میں بعد میں منا لیتی؟"

موسیٰ نے اس کا تھوڑی سے پکڑ کر چہرہ اونچا کیا، جہاں حیا کے سورنگ بکھرے ہوئے تھے۔

"م میرا مطلب ہے کہ۔۔۔وہ۔۔۔"

روح ہکلانے لگی۔اس کا دل اتنی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے لگا شاید موسیٰ کو بھی سنائی دے رہا ہو۔

"تمہارا مطلب ہے کہ تم ہاشم کو بھائی مانتی ہو اور مجھے اپنا مجازی خدا، اپنا شوہر، اپنا سب کچھ۔اور اس دن تم نے جان بوجھ کر ہاشم کا نام لیا تاکہ میں اگر تم سے ناراض بھی وہاں تو تم مجھے رومینٹک ہو کر منالو"
موسیٰ کا لہجہ اب بہت دھیما اور گہرا ہو گیا تھا۔روح نے اپنی نچلی لب دانتوں تلے دبالی، اس کی آنکھیں اب کسی طور موسیٰ کی گہری اور شوخ نظروں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں تھیں۔وہ اپنی ہی بچھائی ہوئی بساط میں مہرہ بن چکی تھی۔موسیٰ کی انگلیوں کا دباؤ اس کی تھوڑی پر ابھی بھی برقرار تھا، جو اسے فرار کا کوئی راستہ نہیں دے رہا تھا۔

"وہ۔۔۔میرا مطلب یہ نہیں تھا موسیٰ! آپ غلط سمجھ رہے ہیں،"

روح نے اپنی آواز کو جتنا ممکن ہو سکا مستحکم کرنے کی کوشش کی، مگر اس کی آواز کی تھرتھراہٹ نے اس کا سارا پول کھول دیا۔

"غلط سمجھ رہا ہوں؟"

موسیٰ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جو روح کے دل کی دھڑکنوں کو مزید تیز کر گیا۔

"اب تک میں غلط سمجھ رہا تھا روح موسی سب تو مجھے سب سمجھ آرہا ہے کہ میری بیوی نے اپنے بھائی کا نام لے کر اسے خوش کر دیا اور بعد میں اپنے شوہر کو رومینٹک انداز میں منا کر اسے بھی خوش کرنا چاہتی تھی ہاں نہ؟"

سردار موسیٰ کی انکھوں میں شرارت صاف جھلک رہی تھی۔

"جی۔۔۔میرا مطلب ہے کہ۔۔۔"

روح کی آواز اس کے گلے میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ موسیٰ کی نظریں اس کے چہرے پر کسی جال کی طرح بن چکی تھیں جن سے فرار نا ممکن تھا۔ موسیٰ نے اس کی خاموشی اور اس کے چہرے پر دوڑتی حیا کی سرخی کو بغور دیکھا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ اپنی اس معصوم سی سردارنی کو ابھی اسی وقت اپنے حصار میں لے لے، مگر اسے چھیڑنے کا مزہ ہی کچھ اور تھا۔

"تو سردارنی صاحبہ! آپ کا پلان تو بہت کمال کا تھا،"
موسیٰ نے اپنا لہجہ مزید دھیما اور مخملی کر لیا۔

"ایک طرف ہاشم کا مان رہ جاتا اور دوسری طرف آپ کے شوہر نامدار کو 'رومینٹک' انداز میں منانے کا موقع مل جاتا۔ لیکن روحِ موسیٰ! کیا آپ کو یہ نہیں لگا کہ آپ کا شوہر اتنا جذباتی ہے کہ وہ آپ کے اس پلین کو سرانجام دینے کے لئے پہلے آپ کے پاس آئے گا اور آپ سب اجازت لے گا کہ میں جاؤں یہ نہ جاؤں اور آپ مجھے روک کر رومینٹک انداز میں منا لیتی" سردار موسیٰ اس کی طرف دیکھ کر بول رہا تھا۔ روح نے ہمت مجتمع کر کے ایک نظر موسیٰ کو دیکھا، اس کی آنکھوں میں اب شرارت رقص کر رہی تھی۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ آپ اتنے زیادہ سڑیل بن جائیں گے۔ میں تو بس۔۔۔ میں تو بس چاہتی تھی کہ ہاشم بھائی کو برا نہ لگے۔ اور وہ میرے سامنے کھڑے تھے، ان کا نام بس نکل گیا!"

روح نے آخر میں جھوٹ کہا تھا۔

"نکل نہیں گیا تھا، تم نے نکالا تھا،"

موسیٰ نے ٹوکا۔اس نے اپنا چہرہ روح کے مزید قریب کیا، یہاں تک کہ ان کی سانسیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔

"اور اب جب اعتراف کر ہی لیا ہے، تو وہ 'رومینٹک انداز' بھی دکھادو۔ پانچ دن کا ادھار ہے روح، سود سمیت واپس لوں گا۔"

سردار موسیٰ کا لہجہ اب جذباتوں سے چور لگ رہا تھا۔روح کے دل کی دھڑکنیں اب اس کی پسلیوں سے ٹکرا رہی تھیں۔

"موسیٰ! باہر سب انتظار کر رہے ہوں گیں آپ کا تھوڑی تو شرم کریں اور ویسے بھی شادی ہے نہ تو کوئی بھی کام ہو سکتا ہے"

اس نے اسے پیچھے دھکیلنے کی ناکام کوشش کی، مگر موسیٰ کا وجود کسی چٹان کی طرح ساکت رہا۔

"شرم؟ اپنی بیوی کے پاس بیٹھا ہوں روح، یہاں شرم کیسی؟ اور جہاں تک شادی کا تعلق ہے، عدنان اور ہاشم کافی ہیں سب سنبھالنے کے لیے۔ ابھی تو مجھے یہ حساب کرنا ہے کہ میری بیوی نے مجھے کتنا تڑپایا ہے،"
موسیٰ نے شرارت سے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔ روح کا پورا وجود ایک جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں موند لیں، مگر جیسے ہی موسیٰ نے اس کا دوسرا ہاتھ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، اس کی انگلیاں روح کی ہتھیلی سے ٹکرائیں۔ روح کے منہ سے ایک بے ساختہ سسکی نکلی اور اس نے تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔
موسیٰ کی شرارت ایک لمحے میں غائب ہو گئی۔ اس نے زبردستی روح کا ہاتھ اپنی طرف کھینچا۔

"یہ کیا ہے؟"

موسیٰ کی نظر جب اس کے ہاتھ پر پڑی تو اس نے غصے سے کہا تھا۔ روح کی ہتھیلی، جو پانچ دن پہلے نیلی پڑی تھی، اب سوج کر سرخ ہو چکی تھی اور اس پر نیلے نشانات اب پہلے سے کہیں زیادہ گہرے اور بدوضع لگ رہے تھے۔ موسیٰ کا رنگ غصے اور تشویش سے متغیر ہو گیا۔

"روح! میں نے تم سے پوچھا ہے، یہ ہاتھ اب تک ٹھیک کیوں نہیں ہوا؟" اس کے لہجے کی کاٹ نے روح کو لرزا کر رکھ دیا۔

"وہ۔۔۔ وہ ہو جائے گا ٹھیک۔ بس تھوڑا سا درد ہے،"

روح نے نظریں جھکا کر جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔

"جھوٹ مت بولو مجھ سے !"

موسیٰ نے دھاڑنے والے لہجے میں کہا، مگر آواز دبی ہوئی رکھی۔

"پانچ دن بیت چکے ہیں یہ اب تک ٹھیک کیوں نہیں ہوا روح اب تک اسے بلکل ٹھیک ہو جانا چاہیے تھا کیا دوائی نہیں لگائی؟ کیا پٹی نہیں بدلی تھی؟"

سردار موسیٰ بول رہا تھا روح خاموش رہی۔ اسے کیا پتا تھا کہ ان پانچ دنوں میں اسے اپنے وجود کا ہوش ہی کہاں تھا۔ اسے تو بس موسیٰ کی جدائی کا روگ لگا ہوا تھا۔

"بولو روح ! میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں،"

موسیٰ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ اس کی آنکھوں میں اب آنسوں تیرنے لگے تھے جنہیں دیکھ کر موسیٰ کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"مجھے درد نہیں ہو رہا تھا"

روح نے سسکتے ہوئے کہا۔

"مجھ سے آپ دور تھے موسیٰ، مجھے اس ہاتھ کی تکلیف محسوس ہی نہیں ہوئی۔ میں نے پٹی کھول دی تھی کیونکہ مجھے وہ سب یاد آ رہا تھا جو اس دن ہوا تھا اور اس کے بعد میں نے کوئی دھیان نہیں دیا کبھی کبھی اس ہاتھ کو اذیت بھی دے دیتی"

روح نے سر جھکا کر جواب دیا موسیٰ نے ایک گہری اور ٹھنڈی سانس لی اسے اپنی انا پر غصہ آنے لگا۔ کاش وہ اتنا ضدی نہ ہوتا، کاش وہ اسے اس حالت میں چھوڑ کر نہ جاتا۔ اس نے بغیر کچھ کہے روح کو بیڈ پر بٹھایا اور خود تیزی سے اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل کے دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکال لایا۔

"ہاتھ آگے کرو،"

اس نے حکم دیا۔اس کا لہجہ اب سپاٹ تھا، مگر اس میں چھپی فکر روح کو صاف محسوس ہو رہی تھی۔ موسیٰ نے بڑی احتیاط سے روئی کو اینٹی سیپٹک میں بھگویا اور روح کی ہتھیلی صاف کرنے لگا۔ جیسے ہی ٹھنڈی دوا زخم سے ٹکرائی، روح کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"سسس۔۔۔ موسیٰ! درد ہو رہا ہے،"
اس نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی۔

"برداشت کرو! یہ تمہاری لاپرواہی کی سزا ہے،"
موسیٰ نے سختی سے کہا، مگر اگلے ہی لمحے اس نے روح کے ہاتھ پر اپنی پھونک ماری تاکہ جلن کم ہو سکے۔اس کا یہ تضاد روح کو ہمیشہ اس کا اسیر بنا دیتا تھا۔ایک طرف وہ سردار بن کر ڈانٹ رہا تھا، تو دوسری طرف وہ ایک عاشق کی طرح اس کی تکلیف محسوس کر رہا تھا۔

"تمھیں پتا ہے ؟ میں نے ان پانچ دنوں میں ایک بار بھی سکون سے کھانا نہیں کھایا میں جتنا بھی خود کو پتھر بناتا، تمہارا وہ روتا ہوا چہرہ میرے سامنے آ جاتا۔ مجھے لگا کہ میں تمہیں سزا دے رہا ہوں، مگر اصل میں سزا مجھے مل رہی تھی"

موسیٰ نے زخم پر مرہم لگاتے ہوئے دھیمی آواز میں اعتراف کیا۔

"تو پھر کیوں نہیں آئے ؟"

روح نے سسکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مجھے نہیں پتہ شاید انا بیچ میں آ گئی جیسے تم نے ہاشم کو چنا میں نے انا کو چنا"

موسیٰ اس کے ہاتھ پر پٹی کرنے کے بعد محبت سے ہونٹ رکھتے ہوئے بولا تھا روح اب تک مہندی والے کپڑوں میں ملبوس تھی جیولری اور میک بھی ویسے ہی تھا بس بال بکھرے ہوئے تھے سونے کی وجہ سے۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ بڑی نزاکت سے واپس اس کی گود میں رکھا اور خود بیڈ پر اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں روح کے سراپے کا طواف کر رہی تھیں۔ بکھرے ہوئے بال، نیند سے بوجھل مگر آنسوؤں سے نم آنکھیں، اور مہندی کے جوڑے میں ملبوس وہ اس وقت بھی اسے کائنات کی سب سے خوبصورت لڑکی لگ رہی تھی۔

"لیکن اب انا ہار گئی روح، اور تم جیت گئی ہو،"
موسیٰ نے اس کی زلفوں کی ایک آوارہ لٹ کو انگلی سے لپیٹتے ہوئے اس کے کان کے پیچھے اڑسا۔

"تمہیں اس حالت میں دیکھ کر میری جان نکل رہی ہے۔ دیکھو تو ذرا اپنا حال کیا بنالیا ہے تم نے؟"

سردار موسیٰ اس کے نازک وجود کو دیکھ کر بولا۔

"میرا حال تو اسی دن بگڑ گیا تھا جس دن آپ حویلی چھوڑ کر گئے تھے۔ آپ کو لگا کہ میں نے ہاشم بھائی کو چنا، مگر موسیٰ، میں نے تو صرف ایک رشتے کا بھرم رکھا تھا۔ چنا تو میں نے ہمیشہ سے آپ کو ہے"

روح نے اپنا سر جھکا لیا۔۔ موسیٰ کا دل اس کے اعتراف پر پسیج گیا۔ اس نے جھک کر روح کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔

"تمہارا یہ بھولا پن ہی تو مجھے پاگل کر دیتا ہے میری جان"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھ کر کہا۔ موسیٰ نے جب اس کے ماتھے پر اپنے تپتے ہوئے لب رکھے تو روح کو محسوس ہوا جیسے اس کے وجود کی ساری تھکن اور دکھ ایک پل میں پگھل گئے ہوں۔ موسیٰ کا لہجہ، اس کی قربت اور اس کا "میری جان" پکارنا روح کے دل کے زخموں پر مرہم کی طرح لگا تھا۔ وہ خاموشی سے اس کے حصار میں قید تھی، مگر موسیٰ کا ذہن اب کسی اور سمت چل رہا تھا۔ اس نے پیچھے ہٹ کر روح کے سراپے کا بغور جائزہ لیا۔ وہ مہندی کے بھاری گلابی رنگ کے جوڑے میں ملبوس تھی، جس پر گوٹے اور سلمے کا بھاری کام تھا۔ کانوں میں پڑے بڑے جھمکے اور گلے کا ہار اس کی نازک گردن پر بوجھ لگ رہے تھے، اور سب سے بڑھ کر وہ زخمی ہاتھ، جسے روح نے اپنی لاپرواہی سے مزید خراب کر لیا تھا۔

"مہندی کی رسم ختم ہو چکی ہے روح، اور اب اس بھاری لباس کو اتارنے کا وقت آ گیا ہے،"

موسیٰ نے بہت دھیمے مگر حاکمانہ لہجے میں کہا۔اس کی آنکھوں میں اب خماری اتر رہی تھی۔

"جی۔۔۔میں۔۔۔میں ابھی چینج کر لیتی ہوں،"
روح نے اٹھنے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے دوبارہ بیڈ پر بٹھا دیا۔

"تم کہیں نہیں جاؤ گی،"
اس نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"تم نے پچھلے پانچ دنوں میں اپنا جو حال کیا ہے، اور اس ہاتھ کی جو بے قدری کی ہے، اس کی سزا تو بنتی ہے نہ؟ تم نے خود کہا تھا کہ میں بڑا ہوں، مجھے تمہیں سمجھنا چاہیے تھا۔ تو اب میں تمہیں سمجھاؤں گا بھی اور تمہارا خیال بھی رکھوں گا۔۔۔اپنے طریقے سے۔"

سردار موسیٰ کا ٹون بتا رہا تھا کہ روح کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔

"موسیٰ؟ کیا مطلب؟"

روح کا دل زور سے دھڑکا۔

"مطلب یہ کہ آج تم خود کچھ نہیں کرو گی۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ تمہارا یہ شوہر، جسے تم نے پانچ دن تڑپایا ہے، آج خود تمہیں اس بوجھ سے آزاد کرے گا،"

موسیٰ نے اس کے گلے کے ہار کے لاک کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں موسیٰ! میں خود کرلوں گی، آپ باہر جائیں،"
روح نے گھبرا کر اس کے ہاتھ روکنے چاہے، مگر اس کا ایک ہاتھ پہلے ہی زخمی اور پٹی میں بندھا تھا، جبکہ دوسرے ہاتھ کو موسیٰ نے ایک ہی گرفت میں جکڑ لیا۔

"منع مت کرو روح، آج سردار موسیٰ نقوی کسی کی نہیں سنے گا،"
اس نے سردارانہ رعب سے کہا مگر اس کی آواز میں موجود مردانہ کشش روح کے اعصاب شل کر رہی تھی۔ موسیٰ نے بہت نزاکت سے اس کے گلے کا بھاری ہار اتارا اور اسے سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر اس کے کانوں کے جھمکے اتارے۔ روح کی سانسیں اب تیز ہونے لگی تھیں۔ موسیٰ کے ہاتھ اب اس کی بلاؤز کے پیچھے لگی ڈوریوں کی طرف بڑھے۔

"موسیٰ پلیز۔۔۔"

روح نے بے اختیار اپنے دانتوں تلے لب دبا لیے۔

"خاموش روح! یہ تمھاری سزا ہے اب اگر تم نے احتجاج کیا اس سے بڑی سزا ہو سکتی ہے"

اس نے سرگوشی کی۔ جیسے ہی ڈوریاں کھلیں، روح کو اپنے وجود پر کپڑوں کی گرفت ڈھیلی ہوتی محسوس ہوئی۔ موسیٰ نے روح کے چہرے کو دیکھا اور پھر بلاؤز کو کندھوں سے آہستہ سے نیچے سرکایا۔ روح کی سفید و سرخ ہوتے رنگت اور کمرے کی مدھم روشنی مل کر ایک سحر انگیز منظر پیش کر رہے تھے۔ موسیٰ کا ضبط اب جواب دے رہا تھا۔ پانچ دن کی دوری، وہ تڑپ اور پھر روح کا یہ اعتراف کہ اس نے ہمیشہ اسے ہی چنا ہے ان سب نے موسیٰ کے اندر کے آتش فشاں کو بھڑکا دیا تھا۔ اس نے روح کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ اس کے انگوٹھے روح کے گلابی اور لرزتے ہوئے لبوں پر رینگنے لگے۔

"تمہیں پتا ہے ان لبوں نے میرا نام لینے کے بجائے ہاشم کا نام لیا تھا؟" موسیٰ کی آواز اب بھاری ہو چکی تھی۔

"تمہیں اندازہ ہے کہ اس وقت میرا جی چاہ رہا تھا کہ ان لبوں کو ہمیشہ کے لیے خاموش کر دوں؟"

روح نے کچھ کہنا چاہا مگر اس سے پہلے کہ کوئی لفظ اس کے منہ سے نکلتا، موسیٰ کے لب اس کے لبوں پر قابض ہو چکے تھے۔ اس کے عمل میں پیار نہیں تھا بلکہ وہ ادھوری پیاس اور غصے تھا جو پانچ دنوں سے موسیٰ کے اندر پل رہا تھا۔ وہ بہت سختی سے، بہت وحشت سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھا۔ روح کا سانس رکنے لگا، اس نے موسیٰ کے مضبوط سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنا چاہا، مگر موسیٰ تو جیسے کسی جنون میں تھا۔ اس کی سختی اس قدر تھی کہ روح کو اپنے لبوں پر نمکینی محسوس ہوئی۔ موسیٰ نے اس کے لبوں کو اس قدر زور سے بھینچا کہ ان سے خون رسنے لگا۔ جب وہ پیچھے ہٹا تو روح کے گلابی لب اب زخمی اور سرخ ہو چکے تھے، اور ان پر خون کی ایک باریک لکیر نمایاں تھی۔ کچھ دیر کے بعد روح آہستہ سے بولی سانسیں معمول پر لانے کے بعد۔

"موسیٰ۔۔۔درد ہو رہا ہے"

روح نے روتے ہوئے کہا۔

"یہ درد ضروری ہے روح، تاکہ تمہیں یاد رہے کہ تم کس کی ہو،"

اس نے دیوانہ وار کہا اور اب اس کا رخ اس کی سفید اور لمبی گردن کی طرف تھا۔ موسیٰ نے کسی بھوکے شیر کی طرح اس کی گردن پر اپنے دانت گاڑ دیے۔ اس کی 'بائٹ' اتنی زوردار تھی کہ روح کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی جو موسیٰ کے سینے میں ہی دب گئی۔ اس نے گردن کے ایک خاص مقام پر اس قدر زور سے کاٹا کہ وہاں ایک گہرا نیلا نشان ابھر آیا۔

"آپ۔۔۔آپ بدل گئے ہیں، آپ بہت سنگدل ہو گئے ہیں"

روح سسک رہی تھی، مگر موسیٰ کے سر پر عشق اور جنون کا بھوت سوار تھا۔اس نے روح کے احتجاج کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے اس کے لباس کا اوپر والا حصہ مکمل طور پر اس کے وجود سے جدا کر دیا۔روح نے اپنے ہاتھوں سے خود کو ڈھانپنے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر سر سے اوپر بیڈ کے تاج کے ساتھ لگا دیے۔

"منع مت کرو روحِ موسیٰ! آج تمہارا یہ وجود، تمہاری یہ سانسیں، تمہارا یہ درد اور تمہاری یہ تڑپ۔۔۔سب پر صرف میرا حق ہے،"

اس نے اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہا جہاں خوف اور محبت کی ایک عجیب سی جنگ جاری تھی۔ موسیٰ نے اس کے بدن پر جگہ جگہ اپنے جنون کے نشان چھوڑنے شروع کر دیے۔ وہ اسے اذیت بھی دے رہا تھا اور محبت بھی۔ اس کی چھونے میں وہ تپش تھی کہ روح کا پور پور جلنے لگا۔ جب اس نے روح کے ڈریس کو مکمل طور پر اس کے بدن سے الگ کیا تو روح نے شرم سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور زور زور سے رونے لگی۔

"موسیٰ بس کر دیں، میں ڈر رہی ہوں،"

وہ ہچکیوں سے بولی۔ موسیٰ کا جنون اس کی سسکیوں پر ذرا مدھم ہوا۔ اس نے دیکھا کہ روح کا پورا وجود لرز رہا تھا، اس کے لبوں سے خون جم چکا تھا اور گردن پر اس کے دانتوں کے نشان واضح تھے۔ اسے اپنی وحشت پر ایک پل کے لیے افسوس ہوا، مگر پھر اسے وہ پانچ دن یاد آئے۔ اس نے جھک کر اس کے آنسوؤں کو اپنے لبوں سے چنا۔

"تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے روح، میں تمہیں ختم نہیں کر رہا، میں تو تمہیں خود میں جذب کر رہا ہوں۔ آج کے بعد تمہارے وجود کا کوئی ایسا حصہ نہیں ہو گا جہاں سردار موسیٰ نقوی کے نام کی مہر نہ لگی ہو۔"

اس نے روح کو آہستہ سے بیڈ پر لٹایا اور خود اس کے اوپر جھک گیا۔ کمرے میں موجود گھڑی کی ٹک ٹک اب ان دونوں کی تیز ہوتی سانسوں کے شور میں دب چکی تھی۔ باہر حویلی میں خاموشی چھا چکی تھی، مگر اس کمرے کے اندر ایک طوفان تھا جو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ برپا تھا۔

"یہ سزا اس لیے ہے کیونکہ تم نے اپنا خیال نہیں رکھا اور یہ محبت اس لیے ہے کیونکہ تم میری زندگی ہو، میری روح ہو۔"

موسیٰ نے اس کے کان کی لو کو چھیڑتے ہوئے سرگوشی کی روح کی مزاحمت اب آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اس مرد کے جنون کے سامنے بے بس ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور خود کو موسیٰ کے حوالے کر دیا، یہ جانتے ہوئے کہ یہ درد ہی اس کی محبت کی معراج ہے۔ موسیٰ نے اس رات اسے اپنی محبت کے وہ رنگ دکھائے جن کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اسے توڑتا رہا، اسے جوڑتا رہا، اور اسے بار بار یہ احساس دلاتا رہا کہ وہ صرف اور صرف سردار موسیٰ نقوی کی ملکیت ہے۔ جب رات کا آخری پہر شروع ہوا، تو کمرے کی فضا پر ایک بوجھل سکون طاری ہو چکا تھا۔ روح، موسیٰ کے مضبوط بازوؤں میں قید، تھک کر سو چکی تھی، جبکہ موسیٰ بیدار تھا اور اس کے پر سکون مگر زخمی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے اس کے لبوں سے خشک ہو چکے خون کو اپنی پوروں سے صاف کیا اور اس کے ماتھے پر ایک بہت ہی نرم بوسہ دیا۔

"تم میری ہو روح، صرف میری اج کی رات کے بعد تمھیں اس بات کا احساس ہو گیا ہو گا تم موسیٰ کے علاوہ کسی اور کا نام اپنے ہونٹوں سے نہیں لے سکتی"

اس نے اسے مزید خود سے بھینچ لیا اس کے وجود پر آہستہ اور نرمی سے اب بھی وہ ہونٹ رکھ رہا تھا.

نکاح ہو گیا تھا اور اب وہ گلناز نقوی سے گلناز رومان بن گئی تھی اگر وہ اس حقیقت کو تسلیم کر لیتی تو یہ اس کے لیے بہت اچھا تھا ورنہ وہ اپنی جان خود ہی مصیبت میں ڈال رہی تھی اس نے اس کے اتنے گناہوں کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے اسے ایک اچھا ہم سفر دیا تھا لیکن شاید گلناز ایک ایسے چیز کے پیچھے بھاگ رہی تھی جو اس کے لیے تھی ہی نہیں اس وقت وہ مکمل طور پر دلہن کے لباس میں کمرے میں بیٹھی تھی نکاح ان کو ہو گیا تھا اب کچھ ہی دیر میں بس اسے نیچے لے جایا جانا تھا وہ اپنے نکاح سے بلکل بھی خوش نہیں تھی یہ نکاح تو اس نے بس سب کی نظروں میں اچھا بننے کے لیے کیا تھا تاکہ وہ سردار موسی اور روح کو برباد کرنے کا نیا راستہ حویلی میں کھول سکے اس کے بعد کوئی بھی اسے حویلی میں آنے سے روک نہیں سکتا تھا بس کچھ جھوٹے دیکھاوے کرنے تھے عدنان حفصہ کے ہمراہ کمرے میں آیا تھا ان دونوں نے ہی میچنگ کی تھی عدنان نے سفید شلوار قمیض پہنی تھی اور اس کے اوپر گولڈن کلر کی ویس کوٹ لی تھی اس کی مردانہ وجاہت ایک الگ ہی رعب

پیدا کر رہی تھی اس رنگ میں حفصہ نے بھی سفید لہنگا پہنا تھا جس پر گولڈن کلر میں کام گیا تھا تھا سر پر اچھے سے حجاب لیا تھا اور لہنگے کا دوپٹہ اس نے کندھے پر ڈالا تھا حویلی کے مرد کبھی بھی اپنی بہنوں پر بری نظر نہیں ڈال سکتے تھے یہ بات وہاں موجود ہر کوئی جانتا تھا لیکن پھر بھی حویلی کا ہر بیٹا سر پھرا تھا وہ اپنی ملکیت کو بس اپنے تک ہی رکھتا تھا۔

حفصہ اور عدنان کو دیکھ کر گلناز نے بس ایک نفرت بھری نگاہ ان دونوں پر ڈالی تھی اس کی اس حرکت پر عدنان کا دل کٹ کر رہ گیا تھا وہ بھی ایک بھائی تھا وہ اپنی بہن سے کس حد تک محبت کرتا تھا یہ کوئی اس سے پوچھتا لیکن شاید اس کی بہن پر اس کی ماں سائیں کی تربیت زیادہ حاوی ہو گئی تھی عدنان اس کے پاس آیا تھا اس نے محبت سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تھا گلناز نے اپنا سر پیچھے کرنے کی کوشش تو کی تھی لیکن عدنان نے پہلے ہی اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"اپنے بھائی سے اس حد تک نفرت نہ کرو کہ وہ برداشت نہ کر سکے"

عدنان اس کے سامنے قدموں پر بیٹھ گیا تھا وہ ایک خوش نصیب لڑکی تھی جس کے لیے اس کا بھائی قدموں میں بیٹھ رہا تھا اگر وہاں روح جیسی بہن ہوتی تو اپنے بھائی پر قربان ہو جاتی لیکن سامنے گلناز تھی جیسے شاید اتنے خوبصورت رشتے کا مطلب ہی نہیں تھا پتہ۔۔

"میں کروں گی اس سے کہی زیادہ کروں گی"

وہ نفرت سے پھنکارتے ہوئے بولی تھی۔

"اپنے بھائی کی حالت پر زرہ تمھیں ترس نہیں آتا گلناز"

عدنان نے آنکھوں میں حسرت لیے پوچھا تھا۔

"کیا اس بھائی نے اپنی بہن پر ترس کھایا کیا اس بھائی نے اپنی بہن کے حق میں کبھی آواز اٹھائی کیا یہ بھائی اپنی بہن کو اس کی محبت دلا سکا اپ کی بہن میں نہیں روح ہے جا کر اس پر یہ ساری محبتیں نچھاور کریں"
گلناز نفرت سے بولی تھی عدنان نے افسوس سے اس کی طرف دیکھا۔

"گلناز موسیٰ کبھی تمہارا تھا ہی نہیں تم بتاؤ میں کیسے اسے تمھارے پاس لاتا اس کا نکاح ہو چکا تھا اور تم مجھے بتاؤ زرا اگر میں موسیٰ کو لے بھی آتا تو کیا کسی اور کی بہن کا گھر میں اجاڑتا اللہ میری بہن کا گھر بسنے دیتا"
عدنان نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی لیکن گلناز نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوتا اور آپ میرے لیے ایسا کبھی نہیں کرتے کیوں کہ مجھ سے زیادہ آپ کو اپنا دوست اور روح عزیز ہے"

گلناز نے اپنی جگہ سے اٹھانا چاہا لیکن عدنان نے اسے ایسا کرنے نہیں دیا تھا۔

"میرے لیے روح بلکل ویسے ہی ہے گلناز جیسے تم ہو اگر آج میں اس کی خوشی کے لیے بس اس کی تعارف بھی کر دوں نہ تو وہ اپنے بھائی پر جان نچھاور کرے گی بلکہ اب بھی کرتی ہے کیوں کہ اسے رشتوں کی تقدس کا پتہ ہے افسوس کہ تمھیں نہیں پتہ"

عدنان یہ کہہ کر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاں تو یہاں کیوں آئے ہیں جائیں اس کے پاس"

گلناز نفرت سے چیختی ہوئی بولی تھی۔

"گلناز بس کر دو کیوں تم ایسی ہو مجھے بس یہ بتاؤ میں ایسا کیا کروں کہ تمھیں اپنے بھائی کی محبت نظر آئے"

عدنان نے بے بس ہو کر کہا تھا۔ عدنان کے لہجے کی بے بسی کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس پلٹی تھی۔ حفصہ، جواب تک خاموشی سے ایک طرف کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں عدنان کے لیے تڑپ ابھری۔ وہ جانتی تھی کہ عدنان اپنی بہن سے کتنی محبت کرتا ہے، مگر گلناز کے دل پر پڑی نفرت کی مٹی دھلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"موسیٰ دے دو مجھے!"

گلناز اچانک پاگلوں کی طرح چیخی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت تھی، جیسے وہ ہوش و حواس کھو بیٹھی ہو۔

"اگر تم اتنے ہی سچے بھائی ہو، اگر تمہیں واقعی مجھ پر ترس آتا ہے، تو جاؤ اور موسیٰ کو کھینچ کر میرے پاس لے آؤ۔ اس کا نکاح توڑ دو، اسے کہو کہ وہ میرا ہے! عدنان بھائی، اگر آپ آج ایسا کر دیں تو میں زندگی بھر آپ کے پیروں کی خاک بن کر رہوں گی۔"

"گلناز! تم ہوش میں تو ہو؟ تمہارا نکاح ہو چکا ہے، تم اب رومان کی بیوی ہو۔ اب موسیٰ کا نام لینا بھی گناہ ہے، اور تم مجھ سے اس کا تقاضا کر رہی ہو؟"

عدنان ساکت رہ گیا۔ اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

"ہاں! میں کر رہی ہوں!"

گلناز نے بپھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"رومان میرے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے یہ نکاح صرف اس لیے کیا ہے تاکہ میں اس حویلی میں واپس آسکوں۔ مجھے موسیٰ چاہیے، چاہے وہ کسی بھی قیمت پر ملے۔"

عدنان نے ایک گہری سانس لی اور اپنی آنکھیں موند لیں۔ اسے محسوس ہوا جیسے اس کی اپنی بہن نے اس کے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔ اس نے ہمت جمع کی اور گلناز کی آنکھوں میں جھانکا، مگر اس بار اس کی آنکھوں میں محبت نہیں، ایک سرد مہر فیصلہ تھا۔

"گلناز۔۔۔ تمہارا نکاح ہو چکا ہے۔ میں تمہیں اب صرف ایک ہی دعا دے سکتا ہوں کہ اللہ تمہیں نئی زندگی میں سکون دے اور رومان کے دل میں تمہاری محبت ڈالے۔ تم اب ایک پرائے گھر کی امانت ہو۔ کاش تم سمجھ سکو کہ رومان ایک ہیرا ہے جسے تم اپنی ضد کی وجہ سے کھو رہی ہو۔"

عدنان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دھوکہ مت دیں مجھے ان دعاؤں سے!"
گلناز نے حقارت سے عدنان کی بات کاٹی۔

"آپ کو یہ سب باتیں کرنا بہت آسان لگ رہا ہے کیونکہ آپ کے پاس آپ کی محبت ہے۔ آپ کو کبھی کسی نے اپنی پسند سے دور نہیں کیا۔"
گلناز کی نظر اچانک حفصہ پر پڑی، جو سر جھکائے کھڑی تھی۔ گلناز کے لبوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔ وہ حفصہ کی طرف بڑھی اور اس کے قریب جا کر عدنان سے مخاطب ہوئی۔

"بھائی! آپ بڑی بڑی باتیں کر رہے ہیں نہ؟ رشتوں کا تقدس، نکاح، اور صبر۔۔۔ ذرا ایک لمحے کے لیے سوچیں، اگر قسمت حفصہ کا ہاتھ آپ کے بجائے کسی اور کے ہاتھ میں دے دیتی، اگر آپ سے آپ کی یہ 'محبت' چھین لی جاتی، تب بھی کیا آپ ایسے ہی سکون سے رشتوں کے تقدس کا بھاشن دیتے؟ کیا تب بھی آپ یہی کہتے کہ اللہ کا فیصلہ مان لینا چاہیے؟"

عدنان کا رنگ ایک دم فق ہو گیا۔ گلناز کے الفاظ زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی طرح اس کے دل کے پار ہو گئے تھے۔ اس نے بے اختیار حفصہ کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ گلناز کی بات سن کر سفید پڑ گیا تھا۔ حفصہ نے لرزتی نظروں سے عدنان کو دیکھا، جیسے وہ بھی اس سوال کا جواب ڈھونڈ رہی ہو۔

عدنان کے ذہن میں ایک بھیانک منظر لہرایا۔ حفصہ کسی اور کے ساتھ؟ حفصہ کی زندگی میں کوئی اور مرد؟ اس سوچ نے ہی عدنان کے سانس روک دیے۔ اسے لگا جیسے زمین اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گئی ہو۔ وہ، جو دوسروں کو صبر کی تلقین کر رہا تھا، صرف ایک 'فرضی' خیال سے ہی بکھرنے لگا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ اگر حفصہ اس کی زندگی سے چلی جائے، تو وہ شاید زندہ تو رہے گا، مگر ایک چلتی پھرتی لاش بن جائے گا۔ اس کا رعب، اس کی مردانگی، اس کی وجاہت سب حفصہ کے وجود سے جڑی تھی۔

"دیکھا! ابھی تو صرف بات کی ہے اور آپ کی جان نکل رہی ہے۔ میرا تو جیتا جاگتا وجود راکھ ہو گیا ہے بھائی! جس مرد کو میں نے بچپن سے اپنا مانا، اسے کسی اور کی بانہوں میں دیکھنا کیسا ہوتا ہے، یہ آپ کبھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس لیے اپنی یہ ہمدردی اپنے پاس رکھیں۔"

گلناز نے عدنان کے چہرے پر پھیلتی زردی کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ عدنان کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کے اندر ایک شور برپا تھا۔ اسے گلناز کی بات ایک حد تک 'صحیح' لگی۔ تکلیف تو واقعی اسے بھی ہوتی، شاید وہ بھی باغی ہو جاتا۔ مگر پھر اس نے خود کو سنبھالا۔ انسان اور جانور میں یہی فرق ہے کہ انسان اپنے جذبات کو اللہ کے حکم کے تابع کر دیتا ہے۔

"گلناز۔۔۔"

عدنان کی آواز اب دھیمی مگر پر عزم تھی۔

"تمہاری بات سچ ہے کہ حفصہ کے بغیر زندگی کا تصور بھی میرے لیے موت جیسا ہے۔ میں اسے کھونے کی بات سوچ کر بھی کانپ جاتا ہوں۔ مگر اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ میں اللہ کی حدود پامال کر دوں۔ موسیٰ تمہارا نصیب تھا ہی نہیں، اور رومان تمہاری حقیقت ہے۔ حقیقت کو تسلیم کر لینے میں ہی عافیت ہوتی ہے۔"

حفصہ نے جب عدنان کے منہ سے یہ اعتراف سنا کہ وہ اسے کھونے کے تصور سے کانپ جاتا ہے، تو اس کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے۔ وہ جانتی تھی کہ عدنان اس سے کتنی محبت کرتا ہے، مگر اس محبت میں ایک وقار تھا، ایک پاکیزگی تھی۔

"حفصہ! چلو یہاں سے،"

عدنان حفصہ کے پاس آیا اس نے اپنا ہاتھ حفصہ کی طرف بڑھایا۔ وہ اب مزید وہاں رک کر اپنا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

"گلنازر خصتی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ رومان نیچے تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ اللہ تمہیں ہدایت دے۔"

عدنان حفصہ کا ہاتھ تھام کر کمرے سے باہر نکل گیا، مگر اس کے قدموں میں وہ پہلے جیسی تیزی نہیں تھی۔ گلناز کے سوال نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا تھا۔ راہداری میں چلتے ہوئے اس نے ایک بار حفصہ کا ہاتھ مضبوطی سے بھینچا، جیسے وہ اسے یقین دلا رہا ہو کہ وہ اسے کبھی خود سے دور نہیں ہونے دے گا۔

"عدنان آپ اس کی باتوں کو دل پر مت لیں۔ وہ غصے میں ہے، اسے نہیں پتہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔"

حفصہ نے عدنان کی بے چینی محسوس کر لی تھی۔ اس نے رک کر عدنان کا راستہ روکا۔

"وہ غلط نہیں کہہ رہی تھی حفصہ۔اس نے مجھے میری سب سے بڑی کمزوری دکھادی ہے۔ تمہارے بغیر زندگی میں واقعی نہیں سوچ سکتا۔اللہ مجھے ہمت دے کہ میں تمہارا مان ہمیشہ قائم رکھ سکوں۔"

عدنان نے حفصہ کے معصوم چہرے کو دیکھا اور ایک لمبی سرد آہ بھری۔

حفصہ نے مسکرا کر اس کا حوصلہ بڑھایا مگر عدنان کے دل میں اب بھی وہ ہوک باقی تھی جو گلناز کے تلخ الفاظ نے پیدا کی تھی۔اسے احساس ہوا کہ محبت جتنی خوبصورت ہوتی ہے،اس کے چھن جانے کا ڈر اتنا ہی خوفناک ہوتا ہے۔



"ارے وہاں کہاں ہم یہاں ہیں"

ماہاجو کہ جلد بازی میں پھولوں کی ٹوکری کے ساتھ حویلی سے باہر جارہی تھی یحییٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنی طرف کھینچا تو ٹوکری اوپر کی طرف جا کر اور وہ پھول ان دونوں پر گر رہے تھے ماہا یحییٰ کے سینے سے لگی ہوئی تھی اور وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے۔

"یحییٰ اپ پاگل ہیں اگر کوئی دیکھ لے تو"

ماہا نے ہوش میں آتے ہوئے اسے سے دور ہونے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"تو دیکھنے دو"

یحییٰ ابھی تک اس میں کھویا ہوا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے اپ پاگل تو نہیں ہو گئے"

ماہا نے ایک بار پھر کوشش کی تھی یحییٰ کو خود سے دور کرنے کی لیکن وہ نہیں ہوا تھا یحییٰ تو اب تک اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا اج اس کی خوبصورت محبت سیاہ رنگ میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی ماہا نے سیاہ رنگ کی میکسی ڈالی تھی اور حجاب میں اس کا چہرے چمک رہا تھا ہلکے میک اپ میں بھی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"ہاں ہو گیا ہوں تمھاری محبت میں"
یحییٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا ماہا نظریں چرا گئی تھی۔

"کیوں اپ مجھے تنگ کر رہے ہیں یحییٰ ہم بلکل حویلی کی انٹرنس پر ہیں کوئی دیکھ لے گا"

ماہا نے معصومیت سے کہا تھا کیوں کہ وہ سچ میں ڈر رہی تھی اگر کوئی آ گیا تو۔
یحییٰ نے اس کے الفاظ کو جیسے سنا ہی نہیں تھا، اس کی نظریں ماہا کے چہرے کے نقوش پر کسی پیاسے کی طرح جمی تھیں۔ اس نے ماہا کی کمر کے گرد اپنی گرفت مزید مضبوط کی، جس سے ماہا کے دل کی دھڑکنیں اس کی پسلیوں سے ٹکرانے لگیں۔ فضا میں گرے ہوئے گلاب کے پھول اب ان کے پیروں تلے ایک سرخ قالین کی طرح بچھ چکے تھے، اور حویلی کے دروازے پر لگی پیلی روشنیاں ان کے گرد ایک حصار بناتی محسوس ہو رہی تھیں۔

"یحییٰ! پلیز، چھوڑیں مجھے۔ کوئی آ جائے گا،"
ماہا نے ایک بار پھر دبی آواز میں احتجاج کیا، مگر اس کی آواز میں وہ سختی نہیں تھی جو یحییٰ کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کرتی۔

"آنے دو ماہا! آج سردار یحییٰ نقوی کو کسی کا ڈر نہیں اپنی محبت کو ہی تو تھاما ہے، کوئی گناہ تو نہیں کیا" یحییٰ نے شرارت سے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا۔ اس کی گرم سانسیں ماہا کے گالوں کو چھوئیں تو وہ بے اختیار اپنی آنکھیں موند گئی۔

"آپ بہت بدل گئے ہیں یحییٰ، پہلے تو آپ اتنے ضدی نہیں تھے،"
ماہا نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔

"پہلے تم میری ملکیت نہیں تھی ماہا، اب ہو! اور میں اپنی ملکیت کو جیسے مرضی دیکھوں تم میری ہو،"
یحییٰ نے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔

"سیاہ رنگ تم پر جچتا نہیں ہے ماہا، یہ تو تم پر مر مٹنے کی دعوت دیتا ہے۔ تمہارا یہ حجاب، یہ سادگی۔۔۔ تم نے تو اج یحییٰ کو پاگل کر دیا ہے۔"

ماہا نے حیا سے اپنی پلکیں جھکا لیں۔

"آپ بہت باتیں کرنے لگے ہیں۔ مجھے جانے دیں، مامی نے پھول مانگے ہیں، رخصتی ہونی ہے دیر ہو رہی ہے"

ماہا نے آہستہ سے کہا۔

"پھولوں کی ضرورت کسے ہے؟ جب کائنات کا سب سے خوبصورت پھول میرے حصار میں ہو،"

یحییٰ نے بہت محبت سے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ یہ بوسہ اتنا نرم اور پاکیزہ تھا کہ ماہا کے اندر کا سارا ڈر ایک لمحے میں سکون میں بدل گیا۔

"تمہیں پتا ہے ماہا؟ جب میں تمہیں دوسروں کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھتا ہوں یا بات کرتے ہوئے، تو میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں سب کی نظروں سے چھپا کر اپنے پاس رکھ لوں۔ تم صرف میری ہو، صرف یحییٰ کی۔"
ماہا نے ہمت مجتمع کی اور یحییٰ کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میں آپ کی ہی ہوں یحییٰ، ہمیشہ سے۔ لیکن ابھی یہ وقت نہیں ہے، حویلی میں سب موجود ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو وہ کیا سوچیں گیں؟"
ماہا نے ڈر سے کہا تھا۔

"تو جو دیکھے گا وہ خوش ہوں گی کہ ان کا یحییٰ آخر کار اپنی منزل پا چکا ہے۔ لیکن چلو، تمہاری معصومیت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں تمہیں جانے دوں۔ مگر ایک شرط پر۔۔۔"
یحییٰ نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا جو ماہا کے دل کی دھڑکنوں کو مزید تیز کر گیا۔

"کیا شرط؟"

ماہا نے اشتیاق سے پوچھا۔

"بارات کے بعد، جب سب رخصت ہو جائیں گے، تم مجھ سے حویلی کے باغ میں ملو گی۔ مجھے تم سے بہت ساری باتیں کرنی ہیں"

یحییٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی ہتھیلی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔

"ٹھیک ہے، اب تو چھوڑ دیں!"

ماہا نے شرماتے ہوئے سر ہلا دیا۔ یحییٰ ابھی اسے چھوڑتا کہ اس سے پہلے ہی روح اور نور دونوں ایک ساتھ اندر آئی تھی ان دونوں کو ایسے دیکھ کر روح اور نور دونوں کو دھچکا لگا تھا۔ کیوں کہ حویلی میں سب کو یہی لگتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کچھ بھی صحیح نہیں ہے اور ماہا سب یحییٰ سے محبت نہیں کرتی لیکن یہاں تو سین ہی الگ تھا۔

"یحییٰ بھائی"

روح نے حیرانی سے یحییٰ کا نام لیا یحییٰ نے سب تک ماہا کو چھوڑا نہیں تھا اس نے روح اور نور کو دیکھا تو ان کی طرف ہی دیکھ رہا تھا ابھی تک وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے روح اور نور کے پیچھے پیچھے ہاشم اور موسیٰ بھی آئے تھے ہاشم اور موسیٰ کو دیکھ کر ماہا فوراً سے یحییٰ سے دور ہوئی تھی اس نے نظریں جھکالی وہ خود کو جیسے مجرم سمجھ رہی ہو۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں"
سردار موسیٰ کی سرد آواز خاموش فضا میں گونجی تھی۔

"موسیٰ ماہا کی کوئی غلطی نہیں ہے میں نے ہی اسے روکا تھا"
یحییٰ نے فوراً سے کہا۔

"لیکن کیوں تم جانتے ہو نہ وہ اب تم سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی"
سردار موسیٰ نے سختی سے پوچھا۔

"اپنی بہن کے چہرے سے دیکھ کر اندازہ لگالو وہاں سختی ہے یہ حیا کی چادر"
یحییٰ موسیٰ کے پاس آکر بولا تھا موسیٰ نے غصے سے یحییٰ کو گھورا تھا۔۔

"تم نے میری معصوم بہن کو پھنسالیا ہے نہ"

ماہا بے چاری تو ڈری سہمی کھڑی تھی اور موسیٰ کی سخت آواز وہاں گونجی۔

"بلکل بھی نہیں موسیٰ بس اپنی محبت کا اظہار کیا ہے"
یحییٰ نے مسکرا کر کہا۔

"تم دونوں کے لیے رشتے مذاق ہیں جب ایک راضی ہوتا ہے دوسرہ نہیں ہوتا اور جب دوسرا راضی ہو تو پہلا نہیں ہوتا تم دونوں کو ہی موقع ملا تھا نہ لیکن تم دونوں نے ہی ایک دوسرے کو ٹھکرا دیا"
سردار موسیٰ کی سخت گرج پر ماہا نے نم آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"چھوٹے ہو چھوٹے بن کر رہو میری زندگی کا فیصلہ ہے یہ اور میں خود کروں گا"

یحییٰ نے سردار موسی کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا جبکہ روح اور نور بھی پریشان ہو گئے تھے۔

"چھوٹا ضرور ہوں لیکن اس قبیلے کا سردار میں ہوں اور صرف ایک ہی سال چھوٹا ہوں جو فیصلہ ہو گا میں ہی کروں گا"
سردار موسیٰ نے بھی دوٹوک جواب دیا تھا۔

"کیا ہو گیا ہے موسیٰ ابھی اس کا ٹائم نہیں ہے"
ہاشم نے سردار موسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا جس پر سردار موسیٰ خاموش ہو گیا اور فلحال کے لیے یحییٰ بھی خاموش ہو گیا تھا لیکن یہ تو طے تھا یحییٰ کسی قیمت پر بھی اب اپنی محبت نہیں کھو سکتا تھا چاہے اس کے لیے اسے کسی بھی حد تک کیوں نہ جانا پڑے۔۔



"ہم دعا کریں گیں تم ہمیشہ خوش رہو"

سید سائیں نے گلناز کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ ان کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اللہ پاک تمھارے نصیب اچھے کرے"

ساجد نقوی بھی ماموں کا فرض نبھاتے ہوئے محبت سے بولے تھے۔

"اللہ نصیب اچھے کرے"

ریاست نقوی نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا احمد نقوی نے بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔اب گلناز نادیہ بیگم کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی۔

"پریشان نہ ہو میں تمھارے ساتھ ہوں"

نادیہ بیگم نے اس کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے کہا۔۔

"ہم"

گلناز یہ کہہ کر ان سے الگ ہوئی تھی باقی سب سے بھی وہ مصنوئی سا ملی تھی

عدنان اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا عدنان نے اس اپنے سینے سے لگا لیا تھا اور سب کے سامنے وہ کچھ نہیں کر سکی تھی۔

"اللہ تمھارے نصیب اچھے کرے اور تمھیں سمجھ دے کہ جو تمھارے نصیب میں ہے وہی تمھارے لیے بہتر ہے"

عدنان کی آنکھوں میں آنسوں تھے سردار موسی ہاشم نے آگے بڑھ کر اسے حوصلہ دیا تھا جس پر عدنان نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میری بہن کا خیال رکھنا اور یہ پاگل ہی پوری تم شوہر ہو اس کے تمھیں پورا حق ہے اسے سدھارنے کا لیکن کوئی اذیت نہ دینا"

عدنان رومان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا تو اس کی بات پر رومان نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ بے فکر رہیں عدنان بھائی، میں جانتا ہوں کہ رشتے کیسے نبھائے جاتے ہیں۔ گلناز اب میری ذمہ داری ہے"

رومان نے عدنان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر خاموشی سے عہد کیا کہ وہ گلناز کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ رخصتی کا وہ لمحہ انتہائی بوجھل تھا۔ حویلی کے در و دیوار جیسے اداسی کی چادر اوڑھ چکے تھے۔ نادیہ بیگم کے آنسوں تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، آخر کار ان کی بیٹی پرائے گھر جا رہی تھی۔ جو بھی تھا تھی تو وہ مان ہی نہ گلناز گاڑی میں بیٹھی تو اس کے چہرے پر وہ روایتی دلہنوں والا دکھ نہیں تھا، بلکہ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی سرد مہری اور انتقام کی چمک تھی جو گھونگھٹ کے پیچھے چھپی ہوئی تھی۔ گاڑی جیسے ہی حویلی کی حدود سے باہر نکلی، عدنان وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا، اس کا دل اپنی بہن کے لیے اب بھی دعا گو تھا، مگر اسے معلوم تھا کہ گلناز کا راستہ بہت کٹھن ہے۔ حویلی کے اندر اب خاموشی چھا چکی تھی۔ مہمان رخصت ہو رہے تھے اور نوکر چاکر صفائی ستھرائی میں مصروف تھے۔

کمرے کو مکمل طور پر دلہن کی طرح سجایا گیا تھا جس کی فضا میں گلاب اور موتیا کی ملی جلی مہک اس قدر رچی بسی تھی کہ سانس لینا بھی کسی مسحور کن کیفیت سے کم نہ تھا۔ کمرہ بہت زیادہ وسیع یا کسی شاہی محل کی طرح بڑا تو نہیں تھا، لیکن اس کی ترتیب اور تزئین و آرائش نے اسے ایک خاص وقار بخشا تھا۔

دیواروں پر لگا ہلکا کریم رنگ لائٹوں کی زرد روشنی میں ایک عجیب سی تمازت پیدا کر رہا تھا۔ بیڈ کے چاروں ستونوں پر سفید دودھیا رنگ کے پردے انتہائی نفاست سے لٹکائے گئے تھے، جنہیں سرخ گلاب کی لڑیوں سے باندھا گیا تھا۔ بیڈ کی سفید چادر پر سرخ گلاب کی پتیوں سے ایک بڑا سا دل بنا کر اس کے بیچ میں "رومان اور گلناز" کے نام کا پہلا حرف لکھا گیا تھا، جو کمرے میں داخل ہونے والے کی نظروں کو فوراً اپنی طرف کھینچتا تھا۔ کمرے کے ایک کونے میں رکھی لکڑی کی پرانی مگر چمکدار ڈریسنگ ٹیبل پر عطر کی شیشیاں اور گلناز کے کچھ سامان ترتیب سے پڑا ہوا تھا۔ کھڑکی کے پٹ کھلے تھے جہاں سے رات کی ٹھنڈی ہوا اندر آ کر پردوں کو ہولے ہولے لہرا رہی تھی، جس سے کمرے میں لگی موم بتیوں کی لو تھرتھرا رہی تھی۔ ہر چیز اپنی جگہ مکمل تھی، فرش پر بچھے گہرے سرخ قالین سے لے کر چھت سے لٹکتے چھوٹے مگر خوبصورت فانوس تک، ہر شے اس نئی زندگی کے آغاز کی گواہی دے رہی تھی جو آج اس کمرے میں شروع ہونی

تھی۔ لیکن اس خوبصورتی کے بیچوں بیچ، بیڈ کے کنارے پر بیٹھی گلناز کے چہرے کے تاثرات اس کمرے کی سجاوٹ سے بالکل میل نہیں کھا رہے تھے۔ اس کے ماتھے پر موجود شکنیں اور آنکھوں میں بسی بے زاری یہ بتا رہی تھی کہ اس کے لیے یہ پھولوں کی سیج کسی کانٹوں کے بستر سے کم نہیں تھی۔ وہ اپنے بھاری عروسی جوڑے کو ایسے سنبھالے ہوئے تھی جیسے یہ ریشمی لباس اس کے لیے کسی زنجیر کی مانند ہو۔ ابھی دو منٹ پہلے ہی اس کی ساس اسے کمرے میں بیٹھا کر گئی تھی۔ اور وہ نفرت سے ہر چیز کا جائزہ لے رہی تھی اچانک سے وہ اٹھی تھی اور اس نے اپنا لہنگا سنبھالا اس نے غصے میں ڈریسنگ ٹیبل پر پڑی چیزوں کو ہاتھ مار کر گرا دیا تھا۔ گلناز کے اندر کی آگ اس خوبصورت کمرے کی ٹھنڈک کو نگل رہی تھی۔ اس نے جیسے ہی ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی عطر کی قیمتی شیشیوں اور سنگھار کے سامان کو ٹھوکر ماری، وہ فرش پر گر کر چکنا چور ہو گئے، اور عطر کی تیز خوشبو پورے کمرے

میں پھیل گئی۔اس کی سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔اسے اس کمرے کی سجاوٹ، یہ پھول، یہ خوشبو، سب ایک بھیانک قید لگ رہے تھے۔

"میرا دم گھٹ رہا ہے اس جہنم میں!"

وہ چلائی اور بیڈ کے ستونوں سے بندھی گلاب کی لڑیوں کو نوچنے لگی۔ سرخ پتیاں فرش پر کسی خون کے چھینٹوں کی طرح بکھر رہی تھیں۔اس نے سفید دودھیا پردوں کو بے دردی سے کھینچا، جس سے وہ ایک طرف سے اکھڑ گئے۔وہ دیوانی ہو رہی تھی، اسے لگ رہا تھا کہ اگر اس نے یہ سب تباہ نہ کیا تو وہ خود تباہ ہو جائے گی۔اس نے بیڈ پر بنے اس 'دل' کو اپنے پیروں تلے روند ڈالا جو رومان کے ارمانوں کا عکس تھا۔ابھی اس نے کمرے کا ایک حصہ ہی تاراج کیا تھا کہ دروازہ آہستہ سے کھلا اور رومان اندر داخل ہوا۔قدموں کی چاپ سن کر گلناز کے ہاتھ ایک تکیے پر رک گئے جسے وہ پھاڑنے ہی والی تھی۔اس نے پلٹ کر خونخوار نظروں سے رومان کو دیکھا۔رومان، جو چہرے پر ایک دھیمی مسکراہٹ لیے داخل ہوا تھا، کمرے کی حالت دیکھ کر ایک لمحے کے لیے ٹھٹک گیا۔فرش پر ٹوٹا ہوا شیشہ، بکھرے ہوئے پھول اور اجڑے ہوئے پردے دیکھ کر اسے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہاں کیا

طوفان برپا رہا ہے۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کوئی غصہ یا حیرت ظاہر نہیں ہونے دی۔ اس نے بڑی خاموشی سے پیچھے مڑ کر دروازہ لاک کیا اور پھر بڑے سکون سے کوٹ اتار کر کرسی کی پشت پر ڈال دیا۔

"لگتا ہے تمہیں یہ سجاوٹ پسند نہیں آئی؟"
رومان نے انتہائی پر سکون لہجے میں پوچھا، جیسے کچھ غیر معمولی ہوا ہی نہ ہو۔

"مجھے تم پسند نہیں ہو رومان! تمہارا گھر، تمہارا یہ کمرہ، تمہاری یہ حیثیت۔۔۔ مجھے کچھ بھی پسند نہیں ہے!"
گلناز نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے کہا۔ وہ ہانپ رہی تھی، اس کا بھاری زیور اس کی گردن پر بوجھ بن رہا تھا مگر اس کی انا اسے جھکنے نہیں دے رہی تھی۔ رومان چند قدم چل کر اس کے قریب آیا، مگر گلناز فوراً پیچھے ہٹ گئی۔

"مجھ سے دور رہو! چھونے کی ہمت بھی مت کرنا مجھے۔ میں سید حویلی کی بیٹی ہوں میں گلناز نقوی ہوں، تمہاری غلام نہیں کہ جو تم کہو گے میں مان لوں گی۔ یہ نکاح صرف ایک مجبوری تھی، میرا دل آج بھی وہیں ہے جہاں سے تم مجھے چھین کر لائے ہو۔"

وہ چیختے ہوئے بول رہی تھی رومان نے ایک گہری سانس لی اور فرش پر بکھری ہوئی ایک گلاب کی کلی اٹھائی۔

"پہلی بات تو یہ گلناز کہ میں تمہیں کہیں سے چھین کر نہیں لایا، عدنان نے خود تمھیں میرے حوالے کیا ہے اور دوسری بات۔۔۔ حویلی نقوی کی بیٹی ہونا تمہارا فخر ہو سکتا ہے، مگر اس وقت تم رومان شاہ کی بیوی ہو۔"

"بیوی؟"

گلناز نے حقارت سے قہقہہ لگایا۔

"صرف کاغذ پر! میں تمھاری بیوی کبھی نہیں ہو سکتی اور نہ ہی تم مجھے کبھی پا سکو گے میں تم سے نفرت کرتی ہوں رومان شاہ، اتنی نفرت کہ اگر بس چلے تو اس گھر کو ابھی آگ لگا دوں۔ تم جیسے معمولی انسان کو کیا لگا تھا کہ گلناز نقوی تمہارے قدموں میں آ کر بیٹھ جائے گی؟"

وہ حقارت سے پھنکار رہی تھی رومان نے اس کی بد تمیزی اور تلخ کلامی پر کوئی ردِ عمل نہیں دیا۔ وہ جانتا تھا کہ گلناز اس وقت ایک زخمی ناگن کی طرح ہے جو سامنے والے کو ڈسنا چاہتی ہے تاکہ اپنی تکلیف کم کر سکے۔ وہ خاموشی سے بیڈ کے پاس گیا اور وہاں بکھرے ہوئے پھولوں کو ہاتھ سے ایک طرف ہٹانے لگا۔

"تمہیں غصہ کیوں نہیں آتا؟"

گلنازاس کے سکون سے مزید بپھر گئی۔

"میں تمہاری توہین کر رہی ہوں، تمہارا گھر برباد کر رہی ہوں، اور تم ایسے کھڑے ہو جیسے کوئی تماشہ دیکھ رہے ہو؟ مرد بنو رومان! چیخو مجھ پر، مارو مجھے۔۔۔تاکہ میں ثابت کر سکوں کہ تم مجھ پر ظلم کرتے ہو اور میری جان تم سے چھوٹ جائے"

اس کی سوچ پر رومان شاہ نے اس کی طرف دیکھا تھا اور وہ اب اس کے بالکل سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں غصہ نہیں بلکہ ایک عجیب سی ہمدردی اور گہرائی تھی۔

"چیخنا اور مارنا کمزور مردوں کی نشانی ہے گلناز۔ اور میں اپنی بیوی کو کیوں ماروں گا محض اس لیے کہ وہ اس وقت غصے میں ہے اور اس نے یہ سب سامان بکھیر دیا، کوئی بات نہیں، یہ دوبارہ ترتیب پا جائے گا۔ تم نے یہ پھول مسل دیے، یہ پھر سے کھل جائیں گے۔ مگر جو تم نے اپنی زبان سے زہر اگلا ہے، اسے واپس لینا مشکل ہو گا بس"

گلناز نے اسے دھکا دینے کی کوشش کی مگر رومان نے مضبوطی سے اس کے دونوں بازو تھام لیے۔ اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ گلناز کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

"چھوڑو مجھے! تمہاری یہ ہمت؟"

وہ تڑپ کر بولی۔

"ہمت کی بات مت کرو گلناز، کیونکہ اگر میں اپنی ہمت پر آ گیا تو تم برداشت نہیں کر پاؤ گی۔"

رومان کا لہجہ اب تھوڑا سخت اور رعب دار ہو گیا تھا۔ اس نے گلناز کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے جتنا شور مچانا تھا، مچا لیا۔ جتنا سامان توڑنا تھا، توڑ لیا۔ اب میری بات کان کھول کر سن لو۔ میں عدنان نہیں ہوں جو تمہاری ہر ضد کے آگے ہتھیار ڈال دیں گے۔ میں تمہارا شوہر ہوں، اور اس گھر کا مالک بھی۔ اگر تم یہاں عزت سے رہنا چاہتی ہو، تو تمہیں اپنے لہجے کی حدیں یاد رکھنی ہوں گی ورنہ میں یاد کروانا اچھے سے جانتا ہوں"

گلناز کی آنکھوں میں وحشت چمکنے لگی۔ اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ رومان وہ انسان نہیں ہے جسے وہ آسانی سے دبا سکے گی۔

"تم مجھے دھمکا رہے ہو؟"

اس نے آواز کو بلند کرنے کی کوشش کی۔

"نہیں، میں تمہیں حقیقت دکھا رہا ہوں۔"

رومان نے اسے چھوڑ دیا اور ڈریسنگ ٹیبل کے پاس جا کر ٹوٹے ہوئے شیشے کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم یہ ساری حرکتیں کر کے مجھے غصہ دلاؤ گی پر میں تم پر ہاتھ اٹھاؤں گا تو یہ تمہاری بے وقوفی ہے اب تم میری بیوی ہو اور تمہیں میں واپس کبھی بھی جانے نہیں دوں گا کیونکہ ایک بار جو چیز رومان شاہ کی ہو جاتی ہے وہ اس کی ہوتی ہے اور تمہاری عقل بھی کچھ دنوں میں ٹھکانے اجائیں گی ایک اور بات"

اس نے کچھ دیر ٹھنڈی آہ بھری اور اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے اپنا حق وصول نہیں کروں گا، لیکن زبردستی میرا شیوہ نہیں۔ میں انتظار کروں گا کہ تم خود اس رشتے کی سچائی کو تسلیم کرو، مگر تب تک تمہیں اس گھر کے اصولوں میں رہنا ہوگا۔"

رومان کی آواز میں چھپی مصلحت اور سختی نے گلناز کے بدن میں ایک سرد لہر دوڑا دی۔ وہ جو اسے ایک عام سا، نرم مزاج لڑکا سمجھ رہی تھی، اب اس کے سامنے ایک مضبوط چٹان بن کر کھڑا تھا۔ رومان نے بڑے سکون سے فرش پر بکھرے ہوئے پردے کا ایک سرا اٹھایا اور اسے درست کرنے لگا۔

"تمہاری انا بہت بڑی ہے گلناز، اتنی بڑی کہ تمہیں سامنے کھڑا انسان نظر ہی نہیں آ رہا۔ تمہیں لگتا ہے کہ تم نے یہ سب توڑ پھوڑ کر کے میرا دل دکھایا ہے؟ نہیں! تم نے صرف اپنا وقار گرایا ہے۔"

رومان نے پردہ درست کر کے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"ایک شہزادی کی طرح اس گھر میں آئی تھی، مگر تمہاری یہ حرکتیں کسی بازار کی عورت سے کم نہیں جو توجہ پانے کے لیے چیختی چلاتی ہے۔"

"تمہاری زبان درازی!"

گلناز نے ایک بار پھر ہاتھ اٹھانا چاہا، مگر رومان کی نظروں کے جلال نے اس کے ہاتھ وہیں روک دیے۔

"زبان میری نہیں، تمہاری دراز ہے گلناز رومان شاہ اور یاد رکھو، اس کمرے کی حد تک تم چیخ سختی ہو مجھے اندازہ تھا تم کچھ ایسا ضرور کرو گی اس لیے پہلے ہی انتظام کر لیا تھا میں نے۔ تم جتنا مرضی چیخ لو، تمہاری آواز باہر نہیں جائے گی۔ میری ماں کو لگ رہا ہے کہ ان کی بہو شرم و حیا کا پیکر بنی بیڈ پر بیٹھی ہے، اور میں ان کا یہ گمان ٹوٹنے نہیں دوں گا۔"

رومان نے جھک کر فرش سے وہ بالیاں اٹھائیں جو گلناز نے غصے میں ڈریسنگ ٹیبل سے نوچ کر پھینکی تھیں۔اس نے وہ بالیاں ہاتھ میں لیے گلناز کے قریب قدم بڑھائے۔ گلناز نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی، مگر بیڈ کی پشت آڑے آگئی۔ رومان نے زبردستی اس کا ہاتھ تھاما اور وہ بالیاں اس کی ہتھیلی پر رکھ کر اس کی مٹھی بند کر دی۔

"یہ سنبھال کر رکھو۔ یہ وہ تحفہ ہے جو تمہارے بھائی نے تمہیں بہت ارمانوں سے دیا تھا اسے مٹی میں رول کر تم اسے نیچا دکھا رہی ہو۔"
رومان کا لہجہ اب دھیما مگر کاٹ دار تھا۔

"اب چپ چاپ یہ بھاری جوڑا اتارو اور آرام کرو۔ کل صبح تمہیں میرے ساتھ ناشتے کی میز پر ہونا ہے، اور تمہارے چہرے پر وہ مسکراہٹ ہونی چاہیے جو ایک نئی نویلی دلہن کے چہرے پر سجتی ہے۔"

رومان جانتا تھا اس وقت وہ اس سے زبردستی اپنا حق نہیں لے سکتا نہ ہی اس کا ایسا کوئی ارادہ تھا لیکن بہت جلد وہ لینے کا ارادہ ضرور رکھتا تھا۔

"میں نہیں جاؤں گی! میں کسی کے سامنے کوئی ناٹک نہیں کروں گی۔" گلناز نے ضد سے کہا۔ رومان نے ایک گہری سانس لی اور اس کے چہرے کے بہت قریب جھکا۔

"اگر تم خوشی سے نہیں چلو گی، تو میں تمہیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ فیصلہ تمہارا ہے کہ تم عزت سے چلنا چاہتی ہو یا تماشہ بن کر۔"
گلناز کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔ رومان کی آنکھوں میں موجود ٹھہراؤ اسے خوفزدہ کر رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ رومان کو اشتعال دلا کر اپنا کام نکلوانا ممکن نہیں ہے۔ وہ شکست خوردہ انداز میں بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"تم ایک ظالم انسان ہو رومان۔"

وہ دبی آواز میں غرائی۔

"ظلم وہ ہوتا ہے جو تم اپنے ساتھ کر رہی ہو گلناز۔ میں تو صرف تمہیں زندگی جینا سکھا رہا ہوں۔"

رومان نے سرد مہری سے کہا اور صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وہیں پڑے ایک تکیے کو درست کیا اور لیٹ گیا۔

کمرے میں اب خاموشی تھی، مگر عطر کی وہ خوشبو اب گلناز کو زہر لگ رہی تھی۔اس نے نفرت سے رومان کو دیکھا جو آنکھیں موندے پر سکون لگ رہا تھا، جیسے اس طوفان کے بعد اسے کوئی فرق ہی نہ پڑا ہو۔ گلناز نے اپنے بوجھل لہنگے کو سمیٹا اور بیڈ کی دوسری طرف منہ کر کے لیٹ گئی، مگر اس کی آنکھوں میں نیند نہیں، انتقام کے نئے منصوبے بن رہے تھے۔اسے اب اس قید خانے سے نکلنے کے لیے رومان شاہ کے ہی کسی کمزور پہلو کی تلاش تھی، مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ رومان شاہ کی سب سے بڑی طاقت اس کا صبر ہے، جسے توڑنا گلناز کے بس کی بات نہ تھی۔۔



ہاشم دبے قدموں نور کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے کی مدھم روشنی نور کے تھکے ہوئے چہرے پر ایک عجیب سا تقدس بکھیر رہی تھی۔ وہ اسی سفید کامدار لہنگے میں، جس پر سنہری تاروں کا نفیس کام تھا، بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی اس کی آنکھیں بند تھی۔ اس نے اپنا حجاب اتار کر سائیڈ پر رکھا ہوا تھا، جس کی وجہ سے اس کے سیاہ گھنے بال شانے پر بکھرے ہوئے تھے، جو اس کے گورے رنگ اور سفید لباس کے ساتھ ایک دلکش امتزاج پیدا کر رہے تھے۔ ہاشم نے چند لمحے وہیں رک کر اسے دیکھا۔ نکاح توان کا کب سے ہو چکا تھا دل نے شدت سے خواہش کی کہ وہ اس کے کمرے میں اس کی شریکِ حیات کی حیثیت سے ہوتی، مگر حویلی کی روایات کے مطابق رخصتی ابھی باقی تھی۔ ہاشم نے ایک گہری سانس لی اور آہستہ سے دروازہ بند کر کے اس کی سمت بڑھا۔ وہ ابھی تک آنکھیں موندے کسی گہری سوچ میں گم تھی، یا شاید آج کے دن کی تھکن نے اسے نڈھال کر دیا تھا۔ ہاشم کے پیروں کی آہٹ پا کر اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں اور

سامنے ہاشم کو دیکھ کر اس کے لبوں پر ایک دم سے حیرت اور خوشی کے رنگ بکھر گئے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھنے لگی لیکن ہاشم نے ہاتھ کے اشارے سے اسے وہیں بیٹھے رہنے کا کہا۔

"ہاشم! آپ۔۔۔ آپ یہاں؟ اس وقت؟"
نور کی آواز میں ایک دبی دبی سی گھبراہٹ تھی مگر آنکھوں میں چمکتی محبت چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ اس نے جلدی سے اپنے بکھرے بالوں کو سنبھالا اور دوپٹہ درست کرنے لگی۔

"کیوں؟ کیا میں اپنی منکوحہ سے ملنے کے لیے وقت کا محتاج ہوں؟"
ہاشم نے شرارت سے کہا اور بیڈ کے قریب پڑی کرسی کھینچ کر اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی نظریں نور کے معصوم چہرے پر جمی تھیں جو سفید لباس میں کسی پری جیسی لگ رہی تھی۔

"نہیں، وہ بات نہیں ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں نہ، حویلی میں سب موجود ہیں۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو کیا سوچیں گے؟ ابھی رخصتی نہیں ہوئی ہماری۔"

نور نے شرماتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔ اس کے گالوں پر حیا کی سرخی دوڑ گئی جو سفید جوڑے کے ساتھ مل کر اسے مزید دلکش بنا رہی تھی۔ ہاشم نے تھوڑا جھک کر اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔

"سوچنے دو نور ویسے بھی تم میری بیوی ہو کوئی کچھ بھی کہے تم جانتی ہو نہ سید ہاشم نقوی کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور تم یہ بھی جانتی ہو میں اپنی بیوی کے لیے کتنا بے تاب ہوں اور اکیلے میں ملنے کے لیے تو بہت زیادہ ویسے کیا ہی ہو جاتا اگر تمھارا وہ بھائی ہماری بھی شادی کے لیے مان جاتا جن کا نکاح پہلے ہوا وہ ابھی بیٹھے ہیں اور کسی اور کا نکاح بھی ہو گیا ساتھ میں رخصتی بھی"

ہاشم اپنا غصہ اب لفظوں کی صورت میں موسیٰ پر نکال رہا تھا۔

"ہاشم میں اپنے بھائی کے بارے میں کچھ نہیں سنوں گی"

نور نے اپنے بھائی کی سائیڈ لیتے ہوئے کہا جبکہ ہاشم کو اس کی یہ بات بلکل ناگوار گزری تھی اور اسنے اس بات کا اظہار بھی کیا تھا۔۔ہاشم کے چہرے پر ناگواری کے بادل مزید گہرے ہو گئے۔اس نے نور کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا۔اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی تڑپ اور تھوڑی سی جھنجھلاہٹ تھی۔

"یہی تو مسئلہ ہے نور! تم اور تمہارے یہ 'بھائی'۔میں جانتا ہوں موسیٰ تمہارا بھائی ہے، تمہارا مان ہے، لیکن کیا اس وقت میں تمہارا شوہر نہیں ہوں؟ کیا میرا کوئی حق نہیں ہے کہ میں اپنی خوشی کا مطالبہ کروں؟ تم دیکھ رہی ہو سب کی شادیاں ہو رہی ہیں اور میں اس انتظار میں ہوں کب تمھارے بھائی کو ہم پر ترس آئے گا اور وہ تمہاری رخصتی کی تاریخ طے کرے گے۔"

ہاشم کی آواز میں چھپا درد اور غصہ نور کو خاموش کر گیا۔ وہ جانتی تھی کہ ہاشم غلط نہیں کہہ رہا۔ وہ خود بھی تو اسی دن کا انتظار کر رہی تھی جب وہ مکمل طور پر ہاشم کی ہو جائے گی، لیکن اسے اپنے بھائی کے مان اور حویلی کے تقدس کا بھی خیال تھا۔

"ہاشم، آپ غصہ کیوں کر رہے ہیں؟ بھائی نے کہا ہے نہ ایک بار میرے پیپر ہو جائیں اس کے بعد رخصتی بھی ہو جائے گی"
نور نے دھیمے لہجے میں اسے سمجھانے کی کوشش کی، مگر ہاشم کے لیے یہ وضاحتیں اب بے معنی تھیں۔

"سکون؟ نور، سکون تو تب ملے گا جب تم میرے کمرے میں، میرے سامنے ہو گی۔ اس طرح چھپ چھپ کر ملنا، رات کے اس پہر تمہارے کمرے میں آنا۔۔۔ یہ سب مجھے ایک چور کی طرح محسوس کرواتا ہے۔ کیا میں اپنی بیوی سے ملنے کے لیے بھی چوری کروں گا؟"

ہاشم نے اپنا ہاتھ جھٹک کر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ نور نے اسے اتنا پریشان دیکھ کر بیڈ سے نیچے پاؤں رکھے اور لہنگا سنبھالتی ہوئی اس کے پاس آئی۔ اس نے ہمت کر کے ہاشم کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ ہاشم فوراً رک گیا، اس کے لمس نے ایک پل میں اس کے غصے کی تپش کو کم کر دیا تھا۔

"ہاشم۔۔۔ میری طرف دیکھیں،"

نور نے بہت نرمی سے کہا۔ ہاشم نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ سفید لباس میں ملبوس، معصوم آنکھوں والی یہ لڑکی اس کی کل کائنات تھی۔ اس کا غصہ برف کی طرح پگھلنے لگا۔

"میں جانتی ہوں کہ آپ بے تاب ہیں، اور سچ کہوں تو میں بھی۔۔۔"
نور نے رک کر اپنی نظریں جھکا لیں، حیا نے اسے مزید کچھ کہنے سے روک دیا وہ خود سے بھی زیادہ اس شخص سے محبت کرتی تھی اور بہت ہو گیا تھا صبر اب اس سے بھی صبر نہیں ہوتا تھا اس نے کبھی کہا نہیں کیوں کہ ہمت نہیں ہوئی لیکن آج اپنے شوہر کا مونڈ بھی تو اسے ٹھیک کرنا تھا۔

"لیکن ہمارے لیے یہ انتظار بھی تو ایک امتحان ہے۔ کیا آپ کو مجھ پر بھروسہ نہیں؟"

اس کے بعد کچھ دیر کی خاموشی رہی ان دونوں کے درمیان اور پھر سے نو رنگ اپنی بات کہی ہاشم نے ایک گہری نظر اپنی بیوی پر ڈالی اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال لیا اب اس کی انکھوں میں شرارت تھی جہاں کچھ دیر پہلے تک غصہ تھا۔

"اپنی بات مکمل کرو جانِ ہاشم میری جان کے یہ خوبصورت گلابی ہونٹ کیا کہنا چاہ رہے تھے انھیں بولنے دو"

ہاشم نے آنکھوں میں محبت کا سمندر لیے کہا تھا۔ نور نے ہاشم کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے محسوس کیا کہ اس کے لہجے کی تپش اب غصے سے بدل کر والہانہ پن میں ڈھل چکی ہے۔ ہاشم کا ہاتھ اس کی کمر پر تھا، جس کی گرفت نور کو اپنے وجود میں پگھلتا ہوا محسوس کروا رہی تھی۔ نور خاموش رہی تھی کیوں کہ اس میں بولنے کی ہمت نہیں تھی وہ اتنی بولڈ نہیں تھی کہ اپنے شوہر کے سامنے بھی ایسی بات کر پاتی۔۔

"میں نے کہا نور بولو کیا کہہ رہی تھی تم تمہارا ہاشم سنا چاہتا ہے"
نور نے ایک پل کے لیے ہاشم کے چوڑے سینے پر نگاہ ڈالی اس ڈر تھا کہ کہیں ہاشم ناراض نہ ہو جائے اور پھر ہمت جمع کر کے بولنا شروع کیا۔

"میں یہ کہنا چاہ رہی تھی ہاشم کہ۔۔۔کہ میں بھی اتنی ہی ادھوری ہوں جتنے آپ۔مجھے بھی یہ فاصلے اور یہ دیواریں اب بوجھ لگتی ہیں۔میرا دل بھی چاہتا ہے کہ جب میں تھک کر آنکھیں موندوں تو سامنے آپ کا چہرہ ہو"
نور نے دھیرے سے کہا،اس کی آواز میں سچائی اور تھوڑی سی لرزش تھی اور ساتھ میں اس میں موجود حیا اسے بولنے سے بھی روک رہی تھی۔ہاشم نے اس کی بات سن کر اسے مزید خود کے قریب کر لیا، یہاں تک کہ ان کے درمیان اب ایک سانس کا بھی فاصلہ نہیں رہا تھا۔

"تو پھر روکتا کون ہے تمہیں نور؟ کیوں ہم ان رسموں کے قیدی بنے ہوئے ہیں؟ موسیٰ کو میں کل ہی جا کر کہہ دوں گا کہ تمہارے پیپرز رخصتی کے بعد بھی ہو سکتے ہیں۔ تعلیم ضروری ہے، مگر کیا اس تعلیم کے لیے میری محبت کی قربانی دینا لازمی ہے؟"

اس کی باتوں سے ہاشم کتنا اتوالا ہو گیا تھا نور نے مسکراتے ہوئے اپنا سر ہاشم کے شانے پر ٹکا دیا۔ سفید ریشمی لباس اور ہاشم کا کالا سوٹ ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے تھے۔

"نہیں نہیں ہاشم اب ایسا بھی نہیں"

نور نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ہاشم نے اسے گھور کر دیکھا پھر اچانک ہی اس کے چہرے پر شرارت آ گئی۔

"تو پھر ٹھیک ہے نکاح تو ہمارا ویسے بھی ہو گیا ہے میں کیوں نہ اپنا جائز حق وصول۔۔۔"

نور کا دل کسی ڈرے ہوئے پرندے کی طرح ہاشم کے سینے سے لگ کر دھڑک رہا تھا۔ ہاشم کے آخری جملے نے اس کے تن من میں آگ لگا دی تھی، حیا کی ایسی لہر اٹھی کہ اس نے بے اختیار اپنا نرم و نازک ہاتھ ہاشم کے لبوں پر رکھ دیا تاکہ وہ اپنی بات مکمل نہ کر سکے۔

"ہاشم! بس کریں۔۔۔ کچھ تو شرم کریں۔"

نور نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا، اس کی آنکھیں اب بھی جھکی ہوئی تھیں لیکن اس کے چہرے کی لالی ہاشم کو مزید بے خود کر رہی تھی۔ ہاشم نے شرارت سے نور کے ہاتھ کی ہتھیلی پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑا، جس پر نور نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچا۔ ہاشم نے ایک زوردار قہقہہ دبا کر اسے دوبارہ اپنی مضبوط بانہوں کے حصار میں لے لیا۔ اب نور کی پیٹھ بیڈ کے ستون سے لگی تھی اور ہاشم اس کے سامنے ایک ناقابلِ تسخیر دیوار بن کر کھڑا تھا۔

"شرم کیسی نور؟ تم میری منکوحہ ہو، میری شریکِ حیات ہو۔ آج کے دن، اس سفید لباس میں تم نے مجھے جس طرح اپنے سحر میں جکڑا ہے، اس کے بعد تم مجھ سے شرافت کی امید کیسے کر سکتی ہو؟"

ہاشم کی آواز اب بھاری اور مخملی ہو گئی تھی، جس میں چھپی تڑپ نور کو اپنے اندر تک محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے جھک کر اپنی پیشانی نور کی پیشانی سے ٹکا دی۔ نور کو ہاشم کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔ کمرے میں موجود عطر کی خوشبو اور ان دونوں کے درمیان بڑھتی ہوئی تمازت نے فضا کو بوجھل کر دیا تھا۔

"نور۔۔۔"

ہاشم نے سرگوشی کی۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ میں نے یہ دن کتنی دعاؤں کے بعد پایا ہے۔ جب بھی میں تمہیں دور سے دیکھتا تھا، میرا دل تڑپ اٹھتا تھا کہ کب وہ وقت آئے گا جب تم میرے نام سے منسوب ہو گی۔ آج تم میرے اتنے قریب ہو کہ میں تمہارے دل کی دھڑکنیں گن سکتا ہوں۔"

نور نے ہمت کر کے اپنی پلکیں اٹھائیں اور ہاشم کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اسے صرف اور صرف اپنے لیے والہانہ محبت اور حد درجے کی چاہت نظر آئی۔ اس نے محسوس کیا کہ اب وہ فاصلے جن کا وہ ذکر کر رہی تھی، مٹتے جا رہے ہیں۔

"ہاشم، میں بھی تو اسی لمحے کے لیے جی رہی تھی۔"

نور نے دھیمے سے اقرار کیا، اور اپنے دونوں ہاتھ ہاشم کے شانوں پر رکھ دیے۔ یہ اس کی طرف سے مکمل سپردگی کا اشارہ تھا۔ ہاشم نے اس کے اقرار پر ایک گہری سانس لی اور اس کے گالوں کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ اس کا انگوٹھا نور کے گلابی لبوں کے کنارے کو سہلا رہا تھا، جس سے نور کے وجود میں ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ ہاشم نے دھیرے سے جھک کر اس کے ماتھے پر ایک لمبا اور پیار بھرا بوسہ ثبت کیا، جیسے وہ اس کی روح کو اپنے نام کر رہا ہو۔

"تمہاری یہ حیا ہی تو میرا سب سے بڑا اثاثہ ہے نور۔ لیکن آج رات، میں اس حیا کے پیچھے چھپی اپنی اس دیوانی کو دیکھنا چاہتا ہوں جو مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی میں اس سے۔"

ہاشم نے نور کو آہستہ سے بیڈ کی طرف موڑ دیا۔

"ہاشم میرا ہر گز بھی وہ مطلب نہیں تھا جو آپ سمجھ رہے ہیں میں تو بس آپ کو بتا رہی تھی رخصتی سے پہلے ہر گز نہیں"

نور کی بات سن کر ہاشم کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ اس نے نور کے چہرے پر جھکتے ہوئے اسے اپنی نظروں کے حصار میں لیا۔

کمرے میں پھیلی دھیمی روشنی نور کے چہرے پر موجود حیا کی سرخی کو مزید واضح کر رہی تھی۔

"رخصتی سے پہلے ہر گز نہیں؟"

ہاشم نے اس کے الفاظ دہرائے، اس کے لہجے میں اب ایک عجیب سی دلکشی تھی۔

"نور، تم شاید بھول رہی ہو کہ تم اس وقت سید ہاشم نقوی کے سامنے کھڑی ہو۔ اور میں نے کہا نہ کہ اس وقت میرے اور تمہارے درمیان کوئی روایات نہیں ہیں۔ صرف تم ہو اور میں ہوں۔"

نور نے گھبرا کر ہاشم کے سینے پر ہاتھ رکھا تاکہ اسے مزید قریب آنے سے روک سکے۔

"ہاشم، آپ میری بات کیوں نہیں سمجھ رہے؟ اگر کسی کو پتہ چل گیا یا کچھ بھی ہو گیا میں نہیں چاہتی کہ ہماری محبت پر کوئی انگلی اٹھائے۔ رخصتی کا ایک خاص تقدس ہوتا ہے، اور میں چاہتی ہوں کہ میں اسی وقار کے ساتھ آپ کے پاس آؤں۔"

ہاشم نے نور کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر رکھ لیے، جہاں اس کے دل کی دھڑکنیں اب بھی بے ترتیب تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے نور؟ کیا میں تمہاری عزت اور وقار سے ناواقف ہوں؟ میں تو صرف یہ دیکھنا چاہ رہا تھا کہ میری یہ شیرنی اپنے اصولوں پر کتنی قائم رہتی ہے۔"

اس نے ایک گہری سانس لی اور نور کو خود سے تھوڑا دور کر کے اس کے سر پر پیار دیا۔

"نور، تمہاری یہی سوچ تو مجھے تمہارا اسیر بناتی ہے۔ تم صرف میری بیوی نہیں ہو، تم میرا غرور ہو۔ اور میں کبھی ایسا کچھ نہیں کروں گا جس سے تمہاری نظریں جھک جائیں۔"

نور کے چہرے پر سکون کی ایک لہر دوڑی۔ اسے ہاشم کے اس اعتراف نے ایک نئی طاقت بخشی تھی۔

"شکریہ ہاشم۔ میں جانتی تھی کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"
ہاشم نے مسکراتے ہوئے اس کی ناک کھینچی۔

"لیکن یاد رکھنا، جس دن تم رخصت ہو کر میرے کمرے میں آؤ گی، اس دن میں تمہاری کوئی بھی عذر نہیں سنوں گا۔ تب تمہیں اپنی یہ حیا اور یہ اصول میرے کمرے کے باہر چھوڑ کر آنے ہوں گے۔"

ہاشم کی بات پر نور نے شرماتے ہوئے اپنی نظریں جھکالیں اور ہاشم کے بازو سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔

"وہ دن میری زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہو گا"

اس نے دھیرے سے کہا۔

ہاشم نے اسے اپنے ساتھ لگائے دروازے کی طرف دیکھا تھا۔

"اب مجھے جانا چاہیے، اس سے پہلے کہ سورج کی پہلی کرن ہمارے اس راز کو فاش کر دے۔"

اس نے نور کے ماتھے پر ایک آخری بوسہ دیا اور بڑی خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ نور وہیں موجود اسے جاتا ہوا دیکھتی رہی، یہاں تک کہ وہ کمرے سے نکل کر اندھیری راہداری میں اوجھل ہو گیا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی اور بیڈ پر گر سی گئی۔ ہاشم کے عطر کی وہ مہک اب بھی کمرے میں رچی بسی تھی، مگر اب اس میں وہ تپش نہیں تھی، بلکہ ایک سکون تھا، ایک وعدہ تھا اور ایک نئی زندگی کی امید تھی۔ نور نے آنکھیں موندیں تو اسے ہاشم کا وہ مسکراتا چہرہ نظر آیا۔ اسے یقین تھا کہ اب منزل زیادہ دور نہیں ہے۔

جب سے گلناز کی رخصتی ہوئی تھی عدنان خاموش سا ہو گیا تھا وہ گلناز کو رخصت کرتے ہی کمرے میں آ گیا تھا اور حفصہ باہر آئے مہمانوں کو ڈیل کرنے کے بعد کمرے میں ائی جب وہ کمرے میں ائی تو عدنان خاموشی سے لیٹا ہوا تھا حفصہ نے کچھ بھی نہیں کہا اور اپنے کپڑے کے کر واشروم چینج کرنے چلی گئی کچھ دیر کے بعد وہ آئی تو عدنان اب کی بار بیڈ پر نہیں تھا بلکہ وہ باہر بالکنی میں تھا اس کا اندازہ حفصہ نے کھلی بالکنی دیکھ کر لگایا تھا رات تقریباً ڈھلنے کو تھی اور سورج نکلنے والا تھا حفصہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بالکنی میں آ گئی تھی۔ حفصہ نے دیکھا کہ عدنان ریلنگ پر دونوں ہاتھ جمائے دور افق کی جانب دیکھ رہا تھا، جہاں سیاہ بادلوں کی اوٹ سے پو پھٹنے کی ہلکی سی لکیر نمودار ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تھکن اور کرب کی ایسی لہریں تھیں جو حفصہ سے چھپی نہ رہ سکیں۔ عدنان کو ہمیشہ ایک مضبوط چٹان کی طرح دیکھا گیا تھا، لیکن آج اپنی بہن کو رخصت کرنے کے بعد وہ ایک ٹوٹے ہوئے انسان کی طرح لگ رہا تھا۔

حفصہ خاموشی سے اس کے پہلو میں آ کھڑی ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے بالکنی میں لگے پودوں کو ہولے ہولے ہلا رہے تھے۔ اس نے ہمت کر کے اپنا ہاتھ عدنان کے ہاتھ پر رکھا۔ عدنان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھیں سرخ تھیں جیسے وہ ساری رات جاگتا رہا ہو۔

"ابھی تک سوئے نہیں آپ؟"

حفصہ نے بہت دھیمی آواز میں پوچھا۔

"نیند آنکھوں سے روٹھ گئی ہے حفصہ۔ بس یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا میں نے صحیح کیا؟ گلناز کی رخصتی جس طرح ہوئی، جس نفرت کے ساتھ وہ اس گھر سے گئی ہے، کیا وہ کبھی خوش رہ پائے گی؟"

عدنان نے ایک لمبی اور بوجھل سانس بھری۔

"عدنان، آپ نے جو کیا وہ اس کی حفاظت کے لیے تھا۔ حالات ایسے بن گئے تھے کہ رومان شاہ کے حوالے کرنا ہی اس کے حق میں بہتر تھا۔ وہ اس وقت غصے میں ہے، جذباتی ہے، اس لیے اسے سب کچھ غلط لگ رہا ہے۔ لیکن وقت ہر زخم بھر دیتا ہے۔"

حفصہ نے اس کا ہاتھ تھوڑا اور مضبوطی سے تھام لیا۔

"نہیں حفصہ، تم گلناز کو نہیں جانتی۔"

عدنان کی آواز میں دکھ صاف نمایاں تھا۔

"اس کی انا بہت بڑی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ اپنی اس انا کی آگ میں رومان کو بھی جلا دے گی اور خود کو بھی۔ میں نے اسے ایک ایسے انسان کے سپرد کر دیا ہے جسے وہ اپنی توہین سمجھتی ہے۔"

عدنان نے تھکے لہجے میں کہا تھا۔

"رومان شاہ کوئی عام انسان نہیں ہے عدنان۔ میں نے اس کی آنکھوں میں گلناز کے لیے وہ ٹھہراؤ اور ذمہ داری دیکھی ہے جو اسے ٹوٹنے نہیں دے گی۔ آپ خود کو قصوروار مت ٹھہرائیں۔ آپ نے ایک بھائی کا فرض نبھایا ہے۔"

حفصہ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ عدنان نے رخ موڑ کر حفصہ کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش حمایت اور محبت اس وقت عدنان کے لیے کسی مرہم سے کم نہیں تھی۔

"شکریہ حفصہ۔ اس مشکل وقت میں اگر تم میرا ساتھ نہ دیتیں تو شاید میں ہمت ہار جاتا۔" عدنان نے محبت سے کہا تھا۔

"لیکن پھر بھی مجھے ایک بات پاڈر لگ رہا ہے"

اچانک اس کے لہجے میں پہلے جیسی تھکن اور فکر مندی آگئی تھی۔۔

"ہم"
حفصہ اس کے بولنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"وہ موسیٰ کو نہیں بھلا پائے گی اور اگر اس نے پھر سے کوئی غلط قدم اٹھایا تو میں اسے نہیں بچا پاؤں گا اب"
عدنان نے غم زدہ لہجے میں کہا تھا۔

"آپ اپنے اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ سب ٹھیک کر دے گا اور اپنی بہن کے لیے دعا کریں"
حفصہ نے اس کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہا تھا اس کی بات پر عدنان نے بھی ہاں میں سر کو خم دیا تھا۔

"مایوس نہ ہوں عدنان یہ جو آپ آذان کی آواز سن رہے ہیں اللہ اپنے بندے کو خود بلا رہا ہے نماز پڑھ کر خود کو سکون دیں اور اپنے اللہ سے دعا کریں"

حفصہ نے اذانوں کی آواز سن کر کہا تو عدنان کے چہرے پر بھی ہلکی مسکراہٹ آگئی اور اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ عدنان نے ایک گہری سانس لی جیسے اس کے سینے پر رکھا بوجھ کچھ ہلکا ہوا ہو۔ حفصہ کی باتوں نے اس کے منتشر خیالات کو ایک سمت عطا کر دی تھی۔ فجر کی اذان کی آواز فضا میں گونج رہی تھی، جو روح کو ایک عجیب سا اطمینان بخش رہی تھی۔

"تم سچ کہہ رہی ہو حفصہ، سکون تو صرف اسی کے در پر ہے۔ میں وضو کر کے مسجد جا رہا ہوں، تم بھی نماز پڑھ لو۔"

عدنان نے حفصہ کے ہاتھ پر ہلکا سا دباؤ دیا اور بالکنی سے اندر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ حفصہ اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی اور اس کے دل نے خاموشی سے دعا کی کہ اللہ اس حویلی کی تلخیوں کو خوشیوں میں بدل دے۔ عدنان نماز پڑھنے چلا گیا تھا اور حفصہ نے بھی نماز ادا کی تھی۔

💗💗

وہ ڈری سہمی کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی اس کی کل کی پوری رات اس ٹینشن میں گزری تھی سردار موسیٰ کیا فیصلہ کرے گا رات وہ ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکی تھی کتنی مشکلوں کے بعد اسے اس کی محبت مل رہی تھی اگر وہ پھر سے کا حاصل ہو جاتی تو اس کے پاس کیا ہی رہ جاتا ماہا نے بے چینی اور ڈر میں پوری رات نکال دی تھی۔

"یا اللہ اگر اس بار آپ نے مجھ سے یحییٰ کو چھین لیا تو ماہا کے ہونے کا کوئی جواز نہیں بنتا"

وہ نم آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"اب کی بار یحییٰ اپنی ماہا کو اکیلا نہیں چھوڑے گا"

کمرے کی بالکنی سے اندر آتے یحییٰ کی آواز پر ماہا چونک گئی تھی اس نے بے یقینی سے اپنے سامنے موجود یحییٰ کو دیکھا تھا جس کی حالت بھی بکھری ہوئی تھی وہ بھاگ کر یحییٰ کے پاس ائی تھی اور اس کے سینے سے لگ گئی یحییٰ نے اسے اپنے اندر چھپا لیا تھا سہارا ملنے پر ماہا رونے لگی تھی جو آنسوں اس نے کنٹرول کر کے رکھے تھے اب وہ بہنے لگے تھے اور یحییٰ کے سینے کو بھگو رہے تھے۔۔

"اب کیوں رو رہی ہے میری جگر جان اب تو یحییٰ اپنی جان کے پاس ہے نہ"

یحییٰ نے اسے خود سے دور نہیں کیا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا اگر اس نے ماہا کو خود سے دور کیا تو وہ رو دے گی اور اس وقت اس کے لیے کر محفوظ اور سکون کن پناہ تھی وہ یہی تھی۔

"یحییٰ"

اس نے نم ہوتے لہجے سے اس کا نام پکارا تھا۔

"میں قربان ہو جاؤں گا اپنی جگر جان پر بولو میری ماہا کیا ہوا ہے"

یحییٰ نے اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے اس کی جگر جان کس حد تک بے سکون اور ڈری ہوئی تھی اس بات کا اندازہ وہ اچھے سے لگا گیا تھا اس نے یہاں آکر کچھ بھی غلط نہیں کیا تھا۔ وہ مانتا تھا اس نے پہلے ماہا کی محبت کو ٹھکرا کر اس کا دل توڑ کر بہت برا کیا لیکن اب وہ اسکے ساتھ تھا اور ہر شے سے عزیز اسے وہ لڑکی تھی جو اس وقت اس کے حسار کو مضبوط پناہ سمجھ کر اس میں قید تھی۔

"یحییٰ موسیٰ بھائی۔۔۔وہ۔۔"

وہ کچھ کہنا چاہ رہی تھی لیکن اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔

"میری جگر جان میری کل کائنات موسیٰ کیا اگر سید سائیں بھی منع کر دیں نہ تب بھی میں کبھی اپنی ماہا کو اب خود سے دور نہیں کروں گا اگر پورا سید خاندان بھی ہمارے خلاف ہو اتب بھی میں اپنی ماہا ہے ساتھ ہوں گا اگر آپ کے بابا نہ مانے ماہا تب بھی ہم دونوں انھیں منائیں گیں میں ہر حال میں اپنی ماہا کے ساتھ ہوں ہر قدم پر"

ماہا کو ڈرا ہوا یحییٰ نہیں دیکھ سکتا تھا اس لیے اسے اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا اور وہ اس کے ساتھ ہی تھا ہر قدم پر ہر جگہ وہ اپنی ماہا کا سب سائبان بن کر کھڑا تھا یہ چیز تو اس نے سوچ لی تھی۔۔

"یحییٰ! اگر...اگر آپ نے مجھے چھوڑ دیا تو؟"

ماہا نے اس کے سینے سے سر نکال کر بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔اس کی آواز میں وہ لرزش تھی جو روح تک کو ہلا دے۔

"اگر حالات نے پھر سے ہمیں کسی ایسے موڑ پر لا کھڑا کیا یا کوئی ایسی سچویشن آ جاتی ہے کہ آپ کو مجھے چھوڑنے پڑے، تو کیا آپ پھر سے وہی کریں گے جو پہلے کیا تھا؟ یحییٰ، میں اب دوبارہ ٹوٹنے کی ہمت نہیں رکھتی۔ اگر اب کی بار آپ میرا ہاتھ چھوڑ دیا، تو ماہا کا نام و نشان مٹ جائے گا۔"

وہ اپنے دل کا سرا سے بتا رہی تھی۔ یحییٰ نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ اس کے انگوٹھے ماہا کے گالوں پر بہتے آنسوؤں کو پونچھ رہے تھے، لیکن وہ آنسو تھے کہ رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو ماہا؟"

اس کی آواز میں ایک عجیب سی کاٹ اور مٹھاس کا امتزاج تھا۔

"پہلے یحییٰ نادان تھا، وہ اس محبت کی گہرائی سے واقف نہیں تھا جو تم نے اس سے کی تھی۔ میں نے تمہیں ٹھکرا کر خود کو سزا دی تھی، لیکن اب میں بدل چکا ہوں۔ اب یحییٰ کی ہر سانس پر تمہارا نام لکھا ہے۔ تم کہتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ ماہا، انسان اپنی روح کو چھوڑ کر زندہ نہیں رہ سکتا، اور تم میری روح ہو۔"

یحییٰ نے واقعی غلطی کی تھی اور ماہا کی یہ بات اس کے دل پر لگی تھی لیکن وہ اپنی ماہا کو مطمئن کرنا چاہتا تھا۔۔

"مجھے ڈر لگتا ہے یحییٰ۔ موسیٰ بھائی کا غصہ، بابا کی انا وہ کبھی نہیں مانیں گیں ہم ان سب کا سامنا کیسے کریں گے؟"

ماہانے ایک گہری سسک بھر کر اس کی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ اور پھر اچانک جیسے ماہا کو ہوش آیا۔ اس نے جھٹکے سے یحییٰ کو خود سے دور کیا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھا جو اگرچہ بند تھا، لیکن اس کے پیچھے چھپا خوف دیواروں سے جھانک رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"یحییٰ! آپ... آپ یہاں اس وقت کیا کر رہے ہیں؟"

اس نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"اگر موسیٰ بھائی نے آپ کو یہاں دیکھ لیا، رات انھوں نے کیا ریکٹ کیا تھا آپ نے دیکھا نہیں تھا یحییٰ اپ کو اس وقت یہاں نہیں آنا چاہیے تھا"

یحییٰ کے لبوں پر ایک بے خوف مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ وہیں بالکنے کے گلاس ونڈو کے پاس سکون سے کھڑا ہو گیا، جیسے اسے اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

"موسیٰ سے ڈرتی ہو؟ وہ میرا بھائی ہے ماہا، میں اسے جانتا ہوں۔ وہ غصے کا تیز ہے، لیکن پتھر دل نہیں ہے۔ اور رہی بات یہاں آنے کی، تو میں اپنی جگر جان کو اس حال میں تڑپتا چھوڑ کر سکون سے کیسے سو سکتا تھا؟ مجھے پتہ تھا تم جاگ رہی ہو، مجھے پتہ تھا تم رو رہی ہو گی۔"

یحییٰ نے بہت سکون سے بات کی تھی۔ یحییٰ کی اس بے نیازی نے ماہا کے دل میں ایک طرف سکون کی لہر دوڑائی تو دوسری طرف اس کی فکر مزید بڑھ گئی۔ اس نے آگے بڑھ کر یحییٰ کا بازو تھاما اور اسے بالکنی سے سائیڈ پر دھکیل دیا تاکہ نیچے سے کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔

"یحییٰ، آپ پاگل ہو گئے ہیں۔"

ماہا نے سرگوشی میں اسے جھڑکا، مگر اس کے لہجے میں چھپی محبت یحییٰ سے چھپی نہ رہ سکی۔

"موسیٰ بھائی اس وقت بہت سخت مزاج ہو رہے ہیں۔ رخصتی کے بعد حویلی کا ماحول ویسے ہی بوجھل ہے، اور اوپر سے آپ کا یوں فجر کے پہر میرے کمرے میں آنا۔۔۔ اگر کسی ملازم نے بھی دیکھ لیا تو تماشہ بن جائے گا کیونکہ سب کو یہی لگتا ہے کہ میں نے آپ سے رشتہ ختم کر دیا تھا تو اب ہمارے درمیان سب ختم ہے"

یحییٰ نے اس کے پریشان چہرے کو دیکھا اور پھر دھیرے سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مسل دیا۔

"تماشہ تو تب بنتا ماہا، جب میں ڈر کر چھپ جاتا۔ میں یہاں چوری کرنے نہیں آیا، میں صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ آج میں موسیٰ کے سامنے جا کر کھڑا ہوں گا۔ میں اسے بتاؤں گا کہ یحییٰ اب پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔"

یحییٰ کے اس انداز پر ماہا نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔۔۔ایسا مت کیجیے گا یحییٰ۔ وہ ابھی بہت غصے میں ہیں۔"

ماہا نے فوراً سے کہا تھا۔

"کب تک ڈریں گی ماہا؟"

یحییٰ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"ہماری محبت کوئی گناہ نہیں ہے جس پر ہم عمر بھر نظریں جھکائے رکھیں۔ میں نے پہلے غلطی کی تھی کہ تمہاری محبت کو نہیں سمجھا، مگر اب میں تمہارے لیے پوری دنیا سے لڑنے کو تیار ہوں۔ موسیٰ بھائی کو منانا میرا کام ہے، تم بس خود کو سنبھالو۔"

ماہا نے ایک لمبی سانس لی اور اپنا سر یحییٰ کے شانے پر ٹکا دیا۔ فجر کی ٹھنڈی ہوا ان کے چہروں کو چھو رہی تھی۔ دور سے پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دینے لگی تھی، جو ایک نئے دن کے آغاز کی نوید تھی۔

"یحییٰ۔۔۔"

ماہا نے دھیمے سے پکارا۔

"آپ واقعی بدل گئے ہیں۔ وہ پرانا یحییٰ تو بات بات پر چڑ جاتا تھا، مگر یہ یحییٰ تو بہت محبت والا ہے"

ماہا کی بات پر یحییٰ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

"انسان کو ٹھوکریں ہی سنبھلنا سکھاتی ہیں جگر جان۔ تمہیں کھونے کا ڈر ایسا تھا کہ اس نے میرے اندر کے ڈرپوک یحییٰ کو مار دیا۔ اب صرف وہ یحییٰ زندہ ہے جو اپنی ماہا کے بغیر ادھورا ہے۔"

اس نے ماہا کے ہاتھ پر ایک الوداعی بوسہ دیا اور بالکنی سے نیچے لٹکتی ہوئی بیلوں کی طرف اشارہ کیا۔

"اب مجھے جانا ہو گا۔ سورج نکلنے والا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہاری عزت پر حرف آئے۔ بس اتنا یاد رکھنا، یحییٰ اب تمہارا سایہ بن کر تمہارے ساتھ رہے گا۔"

ماہانے اسے بالکنی سے بڑی مہارت کے ساتھ نیچے اترتے دیکھا۔جب وہ نیچے پہنچ کر اندھیرے میں اوجھل ہو گیا،تب ماہانے سکھ کا سانس لیا۔اس کے دل کا بوجھ کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔اس نے بالکنی کا دروازہ بند کیا اور جائے نماز بچھالی۔آج اس کے پاس اللہ سے مانگنے کے لیے بہت کچھ تھا،اور سب سے بڑھ کر اس کا شکریہ ادا کرنا تھا کہ اس نے یحییٰ کے دل میں اس کے لیے وہ مقام پیدا کر دیا تھا جس کی وہ برسوں سے تمنائی تھی۔

💗💗

روح نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد جائے نماز فولڈ کر کے اٹھائی ہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا سردار موسیٰ کو اپنے سامنے دیکھ کر روح کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی وہ بغیر کوئی دیر کیے بھاگتے ہوئے اس کے سینے کا حصہ بنی تھی سردار موسیٰ نے بھی اسے اپنے حسار میں جکڑ لیا۔

"کیسا ہے میرا کیوٹ سا بچا"

سردار موسیٰ نے اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے تھے۔ روح نے موسیٰ کے سینے میں سر چھپاتے ہوئے ایک گہرا سانس لیا۔ اس کے وجود سے آنے والی صندل اور مردانہ خوشبو روح کے اعصاب کو سکون بخش رہی تھی۔ موسیٰ کی گرفت اتنی مضبوط تھی جیسے وہ اسے دنیا کی ہر نظر سے چھپا لینا چاہتا ہو۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں، بلکہ اب آپ کو دیکھ کر بہت زیادہ ٹھیک ہو گئی ہوں۔"

روح نے شرارت سے نظریں اٹھا کر موسیٰ کو دیکھا، جس کی آنکھوں میں اس وقت صرف روح کے لیے والہانہ پن تھا۔ موسیٰ نے اسے خود سے تھوڑا دور کیا، مگر اس کے بازو اب بھی روح کی کمر کے گرد حمائل تھے۔ اس کی نظریں روح کے معصوم چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"تمہیں پتہ ہے روح، کل پوری رات میں نے کیسے گزاری ہے؟ ہر طرف مہمان، شور شرابا میرا دل تو کر رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بس تمہارے پاس آ جاؤں۔"

سردار موسیٰ نے بے چینی کے ساتھ کہا تھا۔

"موسیٰ، آپ سردار ہیں، آپ کو سب کچھ دیکھنا پڑتا ہے۔ اور ویسے بھی کل عدنان بھائی کے ساتھ آپ کا ہونا ضروری تھا۔"

روح نے دھیمے سے لب کاٹ لیے۔۔

"ضروری تو بہت کچھ تھا روح، مگر سب سے ضروری بات میں کل کہہ ہی نہیں پایا۔"

موسیٰ کا لہجہ اب مخملی اور گہرا ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ روح کے گالوں پر رکھے، جہاں فجر کی ٹھنڈک اور حیا کی تپش ایک ساتھ رقص کر رہی تھی۔

"کل تم اس ڈریس میں موجود... اللہ! میری تو سانسیں رک گئی تھیں۔ تم اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ تمہیں سب کی نظروں سے اوجھل کر دوں۔ میں نے کل تمہاری تعریف نہیں کی نہ؟" موسیٰ نے جیسے خود سے شکوہ کیا۔ روح نے شرماتے ہوئے اپنی پلکیں جھکا لیں۔

"مجھے لگا شاید آپ کو میں اچھی نہیں لگی، یا شاید آپ مصروفیت میں بھول گئے۔"

روح نے ہلکے سے شکوہ کیا۔

"بھولنا؟"

موسیٰ نے ایک دلکش قہقہہ لگایا۔

"روح، تمہیں کوئی دیکھ کر بھول جائے، یہ ناممکن ہے۔ تم تو کل کسی جنت کی حور لگ رہی تھی۔ سردار موسی خود کو بھول سکتا ہے اپنی روح کو نہیں"

اس نے اپنی انگلیاں روح کے سر پر موجود حجاب کے کناروں پر پھیریں۔ سردار موسیٰ نے اس کے حجاب کی پن نکال دی تھی اور پھر دوپٹہ نکال کر اس نے انگلیاں روح کے بالوں میں پیوست کر دیں اور روح کے چہرے کو ذرا سا اوپر اٹھایا۔

"تمہاری یہ زلفیں... یہ مجھے پاگل کر دیں گی روح۔" موسیٰ نے سرگوشی کی اور دھیرے سے جھک کر اس کی گردن کے ایک طرف اپنے لب رکھ دیے۔ روح کے حلق سے ایک مدھم سی سسکی نکلی اور اس نے بے اختیار موسیٰ کے کندھوں کو جکڑ لیا۔ اس کا لمس اتنا والہانہ تھا کہ روح کو اپنا وجود پگھلتا ہوا محسوس ہوا۔ موسیٰ کے لب اب اس کے کان کے پاس تھے، جہاں وہ اپنی گرم سانسوں سے روح کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہا تھا۔

"کل میں تمہیں بتانا چاہتا تھا کہ سید موسیٰ نقوی کی اصل سلطنت اس کا یہ بچا ہے، اس کی یہ روح ہے اتنا خوبصورت نہ لگا کرو میری جان کسی دن سردار موسیٰ اگر شدتوں کے زر میں آ گیا تو تمہارا یہ خوبصورت وجود بچ نہیں پائے گا"

وہ پیار سے سر گوشی کر رہا تھا اس کی اس سر گوشی پر روح گھبرا رہی تھی اس نے روح کے چہرے کو دوبارہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ اس کی نظریں اب روح کے گلابی لبوں پر جمی تھیں جو لرز رہے تھے۔ موسیٰ کا چہرہ اب روح کے اتنا قریب تھا کہ ان کی سانسیں ایک دوسرے میں ضم ہو رہی تھیں۔

"موسیٰ..."

روح نے بمشکل اس کا نام پکارا، مگر موسیٰ نے اسے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اس نے نہایت نزاکت اور محبت کے ساتھ اپنے لب روح کے لبوں پر رکھ دیے۔ روح کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں اور اس نے اپنی زندگی کے اس سب سے خوبصورت لمحے کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ کچھ دیر بعد جب موسیٰ نے اسے سانس لینے کی مہلت دی، تو روح کا چہرہ سرخ انار کی طرح دہک رہا تھا۔ اس نے اپنا سر موسیٰ کے چوڑے سینے پر ٹکا دیا، جہاں موسیٰ کا دل کسی دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"اب کبھی مت کہنا کہ میں نے تمہاری تعریف نہیں کی۔" موسیٰ نے اسے مزید خود میں بھینچتے ہوئے کہا۔

"تمہاری خوبصورتی کو الفاظ میں بیان کرنا میری اوقات سے باہر ہے روح۔ میں تو بس تمہیں محسوس کرنا چاہتا ہوں، اپنی ہر سانس میں، اپنی ہر دھڑکن میں۔"

کمرے میں فجر کی روشنی اب واضح ہو چکی تھی، مگر ان دونوں کے لیے وقت تھم چکا تھا۔

"موسیٰ، آپ بہت بدل گئے ہیں۔ پہلے تو آپ اتنی باتیں نہیں کرتے تھے۔"

روح نے اس کے سینے سے لگے لگے شرارت سے کہا۔

"محبت انسان کو شاعر بنا دیتی ہے روح، اور تم نے تو مجھے اپنا اسیر بنا دیا ہے۔"

موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔اچانک روح کے چہرے پر مسکراہٹ غائب ہوئی تھی اس کے دماغ میں ماہا اور یحییٰ آئے تھے۔۔

"کیا ہوا ہے روح"
سردار موسیٰ اس کے چہرے کے تاثر دیکھ کر بولا تھا۔

"موسیٰ وہ رات جب آپ نے ماہا اور یحییٰ کو دیکھا تو آپ کا رویہ"
روح بولتے بولتے خاموش ہو گئی اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ اپنی بات کیسے کرے۔

"روح ان دونوں نے رشتوں کو مذاق سمجھ رکھا ہے جب ایک محبت کرتا ہے دوسرا انکار کر دیتا ہے جب دوسرے کو اس کی غلطی کا احساس ہوتا ہے تو پہلا انکار کر دیتا ہے یہ رشتے ہیں زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ کل منعبکر دو اور پھر آج ایک دوسرے سے محبت کا دعوی کرو"

سردار موسیٰ کے لہجے میں سختی آگئی تھی۔ روح نے موسیٰ کے لہجے میں در آنے والی سختی کو محسوس کیا اور اس کے سینے پر رکھے اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر دی۔ وہ جانتی تھی کہ موسیٰ کے لیے اصول اور رشتوں کا تقدس سب سے مقدم ہے، لیکن وہ یہ بھی دیکھ رہی تھی کہ یحییٰ اور ماہا اب سچ میں ایک دوسرے کے لیے تڑپ رہے ہیں۔

"موسیٰ، میں آپ کی بات سمجھتی ہوں۔"

روح نے بہت نرمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"آپ کا غصہ بیجا نہیں ہے۔ لیکن کیا ہم سے کبھی غلطی نہیں ہوئی؟ کیا محبت میں انسان ٹھوکر نہیں کھاتا؟ یحییٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا ہے، وہ اپنی ماہا کے لیے بدل گیا ہے۔ اور ماہا... اس نے تو کبھی کسی اور کے بارے میں سوچا ہی نہیں۔"

روح نے سردار موسیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ موسیٰ نے ایک سرد آہ بھری اور روح کو خود سے تھوڑا دور کر کے بالکنی کی طرف قدم بڑھا دیے۔ باہر سورج کی کرنیں حویلی کے در و دیوار کو روشن کر رہی تھیں۔

"روح، بات صرف غلطی کی نہیں ہے۔ بات بھروسے کی ہے۔ یحییٰ نے جس طرح ماہا کا دل توڑا تھا، میرا دل پتہ نہیں کیوں نہیں مان رہا اور تم نے دیکھا نہیں تھا کیسی حالت تھی اس کی اگر یحیی نے دوبارہ سے اس کا دل توڑا تو؟

سردار موسیٰ بول رہا تھا روح خاموشی سے اس کے پیچھے آئی اور اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔

"موسیٰ کل کی بات اور تھی اور اج کی بات اور ہے اج وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں کل صرف اور صرف ماہا کو محبت تھی اپ ایک مرتبہ ماہا کے لیے"
ابھی روح بات مکمل کرتی کہ سردار موسیٰ نے اس کوی بات بیچ میں ہی روک دی۔

"روح میں فحال اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا میں تم سے ملنے ایا تھا میں تم سے بات کرنے ایا تھا میں تمہیں پیار کرنے ایا تھا نہ کہ ان سب باتوں کے لیے ایا تھا"
سردار موسیٰ کے لہجے میں اب صرف سختی اور غصہ تھا۔

"لیکن موسیٰ یہ بھی ضروری۔۔"

روح نے کچھ کہنا چاہا۔

"میرے لیے اس وقت ضروری صرف ہمارے لمحات تھے جو کہ تم نے خراب کر دیا میں اپ جا رہا ہوں"

نا جانے کیوں سردار موسیٰ کو ان دونوں کے درمیان کسی تیسرے کا ذکر برداشت نہیں ہوا تھا اور وہ غصہ ہو گیا وہ اس کے بعد بھی روکنا چاہتا تھا لیکن روح اس کے بارے میں بات کرنے کے بجائے کسی اور کے بارے میں بات کر رہی تھی یہ بات اسے پسند نہیں آ رہی تھی اس لیے وہ غصے سے کمرے سے نکل گیا تھا۔

"یا اللہ! کبھی یہ کتنے میٹھے ہوتے ہیں اور جب غصے میں آتے ہیں تو کچھ نہیں دیکھتے"

روح نے معصومیت سے کہا تھا اور خود جا کر بیڈ پر لیٹ گئی تھی ویسے بھی اب اسے کالج تو جانا نہیں تھا اس لیے وہ سو ہی لیتی موسیٰ کو وہ بعد میں منا لیتی ابھی وہ اس کی بات نہیں سننے والا تھا اتنا تو وہ جان ہی گئی تھی اسے اس لیے فی الحال وہ سکون کی نیند سو لیتی۔

کندیل بوکس دینے کے لیے لائبریری آئی تھی کچھ دن پہلے اس نے چند بکس لی تھی جو کہ اس کے ایگزیمز کے لیے فائدے مند ثابت ہوئی تھی اب وہ اسے واپس کرنی تھی ڈارک بلیو عبایا پہن کر اوپر وائیٹ کوٹ ڈال کر اور میچنگ کا نقاب کیے وہ مکمل طور پر خود کو کور کیے ہوئے تھی۔ کندیل نے لائبریرین کو ڈھونڈا جو کہ اسے نہیں ملی تھی اور سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ وہاں پر کوئی تھا بھی نہیں اور یہ بات اسے تھوڑا پریشان کر رہی تھی۔ وہ یہ سوچ کر کہ کتابیں کل دے دے گی جانے کے لیے واپس مڑی تھی کہ کوئی ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا تھا اپنے سامنے یوں اچانک کسی کو دیکھ کر کندیل در گئی اور اچھل کر پیچھے ہوئی تھی۔ قندیل کے دل کی دھڑکن ایک دم سے ساکت ہوئی اور پھر اتنی تیز ہوئی کہ اسے اپنے کانوں میں ڈھول کی طرح بجتی محسوس ہونے لگی۔ اس نے گھبراہٹ میں اپنے ہاتھ میں پکڑی کتابیں سینے سے بھینچ لیں، جیسے وہ کتابیں نہیں بلکہ اس کا بچاؤ کرنے والی کوئی ڈھال ہوں۔ اس کے سامنے

کھڑا وجود اس قدر لمبا اور پر رعب تھا کہ قندیل کو خود کی ہمت جواب دیتی محسوس ہوئی۔ سامنے والے نے چہرے پر ماسک لگایا ہوا تھا اور اس کا چہرہ بھی واضح نہیں ہو رہا تھا لیکن کندیل کر پاس محسوس کر کے دل اس کا بھی زور سے دھڑک رہا تھا۔

"ک۔۔ کو۔۔ کون ہیں آپ؟"

کندیل نے نقاب کے پیچھے سے لرزتی آواز میں پوچھا۔

سامنے کھڑا شخص، جس نے سیاہ رنگ کا لباس زیب تن کر رکھا تھا، خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی ایسی چمک جو نہ تو مکمل طور پر غصہ تھی اور نہ ہی مذاق، بلکہ اس میں ایک گہرا ٹھہراؤ تھا جو سامنے والے کو مرعوب کر دینے کے لیے کافی تھا۔

"یہ جاننا تمھارے لیے ضروری نہیں کہ میں کون ہوں"

اس شخص کی سخت آواز پر کندیل ڈر کر مزید چند قدم پیچھے ہوئی تھی اسے اس شخص سے بہت ڈر لگ رہا تھا۔۔ قندیل کی پشت لائبریری کے ایک اونچے لکڑی کے ریک سے جا ٹکرائی۔ کتابوں کی الماریوں کے درمیان کی وہ جگہ اب اسے کسی تنگ زندان کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔ اس شخص کی آواز میں موجود سختی اور سرد مہری نے قندیل کے بدن میں سنسنی دوڑا دی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ کوئی اتفاقی ملاقات نہیں ہے، بلکہ حالات کچھ اور ہی رخ اختیار کر رہے ہیں۔

"مجھے۔۔۔ مجھے جانے دیں! میں یہاں صرف کتابیں واپس کرنے آئی تھی۔"

قندیل نے ہمت جمع کر کے کہا، مگر اس کی آواز میں موجود تھرتھراہٹ اس کے خوف کی چغلی کھا رہی تھی۔

اس پراسرار شخص نے ایک قدم اور آگے بڑھایا۔اس کے سیاہ لباس اور چہرے پر لگے ماسک نے اسے کسی سائے کی طرح خوفناک بنادیا تھا۔اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر ریک پر قندیل کے سر کے بالکل پاس جمایا، جس سے قندیل اس کے حصار میں آگئی۔

"جانے کے لیے تو تم آئی ہی نہیں ہو قندیل۔"
اس نے دبی ہوئی مگر خطرناک آواز میں کہا۔اس کے لہجے میں ایک عجیب سی فاتحانہ مسکراہٹ محسوس ہو رہی تھی، اگرچہ ماسک کی وجہ سے اس کے لب نظر نہیں آرہے تھے۔

"آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟اور آپ چاہتے کیا ہیں؟"

قندیل نے چیخنے کی کوشش کی، مگر اس کا گلا خشک ہو چکا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ لائبریری کی یہ خاموشی اب اس کی سب سے بڑی دشمن بن چکی ہے۔ یہاں دور دور تک کوئی نہیں تھا جو اس کی پکار سن سکے۔

"نام تو تمہارا میرے دل پر لکھا ہے، مگر فی الحال تمہارا میرے ساتھ چلنا ضروری ہے۔"

اس نے یہ کہہ کر جیب سے ایک سفید رومال نکالا۔ قندیل کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ جانتی تھی کہ اس رومال میں کیا ہو سکتا ہے۔ اس نے اپنی پوری قوت جمع کی اور اس شخص کو دھکا دے کر بھاگنے کی کوشش کی، مگر وہ شخص کسی چٹان کی طرح مضبوط تھا۔ اس نے بڑی آسانی سے قندیل کی کلائی کو اپنی آہنی گرفت میں دبوچ لیا۔

"چھوڑیں مجھے! بچاؤ۔۔۔ کوئی ہے؟"

قندیل نے پوری قوت سے شور مچانا چاہا، مگر اس سے پہلے کہ اس کی آواز لائبریری کے دروازے تک پہنچتی، اس شخص نے دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر آواز دبا دی۔ قندیل تڑپنے لگی، اس کے ہاتھ سے کتابیں فرش پر گر گئیں جن کی آواز خاموش ہال میں کسی دھماکے کی طرح گونجی۔

"خاموش! جتنا تڑپو گی، اتنی تکلیف ہو گی۔"

اس نے قندیل کے کان کے پاس غرا کر کہا۔ اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ قندیل کو لگا اس کی کلائی کی ہڈیاں چٹخ جائیں گی۔ وہ شخص اسے گھسیٹتے ہوئے لائبریری کے پچھلے دروازے کی طرف لے جانے لگا، جو کہ عام طور پر بند رہتا تھا اور جہاں سے ایک سنسان گلی نکلتی تھی۔

قندیل نے اپنے پیر زمین پر جما لیے اور مزاحمت جاری رکھی، مگر اس کی نحیف طاقت اس قد آور شخص کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ جیسے ہی وہ پچھلے دروازے کے پاس پہنچے، اس شخص نے مہارت سے ہاتھ قندیل کے نقاب کے نیچے لے جا کر وہ کلوروفارم آلود رومال قندیل کی ناک پر رکھ دیا۔ قندیل نے چند لمحے جدوجہد کی، اس کی نظریں دھندلانے لگیں، لائبریری کی چھت کے فانوس گھومتے ہوئے محسوس ہوئے اور پھر اس کا وجود بوجھل ہو کر اس شخص کے بازوؤں میں جھول گیا۔ اس شخص نے ایک گہری سانس لی اور قندیل کے ساکت وجود کو اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ اس نے ایک نظر لائبریری کے خالی ہال پر ڈالی جہاں فرش پر بکھری کتابیں اس اغوا کی واحد گواہ تھیں۔



سردار موسیٰ ڈیرے پر کچھ فائل کھول کر بیٹھا تھا جب اس کے موبائل پر نور کی کال آ رہی تھی ہاشم بھی اس کے ساتھ ہی تھا نور کی کال آتی دیکھ کر ہاشم بھی اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ موسیٰ نے کال اٹھائی۔

"اسلام علیکم گڑیا"

سردار موسیٰ نے کال اٹھاتے ہی سلام کیا تھا لیکن سامنے سے نور کی روتی ہوئی آواز آئی تھی۔

"بھائی وہ۔۔"

نور نے ہچکیوں سے بس اتنا ہی کہا تھا جبکہ نور کی روتی آواز پر سردار موسیٰ کھڑا ہو گیا تھا اس کے ساتھ ساتھ ہاشم بھی کھڑا ہوا تھا۔

"کیا ہوا ہے بھائی کی جان کیوں رو رہی ہو"

سردار موسیٰ کے لہجے کی تڑپ اور پریشانی نے ڈیرے کے پر سکون ماحول میں ارتعاش پیدا کر دیا تھا۔ ہاشم، جو کہ اب تک خاموش تھا، نور کا نام سنتے ہی ساکت ہو گیا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں؛ نور کا رونا اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔

"بھائی۔۔۔ وہ۔۔۔ قندیل۔۔۔"
نور کی آواز ہچکیوں میں دبی ہوئی تھی، جیسے وہ بولنا چاہ رہی ہو مگر صدمہ اس کے الفاظ چھین رہا ہو۔

"نور! ہوش کے ناخن لو اور صاف صاف بتاؤ کیا ہوا ہے؟ قندیل کو کیا ہوا ہے؟"
موسیٰ نے موبائل فون کان سے سختی سے چپکا رکھا تھا، اس کی پیشانی پر غصے اور فکر کی رگیں ابھر آئی تھیں۔

"بھائی! قندیل کالج میں نہیں ہے۔ میں نے۔۔۔ میں نے پورا کالج چھان مارا ہے۔ کلاس رومز، لائبریری، گراؤنڈ۔۔۔ کہیں بھی اس کا پتہ نہیں ہے۔ وہ مجھے کہہ کر گئی تھی وہ کتابیں دینے جا رہی ہے لائبریری مگر وہاں پر کوئی بھی نہیں ہے بس جو کتابیں اس نے لی تھی وہ لائبریری کے فرش پر بکھری ہوئی ملی ہیں بھائی! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"

نور نے پھٹ پڑنے والے لہجے میں کہا اور دوبارہ زار و قطار رونے لگی۔ نور کی بات سنتے ہی موسیٰ کے ہاتھ سے فائل نیچے گر گئی اور کاغذات فرش پر بکھر گئے۔ ہاشم، جو بڑی بے چینی سے موسیٰ کے چہرے کے تاثرات پڑھ رہا تھا، ایک قدم آگے بڑھا۔

"موسیٰ! کیا ہوا ہے؟ نور کیوں رو رہی ہے؟"

موسیٰ نے فون بند کیا اور ایک گہری، دہکتی ہوئی سانس لی۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"ہاشم! قندیل غائب ہے! نور کہہ رہی ہے کہ کالج کی لائبریری میں وہ کتابیں دینے گئی تھی لیکن وہاں پر وہ کتابیں گری ہوئی ملی ہیں مگر وہ خود وہاں نہیں ہے۔"

یہ سننا تھا کہ ہاشم کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ قندیل اسے روح کی طرح عزیز تھی، اور اس کا یوں غائب ہونا سیدھے سیدھے نقوی خاندان کی غیرت کو للکارنے کے مترادف تھا۔ مگر اس لمحے ہاشم کو قندیل کے ساتھ ساتھ اسے نور کی فکر بھی کھائے جا رہی تھی جو اکیلی کالج میں کھڑی تڑپ رہی تھی۔

"موسیٰ! ہمیں فوراً گالج پہنچنا چاہیے۔ یہ کوئی عام بات نہیں ہے، لائبریری سے کتابوں کا بکھرا ہوا ملنا اس بات کی نشانی ہے کہ وہاں کچھ تو ہوا ہے۔"

ہاشم نے اپنی آواز کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا، حالانکہ اس کا اپنا اندر لرز رہا تھا۔ موسیٰ نے بغیر کچھ کہے اپنی جیپ کی چابیاں اٹھائیں اور ڈیرے سے باہر کی طرف لپکا۔ اس کا رعب دار وجود اس وقت کسی بپھرے ہوئے شیر کی مانند لگ رہا تھا۔ ہاشم اس کے پیچھے تھا، اس نے فوراً اپنے موبائل سے گارڈز کو الرٹ کرنے کے لیے میسج ٹائپ کیا۔

گاڑی میں بیٹھتے ہی موسیٰ نے ایک زوردار مکہ اسٹیرنگ وہیل پر مارا۔

"کس کی اتنی ہمت ہوئی ہاشم؟ کس نے میری بہن پر ہاتھ ڈالنے کی جرات کی؟ اگر اسے ایک خراش بھی آئی تو میں اس شہر کو قبرستان بنا دوں گا!"

سردار موسیٰ کا خون کھول اٹھا تھا یہ سنتے ہی اس کی بہن غائب ہے اور سب سے زیادہ اسے اس کی فکر بھی ہو رہی تھی۔

"موسیٰ! حوصلہ رکھو، ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ پہلے نور کے پاس پہنچتے ہیں، وہ اکیلی ڈری ہوئی ہو گی۔"

ہاشم نے دھیمے لہجے میں کہا، وہ جانتا تھا کہ موسیٰ کا غصہ اس وقت آسمان کو چھو رہا ہے اور اسے ٹھنڈا کرنا ضروری ہے تاکہ وہ صحیح فیصلہ کر سکے۔۔

سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر جیپ اسٹارٹ کی تھی۔

💗💗

گہری تاریکی اور سرسراتی ہواؤں کے بیچ ایک کالی گاڑی شاہراہ پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ قندیل کو جب ہوش آیا تو اسے اپنے سر میں ہتھوڑے بجتے محسوس ہوئے۔ اس کی آنکھیں بوجھل تھیں اور ہاتھ پیروں میں سکت نہیں تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی گاڑی کی پچھلی نشست پر لیٹی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ ایک ریشمی پٹی سے پیچھے کی طرف بندھے ہوئے ہیں۔

"ہوش آگیا؟"

وہی آواز، وہی سختی۔ قندیل نے بمشکل گردن موڑ کر دیکھا۔ وہ شخص اب بھی ڈرائیونگ سیٹ پر تھا، ماسک اب بھی اس کے چہرے پر تھا، مگر اس کی نظریں بیک ویو مرر (Backview Mirror) کے ذریعے قندیل پر جمی تھیں۔

"آپ۔۔۔ آپ مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ خدا کے لیے مجھے چھوڑ دیں، میرے سید سائیں مر جائیں گے اگر انہیں کچھ پتہ چلا۔"

قندیل کے آنسو اس کے نقاب کو بھگو رہے تھے۔ وہ نقاب جو ابھی تک اس کے چہرے پر تھا، مگر اب وہ اس کی پہچان نہیں بلکہ اس کی بے بسی کی علامت بن چکا تھا۔

"تمہارے سید سائیں کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہو گی اگر تم شرافت سے میری بات مانو گی۔"

اس شخص نے گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی۔ سڑک کے دونوں اطراف گھنے درخت کسی دیومالائی مخلوق کی طرح پیچھے چھوٹ رہے تھے۔

"میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ میں تو آپ کو جانتی تک نہیں!"

قندیل نے روتے ہوئے کہا۔

"تم مجھے نہیں جانتی، مگر میں تمہیں بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم سید حویلی کی وہ چابی ہو جس سے مجھے وہ دروازہ کھولنا ہے جو سردار موسیٰ کے دل تک جاتا ہے تمھارے ذریعے میں اسے برباد کروں گا۔"

اس کے لہجے میں چھپا انتقام اب واضح ہو رہا تھا۔ قندیل کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے کسی خاندانی دشمنی کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔

"موسیٰ بھائی تمھیں نہیں چھوڑیں گے! وہ تمھیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"
قندیل نے ہمت کر کے دھمکی دی، مگر اس شخص نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"موسیٰ نقوی؟ وہ ابھی اپنی نئی زندگی کی خوشیاں منانے میں مصروف ہے، اسے تو یہ بھی پتہ نہیں چلے گا کہ اس کی لاڈلی بہن کہاں غائب ہو گئی۔ اور جب تک اسے پتہ چلے گا، بہت دیر ہو چکی ہو گی۔"
گاڑی ایک ویران اور پرانے قلعہ نما مکان کے سامنے جا کر رکی۔ اس شخص نے گاڑی بند کی اور اتر کر پچھلا دروازہ کھولا۔ اس نے بے رحمی سے قندیل کو باہر نکالا۔ قندیل کے پیر لڑکھڑائے، مگر اس نے اسے سنبھالا اور کندھے پر ڈال کر اس تاریک عمارت کے اندر لے جانے لگا۔

"چھوڑو مجھے میں خود چل سکتی ہوں"

کندیل چیختے ہوئے بول رہی تھی مگر کوئی بھی اس کی اواز نہیں سن رہا تھا۔

اندر کا ماحول حبس زدہ اور گرد آلود تھا۔ پرانی دیواروں سے پلاسٹر جھڑ رہا تھا اور وہاں لگی اکلوتی پیلی لائٹ کی روشنی میں سب کچھ خوفناک لگ رہا تھا۔

اس نے قندیل کو ایک لکڑی کی کرسی پر بٹھایا اور اس کے پیروں کو بھی رسی سے جکڑ دیا۔

"فلحال تم یہاں ہو گی اور آج رات تم میرے کمرے میں ہو گی"

اس شخص نے اپنا ماسک اتارتے ہوئے کہا تھا مگر کندیل اتنی ڈری ہوئی تھی کہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی لیکن اس کی اس بات پر اس نے فوراً سے اس کی طرف اپنی نظریں کی سامنے موجود شخص کو دیکھ کر کندیل حیران ہو گئی تھی اس شخص کو اس نے ایک بار دیکھا تھا وہ بھی اپنی حویلی کی چھت پر جب ہاشم اور نور کی شادی کا ماحول تھا۔ قندیل کی آنکھیں حیرت اور خوف سے اتنی پھیل گئیں کہ اسے لگا شاید وہ کوئی بھیانک خواب دیکھ رہی ہے۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ کون ہے کیوں کہ موسیٰ نے کبھی بھی اپنے دوستوں کا ذکر بھی حویلی میں نہیں کیا تھا۔

"تم۔۔۔ تم تو وہی ہو نہ؟"

قندیل کی آواز اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"تمہیں حویلی کی چھت پر دیکھا تھا میں نے۔ لیکن تم کون ہو؟ ہم نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

اس شخص نے، جس کے چہرے کے نقوش کسی تراشے ہوئے پتھر کی طرح سخت تھے، ایک تمسخرانہ مسکراہٹ اپنے لبوں پر سجائی۔ اس نے اپنے بال پیچھے کیے اور قندیل کے اتنا قریب ہوا کہ وہ اس کی سانسوں کی تپش محسوس کر سکتی تھی۔

"بگاڑا ہے قندیل۔۔۔ بہت کچھ بگاڑا ہے۔ سید موسیٰ نقوی نے مجھ سے وہ سب کچھ چھین لیا جو میرا تھا، اور اب بدلے میں، میں اس سے وہ سب کچھ چھین لوں گا جو اسے عزیز ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ قندیل کے سر کے پیچھے کرسی کی لکڑی پر جمایا۔

"اور اسے سب سے زیادہ عزیز اس کی بہن کے علاوہ اور کون ہو سکتی ہے اور اس کی آبرو، اس کی لاڈلی بہن۔"

اس نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"موسیٰ بھائی تمہیں زمین چیر کر بھی نکال لائیں گے۔ تم بھائی کے ساتھ دشمنی مول لے کر زندہ نہیں رہ پاؤ گے۔"

قندیل نے نفرت سے اپنا رخ موڑ لیا۔

"زندہ تو میں تب بھی نہیں تھا جب تمہارے بھائی نے مجھ سے میری محبت کو چھین لیا تھا"

اس شخص نے غرا کر کہا۔ جبکہ اس کی بات پر کندیل حیران رہ گئی تھی اس کا بھائی ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ قندیل کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا۔ وہ اس شخص کی باتوں کا مطلب سمجھنے سے قاصر تھی، مگر اس کے لہجے میں موجود نفرت اتنی گہری تھی کہ قندیل کی روح کانپ اٹھی۔ اس نے ہمت کر کے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اب غصے کے ساتھ ساتھ ایک پرانی اذیت بھی نمایاں تھی۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم! میرے بھائی کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے۔ وہ ایک سردار ہیں، کسی کی محبت چھیننا ان کا شیوہ نہیں ہے۔"
قندیل نے بلند آواز میں اپنے بھائی کا دفاع کیا، حالانکہ اس کا اپنا وجود رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ کاشان نے ایک زوردار قہقہہ لگایا جو اس پرانی حویلی کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس آیا۔

"سردار؟ تمہارا بھائی صرف ایک ظالم ہے! وہ جانتا تھا جس لڑکی سے میں محبت کرتا ہوں میں سب اسے ہی تو بتاتا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے میری محبت پر نظر رکھی اور اس کے ساتھ زبردستی کی ہے اس کا وجود نوچا ہے یہ اذیت وہ برداشت نہیں کر سکی اور اس نے اپنی جان لے لی طرف تمھارے بھائی کی وجہ سے"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر قندیل کے چہرے کے قریب لٹکتے نقاب کے کپڑے کو چھوا۔ قندیل نے جھٹکے سے اپنا سر پیچھے کیا، مگر کاشان کی گرفت مضبوط تھی۔

"ہاتھ مت لگانا مجھے! میں کہہ رہی ہوں تم بہت پچھتاؤ گے۔"

کندیل نے چیختے ہوئے کہا تھا۔

"پچھتاوا تو اب موسیٰ نقوی کا مقدر ہے۔"

کاشان نے نہایت سرد لہجے میں کہا۔

"جب میں اس کی بہن کر ایک رات کے لیے کسی کھلونے کی طرح استعمال کروں گا اور پھر جب اسے پتہ چلے گا وہ سوچوں تمھارے بھائی پر کیا گزرے گی"

کاشان فاتحانہ ہنستے ہوئے بول رہا تھا جبکہ کندیل کو اس کی اس ہنسی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ کاشان کی گھٹیا اور غلیظ بات سن کر قندیل کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچنے لگی اور پورا وجود پتے کی طرح تھر تھر کانپنے لگا۔ ایک رات کے لیے کھلونے کی طرح استعمال کرنا؟ یہ الفاظ قندیل کے کانوں میں کسی زہریلے ناگ کے ڈسنے کی طرح اتر رہے تھے۔ اس نے کبھی خواب و خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کوئی انسان اتنا گر سکتا ہے کہ اپنی دشمنی کا بدلہ لینے کے لیے کسی معصوم کی آبرو کو ڈھال بنا لے۔

"تم۔۔۔ تم انسان نہیں ہو سکتے۔"

قندیل کی آواز اس کے حلق میں گھٹ کر رہ گئی۔

"کوئی انسان اتنا گھٹیا نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی کی بہن، کسی کی عزت کے بارے میں ایسی غلیظ بات کرے۔"

کاشان نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور قندیل کے بالوں کی ایک لٹ کو اپنی انگلی پر لپیٹا جو کہ اس کے حجاب سے باہر آگیا تھا اس کا حجاب تقریبا کھول چکا تھا۔ قندیل نے کراہ کر اپنا سر پیچھے کرنے کی کوشش کی مگر وہ کرسی سے بندھی ہوئی تھی، اس کی ہر جنبش اسے مزید بے بس کر رہی تھی۔

"مردانگی اور شرافت کا درس مجھے مت دو قندیل!" کاشان کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"تمہارے بھائی نے جب میری زندگی کی بہار کو نوچا تھا، تب اسے اپنی شرافت یاد نہیں آئی تھی؟ جب اس نے زبردستی اسے اپنا بنانا چاہا اور وہ بیچاری اپنی عزت بچانے کے لیے موت کے گلے جا لگی، تب کہاں تھی تمہارے بھائی کی شرافت؟"

کاشان کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ وہ قندیل کے چہرے کے اتنا قریب ہو گیا کہ قندیل کو اس کی تیز سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھی۔

"آج میں تمہارا یہ پاکیزہ وجود داغدار کروں گا قندیل۔ میں دیکھوں گا کہ جب تمہارا بھائی تمہیں اس حال میں دیکھے گا تو کیا وہ پھر بھی سر اٹھا کر جینے کے قابل رہے گا؟ میں تمہارے وجود کے ایک ایک حصے پر اپنی نفرت کے نشانات چھوڑوں گا تاکہ وہ جب بھی تمہیں دیکھے، اسے اپنی وہ غلطی یاد آئے جس نے میری دنیا اجاڑی تھی۔"

قندیل کا سانس رکنے لگا۔ اسے کاشان کے ارادے صاف نظر آ رہے تھے۔ وہ کوئی عام دشمن نہیں تھا، وہ ایک پاگل شکاری بن چکا تھا جسے صرف خون اور آنسو چاہیے تھے۔

"بند کرو یہ بکواس!"

قندیل نے اپنی پوری ہمت جمع کی اور چیخ کر بولی۔

"میرے بھائی پر تم جو الزام لگا رہے ہو وہ سراسر جھوٹ ہے۔ موسیٰ بھائی کسی کے وجود کو ہاتھ لگانا تو دور، وہ کسی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ تم صرف اپنے گناہ چھپانے کے لیے ان پر کیچڑ اچھال رہے ہو۔" کاشان نے زور سے اس کا جبڑا اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا۔

"سچ کڑوا ہوتا ہے نہ؟ تمہیں یقین نہیں آرہا؟ چلو خیر، تمہیں یقین دلانا میرا کام نہیں ہے۔ میرا کام تو صرف بدلہ لینا ہے۔ اور بدلہ لینے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جو تکلیف اس نے مجھے دی، وہی میں اسے دوں۔ تم تڑپو گی، تم روؤ گی، تم چیخو گی۔۔۔ اور تمہاری ہر چیخ میرے کانوں میں موسیقی کی طرح رس گھولے گی۔"

اس نے اپنا دوسرا ہاتھ قندیل کے کندھے پر رکھا اور اس کا وائٹ کوٹ ذرا سا کھینچا۔ قندیل نے وحشت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور زور زور سے رونے لگی۔

"یا اللہ! میری حفاظت فرما۔۔۔ یا اللہ مدد کر میری!"

وہ اپنے رب کو پکار رہی تھی۔

"خدا کو یاد کر رہی ہو؟"

کاشان نے تمسخر اڑایا۔

"آج یہاں تمہاری پکار سننے والا کوئی نہیں۔ یہ دیواریں اتنی موٹی ہیں کہ تمہاری چیخیں باہر نہیں جائیں گی اور باہر اتنا سناٹا ہے کہ کوئی پرندہ بھی یہاں کا رخ نہیں کرتا۔"

قندیل نے سسکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم جتنا چاہو مجھے ڈرا لو، جتنا چاہو اپنے گھٹیا پن کا مظاہرہ کر لو۔ مگر یاد رکھنا! تم مجھے ہاتھ لگا کر جیتے جی جہنم کا ایندھن بنو گے۔ میرے بھائی تمھیں زمین چیر کر بھی نکال لیں گے۔ وہ ایک ایک پل کا حساب لیں گے۔ وہ تمھارے وجود کے اتنے ٹکڑے کریں گے کہ تمھیں دفنانے کے لیے مٹی بھی کم پڑ جائے گی۔"

کاشان کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے لرزش آئی، مگر پھر اس نے خود پر قابو پا لیا۔

"موسیٰ نقوی کو آنے دو، میں تو چاہتا ہوں وہ آئے۔ میں چاہتا ہوں وہ یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کے سامنے جب اس کی بہن کی آبرو نیلام ہو گی، تو وہ کتنا تڑپتا ہے۔"

کاشان نے قندیل کے نقاب کی ڈوریوں کو چھوا۔ قندیل نے تڑپ کر اپنا سر ہلایا۔

"نہیں۔۔۔ ہاتھ مت لگانا مجھے! خدا کا واسطہ ہے، باز آجاؤ۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟ تم اپنی دشمنی مردوں سے نکالو، مجھ پر وار کرنا بزدلی ہے۔"

کندیل تڑپ کر بول رہی تھی۔

"بزدلی ہی سہی، مگر یہ بزدلی موسیٰ نقوی کے لیے موت کا پیغام ہو گی۔"

کاشان نے جنونی انداز میں کہا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، تم بچ جاؤ گی؟ آج رات یہ کمرہ تمہاری بے بسی کا گواہ بنے گا۔ میں تمہارے ہر خواب کو چکنا چور کر دوں گا۔ تمہاری معصومیت، پاکیزگی جس پر تمہارے بھائی کو ناز ہے، آج سب مٹی میں مل جائے گی۔"

"تم جتنا چاہو میرے وجود کو نوچنے کی باتیں کر لو، میری روح تک تم کبھی نہیں پہنچ پاؤ گے۔ تمھارا انجام بہت عبرت ناک ہو گا۔ موسیٰ بھائی اور ہاشم بھائی تمھیں کبھی معاف نہیں کریں گے۔ تمھاری بوٹی بوٹی کر دیں گے وہ۔"

قندیل کی ہمت جواب دے رہی تھی، مگر پھر بھی وہ خاموش نہیں ہوئی۔

"ہاشم؟ وہ بھی تو اسی کا پالتو کتا ہے نہ؟ اسے بھی میں دیکھ لوں گا۔ فی الحال میرا مرکز تم ہو"

ہاشم کا نام سن کر کاشان کے چہرے پر نفرت کی ایک نئی لہر آئی۔اس نے کرسی کو مزید اپنی طرف گھسیٹا، جس کی آواز نے خاموش کمرے میں ایک ہولناک ارتعاش پیدا کیا۔ قندیل نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں،اس کے لب مسلسل اللہ کا نام لے رہے تھے۔اسے اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی، مگر اسے اپنی موت سے زیادہ اپنی عزت کی فکر تھی۔

"تمھیں پتا ہے؟"

کاشان اس کے کان کے پاس سرگوشی کرنے لگا۔

"جب انسان کی عزت چلی جاتی ہے نہ، تو وہ جیتے جی مر جاتا ہے۔ میں تمھیں وہی موت دوں گا۔ تم زندہ تو رہو گی، مگر سید حویلی کی بیٹی بن کر نہیں، بلکہ ایک ایسی داغدار لڑکی بن کر جسے دیکھ کر تمہارے بھائی کی گردن ہمیشہ کے لیے جھک جائے گی۔"

"تم جتنا مرضی کر، تمھاری یہ گھٹیا سوچ تمھیں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گی۔ سچ ہمیشہ جیتتا ہے، اور میرا رب میری حفاظت کرے گا۔ تمھارے جیسا غلیظ شخص کبھی کسی کا وقار نہیں چھین سکتا۔"

قندیل نے ایک لمبی سسکی بھری۔ کاشان نے غصے سے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں جکڑا۔

"خاموش رہو! تمہاری یہ زبان بہت چلتی ہے۔ دیکھتے ہیں کب تک یہ ہمت برقرار رہتی ہے۔"

اس نے اسے وہیں چھوڑا اور کمرے کے کونے میں رکھی ایک میز کی طرف بڑھا جہاں اس نے کچھ سامان رکھا ہوا تھا۔ قندیل نے موقع پا کر رسیوں کو کھولنے کی ناکام کوشش کی، مگر وہ اتنی سختی سے بندھی ہوئی تھی کہ اس کی کلائیاں زخمی ہونے لگیں۔ خون کی ہلکی سی لکیر اس کی سفید کلائیوں پر نمودار ہوئی، مگر اسے اس درد کا احساس نہیں تھا۔ اسے تو صرف اس درندے سے بچنا تھا۔

کاشان واپس پلٹا اور اس کے پاس آیا اس کے ساتھ میں ایک لڑکی کی تصویر تھی جو کہ تصویر میں مسکرا رہی تھی۔

"اس مسکراہٹ کو تمھارے بھائی نے کچل ڈالا آج میں تمھیں کچل ڈالوں گا"

کندیل نے اس پیکچر کو دیکھا لڑکی خوبصورت تھی وہ سوچ میں پڑ گئی نا جانے اس کے ساتھ کیا ہوا تھا اسے ہوش تو تب آیا جب اس شخص نے اس کا حجاب کھینچ کر اتار دیا اب وہ بغیر دوپٹے کے اس کے سامنے تھے اس کے بال جو کہ جوڑے میں قید تھے اب کھل گئے تھے اس نے اس کا نقاب بھی کھینچ کا اتار دیا اس کا بکھرا حولیا وہ اس حولیے میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"تمھاری بربادی کی شروعات آج رات ہو گی تو ملتے ہیں رات میں"

وہ زور زور سے ہنستے ہوئے بولا اور پھر وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔۔ پیچھے ہو رونے لگی تھی اور اپنے رب سے اپنی عزت کی حفاظت کی دعائیں کر رہی تھی۔

کالج کا در و دیوار اس وقت ایک عجیب سے سکوت اور خوف کی لپیٹ میں تھا۔ جیسے ہی سردار موسیٰ نقوی کی سیاہ جیپ کالج کے مرکزی گیٹ سے ٹکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی، پورے کالج میں کھلبلی مچ گئی۔ گارڈز کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ گاڑی روکنے کا اشارہ بھی کر سکیں۔ گاڑی رکتے ہی سردار موسیٰ نقوی اور ہاشم نقوی کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح باہر نکلے، ان کے چہرے غصے سے دہک رہے تھے۔ نور، جو ایک بینچ پر بیٹھی اپنی کسی دوست کے گلے لگی سسکیاں بھر رہی تھی، موسیٰ کو دیکھتے ہی بھاگ کر ان کے پاس آئی۔

"بھائی! وہ۔۔۔ وہ مل نہیں رہی۔۔۔ قندیل کہیں نہیں مل رہی!"

نور نے موسیٰ کے سینے سے لگ کر دہائی دی، اس کی ہچکیاں تھمنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ سردار موسیٰ نے نور کے سر پر ہاتھ رکھا، مگر اس کی نظریں سامنے کھڑے کالج اسٹاف اور پرنسپل پر جمی تھیں جو پسینہ پسینہ ہوئے کھڑے تھے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے کالج میں پھیل چکی تھی کہ سردار موسیٰ نقوی کی بہن اغوا ہو گئی ہے۔ طالبات کلاسوں سے باہر نکل آئی تھیں، ہر طرف چہ میگوئیاں شروع ہو گئی تھیں، مگر موسیٰ کا رعب ایسا تھا کہ سب دور دور کھڑے سہمے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

"پرنسپل صاحب کہاں ہیں؟"

موسیٰ کی آواز میں ایسی گھن گرج تھی کہ قریب کھڑے کلرک کے ہاتھ سے فائل گر گئی۔ پرنسپل، جو ایک منجھے ہوئے تعلیم دان تھے، اس وقت اپنی زندگی کی سب سے بڑی آزمائش میں تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اگر قندیل نقوی کو کچھ ہوا تو یہ کالج اور ان کی زندگی دونوں داؤ پر لگ جائیں گے۔ وہ لرزتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھے۔

"سردار صاحب! ہم۔۔۔ ہم کوشش کر رہے ہیں، گارڈز تلاشی لے رہے ہیں۔۔۔"

پرنسپل نے کانپتی آواز میں کہا تھا لائبریری کی فوٹیج جو کہ کالج کے اسٹاف نے دیکھی تھی اس سے اندازہ ہوا تھا کہ کندیل کیڈنیپ ہوئی ہے۔

"خاموش!"

موسیٰ نے دھاڑ کر اسے چپ کروادیا۔اس نے ایک قدم آگے بڑھا کر پرنسپل کا کالر قریب سے دیکھا،اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں۔

"میری بہن صبح صحیح سلامت اس کالج میں داخل ہوئی تھی،اور اب تم کہہ رہے ہو کہ وہ غائب ہے؟ یہ کالج ہے یا کوئی لاوارث سرائے؟ تم لوگوں کی اتنی لاپرواہی کہ ایک لڑکی لائبریری جاتی ہے اور وہاں سے غائب ہو جاتی ہے اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی؟"

"سردار صاحب،لائبریری کا پچھلا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے، ہمیں نہیں معلوم وہ کیسے کھلا۔۔۔"

ایک پروفیسر نے ہمت کر کے بولنا چاہا، مگر ہاشم نے غصے سے ان کی طرف دیکھا۔

"بند رہتا ہے تو کھلا کیسے؟"

ہاشم کی آواز میں سرد مہری تھی۔

"تم لوگوں کو تنخواہ کس بات کی دی جاتی ہے؟ یہاں کی سیکورٹی کیا سو رہی تھی؟ اگر میری بہن کو ایک خراش بھی آئی تو میں اس پورے اسٹاف کو سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتا ہوں!"

"مجھے سی سی ٹی وی فوٹیج دکھاؤ! ابھی اور اسی وقت!"

موسیٰ کا غصہ آسمان کو چھو رہا تھا۔ اس نے پرنسپل کے آفس کی طرف رخ کیا۔ پورا اسٹاف بھاگتا ہوا کنٹرول روم کی طرف لپکا۔ پورے کالج کی طالبات اور اساتذہ دم سادھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ کیوں کہ کیڈنیپ ہونے والی کوئی عام لڑکی نہیں تھی سردار موسیٰ نقوی کی بہن اور سید سائیں کی پوتی تھی ان شخصیات کو اس علاقے میں کون نہیں جانتا تھا۔ کنٹرول روم میں پہنچ کر موسیٰ اور ہاشم مانیٹر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ٹیکنیشن کے ہاتھ کانپ رہے تھے جب اس نے لائبریری کے باہر کی فوٹیج چلائی۔

"نور!"

موسیٰ نے نور کی طرف دیکھا جو ابھی تک آنسو پونچھ رہی تھی۔

"تم نے آخری بار اسے کب دیکھا تھا؟ کیا کہا تھا اس نے؟"

"بھائی! دوسرے پیریڈ کے بعد اس نے کہا تھا کہ وہ لائبریری جا رہی ہے کیونکہ اسے وہ کتابیں واپس کرنی تھیں جو اس نے ایگزیمز کے لیے لی تھیں۔ میں نے کہا تھا میں ساتھ چلتی ہوں، مگر اس نے منع کر دیا کہ وہ بس پانچ منٹ میں واپس آ جائے گی۔ میں کینٹین میں اس کا انتظار کرتی رہی، مگر جب وہ آدھے گھنٹے تک نہیں آئی تو میں لائبریری گئی۔۔۔ وہاں۔۔۔ وہاں صرف اس کی کتابیں اور نقاب کی پن پڑی تھی بھائی!"

نور نے سسکتے ہوئے جواب دیا، اور دوبارہ رونے لگی۔ موسیٰ نے سکرین پر نظریں جمائیں۔ فوٹیج میں قندیل کو لائبریری میں داخل ہوتے دیکھا جا سکتا تھا۔ وہ بہت سکون سے اندر گئی تھی۔ اس کے چند منٹ بعد، ایک سیاہ لباس میں ملبوس لمبا قد آور شخص لائبریری کی طرف بڑھتا نظر آیا۔ اس نے چہرے پر کالا ماسک لگایا ہوا تھا اور سر پر کیپ تھی۔

"یہ کون ہے؟ اسے روکا کیوں نہیں گیا؟"
ہاشم نے سکرین کی طرف اشارہ کیا۔

"سر! یہ عقبی راستے سے آیا تھا، وہاں کا کیمرہ ٹھیک سے کام نہیں کر رہا تھا۔"

ٹیلنیشن نے ڈرتے ہوئے کہا۔ فوٹیج میں دیکھا گیا کہ وہ شخص لائبریری کے اندر داخل ہوا اور کچھ دیر بعد وہ قندیل کو بے ہوشی کی حالت میں اپنے بازوؤں میں بھرے پچھلے دروازے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کی پشت کیمرے کی طرف تھی، اور جس طرح اس نے خود کو کور کیا ہوا تھا، اس کا چہرہ کسی بھی زاویے سے نظر نہیں آ رہا تھا۔

"رک جاؤ! اسے زوم کرو!"
موسیٰ نے حکم دیا۔ ٹیکنیشن نے تصویر واضح کرنے کی کوشش کی، مگر اس شخص نے بڑی مہارت سے کیمرے سے اپنا رخ موڑ رکھا تھا۔ وہ ایک سائے کی طرح آیا اور قندیل کو لے کر غائب ہو گیا۔ وہ پچھلی گلی میں کھڑی ایک کالی گاڑی میں قندیل کو ڈال کر تیزی سے نکل گیا۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ پر مٹی ملی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے نمبر بھی واضح نہیں ہو رہا تھا۔

"لعنت ہے تم لوگوں پر!"

موسیٰ نے میز پر زوردار مکہ مارا، جس سے وہاں پڑا گلاس نیچے گر کر ٹوٹ کر بکھر گیا۔

"ایک شخص آتا ہے، میری بہن کو اٹھاتا ہے اور تم لوگوں کے لگے ہوئے یہ لاکھوں کے کیمرے ایک چہرہ تک نہیں دکھا سکتے؟"

سردار موسیٰ غصے سے چیخا تھا۔

"سردار صاحب، ہم پولیس کو اطلاع کر دیتے ہیں، وہ ضرور کچھ کریں گے۔۔۔"

پرنسپل صاحب کے ماتھے سے پسینہ ٹپک رہا تھا۔

"پولیس؟"

موسیٰ نے حقارت سے انہیں دیکھا۔

"پولیس اب وہی کرے گی جو میں کہوں گا۔ہاشم !ایس پی کو فون کرو، اسے کہو کہ اگر ایک گھنٹے کے اندر یہ گاڑی ٹریس نہ ہوئی تو میں اس شہر کا امن وامان برباد کردوں گا" ہاشم نے فوراً فون نکالا اور ہدایات دینے لگا۔ پورے کالج میں پولیس کی گاڑیاں پہنچنا شروع ہوگئی تھیں۔طالبات کو ہاسٹل اور گھروں کی طرف روانہ کیا جارہا تھا، کیونکہ حالات کی سنگینی کا اندازہ سب کو تھا۔پرنسپل آفس میں اس وقت سوائے ماتم کے اور کچھ نہیں تھا۔ موسیٰ دوبارہ فوٹیج دیکھنے لگا۔اس کی نظریں اس شخص کی چال ڈھال پر جمی تھیں۔

"ہاشم! اس شخص کا طریقہ واردات دیکھو۔ یہ کوئی عام اغوا کار نہیں ہے۔ اسے پتہ تھا کہ لائبریری کب خالی ہوتی ہے، اسے پتہ تھا کہ کیمروں سے کیسے بچنا ہے، اور اسے یہ بھی پتہ تھا کہ اس وقت پر کندیل لائیبریری میں گئی ہے اس کا مطلب ہے اس نے کہی کندیل پر نظر تو نہیں رکھی ہوئی تھی۔"

سردار موسیٰ ہر چیز کا دھیان سے مشاہدہ کرتے ہوئے بول رہا تھا۔ ہاشم نے اسکرین پر نظریں جمائے گہری سوچ میں ڈوبے موسیٰ کی بات پر سر ہلایا۔

"بالکل موسیٰ! یہ کوئی اتفاق نہیں ہو سکتا۔ جس صفائی سے اس نے پچھلا راستہ استعمال کیا اور جس وقت کا انتخاب کیا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ قندیل کے ہر قدم سے واقف تھا۔ یہ منصوبہ بندی کئی دن سے کی جا رہی تھی۔"

موسیٰ نے ٹیلنیشن کو دھکا دے کر خود کرسی سنبھالی اور فوٹیج کو بار بار پیچھے کر کے دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھیں اس پراسرار شخص کے قد و قامت اور اس کے چلنے کے انداز کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کمرے میں موجود پرنسپل اور باقی اسٹاف کا سانس لینا بھی محال ہو رہا تھا۔ موسیٰ کا ہر لفظ ان کے لیے کسی کوڑے کی طرح تھا۔ موسیٰ ایک دم مڑا اور پرنسپل کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

"کالج کی کینٹین، گراؤنڈ اور راہداریوں میں موجود تمام لڑکوں، گارڈز اور باہر کے لوگوں کا ڈیٹا مجھے اگلے دس منٹ میں چاہیے۔ کیا پچھلے ایک ہفتے میں کوئی مشکوک شخص یہاں دیکھا گیا؟"

سردار موسیٰ نے تیزی سے کہا تھا۔

"سردار صاحب۔۔۔ ہم۔۔۔ ہم نے کبھی ایسی بات محسوس نہیں کی،" پرنسپل نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"محسوس نہیں کی؟"

موسیٰ نے دھاڑ کر کہا۔

"میری بہن یہاں روز آتی تھی، تمہاری ذمہ داری تھی کہ اس کی حفاظت یقینی بناتے۔ اگر تمہیں محسوس نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ تم اس عہدے کے لائق ہی نہیں ہو۔ ہاشم! کالج کے باہر لگے ہوئے تمام کیمروں کی فوٹیج نکلواؤ، مجھے اس کالی گاڑی کا پیچھا کرنا ہے کہ وہ کس شاہراہ پر مڑی ہے۔"

نور، جواب تک خاموش کھڑی سب سن رہی تھی، آگے بڑھی۔

"بھائی! ایک بات ہے۔۔۔"

اس کی آواز لرز رہی تھی۔

"کچھ دن پہلے قندیل نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی دور کھڑا اسے دیکھ رہا ہے، مگر جب میں نے اس سے پوچھا کہ کون، تو اس نے بات ٹال دی کہ شاید اس کا وہم ہے۔ مجھے لگا وہ پڑھائی کے بوجھ سے پریشان ہے، اس لیے میں نے بھی غور نہیں کیا۔"

نور کی بات سنتے ہی موسیٰ کی مٹھیاں اتنی سختی سے بھنچ گئیں کہ اس کے پور سفید ہو گئے۔

"وہم نہیں تھا وہ نور! وہ درندہ اسے نشانہ بنا چکا تھا۔ اور تم لوگوں نے مجھے بتانا مناسب نہیں سمجھا؟"

سردار موسیٰ کی آواز سخت ہوئی تھی۔

"بھائی ہمیں لگا۔۔۔"

نور کی ہچکیاں دوبارہ بندھ گئیں۔

"موسیٰ! اب ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھہرانے کا وقت نہیں ہے۔ اگر اسے پہلے سے ٹارگٹ کیا گیا تھا، تو اس کا مطلب ہے کہ دشمن بہت قریب ہے۔ ہمیں شہر کے داخلی راستوں پر لگے ناکوں سے سی سی ٹی وی ڈیٹا لینا ہوگا۔"

ہاشم نے موسیٰ کا کندھا تھاما۔

"پرنسپل صاحب! جب تک میری بہن واپس نہیں آتی، یہ کالج سیل رہے گا۔ کوئی بھی اسٹاف ممبر یا طالبہ کالج سے باہر نہیں جائے گی جب تک پولیس سب کے بیانات قلمبند نہ کر لے۔ ہاشم! جیپ نکالو، ہمیں اس گلی کا جائزہ لینا ہے جہاں وہ گاڑی کھڑی تھی،"

موسیٰ اور ہاشم کنٹرول روم سے باہر نکلے۔ راہداریوں میں کھڑی طالبات خوف کے مارے دیواروں سے لگ گئیں۔ سردار موسیٰ نقوی کا غصہ اس وقت کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح تھا جو کسی کو بھی ملیامیٹ کر سکتا تھا۔ وہ جیسے ہی اس عقبی گلی میں پہنچے جہاں سے قندیل کو لے جایا گیا تھا، موسیٰ نے زمین پر جھک کر ٹائروں کے نشانات دیکھے۔

"گاڑی نئی تھی، ٹائروں کے نشانات گہرے ہیں۔"

موسیٰ نے ہاشم سے کہا۔ اس نے زمین پر پڑی ایک چیز دیکھی اور اسے اٹھا لیا۔ وہ قندیل کے عبایا کا ایک چھوٹا سا ٹوٹا ہوا بٹن تھا۔ اسے دیکھتے ہی موسیٰ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر وہ آنسو کمزوری کے نہیں بلکہ انتقام کی آگ کے تھے۔

"جس نے بھی یہ جرات کی ہے ہاشم، وہ اپنی موت کو خود دعوت دے چکا ہے۔ سردار موسیٰ کی بہن کو چھو کر اس نے وہ دروازہ کھول دیا ہے جہاں سے اس کی واپسی ممکن نہیں۔"

سردار موسیٰ غصے سے بول رہا تھا۔

"اچھا میں ایسا کرتا ہوں نور کر حویلی ڈراپ کرتا ہوں تم جب تک یہاں سنبھالو"

ہاشم نے سردار موسی سے کہا جس پر اس نے ہاں میں سر ہلایا ہاشم وہاں سے چلا گیا تھا اور سردار موسی وہی کھڑا تھا اس وقت اس کے اندر جو طوفان تھا اسے کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ اُجالے پر رات کی تاریخی اپنا راج کرنے آ رہی تھی۔



قندیل کی آنکھیں جب بوجھل پن سے کھلیں، تو پہلا احساس شدید سر درد کا تھا۔ کلوروفارم کا اثر ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوا تھا، جس کی وجہ سے اسے سب کچھ دھندلا نظر آ رہا تھا۔ اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی تو اسے حیرت ہوئی کہ وہ اب رسیوں میں جکڑی ہوئی نہیں تھی۔ وہ ایک نرم و ملائم بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔

جیسے ہی اس کی بصارت واضح ہوئی، وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔ کمرے کا نقشہ دیکھ کر اس کی عقل دنگ رہ گئی۔ وہ کسی پرانے قلعے یا بوسیدہ گودام میں نہیں تھی، بلکہ ایک انتہائی عالیشان اور پر تعیش کمرے میں تھی۔ کمرے کی چھت بلند تھی جس پر نفیس نقش و نگار بنے ہوئے تھے اور عین وسط میں ایک قیمتی فانوس لٹک رہا تھا جس کی مدھم پیلی روشنی کمرے میں ایک سحر انگیز سا ماحول پیدا کر رہی تھی۔ دیواروں پر گہرے مخملی پردے لٹک رہے تھے اور ایک طرف مہنگی لکڑی کی بنی ہوئی بڑی سی الماری موجود تھی۔ کمرے میں لگی صندل کی خوشبو اتنی گہری تھی کہ قندیل کا دم گھٹنے لگا۔

"میں۔۔۔میں کہاں ہوں؟"

اس نے کانپتی آواز میں خود سے سوال کیا، مگر جواب دینے والا وہاں کوئی نہ تھا۔ وہ تیزی سے بستر سے اتری اور کمرے کے دروازے کی طرف بھاگی، مگر توقع کے عین مطابق وہ باہر سے بند تھا۔ اس نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"کوئی ہے؟ مجھے باہر نکالو! بھائی۔۔۔موسیٰ بھائی!"

ابھی وہ چیخ ہی رہی تھی کہ دروازے کا لاک کھلنے کی آواز آئی۔ قندیل خوف کے مارے چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔ دروازہ کھلا اور کاشان، جواب اپنا سیاہ لبادہ اتار چکا تھا، سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس اندر داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر وہی سنگدلانہ اور فاتحانہ مسکراہٹ تھی جو قندیل کے جسم میں سنسنی دوڑا گئی۔

"چیخنے کا کوئی فائدہ نہیں لڑکی۔ یہاں تمہاری آواز دیواروں سے ٹکرا کر واپس تو آسکتی ہے، مگر کسی کان تک نہیں پہنچ سکتی،"

کاشان نے بڑے اطمینان سے دروازہ دوبارہ لاک کیا اور چابی اپنی جیب میں ڈال لی۔

"تم پاگل ہو گئے ہو۔ مجھے یہاں لانے کا مقصد کیا ہے؟ یہ کمرہ۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟"

قندیل نے بستر کا ستون تھام لیا تاکہ گرنے سے بچ سکے۔ کاشان نے ایک نظر کمرے کے تعیش پر ڈالی اور پھر قدم بڑھاتا ہوا قندیل کے قریب آیا۔ اس کی نظروں میں موجود ہوس اور نفرت کا امتزاج قندیل کو اپنے وجود کو سمیٹنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"مقصد تو میں تمہیں بتا چکا ہوں قندیل۔ یہ کمرہ تمہاری بربادی کے لیے سجایا گیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ سردار موسیٰ نقوی کی بہن کو جب میں برباد کروں، تو جگہ بھی اس کے شایانِ شان ہونی چاہیے۔"

اس نے قندیل کے چہرے کے گرد بکھری لٹوں کو چھونے کی کوشش کی، مگر قندیل نے نفرت سے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

"تم ایک درندے ہو! میرا بھائی تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ تمھاری جان نکال لے گا"

کندیل نے نفرت سے کہا تھا۔۔

"وہ بیچارہ تو ابھی ثبوت ڈھونڈنے میں الجھا ہو گا۔ اسے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ اس کی لاڈلی بہن اس وقت دنی کے کس کونے میں میری قید میں ہے۔"

کاشان نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ جبکہ اس کی بات پر کندیل حیران ہوئی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمھاری اس بات کا"
کندیل نے فوراً سے سوال کیا تھا۔

"یہی کہ تم اپنے شہر میں تو کیا اپنے ملک میں بھی نہیں ہو"
کاشان زور زور سے ہنسا تھا جبکہ اس کی بات پر کندیل مزید خوفزدہ ہو گئی تھی اسے جو تھوڑی بہت امید تھی اپنے بھائی کے آنے کی وہ بھی کھوتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"ت۔۔ تم جھوٹ بول رہے ہو"
کندیل نے خود کو دلاسہ دینے کے لیے یہ بات کہی تھی۔

"میں کیوں تم سے جھوٹ بولوں گا"

کاشان نے اس کی بات کا مذاق اڑایا تھا اور پھر وہ دھیرے سے الماری کی طرف بڑھا اور اسے کھولا۔ الماری کے اندر سے اس نے ایک ریشمی، سرخ رنگ کی نہایت ہی مختصر اور باریک نائٹی نکالی۔ قندیل کی آنکھیں خوف اور شرم سے پھیل گئیں۔ اسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ کاشان واپس پلٹا اور وہ لباس قندیل کے پیروں کے پاس فرش پر پھینک دیا۔

"تو پھر تیار ہو کاشان کے ایک رات کا سکون بننے کے لیے اور اپنی بربادی کے لیے؟"

کاشان کے ان الفاظ نے قندیل کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل دیا۔ اس کا لہجہ اتنا غلیظ تھا کہ قندیل کا جی چاہا کہ وہ اپنا گلا گھونٹ لے۔

"یہ پہنو!"

کاشان نے اس لباس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔

"میں نہیں چاہتا کہ جب میں تمہارے وجود سے اپنی دشمنی کا حساب لوں، تو تمہارا یہ عبایا اور یہ کپڑے میرے راستے میں آئے۔"

"تم مر بھی جاؤ گے نہ کاشان، تب بھی میں یہ ناپاک لباس نہیں پہنوں گی۔ تم میرے جسم کو نوچ سکتے ہو، مجھے مار سکتے ہو، مگر میری روح اور میری غیرت پر تمہارا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

قندیل نے نفرت اور حقارت سے اس لباس کو دیکھا اور پھر کاشان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"اتنی اکڑ اچھی نہیں ہے"

کاشان نے اس کی بے بسی کا مذاق اڑایا تھا۔

"تم میری جان بھی نکال لو نہ تب بھی میں تمھاری کوئی بات نہیں مانوں گی میں تو تمھارے چہرے پر تھوکنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہوں"

کندیل کی بات پر کاشان کے چہرے پر غصے کی لہر دوڑی۔اس نے جھپٹ کر قندیل کے بازو کو اپنی گرفت میں لیا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔

"تمہاری یہ ہمت؟ تم مجھے انکار کر رہی ہو؟ تم شاید بھول رہی ہو کہ تم اس وقت کس کی قید میں ہو۔"

کاشان نے غصے سے کہا تھا اس کا غصہ اس کے اپنے کنٹرول میں نہیں آ رہا تھا کندیل کی اس بات پر۔

"میں نہیں بھولی!"

قندیل نے تڑپ کر اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی۔

"میں سردار موسیٰ نقوی کی بہن ہوں، جس نے کبھی جھکنا نہیں سیکھا۔ تم جتنا مرضی ظلم کر لو، تمھارا یہ گھٹیا پن تمھیں کبھی جیت نہیں دلا سکے گا۔ تم میرے بھائی کی عزت خاک میں ملانے کی بات کرتے ہو؟ تم خود مٹی میں مل جاؤ گے مگر میرے بھائی کا وقار کبھی کم نہیں ہو گا۔"

کاشان نے اس کے بازو پر اپنی گرفت مزید سخت کر دی، یہاں تک کہ قندیل کی ہڈیوں کے چٹخنے کی آواز آنے لگی۔

"تمھارا یہ غرور مجھے بہت پسند ہے قندیل۔ اسی غرور کو توڑنے میں تو اصل مزہ آئے گا۔ تم نہیں پہنو گی یہ؟ ٹھیک ہے، پھر مجھے خود یہ زحمت کرنی پڑے گی۔"

وہ کاشان تھا اس سے کسی قسم کی کوئی بھی توقع کی جا سکتی تھی۔

"خدا کے لیے باز آجاؤ! تمھیں اپنی بہن یاد نہیں آتی؟ تمھاری بھی تو کوئی عزت ہو گی؟"

قندیل کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔۔

"میری عزت؟ میری عزت تو تب ہی نیلام ہو گئی تھی جب تمہارے بھائی نے میری محبت کو مجھ سے چھینا تھا۔ اب میرے پاس کھونے کے لیے کچھ نہیں ہے قندیل، سوائے تمہارے بھائی کی بربادی کے۔"

کاشان نے اسے جھٹکے سے بستر پر گرایا۔ قندیل تیزی سے دوسری طرف سے اتری اور کمرے کے کونے میں موجود ایک بھاری گلدان اٹھالیا۔

"قریب مت آنا! میں کہہ رہی ہوں دور رہو مجھ سے!"

اس کی آواز میں وحشت تھی، مگر اس کے ہاتھوں میں موجود گلدان کانپ رہا تھا۔ کاشان رک گیا، اس کے چہرے پر ایک جاہلانہ مسکراہٹ آئی۔

"شیرنی بننے کی کوشش کر رہی ہو؟ اچھا ہے، شکار جتنا تڑپتا ہے، شکاری کو اتنا ہی سکون ملتا ہے۔"

وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا، جیسے کوئی بلی چوہے کے ساتھ کھیل رہی ہو۔ قندیل کا سانس پھول رہا تھا، اسے کمرے کی دیواریں اپنی طرف آتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ خوبصورت کمرہ در حقیقت ایک جہنم ہے جہاں اسے زندہ جلایا جائے گا۔

"دیکھو، میری بات سنو۔۔۔"

قندیل نے آخری بار اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تمہارے بھائی کے ساتھ جو بھی مسئلہ تھا، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم کیوں ایک معصوم کی زندگی تباہ کر رہے ہو؟ اگر تم مجھے چھوڑ دو گے، تو میں بھائی سے کہہ کر تمھیں معاف کروا دوں گی، وہ تمھیں کچھ نہیں کہیں گے۔"

"معافی؟"

کاشان غرا کر بولا۔

"مجھے معافی نہیں، مجھے اس کی آنکھوں میں وہی ذلت دیکھنی ہے جو اس نے مجھے دی تھی۔ اور وہ ذلت صرف تمہارے ذریعے ممکن ہے۔"

اس نے ایک جھٹکے سے قندیل کے ہاتھ سے وہ گلدان چھین کر دور دیوار پر مارا، جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا۔ قندیل اب مکمل طور پر نہتی ہو چکی تھی۔ کاشان نے اسے دوبارہ دیوار سے جا لگایا اور اس کے چہرے کے بہت قریب آ گیا۔

"اب وقت ضائع کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ رات گہری ہو رہی ہے اور میرا صبر ختم ہو رہا ہے۔ یہ لباس پہنو، ورنہ میں خود تمہارے یہ کپڑے تار تار کر دوں گا۔"

قندیل نے اپنی آنکھیں بند کر لیں، اس کے گالوں پر آنسوؤں کی قطاریں بہہ رہی تھیں۔ اسے اس وقت صرف اپنے بھائی کا چہرہ یاد آ رہا تھا، وہ موسیٰ بھائی جو اسے ایک کانٹا چبھنے بھی نہیں دیتا تھا جس بھائی کے اسے پلکوں پر بیٹھا کر رکھا تھا۔

"بھائی۔۔۔ کہاں ہیں آپ؟ آپ کی قندیل اجڑ رہی ہے بھائی۔۔۔"

اس نے دل میں دہائی دی، مگر سامنے کھڑا درندہ اپنی جیت کا جشن منانے کے لیے تیار تھا۔ کاشان نے اس کے عبایا کے پہلے بٹن پر ہاتھ رکھا، اور قندیل کو ایسا لگا جیسے اس کی روح اس کے جسم سے نکل رہی ہو۔ اس نے ہمت ہارنے کے بجائے آخری بار پوری قوت سے کاشان کے سینے پر دھکا دیا، مگر وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔

"تمھارا انجام بہت برا ہو گا کاشان۔۔۔ بہت برا!"

قندیل نے سسکتے ہوئے کہا، جبکہ کاشان نے اسے نظر انداز کرتے ہوئے اس کے سر کے پیچھے سے اسے جکڑ لیا۔

کمرے کی فضا اب گھٹن زدہ ہو چکی تھی، اور باہر رات کی خاموشی میں صرف قندیل کی سسکیوں کی آواز گونج رہی تھی، جو کسی بڑے طوفان کے آنے کی نوید دے رہی تھی۔

حویلی میں ماتم کا ماحول تھا کیوں کہ سید حویلی کی پوتی غائب تھی یہ خبر سب کے اوپر کسی قیامت کی طرح ٹوٹی تھی آیت بیگم کا تو رو رو کر برا حال تھا نور بھی بس روئے جا رہی تھی اور نور جیسا حال ہی روح کا تھا وہ سردارنی تھی لیکن اس وقت ٹوٹ گئی تھی کیوں کہ نور روح اور کندیل ساتھ میں پلی بڑی تھی وہ ایک دوسرے کی سگی بہنیں تھی اور ماہا بھی ان میں شامل تھی لیکن وہ کہیں نہ کہیں سب کو سنبھالنے کی کوشش بھی کر رہی تھی حفصہ بھی اس کا ساتھ دے رہی تھی ہاشم عدنان یحییٰ اور حنان سب لوگ موسیٰ کے پاس چلے گئے تھے تاکہ وہ سب مل کر کندیل کو ڈھونڈ سکیں ساجد نقوی اور احمد نقوی پولیس کے ساتھ مل کر کندیل کو ڈھونڈنے میں مدد کر رہے تھے لیکن جب ریاست نقوی نے یہ خبر سنی تو ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور کچھ ایسا ہی سید سائیں کے ساتھ بھی ہوا تھا اس وقت وہ دونوں ہی اپنے کمرے میں تھے اور انھیں نیند کی گولی دے کر سولا دیا تھا۔ سید حویلی کے در و دیوار اس وقت کسی سوگوار بستی کا منظر پیش کر رہے تھے۔ وہ حویلی جو

ہمیشہ قہقہوں اور رونقوں سے مہکتی تھی، آج وہاں صرف سسکیوں اور بین کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ سید حویلی کی لاڈلی، سب کی آنکھوں کا تارہ، قندیل نقوی کا یوں غائب ہو جانا کسی بڑے طوفان کی دستک تھی۔ آیت بیگم مصلے پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، مگر ان کی آنکھوں سے گرنے والے آنسو مصلے کو بھگو رہے تھے۔

"یا اللہ! میری بچی کی حفاظت کرنا۔۔۔ وہ تو ابھی کلی ہے، اسے کسی کی نظر نہ لگنے دینا!"

ان کی آواز میں موجود تڑپ ہر سننے والے کا دل چیر رہی تھی۔ نور، جو قندیل کے سب سے قریب تھی، ایک کونے میں زمین پر بیٹھی دیوار سے سر لگائے ساکت ہو چکی تھی۔ اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے، مگر اس کا وجود لرز رہا تھا۔ ماہا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ تڑپ کر اس کے گلے لگ گئی۔

"ماہا! وہ اسے لے گیا۔۔۔ وہ درندہ میری بہن کو اٹھا کر لے گیا اور میں کچھ نہ کر سکی۔ میں وہیں تھی ماہا، میں اسے بچا سکتی تھی!"

نور کی آواز میں پچھتاوا اور دکھ کی ایسی آمیزش تھی کہ ماہا کی اپنی سسکیاں نکل گئیں۔

"نور! خود کو سنبھالو۔ موسیٰ بھائی اور ہاشم بھائی گئے ہیں نہ؟ وہ قندیل کو لے آئیں گے۔ تم جانتی ہو موسیٰ بھائی کو، وہ قندیل کے لیے پوری دنیا سے لڑ سکتے ہیں۔" ماہا نے اسے دلاسا دیا، مگر اس کا اپنا دل ڈوب رہا تھا۔

روح، جو حویلی کی سردارنی تھی اور سب کی ڈھال تھی، آج خود کو بہت بے بس محسوس کر رہی تھی۔ اس نے سفید چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس کا چہرہ زرد پڑ چکا تھا۔ اس کی نظریں بار بار حویلی کے بڑے دروازے کی طرف اٹھتی تھیں، اس امید میں کہ ابھی موسیٰ اندر آئے گا اور اس کے ساتھ قندیل ہو گی۔ حفصہ بار بار روح کے پاس آتیں اور اسے تسلی دیتیں، حالانکہ وہ خود اندر سے ٹوٹی ہوئی تھیں۔

"روح! حوصلہ رکھو۔ ریاست ماموں اور سید سائیں کی طبیعت سنبھلنے کا نام نہیں لے رہی، اگر تم بھی ہمت ہار دو گی تو اس حویلی کو کون سنبھالے گا؟ تم یہاں کی سردارنی ہو" حفصہ نے روح کے ہاتھ تھامے جو برف کی طرح ٹھنڈے تھے۔

"حفصہ ! قندیل ویسے تو بہت بہادر ہے، لیکن وہ اندھیرے سے ڈرتی ہے۔ وہ اکیلی کیسے رہے گی؟ جس نے بھی اسے اٹھایا ہے، اسے ذرا بھی رحم نہیں آیا؟"

روح کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔۔

"بڑی تائی امی آپ پلیز یہ پانی کی پی لیں"

ماہا اب کنزہ بیگم کے پاس ائی لیکن انھوں نے پانی دور کر دیا تھا وہ بھی دعا کر رہی تھی اس وقت سب کی ہی حالت خراب تھی اور سب بس یہی دعا کر رہے تھے کہ کندیل بلکل ٹھیک ہو۔

💗💗

"کیا ہوا موسیٰ کی پتہ چلا ہے ہے"

موسیٰ نے وہاں موجود آس پاس جتنے بھی سی سی ٹی وی فوٹیج تھے سب نکالوا لیے تھے اور دیکھے بھی تھے لیکن وہ گاڑی وہاں بس ایک ہی میں روڈ سے گزری تھی اس کے علاؤہ وہ ان 4 راستوں سے نہیں گزری تھی جو کہ مین تھی وہاں سے وہ کسی دوسرے راستے سے مڑی تھی جو کہ ایک چھوٹی گلی تھی لیکن وہاں سے گاڑی گزرنے کی جگہ تھی پھر وہاں سے آگے میں روڈ تھے وہاں سے بھی وہ گاڑی نہیں گزری مطلب اس نے ایسے راستوں کا استعمال کیا تھا جو سوشل یوز میں نہیں تھے اور وہاں پر کوئی کیمرہ بھی نہیں تھا سردار موسیٰ کو انتہا سے زیادہ غصہ آرہا تھا دوپہر سے رات کو گئی تھی لیکن وہ لوگ کچھ نہیں کر سکے تھے۔

"کچھ بھی نہیں پتہ چل رہا ایک تو گاڑی کا نمبر نظر نہیں آرہا تھا ورنہ وہ ٹریس کر لیتے"

سردار موسیٰ نے غصے سے اسٹیرنگ پر مارا تھا۔ موسیٰ ہاشم عدنان ایک ہی کار میں تھے یحییٰ اور حنان الگ تھے۔

"حد ہے ویسے اتنا وقت ہو گیا ہم کچھ نہیں کر سکے نا جانے ہماری بہن کو حال میں ہو گی"

سردار موسیٰ نے پھر سے غصے سے اپنا ہاتھ گاڑی میں مارا تھا۔

"موسیٰ کچھ نہ کچھ مل جائے گا پریشان نہ ہو"

عدنان نے موسیٰ کو غصے میں دیکھ کر کہا۔

"اب تک کچھ ہو جواب ہو گا"

موسیٰ غصے سے بولا تھا اچانک ہی اس کے نمبر پر کال آئی تھی اس نے نمبر دیکھا تو احمد نقوی کا تھا اس نے فوراً سے کال اٹھائی۔

"جی چاچو کچھ پتہ چلا"

سردار موسیٰ نے فوراسے کہا تھا۔

"موسیٰ ایک سراخ ملا ہے"

احمد نقوی کی بات پر موسی نے سب کو دیکھا۔

"جی جی چاچو جلدی بولیں"

سردار موسیٰ نے فوراًسے کہا۔

"جس گاڑی کی تم نے فوٹیج بھیجی تھی وہ کوئٹہ کے پہاڑی راستوں پر جاتی ہوئی ملی ہے وہاں ایک پولیس اسٹیشن ہے اس کے باہر کی فوٹیج میں دیکھی گئی ہے وہ".

احمد نقوی نے ساری تفصیل بتائی۔

"آپ ہمیں لوکیشن بھیجیں ہم آرہے ہیں"
سردار موسیٰ نے کہا۔

"ٹھیک ہے بیٹا"
احمد نقوی نے یہ کہہ کر کال رکھ دی اور انھیں لوکیشن بھیجی۔

"کیا ہوا کیا پتہ چلا"
ہاشم نے فوراً سے پوچھا تھا۔

"اس گاڑی کو دیکھا گیا ہے ابھی ہم وہی جارہے ہیں تم یحییٰ کو کال کر کے بتا دو وہ لوگ بھی وہاں پہنچیں"

سردار موسیٰ نے ہاشم سے کہااور پھر گاڑی اسٹارٹ کی ہاشم نے اس کی بات پر ہاں میں سر ہلایا۔

"یااللہ تو میری بہن کی حفاظت فرمانا"

سردار موسیٰ نے دل میں دل کی تھی کیوں کہ اب دعا ہی تھی جو اس کی بہن کو بچا سکتی تھی۔



کاشان نے اس کے عبایا کے پہلے بٹن پر ہاتھ رکھا،اور قندیل کو ایسا لگا جیسے اس کی روح اس کے جسم سے نکل رہی ہو۔اس نے ہمت ہارنے کے بجائے آخری بار پوری قوت سے کاشان کے سینے پر دھکا دیا، مگر وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔

"میرے سامنے مزاحمت کرو گی اپنا بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا"

کاشان نے اس کی طرف دیکھ کر فاتحانہ مسکراہٹ سے کہا کندیل نے اسے ڈر کر دیکھا تھا۔ کاشان کی آنکھوں میں وحشت اور انتقام کا ایک ایسا طوفان تھا جس نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ اس نے قندیل کی کسی التجا، کسی سسکی کی پرواہ نہیں کی۔ قندیل نے اپنی پوری قوت جمع کر کے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا، مگر اس کے نحیف ہاتھ کاشان کے فولادی سینے کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

"میں نے کہا تھا نہ قندیل۔۔۔ یہ رات تمہاری بربادی کی رات ہے،"

کاشان نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو مروڑا۔ قندیل کے لبوں سے ایک دبی ہوئی چیخ نکلی۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کو سنبھال پاتی، کاشان نے پوری قوت سے اس کے عبایا کو گریبان سے پکڑ کر کھینچا۔ ریشمی کپڑے کے پھٹنے کی آواز اس پر سکون کمرے میں کسی دھماکے کی طرح گونجی۔ قندیل نے وحشت سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دونوں ہاتھوں سے خود کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ اس کا عبایا کندھوں سے ڈھلک کر زمین پر جا گرا، اب وہ صرف اپنی گرین قمیض اور شلوار میں اس درندے کے سامنے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کاشان کے چہرے پر ایک جنونی مسکراہٹ آئی۔ وہ قندیل کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگا۔

"تمہیں لگتا ہے تمہارے بھائی کی سرداری تمہیں مجھ سے بچا لے گی؟ آج اس کمرے میں صرف میں ہوں اور میری برسوں کی وہ آگ ہے جو تمہارے وجود کو راکھ کر دے گی۔"

کاشان نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور قندیل کی قمیض کے کالر کو اپنی گرفت میں لیا۔

"پلیز ایسا مت کرو تمھیں خدا کا واسطہ ہے ایسا مت کرو"

قندیل نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی اور روتے ہوئے بول رہی تھی، مگر وہ دیوار کے ساتھ لگی ہوئی تھی، بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کاشان نے پوری وحشت سے ہاتھ ڈال کر اس کی قمیض کو سامنے سے چاک کر دیا۔ قمیض کے پھٹنے کے ساتھ ہی قندیل کے نازک وجود پر کاشان کے ناخنوں کی خراشیں ابھریں، جن سے خون کی باریک لکیریں چھلکنے لگیں۔ قندیل کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے اسے زندہ جلتے ہوئے کوئلوں پر ڈال دیا ہو۔ اس درد کی شدت اور اپنی رد ہوتی ہوئی چادر کی بے بسی پر اس نے ایک ایسی دلخراش چیخ ماری جو شاید اس گھر کی دیواروں کو ہلا دینے کے لیے کافی تھی۔ وہ درد سے دہری ہو گئی اور فرش پر گھٹنوں کے بل گر پڑی۔ لیکن عین اسی لمحے، جب کاشان اس کے وجود کو پوری طرح برباد کرنے کے لیے آگے بڑھا، کچھ عجیب ہوا۔ جیسے ہی اس کی نظر قندیل کے ان معصوم آنسوؤں اور اس کے جسم پر پڑنے والی ان سرخ لکیروں پر پڑی جو اس کے اپنے ہاتھوں کا کرشمہ تھیں، کاشان کے قدم وہیں جم گئے۔ اس کے دماغ میں ایک زوردار

جھماکا ہوا۔ اسے قندیل کے چہرے میں اس لڑکی کا چہرہ نظر آنے لگا جس سے وہ کبھی محبت کرتا تھا۔ اسے وہ منظر یاد آیا جب اس کی اپنی محبت کو اس نے آخری بار دیکھا تھا، اسی طرح بے بس تھی اور اسی طرح اس کے تن سے کپڑے جدا تھے قندیل کے وجود سے نکلنے والی وہ تکلیف دہ سسکی کاشان کے ضمیر پر کسی ہتھوڑے کی طرح لگی۔ اور جب اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا جو احساس اس کے اندر جاگا تھا وہی احساس ان پھر اسے ہوا تھا اور جب جب وہ اس کے قریب ہو رہا تھا بار بار اس کا دل دھڑک رہا تھا لیکن وہ اگنور کر رہا تھا۔

کاشان کا ہاتھ، جو قندیل کو چھونے کے لیے آگے بڑھا تھا، ہوا میں معلق رہ گیا۔ اس کی سانسیں بے ترتیب ہو گئیں اور آنکھوں میں موجود وہ وحشت ایک دم خوف میں بدل گئی۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ قندیل کو نہیں، بلکہ اپنی ہی محبت کو دوبارہ مار رہا ہے۔

"نہیں۔۔۔" وہ ہانپتے ہوئے چند قدم پیچھے ہٹا۔اس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا۔وہ جس انتقام کی آگ میں جل رہا تھا،اس آگ نے اسے یکدم جھلسا کر رکھ دیا تھا۔قندیل،جو فرش پر پڑی درد سے کراہ رہی تھی اور اپنے کٹے پھٹے لباس کو سمیٹنے کی کوشش کر رہی تھی،حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔وہ شخص جو ابھی اسے نوچنے والا تھا،اب خود کسی شکست خوردہ انسان کی طرح پیچھے ہٹ رہا تھا۔کاشان نے اپنے ہاتھ دیکھے جو کانپ رہے تھے۔اسے قندیل کے وجود پر لگی وہ خراشیں اپنے دل پر لگی محسوس ہوئیں۔اس نے ایک دم رخ موڑا اور قندیل کی طرف پشت کر لی۔

"بند کرو یہ رونا! بند کرو!"

وہ غصے اور پشیمانی کے ملے جلے لہجے میں چلایا، مگر اس کی آواز میں اب وہ پہلے والی گھن گرج نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سی لرزش تھی۔ وہ تیزی سے الماری کی طرف بڑھا اور وہاں سے ایک بڑی چادر نکال کر پیچھے کی طرف اچھالی، بغیر مڑے، بغیر اسے دیکھے۔

"اوڑھ لو اسے۔۔۔ اور خاموش ہو جاؤ!"

کاشان اس وقت خود سے بھاگ رہا تھا۔ وہ جس موسیٰ نقوی سے بدلہ لینے نکلا تھا، اس بدلے نے اسے خود اس کی نظروں میں ایک ایسا ہی درندہ بنا دیا تھا جیسا وہ موسیٰ کو سمجھتا تھا۔ وہ کمرے کے دوسرے کونے میں جا کھڑا ہوا اور کھڑکی سے باہر کی روشنیوں کو دیکھنے لگا، مگر اس کی بند آنکھوں کے سامنے اب بھی قندیل کا وہ تڑپتا ہوا وجود اور وہ پھٹی ہوئی قمیض تھی۔ وہ اس وقت پاکستان میں نہیں تھے اس بات کا اندازہ کھڑکی کا منظر دیکھ کر لگایا جا سکتا تھا۔ قندیل نے لرزتے ہاتھوں سے وہ چادر اٹھائی اور خود کو اس میں پوری طرح چھپا لیا۔ اس کا پور پور درد کر رہا تھا، مگر اس وقت اسے اپنی آبرو بچ جانے پر خدا کا شکر ادا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ وہ بس فرش پر ڈھیر ہو کر سسکیاں بھرتی رہی، جبکہ کاشان خاموشی سے اپنی شکست کا بوجھ اٹھائے کھڑا رہا۔ وہ وہاں روک بھی نہیں پا رہا تھا اس لیے وہ کچھ بھی

کہے بغیر وہاں سب بھی چلا گیا تھا اس کے بعد اس نے ایک نظر بھی پیچھے مڑ کر اس لڑکی پر نہیں ڈالی تھی اور وہاں سے نکل گیا تھا۔اور کندیل وہ پڑی سسکیوں سے روتی رہی تھی۔

💗💗۔

نوٹ: اسلام علیکم کیوٹیز میں نے رومان شاہ سے رومان رئیس کر دیا ہے کیوں کہ ہماری ایک کیوٹ سی ریڈر کا کہنا تھا کہ انھوں نے لمس جنوں پڑھا ہوا ہوا ہے اور ان جیسے رومان شاہ نہیں ہو سکتا انھیں برا لگا تو میں نے چینج کر دیا اینڈ آئی ایم سوری تو ہر آئی ہوپ اب وہ خوش ہوں گی۔

اس رات رومان کا ضروری کال آگئی تھی جس وجہ سے وہ اس رات ہی چلا گیا تھا اور اب وہ تقریباً پورے ایک دن بعد آیا تھا اور کل سے گلناز اپنے کمرے میں ہی تھی اس نے کوئی زحمت نہیں کی تھی باہر جانے کی کیونکہ اس کا نہ تو کوئی ارادہ تھا جانے کا اور نہ ہی اسے یہ گھر اس لائق لگا تھا کہ وہ باہر جا کر اسے دیکھے اور نہ ہی اسے ان لوگوں میں بیٹھنا تھا اس لیے وہ سارا دن اپنے کمرے میں رہی تھی جب اسے بھوک لگی تو اس نے اپنے لیے باہر سے اڈر کیا تھا ان کا لایا ہوا کھانا جو کہ رومان کی چھوٹی بہن دے کر گئی تھی ہانیہ وہ بھی اس نے نہیں کھایا تھا۔ رومان رئیس، جو اپنی زندگی کے ہر فیصلے میں ٹھہراؤ اور توازن رکھنے کا عادی تھا، جب ایک دن کی طویل مصروفیت اور تھکن کے بعد کمرے میں داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ کمرہ، جو کبھی سلیقے کا نمونہ ہوا کرتا تھا، اس وقت کسی جنگ کا میدان لگ رہا تھا۔ گلناز کے کپڑے صوفے پر بکھرے ہوئے تھے، میک اپ کا سامان ڈریسنگ ٹیبل سے فرش تک پھیلا ہوا تھا اور کمرے کے ایک

کونے میں باہر سے منگوائے گئے کھانے کے خالی ڈبے ڈھیر تھے۔ رومان نے گہری سانس لی اور اپنی آستینیں اوپر چڑھاتے ہوئے آہستگی سے دروازہ بند کیا۔ اس کی نظر بیڈ پر بیٹھی گلناز پر پڑی جو ہاتھ میں فون پکڑے کسی بے نیازی سے اس کی موجودگی کو نظر انداز کر رہی تھی۔ رومان کے قدموں کی چاپ اس کے ٹھہراؤ کا پتہ دے رہی تھی، وہ غصے میں بپھرا ہوا نہیں تھا بلکہ اس کے وجود میں وہ خاموشی تھی جو کسی بڑے طوفان سے پہلے آتی ہے۔

"کمرے کی یہ حالت کرنے کے لیے کافی محنت کرنی پڑی ہو گی تمہیں،"
رومان کی آواز سپاٹ تھی، نہ کوئی طنز، نہ کوئی غصہ۔
گلناز نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، اس کی آنکھوں میں وہی پرانی سرکشی اور نفرت نمایاں تھی۔

"محنت کی ضرورت نہیں پڑی، میرا مزاج ہی ایسا ہے۔اور ویسے بھی، اس حبس زدہ ماحول میں مجھ سے کوئی اچھے کی امید رکھنا فضول ہے۔"
اس نے غصے سے کہا تھا موبائل میں مصروف رہتے ہوئے۔

"حبس ماحول میں نہیں، تمہاری سوچ میں ہے۔ہانیہ کھانا دے کر گئی تھی، وہ ویسے کا ویسے پڑا ہے۔کیوں؟"
رومان صوفے کے پاس رکا اور وہاں پڑے اس کے ایک مہنگے دوپٹے کو اٹھا کر تہہ کرنے لگا۔

"مجھے اس گھر کا کھانا زہر لگتا ہے۔نہ جانے کن ہاتھوں سے بنا ہے اور کس نیت سے۔میں نے اپنے لیے باہر سے آرڈر کر لیا تھا۔"

گلناز نے کندھے اچکائے۔ رومان نے دوپٹہ صوفے کی پشت پر رکھا اور گھوم کر اس کے سامنے آیا۔ اس کی گہری نظریں گلناز کے چہرے پر جمی تھیں۔

"باہر سے آرڈر کیا؟ یعنی تمہیں اس گھر کے کچن پر اعتبار نہیں، مگر سڑک کنارے کسی انجان ہوٹل یا ریسٹورنٹ کے کھانے پر پورا بھروسہ ہے؟ عجیب لوجک ہے تمہاری۔"

وہ اس کے سامنے آتے ٹھہراو سے بولا تھا۔

"لوجک میری ہے تو تکلیف تمہیں کیوں ہو رہی ہے؟"

گلناز نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

"اور ویسے بھی، میں کل سے اس کمرے میں قید ہوں، مجھے یہاں نہیں رہنا"

"قید؟"

رومان کے لبوں پر ایک مختصر اور تلخ مسکراہٹ آئی۔

"دروازہ باہر سے بند نہیں تھا گلناز۔ ہانیہ، امی، سب باہر ہی تھے۔ تم خود باہر کیوں نہیں گئیں؟"

"میں اس گھر کو، اس کے در و دیوار کو اس قابل ہی نہیں سمجھتی کہ اپنا قدم باہر نکال کر اسے دیکھوں۔ یہ گھٹن زدہ گھر میرے پیروں کی دھول کے برابر بھی نہیں ہے۔"

گلناز نے نفرت سے کمرے کا جائزہ لیا۔ رومان نے اس کی بات سن کر ایک لمبا توقف کیا، جیسے وہ اس کی کہی ہوئی غلاظت کو اپنے ٹھہراؤ سے دھونا چاہ رہا ہو۔

"دلچسپ بات ہے۔ تم اس گھر کو اپنے پیروں کی دھول کہتی ہو، اس کے کچن اور ہال کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ وہاں جاؤ، مگر اسی گھر کے ایک کمرے کو تم نے اپنے لائق سمجھ لیا ہے؟ یہاں تم سو رہی ہو، یہاں تم رہ رہی ہو، یہاں تم اپنا سامان بکھیر رہی ہو۔ اگر پورا گھر نااہل ہے، تو یہ کمرہ عرش بریں تو نہیں؟"

رومان نے بہت ٹھہراؤ سے اسے جواب دیا جو کہ اس کے اندر آگ کا کام کر چکا تھا گلناز اس کے جواب پر تلملا اٹھی۔

"تمہاری ان باتوں سے کچھ بدلنے والا نہیں ہے رومان رئیس! میں یہاں رہنے نہیں آئی۔ میں بس موقع دیکھ رہی ہوں، جیسے ہی مجھے راستہ ملا، میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ تم مجھے روک نہیں پاؤ گے۔"

گلناز نے نفرت سے کہا تھا۔ رومان نے اس کی طرف ایک قدم بڑھایا، اس کا قد آور وجود گلناز پر سایہ کرنے لگا۔ اس کے لہجے کا ٹھہراؤ اب ایک ایسی برفانی سردی میں بدل گیا جو انسان کی ہڈیوں تک اتر جائے۔

"جانے کی بات دوبارہ مت کرنا،
رومان نے دھیمے مگر اٹل لہجے میں کہا۔
"تمہیں کیا لگتا ہے، یہ کوئی ہوٹل ہے جہاں تم اپنی مرضی سے آئی اور اپنی مرضی سے چیک آؤٹ کر لو گی؟ تم اب رومان رئیس کی بیوی ہو اور یہاں سے کبھی نہیں جا سکتی۔"

"میں تمھاری بیوی نہیں ہوں، اور نہ ہی تمھاری کوئی باندی!"
گلناز چیخی۔

"میں جاؤں گی، آج نہیں تو کل، میں اس قید خانے کی زنجیریں توڑ دوں گی۔"

رومان نے اس کے چہرے کے قریب جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اب غصے کے پیچھے ایک انجانا خوف سر اٹھا رہا تھا۔

"تو سنو گلناز، یہ وہم اپنے دماغ سے نکال دو۔ تم اس گھر میں آئی تو اپنی مرضی کے خلاف ہو گی، مگر اب یہاں سے جانا تمہارے اختیار میں نہیں ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ اپنے دوسرے ہاتھ میں سختی سے جمایا اور ایک ایسی بات کہی جس نے گلناز کے خون کو منجمد کر دیا۔

"تمہاری لاش ہی اب اس گھر سے نکلے گی گلناز۔ جیتے جی تمہارا کوئی راستہ اس دہلیز سے باہر نہیں جاتا۔ تم جتنا چاہو باہر کا کھانا منگواؤ، جتنا چاہو اس کمرے کو اجاڑو، مگر حقیقت یہی ہے کہ تمہاری صبح اور تمہاری شام اب اسی گھر کے مقدر سے جڑی ہے۔ تم یہاں سے تبھی جاؤ گی جب تمہاری سانسیں تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گی۔"

گلناز کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر بستر پر گر گیا۔ وہ ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی، وہ رومان رئیس جسے وہ اب تک ایک خاموش اور دبنے والا انسان سمجھ رہی تھی، اس وقت اپنی پوری مردانہ وجاہت اور سختی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا اسے اپنی اوقات بتا رہا تھا۔

"تم۔۔۔ تم اتنے ظالم ہو سکتے ہو؟"

گلناز کی آواز لرزنے لگی۔

"میں ظالم نہیں ہوں، میں صرف حقائق پسند ہوں،"

رومان نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

"اب یہ کمرہ صاف کرو، اور کل سے ناشتہ سب کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل پر ہو گا۔ باہر کا کھانا دوبارہ اس کمرے میں نظر نہ آئے۔ میں اپنی بیوی کو کسی ڈھابے کا کھانا کھلا کر بیمار نہیں کرنا چاہتا، چاہے وہ بیوی مجھے زہر ہی کیوں نہ سمجھتی ہو۔"

رومان یہ کہہ کر واش روم کی طرف بڑھ گیا، جبکہ گلناز وہیں بت بنی کھڑی رہی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ رومان رئیس سے لڑنا آسان ہے، مگر اس کے ٹھہراؤ اور خاموش گرفت سے نکلنا ناممکن ہے۔ اس کے کانوں میں ابھی تک وہی الفاظ گونج رہے تھے۔

"تمہاری لاش ہی اب اس گھر سے نکلے گی"۔

اسے پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ واقعی ایک ایسی قید میں آگئی ہے جس کی چابی رومان نے کہیں بہت گہری خاموشی میں چھپادی ہے۔



وہ لوگ پوری رات کندیل کرتا ریخی رات میں ڈھونڈنے رہے تھے کوئی ایک پل کے لیے بھی آرام کے لیے نہیں روکا تھا لیکن اب تک کندیل کر کچھ بھی پتہ نہیں چلا تھا وہ لوگ اب گاڑیوں سے اتر کر پیدل چلتے ہوئے کندیل کو اس جگہ میں ڈھونڈ رہے تھے جو کہ سنسان تھا وہاں پھاڑ تھے اور سوکھے کئی درخت کھڑے تھے۔

"موسیٰ وہ دیکھو ایک فیکٹری نظر آرہی ہے"

ہاشم نے اپنے اسے دور ایک فیکٹری کو دیکھ کر کہا جو کہ مشکل سے انھیں نظر آ رہی تھی اور بہت دور تھی ہاشم کے کہنے پر سب لوگوں نے ہی اس طرف دیکھا تھا وہ اس جگہ پر ہر طرف کندیل کو ڈھونڈ رہے تھے ہاشم کے بتانے پر سردار موسیٰ اس طرح بھاگا تھا اسکے ساتھ ساتھ باقی سب بھی اس طرف گئے تھے موسیٰ بغیر رکے بھاگتے ہوئے اس طرف جا رہا تھا اور پانچ منٹ میں وہاں پہنچ گیا تھا ہاشم بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی تھا وہ دونوں فوراً سے اندر گئے تھے اور باقی سب لوگ باہر کا جائزہ لینے لگے تھے۔ سردار موسیٰ اور ہاشم تیش اور وحشت کے عالم میں اس متروکہ فیکٹری کے اندر داخل ہوئے۔ فیکٹری کی بوسیدہ دیواریں اور وہاں چھایا ہوا گہرا سکوت ان کے دلوں کی دھڑکنوں کو مزید تیز کر رہا تھا۔ قدموں تلے بکھرا ہوا شیشہ اور کچرا ان کی آمد کا اعلان کر رہا تھا، مگر موسیٰ کو اس وقت کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ اس کی آنکھیں بس اپنی بہن کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

"قندیل! قندیل کہاں ہو تم؟"

موسیٰ کی آواز فیکٹری کے ہال میں گونجی، مگر جواب میں صرف خاموشی ملی۔ ہاشم نے اشارے سے موسیٰ کو خاموش رہنے کو کہا اور ہاتھ میں پکڑی پسٹل تان لی۔

"موسیٰ، سنبھل کر۔ ہو سکتا ہے وہ ابھی یہیں کہیں آس پاس ہوں۔"

وہ دونوں ایک ایک کر کے فیکٹری کے کمروں کو چیک کرنے لگے، مگر پہلے دو تین کمروں میں سوائے دھول، مٹی اور زنگ آلود مشینوں کے کچھ نہیں ملا۔ موسیٰ کی بے چینی حد سے بڑھ رہی تھی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وقت اس کے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسل رہا ہو۔ جیسے ہی وہ راہداری کے آخری کونے میں موجود ایک لکڑی کے بوسیدہ دروازے کے پاس پہنچے، موسیٰ نے ایک زوردار ٹھوکر سے دروازہ کھول دیا۔ اندر کا منظر دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کمرے کے عین وسط میں ایک لکڑی کی پرانی کرسی رکھی تھی جس کے چاروں طرف کچھ کٹی ہوئی رسیاں بکھری پڑی تھیں۔ فرش پر قندیل کا حجاب اور اس کا نقاب کسی لاوارث چیز کی طرح پڑے ہوئے تھے۔ موسیٰ کی نظریں ان پر جم گئیں اور اس کا وجود لرزنے لگا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم بڑھاتا ہوا اس کرسی کے قریب آیا اور جھک کر اس نقاب کو اٹھایا جو اس کی بہن کی حیا کا محافظ تھا۔

"نہیں۔۔۔"

موسیٰ کے حلق سے ایک گھٹی ہوئی آواز نکلی۔اس نے اس نقاب کو اپنے چہرے سے لگایا، جس سے اب بھی قندیل کی خوشبو اور اس کے آنسوؤں کی نمی محسوس ہو رہی تھی۔اس کے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔

"موسیٰ! یہاں کشمکش کے نشانات ہیں۔دیکھو یہ رسیاں کاٹی گئی ہیں یا کھولی گئی ہیں۔اس کا مطلب ہے وہ اسے یہاں لائے تھے، مگر اب وہ یہاں نہیں ہے۔"

ہاشم نے کمرے کا بغور جائزہ لیا۔موسیٰ نے نقاب کو اپنی مٹھی میں سختی سے بھینچ لیا،اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"وہ اسے یہاں سے لے گئے ہاشم! ہم ایک بار پھر دیر کر گئے۔ وہ درندہ میری بہن کو تڑپا رہا ہے اور میں۔۔۔ میں کچھ نہیں کر پا رہا مشکل سے ثبوت مل رہے ہیں وہاں پر بھی پہنچ کر پتا چلتا ہے وہ اسے یہاں سے لے گیا۔"
اس کے لہجے میں ایسی وحشت تھی کہ ہاشم بھی ایک لمحے کے لیے سہم گیا۔

"عدنان! یحییٰ! اندر آؤ!"
ہاشم نے باہر موجود باقی سب کو آواز دی۔
جیسے ہی سب اندر داخل ہوئے، کمرے کی حالت دیکھ کر ان کے چہرے بھی زرد پڑ گئے۔ عدنان نے زمین پر پڑی رسیوں کو اٹھا کر دیکھا۔

"یہ رسیاں نئی لگ رہی ہیں اور نشانات بھی تازہ ہیں لیکن یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ وہ کندیل کو یہاں سے کب لے کر گئے ہیں"
عدنان نے سوچتے ہوئے کہا۔

"باہر دو طرف گاڑیوں کے نشانات ملے ہیں"
یحییٰ نے عدنان کی بات کے بعد فوراً سے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے ہم ان دونوں نشانات کا پیچھا کریں گیں ہمیں نہیں پتہ کہ وہ کس راستے سے گیا ہے"
سردار موسیٰ نے سب کو دیکھ کر کہا اس کی بار پر سب لوگ پھر سے باہر گئے تھے کیوں کہ انھیں کندیل کو ڈھونڈنا تھا۔

کاشان ایک بند کمرے میں سگریٹ پر سگریٹ پی رہا تھا جب اس کے نمبر پر کال آئی تھی اس نے کال دیکھی تھی باس کی تھی نمبر دیکھ کر اس کا موڈ بلکل خراب ہو گیا تھا وہ کل رات سے اس کمرے میں بند تھا کیوں کہ جو وہ کل قندیل کے ساتھ کرنے جا رہا تھا اب وہ اس کے ندامت محسوس کر رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کیوں وہ اس لڑکی کو برباد نہیں کر پایا کیون اس نے اسے چھوڑ دیا تھا یا اس کا دل اس لڑکی کے لیے کچھ محسوس کر رہا تھا اسے رات بلکل وہی محسوس ہوا جب اس نے اسے پہلی بار دیکھا تھا لیکن وہ کیسے اس لڑکی سے محبت کر سکتا تھا ایک بار کا صلہ اس نے دیکھ لیا تھا ابھی وہ ان سوچون میں دوبارہ جاتا کہ اس کا موبائل بجا تھا کاشان اس طرف متوجہ ہوا اور اس نے کال اٹھائی۔

"کہاں ہو تم دو دن سے میں نے تمھیں دیکھا نہیں"

باس کی سخت آواز اسپیکر پر گونجی۔

"ایک کام کے سلسلے میں ملک سے باہر ایا ہوں"

کاشان نے اسپاٹ سے انداز میں جواب دیا۔

"کام کے سلسلے میں یا موسیٰ کی بہن کو کیڈ نیپ کر کے ملک سے فرار ہوئے ہو"

باس کی بات پر کاشان حیران ہوا اس نے تو باس کو نہیں بتایا تھا۔

"میں کام کے سلسلے میں ہی آیا ہوں"

کاشان نے اپنی بات پھر دوہرائی۔

"مجھے جھوٹ پسند نہیں ہے اور مجھ سے غداری نہ کرنا ورنہ کتے کی موت دوں گا مجھے پتہ ہے تم نے ہی موسیٰ کی بہن کو کیڈنیپ کیا ہے اب شرافت سے اسے میرے حوالے کرو وہ میری ہے"

باس کی غصے سے بھرپور آواز گونجی اور اس نے اپنی موٹھیاں بھینچ لی۔

کاشان کے سینے میں جیسے غصے کا کوئی لاوا ابل پڑا ہو۔ باس کی گھٹیا بات سن کر اس کی آنکھوں کے سامنے قندیل کا وہ معصوم اور تڑپتا ہوا چہرہ گھوم گیا جو کل رات اس کے سامنے ایک ہاری ہوئی جنگ لڑ رہی تھی۔ اسے قندیل کے آنسو یاد آئے، اس کی وہ درد بھری چیخ یاد آئی، اور سب سے بڑھ کر وہ ندامت یاد آئی جس نے کاشان جیسے سنگدل انسان کو بھی پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"زبان سنبھال کر بات کریں!"

کاشان کی آواز میں ایسی کاٹ تھی کہ فون کی دوسری طرف ایک لمحے کے لیے خاموشی چھا گئی۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں یہاں اپنے ذاتی کام سے آیا ہوں، اور میں نہیں جانتا کہ موسیٰ کی بہن کہاں ہے"

"اوہ۔۔۔ تو اب سردار موسی کی بہن کے لیے تم میرے خلاف جاؤ گے؟" باس کی طنزیہ ہنسی اسپیکر پر گونجی۔

"کاشان! مجھے کوئی بڑا قدم اٹھانے پر مجبور مت کرو۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ وہ لڑکی تمہارے قبضے میں ہے۔ اسے میرے پاس پہنچاؤ، وہ میرے سکون کا سامان بنے گی۔ اور اس کی بہت قیمت بھی ملے گی"

اس کی بات پر کاشان کا میٹر گھوم گیا۔

"وہ کوئی چیز نہیں ہے، وہ ایک انسان ہے! اور آپ کے ذہن میں جو گندگی چل رہی ہے، اسے وہیں دفن کر دیں۔ میں غدار نہیں ہوں، لیکن اگر آپ نے اس لڑکی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی کوشش بھی کی تو یاد رکھیے گا کہ کاشان جتنا وفادار ہے، اس سے کہیں زیادہ خطرناک دشمن بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

کاشان نے سگریٹ کا ٹکڑا ایش ٹرے میں مسل کر ختم کیا اور دانت پیستے ہوئے بولا،

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟"

باس کی آواز اب غصے سے لرز رہی تھی۔

"تم بھول رہے ہو کہ میں کون ہوں۔ اگر میں چاہوں تو اگلے پانچ منٹ میں تمہاری لوکیشن ٹریس کر کے اپنے بندے وہاں بھیج سکتا ہوں۔"

"کوشش کر کے دیکھ لیں،"

کاشان نے سرد مہری سے جواب دیا۔

"اور جہاں تک اس لڑکی کی بات ہے، تو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ اور نہ ہی مجھے معلوم ہے وہ کہاں ہے"

"کاشان! میری یادداشت اتنی کمزور نہیں ہے۔ تم موسیٰ نقوی سے اپنی بربادی کا بدلہ لینے کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اب جب شکار جال میں ہے، تو تم یہ پارسائی کا ڈھونگ کس کے لیے کر رہے ہو؟"

باس کی آواز اب کسی سانپ کی پھنکار جیسی ہو گئی تھی۔

"مجھے وہ لڑکی چاہیے، زندہ یا مردہ۔ اگر تم اسے میرے حوالے نہیں کرتے، تو سمجھ لینا کہ تم نے اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیے ہیں۔"

"میں نے کہہ دیا نہ کہ وہ میرے پاس نہیں ہے!"

کاشان اب دھاڑا تھا۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھیں، جو کرنا ہے کریں، لیکن مجھ سے اس لڑکی کا پتہ نہ پوچھیں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔اگر وہ تمہارے پاس نہیں ہے، تو پھر اسے ڈھونڈنے میں میرے آدمیوں کو دیر نہیں لگے گی۔اور یاد رکھنا، جب وہ میرے ہاتھ آئے گی، تو میں اس کے ساتھ وہ کروں گا جو تم سوچ کر بھی کانپ جاؤ گے۔"

باس نے آخری بار زہریلے انداز میں کہا اور کال منقطع کر دی۔کاشان نے فون بستر پر پٹخ دیا۔اس کا پورا وجود غصے اور ایک انجانے خوف سے لرز رہا تھا۔اسے باس کی درندگی کا بخوبی اندازہ تھا۔وہ جانتا تھا وہ شخص کتنا گھٹیا اور خطرناک ہے وہ کسی بھی حالت میں قندیل کو اس کے حوالے نہیں کر سکتا تھا اور اب اس نے ایک بار تو سوچ لی تھی وہ قندیل کو باس سے بچائے گا۔

اس نے ایک بار پھر فون اٹھایا اور کسی کو کال کی۔

"ہاں بولو کام کہاں تک پہنچا ہے"
کاشان نے سامنے موجود شخص کو دیکھ کر کہا۔

"سر ہم نے جو آپ نے ہدایت دی تھی اس کے مطابق ایک لڑکی کی ڈیڈ باڈی کی سرجری کر دی ہے اب بتائیں آگے کیا کرنا ہے"
سامنے شاید کوئی ڈاکٹر تھا اس نے یہ آرڈر مل رات دیا تھا اور ارجنٹ دیا تھا کیوں کہ وہ اب کسی حال میں بھی کندیل کو خود سے دور جانے نہیں دے سکتا تھا فلحال اسے اس لڑکی کو ڈیل کرنا تھا اس کا مقصد اب بھی اس لڑکی کو اذیت دینا ہی تھا لیکن وہ اس سے نکاح کرنے کا اِرادہ رکھتا تھا اور پھر وہ اسے اپنی قربت کی اذیت سے دوچار کرنے والا تھا اور ایک دن اچانک موسیٰ کے سامنے اس کی بہن کو کھڑا کر کے اذیت سے دوچار کرنا چاہتا تھا۔

"ٹھیک ہے میرے اگلے آرڈر کا انتظار کرو"

کاشان نے اتنا کہا اور کال رکھ دی اب اس کا اِرادہ کندیل سے نکاح کا تھا جس کے لیے اسے اس لڑکی کو منانا تھا۔

💗 💗

نشانوں کا پیچھا کرتے وہ لوگ ایک کھلے میدان میں پہنچے وہاں پر نشان ختم ہو گئے تھے۔

"یہ کیا یہاں تو نشانات ختم ہو گئے ہیں"

عدنان نے زمین کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"اور یہاں سے یہ گاڑی واپس گئی ہے"

ہاشم نے نیچے بیٹھ کر گاڑی کو واپس بیک کی طرف نشانات دیکھ کر کہا۔

"آس پاس کا جائزہ لو کچھ مل جائے گا"

سردار موسیٰ نے حکم صادر کیا تھا اس کی بات پر وہ لوگ ہاں میں سر ہلا کر جگہ کا جائزہ لینے لگے تھے۔ سردار موسیٰ نقوی کی نظریں اس بنجر زمین پر جمی ہوئی تھیں جہاں گاڑی کے ٹائروں کے نشانات ایک خاص نقطے پر آ کر رک گئے تھے اور وہاں سے واپسی کے نشانات صاف واضح تھے۔ اس کے دل کی دھڑکنیں کسی خطرے کی گھنٹی کی طرح بج رہی تھیں۔ یہ سنسان میدان کوئٹہ کے پہاڑی سلسلوں کے دامن میں واقع تھا، جہاں عام طور پر چرواہوں کے علاوہ کوئی نہیں آتا تھا۔

"موسیٰ! یہاں آؤ۔"

ہاشم کی آواز میں ایک عجیب سی کھٹک تھی جو اس نے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر دی تھی۔ موسیٰ، عدنان اور یحییٰ تیزی سے اس طرف لپکے۔ ہاشم ایک ہموار زمین کے ٹکڑے پر کھڑا تھا جہاں گھاس بالکل دبی ہوئی تھی اور مٹی پر کسی بھاری چیز کے لینڈ کرنے کے گول دائروں میں نشانات موجود تھے۔

"یہ۔۔۔یہ تو کسی ہیلی کاپٹر کے لینڈنگ پیڈ جیسے نشانات ہیں،"
یحییٰ نے حیرت اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا۔
"اس کا مطلب ہے کہ وہ گاڑی یہاں تک آئی، قندیل کو ہیلی کاپٹر میں منتقل کیا گیا اور پھر وہ فضا کے راستے غائب ہو گئے۔"
سردار موسیٰ کے جبڑے سختی سے بھنچ گئے۔ اس کا شک یقین میں بدل رہا تھا کہ یہ کسی عام اغوا کار کا کام نہیں ہے۔

"ہیلی کاپٹر؟"

سردار موسیٰ نے دہرایا۔

"اس علاقے میں بغیر پرمیشن کے کوئی ہیلی کاپٹر پرواز نہیں کر سکتا۔ عدنان! فوراً ایئر ٹریفک کنٹرول اور قریبی بیس سے رابطہ کرو۔ مجھے پچھلے بارہ گھنٹوں کی تمام نان شیڈولڈ پروازوں کا ڈیٹا چاہیے۔"

عدنان نے فوراً فون نکالا اور کالز کرنے لگا، جبکہ موسیٰ نے اس جگہ کا باریک بینی سے مشاہدہ شروع کیا۔ اسے وہاں کچھ اور بھی نظر آیا۔ مٹی میں دبی ہوئی ایک چھوٹی سی سگریٹ کی ڈبیا اور کچھ جوتوں کے نشانات جو کسی مہنگے برانڈ کے لگ رہے تھے۔

"یہ کوئی منظم گروہ ہے ہاشم،"

موسیٰ نے مٹی سے وہ ڈبیا اٹھاتے ہوئے کہا۔

"جس نے بھی یہ پلان کیا ہے، اسے معلوم تھا کہ ہم زمینی راستوں کو سیل کر دیں گے۔ اس نے فضا کا راستہ چنا کیونکہ اسے پتہ ہے کہ وہاں اسے روکنے والا کوئی نہیں ہو گا۔"

"لیکن موسیٰ، ہیلی کاپٹر کہاں گیا ہو گا؟"
ہاشم نے پریشانی سے پوچھا۔
"یہاں سے تو سرحد بھی قریب ہے اور کئی نجی ایئر سٹرپس بھی موجود ہیں۔"

"اگر وہ ہیلی کاپٹر میں گئی ہے، تو اس کا مطلب ہے وہ اسے اس شہر سے دور لے جا چکا ہے۔"
موسیٰ کی آنکھیں اب کسی شکاری کی طرح چمک رہی تھیں۔ اسی وقت عدنان کی کال ختم ہوئی اور وہ تیزی سے موسیٰ کے پاس آیا۔

"موسیٰ! ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہوا ہے اور جس علاقے کا میں نے بتایا وہاں سے نا ممکن ہے"

عدنان کی بات پر سردار موسیٰ کو غصہ آرہا تھا کیسی گھٹیا سروس تھی کسی کو کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔

"یااللہ"

موسیٰ نے آسمان کی طرف دیکھا اسے سمجھ نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے بس اس کی بہن سلامت ہو اسے اور کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔

"اب کیا کریں"

عدنان نے سوال کیا تھا۔

"ہمیں اس شخص کا پتہ کرنا ہو گا وہ کون ہے ہمیں وہ لائبریری کی فوٹیج سے ہی اس شخص تک پہنچنا ہے اب اور ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے کیوں کہ مجھے نہیں لگتا کوئی اور ہماری مدد کرے گا"

سردار موسیٰ نے پر سوچ انداز میں جواب دیا تھا۔

"بلیک مامبا"

اچانک عدنان نے یہ الفاظ دہرائے تھے جبکہ اس کی بات پر سب نے ہی اس کی طرف دیکھا تھا۔

"گریٹ ہمیں اس سے ملنا ہو اگا"

سردار موسیٰ بھی بلیک مامبا کو جانتا تھا عدنان کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا کیوں کہ اب وہی تھا جو کہ اس کی مدد کر سکتا تھا۔



کاشان نے کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا تو کنديل اب بھی وہی فرش پر بیٹھی تھی جہاں پر وہ اسے کل رات چھوڑ کر گیا تھا کاشان کو دیکھ کر وہ اپنے گرد لپٹی چادر کو مزید مضبوطی سے تھام کر اپنے گرد لپیٹ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سوج کر سرخ ہو چکی تھیں اور چہرے پر کرب کی وہ لہریں تھیں جو کسی بھی پتھر دل انسان کو پگھلا سکتی تھیں۔ کاشان کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ اس کے ذہن میں باس کی وہ غلیظ باتیں گونج رہی تھیں جنہوں نے اس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی پیدا کر دی تھی۔ وہ اس کے قریب آیا اور بیڈ کے پاس پڑی کرسی کھینچ کر اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔

"کب تک اس طرح فرش پر بیٹھی رہو گی؟"

کاشان کی آواز میں کل رات والی وحشت نہیں تھی، مگر سختی ابھی بھی برقرار تھی۔ قندیل نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کی نظریں فرش پر جمی رہیں اور سسکیوں کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری ہو گیا اس کی خاموشی کاشان کو چڑانے لگی۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں قندیل نقوی! یہاں سے بھاگنے کا خیال دل سے نکال دو۔ یہ جگہ میری ہے اور، میری مرضی کے بغیر یہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔"

کاشان نے جھک کر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔

"کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ میرے بھائی سے دشمنی ہے تو اس سے اپنی دشمنی پوری کرو، مجھے کیوں اس ذلت کے جہنم میں جھونک رہے ہو؟ کیا تمہیں ذرا بھی خدا کا خوف نہیں؟"

قندیل نے ہمت جمع کی اور پہلی بار اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لرزتی آواز میں پوچھا۔

"خدا کا خوف؟ وہ تب کہاں تھا جب تمہارے بھائی نے میری بستی اجاڑی تھی؟ قندیل، یہ بدلہ ہے، اور بدلے میں معصومیت کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔"

"لیکن اب پلان بدل گیا ہے"
کاشان کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔ وہ تھوڑا اور قریب ہوا اور دھیمے مگر خطرناک لہجے میں بولا۔ جبکہ اس کی اس بات پر قندیل نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب ہے تمھاری اس بات کا"

قندیل نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں تمھیں اجاڑوں گا لیکن تم سے نکاح کر کے"

کاشان کی بات قندیل کے کانوں میں کسی زہریلے تیر کی طرح لگی۔اس نے حیرت اور وحشت کے ملے جلے تاثرات سے کاشان کے پتھریلے چہرے کو دیکھا، جسے دیکھ کر لگ ہی نہیں رہا تھا کہ وہ کوئی مذاق کر رہا ہے۔ نکاح؟ایک ایسے شخص سے جس نے اسے اغوا کیا، جس نے اس کی چادر کو تار تار کرنے کی کوشش کی اور جس کی آنکھوں میں صرف انتقام کی آگ تھی۔

"نکاح؟"

قندیل کے لبوں سے ایک تمسخرانہ ہنسی نکلی، حالانکہ اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ تم مجھے یہاں قید کر کے، مجھ پر ظلم کر کے یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہارے نام کا لبادہ اوڑھ لوں گی؟ میں قندیل نقوی ہوں، سردار موسیٰ نقوی کی بہن! میں مرنا پسند کروں گی، زہر پی لوں گی، لیکن تم جیسے گھٹیا اور کم ظرف انسان کے ساتھ اپنا نام جوڑنا کبھی گوارا نہیں کروں گی۔"

کاشان کے چہرے پر کوئی تبدیلی نہیں آئی، وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، جیسے اسے اس ردعمل کی پہلے سے توقع تھی۔

"تمہاری زبان بہت چلنے لگی ہے قندیل، شاید کل رات جو سبق میں نے ادھورا چھوڑا تھا، اس نے تمہیں یہ حوصلہ دیا ہے۔"

کاشان نے کرسی پر تھوڑا پیچھے ہوتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"نکاح سے انکار کرنا تمہارے لیے آسان ہے کیونکہ تم ابھی بھی اس وہم میں ہو کہ تمہارا بھائی یہاں پہنچ جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم اس وقت جس جگہ ہو، وہاں تمہارے بھائی کا سایہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ میں کہاں ہوں!"

قندیل نے چادر کو مزید مضبوطی سے تھامتے ہوئے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔

"تم میرا جسم قید کر سکتے ہو، مجھے مار سکتے ہو، لیکن میرا ضمیر اور میرا ارادہ تمہاری قید میں نہیں ہے۔ تم نکاح کی بات کرتے ہو؟ میں تمہارے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہ کروں۔ تم نے میرے ساتھ جو کیا ہے، اس کے بعد تم میرے لیے صرف ایک درندے ہو، اور درندوں سے نکاح نہیں کیا جاتا، انہیں عبرت کا نشان بنایا جاتا ہے۔"

کاشان کی آنکھوں میں ایک دم سرخی اتری۔اس نے جھک کر قندیل کے بالوں کو مٹھی میں جکڑا اور اس کا چہرہ اپنے قریب کیا۔ قندیل درد سے تلملا اٹھی، مگر اس نے اپنی آنکھیں نہیں جھکائیں۔

"بڑی بہادر بن رہی ہو؟"

کاشان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے، اگر تمہیں نکاح سے اتنی ہی چڑ ہے تو مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے کہ میں ایک ایسی لڑکی کو اپنی بیوی کہوں جس کے بھائی کے خون کا میں پیاسا ہوں۔ میں نے تو سوچا تھا کہ تمہیں ایک نام دے دوں گا تو شاید تمہاری زندگی کے دن کچھ سکون سے گزر جائیں گے، لیکن اگر تمہیں ذلت ہی پسند ہے تو سو بسم اللہ۔"

اس نے قندیل کو جھٹکے سے چھوڑا، جس کی وجہ سے وہ دوبارہ فرش پر گری۔

کاشان کھڑا ہوا اور اس کے گرد چکر لگانے لگا۔

"مجھے تمہارے ساتھ رات گزارنے میں ویسے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے، قندیل نقوی۔ نکاح تو صرف ایک قانونی پردہ تھا، ورنہ میرے لیے تم اب بھی وہی شکار ہو جو کل رات میرے رحم و کرم پر تھا۔ اگر تم نکاح نہیں کرنا چاہتیں، تو پھر ہم اسی رشتے کو آگے بڑھاتے ہیں جو کل رات شروع ہوا تھا۔ کیا خیال ہے؟ بغیر نکاح کے تم اس کمرے میں میرے ساتھ رہو گی، ایک باندی بن کر، ایک لونڈی بن کر۔ لوگ کیا کہیں گے؟ سرداروں کی بیٹی ایک گمنام شخص کے بستر کی زینت بنی ہوئی ہے؟"

قندیل کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی شخص اتنا گرا ہوا ہو سکتا ہے۔

"تم۔۔۔ تم اتنے نیچ ہو؟ تم کسی کی مجبوری کا ایسا فائدہ اٹھاؤ گے؟"

اس کی آواز لرزنے لگی۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا، بدلے میں اخلاق نہیں ڈھونڈے جاتے۔"

کاشان نے سفاکی سے کہا۔

"اب تمہارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ یا تو شرافت سے نکاح کے لیے ہاں کر دو، یا پھر تیار رہو اس زندگی کے لیے جس کا تصور بھی تمہاری روح نکال دے گا۔"

"میں نہیں مانوں گی! میں پھر بھی نہیں مانوں گی!"

قندیل چیخی۔

"تم جو چاہو کر لو، میرا خدا دیکھ رہا ہے، وہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

"تمہارا یہ دھمکی دینا کہ خدا دیکھ رہا ہے مجھے فرق نہیں پڑے گا۔اب سنو میرا حکم۔وہ جو سرخ ڈریس میں نے کل رات دیا تھا،اسے پہن کر میرے لیے تاجر بیٹھنا میں رات کو آؤں گا،اور اس بار میں کسی کی چیخوں پر رکنے والا نہیں ہوں۔"

قندیل نے وحشت سے اس ڈریس کی طرف دیکھا جو ایک کونے میں پڑا تھا۔اسے وہ خراشیں یاد آنے لگیں جو اس کی قمیض پھٹنے سے اس کے جسم پر آئی تھیں۔

"میں نہیں پہنوں گی وہ لباس! میں تمھاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔"

قندیل نے روتے ہوئے کہا۔

"مجبور؟"

کاشان ہنسا۔

"تم ابھی تک سمجھی نہیں ہو قندیل۔ تم یہاں میری قیدی ہو۔ میں تمہیں کھانا دوں، یا بھوکا رکھوں، تمہیں کپڑے دوں یا چھین لوں، یہ سب میرے اختیار میں ہے۔ اگر تم نے وہ لباس پہن کر خود کو میرے لیے سنایا نہیں تو یہ کام میں خود بھی کر سکتا ہوں"

وہ اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے رک کر مڑا۔

"رات نو بجے میں یہاں ہوں گا۔ تب تک سوچ لو، نکاح کی 'ہاں' یا پھر وہ رات جس کا انجام تم جانتی ہو۔ اور ہاں۔۔۔ اگر تم نے دوبارہ مجھ پر چلانے کی کوشش کی، تو میں تمہاری زبان بند کرنے کے اور بھی طریقے جانتا ہوں۔"

دروازہ ایک دھماکے کے ساتھ بند ہوا اور لاک ہونے کی آواز آئی۔ قندیل وہیں ڈھیر ہو گئی۔ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ ایک طرف اس کی عزت تھی، اس کا وقار تھا، اور دوسری طرف وہ نکاح جس کا مطلب عمر بھر کی قید اور تذلیل تھی۔ اسے اپنے بھائیوں کی بہت یاد آ رہی تھی۔

"موسیٰ بھائی۔۔۔ کہاں ہیں آپ؟ دیکھیں آپ کی بہن کس حال میں ہے۔"

وہ روتی رہی، سسکتی رہی، مگر کمرے کی دیواریں خاموش تماشائی بنی رہیں۔

اس نے اس سرخ ڈریس کو دیکھا۔ وہ اسے پہننا نہیں چاہتی تھی مگر کاشان کی دھمکی اسے اندر تک ہلا چکی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ شخص اپنی بات کا پکا ہے، وہ درندہ ہے جو دوبارہ اس پر حملہ کر سکتا ہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ قندیل کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ڈوب رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس شیطان سے کیسے لڑے۔ اس کا ایمان اسے کہہ رہا تھا کہ وہ غلط کے سامنے نہ جھکے، مگر اس کا خوف اسے بتا رہا تھا کہ سامنے کھڑا شخص انسانیت کی ہر حد پار کر چکا ہے۔

"یا اللہ، مجھے راستہ دکھا۔۔۔ میں کیا کروں؟"

اس نے سجدے میں سر رکھ دیا اور گڑگڑا کر دعا کرنے لگی۔ اسے احساس تھا کہ آج کی رات اس کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان ہونے والی ہے، جہاں اسے اپنی جان، اپنی عزت اور اپنے زمیر کے درمیان کسی ایک کا انتخاب کرنا تھا۔ اسے بھی نہیں معلوم تھا وہ کیا چنے گی۔

رومان رئیس، جو اپنی سنجیدگی اور ٹھہراؤ کی وجہ سے پہچانا جاتا تھا، اس وقت اس کے چہرے پر تھکن اور فکر کی گہری لہریں تھیں۔ وہ کمرے میں داخل ہوا تو سامنے صوفے پر بیٹھی گلناز بڑے اطمینان سے اپنے ناخنوں پر گہرا سرخ رنگ سجا رہی تھی۔ اسے دیکھ کر ایسا لگتا ہی نہیں تھا کہ اسے کسی کی پرواہ ہے یا وہ اس گھر کا حصہ بننے کی ذرا بھی کوشش کر رہی ہے۔

"چلو میرے ساتھ"

رومان کی آواز کمرے کی خاموشی کو چیرتی ہوئی سنائی دی۔ گلناز نے ہاتھ روک کر سر اٹھایا اور بڑی بے نیازی سے رومان کی طرف دیکھا، جیسے اس کا آنا یا کچھ کہنا اس کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو۔

"کیوں؟اور کہاں؟"

اس نے ابرو اچکا کر پوچھا اور دوبارہ نیل پالش لگانے میں مصروف ہو گئی۔

"سید حویلی جانا ہے"

رومان نے مختصر جواب دیا، مگر اس بار اس کے لہجے میں سختی تھی۔

"سید حویلی؟ کیوں؟ وہاں میرا کیا کام؟ ان سب نے ہی تو مجھے تمھارے گلے باندھا ہے اب وہاں کیوں"

گلناز کے لبوں پر ایک تمسخرانہ مسکراہٹ آئی۔ رومان نے ایک گہری سانس لی اور اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ "قندیل کیڈنیپ ہو گئی ہے، سب لوگ اسے ڈھونڈ رہے گی ہیں مگر ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا"

رومان نے اسے دیکھ کر کہا۔

"تو؟ اس میں میں کیا کر سکتی ہوں؟ ویسے بھی، اس لڑکی سے میرا کوئی خاص تعلق تو ہے نہیں۔"

گلناز نے نیل پالش کی شیشی بند کی اور کندھے اچکا دیے۔ جبکہ رومان رئیس تو بلکل حیران ہوا تھا یہ کیسی لڑکی تھی جس کو اپنوں کی بھی پرواہ نہیں تھی اور اتنی بڑی بات پر یوں خاموش اور پر سکون تھی۔

"تمھارے اندر دل ہے بھی یہ نہیں"

رومان اس سے یہ سوال کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

"جو تم سمجھو"

اب کی بار بھی اس نے بے نیازی سے جواب دیا تھا گلناز کی اس بے حسی پر رومان کی مٹھیاں بھنچ گئیں۔ اسے توقع نہیں تھی کہ کوئی انسان اتنا سنگدل بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے ہی خاندان کی کسی بچی کی زندگی اور موت کی خبر پر اتنا سپاٹ رد عمل دے لیکن پھر بھی اس نے خود پر قابو کیا۔

"تعلق ہے یا نہیں، یہ بحث بعد کی ہے"

رومان نے دھیمے مگر اٹل لہجے میں کہا۔

"عدنان کا فون آیا تھا۔ وہ بہت پریشان ہے، موسیٰ اور باقی سب لوگ بھی دردر کی خاک چھان رہے ہیں۔ عدنان نے خاص طور پر کہا ہے کہ تم اس حویلی کی بیٹی ہو، چاہے تم مانو یا نہ مانو۔ اس وقت وہاں کی عورتیں ٹوٹ چکی ہیں، تمہارا وہاں ہونا ضروری ہے۔"

"ضروری ہے؟ کس کے لیے؟"

گلناز کھڑی ہو گئی اور رومان کے سامنے آکر تنک کر بولی۔ "عدنان نے کہا اور تم مان گئے؟ وہ لوگ مجھے اپنے سر سے اتار کر پھینک چکے ہیں تب انھیں بیٹی یاد نہیں آئی اب جب مصیبت پڑی ہے تو انہیں 'حویلی کی بیٹی' یاد آرہی ہے؟ میں نہیں جارہی۔"

رومان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں ضد اور سرکشی کی آگ لگی ہوئی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے گلناز؟ میں تمہیں یہاں مشورہ دینے آیا ہوں؟ عدنان میرے لیے بھائی جیسا رتبہ رکھتا ہے اور اس کا حکم میرے لیے آخری ہے۔ اس نے کہا ہے کہ تم وہاں جاؤ گی، تو تم جاؤ گی۔ تم حویلی کی بیٹی ہو، یہ حقیقت تمہارے نفی کرنے سے نہیں بدلے گی۔ اس وقت تمہاری بہن جیسی کزن کسی درندے کے قبضے میں ہے اور تم یہاں نیل پالش کے رنگ چن رہی ہو؟ تمہیں اپنی ذات سے باہر کچھ نظر نہیں آتا؟"

رومان نے دوٹوک انداز میں کہا۔

"بہن نہیں ہے وہ میری!"

گلناز چیخی۔

"میری کوئی بہن نہیں ہے۔ میں صرف اپنی زندگی چاہتی ہوں جو تم لوگوں نے مجھ سے چھین لی ہے۔"

رومان نے اس کا بازو سختی سے پکڑا، اتنا سخت کہ گلناز کے منہ سے ایک سسکی نکل گئی۔

"زبان سنبھال کر بات کرو گلناز۔ یہ سرکشی کسی اور کے سامنے دکھانا۔ اس وقت بات عزت کی ہے، اس خاندان کے وقار کی ہے جس کا نام تمہارے ساتھ جڑا ہے۔ اگر تم شرافت سے میرے ساتھ نہیں چلو گی، تو پھر مجھے تمہیں زبردستی لے جانا پڑے گا، اور یقین کرو وہ منظر تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔"

گلناز نے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کی مگر رومان کی گرفت فولادی تھی۔ اس نے رومان کی آنکھوں میں وہ غصہ دیکھا جو اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ رومان رئیس جتنا خاموش طبع تھا، اس وقت اتنا ہی خطرناک لگ رہا تھا۔

"پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔ حلیہ درست کرو اور باہر آؤ،" رومان نے اسے جھٹکے سے چھوڑا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"یاد رکھنا، عدنان نے تمہیں وہاں دیکھنے کی خواہش کی ہے، اور میں انھیں مایوس نہیں کروں گا۔"

رومان باہر نکل گیا اور دروازہ بند کر دیا۔ گلناز غصے سے تلملا کر رہ گئی۔ اس نے ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا نیل پالش کا ڈبہ فرش پر دے مارا، مگر وہ جانتی تھی کہ رومان پیچھے نہیں ہٹے گا۔ اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھا؛ اس کے چہرے پر غصہ تھا، مگر کہیں نہ کہیں عدنان کا نام سن کر اس کے اندر ایک عجیب سی بے چینی بھی جاگی تھی۔ وہ اس کا بھائی تھا جس نے ہمیشہ اسے پروٹیکٹ کیا تھا لیکن اب وہ بدل گیا تھا یہ اسے لگتا تھا پہلے وہ اگست غلط کاموں پر پروٹیکٹ کرتا تھا اب اسے صحیح کاموں میں بس فرق اتنا تھا۔ وہ بے دلی سے الماری کی طرف بڑھی اور ایک چادر نکالی۔ اسے سید حویلی سے نفرت تھی، ان لوگوں سے نفرت تھی جنہوں نے اس کے بقول اس کی زندگی برباد کی تھی، وہ وہاں جانا چاہتی تھی لیکن تب جب وہ سردار موسی کو حاصل کر لے لیکن یہ سب تو اسے اب ناممکن ہی لگی رہا تھا۔ مگر آج اسے

ایک ایسی جگہ جانا تھا جہاں ماتم کا سماں تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہاں جا کر وہ کیا کرے گی، مگر رومان کے لہجے کی برفانی سردی نے اسے یہ سمجھا دیا تھا کہ اب اس کی مرضی نہیں چلے گی۔



کاشان کسی گہری سوچ میں لگ رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا وہ کیوں اس لڑکی کو تکلیف نہیں دے پا رہا اب بھی اس کا دل نہیں مان رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ غلط طریقے سے نکاح کرے وہ برا انسان نہیں تھا حالات اور وقت نے اسے ایسا بنا دیا تھا اور سب سے بڑی بات ایک غلط فہمی نے اسے ایسا بنا دیا تھا وہ اتنا تو سمجھ رہا تھا کہ اسے محبت ہو رہی ہے لیکن وہ کیسے اس محبت کو اپنے ہی ہاتھوں سے برباد کر دیتا پہلے اس کی محبت کو برباد کرنے والا کوئی اور تھا اور اب وہ خود اپنی ہی محبت کو برباد کر رہا تھا تو اس شخص میں اور اس میں کیا ہی فرق تھا کندیل کو جب اس نے پہلی بار دیکھا تھا تب ہی اسے اس سے محبت ہو گئی تھی لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا لیکن اب اسے سمجھ آ رہا تھا وہ اس لڑکی کو چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا اگر چھوڑ دیتا تو اس کی عزت پر سو سوال اٹھتے اور اگر چھوڑ بھی دیتا تو وہ لڑکی اس حویلی میں بھی محفوظ نہیں تھی کیوں کہ وہاں پر باس کے کچھ خاص آدمی تھے جو کندیل کو اس تک پہنچا

سکتے تھے باس اتنا شاطر تھا کہ وہ کچھ بھی کر سکتا تھا اسے بس ایک بات سمجھ نہیں آ رہی تھی اس کا موسیٰ سے کیا تعلق ہے اور وہ کیوں ایک معصوم لڑکی کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

"کیا کروں میں کندیل مجھ سب نفرت کرتی ہے اتنی آسانی سے وہ مانے گی بھی نہیں"

کاشان نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے تھے۔

"باس کا موسیٰ سے کیا تعلق ہے یہ تو اب موسیٰ ہی بتا سکتا ہے لیکن میں یہ کیسے پتہ لگاؤ"

کاشان نے ایک بار پھر سوچتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں قندیل میں اس سے پوچھ سکتا ہوں"

کچھ دیر سوچنے کے بعد اچانک اسے قندیل کا خیال آیا کہ شاید وہ کچھ جانتی ہو وہ فوراً سے اٹھا تھا اور جس کمرے میں قندیل تھی وہاں گیا اس نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ ڈری ہوئی ایک کونے میں بیٹھی ہوئی تھی کاشان کو دیکھ کر وہ مزید خود میں سمٹ گئی تھی۔ "دیکھو میں کچھ نہیں کہوں گا تم ریلیکس ہو جاؤ" کاشان اسے ڈرتا دیکھ کر اس کے قریب آتے ہوئے بولا تھا جس سے وہ مزید دیوار میں دھسنے لگی کاشان نے کچھ بھی نہیں کہا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"میں تم سے کچھ سوال کروں گا ان کا جواب دینا ہو گا تمھیں"

کاشان نے قندیل کو دیکھ کر کہا۔

"میں جواب نہیں دوں گی تمھیں کوئی بھی"

قندیل نے روتے ہوئے کہا۔

"دیکھو میں بہت آرام سے بات کر رہا ہوں چند سوال پوچھوں گا مجھے ان کے جواب دوں ورنہ"

کاشان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اسے اٹھتا دیکھ کر قندیل نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اس شخص کو جانتی ہو"

کاشان نے اپنا موبائل اس کے آگے کیا تھا جس میں باس کی تصویر تھی قندیل کی آنکھیں باس کی تصویر دیکھ کر وحشت سے پھیل گئیں۔اس کا چہرہ جو پہلے ہی زرد تھا،اب کسی لاش کی طرح سفید پڑ گیا۔اس کے لب کپکپائے مگر الفاظ حلق میں پھنس کر رہ گئے۔

"یہ۔۔۔یہ تو پھوپھا ہیں! عدنان بھائی کے بابا۔۔۔"

قندیل کی آواز اتنی مدھم تھی کہ کاشان کو سننے کے لیے جھکنا پڑا۔کاشان کے لیے یہ انکشاف کسی دھماکے سے کم نہیں تھا۔وہ جس شخص کو اپنا "باس" سمجھ کر اس کے اشاروں پر ناچ رہا تھا،وہ خود اسی خاندان کا حصہ تھا جس کے بیٹے کو تباہ کرنے کا وہ خواب دیکھ رہا تھا۔

"تمہارے پھوپھا؟"

کاشان نے حیرت سے دہرایا۔

"لیکن وہ تو مر چکا ہے مجھے موسیٰ نے خود بتایا تھا کہ اس نے اس کا قتل کر دیا تھا اور ان کی لاش بھی ٹھکانے لگا دی گئی تھی"

"سب کو یہی لگا تھا کہ وہ مر گئے ہیں۔ایک ملازم نے گواہی دی تھی کہ اس نے انہیں دفنا دیا ہے۔ لیکن یہ یہاں۔۔۔زندہ؟"

قندیل نے نفی میں سر ہلایا،اس کی آنکھوں سے آنسوں اب قطار در قطار گر رہے تھے۔

"موسیٰ کا ان سے کیا جھگڑا تھا؟ کیوں ایک بھانجے نے اپنے سگے پھوپھا پر گولی چلائی؟ مجھے سچ سچ بتاؤ قندیل، کیونکہ اب تمہاری اور میری، دونوں کی زندگیوں کا دار و مدار اسی سچ پر ہے۔"

کاشان نے تصویر والا موبائل واپس کھینچا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ہماری زندگی کا اس سے کیا تعلق اور میں تمھیں کہہ چکی ہوں میں تم سے نکاح نہیں کروں گی"

کندیل نے غصے سے جواب دیا تھا اس کی انکھوں میں انسو تھے۔

"میں جو پوچھ رہا ہوں اس کا جواب چاہیئے مجھے"

کاشان نے سختی سے کہا تھا۔ قندیل نے ایک لمبی ہچکی لی اور ماضی کے دریچے کھولنے لگی کیوں کہ اس کے پاس آسکے علاوہ کوا ور حل بھی نہیں تھا۔

7"سال پہلے کی بات ہے۔۔۔ موسیٰ بھائی ایک رات پھوپھو کی حویلی گئے جب وہ وہاں گئے تو انہوں نے پھوپھا جان کو ایک عورت کے ساتھ دیکھا۔ وہ عورت مدد کے لیے پکار رہی تھی اور پھوپھا جان اس کے ساتھ زبردستی کر رہے تھے۔ وہ عورت اس حویلی میں ملازمہ تھی اس وقت بھائی کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا، اس لیے وہ خاموش رہے اور ان کی عمر بھی 18 سال تھی تو وہ کچھ خاص کر نہیں سکے لیکن اس دن کے بعد سے بھائی نے ان پر نظر رکھنا شروع کر دی۔"

کاشان خاموشی سے سن رہا تھا، اسے احساس ہو رہا تھا کہ یہاں تو یہ سب ایک دوسرے کو ہی برباد کرنے پر تولے تھے۔

"پھر بھائی کو پتہ چلا کہ ان کے تعلقات ایسی لڑکیوں سے ہیں جو غلط کام کرتی ہیں۔ وہ حویلی کی عزت اور پھوپھو کی محبت کا ذرا بھی پاس نہیں رکھتے تھے۔ ایک دن بھائی نے ان کی ویڈیو بنالی اور سید سائیں سمیت حویلی کے تمام بڑوں کو دکھادی۔ جب پھوپھو کو یہ سب پتہ چلا تو وہ ٹوٹ گئیں۔ ان کا رونا بھائی سے برداشت نہیں ہوا۔ وہ غصے کے تیز ہیں، اپنی عزت پر آنچ نہیں آنے دیتے۔ وہ سیدھے ان کی حویلی بندوق کے ساتھ گئے کسی کو بھی اس بات کی خبر نہیں تھی اور تین گولیاں ان کے سینے میں اتار دیں۔"

قندیل کا وجود اس ہولناک یاد سے لرز اٹھا۔

"اس کے بعد کیا ہوا؟"

کاشان نے بے چینی سے پوچھا۔

"بھائی وہاں سے چلے آئے، انہیں لگا کہ وہ مر چکے ہیں۔ جب پھوپھو اور باقی لوگ وہاں پہنچے تو وہاں خون تو تھا مگر وہ وہاں نہیں تھے۔ ایک ملازم نے آکر بتایا کہ وہ زخموں کی تاب نہ لا کر چل بسے ہیں اور اس نے انہیں خاموشی سے دفنا دیا ہے تاکہ مزید بدنامی نہ ہو۔ سب نے یہی سچ مان لیا۔ آج تک سب یہی سمجھتے ہیں کہ وہ قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔"

قندیل خاموش ہوئی تو کاشان اب ساکت ہو چکا تھا۔ اسے باس کی وہ باتیں یاد آئیں کہ اسے موسیٰ کی بہن چاہیئے اس کا باس ایک ایسا درندہ تھا جو اپنی ہی بھانجی کو "سکون کا سامان" بنانے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

"وہ مرا نہیں تھا۔۔۔ وہ زندہ رہا تاکہ بدلہ لے سکے،"

کاشان نے زیرِ لب کہا۔

"اور اس نے مجھے مہرہ بنایا۔ اس نے کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ موسیٰ کو برباد کرنا چاہتا ہے بلکہ اس نے مجھے استعمال کیا کہ وہ میرا دشمن ہے اور مجھے اس سے بدلہ لینا ہے اس کی بہن یا بیوی کے ذریعے پھر ایک دن اچانک بولا کہ اسے قندیل چاہیے"

کاشان خود سب باتیں کر رہا تھا اس کا مطلب واقعی قندیل حویلی میں محفوظ نہیں تھی وہاں اس کے آدمی تھے کاشان نے قندیل کی طرف دیکھا جواب بھی خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنی کل رات کی حرکت پر ایک بار پھر شدید ندامت ہوئی۔ وہ جس شخص کے کہنے پر قندیل کی زندگی برباد کرنے چلا تھا، وہ شخص تو خود شیطان کا روپ تھا۔ اسی نے ہی اس کے دماغ میں یہ ساری باتیں ڈالی تھی کہ موسیٰ نے اس کی محبت کے ساتھ یہ سب کیا ہے تو اسے بھی اس کی عزت کے ساتھ ایسا کرنا ہے وہ تو اپنا معاملہ اپنے رب پر چھوڑ چکا تھا لیکن باس نے موسیٰ پر اس کے بعد سے نظر رکھی ہوئی تھی اور مہرہ بنایا تھا کاشان کو وہ لڑکی بھی باس کی بھیجی گئی تھی جس نے کاشان کو اپنی ادائیں دیکھائی اوع موسیٰ سے پھر محبت کا اظہار کیا لیکن یہ بات اب تک کاشان کو معلوم نہیں تھے لیکن جب اس سب کے بعد کاشان نے کوئی ایکشن نہ لیا تو باس نے خود اسے اپنے باس بلایا اس کے دل میں نفرت بھری اور اسے برے کاموں پر لگایا تھا لیکن اب وہ اس لڑکی

کو نہیں کھو سکتا تھا اس دنیا میں کاشان کا کوئی بھی نہیں تھا اب بس قندیل تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا جس کو اس نے باس جیسے درندے سے بچانا تھا اور وہ حویلی کبھی بھی موسیٰ کے خاندان کی عورتوں کے لیے محفوظ نہیں تھی جب تک اس میں غدار تھے۔

"قندیل۔۔۔"

کاشان کی آواز میں پہلی بار ایک عجیب سی نرمی آئی۔

"تمہارے پھوپھا زندہ ہیں، اور وہ تمہیں مجھ سے چھین کر اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں۔ وہ تمہیں مارنا نہیں چاہتے، وہ تمہیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں تاکہ موسیٰ کو جیتے جی مار سکیں۔ اور آج ان کی بچھائے جال کی وجہ سے تم میری قید میں ہو اس نے مجھے مہری بنایا ہے"

کاشان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے کسی پر کوئی یقین نہیں میں تم پر ہر گز بھی یقین نہیں کر سکتی"

قندیل نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو قندیل یہی حقیقت ہے اور تمھیں میرے نکاح میں انا ہو گا"

کاشان نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ قندیل نے بس اسے جاتا دیکھا اور اپنے رب سے دعا کرنے لگی۔

💗💗

ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد سردار موسیٰ باقی سب کے ساتھ حویلی واپس آ گیا تھا کیوں کہ قندیل کو کوئی سراغ انھیں نہیں ملا تھا سردار موسیٰ اور باقی سب کو آتا دیکھ کر حویلی میں موجود خواتین فوراً سے کھڑی ہو گئی تھی آیت بیگم بھاگ کر اپنے بیٹے کے پاس ائی تھی اور ایک آس سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"میری قندیل کہاں ہے موسیٰ تم اسے لینے گئے تھے نہ وہ کہاں ہے"

آیت بیگم نے موسیٰ کے بازو تھام کر اسے جھنجھوڑا۔ ان کی آواز میں لرزش اور آنکھوں میں ایک آخری امید کی چمک تھی۔

"تم نے کہا تھا نہ کہ تم اسے ڈھونڈ لو گے؟ تم تو اسے لینے گئے تھے نہ موسیٰ؟ وہ کہاں ہے؟ وہ گاڑی میں پیچھے بیٹھی ہے؟ وہ ڈر رہی ہو گی، اسے اندر لاؤ موسیٰ!"

آیت بیگم موسیٰ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے کی طرف لپکیں، انہوں نے ہاشم یحییٰ حنان اور عدنان کے پیچھے جھانکا، حویلی کے بڑے گیٹ کی طرف دیکھا کہ شاید ابھی ان کی لاڈلی بھاگتی ہوئی آئے گی اور ان کے گلے لگ جائے گی۔ مگر وہاں صرف خالی راستہ تھا اور اندھیرا۔

"موسیٰ بولتے کیوں نہیں؟ میری بیٹی کہاں ہے؟"

آیت بیگم کی آواز اب چیخ میں بدل رہی تھی۔ سردار موسیٰ، جس نے آج تک کبھی کسی کے سامنے سر نہیں جھکایا تھا، اپنی ماں سائیں کے سوال پر خاموش کھڑا رہا۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے سخت چہرے پر لرزنے لگا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنی ماں کے تڑپتے ہوئے وجود کو اپنے مضبوط سینے سے لگا لیا۔

"مجھے معاف کر دیں ماں سائیں۔۔۔ میں اپنی بہن کو نہیں لا سکا،" موسیٰ کی آواز بھرائی ہوئی تھی، جیسے الفاظ اس کے حلق میں کانٹے بن کر چبھ رہے ہوں۔ آیت بیگم نے اس کے سینے پر ہاتھ مارنا شروع کر دیے۔

"نہیں۔۔۔ ایسا مت کہو! تم سردار ہو، تم طاقتور ہو، تم اسے کیوں نہیں لائے؟ وہ تو اندھیرے سے ڈرتی ہے موسیٰ، وہ اکیلی کیسے رہے گی؟"

ان کی سسکیاں اب بین میں بدل چکی تھیں، اور موسیٰ نے انہیں مزید سختی سے خود میں بھینچ لیا، جیسے وہ اپنی ماں کا دکھ بانٹنا چاہتا ہو، مگر خود اس کا اپنا دل اس وقت ٹکڑے ٹکڑے ہو رہا تھا۔ اسی لمحے نور، جو ایک کونے میں پتھر بنی بیٹھی تھی، لڑکھڑاتے قدموں سے موسیٰ کے پاس آئی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگ چکا تھا اور آنکھیں ویران تھیں۔ اس کی حالت دیکھ کر ہاشم بن بھی تڑپ اٹھا تھا۔

"بھائی۔۔۔"

اس نے نحیف آواز میں پکارا تو موسیٰ نے اپنا ایک بازو پھیلا کر نور کو بھی اپنے ساتھ لگا لیا۔ حویلی کے یہ دو ستون آج اپنی بہن کے غم میں ایک دوسرے کا سہارا بنے کھڑے تھے، مگر ان کے پاس ایک دوسرے کو دینے کے لیے تسلی کا کوئی لفظ نہیں تھا۔

"بھائی میری قندیل کہاں ہیں"

نور نے تڑپتے لہجے میں پوچھا لیکن موسی کے پاس کوائی جواب نہیں تھا دوسری طرف روح، جو حویلی کی سردارنی تھی اور اب تک سب کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی کیوں کہ حفصہ نے اسے سمجھایا تھا، سردار موسیٰ کو خالی ہاتھ دیکھ کر اپنی ہمت ہار بیٹھی۔ وہ بھاگ کر ان کے پاس آئی اسنے ہاشم کو دیکھا اور اس کے چوڑے سینے پر اپنا سر رکھ کر رونے لگی کیوں کہ وہ اس کا سب سے بہترین بھائی تھا نکاح ہو جانے سے کبھی بھی ان کا رشتہ نہیں بدلہ تھا اس وقت آیت بیگم اور نور کو سردار موسیٰ کی ضرورت تھی تو وہ کیسے ان کو دور کر کے خود موسیٰ کے سینے سے لگتی ایک ماں کا حق پہلے تھا اس کے بعد بیوی کا اس لیے وہ اپنے بھائی کے سینے سے لگی تھی جو اس کا سب سے مضبوط سہارا تھا۔

"بھائی! آپ تو اسے لینے گئے تھے نہ؟ آپ نے تو وعدہ کیا تھا کہ آپ قندیل کو کچھ نہیں ہونے دیں گے تو آپ اسے کیوں نہیں لے کر آئے"

روح کی سسکیاں ہاشم کے دل کو چیر رہی تھیں۔ ہاشم نے لرزتے ہاتھوں سے روح کے سر پر ہاتھ رکھا، اس کی اپنی آنکھوں سے آنسو بہہ کر روح کی چادر میں جذب ہو رہے تھے۔

"روح، ہم نے ہر جگہ ڈھونڈ لیا، ہم سرحدوں تک گئے، مگر وہ۔۔۔ وہ اسے فضاؤں کے راستے لے گیا۔ ہم بے بس ہو گئے روح، ہم سب بے بس ہو گئے۔"

حویلی کے حال میں اس وقت دکھ کی ایسی چادر تنی تھی کہ در و دیوار بھی رو رہے تھے۔ حفصہ اور ماہا نے آگے بڑھ کر آیت بیگم کو سنبھالنے کی کوشش کی، مگر وہ تو جیسے ساکت ہو چکی تھیں۔ سید سائیں اور ریاست نقوی اپنے کمروں میں خاموش پڑے تھے۔ عدنان ایک طرف کھڑا زمین کو گھور رہا تھا۔ وہ سب کچھ بھی نہیں کر سکے تھے بس اب انھیں "بلیک مامبا" کا انتظار تھا جس کے پاس اب ان کی آخری امید تھی۔

موسیٰ نے نور اور اپنی ماں سائیں کو ماہا اور حفصہ کے حوالے کیا اور خود چند قدم پیچھے ہٹ گیا ایک نظر اس نے ہاشم کے سینے سے لگی روح کو دیکھا تھا۔

"ہمیں بلیک مامبا کے پاس جانا ہے ابھی اور اسی وقت"

سردار موسیٰ اٹل لہجے میں بولا ابھی وہ واپس سے پلٹا تھا کہ سردار موسیٰ نے موبائل پر کال آئی تھی۔ کال ایس پی کی تھی۔ ایس پی نے کچھ کہا تھا اور سردار موسیٰ نقوی کے ہاتھ سے فون چھوٹ کر فرش پر گرا تو اس کی آواز پورے ہال میں گونجی۔ جیسے اس فون کے گرنے کے ساتھ ہی حویلی کی تمام امیدیں بھی چکنا چور ہو گئی ہوں۔ موسیٰ کی آنکھیں ساکت ہو گئیں، چہرہ جو پہلے ہی کرب کی تصویر تھا، اب کسی زندہ لاش کی طرح بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

"موسیٰ؟ کیا ہوا موسیٰ؟"

ہاشم نے روح کو خود سے الگ کیا اور تیزی سے موسیٰ کے قریب آیا، لیکن موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"ہمیں فیکٹری کے پیچھے سے ایک لڑکی کی لاش ملی ہے جس کے حلیے سے لگتا ہے کہ وہ آپ کی بہن ہے۔۔۔آپ آکر شناخت کر لیں۔"

اس کے کانوں میں ایس پی کے وہ الفاظ ہتھوڑے کی طرح بج رہے تھے۔

اگلے ہی پل، موسیٰ کسی پاگل کی طرح باہر کی طرف بھاگا۔اس کے پیروں میں جوتے تھے یا نہیں، اسے ہوش نہیں تھا۔وہ بس گیٹ کی طرف دوڑا۔

"موسیٰ! رکو! کیا ہوا ہے؟"

عدنان اور ہاشم بھی اس کے پیچھے بھاگے، جبکہ حویلی کی خواتین کی چیخیں بلند ہو گئیں۔

"میرا بیٹا کہاں جا رہا ہے؟ کوئی روکو اسے! کیا ہوا ہے میری بچی کو؟"

آیت بیگم بدحواس ہو کر گرتے گرتے بچی۔ موسیٰ نے اپنی جیپ اسٹارٹ کی اور پوری رفتار سے باہر نکل گیا۔ ہاشم عدنان یحییٰ اور حنان دوسری گاڑی میں اس کے پیچھے لپکے۔ موسیٰ کی گاڑی سڑک پر ناچ رہی تھی، اس کا ذہن سن ہو چکا تھا۔

"نہیں۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔ میری قندیل اتنی کمزور نہیں ہے۔ وہ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔"

وہ دل ہی دل میں چیخ رہا تھا، مگر خوف کے سائے اسے نگل رہے تھے رات کا اندھیرہ بھی آہستہ آہستہ چھا رہا تھا۔



سردار موسیٰ نقوی کی گاڑی کے ٹائر سڑک پر چیختے ہوئے رکے۔اس نے انجن بند کرنے کی زحمت بھی نہیں کی اور ہانپتے ہوئے جیپ سے باہر نکلا۔ سامنے پولیس کی گاڑیوں کی پیلی اور نیلی روشنیاں رات کے اندھیرے میں کسی ہولناک حادثے کی گواہی دے رہی تھیں۔ سردار موسیٰ کے قدم من من بھر کے ہو گئے تھے۔ وہی سردار موسیٰ جس کے نام سے کوئٹہ کے پہاڑ تھر تھراتے تھے، آج اس کے اپنے پیروں میں جان نہیں رہی تھی۔ پیچھے سے ہاشم، عدنان، یحییٰ اور حنان بھی اپنی گاڑیاں چھوڑ کر اس کی طرف بھاگے۔ سب کے چہرے پسینے سے بھیگے ہوئے تھے، مگر کسی میں ہمت نہیں تھی کہ وہ اس منظر کا سامنا کرے جو ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"سردار صاحب۔۔۔ادھر آیئے۔"

ایس پی نے افسردہ لہجے میں کہا اور موسیٰ کو اس اسٹریچر کی طرف لے گیا جو سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ موسیٰ کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ اس سفید چادر کو دیکھ رہا تھا جس کے نیچے سے وہی نیلے عبایا کا کچھ حصہ نظر آ رہا تھا جو قندیل نے اغوا والے دن پہنا ہوا تھا۔ وہ لباس اب مٹی اور خون کے دھبوں سے اٹا ہوا تھا۔ موسیٰ کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے چادر کا کونہ پکڑا، مگر اسے اٹھانے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

"موسیٰ۔۔۔"

ہاشم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی اپنی آواز سسکیوں میں دبی ہوئی تھی۔ موسیٰ نے ایک جھرجھری لی اور چادر کو ایک جھٹکے سے ہٹایا۔ سامنے جو منظر تھا، اس نے پانچوں بھائیوں کے کلیجے چیر کر رکھ دیے۔ وہ قندیل ہی تھی—وہی معصوم چہرہ، وہی آنکھیں جو اب ہمیشہ کے لیے موند لی گئی تھیں۔ اس کے چہرے پر اذیت کے نشانات تھے، جیسے وہ جاتے جاتے اپنے بھائیوں کو پکار رہی ہو۔

"قندیل!"

موسیٰ کے حلق سے ایک ایسی چیخ نکلی جس نے صحرا کی خاموشی کو ماتم میں بدل دیا۔ وہ وہیں اسٹریچر کے پاس گھٹنوں کے بل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ اس نے قندیل کا ٹھنڈا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور اسے اپنے چہرے سے لگا کر دیوانہ وار رونے لگا۔

"قندیل! آنکھیں کھولو میری جان! دیکھو تمہارا بھائی آ گیا ہے۔ تم تو کہتی تھی نہ کہ بھائی آپ ہوں گے تو مجھے کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔۔۔ دیکھو میں آ گیا ہوں قندیل! اٹھو، ہم گھر چلتے ہیں، اماں سائیں تمہارا انتظار کر رہی ہیں!"

موسیٰ نقوی، جس کی آنکھ میں کبھی کسی نے نمی نہیں دیکھی تھی، آج کسی چھوٹے بچے کی طرح اس لاش پر جھکا ہوا بین کر رہا تھا۔ ہاشم نے آگے بڑھ کر اسے تھامنے کی کوشش کی مگر وہ خود اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پا سکا اور موسیٰ کے کندھے پر سر رکھ کر رونے لگا۔ عدنان، یحییٰ اور حنان بھی وہیں ٹوٹ کر بکھر گئے۔ عدنان نے مٹھیاں بھینچ کر آسمان کی طرف دیکھا، اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

"ہمیں معاف کر دو قندیل۔۔۔ ہم ہار گئے! ہم تمہیں نہیں بچا سکے!"

عدنان نے تڑپ کر کہا اور اس کے گھٹنے بھی زمین سے جا لگے۔ یحییٰ اور حنان ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ساکت کھڑے تھے، جیسے ان کے جسم سے روح پرواز کر گئی ہو۔ وہ معصوم قندیل، جو پورے گھر کی رونق تھی، جو سب بھائیوں کی لاڈلی تھی، آج ایک بے جان جسم بن کر ان کے سامنے پڑی تھی۔

"یہ نہیں ہو سکتا ہاشم! یہ میری بہن نہیں ہے!"

موسیٰ نے اچانک ہذیانی انداز میں کہا اور قندیل کے چہرے کو چومنے لگا۔

"وہ تو اندھیرے سے ڈرتی ہے، وہ یہاں اکیلی اس اسٹریچر پر کیسے سو سکتی ہے؟ قندیل، اٹھو! مجھے سزا دے لو، مجھ سے ناراض ہو جاؤ، پر ایسے چپ مت رہو!"

پولیس والے اور وہاں موجود دیگر لوگ بھی یہ منظر دیکھ کر اپنی آنکھیں صاف کر رہے تھے۔ ایک سردار کا اپنی بہن کے لیے ایسا کرب کسی نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ہاشم نے موسیٰ کو زبردستی پیچھے کھینچا۔

"موسیٰ! خود کو سنبھالو! اسے حویلی لے جانا ہے، اسے عزت کے ساتھ اخری بات رخصت کرنا ہے۔"

موسیٰ نے ہاشم کو جھٹکا دیا، مگر پھر اسے عدنان اور یحییٰ کے چہرے نظر آئے جو مکمل طور پر ٹوٹ چکے تھے۔ وہ پانچوں بھائی، جو نقوی خاندان کا فخر تھے، آج اپنی بہن کی میت کے گرد ایک دائرہ بنائے کھڑے تھے جیسے اب بھی اسے دنیا کی نظروں سے چھپا لینا چاہتے ہوں۔ ان پانچوں نے ایک دوسرے کو سہارا دیا، موسیٰ نے ہاشم کو، ہاشم نے عدنان کو، اور سب نے مل کر ایک دوسرے کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھاما۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کی تمام طاقت، تمام دولت اور تمام رعب ہیچ ثابت ہو رہا تھا۔ موت نے ان سے ان کی سب سے قیمتی متاع چھین لی تھی۔

"ہمیں مضبوط بنانا ہے ہمارے حویلی کی عورتیں اس صدمے کو برداشت نہیں کر پائیں گی ہمیں ان سب کا سہارا بنا ہے ہمیں سید سائیں کو سنبھالنا ہے"

سردار موسیٰ نے ان سب کی طرف دیکھتے ہوئے نم آواز میں کہا اس کی بات پر ان سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔



رات کے 10 بج رہے تھے جب کاشان قندیل کے کمرے میں آیا تھا قندیل نے سود وہی زمین پر پڑی تھی وہ جب سے آئی تھی نہ کچھ کھا رہی تھی اور نہ ہی کچھ ہی رہی تھی کاشان نے اس کا حال دیکھا تو اس کے دل میں نکلیف سی اٹھی وہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا قندیل کو کوئی ہوش نہیں تھا کہ کوئی اس کے پاس ہے یا نہیں۔ وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا اس کے پاس آیا اور ایک گہری سانس بھر کر وہیں فرش پر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ کاشان نے تذبذب کی حالت میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور بہت نرمی سے اس کے گال کو چھونا چاہا۔ جیسے ہی اس کی انگلیوں کی پوریں قندیل کی جلد سے لمس ہوئیں، قندیل کے پورے وجود میں بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ کسی جھٹکے کی صورت میں اٹھ کر بیٹھی اور گھسٹتے ہوئے دیوار سے جا لگی۔ اس کی آنکھوں میں وہی پرانی وحشت لوٹ آئی تھی۔

"مجھ سے دور رہو! چھونا مت مجھے!"

اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی تھی، مگر اس میں نفرت کی انتہا تھی۔ کاشان کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ اسے قندیل کا یہ رد عمل دل پر کسی خنجر کی طرح لگا، مگر وہ جانتا تھا کہ وہ اس نفرت کا مستحق ہے۔ اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا اور خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ میں بس کھانا لایا ہوں تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا۔"

"مجھے تمہارا زہر بھی نہیں چاہیے! مجھے یہاں سے جانے دو، پلیز۔ تم نے میرا سب کچھ چھین لیا ہے، اب کیا چاہتے ہو؟ کیا میری جان لے کر ہی تمہارا بدلہ پورا ہو گا؟"

قندیل نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ کاشان نے اس کی طرف دیکھا، اس کی نظروں میں اب وہ غصہ نہیں تھا جو کل تک اس کی پہچان تھا۔

"تمہارے اپنے اب تمہیں نہیں مل سکتے، قندیل۔ حویلی کے دروازے اب تمہارے لیے بند ہو چکے ہوں گے یا شاید وہ تمہیں ڈھونڈنا چھوڑ چکے ہوں۔ اب اس دنیا میں تمہارا جو کچھ بھی ہے، وہ صرف میں ہوں۔ تمہارا اپنا، تمہارا محافظ، تمہارا سب کچھ اب صرف یہ کاشان ہے۔"

کاشان نے بہت ٹھنڈے لہجے میں کہا تھا۔

"تم؟ میرے اپنے؟ تم ایک اغوا کار ہو، ایک قاتل ہو! میرے بھائی مجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ وہ تمہیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

قندیل نے تڑپ کر اسے دیکھا۔

"بہت دیر ہو چکی ہے، قندیل۔"

کاشان نے سپاٹ لہجے میں کہا، حالانکہ اس کے اندر ایک طوفان برپا تھا۔

اس نے پاس پڑا کھانے کا تھال اپنی طرف سرکایا۔

"یہ کھانا کھالو، ورنہ تمہارا جسم تمہارا ساتھ چھوڑ دے گا۔"

"میں نہیں کھاؤں گی!"

قندیل نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"میں نے کہا کھانا کھاؤ۔"

کاشان نے ایک نوالہ توڑا اور اس کے قریب ہوا۔ قندیل نے سختی سے انکار میں سر ہلایا۔ کاشان نے دیکھا کہ وہ ضد پر اڑی ہوئی ہے، مگر اس کی نقاہت بتا رہی تھی کہ وہ کسی بھی وقت بیہوش ہو سکتی ہے۔ کاشان نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔

"ضد مت کرو، قندیل"

کاشان کے لہجے میں اب وہ آہنی سختی واپس آ رہی تھی جو اسے دوسروں کو جھکانے کے لیے استعمال کرنی پڑتی تھی۔ اس نے نوالہ اس کے لبوں کے قریب کیا۔

"اگر تم نے خود نہیں کھایا، تو پھر مجھے وہ طریقہ اپنانا پڑے گا جو تمہیں پسند نہیں آئے گا۔"

قندیل نے پھر بھی منہ نہیں کھولا بلکہ اپنے دانت بھینچ لیے۔ کاشان نے ایک لمحے کے لیے نوالہ نیچے رکھا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ اس کی نظریں اتنی گہری اور جنونی تھیں کہ قندیل کا دل دہل گیا۔ کاشان نے اچانک اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیا۔ قندیل نے تڑپ کر نکلنا چاہا، مگر کاشان کی گرفت فولادی تھی۔ اس نے ایک ہاتھ سے قندیل کا جبڑا تھوڑا سختی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے نوالہ اس کے منہ میں ڈالنے کی کوشش کی۔

"تم جتنا مجھے مجبور کرو گی، میں اتنا ہی سنگدل بن جاؤں گا۔"

کاشان نے اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔

"کھانا کھاؤ، ورنہ میں ابھی اسی وقت حویلی فون کروں گا اور تمہارے ان بھائیوں کو ایسی خبر سناؤں گا کہ وہ جیتے جی مر جائیں گے۔ کیا تم چاہتی ہو کہ موسیٰ نقوی کو تمہاری موت کی جھوٹی خبر ملے؟"

کاشان نے یہ حربہ اسے کھانا کھلانے کے لیے استعمال کیا تھا ورنہ تو وہ یہ کام سرانجام دے چکا تھا۔ قندیل کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ باہر کیا کھیل کھیلا جا چکا ہے، مگر اسے اپنے بھائیوں کی زندگی اپنی جان سے زیادہ پیاری تھی۔ اس نے روتے ہوئے، سسکتے ہوئے وہ نوالہ حلق سے نیچے اتارا۔ کاشان نے ایک کے بعد ایک نوالہ اسے کھلانا شروع کیا۔ قندیل کا ہر نوالہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا، مگر وہ کاشان کی دھمکی کے سامنے بے بس تھی۔ جب کھانا ختم ہوا، تو کاشان نے اسے چھوڑا اور تھال ایک طرف رکھ دیا۔ قندیل دیوار سے لگ کر پھر سے رونے لگی۔ کاشان کچھ دیر اسے دیکھتا رہا، پھر اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"آج کے بعد یہ یاد رکھنا،"

کاشان نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"تمہاری ہر ضد کا جواب میرے پاس موجود ہے۔ تم کھانا نہیں کھاؤ گی تو میں زبردستی کھلانا جانتا ہوں۔ تم نہیں مانو گی تو منوانا جانتا ہوں۔ تم نے ابھی کاشان کا صرف ایک رخ دیکھا ہے، دعا کرو تمہیں دوسرا رخ نہ دیکھنا پڑے۔"

وہ باہر نکل گیا اور ایک بار پھر دروازہ بند ہونے کی بھاری آواز آئی۔ قندیل نے گھٹنوں میں سر دے کر رونا شروع کر دیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ایک ایسی دلدل میں پھنس گئی ہے جہاں کا مالک ایک ایسا شخص ہے جس کی محبت اور نفرت، دونوں ہی تباہ کن ہیں۔ دوسری طرف کاشان، جو باہر راہداری میں کھڑا تھا، اس نے اپنے ہاتھ دیکھے جن سے اس نے ابھی قندیل کو کھانا کھلایا تھا۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ وہ اس لڑکی کو اذیت دے رہا تھا یا خود کو؟ یہ سوال اب اسے رات بھر سونے نہیں دینے والا تھا۔ وہ جتنا جلدی ہو سکے اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ وہ اسے منائے گا کیسے۔ کچھ سوچنے کے بعد اس نے ایک بار پھر کمرے کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا جہاں پر وہ دیوار کے ساتھ لگ کر رو رہی تھی۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"

اسکے آنسوں کو دیکھتے ہوئے وہ ضبط کر کے بولا تھا جس پر کندیل نے نہ چاہتے ہوئے بھی ہاں میں سر ہلایا۔ کاشان نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور قندیل کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ قندیل، جو ابھی تھوڑی دیر پہلے کھانا کھانے کے صدمے سے ہی نہیں نکلی تھی، اس کے دوبارہ آنے پر لرز کر رہ گئی۔ اس کی سرخ سوجی ہوئی آنکھیں کاشان کی شخصیت کے اس نئے اور خاموش پہلو کا جائزہ لے رہی تھیں۔ کمرے میں خاموشی اتنی گہری تھی کہ قندیل کو اپنے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔

کاشان نے اپنی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکالی، مگر قندیل کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر اسے واپس رکھ دیا۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا اور اپنی آواز کو جتنا ممکن ہو سکے ہموار بناتے ہوئے بولا۔

"قندیل۔۔۔میں یہاں کسی بحث کے لیے نہیں آیا۔میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھااور اب پھر کہہ رہاہوں کہ میں تم سے نکاح کرناچاہتاہوں۔اور میں چاہتاہوں کہ یہ نکاح تمہاری رضامندی سے ہوتاکہ ہم اس تلخی کو ختم کرکے ایک نئی زندگی کاآغاز کرسکیں۔"

کاشان کی بات سن کر قندیل کولگا جیسے کسی نے اس کے زخموں پر نمک چھڑک دیاہو۔اس نے ایک سرداور تیکھی نظر کاشان پر ڈالی۔اس کی خاموشی ٹوٹ گئی اور وہ ایک دم پھٹ پڑی۔

"نکاح؟ تلخی کاخاتمہ؟ نئی زندگی؟"

قندیل کی آواز میں حقارت کی انتہا تھی۔

"کاشان! تم کس دنیا میں رہتے ہو؟ کیا تمہیں لگتاہے کہ ایک اغواکار،ایک ایسا شخص جس نے مجھے میرے گھر سے،میرے بھائیوں سے جداکیا،جس نے مجھے ذلیل کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی،وہ اب نکاح کی بات کر کے پارسابن جائے گا؟"

"دیکھو، میں جانتا ہوں کہ شروعات غلط تھی، لیکن حالات ایسے بن گئے تھے کہ مجھے یہ قدم اٹھانا پڑا۔ میں تمہیں کوئی اذیت نہیں دینا چاہتا، میں صرف تمہیں اپنا نام دینا چاہتا ہوں تاکہ تم ہمیشہ کے لیے میری ہو جاؤ۔"

کاشان نے اس کے غصے کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی اور ایک قدم آگے بڑھایا۔

"کبھی نہیں!"

قندیل چیخی اور دیوار کا سہارا لے کر کھڑی ہو گئی۔

"میرا جواب پہلے بھی 'نہ' تھا اور آج بھی 'نہ' ہے۔ تم جیسے گرے ہوئے انسان کے نام کا لبادہ اوڑھنے سے بہتر ہے کہ میں موت کو گلے لگا لوں۔ تم نے مجھ سے میری آزادی چھین لی، میرا سکون چھین لیا، اب کیا میرا نام بھی چھیننا چاہتے ہو؟ میں قندیل نقوی ہوں، اور میں کبھی کسی ایسے شخص کی زندگی کا حصہ نہیں بنوں گی جس کے ہاتھ میرے خاندان کے خون سے رنگنے کے خواہشمند ہوں یا جس کی سوچ اتنی غلیظ ہو۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو، قندیل۔ تم بھول رہی ہو کہ تم اس وقت میرے رحم و کرم پر ہو۔ نکاح کی پیشکش میں تمہیں عزت دینے کے لیے کر رہا ہوں، ورنہ میرے پاس تمہیں اپنے پاس رکھنے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔"

کاشان کے ماتھے پر غصے کی لکیریں ابھریں۔

"کیسی عزت؟"

قندیل نے طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ایک قیدی کو نکاح کی زنجیر میں جکڑنا عزت کہلاتا ہے؟ کاشان، تم صرف ایک بزدل انسان ہو۔ تم میرے بھائیوں کا مقابلہ نہیں کر سکے، اس لیے تم نے ایک لڑکی کو نشانہ بنایا۔ اور اب تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری اس بزدلی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دوں؟ یہ خواب دیکھنا چھوڑ دو۔ میں تم سے نفرت کرتی ہوں، اور یہ نفرت مرتے دم تک ختم نہیں ہو گی۔"

"نفرت اور محبت میں ایک بہت باریک لکیر ہوتی ہے، قندیل۔ تم آج مجھ سے نفرت کر رہی ہو، لیکن وقت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ تمہیں میری زندگی میں شامل تو ہونا ہی ہوگا، چاہے تم خوشی سے آؤ یا مجبوری سے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے، اور کاشان جو فیصلہ کر لیتا ہے، اسے پورا کر کے رہتا ہے۔"

کاشان نے ضبط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا، وہ اس کے قریب آیا اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"تم مجھے مجبور کر سکتے ہو، لیکن میرا دل نہیں جیت سکتے۔"

قندیل نے ہمت جمع کر کے جواب دیا۔

"تم نکاح کے کاغذات پر میرے دستخط زبردستی لے سکتے ہو، لیکن تم کبھی مجھے اپنی بیوی نہیں بنا پاؤ گے۔ میں تمہارے گھر میں ایک لاش بن کر رہوں گی، ایک ایسی لاش جو تمہیں ہر پل تمہارے گناہوں کی یاد دلائے گی۔ کیا تم ایک ایسی زندگی چاہتے ہو؟"

کاشان کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔اس نے قندیل کے بالوں کی ایک لٹ کو چھونے کی کوشش کی، مگر قندیل نے فوراً سر جھٹک دیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، قندیل؟ میں نے یہ سب ایک انتقام کی آگ میں کیا تو یہ سب بھی ہے یہ سب میں نے انتقام کی آگ میں کیا تھا جس لڑکی سے میں محبت کرتا تھا ہاں اس کے ساتھ موسیٰ نے غلط کیا پھر مجھے احساس ہوا میں تم سے محبت کرتا ہوں اگر میں تمھارے ساتھ ایسا کروں تو موسیٰ اور مجھ میں کیا ہی فرق رہ جائے گا لیکن میں موسیٰ کو تکلیف دینا چاہتا ہوں تمھیں اپنے نکاح میں رکھ کر اس کی عزت پر سوال اٹھا کر جب ایک دن اچانک میں تمھیں ان کے سامنے کھڑا کروں گا"

قندیل کا دل ڈوبنے لگا۔اسے احساس ہوا کہ کاشان اسے صرف ایک مہرہ سمجھ رہا ہے، ایک ایسا مہرہ جس کے ذریعے وہ اس کے بھائیوں کو نیچا دکھانا چاہتا ہے۔

"تم کتنے گرے ہوئے انسان ہو۔۔۔ تمھارا میرے بھائی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے وہ کبھی بھی کسی لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے تم میری زندگی برباد کر رہے ہو صرف اپنے انا کے لیے؟"

قندیل نے نفرت سے کہا۔

"انا ہو یا انتقام، اب تم میری ہو چکی ہو۔"

کاشان نے سرد لہجے میں کہا۔

"نکاح کی تیاریاں شروع ہو چکی ہیں۔ بہت جلد ہمارا نکاح ہے۔ میں تمہیں ایک موقع دے رہا ہوں، خود کو ذہنی طور پر تیار کر لو۔ اگر تم نے وہاں کوئی ڈرامہ کرنے کی کوشش کی، تو یاد رکھنا میں نے تمہیں پہلے بھی دھمکی دی تھی۔۔۔ تمہارے بھائیوں تک تمہاری موت کی خبر پہنچنے میں دیر نہیں لگے گی۔"

"تم نے جو کرنا ہے کرو تم ان تک یہ خبر بھی پہنچا دو تب بھی میں تم سے نکاح نہیں کروں گی"

قندیل نے اٹل لہجے میں کہا نا جانے کیسے اس میں اتنی ہمت آئی لیکن وہ اس شخص سے نکاح نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"ایک بار پھر سوچ لو قندیل۔۔۔ میں تمہیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ شرافت سے ہاں کر دو، ورنہ میرے پاس تمہیں جھکانے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔"

کاشان کی آواز میں ایک عجیب سی کھنک تھی، جیسے وہ اس انکار سے لطف اندوز ہو رہا ہو۔

"میں نے کہا نہ! کبھی نہیں! تم مجھے مار سکتے ہو کاشان، لیکن میرے ضمیر کو نہیں خرید سکتے۔ میں تمہاری کبھی نہیں بنوں گی۔"

قندیل نے دیوار سے لگی ہوئی حالت میں اپنی پوری ہمت مجتمع کر کے کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر لہجے میں نقوی خاندان کی وہی انا تھی جو اس کے بھائیوں کا خاصہ تھی۔

"ٹھیک ہے قندیل۔۔۔اب تم دیکھو گی کہ کاشان اپنی من مانی کیسے کرتا ہے۔تم نے میری شرافت کو میری کمزوری سمجھ لیا تھا،اب میں تمہیں اپنی اصلیت دکھاتا ہوں۔"

کاشان کے چہرے پر ایک وحشیانہ مسکراہٹ ابھری۔وہ دھیرے دھیرے قندیل کی طرف بڑھا۔قندیل کے پاس پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں تھی۔ اس کی پشت ٹھنڈی دیوار سے لگی ہوئی تھی اور سامنے کاشان کا قد آور وجود اسے اپنے سائے میں دبا رہا تھا۔قندیل کا سانس حلق میں اٹک گیا۔جیسے ہی کاشان بالکل اس کے قریب پہنچا،اس نے اپنے ہاتھ بڑھا کر قندیل کی چادر،جو اس کے بکھرے ہوئے وجود کا آخری سہارا تھی،اسے اس کی گردن سے نیچے سرکانا شروع کیا۔قندیل کا رنگ فقر ہو گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟ چھوڑو مجھے!اللہ کا واسطہ ہے،باز آجاؤ!"

وہ تڑپ کر بولی، مگر کاشان نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس نے چادر کو اس طرح نیچے کیا کہ وہ قندیل کے وجود سے الگ نہ ہو، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ قندیل کی قمیض پہلے ہی پھٹی ہوئی ہے، مگر اس کا مقصد قندیل کو بس نکاح کے لیے راضی کرنا تھا۔

"تم نے اپنی من مانی کر لی قندیل، اب میری باری ہے۔" کاشان کی آواز اب ایک سرگوشی بن کر اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس کا لمس قندیل کے لیے کسی دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح تھا۔ کاشان نے اپنا ہاتھ قندیل کی گردن پر رکھا، اس کی انگلیاں قندیل کی حساس جلد پر رینگ رہی تھیں۔ قندیل نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں، اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ کاشان نے جھک کر اپنی گرفت مضبوط کی اور قندیل کی گردن پر اپنے لب رکھ دیے۔ قندیل کو ایسا لگا جیسے اس کی روح فنا ہو رہی ہو۔ وہ ساکت ہو گئی، اس کی چیخیں اس کے حلق میں دم توڑ گئیں۔ وہ بچپن سے ایک پاکیزہ ماحول میں پلی بڑھی تھی، جہاں حیا اور تقدس کی دیواریں بہت اونچی تھیں۔ آج وہ دیواریں اس کے سامنے مسمار ہو رہی تھیں۔ کاشان کا جنون بڑھ رہا تھا۔ اسے قندیل کی بے بسی دیکھ کر ایک عجیب سی وحشت محسوس ہوئی لیکن وہ اس لڑکی کو اپنے نکاح میں چاہتا تھا جب اس نے محسوس کیا کہ قندیل اب مزید مزاحمت کرنے کے قابل نہیں رہی، تو وہ اس کے ہونٹوں کی طرف

بڑھا۔ وہ اس کی پاکیزگی کو داغدار کرنے کے بالکل قریب تھا۔ قندیل کے ذہن میں ایک دم بجلی سی کوند گئی۔ اسے احساس ہوا کہ اگر آج اس نے 'نہ' پر اصرار کیا، تو یہ شخص اس کے ساتھ وہ گناہ کر گزرے گا جس کی تلافی کبھی ممکن نہیں ہو گی۔ وہ اپنے بھائیوں کی خاطر مر تو سکتی تھی، لیکن اپنے رب کے سامنے گناہ گار بن کر، زنا کا داغ لے کر جینا اس کے لیے ناممکن تھا۔ اس کے نزدیک اس کی عزت اور اس کا ایمان سب سے بڑھ کر تھا۔

"رک جاؤ!"

قندیل کی آواز ایک زوردار سسکی کے ساتھ نکلی۔ "کاشان۔۔۔ رک جاؤ! میں۔۔۔ میں تیار ہوں۔ میں نکاح کے لیے تیار ہوں۔"

کاشان ایک دم رک گیا۔ اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ چمک آئی۔ اس نے اپنے لب قندیل کے چہرے سے ہٹائے، مگر اس کی گرفت اب بھی قندیل کے بازوؤں پر سخت تھی۔ اس کی آنکھوں میں وہ جنون اب بھی رقص کر رہا تھا، مگر اب اس میں ایک سکون بھی تھا۔

"کیا کہا؟ دوبارہ کہو۔"

کاشان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"میں نکاح کروں گی تم سے۔۔۔بس مجھے مت چھوؤ۔مجھے گناہ گار مت بناؤ۔میں تمہارے ہر کاغذ پر دستخط کر دوں گی، میں تمہاری بیوی بن کر رہوں گی، بس میری پاکیزگی مجھ سے مت چھینو۔" وہ بری طرح ٹوٹ چکی تھی۔اس کی ہمت، اس کا غرور، اس کی انا، سب کچھ کاشان کے قدموں میں ڈھیر ہو چکا تھا۔

کاشان نے دھیرے سے اسے چھوڑا اور چند قدم پیچھے ہٹا۔اس نے اپنی بکھری ہوئی سانسوں کو ترتیب دیا اور قندیل کی چادر کو واپس اس کے کندھوں پر درست کیا قندیل نے فوراً خود کو اس چادر میں چھپا لیا، جیسے وہ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہو جانا چاہتی ہو۔

"یہ ہوئی نہ بات۔"

کاشان نے سرد لہجے میں کہا۔

"کاش تم یہ بات پہلے مان لیتی تو تمہیں یہ سب نہ دیکھنا پڑتا۔ اب کل ہمارا نکاح ہو گا۔ خود کو تیار رکھنا، کیونکہ اب تمہارے پاس پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہیں بچا۔"

وہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا کیوں کہ وہ جانتا تھا اس کی موجودگی اس لڑکی کے لیے اذیت ہے، جبکہ قندیل وہیں فرش پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی ابھی ایک بہت بڑے طوفان سے بچ کر نکلی ہے، مگر اس بچاؤ کی قیمت اس کی پوری زندگی کی خوشیاں تھیں۔ اس نے اپنے اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑ لیے۔

"یا اللہ! میں نے اپنی عزت بچانے کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔ تو گواہ رہنا کہ میں مجبور تھی۔ مجھے اس ظالم کے شر سے بچا لے۔"

وہ روتی ہوئی اپنے رب سے دعا کر رہی تھی کاشان کمرے سے باہر راہداری میں کھڑا تھا۔

"میں جانتا ہوں تم مجھے کبھی معاف نہیں کروں گی میں تمھاری نظر میں غلیظ انسان تو بن سکتا ہوں لیکن آزاد نہیں کر سکتا تمھیں آزاد کرنے کا مطلب ہے اس درندے کے آگے خود اپنے ہاتھوں سے لے کر جانا اور میں یہ نہیں کر سکتا میں پہلے بھی اپنی محبت کھو چکا دوسری بار بھی کیوں کہ تم بس مجھ سے نفرت کرتی ہو اور تمھاری نفرت جائز بھی ہے"

کاشان کی آنکھ سے ایک آنسوں ٹوٹ کر نیچے گرا لیکن اس نے فوراً سے اپنے آنکھوں کو صاف کر لیا۔

سردار موسیٰ نقوی جس کے قدموں کی دھمک سے زمین کانپا کرتی تھی، آج کسی ہارے ہوئے انسان کی طرح لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے حس و حرکت تھا، جیسے خون کی گردش تھم گئی ہو۔ اس کے پیچھے ہاشم، یحییٰ، حنان اور عدنان تھے، جن کے چہرے آنسوؤں اور گرد و غبار سے اٹے ہوئے تھے۔

موسیٰ کے پیچھے چار پولیس کے لوگ ایک اسٹریچر اٹھائے حویلی کے صحن میں داخل ہوئے، جس پر سفید چادر تنی تھی۔اس چادر کے نیچے چھپا وہ وجود حویلی کی رونق،ان کی لاڈلی قندیل تھی۔ حویلی کے ہال میں جیسے ہی اسٹریچر رکھا گیا، فضا ایک دم ساکت ہو گئی۔اور وہ لوگ وہاں سے چلے گئے تھے کسی میں اتنی ہمت نہیں ہوئی تھی کہ سر بھی اٹھا سکے کیوں کہ وہ جانتے تھے اس وقت وہ کس کی حویلی میں کھڑے تھے۔آیت بیگم، جواب تک ایک آس لگائے دروازے کو تک رہی تھیں، سفید چادر کو دیکھ کر اپنی جگہ منجمد ہو گئیں۔ان کے لب ہلے مگر آواز نہیں نکلی۔روح ہمت کر کے سردار موسیٰ کے پاس ائی تھی اور اس کی انکھوں میں دیکھا سردار موسیٰ کی انکھوں میں اس نے پہلی بار انسوں دیکھے تھے اس کا دل ڈوب گیا تھا وہ بلکل بھی ایسا نہیں سوچنا چاہتی تھی لیکن ان سب کی حالت روح کو ایسا سوچنے پر مجبور کر رہی تھی۔نور جو وہیں کونے میں بیٹھی تھی، بھاگ کر موسیٰ کے پاس آئی اور اس کا کرتا پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔

"بھائی! یہ کیا ہے؟ آپ اسے لائے ہیں نہ؟ یہ اس پر چادر کیوں ہے؟ اسے اٹھائیں بھائی! اسے کہیں کہ وہ ایسے نہ لیٹے، اسے ڈر لگتا ہے!"

نور کی دہائیوں نے فضا میں درد کا زہر گھول دیا۔

حفصہ دوڑتی ہوئی عدنان کے پاس آئی اور اس کے بازو تھام لیے۔

"عدنان! یہ قندیل نہیں ہے نہ؟ آپ تو اسے لینے گئے تھے؟ موسیٰ بھائی تو اسے بچانے گئے تھے!"

حفصہ کا ننھا سا دل اس بڑے صدمے کو سہنے کے قابل نہیں تھی۔ وہ عدنان کے سینے سے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، جبکہ عدنان خود کسی بت کی طرح ساکت کھڑا آسمان کو تک رہا تھا، جیسے اپنے رب سے اس بے بسی کا شکوہ کر رہا ہو۔ آیت بیگم خود کو گھسٹتی ہوئی اسٹریچر کے پاس آئیں اور لرزتے ہاتھوں سے چادر کا کونا ہٹایا۔ جیسے ہی قندیل کا وہ معصوم اور بے جان چہرہ سامنے آیا، حویلی کے در و دیوار چیخ اٹھے۔

"میری بچی! میری قندیل!"

آیت بیگم کی ایک ایسی فلک شگاف چیخ نکلی کہ روح اور ماہا نے تڑپ کر انہیں سنبھالنا چاہا، مگر وہ خود بھی ڈھیر ہو گئیں۔ سردار موسیٰ، جو اب تک سب کو حوصلہ دینے کی بات کر رہا تھا، اپنی ماں سائیں کا بین دیکھ کر ٹوٹ گیا۔ وہ وہیں فرش پر اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اپنا سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا۔

"ماں سائیں! میں ہار گیا۔۔۔ میں سردار ہو کر بھی اپنی بہن کو نہیں بچا سکا!"

موسیٰ کی آواز میں وہ کرب تھا جو شاید صدیوں تک اس حویلی کی فضاؤں میں گونجتا رہنا تھا۔

"موسیٰ مجھے میری قندیل کا کردو"

آیت بیگم نے چیخ کر کہا۔ کنزہ بیگم جو کہ دور کھڑی آنسوں بھار ہی تھی وہ بھی آیت بیگم کے پاس ائی تھی اسے سنبھالنے کے لیے عافیہ بیگم بھی رو رہی تھی وہ بھی آیت بیگم کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی احمد نقوی اور ساجد نقوی کو بھی کال کر کے بلا لیا تھا نادیہ بیگم تو بس خاموش کھڑی تھی نہ ان کے چہرے پر کوئی غم تھا اور نہ ہی خوشی تھی گلناز بھی لاپرواہی سے وہاں ایک سائیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی جیسے اسے ان سب سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ مصطفیٰ نقوی اور ماہنور بیگم کو بھی کال کر دی تھی وہ بھی گا آرہے تھے۔ شور کی آواز پر سید سائیں اپنے کمرے سے باہر نکل آئے تھے اور اپنی حویلی کے زنان خانے کا منظر دیکھ کر انھوں نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا تھا یحییٰ اور ہاشم بھاگ کر ان کے پاس آئے تھے اور انھیں سہارا دیا تھا۔ سید سائیں کے قدموں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔ وہی جگہ جہاں چند روز پہلے قندیل کی ہنسی گونجتی تھی، آج وہاں سفید چادر میں لپٹا ایک وجود پڑا تھا اور حویلی کی دیواریں ماتم کر رہی تھیں۔ ہاشم اور یحییٰ نے آگے بڑھ کر

انہیں سنبھالنا چاہا، مگر سید سائیں کے بازوؤں میں جیسے سکت ہی نہ رہی ہو۔ ان کی نظریں اس اسٹریچر پر جمی تھیں جہاں ان کی زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ بے جان پڑا تھا۔

"قندیل۔۔۔؟"

سید سائیں کے خشک لبوں سے صرف یہی ایک لفظ نکلا، مگر اس میں چھپا درد ہال میں موجود ہر شخص کے کلیجے کو چیر گیا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اسٹریچر کے قریب پہنچے۔ سردار موسیٰ نے جب اپنے دادا جان کو اس حال میں دیکھا تو وہ جھک کر ان کے قدموں میں گر گیا۔

"سید سائیں! مجھے معاف کر دیں۔۔۔ میں آپ کی لاڈلی کو سلامت واپس نہیں لا سکا! میں نے وعدہ کیا تھا، پر میں ہار گیا!"

موسیٰ کا سر ان کے قدموں پر تھا اور وہ کسی چھوٹے بچے کی طرح بلک رہا تھا۔ ایک ایسا سردار جس کے سامنے لوگ سر اٹھانے کی ہمت نہیں کرتے تھے، آج اپنی بے بسی کا اعتراف اپنے سید سائیں کے قدموں میں کر رہا تھا۔ سید سائیں نے کپکپاتے ہاتھوں سے موسیٰ کے سر پر ہاتھ رکھا اور پھر دھیرے سے جھک کر قندیل کے سرہانے بیٹھ گئے۔ انہوں نے قندیل کے ٹھنڈے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"بیٹی۔۔۔ تم تو کہتی تھی کہ تم اپنے سید سائیں کو چھوڑ کر کبھی نہیں جاؤ گی؟ اسی لیے ہی تو تمھیں شادی نہیں کرنی تھی دیکھو، تمہارے بھائی کھڑے ہیں، تمہاری ماں سائیں تڑپ رہی ہے، اٹھو قندیل!"

سید سائیں کی آنکھوں سے گرے آنسوں قندیل کے بے جان چہرے پر گرے، مگر وہاں کوئی جنبش نہ ہوئی۔ آیت بیگم کی حالت دیدنی تھی۔ وہ کبھی قندیل کے ہاتھ چومتیں تو کبھی موسیٰ کا دامن پکڑ کر اسے جھنجھوڑتیں۔

"موسیٰ! اسے کہو یہ مذاق ختم کرے! اسے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے، یہ اکیلی کیسے رہے گی؟ تم تو اسے لینے گئے تھے نہ؟ تم نے اسے بچایا کیوں نہیں؟"

آیت بیگم کی آواز اب بیٹھ چکی تھی، مگر ان کا درد ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ روح، جواب تک خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی۔ حفصہ عدنان کے سینے سے لگی بری طرح کانپ رہی تھی۔ اس کی عمر ہی کیا تھی، صرف 16 سال، اس نے زندگی میں کبھی ایسا ہولناک منظر نہیں دیکھا تھا۔ وہ بار بار قندیل کے اس چہرے کو دیکھتی جو اب مٹی اور خون کے نشانات سے اٹا ہوا تھا۔ عدنان نے حفصہ کو سختی سے خود میں بھینچ لیا تھا، جیسے وہ اسے اس صدمے کی لہر سے بچانا چاہتا ہو، مگر اس کی اپنی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں۔ کنزہ بیگم اور عافیہ بیگم نے آگے بڑھ کر آیت بیگم کو اسٹریچر سے الگ کرنے کی کوشش کی۔

"آیت! حوصلہ کرو، اللہ کو یہی منظور تھا۔۔۔ اسے سکون سے جانے دو،"

کنزہ بیگم نے روتے ہوئے کہا۔ مگر ماں کا دل کہاں مانتا تھا۔ اسی اثناء میں احمد نقوی اور ساجد نقوی بھی حویلی پہنچ گئے۔ جیسے ہی انہوں نے زنان خانے میں قدم رکھا اور اسٹریچر پر نظر پڑی، احمد نقوی وہیں دیوار کے سہارے بیٹھ گئے انھیں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ ساجد نقوی نے جب موسیٰ کی حالت دیکھی تو وہ بھاگ کر موسیٰ کے پاس آئے اور اسے گلے لگا لیا۔

حویلی کے مرد جو باہر کی دنیا کے لیے پہاڑ تھے، آج اپنی ہی حویلی کے اندر ریزہ ریزہ ہو چکے تھے۔ نادیہ بیگم ایک طرف ساکت کھڑی تھیں، ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ اس منظر کو دیکھ تو رہی تھیں مگر جیسے ان کے اندر کا انسان مر چکا ہو۔ وہ قندیل سے کبھی محبت نہیں کر سکی تھیں، اس لیے آج اس کی موت پر بھی ان کے دل میں کوئی درد نہیں اٹھا تھا۔ جبکہ گلناز، جو حویلی کی دوسری عورتوں سے بالکل مختلف تھی، وہ بے حسی سے ناخن چبا رہی تھی۔ اس کے لیے یہ سب صرف ایک تماشہ تھا، یا شاید وہ خوش تھی کہ اس حویلی کا غرور خاک میں مل گیا ہے۔

"موسیٰ۔۔۔اب ہمیں آخری رسومات کی تیاری کرنی ہے۔اسے زیادہ دیر ایسے نہیں رکھ سکتے۔"

ہاشم نے آگے بڑھ کر موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔موسیٰ ساجد نقوی سے الگ ہوا تھا اور اس نے تڑپ کر ہاشم کو دیکھا۔

"کون سی رسومات ہاشم؟اسے مٹی کے سپرد کر دوں؟جس بہن کو دھوپ میں نہیں نکلنے دیا،اسے اندھیری قبر میں ڈال دوں؟"

موسیٰ کے لہجے کی وحشت نے سب کو ڈرا دیا۔

"موسیٰ!خاموش ہو جاؤ!یہ اللہ کی امانت تھی،اس نے واپس لے لی۔ ہمیں صبر کرنا ہو گا،ورنہ حویلی کی عورتیں ٹوٹ جائیں گی۔"

سید سائیں نے بلند آواز میں کہاان کی آواز میں اب وہ روایتی دبدبہ واپس آ رہا تھا، حالانکہ ان کا اپنا اندر لہولہان تھا۔

"عدنان۔۔۔کیا قندیل اب کبھی ہم سے بات نہیں کرے گی؟ کیا وہ اب حویلی میں نہیں آئے گی؟"

حفصہ نے سسکتے ہوئے عدنان سے پوچھا عدنان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔اس نے بس حفصہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اسے ماہا کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اسے اندر لے جائے کیوں کہ اسے بخار ہونا شروع ہو گیا تھا یہاں کے ماحول میں شاید وہ نہ رہ پاتی اور مزید اپنی طبیعت خراب کر لیتی جب کسی کا صبر ٹوٹتے ہوئے دیکھتی۔ حفصہ جب جانے لگیں تو اس نے ایک آخری بار قندیل کا ہاتھ چھوا۔اس کے دل میں اذیت اٹھی تھی اس کی ایک اور چیخ نکلی اور وہ بیہوش ہو کر عدنان کے بازوؤں میں گر گئی۔

"حفصہ آنکھیں کھولو حفصہ "

عدنان نے فوراً سے اسے اپنی باہوں میں بھرا تھا اور اسے لے کر اپنے کمرے کی طرف گیا تھا ماہا بھی ان کے پیچھے ہی تھی۔ حویلی میں اب ماتم کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ ہر گزرتا لمحہ اس صدمے کی شدت میں اضافہ کر رہا تھا۔ موسیٰ، ہاشم اور عدنان اب ایک دوسرے کا سہارا بنے کھڑے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اب انہیں مضبوط بننا ہو گا، کیونکہ یہ تو صرف شروعات تھی۔ انہیں اس شخص کو ڈھونڈنا تھا جس نے ان کی خوشیاں چھینی تھیں، اور انہیں عبرت کا نشان بنانا تھا۔ مگر اس وقت، اس ٹھنڈی رات میں، قندیل کی میت کے گرد کھڑے وہ سارے بھائی صرف بھائی تھے، جن کی دنیا اپنی بہن کے ساتھ ہی اجڑ گئی تھی۔ حویلی کے در و دیوار اس دکھ کے گواہ تھے، اور وہ معصوم قندیل (جو حقیقت میں کاشان کے پاس تھی) کی جگہ یہ نامعلوم لڑکی نقوی خاندان کی تقدیر بدل گئی تھی۔



وہ انھیں کپڑوں میں اور اسی چادر سے خود کو چھپا کر بیٹھی تھی کاشان نے اس کے سر پر ایک سرخ دوپٹہ ڈالا تھا قندیل خاموش رہی تھی اس نے کچھ بھی نہیں کہا ویسے تو وہ اسے کپڑے دے کر گیا تھا لیکن قندیل نے نہیں پہنے تھے وہ دونوں اس وقت ایک ساتھ بیٹھے تھے قندیل بے بن کر بیٹھی تھی ایک کرسی پر مولوی صاحب بیٹھا تھا اور ساتھ ہی وہاں پر دو گواہان موجود تھے۔

"سید آریز نقوی اپ کا نکاح سیدہ قندیل نقوی سے عوض مہر پچاس لاکھ، مقرر پایا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

قندیل جو کہ بہت بنی بیٹھی تھی یہ نام سن کر وہ حیران رہ گئی تھی اس نے فوراً سے اپنا منہ کاشان کی طرف موڑا تھا لیکن گھونگھٹ ہونے کی وجہ سے کاشان نے اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"قبول ہے"

کاشان کے لب ہلے تھے قندیل کو ایسا لگا جیسے اس نے یہ نام سن رکھا ہو۔

"سید آریز نقوی اپ کا نکاح سیدہ قندیل نقوی سے عوض مہر پچاس لاکھ،
مقرر پایا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

مولوی صاحب نے دوسری مرتبہ پوچھا۔

"قبول ہے"

اب کی بار وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے بولا تھا۔

"سید آریز نقوی اپ کا نکاح سیدہ قندیل نقوی سے عوض مہر پچاس لاکھ،
مقرر پایا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے"

مولوی صاحب نے ایک آخری بار پوچھا جبکہ قندیل تو صدمے میں تھے اس کی انکھوں میں تو اب آنسوں بھی نہیں تھے وہ بھی تھم چکے تھے۔

"قبول ہے"

کاشان نے تین بار قبول ہے کہہ کر نکاح نامے پر دستخط کیے تھے۔اب باری قندیل کی تھی۔ مولوی صاحب نے اپنی عینک درست کی اور قندیل کی جانب مخاطب ہوئے۔

"سیدہ قندیل نقوی آپ کا نکاح سید آریز نقوی سے، عوض مہر پچاس لاکھ مقرر پایا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

خاموشی۔۔۔ایک ایسی ہولناک خاموشی جس نے لاؤنج میں موجود ہر شخص کا سانس روک دیا۔ قندیل کے لبوں پر جیسے پہرے بیٹھ گئے تھے۔وہ سرخ دوپٹے کے پیچھے چھپی، اپنے ہی وجود سے بیگانہ، کسی پتھر کے بت کی طرح ساکت بیٹھی تھی۔اسے حویلی کے وہ منظر یاد آرہے تھے، اپنے بھائیوں کی محبت، سید سائیں کی شفقت اور وہ آزادی جو اس سے چھین لی گئی تھی۔

"سیدہ قندیل نقوی، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی صاحب نے چند لمحے انتظار کیا اور پھر دوبارہ پوچھا۔ قندیل کے ذہن میں آریز کا وہ لمس، وہ دھمکی اور وہ خوف کہ اگر اس نے انکار کیا تو اس کی پاکیزگی اور اس کے بھائیوں کی زندگی داؤ پر لگ جائے گی۔ اس کی آنکھیں اب آنسوؤں سے خالی ہو چکی تھیں، بس ایک ویرانی تھی جو اس کے چہرے پر پھیل گئی تھی۔ اس نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ مولوی صاحب کے ماتھے پر پسینہ آ گیا، انہوں نے گواہان کی طرف دیکھا اور پھر آخری بار، قدرے بلند آواز میں سوال دہرایا۔

"سیدہ قندیل نقوی، آخری بار پوچھ رہا ہوں، کیا آپ کو سید آریز نقوی کے ساتھ یہ نکاح قبول ہے؟"

قندیل اب بھی خاموش تھی۔اس کی خاموشی آریز کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔آریز نے محسوس کیا کہ اگر اس وقت قندیل نے کچھ نہ کہا تو مولوی صاحب نکاح کے بغیر ہی اٹھ جائیں گے۔اس نے اپنے برابر میں بیٹھی قندیل کے ٹھنڈے، لرزتے ہوئے ہاتھ پر اپنا مضبوط ہاتھ رکھا۔آریز کا لمس قندیل کے لیے کسی بجلی کے جھٹکے کی طرح تھا۔اس نے محسوس کیا کہ آریز کی انگلیاں اس کی کلائی پر تھوڑی سختی سے دباؤ ڈال رہی تھیں، جیسے وہ اسے یاد دلا رہا ہو کہ 'من مانی' کا وقت ختم ہو چکا ہے۔آریز نے اس کے کان کے قریب جھک کر اتنی دھیمی آواز میں سرگوشی کی کہ صرف قندیل ہی سن سکے۔

"قندیل۔۔۔یہ آخری موقع ہے۔زبان کھولو، ورنہ موسیٰ نقوی کے پاس ابھی ایک ایسی کال جائے گی جو اس کا دل چیر دے گی۔گناہ گار بننا چاہتی ہو یا میری بیوی؟ فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔"

آریز کے ہاتھ کی تپش اور اس کی آواز میں چھپا وہ آہنی ارادہ قندیل کو توڑنے کے لیے کافی تھا۔ اس نے اپنے بند ہوتے ہوئے گلے سے آواز نکالنے کی کوشش کی۔ اس کے لب تھرتھرائے۔

"قبول۔۔۔ہے،"

اس کی آواز اتنی نحیف تھی کہ مولوی صاحب کو دوبارہ سننے کے لیے تھوڑا جھکنا پڑا۔

"بیٹی، دوبارہ کہیے، آواز صاف نہیں تھی۔"

آریز نے اس کا ہاتھ مزید سختی سے بھینچا۔ قندیل نے ایک گہری سانس لی، جیسے وہ اپنی روح کو اس ایک لفظ کے بدلے نیلام کر رہی ہو۔

"قبول ہے۔۔۔ قبول ہے،"

اس نے دوسری اور تیسری مرتبہ یہ الفاظ کہے، مگر ہر لفظ کے ساتھ اسے لگا جیسے اس کے اپنے جنازے کی نماز پڑھی جا رہی ہو۔ مولوی صاحب نے سکون کا سانس لیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔ دعا کے کلمات لاؤنج میں گونج رہے تھے، مگر قندیل کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بس اس ہاتھ کو دیکھ رہی تھی جو اب بھی اس کے ہاتھ پر قابض تھا۔ ایک ایسا شخص جس سے وہ نفرت کرتی تھی، اب شرعی طور پر اس کا "مجازی خدا" بن چکا تھا۔

نکاح نامے پر دستخط کا مرحلہ آیا تو آریز نے قلم قندیل کے ہاتھ میں تھمایا۔ قندیل کے ہاتھ اس قدر لرز رہے تھے کہ وہ اپنا نام بھی نہیں لکھ پا رہی تھی۔ آریز نے دوبارہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور اسے سہارا دے کر دستخط کروائے۔ جب سب کارروائی مکمل ہو گئی، تو آریز نے مولوی صاحب اور گواہان کو عزت کے ساتھ رخصت کیا۔ جیسے ہی وہ لوگ فلیٹ سے باہر نکلے اور دروازہ بند ہونے کی آواز آئی، قندیل نے جھٹکے سے وہ گھونگھٹ اٹھایا تھا وہ فوراً اٹھی اور لاؤنج کے دوسرے کونے میں جا کھڑی ہوئی۔ اس کا سرخ دوپٹہ اس کے کندھوں سے ڈھلک گیا تھا۔ اس نے نفرت بھری نظروں سے آریز کو دیکھا۔

"تم جیت گئے گھٹیا انسان! تم نے مجھے ایک قیدی بنالیا، تم نے میرا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑ لیا، لیکن یاد رکھنا۔۔۔ تم کبھی قندیل کو حاصل نہیں کر پاؤ گے۔ تم نے جو آج میرے ساتھ کیا ہے، وہ میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ تم نے مجھے مجبور کیا، تم نے میری بے بسی کا فائدہ اٹھایا!" قندیل کی آواز میں اب وہ پرانی ہمت لوٹ آئی تھی، مگر اس میں دکھ کی آمیزش بھی تھی۔ آریز، جواب صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا، اس نے بہت اطمینان سے اپنی آستینیں اوپر چڑھائیں۔ اس کی آنکھوں میں اب وہ وحشت نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سا سکون تھا۔

"میں نہیں جیتا ہوں قندیل میں نے تو بس تمھارا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑا ہے اور یہی میری بس میں تھا تمھارے دل پر تمھاری روح پر تو میں کبھی قابض نہیں ہو سکتا"

آریز نقوی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ قندیل کا سینہ تیزی سے دھڑک رہا تھا، اسے آریز کی باتوں میں موجود سچائی یا شاید ایک نئی چال کا شائبہ ہو رہا تھا۔ وہ اس شخص کو سمجھنے سے قاصر تھی جو ایک طرف اسے قیدی بنا چکا تھا اور دوسری طرف اتنی آسانی سے یہ تسلیم کر رہا تھا کہ وہ اس کی روح پر قابض نہیں ہو سکتا۔

"تمہارا نام۔۔۔"

قندیل نے ہمت جمع کر کے پوچھا، اس کی آواز میں اب بھی لرزش تھی مگر تجسس غالب تھا۔

"تم نے ابھی نکاح کے وقت اپنا نام 'سید آریز نقوی' لکھوایا ہے۔ کیوں؟ تم تو کاشان تھے، پھر یہ تمھارے نام کے ساتھ نقوی کہاں سے آ گیا؟ کون ہو تم؟"

آریز کے لبوں پر ایک تلخ اور معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔اس نے صوفے کی پشت سے سر ٹکا لیا اور اپنی گہری آنکھوں سے قندیل کے معصوم مگر سوالیہ چہرے کو تکنے لگا۔

"نقوی صرف تمہارے خاندان کی جاگیر تو نہیں ہے مسز آریز نقوی،"
اس نے بہت دھیمے لہجے میں کہا جیسے کسی پرانے زخم کی کھرچن ہو۔
"میرا نام سید آریز نقوی ہی ہے، کاشان میرا نام میری ماما"
وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تھا اور پھر اس نے قندیل کو دیکھا۔

"کیا"
اس کو خاموش ہوتے دیکھ کر قندیل نے اس سے سوال کیا تھا۔

"کیا تم میری بات کا یقین کرو گی؟"

آریز نقوی نے اس سے سوال کیا تھا۔

"تم اپنی بات مکمل کرو"
قندیل نے اس کی طرف دیکھا۔

"شاید یہ وقت نہیں ہے کہ سچ سامنے آئے"
کاشان نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ قندیل کی آنکھوں میں موجود شک اور غصے نے آریز کے اندر جیسے ایک طوفان برپا کر دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ شخص اسے صرف اپنی باتوں کے جال میں الجھا رہا ہے، مگر آریز کے چہرے پر چھائی وہ گہری خاموشی کسی بہت بڑے سچ کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔

"یہ وقت نہیں ہے یا تمہارے پاس بتانے کے لیے کچھ نہیں ہے؟"

قندیل نے طنزیہ لہجے میں پوچھا،اس کی آواز میں موجود کڑواہٹ آریز کے دل پر کسی نشتر کی طرح لگی۔

آریز نے صوفے سے ٹیک ہٹائی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔اس کی نظریں قندیل کے چہرے پر جم گئیں، جیسے وہ اسے یہ باور کروانا چاہ رہا ہو کہ وہ جو کہنے جا رہا ہے، وہ کوئی عام بات نہیں ہے۔

"اچھا۔۔۔اگر تم اتنا ہی جاننا چاہتی ہو، تو اتنا بتا دیتا ہوں کہ سید حویلی سے بہت گہرا تعلق ہے میرا۔"

اس نے بہت ٹھنڈے مگر اٹل لہجے میں کہا۔

"جس حویلی کی تم بیٹی ہو، جس کے رعب اور دبدبے کی کہانیاں پورے کوئٹہ میں مشہور ہیں،اس حویلی کا وارث ہوں میں !اس کے علاوہ فی الحال میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

قندیل کو لگا جیسے اس کے کانوں میں کسی نے پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"وارث؟ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ سید حویلی کے وارث میرے بھائی ہیں۔ تم تو ایک اجنبی ہو، ایک گمنام شخص جس کا نام تک آج سے پہلے کسی نے نہیں سنا!"

وہ حیرت زدہ ہوتے ہوئے بول رہی تھی۔

"گمنام؟"

آریز کے لبوں پر ایک تلخ ہنسی آئی۔

"گمنام کر دیا گیا تھا قندیل! تاریخ ہمیشہ فاتح لکھتے ہیں، اور ہمارے ہی خاندان کے ایک شخص نے میرا باب اس طرح مٹایا کہ جیسے میرا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ لیکن خون کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میری رگوں میں دوڑتا ہوا یہ نقوی خون اس بات کی گواہی ہے کہ میں سید حویلی کا وارث ہوں"

"تم جھوٹ بول رہے ہو!"

قندیل نے چیخ کر کہا۔

"اگر تم وارث ہوتے تو آج حویلی میں ہوتے، نہ کہ یہاں چھپے ہوئے کسی چور کی طرح لڑکیوں کو اغوا کر رہے ہوتے۔ تم صرف میرے بھائیوں سے بدلہ لینے کے لیے یہ جھوٹی کہانیاں سنا رہے ہو۔"

آریز نے ایک لمبا سانس لیا اور اٹھ کر کھڑکی کی طرف بڑھ گیا جہاں سے رات کا اندھیرا فلیٹ کے اندر جھانک رہا تھا۔

"سچ کڑوا ہوتا ہے قندیل، اور اسے ہضم کرنے کے لیے حوصلہ چاہیے۔ تم جس حویلی کو جنت سمجھتی ہو، اس کی بنیادوں میں میرے حصے کی خوشیاں دفن ہیں۔ میں نے تمہیں یہاں لا کر تمہاری زندگی برباد نہیں کی، بلکہ تمھاری زندگی برباد ہونے سے بچائی ہے اگر میں تمھیں کیڈ نیپ نہ کرتا تو اج تم اپنے اس پھوپھا کی گھناؤنی سازش کا حصہ بن چکی ہوتی جو اس نے موسیٰ کے لیے بچھایا تھا وہ موسیٰ کو برباد کرنے کے لیے برسوں سے تمھارے اور نور کے جوان ہونے کا انتظار کرتا آیا ہے لیکن اسے اپنا کام کرنے کے لیے حویلی میں کوئی چاہیے تھا ملازمین سے یہ کام ہو نہیں سکتا تھا اس لیے انھیں 6 سال لگ گئے اس بات کے لیے اپنی بیوی نادیہ بیگم کو راضی کرتے اور اگر میں تمھیں کیڈ نیپ نہ کرتا تو اس رات نادیہ بیگم تمھیں اس شخص کے حوالے کر دیتی اس سے زیادہ فلحال میں کچھ نہیں بتا سکتا ماضی میں بہت کچھ ہوا ہے لیکن بہت سے لوگ اس سب سے ناواقف

ہے اور سب سے بڑی بات بتاؤں روح میری بہن ہے روح بھی اسی خاندان کی سگی بیٹی ہے جیسے گمنام کر دیا گیا اور وہ اس غلط فہمی کی وجہ سے خود کو کتنی اذیت دیتی آئی ہے یہ بھی میں جانتا ہوں"

قندیل کے سر پر جیسے آسمان ٹوٹ پڑا تھا۔ آریز کے ایک ایک لفظ نے اس کے پورے وجود کو لرزا کر رکھ دیا تھا۔ اس کی عقل تسلیم کرنے سے انکاری تھی مگر آریز کی آنکھوں میں جھلکتی وہ سچائی اس کے دل کے کسی گوشے میں دستک دے رہی تھی۔ اسے نادیہ بیگم کا وہ سرد رویہ، ان کی وہ خاموشی اور حویلی میں ان کی موجودگی، سب کچھ ایک بھیانک خواب کی طرح یاد آنے لگا۔

"نادیہ بیگم۔۔۔ پھوپھو؟ وہ ایسا کیوں کریں گی؟ اور روح؟"

قندیل کی آواز اس کے حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو آریز! روح تو عافیہ چاچی اور احمد چاچا کو راستے میں ملی تھی۔"

آریز کھڑکی سے پلٹا، اس کے چہرے پر ایک کرب ناک مسکراہٹ تھی۔

"تم اسے جھوٹ کہو یا حقیقت، سچ بدل نہیں جاتا قندیل۔ روح اسی حویلی کی بیٹی ہے خدا نے اس کی قسمت اچھی رکھی کہ اسے واپس اپنوں میں بھیج دیا اور میں وہاں آ گیا جہاں سے مجھے نکلنے کے لیے طاقت کی ضرورت تھی"
قندیل نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔ وہ حویلی جو اس کے لیے تحفظ کی علامت تھی، آج اسے سازشوں کا گڑھ لگ رہی تھی۔

"اگر یہ سب سچ ہے، تو تم نے مجھے کیوں بتایا؟ تم تو بدلہ لینا چاہتے تھے نہ؟"
قندیل نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ آریز اس کے قریب آیا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس نے قندیل کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"بدلہ ان سے لینا تھا جنہوں نے میرا حق چھینا، تم سے نہیں۔ تمہیں بچانا میری مجبوری تھی کیونکہ میں اس معصومیت کو اس درندے کے ہاتھ نیلام ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا جسے تمہاری اپنی پھوپھو نے راستہ دکھایا تھا اور میں نے شروع میں وہ سارے الفاظ وہ سب اس لیے استعمال کیا کیوں کہ میں تمھیں حقیقت نہیں بتانا چاہتا تھا باقی ساری سچائی سے واقف تھا بس مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ باس تمھیں کیوں"

وہ کہتے کہتے رک گیا اس کے الفاظوں نے اس کا ساتھ نہ دیا کہ وہ اپنی شریکِ حیات کے بارے میں اب کوئی ایسی بات بھی کرے۔ قندیل کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ آریز کی ہر بات پر یقین کر لے، اس کا لہجہ اتنا سچا تھا کہ انکار کی گنجائش نہیں لگ رہی تھی، لیکن اس کا دماغ اسے مسلسل جھنجھوڑ رہا تھا۔ 'یہ اغوا کار ہے قندیل! اس نے تمہیں تمہارے اپنوں سے دور کیا ہے بھائیوں سے دور کیا ہے، یہ تمہیں نفسیاتی طور پر توڑ رہا ہے' اس کے اندر سے ایک آواز آئی۔

"میں تم پر یقین نہیں کرتی!"

قندیل نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے کہا، حالانکہ اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

"تم یہ سب اس لیے کہہ رہے ہو تاکہ میں تمہارے اس زبردستی کے نکاح کو جائز سمجھ لوں۔ تم صرف ایک مہرے کی طرح مجھے استعمال کر رہے ہو۔"

آریز کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے افسوس کی لہر دوڑی، مگر اگلے ہی پل اس نے خود کو سنبھال لیا۔ اس کا چہرہ پھر سے وہی بے حس چٹان بن گیا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو، اس سے حقیقت نہیں بدلے گی۔ میں نے جتنا بتانا تھا بتا دیا، اب اس سے زیادہ ایک لفظ بھی میری زبان سے نہیں نکلے گا۔" آریز نے اٹھتے ہوئے دوٹوک انداز میں کہا۔

"آریز! رک جاؤ۔۔۔ مجھے مزید بتاؤ! اگر روح تمہاری بہن ہے تو تمھارے ماما بابا کون ہیں؟"

قندیل نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر آریز نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"نہیں قندیل! اب اور کچھ نہیں۔ باقی کی حقیقت بتانے کا یہ وقت نہیں ہے یا پھر وقت تمہیں دکھائے گا۔ فلحال تم اس کمرے میں جاؤ اور سونے کی کوشش کرو بہت دنوں سے سوئی نہیں ہو"

اس نے ایک سرد نظر قندیل پر ڈالی، جس میں اب کوئی نرمی نہیں تھی۔

قندیل وہیں زمین پر بیٹھی رہ گئی، جبکہ آریز بنا مڑے لاؤنج سے نکل کر دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ اسے مزید کچھ بتانے سے صاف انکار کر چکا تھا۔

قندیل کا دماغ اب ایک ایسی جنگ کا میدان تھا جہاں ایک طرف آریز کا دعویٰ تھا اور دوسری طرف برسوں کا وہ اعتماد جو اسے اپنے خاندان پر تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کس کے لیے روئے؛ اپنی برباد ہوتی زندگی کے لیے، یا اس حویلی کے لیے جس کی بنیادیں شاید جھوٹ اور سازشوں پر کھڑی تھیں۔ رات کا اندھیرا مزید گہرا ہو گیا تھا، اور قندیل نقوی (جواب قندیل آریز نقوی تھی) کے لیے یہ رات زندگی کی طویل ترین رات ثابت ہو رہی تھی۔

دو دن گزر گئے تھے اس بات کو وہ لوگ قندیل کو دفنا بھی آئے تھے حویلی میں عورتوں اور مردوں دونوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا اب تک کسی کو بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی قندیل اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے ہر کوئی ٹوٹ چکا تھا کسی میں اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ وہ دوسرے کو سہارا دے پاتا یا اسے محبت کے چند الفاظ کہتا کیوں کہ انھیں خود سہارے کی ضرورت تھی ان سب کو خود الفاظوں کی ضرورت تھی بس کوئی آکر انھیں کہہ دیتا کہ ان کی قندیل کہیں نہیں گئی ہے زندہ ہے۔ روح نے سردار موسیٰ کو زنان خانے میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا لیکن سردار موسیٰ کسی کی بھی طرف دیکھے بغیر اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ دیا تھا سب نے ہی اسے جاتا دیکھا تھا کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ کوئی کچھ بول پاتا یا پھر اسے روک پاتا۔ روح بھی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی اور بنا کسی سے کچھ بھی کہے وہ اوپر کی

جانب بڑھ گئی۔اوپر کوریڈور میں ہو کا عالم تھا۔روح جب موسیٰ کے کمرے کے سامنے پہنچی تو اسے اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے دروازے پر دستک دی۔

"ٹک ٹک"

اندر سے کوئی جواب نہیں آیا۔روح نے دوبارہ ہمت جمع کی اور دستک دی۔

"موسیٰ۔۔۔؟"

اس کی آواز میں التجا اور درد کا ایک سمندر تھا۔چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اندر سے ایک ایسی آواز آئی جو موسیٰ نقوی کی تو ہر گز نہیں لگ رہی تھی۔وہ آواز شکستہ تھی، بوجھل تھی اور بے حد سرد تھی۔

"مجھے اکیلا چھوڑ دو۔۔۔مجھے کسی سے بات نہیں کرنی۔"

سردار موسیٰ نے کہا۔

"موسیٰ، میں ہوں۔۔۔روح!"

اس نے دروازے کے پٹ پر اپنا سر ٹکا دیا۔

"دروازہ کھولیں موسیٰ، مجھے اندر آنا ہے"

"روح چلی جاؤ پلیز اس وقت مجھے اکیلا رہنا ہے"

سردار موسیٰ کی نہایت کمزور آواز اندر سے آئی۔

"موسیٰ دروازہ کھولیں"

روح نے ایک اور بار کوشش کی تھی۔

"روح، میں نے کہا نہ کہ چلے جاؤ یہاں سے! مجھے اکیلا رہنا ہے۔۔۔ میں کسی سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ جاؤ یہاں سے!"

موسیٰ کے لہجے میں اب تلخی آ رہی تھی، جیسے وہ خود کو اس اذیت سے بچانے کے لیے دوسروں کو خود سے دور دھکیل رہا ہو۔

"میں نہیں جاؤں گی۔ میں یہیں بیٹھی رہوں گی جب تک آپ دروازہ نہیں کھولتے۔ آپ اکیلے نہیں ہیں، میں آپ کا دکھ بانٹنا چاہتی ہوں۔"

روح وہیں دروازے کے باہر فرش پر بیٹھ گئی۔ وقت جیسے تھم گیا تھا۔ باہر روح کی سسکیاں تھیں اور اندر موسیٰ کی وہ خاموشی جو کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی تھی۔ تقریباً پندرہ بیس منٹ گزرنے کے بعد اچانک لاک کھلنے کی آواز آئی۔ روح تڑپ کر کھڑی ہوئی۔ دروازہ ایک زوردار جھٹکے سے کھلا۔ سامنے موسیٰ کھڑا تھا، مگر یہ وہ موسیٰ نہیں تھا جسے روح جانتی تھی۔ بال بکھرے ہوئے، آنکھیں خون کی طرح سرخ اور چہرے پر کرب کی ایسی لکیریں کہ دیکھنے والے کا کلیجہ منہ کو آ جائے۔ وہ غصے سے چیخنے ہی والا تھا، اس کے لب ہلے تاکہ وہ روح کو وہاں سے چلے جانے کا کہہ سکے، مگر روح نے اسے موقع ہی نہیں دیا۔ اس سے پہلے کہ موسیٰ کے لبوں سے کوئی کڑوا لفظ نکلتا، روح نے آگے بڑھ کر پوری قوت سے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے لیا۔ اس نے اپنا سر موسیٰ کے سینے پر رکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ موسیٰ کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے۔ وہ جو غصے کا لاوا

نکالنے والا تھا، روح کے اس اچانک لمس اور اس کی سسکیوں نے اسے منجمد کر دیا۔ اسے لگا جیسے اس کے اندر کی وہ دیوار جو اس نے خود کو سنبھالنے کے لیے کھڑی کی تھی، اب ریزہ ریزہ ہو رہی ہے۔

"موسیٰ۔۔۔ مت کریں ایسا! مت چھپائیں خود کو۔ ہم سب ٹوٹ گئے ہیں، لیکن آپ تو سردار ہیں نہ؟ آپ کیسے ہار سکتے ہیں؟"

روح کی ہچکیاں موسیٰ کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھیں۔

"میری قندیل چلی گئی موسیٰ۔۔۔ میری بہن چلی گئی!"

موسیٰ کی آنکھیں جواب تک خشک تھیں، روح کے منہ سے 'میری قندیل' کا لفظ سن کر بھر آئیں۔ اس کے وہ ہاتھ جو روح کو دور دھکیلنے کے لیے اٹھے تھے، اب بے ساختہ روح کے گرد ڈھیر ہو گئے۔ اس نے روح کو اتنی سختی سے خود میں بھینچ لیا جیسے وہ اس کے سہارے خود کو گرنے سے بچا رہا ہو۔ موسیٰ کا سر روح کے کندھے پر ٹکا اور وہ رو پڑا۔ ایک سردار، ایک بھائی، ایک ایسا انسان جس کی ایک جنبشِ ابرو سے فیصلے بدل جاتے تھے، آج اپنی بیوی کی بانہوں میں ٹوٹ کر بکھر گیا تھا۔

"روح! میں اسے نہیں بچا سکا۔۔۔ میں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا کہ جب تک تمہارا بھائی زندہ ہے تمہیں کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا، اور دیکھو۔۔۔ وہ مٹی کے نیچے سو گئی اور میں سانس لے رہا ہوں!"
موسیٰ کی آواز میں وہ وحشت تھی جو صدیوں کا کرب سمیٹے ہوئے تھی۔

"موسیٰ، یہ اللہ کی رضا تھی۔۔۔آپ نے کوشش کی، آپ تو اپنی جان پر کھیل گئے تھے۔ مت دیں خود کو یہ سزا۔"

روح نے اس کے بازوؤں کا حصار مزید تنگ کر دیا۔

"کون سی رضا روح؟ وہ ابھی بچی تھی، اسے تو زندگی دیکھنی تھی!"

موسیٰ اب روح کو پکڑ کر فرش پر بیٹھتا چلا گیا۔ وہ دونوں کمرے کے دروازے کے پاس ہی زمین پر ڈھیر ہو گئے تھے۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ روح کے ہاتھوں میں چھپا لیا۔

روح نے اس کے ماتھے کو چوما اور اس کے آنسو اپنے آنچل سے صاف کرنے لگی۔

"موسیٰ، اگر آپ ایسے ٹوٹیں گے تو باقیوں کو کون سنبھالے گا؟ حفصہ بیہوش پڑی ہے، تائی امی نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے، تایا ابو اور سید سائیں کسی زندہ لاش کی طرح گھوم رہے ہیں۔ آپ کو ان سب کی ڈھال بننا ہے موسیٰ!"

موسیٰ نے روح کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اپنے دکھ کے باوجود اس کے لیے بے پناہ محبت اور فکر تھی۔ اسے احساس ہوا کہ اس اندھیری سرنگ میں روح ہی وہ روشنی ہے جو اسے باہر نکال سکتی ہے۔ اس نے روح کے ہاتھ چومے اور اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔

"میرے پاس رہنا روح۔۔۔ مجھے اکیلا مت چھوڑنا۔ میں اس خاموشی سے ڈر جاتا ہوں، مجھے ہر طرف قندیل کی ہنسی سنائی دیتی ہے، اس کی وہ فرمائشیں یاد آتی ہیں۔۔۔ میں کیسے جیئوں گا اس کے بغیر؟"

روح نے خاموشی سے اسے خود میں سمیٹ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ زخم اتنی جلدی نہیں بھریں گے، مگر اس وقت موسیٰ کو ایک ایسی بانہوں کی ضرورت تھی جہاں وہ سردار نہیں، صرف ایک دکھ سے نڈھال انسان بن کر رو سکے۔ حویلی کے اس بند کمرے میں، جہاں باہر ماتم کا شور تھا، اندر دو روحیں ایک دوسرے کا سہارا بنے اس قیامت کو سہنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ موسیٰ نے محسوس کیا کہ روح کے گرد بازوؤں کا حصار تنگ کرنے سے اسے وہ سکون مل رہا تھا جو دنیا کی کسی دوا میں نہیں تھا۔ وہ دونوں دیر تک وہیں فرش پر بیٹھے رہے، جہاں لفظ ختم ہو گئے تھے اور صرف دلوں کی دھڑکنیں ایک دوسرے سے غم بانٹ رہی تھیں۔



ان کے نکاح کو پورے دو دن ہو گئے تھے اور دو دن سے ہی قندیل نے خود کو قید کر رکھا تھا آریز نے بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا اس وقت وہ کس حال میں ہے وہ اس پر کسی قسم کی کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا تھا اس نے جو بھی کیا تھا وہ سب اس لیے کیا تھا تاکہ وہ اسے باس سے بچا سکے اب وہ اس کی تھی اور وہ اسے کہیں بھی نہیں جانے دے گا ہمیشہ سے اس کی حفاظت کرے گا لیکن شاید وہ یہ بات قندیل کو نہیں سمجھا سکتا تھا اس نے دو دن سب کچھ کھایا بھی نہیں تھا وہ دروازہ ناک کرتا لیکن اندر سے کوئی رسپانس نہیں آتا اس لیے وہ کبھی بھی نہیں کہتا لیکن اج وہ اس کے لیے اپنے ہاتھوں سے بریانی بنا رہا تھا کیوں کہ آج تو اسنے اپنی بیوی کو کھانا کھلا کر ہی رہنا تھا۔اس نے چاول ڈالنے کے بعد اس نے سب کچھ سمیٹا اور پھر ہاتھ دھو کر قندیل کے کمرے کی طرف گیا تھا۔

"قندیل دروازہ کھولو"

آریز نقوی نے دروازے پر دستک دیتے ہوئے کہا۔ اندر سے کوئی آہٹ نہ ہوئی، نہ کوئی جواب آیا۔ قندیل کو لگا تھا کہ وہ پچھلے دو دنوں کی طرح اس بار بھی دستک دے کر، تھوڑی دیر انتظار کر کے لوٹ جائے گا۔ وہ بیڈ کے ایک کونے میں سمٹی بیٹھی تھی، آنکھیں سامنے دیوار پر جمی تھیں مگر ذہن کہیں دور حویلی میں بھٹک رہا تھا۔

"قندیل! میں دوبارہ نہیں کہوں گا۔ شرافت سے دروازہ کھول دو، ورنہ میرے پاس دوسرے طریقے بھی ہیں۔"

آریز نے تنبیہ کی، لیکن جب چند منٹ مزید خاموشی چھائی رہی تو اس کا صبر جواب دے گیا۔ اس نے جیب سے 'ایکسٹرا کی' نکالی۔ چابی گھومنے کی کرخت آواز قندیل کے کانوں میں کسی دھماکے کی طرح گونجی۔ وہ ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔ دروازہ کھلا اور آریز نقوی پورے رعب کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ وہاں کا منظر دیکھ کر آریز کے قدم وہیں جم گئے، اور دل کی دھڑکن نے جیسے ایک لمحے کے لیے بغاوت کر دی۔ قندیل بیڈ پر بیٹھی تھی، وہی کپڑے جو وہ اغوا کے وقت پہنے ہوئے تھی، آج بھی اس کے وجود پر تھے۔ لیکن وہ کپڑے گیلے تھے، شاید اس نے انہیں دھونے کی کوشش کی تھی اور بغیر خشک ہوئے ہی پہن لیے تھے۔ قندیل نے ان پھٹے ہوئے حصوں کو، سیفٹی پنوں سے جوڑ رکھا تھا۔ گیلے کپڑے اس کے معصوم اور تراشیدہ وجود کے ساتھ اس طرح چپکے ہوئے تھے کہ اس کے جسم کی ساخت نمایاں ہو رہی تھی۔ اس کے بھیگے بال کندھوں پر بکھرے

ہوئے تھے، جن سے پانی کے قطرے ٹپک کر اس کی گردن اور سینے پر لرز رہے تھے۔ وہ اس وقت کسی بکھری ہوئی کلی کی طرح لگ رہی تھی، جو طوفان کی زد میں آکر بھی اپنی خوشبو بچانے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔ آریز کی نظریں اس پر جم سی گئیں۔ اس کے جذبات میں ایک تلاطم برپا ہو گیا۔ وہ ایک مرد تھا، اور سامنے اس کی بیوی اس حال میں تھی کہ کسی بھی پتھر دل انسان کے جذبات پگھل جائیں وہ تو پھر اس سے محبت کرنے لگا تھا اس کی آنکھوں میں گہری تپش ابھری، اور وہ بے اختیار چند قدم آگے بڑھا۔ قندیل نے جب آریز کی نظروں میں وہ بدلاؤ دیکھا تو وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اسے اپنی برہنگی کا احساس شدت سے ہوا۔ اس نے بدحواسی میں پاس پڑی چادر کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ خود کو ڈھانپ سکے۔

"نہیں۔۔۔!"

قندیل کے لب ہلے ہی تھے کہ آریز نے جھپٹ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔ قندیل کا گیلا اور ٹھنڈا وجود آریز کے گرم اور توانا جسم سے جا ٹکرایا۔ دونوں کے درمیان کی دوری سمٹ چکی تھی۔ آریز نے اس کی کمر کے گرد بازو ڈال کر اسے خود میں بھینچ لیا۔ قندیل کے ہاتھوں نے آریز کے سینے کو دھکیلنے کی کوشش کی، مگر وہ اس کے آہنی حصار میں بے بس تھی۔

"چھوڑو مجھے۔۔۔آریز! یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

قندیل کی آواز کپکپا رہی تھی، اس کے سانسوں کی تپش آریز کی گردن پر محسوس ہو رہی تھی۔ آریز نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اس وقت وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا۔ وہ بھول چکا تھا کہ اس کا قندیل کے قریب ہونا اسے اذیت دے گا، اسے بس یہ یاد تھا کہ یہ لڑکی اب اس کی بیوی ہے، اس کی حلال ہے۔

"کیا چاہتے ہو تم؟ سب کچھ تو کر لیا تم نے۔۔۔ میرا غرور چھینا، میری پہچان چھینی، میرا نام بدلا۔ اب کیا؟ اب میرے وجود پر بھی زبردستی کرو گے؟" قندیل نے نفرت اور بے بسی کے ملے جلے لہجے میں کہا، اس کی آنکھوں سے ایک آنسوں نکل کر آریز کے ہاتھ پر گرا۔ آریز کے وجود میں لرزش ہوئی۔ قندیل کے ان الفاظ نے اسے حقیقت کی دنیا میں واپس لا پٹکا۔ اس نے اس کی گرفت تھوڑی ڈھیلی کی، مگر اسے چھوڑا نہیں۔

"زبردستی؟"

آریز کا لہجہ گہرا اور بھرپور تھا۔

"قندیل، نکاح کے بعد میں تم پر مکمل حق رکھتا ہوں۔ تمہارے اس وجود پر، تمہاری ان سانسوں پر، اور تمہاری اس خاموشی پر بھی میرا حق ہے۔ میں چاہوں تو ابھی اسی وقت اپنی مرضی کر سکتا ہوں، اور کوئی قانون، کوئی بھائی تمہیں مجھ سے نہیں بچا سکتا۔"

"حق محبت سے ملتا ہے آریز، زبردستی کے نکاح کے کاغذات سے نہیں۔ تم میرے جسم کو قید کر سکتے ہو، میری روح کو نہیں۔"

قندیل نے تڑپ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ آریز نے ایک گہری سانس لی اور دھیرے سے اسے خود سے الگ کر دیا۔ اس کی آنکھوں کی وہ تپش اب ایک عجیب سی سنجیدگی میں بدل چکی تھی۔ اس نے قندیل کے گیلے بالوں کو اس کے ماتھے سے ہٹایا۔

"تمہاری روح کو پانے کا حوصلہ بھی رکھتا ہوں میں، لیکن فی الحال تمہارا زندہ رہنا ضروری ہے۔"
اس نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ پن لگی ہوئی گیلی قمیض اتار دو، تمہیں نمونیہ ہو جائے گا۔"
وہ مڑا اور الماری کی طرف گیا۔ وہاں سے ایک نیا، ریشمی سوٹ نکال کر بیڈ پر رکھا۔ وہ اس کے لیے کپڑوں کا انتظام نکاح والے دن ہی کر چکا تھا لیکن قندیل نے الماری کھول کر دیکھنے کی زحمت بھی نہیں کی تھی۔

"یہ پہنو، اور پانچ منٹ میں باہر لاؤنج میں آؤ۔ اگر تم نہیں آئیں، تو یاد رکھنا کہ اس بار میں تمہیں خود تیار کر کے باہر لے کر جاؤں گا، اور پھر تم میری 'زبردستی' کی شکایت بھی نہیں کر پاؤ گی۔"

آریز یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا کیوں کہ وہ اسے مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ قندیل وہیں کھڑی کانپتی رہی۔ اسے احساس تھا کہ آریز اپنی بات کا پکا ہے۔ اس نے بیڈ پر پڑے کپڑوں کو دیکھا۔ بھوک اس کے پیٹ میں مروڑ اٹھا رہی تھی، دو دن سے صرف پانی پر گزارہ کرنے کے بعد اب اس کا جسم جواب دے رہا تھا۔ اس نے خاموشی سے کپڑے اٹھائے اور واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ جب وہ چینج کر کے باہر آئی، تو اس کے بال ابھی بھی گیلے تھے مگر لباس خشک اور آرام دہ تھا۔ وہ دبے قدموں لاؤنج کی طرف آئی۔ آریز وہاں میز پر کھانا لگا چکا تھا۔ بریانی کی خوشبو نے اس کی بھوک کو مزید بھڑکا دیا۔

"بیٹھو۔"

آریز نے اسے دیکھ کر کرسی کھینچی۔ قندیل بغیر کچھ کہے بیٹھ گئی۔ آریز نے اس کی پلیٹ میں بریانی نکالی اور ساتھ رائتہ رکھا۔ قندیل نے خاموشی سے چمچ اٹھایا اور پہلا نوالہ لیا۔ اسے لگا جیسے اس کے اندر کی نقاہت دور ہو رہی ہے۔ آریز اسے خاموشی سے کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر ایک سکون تھا، جیسے اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی جنگ جیت لی ہو۔

"کھانا کھا کر دوائی لینا، تمہیں ہلکا بخار محسوس ہو رہا ہے مجھے۔"
آریز نے دھیمے لہجے میں کہا۔ قندیل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ شخص جو ابھی چند منٹ پہلے اس پر اپنا حق جتا رہا تھا، اب ایک محافظ کی طرح اس کا خیال رکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ آریز نقوی ایک جلاد ہے یا مسیحا، مگر ایک بات طے تھی کہ وہ اب اس کی زندگی کا وہ سچ بن چکا تھا جسے جھٹلانا ناممکن تھا۔ کھانے کے دوران لاؤنج میں ایک بوجھل خاموشی تھی۔

"چھوڑ کیوں دیا"

چند نوالے کھانے کے بعد اس نے چمچ رکھ دیا قندیل نے کچھ نہ کہا اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر وہ کمرے کی طرف بھاگی تھی شاید طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے اسے وومیٹنگ ہو گئی تھی اور اتنا ہیوی کھانا اس سے کھایا نہیں گیا تھا آریز بھی پریشانی میں اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔

"کیا ہوا ہے تم ٹھیک ہو"

آریز اس کے پیچھے واشروم میں آیا جہاں وہ اپنا منہ دھو رہی تھی۔

"ہاں"

قندیل نے بس اتنا کہا آریز نے بغور اس کا جائزہ لیا اس کی طبیعت بلکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی آریز نے بغیر اسے سنبھالنے کا موقع دیے اسے اپنی گود میں اٹھالیا۔

"یہ کیا۔۔کیا کر رہے ہو"

قندیل نے نڈھال سے حالت میں بھی اس کی حرکت پر سختی سے کہا تھا لیکن آریز کچھ بھی نہیں بولا اس نے کا کر اسے بیڈ پر لٹایا تھا۔وہ اسے بیڈ پر لٹا کر کمرے سے نکل گیا کچھ دیر کے بعد وہ واپس آیا تو اس سکھ گلے میں stethoscope تھا اور ساتھ ہی میڈیسینز کا باکس تھا جبکہ قندیل اسے یوں دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔

"یہ سب کیا ہے"

قندیل نے حیرانی سے پوچھا۔۔ قندیل کی حیرانی فطری تھی، وہ شخص جو اسے کسی ماہر ڈاکوؤں کی طرح اغوا کر کے لایا تھا، جو اسے ڈرا دھمکا کر نکاح کے بندھن میں باندھ چکا تھا، وہ اب ایک ڈاکٹر کے روپ میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ آریز نے اس کے سوال پر کوئی فوری رد عمل نہیں دیا، بس خاموشی سے اس کے قریب بیڈ پر بیٹھا اور اسٹیتھوسکوپ کے ایئر پیس کانوں میں لگائے۔

"یہ سب کیا ہے؟"

قندیل نے ایک بار پھر لرزتی آواز میں پوچھا، اس کا لہجہ اب غصے سے زیادہ الجھن کا شکار تھا۔

"چیک اپ کر رہا ہوں تمہارا"

آریز نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا اور اسٹیتھو سکوپ کا ڈایافرام اس کے سینے کے قریب لے گیا۔ جبکہ وہاں ہاتھ کے جاتے ہی اس کا دل دھڑکا تھا۔

"تم۔۔۔ تم ڈاکٹر ہو؟"

قندیل نے بے اختیار پیچھے ہونے کی کوشش کی مگر آریز نے دوسرے ہاتھ سے اس کا شانہ تھام کر اسے وہیں ساکت کر دیا۔ آریز کے لبوں پر ایک ہلکی، پراسرار مسکراہٹ آئی۔

"ہاں، میں ڈاکٹر ہوں مسز آریز نقوی اگر یقین نہیں آتا تو کہو تو اپنی ڈگری دکھا دوں؟ یا شاید تمہیں لگتا ہے کہ ایک اغوا کار صرف گولی چلانا ہی جانتا ہے؟"

اس نے اس کی نبض تھامتے ہوئے گھڑی پر نظر جمائی۔

"تمہارا بی پی لو ہے اور ہارٹ بیٹ کافی تیز ہو رہی ہے۔ دو دن کی بھوک اور اس کے بعد اچانک ہیوی کھانا کھانے سے تمہارا اسٹمک اسے برداشت نہیں کر پایا۔"

اس نے اسٹیتھو سکوپ ہٹایا اور میڈیسن باکس سے ایک تھرمامیٹر نکال کر اس کے منہ میں رکھا۔ قندیل چپ چاپ اسے دیکھتی رہی۔ اس کا دماغ اب بھی اس نئ حقیقت کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ شخص جس نے اس کی زندگی کو ایک پل میں تہہ و بالا کر دیا تھا، وہ ایک ڈاکٹر بھی ہو سکتا ہے، یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

"بخار تیز ہو رہا ہے،"

آریز نے تھرمامیٹر دیکھ کر تشویش سے کہا۔

"تمہیں ابھی میڈیسن کی ضرورت ہے، مگر اس سے پہلے تمہیں کچھ ہلکا پھلکا کھانا ہو گا تاکہ تمہارا معدہ دوائی سنبھال سکے۔"

وہ اسے وہیں چھوڑ کر کچن کی طرف چلا گیا۔ قندیل بیڈ پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔ اسے آریز کی باتوں میں چھپی فکر اور اس کے لہجے کی سنجیدگی سے ڈر لگ رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اس شخص کی کسی بھی خوبی سے متاثر ہو، وہ اس سے صرف نفرت کرنا چاہتی تھی۔ کچھ دیر بعد آریز واپس آیا، اس کے ہاتھ میں ایک پیالے میں گرم سوپ تھا۔ وہ دوبارہ بیڈ کے کنارے بیٹھا اور چمچ بھر کر اسے پلانے کی کوشش کی۔

"میں خود پی لوں گی،"

قندیل نے سختی سے کہا اور ہاتھ بڑھایا۔

"تمہارے ہاتھ لرز رہے ہیں قندیل، خاموشی سے پی لو،" آریز نے اس کی بات کاٹ دی اور چمچ اس کے لبوں سے لگا دیا۔ قندیل نے ایک لمحے کے لیے مزاحمت کرنی چاہی، مگر آریز کی آنکھوں کا وہ آہنی ارادہ دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی۔ اس نے چند گھونٹ سوپ کے لیے، جس سے اسے اپنے اندر تھوڑی حرارت محسوس ہوئی۔ سوپ پلانے کے بعد آریز نے اسے دوائی دی، جو قندیل نے بے دلی سے کھالی۔

"میں ٹھیک ہوں، اب تم جاؤ یہاں سے۔ مجھے تمہارے اس دکھاوے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
قندیل نے رخ پھیر کر دیوار کی طرف کر لیا۔

"تم نے جو کیا ہے، وہ یہ چھوٹی موٹی تیمارداری دھو نہیں سکتی۔"

وہ کڑوے لہجے میں بولی۔ آریز نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور میڈیسن باکس سمیٹا۔

"یہ دکھاوا نہیں ہے قندیل، یہ میرا فرض ہے، بطور ڈاکٹر بھی اور بطور شوہر بھی۔ تم یقین کرو یا نہ کرو، تمہاری تکلیف مجھے سکون نہیں دیتی۔"
وہ کمرے سے نکل گیا، مگر قندیل کا سکون اب بھی غارت تھا۔ بخار کی شدت اسے ہذیان کی کیفیت میں لے جا رہی تھی۔ اریز پھر سے اس کے کمرے میں ایا۔

"تم جاؤ یہاں سے"
اسے واپس پا کر قندیل نے نم آنکھوں سے کہا۔

"لیکن تمھاری طبیعت"

ابھی اس نے بات بھی مکمل نہیں کی کہ وہ چیخی۔

"میں ٹھیک ہوں مجھے تمھاری ضرورت نہیں جاؤ یہاں سے"

قندیل نے غصے سے کہا اس کی طبیعت کا خیال کرتے ہوئے آریز کمرے سے نکل گیا لیکن وہ وہی پر کمرے کے دروازے کے پاس بیٹھ گیا قندیل کی طبیعت نہیں تھی صحیح وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ دیتا تھا۔ آدھی رات کے وقت، جب بخار نے اسے بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ نیم بے ہوشی میں کچھ بڑبڑانے لگی، تو آریز جو کہ تب سے ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سویا تھا نہ وہاں سے اٹھا تھا فوراً اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بھاگتے ہوا آیا اور اس نے قندیل کے ماتھے پر ہاتھ رکھا، جو تپ رہا تھا۔ وہ واپس سے مڑا تھا اور ایک باؤل میں ٹھنڈا پانی کے کرایا اور اس سے قندیل کی پٹیاں کرنا شروع کر دیں۔ وہ ساری رات اس کے سرہانے بیٹھا رہا۔ ہر چند منٹ بعد وہ پٹی تبدیل کرتا، اس کے ماتھے پر رکھتا، اس کے ہاتھ سہلاتا۔ قندیل بے ہوشی میں کبھی موسیٰ کا نام لیتی تو کبھی اپنی ماں سائیں کو پکارتی۔ آریز کا دل اس کی تڑپ دیکھ کر اذیت میں آ گیا، مگر وہ جانتا تھا کہ اس وقت اس کا قندیل کے ساتھ ہونا کتنا ضروری تھا۔ وہ پوری رات

یوں ہی اس کے سرہانے پر بیٹھا اس کی پٹی تبدیل کرتا رہا تھا صبح کہیں جا کر
اس کا بخار کم ہوا اور رب آریز نے ٹائم دیکھا تو فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا
اس نے قندیل کے ماتھے پر ایک کس کی اور نماز پڑھنے کے لیے چلا گیا تھا۔

سحر کی ہلکی سی روشنی کھڑکی کے پردوں کی اوٹ سے چھن کر کمرے میں داخل ہو رہی تھی، جو رات بھر کی وحشت اور سسکتی خاموشی کو دھیرے دھیرے نگل رہی تھی۔ کمرے میں پھیلی ہوئی مخصوص طبّی بو اور ٹھنڈی پٹیوں کی نمی فضا میں ایک عجیب سا سکون اور درد کا امتزاج پیدا کر رہی تھی۔ قندیل کی بوجھل پلکیں جب تھرتھرا کر کھلیں، تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے سر کا بھاری پن اب کافی حد تک کم ہو چکا ہے۔ بخار کی وہ تپش جو اسے ہذیان کی کیفیت میں لے گئی تھی، اب دم توڑ چکی تھی، مگر نقاہت ابھی بھی اس کے پور پور میں سرایت کیے ہوئے تھی۔ اس نے کروٹ بدلنے کے لیے ہلکی سی جنبش کی، مگر اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ منجمد ہو گئے اور سانسیں سینے میں اٹک گئیں۔ بیڈ کے بالکل قریب، فرش پر ٹیک لگائے آریز نقوی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا سر بیڈ کے کنارے سے ٹکا ہوا تھا اور آنکھیں مضبوطی سے بند تھیں۔ اس کے چہرے پر تھکن کے گہرے سائے تھے، ماتھے پر بل تھے جیسے وہ نیند میں بھی کسی اذیت سے لڑ رہا ہو۔ اس کے

قریب ہی پانی کا پیالہ اور سفید پٹیاں بکھری پڑی تھیں جو اس بات کی گواہی دے رہی تھیں کہ اس شخص نے پوری رات جاگ کر اس کی مسیحائی کی تھی۔

قندیل کا دل ایک دم خوف اور گھبراہٹ سے دھڑکنے لگا۔ وہی شخص جس سے وہ نفرت کرتی تھی، جس نے اسے اس کے اپنوں سے چھین لیا تھا، وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ وہ اس کی بوجھل سانسوں کی تپش اپنے قریب محسوس کر سکتی تھی۔ اس نے گھبرا کر اپنے ہاتھ پیچھے کھینچے اور بیڈ پر تھوڑا پیچھے ہونے کی کوشش کی۔ اس کی اس ہلکی سی ہل چل نے آریز کی کچی نیند میں خلل ڈال دیا۔ آریز نے ایک دم جھٹکے سے آنکھیں کھولیں۔ اس کی آنکھیں نیند کی کمی اور رات بھر کی جاگنے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔ جیسے ہی اس کی نظر قندیل پر پڑی، اس کی آنکھوں میں پھیلی وحشت ایک لمحے میں مٹ گئی اور وہاں ایک گہری فکر نے جگہ لے لی۔ وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور اپنا ہاتھ قندیل کے ماتھے کی طرف بڑھایا تاکہ درجہ حرارت چیک کر سکے۔

"شکر ہے، تمھارا بخار اتر گیا ہے اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟"

اس کی آواز صبح کی خاموشی میں بے حد گہری اور بھاری سنائی دی۔ قندیل نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا، جیسے کسی نے اسے جلتی ہوئی سلاخ چھو دی ہو۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی چنگاریاں دہکنے لگیں۔

"میں نے تم سے کیا کہا تھا؟"

وہ غصے سے پھنکار اٹھی، اس کی آواز میں اگرچہ نقاہت تھی مگر زہر آلود لہجہ واضح تھا۔

"میں نے تمہیں رات میں سختی سے منع کیا تھا کہ میرے کمرے میں قدم مت رکھنا۔ تم نے ہمت کیسے کی یہاں آنے کی؟"

آریز نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی سرخ آنکھوں کو مسلا۔ وہ اس وقت بحث کے موڈ میں نہیں تھا، اس کا پورا وجود تھکن سے چور تھا۔

"قندیل، تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک نہیں تھی۔ تم بے ہوشی میں تڑپ رہی تھی، بخار 103 سے اوپر تھا۔ اس حال میں، میں تمہیں اکیلا کیسے چھوڑ سکتا تھا؟"

آریز نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں نے تم سے مدد نہیں مانگی تھی!"

قندیل نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اپنی چادر کو سختی سے اپنے گرد لپیٹا۔

"تمہاری اس ہمدردی سے مجھے گھن آتی ہے۔ میں نے کہا تھا نہ کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ تم کون ہوتے ہو میری فکر کرنے والے؟"

"میں تمہارا شوہر ہوں قندیل! چاہے تم مانو یا نہ مانو، قانونی اور شرعی طور پر تمہاری زندگی اور تندرستی کی ذمہ داری اب مجھ پر ہے۔ میں ایک ڈاکٹر ہوں، کسی تڑپتے ہوئے انسان کو مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتا، اور تم تو پھر۔۔۔"

آریز کی پیشانی پر بل آئے۔ وہ جملہ ادھورا چھوڑ گیا، اس کی آنکھوں میں ایک ایسی تڑپ ابھری جو قندیل نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"ڈاکٹر؟"

قندیل نے تمسخرانہ ہنسی ہنسی۔

"ایک اغوا کار ڈاکٹر نہیں ہو سکتا۔ اور جہاں تک مرنے کی بات ہے، تو کان کھول کر سن لو آریز نقوی! میں تمہاری اس قید میں تڑپ تڑپ کر مر جاتی، میرا وجود مٹی میں مل جاتا، لیکن میں کبھی تمہاری مدد قبول نہ کرتی۔ کاش میں مر جاتی، کاش میرا بخار کبھی نہ اترتا، تاکہ تمہاری اس منحوس شکل سے تو میری جان چھوٹ جاتی!"

قندیل کے ان تلخ الفاظ نے آریز کے صبر کا بندھن توڑ دیا۔ وہ جواب تک خاموشی سے اس کی بد تمیزی برداشت کر رہا تھا، 'مرنے' کے لفظ پر تڑپ اٹھا۔ اس کا چہرہ غصے اور کرب سے تمتما اٹھا۔ وہ ایک دم جھپٹ کر بیڈ پر اس کے قریب ہوا، اس کی رفتار اتنی تیز تھی کہ قندیل کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا۔

"خبردار! اب اگر تم نے ایک بار بھی اپنی زبان سے یہ لفظ نکالا!"
آریز کا لہجہ اتنا سرد اور دھمکی آمیز تھا کہ قندیل کے جسم میں جھرجھری دوڑ گئی۔ اس نے اپنے مضبوط ہاتھ سے قندیل کے نازک ہونٹوں کو ڈھانپ لیا، اسے بولنے سے روک دیا۔ قندیل کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ اس کے اتنے قریب تھا کہ اسے آریز کے دل کی تیز دھڑکنیں سنائی دے رہی تھیں۔ آریز کی نظریں اس کے ہونٹوں پر جمی تھیں، اور اس کی آنکھوں میں ایک ایسی تپش تھی جو غصے اور جنون کا مرکب تھی۔

"اللہ نہ کرے کہ تمہیں کچھ ہو، ایسی باتیں دوبارہ مت کرنا۔"

اس نے دبی دبی آواز میں کہا، اس کا سانس قندیل کے چہرے کو جھلسا رہا تھا۔

"اب اگر تم نے ایک بار بھی ایسی بکواس کی نہ۔۔۔ تو یاد رکھنا، میں ہاتھ ہٹا کر ہونٹ بند کر کے تمہیں خاموش کراؤں گا۔"

اس کا اشارہ اتنا واضح اور گہرا تھا کہ قندیل کا چہرہ شرم اور غصے سے لال بھبوکا ہو گیا۔ وہ اس کے الفاظ کے پیچھے چھپے معنی کو بخوبی سمجھ گئی تھی۔ آریز کی نظریں اب بھی اس کے لبوں پر جمی تھیں، جیسے وہ واقعی اپنی دھمکی پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ قندیل نے پوری قوت جمع کی اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر اسے خود سے دور دھکیلا۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔

"تم ایک گرے ہوئے انسان ہو آریز نقوی! تم صرف زبردستی کرنا جانتے ہو۔"

اس نے اپنا ہاتھ اپنے منہ پر پھیرا جیسے وہ اس کے لمس کو مٹانا چاہتی ہو۔

"تم مجھے خاموش کرا سکتے ہو، لیکن میرے دل میں تمہارے لیے جو نفرت ہے اسے کیسے ختم کرو گے؟ تم میرے لیے اس قاتل سے کم نہیں ہو جس نے میری خوشیاں، میرا گھر اور میری پہچان چھین لی۔"

آریز نے پیچھے ہٹ کر اسے دیکھا۔ اس کا دل اس کے الفاظ سے چھلنی ہو رہا تھا، مگر اس نے اپنے چہرے پر کوئی تاثر نہ آنے دیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم یہ سب کر کے بڑے عظیم بن رہے ہو؟"

قندیل کا لہجہ اب مزید کڑوا ہو گیا تھا۔

"تم ایک بزدل انسان ہو جو ایک عورت کو اغوا کر کے اسے اپنی حلال کہتا ہے۔ تم سے تو وہ دشمن بہتر ہیں جو سامنے سے وار کرتے ہیں۔ تم نے میری زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ میں جتنا تمہارے قریب ہوتی ہوں، مجھے اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ تم ایک بدنما داغ ہو میری زندگی پر!"

قندیل کی زبان سے نکلنے والا ایک ایک لفظ آریز کے سینے میں تیر کی طرح پیوست ہو رہا تھا۔ وہ اسے بچانے کی خاطر باس جیسے شخص سے دشمنی مول لے چکا تھا جہاں اس کی زندگی بچنے کی کوئی گارنٹی نہیں تھی، اس نے اپنی جان داؤ پر لگا دی تھی، اور وہی لڑکی اسے 'بدنما داغ' کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک لمحے کے لیے گہری تکلیف ابھری، جسے اس نے پلکیں جھپکا کر چھپا لیا۔ وہ کچھ نہ بولا، بس خاموشی سے اٹھا اور کمرے میں بکھرا ہوا سامان سمیٹنے لگا۔ اس کی خاموشی قندیل کو مزید اشتعال دلا رہی تھی۔

"بولو! خاموش کیوں ہو گئے؟"

وہ پیچھے سے چلائی۔

"تمہارے پاس کوئی جواب نہیں ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ تم ایک ایسے ڈاکٹر ہو جو پہلے زخم دیتا ہے اور پھر پٹیاں باندھنے کا ڈھونگ کرتا ہے۔ مجھے تمہاری پٹیوں کی ضرورت نہیں ہے، مجھے صرف تم سے آزادی چاہیے۔"

آریز نے سامان بیگ میں رکھا اور مڑا۔ اس کے چہرے پر اب ایک عجیب سی سپاٹ کیفیت تھی، جیسے اس نے خود کو تمام احساسات سے عاری کر لیا ہو۔

"ناشتہ کچن میں تیار رکھا ہے۔"

اس نے نہایت دھیمے اور سرد لہجے میں کہا۔

"طبیعت ٹھیک رکھنی ہے تو کھانا کھا لینا۔ دوپہر کو میں واپس آؤں گا تو تمہارا دوبارہ معائنہ کروں گا۔ تب تک کوشش کرنا کہ اپنی زبان کو تھوڑی لگام دو، ورنہ میرے صبر کا امتحان تمہارے لیے اچھا نہیں ہوگا۔"

وہ بنا مڑے، بھاری قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا، دروازہ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ بند ہوا۔ قندیل وہیں بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں بے ساختہ بہنے لگے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ آریز کی سختی سے زیادہ ڈرتی ہے یا اس کی اس خاموش ہمدردی سے، جس نے اسے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔



عدنان حفصہ کے سرہانے بیٹھا تھا اج قندیل کو گئے 3 دن ہو گئے تھے اور اب تک صدمہ پہلے دن کی طرح ہی تھے حفصہ کو اپنے ملے تھے اچھے دوست ملے تھے قندیل کے جانے سے اس کی طبیعت بھی خراب ہو گئی تھی عدنان نے بڑی نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام رکھا تھا، جیسے وہ اپنی زندگی کی تمام حرارت اس کے ٹھنڈے پڑتے وجود میں منتقل کر دینا چاہتا ہو۔ حفصہ نے آہستہ سے اپنی بوجھل آنکھیں کھولیں تو سامنے عدنان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کے گوشے پھر سے نم ہو گئے۔ اس نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے، مگر آواز جیسے گلے میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ عدنان نے فوراً جھک کر اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔ اس کا لمس حفصہ کے لیے کسی مرہم سے کم نہیں تھا، مگر دکھ کی شدت اتنی تھی کہ کوئی بھی مرہم کام نہیں کر رہا تھا۔

"اب بخار نہیں ہے تمھیں۔"

عدنان نے دھیمی اور محبت پاش آواز میں کہا۔
"لیکن یہ آنسو۔۔۔ یہ کب رکیں گے حفصہ؟ تمھاری یہ حالت مجھ سے دیکھی نہیں جا رہی۔"

"عدنان! وہ چلی گئی۔۔۔ قندیل چلی گئی۔ ہمیں اکیلا چھوڑ گئی۔ میں کیسے یقین کر لوں کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے؟ میرا دل مانتا ہی نہیں ہے عدنان، مجھے ایسا لگتا ہے وہ ابھی کہیں سے ہنستی ہوئی آئے گی اور کہے گی کہ حفصہ میں تمھیں ڈرا رہی تھی۔"
حفصہ نے ہچکی لی اور اپنا چہرہ عدنان کی ہتھیلی میں چھپا لیا۔ عدنان کے اپنے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔ قندیل کا جانا صرف حفصہ کا دکھ نہیں تھا، پوری حویلی ایک ایسے طوفان کی زد میں تھی جس نے سب کچھ تہس نہس کر دیا تھا۔ مگر اسے اس وقت حفصہ کے لیے مضبوط بننا تھا۔ وہ اگر خود ٹوٹ جاتا تو حفصہ کو کون سنبھالتا؟

"حفصہ، میری جان، میری طرف دیکھو۔"

عدنان نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ حفصہ کی سرخ اور سوجی ہوئی آنکھوں میں بے پناہ ویرانی تھی۔

"موت ایک سچ ہے، اور اللہ کی رضا کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔ قندیل کی یادیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی، لیکن اس طرح خود کو ختم کر لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ تم نے تین دن سے کچھ کھایا نہیں ہے، ڈھنگ سے سوئی نہیں ہو۔ اگر تمھیں کچھ ہو گیا تو میرا کیا ہو گا؟ تم نے کبھی سوچا ہے کہ عدنان تمھارے بغیر کیسے جیئے گا؟"

"میں نہیں سمجھ آتی عدنان۔ مجھے اس حویلی میں ہر طرف وہی نظر آتی ہے۔ اس کا کمرہ، اس کی خوشبو، اس کی ہنسی۔۔۔ مجھے لگتا ہے میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

حفصہ نے نفی میں سر ہلایا۔ عدنان نے اسے سہارا دے کر بٹھایا اور اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

"پاگل نہیں ہونا حفصہ۔ تمھیں ہمت کرنی ہے۔ دیکھو، مومانی کی حالت دیکھو، ماموں کو دیکھو۔ وہ سب ایک دوسرے کو دیکھ کر رو رہے ہیں۔ موسیٰ خود بکھر چکے ہیں مگر وہ بھی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر تم بھی ہمت ہار جاؤ گی تو حویلی کے باقی لوگوں کو کون حوصلہ دے گا؟ تم تو میری بہادر لڑکی ہو نہ؟"

حفصہ نے عدنان کے سینے پر سر رکھ دیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ عدنان نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اسے خود میں بھینچ لیا۔

"رو لے حفصہ، جتنا رونا ہے رو لے، مگر اس کے بعد تمھیں خود کو سنبھالنا ہو گا۔ تمھیں پتا ہے قندیل تمھیں روتا دیکھ کر کبھی خوش نہیں ہوتی تھی۔ وہ تو ہمیشہ تمھارے چہرے پر مسکراہٹ دیکھنا چاہتی تھی۔ کیا تم اس کی روح کو تکلیف دینا چاہتی ہو؟"

حفصہ نے آنسو پونچھتے ہوئے عدنان کی آنکھوں میں دیکھا۔

"آپ سچ کہہ رہے ہو عدنان؟"

حفصہ آہستہ سے بولی۔

"میں ہمیشہ سچ کہتا ہوں حفصہ۔"

عدنان نے اس کے آنسو اپنے انگوٹھے سے صاف کیے۔

"تمھاری صحت تمھارے ہاتھ میں نہیں ہے، یہ میری امانت ہے۔ تمھارے اس وجود پر میرا حق ہے، اور میں اپنے حق کو اس طرح ضائع ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ تمھیں میرے لیے جینا ہوگا، میرے لیے مسکرانا ہوگا۔ میں تمھارے بغیر ادھورا ہوں، تمھارے بغیر میں کچھ بھی نہیں ہوں۔"

عدنان کی باتوں میں چھپی بے پناہ محبت نے حفصہ کے دل پر جمی برف کو تھوڑا سا پگھلا دیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے دکھ میں اتنی مگن ہو گئی تھی کہ اسے اپنے سامنے بیٹھے اس شخص کی فکر ہی نہیں رہی جو اس کے ایک ایک آنسو پر تڑپ رہا تھا۔

"آپ مجھے کبھی چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نہ؟"

حفصہ نے ڈرتے ہوئے پوچھا۔

"کبھی نہیں حفصہ! موت کے فرشتے کے آنے تک عدنان تمھارے ساتھ رہے گا۔ میں تمھاری ڈھال بنوں گا، تمھارا سایہ بنوں گا۔ لیکن بدلے میں مجھے میری وہ پرانی حفصہ چاہیے، جس کی آنکھوں میں شرارت ہوتی تھی، جس کے لبوں پر ہمیشہ قہقہے ہوتے تھے۔"

عدنان نے اس کے ہاتھوں کو چوما۔

"میں کوشش کروں گی عدنان۔ میں آپ کے لیے کوشش کروں گی۔"

حفصہ نے ایک لمبی سانس لی اور خود کو سنبھالنے کی کوشش کی عدنان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور قریب پڑے میز سے پانی کا گلاس اٹھایا۔

"پہلے یہ پانی پیو، پھر میں تمھارے لیے کچھ ہلکا سا کھانا لاتا ہوں۔ تمھیں اپنی دوائی بھی لینی ہے۔"

عدنان نے اسے اپنے ہاتھوں سے پانی پلایا۔ حفصہ نے محسوس کیا کہ عدنان کی موجودگی اس کے لیے ایک ایسی پناہ گاہ ہے جہاں وہ اپنے تمام دکھوں کو بھول کر تھوڑی دیر کے لیے سکون حاصل کر سکتی تھی۔ عدنان نے اسے دوبارہ بیڈ پر لٹایا اور اس کے اوپر چادر ٹھیک کی۔

"میں ابھی آتا ہوں، تم کہیں نہیں جاؤ گی۔"
عدنان نے اٹھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

"میں کہاں جا سکتی ہوں؟ میں تو آپ کی قید میں ہوں۔"
حفصہ کے لبوں پر ایک انتہائی ہلکی، مگر سچی مسکراہٹ آئی۔

"یہ قید نہیں ہے حفصہ، یہ وہ بندھن ہے جو روحوں کا ہوتا ہے۔ اور یہ بندھن کبھی نہیں ٹوٹتا۔"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں اب تھوڑی سی روشنی واپس آ رہی تھی۔ عدنان کمرے سے باہر نکل گیا تاکہ اس کے لیے کچھ کھانے کو لا سکے۔ حفصہ نے چھت کی طرف دیکھتے ہوئے ایک بار پھر قندیل کو یاد کیا، مگر اس بار اس کی آنکھوں میں وحشت نہیں بلکہ ایک سکون تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اسے جینا ہے، اپنے لیے نہ سہی، اس شخص کے لیے جو اس کی ایک سانس پر اپنی جان نچھاور کرنے کو تیار بیٹھا تھا۔ حویلی کی فضا ابھی بھی سوگوار تھی، مگر اس بند کمرے میں محبت کی ایک نئی کرن نے جنم لے لیا تھا، جو شاید آنے والے مشکل وقت میں ان سب کا سہارا بننے والی تھی۔

عدنان جب واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں سوپ کا پیالہ تھا۔ اس نے بڑی محبت سے ایک ایک چمچ حفصہ کے منہ میں ڈالا۔ حفصہ کو لگ رہا تھا جیسے وہ صرف سوپ نہیں پی رہی، بلکہ عدنان کی محبت اور فکر اسے دوبارہ زندگی کی طرف کھینچ رہی ہے۔

"آج کے بعد تم نے کبھی ایسی باتیں نہیں کرنی۔"

عدنان نے سنجیدگی سے کہا۔

"ورنہ میں تم سے بہت زیادہ ناراض ہو جاؤں گا۔"

"اب نہیں کروں گی عدنان۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔"

حفصہ نے سر جھکا لیا۔ عدنان نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے یقین دلایا کہ وہ ہر مشکل میں اس کے ساتھ ہے۔

"ہم مل کر اس صدمے سے نکلیں گے حفصہ۔ بس تم میرا ساتھ مت چھوڑنا۔"

حفصہ نے مضبوطی سے عدنان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ راستہ کٹھن ہے، دکھ بہت بڑا ہے، لیکن عدنان جیسی محبت ساتھ ہو تو انسان بڑی سے بڑی قیامت بھی سہہ جاتا ہے۔ اس اداس دوپہر میں، ان دونوں کے دلوں نے ایک خاموش عہد کیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے لیے جیئیں گے اور ایک دوسرے کی ہمت بنیں گے۔



وہ حویلی جو کبھی قندیل کے قہقہوں سے گونجتی تھی، آج سوگواروں کے ہجوم کے باوجود کسی قبرستان کا منظر پیش کر رہی تھی۔ سفید چادروں پر بیٹھی خواتین کی دبی دبی سسکیاں فضا کو مزید بوجھل بنا رہی تھیں۔ ایت بیگم ایک کونے میں دیوار سے ٹیک لگائے ساکت بیٹھی تھیں، ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اور خشک لب ان کی اندرونی شکست و ریخت کا پتہ دے رہے تھے۔ تین دن سے انہوں نے پانی کی ایک بوند تک حلق سے نہیں اتاری تھی۔ روح نے کئی بار کوشش کی، کبھی پیار سے، کبھی منتوں سے، مگر آیت بیگم جیسے کسی دوسری ہی دنیا میں پہنچ چکی تھیں، جہاں سے واپسی کا راستہ انہیں نہیں مل رہا تھا۔ ہار مان کر روح نے موسیٰ سے بات کی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ اس وقت حویلی میں اگر کوئی اپنی ماں کو اس تاریک کھائی سے نکال سکتا ہے، تو وہ صرف موسیٰ ہے۔ موسیٰ، جو خود کرب کے دریا سے گزر رہا تھا، اپنی بیوی کی التجا ٹال نہ سکا تھا۔ وہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لیے آہستگی سے اس حصے کی طرف بڑھا جہاں خواتین بیٹھی تھیں۔ اسے آتا

دیکھ کر وہاں موجود خواتین نے اپنے سروں پر دوپٹے درست کیے اور راستے سے ہٹ گئیں۔ موسیٰ کی شخصیت کا رعب آج بھی ویسا ہی تھا، مگر اس کے چہرے پر موجود صدمے کی لکیروں نے اسے ایک ایسا انسان بنا دیا تھا جسے دیکھ کر پتھر دل بھی پگھل جائے۔ وہ خاموشی سے اپنی ماں سائیں کے سامنے فرش پر بیٹھ گیا۔ ایت بیگم نے سر اٹھا کر اسے دیکھا، مگر ان کی نظروں میں کوئی پہچان نہیں تھی، بس ایک خلا تھا۔ موسیٰ نے ٹرے ایک طرف رکھی اور اپنی ماں سائیں کا وہ ہاتھ تھاما جو بالکل ٹھنڈا پڑ چکا تھا۔

"ماں سائیں۔۔۔"

موسیٰ کی آواز میں وہ رعب نہیں تھا جو دنیا جانتی تھی، بلکہ ایک ایسے بیٹے کی پکار تھی جو اپنی ماں کو کھونے سے ڈر رہا تھا۔

"دیکھیں، میں آپ کے لیے کھانا لایا ہوں۔"

آیت بیگم کے سوکھے ہوئے لبوں میں تھوڑی سی جنبش ہوئی، مگر وہ کچھ بول نہ سکیں۔انہوں نے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"نہیں موسیٰ۔۔۔لے جاوا سے یہاں سے۔"
وہ بڑی مشکل سے دھیمے لہجے میں بولیں۔

"جس ماں کی بیٹی مٹی کے نیچے سو رہی ہو، وہ کیسے لقمہ توڑ سکتی ہے؟ میرا گلا گھٹتا ہے اس کھانے کو دیکھ کر۔"
وہ روتے ہوئے بولی موسیٰ کے سینے میں جیسے کسی نے خنجر اتار دیا۔اس نے ایک گہرا سانس لیا اور نوالہ بنا کر ان کے لبوں کے قریب لے گیا۔

"ماں سائیں، قندیل جہاں بھی ہے، کیا وہ یہ دیکھ کر خوش ہو گی کہ اس کی ماں اس طرح خود کو ختم کر رہی ہے؟"

موسیٰ نے دبی دبی آواز میں کہا۔

"آپ تو اسے سب سے زیادہ جانتی تھیں۔ وہ تو آپ کے ایک آنسو پر تڑپ جاتی تھی۔ اگر آج وہ ہمیں اس حال میں دیکھ رہی ہو گی، تو اس کی روح پر کیا گزر رہی ہو گی؟"

آیت بیگم نے تڑپ کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔

"وہ تڑپتی ہو گی نہ موسیٰ؟ اسے ڈر لگتا ہو گا نہ اندھیرے سے؟ وہ تو رات کو بھی اپنے کمرے کا بلب کھلا رکھتی تھی، اسے تو روشنی چاہیے ہوتی تھی۔۔۔ تم اسے کیوں چھوڑ آئے وہاں؟ تم تو اس کے بھائی تھے نہ؟"

موسیٰ کی اپنی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اسے لگا جیسے اس کے زخم پھر سے ہرے ہو گئے ہوں۔ وہاں موجود دوسری خواتین نے بھی دوپٹے آنکھوں پر رکھ لیے۔ موسیٰ نے ہمت جمع کی اور اپنی ماں سائیں کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ماں سائیں، یہ اللہ کے فیصلے ہیں۔ ہم اس کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے۔ لیکن میں آپ کا بیٹا ہوں، آپ کی ڈھال ہوں۔ اگر آپ اس طرح ہمت ہار جائیں گی، تو میں کس کے سہارے جئیوں گا؟ بابا سائیں کی حالت دیکھیں، وہ بھی بستر سے لگ گئی ہے۔ حویلی کا ہر شخص آپ کی طرف دیکھ رہا ہے۔ اگر بنیاد ہی ہل جائے گی، تو یہ دیواریں کیسے کھڑی رہیں گی؟"

موسیٰ نے زبردستی ایک نوالہ ان کے منہ میں ڈالا۔ آیت بیگم نے روتے ہوئے وہ نوالہ حلق سے اتارا۔ موسیٰ نے سکون کی سانس لی اور دوسرا نوالہ تیار کرنے لگا۔

"ماں سائیں، قندیل کی ہنسی اس حویلی کی امانت ہے۔ ہم نے اسے زندہ رکھنا ہے۔ اس کے نام کو، اس کی یاد کو۔۔۔ اور وہ تبھی ممکن ہے جب ہم خود زندہ رہیں۔ آپ کو کھانا ہو گا، آپ کو ہمت کرنی ہو گی"

موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"بیٹا موسیٰ صحیح کہہ رہا ہے بی بی۔ صدمہ تو پہاڑ جیسا ہے، مگر اس پہاڑ کو کاٹ کر ہی راستہ بنانا پڑتا ہے۔ اپنے جوان بیٹے کا حال دیکھو، باقی سب کا بھی"

وہاں بیٹھی ایک بزرگ خاتون بول اٹھیں۔ ایت بیگم نے موسیٰ کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر تھکن، کرب اور ذمہ داری کا ایک ایسا بوجھ تھا جو اس کی عمر سے کہیں زیادہ تھا۔ انہیں پہلی بار احساس ہوا کہ دکھ صرف ان کا نہیں تھا، موسیٰ تو دوہری آگ میں جل رہا تھا۔ وہ بھائی بھی تھا اور اس حویلی کا سردار بھی، جسے سب کو سنبھالنا تھا انہوں نے لرزتے ہاتھوں سے موسیٰ کے ہاتھ سے نوالہ لیا اور خود کھانا شروع کیا۔ موسیٰ کی آنکھوں میں اطمینان کی ایک چمک آئی۔ اس نے روح کی طرف دیکھا جو دور کھڑی نم آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہی تھی۔

"ماں سائیں، آپ تھوڑا آرام کریں گی۔"

موسیٰ نے ٹرے سمیٹتے ہوئے کہا۔

"میں تھوڑی دیر میں واپس آؤں گا۔ آپ کو میری قسم ہے، آپ نے اب خود کو کمزور نہیں کرنا۔"

سید سائیں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔ موسیٰ وہاں سے اٹھا تو اسے لگا جیسے اس کے کندھوں کا بوجھ تھوڑا کم ہو گیا ہے۔ حویلی کی فضا اب بھی اداس تھی، مگر مایوسی کی وہ چادر جو سب کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی، اب آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔ موسیٰ واپس سے روح کے پاس آیا تھا اس کو ایک نظر دیکھنے کے بعد جانے لگا تھا جب روح نے اسے آواز دی تھی اواز دے کر وہ رکی نہیں تھی بلکہ کچن کی طرف چلی گئی تھی۔ سردار موسیٰ بھی اس کے پیچھے کچن کی طرف گیا تھا جب وہ کچن میں آیا تو اس نے دیکھا روح کے ہاتھ میں ایک سادہ سی پلیٹ تھی جس میں دو نوالے اور کچھ سالن تھا۔ وہ موسیٰ کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس کی اپنی آنکھیں بھی سوجی ہوئی تھیں، مگر ان میں اس وقت موسیٰ کے لیے ملامت اور بے پناہ فکر تھی۔

"ماں سائیں کو کھلا آئے، سب کو حوصلہ دے دیا، سب کے لیے ڈھال بن گئے۔۔۔"

روح نے دھیمے مگر کاٹ دار لہجے میں کہا۔

"اب اس موسیٰ کا کیا کریں جس نے تین دن سے اپنی جان پر ظلم ڈھایا ہوا ہے؟"

"روح، مجھے بھوک نہیں ہے۔ میرا دل ہی نہیں مان رہا۔"

موسیٰ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں میں لالی تھی۔

"دل تو کسی کا بھی نہیں مان رہا موسیٰ، مگر جسم تو مانتا ہے نہ؟"

روح نے پلیٹ اس کے قریب کی۔

"آپ نے ابھی ماں سائیں کو کیا کہا تھا؟ کہ اگر بنیاد ہل جائے گی تو دیواریں کیسے کھڑی رہیں گی؟ اگر آپ گر گئے موسیٰ، تو اس حویلی کا کیا ہو گا؟ میرا کیا ہو گا؟"

موسیٰ نے رخ موڑنا چاہا مگر روح نے اس کا بازو تھام لیا۔ وہ اسے کچن میں بنے چھوٹے سے لکڑی کے تخت کی طرف لے گئی اور زبردستی بٹھا دیا۔ موسیٰ کسی چھوٹے بچے کی طرح خاموشی سے بیٹھ گیا، جیسے اس میں اب احتجاج کی سکت نہ رہی ہو۔

"کھائیں۔"

روح نے ایک نوالہ توڑا اور سالن لگا کر اس کے لبوں کے قریب لے گئی۔

"روح، پلیز۔۔۔"

موسیٰ نے انکار میں سر ہلایا۔

"میری قسم ہے آپ کو موسیٰ! اگر آج آپ نے یہ نوالہ نہیں لیا تو میں بھی اسی وقت یہ پلیٹ دیوار پر دے ماروں گی اور پھر میں بھی کچھ نہیں کھاؤں گی۔"

روح کی آواز میں ضد تھی جسے موسیٰ کبھی نہیں جیت سکا تھا۔ موسیٰ نے ہارا ہوا سانس لیا اور اپنا منہ کھولا۔ جیسے ہی نوالہ اس کے حلق سے نیچے اترا، اسے محسوس ہوا کہ وہ کتنا نڈھال تھا۔ روح کی آنکھوں میں ایک اطمینان لہرایا۔ وہ ایک ایک کر کے اسے نوالے کھلانے لگی۔ موسیٰ اسے خاموشی سے دیکھ رہا تھا—— یہ لڑکی جو خود ٹوٹ چکی تھی، جو قندیل کو اپنی بہن مانتی تھی، وہ اس وقت اپنے غم کو پیچھے چھوڑ کر موسیٰ کی ہمت بنی ہوئی تھی۔

"تم نے بھی نہیں کھایا کچھ۔"

موسیٰ نے اچانک اس کا ہاتھ تھام لیا جب وہ اگلا نوالہ بنانے لگی تھی۔

"میں کھالوں گی، پہلے آپ۔۔۔"

روح نے کہا۔

"نہیں۔"

موسیٰ نے اس کے ہاتھ سے پلیٹ لی۔اس نے ایک نوالہ بنایااور روح کے لبوں سے لگادیا۔

"اگر بنیاد میں ہوں، تواس بنیاد کی طاقت تم ہو روح۔ ہم ساتھ ٹوٹے ہیں، تو سنبھلنا بھی ساتھ ہی ہو گا۔"

روح کی آنکھوں سے ایک آنسوں ٹپک کر پلیٹ میں گرا۔۔ موسیٰ نے اسے دوسرا نوالہ کھلایااور پھر خود کھایا۔

"موسیٰ، کیا آپ کو لگتا ہے ہم کبھی اس صدمے سے نکل پائیں گے؟"
روح نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر سختی سے بھینچا۔

"نکلنا نہیں ہے روح، اس کے ساتھ جینا سیکھنا ہے۔ قندیل مری نہیں ہے، وہ ہم سب کے اندر بٹ گئی ہے۔"
موسیٰ نے آخری نوالہ روح کو کھلایا اور پلیٹ ایک طرف رکھ دی۔

"شکریہ روح! مجھے گرنے سے بچانے کے لیے۔"
سردار موسی نے روح کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"میں آپ کو کبھی نہیں گرنے دوں گی موسیٰ۔ چاہے حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔"

روح نے اپنا سر اس کے سینے پر ٹکایا۔

وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا، مگر حویلی کے در و دیوار پر چھائی اداسی جیسے تھم سی گئی تھی۔ قندیل کے جانے والے واقعے کو ایک ہفتہ گزر چکا تھا، لیکن زخم ابھی بھی اتنے ہی ہرے تھے جیسے کل کی بات ہو۔ حویلی کا ہر فرد ایک زندہ لاش کی مانند صرف سانس لے رہا تھا۔ سردار موسیٰ نقوی، جو سب کا سہارا تھا سب کو سنبھال رہا تھا آج خود اپنے اندر کے طوفان سے ہار رہا تھا۔ اس نے پورے خاندان کو سنبھالا، ماں سائیں کے آنسوں پونچھے، باپ کی ڈھال بنا، مگر اس سب کے بدلے اس کا اپنا وجود ریزہ ریزہ ہو چکا تھا۔ رات کا سماں تھا، چاندنی کھڑکی کے پردوں کو چیر کر کمرے میں اداسی پھیلا رہی تھی۔ موسیٰ بیڈ کے کنارے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں سے گرتے آنسو اس کے گریبان کو بھگو رہے تھے۔ وہ قندیل کی اس معصوم ہنسی کو یاد کر رہا تھا جو اب اس حویلی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو چکی تھی۔ اس کا سینہ ضبط کی وجہ سے پھٹ رہا تھا۔ اسی لمحے کمرے کا بھاری لکڑی کا دروازہ ایک ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ کھلا۔ موسیٰ نے جھٹکے سے

سر اٹھایا اور تیزی سے اپنی آستین سے آنسو صاف کیے۔ اسے لگا شاید کوئی ملازم ہے، مگر سامنے والے وجود کو دیکھ کر اس کے حواس منجمد ہو گئے۔ روح سامنے کھڑی تھی، اس نے خود کو ایک بڑی سیاہ چادر میں مکمل طور پر چھپا رکھا تھا، جیسے وہ اپنے وجود کو کسی قیمتی راز کی طرح محفوظ کیے ہوئے ہو۔ اس کی آنکھیں، جو خود بھی قندیل کے غم میں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں، اس وقت موسیٰ کے لیے بے پناہ محبت اور ہمدردی سے لبریز تھیں۔

"روح؟ تم اس وقت یہاں؟"

موسیٰ کی آواز میں لرزش اور بھاری پن تھا۔

"ہاں مجھے لگا کہ میرے شوہر کو میری ضرورت ہو گی"

روح نے آہستہ سے کہا تھا۔

"نہیں جاؤ، جا کر سو جاؤ میں ٹھیک ہوں۔"

سردار موسیٰ نے جواب دیا۔ روح کچھ بھی نہیں بولی وہ بس خاموشی سے چلتی ہوئی اس کے قریب آئی۔ اس کے چلنے سے پیروں میں موجود پائل کی ہلکی سی جھنکار خاموش کمرے میں ایک عجب سحر پیدا کر رہی تھی۔ وہ موسیٰ کے بالکل سامنے کھڑی ہو گئی۔

"آپ کب تک مجھ سے جھوٹ بولیں گے موسیٰ؟"

روح نے نہایت دھیمے لہجے میں کہا۔

"سب کے سامنے آپ سردار ہیں، مگر میرے سامنے آپ صرف میرے وہ شوہر ہیں جس کا دل اس وقت لہولہان ہے۔ میں اپنی زندگی کے سکون کو اس طرح تڑپتا نہیں دیکھ سکتی۔"

"روح، میں قندیل کو بچا نہیں سکا۔ میں اس کا بھائی تھا، مگر میں کچھ نہ کر سکا۔"

موسیٰ نے نظریں جھکا لیں اس کا ضبط پھر سے ٹوٹنے لگا۔

روح نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"آج کی رات آپ کو سردار بننے کی ضرورت نہیں ہے موسیٰ۔ آج آپ صرف رو لیں۔ اپنی ساری اذیت، سارا غبار نکال دیں۔"

موسیٰ نے اسے مضبوطی سے تھام لیا اور اس کے وجود میں اپنا چہرہ چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ روح اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی رہی، اسے تھپکتی رہی، جب تک کہ اس کی سسکیاں تھم نہ گئیں۔ جب موسیٰ تھوڑا پر سکون ہوا، تو روح نے اسے خود سے تھوڑا دور کیا۔

"آج میں آپ کی روح کے زخموں پر مرہم رکھنے آئی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے روح نے اپنے کندھوں پر موجود سیاہ چادر کو آزاد کر دیا۔ چادر ایک سرسراہٹ کے ساتھ فرش پر جا گری، اور موسیٰ کی نظریں جیسے ساکت ہو گئیں۔ سامنے روح کا وہ روپ تھا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ روح نے گہرے سیاہ رنگ کی ایک انتہائی بولڈ ساڑھی پہن رکھی تھی۔ ساڑھی کا باریک، ریشمی کپڑا اس کے تراشیدہ جسم پر اس طرح سجا تھا کہ اس کے وجود کا ہر خم نمایاں ہو رہا تھا۔ سیاہ ساڑھی کے ساتھ اس نے ایک ایسا بلاؤز پہنا تھا جس کی آستینیں نہیں تھیں اور پیٹھ صرف چند نازک ڈوریوں کے سہارے تھی۔ سیاہ رنگ روح کی سفید رنگت پر غضب ڈھا رہا تھا۔ اس نے اپنے بالوں کو کھلا چھوڑ دیا تھا جو اس کی کمر تک لہرا رہے تھے۔ موسیٰ کا دل ایک زوردار دھک سے دھڑکا۔ اس کی آنکھوں میں موجود دکھ اب آہستہ آہستہ ایک سلگتی ہوئی تپش میں بدلنے لگا۔

"روح۔۔۔تم یہ کیا۔۔۔"
موسیٰ کے الفاظ اس کے حلق میں اٹک گئے۔

"میں نے کہا نہ موسیٰ، میں آج آپ کا مرہم بنوں گی۔"
روح نے شرمیلی مگر پختہ نظروں سے اسے دیکھا۔وہ ایک قدم اور آگے بڑھی۔اب اس کے وجود کی مہک موسیٰ کے حواسوں کو مغلوب کر رہی تھی۔موسیٰ کے ہاتھ خود بخود روح کی کمر کی طرف بڑھے۔اس نے نہایت آہستگی سے روح کو اپنی طرف کھینچا۔ریشم کی ساڑھی اور روح کی نرم جلد کا لمس موسیٰ کے پوروں میں آگ لگا رہا تھا۔اس نے اپنا چہرہ روح کی گردن کے قریب جھکایا۔

"روح، میں اس وقت بہت کمزور ہوں۔۔۔"
اس نے سرگوشی کی۔

"تو میری آغوش میں پناہ لے لیں موسیٰ۔"

روح نے اس کی گردن میں اپنی بانہیں ڈال دیں۔ موسیٰ نے اب صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ اس نے روح کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور اس کے لبوں پر اپنا حق جتانے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر سردار موسیٰ کا لمس صرف محبت کا نہیں تھا، بلکہ اس میں وہ تمام کرب، وہ تمام تنہائی اور وہ تمام دکھ شامل تھا جو وہ پچھلے ایک ہفتے سے سہہ رہا تھا۔ روح نے بھی پوری شدت سے اس کا ساتھ دیا، وہ چاہتی تھی کہ موسیٰ اس وقت دنیا کے ہر غم سے بے نیاز ہو جائے۔ سردار موسیٰ نے اس کے لبوں کو آزاد کیا تو روح کی سانسیں تیز تھی لیکن آج وہ اس کی انکھوں میں آنکھیں ڈال رہی تھی تاکہ اس کا موسیٰ آج رات اس کے سحر میں مکمل طور پر جکڑ جائے اس نے بھی آہستہ سے اپنے ہونٹ سردار موسیٰ کی گردن پر رکھے تھے جو کہ سردار موسیٰ کے لیے کافی حیران کن تھا اس کی بیوی تو رومینس میں کبھی بھی اتنی بولڈ نہیں تھی آج وہ اس کے اس روپ پر حیران تھا موسیٰ نے نیچے جھک کر اس کی بیلی سے ساتھی دور کی اور وہاں اپنے ہاتھ رکھے تھے موسیٰ کے ہاتھوں کی

نرمی کو اپنے بیلی پر محسوس کر کے روح نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی تھی سردار موسیٰ نے اس کی بیلی پر اپنے ہونٹ رکھے تھے پھر وہ اٹھا تھا اور پھر روح کو دیکھنے لگا جو کہ شرما رہی تھی سردار موسیٰ نے روح کو اپنے باہر میں اٹھا لیا روح نے اپنے ہاتھ اسکے گردن میں ڈال دے سردار موسیٰ نے اسے لا کر آہستہ سے بیڈ پر لٹایا تھا اور خود اس کے اوپر گھٹا کی طرح چھا گیا تھا سردار موسیٰ نے جھک کر اس کی دونوں آنکھوں پر اپنے ہونٹ رکھے تھے اور اس کے بعد وہ اس کے گال پر کس کرتے گردن پر آیا تھا اس نے وہاں اپنے ہونٹوں کا گرم لمس چھوڑا تھا روح کے منہ سے ہلکی سی سسکی نکلی سردار موسیٰ نے روح کے گردن کی جلد کو اپنے دانتوں میں کیا تو روح تڑپ گئی سردار موسی نے دانتوں سے اس کی جلد پر زور دیا تھا روح کی سسکی نکلی سردار موسیٰ بائیٹ کر چکا تھا وہ اس کی گردن کر چومنے لگا تھا موسیٰ کے ہاتھ اب روح کی پیٹھ پر رینگنے لگے، جہاں بلاؤز کی وہ نازک ڈوریاں اس کے صبر کا امتحان لے رہی تھیں۔ اس نے نہایت مہارت سے پہلی ڈوری

کھولی۔ روح کے وجود میں ایک جھرجھری دوڑی۔ موسیٰ کی انگلیاں اس کی برہنہ پیٹھ پر کسی سحر کی طرح چل رہی تھیں۔ دوسری ڈوری کے کھلتے ہی بلاؤز کے بندھن ڈھیلے پڑ گئے۔ کمرے کی مدھم روشنی میں روح کا وجود کسی سنگِ مرمر کے مجسمے کی طرح دمک رہا تھا۔ موسیٰ نے ساڑھی کا پلو، جو اب تک اس کے کندھے پر ٹکا ہوا تھا، اسے آہستہ سے سرکایا۔ ریشمی کپڑا ایک مدہوش کن سرسراہٹ کے ساتھ اس کے بازو سے ہوتا ہوا نیچے گرا۔ اب روح کے وجود اور موسیٰ کی تپتی نظروں کے درمیان کوئی پردہ باقی نہ رہا تھا۔ موسیٰ نے اس کا بلاؤز اتار کر ایک طرف پھینکا۔ روح نے شرم سے اپنی آنکھیں موند لیں، مگر موسیٰ نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ اس نے روح کے جسم کے ہر گوشے کو اپنے لبوں سے چوما، جیسے وہ ہر جگہ اپنی محبت کی مہر لگانا چاہتا ہو۔ روح کی سسکیاں اور موسیٰ کے بوجھل سانس خاموش کمرے میں ایک عجب موسیقی تخلیق کر رہے تھے۔

اس رات موسیٰ نے اپنی تمام تر اذیت روح کے وجود میں جذب کر دی۔ وہ اس کے لمس میں خود کو بھول چکا تھا۔ روح کی تپش، اس کی خوشبو اور اس کی محبت نے موسیٰ کے اندر جمی ہوئی صدمے کی برف کو پگھلا کر رکھ دیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں گم ہو چکے تھے، جیسے کائنات میں ان کے سوا کوئی اور موجود نہ ہو۔

گھنٹوں کی اس تپش اور قربت کے بعد، جب رات کا آخری پہر شروع ہوا، تو کمرے میں ایک گہرا سکون چھا گیا تھا۔ موسیٰ اور روح ایک دوسرے کے حصار میں جڑے ہوئے تھے، موسیٰ کا سر روح کے سینے پر تھا، جہاں اس کے دل کی دھڑکن اب پر سکون ہو چکی تھی۔ موسیٰ نے نہایت دھیمے سے سر اٹھایا اور روح کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اب تھکن اور سکون کا امتزاج تھا۔ اس نے روح کے ماتھے پر ایک پیار بھرا بوسہ دیا۔

"شکریہ روح۔۔۔"

اس کی آواز میں اب وہ پہلے جیسی کاٹ اور درد نہیں تھا، بلکہ ایک عجب سی نرمی تھی۔

"آج تم نے مجھے دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میں اس دکھ کے ساتھ کیسے جیوں گا، مگر تم نے مجھے راستہ دکھا دیا۔"

"آپ میری زندگی ہیں موسیٰ۔ آپ کا ٹوٹنا میرا ختم ہونا ہے۔ میں آپ کو کبھی تنہا نہیں چھوڑوں گی۔"

روح نے اس کے گال کو سہلایا۔ موسیٰ نے اسے دوبارہ اپنے سینے سے لگا لیا۔ اسے محسوس ہوا کہ اس کا وجود اب پہلے جیسا بوجھل نہیں رہا۔ قندیل کی یاد اب بھی اس کے دل میں تھی، مگر اب وہ یاد اسے تڑپانے کے بجائے اسے ہمت دے رہی تھی۔ اس نے روح کی آغوش میں وہ سکون پایا تھا جو اسے کہیں اور نہیں مل سکتا تھا۔

❤️❤️

قندیل بیڈ پر بیٹھی دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھی، اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے واضح ہو رہے تھے۔ کمرے کی فضا بوجھل تھی، جیسے کسی طوفان کے آنے سے پہلے کا سناٹا ہو۔ اسی لمحے آریز کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی وہ اسے قندیل کے قریب لایا مگر قندیل نے ایک نظر بھی اس کی طرف نہ دیکھی۔

"قندیل، کھانا کھالو۔ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔" آریز نے دھیمی آواز میں کہا، وہ اس کی نفرت کا عادی ہو چکا تھا مگر اس کی خاموشی اسے زیادہ تکلیف دیتی تھی۔ قندیل نے اپنی نظریں دیوار سے ہٹا کر آریز کے چہرے پر جمائیں۔ اس کی آنکھوں میں نفرت کی وہ چمک تھی جو آریز کے دل کو چھلنی کرنے کے لیے کافی تھی۔

"تمہارے ہاتھ سے تو میں زہر بھی نہ لوں آریز نقوی۔ کیوں بار بار میرے سامنے آکر مجھے یہ جتاتے ہو کہ تم میرے قاتل ہو؟ تم نے مجھے میرے بھائی سے چھینا، مجھے میرے اپنوں سے چھینا میری پہچان سے چھینا، اور اب یہ ہمدردی کا ناٹک؟"

قندیل نے غصے سے کہا آریز اسے کچھ بھی نہیں کہتا تھا اس لیے اس کا جو دل کرتا تھا وہ بول دیتی تھی اب اسے اس شخص سے خوف محسوس نہیں ہوتا تھا۔

"میں تمہیں بچا کر لایا ہوں قندیل، چھین کر نہیں۔۔۔ خیر، تم یہ نہیں سمجھو گی۔"

آریز نے گہرا سانس لیا اور کھانا میز پر رکھ دیا۔ وہ اسے غور سے دیکھنے لگا۔ قندیل کے چہرے پر بے چینی کے تاثرات تھے، وہ بار بار کروٹ بدل رہی تھی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے پیٹ پر سختی سے جمائے ہوئے تھے۔ اس کا ماتھا پسینے سے بھیگ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے؟ تم پریشان لگ رہی ہو۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے؟"
آریز نے فکر مندی سے پوچھا اور ایک قدم اس کے قریب ہوا۔

"دور رہو مجھ سے!"
قندیل نے تقریباً چلاتے ہوئے کہا، مگر اس کی آواز میں وہ دم نہیں تھا، درد کی لہر نے اسے دوہرا ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"تمہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ تم بس اپنے کمرے میں جاؤ اور مجھے مرنے کے لیے اکیلا چھوڑ دو۔"

آریز وہیں رک گیا۔ اس نے دیکھا کہ قندیل کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ وہ کچھ بتانا چاہ رہی تھی مگر شاید شرم یا نفرت اسے روک رہی تھی۔

"قندیل، میں ایک ڈاکٹر ہوں۔ اگر تم نہیں بتاؤ گی تو میں تمہاری مدد کیسے کروں گا؟ درد کہاں ہو رہا ہے؟"

آریز نے دوبارہ پوچھا۔ قندیل کی آنکھوں میں آنسوں آگئے، درد کی شدت اور اس شخص کے سامنے اپنی بے بسی اسے اندر ہی اندر توڑ رہی تھی۔ اس نے کچھ نہیں بولا، بس اپنے پیٹ پر ہاتھ اور بھی سختی سے جما لیے۔ آریز، جو ایک منجھا ہوا ڈاکٹر تھا، اس کی حالت، اس کی بے چینی اور اس کے ہاتھ کی پوزیشن دیکھ کر سارا معاملہ سمجھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ قندیل اس وقت پیریڈز (Period) کے درد سے گزر رہی ہے، اور شاید اس کے پاس ضروری سامان بھی موجود نہیں ہے۔ وہ بنا کچھ کہے، خاموشی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ قندیل کو لگا کہ شاید وہ اس کی بدتمیزی سے تنگ آکر چلا گیا ہے، اس نے ایک سرد آہ بھری اور تکیے میں منہ چھپا کر رونے لگی۔ اسے اس وقت اپنی ماں سائیں، نور، روح اور حفصہ کی بہت یاد آرہی تھی۔ حویلی میں جب اسے یہ درد ہوتا تھا، تو روح اس کا خیال رکھتی تھی، آیت بیگم اس کے لیے قہوہ بناتی تھی، مگر یہاں وہ اس شخص کے رحم و کرم پر تھی جس سے وہ نفرت کرتی تھی۔

💗💗

"ہیلو، مجھے کچھ ضروری سامان چاہیے، میں لسٹ بھیج رہا ہوں، فوراً فلیٹ کے باہر پہنچا دو۔"

باہر نکل کر آریز نے فوراً اپنا فون نکالا اور کسی کو کال کی۔۔ لسٹ بھیجنے کے بعد وہ کچن کی طرف مڑ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ لڑکیوں کو چاکلیٹ بہت پسند تھی، خاص طور پر ان دنوں میں وہ چاکلیٹ کیک کھانا پسند کرتی ہیں۔ آریز نے اپنی تھکن کو بالائے طاق رکھا اور کچن کی کیبنٹس سے سامان نکالنے لگا۔ وہ خاموشی سے انڈے، چینی، کوکو پاؤڈر اور میدہ مکس کرنے لگا۔ اس کے ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے، مگر ذہن میں قندیل کا وہ تڑپتا ہوا چہرہ تھا۔ کچھ ہی دیر میں پورے فلیٹ میں چاکلیٹ کی اشتہا انگیز خوشبو پھیلنے لگی۔ ادھر بیل بجی تو آریز نے باہر جا کر پیکٹ وصول کیا۔ اس میں پیڈز (Sanitary Pads)، ہاٹ واٹر بیگ اور کچھ دوائی تھیں۔

وہ واپس قندیل کے کمرے میں داخل ہوا۔ قندیل اب بھی بیڈ پر سمٹی ہوئی تھی، اس کا رونا اب سسکیوں میں بدل چکی تھیں۔ آریز نے پیڈز کا پیکٹ میز پر رکھا۔

"یہ لو۔۔۔ مجھے پتا ہے تمہیں اس کی ضرورت ہے۔"

اس نے بہت ہی سلیقے اور احتیاط سے کہا تاکہ قندیل کو شرمندگی محسوس نہ ہو۔ قندیل نے سر اٹھا کر میز پر پڑے پیکٹ کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ شخص خاموشی سے اس کی ضرورت کو بھانپ لے گا۔ اس نے بنا کچھ بولے، نظریں جھکا کر پیکٹ اٹھایا اور واش روم کی طرف چلی گئی۔ آریز وہیں کھڑا رہا، اس نے ہاٹ واٹر بیگ میں گرم پانی بھرا اور اسے تیار کر کے بیڈ پر رکھ دیا۔ اور وہ خود کمرے سے چلا گیا تھا۔۔ جب قندیل واپس آئی، تو وہ پہلے سے کچھ بہتر لگ رہی تھی مگر نقاہت بہت زیادہ تھی۔ اس نے دیکھا کہ بیڈ پر ہاٹ بیگ رکھا ہوا ہے۔ وہ چپ چاپ آ کر لیٹ گئی اور اس بیگ کو اپنے پیٹ پر رکھ لیا۔ تپش نے اس کے اکڑے ہوئے مسلز کو سکون دیا تو اسے ایک گہرا سکون محسوس ہوا۔

تھوڑی دیر بعد آریز دوبارہ اندر آیا، اس کے ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں ابھی ابھی اوون سے نکلا ہوا گرما گرم چاکلیٹ کیک تھا اور ساتھ میں ادرک کا قہوہ۔

"یہ کھالو، تمہیں اچھا لگے گا اور چاکلیٹ سے موڈ بھی بہتر ہو گا۔"
آریز نے ٹرے اس کے سامنے رکھی۔ چاکلیٹ کی خوشبو نے قندیل کے معدے میں بھوک کی لہر دوڑائی، مگر اس کی انا اب بھی بیچ میں حائل تھی۔ اس نے ٹرے کی طرف دیکھ کر نظریں پھیر لیں۔

"میں نے کہا نہ، مجھے تمہارا بنا ہوا کچھ نہیں کھانا۔ زہر ملا دیا ہو گا تم نے اس میں۔"
قندیل نے غصے سے کہا آریز کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔

"قندیل، اگر مجھے تمہیں مارنا ہوتا تو میں تمہیں اس حال میں بچا کر نہ لاتا۔ یہ صرف کیک ہے، تمہاری پسند کا کھا لو گی تو درد میں کمی آئے گی۔"
آریز نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں کھانا مجھے!"

قندیل نے ہاتھ مار کر ٹرے کو دور دھکیلنا چاہا، مگر آریز نے اسے سنبھال لیا۔

"ٹھیک ہے، مت کھاؤ۔ مگر یہ قہوہ پی لو، یہ تمہارے لیے بہت ضروری ہے۔"

آریز نے پیالہ اس کے قریب کیا۔

"تم کیوں کر رہے ہو یہ سب؟ تم کیوں جتانا چاہتے ہو کہ تم بہت اچھے ہو؟ تم نے میری زندگی برباد کی ہے آریز! میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ تمہارا یہ کیک، یہ ہمدردی، یہ سب کچھ میرے لیے مٹی کے برابر ہے۔"

قندیل نے غصے سے آریز کو دیکھا۔ آریز نے پیالہ میز پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں گہری تکلیف تھی، مگر اس نے اپنا لہجہ سخت نہیں کیا۔

"میں معافی مانگنے کے لیے یہ سب نہیں کر رہا قندیل۔ میں صرف اپنا فرض نبھا رہا ہوں۔ تم کھاؤ یا نہ کھاؤ، یہ تمہاری مرضی ہے، مگر میرا کام تمہارا خیال رکھنا ہے اور وہ میں کرتا رہوں گا۔"

وہ مڑا اور کمرے سے باہر جانے لگا۔ دروازے پر پہنچ کر وہ رکا۔

"کیک میز پر ہے، اگر بھوک لگے تو کھا لینا۔ ضائع مت کرنا، میں نے بہت محنت سے بنایا ہے۔"

اس نے جانے سے پہلے کہا آریز کے جانے کے بعد کمرے میں دوبارہ خاموشی چھا گئی۔ قندیل ہاٹ بیگ کی تپش محسوس کر رہی تھی، اس کا درد کافی حد تک کم ہو چکا تھا۔ اس کی نظر بار بار میز پر پڑے اس چاکلیٹ کیک پر جا رہی تھی جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اسے کھا لے، مگر اس کی نفرت اسے روک رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ آریز کتنا عجیب شخص ہے۔ ایک طرف وہ اسے قیدی بنا کر لایا ہے، اور دوسری طرف وہ اس کی ایسی ضرورتوں کا خیال رکھ رہا ہے جن کا ذکر کرنا بھی اس کے لیے مشکل تھا۔ وہ بھوکی پیاسی، اسی درد اور کشمکش میں لیٹی رہی۔ آریز باہر ہال میں بیٹھا تھا، اس نے رات بھر کی نیند قربان کر دی تھی تاکہ اگر قندیل کو دوبارہ درد ہو یا اسے کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ وہاں موجود ہو۔ اسے معلوم تھا کہ قندیل کی نفرت اتنی جلدی ختم نہیں ہو گی، مگر اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ وہ اپنی محبت اور خاموش ہمدردی سے اس کے دل کی برف پگھلا کر رہے گا۔ رات بیت رہی تھی، شہر کی روشنیاں مدھم پڑ رہی

تھیں، مگر اس فلیٹ میں دو دل ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔ایک نفرت کی ڈھال پہنے ہوئے تھا،اور دوسرا محبت کا مرہم لیے کھڑا تھا۔

قندیل نے کیک نہیں کھایا تھا، آریز نے کچن میں جا کر بچا ہوا سامان سمیٹا، اس کا دل بھی بھر آیا تھا۔اس نے سوچا تھا کہ شاید آج قندیل کا غصہ کم ہو گا، مگر وہ اب بھی وہی تھا۔اس نے ایک لمبا سانس لیا اور صوفے پر ہی آنکھیں موند لیں، جبکہ کمرے کے اندر قندیل ہاٹ بیگ کو سینے سے لگائے،ادھورے کیک کو دیکھتے ہوئے آنسوں بہا رہی تھی۔یہ رات بھی ان دونوں کے لیے ایک طویل امتحان ثابت ہو رہی تھی۔۔آخر تھک ہار کر جب اس کی ہمت نے جواب دیا تو وہ آٹھ کر کیک لے آئی تثاعر مزے سے اسے کھانا شروع کیا تھا اس کا ٹیسٹ بہت اچھا تھا اس بات کو قندیل نے بھی مانا تھا کیک کھاتے ہوئے اس کے چہرے پر گہری مسکراہٹ تھی اور وہ سب بھلائے بس اپنے کیک کو انجوائے کر رہی تھی۔

شام کا دھندلکا آہستہ آہستہ فضاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے رہا تھا، جیسے آسمان نے بھی حویلی کے سوگ میں سرمئی چادر اوڑھ لی ہو۔ سورج کی آخری نارنجی کرنیں افق پر دم توڑ رہی تھیں، اور پرندوں کی ڈاریں اپنے آشیانوں کی طرف لوٹ رہی تھیں، مگر ان کی چہچہاہٹ میں وہ پہلے جیسی زندگی نہیں تھی، بلکہ ایک عجیب سی اداسی اور بوجھل پن محسوس ہو رہا تھا۔ حویلی کا وسیع و عریض گارڈن، جو کبھی ہنسی مذاق اور قندیل کی شرارتوں کا مرکز ہوا کرتا تھا، آج کسی اجڑے ہوئے دیار کا منظر پیش کر رہا تھا۔ پھولوں کی خوشبو میں مٹی کی نمی رچی ہوئی تھی، اور ہوا کے تھپیڑے درختوں کے پتوں سے ٹکرا کر ایک سسکتی ہوئی آواز پیدا کر رہے تھے۔ گارڈن کے ایک کونے میں، لکڑی کے بنچ پر نور خاموش بیٹھی تھی۔ نور نے نہایت سادہ، سیاہ سوتی جوڑا پہن رکھا تھا۔ اس سادگی میں اس کا سراپا کسی ماتمی تصویر کی طرح لگ رہا تھا۔ اس کا وہ چہرہ، جو کبھی چودھویں کے چاند کی طرح دمکتا تھا، مسلسل رونے اور صدمے کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے گرد

ہلکی سی سوجن تھی اور ناک کی نوک شدتِ جذبات سے گلابی ہو رہی تھی۔ اس کے بال جو عام طور پر سلیقے سے بندھے ہوتے تھے، آج بے ترتیبی سے اس کے کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے، اور ہوا کا کوئی جھونکا جب انہیں چھیڑتا تو وہ اس کے چہرے کو ڈھانپ لیتے۔ وہاں ملازم یا حویلی کے مردوں کے علاوہ کوئی نہیں آ سکتا تھا۔

وہ خالی خالی نظروں سے سامنے لگے گلاب کے پودوں کو دیکھ رہی تھی، مگر اس کی سوچیں کہیں بہت دور، ماضی کے ان لمحوں میں بھٹک رہی تھیں جہاں ہر طرف روشنی اور خوشیاں تھیں۔ اس کے ہاتھ اس کی گود میں ساکت پڑے تھے، جیسے ان میں اب حرکت کرنے کی ہمت بھی باقی نہ رہی ہو۔ وہ حویلی کی ان بیٹیوں میں سے تھی جو خاموشی سے دکھ سہنا جانتی تھیں، مگر اس بار کا دکھ اتنا گہرا تھا کہ اس کی خاموشی بھی چیخ رہی تھی۔ اسی دوران ہاشم گارڈن کے داخلی راستے پر نمودار ہوا۔ اس کے قدموں کی چاپ گھاس پر نہایت مدھم تھی، مگر اس کا دل اپنی ہی دھڑکنوں سے بوجھل ہو رہا تھا۔ وہ پچھلے کئی دنوں سے حویلی کے مردوں کے ساتھ باہر کے معاملات سنبھال رہا تھا، لیکن اس کی اپنی نظریں ہر لمحہ نور کو ڈھونڈتی تھیں۔ جیسے ہی اس کی نظر بنچ پر بیٹھی اس معصوم ہستی پر پڑی، ہاشم کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ نور کی حالت دیکھ کر ہاشم کے سینے میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ اسے ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے دل کو مٹھی میں دبوچ لیا ہو۔ وہ

لڑکی، جو اسے ہمیشہ کسی تتلی کی طرح مسکراتی اور چہکتی نظر آتی تھی، آج ایک مرجھائے ہوئے پتے کی طرح بکھر رہی تھی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا، اپنے اندر کے اضطراب کو قابو کیا اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا اس کے قریب آیا۔

نور اپنی ہی دنیا میں مگن تھی، اسے احساس تک نہ ہوا کہ کوئی اس کے اتنے قریب آ چکا ہے۔ ہاشم بنچ کے دوسرے کونے پر نہایت خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس نے کوئی بات نہیں کی، کوئی تسلی کا لفظ نہیں بولا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بعض اوقات خاموشی سب سے بڑا مرہم ہوتی ہے۔

کچھ دیر تک دونوں کے درمیان صرف ہواؤں کی سرسراہٹ حائل رہی۔ ہاشم نے کنکھیوں سے اسے دیکھا۔ نور کی نظریں اب بھی ساکت تھیں، جیسے وہ سامنے موجود کسی ان دیکھی چیز کو پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کا سانس لینے کا انداز بھی اتنا بوجھل تھا کہ ہاشم کا دل کیا اسے اپنے اندر چھپا لے اس وقت وہ اس سے فاصلہ کر کے اس لیے بیٹھا تھا کہ کہیں کوئی آنہ جائے۔

"نور۔۔۔"

ہاشم نے نہایت دھیمی، ریشم جیسی نرم آواز میں اسے پکارا۔ نور نے چونک کر سر گھمایا۔ ہاشم کو اتنے قریب دیکھ کر اس کی پلکیں ایک لمحے کے لیے لرزیں اور اگلی ہی جھرجھری کے ساتھ اس کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو ڈھلک کر اس کے سرخ گالوں پر لکیر بنا گئے۔ ہاشم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا مگر اسے چھونے کی ہمت نہ کر سکا، اس نے صرف تڑپ کر اسے دیکھا۔

"کب تک خود کو اس طرح عذاب میں رکھو گی؟"

ہاشم نے دبی دبی آواز میں پوچھا۔

"تمہاری یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی جا رہی۔"

نور نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے دوبارہ سامنے دیکھنا شروع کر دیا، مگر اب اس کے کندھے سسکیوں سے ہل رہے تھے۔ ہاشم اٹھا اور سامنے لگے ایک پودے سے سرخ گلاب کا ایک ادھ کھلا پھول توڑا۔ وہ دوبارہ اس کے پاس آیا اور اس بار تھوڑا قریب ہو کر بیٹھا۔

"دیکھو اسے۔۔۔"

ہاشم نے پھول اس کے سامنے کیا۔

"یہ پھول بھی اداس ہے کیونکہ اسے دیکھنے والی آنکھیں آج نم ہیں۔ جہاں اللہ کی مرضی ہو وہاں ہم انسان ذات کچھ بھی نہیں کر سکتی ہم میں اگر روح نہ ہو تم ہم محض ایک بت کے علاوہ کچھ نہیں نور"

نور نے لرزتے ہاتھوں سے وہ پھول تھامنا چاہا، مگر ہاشم نے اس کا ہاتھ پیچھے کر دیا۔ اس نے نہایت محبت اور عقیدت سے نور کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس کی انگلیاں نور کے کان کے قریب الجھے ہوئے بالوں کو سلجھانے لگیں تو نور کا سانس ایک لمحے کے لیے تھم گیا۔ ہاشم نے وہ سرخ گلاب بڑی نزاکت سے نور کے بالوں میں، اس کے کان کے بالکل پیچھے سجا دیا۔ سیاہ لباس، سرخی مائل چہرہ اور بالوں میں سجا وہ گہرا سرخ گلاب—نور اس وقت کسی بیتے ہوئے دور کی شہزادی لگ رہی تھی جو اپنے غم میں بھی بے پناہ حسین تھی۔ ہاشم کی انگلیاں اس کے بالوں کو چھوتے ہوئے تھوڑی دیر وہیں رک گئیں۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ نور کا وجود اس لمس سے تھوڑا پر سکون ہو رہا ہے۔

"قندیل چلی گئی ہاشم۔۔۔وہ اب کبھی نہیں آئے گی۔"
نور کی آواز اتنی نحیف تھی کہ جیسے کوئی دور سے پکار رہا ہو۔
"ہم سب اسے بچا نہیں سکے، وہ ہم سب کی زندگیوں میں اندھیرا کر گئی۔"
ہاشم نے اس کا ہاتھ اپنے بڑے اور گرم ہاتھوں میں تھام لیا۔

"وہ اندھیرا نہیں کر کے گئی نور، وہ اپنی روشنی ہم سب کے دلوں میں چھوڑ کر گئی ہے۔ تم اگر یوں ٹوٹو گی، تو اس کی یاد کو زندہ کون رکھے گا؟ اللہ کی امانت تھی، اللہ نے واپس لے لی۔ ہمیں صبر کرنا ہو گا، اپنے لیے نہ سہی، ان بزرگوں کے لیے جو تم جیسے بچوں کو دیکھ کر ہی جیتے ہیں۔"

ہاشم نے اس کا ہاتھ تھوڑا اور بھینچا، جیسے اسے اپنی ساری ہمت منتقل کرنا چاہتا ہو۔ نور نے اپنی بھیگی ہوئی آنکھیں اٹھا کر ہاشم کے چہرے کی طرف دیکھا۔ ہاشم کی آنکھوں میں اس کے لیے جو تڑپ اور فکر تھی، اس نے نور کے دل کے کسی کونے میں دبے ہوئے بوجھ کو تھوڑا ہلکا کر دیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ اس طوفان میں تنہا نہیں ہے، کوئی ہے جو اس کے خاموش آنسوؤں کی زبان سمجھتا ہے۔

شام کی سرخی اب سیاہی میں بدل رہی تھی، مگر گارڈن کے اس گوشے میں محبت اور ہمدردی کی ایک نئی شمع روشن ہو رہی تھی۔ ہاشم نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ نور کو اس صدمے کی کھائی سے نکال کر ہی دم لے گا۔ اس نے دوبارہ اس کے بالوں میں سجے پھول کو درست کیا اور ایک عزم کے ساتھ اسے دیکھنے لگا۔ حویلی میں ابھی بہت سی آزمائشیں باقی تھیں، مگر اس لمحے میں، ان دونوں کے درمیان موجود خاموش عہد نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ جہاں سچی محبت ہو، وہاں بڑے سے بڑا دکھ بھی سہنے کی طاقت مل جاتی ہے۔



باس اس وقت ایک عورت کے سامنے موجود تھا جس کی عمر تقریباً 45 سال ہو گی وہ بس خاموشی سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جس نے اس کی پوری زندگی اس سے چھین لی تھی اس کا ہنستا بستا گھر اس نے اجاڑ دیا تھا اگر وہ شخص ان کی زندگیوں میں نہ ہوتا تو وہ بھی آج سید حویلی میں اس حویلی کی بہو بن کر اپنے بیٹے اور بیٹی کے ساتھ ایک خوشحال زندگی گزار رہی ہوتی۔

"تمھارا وہ نکما بیٹا قندیل کو کے گیا ہے اور اب وہ مان بھی نہیں رہا"
باس نے انتہائی غصے سے کہا تھا۔

"اس نے بہت اچھا کیا ہے کیوں کہ وہ معصوم کلی تمھارے جیسے درندے کی درندگی کے لیے نہیں بلکہ ایک خوبصورت زندگی گزارنے کے لیے بنی ہے"

سامیہ بیگم نے تھکی ہوئی آواز میں کہا تھا جبکہ باس نے اسے نفرت سے دیکھا۔

"لگتا ہے میرے ہاتھوں مرنے کا شوق ہو رہا ہے تمھیں"
باس نے غصے سے کہا۔

"اب اگر تم مار بھی تو تو کوئی فرق نہیں پڑتا پہلی بار تو تم مجھے مارو گے نہیں کیوں کہ جب تک میں زندہ ہوں میری دولت کھاؤ گے تم اگر میں مر گئی پھر وہ غریبوں میں چلی جائے گی"
سامیہ بیگم نے طنزیہ کہا تھا۔

"کاش تمھارے اس شوہر کی طرح تمھارا بیٹا بھی مر جاتا ویسے وہ میرے نشانے پر تھا لیکن کوئی نہیں وہ خود ہی مر گیا غلطی ہو گئی جو تمھارے بیٹے کو چھوڑ دیا"

باس نے غصے سے کہا۔

"وہ شہید ہوئے ہیں اللہ نے انھیں شہادت کا رتبہ نصیب کیا اور مرو گے تو اب تم میرے آریز کے ہاتھوں"

سامیہ بیگم نفرت سے بولی باس نے اس سے زبردستی نکاح کیا تھا اس کی خوبصورتی دیکھ کر اور وہ بچاری معصوم لڑکی کو کہ اپنی شادی کے 6 سال بعد ہی بیوہ ہو گئی تھی سامیہ بیگم کا شوہر آرمی میں جاب کرتے تھے اور ایک جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ باس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی جیب سے سگریٹ نکال کر سلگائی۔ اس کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری، وہ جانتا تھا کہ سامیہ بیگم کو تکلیف کیسے پہنچانی ہے۔

"بڑی اونچی اڑان ہے تمہارے آریز کی، مگر وہ یہ بھول گیا ہے کہ اس کی ماں کا سانس آج بھی میری مٹھی میں قید ہے۔"

باس نے دھوئیں کا ایک لمبا مرغولہ فضا میں اچھالا۔

"تمہارے اس 'شہید' شوہر نے تو تمہیں چھوڑ کر جنت کا راستہ لیا، مگر میں نے تمہیں اس جہنم میں رکھا ہوا ہے جہاں تمہاری ہر چیخ میری سماعتوں کی غذا بنتی ہے۔"

"تم جتنا چاہو مجھے اذیت دے لو، مگر یاد رکھنا، آریز وہ خون ہے جو تمہاری رگوں سے نہیں، بلکہ ایک جری سپاہی کی غیرت سے سینچا گیا ہے۔ وہ قندیل کو لے گیا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تمہاری درندگی کا وقت اب ختم ہونے والا ہے۔"

سامیہ بیگم نے اپنی لرزتی ہوئی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کیں۔ ان کی آنکھوں میں کرب تو تھا، مگر عزم کی کوئی کمی نہ تھی۔ باس نے ایک جھٹکے سے سگریٹ فرش پر پھینکی اور اسے اپنے مہنگے جوتے تلے مسل دیا۔ وہ چلتا ہوا سامیہ بیگم کے بالکل قریب آیا اور ان کے چہرے کے سامنے اپنی انگلی لہرائی۔

"زیادہ بزدل مت بنو سامیہ! تم اچھی طرح جانتی ہو کہ اگر میں نے اس حویلی کے بیٹوں کو ایک فون کر دیا، تو تمہارا آریزان کی گولیوں کا پہلا نشانہ ہو گا۔ وہ اسے نہیں چھوڑیں گے، کیونکہ وہ ان کی عزت لے کر بھاگا ہے۔" باس نے غصے سے کہا۔

"وہ عزت لے کر نہیں، بلکہ ایک مظلوم کی جان بچا کر گیا ہے۔"
سامیہ بیگم کی آواز میں اب ایک عجیب سی طاقت آ گئی تھی۔

"تم حویلی کے بیٹوں کی کیا دھمکی دیتے ہو؟ وہ لوگ تو خود تمہارے جیسے گندے وجود سے ناواقف ہیں۔ جس دن انہیں سچائی کا علم ہوا، اس دن تمہاری لاش کو دفنانے کے لیے زمین بھی جگہ نہیں دے گی۔"

باس کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس نے ایک دم سامیہ بیگم کا بازو سختی سے جکڑ لیا۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری۔ شاید تم بھول گئی ہو کہ تمہارے بیٹے کی زندگی کا ریموٹ کنٹرول ابھی بھی میرے پاس ہے۔ ابھی اسی وقت اسے کال کرو اور اسے کہو کہ وہ قندیل کو لے کر واپس آ جائے، ورنہ میں تمہارے سامنے اس کی تصویر پر کراس (Cross) لگا دوں گا۔"

سامیہ بیگم نے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ ان کی نظریں باس کی آنکھوں میں گڑھ گئیں۔

"میں کال نہیں کروں گی۔ میرا بیٹا جہاں بھی ہے، قندیل کی حفاظت کر رہا ہے۔ وہ اس لڑکی کو تمہاری اس غلیظ دنیا کا حصہ نہیں بننے دے گا۔ تم نے مجھ سے زبردستی نکاح کر کے میری روح کو تو زخمی کر دیا، مگر آریز کی روح آج بھی آزاد ہے۔"

باس نے قہقہہ لگایا، ایک ایسا قہقہہ جس میں صرف سفاکیت تھی۔

"آزاد؟ وہ ایک بھگوڑا ہے! اور بھگوڑوں کی کوئی زندگی نہیں ہوتی۔ اگر تم نے اسے کال نہیں کی، تو یاد رکھنا، میں قندیل کے بھائیوں کو اس کا بتہ دوں گا۔ وہ اسے کتوں کی طرح نوچ ڈالیں گے۔ سوچ لو سامیہ، تمہارا ایک فون اسے بچا سکتا ہے۔"

سامیہ بیگم کے لبوں پر ایک تمسخرانہ مسکراہٹ آئی۔

"تم کبھی اسے نہیں ڈھونڈ پاؤ گے۔ وہ ڈاکٹر ہے، اس نے اپنے بابا کا خواب پورا کیا ہے اور وہ ایک سپاہی کا بیٹا ہے وہ جانتا ہے کہ جان کیسے بچائی جاتی ہے اور دشمن سے کیسے چھپا جاتا ہے۔ اور جہاں تک میری موت کا سوال ہے، تو میں تو اسی دن مر گئی تھی جب تم نے مجھے اس قید خانے میں ڈالا تھا۔ اب صرف اس جسم کا سانس ختم ہونا باقی ہے، جس کا مجھے کوئی خوف نہیں اور اگر تم سردار موسی یا پھر کسی کو بھی حویلی میں بتا بھی دو تو تمھارے پاس ثبوت کیا ہے اور جب تمھیں پتہ ہی نہیں کہ آریز کہاں ہے انہیں کیا بتاؤں گے تمھاری طرح وہ سب بھی بس سید آریز نقوی کو ڈھونڈتے رہ جائیں گیں"

باس نے غصے میں قریب پڑا ہوا شیشے کا گلدان دیوار پر دے مارا، جس کے ٹکڑے سامیہ بیگم کے قدموں میں بکھر گئے۔

"تمہاری یہ انا میں مٹی میں ملا دوں گا! اگر آریز نہیں آیا، تو میں قندیل کی جگہ روح کو اس اذیت کا نشانہ بناؤں گا جو میں نے اس کے لیے سوچی تھی۔"

وہ غصے سے پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا اور باہر سے دروازہ مقفل کر دیا۔ سامیہ بیگم وہیں فرش پر ڈھیر ہو گئیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، مگر ان کے لبوں پر اپنے بیٹے کے لیے دعا تھی۔

"میرا آریز۔۔۔ میرا بچہ۔۔۔ اللہ تجھے اور اس معصوم کلی کو اپنی پناہ میں رکھے اور میری روح نہیں نہیں پر گز نہیں سردار موسیٰ میری بچی کی حفاظت کرنا اگر نادیہ بیگم اس حویلی میں ہیں تو یہ ممکن ہو سکتا ہے یا اللہ تو میری بیٹی کی حفاظت کرنا"

وہ روتے ہوئے اپنے پروردگار سے دعا کر رہی تھی ان کے دونوں بچوں کی جان خطرے میں تھی۔



گلنازاس وقت سرحویلی میں ہی تھی جب سے وہ آئی تھی واپس نہیں گئی تھی بس اسے اس ان نون کال آنے کی دیر تھی جو اس سے روح کو مانگ رہا تھا اگر وہ اس کا کام اس بار کر دے تو روح کو وہ موسیٰ کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے نکال سکتی تھی گلنازانھیں سوچوں میں تھی جب اس کے نمبر پر کال آئی کال دیکھ کر اس کا منہ بن گیا کیوں کہ رومان کی کال تھی اس نے کال نہیں اٹھائی اور موبائل بیڈ پر بھینک دیا۔ایک بار پھر سے اس کا موبائل بجا تھا لیکن اس نے غور نہیں کیا تیسری بار بجنے پر اس نے کال اٹھا لی تھی۔۔

"ہاں بولو کیا مسئلہ ہے سکون کی سانسیں لینے دو مجھے بھی"

گلناز نے غصے سے کہا تھا۔

"میں بول رہا ہوں"

سامنے سے اسی شخص کی اواز آئی تھی جس پر گلناز حیران ہوئی اس نے موبائل کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا تھا۔

"ہاں ہاں بولو مجھے لگا کوئی اور ہے"

گلناز نے کہا۔اس کے چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھری۔اس کی آنکھوں میں حسد اور انتقام کی ایسی آگ تھی جو برسوں سے اسے اندر ہی اندر جھلسا رہی تھی،اور آج اسے لگا کہ وہ آگ بجھانے کا وقت قریب آگیا ہے۔فون کی دوسری طرف موجود شخص کی آواز بھاری اور سرد تھی، جس نے گلناز کے رگ وپے میں ایک عجیب سا سنسنی خیز احساس بھر دیا۔

"اوع شاید میں جانتی ہوں تم کون ہو،"

گلناز نے اپنی آواز کو قابو میں رکھتے ہوئے کہا، مگر اس کے لہجے میں جوش صاف جھلک رہا تھا۔

"لیکن کیا تمہیں لگتا ہے کہ یہ وقت صحیح ہے؟ حویلی میں اس وقت قیامت کا سماں ہے، قندیل کی یاد میں ہر آنکھ نم ہے اور پہرے پہلے سے زیادہ سخت ہیں۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں کہ یہ بہترین موقع ہے،"

سامنے والے نے طنزیہ انداز میں جواب دیا۔

"غم میں انسان کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ حویلی کے بیٹے اپنی بہن کے دکھ میں ٹوٹے ہوئے ہیں، ان کی توجہ بٹ چکی ہے۔ موسیٰ نقوی اس وقت اپنی بہن کے غم میں اتنا کھویا ہوا ہے کہ اسے اپنے قریب منڈلاتے خطرے کا احساس تک نہیں ہو گا۔ آج رات جب سب تھک ہار کر نیند کی آغوش میں ہوں گے، میں آؤں گا۔"

گلناز نے تھوک نگلا۔ اسے احساس تھا کہ وہ آگ سے کھیل رہی ہے، مگر روح سے اس کی نفرت اتنی شدید تھی کہ وہ کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھی۔

"انتظام کیا کرنا ہے؟"

اس نے دبی آواز میں پوچھا، جیسے دیواروں کے بھی کان ہوں۔

"حویلی کے پچھلے حصے کا دروازہ کھلا ہونا چاہیے۔ وہاں سے میں اور میرے دو آدمی خاموشی سے اندر داخل ہوں گے۔ تمہیں صرف اتنا کرنا ہے کہ وہاں کے پہرے داروں کی توجہ کسی اور طرف کرنی ہے، یا پھر ان کے کھانے پینے میں کچھ ملا دو"

اس شخص کا منصوبہ ہر لحاظ سے مکمل تھا۔

"اور روح کے کمرے تک؟"

گلناز کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"وہ تمہارا کام ہے۔ تم مجھے وہاں تک لے جاؤ گی جہاں وہ معصوم بنی سو رہی ہو گی۔ آج رات سردار موسیٰ کو وہ زخم ملے گا جو قندیل کے جانے کے دکھ کو بھی پیچھے چھوڑ دے گا۔ میں روح کو وہاں سے نکال لے جاؤں گا، اور حویلی والوں کو لگے گا کہ وہ اپنی مرضی سے گئی ہے یا پھر کسی دشمن نے وار کیا ہے۔ موسیٰ کی زندگی سے اس کا نام و نشان مٹانے کا اس سے اچھا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔"

وہ شخص بول رہا تھا اور گلناز سن رہی تھی۔

"ٹھیک ہے،"

گلناز نے ایک گہرا سانس لیا۔ اور ایک عزم کہا۔

"رات کے دو بجے، پچھلا دروازہ کھلا ملے گا۔ لیکن یاد رکھنا، اگر پکڑے گئے تو میں تمہیں نہیں جانتی۔"

گلناز فوراً سے بولی۔

"فکر نہ کرو، میں پکڑا جانے کے لیے نہیں آ رہا۔ میں اپنا حق لینے آ رہا ہوں۔ روح کو پانا میرا برسوں پرانا خواب ہے، اور آج رات وہ خواب پورا ہو گا۔"
یہ کہہ کر اس نے فون کاٹ دیا۔ گلناز نے موبائل بیڈ پر رکھا اور کمرے کی کھڑکی سے باہر دیکھا۔ آسمان پر بادل چھا رہے تھے، جیسے قدرت بھی آنے والے طوفان کا پتہ دے رہی ہو۔ اس نے اپنے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا اور آئینے میں خود کو دیکھا۔

"آج رات روح۔۔۔ تمہاری بربادی کی رات ہے۔ موسیٰ تمہیں ڈھونڈتا رہ جائے گا، مگر تم اسے کبھی نہیں ملو گی۔ حویلی کی فضاؤں میں ایک اور ماتم گونجے گا، اور اس بار وہ ماتم تمہارے نام کا ہو گا۔"
اس کے لبوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ تھی۔



صبح آریز نقوی جلدی چلا گیا تھا اس نے وہاں پر جاں اسٹارٹ کی تھی تو شاید کوئی ایمر جنسی اگئی تھی وہ قندیل سے نہیں مل سکا تھا لیکن اس کے لیے ناشتہ بنا کر وہ ٹیبل پر سجا کر گیا تھا تا کہ اسے کچھ بھی نہ کرنا پڑے پیسے تو اس کا ارادہ اج کے دن فلیٹ پر ہی رکنے کا تھا لیکن ایمر جنسی انے پر اسے جانا پڑا تھا اور اس کا پورا دن اج ہاسپٹل میں گزرا تھا وہ تھک ہار کر فلیٹ ایا تھا اس نے اپنا بیگ صوفے پر رکھا اپنے شرٹ کے اوپر والے دو بٹن کھول کر خود بھی صوفے پر ڈھیر ہو گیا اس نے آنکھیں بند کر لی قندیل کو کہ کیچن میں کھڑی کچھ بنا رہی تھی اس کی کمر آریز کی طرف تھی اور وہ بڑی تندہی سے کسی کام میں مصروف تھی۔ آریز کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ لڑکی جو پچھلے کئی دنوں سے صرف آنسو بہا رہی تھی یا نفرت کا اظہار کر رہی تھی، آج خود کچن میں کھڑی کچھ بنا رہی تھی؟. اور اوپر سے اس کی طبیعت بھی صحیح نہیں تھی آریز فوراً صوفے سے اٹھا اور تیز قدموں سے کچن کی طرف بڑھا۔ اس کے دل میں ایک دم سے کئی خدشات سر اٹھانے لگے۔

"قندیل؟ تم یہ کیا کر رہی ہو؟"
اس نے فکر مندی سے پوچھا اور اس کے بالکل قریب جا کر رک گیا۔

"نظر نہیں آ رہا؟ کھانا بنا رہی ہوں۔"
قندیل نے ایک لمحے کے لیے ہاتھ روکا، مگر پلٹ کر اسے نہیں دیکھا۔ اس کا لہجہ وہی سرد اور کاٹ دار تھا۔

"لیکن قندیل، تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ کل تک تم درد سے تڑپ رہی تھی اور آج تم کچن کی گرمی میں کھڑی ہو؟ تمہیں مجھے بتانا چاہیے تھا، میں باہر سے کچھ لے آتا یا خود بنا لیتا۔"
آریز نے اس کے ہاتھ سے چمچ لینے کی کوشش کی، مگر قندیل نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"میرے ہاتھ سے چمچ لینے کی ضرورت نہیں ہے آریز نقوی! اور نہ ہی مجھے تمہارے کسی احسان کی ضرورت ہے۔" قندیل اب اس کی طرف پلٹی۔ اس کی آنکھوں میں اب بھی وہی غصہ تھا، مگر چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

"تم نے کیا سمجھا تھا؟ میں تمہارے ہاتھ کے بنے ہوئے کھانوں پر پلوں گی؟ میں کب تک بھوکی رہتی؟ مجبوری ہے کہ اس قید خانے میں مجھے خود کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔"

اس نے غصے سے کہا۔

"قندیل، یہ قید خانہ نہیں ہے اور نہ ہی میں تم پر کوئی احسان کر رہا ہوں۔ میں صرف تمہاری صحت کا سوچ رہا ہوں۔ تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا ہو گا، میں ناشتہ رکھ کر گیا تھا، وہ بھی ویسے ہی پڑا ہے۔"

آریز نے گہرا سانس لیا اور اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا۔

"تو کیا ہوا؟"

قندیل نے طنزیہ قہقہہ لگایا۔

"تمہارے دیے ہوئے ناشتے سے بہتر ہے کہ میں زہر کھالوں۔ یہ جو تم بار بار میری فکر کرنے کا ڈرامہ کرتے ہو نا، یہ بند کر دو۔ مجھے پتہ ہے تم یہ سب کیوں کر رہے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری اس ہمدردی کے جال میں پھنس جاؤں اور وہ سب بھول جاؤں جو تم نے میرے ساتھ کیا ہے۔ مگر یاد رکھنا، قندیل موسیٰ نقوی کبھی نہیں بھولے گی کہ اس کا مجرم کون ہے۔"

"قندیل، میں جانتا ہوں تم مجھ سے نفرت کرتی ہو اور تمہیں اس کا پورا حق ہے، مگر خدارا اپنی جان پر تو ظلم مت کرو۔ تم ابھی دوسرے پرابلم میں ہو، جسم کو آرام کی ضرورت ہے۔ تم جا کر بیٹھو، میں یہ سالن مکمل کر دیتا ہوں۔"

آریز کی آنکھوں میں تکلیف کی لہر دوڑی، مگر اس نے خود کو پر سکون رکھا اور اسے دیکھ کر کہا اسے سمجھ نہیں آیا اس کے پیریڈز والی بات کیسے کرے کیوں کہ وہ خود اسے بتانے میں جب کل اتنا ہچکچا رہی تھی تو آریز اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"خبردار جو تم نے اس کڑھائی کو ہاتھ بھی لگایا!"

قندیل اس کے سامنے دیوار بن کر کھڑی ہو گئی۔

"تمہاری فکر، تمہارا پیار، تمہارا یہ میٹھا لہجہ۔۔۔سب جھوٹ ہے! تم ایک ایسے انسان ہو جس نے ایک لڑکی کو اس کے گھر سے اٹھا کیا اس کی عزت کو سوالیہ بنا دیا کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہاری ان باتوں میں آ کر تمہیں معاف کر دوں گی؟"

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے قندیل تم مجھے درندہ سمجھتی ہو جبکہ میں درندہ نہیں ہوں بلکہ تمھیں ایک درندے"

آریز نے دکھ سے اسے دیکھا۔

"درندہ؟"

قندیل نے اسے بیچ میں ٹوکا۔

"سب سے بڑا درندہ تو تم ہو جس نے مجھے میرے بھائیوں سے دور کر دیا۔ میرے موسیٰ بھائی، جو میری ایک سسکی پر پوری دنیا ہلا دیتے تھے، آج تمہاری وجہ سے وہ کتنی تکلیف میں ہوں گے۔ کیا تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آتی؟"

آریز خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت قندیل کو کچھ بھی سمجھانا بیکار ہے۔ اس نے خاموشی سے کچن کے کاؤنٹر پر رکھے ہوئے گلاس میں پانی بھرا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"پانی پی لو۔ تم بہت غصے میں ہو۔"

قندیل نے گلاس کو ایک طرف جھٹک دیا۔ پانی فرش پر بکھر گیا اور گلاس ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گیا۔

"نہیں چاہیے تمہارا پانی! اور سن لو آریز نقوی، یہ جو تم روز ہسپتال جاتے ہو نا، میں کسی دن یہاں سے بھاگ نکلوں گی۔ میں دیکھتی ہوں تم مجھے کب تک یہاں قید رکھتے ہو۔"

آریز نے ٹوٹے ہوئے گلاس کی کرچیوں کو دیکھا اور پھر قندیل کے چہرے کو۔ اس کا صبر اب جواب دے رہا تھا، مگر وہ پھر بھی نرم رہا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ بھاگ کر تم محفوظ رہو گی، تو شوق سے جاؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔ مگر یاد رکھنا، باہر وہ شکاری بیٹھے ہیں جو صرف تمہارے ایک غلط قدم کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں تمہیں قید نہیں کر رہا، میں تمہاری ڈھال بنا ہوا ہوں۔"

قندیل نے اس کی بات ان سنی کر دی اور دوبارہ چولہے کی طرف مڑ گئی۔

"اپنی یہ فلسفیانہ باتیں اپنے پاس رکھو۔ میں اپنا کھانا خود بنا سکتی ہوں اور اپنی حفاظت بھی خود کر سکتی ہوں۔ تم بس میرے کمرے سے دور رہا کرو اور جو اس کھانے کے پیسے بنیں گیں راشن کے وہ بھی تمھیں دے دوں گا ایک دن"

آریز نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ تھک کر واپس صوفے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے احساس ہوا کہ قندیل کے دل تک پہنچنے کا راستہ بہت طویل اور کٹھن ہے۔ اس نے آنکھیں بند کیں تو اسے سامیہ بیگم کا چہرہ یاد آیا۔ اس کی ماں بھی ایک ایسے ہی جبر کا شکار تھیں، اور آج وہ قندیل کو اس جبر سے بچانے کی کوشش کر رہا تھا، مگر قندیل اسے ہی اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتی تھی۔ کچن میں برتنوں کے ٹکرانے کی آوازیں آ رہی تھیں، جو قندیل کے غصے کی عکاسی کر رہی تھیں۔ آریز نے سوچا کہ شاید وقت ہی ان زخموں کو بھر سکے گا۔ اس نے دل میں دعا کی کہ کاش وہ دن جلد آئے جب قندیل کو سچائی کا احساس ہو اور وہ جان سکے کہ اس کا 'مجرم' دراصل اس کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ اب بس اسے اپنی ماں کو وہاں سے نکالنا تھا اس کے بعد باس کو برباد کرنا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔

رات کا سناٹا ہر طرف چھایا ہوا تھا گلناز اس وقت رات کے اندھیرے میں حویلی کے پچھلے سائیڈ پر کھڑی تھی موبائل اس کے ہاتھ میں تھا اور اس وقت وہ میسج کے انتظار میں تھی اس نے ملازمین کے کھانے میں نشے کی دوا ملا کر انہیں بے ہوش کر دیا تھا اس وقت وہ ڈر بھی رہی تھی اس کا دل بہت زور زور سے دھڑک رہا تھا اگر کوئی آگیا تو اس کا سارا کا سارا کھیل ختم ہو جانا تھا۔

"کہاں ہو جلدی آؤ"

گلناز نے اس نمبر پر میسج بھیجا۔ کچھ دیر مزید انتظار کرنے کے بعد جواب آگیا تھا۔

"میں باہر ہوں دروازہ کھولو"

میسج ریسیو ہونے پر اس کے ہاتھ جلدی جلدی سے موبائل پر چل رہے تھے۔

"ایسا کرو تم اکیلے آجاؤ کسی کو بھی اندر ساتھ نہ لاؤ اس سے پکڑے جانے کا ڈر ہو سکتا ہے اور ویسے بھی روح لڑکی ہے تم اسے آسانی سے ہینڈل کر لو گے"

گلناز نے کہا تو اس نے ٹھیک ہے کا میسج کر دیا۔ گلناز نے دروازے کی بھاری کنڈی پر ہاتھ رکھا۔ لوہے کی زنجیروں کے ٹکرانے کی آواز خاموش رات میں اسے کسی دھماکے جیسی لگی۔ اس نے نہایت آہستگی سے دروازہ کھولا، جس کی چولیں ہلکی سی چرچراہٹ کے ساتھ وا ہوئیں۔ باہر ایک ہیبت ناک وجود کھڑا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس کا چہرہ ڈھکا ہوا تھا، صرف اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ گلناز نے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا اور فوراً دروازہ دوبارہ بند کر دیا۔

"تم نے دیر کر دی،"

گلناز نے سرگوشی کی۔

"سب ملازم بے ہوش ہیں، مگر موسیٰ کا کوئی بھروسہ نہیں۔ وہ کسی بھی وقت آ سکتا ہے تمھارے لیے یہ اچھا بھی موقع ہے کہ وہ آج رات حویلی سے باہر ہے"

اس شخص نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کی آنکھوں میں روح کو پانے کی وہ وحشت تھی جو برسوں کی پیاس کا پتہ دے رہی تھی۔ گلناز اسے لے کر دبی قدموں سے حویلی کی اندرونی راہداریوں کی طرف بڑھی۔ ہر قدم پر گلناز کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہو۔ راہداریوں میں لگی پیلی روشنیاں ان کے سایوں کو دیواروں پر بہت بڑا کر کے دکھا رہی تھیں۔

ابھی وہ ادھ بیچ ہی پہنچے تھے کہ اچانک اوپر والی منزل سے کسی کے چلنے کی آواز آئی۔ گلناز کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔

"کوئی آرہا ہے! چھپ جاؤ!"

اس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ کر قریب موجود بھاری پردوں کے پیچھے کھینچ لیا۔ وہ دونوں سانس روک کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے والی سیڑھیوں سے ماہا نیچے آرہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پانی کا جگ تھا اور وہ کچھ بڑبڑا رہی تھی۔ ماہا کی نظریں ادھر ادھر گھوم رہی تھیں۔ وہ ٹھیک اسی جگہ سے گزری جہاں گلناز اور وہ اجنبی چھپے ہوئے تھے۔ گلناز نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دل ہی دل میں دعائیں مانگنے لگی۔ اگر ماہا نے پردہ ہٹا دیا ہوتا، تو آج حویلی میں خون کی ہولی کھیلی جانی تھی۔ ماہا کچن کی طرف چلی گئی تو گلناز نے سکون کا سانس لیا۔

"چلو، اب راستہ صاف ہے۔"

اس نے اس شخص کو اشارہ کیا۔ وہ دونوں نہایت احتیاط سے سیڑھیاں چڑھ کر روح کے کمرے کے سامنے پہنچے۔ کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا ہوا تھا، شاید روح دروازہ بند کرنا بھول گئی تھی۔ گلناز نے جھانک کر دیکھا، روح بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کا پر سکون چہرہ چاندنی میں دمک رہا تھا۔ گلناز نے اس شخص کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا کہ وہ اندر جائے۔ وہ شخص کسی شکاری کی طرح کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رومال تھا جس پر بے ہوشی کی دوا لگی ہوئی تھی۔ گلناز باہر کھڑی پہرہ دینے لگی۔

کمرے کے اندر، اس شخص نے روح کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لیے اس کے حسن کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک فاتحانہ چمک آئی۔ اس نے جھک کر وہ رومال روح کی ناک پر رکھ دیا۔ روح نے نیند میں تھوڑا سا تڑپنے کی کوشش کی، مگر دوا نے اپنا کام کر دیا تھا۔ چند ہی سیکنڈوں میں وہ مکمل طور

پر بے سدھ ہو گئی۔اس شخص نے روح کے بے ہوش وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں اٹھایا۔روح کا سر اس کے کندھے پر ڈھلک گیا۔اس نے ایک نظر کمرے کے گرد ڈالی اور پھر باہر نکل آیا۔

"چلو، کام ہو گیا،"

اس نے گلناز کے کان میں سرگوشی کی۔ گلناز نے روح کے بے ہوش وجود کو دیکھا تو اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچی۔۔

"لے جاؤ اسے، اور ایسی جگہ لے جاؤ جہاں موسیٰ اسے کبھی نہ ڈھونڈ سکے۔"

وہ دونوں اسی طرح خاموشی سے حویلی سے باہر نکلنے لگے۔ گلناز نے ایک بار پھر پہرے داروں کی طرف دیکھا، وہ اب بھی گہری نیند میں تھے۔ پچھلا دروازہ دوبارہ کھلا اور وہ شخص روح کو لے کر حویلی سے نکل گیا تھا۔ گلناز نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی اور اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔

"خدا حافظ روح! اب تم موسیٰ کی زندگی میں کبھی واپس نہیں آؤ گی۔"

اسے نہیں معلوم تھا کہ اس نے حویلی میں ایک ایسی آگ لگا دی ہے جو سب کچھ بھسم کر دے گی۔



سردار موسیٰ نقوی کی انگلیاں اسٹیرنگ وہیل پر اتنی سختی سے جمی ہوئی تھیں کہ اس کے جوڑ سفید پڑ چکے تھے۔اس کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا اور ماتھے پر ابھری ہوئی رگیں اس کے اندرونی طوفان کی گواہی دے رہی تھیں۔کچھ دیر پہلے جب اس نے ایک ضروری میٹنگ سے واپسی پر محض دل کی بے چینی کے تحت اپنے موبائل پر حویلی کے خفیہ کیمروں کی لائیو فیڈ(Live Feed)چیک کی تھی،تو اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔اس نے اسکرین پر دیکھا تھا کہ کس طرح ایک نامعلوم شخص، سیاہ چادر میں لپٹا،اس کی "روح" کو اپنی ناپاک بانہوں میں اٹھائے اس کے کمرے سے باہر نکل رہا ہے۔اور اس سے بھی زیادہ ہولناک منظر وہ تھا جب اس نے گلناز کو اس شخص کے ساتھ ملی بھگت کرتے دیکھا۔اس سے تو ویسے بھی سردار موسیٰ کو کوئی امید نہ تھی اسے واپس حویلی میں چھوڑنا ہی نہیں تھا۔

"تم نے بہت بڑی غلطی کر دی گلناز۔۔۔بہت بڑی غلطی۔" موسیٰ کے لہجے میں ایسی وحشت تھی کہ اگر اس وقت کوئی اسے دیکھ لیتا تو شاید خوف سے اس کا دم نکل جاتا۔ گاڑی کی رفتار 140 سے اوپر جا رہی تھی۔ وہ سنسان سڑک جو حویلی کے پچھلے راستے کی طرف جاتی تھی، اندھیرے میں ڈوبی ہوئی تھی۔ موسیٰ کا دماغ اس وقت صرف ایک ہی رخ پر چل رہا تھا —— روح۔ اس کی روح، جس کے بغیر وہ ادھورا تھا۔ جس کی ہنسی اور جس کا وجود اس کے لیے کائنات کا سب سے قیمتی سرمایہ تھا۔ اسے خیال آیا کہ اس شخص نے اسے ہاتھ لگایا ہو گا، اس کے پوروں نے روح کی نرم جلد کو چھوا ہو گا، اور یہ خیال موسیٰ کے سینے میں آگ کے الاؤ روشن کر رہا تھا۔

دوسری طرف، حویلی کے پچھلے گیٹ کے باہر ایک کالی گاڑی اسٹارٹ کھڑی تھی۔ انجن کی دھیمی آواز رات کے سناٹے کو چیر رہی تھی۔ وہ نقاب پوش شخص روح کو بے ہوشی کی حالت میں پچھلی سیٹ پر لٹانے ہی والا تھا کہ دور سے اسے تیز روشنی کی لہریں آتی دکھائی دیں۔ اس شخص نے روح کو تیزی سے سیٹ پر ڈالا اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا اس نے اپنے آدمی واپس بھیج دیے تھے ابھی وہ گاڑی میں بیٹھ کر گیئر ڈال ہی رہا تھا کہ موسیٰ کی لینڈ کروزر ایک زوردار چیخ کے ساتھ سڑک کے بیچوں بیچ ترچھی ہو کر رکی۔ ٹائروں کے رگڑ کھانے سے اٹھنے والا دھواں اور بو فضا میں پھیل گئی۔ موسیٰ نے گاڑی رکتے ہی دروازہ کھولا اور باہر نکلا، اس کے ہاتھ میں اس کی چمچماتی ہوئی پسٹل تھی۔

"رک جاؤ! ورنہ بھیجا اڑا دوں گا!"

اس کی گرجدار آواز رات کے سناٹے میں کسی دھماکے کی طرح گونجی۔

نقاب پوش شخص نے موسیٰ کو دیکھتے ہی ایک لمحے کے لیے توقف کیا، مگر پھر اس نے پوری قوت سے ایکسیلیٹر پر پاؤں رکھ دیا۔ گاڑی کے ٹائروں نے سڑک پر نشان چھوڑے اور وہ تیزی سے موسیٰ کی گاڑی کے برابر سے گزر گئی۔

"نہیں!"

موسیٰ نے گولی چلانے کے لیے نشانہ لیا، مگر وہ رک گیا۔ رات کا اندھیرا تھا نشانہ صحیح سے لگتا نہ لگتا۔

"روح۔۔۔!"

اس نے بے بسی اور غصے سے چیخ ماری۔ گاڑی تیزی سے اندھیرے میں غائب ہو رہی تھی۔ موسیٰ نے پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف چھلانگ لگائی۔ اس نے موبائل نکالا اور تیزی سے ہاشم کا نمبر ڈائل کیا۔ دوسری طرف سے جیسے ہی ہاشم نے فون اٹھایا، موسیٰ کا لہجہ کسی زخمی چیتے کی طرح تھا۔

"ہاشم! ابھی کے ابھی تمام لڑکوں کو لے کر باہر نکلو! روح کو اغوا کر لیا گیا ہے! میں اس کا پیچھا کر رہا ہوں، وہ پرانی نہر والے راستے کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے بیک اپ چاہیے، ابھی!"

ہاشم کے جواب کا انتظار کیے بغیر اس نے فون سیٹ پر پھینکا اور گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی۔

"آج اگر زمین پھٹ جائے یا آسمان گر جائے، تم مجھ سے بچ نہیں سکتے!"

سڑک پر اب زندگی اور موت کا کھیل جاری تھا۔ آگے نقاب پوش کی گاڑی تھی اور اس کے بالکل پیچھے موسیٰ کی گاڑی۔ موسیٰ مسلسل ہورن بجا رہا تھا اور اسے سڑک سے اتارنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دونوں گاڑیاں بھاگ رہی تھی دونوں کی سپیڈ بہت زیادہ تیز تھی موسی اس گاڑی کو کراس کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نہیں ہو پا رہا تھا۔ موسی نے اپنی گاڑی مزید بڑھا دی اب وہ اس کے برابر میں اگیا تھا۔

" گھٹیا انسان میں نے کہا گاڑی روک "

سردار موسی چلایا تھا لیکن اس شخص نے سردار موسی کی طرف بالکل بھی نہیں دیکھا اور اپنی سپیڈ کو مزید بڑھا دیا اب وہ سردار موسی سے تھوڑا اگے نکل گیا تھا۔

"تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیے تو میرا نام بھی سردار موسی نہیں"

سردار موسی اس کے پیچھے تیزی سے گاڑی بھگاتے ہوئے بول رہا تھا۔ کچھ دیر وہ ایسے ہی گاڑی بھاگا رہے تھے اور سردار موسی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

"رک جا کتے! رک جا!"

موسیٰ نے اسٹیئرنگ پر مکا مارا۔ اگلی گاڑی کی رفتار کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وہ شخص ماہر ڈرائیور معلوم ہوتا تھا، وہ ہر موڑ پر موسیٰ کو چکمہ دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچانک موسیٰ نے دیکھا کہ وہ شخص گاڑی کو کچی سڑک کی طرف موڑ رہا ہے جہاں جھاڑیاں اور درخت زیادہ تھے۔

موسیٰ نے اپنی گاڑی اس کے برابر لانے کی کوشش کی۔ دونوں گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرائیں، دھات کے آپس میں رگڑ کھانے کی آواز (Crunches) پورے علاقے میں گونجی۔ چنگاریاں اڑ رہی تھیں۔ موسیٰ نے دیکھا کہ پچھلی سیٹ پر روح کا وجود بے حس و حرکت پڑا ہے۔ اس منظر نے اسے پاگل کر دیا۔

"تمہاری جرات کیسے ہوئی اسے چھونے کی؟" موسیٰ نے کھڑکی سے باہر نکل کر ایک فائر اس کی گاڑی کے پچھلے ٹائر پر کیا۔ ٹائر پھٹنے کی آواز آئی اور نقاب پوش کی گاڑی بری طرح لہرائی، مگر اس نے کنڑول نہیں کھویا۔ اس نے گاڑی کو ایک بڑے درخت کے قریب جھٹکا دیا، جس سے موسیٰ کو بریک لگانی پڑی۔ لیکن وہ پھر سے گاڑی شروع کر چکا تھا سردار موسیٰ نقوی کے سینے میں انتقام اور خوف کی ایک ایسی لہر اٹھی تھی جس نے اس کے تمام حواس کو مفلوج کر دیا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے بار بار وہ منظر گھوم رہا تھا جب اس اجنبی نے روح کو اپنی بانہوں میں بھینچا تھا۔

"میری روح۔۔۔ میری زندگی۔۔۔"

اس نے دانت پیستے ہوئے اسٹیئرنگ پر گرفت اتنی مضبوط کر دی کہ اس کی انگلیاں سرخ ہو گئی تھی۔ ٹائر پھٹنے کے باوجود وہ شخص اپنی گاڑی کو کچی سڑک پر کسی ماہر کھلاڑی کی طرح دوڑا رہا تھا۔ گاڑی بری طرح لرز رہی تھی، پچھلا حصہ ایک طرف کو جھک چکا تھا مگر اس کی رفتار میں کمی نہیں آئی تھی۔ سردار موسیٰ نے ایک بار پھر گاڑی کی رفتار بڑھائی۔ اب سڑک ختم ہو رہی تھی اور سامنے ایک پہاڑی سلسلہ شروع ہو رہا تھا، جہاں راستے تنگ اور کھائیاں گہری تھیں۔

"آج تمہاری موت کا فیصلہ میں نے اپنے ہاتھوں سے کر دیا ہے!"

موسیٰ کی آواز میں وہ گرج تھی جو پہاڑوں سے ٹکرا کر بازگشت پیدا کر رہی تھی۔اس شخص نے اچانک ایک خطرناک موڑ کاٹا۔گاڑی کے نچلے حصے سے پتھروں کے ٹکرانے کی ہولناک آوازیں آ رہی تھیں۔سردار موسیٰ نے اپنی لینڈ کروزر اس کے بالکل پیچھے لگادی تھی۔اب دونوں گاڑیاں ایک تنگ پہاڑی راستے پر تھیں جس کے ایک طرف سنگلاخ چٹانیں تھیں اور دوسری طرف سینکڑوں فٹ گہری کھائی۔

"گاڑی روکو! میں آخری بار کہہ رہا ہوں، گاڑی روکو!"

موسیٰ نے کھڑکی سے آدھا باہر نکل کر اسے للکارا۔ اس شخص نے اب کی بار کھڑکی سے اپنا ہاتھ باہر نکالا اور پے در پے تین فائر کیے۔ ایک گولی موسیٰ کی گاڑی کے ونڈ اسکرین (Windscreen) کو چیرتی ہوئی اس کے کان کے پاس سے گزر گئی۔ شیشے کی کرچیاں موسیٰ کے چہرے پر گریں، اس کے گال سے خون کا ایک قطرہ رسا، مگر اس نے پلک تک نہ جھپکائی۔ اس وقت اسے اپنی جان کی پرواہ نہیں تھی۔

"تم مجھے مار سکتے ہو، مگر میری روح کو مجھ سے دور نہیں لے جا سکتے!" موسیٰ نے غصے سے چلاتے ہوئے اپنی گاڑی کو ایک زوردار جھٹکا دیا اور اس کی گاڑی کے پچھلے حصے سے ٹکرائی۔

ٹکرا تنی شدید تھی کہ اس شخص کی گاڑی کا توازن بگڑ گیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے کھائی کے بالکل دہانے پر پہنچی مگر پھر اس نے اسٹیئرنگ گھما کر اسے واپس راستے پر لانے کی کوشش کی۔ اس کھینچا تانی میں گاڑی کا پچھلا دروازہ کھل گیا اور موسیٰ کا دل حلق میں آ گیا۔ روح کا بے ہوش وجود سیٹ پر لڑھک گیا تھا۔ اگر گاڑی ذرا بھی اور لرزتی تو وہ سیدھی کھائی میں جا گرتی۔

"روح۔۔۔!"

موسیٰ کی چیخ میں وہ کرب تھا جو شاید پہاڑوں کا جگر بھی چیر دیتا۔ اس نے فوراً بریک ماری تاکہ مزید ٹکر نہ لگے اور روح نیچے نہ گر جائے۔ اسی لمحے اس شخص نے موقع پا کر گاڑی کو ایک اونچی چڑھائی کی طرف موڑ دیا۔ وہاں راستہ اتنا تنگ تھا کہ دو گاڑیاں ایک ساتھ نہیں چل سکتی تھیں۔ موسیٰ نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑی اور پسٹل تھامے باہر نکل آیا۔

"بھاگ کر کہاں جاؤ گے ؟آگے راستہ بند ہے !"

موسیٰ نے اسے پکارا۔ گاڑی ایک بڑی چٹان سے ٹکرا کر رک گئی۔ نقاب پوش شخص باہر نکلا، اس نے ایک ہاتھ میں پچھلی سیٹ سے روح کو پکڑا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ میں پسٹل تانی ہوئی تھی۔ اس نے روح کی گردن کے پاس پسٹل رکھی۔

"ایک قدم بھی آگے مت بڑھنا سردار ! ورنہ تمہاری روح کو ابھی اسی وقت جسم سے جدا کر دوں گا !"

اس شخص کی آواز میں ایک عجیب سی جنونی ہنسی تھی۔ موسیٰ وہیں رک گیا۔ اس کے چہرے پر پسینہ اور خون مل کر ایک ہولناک نقشہ بنا رہے تھے۔ اس سے یہ بات تک برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ وہ شخص اس کی بیوی کو یوں چھوا رہا تھا۔

"تمہیں کیا چاہیے؟ جو مانگو گے دوں گا، بس اسے چھوڑ دو۔"
موسیٰ کی آواز اب دھیمی ہو گئی تھی، وہ التجائیہ نہیں تھی بلکہ اس میں وہ خطرناک سکون تھا جو طوفان سے پہلے ہوتا ہے۔

"میں روح کو چاہتا ہوں مجھے وہ چاہیے اگر تم اسے میرے حوالے نہیں کرو گے تو میں اسے ختم کر دوں گا"
اس شخص نے نفرت سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"گھٹیا انسان تم جو میری بیوی کو چھو رہے ہو نا تمہارے ہاتھ نہ کاٹ دیے تو میرا نام بھی سردار موسی نہیں"
سردار موسیٰ چیخا تھا۔

"اپنی بیوی لاش چاہیے یا اس کی زندگی میرے ساتھ"

وہ شخص ہنس کر بولا تھا۔

"تم جیسے گھٹیا انسان کو اسے سونپنے سے بہتر ہے میں اس کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے دبا دوں میں نے کہا چھوڑو اسے"
سردار موسیٰ ایک بار پھر چلایا تھا اس نے بھی اس پر گن تان کر رکھی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر اب میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ جب تمہاری سب سے عزیز چیز تمہاری آنکھوں کے سامنے ختم ہو گی، تو سردار موسیٰ نقوی کی انا کا کیا بنے گا!" اس شخص نے نقاب ہٹایا۔ وہ ایک جانا پہچانا چہرہ تھا سردار موسیٰ کیسے اس چہرے کو بھول سکتا تھا سردار دورانی۔

"تم"

سردار موسیٰ نے حیرانی کے عالم میں سوال کیا لیکن اس کا غصہ اب ہم ہونے کب بجائے بڑھ گیا۔

"ہاں میں تم نے روح سے نکاح کر کے مجھ سے اسھ چھینا ہے میں اس سے محبت"

سردار موسیٰ کو برداشت نہیں ہوا تھا کہ کوئی اس کی بیوی سے محبت کا اظہار کرے ویسے تو وہ اسے تڑپا تڑپا کر جان لینا چاہتا تھا لیکن اس نے اس کی گردن کا نشانہ لیا روح بے ہوش تھی اور اس کا قد بھی چھوٹا تھا اس لیے گولی اسے کبھی نہیں لگنی تھی۔ سردار موسیٰ نقوی کی چلائی ہوئی گولی سردار دورانی کی شہ رگ کو چیرتی ہوئی پار نکل گئی تھی۔ موت کا ذائقہ چکھتے ہی اس کے ہاتھ سے پسٹل چھوٹی اور اس کی گرفت روح کے وجود پر ڈھیلی پڑ گئی۔ مگر وہ جگہ اتنی پر خطر تھی کہ ذرا سی جنبش بھی قیامت ڈھانے کے لیے کافی تھی۔ سردار دورانی کا وجود بے جان ہو کر پیچھے کی طرف لڑھکا اور پہاڑی ڈھلوان پر اس کے قدم اکھڑ گئے۔ موسیٰ کی آنکھیں اس وقت خوف سے پھٹ گئیں جب اس نے دیکھا کہ مرتا ہوا دورانی اپنے ساتھ روح کے بے حس و حرکت وجود کو بھی کھائی کی گہرائیوں میں گھسیٹ رہا ہے۔

"روح۔۔۔۔!"

موسیٰ کے حلق سے ایک ایسی چیخ نکلی جس نے خاموش پہاڑوں کے سینے چیر دیے۔اس نے اپنی پسٹل وہیں پھینکی اور زمین پر ایک ایسی چھلانگ لگائی جو شاید عام حالات میں ناممکن تھی۔وہ ایک زخمی چیتے کی طرح ڈھلوان پر پھسلا۔اس کے ہاتھ چٹانوں سے ٹکرا کر لہولہان ہو رہے تھے، ناخنوں میں مٹی اور پتھر پیوست ہو رہے تھے، مگر اسے صرف ایک سفید لباس نظر آ رہا تھا جو اندھیری کھائی کی طرف سرک رہا تھا۔آخری لمحے میں، جب روح کا آدھا وجود ہوا میں معلق ہو چکا تھا، موسیٰ نے اپنا ہاتھ پوری قوت سے آگے بڑھایا اور روح کی کلائی کو جکڑ لیا۔

جھٹکا اتنا زوردار تھا کہ موسیٰ کے کندھے کی ہڈی چٹخنے کی آواز آئی، مگر اس نے گرفت ڈھیلی نہیں کی۔ اس کا اپنا آدھا جسم بھی پہاڑ کے کنارے سے باہر تھا، نیچے ہزاروں فٹ گہری تاریک کھائی تھی جہاں سے موت کسی بھوکے اژدھے کی طرح منہ کھولے انہیں پکار رہی تھی۔ سردار دورانی کا بے جان جسم اندھیرے میں کہیں غائب ہو چکا تھا، مگر اس کی منحوس یاد اب بھی موسیٰ کے اعصاب پر سوار تھی۔

"روح۔۔۔ ہوش میں آؤ روح! آنکھیں کھولو!"

موسیٰ نے دانت پیستے ہوئے اپنی پوری طاقت مجتمع کی۔اس کا چہرہ خون اور پسینے سے شرابور تھا، ماتھے کی رگیں تن کر پھٹنے کو تیار تھیں۔اسے محسوس ہو رہا تھا کہ ڈھلوان کی نرم مٹی اس کا بوجھ نہیں سہار پا رہی اور وہ دھیرے دھیرے نیچے کی طرف سرک رہا ہے۔روح نے آہستہ سے اپنی پلکیں جھپکائیں۔بے ہوشی کے بوجھل سائے ابھی پوری طرح چھٹے نہیں تھے، مگر اس نے اپنے ہاتھ پر ایک ایسی گرفت محسوس کی جو اسے زندگی کی طرف کھینچ رہی تھی۔اس نے دھندلی آنکھوں سے اوپر دیکھا جہاں موسیٰ کا کرب زدہ چہرہ اسے نظر آیا۔

"مو۔۔۔موسیٰ۔۔۔"

اس کے لبوں سے نکلی وہ دبی دبی پکار موسیٰ کے لیے کسی معجزے سے کم نہیں تھی.

"روح! میرا ہاتھ پکڑو۔۔۔دوسرا ہاتھ بھی دو مجھے! میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا، میں وعدہ کرتا ہوں!"

موسیٰ کی آواز جذبات سے لرز رہی تھی۔اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے چٹان کی ایک نوک کو اتنی سختی سے پکڑا کہ پتھر اس کی جلد میں پیوست ہو گیا۔روح نے اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ سے موسیٰ کے بازو کو تھامنے کی کوشش کی۔اس نے نیچے دیکھا تو خوف کی ایک لہر اس کے پور پور میں سرایت کر گئی۔نیچے صرف موت کا رقص تھا۔

"موسیٰ! مجھے چھوڑ دیں، آپ بھی نیچے گر جائیں گے۔آپ کا ہاتھ خون سے بھرا ہوا ہے، مجھے چھوڑ دیں!"

وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

"خاموش! بالکل خاموش!"

موسیٰ نے اسے ڈانٹا، مگر اس ڈانٹ میں بے پناہ محبت چھپی تھی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟ سردار موسیٰ نقوی اپنی جان کو یوں ہی مٹی میں ملنے دے گا؟ تم میری سانس ہو روح، اور انسان اپنی آخری سانس تک لڑتا ہے۔ اب ہمت کرو اور میرے ساتھ اوپر آنے کی کوشش کرو۔"

موسیٰ نے اپنے پیروں کو پہاڑ کی ایک مضبوط دراڑ میں پھنسایا اور ایک زوردار جھٹکے کے ساتھ روح کو اوپر کی طرف کھینچا۔ اس کی پیٹھ اور بازوؤں کے پٹھے جواب دے رہے تھے، مگر اس کا عزم پہاڑوں سے بھی بلند تھا۔ انچ در انچ، وہ اسے اس موت کے دہانے سے واپس زندگی کی طرف لا رہا تھا۔ بالآخر، ایک طویل اور جان لیوا جدوجہد کے بعد، موسیٰ نے روح کو محفوظ زمین پر کھینچ لیا۔ جیسے ہی وہ دونوں ڈھلوان سے دور ہوئے، موسیٰ نے روح کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ دونوں وہیں کچی سڑک پر، مٹی اور پتھروں کے درمیان بیٹھے ہانپ رہے تھے۔ موسیٰ نے روح کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔ اس کے انگلیوں کے پوروں سے بہتا ہوا لہو روح کے گالوں پر لگ رہا تھا، جیسے وہ اپنی محبت کی مہر ثبت کر رہا ہو۔

"تم ٹھیک ہو؟ کہیں لگی تو نہیں؟ اس کتے نے تمہیں کچھ کہا تو نہیں؟"

اس کے سوالات کی بوچھاڑ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔روح ابھی تک صدمے میں تھی، وہ بس پھٹی پھٹی آنکھوں سے موسیٰ کو دیکھ رہی تھی جس نے آج موت کے جبڑے سے اسے نکالا تھا۔اس نے تڑپ کر موسیٰ کو گلے لگالیا اور اس کے سینے میں سر چھپا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

موسیٰ نے اس کے بالوں میں اپنا چہرہ چھپایا اور ایک گہرا، طویل سانس لیا۔ اسے اب بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے بچانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ روح تو حیران تھی وہ اپنے کمرے میں تھی تو یہاں کیسے پہنچی۔

کچھ دیر وہ یونہی بیٹھے رہے، یہاں تک کہ دور سے گاڑیوں کی ہیڈ لائٹس کی روشنی نظر آنے لگی اور سائرن کی آوازیں قریب آنے لگیں۔ہاشم عدنان یحییٰ حنان اور اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ وہاں پہنچ چکا تھا۔موسیٰ نے روح کو خود سے تھوڑا الگ کیا اور اس کی آنکھیں پونچھیں۔

"اب کوئی تمہیں مجھ سے نہیں چھین سکتا۔ کبھی نہیں!" اس کے لہجے میں وہ سردی اور سفاکیت واپس آگئی تھی جو دشمنوں کے لیے مخصوص تھی۔
ہاشم نے گاڑی سے اتر کر تیزی سے ان کی طرف دوڑ لگائی۔

"موسیٰ تم ٹھیک ہو اور روح! ٹھیک ہیں؟"
اس نے قریب آکر ان کی حالت دیکھی تو ساکت رہ گیا۔ موسیٰ کا پورا وجود زخموں سے چور تھا، کپڑے پھٹ چکے تھے اور چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔

"اور وہ کہاں ہے جس نے یہ سب کیا"
ہاشم نے ان کے پاس آکر پوچھا عدنان حنان یحییٰ بھی وہاں آگئے تھے۔

"وہ جہنم واصل ہو گیا"
موسیٰ نے نہایت سپاٹ لہجے میں کھائی کی طرف اشارہ کیا۔

"سردار دورانی؟"

"لیکن وہ تو قبیلے میں سردار اور سید سائیں کی اس کے دادا سے کافی اچھی دوستی تھی"
ہاشم نے حیرت سے پوچھا۔

"آستین کا سانپ تھا وہ،"
موسیٰ نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس کا توازن بگڑا۔ روح نے فوراً اسے سہارا دیا۔

"اس نے میری بیوی پر نظر ڈالی، اس نے اسے چھونے کی جرات کی۔ اس کی موت اتنی آسان نہیں ہونی چاہیے تھی، مگر روح کی زندگی کے لیے مجھے اسے جلد ختم کرنا پڑا۔"

سردار موسیٰ نے انکھوں میں وہشت لیے کہا۔

"اچھا یہ جگہ بات کرنے کی نہیں ہے ہمیں حویلی جا کر بات کرنی چاہیے"
سردار موسیٰ نے ان کے چہروں پر سوال دکھ کر کہے تو انھوں نے ہاں میں
سر ہلایا سردار موسیٰ روح کو اپنے ساتھ لیے گاڑی میں بیٹھ گیا تھا ہاشم بھی
گاڑی میں بیٹھا اس نے کار چلائی باقی سب بھی اس کے پیچھے پیچھے گاڑیوں
میں آرہے تھے۔

حویلی میں سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ روح غائب ہو چکی ہے اور سردار موسیٰ اس کے پیچھے گیا ہے۔ حویلی کے زنان خانے میں اس وقت گھٹن سا ماحول تھا سب لوگ ہی کافی زیادہ پریشان تھے کیونکہ ابھی تک وہ لوگ قندیل کے صدمے سے نہیں نکل پائے تھے اب روح کے حوالے سے وہ کوئی صدمہ برداشت نہیں کر سکتے تھے گلناز کے تو ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے وہ ان سب کے ساتھ وہاں تھی ہی نہیں اس نے تو خود کو ایک کمرے میں قید کر لیا تھا۔

"یا اللہ پاک تو میری بیٹی کی حفاظت فرما"
عافیہ بیگم روتے ہوئے بول رہی تھی۔

"چاچی سائیں اپ حوصلہ کریں"

نوران کے پاس آتی ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی تھی دل تو اس کا بھی بے چین تھا انکھوں میں نمی اس کی بھی تھی لیکن اس وقت وہاں کوئی اور نہیں تھا ان سب کو سنبھالنے کے لیے۔۔

"بابا سائیں"

سید سائیں جو کہ بلکل خاموش بیٹھے تھے ساجد نقوی ان کے پاس ائے۔

"ساجد مجھے بتاؤ نا اور کیا سہنا باقی ہے میری جان کیوں نہیں چلی جاتی ہر مرتبہ میرے بچے ازمائے جاتے ہیں پہلے تمہارا جوان بھائی اس کی بیوی اس کے بچے پھر قندیل اب روح"

سید سائیں کی انکھوں میں آنسوں تھے اج انھیں اپنا جانا بیٹا بھی یاد آ گیا تھا جس کو انھوں نے کھویا تھا جبکہ وہاں موجود لڑکیاں ان کی اس بات پر بے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی کیا مطلب تھا سید سائیں کی اس بات کا کیا ان کا کوئی اور بیٹا بھی تھا اور ان کے بچے ان کی بیوی اس سے کیا مراد تھا۔

"بابا سائیں اللہ کی جو مرضی ہم انسان اس میں کیا کر سکتے ہیں بس اب روح کے لیے دعا کریں"

احمد نقوی بھی ان کے پاس اتے ہوئے بولے تھے ریاست نقوی تو بس خاموش کھڑے تھے ان کے پاس الفاظ ہی نہیں تھے وہ کیا حوصلہ دیتے اپنی جوان بیٹی کا دکھ وہ برداشت نہیں کر پا رہے تھے تب ہی باہر سے گاڑیوں کی ہارن کی آواز آئی تھی۔

حویلی کے گیراج میں گاڑیوں کے ٹائروں کی چنگھاڑ سنائی دی تو اندر موجود ہر فرد کا سانس تھم گیا۔ سائرن کی دھیمی ہوتی آوازیں اور پھر یکے بعد دیگرے گاڑیوں کے دروازے بند ہونے کی آوازوں نے خاموش فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ سید سائیں، ساجد نقوی، احمد نقوی اور ریاست نقوی سب کی نظریں زنان خانے کے دروازے پر جم گئیں۔ خواتین بھی بھاگ کر آگے آئیں، جن میں عافیہ بیگم، آیت بیگم اور نور سب سے آگے تھیں۔ ہر چہرہ سوالیہ نشان بنا ہوا تھا اور ہر آنکھ میں التجا تھی کہ یا اللہ خیر کی خبر لانا۔

سردار موسیٰ نقوی اندر داخل ہوا، اس کی سفید قمیض جگہ جگہ سے پھٹا ہوئی تھی، مٹی اور کیچڑ میں لت پت اس کے وجود پر جا بجا خون کے دھبے واضح تھے۔ اس کے ماتھے سے خون کی ایک لیر بہہ کر آنکھ کے پاس جم چکی تھی، مگر اس کی آنکھوں میں جو وحشت اور لہو اترا ہوا تھا، وہ اس کے جسمانی

زخموں سے کہیں زیادہ خوفناک تھا۔اس کی ساتھ ہی روح لگ کر کھڑی تھی اس کا چہرہ زرد تھا اور وہ بالکل ساکت تھی۔ باقی سب بھی ان کے پیچھے پیچھے آئے تھے۔

"موسیٰ۔۔۔!"

ایت بیگم کے حلق سے ایک دلدوز چیخ نکلی۔وہ اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر تڑپ اٹھیں اور دیوانہ وار اس کی طرف لپکیں۔انہوں نے موسیٰ کے زخمی چہرے کو اپنے لرزتے ہاتھوں میں بھرنا چاہا۔

"میرا بچہ ! یہ کیا حال بنالیا ہے تم نے ؟ تم تو ٹھیک ہو نا؟"

دوسری طرف عافیہ بیگم کی ممتا تڑپ اٹھی۔انہوں نے آگے بڑھ کر روح کو اپنے ساتھ لگایا۔

"میری بیٹی ! میری روح !"

عافیہ بیگم نے روتے ہوئے روح کو سنبھالا تو روح اپنی ماں سائیں کو دیکھ کر ان کے گلے لگ کر سسک اٹھی۔

"موسیٰ۔۔۔ تمہاری یہ حالت ؟ بیٹا یہ سب کیسے ہوا؟"

ریاست نقوی، جو اپنی بیٹی کی جدائی میں لمحہ لمحہ مر رہے تھے، آگے بڑھے۔ ان کی آواز لرز رہی تھی۔۔ موسیٰ نے اپنے بابا سائیں کی طرف دیکھا، اس کے سانس ابھی تک اکھڑے ہوئے تھے، مگر اس نے خود پر قابو پایا۔

"میں ٹھیک ہوں بابا سائیں۔۔۔ بالکل ٹھیک ہوں۔" اس کا لہجہ اتنا سپاٹ اور سرد تھا کہ ریاست نقوی کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ موسیٰ کی نظریں اب پورے ہال میں گھوم رہی تھیں، جیسے وہ کسی شکاری کی طرح اپنے شکار کو ڈھونڈ رہا ہو۔ اچانک اس کی نظریں نادیہ بیگم پر جا کر ٹک گئیں، جو کونے میں کھڑی خوفزدہ نظروں سے یہ سب دیکھ رہی تھیں۔ موسیٰ کی آنکھوں میں وحشت کا ایک نیا سمندر موجزن ہوا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے، مگر ایک عجیب سے عزم کے ساتھ نادیہ بیگم کی طرف بڑھا۔

"کہاں ہے آپ کی بیٹی؟"

موسیٰ کی آواز کسی غار سے آتی ہوئی بازگشت کی طرح گونجی۔ نادیہ بیگم کا رنگ پیلا پڑ گیا، وہ پیچھے کی طرف ہٹیں، مگر پیچھے دیوار تھی۔

"پھوپھو جان! میں نے پوچھا ہے، کہاں ہے آپ کی بیٹی؟ بلائیں اسے، ورنہ میں آج اس کی جان لے لوں گا!"

موسیٰ نادیہ بیگم کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس کا پورا وجود غصے سے کانپ رہا تھا۔ اس کے زخموں سے بہتا خون فرش پر گر رہا تھا، مگر اسے کسی درد کا احساس نہیں تھا۔ نادیہ بیگم کی زبان گنگ ہو گئی۔ وہ موسیٰ کا یہ روپ دیکھ کر بری طرح ڈر گئیں۔

"موسیٰ۔۔۔ بیٹا۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو؟ گلناز تو اپنے کمرے میں ہے، وہ تو بہت پریشان تھی تم لوگوں کے لیے۔"

نادیہ بیگم نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔

"پریشان تھی؟"

موسیٰ نے ایک سفاکانہ قہقہہ لگایا جس پر سب لوگ حیرانی سے موسی کو دیکھ رہے تھے۔

"وہ پریشان نہیں تھی، وہ تو جشن منا رہی ہو گی کہ اس نے سردار موسیٰ کی روح کو اغوا کروایا ہے! اس نے غداری کی ہے پھوپھو، اس نے اس دشمن کو راستہ دکھایا جو ہماری عزت لوٹنے آیا تھا!"

یہ سنتے ہی حویلی میں موجود ہر فرد پر سکتہ طاری ہو گیا۔

"موسیٰ! کیا کہہ رہے ہو؟"

سید سائیں نے تڑپ کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔ موسیٰ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں نے کہا باہر نکلو میری ہی حویلی میں تم چھپ نہیں سکتی اج تمھارا انجام ہو گا اور بہت برا ہو گا"

سردار موسیٰ نے چیختے ہوئے کہا اس کی انکھوں میں موجود وحشت سے سبھی لوگ ڈر رہے تھے۔ عدنان کی انکھوں میں انسو اگئے تھے میں اپنی بہن کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اسے سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ باز نہیں ائی تھی وہ اتنی گر گئی تھی کہ اس نے حویلی کی بیٹی کو حویلی کی عزت کو کسی اجنبی شخص کے حوالے کر دیا تھا بغیر اس کی عزت کا سوچیں اس نے سردار موسی کے سامنے پہلے بھی بہت مرتبہ اس کی سائیڈ لے کر اسے معاف کروایا تھا لیکن اب اس میں ہمت نہیں تھی اس کی انکھوں میں نمی دیکھ کر حفصہ اس کے پاس ائی تھی اس نے عدنان کی طرف دیکھا اور پھر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھاں تھا۔

جب سردار موسیٰ نے دیکھا اس سب کا کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تو وہ مڑا اور سیدھا اوپر والی منزل کی طرف بھاگا، جہاں گلناز کا کمرہ تھا۔ اس کے قدموں کی دھمک پورے زنان خانے میں گونج رہی تھی۔ سب لوگ اس کے پیچھے بھاگے، ہاشم اس نے موسیٰ کا جنون دیکھا تو جان گیا کہ آج حویلی میں کچھ بہت بڑا ہونے والا ہے۔ وہ موسیٰ کا جگری یار تھا، وہ جانتا تھا کہ جب موسیٰ اس حد تک پہنچ جائے تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ گلناز کے کمرے کے سامنے پہنچ کر موسیٰ نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے مقفل ہے۔ گلناز، جو اندر موجود تھی، وہ موسیٰ کی گرجدار آواز سن کر پہلے ہی موت کے خوف میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اس نے دروازے کے پیچھے لگ کر اپنی سانسیں روک لی تھیں، اسے لگ رہا تھا کہ اس کا دل سینے سے باہر نکل آئے گا۔

"دروازہ کھولو گلناز!"

موسیٰ نے پوری قوت سے دروازے پر مکا مارا۔

"دروازہ کھولو، ورنہ میں اسے جلادوں گا!"

اندر سے کوئی جواب نہ آیا، بس دبے دبے رونے کی آواز سنائی دی۔ گلناز کو لگ رہا تھا کہ باہر عزرائیل کھڑا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ باقی سب لوگ بھی وہاں پہنچ چکے تھے۔ ایت بیگم اور عافیہ بیگم موسیٰ کو روکنے کی کوشش کر رہی تھیں، مگر ہاشم نے انہیں اشارے سے پیچھے رہنے کو کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ آگ ٹھنڈی ہونا ضروری ہے۔

"موسیٰ بیٹا، حوصلہ کرو، پہلے بات تو سنو!"

ساجد نقوی نے آگے بڑھ کر موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا، مگر موسیٰ نے ان کا ہاتھ احتراماً پکڑ کر نیچے کیا۔

"بات کرنے کا وقت گزر چکا ہے تایا سائیں! آج میں اس سانپ کا سر کچل دوں گا جسے ہم نے دودھ پلا کر پالا!"

موسیٰ نے ایک قدم پیچھے ہٹایا اور اپنے پورے جسم کی طاقت جمع کر کے دروازے پر ایک زوردار ٹھوکر ماری۔ پرانی لکڑی کا بھاری دروازہ اس وحشیانہ وار کی تاب نہ لا سکا اور چولوں سے اکھڑ کر اندر کی طرف جا گرا۔ اندر اندھیرا تھا، مگر جیسے ہی باہر کی روشنی اندر پھیلی، گلناز فرش پر بیٹھی، کونے میں دبکی ہوئی نظر آئی۔ پہلے وہ دروازے کے پاس ہی بیٹھی تھی لیکن سردار موسیٰ کی اواز اور ڈر سے ہونے میں چھپ گئی تھی۔ اس کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا اور وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ موسیٰ اندر داخل ہوا، اس کا ہر قدم گلناز کے لیے موت کا پیغام تھا۔ موسیٰ نے جھک کر اس کا بازو سختی سے جکڑا اور اسے ایک جھٹکے سے کھڑا کر دیا۔ گلناز کی چیخ نکل گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول پاتی، موسیٰ کا ہاتھ فضا میں لہرایا اور ایک زوردار تھپڑ گلناز کے چہرے پر پڑا۔

تھپڑ اتنا شدید تھا کہ گلناز کا سر چکرا گیا اور وہ دور جا کر فرش پر گری۔ اس کے منہ کے کونے سے خون نکلنے لگا کمرے میں موجود ہر شخص کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ سردار موسیٰ نقوی، جس نے کبھی کسی عورت پر اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی، جس نے ہمیشہ خواتین کے احترام کو اپنا شعار بنایا تھا، آج اس نے ہاتھ اٹھایا تھا وہ بھی ایک عورت پر موسیٰ نے اسے دوبارہ پکڑ کر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں موجود خون گلناز کی روح کو فنا کر رہا تھا۔

"آج پہلی بار سردار موسیٰ نے کسی عورت پر ہاتھ اٹھایا ہے!"

موسیٰ کی آواز میں گہرا دکھ اور بے پناہ غصہ تھا، اس کا گلا رندھ گیا تھا۔

"مجھے اس بات کا افسوس ہے، مجھے اپنی تربیت پر افسوس ہے کہ مجھے یہ دن دیکھنا پڑا! لیکن شاید یہ تھپڑ مجھے بہت پہلے مار دینا چاہیے تھا! مجھے تمہارے عورت ہونے کا خیال ہی نہیں کرنا چاہیے تھا جب تم نے اس حویلی کی عزت کے خلاف سازش شروع کی تھی!"

"موسیٰ۔۔۔مجھے معاف کردو۔۔۔میں بہک گئی تھی۔۔۔"

گلنازروتے ہوئےاس کے پیروں میں گرپڑی۔

"بہک گئی تھی؟"

موسیٰ نےاسے نفرت سے دور دھکیلا۔

"تم نے روح کواس درندے کے حوالے کیا،اس بات کی کیا گیرنٹی تھی وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کرتا وہ تواللہ کا شکر ہے میں وقت پر پہنچ گیا ہوں تم نے اس شخص کوراستہ دکھایا تم اسے روح کے کمرے تک لے کرائی"

یہ انکشاف سن کر نادیہ بیگم کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ ساکت کھڑی اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں وہ تو اس کا انتظام اپنے شوہر باس سے کروا چکی تھی پھر اس کی بیٹی کو کیا ضرورت تھی یہ قدم اٹھانے کی اور وہ لوگ پکڑے بھی نہیں جاتے۔ حویلی کے باقی افراد بھی اس بھیانک سچائی پر بے یقینی کی کیفیت میں تھے۔

"میں مزید تمھیں مار کر اپنے ہی تربیت پر سوالیہ نشان نہیں بنا سکتا تو نور" سردار موسیٰ نے نور کو دیکھا جو کہ اس وقت حیرانی سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔

"جی بھائی"

نور آگے آئی تھی روح بھی حیران تھی اب سردار موسی کیا کرنے والا تھا سردار موسیٰ نے نور کو اشارے سے بات سمجھائی تو نور نے گلناز کو کھڑا کر کے ایک ساتھ کئی تھپڑ مارتے تھے اور پھر دور دھکیل دیا۔ وہ فرش پر پڑی رو رہی تھی۔

"عدنان"

سردار موسیٰ نے عدنان کو زمین پر نظریں جمائے دیکھ کر بلایا کیونکہ وہ اپنی بہن کے ساتھ یہ سب ہوتے ہوئے دیکھ نہیں پا رہا تھا۔۔

"ہاں موسیٰ"

عدنان نے اس کی طرف دیکھ کر آہستہ سے کہا۔

"اس کے شوہر کو بلاؤ اسے بولو اسے یہاں سے لے جائے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو اور دوبارہ یہ اس حویلی میں قدم بھی نہیں رکھے گی"

سردار موسیٰ غصے سے بولتا روح کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکل گیا تھا جبکہ عدنان نے اس کے پاس کی تکمیل کی تھی باقی سب بھی افسوس سے اسے دیکھ رہے تھے۔اور پھر ایک ایک کر کے چلے گئے اب کمرے میں بس عدنان نادیہ بیگم حفصہ اور گلناز تھی۔

"کتنی بار میں نے اپ لوگوں کو منع کیا لیکن اپ نے کبھی بھی میری بات نہیں مانی"

عدنان کو ایسا لگا اج وہ ہار گیا ہے اس کے لہجے میں کچھ بھی نہیں تھا سوائے خالی پن کے اج اسے حفصہ نے سہارا دیا ہوا تھا تو وہ کھڑا تھا۔ عدنان کی آواز میں چھپے دکھ اور خالی پن نے کمرے کی فضا کو مزید بوجھل کر دیا تھا۔ وہ شخص جو ہمیشہ اپنی بہن کی ڈھال بنتا رہا، آج اپنی ہی نظروں میں گر گیا تھا۔ اس نے اپنی زندگی کے کئی سال ان دونوں ماں بیٹی کے ساتھ ضائع کر دیے تھے اسے افسوس اس بات کا نہیں تھا اسے اس بات کی خوشی تھی کہ اللہ نے اسے صحیح راستہ دکھا دیا تھا اور وہی راستہ وہ پچھلے کئی مہینوں سے انہیں دکھانے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ لوگ شاید جان بوجھ کر اپنے انکھوں پر نفرت کی پٹی باندھے ہوئے تھے۔

"کتنی بار میں نے آپ لوگوں کو منع کیا لیکن آپ نے کبھی بھی میری بات نہیں مانی۔۔۔"

عدنان نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں دہرایا۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور جسم میں سکت نہیں رہی تھی۔ حفصہ نے اس کے کندھے پر اپنی گرفت مضبوط کی، جیسے وہ اسے یہ احساس دلا رہی ہو کہ اس مشکل گھڑی میں وہ اکیلہ نہیں ہے۔ گلناز، جو فرش پر پڑی اپنے گال سہلا رہی تھی، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں سے کاجل بہہ کر رخساروں پر پھیل چکا تھا، اچانک ایک وحشیانہ ہنسی ہنسی۔اس کی غیرت مٹ چکی تھی اور انا نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہوئی اور عدنان کی طرف دیکھ کر نفرت سے پھنکاری۔

"عقل؟ تم مجھے عقل کی باتیں بتا رہے ہو عدنان؟"
اس نے اپنے لہجے میں زہر گھول کر کہا۔

"تمہاری بزدلی نے آج مجھے اس حال تک پہنچایا ہے۔ اگر تم نے میرا ساتھ دیا ہوتا، اگر تم نے اپنے اس 'جگری یار' موسیٰ کی غلامی کرنے کے بجائے اپنی بہن کا سوچا ہوتا، تو آج موسیٰ اور روح الگ ہو چکے ہوتے! آج میں اس حویلی کی سردارنی ہوتی اور وہ دو ٹکے کی روح اس مقام تک نہ پہنچتی"

عدنان نے بے یقینی سے اپنی بہن کو دیکھا۔ اسے لگا شاید تھپڑوں کی تپش نے اس کے دماغ پر اثر کر دیا ہے، لیکن گلناز کی آنکھوں میں اب بھی وہی انتقام کی آگ تھی۔

"تم باز نہیں آؤ گی گلناز؟"

عدنان نے سر جھٹک کر کہا۔

"تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آ رہی؟ تم نے حویلی کی عزت کا سودا کیا، تم نے ایک اجنبی کو روح کے کمرے تک پہنچایا! اگر موسیٰ وقت پر نہ پہنچتا اور وہ شخص روح کے ساتھ کچھ غلط کر دیتا، تو کیا تم سکون سے جی پاتیں؟"

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا!"

گلناز چیخی۔

"میرا مقصد صرف موسیٰ کو پانا تھا، چاہے اس کے لیے مجھے کسی بھی حد تک جانا پڑتا۔ تم نے ہمیشہ مجھے روکا، تم نے ہمیشہ حفصہ اور روح کی طرفداری کی۔ تم بھائی نہیں ہو، تم تو موسیٰ کے سائے ہو۔ اگر تم میں تھوڑی سی بھی غیرت ہوتی تو تم اپنی بہن کو اس طرح سرِ عام ذلیل ہوتے نہ دیکھتے۔ لیکن تم تو بس تماشہ دیکھتے رہے!"

"عدنان، کم از کم اس وقت تو اسے کچھ نہ کہو۔ دیکھو اسے کتنی چوٹیں آئی ہیں۔"

نادیہ بیگم جواب تک خاموش تماشائی بنی ہوئی تھیں، وہ بھی اپنی بیٹی کی اس حالت پر تڑپ اٹھیں۔

"ماں سائیں! آپ کی اسی لاڈ پیار نے اسے یہاں تک پہنچایا ہے۔ آپ اب بھی اس کی حمایت کر رہی ہیں؟ کیا آپ کو اندازہ ہے کہ موسیٰ نے اسے حویلی سے بے دخل کر دیا ہے؟ اس کا شوہر اسے لینے آ رہا ہے اور وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

عدنان نے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور ایک تلخ مسکراہٹ اس کے لبوں پر آئی۔

"جانے دو مجھے!"

گلناز نے بدتمیزی سے کہا۔

"مجھے کسی کی ہمدردی نہیں چاہیے۔ تم جاؤ اپنے موسیٰ کے پاس، اس کے پاؤں دھو کر پیو۔ میں نے جو کیا اس کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ میرا پلان ادھورا رہ گیا، وہ دشمن بزدل نکلا ورنہ آج موسیٰ کی چیخیں آسمان تک جا رہی ہوتیں۔"

عدنان کا دل چاہا کہ وہ اپنی بہن کا گلا دبا دے، لیکن اس نے صرف ایک گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے گلناز۔۔۔"

عدنان کا لہجہ اب بالکل سپاٹ ہو گیا تھا۔

"آج سے میرے لیے تم مر چکی ہو۔ میں نے تمہیں بچانے کی بہت کوشش کی، مگر تم نے خود اپنی قبر کھودی ہے۔ اب تم جانو اور تمہارا شوہر، جس کے پاس تم واپس جا رہی ہو۔ اس حویلی کے دروازے اب تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے بند ہو چکے ہیں عدنان نے ایک آخری نظر اپنی ماں اور بہن پر ڈالی۔ وہ خاموشی سے مڑا اور حفصہ کے ساتھ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اسے پیچھے سے گلناز کی چیخنے اور بدتمیزی کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں، لیکن اس نے مڑ کر نہیں دیکھا۔

🩷

رومان نے تقریباً گھسیٹتے ہوئے لا کر اسے کمرے میں پھینکا تھا گلناز نے نفرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"اب تم بس وہ کرو گی جو میں کہوں گا میرے علاوہ اب کسی سے تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے"

رومان اس کے پاس آتا غصے سے چیخا۔ رومان کے غصے کی تپش اس وقت پورے کمرے میں محسوس کی جاسکتی تھی۔ اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں اور چہرے کی ابھری ہوئی رگیں اس کے ضبط کے ٹوٹنے کا اعلان کر رہی تھیں۔ اس نے جس بے دردی سے گلناز کو کمرے کے اندر پھینکا تھا، اس سے گلناز کا توازن بگڑا اور وہ فرش پر موجود قالین سے ٹکرا کر گری۔ اس کے پہلے سے زخمی گال اور ہونٹ سے دوبارہ خون رسنے لگا تھا، مگر اس کے اندر کی سرکشی اب بھی دم توڑنے کو تیار نہ تھی۔ گلناز نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو جھٹک کر پیچھے کیا اور ایک ایسی نگاہِ نفرت رومان پر ڈالی جو کسی زہریلے ناگ کی پھنکار سے کم نہ تھی۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی کھڑی ہوئی اور اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے ہنسی—ایک ایسی ہنسی جس میں تذلیل اور تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔

"تعلق؟"

وہ طنزیہ لہجے میں غرّائی۔

"رومان، تم کس تعلق کی بات کر رہے ہو؟ وہ تعلق جو زبردستی کے ایک نکاح سے شروع ہوا؟ یا وہ تعلق جو تمہاری بزدلی اور کم مائیگی پر ختم ہو رہا ہے؟ تم ہو کیا؟ صرف ایک مہرہ! ایک ایسا انسان جسے میں نے کبھی اپنے پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں سمجھا۔"

رومان نے تڑپ کر اس کا بازو جکڑا، اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ گلناز کی کلائی کی ہڈیاں چرچرانے لگیں۔

"اپنی زبان کو لگام دو گلناز! میں تمہارا شوہر ہوں، وہ انسان ہوں جس نے تمہارے ہر عیب کو ڈھانپا، تمہاری ہر بد تمیزی کو یہ سوچ کر برداشت کیا کہ شاید ایک دن تم سدھر جاؤ گی۔ لیکن تم تو گندگی کا وہ ڈھیر ہو جسے کتنا ہی صاف کیا جائے، اس کی بو نہیں جاتی۔"

"شوہر؟"

گلناز نے زور سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور رومان کے بالکل قریب آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"شوہر وہ ہوتا ہے جس کے رعب سے زمین کانپے، جیسے سردار موسیٰ نقوی! شوہر وہ ہوتا ہے جس کی ایک جھلک کے لیے عورتیں تڑپیں، جیسے موسیٰ! تم تو اس کے سائے کے برابر بھی نہیں ہو۔ تم نے مجھے گھسیٹ کر یہاں لانے کی جرات کیسے کی؟ تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میں نقوی خاندان کی بیٹی ہوں!"

"تم اب نقوی خاندان کی بیٹی نہیں رہی!"

رومان دھاڑا اسے موسیٰ کا نام گلناز کے منہ سے بلکل بھی اچھا نہیں لگا آخر کو وہ اس کا شوہر تھا۔

"تمہیں تمہارے بھائی نے، اور موسیٰ نے جسے تم خدا سمجھ کر پوجتی ہو، دھکے دے کر حویلی سے نکالا ہے۔ تم اب صرف میری بیوی ہو اور اس چار دیواری کی قیدی! اب تمہاری ہر سانس میری اجازت کی مرہونِ منت ہو گی۔"

گلناز کا قہقہہ اب کی بار پہلے سے زیادہ بلند اور تکلیف دہ تھا۔

"قیدی؟ تم مجھے قید کرو گے؟ رومان، تم اپنی اوقات بھول رہے ہو۔ تم وہ بزدل ہو جس نے میری سچائی ہونے کے بعد بھی نہ جانے کیوں مجھ سے شادی کی شاید کوئی اور عورت مل نہیں رہی ہو گی تو پھر شاید جسم کی بھوک تمھیں رہنے نہ دے رہی ہو"

گلناز کی زبان سے نکلنے والے یہ غلیظ الفاظ رومان کے ضبط کے بندھن کو پارہ پارہ کرنے کے لیے کافی تھے۔ رومان، جواب تک اپنی مردانگی کی تذلیل اور توہین برداشت کر رہا تھا، اس آخری جملے نے اس کے اندر ایک لاوا سا بھر دیا۔ ایک شوہر کے لیے اس سے بڑی بدتمیزی اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی اپنی بیوی اس کے پاکیزہ رشتے کو ہوس کا نام دے کر اس کی تذلیل کرے۔ رومان کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ اس کے چہرے کا رنگ غصے سے تپ کر سرخ ہو چکا تھا۔ اس نے ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سوچا اور اپنا بھاری ہاتھ پوری قوت سے فضا میں لہرایا۔

"چٹاخ!"

ایک زوردار تھپڑ گلناز کے دوسرے گال پر پڑا۔ یہ وار اتنا وحشیانہ تھا کہ گلناز کا پورا جسم گھوم گیا اور وہ بیڈ کے کنارے سے ٹکراتی ہوئی دوبارہ فرش پر جا گری۔ اس کی چیخ کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر رہ گئی۔ اس کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے لگی اور اسے لگا جیسے اس کے سر میں ہزاروں ہتھوڑے ایک ساتھ برس رہے ہوں۔

"تمہاری یہ جرات!"

رومان اس کی طرف جھکا، اس کی آواز میں وہ دہاڑ تھی کہ گلناز کا دل لرز گیا۔

"تم نے میرے پاکیزہ نکاح کو ہوس کا نام دیا؟ تم نے میری اس شرافت کو، جس کے تحت میں نے تمہاری تمام غلاظتوں کو اپنایا، ایک گھٹیا کھیل بنا دیا؟"

گلناز نے سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی، اس کے ہونٹ سے اب خون تیزی سے بہہ رہا تھا، مگر وہ اب بھی وہی سرکش عورت تھی۔ اس نے اپنے زخمی ہونٹ پر زبان پھیری اور رومان کی طرف دیکھ کر تھوکا۔

"ہاں! یہی سچ ہے۔۔۔ تم ایک بھکاری ہو رومان! تم نے اس دن موسیٰ کے کہنے پر مجھ سے نکاح کیا تھا کیونکہ تم جانتے تھے کہ تم کبھی مجھ جیسی عورت کو پانے کی اوقات نہیں رکھتے۔ تم نے میری مجبوری کا فائدہ اٹھایا۔ اور اج۔۔۔ اج تم اپنی اوقات دکھا رہے ہو۔ مارو! جتنا مارنا ہے مارو، مگر تم کبھی میرے دل سے موسیٰ کی یاد نہیں نکال سکتے!"

رومان نے اسے بالوں سے جکڑ کر اپنے چہرے کے قریب کیا۔

"موسیٰ۔۔۔ موسیٰ۔۔۔ موسیٰ! بس یہی نام ہے تمہاری زبان پر؟ اب اگر یہ نام تمھارے زبان پر آیا تو میں تمھاری جان نکال دوں گا"

رومان نے اسے بالوں سے جھٹکا دیا اور وہ دوبارہ فرش پر گری۔ رومان نے الماری سے اس کا بیگ نکالا اور اس میں رکھے اس کے مہنگے میک اپ اور زیورات کو کمرے میں بکھیر دیا۔ اور لائیٹر جو اس کی جیب میں تھا نکال کر آگ لگا دی۔

"تمہیں ان چیزوں اور اپنے خاندان کے نام پر غرور ہے نا دیکھو اب تمہارا انجام! اب تم اس کمرے میں رہو گی، اس حال میں رہو گی کہ تمہیں اپنی شکل دیکھ کر بھی گھن آئے گی۔ تم نے کہا تھا نا کہ تم نقوی خاندان کی بیٹی ہو؟ اب تم ایک ایسے بزدل کی قیدی ہو جس کی تم نے تذلیل کی ہے۔"
رومان نے میز پر رکھا پانی کا جگ اٹھایا اور گلناز کے بکھرے ہوئے بالوں اور چہرے پر انڈیل دیا۔ گلناز ٹھنڈے پانی کے جھٹکے سے تڑپ اٹھی۔

"آج سے تمہاری زبان سے اگر موسیٰ کا نام نکلا، یا تم نے مجھ سے بد تمیزی کی، تو میں تمہیں وہ دن دکھاؤں گا کہ تم موت کی دعا مانگو گی اور موت بھی تمہیں نہیں ملے گی۔ تمہارا ہر غرور، تمہاری ہر انا میں اسی فرش پر خاک میں ملا دوں گا۔"

رومان نے اس کی طرف سے رخ موڑا اور کمرے کی کھڑکیاں بند کر دیں تاکہ باہر کی روشنی بھی اسے میسر نہ آسکے۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا تو گلناز پیچھے سے پھر چلائی۔

"طلاق دے دو مجھے! اگر تم مرد ہو تو طلاق دو مجھے! میں اس قید میں نہیں رہوں گی!"

رومان دروازے پر رک گیا، اس نے مڑ کر ایک آخری بار اس شکستہ حال عورت کو دیکھا جو اب بھی زہر اگل رہی تھی۔

"طلاق؟"

رومان نے ایک سفاکانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"نہیں گلناز، اتنی جلدی نہیں! طلاق دے کر تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا اور شاید تم پھر سے کسی کی زندگی برباد کرنے نکل جاؤ۔ میں تمہیں طلاق نہیں دوں گا، میں تمہیں تڑپاؤں گا۔ تم میری زندگی میں اس لیے آئی تھی کہ میں تمہارا بوجھ اٹھاؤں، اب میں یہ بوجھ اٹھاؤں گا، مگر ایک جلاد کی طرح۔"

رومان باہر نکلا اور دروازے کو دوہرا لاک لگا دیا۔ اندر سے گلناز کے چلانے، چیزیں پھینکنے اور رونے کی آوازیں آ رہی تھیں، مگر رومان کے قدم اب نہیں ڈگمگائے۔ وہ وہاں سے نکل کر باہر چلا گیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں"

سردار موسیٰ جو کہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اس کی انکھیں بند تھی ڈاکٹر کچھ دیر پہلے ہی اس کے زخم صاف کر کے ان پر بینڈج کر کے گیا تھا باقی سب لوگ بھی کافی دیر سے اس کے کمرے میں تھے لیکن پھر اس کے ارام کا سوچ کر وہ سب لوگ وہاں سے چلے گئے کمرے میں صرف اور صرف روح رہ گئی تھی۔ روح کی بات پر سردار موسیٰ نے اپنی بند ہوئی آنکھیں کھولی تھی اور ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف دیکھا تھا۔

"تم میری زندگی میں ہو تم میرے پاس ہو اور تم میری ہو تو میں کیسے ٹھیک نہیں ہو سکتا"

سردار موسیٰ مسکرا کر بولا تھا جبکہ اس کی بات پر روح کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی لیکن وہ پریشان اب بھی تھی۔۔

"مجھے پتہ ہے لیکن میں اپ کے زخموں کی بات کر رہی ہوں اپ ٹھیک ہے درد تو نہیں ہو رہا"

روح نے اس کے چہرے کو دیکھا جہاں پر تین جگہ پٹی کی ہوئی تھی اسے کافی زخم آئے تھے۔

"میں بھی کہہ رہا ہوں نا تم پاس ہو تو سب ٹھیک ہے میں بھی ٹھیک ہوں اور میرا دل بھی"

سردار موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور اس کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا۔۔

"پکی بات ہے نہ"

روح نے دل کی تسلی کے لئے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا جس پر سردار موسیٰ نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"اچھا ڈاکٹر نے کہا ہے اپ کو میڈیسن دینی ہے تو میں پہلے اپ کے لیے کھانا لاتی ہوں اس کے بعد اپ نے میڈیسن لینا ہے"

روح نے سردار موسی کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا تھا جانے کے لیے لیکن سردار موسیٰ نے اسے جانے نہیں دیا تھا۔

"موسیٰ چھوڑیں نہ میں کھانا لے کر آتی ہوں"

روح نے سردار موسیٰ کی طرف دیکھا جو کہ اسے دیکھ مسکرا رہا تھا صبح ہو چکی تھی اور اس خوبصورت سحر میں وہ دونوں ایک دوسرے کے قریب تھے۔

روح نے ایک بار پھر کوشش کی کہ اپنا ہاتھ سردار موسیٰ کی گرفت سے چھڑا سکے، مگر موسیٰ کی پکڑ میں ایک عجیب سا ٹھہراؤ اور ضد تھی جو روح کو قدم آگے بڑھانے سے روک رہی تھی۔

"موسیٰ! ضد نہ کریں، آپ کو اندازہ بھی ہے کہ آپ کے جسم پر کتنے زخم ہیں؟ ڈاکٹر نے صاف کہا ہے کہ وقت پر دوائی لینی ہے ورنہ انفیکشن کا ڈر ہو سکتا ہے۔ ابھی آپ کو میڈیسن لینی ہے، یقیناً آپ کو درد ہو رہا ہو گا اور آپ مجھے بتانا نہیں چاہ رہے۔"

روح نے فکر مندی سے اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔ اس کی آواز میں ممتا جیسی تڑپ اور بیوی والی والہانہ محبت دونوں ہی شامل تھیں۔ سردار موسیٰ کی آنکھوں میں ایک شرارت سی چمکی۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے لہجے کو مزید مدھم کرتے ہوئے بولا۔

"درد؟ روح، جب تم سامنے کھڑی ہو تو مجھے کائنات کی کسی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ یہ زخم تو کچھ بھی نہیں ہیں، اس کرب کے سامنے جو میں نے تمہیں اس درندے کی گرفت میں دیکھ کر محسوس کیا تھا۔ اب جب تم میرے سامنے ہو، میری نظروں کے مرکز میں ہو، تو مجھے کسی دوائی کی ضرورت نہیں۔"

سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"موسیٰ پلیز! جذباتی باتیں الگ ہیں اور صحت الگ۔ آپ کی حالت دیکھ کر میرا دل کٹ رہا ہے، جانے دیں مجھے تاکہ میں جلدی سے کچھ کھانے کو لا سکوں۔"

روح نے تھوڑا سا زور لگایا۔ مگر اگلے ہی لمحے، سردار موسیٰ نے ایک اچانک اور زوردار جھٹکے سے روح کی کلائی کو اپنی طرف کھینچا۔ روح اس اچانک وار کے لیے تیار نہیں تھی، اس کا توازن بگڑا اور وہ سیدھی سردار موسیٰ کے چوڑے سینے پر جا گری۔

"موسیٰ! یہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کی حالت۔۔۔!"

روح کے حلق سے ایک دبی سی چیخ نکلی۔اس نے گھبرا کر اپنے ہاتھ موسیٰ کے شانوں پر رکھے تا کہ اپنا وزن اس کے زخموں پر نہ ڈال دے۔اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا،اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی اس حرکت سے موسیٰ کے زخم دوبارہ سے خراب نہ ہو جائیں یا اسے تکلیف نہ ہو۔موسیٰ نے فوراً اپنی ایک انگلی روح کے گلابی ہونٹوں پر رکھ دی،اسے مزید بولنے سے خاموش کرا دیا۔کمرے میں صبح کی پہلی کرنیں کھڑکی کے پردوں کو چیرتی ہوئی اندر آ رہی تھیں، جس سے ماحول میں ایک سنہری سی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

"ش۔ش۔۔۔"

موسیٰ نے سرگوشی کی۔

"خاموش ہو جاؤ روح۔اس وقت صرف اس سکون کو محسوس کرو جو تمہارے قریب ہونے سے مجھے مل رہا ہے۔ڈاکٹروں کی باتیں اپنی جگہ، مگر میرا علاج اس وقت صرف تمہاری قربت ہے۔"

روح کی آنکھیں موسیٰ کی آنکھوں میں مقید ہو گئیں۔وہ چاہ کر بھی خود کو اس کے حصار سے الگ نہیں کر پا رہی تھی۔موسیٰ کا ہاتھ جو اس کے ہونٹوں پر تھا،اب آہستہ سے سرک کر اس کے گال پر آ گیا تھا۔اس کے پوروں کی تپش روح کے پورے وجود میں سرایت کر رہی تھی۔

"آپ بہت ضدی ہیں، ہمیشہ اپنی منواتے ہیں۔"

روح نے دھیمی آواز میں کہا،اس کی پلکیں جھک گئی تھیں۔

"صرف تمہارے معاملے میں،"

موسیٰ نے اس کے کان کے قریب جھک کر کہا۔اس کے سانسوں کی حدت روح کی گردن پر محسوس ہو رہی تھی جس سے اسے اپنے پورے جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس ہوئی۔

"تمہیں پتہ ہے، جب میں تمہیں وہاں سے نکال رہا تھا، تو مجھے صرف ایک ہی بات کا خوف تھا، کہ کہیں میں دیر نہ کر دوں۔ تمہیں ذرا سی بھی خراش آتی تو میں خود کو کبھی معاف نہ کر پاتا۔"
روح نے اپنا سر موسیٰ کے دل پر رکھ دیا۔اس کی دھڑکنیں بہت تیز تھیں، جیسے وہ اب بھی کسی ہیجان میں ہو۔

"آپ نے اپنی جان خطرے میں ڈالی اگر آپ مجھے بچا بھی لیتے تو اگر آپ کو کچھ ہو جاتا تو آپ نے کیوں ڈالی اپنی جان میری وجہ سے خطرے میں"

روح نے نم ہوتی آواز سے کہا موسیٰ نے اپنے دونوں بازو روح کے گرد پھیلا دیے، اسے ایک تحفظ بھرے حصار میں جکڑ لیا۔

"موسیٰ نقوی اتنی آسانی سے تمہیں چھوڑ کر نہیں جانے والا۔ ہم نے ابھی بہت سے خواب پورے کرنے ہیں، بہت سی صبحیں ساتھ دیکھنی ہیں۔"
کمرے میں اس وقت ایک رومانوی خاموشی چھائی ہوئی تھی، جس میں صرف ان دونوں کے سانسوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ روح کو اب درد کا خیال بھی نہیں رہا تھا، وہ بس اس لمحے کی خوبصورتی میں کھو گئی تھی۔ موسیٰ نے بہت پیار سے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ روح کی سرخ ہوتی رنگت اس کے اندر کے جذبات کی عکاسی کر رہی تھی۔

"روح، تم میری منزل ہو،"
موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ عشق میں درد ہوتا ہے، مگر مجھے لگتا ہے کہ عشق ہی ہر درد کا مداوا ہے۔ دیکھو، تم میرے پاس ہو تو مجھے اپنے کسی زخم کی چبھن محسوس نہیں ہو رہی۔"

روح نے مسکرا کر اس کے سینے پر اپنی گرفت مضبوط کی۔

"اچھا، اگر میں اتنی ہی بڑی ڈاکٹر ہوں، تو پھر یہ پٹیاں کیوں بندھی ہوئی ہیں؟"

اس نے شرارت سے پوچھا۔ موسیٰ ہنسا، ایسی ہنسی جو اس کے لبوں تک ہی نہیں، بلکہ اس کی آنکھوں تک جا رہی تھی۔

"یہ پٹیاں تو دنیا کو دکھانے کے لیے ہیں کہ سردار موسیٰ کتنا بہادر ہے، ورنہ اندر سے تو میں صرف تمہاری محبت کا قیدی ہوں۔"

وہ دونوں ایک دوسرے کی قربت میں سب کچھ بھول گئے تھے۔ صبح کا اجالا اب پورے کمرے کو منور کر چکا تھا، مگر ان کے لیے وقت جیسے تھم گیا تھا۔ روح نے محسوس کیا کہ موسیٰ کی آنکھوں میں ایک گہرا پیار اور تشکر ہے، جو اسے کسی بھی قیمتی تحفے سے زیادہ عزیز تھا۔

کچھ دیر اسی طرح خاموشی میں گزرنے کے بعد، روح کو دوبارہ اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا۔ اس نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر موسیٰ کو دیکھا۔

"اب بس بہت ہو گیا۔ اب میں واقعی جا رہی ہوں۔ آپ کو ناشتہ کروا کر دوائی کھلانی ہے۔ اور اگر اب آپ نے مجھے روکا، تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔"

اس نے مصنوعی غصے سے اپنی بھنویں سکیڑیں۔

"ٹھیک ہے بیگم صاحبہ! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ مگر یاد رہے، ناشتے کے بعد مجھے پھر سے یہی 'علاج' چاہیے۔"

موسیٰ نے قہقہہ لگایا اور اسے آزاد کر دیا اور پھر نے شرارت سے آنکھ ماری۔ روح شرماتے ہوئے بیڈ سے اٹھی اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گئی، مگر اس کے لبوں پر پھیلی مسکراہٹ اور دل میں موجود سکون یہ بتا رہا تھا کہ آج کی یہ صبح ان کی زندگی کی سب سے خوبصورت صبح تھی۔ وہ کچن کی طرف جاتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی جس نے اسے موسیٰ جیسا شوہر دیا، جو اس کی حفاظت کے لیے موت کے منہ سے بھی واپس آ سکتا تھا۔



وہ کچن میں کھڑا ناشتہ بنا رہا تھا اور کندیل بس لاؤنج میں بیٹھی اپنی ہی کسی دنیا میں لگ رہی تھی اس کی نظریں ناشتہ بنانے پر کم تھی اور اس پر زیادہ تھی ان کے نکاح کو 10 دن ہو گئے تھے لیکن قندیل کا رویہ ویسے کا ویسا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ خود سر ہوتا جا رہا تھا کیوں کہ آریز اس کی کوئی بات پر جواب نہیں دیتا بلکہ الٹا اس کے نکھرے اٹھاتا رہتا تھا اب قندیل کو اس سے کوئی ڈر نہیں تھا اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی کہ وہ اسے کچھ کہنے والا نہیں ہے۔ آریز ناشتہ بنا رہا تھا جب اس کا موبائل بجا موبائل قندیل کے پاس ہی پڑا تھا جب وہ اوپن ہوا تو اس پر سامیہ بیگم اور آریز کے بابا سائیں کی تصویر لگی ہوئی تھی قندیل نے جب اس تصویر کو دیکھا تو وہ حیران ہو گئی کیوں کہ یہی تصویر کی تو اس نے حویلی کے البم میں دیکھی تھی جب اس نے آیت بیگم سے پوچھا یہ کون ہیں تو اس نے پہلے تو کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن بعد میں یہ کہہ دیا کہ یہ آپ کے بابا کے اچھے دوست تھے لیکن اب دوستی نہیں رہی۔ کال بند ہو گئی تھی۔

"موبائل ہی کا کر دے دو"

آریز نے اسے موبائل کو گھورتا پا کر کہا۔

"اپنی ٹانگیں سے ہی سلامت ہے نا خود آ کے لے لو"

قندیل نے منہ بنا کر کہا تھا آریز نے سب کچھ کچن میں چھوڑا اور ٹیبل سے آ کر فون اٹھایا تھا اس نے نمبر دیکھا تو کال اس کے لیے بہت زیادہ امپورٹنٹ تھی اس نے فوراً سے کال بیک کیا اور کچن میں چلا گیا۔

"ہاں بولو کیا ہوا"

آریز نے قندیل پر نظریں مرکوز رکھتے ہوئے کہا قندیل اسے اگنور کرنے کی ایکٹنگ کر رہی تھی مگر اصل میں وہ اس کی باتوں کو غور سے سن رہی تھی۔

"سر آپ کو اپنی ماں کو یہاں سے نکلنا ہو گا کیوں کہ اب پانی سر سے اوپر جا رہا ہے اور باس آپ کا پتا چلانے کے لیے ان کو ٹارچر کرنے کا سوچ رہا ہے"
سامنے سے کسی شخص کی اواز آئی۔۔

"ہم ماما کہاں ہیں سب بھی اسی جگہ"
آریز نے سوال کیا۔

"ہاں سر وہ اب بھی وہی ہیں لیکن آپ کو جلد انھیں وہاں سب نکالنا ہو گا"
اس کی بات پر آریز سوچ میں پڑ گیا۔

"ایک کام کرو کہ اس شخص کو لالچ دو ایک رات کے لیے کسی لڑکی کا انتظام کرو جو خود اس کام کے لیے راضی ہو اپنی مرضی سے یہ کر رہی ہو کیوں کہ جب یہ کمینہ ایسے کاموں میں ہو اسے ہوش نہیں رہتا اور ہاں اس رات ہم ماما کو وہاں سے نکالیں گیں اور ہاں سکیورٹی کا خیال رکھنا کوشش یہی ہو کہ ہم پکڑے نہ جائیں صحیح ہے"

آریز نے بات مکمل کی قندیل حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے سر"

آریز نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ایک اور بات باس کو روح تک نہیں پہنچنے دینا یہ بات یاد رکھنا"

آریز نے ہاتھ دھوتے ہوئے اس سے کہا تھا۔

"سر اپ فکر نہ کریں اس کے ہر منصوبے کی اپ کو رپورٹ ملے گی لیکن سر کسی نے کل رات اپ کی بہن کو کیڈ نیپ کرنے کی کوشش کی ہے"
اس شخص کی بات پر آریز کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"کیا کہاں ہے وہ اب کیسی ہے"
آریز کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"سر اب وہ بلکل ٹھیک ہے سردار موسیٰ نے اُنھیں بچا لیا ہے حالانکہ ناممکن تھا لیکن انھوں نے ممکن کیا"
اس شخص نے اسے بتایا کہ کیسے سردار موسی نے روح کی جان بچائی تھی۔
آریز کے دل کو اطمینان ہوا تھا سردار موسیٰ سے بہتر اس کی بہن کے لیے اور پرفیکٹ کوئی ہو نہیں سکتا تھا۔

"وہ خود اب کیسا ہے"

آریز نے سوال کیا قندیل سمجھنے کی کشش کر رہی تھی کس کی بات ہو رہی ہے اب مگر وہ سمجھ نہیں پائی۔

"سر اب وہ ٹھیک ہیں"

آریز نے سر کو ہاں میں خم دیا اور ناشتہ ٹیبل پر لگانے لگا۔

"اچھا ٹھیک ہے جو میں نے کہا ہے وہ ہو جانا چاہیے بعد میں بات ہو گی"

یہ کہہ کر آریز نے کال ڈس کانٹیکٹ کر دی اور قندیل اسے دیکھ رہی تھی۔ آریز نے موبائل سائیڈ پر رکھا اور بڑے سکون سے پلیٹیں میز پر سجانے لگا۔اس کے چہرے پر ابھی چند لمحے پہلے والی بے چینی کے آثار مٹ چکے تھے، مگر آنکھوں میں ایک گہرا ٹھہراؤ تھا جو کسی بڑے طوفان سے پہلے کی خاموشی کی مانند تھا۔ قندیل جواب تک اسے ایک "کمزور" اور "نرم" انسان سمجھ رہی تھی، آریز کے فون پر کی گئی باتوں نے اسے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ شخص جو ابھی کسی کو لڑکی کا انتظام کرنے اور اپنی ماں کو نکالنے کی ہدایات دے رہا تھا، وہ تو وہ آریز تھا ہی نہیں جسے قندیل جانتی تھی۔ہاں وہ اسے کیڈنیپ کر کے یہاں تک لایا تھا لیکن اسے 10 دن ہو گئے تھے اس کے ساتھ رہتے اسے ایسا کبھی نہیں لگا تھا کہ وہ اس قسم کا شخص بھی ہے لیکن شاید وہ بھول گئی کہ وہ اسے بھی تک کیڈنیپ کر کے لایا تھا۔

"ناشتہ لگ چکا ہے، آجاؤ۔"

آریز نے کرسی کھینچتے ہوئے بڑے دھیمے لہجے میں کہا۔اس کی آواز میں وہی پرانی مٹھاس تھی، مگراب قندیل کواس مٹھاس کے پیچھے چھپی کڑواہٹ کا احساس ہونے لگا تھا۔ قندیل نے ایک پل کے لیے اسے دیکھا،اس کے دل میں ہزاروں سوال سر اٹھا رہے تھے۔ وہ تصویر، وہ کال، وہ 'باس' کا ذکر اور پھر روح کی حفاظت کی فکر—یہ سب کیا تھا؟ وہ خاموشی سے اٹھ کر میز کی طرف آئی اور آریز کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔ ناشتہ بہت لذیذ لگ رہا تھا، مگر قندیل کی بھوک جیسے اڑ چکی تھی۔ وہ بے دلی سے کانٹے کے ساتھ آملیٹ کے ٹکڑے کرنے لگی، مگراس کی نظریں بار بار آریز کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔

"ایسے دیکھو گی تو ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔"

آریز نے مسکراتے ہوئے لقمہ توڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ قندیل نے کانٹا میز پر رکھا اور ہمت جمع کر کے آریز کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تمہارے موبائل پر وہ جو وال پیپر ہے۔۔۔وہ تصویر کن کی ہے؟"

اس کا لہجہ سپاٹ تھا مگر اس میں تجسس کی لہر واضح تھی۔آریز کا ہاتھ ایک لمحے کے لیے فضا میں رک گیا۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ دھیرے دھیرے غائب ہوئی اور اس کی جگہ ایک سنجیدہ تاثر نے لے لی۔اس نے میز پر رکھا اپنا فون اٹھایا،اس کی سکرین روشن کی اور اس تصویر کو ایسے دیکھا جیسے وہ اس کے جینے کا واحد مقصد ہو۔

"یہ میرے ماما اور بابا سائیں ہیں۔"

اس نے بہت دھیمے، تقریباً سرگوشی کے انداز میں جواب دیا۔

"تمہارے ماما بابا؟"

قندیل نے دہرایا۔

"لیکن یہی تصویر میں نے حویلی میں بھی دیکھی ہے۔ لیکن ماں سائیں نے کہا تھا کہ یہ بابا سائیں کے بہت قریبی دوست تھے، مگر اب دوستی نہیں رہی۔اور تم کہہ رہے ہو کہ تم اس حویلی کے وارث ہو جبکہ دوست کا بیٹا حویلی کا وارث کیسے ہو سکتا ہے"

آریز نے ایک لمبی سانس لی اور ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔اس نے فون قندیل کی طرف گھمایا۔

"رشتہ بہت گہرا ہے قندیل۔اتنا گہرا کہ اسے لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔اور تمھیں غلط انفارمیشن دی گئی ہے میرے بابا سائیں، سید سائیں کے سب سے چھوٹے اور لاڈلے بیٹے تھے۔"

یہ سنتے ہی قندیل کے ہاتھ سے پانی کا گلاس چھٹتے چھٹتے بچا۔اس کی آنکھیں پھٹ گئیں۔

"کیا؟ لیکن ایسا کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ہمیں کبھی یہ باب نہیں بتائی گئی کہ سید سائیں کا کوئی چوتھا بیٹا بھی ہے اور تم حویلی کے وارث"
وہ حیران تھی۔ آریز کی آنکھوں میں ایک تلخ چمک ابھری۔

"ہاں۔ میں اس خاندان کا وہ حصہ ہوں جسے وقت کی گرد نے چھپا دیا تھا۔ اور مزید یہ کہ بابا سائیں نے آرمی جوائن کی تھی جس وجہ سے سید سائیں اس سے ناراض ہو گئے تھے اور انھیں کہا تھا کہ وہ اب حویلی نہ آئے ان کا اس حویلی سے کوئی رشتہ نہیں"
آریز نے اطمینان سے بات مکمل کی قندیل اسے حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو سید سائیں ایسا کیوں کریں گیں"
قندیل نے حیرانی سے کہا۔

"حقیقت یہی ہے تم یقین کرو یا نہ کرو"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا۔ قندیل کی حیرانی اب تجسس اور ایک نامعلوم سے خوف میں بدل رہی تھی۔ اس نے ناشتے کی پلیٹ ایک طرف سرکائی اور میز پر جھک کر آریز کی آنکھوں میں جھانکنے لگی، جیسے وہ ان آنکھوں کی گہرائی میں چھپے سچ کو پڑھنا چاہتی ہو۔

"چلو مان لیا کہ تم سید سائیں کے پوتے ہو اور اس حویلی کے وارث ہو، لیکن تمہاری ماما کہاں ہیں؟"

قندیل نے دبی آواز میں پوچھا۔

"ابھی فون پر تم کسی 'باس' کا ذکر کر رہے تھے اور کسی کو اپنی ماما کو وہاں سے نکالنے کا کہہ رہے تھے۔ وہ کہاں ہیں آریز؟ وہ کس کی قید میں ہیں"

آریز کے چہرے پر ایک کرب آمیز سایہ لہرایا۔اس نے اپنی مٹھیاں بھینچ لیں اور نظریں جھکا لیں۔وہ لمحہ بھر کے لیے ماضی کی ان تلخ یادوں میں کھو گیا جو اسے آج بھی سونے نہیں دیتی تھیں۔

"میری ماما اس وقت ایک زندہ جہنم میں ہیں۔"
آریز کی آواز میں ایک ایسی بھاری پن تھی جس نے قندیل کے دل کو لرزا دیا۔

"وہ اس شخص کی قید میں ہیں جس نے میرے بابا سائیں کی زندگی چھینی اور ہمارے ہنستے بستے گھر کو اجاڑ دیا۔ وہ شخص جسے تم 'باس' کے نام سے سن رہی تھی، وہ ہمارا اپنا پھوپھا ہے۔ اور بابا اسی کے جال کی زد میں شہید ہوئے ہیں وہ ماما کو کیڈنیپ کر کے گیا تھا اور بابا جب اپنی فورس کے ساتھ وہاں انھیں بچانے پہنچے تو اسے وہاں ماما کے ساتھ چھوٹی چھوٹی بچیاں ملی جنہیں کچلا جا رہا تھا اور بابا سائیں نے ماما کو نکالا اور ان معصوم بچیوں کو وہ اس جہنم سے نکال رہے تھے اس بات سے انجان کہ اس گھر میں بام تھا اندر اب بھی کچھ لڑکیاں تھی اور ان کے ساتھ ہی بام بلاسٹ ہونے پر بابا سائیں شہید ہو گئے میں اس وقت بہت چھوٹا تھا، مگر مجھے وہ چیخیں آج بھی یاد ہیں جب میری ماما بابا کے لیے تڑپ رہی تھی"

قندیل کا سانس حلق میں اٹک گیا۔ اسے کبھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ شخص اپنے اندر اتنا سب کچھ چھپائے بیٹھا تھا آریز کی انکھوں میں انسوں آ گئے تھے۔

"لیکن تم نے اب تک حویلی میں کسی کو کیوں نہیں بتایا؟ حالانکہ میں نے تمھیں حویلی میں اس دن دیکھا بھی تھا تم نے بھائی کو کیوں نہیں بتایا وہ تمھاری مدد کرتے"

آریز نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔

"نہیں قندیل! یہ اتنا سادہ نہیں ہے۔اور میں وہ ہوں جو اتنے عرصے سے اس شخص کے اشاروں پر چلتا آیا ہوں مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میری کوئی ماں بھی ہے تمھیں کیڈنیپ کرنے سے 3 دن پہلے مجھے میری ماں اور یہ ساری حقیقت معلوم ہوئی ہے"

آریز نے گلاس سے پانی کا ایک گھونٹ بھرا اور پھر قندیل کی طرف سنجیدگی سے دیکھا۔

"وہ شخص تو سب کرنے کے بعد آکر میری ماں کو بتاتا اسے کے دل پر زخم دیتا اور اس دن انھوں نے مجھے میری حقیقت بتائی میرے بارے میں سب بتایا"

آریز نے قندیل کو دیکھا لیکن اچانک ہی قندیل جو اس کی باتوں کو غور سے سن رہی تھی اس کے چہرے کے تاثرات بدلے۔

"میں تمھاری بات پر کیسے یقین کروں اور ویسے بھی میری ماں سائیں نے نہ تھا کہ یہ شخص بابا سائیں کے دوست ہیں اور اس کے علاوہ یہ کہ تم نے اُنھیں شاید مجھے نرم کرنے کے لیے استعمال کیا ہو اور یہ تمھارے ماما بابا نہ ہوں کیوں کہ کل تک تو تم بھائی کی جان لینے پر تھے میری عزت نوچنے پر تھے"

قندیل نے غصے سے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئیں اسکی بات پر اس نے بس ہاں میں سر ہلایا قندیل وہاں سے چلی گئی اور آریز نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لی۔

"ماں سائیں میں آپ کو بچالوں گا"

آریز نقوی نے آہستہ سے بڑبڑایا۔

ماہا کا آج بورڈ کا پیپر تھا اس لیے وہ پیپر دینے کے لیے آئی ہوئی تھی اس کا مونڈ تو نہیں تھا کیوں کہ جو کچھ حویلی میں ہوا لیکن اسے ایگزیم تو دینا ہی تھی لیکن اس کی کوئی تیاری خاص نہیں تھی اور جو کچھ حویلی میں ہوا اس وجہ سے وہ پڑھ بھی نہیں پائی تھی اسی لیے اسے جو آتا تھا اس نے وہ لکھ دیا اس وقت اسے ٹینشن پیپر کی نہیں تھی بس کیا سے کیا ہو گیا تھا وہ تو سمجھ ہی نہیں پائے تھے وہ خاموشی سے پیپر دینے کے بعد آ کر کالج کے گارڈن میں بیٹھی یہ باتیں سوچ رہی تھی جب یحییٰ اسے ڈھونڈتا ہوا اندر آیا تھا اور اسکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"کیا سوچ رہی ہو"

یحییٰ نے اسے سوچوں میں گم دیکھ کر پوچھا تھا۔یحییٰ کی آواز ماہا کے کانوں سے ٹکرائی تو اس نے ایک گہرا سانس لے کر نظریں اٹھائیں اور سامنے موجود ہریالی کو دیکھنے لگی۔اس کی آنکھوں میں وہ چمک نہیں تھی جو ہمیشہ یحییٰ کو دیکھ کر ابھر آتی تھی، بلکہ آج وہاں صرف اداسی کے گہرے سائے تھے۔

"آپ کب آئے؟"

ماہا نے بہت دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"بس ابھی پہنچا ہوں، تم جب سوچوں کے سمندر میں غوطے لگا رہی تھی تب ہی میں نے یہاں قدم رکھا تھا۔"یحییٰ نے اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔اس کی نظریں ماہا کے مرجھائے ہوئے چہرے پر جمی تھیں۔

"کافی دیر سے تمہیں دیکھ رہا ہوں، تم یہاں ہو کر بھی یہاں نہیں ہو۔ کیا ہوا ماہا؟ پیپر کیسا ہوا؟"

یحییٰ نے اسے خاموش دیکھ کر سوال کیا۔

"پیپر؟ بس جیسا ہونا تھا ہو گیا۔ جو کچھ آتا تھا وہ لکھ دیا، باقی کا تو مجھے ہوش ہی نہیں تھا۔ آپ کو تو پتہ ہے حویلی کے حالات کیسے ہیں، کتابیں سامنے رکھ کر بھی لفظوں کی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے ہر لفظ قندیل کے دکھ میں بھیگا ہوا ہے۔ اور جو پھر رات روح کے ساتھ ہوا"

ماہا نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹکا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں ماہا۔ جو کچھ ہوا وہ بہت اچانک اور خوفناک تھا۔ روح کی واپسی اور پھر گلناز کا وہ روپ۔۔۔ کسی نے سوچا بھی نہیں تھا کہ حویلی کے اپنے ہی لوگ آستین کے سانپ نکلیں گے۔"

یحییٰ نے ایک سرد آہ بھری۔

"یحییٰ! ہم نے کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ ہم تو خوشیوں کے خواب دیکھ رہے تھے، حویلی میں رونقیں لوٹ آنے کی امید تھی، مگر ایک کے بعد ایک صدمے نے سب کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اب تو حویلی جانے کو بھی دل نہیں کرتا، وہاں کی فضا میں ایک عجیب سی گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے دیواریں ہم سے سوال کر رہی ہوں کہ اپنوں کی اس نفرت کا علاج کیا ہے؟"

ماہا نے یحییٰ کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ یحییٰ نے اس کی بات سن کر کچھ دیر خاموشی اختیار کی۔ وہ جانتا تھا کہ ماہا حساس ہے اور ان حالات نے اسے اندر تک ہلا کر رکھ دیا ہے۔

"ماہا،"

یحییٰ نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔

"سچ تو یہ ہے کہ میں نے بھی بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ میں تو اس انتظار میں تھا کہ جیسے ہی حویلی کے حالات تھوڑے بہتر ہوں گے، میں سید سائیں کے پاس جاؤں گا اور ان سے ہمارے رشتے کی، تمہاری اور اپنی شادی کی بات کروں گا۔ میں چاہتا تھا کہ سب کچھ روایتی طریقے سے، سب کی خوشی کے ساتھ ہو، مگر شاید اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔"

"آپ۔۔۔ آپ شادی کی بات کرنے والے تھے؟"
ماہا نے حیرت اور دکھ کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ یحییٰ کو دیکھا۔

"ہاں،"
یحییٰ نے اس کا ہاتھ دھیرے سے تھاما۔

"میں سوچ رہا تھا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے رشتے کو ایک نام دے دیں، مگر اب جس طرح کے حالات بن گئے ہیں، مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ کس منہ سے بابا سائیں یا سید سائیں کے سامنے یہ بات رکھوں۔ حویلی میں تو اس وقت ماتم کا سماں ہے، قندیل کا زخم ابھی تازہ ہیں، موسیٰ بھائی کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا، اور گلناز کی غداری نے سب کا سر جھکا دیا ہے۔ ایسے میں اپنی خوشی کا ذکر کرنا مجھے گناہ سا محسوس ہوتا ہے۔"

"آپ صحیح کہہ رہے ہیں۔ اس وقت حویلی میں کسی کی خوشی کی بات کرنا تو دور، مسکرانا بھی جرم لگتا ہے۔ خالہ کا رونا ختم نہیں ہو رہا۔ اور خالو تو جیسے چپ ہی ہو گئے ہیں۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ اداسی ہمارے نصیب کا حصہ نہ بن جائے۔"

ماہا نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

"ایسا مت کہو،"

یحییٰ نے اسے تسلی دی۔

"آزمائشیں آتی ہیں تو گزر بھی جاتی ہیں۔ اللہ پر بھروسہ رکھو۔ موسیٰ بھائی نے روح کو بچا کر ثابت کر دیا ہے کہ باطل کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، حق کی جیت ہوتی ہے۔ گلناز کو اس کے کیے کی سزا مل گئی ہے، وہ اب حویلی سے دور ہے اور یہی سب کے لیے بہتر ہے۔"

"چلیں، ابھی کچھ دیر یہیں بیٹھتے ہیں۔ مجھے سچ میں حویلی جانے سے ڈر لگ رہا ہے۔ وہاں کی خاموشی مجھے کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ یہاں کالج کے گارڈن میں کم از کم کھلی ہوا تو ہے، وہاں تو سانس لینا بھی دوبھر ہو جاتا ہے۔"

ماہا نے ایک لمبا سانس لیا۔۔

"ٹھیک ہے، ہم یہیں بیٹھے ہیں۔ تم سکون سے بیٹھو، میں تمہارے لیے کچھ ٹھنڈا لے کر آتا ہوں۔ تمہیں اس وقت تھوڑے آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔"

یحییٰ نے سر ہلایا۔ گارڈن میں پرندوں کی چہچہاہٹ اور درختوں کی سرسراہٹ کے درمیان وہ دونوں خاموش بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔ یحییٰ سوچ رہا تھا کہ محبت کی یہ راہ اتنی کٹھن کیوں ہوتی ہے، جبکہ ماہا کے ذہن میں حویلی کے وہ ہنستے مسکراتے دن گھوم رہے تھے جو اب کسی خواب کی طرح لگ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد یحییٰ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں جوس کے دو گلاس تھے۔

"یہ لو، اسے پیو، کچھ تو توانائی آئے گی۔"

اس نے ایک گلاس ماہا کی طرف بڑھایا۔ ماہا نے گلاس پکڑ لیا مگر پینے کے بجائے اسے ہاتھوں میں گھماتی رہی۔

"یحییٰ، کیا آپ کو لگتا ہے کہ سید سائیں اب کبھی پہلے کی طرح خوش ہو پائیں گے ؟انھوں نے آج جو بات کی تھی، وہ مجھے ابھی تک پریشان کر رہی ہے۔انھوں نے اپنے کسی چوتھے بیٹے کا ذکر کیا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہا یہ سب کیا ہو رہا ہے اور اگر ان کے کوئی چوتھے بیٹے تھے تو اج تک حویلی میں ان کا ذکر کیوں نہیں ہوا"

ماہا نے یحییٰ کی طرف دیکھا۔

"میں نے بھی وہ سنا تھا۔ حویلی میں کچھ راز ایسے ہیں جن پر برسوں سے پردہ پڑا ہوا ہے۔ شاید اب وقت آ گیا ہے کہ وہ پردے اٹھیں۔ سید سائیں کا دکھ بہت پرانا اور گہرا ہے، آج ان کی زبان پر جو کرب آیا تھا وہ صرف روح یا قندیل کا نہیں تھا، بلکہ برسوں کی جمع شدہ تکلیف تھی۔"

یحییٰ کے چہرے پر بھی سوچ کی لہریں ابھریں۔۔

"کاش ہم ان کی تکلیف کم کر سکتے۔ کاش حویلی میں پھر سے وہ رونقیں آ جاتیں جہاں سب مل کر دستر خوان پر بیٹھتے تھے اور قہقہے لگاتے تھے۔"
ماہا نے گلاس سے ایک گھونٹ بھرا۔

"وہ وقت ضرور آئے گا ماہا۔ بس ہمت نہیں ہارنی۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جیسے ہی یہ بادل چھٹیں گے، میں پہلا شخص ہوں گا جو تمہارا ہاتھ مانگنے کے لیے سید سائیں کے سامنے کھڑا ہو گا۔ تب تک ہمیں ایک دوسرے کا سہارا بننا ہے اور حویلی والوں کو سنبھالنا ہے۔"

یحییٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ماہا کو یحییٰ کی باتوں سے تھوڑا حوصلہ ملا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس گھٹن زدہ ماحول میں یحییٰ ہی اس کی وہ کھڑکی ہے جہاں سے تازہ ہوا آتی ہے۔ وہ دونوں کافی دیر تک وہاں بیٹھے رہے، مستقبل کے اندیشوں اور حال کی تلخیوں کو بانٹتے ہوئے، اس امید کے ساتھ کہ ہر کالی رات کے بعد ایک روشن صبح ضرور آتی ہے۔ آسمان پر بادل چھانے لگے تھے، جیسے وہ بھی ان دونوں کے دکھ میں برابر کے شریک ہوں۔ یحییٰ نے گھڑی دیکھی اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو اب چلتے ہیں، زیادہ دیر باہر رہنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ حویلی میں سب پریشان ہوں گے۔"

ماہا نے بوجھل قدموں سے اس کا ساتھ دیا، مگر اس کے دل میں اب وہ مایوسی نہیں تھی جو کچھ دیر پہلے تھی۔ اسے پتہ تھا کہ یحییٰ اس کے ساتھ ہے، اور یہی احساس اسے ہر مشکل سے لڑنے کی طاقت دے رہا تھا۔۔



باس کے دفتر کی فضا اس وقت کسی آتش فشاں کے پھٹنے جیسی تپش محسوس کر رہی تھی۔ کمرے میں موجود ہر شخص کی سانسیں تھمی ہوئی تھیں اور وہ خوف کے مارے نظریں جھکائے کھڑے تھے۔ باس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا، اس کی آنکھوں میں وحشت تھی اور پیشانی پر ابھری ہوئی رگیں اس کے شدید اضطراب کی گواہی دے رہی تھیں۔ جیسے ہی اس کے خاص آدمی نے یہ اطلاع دی کہ آریز کا کہیں سراغ نہیں مل رہا، باس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے ایک گرجدار آواز کے ساتھ سامنے پڑی بھاری لکڑی کی میز کو پوری قوت سے لات ماری۔ میز پر رکھے قیمتی لیپ ٹاپ، فائلیں اور کاغذات ہوا میں اڑتے ہوئے دور جا گرے۔

"نامردوں کی فوج جمع کر رکھی ہے میں نے!"

باس دھاڑا، اس کی آواز کسی زخمی شیر کی دہاڑ کی طرح پورے ہال میں گونجی۔

"ایک ادنیٰ سا لڑکا، جو میری آنکھوں کے سامنے پلا بڑھا، وہ تم سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غائب ہو گیا اور تم لوگ یہاں کھڑے اپنی شکلیں دکھا رہے ہو؟"

وہ غصے سے دیوانہ وار کمرے میں چکر لگانے لگا۔ اس کا ہاتھ اپنی پستول کی طرف گیا لیکن اس نے اسے وہیں چھوڑ دیا، جیسے گولی مارنا اس کے لیے بہت چھوٹا سودا ہو۔ وہ اپنے ایک آدمی، جو سب سے آگے کھڑا تھا، کے بالکل قریب آیا۔ وہ شخص کانپ رہا تھا، اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول پاتا، باس نے اپنی پوری طاقت سے اس کے سینے پر ایک زوردار لات ماری۔ وہ آدمی اچھل کر پیچھے دیوار سے جا ٹکرایا اور کراہتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

"اٹھو! اور میری نظروں سے دور ہو جاؤ!"

باس نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"تم سب سے ایک معمولی کام نہیں ہوتا۔ مجھے وہ لڑکا چاہیے، کاشان چاہیے! وہ کہاں چھپا ہے؟ زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا؟ وہ جہاں بھی ہے، مجھے اس کی لوکیشن چاہیے۔"

اس نے اپنا رخ باقی آدمیوں کی طرف کیا جو بت بنے کھڑے تھے۔

"سن لو سب! اگر کل شام تک مجھے کاشان کی خبر نہ ملی، تو تم میں سے کوئی بھی اگلا سورج نہیں دیکھے گا۔ مجھے وہ زندہ چاہیے، کیونکہ اسے مارنے کا حق صرف میرا ہے۔ اس نے میری پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے، اس نے اس لڑکی کو بچانے کی کوشش کی ہے جس کے جواب ہونے کا میں نے برسوں سے انتظار کیا جیسے میں نے اپنی قید میں لانا چاہا"

وہ ایک کرسی پر گرا اور اپنے سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا، مگر اس کی زبان ابھی بھی زہر اگل رہی تھی۔ اچانک اس کے ذہن میں قندیل کا خیال آیا اور اس کے لبوں پر ایک سفاکانہ، گھٹیا مسکراہٹ ابھری۔

"قندیل!"

اس نے بڑے حقارت آمیز لہجے میں نام لیا۔

"کاشان کو لگتا ہے کہ وہ اسے بچا لے گا؟ اسے لگتا ہے کہ وہ نقوی خاندان کی اس مغرور شہزادی کو لے کر کہیں بھی چھپ سکتا ہے؟ وہ بھول رہا ہے کہ باس کی نظریں کہاں تک پہنچتی ہیں۔"

اس نے میز پر بچی ہوئی ایک فائل کو زور سے فرش پر پٹخا اور کھڑا ہو گیا۔

"کاشان کے سامنے۔۔۔ہاں،اسی کی آنکھوں کے سامنے میں اس قندیل کو اس مقام تک لاؤں گا کہ وہ اپنی موت کی بھیک مانگے گی۔اس کے سامنے میں اس کرنی کو اپنی بستر کی زینت بناؤں گا۔میں اس کا غرور، نقوی خاندان کی انا،سب اپنے پیروں تلے کچل دوں گا۔"

باس کی ہنسی اب پورے کمرے میں پھیل رہی تھی،اس کی ہنسی میں صرف اور صرف غلاظت اور انتقام تھا۔اچانک باس کی نظر ان سب پر پڑی۔۔

"اب یہاں کھڑے کھڑے میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو دفع ہو جاؤ یہاں سے"

باس نے غصے سے کہا تھا اس کے کہنے کے بعد ایک ایک کر کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔

"چھوڑوں گا نہیں میں تمھیں جب تم اپنی ماں کو مجھ سے نہیں بچا پائے تو اس لڑکی کو کیسے بچاؤں گے"

باس نے شیطانی ہنسی ہنسی اور پھر کسی کو کال کی۔



عدنان کل رات سے بس کمرے میں قید تھا نہ جانے کیوں وہ خود کو حویلی والوں کا مجرم سمجھ رہا تھا حالانکہ کرنے والے اس کی ماں سائیں اور بہن تھی لیکن وہ مجرم خود کو سمجھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں بند تھیں مگر ذہن میں طوفان برپا تھا اسے بار بار روح کا وہ خوفزدہ چہرہ اور سردار موسیٰ کے جسم پر لگے زخم یاد آرہے تھے۔دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی، مگر عدنان نے کوئی جواب نہیں دیا۔وہ اس وقت کسی سے ملنے کے موڈ میں نہیں تھا، خاص طور پر حویلی کے کسی فرد سے، کیونکہ اسے اپنی نظریں ملانے میں شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔دروازہ آہستہ سے کھلا اور حفصہ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔اس نے دیکھا کہ عدنان نے کل رات سے کچھ نہیں کھایا تھا اور اس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ شدید ذہنی کرب میں ہے۔حفصہ نے خاموشی سے ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور عدنان کے قریب آکر بیٹھ گئی۔

"عدنان۔۔۔ کھانا کھالیں۔ آپ نے کل سے ایک لقمہ بھی نہیں چکھا۔"
حفصہ نے انتہائی نرم اور دھیمے لہجے میں کہا۔ عدنان نے آنکھیں کھولیں،
اس کی آنکھوں میں لالی اور تھکن واضح تھی۔ اس نے ایک تلخ نگاہ حفصہ پر
ڈالی اور پھر نظریں پھیر لیں۔

"بھوک نہیں ہے حفصہ، تم لے جاؤ یہ سب۔"
اس نے آہستہ سے کہا۔

"بھوک جسم کو نہیں ہے، مگر دل کو تو سکون چاہیے نہ؟ اور کمزوری میں
انسان کا دماغ مزید منفی باتیں سوچتا ہے۔ پلیز، تھوڑا سا کھالیں۔"
حفصہ نے اصرار کیا۔

"حفصہ میرا دل نہیں کر رہا تم لے جاؤ یہ"

عدنان نے ایک بار پھر سے کہا۔

"کیوں نہیں کر رہا اور جب میں کھلاؤں گی ناتب دل کرے گا"

حفصہ نے محبت سے کہا تھا عدنان اچانک پھٹ پڑا، اس کے لہجے میں برسوں کی جمع شدہ اذیت تھی۔

"کیسے کھالوں حفصہ؟ کس منہ سے اس حویلی کا نمک حلق سے نیچے اتاروں؟ میری بہن نے اس گھر کی خوشیوں کو آگ لگائی، میری ماں اس گناہ میں برابر کی شریک نکلی۔ روح جس نے ہمیشہ مجھے بھائی سمجھا، اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کا ذمہ دار میں خود کو سمجھتا ہوں۔ میں ان کا خون ہوں حفصہ! وہی خون جس نے غداری کی۔ مجھے لگتا ہے کہ حویلی کے ہر فرد کی نظریں مجھ سے سوال کر رہی ہیں کہ تم بھی ان کے بیٹے اور بھائی ہو؟"

وہ درد سے بولا تھا حفصہ نے بڑے صبر سے اس کی بات سنی۔اس نے عدنان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا، جو برف کی طرح ٹھنڈا ہو رہا تھا۔

"عدنان، میری طرف دیکھیں۔انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوتا ہے، اپنے رشتوں کے گناہوں کا نہیں۔اگر آپ کی ماں یا بہن نے کچھ غلط کیا ہے، تو اس میں آپ کا کیا قصور؟ آپ نے تو ہمیشہ سب کا بھلا چاہا ہے۔آپ تو وہی عدنان ہیں جس نے ہمیشہ موسیٰ بھائی کا ساتھ دیا، جس نے ہمیشہ حویلی کی عزت کی فکر کی۔"

حفصہ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر بات کی تھی۔

"لوگ نہیں بھولتے حفصہ! جب تاریخ لکھی جائے گی تو میرا نام بھی انہی غداروں کے ساتھ لیا جائے گا۔میں خود کو اس حویلی کا مجرم محسوس کر رہا ہوں۔مجھے لگتا ہے میری موجودگی سب کو تکلیف دے رہی ہے۔"

عدنان کی آواز بھر آئی۔

"نہیں عدنان، آپ غلط سوچ رہے ہیں۔ موسیٰ بھائی ہوں یا سید سائیں، وہ جانتے ہیں کہ آپ سچے ہیں۔ اگر وہ آپ کو مجرم سمجھتے تو آپ آج اس کمرے میں نہیں بلکہ حویلی سے باہر ہوتے۔ آزمائش سب پر آتی ہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ خود کو ختم کر لیں۔ آپ کو ہمت کرنی ہو گی، میرے لیے، اور اس حویلی کے لیے جسے اب مخلص لوگوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔"

حفصہ نے اسے مزید قریب کرتے ہوئے سمجھایا۔ عدنان نے حفصہ کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں صرف خلوص اور محبت تھی۔ حفصہ کی باتوں نے اس کے دل پر جمے ہوئے بوجھ کو تھوڑا ہلکا کر دیا تھا۔ وہ پہلی بار محسوس کر رہا تھا کہ اس طوفان میں کوئی ہے جو اس کے ساتھ کھڑا ہے، جو اسے گرنے نہیں دے رہا۔

"تم واقعی بہت اچھی ہو حفصہ۔ میں اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کروں وہ کم ہے"
عدنان نے دھیمے سے کہا۔ حفصہ کے لبوں پر ایک خوبصورت مسکراہٹ آئی۔

"اچھا اب آپ کھانا کھائیں گیں"
حفصہ نے نے پیار سے نوالہ بنا کر عدنان کے لبوں سے لگایا۔ عدنان نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔۔

"ریاست تمھیں کھانے کا میرا بہت دل کر رہا ہے کیوں نہ"
عدنان ابھی بات مکمل کرتا کہ حفصہ نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی۔

"چپ چاپ کھانا کھائیں"

حفصہ نے اب کی بار سختی سے کہا تو عدنان نے اس کا ہاتھ تھام کر خود اپنے منہ کی طرف لے جاتے ہوئے خاموشی سے کھانے لگا۔ کھانا کھانے کے بعد کمرے میں ایک پر سکون خاموشی چھا گئی۔ کھڑکی سے آنے والی چاندنی کمرے کے فرش پر بکھر رہی تھی۔ عدنان کا موڈ اب پہلے سے بہتر تھا، اور حفصہ کی قربت اسے ایک عجیب سا قرار دے رہی تھی۔ عدنان نے حفصہ کو اپنے قریب کھینچا۔ حفصہ جوٹرے اٹھانے لگی تھی، اچانک عدنان کے اس بدلے ہوئے انداز پر تھوڑا ٹھٹک گئی، مگر پھر اس نے خود کو عدنان کے حوالے کر دیا۔

"حفصہ، شکریہ۔۔۔ مجھے سنبھالنے کے لیے۔"

عدنان نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔اس کے سانسوں کی حدت حفصہ کے گالوں پر محسوس ہو رہی تھی، جس سے حفصہ کی رنگت گلابی ہونے لگی۔عدنان نے حفصہ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔اس کی نظریں حفصہ کے جھکے ہوئے پردوں پر جمی تھیں۔ کمرے کی مدھم روشنی میں حفصہ اسے کائنات کی سب سے خوبصورت لڑکی لگ رہی تھی۔اس نے آہستہ سے حفصہ کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے،اس کے لمس میں عقیدت اور محبت دونوں شامل تھیں۔حفصہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔عدنان کا ہاتھ آہستہ سے سرک کر اس کی کمر کے گرد آ گیا،اسے مزید اپنے قریب کرتے ہوئے۔دونوں کے درمیان اب فاصلے سمٹ رہے تھے۔عدنان نے محسوس کیا کہ اس کی تمام پریشانیاں، تمام دکھ حفصہ کی اس قربت میں پگھل رہے ہیں۔

"تمہارے بغیر میں شاید کبھی اس کرب سے نہ نکل پاتا۔" عدنان نے دوبارہ سرگوشی کی اور اس بار اس کے لب حفصہ کے گالوں کو چھو رہے تھے۔ حفصہ نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا سر عدنان کے شانے پر ٹکا دیا۔

ماحول میں ایک رومانوی سحر طاری ہو گیا تھا۔ عدنان نے بہت پیار سے حفصہ کی ٹھوڑی کو اوپر اٹھایا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا چہرہ حفصہ کے قریب لایا۔ ان کے سانس ایک دوسرے میں پیوست ہو رہے تھے۔

عدنان نے انتہائی کومل اور محبت کے ساتھ اپنے لب حفصہ کے لبوں پر رکھ دیے۔ عدنان کا لمس ایسا تھا کہ جس میں برسوں کی پیاس، اور آنے والے کل کا عہد چھپا تھا۔ حفصہ نے بھی اپنی انگلیاں عدنان کے بالوں میں پیوست کر دیں، اس لمحے کو جینے کی کوشش کرتے ہوئے جہاں دنیا کا کوئی دکھ، کوئی غداری اور کوئی خوف ان تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے حصار میں گم ہو گئے تھے۔ کمرے کی دیواریں اس نئی محبت اور بھروسے کی گواہ بن رہی تھیں۔ عدنان کو اب احساس ہو رہا تھا کہ زندگی صرف دکھوں کا نام نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی ساتھ دینے والا ہو تو بڑے سے بڑا طوفان بھی رستہ بدل لیتا ہے۔ کچھ دیر بعد جب وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو دونوں کے چہروں پر ایک سکون تھا جو لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا تھا۔ عدنان نے حفصہ کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا اور دونوں چاندنی رات کی خاموشی میں ڈوب گئے، اس یقین کے ساتھ کہ اب وہ ہر مشکل کا مقابلہ مل کر کریں گے۔

حویلی کی راہداریوں میں صبح کی تپش ابھی قدم جما ہی رہی تھی کہ سردار موسیٰ نقوی اپنے کمرے سے باہر نکلا۔ آج کئی دنوں بعد، اس نے سفید کلف زدہ شلوار قمیض زیب تن کر رکھی تھی۔ اس سفید لباس میں اس کی شخصیت کا رعب دو آتشہ ہو رہا تھا۔ چہرے پر موجود زخموں کے نشان اب بھی موجود تھے اس کے بالوں کو نفاست سے سنوارا گیا تھا اور کلائی پر بندھی مہنگی گھڑی اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت کو نمایاں کر رہی تھی۔ وہ لاؤنج کی طرف بڑھ رہا تھا، اس کے بوٹوں کی آہٹ فرش پر ایک مخصوص تال پیدا کر رہی تھی۔ عین اسی وقت روح کچن سے نکلی تھی۔ جیسے ہی اس کی نظر موسیٰ پر پڑی، اس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ روح کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا اور اگلے ہی پل اس کی رفتار اتنی تیز ہوئی کہ اسے اپنے کانوں میں ڈھول بجتا محسوس ہوا۔ موسیٰ آج واقعی اتنے دنوں بعد "سردار" لگ رہا تھا—وہی پرانا موسیٰ جس کی ایک نظر سے دل پگھل جایا

کرتے تھے۔ سفید رنگ اس کی گندمی رنگت پر بہت جچ رہا تھا، اور اس کے وجود سے اٹھنے والی عطر کی بھینی بھینی خوشبو پورے لاؤنج میں پھیل رہی تھی۔

"موسیٰ۔۔۔؟"

روح کے لبوں سے نکلا، اس کی آواز میں حیرت اور ستائش دونوں تھیں۔ موسیٰ نے رک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں وہی مخصوص گہرائی تھی جو روح کو ہمیشہ اپنے حصار میں لے لیتی تھی۔

"جی روحِ موسیٰ!"

اس نے ایک دلکش مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ روح نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا اور پھر اپنی فکرمندی کو زبان دی۔

"آپ۔۔۔آپ یہ تیار ہو کر کہاں جا رہے ہیں؟ابھی تو آپ کی پٹیاں پوری طرح کھلی بھی نہیں ہیں اور ڈاکٹر نے آپ کو مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے۔"
روح نے اسے دیکھا کر فکر مندی سے کہا۔

"بہت دنوں سے میں حویلی میں بند ہوں، باہر لوگوں کو میری ضرورت ہے۔کچھ فیصلے کرنے ہیں، کچھ جھگڑے نمٹانے ہیں۔اس لیے بس اب نکل رہا ہوں۔"
موسیٰ نے اپنی گھڑی درست کی اور بڑے اطمینان سے بولا روح نے فوراً اس کے سامنے آکر اس کا راستہ روکا۔اس کی آنکھوں میں صاف انکار تھا۔

"بالکل نہیں! آپ کہیں نہیں جا رہے۔ قبیلے کے کام کہیں بھاگے نہیں جا رہے، لیکن آپ کی صحت سب سے پہلے ہے۔ ابھی دو دن پہلے ہی تو ڈاکٹر نے کہا تھا کہ آپ کو ابھی کچھ دن آرام کرنا چاہیے تاکہ زخم پوری طرح بھر جائیں۔"

روح اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی تھی۔

"روح، میں اب ٹھیک محسوس کر رہا ہوں۔ یہ چھوٹی موٹی چوٹیں مجھے کام سے نہیں روک سکتیں۔ تم راستہ چھوڑو، مجھے دیر ہو رہی ہے۔"

موسیٰ نے ایک ابرو اچکائی۔

"نہیں موسیٰ! میں راستہ نہیں چھوڑوں گی۔"

روح نے ضد سے کہا۔

"آپ ابھی اپنے وجود پر بوجھ نہیں ڈال سکتے۔ اگر کوئی زخم دوبارہ کھل گیا تو؟ آپ کو اندازہ ہے کہ مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے آپ کو اس حال میں دیکھ کر؟"

روح کی اواز میں ہلکی نمی آگئی تھی ان دونوں کے درمیان ایک خاموش جنگ شروع ہو چکی تھی۔ موسیٰ کی انا اور روح کی محبت ایک دوسرے کے سامنے کھڑی تھیں۔ موسیٰ نے ایک قدم آگے بڑھایا، مگر روح اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔

"بہت ضدی ہو گئی ہو تم۔"
موسیٰ نے دبی آواز میں کہا۔

"صرف آپ کے معاملے میں۔"
روح نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"آپ واپس کمرے میں جا رہے ہیں، بس!"
روح نے اسے خاموش دیکھ کر ایک بار پھر کہا۔

"جان موسی تھوڑی دیر میں اجاؤں گا نا ابھی مجھے جانے دو پلیز"
سردار موسیٰ نے اس کو التجائی نظروں سے دیکھا تھا۔

"ہر گز بھی نہیں میں نے کہہ دیا نا اب نہیں جائیں گے تو نہیں جائیں گیں"
روح اپنی بات پر اڑ گئی تھی اس نے آج موسیٰ کو جانے نہیں دینا تھا۔

"اور کیوں نہیں جانے دینا"
موسی نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔۔

"کیونکہ اپ کی طبیعت نہیں صحیح ہے اور میں نہیں چاہتی اپ باہر جائیں"
روح نے فوراً سے جواب دیا۔۔

"کیوں کیا پھر ہم کمرے میں چلیں"
سردار موسی کے لہجے میں شرارت اگئی تھی۔۔

"موسیٰ"
روح نے سختی سے اس کا نام لیا تھا۔
کچھ دیر کی نوک جھونک اور بحث کے بعد، موسیٰ کو احساس ہوا کہ وہ روح کی اس والہانہ فکر کے سامنے نہیں جیت پائے گا۔اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی ہار تسلیم کی، مگر اس کی آنکھوں میں ایک شرارت سی لہرائی۔

"ٹھیک ہے۔۔۔تم جیت گئیں۔میں باہر نہیں جا رہا۔"

موسیٰ نے اپنے ہاتھ کھڑے کر دیے۔ روح کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ آئی، مگر وہ مسکراہٹ زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی کیونکہ موسیٰ اس کے بالکل قریب آ گیا تھا۔ اس نے جھک کر روح کے کان کے قریب سرگوشی کی، جس سے روح کے پورے وجود میں ایک جھرجھری دوڑ گئی۔

"اگر میں باہر نہیں جاؤں گا، تو پھر میرے پاس بہت وقت ہے۔ اور اس وقت میں تمہارے اندر سمانے کا پورا ارادہ رکھتا ہوں۔ اب جب میں باہر نہیں جا سکتا تو پھر تمہارا قیدی بن کر رہنا پسند کروں گا۔ چلو، آ جاؤ کمرے میں!"

روح کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں کوئی سن نہ لے۔

"موسیٰ! کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ حالت دیکھی ہے آپ نے اپنی؟ آپ کو بہت ساری چوٹیں آئی ہوئی ہیں، ڈاکٹر نے صاف منع کیا ہے کہ آپ اپنے وجود پر ذرا بھی زور نہیں دیں گے۔"

روح نے اپنی شرم پر قابو رکھتے ہوئے کہا تھا۔ موسیٰ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"ڈاکٹر کی تو ایسی کی تیسی! وہ میرا معالج ہے، میرا مالک نہیں۔ اور جہاں تک وجود پر زور دینے کی بات ہے، تو وہ میں دیکھ لوں گا۔ اب تم شرافت سے کمرے میں آ رہی ہو یا میں کچھ اور کروں؟"

موسیٰ نے اسے دیکھ اس کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"موسیٰ! کبھی تو بات سن لیا کریں، ہمیشہ اپنی من مانی کرتے ہیں۔"

روح نے اسے سمجھانے کی کوشش کی، مگر اس کی آواز میں اب وہ سختی نہیں رہی تھی۔

"روح، تم میری ہو کہ نہیں؟"

موسیٰ نے اچانک سنجیدہ ہو کر پوچھا، اس کی آنکھیں روح کی آنکھوں میں گڑ گئیں۔ روح کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ 'نہ' کہے تاکہ موسیٰ آرام کر سکے، مگر اس کی زبان نے ساتھ نہیں دیا۔ اس سے پہلے کہ روح کچھ اور بولتی یا مزاحمت کرتی، موسیٰ نے ایک جھٹکے سے اسے اپنی مضبوط باہوں میں بھر لیا۔

"موسیٰ! چھوڑیں، آپ کو درد ہو گا!"

روح نے دبی آواز میں احتجاج کیا، مگر موسیٰ نے اس کی ایک نہ سنی۔اس نے روح کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا، جہاں اس کے دل کی دھڑکنیں واضح سنائی دے رہی تھیں۔ موسیٰ نے اسے اٹھائے ہوئے بڑے وقار کے ساتھ اپنے قدم کمرے کی طرف بڑھائے۔ روح نے ہار مان کر اپنا سر اس کے چوڑے شانے پر ٹکا دیا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔ کمرے کا دروازہ موسیٰ نے اپنے پیر سے بند کیا اور دنیا کی تمام فکروں کو باہر چھوڑ کر وہ اپنی اس خوبصورت کائنات کے ساتھ تنہائی کے حصار میں داخل ہو گیا۔۔

"ہاں تو اب بتاؤ میڈم کچھ کہہ رہی تھی"

سردار موسیٰ نے اب تک اسے اپنے باہوں میں لیا ہوا تھا۔

"مین۔۔۔۔میں"

روح نے اس کی طرف دیکھا وہ اٹکتے ہوئے بولی۔

"ہاں جی تم بولو نہ"

سردار موسیٰ نے اس کے چہرے کی رنگت دیکھ کر کہا۔

"میں یہ کہہ رہی تھی اپ کو ارام کی ضرورت ہے"

روح نے فوراً سے کہا اور موسیٰ کو دیکھا۔۔

"لیکن مجھے تو ایسا بالکل بھی نہیں"

سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"کیوں اپ مجھے بھی تنگ کر رہے ہیں اور خود بھی تنگ ہو رہے ہیں جب میں نے ایک مرتبہ کہا ہے اپ کو ضرورت ہے ارام کی تو مطلب ہے"

روح نے غصے سے کہا تھا۔

"لیکن مجھے تو اپنے باہوں میں موجود اپنی لڑکی کی ضرورت ہے"
سردار موسیٰ نے شرارتی انداز میں کہا تھا۔

"بلکل بھی نہیں ڈاکٹر نے اپ کو منع کیا اپ اپنے وجود پہ زور نہیں دیں گے اور مجھے اتاریں"
روح نے جلدی سے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہاں کا سردار ہوں میں کوئی عام شخص نہیں یہ چھوٹی موٹی چھوٹے میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لیے چپ چاپ اپنے شوہر کی بات مانو میں تو اچھا خاصا باہر جا رہا تھا تم نے خود مجھے روک کر یہ مصیبت مول لی ہے اب اسے سنبھالو بھی"
سردار موسیٰ نے اسے آنکھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

"موسیٰ میں اپ کا کیا کروں اپ سنتے ہی نہیں ہیں"
روح نے معصومیت سے کہا تھا۔

"تم بس موسیٰ کی ہر بات مانو پھر وہ بھی تمھاری سن کے گا"
سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

"مانتی تو ہو لیکن اپ میری کوئی بھی بات نہیں مانتے"
روح نے غصے سے سردار موسیٰ کو دیکھا۔۔

"شششش اب خاموش اب تمہاری اواز نہ ائے کیونکہ سردار موسی کو روک کر اس کا مونڈ تم نے خود رومینٹک بنایا ہے"

سردار موسیٰ نے اب کی بار ہونٹ اس کے گال پر رکھے تھے جبکہ روح نے آنکھیں بند کر لی۔

سردار موسیٰ نے روح کو بہت آہستگی سے بیڈ کے نرم گدیلے پر لٹایا، مگر اس کی گرفت روح کی کلائی پر اب بھی برقرار تھی۔

کمرے میں پھیلی خاموشی اب ان دونوں کے سانسوں کی آواز سے ٹوٹ رہی تھی۔

کھڑکی کے پردوں سے چھن کر آتی سنہری دھوپ روح کے چہرے پر پڑ رہی تھی، جس سے اس کی رنگت مزید نکھر گئی تھی۔

موسیٰ نے بیڈ کے کنارے بیٹھتے ہوئے اپنا چہرہ روح کے چہرے کے اتنا قریب کیا کہ روح کو اس کے گرم سانس اپنی جلد پر محسوس ہونے لگے۔

"تمہیں پتا ہے روح۔۔۔جب میں نے تمہیں اس دن اس حال میں دیکھا تھا، تو مجھے لگا تھا کہ میری کائنات لٹ گئی ہے۔"

موسیٰ کی آواز اب کسی گہری سرگوشی کی طرح اس کے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔

"میں نے خدا سے صرف ایک ہی دعا مانگی تھی کہ یا تو تمہیں بچا لے یا موسیٰ کی روح قبض کر لے۔ کیونکہ تمہارے بغیر یہ سرداری، یہ موسیٰ، یہ جاہ و جشن سب مٹی ہے۔"

"ایسی باتیں نہ کریں موسیٰ۔ میں اب آپ کے پاس ہوں، محفوظ ہوں۔" روح نے نم آنکھوں سے موسیٰ کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ اب بھی موسیٰ کے چوڑے شانوں پر ٹکے ہوئے تھے۔

"ہاں تم میرے پاس ہو، اور یہی سچ مجھے جینے کی ہمت دیتا ہے۔" موسیٰ نے جھک کر اس کی گردن کے قریب اپنی پیشانی ٹکا دی۔

"تمہاری خوشبو، تمہارا یہ احساس۔۔۔ یہ سب میرے زخموں کے لیے کسی مرہم سے کم نہیں ہے۔ تم کہتی ہو نا کہ ڈاکٹر نے منع کیا ہے؟ کیا اس ڈاکٹر کو پتا ہے کہ سردار موسیٰ کی رگوں میں دوڑنے والا خون صرف تمہاری محبت کی حرارت سے گرم رہتا ہے؟"

روح کے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی۔ موسیٰ کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ اس کے دل کی گہرائیوں میں اتر رہا تھا۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دل پر رکھا۔

"سنو اسے۔۔۔ یہ دھڑکن صرف تمہارا نام لیتی ہے۔ ہر دھڑکن کے ساتھ ایک ہی صدا آتی ہے کہ روح صرف موسیٰ کی ہے اور موسیٰ صرف روح کا۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ سردار موسیٰ سنگدل ہے، لیکن انہیں کیا پتا کہ اس سنگدل کے پاس ایک ہی دل ہے اور وہ بھی تمہاری محبت کی زنجیروں میں قید ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ وقت یہیں تھم جائے، نہ سورج ڈھلے اور نہ یہ لمحہ ختم ہو۔"

موسیٰ نے بہت پیار سے روح کے بالوں کی ایک لٹ کو اس کے کان کے پیچھے اڑسا اور اس کے کان کے پاس جھک کر انتہائی مدھم لہجے میں بولا۔

"آپ بہت باتیں بنانے لگے ہیں موسیٰ۔ میں تو بس آپ کی فکر کر رہی تھی۔"

روح نے شرماتے ہوئے اپنی پلکیں جھکا لیں۔

"فکر؟"

موسیٰ نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور اس کے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوا۔

"تمہاری یہ فکر ہی تو میری سب سے بڑی طاقت ہے۔ تم جب میری ڈھال بن کر کھڑی ہوتی ہو، تو مجھے لگتا ہے کہ میں پوری دنیا سے اکیلا لڑ سکتا ہوں۔ لیکن جب تم اپنی ان جھیل جیسی آنکھوں میں آنسوں لاتی ہو، تو میں اندر سے ٹوٹ جاتا ہوں۔ اب وعدہ کرو، کبھی میری نظروں سے دور نہیں جاؤ گی؟"

"کبھی نہیں۔۔۔"

روح نے سرگوشی کی۔

"تم میری زندگی کی وہ صبح ہو جس کا انتظار میں سب روز کرتا ہوں۔ ہر دکھ، ہر درد تمہاری ایک مسکراہٹ پر قربان۔ آج جو سکون مجھے تمہارے اس قرب میں مل رہا ہے، وہ دنیا کی کسی آسائش میں نہیں ہے۔"

موسیٰ کا پیار اب مزید گہرا ہو رہا تھا۔ اس نے روح کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور انہیں چومتے ہوئے بولا۔

کچھ دیر اسی رومانوی سحر میں گزرنے کے بعد، جب ماحول میں تھوڑا ٹھہراؤ آیا، تو روح کو پھر سے موسیٰ کے زخموں کا خیال ستانے لگا۔ اس نے آہستہ سے موسیٰ کو خود سے دور ہٹانے کی کوشش کی۔

"اچھا اب بس۔۔۔ بہت ہو گئی آپ کی شاعری۔ اب ذرا پیچھے ہٹیں، مجھے آپ کی پٹیاں چیک کرنی ہیں، کہیں خراب تو نہیں ہو گئی آپ کی اس زبردستی کی وجہ سے؟" روح نے بھنویں سکیڑ کر کہا۔

"لیکن جان موسی ابھی تک تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے صرف سرگوشیاں کی ہیں اپنی محبت بتائی ہے"

موسیٰ نے شرارت سے آنکھ ماری۔ جبکہ اس کی اس بات پر روح لال انار ہوئی۔

"آپ کو ہر وقت رو مینس کی ہی کیوں پڑی ہوتی ہے کچھ اپنا بھی خیال کریں"

روح نے ڈانٹتے ہوئے کہا۔۔

"اپنا ہی تو خیال کہہ رہا ہوں تمہاری قربت میں ہی تو میں بالکل ٹھیک رہتا ہوں اور تمہاری یہی قربت مجھے سکون دیتی ہے جب میں تمہارے اندر کھوتا ہوں تو دنیا کی تکلیف اور خیالوں سے دور چلا جاتا ہوں اپنے بارے میں ہی تو سوچ رہا ہوں"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ دوبارہ سے رکھے۔۔

"شششش اب آواز نہ آئے"

روح نے بولنے کے لیے کب کھولے تھے لیکن سردار موسیٰ نے منع کر دیا اور اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی۔ کمرے کی فضا اب مکمل طور پر ان دونوں کے جذبات کے زیرِ اثر تھی۔

موسیٰ نے اپنی انگلی روح کے ہونٹوں سے ہٹائی، مگر اس کا چہرہ ابھی بھی روح کے رخسار کے بہت قریب تھا۔

"تمہاری یہ خاموشی، تمہاری یہ جھکی ہوئی پلکیں۔۔۔ یہ سب میرے لیے کسی چیلنج سے کم نہیں ہیں روح"

اس کی آواز میں اب ایک عجیب سی گھمبیرتا اور تپش تھی۔

موسیٰ نے بہت آہستہ سے، جیسے کوئی بہت قیمتی چیز چھو رہا ہو، اپنے لب روح کے گلابی ہونٹوں پر رکھ دیے۔

سردار موسیٰ کا لمس اتنا نرم اور اتنا والہانہ تھا کہ روح کے پورے وجود میں جیسے کرنٹ دوڑ گیا۔

اس نے بے اختیار موسیٰ کے سفید کرتے کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

موسیٰ کی اس قربت نے روح کے تمام احتجاج، تمام فکریں اور تمام ڈر ایک لمحے میں مٹا دیے تھے۔

کچھ لمحوں بعد جب موسیٰ نے اپنے لب ہٹائے، تو روح کا سانس پھول رہا تھا۔

اس کی رنگت اب کسی تپتے ہوئے کندن کی طرح دمک رہی تھی۔

موسیٰ رکا نہیں، اس کا پیار اب ایک سیلاب کی طرح تھا جو ہر رکاوٹ کو بہا لے جانے پر تلا تھا۔

اس نے اپنا چہرہ تھوڑا نیچے جھکایا اور اپنے تپتے ہوئے لب روح کی مخملی گردن پر رکھ دیے۔

روح کے حلق سے ایک دبی سی سسکی نکلی اور اس کی آنکھیں شدتِ جذبات سے مزید بند ہو گئیں۔

"موسیٰ۔۔۔پلیز۔۔۔"

روح کی آواز اب محض ایک سرگوشی بن کر رہ گئی تھی، جس میں التجا بھی تھی اور سپردگی بھی۔

"روح، تم میری روح کی تسکین ہو۔ تمہارا یہ لمس میرے جسم کے ہر درد کا مداوا ہے۔ مجھے کسی میڈیسن کی ضرورت نہیں، بس تم میرے حصار میں رہو، یہی میری زندگی ہے۔"

موسیٰ نے اس کی گردن پر اپنے لبوں کا لمس چھوڑتے ہوئے، اس کے کان کے قریب ایک بار پھر سرگوشی کی۔

اس نے روح کے گالوں کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور باری باری ان پر اپنے پیار کی مہر ثبت کی۔

اس کے بوسے روح کے ماتھے سے شروع ہو کر اس کی ٹھوڑی تک کا سفر طے کر رہے تھے۔ ہر لمس کے ساتھ موسیٰ اپنی محبت کا اعتراف کر رہا تھا۔

کمرے میں موجود وقت جیسے تھم چکا تھا۔ باہر کی دنیا، قبیلے کے جھگڑے، حویلی کے مسائل، سب کہیں دور پیچھے رہ گئے تھے۔

اس وقت صرف سردار موسیٰ تھا اور اس کی وہ منزل تھی جس کی خاطر اس نے اپنی جان تک کی بازی لگا دی تھی۔

موسیٰ کا ہاتھ اب روح کی کمر کے گرد تھا، اسے مزید خود سے قریب کرتے ہوئے، جیسے وہ اسے اپنے وجود کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔

💗💗

گلناز تین دن سے اس کمرے میں قید تھی اس کا کھانا پینا سب ہی اندر دیا جاتا تھا۔

رومان کی ماں نے اس سے بات کی تھی کہ بس کرو اب اس سے بات کرو کیوں کہ ایسے گھر کا ماحول بہت خراب ہو رہا ہے۔

اور یہ سب صحیح بھی نہیں ہے ان کی اس بات کو مانتے ہوئے رومان رئیس نے اس سے ایک بار پھر بات کرنے کا سوچا تھا۔

رومان نے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ بیڈ پر بیٹھی ہوئی تھی صبح سے وہ چیخ رہی تھی اب شاید تھک گئی تھی۔

دروازہ کھولنے اور رومان کو دیکھ کر وہ فورا سے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی اور پاگلوں کی طرح اس کی طرف بڑی۔

گلناز کی آنکھوں میں وحشت تھی اور چہرے پر بکھرے بال اس کی ذہنی کیفیت کا پتا دے رہے تھے۔

جیسے ہی رومان رئیس نے کمرے میں قدم رکھا، وہ کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح اس کی سمت لپکی اور اس کے قمیض کے گریبان کو اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ لیا۔

اس کی انگلیاں رومان کے کالر میں پیوست ہو رہی تھیں اور وہ اسے پوری قوت سے جھنجھوڑ رہی تھی۔

"تم اب آئے ہو؟ تین دن بعد تمہیں میری یاد آئی؟ تم نے مجھے کمرے میں کیوں قید کیا"

وہ دھاڑی، اس کی آواز میں وہی پرانی کڑواہٹ اور جنون تھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے، تم مجھے یہاں بند کر کے میرا غرور توڑ دو گے؟ تو ایسا کبھی بھی نہیں ہو گا میں تمہیں ایسا کرنے نہیں دوں گی"

رومان نے کوئی ردِ عمل ظاہر نہیں کیا، وہ بس سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

اس کی یہ خاموشی گلناز کو مزید آگ بگولہ کر رہی تھی۔ اس نے رومان کا کالر مزید سختی سے کھینچا اور اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب لے آئی۔

"تمہاری شرافت کا نقاب اب اتر چکا ہے رومان رئیس! تم ایک گرے ہوئے انسان کو تم نے مجھ سے شادی صرف اس لیے کی تھی کہ تم حویلی میں اپنا مقام بنا سکو۔ تم ایک مفاد پرست انسان ہو جسے بس ہوس ہے۔۔۔ ہاں! تمہیں صرف اقتدار اور اپنے مطلب کی ہوس ہے۔ تم نے بھائی کی وجہ سے مجھ سے شادی نہیں کی ورنہ کوئی بھی شخص اتنا ساوہ ہونے کے بعد میری سچائی معلوم ہونے کے بعد شادی نہیں کرتا تم نے صرف اور صرف اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے مجھ سے شادی کی ہے"

لفظ 'ہوس' گلناز کی زبان سے نکلتے ہی کمرے کی فضا جیسے منجمد ہو گئی۔

رومان کی آنکھوں میں ایک دم غصے کی لہر دوڑی۔ وہ شخص جس نے ہمیشہ ضبط کا دامن تھاما تھا، جس نے گلناز کی ہزار تلخیاں ہنس کر برداشت کی تھیں، آج اس کی برداشت کا پیمانہ لبریز ہو گیا تھا۔

اس عورت نے نہ صرف اس کے کردار پر حملہ کیا تھا بلکہ اس کے خلوص کی توہین کی تھی۔

رومان نے بجلی کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ اٹھایا اور ایک زوردار تھپڑ گلناز کے چہرے پر رسید کیا۔

تھپڑ کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی اور گلناز کا سر ایک جھٹکے سے دوسری طرف مڑ گیا۔

اس کی گرفت رومان کے کالر پر ڈھیلی پڑ گئی اور وہ لڑکھڑاتی ہوئی بیڈ کے کنارے جا گری۔

کمرے میں چند لمحوں کے لیے قبرستان جیسی خاموشی چھا گئی۔

گلناز نے اپنا ہاتھ اپنے گال پر رکھا، جہاں انگلیاں ابھر آئی تھیں۔اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"تم نے۔۔۔ تم نے مجھے مارا؟"

اس نے ہکلاتے ہوئے پوچھا، اس نے آہستہ سے اپنا سر اٹھایا اور رومان کو دیکھا جو اب بھی غصے سے ہانپ رہا تھا۔

"ہاں! میں نے تمہیں مارا!"

رومان نے دھاڑ کر کہا، اس کا لہجہ اب قابو سے باہر تھا۔ "اور یہ تھپڑ تمہارے اس گھٹیا گمان پر ہے جو تم نے میرے بارے میں پالا ہوا ہے۔ گلناز! میں نے تمہیں کیا کچھ نہیں دیا؟ عزت، دی تمھیں تمھاری مرضی کرنے دی اگر مجھے ہوا ہی ہوتی نا تو شادی کی پہلی رات ہی میں پوری کر چکا ہوتا لیکن تم؟ تم نے اس محبت کو ہوس کا نام دیا؟ تم نے میرے کردار پر انگلی اٹھائی؟"

وہ ایک قدم آگے بڑھا اور جھک کر گلناز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔

"جس ہوس کی تم بات کر رہی ہو نا، وہ میرے اندر نہیں، تمہارے اندر پل رہی ہے۔ اقتدار کی ہوس، دوسروں کو نیچا دکھانے کی ہوس، اور اپنی جھوٹی انا کی ہوس! تم نے اپنوں کی عزت کو بازار میں نیلام کرنے کی کوشش کی، تم نے ایک معصوم لڑکی کی زندگی برباد کرنی چاہی، اور آج تم مجھے مفاد پرست کہہ رہی ہو؟"

"ہاں! تم سب ایک جیسے ہو——"

گلناز نے ایک بار پھر چیخنے کی کوشش کی،

"خاموش!"

رومان نے گرج کر اسے خاموش کروادیا۔۔رومان کا غصہ اب اس نہج پر پہنچ چکا تھا جہاں انسان کی عقل پر جذبات کا غلبہ ہو چکا تھا۔ گلناز کے لگائے گئے "ہوس" کے الزام نے رومان کے اندر چھپے اس ضبط کو جلا کر راکھ کر دیا تھا جو وہ اس کے آگے کر جاتا تھا۔اس کے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں اور آنکھوں میں غیظ و غضب کی سرخ لہریں دوڑ رہی تھیں۔

"کیوں نہ اس ہوس کو پورا کر لیا جائے کیا خیال ہے؟"

رومان کے ان الفاظ نے گلناز کے جسم میں خوف کی ایک لہر دوڑا دی۔

وہ جواب تک شیرنی بن کر دھاڑ رہی تھی، رومان کے بدلے ہوئے لہجے اور اس کی آنکھوں میں چھپی وحشت کو دیکھ کر اندر تک کانپ گئی۔

"نہیں نہیں۔۔۔تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے! میں تمہاری جان نکال لوں گی رومان!"

گلناز نے پیچھے ہٹتے ہوئے بد حواسی میں کہا، مگر اس کی آواز میں اب وہ پہلے جیسی گھمبیرتا نہیں تھی، بلکہ ایک واضح تھرتھراہٹ تھی۔

"جان تو تم میری پہلے ہی نکال چکی ہو گلناز، اپنے لفظوں سے، اپنی ان گھٹیا باتوں سے!"

رومان اس کی طرف ایک شکاری کی طرح بڑھا۔ اس کے قدموں کی چاپ گلناز کے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ تال میل کھا رہی تھی۔

گلناز بیڈ پر پیچھے کی طرف کھسکتی گئی یہاں تک کہ اس کی پیٹھ بیڈ کی پشت سے جا لگی۔

"دور رہو مجھ سے! میں کہہ رہی ہوں دور رہو!"

اس نے اپنے دونوں ہاتھ دفاع میں آگے کر دیے، مگر رومان نے ایک ہی جھٹکے میں اس کے دونوں ہاتھ اپنی ایک مضبوط گرفت میں جکڑ لیے۔

"نہیں رہوں گا دور! اب تو بالکل بھی نہیں رہوں گا!"

رومان کی آواز اس کے چہرے کے بالکل قریب گونجی۔

"تم نے کہا تھا نا کہ میں ہوس کا پجاری ہوں؟ تو آج میں تمہیں ثابت کروں گا کہ ایک مرد جب اپنی انا پر لگنے والی چوٹ کا بدلہ لیتا ہے، تو وہ کتنا خطرناک ہو سکتا ہے۔"

"رومان چھوڑو مجھے! تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟"

گلناز نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی، مگر رومان کی گرفت لوہے کی مانند سخت تھی۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے گلناز کا وہ دوپٹہ، جو اس کے شانوں پر بکھرا ہوا تھا، ایک جھٹکے سے کھینچ کر فرش پر پھینک دیا۔

دوپٹہ ہوا میں لہراتا ہوا دور جا گرا، اور اب گلناز کا وہ فٹنگ والا لباس اس کے وجود کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔

گلناز کی سانسیں اکھڑنے لگی تھی اس نے آج تک رومان کا یہ روپ نہیں دیکھا تھا۔

رومان نے اس کے چہرے کو اپنی گرفت میں لیا، اس کی انگلیاں گلناز کی نرم جلد میں پیوست ہو رہی تھیں۔

"تم نے میرے خلوص کی توہین کی ہے گلناز۔ میں نے تمہیں عزت دی، اور تم نے اسے گندگی کا نام دیا۔ اب دیکھو کہ وہ گندگی کیا ہوتی ہے۔"

رومان نے انتہائی شدت سے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔ اس کے لمس میں پیار نہیں تھا، بلکہ ایک انتقام چھپا تھا ایک سزا تھی جو وہ گلناز کو اس کی بدزبانی پر دے رہا تھا۔

گلناز نے اپنا سر ادھر ادھر گھمانے کی کوشش کی، اس نے رومان کے سینے پر اپنے ہاتھ مارے، مگر رومان کے وجود کی سختی کے سامنے اس کی ہر کوشش رائیگاں تھی۔

وہ اس شدت سے اسے توڑ رہا تھا جیسے وہ گلناز کے وجود سے اس کا غرور نچوڑ لینا چاہتا ہو۔

گلناز کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کے گالوں پر لکیریں بنانے لگے، مگر رومان اب کسی کی نہیں سننے والا تھا۔ اس نے گلناز کو بیڈ پر پٹخ دیا اور اس کے اوپر جھک گیا۔ گلناز کا لباس، جو اس نے بڑے شوق سے فِٹنگ میں سلوایا تھا، اب اس کے لیے وبالِ جان بن رہا تھا۔

رومان کے ہاتھ گلناز کی قمیض کی پشت پر لگی ڈوریوں تک پہنچے۔

اس نے ایک ہی جھٹکے میں وہ ڈوریاں کھول دیں، جس سے لباس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

"رومان۔۔۔ خدا کے لیے رک جاؤ۔۔۔ میں مر جاؤں گی۔۔۔"

گلناز نے بے بسی سے اسے روکنے کی کوشش کی۔

"مرنا تو تمہیں تب چاہیے تھا جب تم نے اپنی ہی عزت کا سودا کیا تھا موسیٰ پر الزام لگا کر!"

رومان نے اس کی گردن پر اپنے ہونٹ جماتے ہوئے کہا۔ اس کا ہر لمس گلناز کے لیے ایک تازیانہ تھا، اور وہ اسے ایسے زخم دے رہا تھا جو کہ کبھی بھر نہ پائیں۔

رومان نے اس کی مزاحمت کو کچلتے ہوئے اس کے وجود پر اپنا حق جتانا شروع کر دیا۔

کمرے میں صرف گلناز کی سسکیوں اور رومان کی بھاری سانسوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔

گلناز، جو ہمیشہ خود کو بہت طاقتور سمجھتی تھی، آج رومان کی مردانہ وجاہت اور اس کے بے پناہ غصے کے سامنے ایک تنکے کی طرح بکھر رہی تھی۔

اس نے گلناز کی ہر چیخ کو اپنے بوسوں میں دبا دیا تھا۔ وہ اس کے وجود کے ہر حصے کو اس شدت سے تسخیر کر رہا تھا کہ گلناز کو اپنی جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

رومان کی آنکھوں میں اب صرف ایک ہی مقصد تھا گلناز کو اس کی اوقات یاد دلانا اور اسے یہ بتانا کہ جس مرد کو وہ کمزور سمجھتی تھی، وہ اس کی کائنات کو تہہ و بالا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

کئی گھنٹوں کی اس وحشت اور شدت کے بعد، جب رومان کا غصہ کچھ سرد ہوا، تو اس نے گلناز کو اسی حال میں چھوڑا اور بیڈ سے دور ہٹ گیا۔

گلناز بیڈ کے ایک کونے میں سمٹی ہوئی، بکھرے بالوں اور پھٹی ہوئی قمیض کے ساتھ بے جان پڑی تھی۔ اس کی آنکھیں چھت کو تک رہی تھیں، جہاں اب اسے صرف اپنی بربادی کا عکس نظر آ رہا تھا۔

رومان نے اپنا بکھرا ہوا حلیہ درست کیا اور آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں اب بھی وہ سرخی موجود تھی۔اس نے مڑ کر ایک نظر گلناز پر ڈالی جو اب کسی لٹی ہوئی متاع کی طرح خاموش تھی۔

"اب کبھی ہمت مت کرنا رومان رئیس کے کردار پر انگلی اٹھانے کی۔"
اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"تم نے ہوس کا نام لیا تھا نا؟ امید ہے اب تمہیں ہوس اور حق کے درمیان فرق سمجھ آ گیا ہو گا۔"
رومان نے کمرے کا دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا، تالے کی وہی پرانی گونج ایک بار پھر سنائی دی، مگر اس بار اس تالے نے گلناز کے جسم کو نہیں، بلکہ اس کی روح کو ہمیشہ کے لیے قید کر دیا تھا۔
وہ گلناز جو سید حویلی کی بیٹی تھی، آج اپنی ہی نظروں میں گر چکی تھی۔اس کا تکبر، اس کا رعب اور اس کی ضد، سب رومان کی اس ایک رات کی شدت کی نذر ہو چکے تھے۔

آریز نقوی نے فلیٹ میں قدم رکھا تو پورے فلیٹ میں اندھیرہ تھا اسے سمجھ نہیں آیا کہ یہ اندھیرہ کیوں ہے کیوں جب بھی وہ آتا تھا فلیٹ مکمل طور پر روشن ہوتا تھا لیکن آج فلیٹ میں بلکل اندھیرہ تھا اسے یہ بات عجیب لگی تھی اس نے اپنے موبائل کی فلیش ان کی اور اپنا بیگ صوفے پر رکھا تھا۔۔

"قندیل"

اس نے زور سے قندیل کو آواز لگائی جبکہ اس کی اواز سن کر وہ جو ایک کونے میں انکھیں بند کر کے بیٹھی تھی اس کے چہرے پر خوف تھا اس نے فوراً سے اپنی آنکھیں کھولیں تھی اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑی ہوئی شام سے لائیٹ نہیں آرہی تھی پتہ نہیں کیا مسئلہ ہوا تھا لیکن ان کے فلیٹ میں لائیٹ نہیں تھی۔ قندیل اپنی جگہ سے بھاگی تھی آریز نے بھی موبائل کی روشنی اس کو ڈھونڈنے کے لیے ادھر اُدھر گھمائی تب ہی اسے قندیل نظر آئی جو بھگاتے ہوئے اس کی طرف آرہی تھی آریز نقوی کا دل ایک لمحے کے لیے دھڑکنا بھول گیا تھا۔ موبائل کی فلیش لائٹ کی ہلکی سی لکیر میں اس نے دیکھا کہ قندیل بدحواسی میں سیدھی ان نوکیلے کانچ کے ٹکڑوں کی طرف بڑھ رہی تھی جو فرش پر بکھرے کسی زہریلے جال کی طرح اس کا منتظر تھے۔

"قندیل نہیں!"

آریز کی آواز پورے ہال میں گونجی۔ وہ بجلی کی سی تیزی سے فرش پر جھکا۔ اس سے پہلے کہ قندیل کا ننگا پاؤں ان جان لیوا ٹکڑوں پر پڑتا، آریز نے اپنی دائیں ہتھیلی فرش پر بچھادی۔ قندیل کا پورا وزن اس کے ہاتھ کی پشت پر آیا۔ کانچ کے کئی باریک اور نوکیلے ٹکڑے آریز کی کھال میں پیوست ہو گئے، گوشت چاک ہوا اور گرم لہو کی بوندیں سفید فرش پر پھیلنے لگیں، مگر اس نے اف تک نہ کی۔

قندیل جو اندھیرے اور خوف سے پہلے ہی سہمی ہوئی تھی، اس اچانک جھٹکے پر لڑکھڑائی۔ توازن برقرار رکھنے کے لیے اس نے دوسرا قدم بھی آگے بڑھایا۔ آریز نے دیکھا کہ وہاں بھی ٹوٹے ہوئے گلاس کا پیندا پڑا تھا جو کسی خنجر کی طرح اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔ آریز نے لمحہ ضائع کیے بغیر اپنا دوسرا ہاتھ بھی وہاں بچھادیا۔ اب اس کے دونوں ہاتھ قندیل کے پیروں تلے تھے اور کانچ کے ٹکڑے اس کی رگوں کو چیر رہے تھے۔

"آریز۔۔۔!"

قندیل کے حلق سے ایک لرزتی ہوئی چیخ نکلی۔اسے احساس ہوا کہ اس کے پیر کسی نرم مگر گیلی چیز پر جمے ہوئے ہیں۔

"ہلنا مت قندیل! بالکل مت ہلنا۔"

آریز کی آواز میں تکلیف کی لہر تھی مگر لہجہ اب بھی حکم دینے والا تھا۔اس نے اپنے ہاتھوں کی تکلیف کو پسِ پشت ڈال کر پوری قوت سے قندیل کو اوپر اٹھایا اور اسے صوفے کی سمت اچھال دیا تاکہ وہ اس خون آلود فرش سے دور ہو جائے۔خود کو سنبھالتے ہوئے آریز گھٹنوں کے بل بیٹھا۔اس کے دونوں ہاتھوں سے خون فوارے کی طرح بہہ رہا تھا۔درد کی شدت بہت زیادہ تھی لیکن اسے اپنی فکر نہیں تھی فکر تھی تو صرف قندیل تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟ کہیں تمہیں تو نہیں لگی؟"

اس نے آواز میں ہمت پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

قندیل صوفے پر گری ہانپ رہی تھی۔اسی پل لائیٹس آگئی تھی قندیل نے اس کی طرف منہ کیا اور جو منظر دیکھا اس نے اس کے ہوش اڑا دیے۔

آریز کے ہاتھ لہولہان تھے، سفید فرش سرخ ہو چکا تھا اور کانچ کے ٹکڑے اب بھی اس کے گوشت میں پیوست دکھائی دے رہے تھے۔

"یہ۔۔۔یہ"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیا بولے اس وقت وہ پہلے ہی اندھیرے کی وجہ سے بہت ڈری ہوئی تھی اور سب آریز کے ہاتھوں کی حالت دیکھ کر۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ میرے لیے۔۔۔اپنے ہاتھ؟"

قندیل نے حیرانی سے کہا تھا وہ بھاگ کر اس کے پاس آنا چاہتی تھی مگر آریز نے اسے وہیں روک دیا۔

"وہیں رہو! فرش پر ابھی بھی کانچ ہے۔

آریز نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔ آریز کی تنبیہ پر قندیل کے قدم وہیں رک گئے، لیکن اس کی آنکھوں میں کوئی تڑپ یا فکر نہیں تھی جو عام طور پر کسی اپنے کی ایسی حالت دیکھ کر پیدا ہوتی ہے۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی بے چینی اور کوفت تھی—ایسی کوفت جو اسے اس احساس سے پیدا ہو رہی تھی کہ اس کی وجہ سے اس شخص کو یہ کانچ لگے ہیں وہ ساکت کھڑی آریز کے ہاتھوں سے بہتے خون کو دیکھ رہی تھی، جو اب سفید ٹائلوں پر نقش و نگار بنا رہا تھا۔

"وہیں کھڑی رہو قندیل! میں نے کہا نا فرش پر ابھی کانچ کے باریک ذرات ہیں، تمہیں لگ جائیں گے۔"

اسے بے دہانی میں قدم لیتے آریز نے ایک بار پھر کہا آریز نے دانتوں تلے اپنی کراہ دبائی اور ایک ہاتھ کا سہارا لے کر اٹھنے کی کوشش کی۔اس کی ہتھیلیوں سے نکلتا لہو اب اس کے بازوؤں تک بہہ رہا تھا۔

"تمھیں یہ سب کرنے کی ضرورت کیا تھی آریز؟ میں نے کب کہا تھا کہ تم میرے پیروں کے نیچے ہاتھ دو؟ اگر مجھے لگ جاتی تو میں خود دیکھ لیتی، اب یہ جو خون بہہ رہا ہے اور یہ جو تماشہ ہوا ہے، اس کا الزام بھی مجھ پر ہی آئے گا نا؟"

قندیل نے گہرا سانس لیا، اس کے لہجے میں فکر سے زیادہ ایک بوجھل پن تھا۔ آریز، جو درد کی شدت سے نڈھال تھا، اس کی بات سن کر ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ اس نے سر اٹھا کر قندیل کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں تکلیف تو تھی ہی، مگر قندیل کے ان سرد الفاظ نے جیسے اس کے زخموں پر نمک پاش دیا ہو۔

"الزام؟ تمہیں لگتا ہے میں نے یہ کسی کو دکھانے کے لیے یا تم پر احسان کرنے کے لیے کیا ہے؟"

آریز نے اپنے درد کو چھپاتے ہوئے کہا۔

"اور نہیں تو کیا؟"

قندیل نے چڑ کر کہا اور صوفے کے دوسری طرف سے ہو کر کچن کی طرف بڑھی تاکہ کانچ سے بچ سکے۔۔ آریز نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

"میں جارہی ہوں اپنے کمرے میں تم ڈاکٹر کو دیکھ لینا یہ سب"

قندیل نے پانی پیا اور وہاں سب چلی گئی جبکہ آریز حیرانی کے عالم میں اب بھی وہی کھڑا تھا مطلب کوئی انسان اتنا سنگ دل کیسے ہو سکتا ہے؟ آریز نقوی حواس باختہ سا وہیں کھڑا رہ گیا۔ اس کے ہاتھوں سے گرتے خون کے قطرے فرش پر بکھرے کانچ کے ٹکڑوں سے ٹکرا کر ایک عجیب سی آواز پیدا کر رہے تھے، مگر اسے اس وقت جسمانی تکلیف سے زیادہ قندیل کی بے حسی پر حیرت ہو رہی تھی۔ وہ لڑکی جس کے لیے اس نے اپنی ہتھیلیاں نوکیلے کانچ پر بچھا دیں، وہ اسے اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں جا رہی تھی؟

"قندیل۔۔۔!"

آریز کے حلق سے ایک بے جان سی پکار نکلی، مگر قندیل نے پیچھے مڑ کر دیکھنا بھی گوارا نہ کیا۔ کمرے کے دروازے کے بند ہونے کی آواز آریز کے دل پر ہتھوڑے کی طرح لگی۔ اسے پہلی بار احساس ہوا کہ شاید وہ کسی پتھر سے سر ٹکرا رہا ہے۔ درد کی ایک تیز لہر اس کے پور پور میں دوڑی۔ اس نے ہمت جمع کی اور لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ واش بیسن کی طرف بڑھا۔ جب اس نے پانی کھولا اور اپنے زخموں پر ڈالا، تو درد کی شدت سے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ کانچ کے باریک ذرات گوشت کے اندر تک دھنس چکے تھے اور پانی کے بہاؤ کے ساتھ وہ مزید اندر چبھ رہے تھے۔

"کتنی سنگ دل ہو تم قندیل۔۔۔"

اس نے اپنے لہو رنگ ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

وہ چاہتا تو ڈاکٹر کو بلا سکتا تھا، مگر اس وقت اس کا دل بجھ سا گیا تھا۔ اس نے کچن کی دراز سے فرسٹ ایڈ باکس نکالا۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی پٹی کرنا ناممکن تھا، اور کانچ نکالنا اس سے بھی ناممکن تھا لیکن اس نے گھنٹا لگا کر اپنے دونوں زخمی ہاتھوں سے خود کانچ نکالے تھے تکلیف تو اسے بہت ہو رہی تھی لیکن وہ برداشت کر رہا تھا کانچ نکلنے پر اس کے ہاتھ سے پھر سے خون رسنے لگا مگر اس نے ہینڈل کر لیا تھا اس کے بعد اس نے دانتوں سے پٹی کا ایک سرا پکڑا اور جیسے تیسے اپنے زخموں کو ڈھانپنے کی کوشش کی۔ اس عمل میں اس کا سفید کرتا جگہ جگہ سے خون سے آلودہ ہو چکا تھا۔

وہ صوفے پر آ کر ڈھیر ہو گیا۔ پورا فلیٹ روشن تھا، مگر اسے ہر طرف اندھیرا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ قندیل اسے زخمی دیکھ کر شاید پگھل جائے گی، شاید اس کے دل میں آریز کے لیے تھوڑی سی جگہ بن جائے گی، مگر وہ تو اس چوٹ کو بھی ایک "الزام" اور "تماشہ" قرار دے کر چلی گئی۔

دوسری طرف، کمرے میں قندیل بیڈ پر لیٹی چھت کو تک رہی تھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے خون دیکھ کر کچھ محسوس نہیں ہوا تھا، مگر اس کے اندر کی تلخی اور اپنوں سے دور ہونے کے زخم اتنے گہرے تھے کہ اس نے ہمدردی کے ہر راستے کو بند کر رکھا تھا۔ اسے بار بار آریز کا وہ منظر یاد آ رہا تھا جب اس نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر اپنا ہاتھ اس کے پاؤں کے نیچے دے دیا تھا۔

"کیوں کرتے ہو یہ سب؟ کیوں دکھاتے ہو کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو؟"

قندیل نے بے بسی سے سوچا اور تکیے میں منہ چھپا لیا۔ اسے غصہ آ رہا تھا—— خود پر بھی اور آریز پر بھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ آریز کی مقروض ہو، وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے دل میں اس شخص کے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا ہو۔ کافی دیر گزرنے کے بعد جب باہر سے کوئی آواز نہ آئی، تو قندیل سے رہا نہ گیا۔ وہ دبے قدموں باہر نکلی۔ لاؤنج میں آریز صوفے پر سر ٹکائے پڑا تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرہ تکلیف اور نقاہت سے سفید پڑ چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر بندھی پٹیاں خون سے سرخ ہو رہی تھیں، جنہیں دیکھ کر اندازہ ہو رہا تھا کہ پٹی ٹھیک سے نہیں بندھی۔

قندیل خاموشی سے اس کے قریب آکر کھڑی ہو گئی۔ آریز کی سانسیں بھاری تھیں، جیسے وہ نیند میں بھی کسی کرب سے گزر رہا ہو۔ اس وقت وہ آریز نقوی یا وہ انسان لگ ہی نہیں رہا تھا جس نے قندیل کو کیڈنیپ کیا تھا بلکہ ایک ہارا ہوا عاشق لگ رہا تھا جس نے اپنی بہترین متاع اپنے یار کے قدموں میں ڈھیر کر دی تھی۔ قندیل کا ہاتھ بے اختیار اس کے ماتھے کی طرف بڑھا، مگر عین اسی وقت آریز نے آنکھیں کھول دیں۔ قندیل ایک دم پیچھے ہٹی، جیسے کوئی چوری کرتے پکڑی گئی ہو۔

"تم۔۔۔ تم سوئی نہیں؟"
آریز کی آواز حد درجہ کمزور تھی۔

"لائیٹ آگئی تھی نا، تو نیند نہیں آرہی تھی۔"
قندیل نے اپنی گھبراہٹ چھپانے کے لیے روکھا سا جواب دیا۔

"تمہاری پٹیاں خون سے بھر گئی ہیں۔ پورے صوفے پر نشان پڑ رہے ہیں۔"

آریز نے ایک پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔

"معذرت۔۔۔ کل صوفہ صاف کروادوں گا۔ تم جاؤ، آرام کرو۔"

آریز نے کہا قندیل کو اس کی یہ بات تیر کی طرح لگی۔ وہ شخص مر رہا تھا اور اسے صوفے کی صفائی کی فکر پڑی تھی کیونکہ قندیل نے اسے جتا دیا تھا کہ وہ اس کے لیے ایک مصیبت ہے۔

"آؤ ادھر۔۔۔ بیٹھو سیدھے ہو کر۔"

قندیل نے تلخ لہجے میں حکم دیا اور فرسٹ ایڈ باکس اٹھا لائی۔

"رہنے دو قندیل، میں کر لوں گا۔"

آریز نے انکار کرنا چاہا، مگر قندیل نے سختی سے اس کی کلائی تھام لی۔

"خاموشی سے بیٹھے رہو۔ میں نہیں چاہتی کہ تم رات بھر یہاں خون بہاتے رہو کیوں کہ یہ چوٹ میری وجہ سے آئی ہے نہ"

قندیل نے پٹی کھولنا شروع کی۔ جب اس نے جمے ہوئے خون کے نیچے گہرے زخم دیکھے، تو اس کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے کانپ گئے۔ کانچ کا ایک چھوٹا ٹکڑا اب بھی گوشت میں چمک رہا تھا۔ اس نے بہت احتیاط سے چمٹی سے وہ ٹکڑا نکالا۔ آریز کے جسم میں ایک درد کی لہر دوڑی، مگر وہ خاموش رہا۔ وہ بس قندیل کے جھکے ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جو اس وقت اس کے زخم صاف کرنے میں مصروف تھی۔

"اتنے سنگ دل بننے کی اداکاری کہاں سے سیکھی ہے تم نے؟"

آریز نے دبی آواز میں پوچھا۔

"جب سے یہاں آئی ہوں تب سے سیکھی ہے تمھیں دیکھ کر تم بھی تو پہلے کچھ اور تھے اب کچھ اور"

قندیل نے سر نہیں اٹھایا۔ قندیل نے پٹی مکمل کی اور زور سے گرہ لگائی، جس سے آریز کی سسکنی نکل گئی۔

"تم نقوی ہو آریز۔۔۔اور یہی تمہارا سب سے بڑا گناہ ہے۔"

اس نے کہااور باکس سمیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی، مگر اس بار اس کی آنکھوں میں وہ پہلے والی سرد مہری نہیں تھی، بلکہ ایک چھپا ہوا دکھ تھا۔ وہ مڑی اور اپنے کمرے کی طرف چلی گئی، مگر اس بار اس نے دروازہ اتنی زور سے بند نہیں کیا۔ آریز نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھوں کو دیکھا۔ اسے لگا جیسے ان زخموں نے آج قندیل کے حصار میں ایک چھوٹی سا شگاف ڈال دیا ہے۔ اسے اپنی تکلیف اب اتنی زیادہ نہیں لگ رہی تھی، کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ پتھر کے اندر بھی کہیں موم چھپا ہوا ہے، بس اسے پگھلانے کے لیے تھوڑا اور لہو جلانا پڑے گا۔ وہ کچھ سوچ کر کھڑا ہوا اور پھر سے اس کے کمرے کی طرف رخ کیا تھا۔

💗💗

اس نے بہت آہستگی سے دستک دی اور قندیل کے جواب کا انتظار کیے بغیر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

قندیل بیڈ پر بیٹھی کچھ سوچ رہی تھی، آریز کو سامنے دیکھ کر اس کی بھنویں تن گئی۔

"اب کیوں آئے ہو؟ میں نے پٹی کر دی ہے نا، اب جا کر آرام کرو۔"
قندیل نے بیزاری سے کہا، مگر اس کی آواز میں وہ پہلی والی کاٹ اب غائب تھی۔

"تم سے کچھ ضروری بات کرنی ہے قندیل۔"
آریز نے دیوار کا سہارا لیتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے کی زردی ابھی برقرار تھی مگر آنکھوں میں ایک عجیب سا سکون تھا۔

"جو بھی بات ہے کل کر لینا، ابھی جاؤ یہاں سے۔ مجھے نیند آ رہی ہے اور تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

قندیل نے رخ پھیر لیا۔

"نہیں، ابھی بات کرنی ضروری ہے کیونکہ کل صبح میں یہاں نہیں ہوں گا۔"

آریز کے اس جملے پر قندیل نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔

"مطلب؟"

وہ حیران ہوئی۔

"مطلب یہ کہ میں اگلے دو دن فلیٹ پر نہیں آؤں گا۔ مجھے کہیں جانا ہے، ایک بہت ضروری کام سے۔"

آریز نے اپنی بات مکمل کی۔

"کہاں جارہے ہو؟اور اس حالت میں؟تمہارے ہاتھ کام کرنے کے قابل نہیں ہیں اور تم جانے کی بات کر رہے ہو؟"

قندیل کے ماتھے پر سلوٹیں ابھریں۔

"میں اپنی ماما کو نکالنے جارہا ہوں۔وہ بہت عرصے سے جس قید میں ہیں، اب وقت آگیا ہے کہ انہیں وہاں سے آزاد کروالوں۔میں اب مزید انتظار نہیں کر سکتا قندیل۔"

آریز ایک قدم آگے بڑھا اور بہت سنجیدگی سے بولا۔قندیل یہ سن کر حیرانی کے عالم میں اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"ہاں"

آریز نے آہستہ سے کہا۔۔۔

"تم ہوش میں تو ہو یہ کیا کر رہے ہو اپنے ہاتھ کی حالت دیکھی ہے"

قندیل نے حیرانی سے پوچھا۔

"مجھے اس بات سے فرق نہیں پڑتا مجھے اپنی مما کو بچانا ہے اور میں اس کے لیے جاؤں گا"

آریز نے اپنا فیصلہ سنایا تھا۔

"اور میرا کیا؟"

قندیل نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔۔

"کیا مطلب کیا تم یہیں رہو گی"

آریز نے اس کے پاس اتے ہوئے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"میں یہاں اکیلی نہیں میں تمھارے ساتھ ہی جاؤں گی"
قندیل نے فوراسے اپنی بات کہی۔۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا تم یہیں رہو گی تمہاری ضرورت کی ہر چیز تمہیں یہاں مل جائے گی اس کے علاوہ میں کچھ بھی نہیں کہنا چاہتا"
آریز یہ کہہ کر جانے لگا تھا لیکن قندیل اس کے سامنے اگئ تھی۔۔

"ہر گز نہیں تم مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر قید کر کے نہیں جا سکتے"
قندیل نے اس کے سامنے اتے ہوئے بازو پھیلا لیے تھے۔۔

"میری مجبوری ہے قندیل ورنہ میں کبھی بھی نہ جاتا ہوں اور میں تمہیں اپنے ساتھ نہیں لے کر جا سکتا اگر باس کو ذرا سا بھی اندازہ ہوا میری لوکیشن کا اور تم میرے ساتھ ہوئی تو یہ بہت برا ہو جائے گا"

آریز نے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے اس سب کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتا تم مجھے لے کر جاؤ گے تو اس کا مطلب لے کر جاؤ گے"

قندیل نے اس کی بات کو اگنور کرتے ہوئے ضدی لہجے میں کہا تھا۔۔

"بچوں جیسی ضد مت کرو قندیل ویسے بھی تمہاری تو جان چھوٹ جائے گی مجھ سے رہو دو دن سکون سے"

آریز نے دیکھا کہ وہ محبت سے نہیں مان رہی تو اس نے یہ راستہ چنا۔۔

"میں تمہاری بوریت جیسی شکل دیکھ لوں گی لیکن تمہیں اکیلے جانے نہیں دوں گی تم مجھے یہاں اکیلے چھوڑ کر نہیں جا سکتے اگر جاؤ گے تو مجھے ساتھ لے کر جاؤ گے"

قندیل نے اس کے آگے انگلی کرتے ہوئے کہا آریز نے اس کی انگلی پکڑی اور اسے اپنی طرف کھینچا جس وجہ سے قندیل اس کے سینے سے اکر لگی تھی۔۔

"مجھے روک رہی ہو کہیں مجھ سے محبت تو نہیں ہو گئی"
آریز نے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔ قندیل نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کے اسے دور کیا اریز کے ہاتھ میں زخم تھے تو وہ آسانی سے اس سے دور ہو گئی تھی۔

"اتنے برے دن میرے نہیں ائے اور تم جیسے شخص سے وہ بھی محبت ہر گز نہیں مجھے نفرت ہے تم سے تمہارے وجود سے تمہارے ہونے سے"
وہ غصے سے بولی تھی اور اس سے بہت دور ہو گئی۔

"ہم ٹھیک ہے تو دو دن رہنا سکون سے"

آریز نے اپنی بات کہی اور اس کی ایک بھی سنے بغیر کمرے سے نکل گیا تھا جبکہ قندیل نے اس کے پیچھے جانے کی کوشش کی تھی لیکن پھر اچانک رک گئی۔ وہ کچھ سوچ کر واپس اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئی تھی کیونکہ اریز کے ارادے بتا رہے تھے وہ اسے ساتھ نہیں لے کر جانے والا اور وہ اپنی ماں کو بچانے بھی ضرور جائے گا۔

💗💗

آریز اپنے لوگوں کے ساتھ ایک سنسان روڈ پر کھڑا تھا شام کے سائے مکمل طور پر گہرے ہو گئے تھے۔ آس پاس کوئی بھی نہیں تھا۔

"تم بتاؤ کام ہو گیا ہے"

اریز نے ایک آدمی کو دیکھ کر کہا جو کہ اس کا خاص آدمی تھا اور باس کے بہت قریب لوگوں میں سے تھا۔

"ہاں اسے میں نے دوبئ بھیج دیا ہے اب تک تو وہ وہاں پہنچ بھی چکا ہو گا" اس شخص نے کہا تو آریز نے ایک گہرا سانس لیا۔اس کے ذہن میں وہ دن گردش کرنے لگا جب وہ باس کا خاص آدمی بن کر، اپنی شناخت چھپا کر اس جگہ گیا تھا جہاں اس کی ماں سائیں کو قید رکھا گیا تھا۔اور اس دن بھی یہی شخص تھا جس نے آریز کو اس کی ماں سے ملوایا کیوں کہ باس کے سارے راز وہ جانتا تھا

"سکیورٹی کا کیا حال ہے؟"

آریز نے پوچھا، اس کا لہجہ اب مزید سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"جب میں پچھلی بار وہاں گیا تھا، تو سکیورٹی اتنی سخت نہیں تھی۔ کیا اب بھی وہی صورتحال ہے؟"

"نہیں آریز! اب حالات بدل چکے ہیں۔ باس کو شاید کچھ خبر ہو گئی ہے یا وہ پہلے سے زیادہ محتاط ہو گیا ہے۔ اب وہاں کی سکیورٹی پہلے سے کہیں زیادہ سخت کر دی گئی ہے۔ جدید ہتھیاروں سے لیس گارڈز ہر وقت پہرہ دیتے ہیں۔ سی سی ٹی وی کیمروں کا ایک جال بچھا دیا گیا ہے جسے ہیک کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔"

اس شخص کے ماتھے پر فکر کی لکیریں ابھریں۔ آریز کی مٹھی سکی، جس سے اس کے زخموں میں درد کی ایک لہر اٹھی، مگر اس نے چہرے پر کرب ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"اگر ہم سامنے سے گئے تو یہ خودکشی ہو گی۔"

آریز نے کچھ سوچ کر کہا۔

"بالکل!"

اس شخص نے ایک نقشہ ھاڑیث پر پھیلاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں نے بہت سے لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ اندر کے کچھ گارڈز اب ہمارے وفادار ہیں، وہ صحیح وقت پر ہمیں راستہ دیں گے۔ مگر ہم وہاں سے نہیں جائیں گیں"

"تو پھر؟"

آریز نے نقشے پر جھک کر دیکھا۔

"اس گھر کے پچھلے حصے میں، جہاں پرانا اصطبل تھا، وہاں سے ایک قدیم سرنگ گزرتی ہے جو براہِ راست تہہ خانے کے اس حصے میں کھلتی ہے جہاں بی بی جی کو رکھا گیا ہے۔ یہ سرنگ سالوں سے بند پڑی ہے اور باس کے نئے لوگوں کو اس کے بارے میں علم نہیں ہے۔ ہم وہاں سے داخل ہوں گے اور خاموشی سے انہیں نکال لیں گے۔"

اس شخص نے ایک مقام پر انگلی رکھتے ہوئے تفصیل بتائی۔

"سرنگ کا راستہ کٹھن ہو سکتا ہے، لیکن یہ محفوظ ترین آپشن ہے۔ ہمیں آج رات ہی نکلنا ہو گا۔"

آریز کی آنکھوں میں ایک چمک آئی۔

"لیکن آپ کے ہاتھ۔۔۔"

اس شخص نے فکر مندی سے آریز کے ہاتھوں کی طرف دیکھا۔

"آپ اس حالت میں ہتھیار کیسے سنبھالیں گے ؟"

"یہ ہاتھ اگر کانچ سہہ سکتے ہیں، تو اپنی ماں کے لیے ٹریگر بھی دبا سکتے ہیں۔ درد مجھے کمزور نہیں، بلکہ مضبوط بناتا ہے۔"

آریز نے ایک تلخ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، اس شخص نے آریز کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"اگر تم نہ ہوتے اج میں کچھ بھی نہیں کر پاتا تمہارا شکریہ حیدر"

آریز نے اسے گلے لگا لیا تھا۔

"اس میں شکریہ کی بات نہیں یہ تو میرا فرض تھا"

حیدر اس سے پیچھے ہوتا بولا۔



آریز اور حیدر اپنی مختصر ٹیم کے ساتھ اس پرانی جگہ کے عقب میں پہنچ چکے تھے، جہاں گھاس پھوس اور جھاڑیوں نے راستے کو مکمل طور پر ڈھانپ رکھا تھا۔ رات کا پچھلا پہر تھا، اور آسمان پر بادلوں نے چاند کو اپنی آغوش میں لے رکھا تھا، جس کی وجہ سے ہر طرف گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ آریز کے ہاتھوں کی پٹیاں اب بھی نم تھیں، مگر اس کے سینے میں دہکتی ہوئی آگ نے جسمانی تکلیف کے ہر احساس کو مٹا دیا تھا۔

"یہی وہ جگہ ہے آریز!"

حیدر نے سر گوشی کرتے ہوئے ایک بھاری لکڑی کے تختے کی طرف اشارہ کیا جو مٹی اور پتھروں کے نیچے دبا ہوا تھا۔ آریز نے اشارہ کیا تو دو جوانوں نے پوری طاقت لگا کر اس تختے کو ہٹایا۔ نیچے ایک گہری اور سیاہ سرنگ کا دہانہ دکھائی دے رہا تھا، جس سے آتی ہوئی بو اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ یہ راستہ برسوں سے کسی کے استعمال میں نہیں رہا۔ آریز نے موبائل کی ٹارچ آن کی اور بغیر کسی خوف کے پہلا قدم اس اندھیری سرنگ میں رکھا۔ سرنگ تنگ اور مرطوب تھی۔ جگہ جگہ سے چھت کی مٹی جھڑ رہی تھی اور دیواروں پر کائی جمی ہوئی تھی۔ آریز کا سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں سائیں کا وہ لاچار چہرہ تھا جس نے اسے ہمت ہارنے سے روک رکھا تھا۔

"حیدر، تمہارے آدمی پوزیشن پر ہیں؟"

آریز نے دبی آواز میں پوچھا۔

"ہاں، باہر کی سکیورٹی کو مصروف رکھنے کے لیے ٹیم تیار ہے۔ جیسے ہی ہم اندر سے سگنل دیں گے، وہ باہر ہنگامہ کھڑا کر دیں گے تاکہ گارڈز کی توجہ بھٹک جائے۔"

حیدر نے جواب دیا۔ تقریباً پندرہ منٹ کی کٹھن مسافت کے بعد سرنگ کا راستہ اوپر کی طرف مڑنے لگا۔ سامنے ایک چھوٹی سی لوہے کی جالی لگی ہوئی تھی۔ اس کے اوپر ایک لکڑی نما چیز بھی رکھی ہوئی تھی۔

"تم رہنے دو میں کرتا ہوں"

آریز اس پر ہاتھ مارنے والا تھا جب حیدر نے کہا اس کی بات پر آریز نے ہاں میں سر ہلایا اور اس پر اپنے ہاتھ سے مارنا شروع کیا سامیہ بیگم جو کہ اندر بیٹھی ہوئی تھی شور کی آواز سن کر وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی اس تہہ خانے میں کوئی چیز بھی نہیں تھی ساری خالی تھی وہ ڈر رہی تھی کہ یہ کس چیز کی اواز ہے ایک اور بار اواز ہوئی اور ایک کونے میں جو دو لکڑیاں ایک دوسرے پر پڑی تھی اور پھر ان پر کچھ پتھر رکھے ہوئے تھے وہ ہل رہے تھے وہ فوراً سے اپنی جگہ سب کھڑی ہوئی اور اس طرف گئی تھی۔

"کچھ نہیں ہو رہا وزن بہت زیادہ ہے"
حیدر نے آریز کی طرف دیکھ کر کہا۔۔

"میں بھی مدد کرتا ہوں"
آریز آگے آنے لگا تھا لیکن حیدر نے منع کر دیا۔

"نہیں تم رہنے دو"

حیدر نے یہ بول کر اپنے پیچھے کھڑے ہیں کچھ ادمیوں کو اشارہ کیا وہ اس کے پاس ائے تھے اور ان سب نے زور لگا کر اس چاندی کو نکالنا چاہتا تھا جس کے اوپر لکڑیاں اور پتھر پڑے تھے اب وہ پتھر زور زور سے ہلنے لگے تھے اور کچھ تو گرنے بھی لگے تھے ایک پتھر کے گرنے سے شور ہوا تھا سامیہ بیگم ڈر گئی تھی اور ڈر کر پیچھے ہوئی۔

"کون ہو سکتا ہے"

ان کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔

"کیا ہوا ہے"

ایک گارڈ نے دروازے کے اوپر سے بنی جگہ سے اندر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں وہ مجھ سے پانی کا گلاس گر گیا تھا"

سامیہ بیگم نے فوراً سے کہا ان کی بات پر وہ گارڈ واپس چلا گیا تھا۔ وہ پھر سے اس طرف گئی اور دیکھا جہاں سے پتھر اب بھی حل رہے تھے اور پھر ایک ساتھ سارے پتھر گر گئے۔ جس سے بہت زیادہ شور ہوا۔

"کیا کر رہی ہو پاگل عورت"

باہر سے ایک آدمی نے پھر سے کہا تھا۔۔

"کچھ نہیں وہ میری طبیعت نہیں صحیح تو پانی کے لیے جو گڑھا رکھا تھا وہ میرے سے نیچے گر کر ٹوٹ گیا ء

انھوں نے باہر کی طرف دیکھتے ہوئے ڈر کر کہا تھا۔۔ اتنے میں وہ لوگ لکڑی اور جالی دور کر چکے تھے۔

"ایسے کیسے"

وہ بندہ کرے کالاک کھولتے ہوئے بولا تھا سامیہ بیگم خوف زدہ آنکھوں سے بول رہی تھی اس نے جیسے ہی کمرہ کھولا اور اندر داخل ہوا آریز کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا جبکہ اپنے پیچھے سے گولی چلانے کی آواز پر سامیہ بیگم ڈر گئی تھی انھوں نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں ان کا بیٹا سرنگ سے آدھا باہر نکلا ہوا تھا گولی کی آواز پر دوسرہ گارڈ بھی اندر ایا اس پر بھی آریز فائر کر چکا تھا اب آریز سرنگ سے باہر نکلا اس نے فوراً سے پہلے بھاگ کر دروازہ بند کیا تھا اور اس کے بعد اکر اپنی ماں کے ساتھ لپٹ گیا۔

"میرا بیٹا"

سامیہ بیگم روتے ہوئے بولی تھی۔

"ت۔۔۔تم۔یہاں کیوں آئے میرے بچے"

سامیہ بیگم اسے خود سے دور کر کے اس کو چومتے ہوئے بولی۔۔

"آپ کو اس حالت میں کیسے چھوڑ سکتا تھا"

آریز نے ان کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"آریز فوراً آؤ اس سے پہلے کہ کوئی فائر کی آواز سے یہاں آئے"

حیدر نے سرنگ سے کہا جس پر آریز نے ہاں میں سر ہلایا۔

"چلیں میرے ساتھ میں آپ کو لینے آیا ہوں"

آریز نے ان کو دیکھ کر کہا اور پھر انھیں لے کر سرنگ کی طرف بڑھ گیا۔

حیدر نے سامیہ بیگم کو تھام کر انھیں نیچے اتارا آریز کے ہاتھوں سے خون بہنا شروع ہو چکا تھا اور پھر وہ لوگ وہاں سے نکل گئے تھے۔

اریز اپنی ماں کو لے کر ایک محفوظ جگہ پہنچ چکا تھا فلحال یہ جگہ ان کے لیے بالکل سیف تھی لیکن کل صبح انہوں نے یہاں سے نکل جانا تھا اسے قندیل کی بھی فکر ستائے جا رہی تھی نہ جانے اس کی کیا حالت ہو رہی ہو گی وہ انے سے پہلے فلیٹ میں کیمرا زلگا کے ایا تھا لیکن اب تک اسے ٹائم نہیں ملا تھا فٹیج چیک کرنے کا لاسٹ فٹیج جب اس نے چیک کی تھی تب وہ پاکستان لینڈ کر رہا تھا سامیہ بیگم اپنے بیٹے کے ساتھ لگ کر روئے جا رہی تھی۔۔

"ماما بس کریں اب بہت ہو گیا رونے کی باری ہماری نہیں اس گھٹیا انسان کی ہے"

سامیہ بیگم کو خود سے دور کرتے ان کے آنسوں صاف کرتے ہوئے اریز نے کہا تھا لیکن سامیہ بیگم پھر سے اپنے بیٹے کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر تڑپ کر رو رہی تھی۔۔

"تم ہمیشہ میری انکھوں کے سامنے رہے تھے لیکن میں وہ ماں تھی جو تمہیں کبھی اپنے سینے سے نہیں لگا سکی اگر میں تمہیں بتا دیتی میں تمہاری ماں ہوں تو وہ شخص شاید تمہاری جان لے لیتا"

سامیہ بیگم نے روتے ہوئے کہا تھا۔پہلے سامیہ بیگم اس کے ساتھ اس کی بیوی بن کے رہتی تھی لیکن جب آریز بڑا ہوا تھا اور اس مقام کو آ پہنچا تھا کہ وہ خود سے کچھ بھی کر سکتا ہے تب سے ہی بوس نے اسے قید کر لیا تھا وہ نہیں چاہتا تھا سامیہ بیگم کچھ بھی اپنے بیٹے کو بتائے۔

"ماما"

آریز نے ان کو اپنے ساتھ لگائے ہوئے تڑپ کر کہا اس نے بھی تو اتنے سال اس سوچ میں گزار دیے تھے کہ اس کا کوئی اپنا نہیں ہے لیکن اس دنیا میں سارے اس کے اپنے تھے۔ اگر کوئی نہیں تھا تو وہ اس کے بابا تھے جو کہ شہید ہو چکے تھے۔۔

"آنٹی اپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی بس کریں"

سامیہ بیگم نے حیدر کی طرف دیکھا تھا یہ بچہ باس کا ہی بیٹا تھا لیکن اس کی تیسری بیوی میں سے تھا اس نے تیسری شادی ایک ایسی معصوم لڑکی سے کی تھی جس کی عمر محض 15 سال تھی اور جب وہ امید سے ہوئی تو جب ڈیلیوری کا وقت آیا تو وہ یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکی تھی اور مر گئی تھی تب سے ہی سامیہ بیگم نے اسے اپنے بچوں کی طرح پالا تھا اس کا بہت خیال رکھا تھا اور پھر جب وہ 15 سال کا ہوا تو سامیہ نے اسے ساری حقیقت بتا دی تھی اور یہ باتیں باس نے سن لی کہیں وہ ساری حقیقت اریز کو نہ بتا دے اسی لیے باس نے سامیہ بیگم کو قید کر لیا تھا حیدر کو دیکھ تو بہت ہوا تھا لیکن اس نے اپنے باپ کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ وہ اس کے ساتھ ہے اس نے ہر غلط قدم میں اس کا ساتھ دے کر اس کا یقین حاصل کیا اور اسی وجہ سے آج اسے باس کا سب راز پتہ ہوتا تھا۔

"حیدر بچے"

سامیہ بیگم نے اسے اپنے پاس بلایا تھا اور اس کے ماتھے پر بھی اپنے ہونٹ حیدر بچپن سے لے کر 15 سال کی عمر تک انھیں ہی اپنی ماں سمجھتا آیا تھا لیکن جس دن یہ راز کھلا وہ ٹوٹ گیا تھا اس کی معصوم اور کم عمر مان کے ساتھ جو ہوا وہ اس کا بدلہ لینے کا سوچ چکا تھا آریز حیدر سے 4 سال بڑا تھ آریز اور حنان دونوں ہم عمر تھے اور روح ان سے 5 سال چھوٹی تھی۔
سامیہ بیگم نے دونوں بچوں کو خود سے دور کیا اور ان کے ماتھے پر بوسا دیا۔۔

"آریز یہ"
سامیہ بیگم کی نظر جب اس کے ہاتھوں پر پڑی تو وہ تڑپ کر بولی۔۔

"کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں"
آریز نہیں چاہتا تھا کہ وہ پریشان ہوں اس لیے ایز نے مسکرا کر کہا۔۔

"لیکن"

سامیہ بیگم کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں ماما"

آریز نے یہ بول کر انھیں خاموش کروادیا تھا اور آج کی رات آریز کچھ دیر کے لیے ہی صحیح لیکن بہت دنوں بعد اپنی ماں کی گود میں سکون سے سویا تھا۔

💗💗

قندیل تقریباً ایک دن اور دو راتوں سے فلیٹ میں اکیلی تھی وہ راتوں کو سو نہیں پاتی تھی کیونکہ اسے سونے سر ڈر لگتا تھا پورے فلیٹ کو وہ ہمیشہ روشن رکھتی تھی یہ تو اللہ کا شکر تھا کہ ان دنوں بجلی نہیں گئی تھی ورنہ قندیل کی جان چلی جاتی جو بھی تھا اریز کے ہوتے ہوئے کبھی بھی اسے ڈر نہیں لگا تھا کہ وہ فلیٹ میں اکیلی ہے فلیٹ میں کھانے کی ہر چیز موجود تھی لیکن اس کا دل ہی نہیں کرتا تھا کچھ کھانے کا وہ بس سارا سارا دن سوچتی رہتی اس کے پاس موبائل بھی نہیں تھا اس لیے ٹی وی پر ہی اسے گزارا کرنا پڑتا تھا لیکن وہاں پر بھی کچھ خاص دیکھنے کو نہیں تھا اس وقت بھی دن کے 12 بج رہے تھے اور وہ صبح سے بھوکی تھی ادھر ادھر ٹہل رہی تھی جب فلیٹ کھولنے کی اواز آئی وہ ڈر گئی تھی آریز نے تو کہا تھا وہ دو دن بعد ائے گا تو کون تھا۔ وہ ابھی یہی سوچ رہی تھی جب فلیٹ کھولا اور آریز ایک خاتون کے ساتھ اندر آیا تھا۔ اس خاتون کو دیکھ کر قندیل حیران ہوئی آریز نے بھی قندیل کو دیکھا تھا اور سامیہ بیگم نے بھی سامیہ بیگم اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"پانی لاؤ قندیل"

آریز نے سامیہ بیگم کر صوفے پر بٹھاتے ہوئے قندیل سے کہا۔

"میں تمہاری کوئی نوکر نہیں ہوں اور میں نے تمہیں کہا تھا مجھے فلیٹ میں اکیلا چھوڑ کر مت جانا ایک پل بھی میں سکون سے نہیں رہ سکی ہوں تم میرا سکون برباد کر کے اب مجھ سے پانی مانگ رہے ہو"

قندیل نے غصے سے کہا تھا بغیر سامیہ بیگم کا لحاظ کیے جبکہ سامیہ بیگم اسے دیکھ کر مسکرائی۔

"یہ ہے ریاست بھائی کی قندیل"

سامیہ بیگم نے آریز سے پوچھا تو آریز نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے اپنے پاس بلایا قندیل ان کے بلانے پر ان کے پاس گئی تھی سامیہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ماشاءاللہ بہت پیاری ہے بلکل آیت بھابھی کی طرح"

سامیہ بیگم نے اس کے ماتھے پر پیار دیا تھا اتنے دنوں بعد کسی کا پیار محسوس کر کے قندیل اموشنل ہو گئی تھی۔

"کیا ہوا میری بچی کو"

سامیہ بیگم نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"اپ کو پتہ نہیں اپ کا یہ بیٹا مجھے کڈنیپ کر کے لایا ہے"

قندیل نے فوراً سے کہا۔۔

"ہووو آریز تم میری گڑیا کو کیڈنیپ کر کے لائے ہو"

سامیہ بیگم نے آریز کا کان پکڑ لیا تھا۔

"آہ ماما یہ کیا کر رہی ہیں درد ہو رہا ہے"

اریز نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا جب کہ قندیل کی نظریں اس کے ہاتھ پر بندھے پٹیوں پر تھی۔

"تو تم کیوں اتنی پیاری بچی کو کیڈنیپ کر کے لائے ہو"

سامیہ بیگم نے اس کے چہرے پر ہلکا سا مارتے ہوئے کہا تو آریز نے مسکرا کر انھیں دیکھا۔

"کوئی معصوم نہیں ہے یہ اپ نے زبان نہیں دیکھی اس کی"
آریز نے منہ بنا کر کہا تھا۔

"میرے سامنے میری بہو کی برائی کر رہے ہو اریز"
سامیہ بیگم نے پھر سے اس کا کان پکڑ لیا۔ سامیہ بیگم کی اس بات پر اریز نے قندیل کی طرف دیکھا تھا جبکہ قندیل کو بھی بہو والی بات اچھی نہیں لگی تھی۔

"ماما اپ اپنی بہو سے پوچھ لیں وہ اپنے شوہر کو شوہر بھی مانتی ہے کہ نہیں جو اپ اسے اپنی بہو کہہ رہی ہیں"
آریز نے طنز کیا تھا۔ اریز کی بات پر سامیہ بیگم نے اس کا کان چھوڑ دیا کیونکہ ماحول میں ایک تناؤ پیدا ہو گیا تھا۔

"آپ سچ میں ہمارے خاندان کا حصہ ہیں مطلب ہمیں تو کبھی بتایا نہیں گیا"

قندیل کی بات پر سامیہ بیگم خاموش ہو گئی تھی اور اس نے اریز کی طرف دیکھا۔۔

"قندیل ابھی یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے ماما تھکی ہوئی ہے انہیں ارام کی ضرورت ہے"

اریز نے کندیل کو دیکھ کر کہا تو وہ خاموش ہو گئی تھی اریز اپنی ماما کو لے کر فلیٹ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ قندیل انہیں بس چاہتا دیکھ رہی تھی۔

💗💗

6 ماہ بعد

سید حویلی والے اج بھی قندیل کا دکھ دل میں لیے خود کو سمجھا رہے تھے کہ اب ان کی پھول جیسی بیٹی اس دنیا میں نہیں رہی ہے اور خوشیاں تو جیسے سید حویلی کے در سے لوٹ ہی گئی تھی۔ آج بھی سردار موسی جب اپنی چھوٹی سی بہن کو یاد کرتا تھا تو اس کی آنکھیں نم ہو جاتی تھی سید سائیں کی طبیعت اب ٹھیک نہیں رہتی تھی۔ ان سب چیزوں سے سب سے زیادہ متاثر نور ہوئی تھی وہ بلکل خاموش ہو گئی تھی اس نے خود کو کمرے کی حد تک محدود کر لیا تھا وہ باہر نہیں نکلتی تھی کیوں کہ اسے اب لوگوں سے ڈر لگتا تھا اور کوئی جب بھی نور کو دیکھتا اسے کندیل کی یاد کیسے نہ آتی کیوں کہ دونوں ایک دوسرے کی کوپی جو تھی اس لیے بھی نور کمرے کی ہو کر رہ گئی تھی عدنان حفصہ اور اپنی ماں کو لے کر اپنی حویلی جا چکا تھا کیوں کہ اسے وہاں کے معاملات بھی دیکھنے تھے وہ وہاں کا سردار تھا ماہا بھی مصطفی نقوی اور

ماہنور بیگم کے ساتھ اپنے گھر جا چکی تھی اس وقت شام کا وقت تھا اور سردار موسیٰ گارڈن میں کھڑا سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا جب اس کے پیچھے ہاشم آیا تھا ہاشم نے آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"کیا کر رہے ہو یہاں"

ہاشم اس کے بلکل برابر میں آکر کھڑا ہو گیا۔

"کچھ نہیں بس ایک۔ غلطی کا دیکھ ساری عمر مجھے ہوتا رہے گا"

ہاشم موسی کا جگری یار تھا اور وہ اس سے کچھ بھی نہیں چھپاتا تھا۔

"کس غلطی کا"

ہاشم نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کہ مین کیسے اپنی بہن کو نہیں بچا سکا کیسے ؟"

سردار موسیٰ کی انکھوں کے گوشے اب بھی نم تھے اور وہ ہاشم کو دیکھ رہا تھا۔ہاشم نے سردار موسیٰ کی نم آنکھوں کو دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا اور ایک بار پھر اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا اور اب کی بار گرفت مضبوط کر دی۔ موسیٰ، جو پورے علاقے کے لیے آہنی دیوار کی طرح تھا، اس وقت اپنے جگری یار کے سامنے ایک ٹوٹے ہوئے انسان کی طرح کھڑا تھا۔

"موسیٰ۔۔۔"

ہاشم کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ اور نرم تھا۔ یہ بات نہیں تھی کہ قندیل کے جانے کا اسے کوئی دکھ نہیں تھا اسے بھی قندیل کے جانے کی تکلیف تھی کیوں کہ اس نے کبھی روح اور قندیل میں کبھی فرق ہی نہیں کیا تھا لیکن اپنوں کو دیکھ کر ہاشم نے کبھی اپنا دیکھ کا اظہار نہیں کیا تھا جب اپنوں میں کوئی ٹوٹتا ہے تو کسی نہ کسی کو تو سہارا بنا ہوتا ہے اور وہی سہارا بننے کی کوشش ہاشم کر رہا تھا۔

"تم ایک انسان ہو، موسیٰ اور اللہ کی مصلحت کو ہم انسان کیسے سمجھ سکتا ہے اس نے ہمارے قسمت میں کیا لکھا ہے یہ کیسے کوئی جان سکتا ہے۔۔ تم نے اپنی بہن کو بچانے کے لیے وہ سب کچھ کیا جو تمہارے بس میں تھا۔ تم نے اپنی جان کی پرواہ نہیں کی، لیکن ایک بات یاد رکھو۔۔۔ موت اور زندگی کے فیصلے زمینوں پر نہیں، آسمانوں پر ہوتے ہیں۔"

موسیٰ نے تڑپ کر ہاشم کی طرف دیکھا۔

"لیکن ہاشم، وہ میری ذمہ داری تھی۔ اسے مجھ پر بھروسہ تھا، وہ اس وقت بھی مجھے ہی پکار رہی ہو گی۔ اسے تو یقین ہو گا ہاں اس کا بھائی اسے بچانے کے لیے ضرور آئے گا یہ سرداری، یہ رعب، یہ طاقت کس کام کی جب میں اپنی بہن کی حفاظت نہیں کر سکا؟"

موسیٰ کی آواز دکھ کی شدت سے پھٹ رہی تھی۔ ہاشم نے اسے اپنے قریب کیا اور اسے بازوؤں کے حصار میں لے کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

موسیٰ نے اپنا سر اپنے یار کے کندھے پر ٹکا دیا، جیسے وہ ان تمام چھ مہینوں کا بوجھ اب مزید اکیلا نہیں اٹھا سکتا تھا۔

"موسیٰ، میرے بھائی! سنو میری بات۔"

ہاشم نے اسے سینے سے لگائے ہوئے ہی دھیمی مگر پر اثر آواز میں کہنا شروع کیا۔

"اللہ کی ذات کے سامنے کسی انسان کی کبھی چلی ہے؟ ہم تو مٹی کے پتلے ہیں، ہماری اوقات ہی کیا ہے کہ ہم خالق کے فیصلوں کو چیلنج کر سکیں۔ اگر اس نے قندیل کی واپسی کا وقت لکھ دیا تھا، تو تم پوری دنیا کی فوج بھی لے آتے تو اسے روک نہیں سکتے تھے۔ یہ اللہ کی آزمائش ہے موسیٰ، اور آزمائش ہمیشہ ان پر آتی ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے۔"

موسیٰ کے جسم میں ایک لرزہ سا اٹھا، ہاشم نے اسے مزید سختی سے تھام لیا۔

"تمہیں اپنے اللہ پر بھروسہ ہے نا؟ تو پھر یہ بھی مانو کہ جو اس نے کیا، اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ہو گی۔ تم خود کو قصوروار ٹھہرا کر دراصل اس کے فیصلے پر اعتراض کر رہے ہو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ قندیل کی روح یہ دیکھ کر تڑپے کہ اس کا وہ بھائی، جو اس کا مان تھا، اب ٹوٹ کر بکھر چکا ہے؟"

موسیٰ نے ہاشم کے سینے سے الگ ہوتے ہوئے اپنی آنکھیں صاف کیں۔
اسے ہاشم کی باتوں میں ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ دنیا اسے دھوکہ دے سکتی تھی، اس کے اپنے اسے چھوڑ سکتے تھے، لیکن ہاشم وہ واحد انسان تھا جس پر موسیٰ آنکھیں بند کر کے بھروسہ کرتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر پوری دنیا بھی اس کے خلاف ہو جائے، ہاشم اس کے ساتھ کھڑا ہو گا۔۔

"ہاشم، تم نہ ہوتے تو شاید میں اب تک پاگل ہو چکا ہوتا۔" موسیٰ نے ایک بوجھل مسکراہٹ کے ساتھ اپنے یار کو دیکھا۔

"حویلی میں اب دم گھٹتا ہے میرا۔ بابا سائیں کی گرتی ہوئی صحت، نور کی وہ جان لیوا خاموشی۔۔۔ سید سائیں کی حالت میں کیا کروں ہاشم؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا۔"
موسیٰ نے ہاشم کو دیکھ کر اپنی بات کہی۔

"راستہ وہی ہے جو صبر کی طرف جاتا ہے۔ تمہیں نور کے لیے مضبوط بننا ہو گا۔ وہ تمہیں دیکھ کر ہی جینا سیکھے گی۔ اگر تم ہمت ہار دو گے، تو وہ کبھی اس صدمے سے باہر نہیں نکل پائے گی۔ ہمیں اس حویلی میں پھر سے زندگی لانی ہے موسیٰ، قندیل کی یادوں کو دکھ نہیں، بلکہ ایک خوبصورت احساس بنا کر جینا ہے میں اپنی نور کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتا میں اس کو ٹھیک کرنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں"

موسیٰ نے آسمان کی طرف دیکھا، جہاں شام کی سرخی اب سیاہی میں بدل رہی تھی۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا اور دل ہی دل میں اپنے رب سے صبر کی دعا مانگی۔ اسے معلوم تھا کہ زخم بہت گہرا ہے، مگر ہاشم جیسے مخلص دوست کا سہارا جب اس کے ساتھ تھا اور اپنے رب پر یقین تھا تو سب آسان ہو سکتا تھا۔

"ٹھیک کہتے ہو تم۔"
موسیٰ نے ہاشم کا ہاتھ پکڑ کر دبایا۔

"اللہ کی مرضی کے آگے سر جھکانا ہی بندگی ہے۔ میں کوشش کروں گا ہاشم، میں نور کے پاس جاؤں گا، اسے بتاؤں گا کہ اس کا بھائی ابھی زندہ ہے۔"
ہاشم مسکرایا تھا اس کی بات پر۔

"موسیٰ ایک بات بتاؤ قبیلے میں عجیب سی چیز ہو رہی ہے"
ہاشم نے ایک لمبی سانس کھینچتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا ہے ہاشم"
سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تمھیں پتہ ہے کچھ لوگ کالا جادو کر رہے ہیں اور یہ تعویذ وغیرہ دے رہے ہیں"

ہاشم کی بات پر سردار موسیٰ نے ضبط کیا تھا مطلب جہالت کا زمانہ اج بھی زندہ تھا مطلب لوگ آج بھی ان باتوں پر یقین رکھتے تھے کہ یہ سب چیزیں کچھ کر سکتی تھی۔ اور جو لوگ اسے کرتے ہیں یا سکتے ہیں تو وہ اس میں غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں، جو کہ عقیدے کے خلاف ہے۔

"کل صبح اس کام کو بھی ٹھکانے لگانا ہے اور ایسے لوگوں کو بھی"

سردار موسیٰ نے انکھوں میں سرخی لیے کہا ہاشم نے ہاں میں سر ہلایا اور دونوں خاموشی سے گارڈن میں ٹہلنے لگے۔ ہوا کے ٹھنڈے جھونکے اب موسیٰ کو اتنے تکلیف دہ نہیں لگ رہے تھے، کیونکہ اسے اپنے جگری یار کے کندھے کا سہارا مل گیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چاہے وقت کتنا ہی کٹھن کیوں نہ ہو، ہاشم اسے کبھی گرنے نہیں دے گا۔



آریز نقوی کی اب بس ہو چکی تھی کیوں کہ قندیل نہ تو کچھ سننے کو تیار تھی اور نہ ہی سمجھے کو اس کی بد تمیزی دیکھ کر آریز نے اپنی ماما سے بھی کہہ دیا تھا اسے کچھ بتانے کی ضرورت نہیں ہے سامیہ بیگم قندیل کو بہت پیار سے رکھتی تھی لیکن وہ ان سے سوال کرتی حقیقت جاننے کی کوشش کرتی مگر سامیہ بیگم خاموش رہتی اور آج اسی بات پر قندیل نے ان سے بھی بد تمیزی کی تھی اور کہا کہ آپ اور آپ کا بیٹا دونوں جھوٹے ہیں اگر آپ کے پاس بتانے کے لیے کچھ بتا تو کب کا بتا چکے ہوتے اپ دونوں طرف اور صرف کہانیاں بنا رہے ہیں۔ان چھ ماہ میں آریز نے اس کی ہر بد تمیزی کو اگنور کیا تھا اور سوچا کہ شاید وہ سمجھ جائے گی لیکن ایسا نہیں تھا اور باس بھی اپنی پوری کوشش کر رہا تھا آریز تک پہنچنے کے لیے لیکن ابھی تک وہ کامیاب نہیں ہو سکا تھا فلیٹ میں دو ہی کمرے تھے ایک میں قندیل ہوتی تھی اور ایک میں سامیہ بیگم آریز باہر ہی صوفے پر سوتا تھا اس نے قندیل کے دل میں جگہ بنانے اور اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن آریز کی

نرمی نے قندیل کو خود سر بنا دیا۔ شام کے سائے فلیٹ کی دیواروں پر گہرے ہو رہے تھے، لیکن اس گھر کے اندر چھ مہینوں سے جو حبس تھا، وہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ آریز نقوی، جو باہر کی دنیا کے لیے ایک چٹان تھا، اس وقت تھکن سے چور فلیٹ میں داخل ہوا۔ اس کے سفید اپرن پر خون کے کچھ دھبے اس کے پیشہ ورانہ مصروفیات کی گواہی دے رہے تھے، مگر اس کے دل پر جو زخم تھے، ان کا کوئی نشان نظر نہیں آتا تھا۔ جیسے ہی اس نے لاؤنج میں قدم رکھا، قندیل کی اونچی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"بس بہت ہو گیا! میں تھک چکی ہوں آپ کی ان خاموشیوں سے، ان فرضی کہانیوں سے۔ آپ اور آپ کا بیٹا، دونوں ہی اداکاری کے ماہر ہیں۔ اگر سچ میں آپ کا مجھ سے یا میرے خاندان سے کوئی تعلق ہوتا، تو آج میں یہاں اس قید خانے میں نہ ہوتی!"

قندیل کے لہجے کی کاٹ سامیہ بیگم کے چہرے پر لرزہ طاری کر گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھی ساکت نظروں سے قندیل کو دیکھ رہی تھیں، جن کی آنکھوں میں مامتا اور بے بسی کی ملی جلی لہریں تھی۔

"بیٹا، تم سمجھ کیوں نہیں رہی ہو۔۔۔ آریز نے جو کیا، تمہاری حفاظت کے لیے کیا۔۔۔"

سامیہ بیگم نے دھیمے لہجے میں سمجھانے کی کوشش کی۔

"حفاظت؟"

قندیل نے طنزیہ قہقہہ لگایا۔

"اسے اغوا کہتے ہیں۔ آپ کا بیٹا ایک مجرم ہے، اور آپ اس کی جرم میں برابر کی شریک ہیں۔ آپ دونوں جھوٹے ہیں! آپ کے پاس بتانے کو کچھ ہے ہی نہیں، بس وقت گزارنے کے لیے کہانیاں بنا رہی ہیں۔"

آریز کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔اس نے چھ ماہ تک اس لڑکی کی ہر تلخ بات، ہر نخرہ اور ہر بد تمیزی صرف اس لیے برداشت کی تھی کہ وہ اس کی عزت کرتا تھا، وہ اسے اپنے نکاح میں لایا تھا تاکہ اسے اس درندے سے بچا سکے جس کی بندی نظر اس پر تھی اور کہیں نہ کہیں وہ اس کی باتوں کو اس لیے بھی برداشت کرتا تھا کیوں کہ آریز نقوی کو اس لڑکی سے محبت جو ہو گئی تھی لیکن آج اس نے حد پار کر دی تھی۔اس نے اس عورت پر زبان چلائی تھی جس نے اپنی پوری زندگی آریز کی خاطر قید میں گزار دی تھی۔کو اسکی ماں تھی آریز نے تڑپ کر قدم بڑھایا اور ایک جھٹکے سے قندیل کا بازو تھام لیا۔

"آریز! یہ کیا بد تمیزی ہے؟ چھوڑو میرا ہاتھ!"

قندیل چلائی، مگر آریز کے اعصاب اس وقت فولاد بنے ہوئے تھے۔اس نے قندیل کی ایک نہ سنی اور اسے گھسیٹتا ہوا اس کے کمرے میں لے جانے لگا۔

"آریز بیٹا یہ کیا کر رہے ہو"
سامیہ بیگم بھی ان کے پیچھے آئی تھی۔

"ماما اپ کچھ بھی نہیں بولیں گی"
یہ کہہ کر آریز اسے کے کر کمرے میں لے کر ایا آریز نے قندیل کو بیڈ کی طرف دھکیلا اور پیچھے مڑ کر دروازہ زور سے بند کر دیا، جس کی آواز پورے فلیٹ میں گونج اٹھی۔ قندیل، جواب تک غصے میں تھی، آریز کی آنکھوں میں چھپی سرخی دیکھ کر ایک پل کے لیے لرز گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے آریز نقوی؟ تمہیں لگتا ہے تم مجھے ڈرا کر خاموش کروا دو گے؟"

قندیل نے اپنے بال سنبھالتے ہوئے تیکھے لہجے میں کہا۔

"بدتمیزی؟"

آریز کی آواز دھیمی مگر خطرناک تھی۔

"جو تم میری ماں کے ساتھ کر رہی تھی، اسے کیا کہتے ہیں؟ کیا تمہارے سردار بھائی نے تمہیں یہی تہذیب سکھائی ہے کہ اپنے سے بڑوں سے اس طرح بات کی جاتی ہے؟"

"صحیح ہی تو کہا میں نے!"

قندیل نے سینے پر ہاتھ باندھ کر سر اٹھایا۔

"تم اور تمہاری ماں، دونوں جھوٹے ہو۔ تم نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے اور وہ مجھے بہو کہہ کر اپنی جھوٹی محبت کا یقین دلاتی ہیں۔ اگر تم سچے ہو، تو بتاؤ حقیقت کیا ہے؟ کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟"

"بس!"

آریز کی دھاڑ نے کمرے کی خاموشی کو چیر دیا۔

"بہت ہو گیا قندیل! مجھے جو بولنا ہے بولو، مجھے مجرم کہو، اغوا کار کہو، مجھے فرق نہیں پڑتا۔ لیکن میری ماں۔۔۔ میری ماں کے بارے میں اگر ایک لفظ بھی مزید بکواس کی، تو یاد رکھنا میں اپنی جان دینا بھی جانتا ہوں اور جان لینا بھی!"

قندیل اس کے اچانک اس روپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے آریز کو اس کے بعد سے ہمیشہ خاموش، سنجیدہ اور کسی حد تک نرم دیکھا تھا، لیکن آج وہ ابلتا ہوا لاوا تھا۔

"تو بتا دو نا حقیقت! کیوں چھپاتے ہو؟"

قندیل نے ہمت جمع کر کے دوبارہ پوچھا۔

"کیا رشتہ ہے تمہارا میرے خاندان سے؟"

آریز نے ایک گہرا سانس لیا۔ اس کی آنکھوں میں تھکن اور دکھ تیرنے لگا۔ وہ اسے کیسے سمجھتا کہ جو شخص ان کا پھوپھا بنا ہوا تھا اصل میں وہ ایک درندہ ہے جس نے آریز کے باپ کو شہید کیا اور اس کی ماں کو برسوں قید رکھا؟ حالانکہ وہ یہ باتیں اسے منہ سے بتا چکا تھا مگر وہ یقین کرنے کر تیار ہی نہیں تھی۔

"وہ میں نہیں بتا سکتا۔ ابھی وقت نہیں آیا۔"

آریز نے رخ موڑ لیا۔۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا تم دونوں جھوٹے ہو۔ تمہارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔"

قندیل نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ آریز اس کی طرف مڑا، اس کی آنکھیں اب نم ہو چکی تھیں۔

"قندیل، سچ کڑوا ہوتا ہے۔ میں تمہیں اس کڑواہٹ سے بچانا چاہتا ہوں۔ لیکن تم۔۔۔ تم نے میری نرمی کو میری کمزوری سمجھ لیا ہے۔ اگر اب کے بعد تم نے میری ماں کا دل دکھایا، تو میں بھول جاؤں گا کہ تم کون ہو اور میرا تمہارے ساتھ کیا رشتہ ہے۔"

آریز نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں کروں گی! میں بار بار کہوں گی کہ تم سب جھوٹے ہو میں تب تک خاموش نہیں بیٹھوں گی جب تک تم مجھے میرے اپنوں کے پاس چھوڑ نہیں آتے"

قندیل نے ہٹ دھرمی سے کہا۔ آریز نے اسے بے بسی سے دیکھا۔ وہ تھک چکا تھا۔ ان چھ مہینوں کی بھاگ دوڑ، ہسپتال کی ڈیوٹیاں، باس سے چھپنے کی کوششیں اور پھر قندیل کی یہ روز روز کی تلخیاں۔ اس نے سر جھکا لیا۔

"چاہتی کیا ہو تم قندیل؟ آخر کیا کرنے سے تمہیں سکون ملے گا؟"

آریز نے شکستہ حال لہجے میں سوال کیا۔ قندیل خاموش ہو گئی۔ اسے آریز کے لہجے میں جو ٹوٹ پھوٹ سنائی دی تھی، اس نے اسے ایک لمحے کے لیے سوچنے پر مجبور کر دیا۔ مگر انا کا پہاڑ ابھی بھی قائم تھا۔

"میرا یہاں تم لوگوں کے درمیان دن گھٹتا ہے مجھے سانس نہیں آتی میں یہاں نہیں رہ سکتی مجھے میرے اپنوں کے پاس جانا ہے"
قندیل نے اسکی طرف دیکھتے نم آنکھوں سے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے اگر تم اپنوں کے پاس جانا چاہتی ہو اس کی تمھیں قیمت ادا کرنی پڑے گی"
آریز نے کچھ سوچ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
آریز نقوی کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب سی وحشت اور تھکن کا امتزاج تھا۔اس نے چھ ماہ تک جس صبر کا مظاہرہ کیا تھا، وہ آج ریت کی دیوار ثابت ہوا تھا۔ قندیل کی ہٹ دھرمی اور سامیہ بیگم کے لیے استعمال کیے گئے نازیبا الفاظ نے اس کے اندر کے ضبط کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔
کمرے کے بند دروازے کے پیچھے چھائی خاموشی کسی بڑے طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔

"قیمت؟"

قندیل نے حیرانی اور تھوڑی سی گھبراہٹ کے ساتھ دہرایا۔

"کیسی قیمت؟ تم مجھے یہاں سے بھیجنے کا سودا کر رہے ہو؟"

آریز نے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اس کے قد و قامت کا سایہ قندیل پر حاوی ہو گیا۔ اس کی نظریں اب قندیل کے چہرے پر جمی تھیں، جہاں غصہ اب آہستہ آہستہ خوف میں بدل رہا تھا۔

"ہاں قندیل! ہر آزادی کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ تم چھ ماہ سے میری زندگی، میرے سکون اور میری ماں کے آرام کو تماشہ بنا کر بیٹھی ہو۔ تم کہتی ہو کہ میں جھوٹا ہوں، میں نے تمہیں ہوس کے لیے اغوا کیا ہے، میں مجرم ہوں۔ تو ٹھیک ہے! اگر تمہاری نظر میں میرا مقام یہی ہے، تو کیوں نہ میں اس مقام پر پورا اتروں؟"

آریز نے زہر اگلا تھا اج اس نے اتنے مہینوں بعد یہ الفاظ کہے تھے۔

"تم۔۔۔ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ صاف صاف بات کرو۔"

قندیل نے بیڈ کی پشت سے لگتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

آریز نے ایک گہرا اور زہریلا سانس لیا۔

"قیمت یہ ہے قندیل کہ تمہیں اگلے ایک ہفتے کے لیے میری بیوی بن کر رہنا ہو گا۔ وہ حق جو تم نے اب تک مجھ سے چھین کر رکھا ہے، وہ تمہیں مجھے دینا ہو گا۔ جو میں کہوں گا، وہ تمہیں کرنا ہو گا۔ میری ہر بات، میرا ہر حکم تمہارے لیے پتھر پر لکیر ہو گا۔ تم مجھے کچھ بھی کرنے سے نہیں روکو گی، اور سب سے بڑی شرط۔۔۔"

آریز نے اس کے چہرے کے قریب جھک کر کہا۔

"تمہارے چہرے پر یہ بیزاری، یہ نفرت اور یہ تلخی نظر نہیں آنی چاہیے۔ تمہیں ایک ایسی محبت کرنے والی بیوی کا روپ دھارنا ہو گا جو اپنے شوہر کی ایک پکار پر اپنی جان نچھاور کر دے۔ ایک ہفتہ! صرف سات دن۔ اگر تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئیں، تو آٹھویں دن کی صبح تم سید حویلی کی دہلیز پر ہو گی۔"

قندیل کے پیروں تلے سے جیسے زمین نکل گئی۔اس نے آریز کو اس قدر کریہہ اور گھٹیا روپ میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ کر گرے، مگر وہ آنسوں دکھ کے نہیں، غلیظ قسم کی نفرت کے تھے۔

"دیکھا! میں نے کہا تھانا۔"

قندیل نے ایک حقارت بھرا قہقہہ لگایا۔

"تمہارے پاس بتانے کو کوئی حقیقت ہے ہی نہیں! وہ سب کہانیاں صرف اس لیے تھیں تاکہ تم مجھے ذہنی طور پر مفلوج کر سکو اور اب تم نے اپنا اصل چہرہ دکھا دیا۔ تم نے اپنی ہوس پوری کرنی تھی مجھ سے، جس کا ذکر تم نے آج کھلے عام کر دیا۔ تم چاہتے ہو کہ میں ایک ہفتے تک تمہاری ہوس کا نشانہ بنوں اور بدلے میں تم مجھے آزاد کر دو گے؟ کیا میں ایک سردار کی بہن سے بازار کی عورت بن گئی ہوں تمہاری نظر میں؟"

آریز کے دل پر ان الفاظ نے کسی آری کی طرح کام کیا، مگر اس نے اپنے چہرے کے تاثرات کو بدلنے نہیں دیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر وہ پیار سے نہیں مان رہی، تو وہ اسے اس حد تک مجبور کر دے گا کہ وہ خود سچائی تلاش کرنے نکلے۔

"جو سمجھنا ہے سمجھو، جو بولنا ہے بولو!"

آریز نے بے پروائی سے کندھے اچکائے۔

"تیار ہو؟"

اس نے قندیل کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"ہر گز نہیں!"

قندیل نے دھاڑ کر کہا۔

"میں مر جاؤں گی، لیکن تمہاری اس گھٹیا شرط کو کبھی قبول نہیں کروں گی۔"

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"تو پھر ٹھیک ہے!"

آریز مڑا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

"پھر ساری زندگی اسی فلیٹ میں، ان چار دیواروں کے درمیان سڑتی رہو۔ میں تمہیں کبھی یہاں سے جانے نہیں دوں گا، چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ اور ہاں، یاد رکھنا میں تمہارا نکاح یافتہ شوہر ہوں۔ اگر میں اپنا حق مانگ بھی رہا ہوں، تو یہ میرا شرعی اور قانونی حق ہے۔ میں کوئی غیر محرم نہیں ہوں۔ لیکن اگر تمہیں قید پسند ہے، تو بسم اللہ!"

آریز نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا کہ قندیل کی آواز نے اسے روک لیا۔

"رکو!"

وہ اس کی پشت کو دیکھ کر بولی آریز کا ہاتھ وہیں رک گیا، مگر اس نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔

"اگر میں یہ شرط مان لوں۔۔۔تو کیا تم واقعی مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو گے ؟ کیا تم واقعی ہی مجھے سید حویلی چھوڑ کر آؤ گے کیا تم قسم کھاتے ہو؟"

قندیل کی آواز لرز رہی تھی۔

"آریز نقوی اپنی بات کا پکا ہے قندیل۔"

اس نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"ایک ہفتہ مکمل وفاداری، محبت اور اطاعت۔اگر تم فیل ہوئیں، اگر تمہارے چہرے پر ایک لمحے کے لیے بھی نفرت آئی جو تم ابھی دکھا رہی ہو، تو تم یہ ٹیسٹ ہار جاؤ گی۔ فیصلہ تمہارا ہے۔"

قندیل نے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس قید خانے سے نکلنے کے لیے، اپنوں تک پہنچنے کے لیے اور اپنے بھائی موسیٰ تک پہنچنے کے لیے اسے اس زہر کے گھونٹ کو پینا ہی تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔۔میں تیار ہوں۔"
اس نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گڈ!"
آریز کے لہجے میں ایک فاتحانہ سختی آئی۔

"تو پھر ابھی سے شروع کرو۔ مجھے اس وقت بھوک لگی ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا کر لائے اور میرے ساتھ بیٹھ کر محبت سے کھلائے۔ یاد رہے قندیل، تمہارے چہرے پر مسکراہٹ ہونی چاہیے، بیزاریت نہیں۔"

آریز کمرے سے باہر نکل گیا، جبکہ قندیل وہیں بیڈ پر ڈھیر ہو گئی۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے اپنی روح کا سودا کر لیا ہو۔ وہ اٹھی، اپنے انسوں صاف کیے اور واشروم کی طرف بڑھ گئی۔ باہر سامیہ بیگم پریشانی کے عالم میں کھڑی تھیں۔ انہوں نے آریز کو دیکھا جو صوفے پر بیٹھا اپنے سر کو تھامے ہوئے تھا۔

"کیا بات ہوئی ہے تم دونوں کی"

سامیہ بیگم نے آریز کو دیکھ کر کہا۔

"شرط رکھی ہے میں نے اس کے آگے"

آریز نے آہستہ سے کہا۔

"کیسی شرط"

سامیہ بیگم نے حیرانی سے اسے دیکھا جس پر آریز نے انھیں سب بتایا تھا۔

"آریز بیٹا، یہ تم کیا کر رہے ہو؟ وہ بچی پہلے ہی اتنی سہمی ہوئی ہے، تم اسے کیوں مزید ڈرا رہے ہو؟"

سامیہ بیگم نے اسے دیکھ کر کہا۔

"ماما، میں اسے ڈرا نہیں رہا، میں اسے حقیقت کا آئینہ دکھا رہا ہوں۔"

آریز نے بغیر سر اٹھائے کہا۔

"اسے لگتا ہے کہ میں صرف ہوس کے لیے اسے لایا ہوں، تو اسے یہی لگنے دیں۔ جب یہ ایک ہفتہ گزرے گا، تو اسے اندازہ ہو گا کہ آریز نقوی نے اس کی خاطر کیا کیا قربانیاں دی ہیں۔ میں اسے توڑنا چاہتا ہوں ماما، تاکہ اسے جوڑ سکوں اور جب 7 سن مکمل ہو جائے گیں میں اسے ساری حقیقت بھی بتادوں گا پھر فیصلہ اس کا ہو گا وہ میرے ساتھ رہنا چاہتی ہے یا نہیں"
آریز نے سامیہ بیگم کو دیکھ کر کہا۔

"اور اگر اس نے کہا وہ تمہارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے کیا چھوڑ دو گے"
سامیہ بیگم نے اپنے بیٹے کو دیکھا۔۔

"ہر گز نہیں ماما اگر وہ سید حویلی جانا چاہتی ہے تو وہ جا سکتی ہے لیکن وہ ہمیشہ میرے نکاح میں رہے گی میں اسے کبھی طلاق نہیں دوں گا"
آریز نے اپنی ماں سائیں کو دیکھ کر تڑپ کر کہا۔

"اور اگر باس نے وہاں اسے نقصان پہنچانے کی کوشش کی؟"
سامیہ بیگم نے اس سے سوال کیا۔

"سائے کی طرح اس کے ساتھ رہوں گا ماما ایسا نہیں ہونے دوں گا"
آریز نقوی نے کچھ سوچ کر کہا۔ سامیہ بیگم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

💗💗

سردار موسیٰ اس وقت سید سائیں کے کمرے میں تھا وہ روز رات کو ان کے پاس آتا تھا ان سے باتیں کرتا تھا اس سے سید سائیں کے طبیعت میں تھوڑا بہت سدارا یا تھا۔۔

"آپ نے کھانا نہیں کھایا تھا دوپہر میں کیوں"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کو اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے ہوئے کہا۔

"موسیٰ بچے"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھا۔

"جی دادا سائیں"

سردار موسیٰ نے دوسرا نوالا ان کے منہ میں ڈالا تھا۔

"ایک سچ ہے جو ایک تک اس حویلی کے کسی بھی بچے کو نہیں پتہ"

سید سائیں نے سردار موسی کی جانب دیکھ کر کہا جبکہ ان کی بات پر سردار موسیٰ حیران ہوئے۔

"تمہارا ایک اور چاچا تھے موسیٰ"

سردار موسیٰ نے سید سائیں کی بات پر کچھ بھی نہیں کہا یہ بات اسے معلوم تھی کہ اس کے ایک اور چاچا بھی ہیں لیکن سید سائیں نے اس حقیقت پر پردہ رکھنے کا کہا تھا کیوں کہ ان کے خاندان کا پورا ایک حصہ ان سے جدا ہو گیا تھا اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ اس بات کا ذکر حویلی میں ہو اور انھیں تکلیف ہو۔

"جیسے میرے سب پوتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو مجھے سب عزیز ہیں لیکن تمہارے ساتھ ایک الگ کنیکشن ہے ویسا ہی اس کے ساتھ بھی تھا اس کے شہید ہونے کی خبر نے مجھے حلا کر رکھ دیا"

سید سائیں کی انکھوں میں آنسوں آ گئے۔

"آپ کی طبیعت خراب ہو جاتے گی ایسی باتیں نہیں کریں"

سردار موسیٰ نے ان کے انکھوں کے گوشے صاف کیے تھے۔

"موسیٰ میں سب بس یہ چاہتا ہوں تمھاری روح ہاشم اور نور کی شادی ہو جائے"

سید سائیں نے سردار موسیٰ کو دیکھ کر کہا جبکہ موسیٰ کے ہاتھ جو انھیں کھانا کھلا رہے تھے روک گئے اس کی نظریں اپنے بوڑھے دادا کے چہرے پر جم گئیں۔ یہ اس کے دادا جان کی فرمائش تھی لیکن شاید موسی ان کے اس حکم کی تکمیل نہ کر پاتا۔

"دادا سائیں۔۔۔"

موسیٰ نے بمشکل اپنے الفاظ مجتمع کیے۔ اس کی آواز میں ایک لرزہ تھا جو اس کے اندرونی انتشار کی گواہی دے رہا تھا۔

"آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ ابھی حویلی کی فضاؤں سے قندیل کے جانے کا سوگ ختم نہیں ہوا، ابھی ہمارے دلوں کے زخم ہرے ہیں۔ آپ کو لگتا ہے کہ میں اس حالت میں کوئی جشن منا سکتا ہوں؟ میری ہمت جواب دے چکی ہے دادا سائیں، مجھ میں اتنی سکت نہیں ہے کہ میں حویلی میں شہنائیاں بجواؤں جبکہ میری ایک بہن مٹی تلے جا سوئی ہے اور دوسری خاموشی کی چادر اوڑھ کر جیتی جاگتی لاش بن گئی ہے۔"

سید سائیں نے موسیٰ کا لرزتا ہوا ہاتھ اپنے کانپتے ہاتھوں میں تھام لیا۔ ان کی آنکھوں میں موجود آنسو اب ان کے گالوں پر بہہ رہے تھے، مگر ان کے لہجے میں ایک عجیب سی قطعیت تھی۔

"موسیٰ میرے بچے، میں جانتا ہوں کہ تمہارا سینہ چھلنی ہے، میں جانتا ہوں کہ قندیل کا دکھ تم سب کو کھا رہا ہے۔ لیکن ذرا اس حویلی کے در و دیوار کو دیکھو، یہاں اب صرف موت کا پہرا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ میں مرنے سے پہلے اپنی ان آنکھوں سے اس حویلی کو اجڑتا دیکھوں؟"

سید سائیں نے ایک گہرا سانس لیا۔

"رہی بات نور کی۔۔۔ تو موسیٰ، نور اس وقت جس کرب سے گزر رہی ہے، اس کا علاج صرف محبت ہے۔ وہ قندیل کا دوسرا حصہ ہے، اور اس کا ادھورا پن صرف وہ انسان ہی دور کر سکتا ہے جو اس کے لیے اپنے دل میں سچی تڑپ رکھتا ہو اور وہ اس کا شوہر ہاشم ہے"

موسیٰ نے اپنا سر جھکا لیا۔ اسے نور کا وہ زرد چہرہ یاد آیا جو سارا دن دیواروں کو تکتی رہتی تھی۔

"نور کسی سے بات نہیں کرتی دادا سائیں! وہ اپنے سائے سے ڈرنے لگی ہے۔ اسے اس حالت میں شادی کے بندھن میں باندھنا کیا اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہو گی؟ وہ ابھی ذہنی طور پر کسی بھی رشتے کے لیے تیار نہیں ہے۔"

سردار موسیٰ نے کچھ سوچ کر کہا۔

"نہیں موسیٰ!"

سید سائیں نے سختی سے کہا۔

"نور کو اس کے شوہر سے بہتر کوئی نہیں سنبھال سکتا۔ ہاشم اس کے لیے سب سے قیمتی اور نایاب رشتہ ہے وہ جانتا ہے کہ نور کی خاموشی کے پیچھے کتنے طوفان چھپے ہیں۔ جب وہ اس کے تحفظ میں جائے گی، جب اسے احساس ہو گا کہ اب اسے اکیلے نہیں لڑنا، تو وہ خود بخود بولنے لگے گی۔"

موسیٰ خاموش رہا۔اسے ہاشم کی وفاداری یاد آئی جو اس نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے یار کے لیے دکھائی تھی۔

"ٹھیک ہے سید سائیں لیکن فلحال کچھ دن اس بات کو نہ کھولیں"
سردار موسیٰ انھیں دوائی دیتے ہوئے بولا تھا جس پر سید سائیں نے بھی ہاں میں سر ہلایا تھا۔

💗💗

آریز نے ٹیبل پر لگے کھانے کی طرف دیکھا اور اس کے ماتھے پر لکیریں گہری ہو گئیں۔ ٹیبل پر صرف دو ہی چیزیں موجود تھیں ایک پلیٹ میں جلی ہوئی روٹیاں، جن کی رنگت کوئلے جیسی سیاہ ہو چکی تھی اور دوسری طرف ایک پیالے میں سالن، جس کی خوشبو بتلا رہی تھی کہ مصالحے کچے ہیں اور پیاز تیر رہے ہیں۔

قندیل خاموشی سے ایک طرف کھڑی اپنے پیروں کے انگوٹھے سے فرش کریدرہی تھی۔اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر پسینے کے ساتھ ساتھ کالک کے کچھ نشانات تھے، جو اس بات کی گواہی دے رہے تھے کہ ان دو چیزوں کو اس حال تک پہنچانے میں اس نے پورے چار گھنٹے آگ کے سامنے گزارے تھے۔

"یہ کیا ہے؟"
آریز نے کرسی کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بہت سکون سے پوچھا، مگر اس کے لہجے کی کاٹ صاف محسوس کی جاسکتی تھی۔

"کھانا ہے اور کیا ہے۔"
قندیل نے نظریں اٹھائے بغیر دبی آواز میں جواب دیا۔

"کھانا؟"

آریز نے ایک جلی ہوئی روٹی کا کنارہ اٹھایا جو ہاتھ لگاتے ہی پاپڑ کی طرح ٹوٹ گیا۔

"کیا سید حویلی میں ایسا کھانا کھایا جاتا ہے قندیل؟ اور یہ روٹی کے بارگھٹنے تم یہ کر رہی تھی اور مجھے لگا کہ بیوی کی ہاتھ کا آج کچھ اچھا سا کھانے کو ملے گا" قندیل کو اب غصہ آنے لگا۔ اس کی محنت، اس کی تھکن اور اوپر سے آریز کا یہ طنزیہ لہجہ۔ اس نے تڑپ کر آریز کی طرف دیکھا۔

"مجھے کھانا بنانا نہیں آتا! جو بھی کرتی تھی مان سائیں چاچی سائیں تائی امی یا پھر نور کیا کرتی تھی کبھی زندگی میں کچن کا رخ نہیں کیا تھا۔ ان چار گھنٹوں میں چار بار میں نے اپنے ہاتھ جلائے ہیں صرف یہ دیکھنے کے لیے کہ روٹی توے پر کیسے ڈالی جاتی ہے۔"

"یہ بات تمہیں پہلے کہنی چاہیے تھی قندیل۔اگر تمھیں کچھ ہو جاتا یا زیادہ لگ جاتی تو"

آریز فوراً سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا تھا اور اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے قندیل نے کچھ نہیں کہا کیوں کہ بقول اس کے اسے آریز کو منع نہیں کرنا تھا جو اس کا حک ہو گا وہ ماننا ہو اگا سامیہ بیگم جو ڈائنگ ٹیبل پر بیٹھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں،ان کے لبوں پر ایک خوبصورت اور دلنشین مسکراہٹ آگئی۔انہیں قندیل کی اس معصومیت اور آریز کی اس محبت میں وہ پرانی یادیں تازہ ہوتی محسوس ہوئیں جب آریز کے بابا بھی اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر نوک جھوک کیا کرتے تھے۔

"آریز بیٹا، کیوں بچی کو ڈانٹ رہے ہو؟"

سامیہ بیگم قریب آئیں اور قندیل کے سر پر پیار دیا۔

"پہلی بار کوشش کی ہے اس نے، اسے نہیں آتا اور ویسے بھی تمھیں آتا ہے نہ تو اسے بنانے کی کیا ضرورت"

سامیہ بیگم مسکرا کر بولی جبکہ ان کی اس بات پر آریز اپنی ماں سائیں کو دیکھ رہا تھا۔

"شکر ہے اللہ کا زیادہ نہیں جلا تم ایسا کرو قندیل اپنے کمرے میں جاؤ میں آرڈر کر دیتا ہوں اور ماں سائیں آپ بھی میں کمرے میں لے آؤں گا آپ کے"

آریز نے کہا تو وہ دونوں اپنے اپنے کمروں کی طرف چلے گئے تھے۔ آریز کھانا آرڈر کر کے اپنے کمرے میں آ گیا تھا۔

"میں نے تمھارے لیے اور ماما کے لیے کھانا آرڈر کے دیا ہے"

آریز نے اسے بیڈ پر بیٹھا دیکھ کر کہا۔

"اور آپ"
قندیل نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"میں تو وہ کھاؤں گا جو میری بیوی نے بنایا ہے"
آریز نے مسکرا کر کہا جبکہ قندیل اسے حیرانی سے دیکھنے لگی۔

"آریز لیکن وہ کھانے لائق نہیں ہے"
قندیل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اہستہ سے کہا۔

"لیکن پھر بھی میں وہی کھاؤں گا جو میری بیوی نے بنایا ہے تم ایسا کرو پہلے میرے پاس آؤ"

آریز نے مسکرا کر اسے اپنی جانب بلایا جبکہ اس کی بات پر قندیل حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"قندیل میں کچھ کہہ رہا ہوں"

آریز نے اسے اپنی جگہ پر موجود دیکھ کر کہا آریز کے دوبارہ کہنے پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور چھوٹے چھوٹے قدم دیتے ہوئے وہ آریز کے پاس ائی تھی۔آریز نے اس کے دونوں ہاتھوں تھامے اور ان پر آہستہ سے جہاں لال نشان تھے وہاں اپنے ہونٹ رکھے تھے جبکہ اس کے اس عمل پر قندیل نے اپنی انکھیں بند کر لی تھی۔

"اب ایسا کرو میرے لیے وہ کھانا تم ٹیبل پر دوبارہ لگاؤ جب تک میں میں ہاتھ دھولوں"

آریز نے یہ کہہ کر اس کے ہاتھ چھوڑ دیے تھے اس کی بات پر اس نے ہاں میں سر ہلایا اور باہر چلی گئی جبکہ اس کی پشت کو دیکھ کر اریز مسکرایا تھا۔۔



آریز ہاتھ دھو کر جب لاؤنج میں پہنچا تو قندیل میز پر وہی جلی ہوئی روٹیاں اور کچا پکا سالن دوبارہ سجا کر کھڑی تھی۔اس کے چہرے پر ابھی بھی حیرت اور پشیمانی کے سائے تھے، جبکہ آریز کا چہرہ بالکل پر سکون تھا۔اس نے کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا، جیسے وہ کسی فائیو سٹار ہوٹل کے شاہی کھانے کا انتظار کر رہا ہو۔

"آریز۔۔۔پلیز میری بات مانیں،اسے مت کھائیں۔یہ واقعی بہت برا بنا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ بیمار نہ ہو جائیں۔"

قندیل نے ایک بار پھر اسے روکنے کی کوشش کی، اس کی آواز میں اب وہ پہلے والا غصہ نہیں بلکہ ایک انجانی سی فکر تھی۔ آریز نے ایک جلی ہوئی روٹی کا ٹکڑا توڑا، جس کی سختی اس کی انگلیوں پر محسوس ہو رہی تھی۔

"بیمار ہونا یا نہ ہونا تو اللہ کے ہاتھ میں ہے قندیل، لیکن اس کھانے کے پیچھے جو تمہاری چار گھنٹے کی محنت ہے اور وہ جلے ہوئے نشان جو تمہارے ہاتھوں پر اب بھی تازہ ہیں، ان کی قیمت اس ذائقے سے کہیں زیادہ ہے۔"

اس نے سالن میں روٹی ڈبوئی۔ شوربے کے اوپر پیاز کے بڑے بڑے ٹکڑے تیر رہے تھے اور لہسن کی بو صاف محسوس ہو رہی تھی، مگر آریز نے بنا کسی جھجک کے وہ لقمہ اپنے منہ میں ڈال لیا۔ لقمہ حلق سے نیچے اتارنا ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ نمک کی زیادتی اور مسالوں کے کچے پن نے اس کی زبان کا ذائقہ ہی بدل دیا تھا، مگر آریز کے چہرے پر ایک شکن بھی نہ آئی۔ اس نے بہت اطمینان سے لقمہ چبایا اور نگل لیا۔

"کیسا ہے۔۔۔؟"

قندیل نے سانس روک کر پوچھا۔اس کی آنکھیں آریز کے چہرے کے تاثرات پڑھنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔

"یقین کرو قندیل، جتنا میں نے سوچا تھا اس سے کہیں بہتر ہے۔"

آریز نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جھوٹ بول رہے ہیں آپ!"

قندیل نے فوراً کٹوتی کی۔

"میں نے خود چکھا ہے، وہ بالکل کڑوا ہو رہا ہے۔آپ صرف مجھے نیچا نہ دکھانے کے لیے یا شاید ہمدردی جتانے کے لیے ایسا کر رہے ہیں۔"

"نہ میں ہمدردی جتا رہا ہوں اور نہ ہی تمہیں نیچا دکھا رہا ہوں۔ میں صرف اپنی بیوی کے ہاتھ کا پہلا کھانا کھا رہا ہوں۔ تمہیں پتہ ہے قندیل، انسان کو زندگی میں بہت سے ذائقے ملتے ہیں، کچھ بہت لذیذ ہوتے ہیں لیکن ان میں احساس نہیں ہوتا۔ تمہارے اس کھانے میں نمک زیادہ ہو سکتا ہے، روٹی جلی ہوئی ہو سکتی ہے، لیکن اس میں تمہاری وہ کوشش شامل ہے جو تم نے میرے کہنے پر کی ہے۔"

آریز نے دوسرا لقمہ توڑا۔ قندیل خاموشی سے وہیں بیٹھ گئی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ آریز کس طرح ایک ایک کر کے وہ جلی ہوئی روٹی ختم کر رہا تھا۔ اس کے ذہن میں رہ رہ کر وہی منظر آ رہا تھا جب آریز نے اس کے جلے ہوئے ہاتھوں پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔ وہ لمس اب بھی اس کی پوروں میں کہیں زندہ تھا۔

"آریز، بس کر دیں اب۔ آرڈر کیا ہوا کھانا بھی آتا ہی ہو گا، آپ ماما کے ساتھ وہ کھا لیجئے گا۔"

قندیل نے اس کے ہاتھ سے روٹی چھیننے کی کوشش کی۔

"نہیں قندیل! جو میں نے شروع کیا ہے اسے ختم کروں گا۔"

آریز نے اپنا ہاتھ بچایا۔

"تمہیں یاد ہے ہماری شرط؟ تم نے کہا تھا تم ایک ہفتے کے لیے وہ سب کرو گی جو میں کہوں گا۔ تو میرا اگلا حکم یہ ہے کہ تم یہاں بیٹھ کر مجھے کھانا کھاتے ہوئے دیکھو گی اور تمہارے چہرے پر پشیمانی نہیں بلکہ خوشی ہونی چاہیے کہ تمہارے شوہر کو تمہارا کھانا پسند آ رہا ہے۔"

"آپ اتنے عجیب کیوں ہیں؟ کبھی آپ اتنے سخت ہو جاتے ہیں کہ مجھے آپ سے ڈر لگتا ہے، اور کبھی اتنے نرم کہ مجھے سمجھ نہیں آتا کہ آپ کو کیا کہوں۔"

قندیل کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"عجیب میں نہیں ہوں قندیل، حالات عجیب ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم جو چیز نہیں دیکھنا چاہتی جیسے تم جھوٹ کہہ رہی ہو وہ سچ ہے"

آریز نے آخری لقمہ ختم کیا اور پانی کا گلاس اٹھایا۔ اسی دوران بیل بجی۔ آریز نے جا کر آرڈر وصول کیا اور ڈائنگ ٹیبل پر رکھ دیا۔ سامیہ بیگم بھی اپنے کمرے سے باہر آ گئی تھیں۔

"ماما، آپ کا اور قندیل کا کھانا آ گیا ہے۔"

آریز نے مسکرا کر کہا۔ سامیہ بیگم نے آریز کی خالی پلیٹ دیکھی اور پھر قندیل کے چہرے کو، جواب شرمندگی سے تھوڑا سرخ ہو رہا تھا۔

"آریز، تم نے قندیل کے ہاتھ کا بنا کھانا کھایا ہے؟"
سامیہ بیگم نے حیرت سے پوچھا۔

"جی ماما، اور سچ کہوں تو میرا پیٹ بھر گیا ہے۔"
آریز نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ قندیل نے آریز کو جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ اب بھی اس شخص کی شخصیت کی تہوں کو سمجھنے میں ناکام تھی۔ اسے لگا تھا کہ آریز اسے ذلیل کرے گا، اس کے جلے ہوئے کھانے کا مذاق اڑائے گا، مگر اس نے تو جیسے اس کی خامی کو بھی اپنی محبت سے ڈھانپ لیا تھا۔ سامیہ بیگم نے قندیل کے پاس آ کر اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"دیکھا بیٹی؟ عہ ت۔ سگ کتنی محبت کرتا ہے اس کا دل تمہارے لیے موم ہے۔ وہ تمہاری تکلیف نہیں دیکھ سکتا۔"

قندیل نے کوئی جواب نہیں دیا،، اور ان دونوں نے مل کر کھانا کھایا تھا۔

حفصہ نے ڈائنگ ٹیبل پر صبح کا ناشتہ لگایا تھا نادیہ بیگم آکر ٹیبل پر بیٹھی اور اس کی طرف دیکھنے لگی جو کہ اسکول یونیفارم میں تیار کھڑی تھی نادیہ بیگم نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

"اگر پڑھائی ہی کرنی تھی تو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

نادیہ بیگم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے طنز کیا تھا ان کی اس بات پر حفصہ نے لرزتے ہاتھوں سے چائے کا کپ نادیہ بیگم کے سامنے رکھا۔ ناشتے کی میز پر ہر چیز سلیقے سے لگی ہوئی تھی، مگر فضا میں موجود تناؤ حفصہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہا تھا۔ وہ اپنے اسکول یونیفارم میں بالکل معصوم لگ رہی تھی، ایک ایسی بچی جسے ابھی کتابوں سے کھیلنا تھا مگر اس کے سر پر ذمہ داریوں کی بھاری چادر ڈال دی گئی تھی۔ عدنان نے تو اسے منع کیا تھا لیکن نادیہ بیگم نے اس کی جان پر دم کر رکھا تھا۔

نادیہ بیگم نے ناگواری سے حفصہ کے یونیفارم کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ ان کے چہرے پر پھیلی بیزاری حفصہ کے حوصلے پست کرنے کے لیے کافی تھی۔

"اگر پڑھائی ہی کرنی تھی تو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" نادیہ بیگم نے اپنی بات دوسری بات چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے کی اوع اچھا خاصا زور دیا تھا ان کا لہجہ زہر میں بجھا ہوا تھا۔

"امی۔۔۔وہ۔۔۔عدنان نے کہا تھا کہ میں اپنی پڑھائی جاری رکھ سکتی ہوں، انہوں نے ہی میرا داخلہ کروایا ہے۔"
حفصہ نے نظریں جھکالیں، اس کی آواز حلق میں ہی پھنس کر رہ گئی۔

"عدنان تو میرا بیٹا ہے، وہ تو بھولا ہے۔اسے کیا معلوم کہ گھر داری کیا ہوتی ہے،"
نادیہ بیگم نے طنز کا تیر چلایا۔

"جی"

حفصہ نے آہستہ سے سر ہلایا۔

"مانا تمہاری عمر چھوٹی ہے، مگر یہ کوئی ضروری تو نہیں کہ شادی کے بعد بھی اسکول کے بستے لٹکا کر نکلا جائے۔ لوگ کیا کہیں گے؟ کہ سردار عدنان کی بیوی ابھی بچوں کے ساتھ بینچوں پر بیٹھ کر الف بے سیکھ رہی ہے؟ کچھ تو لحاظ کرو اس حویلی کی عزت کا۔"

حفصہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ وہ خاموشی سے ان کی باتیں سن رہی تھی، مگر نادیہ بیگم کا دل اب بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔

"اور ویسے بھی،"

نادیہ بیگم نے پلیٹ پر چمچ پٹختے ہوئے اسے گھور کر دیکھا۔

"شادی کو ایک سال سے زیادہ کا عرصہ بیت گیا ہے۔اب تک تم نے کوئی خوشخبری نہیں سنائی۔ میرا بیٹا تمہاری ہر خواہش پوری کرتا ہے، تمہارے نخرے اٹھاتا ہے،اور بدلے میں اسے کیا مل رہا ہے ؟ایک ایسی بیوی جو صبح سویرے تیار ہو کر سیر سپاٹے کے لیے اسکول نکل جاتی ہے۔"

نادیہ بیگم نے نفرت سے دیکھا۔

"امی ! اسکول جانا سیر سپاٹا نہیں ہوتا،"

حفصہ نے ہمت جمع کر کے بہت دھیمی آواز میں صفائی دینے کی کوشش کی۔

"خاموش رہو !"

نادیہ بیگم دھاڑیں۔

"اب تم زبان بھی لڑاؤ گی؟ میں کہہ رہی ہوں کہ تم میرے بیٹے کا کیا ہی خیال رکھو گی جب تمہارا سارا دھیان ان کتابوں میں ہو گا۔ مرد کو گھر میں ایک بیوی کی ضرورت ہوتی ہے، کسی اسکول کی طالبہ کی نہیں۔ تم تو بس اپنی موج مستی میں لگی رہتی ہو، کبھی یہ سوچا ہے کہ اس حویلی کو وارث کی ضرورت ہے؟ یا پھر ساری عمر ان اسکول کی یادوں کے سہارے ہی گزارنی ہے؟"

حفصہ کے ضبط کا بندھن اب ٹوٹ رہا تھا۔ اسے نادیہ بیگم کی باتیں کسی خنجر کی طرح اپنے سینے میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ صرف ایک سال کی شادی شدہ زندگی میں اس قدر جلی کٹی باتیں سننے کی عادی نہیں ہوئی تھی۔ خاص طور پر "خوشخبری" کا طعنہ اس کے ننھے سے دل کو چیر کر رکھ گیا تھا۔ ابھی اسکی عمر محض 17 سال تھی اور ابھی سے نادیہ بیگم اس سے اولاد کی خواہش کر رہی تھی۔

"تمہاری جیسی لڑکیوں کا بس نہیں چلتا، ورنہ تم تو اپنے شوہر کو اپنے پیر کی جوتی بنا دو میرے بیٹے کی زندگی برباد کر کے رکھ دی ہے تم نے۔ نہ وقت پر کھانا، نہ وقت پر آرام۔ بس اپنی پڑھائی کی رٹ لگا رکھی ہے"

نادیہ بیگم مسلسل بولے جا رہی تھیں۔ حفصہ نے اپنا بستہ زور سے بھینچا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا پہلا قطرہ ٹپک کر اس کے یونیفارم کے کالر پر گرا۔

"رو رہی ہو؟ اب یہ ڈرامہ بھی شروع کر دیا؟"

نادیہ بیگم نے حقارت سے کہا۔

"سچی بات ہمیشہ کڑوی لگتی ہے۔ اگر تھوڑی سی بھی غیرت ہے تو یہ اسکول جانا چھوڑو اور گھر سنبھالنا سیکھو۔ ورنہ عدنان کو بھی سمجھ آ جائے گی کہ اس نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔"

اب حفصہ سے مزید کھڑا نہیں رہا گیا۔اس کی سسکیاں اب آواز بن رہی تھیں۔وہ بغیر کچھ کہے،اپنا بستہ سنبھالتی ہوئی الٹے قدموں مڑی اور تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔

"بھاگ جاؤ! سچ سن کر سب ایسے ہی بھاگتے ہیں۔"

اس کے بھاگنے کی آواز سے نادیہ بیگم نے ایک بار پھر پیچھے سے آواز لگائی۔



حفصہ اپنے کمرے کے بستر پر الٹی لیٹی تھی، تکیے میں منہ چھپائے اس کی سسکیاں کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر واپس اس کے اپنے دل پر چوٹ کر رہی تھیں۔ نادیہ بیگم کے زہریلے جملے اس کے کانوں میں ہتھوڑوں کی طرح بج رہے تھے۔ "خوشخبری"، "وارث"، "میرے بیٹے کی زندگی برباد کر دی"۔۔۔ یہ وہ لفظ تھے جنہوں نے اس کی روح کو چھلنی کر دیا تھا۔ ابھی تو وہ خود ایک بچی تھی، ابھی تو اسے زندگی کی رنگینیوں کا ادراک بھی صحیح سے نہیں ہوا تھا، مگر اس پر ایک حویلی کی ذمہ داری اور وارث پیدا کرنے کا بوجھ ڈال دیا گیا تھا۔ وہ پچھلے بیس منٹوں سے اسی طرح رو رہی تھی کہ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا۔ عدنان، جو کسی کام سے باہر گیا تھا، ابھی واپس لوٹا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے ایک عجیب سی گھٹن اور رونے کی آواز محسوس ہوئی۔ اس کی نظر بیڈ پر پڑی جہاں حفصہ اوندھے منہ لیٹی تڑپ رہی تھی۔

عدنان کے قدم وہیں رک گئے، اس کا دل زور سے دھڑکا۔ حفصہ نے جیسے ہی آہٹ سنی، وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔ اس نے فوراً اپنے دوپٹے کے پلو سے آنکھیں صاف کیں اور چہرے پر ایک مصنوعی اطمینان لانے کی کوشش کی، مگر وہ بھول گئی تھی کہ محبت کرنے والی آنکھیں دھوکہ نہیں کھاتی تھیں۔

"حفصہ؟"

عدنان اس کے قریب آیا۔

"جی۔۔۔ آپ آ گئے؟ میں بس ناشتہ دیکھ کر آتی ہوں،" حفصہ نے نظریں جھکا کر کہا اور جانے کے لیے قدم بڑھائے، مگر عدنان نے اس کا بازو تھام کر اسے اپنی جگہ پر ساکت کر دیا۔

"میری طرف دیکھو،"

عدنان کا لہجہ دھیما مگر حکم سے بھرپور تھا۔ حفصہ نے سر نہیں اٹھایا، اس کی پلکوں پر ابھی بھی آنسوؤں کے قطرے ستارے بن کر چمک رہے تھے۔

عدنان نے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اوپر کیا۔ سامنے جو منظر تھا، اس نے عدنان کے جگر کو چیر دیا۔ حفصہ کی آنکھیں مٹیار کی طرح سرخ ہو چکی تھیں، اس کی ناک رونے کی شدت سے گلابی تھی اور چہرہ ایسا مرجھایا ہوا تھا جیسے کسی نے کھلے ہوئے پھول پر تیزاب چھڑک دیا ہو۔

"میری جان! یہ کیا حالت ہے تمہاری؟ تم رو رہی ہو؟ کیا ہوا ہے حفصہ؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟"

عدنان تڑپ اٹھا، اس کے اندر جیسے آگ لگ گئی۔

"نہیں عدنان، کچھ نہیں ہوا۔ بس وہ۔۔۔ آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا اور سر میں تھوڑا درد ہے، اسی لیے بس لیٹ گئی تھی۔"

حفصہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"حفصہ، تم مجھ سے جھوٹ بول رہی ہو؟ اس طرح آنکھیں سرخ نہیں ہوتیں، اس طرح کوئی تکیے میں منہ چھپا کر نہیں روتا۔ مجھے سچ بتاؤ، کیا بات ہے؟ کیا کسی نے تمہیں دکھ پہنچایا ہے؟"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور ہو چھنے لگا۔ حفصہ خاموش رہی، اس کی سسکیاں پھر سے ابھرنے لگی تھیں۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ماں اور بیٹے کے درمیان کوئی دراڑ آئے، وہ نادیہ بیگم کی تلخیوں کو اپنے ہی اندر دفن کرنا چاہتی تھی۔

"حفصہ، میں تم سے پوچھ رہا ہوں! کیا ہوا ہے؟ ماں سائیں یا کسی نے کچھ کہا؟ بولو! میں تم سے کہہ کر گیا تھا تیار ہو جانا میں قبیلے کے ایک چھوٹے سے کام سے جا رہا ہوں واپس آ کر تمھیں اسکول چھوڑ آؤں گا تو پھر ایسی حالت" عدنان کی آواز میں اب بے چینی بڑھ رہی تھی۔

"عدنان، کچھ نہیں ہوا پلیز، آپ پریشان نہ ہوں۔ میں ٹھیک ہوں،" اس نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی، مگر آنسو پھر سے اس کے گالوں پر بہہ نکلے۔ عدنان نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ اسے اس طرح ٹوٹتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"حفصہ، تم جانتی ہو کہ میں تمہارے ایک ایک آنسو کا حساب لینے کی طاقت رکھتا ہوں۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں اور تمہارا دکھ میرا دکھ ہے۔ تم کیوں مجھ سے چھپا رہی ہو؟"

عدنان کا لہجہ اب کی بار سخت ہوا۔ حفصہ اس کے سینے سے لگی روتی رہی، مگر زبان نہیں کھولی۔ عدنان اسے بار بار پوچھتا رہا، کبھی پیار سے، کبھی غصے سے، مگر حفصہ نے جیسے خاموشی کا روزہ رکھ لیا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ اگر اس نے بتا دیا کہ نادیہ بیگم نے اسے "بانجھ" ہونے کا طعنہ دیا ہے یا اس کے اسکول جانے پر اعتراض کیا ہے، تو عدنان کا غصہ حویلی میں طوفان کھڑا کر دے گا۔ آخر کار عدنان کا صبر جواب دے گیا۔ اس نے حفصہ کو خود سے الگ کیا اور اس کے دونوں کندھے تھام کر اسے سختی سے دیکھا۔

"ٹھیک ہے، اگر تم ایسے نہیں بتاؤ گی تو سنو۔۔۔ تمہیں میری قسم ہے حفصہ! تمہیں اس عدنان کی قسم ہے جو تمہارے لیے پوری دنیا سے لڑ گیا تھا۔ اگر تم نے اب سچ نہیں بتایا تو میں سمجھوں گا کہ تمہاری نظر میں نہ میری کوئی عزت ہے اور نہ میری قسم کی۔"

عدنان کے پاس اب بس یہ آخری راستہ تھا قسم کا نام سنتے ہی حفصہ جیسے ساکت ہو گئی۔ وہ عدنان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی اور اس کی قسم اس کے لیے پتھر پر لکیر تھی۔ اس کے لب لرزنے لگے۔

"عدنان۔۔۔ پلیز ایسا نہ کریں"

وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

"پھر بتاؤ!"

عدنان بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کے ہاتھ تھام لیے حفصہ نے ایک لمبی سسکی لی اور وہ سب کچھ اگل دیا جو پچھلے چھ مہینوں سے اس کے اندر لاوا بن کر پک رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ کیسے نادیہ بیگم اسے روز ذلیل کرتی ہیں، کیسے وہ اس کے اسکول جانے کو "سیر سپاٹا" کہتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آج انہوں نے اسے اولاد نہ ہونے پر طعنہ دیا اور اسے ایک غیر ذمہ دار لڑکی قرار دیا۔

"امی کہتی ہیں کہ میں آپ کی زندگی برباد کر رہی ہوں۔۔۔ وہ کہتی ہیں کہ مجھے اسکول جانا چھوڑ کر وارث پیدا کرنا چاہیے، ورنہ آپ کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا کہ آپ نے مجھ سب شادی کر کے غلطی کی ہے"

حفصہ نے روتے ہوئے وہ تمام زہریلے جملے دہرا دیے جنہوں نے اس کا سکون چھین لیا تھا۔ عدنان یہ سب سن کر جیسے پتھر کا ہو گیا۔ اس کی گرفت حفصہ کے ہاتھوں پر مضبوط ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں غصے کی سرخی ابھری۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں اس کی ماں اس معصوم بچی پر اتنے مظالم ڈھا رہی ہیں۔ اسے لگا تھا جو کچھ گلناز کے ساتھ ہوا اس کے بعد نادیہ بیگم سدھر گئی تھی لیکن وہ تو ویسے ہی تھی عدنان جو حفصہ کو پھول کی طرح رکھتا تھا، اسے پتہ بھی نہیں چلا کہ اس کی ماں نے اس پھول کو مسلنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

"انہوں نے یہ سب کہا؟"

عدنان کی آواز دبی دبی تھی، جیسے کوئی طوفان آنے والا ہو۔

"عدنان، پلیز آپ ان سے کچھ نہ کہیے گا، وہ آپ کی ماں ہیں،"

حفصہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر التجا کی، مگر عدنان اب قابو سے باہر تھا۔اس نے حفصہ کو اپنے ساتھ لگایا اور اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

"تم یہیں رکو حفصہ۔آج کے بعد اس حویلی میں کسی کی جرات نہیں ہو گی کہ وہ تمہارے آنسوؤں کا سبب بنے۔"
عدنان تیزی سے کمرے سے باہر نکلنے لگا لیکن حفصہ نے اس کا کالر تھام لیا تھا۔۔

"میں نے کہا نہ آپ انھیں کچھ نہیں بولیں گیں اس وجہ سے میں آپ کو نہیں بتا رہی تھی ایک اور طعنہ پھر مجھے روز ملا کرے گا میں نے ایک بیٹے کو اس کی ماں سے الگ کر دیا"
حفصہ کی آنکھیں پھر سے نم ہو گئی۔

.

"تششش خاموش رونا نہیں"

عدنان نے اس کے دونوں آنکھوں کو اپنے لبوں سے چھوا اور پھر اس کے ماتھے پر پیار دے کر اٹھا وہ کمرے سے نکل گیا جبکہ حفصہ اسے پکارتی ہی رہ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اب حویلی کی فضا بدلنے والی تھی۔ نادیہ بیگم نے جس آگ کو سلگایا تھا، عدنان اب اسے بجھانے نہیں، بلکہ اسے ایک فیصلہ کن موڑ دینے جا رہا تھا۔

💗💗

عدنان سیدھا لاؤنج میں پہنچا جہاں نادیہ بیگم ابھی بھی ناشتے کی میز پر بیٹھی بڑے اطمینان سے ناشتہ کر رہی تھی عدنان کو سامنے دیکھ کر وہ مسکرائیں، مگر عدنان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر ان کی مسکراہٹ وہیں منجمد ہو گئی۔

"عدنان بیٹا! تم آ گئے؟ آؤ، ناشتہ کر لو،"
نادیہ بیگم نے نارمل بننے کی کوشش کی۔

"امی! میں ناشتہ کرنے نہیں، بلکہ ایک سوال کرنے آیا ہوں،"
عدنان کی آواز پوری حویلی میں گونجی۔

"آپ نے حفصہ سے کیا کہا ہے؟"
عدنان نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کچھ نہیں، بس تھوڑی نصیحت کی تھی کہ اب وہ بچی نہیں رہی، گھر سنبھالے۔"
نادیہ بیگم نے ایک لمحے کے لیے ہچکچاہٹ محسوس کی، پھر وہی پرانا انداز اپنا لیا۔

"نصیحت ؟"

عدنان طنزیہ ہنسا۔

"کسی کو بانجھ کہنا، کسی کی پڑھائی کا مذاق اڑانا اور اسے یہ کہنا کہ وہ اپنے شوہر کی زندگی برباد کر رہی ہے، کیا اسے آپ نصیحت کہتی ہیں ؟"

عدنان کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی ان کے سامنے تیز ہو گیا تھا۔

"ہاں ! تو غلط کیا کہا؟ ایک سال ہو گیا ہے عدنان، مجھے اپنے پوتے کا منہ دیکھنا ہے، اور یہ لڑکی اب بھی اسکول کے بستے لٹکائے پھرتی ہے۔"

نادیہ بیگم تلملا اٹھیں۔

"امی ! وہ میری بیوی ہے اور اس کی عمر ابھی سترہ سال ہے !"

عدنان نے دھاڑ کر کہا۔

"اس کی پڑھائی میری اجازت سے ہو رہی ہے اور جہاں تک اولاد کی بات ہے، تو وہ میرا اور اس کا ذاتی معاملہ ہے۔ آج کے بعد، اگر آپ نے حفصہ کو ایک لفظ بھی ایسا کہا جس سے اس کی آنکھ میں آنسو آئے، تو یاد رکھیے گا کہ میں اس حویلی کو چھوڑنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگاؤں گا۔"

عدنان نے ان کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا نادیہ بیگم ساکت رہ گئیں۔ان کا اپنا بیٹا،ان کا غرور، آج ایک لڑکی کی خاطر ان کے سامنے کھڑا تھا۔عدنان نے مڑ کر اپنے کمرے کی طرف دیکھا اور ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنی محبت کی حفاظت ہر قیمت پر کرے گا۔

حفصہ، جو کمرے کے دروازے پر کھڑی یہ سب سن رہی تھی،اس کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو نکل آئے، مگر اس بار یہ دکھ کے نہیں، بلکہ اس تحفظ کے احساس کے تھے جو اسے عدنان کی صورت میں میسر تھا۔وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر اس کے لیے ایک ایسی دیوار ہے جسے کوئی طوفان نہیں گرا سکتا۔اور اس تک کسی طوفان کے آنے سے پہلے اسے عدنان سے ہو کر گزرنا تھا اور عدنان اسے کبھی بھی کوئی آنچ نہیں آنے دے گا۔



کچے راستے پر سردار موسیٰ کی جیپ دھول اڑاتے ہوئے آکر ایک گھر کے سامنے رکی تھی اس پاس اور بھی بہت سارے لوگ تھے جیپ سے ایک کے بعد ایک کر کے سید حویلی کے بیٹے اتر رہے تھے سب سے پہلے سردار موسیٰ اترا تھا جس نے سفید شلوار قمیض ڈالی ہوئی تھی اس کے پیچھے ہی ہاشم نے اپنے قدم نیچے رکھے تھے اس نے بھی سفید شلوار قمیض ہی ڈالی ہوئی تھی اپنے شال کو کندھوں سے صحیح کرتے سیاہ شلوار قمیض میں یحییٰ باہر ایا تھا اور پھر انٹری ہوئی تھی ہمارے کیوٹ سے دوسرے سردار عدنان کی جس نے براؤن شلوار قمیض ڈالی ہوئی تھی اور اس کے پیچھے ہی حنان نے قدم نیچے رکھے تھے وہاں جو لوگ جمع تھے وہ سب حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہے تھے سردار موسی نے بنا کسی کو دیکھے سیدھا اندر کا رخ کیا تھا کچھ ڈھونگی لوگ بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے گالے میں تسبیحات ڈالی ہوئی تھی سر پر پگڑی باندھی ہوئی تھی ان مدر بہت رش تھا۔اس کے علاوہ ایک پردہ لگا تھا اس کے پیچھے وہ عورتوں اور لڑکیوں کو کے جا رہے تھے سردار موسیٰ

نے بغیر کسی دیری کے قدم اس جانب بڑھائے تھے کچھ لوگ اس کے آگے آئے تھے لیکن باقی سید زادوں نے ان پر بندوق تان لی تھی سردار موسیٰ نے وہ پردہ ہٹایا اور سامنے کا ماحول دیکھ کر اس کے تب بدن میں آگ لگ گئی تھی ایک بوڑھا آدمی جس نے وہی تسبیحات اور ویسا حولیہ بنایا ہوا تھا خود کو پیر کہلانے والا ڈجونگی شخص ایک لڑکی عورت کے ہاتھ اوپر کروا کر اس کے وجود پر ہاتھ رکھے ہوئے گھومتے گھومتے کچھ پڑھ رہا تھا۔ اور جیسے جیسے وہ گھوم رہا تھا اس کے ہاتھ اس لڑکی کے وجود پر حرکت کر رہے تھے۔ موسیٰ نے ایک زوردار ٹھوڈا مار کر سامنے پڑی چوکی کو اچھال دیا، جس میں اگ جل رہی تھی اس کی آواز نے پورے کمرے میں ہڑکم مچا دیا۔

"کون ہو تم"

وہ بوڑھا آدمی غصے سے بولا تھا اور لڑکی بھی ڈر گئی تھی۔ سردار موسیٰ نے وہ پردہ توڑ دیا۔

"باہر نکلو! سب کے سب ابھی کے ابھی باہر نکلو!"

موسیٰ کی دہاڑ کسی زخمی شیر کی گرج جیسی تھی، جس نے وہاں موجود عورتوں کو لرزنے پر مجبور کر دیا۔

ہاشم، عدنان، یحییٰ اور حنان نے فوراً حرکت میں آتے ہوئے ان ڈھونگی پیروں اور ان کے چیلوں کو گریبانوں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر کھلے میدان میں لا کھڑا کیا۔ لوگ جمع ہو چکے تھے، سرگوشیاں عروج پر تھیں، مگر سردار موسیٰ کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر کسی کی جرات نہیں تھی کہ آگے بڑھے۔ موسیٰ نے اس مرکزی ڈھونگی پیر کو، جس کا نام 'کالے شاہ' مشہور تھا، ہجوم کے درمیان دھکا دیا۔ وہ بوڑھا شخص زمین پر گرا، مگر فوراً ہی اپنی پگڑی سنبھالتے ہوئے بولا۔

"سردار! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ اللہ کے ولیوں کی توہین کر رہے ہیں۔ ہمارا جادو برحق ہے، ہم لوگوں کی تقدیریں بدلتے ہیں۔"
وہ شخص سردار موسیٰ کو دیکھ کر بولا۔

"تقدیریں بدلتے ہو یا ایمان لوٹتے ہو؟"
موسیٰ نے اس کے قریب جھک کر اس کی گردن دبوچ لی۔ اس کی آواز میں نفرت کا زہر تھا۔

"تقدیریں بدلنے والی ذات صرف اس رب کی ہے جو سات آسمانوں کے اوپر عرش پر بیٹھا ہے۔ تم جیسے پنچ لوگ، جو چند پیسوں اور اپنی ہوس کی خاطر اللہ کے بندوں کو غیر اللہ کے سامنے جھکاتے ہو، تم ولی نہیں، تم شیطان کے چیلے ہو!"

موسیٰ نے اسے چھوڑا اور ہجوم کی طرف مڑا۔ اس نے دیکھا کہ کئی لوگوں کے ہاتھوں میں تعویذ تھے اور کئی نے گلے میں کالے دھاگے باندھ رکھے تھے۔

"سنو اے قبیلے کے لوگو!"
موسیٰ کی آواز فضا میں گونجی۔

"تم لوگ اپنے دکھوں کا مداوا ان تعویذوں میں ڈھونڈتے ہو؟ تم لوگ سمجھتے ہو کہ یہ مٹی کے پُتلے، یہ کالی سیاہی کے ٹکڑے تمہاری زندگیوں سے پریشانیاں ختم کر دیں گے؟ کیا تمہیں اس رب پر یقین نہیں رہا جس نے تمہیں پیدا کیا؟"

ہاشم نے ایک پیالہ اٹھایا جس میں کچھ عجیب و غریب خون آلود چیزیں پڑی تھی اسے لوگوں کے آگے کیا۔

"دیکھو اسے! یہ ہے تمہارا علاج؟ یہ گندگی، یہ غلاظت؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے تعویذ لٹکایا، اس نے شرک کیا۔ تم لوگ اپنے ایمان کا سودا کر رہے ہو!"

ہاشم نے وہ پیالا زمین پر پھینک دیا تھا۔

"لوگو! قرآن تمہارے لیے ہدایت کی کتاب ہے، جادو کا توڑ اس میں موجود ہے۔ تو پھر تم کیسے ان جادوں پر یقین کرتے ہو سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھنے کے بجائے تم ان جعلی پیروں کے قدموں میں گرتے ہو؟ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ نے فرمایا ہے:

'وَمَا هُم بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ'

(اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے)۔"

سردار موسیٰ نے چیخ کر کہا تھا موسیٰ نے ایک لکڑی کا تختہ اٹھایا اور اس پر جمی تمام تسبیحوں اور تعویذوں کو آگ لگا دی۔

"آج سے اس قبیلے میں کوئی تعویذ نظر نہیں آئے گا۔ اگر کسی کو بیماری ہے، تو ہسپتال جاؤ۔ اگر کسی کو پریشانی ہے، تو جائے نماز بچھا کر اپنے رب کو پکارو۔ وہ 'وحدہ لاشریک' ہے، اسے کسی واسطے کی ضرورت نہیں۔"
اس نے ایک بزرگ کی طرف اشارہ کیا جو سہمے ہوئے کھڑے تھے۔

"بابا! آپ پانچ وقت نماز پڑھتے ہیں، پھر اس کالے دھاگے پر کیوں یقین رکھتے ہیں؟ کیا آپ کا رب اتنا کمزور ہے کہ وہ ایک دھاگے کا محتاج ہے؟ نہیں! ہم سید ہیں، ہمارا خون گواہی دیتا ہے کہ ہم نے ہمیشہ توحید کا علم بلند کیا ہے۔ میں اپنے قبیلے کو جہالت کے اس اندھیرے میں ڈوبتے نہیں دیکھ سکتا۔"

سردار موسیٰ نے کہا اور اس نے ڈھونگی پیر کی طرف دیکھا جو اب کانپ رہا تھا۔

"جادو حق ہے، اس کا ذکر قرآن میں ہے، مگر جادو کرنا کفر ہے! اور جو تم کر رہے ہو، یہ جادو بھی نہیں، یہ محض دھوکہ دہی ہے۔ تم لوگوں کی مجبوریوں کا فائدہ اٹھاتے ہو، تم عورتوں کی بے پردگی کرتے ہو اور انہیں ڈراتے ہو۔"

سردار موسیٰ چیختے ہوئے بولا تھا۔

"سردار! ہمیں معاف کر دیں، ہم یہاں سے چلے جائیں گے،" ایک چیلے نے پیروں میں گر کر التجا کی۔

"معافی تمہیں وہ رب دے گا جس کے سامنے تم نے لوگوں کو جھکایا"

موسیٰ نے نفرت سے کہا۔

"عدنان! ان سب کو پولیس کے حوالے کرو اور ان کا تمام سامان جلا کر راکھ کر دو۔"

موسیٰ کی بات پر عدنان نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ یحییٰ اور حنان نے فوراً تمام کتبے، مٹی کے پیالے اور نام نہاد 'جادوئی' سامان اکٹھا کیا اور بیچ چوراہے میں آگ لگا دی۔ بلند ہوتی ہوئی چنگاریاں قبیلے کے لوگوں کے دلوں میں ایک نیا خوف اور احترام پیدا کر رہی تھیں۔ موسیٰ نے دوبارہ لوگوں کو مخاطب کیا، اس کا لہجہ اب تھوڑا نرم مگر پر اثر تھا۔

"میرے بھائیو اور بہنوں! جادو کا سب سے بڑا توڑ 'تقویٰ' ہے۔ اللہ کے ذکر سے اپنے گھروں کو منور کرو۔ گھروں میں سورہ بقرہ کی تلاوت کرو، شیطان وہاں سے بھاگ جائے گا۔ ان لوگوں کے پاس جانے سے تمہاری پریشانیاں ختم نہیں ہوں گی، بلکہ تمہاری آخرت برباد ہو جائے گی۔"
سردار موسیٰ سب کی طرف دیکھتے ہوئے بول رہا تھا۔

"موسیٰ، تم نے آج حق ادا کر دیا۔ یہ لوگ صدیوں سے اس وہم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔"
ہاشم نے موسیٰ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ موسیٰ نے ایک لمبا سانس لیا اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اسے قندیل کی یاد آئی، جو ہمیشہ ان توہم پرست باتوں سے ڈرتی تھی۔

"کاش قندیل یہاں ہوتی اور دیکھتی کہ اس کا بھائی آج اس جہالت کے خلاف کھڑا ہوا ہے جس سے وہ ہمیشہ بیزار رہتی تھی۔"

قبیلے کے لوگ آہستہ آہستہ منتشر ہونے لگے، مگر آج ان کے چہروں پر ایک سوچ تھی۔ بہت سے لوگوں نے وہیں کھڑے کھڑے اپنے گلے سے وہ دھاگے اتار پھینکے جنہیں وہ اپنا محافظ سمجھتے تھے۔

"موسیٰ! قبیلے میں اب ایک سکول اور ایک چھوٹی لائبریری کی ضرورت ہے جہاں ہم ان لوگوں کو دین کا صحیح علم دے سکیں۔ جہالت کا علاج صرف علم ہے۔ بچوں کے لیے تو اسکول کھول گئے لیکن جو بڑے اور بزرگ جہالت میں ہیں ان کے لیے بھی کھلنے چاہیے"

عدنان نے موسیٰ کے پاس آکر کہا۔

" صحیح کہتے ہو عدنان۔ ہم سیدوں کا کام صرف سرداری کرنا نہیں، بلکہ اپنے لوگوں کے ایمان کی حفاظت کرنا بھی ہے۔ آج سے اس قبیلے میں نیا دور شروع ہو گا۔"

موسیٰ نے سر ہلایا۔۔

💗💗

اج آریز ہاسپٹل نہیں گیا تھا جس شاید اس نے 7 دن کی چھوٹی لی تھی کیوں کہ وہ یہ سات دن اور رات دونوں مکمل طور پر اپنی بیوی کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا گھر میں ضرورت کا سامان ختم ہو گیا تھا اس لیے وہ ساری چیزیں لے کر ایا تھا اس نے سب آ کر صوفے میں لاؤنج پر رکھا اور قندیل کو آواز دی۔

"قندیل پانی"

اریز نے زور سے کہا تھا اس کی بات سن کر قندیل اپنے کمرے سے باہر آئی اس نے آریز کو دیکھا جو کہ صوفے پر بیٹھا تھا آریز نے بھی اسے دیکھا لیکن اسے اتنے سادے حولیے میں دیکھ کر وہ حیران ہوا جیسا حولیہ اس کا روز ہوتا تھا آج بھی ویسا ہی تھا آریز ابھی یہ بات سوچ رہا تھا کہ قندیل پانی کا گلاس لے کر اس کے سامنے آئی۔

"شکریہ"

آریز نے گلاس لے کر پانی پینے کے بعد واپس اس کی طرف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"میں تھک گیا تم یہ سب کچن میں رکھ دو بعد میں میں خود سیٹ کر لوں گا اس کے بعد کمرے میں آؤ"

آریز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور وہاں سے 4 شاپنگ بیگم اٹھا کو وہ کمرے کی طرف چلا گیا تھا قندیل نے وہاں سارا سامان کچن میں رکھا۔۔



قندیل کمرے میں آئی جہاں وہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھا تھا کل کی رات اور اج کا دن گزر گیا تھا لیکن اس نے اب تک اپنا حق وصول نہیں کیا تھا قندیل اس کے سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

"مجھے امید نہیں تھی کہ آج بھی تم اتنی سمپل رہو گی"

آریز نے اسے دیکھا کر کہا۔

"مطلب"

قندیل اس کی بات سمجھ تو گئی تھی لیکن اس نے پھر بھی مطلب کہنا ضروری سمجھا۔ آریز اپنی جگہ سے اٹھا تو قندیل کی دھڑکنیں ایک پل کو تھم سی گئیں۔ وہ جو ابھی تک خود کو ایک حفاظتی حصار میں محسوس کر رہی تھی، اچانک اسے لگا کہ وہ حصار ٹوٹ رہا ہے۔ آریز کے قدموں کی چاپ کمرے کی خاموشی میں واضح سنائی دے رہی تھی۔ وہ بہت دھیمے، مگر پر اعتماد قدموں سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا، جبکہ قندیل کے پیر خود بخود پیچھے کی طرف اٹھنے لگے۔

"مطلب یہ کہ۔۔۔ میں نے سوچا تھا کہ آج جب میں گھر آؤں گا تو میری بیوی نے اپنے شوہر کے استقبال کے لیے تھوڑی سی زحمت تو کی ہو گی۔" آریز نے شرارت اور سنجیدگی کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

قندیل پیچھے ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کی کمر ڈریسنگ ٹیبل کے سخت کنارے سے جا ٹکرائی۔اب پیچھے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔آریز بالکل اس کے سامنے آکر رک گیا۔ان دونوں کے درمیان اب فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔قندیل نے گھبرا کر اپنی نظریں جھکالیں،اسے آریز کی تیز ہوتی ہوئی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔

"آریز۔۔۔وہ۔۔۔میں۔۔۔"

قندیل کے الفاظ اس کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

آریز نے اپنا ہاتھ آہستہ سے اٹھایا اور اس کے چہرے پر گری ایک آوارہ لٹ کو انگلیوں کی مدد سے اس کے کان کے پیچھے اڑسا۔اس کی پوروں کا لمس قندیل کے وجود میں بجلیاں بھر گیا۔آریز کا نہیں بلکہ،اس کے ہاتھ کی گرفت اب قندیل کی ٹھوڑی پر تھی،اس نے نرمی سے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تاکہ وہ اس کی آنکھوں میں جھانک سکے۔

"تمہیں پتہ ہے قندیل؟ تم اس سادگی میں بھی قیامت ڈھاتی ہو۔ یہ بکھرے ہوئے بال، یہ کاجل سے خالی آنکھیں اور یہ معصومیت۔۔۔ یہ سب مجھے تمہارا اسیر بنانے کے لیے کافی ہیں۔"

آریز کی آواز اب ایک سرگوشی میں بدل چکی تھی جو براہ راست قندیل کے دل پر دستک دے رہی تھی۔

قندیل نے چاہا کہ وہ کچھ کہے، اسے پیچھے ہٹنے کا کہے، مگر آریز کا سحر اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کو سنبھال پاتی، آریز کا دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل ہوا اور ایک جھٹکے سے اسے اپنے بالکل قریب کر لیا۔ قندیل کے ہاتھ بے ساختہ آریز کے چوڑے شانوں پر جم گئے۔

"آریز، کیا کر رہے ہیں آپ؟ اگر آپ کی ماما آ گئی تو۔" قندیل نے کانپتی آواز میں کہا۔ آریز ہلکا سا ہنسا، اس کی ہنسی آج واقعی ہنسی لگ رہی تھی اس میں کوئی کھوٹ محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"اس وقت آپ کی ساسوں ماں سو رہی ہوں گی اور ویسے بھی، اپنی بیوی کو قریب کرنے کے لیے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں۔"
اس نے اپنا چہرہ قندیل کے چہرے کے مزید قریب کیا۔۔

"کل کی رات میں نے تمہیں سنبھلنے کا موقع دیا تھا، لیکن آج نہیں۔"
قندیل کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ آریز کی نظریں اس کے گلابی لبوں پر جمی تھیں۔

"آج کی رات ہمارے لیے بہت خاص ہے قندیل۔ یہ ہماری سہاگ رات ہے۔ وہ رات، جس کا انتظار ہر شادی شدہ جوڑے کو ہوتا ہے۔ اج تمھیں مکمل طور پر خود کو اریز نقوی کے حوالے کرنا ہو گا"

آریز کی یہ بات سن کر قندیل کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا وہ ایسا چاہتی تو نہیں تھی لیکن اس کے سامنے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ اسے ایک ہفتے ایک اچھی بیوی بن کر رہنا تھا اب وہ اس سے بچ ویسے بھی نہیں سکتی تھی۔

"ہم"

قندیل نے بس اتنا ہی کہا تھا۔

"تو کیا مجھے اجازت ہے"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا قندیل نے فورا سے اپنی نگاہیں پھیر لی اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں قندیل"

آریز نے اس کا چہرہ تھوڑی سے پکڑ کر اپنی جانب کیا تھا۔

"جی"

قندیل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا۔

" گریٹ وہ جا ر بیگ پڑے ہیں رات ہونے میں بس 2 گھنٹے باقی رہ گئے ہیں خود کو مکمل طور پر میری دلہن کی طرح سجا کر تیار ہو جاؤ اس بیگ میں تمھاری ضرورت کا ہر سامان ہیں"

آریز کی بات پر قندیل نے ان بیگز کو دیکھا تھا ان میں اس کی سجاوٹ کا سامان نہیں بلکہ بربادی کا سامان تھا۔ قندیل نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میں نے کیا کہا تھا اگر مجھے ذرا سا بھی فیل ہوا تم زبردستی"

آریز اپنی بات کہتے کہتے رک گیا۔

"تو میری جان سب کچھ خوشی خوشی کرنا ہے"

آریز نے جھک کر اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے تھے اور یہ پہلی بار تھا کہ آریز نقوی نے اسے چہرے پر کس کیا تھا۔

"سمجھ گئی نہ"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"جی سمجھ گئی"

اس نے آہستہ سے سر ہلایا اور آریزا سے کمرے میں چھوڑ کر خود کمرے سے نکل گیا تھا۔۔



قندیل آئینے کے سامنے ساکت کھڑی تھی، مگر اس کا وجود تپتی ہوئی ریت کی طرح سلگ رہا تھا۔ کمرے میں خاموشی اتنی گہری تھی کہ اسے اپنے دل کی دھڑکنیں اپنے کانوں میں ہتھوڑوں کی طرح بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ آج اس نے جو لباس زیب تن کیا تھا، اپنے وجود کو دیکھ کر وہ بار بار یہ سوچ رہی تھی یہ آریز نقوی کی جیت کا اعلان تھا۔ گہرے سرخ رنگ کی یہ ساڑھی اس کے بدن پر کسی دہکتے ہوئے لاوے کی طرح لپٹی ہوئی تھی۔ ساڑھی کا بلاؤز نہایت چست اور مختصر تھا، جس کی گہری کاٹ (backless) نے اس کی پوری پشت کو برہنہ کر رکھا تھا۔ بلاؤز کی باریک ڈوریاں اس کی کمر کے درمیان ایک نازک سے گرہ میں بندھی تھیں، جو اس کے سانس لینے کے ساتھ ساتھ اس کی سفید پشت پر حرکت کر رہی تھیں۔ ساڑھی کا پیٹی کوٹ اس کی ناف سے کافی نیچے بندھا تھا، جس کی وجہ سے اس کے پیٹ کی نرمی اور ناف کا

دہانہ صاف جھلک رہا تھا۔ ساڑھی کا باریک نیٹ کا کپڑا جب اس کے پیٹ اور کمر کے گرد گھومتا ہوا پلو کی صورت اس کے بائیں کندھے پر پڑا، تو اس نے اس کے وجود کے نشیب و فراز کو چھپانے کے بجائے مزید نمایاں کر دیا۔

ساڑھی کا پلو اتنا باریک تھا کہ اس کے نیچے سے قندیل کا وجود اور اس کی کمر کی گہرائی صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ اس نے اپنے بالوں کو ایک طرف کر دیا تھا، جس کی وجہ سے اس کی گردن کی صراحی دار لمبائی اور اس کے کندھے کی سفیدی کسی سنگِ مرمر کی تراشیدہ مورتی کی طرح چمک رہی تھی۔ اس کے کانوں میں موجود بھاری جھمکے اس کی گردن کو چھو رہے تھے۔ قندیل نے اپنے لرزتے ہاتھوں سے میز پر پڑی سُرخی اٹھائی اور اپنے لبوں پر پھیری۔ اس کے لب جو پہلے ہی حیا سے گلابی تھے، اب اس گہری سرخی کے بعد کسی پکے ہوئے پھل کی طرح دہکنے لگے۔ اس نے اپنی آنکھوں میں کاجل بھرا، وہ آنکھیں جو آج ڈر، وحشت اور ایک انجانے سے تجسس سے بھری ہوئی تھیں۔

اچانک، کمرے کے دروازے کے ہینڈل کے گھومنے کی کڑک نے اسے ساکت کر دیا۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئیں۔ دروازہ کھلا اور آریز نقوی، سیاہ لباس میں ملبوس، کسی شہزادے کی طرح اندر داخل ہوا۔ آریز کے قدم دروازے پر ہی تھم گئے۔ اس کی نظریں جب آئینے میں موجود قندیل کے نیم برہنہ وجود پر پڑیں، تو اس کے حواس معطل ہو گئے۔ سیاہ سوٹ میں ملبوس آریز، جس کے کوٹ کے بٹن کھلے ہوئے تھے اور ٹائی تھوڑی ڈھیلی تھی، اس وقت کسی یونانی دیوتا کی طرح وجیہہ اور خطرناک لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں جو آگ بھڑکی، اس نے قندیل کو فاصلے سے ہی جلا کر راکھ کر دیا۔

آریز نے پیچھے مڑ کر دروازہ لاک کیا—وہ بہت آہستہ، ناپ تول کر قدم رکھتا ہوا اس کے قریب آیا۔ قندیل نے آئینے میں دیکھا کہ آریز کا سیاہ عکس اس کے سرخ وجود کے پیچھے آ کر رک گیا ہے۔ آریز نے اپنے ہاتھ آہستہ سے قندیل کی ننگی کمر پر رکھے۔ برف جیسے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس جب اس کی تپتی ہوئی پشت پر پڑا، تو قندیل کے منہ سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی۔
آریز کی انگلیاں اس کی ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ساتھ نیچے کی طرف رینگنے لگیں، جہاں بلاؤز کی ڈوریاں ختم ہو رہی تھیں۔

"جتنی خوبصورت تم لگ رہی ہو اس کے بعد تمھیں لگتا ہے میں تمھارے وجود پر کوئی رحم کر پاؤں گا"
آریز نے دھیمی آواز میں سرگوشی کی تھی۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے قندیل۔۔۔کہ تم اس وقت کیا غضب ڈھا رہی ہو۔"

آریز کی آواز کسی سرگوشی کی طرح اس کے کان کے پاس گونجی۔اس نے اپنا چہرہ قندیل کی گردن کے اس خالی حصے میں چھپا دیا جہاں سے بال ہٹے ہوئے تھے۔

"یہ ساڑھی، یہ رنگ، اور تمہارا یہ روپ۔۔۔آج تم میری جان نکال دو گی"

آریز نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اپنی طرف گھمایا۔اب قندیل کی پیٹھ ڈریسنگ ٹیبل سے لگی ہوئی تھی اور سامنے آریز کا کسرتی بدن ایک دیوار بن کر کھڑا تھا۔آریز کی نظریں قندیل کے پیٹ پر جمی تھیں جہاں ساڑھی کی سلوٹیں اس کی ناف کے گرد رقص کر رہی تھیں۔اس نے اپنا ہاتھ قندیل کے پیٹ پر رکھا اور آہستہ آہستہ اوپر کی طرف لے گیا۔قندیل نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں اور آریز کے سوٹ کے کالر کو اپنے ہاتھوں میں بھینچ لیا۔آریز نے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ساڑھی کا باریک کپڑا ان دونوں کے درمیان کسی رکاوٹ کی طرح نہیں بلکہ ایک برقی رو کی طرح کام کر رہا تھا۔قندیل کو آریز کے سوٹ کے گرم کپڑے اور اس کے نیچے دھڑکتے ہوئے دل کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"آج کوئی پردہ نہیں رہے گا قندیل۔"

آریز نے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ اس کی آنکھوں میں موجود جنون اب ایک وحشیانہ رخ اختیار کر چکا تھا۔ اس نے جھک کر اپنے لب قندیل کے لبوں پر رکھ دیے۔ آریز کا لمس اتنا شدت بھرا تھا کہ جس نے اس کے ہوش و حواس چھین لیے۔ آریز کا پیار، اس کا غصہ اور اس کی 6 ماہ کی تشنہ لبی اس ایک لمحے میں سمٹ آئی تھی۔ آریز اس کے ہونٹوں سے رس کو اپنے اندر اتار رہا تھا اس کا دل جو پہلے ہی قندیل کا یہ روپ دے کر بے قابو ہو گیا تھا جب اس کے ہونٹوں کا لمس اپنے ہونٹوں پر محسوس کیا تو آریز نقوی تو دیونہ ہو گیا تھا اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دل اس کے بس میں ہے ہی نہیں وہ بس جو بھی کر رہا ہے خود نہیں کر رہا بس ہوتا جس رہا ہے اس نے قندیل کی سانسوں کا خیال کرتے اس کے لبوں کو آزاد دی تھی۔ قندیل اپنی سانسوں کو معمول پر لانے کے لیے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔

آریز نے اسے اپنی مضبوط بانہوں میں اٹھایا اور بیڈ کی طرف قدم بڑھائے۔ بیڈ کے ریشمی گدوں پر گرتے ہی ساڑھی کا پلو اس کے کندھے سے مکمل طور پر ڈھلک گیا، جس سے اس کے وجود کا سحر آریز کے سامنے پوری طرح بے نقاب ہو گیا۔ کمرے کی مدھم زرد روشنی میں قندیل کا سرخ لباس اور اس کا سفید بدن کسی خوابناک منظر کا حصہ لگ رہے تھے۔ آریز اس کے اوپر جھکا، اس کے ہاتھوں کی گرفت قندیل کی کلائیوں پر مضبوط تھی۔

"آج کے بعد، تم صرف میری ہو قندیل نقوی۔ تمہارا یہ وجود، تمہاری یہ سانسیں، تمہارا یہ حسن۔۔۔ سب پر صرف میرا حق ہے۔"

قندیل، جواب تک ایک خوف کے سائے میں تھی، آریز کی اس والہانہ محبت اور جنون کے سامنے خود کو ہارتے ہوئے محسوس کر رہی تھی۔ اس نے پہلی بار آریز کے بالوں میں انگلیاں پھیریں اور اسے اپنے قریب کر لیا۔ بیڈ کی نرمی اور آریز کے کسرتی وجود کا بھاری پن اسے اپنے قابو میں کر رہا تھا۔ آریز نے اس کی کلائیوں پر اپنی گرفت کو ذرا سا ڈھیلا کیا، مگر اس کا جھکاؤ کم نہ ہوا۔ اس کی نظریں قندیل کی صراحی دار گردن پر جمی تھیں، جہاں ایک نیلی رگ اس کی تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ پھڑک رہی تھی۔

آریز نے اپنا چہرہ قندیل کی گردن کے اس نازک حصے کے قریب کیا جہاں خوشبو سب سے زیادہ رچی بسی تھی۔ اس کی گرم سانسیں قندیل کی جلد کو جھلسا رہی تھیں۔ اچانک آریز نے اپنے لب اس کی گردن پر رکھ دیے۔ قندیل کے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی، اس کے ہاتھ جو آریز کے بالوں میں الجھے تھے، اب بے اختیار اس کے کندھوں کو بھینچنے لگے۔ آریز وہیں نہیں رکا، اس کے جذبات میں اب ایک وحشیانہ تڑپ تھی جو اتنے مہینوں کی تشنہ لبی کا نتیجہ تھی۔ اس نے اپنی گردن کو ذرا سا زاویہ دیا اور اپنے دانتوں کو قندیل کی گردن کی نرم جلد میں ہلکے سے پیوست کر دیا۔ قندیل کے لبوں سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی، جو کمرے کی خاموشی میں واضح سنی جا سکتی تھی۔

آریز کا یہ انداز اس کے جنون کی گواہی دے رہا تھا۔ اس نے گردن کے اس حصے پر اپنے لبوں سے ایک گہرا نشان چھوڑا، جیسے وہ اس کے وجود پر اپنی مہر ثبت کر رہا ہو۔ وہ اس کے وجود کے ہر انچ کو اپنا بنانا چاہتا تھا، اسے یہ جتانا چاہتا تھا کہ اب وہ کسی اور کی نہیں، صرف اور صرف آریز نقوی کی ملکیت ہے۔ آریز کی انگلیاں اب ساڑھی کے اس باریک پلو کے ساتھ کھیل رہی تھیں جو بیڈ پر بکھرا ہوا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ قندیل کے پیٹ کی نرمی پر رکھا جو ساڑھی اور بلاؤز کے درمیان سے نمایاں تھی۔ اس کا لمس کسی دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھا جو قندیل کے حواس کو معطل کر رہا تھا۔ آریز نے آہستہ سے اپنا رخ بدلا اور قندیل کے پیٹ پر اپنے لب رکھ دیے۔ اس کا یہ عمل قندیل کو ساکت کر گیا، اس نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں.

"قندیل۔۔۔"

آریز کی آواز میں اب ایک عجیب سی گھمبھیرتا تھی۔

"آج تم نے مجھے وہ سب کچھ دے دیا ہے جس کی تمنا میں نے ہمیشہ کی تھی۔ یہ روپ، یہ حیا، یہ سپردگی۔۔۔ میں اسے کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔"

اس نے دوبارہ اوپر اٹھ کر قندیل کی آنکھوں میں جھانکا۔ان سیاہ آنکھوں میں اب وہ پرانا خوف نہیں تھا، بلکہ ایک ایسی خاموش قبولیت تھی جس نے آریز کے اندر کے طوفان کو ایک قرار دے دیا تھا۔آریز نے اس کے ماتھے پر ایک طویل بوسہ دیا، جیسے وہ اس کی تمام اذیتوں اور ڈر کو اپنے اندر سمیٹ لینا چاہتا ہو۔اس کے ہاتھ اب قندیل کے بالوں کو سہلا رہے تھے، جو بیڈ کے چاروں طرف سیاہ ریشم کی طرح پھیلے ہوئے تھے۔رات کی سیاہی جیسے جیسے گہری ہوتی گئی، کمرے میں موجود وہ دو وجود ایک دوسرے کے جذبات کی آگ میں پگھلتے چلے گئے۔آریز نے اسے اپنے لمس سے یہ یقین دلایا کہ وہ اس کا سب سے بڑا اثاثہ ہے،اور قندیل نے آج پہلی بار جانا کہ کسی کے جنون کا مرکز بننا کتنا تکلیف دہ اور کتنا روح پرور ہوتا ہے۔۔وہ یہ سب کر رہی تھی کیوں کہ اسے اپنوں کے پاس واپس جانا تھا وہ خوش نہیں تھا آج اس کا ایک غرور اس کا وجود وہ بھی آج وہ آریز نقوی کے حوالے کر چکی تھی۔



صبح اس کی انکھ کھلی تو اس کی انکھوں میں خالی پن تھا اس نے اپنے اپ کو کسی کے حسار میں محسوس کیا وہ جانتی تھی اس وقت وہ کس کے حسار میں ہے لیکن اسے اس بات سے اب کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا کیونکہ وہ شخص رات کو مکمل طور پر اس کے وجود پر اپنی ملکیت جما چکا تھا وہ نہیں جانتی تھی اس کی اگے کی زندگی کیسی گزرے گی اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا اس نے یہ قدم اٹھایا تو یہ ٹھیک بھی تھا یا نہیں اس نے اپنا سے ملنے کے لیے اپنے وجود کی قربانی دی تھی اپنے اپ کی قربانی دی تھی پتہ نہیں اس کے اپنے اسے اپنا بھی پائیں گے یا نہیں وہ چھوٹی بچی نہیں تھی وہ سب جانتی تھی چھ ماہ غائب رہنے کے بعد اس پر ہزاروں سوال اٹھائے جائیں گے اسے تنقید کا نشانہ بنایا جائے گا۔

لیکن پھر بھی اس کا دل اپنوں کے لیے تڑپ رہا تھا وہ ان سب کے سامنے کچھ بھی نہیں کہتی تھی لیکن اکیلے میں روتی تھی اس نے بہت مشکل سے یہ فیصلہ کیا تھا اپنے وجود کو اس شخص کے سامنے کچلا تھا اس شخص کے سامنے تو وہ اپنے غم کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی لیکن پھر بھی اس وقت وہ چہرے پر اداسی لیے چپ چاپ لیٹی ہوئی تھی رات کو وہ شخص اسے مکمل طور پر اپنے اندر سما کر اس کے وجود پر اپنی ملکیت جما کر سکون کی نیند کی اغوش میں جا چکا تھا لیکن کوئی قندیل سے پوچھتا اس کے دل پر کیا گزر رہی تھی۔ لیکن ابھی اس سے یہ اذیت اگلے چھ دنوں تک مزید سہنی تھی لیکن پھر کہیں نہ کہیں اس کا دل اس اطمینان میں بھی تھا کہ وہ شخص اس کا محرم ہے اس کا شوہر ہے لیکن اگلے ہی لمحے دماغ اس اطمینان کو کچل دیتا۔

کون سا شوہر کیسا شوہر وہ شوہر جس نے اسے زبردستی کڈنیپ کر کے نکاح کیا تھا یا پھر وہ شوہر جو اسے اپنوں سے دور لے ایا تھا یا پھر وہ شوہر جس نے اج رات اس سے اپنی ہوس پوری کی تھی یا پھر وہ شوہر جو اسے واپس اپنوں کے پاس لوٹنے کے لیے قیمت ادا کرنے کا بول رہا تھا اور قیمت بھی اس کے وجود کی اس کی انکھوں میں آنسوں اگئے تھے لیکن اس نے اپنے انسو فورا صاف کیے تھے کیونکہ اس شخص کے سامنے وہ رو نہیں سکتی تھی اب اسے مضبوط بننا تھا کیونکہ وہ اس شخص کے قید سے ہمیشہ کے لیے نکل جاتی ہے بس کچھ دن کی بات تھی پھر وہ اس شخص کو پلٹ کر کبھی نہ دیکھتی شاید اریز نقوی وہ پہلا شخص تھا جس سے قندیل حد سے زیادہ نفرت کرتی تھی پہلے شاید اس سے اتنی نفرت نہ کرتی ہو لیکن اب سے قندیل نقوی اس سے بہت زیادہ نفرت کرتی تھی کیونکہ اس شخص نے اس سے اس کے وجود کا سودا کیا تھا۔ اور اس سودے نے قندیل کے روح کو فنا کیا تھا۔

وہ اس کے وجود پر اپنی ملکیت جما چکا تھا لیکن کبھی بھی وہ قندیل کے دل تک رسائی نہیں کر سکتا تھا رات وہ تو سکون سے سو گیا تھا لیکن قندیل ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکی تھی اس کے وجود پر اس شخص کے دیے گئے نشانات اب بھی واضح تھے اور جو شدت کل رات اس کے عمل میں تھی اس نے بھی قندیل کا دل چھلنی کیا تھا۔

"آریز نقوی شاید تم وہ پہلے مرد ہو گے جس سے قندیل نقوی حد سے زیادہ نفرت کرتی ہے اور تم ہی وہ پہلے مرد ہو جس نے مجھے اپنے وجود سے بھی نفرت محسوس کروائی ہے"

قندیل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا تھا اور پھر زور سے اپنی انکھیں بند کر لی۔

آج کافی دنوں بعد ڈائنگ ٹیبل پر سید حویلی کا مکمل خاندان موجود تھا سوائے نور کے سب لوگ ہی مل کر بس خاموشی سے ناشتہ کر رہے تھے سید سائیں نے ایک نظر سب پر ڈالی اور پھر اپنی بات کا آغاز کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں یہ وقت ہم سب کے لیے ہی بہت مشکل رہا ہے لیکن اللہ کی مرضی اسی میں تھی میں اب یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے پوتوں کی شادی دیکھو"

سید سائیں کے اس اعتراف پر وہاں موجود ہر کسی کو ہی جھٹکا لگا تھا سب لوگ حیرانی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔

"لیکن سید سائیں ابھی میری بچی کا غم تازہ ہے"

آیت بیگم اپنی بیٹی کو یاد کر کے بولی تھی۔۔سید سائیں نے گہرا سانس لیا اور اپنی چھڑی پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے آیت بیگم کی طرف دیکھا، جن کی آنکھوں میں قندیل کی یاد نے پھر سے نمی بھر دی تھی۔ حویلی کا ماحول غمگیں تھا، مگر سید سائیں کی دور رس نظریں اس خاموش طوفان کو دیکھ رہی تھیں جو ان کے بچوں کی زندگیوں کو نگل رہا تھا۔

"بہو! غم کبھی پرانا نہیں ہوتا، بس انسان اسے سہنا سیکھ جاتا ہے،"
سید سائیں کی آواز میں ایک ایسی ٹھہراؤ تھی جس نے دستر خوان پر موجود ہر شخص کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"لیکن اس حویلی کی دیواروں میں قید یہ خاموشی اور یہ سوگ ہمارے بیٹوں کی جوانی کھا رہا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ کی آنکھوں سے نیند رخصت ہو چکی ہے، ہاشم کے چہرے کی سختی بڑھتی جا رہی ہے، سب کچھ بہت زیادہ خوفناک محسوس ہو رہا ہے"

انہوں نے ایک لمحے کے لیے توقف کیا اور پھر ہاشم کی طرف دیکھا جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"تمہاری بات ٹھیک ہے بہو، قندیل کا دکھ ہم سب کا دکھ ہے، لیکن نور؟ نور کی حالت ہم سے چھپی نہیں ہے۔ وہ بچی اس حادثے کے بعد جیسے جینا بھول گئی ہے۔ وہ ہاشم کی امانت ہے ہمیں نور کو ہاشم کے حوالے کر دینا چاہیے، اور ہاشم سے بہتر اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"

سید سائیں کے اس جملے نے ہاشم کو چونکا دیا۔اس نے نظریں اٹھا کر اپنے دادا کو دیکھا۔ پھر اسکے چہرے پر ایک ہلکی سے مسکراہٹ آئی تھی وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ اپنی نور کو وہ خود سمیٹے اسے اس دکھ سے باہر نکلے۔

"نور کو اس وقت ایک سہارے کی ضرورت ہے، ایک ایسے رشتے کی جو اسے اس اندھیرے سے نکال سکے۔اور شوہر سے بہتر سہارا بیوی کے لیے ہو ہی نہیں سکتا"

سید سائیں نے سب کی طرف دیکھا تھا۔

"سید سائیں جیسا آپ کو ٹھیک لگے"

ہاشم نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن پھر دادا جان"

موسیٰ نے سید سائیں کی طرف دیکھا۔

"ہم نہیں چاہیں گیں زیادہ کچھ ہو بس حویلی میں ہی رخصت کر دیا جائے"
سردار موسیٰ کی بات پر سید سائیں اسے دیکھ رہے تھے۔

"قبیلے کے سردار کی شادی ہے ایسے ہی نہیں ہو سکتی"
سید سائیں موسیٰ کو دیکھ کر آہستہ سے بولے۔

"لیکن دادا جان میں کچھ بھی نہیں کرنا چاہتا کیوں کہ اس وقت ہم میں سے کسی کا دل بھی اس بات پر راضی نہیں ہے کہ ہم شان و شوکت کے ساتھ شادی کریں گیں تو بس حویلی میں ہی سادہ سار خصت کر لیتے ہیں"
سردار موسیٰ نے اپنے دادا جان کو دیکھ سمجھائے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔۔

"موسیٰ تمھاری بات ٹھیک ہے لیکن یہ نہیں ہو سکتا ایک سردار کی شادی کبھی بھی ایسے نہیں ہو سکتی"

ساجد نقوی نے بھی سردار موسی کو دیکھا۔۔

"تو کیا تایا ابو وہ سارے کام کرنے کے بغیر شان وہ شوکت کے بغیر شادی نہیں ہو سکتی"

سردار موسیٰ نے اپنے تایا ابو کی طرف دیکھا۔

"ہو سکتی ہے موسیٰ لیکن یہ برسوں سے ہوتا آرہا ہے ہم اسے بدل تو نہیں سکتے نہ"

ساجد نقوی نے ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے موسیٰ اگر تم ایسا چاہتے ہو تو ایسا ہی صحیح لیکن رخصتی کی تقریب رکھی جائے گی جس میں سب قبیلے والوں کو بلایا جائے گا"

سید سائیں نے سردار موسی کی بات پر ہامی بھرتے ہوئے کہا جب کہ ان کی بات پر موسیٰ اب بھی مطمئن نہیں تھا وہ بس حویلی میں ہی سادہ سی رخصتی کرنا چاہتا تھا نہ کہ یوں۔

"جی دادا جان"

موسیٰ نے روح کو دیکھا تھا جو کہ خاموشی سے سر جھکائے اپنا ناشتہ کر رہی تھی۔

❤️❤️

قندیل فریش ہو کر آئی تھی اس کی آنکھیں لال ہو رہی تھی شاید وہ شاور لیتے اپنے وجود کو دیکھتے ہوئے روئی تھی اس وقت بھی وہ ایک بلکل سادہ سے لباس میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی جب آریز نقوی کی آنکھ کھولی اس نے مسکرا کر اپنی بیوی کو دیکھا جو کہ ڈریسنگ کے آگے کھڑی اپنے بال ٹھیک کر رہی تھی۔

"تم کب اٹھی"

آریز بیڈ سے اٹھ کر بہت دھیمے قدموں سے چلتا ہوا اس کے بالکل پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ قندیل، جو آئینے میں اپنے بال سنوارنے میں مصروف تھی، آریز کا عکس دیکھتے ہی ٹھٹک گئی۔ آریز نے پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لیا تھا اس کے دونوں ہاتھ قندیل کے پیٹ پر تھے اور آریز نے جھک کر اپنے لب اس کی گردن کے اس نازک حصے پر رکھ دیے جہاں کل رات اس نے اپنے جنون کی مہر ثبت کی تھی۔ قندیل کے پورے وجود میں ایک سنسنی سی دوڑ گئی، اس نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"تم کب اٹھی؟ بتایا نہیں"

آریز کی لہجے میں کچھ تو ایسا تھا جو قندیل کے دل کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کرنے کے لیے کافی تھی۔

"بس تھوڑی دیر پہلے ہی۔"

قندیل نے آئینے میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے دھیمی آواز میں جواب دیا۔

"مجھے کیوں نہیں جگایا"

آریز نے ایک بار پھر لب اس کی گردن پر رکھے۔

"آپ اتنے سکون سے سو رہے تھے کہ مجھے آپ کو جگانا مناسب نہیں لگا۔"

وہ نظریں جھکا کر بولی اس کے لہجے میں ایک ایسی مٹھاس اور حیا تھی جو آریز کو ایک بار پھر اس کا دیوانہ بنا رہی تھی۔ آریز ہلکا سا مسکرایا اور اس کے چہرے کے گرد بکھری بالوں کی لٹ کو پیار سے ہٹایا۔

"تمہاری یہی حیا تو مجھے مار ڈالتی ہے۔ لیکن ایک بات بتاؤ، کیا تم واقعی سمجھتی ہو کہ میں تمہارے بغیر سکون سے سو سکتا ہوں؟"

اس نے شرارت سے پوچھا، جس پر قندیل کے گالوں پر حیا کی سرخی پھیل گئی۔

"اوہ، مجھے اچانک یاد آیا!"

آریز نے جیسے کسی بڑی بھول کا احساس کرتے ہوئے کہا۔

"کیا؟"

قندیل نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"تمہارا تحفہ۔۔۔ کل رات میں تمہیں تمہاری 'منہ دکھائی' دینا تو بھول ہی گیا تھا۔"

آریز نے مسکراتے ہوئے کہا اور ڈریسنگ ٹیبل کی دراز سے ایک چھوٹا سا مخملی ڈبہ نکالا۔ اس نے ڈبہ کھولا تو اندر سونے کا ایک نہایت نفیس اور نازک سا لاکٹ جگمگا رہا تھا۔ اس لاکٹ کی بناوٹ بہت منفرد تھی، اس پر بہت خوبصورت خطاطی میں 'آریز نقوی' لکھا ہوا تھا۔ قندیل نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ اس لاکٹ کو دیکھا۔ آریز نے اسے ڈبے سے نکالا اور قندیل کے سامنے لایا۔

"اجازت ہے؟"

اس نے اشارتاً پوچھا۔ قندیل نے خاموشی سے اپنا سر جھکا دیا، جو اس کی طرف سے مکمل رضامندی تھی۔ آریز نے بہت نفاست سے وہ زنجیر قندیل کی گردن میں پہنائی۔ اس کے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس جب قندیل کی جلد سے ٹکرایا، تو اسے ایک بار پھر کل رات کی حدت یاد آ گئی۔ آریز نے لاکٹ کو درست کیا اور پھر آئینے میں قندیل کو دیکھنے لگا۔ وہ لاکٹ اس کی صراحی دار گردن پر بہت جچ رہا تھا، جیسے وہ بنا ہی اسی کے لیے ہو۔

"تمہیں اچھا لگا؟"

آریز نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"بہت زیادہ۔۔۔ یہ بہت خوبصورت ہے۔"

قندیل نے لاکٹ کو چھوتے ہوئے کہا۔ آریز نے ایک نظر اس کے سادہ سے لباس پر ڈالی۔ قندیل نے ایک بالکل عام سا سوتی جوڑا پہنا ہوا تھا، جو اگرچہ اس کی سادگی کو نکھار رہا تھا، مگر آریز آج اسے کسی خاص روپ میں دیکھنا چاہتا تھا۔

"قندیل، یہ سادگی بھی بہت اچھی ہے تم بہت پیاری لگتی ہو، لیکن آج میں چاہتا ہوں کہ تم میرے لیے تھوڑا سا تیار ہو جاؤ۔"
آریز نے الماری کی طرف اشارہ کیا اور خود اٹھ کر اس میں سے ایک خوبصورت، بھاری کام والا جوڑا نکالا۔ آسمانی رنگ کا لباس تھا جس پر چاندی کے تاروں کا کام کیا گیا تھا۔

"یہ پہن کر تیار ہو جاؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ آج جب ہم ساتھ ناشتہ کریں، تو میری بیوی دنیا کی سب سے حسین عورت لگے۔"

آریز نے وہ لباس اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔

قندیل نے اس لباس کو دیکھا اور پھر آریز کی آنکھوں میں جھانکا، جہاں اس کے لیے بے پناہ محبت اور ستائش تھی۔

اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے، جیسا آپ چاہیں۔"

آریز اسے کمرے میں چھوڑ کر باہر نکل گیا تاکہ وہ آرام سے تیار ہو سکے۔

قندیل نے اس لباس کو بیڈ پر پھیلایا اور اسے دیکھ کر سوچنے لگی کہ زندگی اسے کیا کیا کروا رہی تھی کل تک وہ جس شخص سے دور بھاگتی تھی، آج اسی کے نام کا لاکٹ اپنی گردن میں پہنے، اسی کی پسند کا لباس پہننے جا رہی تھی۔

اس نے آئینے میں خود کو دیکھا اور اس کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آ گئی جیسے وہ خود پر ہی ہنس رہی ہو۔

❤️❤️

قندیل جیسے ہی ڈائننگ ہال میں داخل ہوئی، پورے ماحول میں جیسے ایک نئی تازگی بھر گئی۔ آسمانی رنگ کا وہ بھاری لباس اس کی گوری رنگت پر کسی خواب کی طرح سج رہا تھا، اور چاندی کے تاروں کا کام اس کی ہر جنبش کے ساتھ جگمگا اٹھتا۔ سامیہ بیگم، جو وہیں موجود تھیں، اپنی بہو کا یہ روپ دیکھ کر دنگ رہ گئیں اور ایک پر سکون مسکراہٹ ان کے لبوں پر پھیل گئی۔

آریز، جو پہلے سے ہی وہاں موجود تھا، قندیل کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں ستائش اور فخر کی ایک ایسی لہر تھی جسے وہ چھپا نہ سکا۔

"ویلکم میری پیاری اور خوبصورت بیوی! آپ کا ناشتہ بالکل تیار ہے،"

آریز نے ایک باوقار انداز میں جھک کر اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ قندیل کی پلکیں حیا سے جھک گئیں، مگر اس نے اپنا ہاتھ آریز کے مضبوط ہاتھ میں دے دیا۔ آریز نے اسے بہت نفاست سے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھایا۔ وہاں پہنچ کر اس نے سب سے پہلے قندیل کے لیے کرسی پیچھے کی اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ قندیل کے بیٹھتے ہی وہ خود اس کے برابر والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ میز پر طرح طرح کے لوازمات سجے تھے، مگر آریز کا سارا دھیان صرف اپنی بیوی کی طرف تھا۔

"آج کا ناشتہ میرے لیے بہت خاص ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ یہ تمہارے لیے بھی یادگار ہو،"

آریز نے نرمی سے کہا اور خود پلیٹ اٹھا کر اس میں نفاست سے چیزیں نکالنے لگا۔ اس نے پہلے شہد اور مکھن کے ساتھ گرم گرم پراٹھا قندیل کی پلیٹ میں رکھا، پھر آملیٹ کا ایک حصہ اس کے سامنے پیش کیا۔ قندیل خاموشی سے اس کی یہ توجہ دیکھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ایک عجیب سی ہلچل تھی؛ ایک طرف کل رات کا وہ جنون تھا اور دوسری طرف آج صبح کی یہ بے پناہ محبت۔ آریز نے اپنے ہاتھ سے لقمہ توڑ کر قندیل کے لبوں کے قریب کیا۔

"اپنے ہاتھ سے کھاؤں گی،"

قندیل نے دھیمی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، مگر آریز کی آنکھوں میں موجود حکم اور پیار نے اسے خاموش کر دیا۔

"آج نہیں قندیل۔ آج سب کچھ میری مرضی سے ہو گا،"

اس نے مسکرا کر کہا۔ قندیل نے نیم وا لبوں سے وہ لقمہ قبول کر لیا۔ آریز کی انگلیاں جب اس کے لبوں سے ٹکرائیں، تو ایک برقی لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ آریز نے اسے ایک ایک کر کے کئی لقمے کھلائے، اور ساتھ ساتھ اس کی پسند و ناپسند کا بھی خیال رکھتا رہا۔ ناشتے کے دوران آریز کی باتیں قندیل کے دل پر جادو کر رہی تھیں۔ وہ اسے اپنی زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتیں بتا رہا تھا جیسے وہ اسے یہ یقین دلانا چاہتا ہو کہ وہ اب اس کی زندگی کا مرکز بن چکی ہے۔ سامیہ بیگم یہ منظر دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں کہ ان کا بیٹا، جو ہمیشہ اپنے کاموں میں مگن رہتا تھا، آج ایک محبت کرنے والے شوہر کے روپ میں کتنا مکمل نظر آ رہا تھا۔ ناشتہ ختم ہونے کے بعد، جب قندیل اٹھنے لگی، تو آریز نے اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ اس نے میز کے نیچے سے ایک نہایت خوبصورت اور تازہ گہرا سرخ گلاب کا پھول نکالا، جس کی پنکھڑیوں پر ابھی بھی شبنم کے قطرے ستارے بن کر چمک رہے تھے۔

"یہ تمہارے لیے،"

آریز نے وہ پھول قندیل کی طرف بڑھایا۔

"اس سرخ رنگ کو دیکھ کر مجھے کل رات کا وہ روپ یاد آگیا جس نے میرا سب کچھ لوٹ لیا تھا۔"

اس نے آہستہ سے کہا تاکہ صرف وہ ہی سن سکے سامیہ بیگم تک اواز نہ جائے۔ قندیل نے وہ پھول تھام لیا، اس کی خوشبو اس کے حواسوں میں بس گئی۔ اس نے ایک لمحے کے لیے اس پھول کو اپنے لبوں سے لگایا۔

"شکریہ،"

اس نے بہت دھیمی آواز میں کہا۔

"کیسا لگا میری بیوی کو یہ سب؟"

آریز نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا، اس کے لہجے میں ایک بے چینی تھی جیسے وہ اس کی منظوری کا منتظر ہو۔ قندیل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اب وہ تلخی نہیں تھی جو صبح آئینے میں نظر آئی تھی، بلکہ ایک ایسی چمک تھی جو اس بات کی گواہی دے رہی تھی کہ آریز کی محبت نے اس کے دل کے کسی کونے میں جگہ بنالی ہے۔

"بہت اچھا لگا۔۔۔ آپ کا یہ انداز، یہ توجہ۔۔۔ میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ آریز نقوی اتنا رومانوی بھی ہو سکتا ہے۔"

آریز ہنسا، اور اسے دیکھنے لگا قندیل کے چہرے سے کہیں بھی نہیں لگ رہا تھا کہ یہ بس ان کی ڈیل ہے جیسے وہ یہ سب خود اپنی خوشی سے کر رہی ہو۔

"ابھی تو بہت کچھ ایسا ہے جو تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔ یہ تو بس شروعات ہے قندیل۔"

آریز نے اسے آنکھ ماری تھی جب کہ اس کی اس حرکت پر وہ شرما گئی۔



سردار موسیٰ کے کمرے کی فضا میں ایک عجیب سی گھٹن اور بے چینی رقص کر رہی تھی۔ وہ، جو ہمیشہ اپنے جذبات پر قابو رکھنے کا ہنر جانتا تھا، آج خود اپنے اندر اٹھنے والے تلاطم سے پریشان تھا۔ کمرے کی کھڑکی سے چھنتی دھوپ کے ٹکڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے، مگر موسیٰ کی نظریں مسلسل دروازے پر جمی تھیں۔ اس نے روح کو تاکید کی تھی کہ وہ فوراً اوپر آئے، مگر وقت گزرتا جا رہا تھا اور روح کا کہیں پتا نہ تھا۔ موسیٰ نے بے زاری سے اپنی قمیض کی آستینیں اوپر چڑھائیں اور کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔ اس کے قدموں کی چاپ اس کی اندرونی بے چینی کی عکاسی کر رہی تھی۔ جب صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو اس نے باہر جانے کا ارادہ کیا، مگر جیسے ہی اس نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے، دروازہ کھلا اور روح اندر داخل ہوئی۔

روح کو دیکھتے ہی موسیٰ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ وہ جو اس کی تاخیر پر سلگ رہا تھا، اب سامنے پا کر خاموش نہ رہ سکا۔ اس نے ایک جھٹکے سے روح کا بازو تھاما اور اسے دیوار کے ساتھ لگا لیا۔ روح کے حلق سے ایک دبی دبی چیخ نکلی اور اس نے حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات سے موسیٰ کو دیکھا۔

"کب سے میں تمہیں کہہ کر آیا تھا کہ کمرے میں آؤ روح؟ کیا میری بات کی تمہارے سامنے اب کوئی اہمیت نہیں رہی؟"

موسیٰ کی آواز دبی دبی تھی، مگر اس میں غصے کی تپش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔ روح نے موسیٰ کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی، جہاں غصے کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سی محرومی اور بے چینی تھی۔ وہ موسیٰ کے اس روپ سے واقف تھی، مگر پھر بھی اس کی گرفت اور اس کا لہجہ اسے لرزا گیا۔

"موسیٰ وہ۔۔۔"

روح کی آواز لرز گئی۔

"کیا؟"

موسیٰ نے اس کے چہرے کے قریب جھکتے ہوئے پوچھا۔اس کا سانس روح کے رخساروں کو چھو رہا تھا۔

"موسیٰ آپ کا غصہ مجھے ڈرا رہا ہے۔۔۔پلیز"

روح نے نحیف سی آواز میں التجا کی۔ موسیٰ نے دیکھا کہ روح کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی تھی اور اس کا چہرے پر خوف کے آثار تھے وہ وغصہ کرتا تھا سب پر لیکن اپنی روح پر اس نے غصہ نہیں کیا تھا نہ اس پر کرتا تھا کیونکہ رولز کے غصے سے ڈر گئی تھی اور اب بھی وہ ڈر رہی تھی، اس کے دیر انے پر اور سید سائیں کے اچانک فیصلے پر موسی کو کچھ سمجھ نہیں ارہا تھا وہ کیا کرے اسی لیے اسے غصہ ارہا تھا مگر اب وہ روح کو دیکھ کر نرم ہوا مگر اسے دیوار سے جدا نہیں ہونے دیا۔

"تم نے مجھے غصہ دلایا کیوں روح؟ کیوں میرے بلانے پر تم وقت پر نہیں آئیں؟"

اس کے لہجے میں اب غصے کی جگہ ایک گلہ تھا۔

"مجھے تائی امی نے بلا لیا تھا، وہ کچھ کام بتا رہی تھیں،"

روح نے نظریں جھکا کر صفائی پیش کی۔

"تائی امی زیادہ ضروری ہیں یا تائی امی کا بیٹا؟"
موسیٰ نے اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کیا،

"میں یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں اور تم نیچے کاموں میں الجھی ہوئی ہو؟"
موسیٰ کو اسے تنگ کرنے میں مزہ آرہا تھا اسی لیے اس وقت وہ اسے تنگ کر رہا تھا روح نے گہرا سانس لیا اور موسیٰ کے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اسے تھوڑا پیچھے ہٹانے کی کوشش کی، مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا۔

"خبردار یہ مت کیا کرو"
موسیٰ نے جب دیکھا روح اسے خود سے دور کر رہی ہے تو وہ غصے سب بولا روح کے اس کے چہرے دیکھا جہاں پر بے چینی کے آثار تھے۔

"کیا ہوا ہے موسیٰ؟ آپ بہت بے چین لگ رہے ہیں۔ کیا دادا جان کے فیصلے نے آپ کو پریشان کر دیا ہے؟"

روح نے دانائی سے بات کا رخ موڑا۔ موسیٰ کی آنکھوں میں اداسی کی ایک لہر دوڑی۔ اس نے روح کو چھوڑا اور جا کر بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا، اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"روح، قندیل کو بچھڑے ابھی چھ ماہ ہی تو ہوئے ہیں۔ اس کی یادیں، اس کا دکھ اس حویلی کی فضاؤں میں آج بھی بسا ہوا ہے۔ ایسے میں شادی کی باتیں، یہ سب شور شرابہ۔۔۔ کیا یہ سب کرنا ضروری ہے؟ میرا دل اس بات پر راضی نہیں ہو رہا کہ ہم قندیل کے غم کو اتنی جلدی پسِ پشت ڈال کر خوشیاں منائیں۔"

موسیٰ نے ایک ہارے ہوئے شخص کی طرح کہا۔ روح دھیرے سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی اور فرش پر اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گئی۔ اس کی اس حرکت پر موسیٰ فوراً سے کھڑا ہو گیا تھا۔

"خبردار روح جو تم نے ایسی حرکت کی تمھاری مقام میرے دل میں ہے اور میں کبھی بھی نہیں چاہوں گا تم یوں میرے قدموں میں بیٹھو"

سردار موسیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر اسے اپنی جگہ بیٹھا کر خود اس کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔ روح نے اس کی اس ادا پر موسیٰ کو دیکھا اور اس نے موسیٰ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"موسیٰ، میں سمجھ سکتی ہوں۔ قندیل آپ کی بہن تھی، اس حویلی کی رونق تھی۔ لیکن سید سائیں کو دیکھیں۔ وہ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ وہ اس غم کے سائے سے نکلنا چاہتے ہیں، شاید اس لیے نہیں کہ وہ قندیل کو بھول گئے ہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ جیتے جی اپنی آنکھوں میں کچھ زندگی دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ اس خاموشی سے تھک گئے ہیں جو اس حویلی کو کھا رہی ہے۔ ہمیں ان کی طبیعت اور ان کی خواہش کا احترام کرنا چاہیے۔"

موسیٰ نے روح کو دیکھا، جو اسے اتنی محبت سے سمجھا رہی تھی۔ اس کی باتیں مدلل تھیں، مگر دل کا بوجھ پھر بھی کم نہ ہوا۔

"موسیٰ، کبھی کبھی دوسروں کی خوشی کے لیے ہمیں اپنے غموں کو ایک کونے میں رکھنا پڑتا ہے۔ نور اور ہاشم کا رشتہ بھی تو اسی دکھ کی نذر ہو رہا ہے۔ اگر ان کی رخصتی سے اس گھر میں دوبارہ زندگی لوٹ سکتی ہے، تو کیا یہ برا سودا ہے؟"

موسیٰ خاموشی سے اسے سنتا رہا۔ روح کی موجودگی اس کے لیے کسی مرہم سے کم نہ تھی۔ اس نے ایک طویل سانس لی اور روح کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تم شاید ٹھیک کہتی ہو۔ شاید میں ہی ضرورت سے زیادہ جذباتی ہو رہا ہوں۔"

سردار موسیٰ نے آہستہ سے کہا۔

"آپ جذباتی نہیں ہیں موسیٰ، آپ بس بہت زیادہ محبت کرنے والے انسان ہیں۔"

روح مسکرائی تھی کمرے میں شام کے سائے گہرے ہونے لگے تھے۔ موسیٰ کی بے چینی اب ایک سکون میں بدل چکی تھی، مگر یہ سکون ایک نئے جذبے کو جنم دے رہا تھا۔ اس نے روح کو غور سے دیکھا۔ آج وہ سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس تھی، جس پر ہلکا سا سنہرا کام تھا۔ کالا رنگ اس کی دودھیا رنگت پر قیامت ڈھا رہا تھا۔ اس کے بال کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے اور آنکھوں میں کاجل کی لکیر اس کی معصومیت کو ایک سحر انگیز حسن دے رہی تھی۔

"روح۔۔۔"

موسیٰ نے اسے پکارا۔ اس کی آواز میں اب ایک خاص قسم کی گہرائی اور ارتعاش تھا۔ روح نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تو موسیٰ کی نظروں کی تپش سے اس کے گالوں پر سرخی دوڑ گئی۔ وہ اٹھنے لگی تو موسیٰ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ اپنی طرف کھینچا۔ اس بار وہ دونوں ہی فرش پر آ گئے تھے۔

"موسیٰ۔۔۔یہ کیا کر رہے ہیں؟کوئی آجائے گا،"
روح نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کمرہ میرا ہے،بیوی میری ہے۔۔۔کس کو آنا ہے؟"
موسیٰ نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی، جس سے روح کے پورے وجود میں ایک سنسنی دوڑ گئی۔ موسیٰ نے اپنی انگلیاں روح کے چہرے پر بکھری لٹوں میں پیوست کر دیں اور اسے اپنے مزید قریب کر لیا۔ کالی رنگت کے اس جوڑے میں روح اسے کوئی اپسرا لگ رہی تھی۔اس کے لباس کی خوشبو اور اس کے وجود کی حدت موسیٰ کے حواسوں پر حاوی ہونے لگی۔

"آج تم اس سیاہ جوڑے میں بہت ظالم لگ رہی ہو،"

موسیٰ نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے ہوئے کہا۔ روح نے شرما کر اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اپنا چہرہ موسیٰ کے سینے میں چھپانے کی کوشش کی، مگر موسیٰ نے اسے ایسا نہ کرنے دیا۔ اس نے روح کے رخسار کو چھوا اور پھر دھیرے سے اس کے لبوں کے قریب آیا۔ کمرے کی روشنی مدہم تھی اور باہر سے آتی ہوا پردوں کو لہرا رہی تھی، مگر ان دونوں کے درمیان کی تپش بڑھتی جا رہی تھی۔

"موسیٰ، آپ سچ میں وہ نہیں ہیں بہت بدل گئے ہیں پتہ ہے ہمارا نکاح کیسے ہوا تھا آپ نے مجھے اپنے زد بنایا تھا اور اب دیکھیں"
روح نے دبی آواز میں کہا۔

"تم نے بدلا ہے روح۔ تم نے اس سردار موسیٰ کو، جو صرف حکم دینا جانتا تھا، محبت کرنا سکھا دیا ہے،"

موسیٰ نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا، جہاں اب صرف اس کے لیے ستائش تھی۔ اس نے روح کے ہاتھ کو تھاما اور اس کی ہتھیلی پر اپنے لب رکھ دیے۔ روح کو محسوس ہوا جیسے اس کا دل سینے سے باہر نکل آئے گا۔ موسیٰ کی توجہ، اس کا یہ رومانوی انداز اس کے لیے کسی خواب سے کم نہ تھا۔ موسیٰ نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا اور اس کے بالوں کی خوشبو اپنے اندر اتارنے لگا۔

"آج کوئی کام نہیں، کوئی سرداری نہیں، کسی قسم کی کوئی مصروفیت نہیں۔ آج صرف تم اور میں،"

موسیٰ نے اس کے گلے کے پاس سرگوشی کی اور اس کے وجود پر اپنے لمس سے محبت کی نئی داستان رقم کرنے لگا۔ روح نے محسوس کیا کہ موسیٰ کا ہر لمس اس کے دکھوں کا مداوا کر رہا ہے۔ سیاہ لباس میں ملبوس وہ کانچ کی گڑیا آج اپنے مجازی خدا کے حصار میں خود کو دنیا کی سب سے خوش قسمت عورت محسوس کر رہی تھی۔ کمرے کی خاموشی میں ان کے دلوں کی دھڑکنیں ایک ہی تال پر دھڑک رہی تھیں، جو لفظوں سے بالاتر ایک گفتگو میں مصروف تھیں۔ موسیٰ نے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور نہایت نفاست سے اس کے لبوں پر اپنے پیار کی مہر ثبت کر دی۔ یہ لمحہ ان دونوں کے لیے وقت کے تھم جانے جیسا تھا۔ دکھ، یادیں اور حویلی کے مسائل سب کہیں پیچھے رہ گئے تھے، سامنے تھا تو بس ایک لازوال احساس اور وہ سیاہ پوش حسینہ جو موسیٰ کے دل کی دھڑکن بن چکی تھی۔



ماہا جو کہ کچن میں چائے بنا رہی تھی اس کے موبائل پر یحییٰ کی کال آئی تھی نمبر دیکھ کر اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ ماہا نے کچن کی سلیب پر رکھا اپنا فون اٹھایا، جہاں یحییٰ کا نام چمک رہا تھا۔ چائے کی پتی کی بھینی بھینی خوشبو پورے کچن میں پھیلی ہوئی تھی، مگر یحییٰ کی کال دیکھ کر ماہا کے دل کے نہاں خانوں میں جو مہک جاگی، وہ کسی بھی خوشبو سے کہیں زیادہ مسحور کن تھی۔ اس کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ نے جگہ لی، مگر اگلے ہی لمحے اس نے اپنے تاثرات کو تھوڑا سنجیدہ کیا، جیسے وہ اسے جتانا چاہتی ہو کہ وہ اس کی بے رخی سے ناراض ہے۔ اس نے فون کان سے لگایا، دوسری طرف سے یحییٰ کی وہی مخصوص، گہری اور پرکشش آواز ابھری۔

"السلام علیکم، میری پیاری جانا!"

اسکی آواز سے ہی لگ رہا تھا اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"وعلیکم السلام! آپ کو یاد تو آ گیا کہ آپ کی ایک لڑکی سے محبت کرتے ہی جو آپ کی کال کا انتظار کرتی ہے؟ مجھے تو لگا تھا کہ شاید آپ کا فون صرف آفس کے کاموں کے لیے ہی مخصوص ہو گیا ہے۔"

ماہا نے ایک لمبا سانس لیا اور چمچ سے چائے ہلاتے ہوئے جواب دیا۔۔یحییٰ دوسری طرف ہنسا، اس کی ہنسی میں ایک عجیب سی تھکن مگر ماہا کے لیے بے پناہ اپنائیت تھی۔

"اوہ، تو شکووں کا دفتر کھل چکا ہے۔ ماہا، یقین کرو میں خود بھی اس مصروفیت سے تنگ آ چکا ہوں، مگر کیا کروں، ذمہ داریاں پیچھا ہی نہیں چھوڑتیں۔"

یحییٰ نے تھکے لہجے میں کہا۔

"بہت مصروف ہوتے ہیں آپ یحییٰ! اتنے کہ ایک میسج کرنے کا وقت بھی نہیں ملتا؟"

ماہا نے چائے کے کپ ٹرے میں رکھتے ہوئے کہا، اس کے لہجے میں چھپی محبت اور تڑپ صاف جھلک رہی تھی۔

"کہاں ہیں آپ اس وقت؟ اب یہ نہ کہیے گا کہ ابھی تک کام ختم نہیں ہوا۔"

ماہا نے دوبارا سے کہا۔

"آفس میں ہوں ماہا، فائلوں کے اس پہاڑ کے پیچھے چھپا ہوا جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا قندیل کے جانے کے بعد جتنے کام رکے تھے وہ سب کرنے تو ہیں نہ ماہا"

یحییٰ نے ایک سرد آہ بھری۔

"سچ کہوں تو میرا بس چلے تو میں ابھی سب کچھ چھوڑ دوں، گاڑی نکالوں اور تمہیں ابھی کے ابھی اپنے ساتھ لے جاؤں۔ یہ دنیا، یہ کام، یہ سب ایک طرف، اور تمہارا ساتھ ایک طرف۔"

یحییٰ نہیں چاہتا تھا کہ قندیل کی بات وہ وہ اموشنل ہو تو اس نے دوسری بات فوراً سے کی۔ ماہا کا دل اس کی بات پر زور سے دھڑکا۔ اس نے محسوس کیا کہ اس کے گالوں کی حدت بڑھ رہی ہے۔

"یحییٰ! ایسی باتیں نہ کیا کریں، کوئی سن لے گا تو کیا سوچے گا۔ آپ بس اپنے کام پر توجہ دیں، یہ سب باتیں بعد کے لیے چھوڑ دیں۔"

ماہا کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"اچھا ذرا واٹس ایپ تو دیکھو، میں نے تمہیں کچھ بھیجا ہے"

یحییٰ نے پُراسرار لہجے میں کہا۔ ماہا نے فون کان سے ہٹایا اور جلدی سے چیٹ کھولی۔ وہاں یحییٰ کی ایک نئی تصویر موجود تھی۔ وہ اپنے آفس کی بڑی سی کرسی پر بیٹھا تھا، سفید شرٹ کے بٹن اوپر سے کھلے ہوئے تھے اور آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئی تھیں۔ اس کے بال تھوڑے بکھرے ہوئے تھے جو اس کی وجاہت میں مزید اضافہ کر رہے تھے۔ تصویر میں اس کی نظریں کیمرے کی طرف نہیں بلکہ کسی فائل کی طرف تھیں، مگر اس کے چہرے کی سنجیدگی اور مردانہ وجاہت نے ماہا کا سانس روک دیا۔ ماہا کی انگلیاں سکرین پر جم گئیں۔ اس کا دل اس قدر زور سے دھڑک رہا تھا کہ اسے اپنی سماعتوں میں اس کی آواز سنائی دینے لگی۔

"ماہا؟ دیکھی تصویر؟"

یحییٰ کی آواز دوبارہ فون سے ابھری۔

"ہاں۔۔۔دیکھ لی،"

ماہا نے مشکل سے لفظ ادا کیے۔

"آپ۔۔۔آپ بہت پیارے لگ رہے ہیں یحییٰ۔ سفید رنگ آپ پر بہت جچتا ہے، بالکل کسی شہزادے کی طرح۔"

اس نے بے ساختہ تعریف کر دی۔

"صرف تصویر سے ہی کام چلاؤ گی یا کبھی حویلی بھی چکر لگاؤ گی؟"

یحییٰ نے اب اپنی اصل فرمائش سامنے رکھی۔

"سچ تو یہ ہے کہ میرا دل بے ہے تمہارے لیے تمہیں دیکھنا چاہ رہا ہے"

یحییٰ نے اداسی سے بات کی۔

"یحییٰ، میرا بہت دل ہے آنے کا، مگر ابھی ممکن نہیں ہے۔ ماما کی طبیعت پچھلے چند دنوں سے کچھ ٹھیک نہیں ہے، گھر کے سارے کام مجھے ہی دیکھنے پڑ رہے ہیں۔ اور پھر میرے ٹرم ایگزیمز بھی تو سر پر ہیں۔ مجھے بہت پڑھنا ہے، ورنہ ابو ناراض ہوں گے۔"

یحییٰ خاموش ہو گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ماہا اپنی ذمہ داریوں کو کبھی نظر انداز نہیں کرتی۔

"میں سمجھ سکتا ہوں ماہا۔ تمہاری پڑھائی اور خالہ کی صحت سب سے پہلے ہے۔ بس اپنا خیال رکھنا، اور ہاں۔۔۔ اس تصویر کو بار بار دیکھ کر مجھے یاد کرتی رہنا۔"

ماہا مسکرائی، اس کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔

"وہ تو میں بنا کہے بھی کروں گی۔ آپ بھی اپنا خیال رکھیں اور زیادہ کام کر کے خود کو تھکائیے گا مت۔"

فون بند ہوا تو ماہا کافی دیر تک کچن میں کھڑی اس تصویر کو دیکھتی رہی۔ چائے ٹھنڈی ہو رہی تھی، مگر اس کے دل میں یحییٰ کی محبت کی جو تپش تھی، وہ اسے ایک نئی توانائی دے رہی تھی۔ ماہا نے فون سلیب پر رکھا اور ایک گہرا سانس لیا۔ اس کا جی چاہ رہا تھا کہ وہ ابھی اڑ کر یحییٰ کے پاس چلی جائے، مگر حقیقت کی دیواریں بہت بلند تھیں۔ اس نے ٹرے اٹھائی اور لاؤنج کی طرف بڑھی جہاں ماہنور بیگم اور مصطفیٰ نقوی بیٹھے قندیل کے بارے میں باتیں کر رہی تھیں۔

"ماہا بیٹا، چائے لے آئیں؟"

ماہنور بیگم نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"جی امی"

وہ بھی کچھ دیر ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور ان سے باتیں کرنے لگی۔۔



شام کے سائے گہرے ہو کر رات کی سیاہ چادر میں بدل چکے تھے۔ شہر کی روشنیاں کھڑکیوں کے پار جگمگا رہی تھیں، مگر آریز نقوی کے پر تعیش فلیٹ کے اس کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی اور تقدس کا راج تھا۔ فضا میں عود اور صندل کی دھیمی سی خوشبو بسی ہوئی تھی جو قندیل کے وجود سے مہک رہی تھی۔ قندیل اس وقت مصلے پر بیٹھی سر بسجود تھی۔ سفید ململ کی چادر میں لپٹی وہ کسی نورانی ہالے میں قید لگ رہی تھی۔ آریز جب کمرے میں داخل ہوا تو اس کے قدم وہیں تھم گئے۔ اس نے دیکھا کہ قندیل نماز مکمل کر چکی تھی اور اب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ہوئے تھی۔ آریز وہیں دروازے کے پاس دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی نظریں اپنی شریکِ حیات پر جمی تھیں۔

قندیل کے لبوں پر کوئی جنبش نہیں تھی، وہ کچھ مانگ نہیں رہی تھی، بس خاموش تھی۔ مگر اس کی خاموشی میں ہزاروں فریادیں چھپی تھیں۔ اس کی بند آنکھوں کے گوشوں سے آنسوؤں کی لڑیاں ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے رخساروں پر بہہ رہی تھیں اور مصلے کو بھگو رہی تھیں۔ اس کے کندھے لرز رہے تھے، مگر وہ ضبط کی انتہا پر تھی۔ وہ اپنے رب کے سامنے اپنا دکھ پیش کر رہی تھی، وہ دکھ جو شاید وہ کسی انسان کو لفظوں میں نہیں بتا سکتی تھی۔

آریز کا دل ایک دم سے کٹ کر رہ گیا۔ اسے اپنی روح میں ایک تیکھی چبھن محسوس ہوئی۔ اسے ایسا لگا جیسے اس نے اس معصوم سی گڑیا کو بہت زیادہ تکلیف دی ہے۔ اسے وہ تمام لمحے یاد آنے لگے جب اس نے اپنے جنون اور اپنی ضد میں قندیل کی مرضی کو کچلا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ قندیل کے یہ آنسو اس کے اپنے کیے کا نتیجہ ہیں۔ وہ کتنا ہی دعویٰ کیوں نہ کر لے کہ وہ اسے خوش رکھے گا، مگر حقیقت یہی تھی کہ قندیل کی روح زخمی تھی۔

کچھ دیر بعد قندیل نے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور ایک لمبا، سسکتا ہوا سانس لیا۔ اس نے دعا ختم کی اور دھیرے سے جائے نماز فولڈ کرنے لگی۔ جیسے ہی وہ مڑی، سامنے آریز کو کھڑا دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے اور نظریں جھکا لیں۔ آریز دھیرے قدموں سے اس کے قریب آیا۔ اس کی آنکھوں میں ندامت اور محبت کا ایک عجیب امتزاج تھا۔

"کیا مانگا تم نے اپنے رب سے؟"

آریز نے بہت دھیمی اور بھاری آواز میں پوچھا قندیل نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں اور پلکیں ابھی بھی گیلی تھیں۔

"بتا نہیں سکتی۔۔۔"

اس نے بمشکل جواب دیا اور جائے نماز الماری میں رکھنے کے لیے بڑھ گئی۔ آریز نے وہیں کھڑے کھڑے اسے دیکھا۔ اسے محسوس ہوا کہ قندیل اور اس کے درمیان اب بھی ایک بہت بڑا خلا ہے جسے پر کرنا شاید اس کے لیے ناممکن نہ ہو، مگر مشکل ضرور تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنے لہجے کو نارمل کرنے کی کوشش کی۔

"اچھا۔۔۔ اداس مت ہو۔ میں تمہارے لیے کچھ لایا ہوں،" آریز نے اس کے قریب آکر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا لائے ہیں؟"

قندیل نے پلٹ کر اسے دیکھا، اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات تھے۔

"تم خود گیس کرو،"

آریز کے لبوں پر ایک شرارتی مسکراہٹ آئی، جس کا مقصد قندیل کے موڈ کو تھوڑا بہتر کرنا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔۔۔آپ بتائیں نہ،"
قندیل نے سادگی سے کہا۔ وہ اس وقت ذہنی طور پر کسی بھی سرپرائز کے لیے تیار نہیں تھی۔ آریز نے ایک قدم مزید آگے بڑھایا اور قندیل کو اپنے حسار میں لے لیا۔ اس نے جھک کر اس کی پیشانی پر پیار دیا، جس سے قندیل کے وجود میں ایک لہر دوڑ گئی۔

"یہ تمھارے لیے"
اس نے قندیل کے آگے ایک چاکلیٹ کی اور ایک گلاب تھمایا تھا۔ قندیل نے وہ دونوں چیزیں لے لی۔

"تھینک یو"

وہ مسکرا کر بولی۔۔

"کچھ اور بھی ہے"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"کیا"

وہ حیرانی سے اس کی طرف دیکھ کر بولی کیوں کہ وہ جو لایا تھا وہ تو دے چکا تھا

۔

"آؤ، میں تمہیں خود دکھاتا ہوں،"

آریز نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے کمرے سے باہر لے جانے لگا۔

"آریز، کہاں لے جا رہے ہیں؟ رات کا وقت ہے"

قندیل نے پیچھے ہٹنا چاہا مگر آریز کی گرفت مضبوط تھی۔ وہ اسے لے کر لفٹ کی طرف بڑھا اور ٹاپ فلور کا بٹن دبایا۔ جس پر وہ کافی حیران ہوئی تھی کیوں کہ وہ جب سے آئی تھی اس بجٹ سے نہیں نکلی تھی اسی میں قید تھی یہ فلیٹ شہر کی بلند ترین عمارتوں میں سے ایک تھا اور اس کی چھت (ٹیرس) سے پورا شہر کسی چراغاں کی طرح نظر آتا تھا۔ جیسے ہی لفٹ کا دروازہ کھلا، قندیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ پورا ٹیرس سفید اور گلابی رنگ کے پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ چھوٹی چھوٹی فیری لائٹس تاروں کی طرح ہر طرف جگمگا رہی تھیں۔ فضا میں مدھم سا موسیقی کا سر بکھرا ہوا تھا۔ ایک طرف ایک خوبصورت میز سجی تھی جس پر ایک بڑا سا چاکلیٹ کیک رکھا تھا جس پر لکھا تھا۔

Happy Birthday My Life, Qandeel

قندیل ساکت رہ گئی۔اسے خود اپنی سالگرہ یاد نہیں تھی۔ پچھلے کچھ مہینوں کے حادثات اور دکھوں نے اسے اپنی ذات سے اتنا بیگانہ کر دیا تھا کہ وہ دن اور تاریخیں تک بھول چکی تھی۔

"آج میری برتھ ڈے ہے؟"

اس نے بھری ہوئی آواز میں پوچھا۔

"ہاں قندیل! اور میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا یہ دن بھی اداسی کی نذر ہو جائے،"

آریز نے اس کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے کمر سے تھام لیا۔

"تم مانو یا نہ مانو قندیل، میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تمہیں ابھی یقین نہیں آئے گا، شاید میرے طریقے غلط رہے ہوں، مگر میری نیت کبھی تمہیں دکھ دینے کی نہیں تھی،"

آریز نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ قندیل کی آنکھوں میں پھر سے آنسو آ گئے، آریز نے اس کی آنکھیں صاف کی تھی ٹیرس سے شہر دیکھ کر واقعی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ پاکستان میں نہیں ہیں۔

"جیسا لگ رہا ہے سب"

آریز جانتا تھا یہ بس فرضی 7 دن کی ڈیل تھی لیکن وہ ان 7 دنوں میں اس کے لیے سب کچھ کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ اس سے دور بھی جائے تب بھی آریز نقوی کو بھلا نہ پائے۔

"جی بہت اچھا ہے"

قندیل نے مسکرا کر کہا آریز اسے میز کے پاس لے گیا جہاں پر کیک رکھا ہوا تھا چاکلیٹ کیک قندیل کا فیورٹ تھا۔

"کیک کٹ کریں"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا جس پر اس نے انکھوں سے ہی ہاں میں جواب دیا تھا۔ آریز نے چھری اٹھائی اس کے ہاتھ میں پکڑائی اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا ان دونوں نے مل کر کیک کٹ کیا تھا آریز نے اسے اپنے ہاتھ سے کیک کھلایا اور پھر بغیر اسے سنبھالنے کا موقع دیے اس کے ہونٹوں پر کس کر کے اس کیک کا ٹیسٹ اور دوگنا کر دیا تھا۔ آریز نے اپنا منہ میٹھا کرنے کے بعد پیچھے ہو کر اسے دیکھا جو کہ غصے سے اسے گھور رہی تھی۔

"یہ کسی طریقہ تھا"

قندیل نے منہ سکوڑ کر کہا۔

"شادی شدہ لوگ اسے ہی کیک کھاتے ہیں"
آریز نے اسے آنکھ ماری تھی۔

"اچھا تمھارے لیے ایک گفٹ ہے میرے پاس"
آریز نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا لیکن قندیل تو اس کی بات سن ہی نہیں رہی تھی اس کی نظریں کیک پر جمی ہوئی تھی۔

"کیا ہوا"
آریز نے اس کی انکھوں کا مرکز دیکھ کر کہا۔

"آپ مجھے کوئی گفٹ نہ دیں بس وہ پورا کیک مجھے کھانے دیں"

قندیل نے معصومیت کے ساتھ اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا جبکہ آریز نقوی تو آج اس کی معصومیت پر واری جا رہا تھا شاید یہ خواہش اس کے دل سے نکلی تھی آریز نقوی نے ہاں میں سر ہلایا تھا اور قندیل کیک پر ٹوٹ پڑی تھی اسنے دیکھتے ہی دیکھتے کچھ منٹوں میں پورا کیک کھا لیا تھا۔

"اب میں اپنا گفٹ لینے کے بعد ہی تمھیں تمھارا گفٹ دوں گا"

اس نے بلکل بچوں کی طرح کیک کھایا تھا جو کہ اس کے ہونٹوں کے آس پاس لگ گیا تھا آریز نے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھ کر کس کی تھی اور مکمل طور پر اس کے منہ کو صاف کر کے پیچھے ہوا تھا جبکہ قندیل لمبی لمبی سانسیں لیتے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اب آریز نے اس کے سامنے وہ باکس کیا اور اسے کھولا جس میں ہیرے کی ایک خوبصورت انگوٹھی چمک رہی تھی۔ اس نے وہ انگوٹھی قندیل کی انگلی میں پہنائی اور اس کا ہاتھ چوم لیا۔

ٹیرس کے ایک کونے میں آریز نے ایک بہت ہی خوبصورت اور پر تعیش 'کیمپ'(Tent) لگوایا تھا۔ یہ کیمپ ریشمی کپڑوں اور مخملی گدوں سے سجا ہوا تھا، جسے اس طرح ڈیزائن کیا گیا تھا کہ اندر سے باہر کا نظارہ تو کیا جا سکتا تھا مگر باہر سے کوئی اندر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آریز اسے لے کر اس کیمپ کی طرف بڑھا۔

"اب یہ کیا ہے؟"

قندیل نے حیرت سے پوچھا تھا۔

"آج کی ہم اپنی رات یہاں گزارے گیں"

آریز نے کہا تو قندیل کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی آریز اسے لے کر کیمپ کے اندر داخل ہوا اندر کی فضا باہر سے کہیں زیادہ رومانوی اور گرم تھی۔ صندل کی خوشبو یہاں زیادہ گہری تھی۔ کیمپ میں بس ایک بستر بچھایا گیا تھا جس پر گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھی۔ ادگر سائیڈ پر ایک پیکٹ پڑا تھا آریز نے وہ قندیل کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟"

قندیل نے اسے کھولا تو اندر ایک نہایت ہی خوبصورت، باریک اور شفاف کالی نائٹی (Nighty) تھی۔ اسے دیکھ کر قندیل کے کانوں کی لویں سرخ ہو گئیں۔

"یہ پہن لو۔۔۔ میں چاہتا ہوں کہ آج کی رات تم میرے سامنے اس روپ میں آؤ،"

آریز نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"نہیں میں یہ نہیں پہن سکتی"

اس نے فوراً سے انکار کیا تھا۔

"لیکن میں تمھیں آج رات اس روپ میں دیکھنا چاہتا ہوں"

آریز نے ایک مرتبہ پھر سے کہا۔

"نہیں آریز! میں۔۔۔میں یہ نہیں پہن سکتی۔مجھے شرم آتی ہے،"

قندیل نے نائٹی واپس پیکٹ میں ڈالنے کی کوشش کی۔

"شرم کیسی قندیل؟ میں تمہارا شوہر ہوں۔اور آج تمہارا دن ہے، میں تمہارے انکار کو قبول نہیں کروں گا،"

آریز نے اس کے قریب ہوتے ہوئے کہا۔

"پلیز نہیں"

قندیل نے منع کیا تھا۔

"تم میری بات مانو گی"

آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر اسے جتایا۔

"پلیز آریز۔۔۔آپ باہر جائیں، میں۔۔۔"

قندیل نے گڑبڑا کر کہا۔

"میں کہیں نہیں جارہا۔اور اگر تم خود چینج نہیں کرو گی، تو پھر مجھے اپنی ذمہ داری پوری کرنی پڑے گی، "آریز کے لہجے میں ایک دلکش حاکمیت تھی۔

قندیل خاموش کھڑی رہی،اس کا سر جھکا ہوا تھا۔آریز نے دیکھا کہ وہ ہمت نہیں جٹا پارہی۔اس نے مسکرا کر پیکٹ سے نائٹی نکالی اور خود قندیل کے پاس آیا۔

"پلیز ایسا نہ کریں آپ باہر جائیں"

اس کی انکھوں میں نمی تیرنے لگی۔ آریز نے قندیل کی آنکھوں میں تیرتی نمی دیکھی تو اس کے ہاتھ ٹھٹک گئے۔ وہ جنون میں جتنا ہی آگے کیوں نہ بڑھ جاتا، مگر قندیل کے آنسو ہمیشہ اس کی روح کو گھائل کر دیتے تھے۔ اس نے دیکھا کہ وہ کس طرح لرز رہی تھی، جیسے کوئی معصوم پرندہ شکاری کے سامنے بے بس ہو۔ آریز نے ایک گہرا سانس لیا اور قندیل کے چہرے کو دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھر لیا۔ اس نے انگوٹھے سے اس کے گال پر ٹھہرا ایک آنسو پونچھا۔

"ٹھیک ہے قندیل۔۔۔ روؤ مت۔ میں باہر جا رہا ہوں،"
آریز نے بہت دھیمی آواز میں کہا۔ اس کی آواز میں اداسی اور تھوڑی سی محرومی تھی، مگر وہ اسے مزید خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تم آرام سے تیار ہو جاؤ۔ میں باہر جا رہا ہوں، جب تم تیار ہو جاؤ تو مجھے اشارہ کر دینا"

اس نے نائٹی وہیں بستر پر رکھی اور ایک آخری نظر اس کے معصوم چہرے پر ڈال کر کیمپ سے باہر نکل گیا۔

باہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی جو آریز کے دہکتے ہوئے وجود کو کسی حد تک سکون بخش رہی تھی۔ وہ ٹیرس کی منڈیر کے پاس جا کھڑا ہوا اور دور پھیلی شہر کی روشنیوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ذہن میں قندیل کا وہ چہرہ گھوم رہا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے مصلے پر آنسو بہا رہا تھا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ قندیل کو صرف جسمانی طور پر نہیں، بلکہ اس کے دل کو بھی جیتنا چاہتا ہے۔ جس میں وہ ناکام رہا ہے۔

اس نے صرف اور صرف اس کے وجود پر حکومت جمائی ہے وہ اس کے دل تک رسائی نہیں کر سکا تھا قندیل اس کے سامنے بالکل نارمل بیہیو ضرور کرتی تھی لیکن وہ بھی چہرے پڑنے والوں میں سے تھا وہ جانتا تھا کہ اندر وہ کتنا توڑ پھوڑ کا شکار ہے اور جب اج اس نے اسے جائے نماز پر روتے دیکھا اور زیادہ ہو گیا تھا کیوں کہ شاید اسے لگ رہا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے اس قدر اذیت میں ہے اور اللہ کے سامنے اس طرح رو رہی تھی اگر اللہ نے اس مظلوم کی دعائیں مکمل کر لیں تو ویسے بھی اسے برباد ہونے سے کوئی بھی روک سکتا تھا۔۔ پھر بربادی اس کا مقدر ہوتی کیوں کہ وہ اتنا تو سمجھ گیا تھا اب تک کہ وہ لڑکی اپنے دل کو اس کے لیے نرم نہیں کر پائی ہے لیکن اب بھی اس کے پاس جو چند روز تھے وہ پوری کوشش کرنا چاہتا تھا لیکن اب دیکھنا یہ تھا کہ کیا وہ قندیل کے دل میں اپنی جگا بنا پاتا ہے کیا وہ روک پائے گا اسے جانے سے یا پھر وہ واقعی اسے چھوڑ کو چلی جائے گی۔

آریز نقوی نے جیسے ہی کیمپ کے ریشمی پردے کو سرکا کر اندر قدم رکھا، اسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی دوسری دنیا میں آ گیا ہو۔ باہر کی دنیا کی ٹھنڈک اور شور کہیں پیچھے چھوٹ گئے تھے اور اب اس کے سامنے صرف ایک سحر انگیز خاموشی، صندل کی مدہوش کن مہک اور اس کی زندگی کا سب سے قیمتی اثاثہ —— قندیل —— موجود تھی۔ کیمپ کے اندر کی فضا حد درجہ رومانوی اور بوجھل تھی۔ چاروں طرف بچھے مخملی قالین اور ریشمی گدوں پر گلاب کی پتیوں کی ایک موٹی تہہ بچھی ہوئی تھی جو پیروں کے نیچے ایک عجیب سا احساس دلا رہی تھی۔ مدہم زرد روشنیوں نے ماحول کو ایک سنہرا عکس دے رکھا تھا، جس میں ہر چیز کسی خواب کا حصہ لگ رہی تھی۔ آریز کی نظریں سب سے پہلے بستر کے کونے میں بیٹھی اس معصوم جان پر پڑیں، اور اس کے قدم وہیں تھم گئے۔ اس کے دل کی دھڑکن ایک دم سے تیز ہو گئی۔ قندیل نے اس کی دی ہوئی وہ کالی نائٹی پہن رکھی تھی۔

وہ ریشمی، شفاف اور بے حد مختصر لباس قندیل کے دودھیا وجود پر کسی قیامت سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ اس کے کندھوں سے گرتی ہوئی باریک پٹیاں، اس کے گالوں پر بکھرے بال اور اس کی نیچی نظریں—آریز کو اپنا ضبط ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"قندیل۔۔۔"

اس کے لبوں سے ایک دبی دبی سرگوشی نکلی۔ آواز میں ایسی تڑپ تھی کہ قندیل کے وجود میں لرزہ طاری ہو گیا۔ قندیل نے دھیرے سے سر اٹھایا۔ اس کی آنکھیں حیا اور خوف کے امتزاج سے بھیگی ہوئی تھیں۔ جب اس نے آریز کو اپنے اتنے قریب دیکھا، جو اسے ایک پیاسے عاشق کی نظروں سے دیکھ رہا تھا، تو اس کا سانس حلق میں اٹک گیا۔ آریز کا سراپا اس وقت بے حد پرکشش تھا۔ اس نے اپنی قمیض کے اوپر کے بٹن کھول رکھے تھے اور اس کی آنکھوں میں موجود سرخی اس کے اندر چھپے جذبات کا پتہ دے رہی تھی۔ آریز دھیرے دھیرے اس کی طرف بڑھا۔ ہر قدم کے ساتھ قندیل کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ بستر کے کنارے تک پہنچا اور قندیل کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ اس کی قربت سے نکلنے والی حرارت قندیل کے چہرے کو تپانے لگی۔

"تمہیں اندازہ ہے تم اس وقت کیا لگ رہی ہو؟"

آریز نے اپنا ہاتھ بڑھا کر قندیل کے چہرے پر پھیلی ایک لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا۔اس کی پوریں جب قندیل کی مخملی جلد سے مس ہوئیں تو قندیل نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"کالی رنگت تمہارے اس شفاف بدن پر بالکل ویسے ہی لگ رہی ہے جیسے چاندنی رات میں بادلوں کا کوئی ٹکڑا گزر رہا ہو۔"
آریز کا لہجہ اتنا نشیلا تھا کہ قندیل کے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں بچی تھی۔اس نے جھک کر اس کی گردن کے پاس اپنا چہرہ کیا، جہاں صندل کی خوشبو سب سے زیادہ گہری تھی۔اس کے گرم سانسوں نے قندیل کے وجود میں ایک جھرجھری پیدا کر دی۔

"آریز۔۔۔پلیز۔۔۔"

قندیل نے بمشکل اپنے لب کھولے، مگر اس کی آواز میں سختی نہیں تھی ایک ڈر تھا خوف تھا۔

"پلیز کیا قندیل؟"

آریز نے اس کی گردن پر اپنے لب رکھتے ہوئے سرگوشی کی۔

"کوئی روک ٹوک نہیں قندیل ورنہ اس کا انجام کیا ہوگا تمھیں پتہ ہے۔ آج صرف میں ہوں اور تم ہو اور یہ اندھیری رات ہے جس میں دو جان ایک ہوں گیں"

اس نے قندیل کو اپنے مضبوط حصار میں لے لیا اور اسے دھیرے سے پیچھے کی طرف لٹانے لگا۔ گلاب کی پتیاں ان کے وجود کے نیچے دب کر اپنی خوشبو مزید بکھیرنے لگی تھیں۔ آریز اس کے اوپر جھکا تو قندیل کو اپنے گرد کائنات سمٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آریز کے ہاتھ اب قندیل کے نازک وجود پر آوارہ ہو رہے تھے۔ اس نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اور اسے اپنے سینے سے اس طرح بھینچ لیا کہ ان کے درمیان ہوا کا گزر بھی مشکل ہو گیا۔

اس کے بوسے اب قندیل کے ہونٹوں سے ہوتے ہوئے اس کی تھوڑی اور پھر اس کے سینے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ہر بوسے میں ایک نئی آگ تھی، ایک نیا جنون تھا۔ قندیل جواب تک خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی، آریز کی اس بے پناہ شدت کے سامنے ڈھیر ہو گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ آریز کے بالوں میں پیوست کر دیے اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ یہ پہلی بار تھا کہ قندیل نے اس کے لمس کا جواب دیا تھا۔ آریز کو لگا جیسے اسے فتح مل گئی ہو۔ اس کی دیوانگی اور بڑھ گئی۔ آریز نے قندیل کے وجود کے ہر ہر حصے کو اپنی چاہت سے سیراب کیا۔ اس کی انگلیاں قندیل کے بدن پر کسی فنکار کے قلم کی طرح چل رہی تھیں، جو محبت کا ایک نیا شاہکار تخلیق کر رہی تھیں۔ قندیل کی سسکیاں اور آریز کی بھاری سانسیں اس کیمپ کی فضا میں ایک رومانوی راگ بن کر گونج رہی تھیں۔

"تم صرف میری ہو قندیل۔۔۔ ہمیشہ کے لیے،"

آریز نے اس کے کان میں دبی آواز میں کہا اور پھر اسے اپنی باہوں میں جکڑ کر اس کی روح تک اتر گیا۔۔

"تم چاہے کچھ بھی کر لو خود کو مجھ سے دور نہیں کر سکتی"
اس نے ایک اور سرگوشی اس کے کان میں کی اس کے ہاتھ اب بھی اس کے وجود پر تھے اس نے قندیل کے دل کے مقام پر اپنے ہونٹ رکھے اور وہ سسک اٹھی آج کی رات آریز نقوی نے پھر اس معصوم سی کلی پر گھٹا بن کر گزاری تھی اور اسے اپنی شدتوں سے روشناس کرایا تھا۔

💗💗

روح نے نور کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا کچھ دیر بعد ہی دروازہ کھولنے کی اواز ائی تھی روح نے نور کو دیکھا جو کہ دروازہ کھول کر واپس مڑ چکی تھی روح اندر ائی۔۔

"کیا کر رہی تھی میری پیاری بھابھی"

روح نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔۔

"کچھ خاص نہیں بس ویسے ہی تم بتاؤ"

اس نے افسردہ لہجے میں بات کی۔

"پھر بھی کچھ تو کر رہی ہوں گی"

روح نے ایک مرتبہ پھر وہی بات دہرائی۔

"پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی تمہیں پتہ ہے نا مجھے میرے سے سمیسٹرز کلیئر کرنا ضروری ہے"

نور نے اہستہ سے جواب دیا۔۔

"ڈیٹس گریٹ اچھا اب یہ بتائیں میری پیاری بھابھی اپنے اس خوبصورت کمرے سے باہر کیوں نہیں اتی یا پھر یہ کمرہ کچھ زیادہ ہی پسند اگیا ہے"
روح نے مذاق کرتے ہوئے کہا۔

"بس دل نہیں کرتا"
اس نے نارمل طریقے سے جواب دیا تھا۔

"ایسے کیسے دل نہیں کرتا میری طرف دیکھیں"
روح نے اس کی طرف دیکھا کمرے کی فضا بوجھل سی کی گئی تھی۔

"تم جانتی ہو روح"
نور نے بس اتنا کہا اور فرش کو گھورنے لگی۔

"ہاں مجھے پتہ ہے لیکن ایسے کیسے چلے گا اپ اس طرح سے خود کو اذیت دیں گی کمرے میں بند کریں گے تو اپ کی وجہ سے باقی لوگ بھی تو ڈسٹرب ہوں گے نا تائی امی اپ کی وجہ سے پریشان ہے موسی اپ کی وجہ سے پریشان ہے سید سائیں بھی اپ کی وجہ سے پریشان ہیں"
روح اکر اس کی بالکل ساتھ بیٹھ گئی تھی اور اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔۔

"ہم سب مانتے ہیں جب ہمارے درمیان کوئی اہم شخص ان سے دور ہو جائے دل جینے کا نہیں کرتا لیکن اپنوں کو دیکھ کر اپنے اس پاس لوگوں کو دیکھ کر ہمیں ہمت کرنی ہوتی ہے ہم اپنے لیے نہ صحیح ہمیں اپنے بڑوں کے لیے جیسے تم سید سائیں کی طبیعت دیکھ رہی ہو"
روح نے اس کے ہاتھ پر اپنا دباؤ مضبوط کیا تھا۔

"قندیل اج بھی ہمارے اندر ہے ہم سب کے درمیان ہے اور سب سے بڑی مثال اس کی تم ہو"

روح نے اس کے چہرے کو چھوا تھا۔۔

"یہی تو وجہ ہے جب کوئی مجھے دیکھتا ہے اسے قندیل یاد اجاتی ہے اور پھر تکلیفوں کا ایک نیا سمندر اسی لیے میں باہر نہیں انا چاہتی"

نور نے نم آنکھوں سے کہا۔۔

"تو کیا اس سے مسئلہ حل ہو جائے گا یا پھر ہماری زندگی میں دوبارہ خوشیاں لوٹ ائیں گی یا کوئی خوش ہو گا"

روح نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر ایک ساتھ بہت سے سوال کیے تھے نور کی انکھوں میں نمی تھی وہ روح کے ساتھ لگ کر رونے لگی تھی۔

"روح میں کیا کروں مجھ سے برداشت نہیں ہوتا کندیل تم جانتی ہو ناوہ میرے لیے کتنی خاص تھی وہ میری جڑواں بہن تھی ہم دونوں ایک جیسے دیکھتے تھے لیکن دونوں میں بہت فرق بھی تھا مجھے سمجھ نہیں اتا میں خود کو کیسے سنبھالوں جب بھی کوئی مجھے دیکھتا ہے اسے قندیل کی یاد اتی ہے اور میں یہ اذیت اپنوں کو نہیں دینا چاہتی اسی لیے میں نے خود کو اس کمرے میں بند کر لیا ہے میں نہیں چاہتی مان سائیں بابا سائیں سید سائیں موسی بھائی کوئی بھی مجھے دیکھ کر قندیل کو یاد کرے اور ان کی انکھوں میں انسو اجائے"

نور روتے ہوئے بول رہی تھی۔ نور کی ہچکیاں اب باقاعدہ سسکیوں میں بدل چکی تھیں۔ روح نے اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا اور اس کے سر کو اپنے شانے سے ٹکا دیا۔ کمرے کی دیواریں جو اب تک نور کی خاموش اذیت کی گواہ تھیں، آج اس کے دکھ کے بہتے ہوئے سیلاب کو دیکھ رہی تھیں۔ روح جانتی تھی کہ نور کا دکھ عام نہیں ہے۔ ایک ہی ماں کے پیٹ سے جنم لینے والی دو جانیں، جن کے چہرے ایک جیسے تھے، جن کی مسکراہٹیں ایک جیسی تھیں، ان میں سے ایک کا کٹ جانا دوسرے کے لیے ادھورا ہو جانے کے مترادف تھا۔

"نور، میری بات سنو،"

روح نے نہایت نرمی سے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانکا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تمہارا چھپ جانا سب کی تکلیف کم کر دے گا؟ تمہیں لگتا ہے کہ اگر سید سائیں تمہیں نہیں دیکھیں گے تو وہ قندیل کو بھول جائیں گے؟ نہیں نور، ایسا نہیں ہوتا۔ محبتیں یادوں کی محتاج نہیں ہوتیں اور دکھ کمروں میں بند کرنے سے ختم نہیں ہوتے۔ بلکہ تمہارا یہ ٹوٹنا، تمہارا یوں گوشہ نشین ہو جانا ان سب کو مزید اذیت دے رہا ہے۔"

روح نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا۔

"روح، میں جب آئینے میں اپنا چہرہ دیکھتی ہوں، مجھے قندیل نظر آتی ہے۔ میں جب بولتی ہوں، مجھے اس کا لہجہ سنائی دیتا ہے۔ میں سب کے سامنے کیسے جاؤں؟ جب بابا سائیں مجھے دیکھ کر اپنی نظریں پھیر لیتے ہیں کیونکہ ان کی آنکھوں میں نمی آجاتی ہے، تو میرا دل کٹ جاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے میں ان کے زخموں پر نمک چھڑک رہی ہوں۔ مجھے لگتا ہے میرا ہونا ان کے لیے قندیل کی کمی کا ایک زندہ اشتہار ہے۔ میں کیا کروں روح؟ مجھ سے سب کا سامنا نہیں ہوتا۔ میں ان کی آنکھوں میں وہ ملال نہیں دیکھ سکتی۔"

نور نے لرزتے لبوں سے جواب دیا۔

"نور، تم قندیل کا عکس ضرور ہو، مگر تم اس کا نعم البدل بھی تو ہو۔ تائی امی کو جب قندیل کی یاد تڑپاتی ہو گی، تو ان کی ممتا تمہیں دیکھ کر ہی تو سکون پاتی ہو گی۔ تم ان کے لیے دکھ نہیں ہو، تم ان کے لیے مرہم ہو۔ اللہ نے تمہیں قندیل جیسا اسی لیے بنایا تھا کہ جب ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے کی روشنی سے گھر آباد رہے۔ تم اپنے وجود کو گناہ یا اذیت کیوں سمجھ رہی ہو؟ یہ تو قدرت کا انعام ہے کہ اس نے تمہیں ہمارے پاس رہنے دیا۔"

روح نے ایک گہرا سانس لیا اور نور کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

نور نے اپنی آنکھیں صاف کیں، مگر دکھ کی لہریں اب بھی نمایاں تھیں۔

"لیکن روح میرا دل پھر بھی نہیں مان رہا"

نور نے آہستہ سے کہا۔

"اچھا ایک بات بتاؤ"

روح نے اس کے آنسوں صاف کرتے ہوئے کہا۔۔

"ہم"

نور نے ہاں میں سر ہلایا۔

"سید سائیں نے آپ کی اور بھائی کی شادی فکس کر دی ہے میری اور موسیٰ کی بھی"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو بعدر کو بہت بڑا شاک لگا تھا۔

"لیکن ایسے کیسے ابھی تو قندیل کو گئے"

نور بولتے بولتے خاموش ہو گئی تھی روح نے نور کی آنکھوں میں پھیلی حیرت اور اضطراب کو محسوس کیا تو اس کے ہاتھ مزید نرمی سے تھام لیے۔ وہ جانتی تھی کہ یہ خبر نور کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں ہے، خاص طور پر ان حالات میں جب وہ خود کو مجرم تصور کر رہی تھی۔

"نور، میں جانتی ہوں کہ تمہارے ذہن میں اس وقت کیا چل رہا ہے۔ تم یہی سوچ رہی ہو نا کہ ابھی قندیل کی یادوں کی راکھ ٹھنڈی نہیں ہوئی اور حویلی میں شادیوں کی باتیں شروع ہو گئی ہیں؟"

روح نے اس کے الجھے ہوئے خیالات کو زبان دی۔

""ہاں روح۔۔۔یہ سب کیسے ممکن ہے؟کیا سید سائیں کو ذرا بھی احساس نہیں کہ قندیل کے بغیر یہ حویلی کتنی ادھوری ہے؟موسیٰ بھائی کیسے مان گئے اور ہاشم۔۔۔وہ کیسے مان گئے؟کیا انہیں مجھ میں قندیل نظر نہیں آئے گی؟کیا اس دکھ کے سائے میں ہمارے رشتے آگے بڑھ پائیں گیں"

نور نے بمشکل اپنے خشک لبوں کو حرکت دی۔روح نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور کمرے کی کھڑکی کی طرف دیکھنے لگی جہاں باہر شام کا اندھیرا گہرا ہو رہا تھا۔

"نور،سید سائیں کا فیصلہ جذباتی نہیں بلکہ بہت سوچا سمجھا ہے۔تم نے پچھلے چند ہفتوں میں دادا سائیں کی گرتی ہوئی صحت دیکھی ہے؟وہ دن بہ دن کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ انہیں ذہنی سکون کی ضرورت ہے،اور ان کا سکون اس حویلی کی رونقوں سے جڑا ہوا ہے۔وہ اپنی زندگی میں اپنے پوتوں کو سنبھلتے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

نور نے اپنی نظریں جھکا لیں، اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"لیکن روح، حویلی کا ماحول۔۔۔ ہر طرف اداسی ہے، ہر دیوار سے قندیل کی یادیں لپٹی ہوئی ہیں۔ کیا ہم ان خوشیوں کے ساتھ انصاف کر پائیں گے؟"

نور نے پھر سوال کیا۔

"یہی تو سید سائیں کی حکمت ہے،"

روح نے اسے دوبارہ مخاطب کیا۔

"وہ کہہ رہے ہیں کہ اس سوگ کو اب ختم ہونا چاہیے۔ حویلی کا یہ دم گھٹنے والا ماحول سب کی زندگیوں کو نگل رہا ہے۔ ہاشم بھائی کی خاموشی، موسیٰ کی ہر وقت کی اداسی، اور تائی امی کا وہ خالی پن—یہ سب تبھی ختم ہو گا جب اس گھر میں نئے رشتے دستک دیں گے۔ سید سائیں کا کہنا ہے کہ تم ہاشم بھائی کی امانت ہو، اور وہ تمہیں اس اذیت سے نکالنے کا واحد ذریعہ ہیں۔"

نور کے ذہن میں ہاشم کا چہرہ ابھرا۔ ہاشم، جو ہمیشہ سے اس کے لیے ایک مضبوط سہارا رہا تھا، مگر اب وہ خود ٹوٹا ہوا تھا۔

"روح، ہاشم نے کیا کہا؟"

نور نے سوال کیا۔

"نور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور وہ تمھیں اس سچویشن سے نکالنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں ء

روح نے سچائی بیان کی۔

"وہ بھی یہ جانتے ہیں کہ تمہیں اس کمرے کی تنہائی سے صرف وہی نکال سکتے ہیں۔ وہ تمہیں قندیل کا عکس نہیں، بلکہ اپنی 'نور' بنا کر اس حویلی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ سید سائیں نے تو یہاں تک کہا ہے کہ رخصتی سادہ ہو گی، مگر سب قبیلے والوں کی موجودگی میں ہو گی تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ سید حویلی نے دوبارہ جینا شروع کر دیا ہے۔"

نور کی آنکھوں سے ایک بار پھر آنسو چھلک پڑے۔

"ہم وہ ناراض ہو گا مجھ سے"

نور نے آہستہ سے کہا۔۔

"بھائی"

روح نے ہاشم کے بارے میں کہا۔

"ہاں وہ آئے تھے میرے پاس اور میں نے ہر بار انھیں غصہ کر کے ناامید کر کے بھیج دیا"

نور نے روح کو دیکھ کا کہا۔

"بھائی ناراض نہیں ہوں گیں آپ سے وہ آپ کی سچویشن سمجھ لیں گیں"

روح نے اس کے چہرے پر کیا سا ہاتھ رکھا اور دونوں نے اتنے دنوں بعد بہت ساری باتیں کی تھی پہلے اس حویلی میں وہ تین ہوا کرتی تھی اب بس دو تھی یہ بات انھیں بہت محسوس ہوئی۔

💗💗

سید سائیں اپنے کمرے میں موجود تھے جب یحییٰ دروازہ ناک کر کے اندر آیا۔

"ارے آؤ میری جان"

سید سائیں یحییٰ کو دیکھ کر مسکرائے تھے۔

جی سید سائیں"

یحییٰ نے ان کے پاس آ کر ان کا ہاتھ تھام کر بوسہ لیا تھا۔

"اتنے دنوں بعد کیسے دادا سائیں کے کمرے کا رخ کیا"

سید سائیں اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔۔

"میں تو چاہتا ہوں میں روز اؤں حالانکہ اپ کو پتہ ہے اپ کے اس چاہیتے پوتے موسی سے زیادہ میں اپ کے قریب ہوا کرتا تھا کبھی لیکن اب میں نہیں چاہتا کہ اپ دونوں کے درمیان میں اؤں"

یحییٰ نے ان کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔۔

"اب اتنی بھی کوئی بڑی بات نہیں ہے تم اؤ گے تو تمہارے دادا کو اچھا لگے گا کیونکہ تم بھی مجھے اتنے ہی عزیز و جتنا کہ موسی"

سید سائیں مسکرا کر بولے۔۔

"تو پھر کیا اپ نے اس پوتے کی ایک بات مانیں گے"

یحییٰ نے ان کمزور ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

سید سائیں نے یحییٰ کی آنکھوں میں موجود چمک اور اس کے لہجے کی سنجیدگی کو محسوس کیا تو ان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ ذرا گہری ہو گئی۔ انہوں نے یحییٰ کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرا، مگر ان کے اندر ایک تجسس نے سر اٹھایا۔

"مانیں گے کیوں نہیں یحییٰ، تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر۔ بتاؤ، ایسا کیا ہے جو آج تم خود چل کر میرے پاس آئے ہو؟"
سید سائیں نے اسے تھپتھپاتے ہوئے پوچھا۔

"سید سائیں! آپ نے ہاشم اور موسیٰ کے رشتوں کا فیصلہ تو کر لیا، لیکن آپ کا یہ پوتا بھی اب اپنے لیے ایک جیون ساتھی کا انتخاب کر چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرا رشتہ ماہا کے لیے طے کر دیں۔"

یحییٰ نے ایک گہرا سانس لیا، جیسے وہ اپنے اندر ہمت جمع کر رہا ہو۔ اور آخر کو بول ہی دیا یہ جملہ جیسے ہی یحییٰ کی زبان سے ادا ہوئے سید سائیں کے کمرے میں ایک دم سے گہرا سناٹا چھا گیا۔ سید سائیں، جو اب تک مسکرا رہے تھے، ان کے چہرے کے تاثرات ایک دم سے ساکت ہو گئے۔ ان کے ہاتھ کی گرفت یحییٰ کے ہاتھ پر ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ حیرانی اور کسی حد تک صدمے سے یحییٰ کو دیکھنے لگے، جیسے انہیں اپنے کانوں پر یقین نہ آیا ہو۔ کمرے میں موجود گھڑی کی ٹک ٹک اب واضح سنائی دے رہی تھی۔ سید سائیں کی خاموشی اتنی بوجھل ہو گئی کہ یحییٰ کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اس نے سوچا تھا کہ شاید دادا سائیں خوش ہوں گے، مگر ان کے چہرے پر پھیلی یہ بے یقینی اسے پریشان کر رہی تھی۔

"بولیں نہ سید سائیں۔۔۔"

یحییٰ نے ان کی خاموشی کو توڑتے ہوئے التجائیہ انداز میں کہا۔

"آپ خاموش کیوں ہو گئے ؟ کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا؟"

یحییٰ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ بسید سائیں نے اپنی نظریں یحییٰ کے چہرے سے ہٹائیں اور سامنے دیوار پر لگی اپنی پرانی تصویر کو دیکھنے لگے۔

"یحییٰ۔۔۔"

سید سائیں نے ایک طویل خاموشی کے بعد اپنی بھاری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"تم جانتے ہو تم کس کا نام لے رہے ہو؟ جس لڑکی کو تم نے خود ٹھکرایا اور اس کے بعد وہ اتنی اذیتوں سے گزری ہے"

سید سائیں نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں سب جانتا ہوں سید سائیں،" اسکے لہجے میں ندامت تھی اور نظریں جھک گئی تھی۔

"میں جانتا ہوں سید سائیں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے اور میں نے ماہا سے بھی معافی مانگ لی ہے وہ مجھے معاف کر چکی ہے میں اسے خوش رکھوں گا۔ آپ بس ایک بار میرے لیے بات کر لیں۔ آپ کا حکم کوئی ٹال نہیں سکتا۔"

یحییٰ نے ان کا ہاتھ پھر سے زور سے تھاما سید سائیں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنی چھڑی کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"حکم اور رشتوں میں فرق ہوتا ہے یحییٰ۔ میں زبردستی کسی پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہتا، اگر مصطفی میرا بیٹا ہوتا تو میں بس حکم صادر کر دیتا لیکن وہ اس حویلی کا داماد ہے"

انہوں نے یحییٰ کی طرف دیکھا، جس کی آنکھوں میں امید کی ایک آخری کرن جگمگا رہی تھی۔ سید سائیں کا دل پگھلنے لگا۔ وہ اپنے پوتوں کی خوشی کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار تھے۔

"ٹھیک ہے،"

سید سائیں نے آخر کار فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"میں مصطفیٰ سے اور ماہ نور سے بات کروں گا۔ میں تمہاری خواہش ان کے سامنے رکھوں گا، لیکن ایک بات یاد رکھنا یحییٰ۔۔۔"

انہوں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے خبردار کیا۔

"پھر جوان کا فیصلہ ہو گا، وہ تمہیں ماننا ہو گا۔ میں ان پر دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ اگر وہ راضی ہوئے تو یہ حویلی ایک اور بڑی خوشی دیکھے گی، اور اگر نہیں۔۔۔ تو تمہیں اپنا دل بڑا کرنا ہو گا۔"

یحییٰ کے چہرے پر ایک دم سے رونق آ گئی۔ اسے پتہ تھا کہ اگر سید سائیں بات کریں گے، تو بات بننے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ اس نے جوش میں آ کر دوبارہ ان کا ہاتھ چوما۔

"شکریہ سید سائیں! آپ کا بہت شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کی بات کو کوئی رد نہیں کرے گا۔"

سید سائیں نے اسے مسکرا کر رخصت کیا، انھوں نے بھی ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی اور اپنے پودے کی پشت کو دیکھا۔۔

"ماہا صرف میری ہے سید سائیں اب میں پیچھے نہیں ہٹوں گا اپنی پوری جان لگا دوں گا"

یحییٰ نے دروازے کے باہر اکر کہا تھا کیوں کہ اب وہ اپنی دنیا پھر سے نہیں کھونا چاہتا تھا۔



حفصہ جو کہ خاموشی سے بیڈ پر بیٹھی بس سامنے لگی اپنی اور عدنان کی تصویر کو دیکھے جا رہی تھی اس کے اسکول کا ٹائم ہو گیا تھا لیکن وہ خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی ہوئی تھی کمرے کے واش روم کا دروازہ کھلا اور عدنان بالوں سے پانی سکھاتا ہوا باہر نکلا۔ وہ اس وقت صرف ٹراؤزر میں تھا، اس کا چوڑا اور کسرتی سینہ برہنہ تھا جس پر پانی کے قطرے ابھی بھی ستاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ عدنان کی نظر جب بیڈ پر بیٹھی حفصہ پر پڑی، تو وہ ٹھٹھک گیا۔ اسے حیرت ہوئی کہ حفصہ ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئی اور اس قدر گہری سوچ میں کیوں گم ہے۔ اس نے تولیہ ایک طرف پھینکا اور بہت دبے قدموں سے چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"حفصہ۔۔۔ کہاں کھوئی ہوئی ہو؟"

عدنان نے جھک کر اس کے کان کے پاس سرگوشی کی۔ حفصہ نے ہڑبڑا کر سر اٹھایا اور جیسے ہی اس کی نظر عدنان کے برہنہ وجود اور اس کی مردانہ وجاہت پر پڑی، اس کے گالوں پر حیا کی گہری سرخی دوڑ گئی۔ اس نے فوراً اپنی نظریں جھکا لیں اور دل کی دھڑکنیں ایک دم سے تیز ہو گئیں۔ عدنان کی قربت اور اس کے وجود سے اٹھنے والی صابن کی بھینی خوشبو حفصہ کے حواسوں پر چھانے لگی۔

"آپ۔۔۔ آپ نے شرٹ کیوں نہیں پہنی؟"
اس نے لڑکھڑاتی آواز میں پوچھا، جبکہ اس کے ہاتھ بیڈ شیٹ کو سختی سے بھینچ رہے تھے۔ عدنان کے لبوں پر ایک دلبرانہ مسکراہٹ ابھری۔ اسے حفصہ کا یوں شرمانا ہمیشہ سے بے حد پسند تھا۔ وہ اس کے اور بھی قریب ہوا اور اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

"اپنی بیوی کے سامنے شرٹ پہننے کی کیا ضرورت ہے؟اور میری جان، تم تو ایسے ہی شرما رہی ہو جیسے ہماری آج شادی کے بعد پہلی صبح ہے۔"

عدنان نے اس چھیڑتے ہوئے کہا۔ حفصہ نے حیا سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔اس نے ایک جھٹکے سے حفصہ کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اسے کھڑا کیا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ حفصہ کا ریشمی دوپٹہ اس کے کندھے سے ڈھلک گیا اور عدنان کے ٹھنڈے لمس نے اس کے وجود میں ایک سنسنی دوڑا دی۔ عدنان نے اسے بیڈ پر پیچھے کی طرف دھکیلا اور وہ دونوں ایک ساتھ نرم گدوں پر گرے۔ حفصہ کے بال بیڈ پر بکھر گئے،اور عدنان اس کے اوپر اس طرح جھکا کہ ان کے درمیان ہوا کا گزر بھی مشکل ہو گیا۔

"کیا کر رہے ہیں عدنان۔۔۔؟"

حفصہ نے نحیف سی آواز میں احتجاج کرنا چاہا، مگر اس کے اپنے ہاتھ عدنان کے بازوؤں پر جم گئے تھے۔

"رومینس۔۔۔"

عدنان نے نہایت نشیلے لہجے میں جواب دیا اور اپنا سر جھکا کر حفصہ کے ننگے کندھے پر اپنے لب رکھ دیے۔ اس کا لمس کسی دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھا جو حفصہ کی جلد کو جلا رہا تھا۔ عدنان نے اس کے کندھے پر ایک گہرا بوسہ دیا اور پھر دھیرے دھیرے اوپر کی طرف بڑھنے لگا۔ حفصہ کی سانسیں اکھڑنے لگی تھیں۔ عدنان کے ہاتھ اب اس کے وجود کے نشیب و فراز کو اپنی گرفت میں لے رہے تھے۔ اس نے حفصہ کی گردن کے حساس حصے پر اپنے دانتوں کو ہلکے سے پیوست کیا، جہاں کل رات کی حدت ابھی باقی تھی۔ حفصہ کے منہ سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی اور اس نے بے اختیار عدنان کے بالوں میں اپنی انگلیاں پیوست کر دیں۔ عدنان کا جنون اب حدیں پار کر رہا تھا۔ اس نے حفصہ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں بھرا اور اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے۔

وہ حفصہ کے لبوں سے اس کی روح تک اترنا چاہتا تھا۔ حفصہ، جو پہلے تو ساکت تھی، اب عدنان کی اس شدت کے سامنے ہتھیار ڈال چکی تھی۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور خود کو عدنان کے سپرد کر دیا۔ کمرے کی فضا اب ان کی بوجھل سانسوں اور پیار کی تپش سے بھر چکی تھی۔ عدنان کے ہاتھ اب حفصہ کے لباس کی تہوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اس نے اس کی کمر کی گہرائی کو محسوس کیا اور اسے مزید اپنے قریب کر لیا۔ اس کا ہر بوسہ، ہر لمس حفصہ کے لیے ایک نیا انکشاف تھا۔ عدنان نے اس کے پورے چہرے، اس کی آنکھوں اور اس کی پیشانی کو اپنے پیار سے سیراب کیا۔ وہ اسے یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ اس کے لیے کتنی قیمتی ہے۔

"تم میری ہو حفصہ۔۔۔ صرف میری،"

عدنان نے اس کے کان میں گرم سرگوشی کی، جس نے حفصہ کے پورے وجود کو لرزا کر رکھ دیا۔ اس نے ایک بار پھر اس کے لبوں کا رس چوسا اور پھر اس کے گلے کے پاس جھک گیا۔ حفصہ نے اس کی اس شدت کو اپنے اندر جذب کر لیا اور اسے لگا کہ جیسے وقت وہیں تھم گیا ہو۔۔

"اچھا اٹھو ابھی تک تم اسکول کے لیے تیار نہیں ہوئی"

عدنان اس پر جھکا ہوا بول رہا تھا۔

"وہ۔"

حفصہ کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیسے بات کرے۔

"کیا"

عدنان نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"میں نے اسکول نہیں جانا"

عدنان جواب تک حفصہ کے عشق میں مگن تھا،اس کی بات سن کر ایک دم ساکت ہو گیا۔اس نے اپنے بازوؤں کا سہارا لے کر خود کو تھوڑا اوپر اٹھایا اور حیرت بھری نظروں سے حفصہ کے معصوم چہرے کو تکنے لگا۔اس کے ماتھے پر ہلکی سی شکن ابھری۔

"کیا مطلب اسکول نہیں جانا؟حفصہ، تمہارے پیپرز قریب ہیں اور تم اچانک یہ بات کر رہی ہو؟"

عدنان نے سنجیدگی سے پوچھا، وہ اب بیڈ پر سیدھا بیٹھ گیا تھا،اس کا برہنہ کسرتی بدن کمرے کی زرد روشنی میں چمک رہا تھا۔حفصہ نے بھی اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی،اس نے اپنے بکھرے ہوئے بالوں کو سمیٹا اور دوپٹہ درست کرتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔

"بس عدنان۔۔۔اب میرا دل نہیں کرتا۔"

اس کی آواز میں ایک عجیب سی اداسی اور ٹھہراؤ تھا۔

"حفصہ، اگر تم یہ سب ماں سائیں کی باتوں کی وجہ سے کہہ رہی ہو تو میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ان سے بات کر چکا ہوں۔ وہ اب تمہیں کچھ نہیں کہیں گی۔ ان کا مزاج تم جانتی ہو، ان کی عادت ہے یہ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تم اپنی تعلیم ادھوری چھوڑ دو۔"

عدنان نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ حفصہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں عدنان، بات وہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اب میری شادی ہو چکی ہے۔ اب میں ایک بیوی ہوں، اس حویلی کی بہو ہوں۔ مجھے لگتا ہے کہ میری ترجیحات بدل جانی چاہئیں۔"

حفصہ نے عدنان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے مان سے بولا۔
عدنان اس کی بات سن کر ہلکا سا مسکرایا، مگر اس مسکراہٹ میں فکر مندی بھی تھی۔

"میری نادان بیوی! کہاں لکھا ہے کہ شادی کے بعد لڑکیاں پڑھ نہیں سکتیں؟ بلکہ شادی کے بعد تو شوہر کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کے خوابوں کو پورا کرنے میں اس کا ساتھ دے۔ میں تمہیں ایک کامیاب انسان دیکھنا چاہتا ہوں حفصہ۔ تم اس طرح ہمت نہیں ہار سکتیں۔"
عدنان نے اس کے گال کو چھوتے ہوئے کہا۔

"لیکن عدنان، حویلی کی ذمہ داریاں، ماں سائیں کی توقعات۔۔۔ میں ان سب کے درمیان خود کو تقسیم نہیں کر پا رہی۔"

حفصہ نے دبی آواز میں کہا۔عدنان نے اس کے چہرے پر پھیلی پریشانی کو محسوس کیااور اسے دوبارہ اپنے قریب کر لیا۔

"ذمہ داریاں بانٹنے سے کم ہوتی ہیں حفصہ۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں کسی چیز کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

کمرے میں تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی۔حفصہ عدنان کے سینے پر سر رکھے کچھ سوچ رہی تھی۔پھر اس نے ایک لمبا سانس لیااور وہ بات کہہ دی جو کافی دنوں سے اس کے دل پر بوجھ بنی ہوئی تھی۔جب سے نادیہ بیگم نے کی تھی۔

"عدنان۔۔۔مجھے بچہ چاہیے،"

حفصہ نے بہت دھیمی مگر دوٹوک آواز میں کہا۔عدنان کو جیسے جھٹکا لگا ہو۔ وہ ایک پل کے لیے بالکل خاموش ہو گیا۔اس نے حفصہ کو خود سے تھوڑا دور کیا تاکہ اس کا چہرہ دیکھ سکے۔

"حفصہ۔۔۔تم یہ کیا کہہ رہی ہو؟تم ابھی خود کتنی چھوٹی ہو،ابھی تمہاری پڑھائی باقی ہے،تمہارا کیریئر سامنے ہے۔"

عدنان نے حیران ہو کر کہا اس کا دماغ کرنا معصوم تھا اس نے اب اندازہ لگا لیا تھا کیوں کہ اس کی ماں سائیں کی باتوں کی وجہ سے وہ اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی تھی۔

"ماں سائیں روز طعنے دیتی ہیں عدنان۔ وہ کہتی ہیں کہ پڑھائی لکھائی تو ہوتی رہے گی، پہلے گھر کا وارث لاؤ۔ وہ جب بھی کسی اور کے بچے کو دیکھتی ہیں، ان کی نظریں مجھ پر سوالیہ نشان بن کر پڑتی ہیں۔ میں اب مزید یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی،"

حفصہ روہانسی ہو گئی۔ عدنان نے ایک گہرا سانس لیا اور بیڈ سے اٹھ کر کھڑکی کی طرف چلا گیا۔ باہر دھوپ تیز ہو رہی تھی، مگر اس کے اندر ایک تضاد چل رہا تھا۔ وہ مڑا اور حفصہ کی طرف دیکھا۔

"حفصہ! میں تمہیں پہلے بھی بول چکا ہوں کہ ماں سائیں کی باتوں کو سیریس نہ لیا کرو۔ وہ پرانے خیالات کی عورت ہیں، ان کے لیے اولاد ہی سب کچھ ہے، لیکن ہمارے لیے؟ ہمارے لیے تمہاری صحت، تمہاری تعلیم اور تمہارا مستقبل زیادہ اہم ہے۔ ہم ابھی اس ذمہ داری کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

عدنان نے باہر کی جانب دیکھ کر کہا۔

"آپ تیار نہیں ہیں یا آپ نہیں چاہتے؟"
حفصہ نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔ عدنان اس کے قریب آیا اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے حفصہ کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔

"ایسا نہیں ہے حفصہ۔ کون باپ نہیں بننا چاہتا؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ جب ہمارا بچہ اس دنیا میں آئے، تو اس کی ماں ایک مضبوط اور خود مختار عورت ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم صرف ایک گھریلو خاتون بن کر رہ جاؤ اور بعد میں تمہیں پچھتاوا ہو کہ تم نے اپنے خواب قربان کر دیے۔"
حفصہ کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر عدنان کے ہاتھ پر گرا۔

"خواب تو آپ بھی ہیں عدنان۔ آپ کی خوشی، آپ کی حویلی کا سکون میرا سب سے بڑا خواب ہے۔ اگر ایک بچے سے اس حویلی میں خوشیاں آتی ہیں، اگر ماں سائیں کا رویہ بدلتا ہے، تو میں ہر قربانی دینے کو تیار ہوں۔"

عدنان نے اس کے آنسو پونچھے اور اسے گلے لگا لیا۔

"قربانی کی ضرورت نہیں ہے حفصہ۔ محبت میں قربانی نہیں، سمجھوتہ اور ساتھ ہوتا ہے۔ تم اسکول جاؤ گی، تم اپنی پڑھائی مکمل کرو گی، اور بچہ؟ وہ بھی ہو گا، لیکن صحیح وقت پر۔ جب تم ذہنی طور پر تیار ہو گی، نہ کہ کسی کے دباؤ میں آ کر۔"

حفصہ نے عدنان کی گرفت میں خود کو محفوظ محسوس کیا، مگر اس کے دل میں اب بھی وہ خواہش مچل رہی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عدنان اسے بہت چاہتا ہے، اسی لیے وہ اسے اس بڑی ذمہ داری میں ابھی نہیں ڈالنا چاہتا۔

"عدنان، کیا آپ کو لگتا ہے کہ میں ایک اچھی ماں نہیں بن سکوں گی؟" اس نے معصومیت سے پوچھا۔ عدنان کھل کر ہنسا اور اس کے ناک پر ہلکی سی چپت لگائی۔

"تم دنیا کی سب سے بہترین ماں بنو گی، کیونکہ تم دنیا کی سب سے پیاری بیوی ہو۔ لیکن ابھی مجھے اپنی اس چھوٹی سی بچی کا خیال رکھنا ہے، جس نے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔"

حفصہ نے مسکرا کر اپنا سر اس کے کندھے پر ٹکا دیا۔ اگرچہ اس کی خواہش ابھی ادھوری تھی، مگر عدنان کے پیار اور اس کے اعتماد نے اسے ایک نئی ہمت دی تھی۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ عدنان کی بات مانے گی، وہ اسکول جائے گی اور ثابت کرے گی کہ وہ ایک بہترین بیوی اور ایک قابل طالبہ دونوں بن سکتی ہے۔



بھابھی یہ دیکھیں یہ آپ پر بہت پیارا لگے گا"

حور نے ایک ڈریس گلناز کے کندھے پر رکھا تھا اور اسے دیکھ مسکرا کر بولی

حور رومان کی چھوٹی بہن تھی اب گلناز کا رویہ وہاں سب کے ساتھ بہت اچھا ہو گیا تھا اسے سمجھ آ گیا تھا اس کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اس کی زندگی کی ہر غلطیوں کو رومان نے نظر انداز کر کے اسے اپنایا تھا اور سب سے بڑھ کر اسے عزت دی تھی مان دیا تھا اور محبت بھی دی۔

"لیکن یہ تمھارے بھائی کا فیورٹ کلر نہیں ہے نہ"

گلناز نے منہ بنا کر کہا آج گلناز کا دل کی تھا رومان کے لیے تیار ہونے کے لیے اس لیے اب وہ حور کے ساتھ مل کر اپنے لیے کوئی ڈریس دیکھ رہی تھی۔۔ حور نے گلناز کے چہرے پر چھائی مایوسی کو دیکھا تو کھلکھلا کر ہنس دی۔ اسے اپنی بھابھی کی یہ معصومیت اور بھائی کے لیے یہ جنون دیکھ کر دلی خوشی ہو رہی تھی۔ ایک وہ وقت تھا جب گلناز اس گھر میں خود کو اجنبی سمجھتی تھی، اور ایک آج کا دن ہے کہ اسے اپنی پسند سے زیادہ رومان کی پسند کی فکر تھی۔

"ارے بھابھی! آپ تو ابھی سے ہار مان گئیں۔ میں نے تو ابھی اپنا چھپا ہوا خزانہ نکالا ہی نہیں،"

حور نے شرارت سے آنکھ مارتے ہوئے کہا اور الماری کے اس حصے کی طرف بڑھی جہاں سب سے قیمتی اور خاص ڈریس رکھے تھے۔ گلناز خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔ اس کے ذہن میں رومان کا چہرہ گھوم رہا تھا جو ہمیشہ اس کے لیے محبت اور تحفظ کا پیغام لاتا تھا۔ اس نے ماضی میں جو بھی تلخیاں سمیٹی تھیں، رومان نے اپنی بے پناہ چاہت سے ان سب پر مرہم رکھ دیا تھا۔ حور نے ایک بڑے سے کور سے نہایت احتیاط کے ساتھ ایک ڈریس نکالا اور اسے پورے جاہ و جلال کے ساتھ گلناز کے سامنے پھیلا دیا۔ وہ ایک نہایت خوبصورت گہرے جامنی (Deep Purple) رنگ کا میکسی نما لباس تھا، جس پر چاندی کے باریک تاروں اور ستاروں کا نفیس کام کیا گیا تھا جیسے کہکشاں زمین پر اتر آئی ہو۔ اس کے ساتھ ریشمی نیٹ کا دوپٹہ تھا جس کے کناروں پر بھاری لیس لگی ہوئی تھی۔

"یہ دیکھیں! اس کے بارے میں کیا خیال ہے، کیا یہ بھائی کا فیورٹ کلر نہیں؟"

حور نے فاتحانہ انداز میں پوچھا۔ گلناز کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"پرپل! ہاں حور، یہ تو رومان کا سب سے پسندیدہ رنگ ہے۔ اسے اس رنگ میں ہر چیز اچھی لگتی ہے۔"

گلناز نے عقیدت سے اس لباس کو چھوا۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار رومان نے سرسری سا ذکر کیا تھا کہ جامنی رنگ اسے شاہانہ اور پروقار لگتا ہے۔

"تو پھر دیر کس بات کی؟ جایئے جلدی سے اسے پہن کر آیئے، پھر میں آپ کو ایسا تیار کروں گی کہ بھائی اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھیں گے،"

حور نے اسے باتھ روم کی طرف دھکیلا۔ گلناز شرماتے ہوئے کپڑے لے کر اندر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد جب وہ باہر آئی تو کمرے میں جیسے ایک دم سے روشنی پھیل گئی۔ وہ جامنی لباس اس کے وجود پر اس طرح سج رہا تھا جیسے وہ بنا ہی اسی کے لیے ہو۔ لباس کی لمبائی اس کے قد کو مزید نمایاں کر رہی تھی اور رنگ اس کی سفید رنگت کو کندن کی طرح چمکا رہا تھا۔

"ماشاءاللہ! بھابھی، آپ تو کسی پری سے کم نہیں لگ رہیں،"
حور نے بے اختیار اپنے ہاتھ جوڑ کر نظرِ بد سے بچنے کی دعا پڑھی۔

"اب یہاں بیٹھیں، اب میرا کام شروع ہوتا ہے۔"

حور نے گلناز کو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بٹھایا۔اس نے سب سے پہلے گلناز کے لمبے ریشمی بالوں کو کھولا اور انہیں ایک خاص انداز میں لہروں (Waves) کی صورت میں سیٹ کیا۔اس کے بعد اس نے گلناز کے چہرے پر ہلکے میک اپ کا جادو چلانا شروع کیا۔

"بھابھی، آپ کی آنکھیں پہلے ہی بہت گہری ہیں، میں بس انہیں تھوڑا سا نمایاں کروں گی،"

حور باتیں بھی کر رہی تھی اور مہارت سے برش بھی چلا رہی تھی۔اس نے گلناز کی آنکھوں میں گہرا کاجل بھرا اور پلکوں کو مسکارے سے لمبا کیا، جس سے اس کی نظروں میں ایک سحر انگیز کشش پیدا ہو گئی۔لبوں پر اس نے لباس سے ہم آہنگ ہلکنی گلابی کہا ٹک لگائی، جو اس کے چہرے کی رونق کو دوبالا کر رہی تھی۔تیاری مکمل ہونے کے بعد حور نے گلناز کے کانوں میں چاندی کے بھاری جھمکے پہنائے جو اس کی گردن کی سفیدی سے ٹکرا کر ایک موسیقی سی پیدا کر رہے تھے۔آخر میں حور نے اس کے سر پر دوپٹہ اس طرح سیٹ کیا کہ اس کا کام اور گلناز کا چہرہ دونوں ہی نمایاں رہیں۔

"اب ذرا آئینے میں خود کو دیکھیں،"

حور نے فخر سے کہا۔ گلناز نے جب آئینے میں اپنا عکس دیکھا تو اسے خود پر یقین نہیں آیا۔ اب وہ پرانی، الجھی ہوئی اور شاکی گلناز نہیں تھی، بلکہ اب وہ رومان کی وہ ملکہ تھی جو اپنے شوہر کی محبت میں پوری طرح رنگ چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک اطمینان اور سکون تھا جو صرف سچی محبت پانے کے بعد ہی نصیب ہوتا ہے۔

"شکریہ حور! تم نے مجھے واقعی بہت بدل دیا ہے"
گلناز نے نم آنکھوں کے ساتھ حور کا شکریہ ادا کیا۔

"ارے بھابھی، بدلا تو بھائی کی محبت نے ہے، میں نے تو بس تھوڑی سی پیکجنگ ٹھیک کی ہے،"
حور نے ہنستے ہوئے اس کے آنسو پونچھے کہ میک اپ خراب نہ ہو۔

"اب جایئے، بھائی کے آنے کا وقت ہو گیا ہے۔"

گلناز نے ایک بار پھر آئینے میں خود کو دیکھا، اپنے دل پر ہاتھ رکھا جہاں رومان کا نام دھڑک رہا تھا، اور ایک گہرا سانس لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اسے پتہ تھا کہ آج کی رات اس کی زندگی کی ایک نئی اور خوبصورت رات ہو گی۔



گلناز کمرے کے وسط میں موجود صوفے پر بیٹھی تھی، مگر اس کا دل کسی پکھیرو کی طرح اڑان بھر رہا تھا۔ کمرے میں جلتی ہوئی صندل کی موم بتیوں کی دھیمی روشنی جامنی رنگ کے لباس میں چھپے اس کے وجود کو مزید سحر انگیز بنا رہی تھی۔ وہ بار بار آئینے میں اپنا عکس دیکھتی اور پھر شرما کر نظریں جھکا لیتی۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ خود کو کسی کے لیے اس قدر بدل بھی سکتی ہے۔ رومان کی محبت نے اس کے اندر کی تمام کڑواہٹ کو شہد میں بدل دیا تھا۔ اچانک، دروازے کے قریب رومان کے مخصوص بھاری قدموں کی چاپ سنائی دی اور گلناز کے دل کی دھڑکنیں ایک دم سے تیز ہو گئیں۔ اس نے جلدی سے اپنے دوپٹے کو درست کیا اور سر جھکا کر بیٹھ گئی۔

دروازہ ایک دبی ہوئی آواز کے ساتھ کھلا اور رومان، جو دن بھر کی تھکن چہرے پر سجائے اندر داخل ہوا تھا، قدم رکھتے ہی وہیں منجمد ہو گیا۔ اس کی نظریں جب سامنے بیٹھی گلناز پر پڑیں، تو اسے لگا جیسے وہ کسی دوسری دنیا میں آ گیا ہو۔ وہ گلناز جسے اس نے ہمیشہ غرور یا غصے میں دیکھا تھا، اب وہ رومان کے لیے بلکل بدل گئی تھی اور آج اس کے پسندیدہ جامنی رنگ کے اس شاہانہ لباس میں کسی خوابناک شہزادی کی طرح لگ رہی تھی۔ رومان کے ہاتھ میں موجود فائلیں بیڈ پر گر گئیں، مگر اسے ہوش نہ رہا۔

"گلناز۔۔۔"

رومان کی آواز میں احیرت اور ستائش تھی کہ گلناز کا پور پور لرز اٹھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ اس کی نظریں گلناز کے چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں۔

"کیا یہ واقعی تم ہو؟ یا میری آنکھوں نے آج تھکن کی وجہ سے مجھے کسی سراب میں مبتلا کر دیا ہے؟"

گلناز نے ہمت کر کے نظریں اٹھائیں اور رومان کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اپنے لیے بے پناہ تڑپ دیکھ کر وہ مسکرا دی۔

"سراب نہیں ہوں رومان۔۔۔ آپ کی گلناز ہی ہوں۔"

رومان اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اس نے گلناز کے لرزتے ہوئے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور ان پر اپنے لب رکھ دیے۔

"تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ تم اس وقت کیا غضب ڈھا رہی ہو۔ یہ رنگ، یہ تمہارا روپ۔۔۔ آج تم نے مجھے جیتے جی مار ڈالنے کا ارادہ کر لیا ہے؟"

اس نے اپنے ہونٹ گلناز کے ہاتھ پر رکھے تھے۔ گلناز کی حیا نے اس کے گالوں پر وہی رنگ بکھیر دیا جو اس کے لباس کا تھا۔

"حور کہہ رہی تھی کہ یہ آپ کا پسندیدہ رنگ ہے، اس لیے میں نے سوچا کہ آج۔۔۔"

رومان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"صرف رنگ نہیں گلناز"

رومان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

"تمہاری یہ کوشش، تمہارا میرے لیے یوں تیار ہونا، میرے لیے دنیا کی ہر نعمت سے بڑھ کر ہے۔ آج تم نے ثابت کر دیا کہ تم صرف میری بیوی نہیں، میری روح کا حصہ بن چکی ہو۔"

رومان نے اٹھ کر اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لیا

"بہت زیادہ خوبصورت لگ رہی ہو"

رومان نے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے تھے اور پھر اسے بیڈ کی طرف لے گیا۔ وہاں کی مدھم روشنی میں گلناز کی آنکھوں کا کاجل اور اس کے ہونٹوں کی گہری سرخی رومان کے صبر کا امتحان لے رہی تھی۔ رومان نے اس کے بالوں کی ایک لٹ کو پیار سے اس کے کان کے پیچھے اڑسا اور پھر وہیں جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"تمہاری خوشبو میرے حواسوں کو معطل کر رہی ہے گلناز۔ آج کی رات میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رومان کی زندگی میں تمہارا مقام کیا ہے۔"

اس نے اپنی زبان سے محبت کے رنگ اس کے کانوں میں بھرے۔

"تم میری وہ دعا ہو جو اللہ نے تب قبول کی جب میں نے خود کو تنہا سمجھ لیا تھا۔"

رومان کے لب اب گلناز کی گردن کو چھو رہے تھے جہاں چاندی کے جھمکے رقص کر رہے تھے۔ ہر لمس کے ساتھ گلناز کی سسکیاں کمرے کی خاموشی کو توڑ رہی تھیں۔ رومان کا پیار اجنبی نہیں تھا، مگر آج اس میں ایک ایسی شدت تھی جو گلناز کو اپنے اندر جذب کر رہی تھی۔ اس نے گلناز کے ہاتھ اپنی گردن کے گرد حمائل کیے اور اسے مزید اپنے قریب کر لیا۔

"کھانا نہیں کھانا آپ نے"

گلناز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"ششش تمھیں کھاؤں گا"

رومان نے اس کے لبوں انگلی رکھ دی اور پھر بولنا شروع کیا۔

"آج ہمارے درمیان کوئی بھی نہیں آئے گا"
رومان نے اس کے لبوں کے بالکل قریب آکر کہا۔

"آج صرف میں ہوں، تم ہو اور ہماری یہ محبت ہے جس میں ہم نے ایک دوسرے کو محسوس کرنا ہے۔"
گلناز نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور رومان کی اس والہانہ محبت کے سمندر میں خود کو بہنے دیا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ رومان کی انگلیاں اس کی کمر پر محبت کی وہ داستان لکھ رہی ہیں جسے کبھی مٹایا نہیں جا سکے گا۔ جامنی ریشمی کپڑا جو ان کے درمیان روکاوٹ بنا ہوا تھا رومان نے اسے نکال دیا تھا۔

رات کا پہر گزرتا جا رہا تھا، مگر اس کمرے میں وقت جیسے تھم گیا تھا۔ رومان نے گلناز کے وجود کے ہر حصے کو اپنی تعریف اور اپنے لمس سے نوازا، اسے یہ باور کرایا کہ وہ اس کے لیے کتنا خاص ہے۔ گلناز کو لگ رہا تھا کہ اس کی زندگی کی تمام تلخیاں رومان کے ایک ایک بوسے کے ساتھ دھلتی جا رہی ہیں۔ وہ اب صرف گلناز نہیں تھی، وہ رومان کی کل کائنات بن چکی تھی۔

رات کا نہ جانے کون سے پہر تھا جب رومان نے اپنے اپنی شدتوں سے نڈھال کرنے کے بعد اپنی اندر چھپا لیا تھا وہ رومان کی سینے سے لگی آگ نیند کی آغوش میں جا چکی تھی رومان نے بھی اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے اور اپنی آنکھیں بند کر لی۔

دن اپنے اختتام کو پہنچے تھے آج اس کی آزمائش کی آخری رات تھی اور اس کے بعد اس نے اپنی حویلی میں اپنوں کے پاس ہونا تھا وہ سجدے میں سر رکھ کر اپنے رب کا شکر ادا کر رہی تھی کیوں کہ اس کی آزمائش اختتام کو جو پہنچی تھی آج بس ایک رات اسے آریز نقوی کی قربت برداشت کرنی تھی اور اس کے بعد وہ اس سے بلکل دور چلی جاتی اس نے دعا مانگ کر جائے نماز فولڈ کر کے رکھ دیا ابھی وہ بیڈ پر بیٹھی تھی کہ آریز نقوی کمرے میں آیا تھا اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا قندیل نے ایک نظر اس کو دیکھا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں تھا۔ آریز کی آنکھوں میں گہری اداسی کے ڈیرے تھے۔ ان سات دنوں میں اس نے کیا کچھ نہیں کیا تھا؟ اس نے مکمل کوشش کی تھی کہ وہ کسی طرح سے بس قندیل کے دل میں اتر جائے اور وہ جانے والی بات نہ کرے، اسے اپنی محبت کی شدتوں سے روشناس کرایا، اس کے لیے وہ سب کیا جو آریز نقوی نے کبھی کسی کے لیے سوچا بھی نہ تھا۔

اسے لگا تھا کہ شاید اس کی قربت، اس کی توجہ قندیل کے دل کی جمی ہوئی برف کو پگھلا دے گی، مگر آج اس کے چہرے کی بے نیازی دیکھ کر اس کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ قندیل بیڈ کے کنارے بیٹھی تھی، اس کے بال ابھی بھی وضو کے پانی سے تھوڑے نم تھے۔ آریز نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے چہرے کو چھونا چاہا، وہ اس کی قربت میں ایک آخری بار پناہ لینا چاہتا تھا، مگر اس سے پہلے کہ اس کی پوریں قندیل کی جلد کو چھوتیں، قندیل نے تیزی سے اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

"آج آخری رات ہے میری آزمائش کی۔۔۔"

قندیل کے ان چند الفاظ نے آریز کے وجود میں جیسے زلزلہ برپا کر دیا۔ اس نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں۔ یہ الفاظ نہیں تھے، یہ اس کی روح کو چیر رہے تھے۔ اسے لگا تھا کہ شاید قندیل ان سات دنوں کی یادوں کو اپنی جھولی میں سمیٹ کر یہیں رک جائے گی، مگر وہ تو جانے کے لیے گھڑیاں گن رہی تھی۔

"مطلب تم اب بھی مجھے چھوڑ کر جانا چاہتی ہو؟"
آریز کی آواز میں ایک ایسی شکست خوردہ لہر تھی جسے وہ چھپا نہ سکا۔

"ان سات دنوں میں، ان سات راتوں میں، کیا تمہیں میری تڑپ کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا قندیل؟ میں نے تمہیں اپنی روح میں اتارا، میں نے تمہیں وہ مان دیا جو کسی کو نہیں دیا، کیا وہ سب تمہارے لیے صرف ایک 'آزمائش' تھا؟"

آریز نے سوال کیا تھا قندیل نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔اس کی آنکھوں میں اب خوف نہیں تھا، بلکہ ایک سرد مہری تھی۔

"ہاں آریز! ایک ہفتے کا وقت مکمل ہوا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں یہاں رہوں گی، تمہاری ہر بات مانوں گی، تمہاری قربت برداشت کروں گی۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کیا، اب تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا ہوگا۔ کل صبح میں اس قید خانے سے آزاد ہو جاؤں گی۔"

قندیل نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ آریز نے کسی ہارے ہوئے جواری کی طرح اس کی طرف دیکھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ دھاڑیں مار کر روئے، اس کے قدموں میں بیٹھ کر التجا کرے کہ مت جاؤ، تمہارے بغیر یہ فلیٹ، یہ احساسات اور یہ زندگی میرے لیے قبر بن جائے گی۔ مگر اس کی زبان ساکت تھی۔ وہ تو اس کی قربت میں جینے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس نے ان دنوں میں قندیل کی خوشبو کو اپنے سانسوں میں بسایا تھا، اب وہ ان سانسوں کے بغیر کیسے جیے گا؟

"تمہیں لگتا ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا؟" آریز نے دبی آواز میں پوچھا، اس کے لہجے میں اب ایک کربناک التجا تھی۔

"تمہارے جسم پر میرے لمس کی خوشبو ہے، تمہاری روح پر میری محبت کے نشان ہیں۔ تم جہاں بھی جاؤ گی، آریز نقوی تمہارے اندر ہی رہے گا۔ تم خود کو مجھ سے الگ کیسے کرو گی؟"

آریز نقوی نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"جسم کے زخم بھر جاتے ہیں آریز، اور یادیں؟ یادیں تو انسان کو مضبوط بناتی ہیں۔ تم نے مجھے اپنی شدتوں سے روشناس کرایا، مگر تم میرے دل کو فتح نہیں کر سکے۔ دل زبردستی نہیں جیتے جاتے، اور نہ ہی معاہدوں کے تحت محبت پیدا کی جاسکتی ہے۔ تم مجھے یہاں زبردستی لائے مجھ سے نکاح کیا اور اس کے بعد یہ ڈیل رکھی اب جب وقت ختم ہوا، تو میرا یہاں ایک پل رکنا بھی میرے ضمیر پر بوجھ ہے۔"

قندیل کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ آئی۔ آریز نقوی، جو کبھی کسی کے سامنے نہیں جھکا تھا، آج اس کمرے کی دیواروں کے درمیان بکھر رہا تھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ اسے اپنی محبت کا اسیر بنا لے گا، مگر وہ تو اس سے بھی زیادہ باغی نکلی۔

"ٹھیک ہے قندیل۔۔۔"

آریز نے بہت مشکل سے یہ الفاظ ادا کیے۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر اس کے گال پر ٹھہر گیا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری خوشی مجھ سے دور جانے میں ہے، تو میں تمہیں نہیں روکوں گا۔ میں نے وعدہ کیا تھا، اور میں اپنا وعدہ نہیں توڑتا۔ لیکن یاد رکھنا، کل صبح جب تم یہاں سے باہر قدم رکھو گی، تو تم اپنے پیچھے ایک زندہ لاش چھوڑ کر جاؤ گی۔ آریز نقوی آج مر گیا ہے، اور اسے مارنے والی وہ عورت ہے جس کے لیے وہ خود مٹ جانے کو تیار تھا۔"

آریز نقوی نے ہارے ہوئے شخص کی طرح کہا۔

"لیکن آج کی رات باقی ہے آج کی رات تمھیں میری قربت میں گزارنی پڑے گی"

آریز نے اس کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا قندیل کو لگا جب وہ اس سے جانے کی بات کرے گی تو آج کی رات اس کی بچ جائے گی لیکن نہیں اس شخص نے کہہ دیا تھا۔

"تیار ہو جاؤ اپنے شوہر کے لیے اتنے سادہ سے حولیے میں وہ تمھیں اپنے اندر کیسے سمائے گا"

آریز نقوی نے حکم دیا تھا قندیل کچھ بھی نہیں بولی تھی اور الماری کی طرف بڑھ گئی۔

"رو کو میں تمھارے لیے ایک ڈریس لایا تھا"

وہ خود الماری کی طرف گیا اور ایک شاپنگ بیگ اس کے آگے کیا قندیل نے خاموشی سے وہ لیا۔ آریز نقوی کے دیے ہوئے شاپنگ بیگ کو تھامے قندیل کے قدموں میں وہ پہلے جیسی جنبش نہیں تھی، مگر اس کے دل میں یہ اطمینان ضرور تھا کہ یہ رات اس کی اس جبری وابستگی کی آخری کڑی ہے۔ واش روم کا دروازہ بند کرتے ہی اس نے بیگ سے وہ لباس نکالا اور اسے دیکھتے ہی اس کے سانس ساکت ہو گئے۔ وہ ایک (Baby Pink) رنگ کا نہایت مختصر اور اشتعال انگیز لباس تھا، جس پر چاندی کے چمکتے ہوئے ستاروں اور موتیوں کا اتنا باریک اور گھنا کام تھا کہ وہ روشنی میں کسی بہتی ہوئی کہکشاں کی مانند لگ رہا تھا۔

لباس کی بناوٹ ایسی تھی کہ وہ قندیل کے جسم کے ہر نشیب و فراز کو اجاگر کرنے کے لیے ڈیزائن کیا گیا تھا۔ اوپر کا حصہ ایک باریک پٹیوں والے بلاؤز نما ٹاپ پر مشتمل تھا جو اس کے کندھوں کی سفیدی کو مکمل عریاں کر رہا تھا، جبکہ نیچے کا حصہ ایک چھوٹی سی منی اسکرٹ کی صورت میں تھا جو اس کی لمبی اور تراشی ہوئی پنڈلیوں کی نمائش کر رہا تھا۔ قندیل نے ایک گہرا سانس لیا، اس کے پاس اب انکار کی گنجائش نہیں تھی۔ اس نے وہ لباس زیب تن کیا۔ جب اس نے آئینے میں خود کو دیکھا تو اسے اپنے ہی وجود سے حیا آنے لگی۔ وہ چاندی کے ستارے اس کی دودھیا رنگت پر سورج کی طرح چمک رہے تھے، اور لباس کی تنگی اس کے جسم کے ہر ابھار کو ایک نیا جنون دے رہی تھی۔ اس نے اپنے سیاہ بال کمر پر کھلے چھوڑ دیے، جو اس گلابی اور چاندی کے امتزاج پر کسی کالی رات کے بادلوں کی طرح لگ رہے تھے۔

وہ باہر جانے سے ڈر رہی تھی لیکن اسے جانا تھا کیوں کہ یہ رات اس کی آزمائش کی آخری رات تھی اور اب وہ اس کی زد سے نکل آتی اس نے اپنے وجود پر ایک بار پھر نظر ڈالی اس نے خود کو کوسا کیا وہ ایسے جائے گی اس کی ہمت تو نہیں تھی لیکن پھر بھی اس نے خود کو سمجھانا شروع کیا اور جانے کے لیے راضی ہو گئی تھی۔



جب قندیل واش روم کا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی، تو آریز کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کی سیاہی کو گھور رہا تھا۔ دروازے کی آواز پر وہ مڑا اور جیسے ہی اس کی نظر قندیل پر پڑی، اس کے ہاتھ میں موجود سگریٹ کا لائٹر فرش پر گر گیا۔ آریز کی آنکھیں حیرت، ستائش اور ایک بے پناہ وحشت سے پھیل گئیں۔ قندیل اس لباس میں کوئی لڑکی نہیں بلکہ ایک سحر انگیز اپسرا لگ رہی تھی۔ وہ چمکتا ہوا گلابی کپڑا اس کے بدن پر کسی دوسری جلد کی طرح چپکا ہوا تھا، جس سے اس کی کمر کی لچک اور سینے کا اتار چڑھاؤ کسی فنکار کے شاہکار کی طرح نمایاں تھا۔ آریز کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے۔ اس نے زندگی میں بہت حسن دیکھا تھا، مگر قندیل کا یہ روپ اس کی تمام یادوں کو مٹا دینے کے لیے کافی تھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔"

آریز کے لبوں سے بمشکل ایک لفظ نکلا۔اس کا لہجہ اتنا بھاری اور نشیلا تھا کہ قندیل کے پورے وجود میں لرزہ طاری ہو گیا۔آریز دھیمے مگر مضبوط قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔قندیل وہیں ساکت کھڑی رہی،اس کی نیچی نظریں آریز کے برہنہ سینے پر پڑ رہی تھیں کیونکہ آریز نے اپنی قمیض اتار پھینکی تھی۔وہ اس کے بالکل سامنے آکر رکا۔اس کے وجود سے اٹھنے والی مردانہ مہک اور سگار کا مدہم سا لمس قندیل کے نتھنوں سے ٹکرایا۔

"تمہیں اندازہ ہے قندیل۔۔۔تم اس وقت کیا لگ رہی ہو؟"آریز نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کے ننگے کندھے پر رکھی باریک پٹی کو چھوا۔اس کی پوروں کا لمس جب قندیل کی ٹھنڈی جلد سے مس ہوا،تو قندیل نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"ایسا لگ رہا ہے جیسے چاند نے گلابی رنگ کے بادل اوڑھ لیے ہوں اور ستارے تمہارے بدن پر ٹھکانہ ڈھونڈنے اتر آئے ہوں۔"

آریز نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر کے اس حصے پر رکھا جو لباس کے مختصر ہونے کی وجہ سے نمایاں تھا۔ اس کے گرم ہاتھوں کا لمس قندیل کی کمر میں بجلیاں بھر گیا۔ آریز نے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ چاندی کے وہ ستارے آریز کے سینے میں پیوست ہو رہے تھے، مگر اسے اس درد میں ایک عجیب سی لذت محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے جھک کر اپنا چہرہ قندیل کی گردن کے نازک سے حصے پر رکھ دیا۔

"آریز۔۔۔"

قندیل کے لبوں سے ایک دبی ہوئی سسکی نکلی۔ اس نے اپنے ہاتھ آریز کے چوڑے کندھوں پر رکھ دیے تاکہ اسے خود سے دور کر سکے، مگر اس کے اپنے لمس میں وہ سختی نہیں تھی جو اس کی زبان میں تھی۔

"خاموش قندیل! آج کوئی بات نہیں، آج کی رات ابھی باقی ہے اور آج صرف میں ہوں اور تم ہو، اور یہ رات ہے جس کا ہر لمحہ میں اپنی روح میں قید کرنا چاہتا ہوں۔" آریز نے اس کے کان میں گرم سرگوشی کی اور پھر اپنے لب اس کے کان کی لو پر رکھ دیے۔ آریز کی دیوانگی اب ہر حد پار کر رہی تھی۔ اس نے قندیل کو بازوؤں میں اٹھایا اور بیڈ کی طرف بڑھا۔ گلابی ریشمی چادر پر جب اس نے قندیل کے ستارہ نما وجود کو لٹایا، تو کمرے کی مدہم روشنی میں وہ مزید چمکنے لگی۔ آریز اس کے اوپر اس طرح جھکا کہ اس کا پورا وزن قندیل کے نازک وجود پر آ گیا۔

اس نے قندیل کے دونوں ہاتھ اس کے سر کے اوپر لے جا کر ایک ہاتھ سے جکڑ لیے، جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے لباس کی پٹیوں اور اس کے بدن کے نشیب و فراز پر آوارہ ہونے لگا۔

اس کے بوسے اب قندیل کے ماتھے، اس کی آنکھوں اور پھر اس کے گالوں سے ہوتے ہوئے اس کے لبوں تک پہنچ گئے۔ آریز نے قندیل کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا، تو قندیل کو لگا جیسے اس کا سانس رک جائے گا۔ آریز کے لمس میں اس تمام محرومی اور اس اداسی کا نچوڑ تھا جو اسے قندیل کے جانے کے خیال سے ہو رہی تھی۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا، وہ اسے اپنے اندر جذب کر لینا چاہتا تھا۔

آریز کے ہاتھ اب قندیل کی منی اسکرٹ کے کناروں سے کھیلتے ہوئے اس کے رانوں تک پہنچ گئے۔ اس کے ہر لمس میں ایک ایسی آگ تھی جو قندیل کے ضمیر اور اس کی نفرت کو پگھلا رہی تھی۔

قندیل، جواب تک خود کو پتھر بنائے بیٹھی تھی، آریز کے اس بے پناہ اور گہرے رومانس کے سامنے ڈھیر ہو گئی۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور خود کو اس کے حوالے کر دیا، جیسے وہ یہ تسلیم کر چکی ہو کہ یہ رات آریز کی ہے، اور اس کے بعد اسے کبھی یہ لمس نصیب نہیں ہو گا۔

آریز نے قندیل کے وجود کے ہر ہر حصے کو اپنی چاہت سے سیراب کیا۔ چاندی کے وہ موتی اب بستر پر بکھر رہے تھے، بالکل ویسے ہی جیسے آریز کا ضبط بکھر چکا تھا۔ اس کی سسکیاں اور آریز کی بھاری سانسیں کمرے کے سناٹے میں ایک رومانوی موسیقی کی طرح گونج رہی تھیں۔ آریز نے اس کے سینے پر اپنے لب رکھے، تو قندیل کے منہ سے ایک آواز نکلی جس نے آریز کو مزید دیوانہ کر دیا۔

"تم صرف میری ہو قندیل۔۔۔ چاہے تم کہیں بھی چلی جاؤ، تمہارا یہ بدن، تمہاری یہ سانسیں ہمیشہ آریز نقوی کی گواہی دیں گی۔"

اس نے قندیل کے دل کے مقام پر اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔ رات کا پہر گزرتا گیا، مگر ان دونوں کے درمیان کی حدت کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ آریز نے اس آخری رات کو ایک ایسی داستان میں بدل دیا تھا جسے قندیل چاہ کر بھی اپنے ذہن سے کھرچ نہیں سکتی تھی۔ ہر بوسہ، ہر لمس اور ہر سرگوشی اس بات کا ثبوت تھی کہ آریز نقوی نے اسے صرف جیتا نہیں تھا، بلکہ اسے اپنی روح کا حصہ بنا لیا تھا۔



حویلی میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئی تھی ویسے تو کوئی بھی اس بات پر راضی نہیں تھا لیکن سید سائیں کا حکم تھا اور ان کا حکم کوئی بھی نہیں ٹال سکتا تھا اس لیے ہوتی حویلی کو اچھے سے سجا دیا تھا عدنان بھی حفصہ اور نادیہ بیگم کے ساتھ حویلی آچکا تھا رومان کی فیملی کو بھی انوائیٹ کیا گیا تھا گلناز کو جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا تو اس نے سب سے معافی مانگی تھی اور سب نے اسے معاف بھی کر دیا تھا ماہنور بیگم مصطفی نقوی اور ماہا بھی آگئی تھی کل ان دونوں کی رخصتی تھی اسلیے آج صرف گھر ہی کے لوگوں میں مہندی لگائی جانی تھی سب لوگ اس وقت صبح کے ناشتے پر موجود تھے اور آرام سے اپنا ناشتہ کر رہے تھے۔

"موسیٰ ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں"

سید سائیں نے ناشتہ کرتے ہوئے اپنے پوتے کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جی دادا سائیں! تقریباً تمام انتظامات مکمل ہیں۔ کیٹرنگ سے لے کر ڈیکوریشن تک سب کو فائنل انسٹرکشنز دے دی گئی ہیں۔ سیکیورٹی کا بھی خاص انتظام کیا گیا ہے تاکہ حویلی کے باہر کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

موسیٰ نے ہاتھ میں تھاما ہوا جوس کا گلاس ٹیبل پر رکھا اور سر جھکا کر نہایت ادب سے جواب دیا۔

"بہت خوب۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ شادی اب بس اس حویلی میں خوشیوں کی واپسی کا پیغام ہو۔ بہت اداسی دیکھ لی ہم سب نے نے، اب وقت ہے کہ یہاں ہنسی اور قہقہوں کی گونج سنائی دے۔"

سید سائیں نے اطمینان سے سر ہلایا۔

انشاءاللہ امین"

ساجد نقوی نے سید سائیں کی بات پر کہا باقی سب نے بھی امین کہا سب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی سوائے نادیہ بیگم کے وہ نفرت سے سب کو دیکھ رہی تھی غصہ تو انھیں اپنی بیٹی پر آرہا تھا جو ان سب کے ساتھ مل گئی تھی۔

"اور میری بچیوں کی تیار تو مکمل ہے نہ"

سید سائیں نے روح اور نور کو دیکھ کر کہا وہ دونوں نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"بس اللہ چاروں بچوں کے نصیب اچھے کرے"

کنزا بیگم کی بات پر سب لوگوں نے ہی امین کہا تھا ناشتہ کی ٹیبل پر چھوٹی موٹی باتیں ہوتی رہی۔۔



آریز، جو رات بھر قندیل کی خوشبو اور اس کی قربت میں کھویا رہا تھا، اب بستر کے ایک کونے پر بیٹھا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا ایک عجیب سی سپاٹ وحشت تھی جو اس کی آنکھوں میں ٹھہر گئی تھی۔ اس نے ایک نظر بیڈ پر بکھرے ہوئے اس گلابی لباس کے ستاروں پر ڈالی اور پھر قندیل کو دیکھا، جو اب مکمل طور پر تیار ہو گئی تھی کچھ دیر میں ان کی فلائٹ تھی اس کا وہی سادہ سا حلیہ اس بات کی گواہی دے رہا تھا کہ رات کا وہ سحر اب ٹوٹ چکا ہے۔ آریز آہستہ سے اٹھا اور اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ قندیل نے اسے محسوس کیا مگر مڑی نہیں۔

"قندیل۔۔۔"

آریز کی آواز کسی گہرے کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"کیا واقعی؟ کیا واقعی تم میری زندگی سے جانے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

آریز کی اواز میں درد تھا قندیل خاموش رہی لیکن اس کے بعد مڑ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"وقت ختم ہوا آریز۔ سورج نکل آیا ہے اور میرا یہاں قیام بھی۔"

آریز نے ایک قدم آگے بڑھایا، اس کا ضبط اب جواب دے رہا تھا۔ اس کے چہرے کی وہ سختی جو اس کی پہچان تھی، اب پگھلنے لگی تھی۔

"ان سات راتوں کا، اس قربت کا، اس جنون کا کیا قندیل؟ میں نے تمہارے قدموں میں اپنی انا رکھ دی، میں نے تمہیں وہ محبت دی جس کی مثال میں نے خود کبھی نہیں دیکھی تھی۔ کیا تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی احساس نہیں ہوا کہ میں تمہارے بغیر ادھورا ہوں؟"

آریز کی اواز میں درد تھا قندیل کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ آریز کا ٹوٹا ہوا لہجہ اسے اندر تک ہلا رہا تھا، مگر وہ جانتی تھی کہ اگر وہ آج نرم پڑ گئی تو وہ کبھی اس قید سے نہیں نکل پائے گی۔

"احساس محبت سے نہیں، عزت سے ہوتا ہے آریز۔ تم نے مجھے جیتا نہیں، مجھے خریدا تھا۔ معاہدوں پر بننے والے رشتے وقت ختم ہوتے ہی دم توڑ دیتے ہیں۔"

قندیل نے اسپاٹ سے لہجے میں کہا تھا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں قندیل! خدا کی قسم میں نے کبھی کسی سے ایسی محبت نہیں کی۔"

آریز کی آواز اب تھر تھرانے لگی تھی۔ وہ شخص جس کے نام سے لوگ کانپتے تھے، آج ایک لڑکی کے سامنے بکھر رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسوں نکل کر اس کے رخسار پر بہہ گیا۔

"مت جاؤ۔۔۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے۔ تم چلی گئی تو میں خود کو ختم کر لوں گا۔ روک جاؤ"

وہ گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھ گیا اور قندیل کا دامن تھام لیا۔ اس کی ہچکیاں اب کمرے میں گونج رہی تھیں۔ آریز نقوی، ایک طاقتور شخص آج ایک ہارے ہوئے انسان کی طرح رو رہا تھا۔ قندیل کا دل اس کے اس حال پر تڑپ اٹھا، اس کے ہاتھ بے اختیار آریز کے سر کی طرف بڑھے کہ اسے سہارا دے، مگر اس نے خود کو روک لیا۔ اس نے اپنی مٹھیوں کو سختی سے بھینچ لیا تاکہ اس کی ہمت جواب نہ دے جائے۔

"آریز! خود کو سنبھالو۔ تم ایک مرد ہو۔ یہ کمزوری تمہیں زیب نہیں دیتی،"

اس نے اپنی آواز کو جتنا ہو سکے سپاٹ رکھا۔

"کیسا مرد؟"

آریز نے روتے ہوئے سر اٹھایا، اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں۔

"جس کی کائنات ہی اس سے چھن رہی ہو، اس کے لیے یہ سب مٹی ہے۔ قندیل، ایک بار۔۔۔ صرف ایک بار کہہ دو کہ تم نہیں جاؤ گی۔ میں سب کچھ بدل دوں گا، میں تمہارا ہر خواب پورا کروں گا۔ بس مجھے اس تنہائی کے جہنم میں چھوڑ کر مت جاؤ۔"

قندیل نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنا دامن اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔ اس کی حالت پر اس کے دل میں تکلیف اٹھی تھی مگر اس کی زبان نے ساتھ نہیں دیا۔

"وعدہ، وعدہ ہوتا ہے آریز۔ تم نے کہا تھا کہ تم اپنا وعدہ پورا کرتے ہو۔ اب ثابت کرو کہ تم اپنی بات کے پکے ہو۔"

وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھی پیچھے آریز کی سسکیوں کی آواز تیز ہوتی جا رہی تھی۔ قندیل نے ایک لمحے کے لیے دروازے پر رک کر پیچھے دیکھا۔ آریز وہیں فرش پر بیٹھا سر جھکائے رو رہا تھا، جیسے اس کی زندگی کی تمام رونقیں اس ایک لمحے میں ختم ہو گئی ہوں۔ قندیل نے اپنی آنکھیں بند کیں، اپنے آنسوؤں کو ضبط کیا اور ایک قدم باہر نکال لیا۔ وہ آزاد تو ہو رہی تھی، مگر آریز کے ان آنسوؤں نے اس کی روح پر ایک ایسا بوجھ ڈال دیا تھا جو شاید اسے کبھی سکون سے جینے نہیں دے گا۔



حویلی کی فضاؤں میں ڈھولک کی تھاپ اور مہندی کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ ہر طرف گہما گہمی تھی، لیکن روح کے کمرے میں ایک عجیب سا مسحور کن سکون تھا۔

روح آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی، مگر اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ آئینے میں نظر آنے والی یہ حسین دوشیزہ وہی ہے۔اس نے زیتونی سبز (Olive Green) رنگ کا ایک نہایت نفیس اور بھاری کام والا شرارہ پہن رکھا تھا۔اس لباس کی خوبصورتی اس وقت دوچند ہو گئی جب اس پر لگے ہوئے سنہری گوٹے اور سلمہ ستارے کی روشنی پڑی۔شرارے کے گھیر پر لگی ہوئی چوڑی لیس اور اس کے ساتھ میچنگ کا کام والا دوپٹہ اس کی شخصیت کو ایک شاہانہ وقار دے رہا تھا۔اس کے بال ایک لمبی گت (Braid) میں پروئے ہوئے تھے جس میں سنہری جھمکے اور پھول ٹانکے گئے تھے۔ماتھے پر سجا ہوا بھاری ٹیکہ اور گلے میں موجود چوکر اس کی رنگت کو کندن کی طرح چمکا رہا تھا۔

روح نے اپنے ہاتھوں میں موجود گجروں کو دیکھا جن کی خوشبو پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ وہ اپنی اس نئی زندگی کے آغاز پر جتنی خوش تھی، اتنی ہی نروس بھی۔ اچانک کمرے کا دروازہ کھلا اور موسیٰ اندر داخل ہوا۔ موسیٰ نے بھی روح کے لباس سے مماثلت رکھتا ہوا سبز رنگ کا کرتا اور اس کے اوپر سفید واسکٹ پہن رکھی تھی۔ اس کا قد آور اور وجیہہ وجود اس سادہ مگر پروقار لباس میں کسی شہزادے سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ موسیٰ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا، اس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ سامنے کھڑی روح اسے کسی الگ ہی دنیا کی پری لگی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، جیسے اس کا سانس سینے میں کہیں اٹک گیا ہو۔ روح نے آئینے کے عکس میں اسے دیکھا تو شرما کر نظریں جھکا لیں۔

"ماشاءاللہ۔۔۔"

موسیٰ کی آواز اس کے اپنے کانوں کو اجنبی لگی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔

"روح! میں نے سوچا تھا کہ تم بہت پیاری لگو گی، مگر تم تو میری سوچ سے بھی کہیں زیادہ حسین نکلی ہو۔ آج تو تم میری جان ہی لے کر رہو گی"

سردار موسیٰ اس پر جان واری جا رہا تھا۔ روح کے گالوں پر حیا کی لالی دوڑ گئی۔

"آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں موسیٰ۔۔۔"

اس نے دھیمی آواز میں کہا۔ موسیٰ نے اس کے سامنے آ کر اس کا ہاتھ تھاما۔

"صرف اچھا؟ روح، آج مجھے لگ رہا ہے کہ میں دنیا کا خوش نصیب ترین انسان ہوں کہ تم میری زندگی کا حصہ بننے جا رہی ہو۔ تمہارا یہ روپ، یہ حسن یہ سب جیسے میرے لیے ہی بنا ہے۔"

موسیٰ کی آنکھوں میں ستائش اور محبت کا سمندر تھا جس میں روح ڈوبتی چلی گئی۔ موسیٰ اس کے حسن کے سحر میں اس قدر کھو گیا کہ اسے ارد گرد کا ہوش ہی نہ رہا۔ اس نے روح کی کمر کے گرد ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کیا اور اس کے چہرے پر جھکا۔ اس کی نظریں روح کے گلابی لبوں پر ٹھہر گئیں جو لپ اسٹک کی ہلکی سی چمک سے دمک رہے تھے۔ جیسے ہی موسیٰ نے اس کے لبوں کو چھونا چاہا، روح نے جلدی سے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ اس کے سینے پر رکھ کر اسے روکا۔

"نہیں موسیٰ! پلیز۔۔۔ رکیں۔"

روح نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیوں؟ کیا میں اپنی ہونے والی دلہن کی تعریف اس طرح بھی نہیں کر سکتا؟"

موسیٰ نے حیرت سے ابرو اچکائے۔

"میرا میک اپ خراب ہو جائے گا۔ ابھی نیچے جانا ہے، سب لوگ انتظار کر رہے ہوں گے اور اگر کسی لڑکی کو پتہ چلا نہ وہ میرا مذاق اڑائیں گی اگر انہوں نے دیکھ لیا کہ میری لپ اسٹک پھیلی ہوئی ہے۔"

روح نے معصومیت سے آئینے کی طرف اشارہ کیا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ مجھے تمہارے میک اپ کی فکر ہے؟ روح، تمہارا اصلی حسن تو تمہاری اس حیا اور معصومیت میں ہے جو کسی میک اپ کی محتاج نہیں۔"

موسیٰ کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ آئی۔

"میک اپ دوبارہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ لمحہ، یہ تنہائی اور میرا یہ جنون دوبارہ اس طرح نہیں ملے گا۔"

اس نے روح کی گرفت کی پرواہ کیے بغیر اسے مزید مضبوطی سے تھاما۔

"موسیٰ، پلیز کوئی آجائے گا۔۔۔"

روح نے ایک بار پھر احتجاج کرنا چاہا مگر اس کے الفاظ موسیٰ کے لبوں کے لمس تلے دب گئے۔ موسیٰ کہاں رکنے والا تھا؟ اس نے نہایت پیار اور شدت سے اس کے لبوں پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔ روح کے اندر جیسے بجلیاں کوند گئیں۔ اس کے ہاتھ جو پہلے اسے دور دھکیل رہے تھے، اب بے اختیار موسیٰ کے کرتے کو مضبوطی سے تھام چکے تھے۔ اس مختصر مگر گہری قربت کے بعد جب موسیٰ الگ ہوا، تو روح کا سانس پھول رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"لو، اب کسی کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔"
موسیٰ نے انگوٹھے سے اس کے لبوں کے کنارے لگی تھوڑی سی لپ اسٹک صاف کی اور شرارت سے بولا۔ روح نے آئینے میں اپنا بگڑا ہوا میک اپ دیکھا اور ہلکا سا موسیٰ کے سینے پر مکا مارا۔

"آپ بہت ضدی ہیں موسیٰ!"

روح نے منہ بنا کر کہا۔

"تمہارے لیے تو میں بوڑھا ہوں اور بہت برا سہاگ رات کی رات ثابت ہوں گا"

موسیٰ نے شرارت سے ہنستے ہوئے اس کا ماتھا چوما جبکہ اس کی بات پر روح سرخ ہو گئی تھی۔

"موسیٰ"

اس نے معصومیت سے کہا۔

"اتنی معصوم نہ بنو روح میرے دل میں کچھ کچھ ہو رہا ہے میں نے مہندی کی یہ چھوٹی سی تقریب کینسل کروا دینی ہے"

سردار موسیٰ نے اسے آنکھ ماری تو روح نے اس کے سینے پر مکا مارا سردار موسیٰ کا قہقہہ فضا میں گونجا۔



حویلی کے میں گیٹ پر آکر ایک گاڑی رو کی تھی جس میں سے آریز نقوی سب سے پہلے نکلا تھا اس نے قندیل کی سائیڈ کا دروازہ کھولا قندیل باہر آئی اس کے نور اس نے سامیہ بیگم کو بھی نکلا تھا آریز کو کاشان کی ضرورت میں واچ مین جانتا تھا اس لیے اس نے اُنھیں رو کا نہیں اور قندیل نے نقاب کیا ہوا تھا قندیل نے جب حویلی کو دیکھا تو وہ حیران ہوئی کیوں کہ مکمل حویلی کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا یہ دیکھ کر وہ وہ تھوڑی حیران بھی ہوئی لیکن جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھے اسے سب کچھ یاد آنے لگا اس کا بچپن نور روح ماہا حفصہ کے ساتھ بتائے پل اور سردار موسی کی محبت سید سائیں اپنی ماں سائیں بابا سائیں انھیں سب کی محبت یاد آرہی تھی یاد تو سامیہ بیگم کو بھی آرہی تھی اسی حویلی میں ہی تو وہ بہو بن کر آئی تھی قندیل کو وہاں بتایا ہو پل یاد آرہا تھا اور ساتھ میں سامیہ بیگم کو بھی وہ وہاں سے ہوتے ہوئے زنان خانے کی طرف گئے تھے قندیل کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا

قدم بھاری ہو رہے تھے اس نے اپنا نقاب اتار دیا اس نے جیسے ہی زنان خانے کی دہلیز پر پاؤں رکھا تو اسے یاد آیا تھا یہی کھڑے ہو کر جب وہ روح کو جوتا مار رہی تھی اور وہ سردار موسیٰ کو لگا تھا۔۔

"عدنان میں آپ سے کہہ رہی ہوں نہ مجھے میرے ائیر رنگ واپس کریں"

عدنان جو کہ حفصہ کو تنگ کرتے کرتے زنان خانے میں آ گیا تھا حفصہ اس کے پیچھے پیچھے آتی بولی۔۔

"نہیں دوں گا میں نے تم سے کہا تھا نہ کہ میری اجازت کے بغیر تم کمرے سے نہیں جاؤ گی میں آؤں گا تعریف کروں گا اس کے بعد جاؤں گی لیکن تم نے میری نہیں سنی وہ تو شکر ہے تم یہ بھول گئی تھی"

عدنان نے اس کے آگے جھمکے کرتے ہوئے کہا جبکہ قندیل مسکرا کر ان دونوں کو دیکھ رہی تھی آریز اور سامیہ بیگم بھی اس کے ساتھ کھڑے تھے سامیہ بیگم بھی یہ منظر دیکھ کر مسکرائی اچانک حفصہ جو کہ عدنان سے اپنے جھمکے لینے کی کوشش کر رہی تھی اس کی نظر عدنان کے پیچھے گئی اور وہ ساکت رہ گئی تھی اسے لگا تھا کہ شاید وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ حفصہ یہ دیکھنے پر کندیل نے بھی اسے دیکھا تھا۔

"عدنان مجھے لگ رہا ہے میں سو رہی ہوں"

اس کی بات قندیل آریز سامیہ بیگم تینوں نے سنی تھی اور وہ تینوں مسکرا دیے۔۔

"کیا ہوا پاگل تو نہیں ہو گئیں حفصہ"

عدنان نے اس کے آگے ہاتھ ہلایا۔۔

"عدنان قندیل"

حفصہ کے ہونٹ آہستہ سے ہلے تھے جبکہ اس کی بار پر عدنان نے حیران ہوا اسنے پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں پر قندیل اریزاور سامیہ بیگم کڑی تھی۔۔

"حفصہ مجھے بھی لگ رہا ہے ہم دونوں ایک ہی خواب دیکھ رہے ہیں"

عدنان نے حفصہ کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ حفصہ نے زور سے اسے چیونٹی کاٹی جس پر عدنان کی ہلکی سی چیخ نکلی۔۔

"یہ خواب نہیں ہے عدنان"

حفصہ نے کہااور وہ بھاگ کر قندیل کے پاس ائی تھی اور اس نے زور سے ہگ کر لیا۔۔ جبکہ اس کے ایسا کرنے پر قندیل نے بھی اسے اپنے ساتھ لگایا تھا شور آواز پر آہستہ آہستہ سب لوگ اکھٹا ہونے شروع ہوئے تھے اور سب ہی سامنے کا منظر دیکھ کر حیران ہو رہے تھے اور سب سے زیادہ حیرانی تو حویلی کے بڑوں کو ہوئی تھی جب انھوں نے سامیہ بیگم کو دیکھا تھا۔

"قندیل میری جان"

آیت بیگم نے جب اپنی بیٹی کو دیکھا تو وہ تڑپ گئی قندیل حفصہ سے دور ہوئی اور فورا اسے اپنی ماں سائیں کے پاس ائی تھی آیت بیگم اسے اپنے ساتھ لگا کر چوم رہی تھی۔۔

"میری بچی میری قندیل تم کہاں تھی ہمیں تو لگا"

ایت بیگم نے اس سے اگے کچھ بھی نہیں کہا تھا اور وہ بس قندیل کو اپنے ساتھ لگائے کھڑی تھی سردار موسی بھی حیرانی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا بلکہ ہر کسی کی انکھ میں حیرانی تھی لیکن اس نے اس کے پیچھے کھڑے اریز نقوی کو بھی دیکھا تھا۔

"بابا سائیں"

آیت بیگم کے ساتھ ہی ریاست نقوی کھڑے تھے قندیل نے ایت پزم سے الگ ہو کر ان کے گلے لگ گئی تھی اور زور زور سے رونے لگی اتنے مہینوں بعد وہ اپنوں کو دیکھ رہی تھی اور ان سے مل رہی تھی۔۔

"میری گڑیا"

سردار موسیٰ بھی اس کے پاس آیا تھا اس نے قندیل کو اپنے اندر چھپا لیا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"میری گڑیا تم ٹھیک ہو تم کہاں تھی"

سردار موسیٰ نے اسے خود سے دور کرتے ایک بار پھر اسکے ماتھے پر ہونٹ رکھے ہر آنکھ نم تھی لیکن نادیہ بیگم کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا وہ تو یہ سوچ رہی تھی ایک بلا ٹلی تھی لیکن وہ بھلا اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔

"موسیٰ ابھی مجھے اپنی پوتی سے ملنے دو"

سید سائیں نے کہا تو سردار موسیٰ خاموش ہو گئے قندیل اپنے اندازہ جان کے ساتھ لگ گئی تھی اور رونے لگی جبکہ آریز کو یہ بات پسند ائی تھی کسی نے ابھی اس کے کردار پر شک نہیں کیا تھا یا پھر یہ نہیں کہا تھا کہاں تھی تم کس کے پاس تھی بلکہ سب سے اپنے ساتھ لگائے کھڑے تھے۔۔ قندیل سے ملنے کے بعد سب لوگ آریز نقوی اور سامیہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئے تھے سید سائیں نے اپنی بہو کو دیکھا اور وہ حیران تھے۔۔

"سید سائیں"

وہ نم انکھوں سے چلتی ہوئی ہے ان کے پاس ائی تھی اور ان کا ہاتھ تھام کر اس کا بوسہ لیا تھا ان سب کو یہی لگتا تھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں ہیں اس حویلی کے بیٹے کے شہید ہونے کے ساتھ وہ سب لوگ بھی شہید ہو گئے تھے کیونکہ انہیں یہی خبر دی گئی تھی لیکن اب اپنے سامنے اچانک سامیہ بیگم کو دیکھ کر وہ سب لوگ ہی حیران کھڑے تھے۔۔

"بچی تم کہاں تھی تم زندہ ہو"

سید سائیں نے حیرانی سے پوچھا۔

"سید سائیں میں سب بتاؤں گی بس ایک بار بتائیں ان میں سے روح کون ہے میری ممتا تڑپ رہی ہے اپنی بچی کو اپنے ساتھ لگانے کے لیے"

سامیہ بیگم کی اس بات پر وہ سب لوگ حیران ہوئے تھے یہاں تک کہ سید سائیں بھی حیران ہوئے تھے اور قندیل حیرانی سے کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی مطلب اس کا صاف تھا کہ جو بات ان لوگوں نے کہی تھی وہ سچ تھی اور اس نے اتنی بد تمیزی کی تھی اس دن ان کے ساتھ جبکہ روح بھی ان کی بات سن کر حیران کھڑی تھی اس نے موسیٰ کی جانب دیکھا تھا جس نے اسے اشارہ کیا تھا موسیٰ سردار تھا وہ چیزوں کو پرکھنا کی صلاحیت رکھتا تھا اس نے فلحال کے لیے سچویشن کو دیکھ کر نور کو ان کی طرف جانے کا کہا روح آہستہ آہستہ سے چلتی ہوئی اس کے پاس ائی تھی۔

"میں"

روح نے جب اتنا کہاں تو سامیہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگالیا روح کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا جبکہ ایک ماں کی مامتا جیسے سکون حاصل کر رہی ہو وہ کافی دیر تک روح کو اپنے ساتھ لگائے کھڑی رہی آریز خود سید سائیں کی جانب بڑھا اور ان کا ہاتھ تھام کر بوسہ لیا۔

"میں سید آریز طلحہ نقوی"

سید سائیں نے جب اس کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو وہ حیران اور ساکت کھڑا تھا جبکہ وہاں موجود باقی سب کا بھی یہی حال تھا سردار موسیٰ بھی حیران تھا کیوں کہ اپنے چاچا سائیں کا نام وہ جانتا تھا۔ سید سائیں اپنے بیٹے کا نام سنہری تڑپ اٹھے۔

"میں اپنے شہید بیٹے شہید طلحہ نقوی کا بیٹا"

آریز کا اتنا کہنا تھا سید سائیں نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔کافی دیر تک زنان خانے میں یہ عالم رہا تھا قندیل اپنوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی روح کو سامیہ بیگم نے اپنے ساتھ لگایا وہاں تھا اور آریز نقوی اپنے دادا جان کے گلے لگا ہوا تھا۔

💗💗

اب لوگ زنان خانے کے لاؤنج میں بیٹھ گئے تھے اور سب کی ہی نظریں آریز نقوی اور سامیہ بیگم پر تھی سامیہ بیگم نے روح کو اپنے ساتھ لگایا ہوا تھا۔قندیل آیت بیگم کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی۔۔

"اب بتاؤ بیٹا کیا ہوا تھا"

سید سائیں نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"سید سائیں اس بات سے تو آپ بھی واقف ہیں اور اس حویلی کے بڑے بھی لیکن شاید قندیل کو دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ بچوں کو اس حقیقت کا معلوم نہیں"

سامیہ بیگم نے قندیل کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چاچی سائیں قندیل آپ تک کیسے پہنچی"

سردار موسیٰ نے سامیہ بیگم کو دیکھ کر سوال کیا۔

"میں سب بتاؤں گی بیٹا شروع سے لے کر آخر تک کوئی جھوٹ نہیں بولوں گی"

سامیہ بیگم نے موسیٰ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"طلحہ کا خواب تھا آرمی جوائن کرنا لیکن سید سائیں یہ نہیں چاہتے تھے وہ اپنے بیٹے کو خود سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے اور نہ ہیں اسے کھونا چاہتے تھے کیونکہ کہ جو انسان آرمی میں ہوتا ہے اس کی جان اپنی تو نہیں ہوتی۔ انھوں نے ہماری شادی سے ایک سال پہلے آرمی جوائن کی تھی یہ بات حویلی میں کسی کو بھی پتہ نہیں بھی اور میں کب شادی کر کے اس حویلی میں آئی تو سلمان کی نظریں مجھے ٹھیک نہیں لگی وہ مجھے گندی نظر سے دیکھتا تھا لیکن میں نے اس بات کو اگنور کیا"

عدنان کے بابا کا جب ذکر آیا تو اس نے ایک اہ بھری کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ کیسا انسان ہے گلناز کا چہرہ بھی جھک گیا تھا اور نادیہ بیگم بھی خاموش رہی۔

"لیکن وہ حویلی میں کچھ کر نہیں سکتا تھا اور دو سال الحمد اللہ اچھے سے گزرے تب ہی اللہ نے مجھے ایک بیٹے سے نوازا جس کا نام سید سائیں نے آریز رکھا لیکن اس کے بعد طلحہ کے آرمی میں ہونے کا سب سامنے آیا تھا جس وجہ سے سید سائیں ان سے ناراض ہو گئے اور ناراض ہو کر انھیں حویلی سے نکل جانے کا کہا تا اب موقع مل تھا سلمان کو اپنی چال چلنے کا وہ بیوی بچے ہونے کے باوجود مجھ پر گندی نظر رکھے ہوئے تھا۔ طلحہ کو آرمی میں گھر مل گیا وہاں آرمی ایریا تھا تو وہ کچھ بھی نہیں کر پایا لیکن وہ ہمیشہ موقع کی تلاش میں رہتا پھر 5 سال ایسے ہی اللہ نے ہمیں ایک ساتھی ہنی خوشی رکھا اور پھر ہمیں ایک بھول جیسی بیٹی عطا کی جس کا نام طلحٰہ نے روح طلحہ نقوی رکھا تھا۔"

روح جو سامیہ بیگم کے ساتھ لگی تھی اس نئے انکشاف پر وہ حیران ہوئی وہ جو سمجھتی تھی وہ اس حویلی کا حصہ نہیں اصل میں وہ اسی حویلی کی بیٹی تھی۔

"روح جب چھ ماہ کی تھی تب ہم ایک ٹرپ پر گئے وہاں بہت سے لوگوں نے حملہ کر کے مجھے اور روح کو کیڈنیپ کر لیا طلحہ نے اپنی پوری کوشش کی لیکن وہ اکیلے تھے ان کا مقابلہ نہ کر سکے لیکن جب میری وہاں آنکھ کھلی تو میں نے سلیمان کو اپنے سامنے دیکھا اور میں سمجھ گئی کہ یہ سب اس نے کیا ہے وہ دو دن تک مجھے اکساتا رہا کہ میں اس کے ساتھ غلط رشتہ قائم کروں لیکن میں نے اس کی بات نہیں مانی آخر میں اس نے میری روح کو نشانہ بنایا اگر میں اس کی بات نہیں مانوں گی تو وہ اس معصوم کی جان لے لے گی میں نے ہاں کر دی لیکن اس سے پہلے ہی طلحہ نے مجھے اپنی پوتی فورس کے ساتھ ڈھونڈ لیا وہاں میرے ساتھ اور بھی لڑکیاں تھی لیکن مجھ سے الگ تھی طلحہ مجھ تک پہنچ گئے انھوں نے سب اپنے کنٹرول میں لے لیا لیکن اس گھٹیا انسان نے اس گھر کی بام لگایا ہوا تھا اور طلحہ کو کال کے کر بتایا اس کی زندگی

بس چند سکینڈ کی ہے مجھے طلحہ نے اپنی قسم دی میں روح کو لے کر اس گھر سے باہر نکل آئی لیکن طلحہ وہاں موجود لڑکیوں کو بچانا چاہتے تھے انھوں نے بچایا بھی کچھ کو لیکن پھر بام بلاسٹ ہوا اور وہ شہید ہو گئے "

ان کی باتیں سن کر سب کے ہی آنکھوں میں آنسوں آ گئے عدنان کو خود سے نفرت محسوس ہوئی وہ ایک ایسے شخص کا بیٹا تھا۔

"اس کے بعد اسکی پاس پیسا تھا دولت تھا اسی دولت نے کچھ آفیسرز کو خرید لیا اور انھوں نے آپ سے آکر کہا کہ ہم سب شہید ہو گئے ہیں وہ ایک رات کسی عورت کے ساتھ گزرنے گیا اس بات کا فائیدہ میں نے اٹھایا اس نے مجھے آویز سے الگ رکھا تھا میں روح کو لے کر کسی طرح اس رات نکل آئی لیکن اس نے میرے پیچھے اپنے آدمی چھوڑ دیے جو مجھے ہی ڈھونڈ رہے تھے مجھے نہیں پتہ میں کہاں تھیں لیکن میری قسمت اچھی تھی میں حویلی والے روڈ پر تھی روح کے گلے میں ایک لاکٹ پہنی ہوئی تھی جو کہ اس کے بابا اس کے لیے لائے تھے اس پر روح طلحہ لکھا تھا وہ میں نے روح کے گردن میں ڈال دی وہ چھوٹی تھی اس لیے میں نے اسے ہو پہنایا نہیں تھا کیوں کہ وہ منہ میں ڈال کر اپنا منہ نا زخمی کر لیتی لیکن اس دن میں نے وہ روح کے گلے میں ڈال دیا اور پھر میں نے روح کو روڈ پر رکھ دیا میں ایک جگہ چھپ گئی اور دیکھنے لگی میں نے دیکھا کہ ایک گاڑی روکی اور اس سے احمد بھائی اور عافیہ بھابھی نکلے میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مجھے ایک امید نظر آئی میں ان

کی طرف جانے لگی تھی کہ کسی نے میرے سر پر ڈنڈا مار دیا اور میں پھر سے بے ہوش ہو گئی اس کے بعد جب میری آنکھ کھولی میں پھر سے اس شخص کے سامنے تھی اس نے میرے آریز تک کو مجھ سے دور رکھا اسے غلط سکھاتا آیا لیکن میرا آریز غلط کیسے کر سکتا تھا اس کی رگوں میں ایک شہید کا خون دوڑ رہا تھا اس نے جب محسوس کیا وہ شخص غلط کر رہا ہے اس کے ساتھ رہ کر اسے برباد کرنے کا سوچا وہ جیسا کیسا آریز کون کہتا وہ کرتا اس پر ثابت کرنے ے لیے کہ وہ بلکل اس کی جیسا ہے اس نے شراب زنا کا بھی الزام خود پر لیا اس شخص نے زبردستی مجھ سے نکاح کیا پھر مجھے قید کر لیا روز آکر مجھ پر ہنستا مجھے بتاتا کہ کیسے اس نے میرے بیٹے کو بنا دیا ہے پھر وقت گزرتا گیا موسیٰ نے اس کے ساتھ کیا اس کے بعد وہ اس دشمن ہو گیا اس دن جب موسیٰ نے اس پر گولی چلائی وہ مرا نہیں تھا اس کا وفادار ساتھی اسے ہسپتال لے گیا اور اپ لوگوں سے جھوٹ بولا کہ اس نے لاش دفن کر دی اور اس دن کے نور اس کا نشانہ نور اور قندیل تھی پہلے اس نے صبر کیا ان

کے جوان ہونے کا وہ روز پانی غلیظ باتیں آکر مجھے بتاتا تاکہ میں ترپوں اس کے لیے اس نے مہرہ آریز کو بنایا کہ وہ اس کے لیے قندیل اور کو لے کر آئے اور وہ شخص تمھیں نیچا دیکھا سکے آریز نے میڈیکل میں جانا چاہتا تھا لیکن اسنے جان بوجھ کر آریز کو اس یونیورسٹی میں بھیجا جہاں موسیٰ تھا وہاں آریز موسیٰ سے ملا دونوں کی دوستی ہوئی لیکن پھر اس دوستی کو نفرت میں بدلنے کے لیے اس نے ایک لڑکی کو بھیجا جس نے پہلے آریز کو اپنی محبت میں پھنسایا اور پھر سردار موسی سے اس نے محبت کا اقرار کیا موسیٰ نے اسے منع کر دیا کیوں کہ وہ اپنے دوست کی محبت سے واقف تھا پھر اس شخص نے اس لڑکی کے ساتھ زبردستی کر کے اس کو مار دیا اور اس کے پاس ایک لیٹر چھوڑ دیا کہ اس کے ساتھ یہ سب موسی نے کہا ہے تب سے آریز موسیٰ کے خلاف ہو گیا موسی سے بدلا لینا چاہتا تھا آریز بھی آریز کو یہ لگتا تھا کہ موسیٰ نے اس سے اس کی محبت کو چھینا ہے تو وہ بھی اس کے اپنوں کے ذریعے اسے برباد کرے گا لیکن پھر وہاں ایک بچہ تھا جیسے میں نے پالا اس نے

وفاداری دکھائی آریز کے ساتھ کیوں کہ میں نے اسے حقیقت بتائی تھی اس کی اس کے بعد ہی اس شخص نے مجھے تہہ خانے میں بند کیا وہ بچہ آریز کو میرے پاس لے کر ایا میں نے آریز کو ساری حقیقت بتائی اور یہ بھی کہا اس کا ہدف قندیل ہے وہ اسے کیڈ نیپ کرانے والا ہے دو دن بعد کیوں کہ وہ خود آ کر مجھے بتا چکا تھا میں نے آریز کو کہا ہے تم اسے اس شخص سے بچاؤ گے آریز نے مجھ سے وعدہ کیا اور قندیل کو کیڈ نیپ کرنے والا آریز تھا۔ اگر اس دن اریڈ کندیل کو کیڈ نیپ نہ کرتا تو سلیمان کر والیتا کیوں میں نے ٹھیک کہا کہ نادیہ"

سامیہ بیگم نے آخری بار نادیہ بیگم کو دیکھ کر کہا جبکہ سب لوگ اتنی پڑی حقیقت جان کر حیران رہ گئے تھے۔

"حویلی میں اس شخص کی سب سے بڑی مدد گار سید سائیں آپ کی بیٹی ہی ہے جیسے بھلا کر اس شخص نے قندیل کو کیڈ نیپ کرانے پر امادا کیا تھا"

سامیہ بیگم کی بات پر سب لوگ کے چہرے پر حیرت تھی اتنی بڑی حقیقت سب لوگ ہی پریشان تھے وہ کیا کرے۔

"اس لیے آریز نے قندیل کو کیڈنیپ کیا کیوں کیونکہ وہ قندیل کو اس شخص کا نشانہ نہیں بننے دے سکتا تھا"
سامیہ بیگم نے آخری بات کہی۔

"یہ یہ جھوٹ بول رہی ہیں میں کیوں اس کے ساتھی مل کر ایسا کروں گی یہ مجھ پر الزام لگا رہی ہے"
نادیہ بیگم پاگل ہوتے ہوئے بولی تھی۔۔عدنان ان کے آپس آیا ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر رکھا۔

"اب کہیے ماں سائیں کہ یہ جھوٹ ہے"

عدنان کی اس حرکت پر نادیہ بیگم حیران ہوئی تھی انھوں نے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کی لیکن عدنان نے کرنے نہیں دیا وہ خاموش رہی۔۔

"میں کچھ پوچھ وہاں وہاں ماں سائیں ء
عدنان نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"آپ کو میری قسم بتائے ہاں یا نہ"
عدنان نے ایک ہارے ہوئے شخص کی طرح پوچھا نادیہ بیگم کسی اور سے محبت نہیں کرتی ہوں مگر اپنے بیٹے سے کرتے تھی۔

ہاں"
نادیہ بیگم کا یہ کہنا تھا کہ عدنان نے جان ہوا اس نے اپنا ہاتھ اپنے سر سے ہٹا دیا۔

"کیوں آخر کیوں اپ نے ایسا کیوں کیاء

عدنان نے روتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیوں کہ اس شخص نے میری زندگی برباد کی میں بھی اسے برباد کرنا چاہتی تھی اس کی وجہ سے میرا شوہر مجھ سب دور گیاء

نادیہ بیگم نے پاگلوں کی طرح سردار موسیٰ کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا

جبکہ باقی سب لوگ ان کے اعتراف پر حیران تھے۔

نادیہ بیگم کا کھلے عام عتراف کرنا سب کو ہی حیران کر گیا تھا عدنان نے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا کیا وہ اس حد تک بھی جا سکتی ہیں عدنان نے اٹھنے کی کوشش کی تھی لیکن اس سے اٹھا نہیں گیا تھا یحییٰ نے آگے بڑھ کر اسے تھاما اور سہارا دیا۔

"مجھے نہیں تھا پتہ اپ کی انکھوں میں نفرت کی جو پٹی بندھی ہے وہ ہم سب کو جلا کر راخ کر سے گی اپ نے کیوں اپنوں کے ساتھ ایسا کیا"
عدنان نے یحییٰ کے سارے کھڑے ہوتے ہوئے سوال کیا۔

"یہاں کوئی میرا نہیں ہے سب سے میں نفرت کرتی ہوں"
نادیہ بیگم نفرت سے پھنکارتے ہوئے بولی آیت بیگم چلتی ہوئی اس کے پاس ائی اور ایک زوردار تھپڑ ان کے چہرے پر مارا۔

"تمھیں ذرا شرم نہ آئی جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کرنے چلی دیکھو میری معصوم سی بچی کا کیا حال ہے دیکھو تمھیں اس پر ترس نہیں آیا"
آیت بیگم نے اسے قندیل کی طرف دیکھنے کا اشارہ کیا۔

"جب کسی نے میری نہ سنی نہ میرا خیال کیا تو میں کیسے کسی کا کرتی"

نادیہ بیگم ایک بار پھر نفرت سے بولی۔

"اسے میری نظروں کے سامنے سے لے جاؤ میں مزید اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا"
سید سائیں کی گرج لاؤنج میں سنائی دی تھی۔۔

"میں نہیں جاؤں گی میں کہیں نہیں جاؤں گی"
نادیہ بیگم غصے سے بولنے لگی چیخنے لگی لیکن حویلی کی کچھ ملازمہ کو بلا کر انھیں وہاں سے بھیج دیا گیا تھا اور ایک کمرے میں جا کر بند کر دیا عدنان نے موسی کی طرف دیکھا اور اپنے ہاتھ جوڑ لیے سردار موسیٰ فوراً سے اس کے پاس آیا اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تمھاری اس سب میں کوئی غلطی نہیں ہے خود کو قصوروار نہ ٹھہراؤ"

سردار موسیٰ نے اس کی انکھوں میں اذیت اور نمی دونوں دیکھی تھی ہاشم یحییٰ حنان سب اسکے پاس آئے تھے اور سب ایک دوسرے کے ساتھ لگے تھے سید سائیں اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

"جو غلط ہو گا اس کو سزا ملے گی"
ہاشم نے بھی اسے دیکھ کر کہا۔

"آج سے آریز اور سامیہ بچی اپ بھی اس حویلی میں رہو گے بہت لمبا سفر کیا ہے جا کر آرام کریں اور انشاءاللہ اب دھوم دھام سے شادی ہو گی چاروں بچوں کی"
سید سائیں نے سامیہ بیگم اور آریز نقوی سے کیا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔اب حویلی میں کوئی فنکشن تو ہونا نہیں تھا اس لیے سب لوگ آرام کرنے چلے گئے۔



نور قندیل کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھی وہ تمام لڑکیاں اس وقت ایک ہی کمرے میں تھی۔

یار مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا یہ کیا حقیقت ہے جو ہم سب کے سامنے ائی ہے"
ماہا نے حیران کن لہجے میں کہا۔

"حیران تو سب ہی لوگ ہیں کیونکہ حقیقت ہی اتنی بڑی ہے"
حفصہ نے بھی کہا تھا عدنان کو چاروں دوست اپنے ساتھ لے گئے تھے تاکہ اس کا دکھ کچھ کم ہو۔۔

"لیکن مجھے افسوس ہے یہ سب کرنے والے میرے ماں باپ ہیں"

گلناز جو کے کمرے میں ہی ایک طرف بیٹھی تھی بولی حور بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔

"بھابھی ان سب میں آپ کا کوئی قصور نہیں ہے آپ کیوں خود کو قصوروار سمجھ رہی ہیں"

حور نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"وہ بات تو ٹھیک ہے لیکن ہم ان کی اولاد ہے"

گلناز نے افسردہ لہجے میں کہا۔

"تو ضروری تو نہیں تم اپ غلط ہو یا اس میں عدنان بھائی کی غلطی ہو یا اپ لوگ قصوروار ہو جس نے کیا قصوروار وہی ہے"

نور نے گلناز کی طرف دیکھ کر کہا۔

"جہاں آپ قصوروار تھی اپ نے غلطی کی آپ نے وہاں اکے معافی بھی مانگی اور آپ کو اپنی غلطی پر پچھتاوا ہے اسی لیے سب نے آپ کو معاف کر دیا اب جو کیا وہ ان دونوں شخص نے کیا اس میں اپ کی کوئی غلطی نہیں ہے"

روح نے اس کے پاس آکر کہا۔

"سچ میں روح تم بہت اچھی ہو"

گلناز نے ہلکا سا مسکرا کر کہا تھا قندیل ان سب کی درمیان خاموش بیٹھی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے تم کیوں بت بن کے بیٹھی ہو"

نور نے قندیل کو کندھا مارا تھا۔۔

"نہیں کچھ نہیں بس میں تھک گئی ہوں"
قندیل نے نور کی بات پر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"سچ میں یہی بات ہے نا قندیل"
روح نے بھی اس سے پوچھا۔۔

"جی جی سردارنی صاحبہ یہی بات ہے میں ارام کرنا چاہتی ہوں"
قندیل یہ کہہ کے ان سب کے درمیان سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔

"اسے کیا ہوا یہ ایسی تو نہیں تھی"
ماہا نے قندیل کے جانے کے بعد کہاں۔

"شاید وہ میں سچ میں تھک گئی ہے"

نور نے کہا تھا اور پھر وہ لوگ اپنی باتوں میں لگ گئے۔



ایک نئے دن کا اغاز سید حویلی میں ہوا تھا قندیل کے انے کے بعد جیسے سب لوگ ہی پر سکون ہو گئے تھے ان سب کے ہی دل میں ایک راحت تھی اور وہ سب لوگ ہی بہت زیادہ خوش تھے۔ سید سائیں نے اپنے کمرے میں ماہ نور بیگم اور مصطفی نقوی کو بلایا ہوا تھا وہ دونوں ہی اس وقت ان کے سامنے کھڑے تھے۔۔

"جی سید سائیں اپ نے بلایا"

ماہ نور بیگم نے مسکرا کر پوچھا۔۔

"ہاں بیٹا اؤ بیٹھو"

سید مسکرا کر بولے اور انہیں اپنے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا ان کی اشارہ کرنے پر وہ دونوں بیٹھ گئے۔۔

"دیکھو ماہنور بیٹا تم مجھے اپنی بیٹی کی طرح عزیز اور ہلکی میری بیٹی ہی ہو اور مصطفی مجھے اپنے بیٹے کی طرح میں تم دونوں سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں"

سید سائیں نے بات کا اغاز کیا تھا۔۔

"جی جی سید سائیں اپ بات کریں"

مصطفی نقوی نے بہت احترام سے کہا۔

"دیکھو میں جانتا ہوں یحییٰ نے بہت کچھ غلط کیا ہے ماہا کے ساتھ لیکن وہ اپنی غلطی پر شرمندہ بھی ہے اسے اپنی غلطی پر پچھتاوا ہے اس نے اپ سب سے معافی بھی مانگی اور ماہا سے بھی ماہا بھی اسے معاف کر چکی ہے تو میں چاہتا ہوں دونوں بچوں کا رشتہ طے کر دیا جائے"

سید سائیں کی اس بات نے ان دونوں کو ہی حیران کر دیا۔

"لیکن ماہا تو یحییٰ اپ کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی نا"

ماہنور بیگم نے کہا۔

"ماہا بچی ہے ماہنور اس وقت اس نے غصے میں انگوٹھی ضرور اتار دی تھی لیکن وہ بھی یحیی سے محبت کرتی ہے اور وہ اس رشتے کے لیے راضی ہے تو میں یہی چاہوں گا تم دونوں بچوں کی خوشی دیکھ کر اس رشتے کے لیے راضی ہو جاؤ ویسے بھی یحییٰ نے بہت کچھ برداشت کیا ہے"

سید سائیں کی اواز ایک مرتبہ پھر کمرے میں گونجی مصطفی نقوی اور ماہ نور بیگم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"سید سائیں اپ بڑے ہیں اپ جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہو گا لیکن ماہا ابھی چھوٹی ہے اپ رشتہ پکا سمجھے لیکن نکاح کچھ عرصہ بعد کریں گے جب تک وہ اپنی ایف ایس سی بھی مکمل کر لے"

مصطفی نقوی کی بات پر سید سائیں کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئیں اور انھوں نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

💗💗

سورج کی پہلی کرنیں ابھی پہاڑوں کی اوٹ سے جھانک رہی تھیں جب آریز نقوی، سردار موسیٰ اور بلیک مامبا کے دستے نے اس ویران اور پراسرار پہاڑی علاقے کو گھیرے میں لے لیا جہاں 'باس' کا خفیہ ٹھکانہ موجود تھا۔ یہ ایک قدیم اور بوسیدہ فیکٹری نما عمارت تھی، جس کے چاروں طرف خاردار تاریں اور جدید ترین سیکیورٹی کیمرے نصب تھے، مگر آج ان کی موت ان کے سروں پر منڈلا رہی تھی۔

آریز کی آنکھوں میں سلگتا ہوا انتقام تھا اور موسیٰ کے چہرے پر جلال جو کسی مجرم کو زندہ نہ چھوڑنے کا اشارہ دیتا تھا۔ بلیک مامبا کے تربیت یافتہ کمانڈوز خاموشی سے اپنی پوزیشنز سنبھال چکے تھے۔ آریز نے ہاتھ کے اشارے سے اپنے آدمیوں کو عمارت کے مرکزی اور عقبی راستوں پر تعینات کیا۔ یحییٰ عدنان اور حنان بھی وہی ان کے ساتھ تھے اس جگہ کا ٹھکانہ بتانے والا آریز نقوی تھا اور ان سب کو لے کر یہاں آیا تھا۔

"آج اس کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم ہونا چاہیے،"

آریز نے دبی آواز میں موسیٰ سے کہا۔ موسیٰ نے صرف سر ہلایا اور اپنی گن کا رخ عمارت کی طرف کر لیا۔ جیسے ہی سگنل ملا، بلیک مامبا کے ایک سپاہی نے میگا فون (سپیکر) نکالا اور اس کی آواز پورے پہاڑی سلسلے میں گونجنے لگی:

"توجہ فرمائیں! یہ جگہ اب قانون اور بلیک مامبا کے قبضے میں ہے۔ عمارت کے تمام راستے سیل کر دیے گئے ہیں۔ اندر موجود تمام افراد اپنے ہتھیار پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھائے باہر آ جائیں۔ مزاحمت کی صورت میں گولی مار دی جائے گی۔ آپ کے پاس صرف دو منٹ ہیں۔ اگر کسی کو اپنی جان سے جانا ہے تو وہ خوشی خوشی وہ کرے جو باس کہتا ہے لیکن اگر کسی کو اپنی جان پیاری ہے تو وہ باہر آ جائے"

اعلان سنتے ہی عمارت کے اندر افراتفری مچ گئی۔ کھڑکیوں سے فائرنگ کا تبادلہ شروع ہوا، مگر باہر موجود دستہ اس کے لیے تیار تھا۔ آریز اور موسیٰ نے اپنی پوزیشنز بدلیں اور جوابی فائرنگ کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ اور چیخ و پکار سے بھر گئی۔ عمارت کے باہر موجود گارڈز ایک ایک کر کے ڈھیر ہونے لگے۔

"اندر چلو!"

بلیک مامبا نے دھاڑ کر کہا۔

آریز اور موسیٰ ایک چھوٹے دستے کے ساتھ مرکزی دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوئے۔ اندر دھواں اور بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہر کمرے کی تلاشی لی، کئی کارندوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور کئی کو زخمی حالت میں گرفتار کر لیا، مگر ان کی نظریں صرف ایک شخص کو ڈھونڈ رہی تھی اور وہ تھا باس۔ وہ اس کے خاص دفتر تک پہنچے جو عمارت کی اوپری منزل پر تھا۔ آریز نے ٹھوکر مار کر دروازہ کھولا، مگر اندر کی صورتحال دیکھ کر اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ کمرہ خالی تھا، صرف ایک سگار اب بھی ایش ٹرے میں سلگ رہا تھا اور سامنے موجود مانیٹر پر ایک ریکارڈڈ پیغام چل رہا تھا۔

"وہ یہاں سے نکل گیا!"

آریز نے غصے سے میز پر ہاتھ مارا۔ وہاں موجود ایک زخمی گارڈ نے ہنستے ہوئے خون تھوکا۔

"باس کو پکڑنا تمہارے بس کی بات نہیں آریز نقوی۔۔۔وہ بہت دور جا چکا ہے۔"

اس کی بات پر آریز نے گولی چلا کر اس کا منہ بند کر دیا تھا۔ موسیٰ کمرے کی تلاشی لینے لگا تھا اچانک اس نے دیوار پر موجود ایک پینٹنگ کو ہٹایا تو پیچھے ایک خفیہ بٹن نظر آیا۔ اسے دباتے ہی دیوار کے پیچھے ایک تنگ اور اندھیری سرنگ کا راستہ کھل گیا۔ آریز نے بنا سوچے سمجھے اس میں چھلانگ لگا دی، موسیٰ بھی اس کے پیچھے تھا۔ وہ سرنگ تقریباً ایک کلو میٹر طویل تھی جو پہاڑی کے دوسری طرف ایک گھنے جنگل میں جا کر کھلتی تھی۔

جب وہ سرنگ کے دوسرے سرے پر پہنچے، تو وہاں ایک ہیلی پیڈ بنا ہوا تھا جہاں سے مٹی اڑتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو چکا تھا۔

'باس' ہیلی کاپٹر کے دروازے پر کھڑا ایک وائرلیس سیٹ کے ذریعے ان کی طرف دیکھ کر شیطانی مسکراہٹ بکھیر رہا تھا۔ اچانک آریز کے وائرلیس پر ایک آواز گونجی۔ وہ باس کی اواز تھی۔

"آریز نقوی! سردار موسیٰ! تمہیں کیا لگا تھا کہ تم مجھے اتنی آسانی سے پکڑ لو گے؟ یہ ٹھکانہ تو صرف ایک مہرہ تھا۔ یاد رکھنا، میں بہت جلد لوٹوں گا، اور اس بار میرا وار اتنا شدید ہو گا کہ تمہاری حویلیاں اور تمہاری خوشیاں راکھ کے ڈھیر میں بدل جائیں گی۔ تم نے میری سلطنت کو چھیڑا ہے، اب تم اپنی بربادی کا انتظار کرو۔ میں اپنا بدلہ لینے ضرور آؤں گا!"

ہیلی کاپٹر بادلوں کی اوٹ میں غائب ہو گیا اور آریز کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔ وہ اپنی کامیابی کے اتنے قریب ہو کر بھی ناکام ہو گئے تھے۔

"وہ بھاگ گیا موسیٰ۔۔۔وہ پھر سے کوئی چال چلے گا،" آریز نے کرب سے کہا۔ موسیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس کی آنکھیں اب بھی جنگل کی گہرائیوں کو دیکھ رہی تھیں۔

"اسے بھاگنے دو آریز۔ وہ جتنا دور جائے گا، اس کی موت اتنی ہی دردناک ہو گی۔ اس نے ہمیں للکارا ہے، اور سید زادوں کی دشمنی کبھی ختم نہیں ہوتی۔ اب یہ جنگ اس کے ہر ایک انگ کو جلا کر راخ کر دے گی"

وہ دونوں واپس مڑے، مگر اس عہد کے ساتھ کہ اب کی بار جب وہ آمنے سامنے ہوں گے، تو کوئی خفیہ راستہ 'باس' کو بچا نہیں پائے گا۔ وہ لوگ واپس آئے تو بلیک مامبا نے اس سکے بہت سے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور کچھ کو اس لیے پکڑ رکھا تھا تاکہ اس کے کوٹھوں کا پتہ لگایا جا سکے جو جو آریز کو پتہ تھے وہ تو برباد ہو گئے تھے لیکن اب باقیوں کی باری تھی۔

"باس کہاں ہیں"

بلیک مامبا نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"غلیظ انسان بھاگ گیا سرنگ بنائیں ہوئی تھی اپنے آفس میں"

آریز نے غصے سے کہا تھا اسے اپنے بابا کو انتقام لینا تھا اس شخص سے لیکن موقع اس بار بھی گیا یحییٰ اور عدنان جو کہ گوداموں کی تلاشی لے کر آئے وہاں سے بہت سارا مال نکلا تھا۔ بلیک مامبا نے اپنے چہرے سے ماسک ہٹایا اور اپنے بالوں کو درست کرتے ہوئے جھٹکا تھا۔

"میجر ہاشم نقوی ارف بلیک مامبا اگلی بار اس کی جان حلق سے نہ نکالی تو کہنا اور اب بھی ہم کافی حد تک کامیاب ہوئے ہیں"

ہاشم نے ان سب کی طرف دیکھ کر کہا تھا جبکہ اس کی بات پر ان سب نے ہی ہاں میں سر ہلایا تھا وہ آرمی میں میجر تھا سیکریٹ ایجنٹ جیسا اس کا کام تھا وہ خوفیا اپنا کام کرتا تھا۔

"انشاءاللہ"

سب نے ایک ساتھ کہا تھا۔

"سر ہم فاتح ہوئے اور اللہ کا کرم یہ ہے کوئی بھی جوان شہید نہیں ہوا" ویسے تو مسلمان کا خواب ہوتا ہے شہید ہونا لیکن ان جوانوں کی ماں بہن بیوی بچے ان کے انتظار میں ہوں گے اس بات پر میجر ہاشم نقوی نے اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا۔ اور ایک اور فتح اس نے اپنے ملک کے نام لکھی تھی۔



قندیل جو کہ اپنے کمرے میں بیٹھی ڈریسز دیکھ رہی تھی کہ آج کے فنکشن کے لیے وہ کیا پہنے جب اسے بالکی سے کوئی آواز آئی تھی اس نے بالکی کی طرف قدم بڑھائے آہستہ آہستہ سے اس سے پہلے کہ وہ خود پردے دور کرتی آریز نقوی نے پردے ہٹا کر اندر آتے اسے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے بالکی کی گلاس ونڈو کے ساتھ لگایا تھا جبکہ اس کی اس حرکت پر قندیل دنگ رہ گئی تھی اور حیرانی سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی اس کی سانسیں اوپر نیچے ہو رہی تھی اسے بالکل بھی اس چیز کی توقع نہیں تھی کہ وہ سید حویلی میں اس کے ساتھ ملنے کی کوئی ایسی حرکت کرے گا۔ قندیل کی آنکھیں حیرت اور خوف کے مارے پھیل گئی تھیں۔ کمرے کی روشنی میں آریز کا چہرہ اس کے عین سامنے تھا، اتنا قریب کہ اس کی گرم سانسیں قندیل کے گالوں کو جھلسا رہی تھیں۔ شیشے کی ٹھنڈک اس کی پشت پر محسوس ہو رہی تھی اور سامنے آریز کے مضبوط بدن کا حصار تھا۔

"تم۔۔۔"

قندیل کے لبوں سے بمشکل ایک لفظ نکلا، آواز لرز رہی تھی۔

"ہاں میں۔۔۔"

آریز نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا، اس کی گرفت قندیل کے بازوؤں پر مزید مضبوط ہو گئی۔

"کیوں؟ کیا توقع نہیں تھی کہ آریز نقوی دیواریں پھلانگ کر اپنی محبت تک پہنچ جائے گا؟"

آریز نقوی نے اس سے سوال کیا۔

"آریز۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی؟"

قندیل نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی، مگر وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما رہا۔

"کیا مطلب کیا کر رہا ہوں؟"

آریز نے اس کے چہرے پر جھکتے ہوئے نہایت اطمینان سے کہا۔

"اپنی بیوی سے ملنے آیا ہوں؟"

اس کے چہرے کی تاثرات دیکھ کر اس نے ایک بار پھر کہا

"آریز بقواض مت کرو!"

قندیل نے دانت پیستے ہوئے دبی آواز میں کہا۔

"ہوش کے ناخن لو، یہ سید حویلی ہے، کوئی تمہاری پرسنل جگہ نہیں جہاں تم جب چاہو منہ اٹھا کر چلے آؤ۔ یہاں کسی کو بھی نہیں پتہ کہ تم اس وقت میرے کمرے میں ہو۔"

قندیل نے غصے سے کہا۔

"نہیں پتہ؟ تو چلو، ابھی سب کو بتا دیتے ہیں۔ نیچے جا کر پکارتا ہوں کہ آریز نقوی اپنی شریکِ حیات کے کمرے میں موجود ہے۔"

آریز کے لبوں پر ایک شرارتی چمک آئی۔

"ہرگز نہیں! تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے!"

قندیل کا رنگ فقر پڑ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ اگر کسی نے آریز کو اس وقت یہاں دیکھ لیا تو کیا قیامت ٹوٹے گی۔

"آریز، پلیز خدا کا واسطہ ہے، واپس چلے جاؤ۔"
قندیل نے آنکھوں میں التجا تھی۔

"مجھے روک سکتی ہو تمہیں لگتا ہے کہ سید حویلی کی یہ دیواریں آریز نقوی کا راستہ روک لیں گی؟ میں نے کہا نہ، تم مجھے نہیں روک سکتیں۔ اگر میں ابھی چاہوں تو تمہیں یہیں سے اٹھا کر لے جا سکتا ہوں اور کوئی کچھ نہیں کر پائے گا۔"
آریز نے چیلنج بھرے انداز میں پوچھا۔

"بکواس مت کرو آریز! تم پاگل ہو گئے ہو۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو سوچا ہے کیا ہو گا؟ سید سائیں، موسیٰ۔۔۔ کوئی تمہیں معاف نہیں کرے گا۔"
قندیل کی آواز میں اب التجا شامل ہو گئی تھی۔

"تو اسی لیے تو کہہ رہا ہوں نہ، سب کو بتا دیتے ہیں کہ ہم نکاح یافتہ ہیں۔ یہ چھپن چھپائی مجھے پسند نہیں قندیل۔"

اس نے قندیل کی ایک زلف کو انگلی کے گرد لپیٹتے ہوئے کہا۔ قندیل کو لگا کہ وہ واقعی سب کچھ برباد کر دے گا۔

"آریز! تمہیں میری قسم ہے، تم ابھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔ پلیز! میں نہیں چاہتی کہ ابھی اس بارے میں کوئی بات ہو۔ حالات پہلے ہی بہت مشکل سے سنبھلے ہیں اور ویسے بھی ہماری ڈیل تھی کوئی شادی نہیں تھی"

اس نے آریز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"بقواض مت کرو مسز آریز نقوی ہو تم میری بیوی ہو تم میری محبت ہو تمہیں لگتا ہے میں تمہیں چھوڑ دوں گا تمہاری بھول ہیں تو میں موت میرے نام کے ساتھ آئے گی تمہاری سانس سانس پہ میرا حق ہے"

آریز نقوی نے جنونی انداز میں کہا تھا۔اور اس کے چہرے پر موجود شرارت لمحے بھر میں غائب ہو گئی۔ 'قسم' کا لفظ سنتے ہی وہ رک گیا۔وہ جانتا تھا کہ قندیل نے اسے ایسی جگہ جکڑ لیا ہے جہاں سے نکلنا ممکن نہیں۔اس نے ایک گہرا سانس لیا اور اپنی پیشانی قندیل کی پیشانی سے ٹکا دی۔

"تم جانتی ہو نہ کہ تم میری سب سے بڑی کمزوری ہو؟" اس نے دھیمی اور بھاری آواز میں خود کو ریلیکس کرتے ہوئے کہا۔

"صرف تمہاری قسم کی خاطر خاموش ہوں، ورنہ میرا بس چلے تو پوری دنیا کے سامنے تمہیں اپنا کہہ دوں۔"

کمرے میں خاموشی چھا گئی، صرف ان دونوں کے سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔آریز کی نظریں قندیل کے لرزتے ہوئے لبوں پر ٹھہر گئیں۔اس نے اپنی گرفت ڈھیلی کی اور اپنا ہاتھ قندیل کے گال پر رکھا۔

"تم اتنی ڈری ہوئی کیوں ہو؟ کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟"

اس نے جھک کر قندیل کے ماتھے پر ایک طویل اور پر سکون بوسہ دیا۔

قندیل کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ آریز کا لمس اس کے لیے ایک ایسی آگ کی طرح تھا جو اسے پگھلا رہی تھی۔ اس نے اپنا ہاتھ قندیل کی کمر کے گرد حمائل کیا اور اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔ یہ قربت رات کی اس خلوت سے مختلف تھی، اس میں ایک سکون تھا، ایک اپنائیت تھی۔

"آریز، جاؤ اب۔۔۔"

قندیل نے بہت کمزور آواز میں کہا، مگر اس کے ہاتھ اب آریز کے کندھوں پر ٹھہر گئے تھے۔ اسے احساس ہو رہا تھا وہ اس شخص کو چاہنے لگی ہے اور اسنے اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا تھا بس اس کو تحفظ دینے کے لیے اس نے یہ سب کیا تھا۔

"اچھا بابا، جارہا ہوں۔ لیکن پہلے یہ تو بتاؤ کہ میری جان اتنی پریشان کیوں ہے؟"

آریز اسے خود سے تھوڑا دور کرتے ہوئے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے لگا۔ اس کی نظر بیڈ پر پڑے ہوئے کپڑوں پر پڑی جو قندیل نے آج کے فنکشن کے لیے نکالے تھے۔

"اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ آج حویلی میں فنکشن ہے۔"

آریز بیڈ کی طرف بڑھا اور وہاں رکھے ہوئے دو خوبصورت جوڑوں کو دیکھا۔ ایک گہرے جامنی (Purple) رنگ کا تھا اور دوسرا سبز (Green) رنگ کا۔ اس نے دونوں جوڑوں کو باری باری دیکھا اور پھر ایک فیصلہ کن انداز میں پرپل ڈریس اٹھالیا۔

"اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آج فنکشن ہے، تو میں اپنی بیوی کے لیے خود کپڑے لاتا۔ مگر خیر، ان دونوں میں سے یہ پرپل تم پر بہت سجے گا۔ آج رات تم یہی پہنو گی۔"

اس نے حکم کے انداز میں کہا۔

"میں تمہاری بات کیوں مانوں گی؟ میں نے سوچا ہے کہ میں گرین پہنوں گی۔"

قندیل نے فوراً تردید کی۔

"ماننا تو پڑے گا قندیل۔ کیونکہ جب تم یہ پرپل پہن کر نیچے آؤ گی، تو میری نظریں صرف تمہیں ڈھونڈیں گی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ میری بیوی اس رنگ میں ہو جو مجھے پسند آئے"

آریز دوبارہ اس کے قریب آیا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"یاد رکھنا، پرپل! اگر نہیں پہنا، تو میں دوبارہ آجاؤں گا، اور اس بار میں تمہاری قسم بھی نہیں مانوں گا۔"

اس نے شرارت سے قندیل کا گال تھپتھپایا اور بالکنی کی طرف بڑھ گیا۔ آریز ایک بار پھر اسی خاموشی سے اندھیرے میں غائب ہو گیا جیسے آیا تھا، مگر قندیل وہیں کھڑی رہ گئی۔ اس کا دل اب بھی زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے بیڈ پر پڑے اس جامنی جوڑے کو دیکھا اور اس کے لبوں پر ایک بے اختیار مسکراہٹ آگئی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس شخص سے نفرت کرے یا اس کی اس دیوانگی پر اپنی زندگی وار دے۔



حویلی کی فضاؤں میں ڈھولک کی تھاپ اور خوشیوں کا شور گونج رہا تھا، لیکن سید سائیں کے کمرے میں ایک خاص قسم کا سکون اور وقار موجود تھا۔ یحییٰ، جو آج مہندی کے فنکشن کے لیے گہرے بھورے رنگ (Deep Brown) کے کرتا شلوار اور واسکٹ میں تیار تھا، نہایت ادب سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک امید کی کرن بھی چمک رہی تھی۔ سید سائیں بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے، یحییٰ نے قریب آ کر پہلے سید سائیں کے ہاتھ چومے۔

"سید سائیں! میں اپنا جواب لینے آیا ہوں،"
یحییٰ کی آواز میں عاجزی تھی۔

"میں جانتا ہوں میں نے ماضی میں ماہا کا دل دکھایا ہے، لیکن میں اب اپنی پوری زندگی اس کی خوشیوں کے نام کرنا چاہتا ہوں۔"

سید سائیں نے مسکرا کر اپنے پوتے کی طرف دیکھا۔

"یحییٰ اگر ہم یہ کہیں وہ نہیں مانے تو"
سید سائیں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بولے۔

"تو میں اس کے لیے پوری دنیا دے لڑ جاؤں گا لیکن اسے اپنا بناؤں گا"
یحییٰ نے سید سائیں کی انکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا اس کے جذبے پر سید سائیں مسکرائے۔

"مبارک ہو یحییٰ وہ مان گئے ہیں"
سید سائیں نے مسکرا کر کہا تھا جب یحییٰ نے ان کی یہ بات سنی اس کے پاؤں زمین پر نہیں لگ رہے تھے وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا اس نے آگے بڑھ کر سید سائیں کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

"تھینک یو تھینک یو سو مچ سید سائیں"

یحییٰ نے ان کا ہاتھ چومتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی خوشی دیکھ کر سید سائیں کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی۔

"لیکن"

یحییٰ کے دور ہونے پر سید سائیں نے کہا ان کے اس لیکن ہر یحییٰ کا دل زور دے دھڑکا۔

"لیکن"

یحییٰ نے تڑپ کر کہا۔

"وہ ماہا کی ایف ای سی ہونے کے بعد نکاح کرنا چاہتے ہیں"

سید سائیں نے یحییٰ کی طرف دیکھ کر کہا تو اس کا منہ بن گیا۔۔

"سید سائیں یہ کیا بات ہوئی میری شادی بھی اپ اپنے ان پوتوں کے ساتھ کر رہے دیتے حالانکہ ان سب سے بڑا ہوں"
یحییٰ نے منہ بنا کر کہا جبکہ اس کی اس بات پر سید سائیں مسکرائے۔

"اچھا اب منہ نہ بناؤ کچھ ہی مہینے ہیں اس کے ایگزیمز میں تمھیں تو شکر ادا کرنا چاہیے وہ مان گئے"
سید سائیں نے اس کے ماتھے پر ہلکا سا مارا تو یحییٰ نے ہاں میں سر ہلا دیا۔۔
💗💗

حویلی کے ایک پُر سکون گوشے میں گلناز کا کمرہ اس وقت دلفریب روشنیوں اور عطر کی بھینی بھینی خوشبو سے مہک رہا تھا۔ دیواروں پر لگی چھوٹی چھوٹی برقی قمقموں کی زرد روشنی پورے کمرے میں ایک جادوئی سماں پیدا کر رہی تھی۔ گلناز آئینے کے سامنے کھڑی آخری بار اپنے سنگھار کا جائزہ لے رہی تھی۔ آج اس کا روپ کسی اپسرا سے کم نہ تھا۔ اس نے نارنجی اور زرد رنگ کے امتزاج کا ایک نہایت نفیس اور بھاری کام والا شرارہ پہن رکھا تھا۔ اس کے لباس پر چاندی کے کام کی چوڑی پٹیاں اس کے ہر انداز کو شاہانہ وقار بخش رہی تھیں۔ شرارے کا گھیر افرش کو چھو رہا تھا اور ہر حرکت پر چاندی کے ستارے سورج کی طرح چمک اٹھتے تھے۔

اس نے اپنے بال نہایت نفاست سے ایک طرف کندھے پر کھلے چھوڑے ہوئے تھے، جو اس کی گردن کی سفیدی پر کسی کالی گھٹا کی طرح لگ رہے تھے۔

کانوں میں موجود بھاری روایتی جھمکے اس کے چہرے کی معصومیت کو مزید نکھار رہے تھے۔اس نے ہاتھوں میں پیلے رنگ کے تازہ پھولوں کے گجرے پہن رکھے تھے، جن کی بھینی بھینی خوشبو پورے کمرے کے ماحول کو رومانوی بنا رہی تھی۔ گلناز کے لبوں پر ایک دھیمی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں حیا اور تھوڑی سی بے چینی نمایاں تھی۔اچانک کمرے کا وزنی ساگوان کا دروازہ ایک دبی ہوئی آواز کے ساتھ کھلا اور رومان اندر داخل ہوا۔ رومان نے سفید رنگ کا کڑھائی والا کرتا پہن رکھا تھا جس میں اس کی وجیہہ شخصیت مزید نکھر کر سامنے آ رہی تھی۔ وہ جیسے ہی کمرے میں آیا، گلناز کے سحر انگیز حسن کو دیکھ کر اس کے قدم وہیں منجمد ہو گئے۔ وہ کچھ دیر کے لیے ساکت کھڑا اپنی شریکِ حیات کو دیکھتا رہا، جسے آج اس نے ایک بالکل نئے اور دلکش روپ میں پایا تھا۔

"ماشاءاللہ۔۔۔"

رومان کے لبوں سے بمشکل ایک لفظ نکلا، اس کا لہجہ حد درجہ بھاری اور نشیلا تھا۔ رومان آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ گلناز نے آئینے کے عکس میں اسے اپنے پیچھے آتے دیکھا تو شرما کر اپنی نظریں جھکا لیں۔ رومان اس کے بالکل پیچھے آکر کھڑا ہو گیا، ان دونوں کا عکس آئینے میں کسی رومانوی فلم کے شاہکار منظر کی طرح لگ رہا تھا۔ رومان نے اپنے ہاتھ نرمی سے گلناز کے کندھوں پر رکھے، اس کے لمس کی حدت گلناز کے پورے وجود میں بجلیاں بھر گئی۔

"گلناز! آج تم اتنی حسین لگ رہی ہو کہ مجھے لگ رہا ہے میں کسی خواب میں ہوں"

رومان نے جھک کر اس کے کان کے پاس نہایت دھیمی سرگوشی کی، جس سے گلناز کے وجود میں ایک لرزہ طاری ہو گیا۔ گلناز نے مڑ کر رومان کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں میں محبت تھی۔

"رومان! آپ بہت اچھے ہیں جس نے میرے اتنی ساری غلطیوں کے باوجود مجھے اپنانا میں بہت خوش ہوں"

اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی اور انکھیں نم ہو گئی۔ رومان نے اپنے ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھر لیا اور انگوٹھے سے اس کے آنسو صاف کیے۔

"گلناز، جو بیت گیا اسے وہیں چھوڑ دو۔ اب سے ہمارا ہر دن ہر رات ہماری زندگی کا ایک نیا اور خوبصورت آغاز ہے۔ میں نے تمہیں تب بھی چاہا تھا جب تم مجھ سے دور جانا چاہتی تھی، اور آج جب تم میرے اتنے قریب ہو، تو میں تمہیں کبھی خود سے دور نہیں ہونے دوں گا۔"

اس نے پیار سے گلناز کے ہاتھوں میں پہنے ہوئے پھولوں کے گجروں کو چھوا۔ پھولوں کی مہک ان دونوں کے جذبوں کی گواہی دے رہی تھی۔

رومان نے ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حمائل کیا اور اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ گلناز نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں اور اپنا سر رومان کے چوڑے کندھے پر ٹکا دیا۔ اسے اس وقت دنیا کا سب سے زیادہ سکون اور تحفظ رومان کی بانہوں میں محسوس ہو رہا تھا۔ رومان نے اس کے بالوں کی خوشبو اپنے سانسوں میں بسائی۔

"تمہارا یہ روپ، یہ نارنجی رنگ کا جوڑا۔۔۔ یہ سب جیسے میری زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے ہی ہے۔ آج تم حویلی کی نہیں، میری کائنات کی ملکہ لگ رہی ہو۔"

گلناز نے اپنا سر اٹھا کر رومان کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں صرف اور صرف دیوانگی اور سچی محبت تھی۔ اس نے رومان کے کرتے کو اپنے ہاتھوں میں بھینچ لیا۔

"میں نے بہت دیر کر دی آپ کی محبت کو پہچاننے میں رومان، مگر اب میں اس رشتے کو اپنی جان سے بھی زیادہ سنبھال کر رکھوں گی۔"

رومان کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ آئی۔ اس نے ایک بار پھر اسے اپنے حصار میں لیا۔ کمرے کی مدہم روشنیاں اب مزید رومانوی لگ رہی تھیں۔ باہر سے آتی ڈھولک کی مدہم آوازیں ان کے اس حسین ملاپ کا جشن منا رہی تھیں۔ رومان نے جھک کر اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی۔



حویلی کے روشن کمرے میں روح اور نور ایک دوسرے کے سامنے بیٹھی تھیں، اور کمرے کی فضا ان کے حسن اور لباس کی خوشبو سے مہکی ہوئی تھی۔ آج ان دونوں کا روپ دیکھنے والا تھا، اور وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائے بنا نہ رہ سکیں۔

روح نے زیتونی سبز رنگ کا نہایت نفیس اور روایتی غرارہ زیب تن کر رکھا تھا۔ اس کے لباس پر سنہری کام کی باریک کڑھائی چمک رہی تھی جو اس کی شخصیت کو ایک وقار بخش رہی تھی۔ اس کے بال ایک لمبی گت (Braid) کی صورت میں پروئے ہوئے تھے اور ماتھے پر سجا ہوا بھاری ٹیکہ اس کے چہرے کی معصومیت کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ گلے میں موجود چوکر اور ہاتھوں میں موجود گجروں نے اس کے دلہن والے روپ کو مکمل کر دیا تھا۔ وہ اس لباس میں کسی قدیم حویلی کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی۔ اس کا میک اپ نہایت نفیس تھا۔

دوسری طرف نور، گلابی رنگ کے ایک نہایت جدید اور چمکدار لباس میں ملبوس تھی جو ستاروں اور موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے اس پر سنز رنگ کا دوپٹہ لیا تھا اس کے سیاہ بال کھلے ہوئے تھے جو اس کی کمر پر بکھرے ہوئے تھے اور اس کے گورا رنگ اس گلابی لباس میں مزید نکھر کر سامنے آرہا تھا۔ اور اس نے اپنے ڈریس کب حساب سے بہت خوبصورت جیولری پہن رکھی تھی اور وہ مکمل طور پر دلہن بنی ہوئی تھی ان دونوں کے پاس ہی چادر پڑی تھی جو انھوں نے باہر پہن کر جانی تھی کیوں کہ ان کا یہ روپ بس ان کے شوہروں کے لیے تھا کسی اور کی لیے نہیں۔ ابھی وہ ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

"چلو لڑکیوں تم لوگوں کا نیچے جابلاوا آگیا ہے"

قندیل نے کمرے میں قدم رکھتے ہی کہا اس کے پیچھے پیچھے گلناز حفصہ ماہا اور حور تھی۔ قندیل نے آریز کی پسند کا وہ ہلکا جامنی (Light Purple) لباس زیب تن کر رکھا تھا جو اس کے حسن کو چار چاند لگا رہا تھا۔ پورے لباس پر شیشے اور ستاروں کا باریک کام تھا کہ جیسے آسمان کے سارے ستارے اس کے جوڑے میں جڑ دیے گئے ہوں۔ دوپٹے کے کناروں پر خوبصورت کٹ ورک اور بھاری کام اس کی نزاکت کو مزید نمایاں کر رہا تھا۔ قندیل کا رنگ اس جامنی لباس میں گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔ اس کے بال کھلے تھے ہاتھوں میں گجرے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ نور اور روح دونوں نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"چلو"

روح نے بھی اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ویسے اتنی جلدی کاچیز کی ہے ہماری سردارنی کو"
حفصہ اس کے پاس اتے ہوئے بولی تھی اس نے شرارت سے کہا جس پر سب لوگ ہی ہنستے تھے۔ حفصہ کا روپ بھی کچھ کم نہ تھا۔ اس نے گلابی (Pink) رنگ کا روایتی لہنگا پہنا ہوا تھا۔ لباس پر سفید ریشم کی نازک کڑھائی کی گئی تھی جو اسے ایک شاہانہ لک دے رہی تھی۔ دوپٹے پر بکھرے ہوئے ستارے اس کے ہر قدم کے ساتھ چمک اٹھتے تھے۔ حفصہ کی معصومیت اس گلابی رنگ میں مزید نکھر کر سامنے آرہی تھی۔ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔

"اس نے کہا نیچے جانا ہے تو میں نے کہا چلو"
روح نے بغیر جھجھکتے اسکے سوال کا جواب دیا۔

لگتا ہے ہماری سردارنی اپنے سردار کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہو رہی ہیں"

اب کی بار وارماہا نے کیا تھا موسیٰ کے نام پر روح کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔اس نے گہرا جامنی(Deep Purple)رنگ کا بھاری میکسی نما لباس پہنا تھا۔لباس کے نچلے حصے پر رنگ برنگی کڑھائی اور چوڑے بارڈر اس کی قدو قامت کو ایک وقار بخش رہے تھے۔اس نے اپنے بال کھلے چھوڑ رکھے تھے اور ماتھے پر سجا ہوا مٹکا ٹیکہ اس کے روپ کو مکمل کر رہا تھا۔وہ اس گہرے رنگ میں کسی جادوئی داستان کی پری معلوم ہو رہی تھی۔

"ارے ذرا دیکھو تو ہماری سردارنی کیسے شرما رہی ہے"
گلناز نے بھی اسے تنگ کرنے میں اپنا حصہ ڈالا تھا۔

"کیوں تنگ کر رہی ہو میری چھوٹی سی بھابھی کو"
نور نے روح کی طرف داری کی تھی۔

"اوو تو ایسا کرتے ہیں بھابھی کو چھوڑ کر آپ کو تنگ کر لیتے ہیں کیوں کہ ہاشم بھائی بھی تو آپ کا یہ روپ دیکھ کر پاگل ہو جائیں گیں"

قندیل نے روح کے پاس آ کر اس کے کندھے پر اپنا بازو رکھا۔

"بلکل"

ماہا نے مسکرا کر کہا اور اس کی دوسری طرف آ گئی۔

"اچھا چلو اب بس نیچے چلو"

روح نے ان سب کو دیکھ کر کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا ان دونوں نے اپنے اوپر چادر لی اور پھر ان لڑکیوں نے انھیں دوپٹے کے نیچے کیا اور باہر لے جانے کے لیے تیار ہو گئی۔



اسٹیج پر سردار موسی اور ہاشم بیٹھے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے جب شور اٹھا تھا دلہنوں کے انے کا ایک مخصوص سا راستہ بنایا گیا تھا جہاں سے دلہن گزر کر سٹیج تک ائیں گی اس جگہ کو بہت خوبصورت سی سجایا گیا تھا بیچ میں کالین بچھا کر اس پاس خوبصورت پھول لگائے گئے تھے سائیڈ پر کچھ لڑکیاں کھڑی تھی جن کے ہاتھوں میں گلاب کی پتیاں تھی۔ دلہنوں کی انٹری ہو چکی تھی وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتے اگے بڑھ رہی تھی سردار موسی اور ہاشم کی نظر جب روح اور نور پر پڑی تو تو وہ دونوں حیران ہو کر یہ منظر دیکھ رہے تھے کیوں کہ ان کی خوبصورت بیویاں آج کچھ زیادہ ہی خوبصورت لگ رہی تھی لڑکیوں نے ان پر پھول پھینکنا شروع کر دیے تھے سردار موسی اور ہاشم اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اسٹیج کے پاس پہنچ کر روح نے سردار موسی کا ہاتھ تھاما اور نور نے ہاشم کا وہ دونوں سٹیج پر چڑھ گئے سردار موسی اور ہاشم کی نظریں روح اور نور پر تھیں لیکن وہ دونوں ہی اپنا چہرہ جھکائے کھڑی تھی۔

"ماشاءاللہ اللہ نظرِ بد سے بچائے میں قربان جاؤں"

سردار موسیٰ نے اپنے جیب میں پڑے جتنے پانچ ہزار کے نوٹ تھے وہ اپنی بیوی کے اوپر سے وار دیے تھے اور صدقہ کے لیے دے دیے جبکہ اس کی اس حرکت پر سبھی لڑکیوں کی نظریں ان پر ہی تھی کچھ لوگ ان کی خوشی میں خوش تھے اور کچھ کے چہروں پر حسد بھی تھی ہاشم نے بھی ایسا ہی کیا اس نے اپنی بیوی پر سے پیسے وار کر پاس کھڑی ملازمہ کو دیے تھے۔ وہ چاروں ہی اسٹیج پر بیٹھ گئے آریز نقوی نے اپنی بہن کو دیکھا اور وہ چلتا ہوا اسٹیج پر گیا اسے دیکھ کر روح نے سردار موسی کو دیکھا ابھی تک وہ آریز کے پاس نہیں گئی تھی نہ ہی اس سے کہی تھی حالانکہ انھیں یہاں آئے ہوئے ایک ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا۔

"ماشاءاللہ اللہ دنیا کی ہر خوشی نصیب کرے"

آریز نقوی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا روح نے پھر ہاشم کی جانب دیکھا ہاشم نے اسے اشارہ کیا تو وہ آٹھ کر کھڑی ہوئی اور اپنے بھائی کے سینے سے لگ گئی۔۔

"تھینک یو بھائی"

روح کے منہ سے بھائی سن کے اس کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی جبکہ سردار موسیٰ کو جیلسی ہو رہی تھی آریز نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔

"بھائی بیوی میری ہے وہ"

سردار موسیٰ سے رہا نہیں گیا تھا اس لیے اس نے بول دیا جبکہ اسکی بات پر وہ سب لوگ مسکرائے تھے۔

"ایسا ہی ہے یہ کمینہ مجھے بھی یہی کہتا ہے"

ہاشم نے آریز کو دیکھ کر تو وہ مسکرا دیا آریز نے نور کے سر پر بھی ہاتھ رکھا۔۔

"گڑیا اللہ آپ کے بھی نصیب اچھے کرے"

آریز مسکرا کر بولا تو سردار موسیٰ نے امین کہا تھا۔

💗💗

حویلی کی فضا میں میوزک کا شور ہوا تھا سب لوگوں نے ہی ہوٹنگ کی تھی کیوں کہ اب باری ڈانس کرنے کی تھی۔

Tu ho gayi one to two... Tutu rutu rutu"

"ru

سردار موسیٰ اور ہاشم دونوں اسٹیج پر ایک ساتھ سائیڈ سے اینٹری کرتے ہیں۔ وہ اپنی شرٹ کے کالر کو ٹھیک کرتے ہوئے پورے ٹرینڈ اور سوِش اسٹائل میں چلتے ہیں۔

"Pataanga vari gi tu... Tutu rutu rutu ru"

یحییٰ اور عدنان دونوں دوسری طرف (opposite side) سے ڈانس کرتی ہوئی اینٹری کرتی ہیں۔ وہ ہاتھوں سے ہوا میں پتنگ اڑانے کا اشارہ کرتی ہیں اس وقت عدنان روح بنا ہوا تھا اس نے سر پر دوپٹہ لیا تھا اور یحییٰ نور بنا ہوا تھا اس نے بھی سر پر دوپٹہ لیا ہوا تھا۔

Heela de chaldi took took tu... karadi yaar

دونوں لڑکیاں (یحییٰ اور عدنان) اپنے شوز کو دکھاتے ہوئے مٹک کر چلتی ہیں۔ لڑکے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں حیرانی سے دیکھتے ہیں۔ جبکہ سب لوگ ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے پوری فضا ہوٹنگ سے گونج اٹھی تھی۔

Angrezi padhdi ghit pit tu... queen saadi victoria

یحییٰ اور عدنان اپنی انگلیوں سے ہوا میں 'کتاب' پڑھنے کا ناٹک کرتی ہیں اور نخرے سے اپنا سر جھٹکتی ہیں۔ سردار موسیٰ اور ہاشم انہیں جھک کر 'سلام' کرتے ہیں جیسے وہ واقعی ملکہ وکٹوریہ ہوں۔

Tu kanti big ban di, pura london" thumakda

چاروں نے ایک ساتھ اپنا دایاں (Right) ہاتھ اوپر ہوا میں اٹھائیں اور اپنی کمر کو زور زور سے دائیں بائیں مٹکائیتے جیسے دھومکہ مار رہے ہوں۔

Oh jado nachche pehn di, pura london "thumakda

چاروں نے ایک ساتھ اپنی جگہ پر پورا ایک چکر (degree-360 turn) کاٹا اور پھر سے وہی ٹھمکا اسٹیپ دہرائیا چاروں کے چہرے پر بڑی سی مسکراہٹ تھی۔

Latte di chadar ute honeymoon kar mahiya

چاروں اسٹیج کے بیچ میں آتے ہیں۔ سردار موسیٰ، عدنان کے کندھے پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن عدنان شرما کر پیچھے ہٹ جاتی ہے۔

Aavo saamne aavo saamane... dass mahiya

ہاشم یحییٰ کے سامنے آکر دونوں ہاتھ پھیلاتا ہے۔یحییٰ چڑانے والے انداز میں ہاتھ سے اس کا قد یا سائز ناپنے کا اشارہ کرتی ہے۔

Malmal ka kurda dikh jaye... clear mahiya

سردار موسیٰ اپنے کرتے کو فخر سے دکھاتا ہے۔عدنان اپنی آنکھوں پر ہاتھوں کا چشمہ بنا کر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتی ہے۔

Tere samane tere samane lagda hai"

”chota palang mahiya

دونوں لڑکے اپنے ہاتھ سے 'چھوٹا' ہونے کا اشارہ کرتے ہیں اور اپنا سر پکڑ لیتے ہیں جیسے بہت پریشان ہوں۔ لڑکیاں ہنستی ہیں۔

Oye hoye hoye death hi ho gayi...

..madona lagudi

سردار موسیٰ اور ہاشم دونوں بھنگڑے کے زبردست اسٹیپس شروع کرتے ہیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہائی فائیو (High-five) دیتے ہیں۔

gulaabicheeda rangghai piranngii...

southall tu changii

عدنان اور یحییٰ اپنے دوپٹے کو لہراتی ہیں اور سردار موسی اور ہاشم کے ارد گرد گول چکر کاٹتی ہیں۔

Tu Kanti Big Ban Di... Poora London ”Thumakda

دونوں کپلز اپنی پوزیشن لیتے ہیں موسیٰ اور روح کو کہ عدنان تھا بائیں طرف، ہاشم اور نور جو کہ یحییٰ تھا دائیں طرف)۔ سب مل کر پھر سے سگنیچر ٹھمکا اسٹیپ کرتے ہیں۔

siidi gilaasi rakh... punjabi stylevich "london thumuakda

لڑکے ایسا ناٹک کرتے ہیں جیسے انہوں نے اپنے سر پر لسی کا گلاس رکھا ہو اور توازن بنا رہے ہوں۔ لڑکیاں ان کے آس پاس تالیاں بجاتی ہیں۔

lassida gilaasu khiinchu... london"

"thumak

چاروں ایک ساتھ ہوا میں گلاس سے لسی پینے کا اسٹائل بناتے ہیں اور ایک بڑا سا بھنگڑا جمپ لیتے ہیں۔

Thumakda thumakda london... Tunakda

"Tunakda

لڑکے ایک گھٹنے پر نیچے بیٹھ جاتے ہیں اور اپنا ایک ہاتھ اوپر ہوا میں لہراتے ہیں۔ لڑکیاں ان کے پیچھے کھڑی ہو کر، اپنا ہاتھ لڑکوں کے کندھے پر رکھتی ہیں اور ایک پیر آگے نکال کر خوبصورت پوز دیتی ہیں۔ جبکہ ان کا ڈانس ختم ہونے پر شور اٹھتا ہے سب لوگ یحییٰ اور عدنان کو دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔۔

مہندی جو کپ پتے پر لگنی تھی اور جو بزرگوں نے رسم کرنی تھی وہ مکمل ہو چکی تھی اب بس ان دونوں دلہنوں نے کل کے بارات کے لیے مہندی لگوانی تھی سارے مہمان کا چکے تھے اس وقت بس حویلی کے ہی لوگ تھے جو کہ وہاں موجود تھے سردیوں نے ایک بار پھر کوئٹہ میں اپنا ڈیرہ جما لیا تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں باہر چل رہی تھی اس وجہ سے وہ لوگ زنان خانے میں آ گئے تھے ساری لڑکیاں مہندی لگوا رہی تھی ایک ہی ساتھ بہت سی مہندی آرٹسٹ کو بلا لیا تھا تاکہ کام جلدی ختم ہو اور وہ سو سکیں روح مہندی لگوا رہی تھی سردار موسیٰ اس کے ساتھ ہی بیٹھا ہوا تھا وہ اس کی مدد کر رہا تھا اس کا ڈریس مہندی سے دور رکھ رہا تھا اسے کوئی مسئلہ ہوتا تو وہ اس سے ہی کہہ رہی تھی۔

"ویسے کیا لگا میری بیوی کو میرا ڈانس"

سردار موسیٰ نے ہنس کر پوچھا تھا جبکہ اس کی بات پر روح بھی مسکرائی تھی۔ روح نے اپنی نیچی نظریں اٹھا کر موسیٰ کو دیکھا۔ مہندی آرٹسٹ اس کے گورے ہاتھ پر بڑی نفاست سے ڈیزائن بنا رہی تھی۔ روح کے لبوں پر ایک دلکش مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

"سچی کہوں؟ میں تو حیران ہی رہ گئی!"
روح نے دھیمی آواز میں اعتراف کیا۔

"مجھے تو دور دور تک گمان نہیں تھا کہ سردار موسیٰ نقوی کو ڈانس بھی آتا ہے، اور وہ بھی ایسا... اتنا انرجیٹک اور فنکارانہ! آپ نے اور ہاشم بھائی نے تو واقعی محفل لوٹ لی۔ خاص طور پر وہ یحییٰ اور عدنان کے ساتھ جو آپ لوگوں نے جگل بندی کی، میں تو اپنی ہنسی نہیں روک پا رہی تھی۔"

موسیٰ نے ایک زوردار قہقہہ لگایا، جس سے ہال میں موجود کچھ لوگوں کی توجہ ان کی طرف گئی۔

"تو اس کا مطلب ہے میرا جادو چل گیا؟ دیکھو روح، سردار ہونے کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ انسان زندگی کے رنگوں سے ناواقف ہو۔ وہ تو بس ہاشم اور باقی سب کی ضد تھی اور پھر تمہاری خوشی... مجھے لگا ہی تھا تمھیں پسند آئے گا"

اس نے جھک کر روح کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"لیکن تم نے اپنی تعریف نہیں سنی؟ آج تم اس قدر خوبصورت لگ رہی ہو کہ میرا دل کر رہا ہے کہ تمام رسمیں یہیں روک دوں اور تمہیں لے کر کہیں دور چلا جاؤں جہاں صرف میں ہوں اور میری روح ہو۔ یہ رنگ تم پر کسی بہار کی طرح کھلا ہے، اور تمہاری آنکھوں کی یہ چمک... سچ کہوں تو آج تم سے نظر ہٹانا میرے لیے ناممکن ہو رہا ہے۔"

روح کا چہرہ حیا سے گلابی ہو گیا۔ اس نے نظریں جھکا لیں، لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں موسیٰ کی تعریف پر تیز ہو چکی تھیں۔

"آپ بھی نا... سب کے سامنے کچھ بھی کہہ دیتے ہیں۔"

روح نے موسی کو ٹوکا تھا۔

"سردارنی صاحبہ! سردار صاحب ٹھیک ہی تو کہہ رہے ہیں۔ ماشاءاللہ آپ کی جوڑی بہت پیاری ہے۔"

اسی دوران مہندی آرٹسٹ، جو بڑے غور سے ان کی باتیں سن رہی تھی اور خاموشی سے اپنا کام کر رہی تھی، مسکرا کر بولی۔ آرٹسٹ نے روح کی ہتھیلی کے بیچ میں ایک خوبصورت سا دائرہ مکمل کیا اور پھر رک کر موسیٰ کی طرف دیکھا۔

"سردار صاحب! اب تائیں، دلہن کی ہتھیلی پر نام لکھنا تو سب سے ضروری رسم ہے تو کیا نام لکھوں میں"

اس لڑکی نے سردار موسی سے پوچھا موسیٰ کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ آئی۔ اس نے روح کے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا جیسے وہ اس ہاتھ پر اپنی ملکیت کی مہر ثبت دیکھنا چاہتا ہو۔ جبکہ روح ان دونوں کو گھور رہی تھی۔

"ایک منٹ"

روح نے سردار موسی کو کوہنی ماری جس سے وہ انکی طرف متوجہ ہوا روح کی انکھوں میں غصہ تھا۔

"کیا ہوا"

سردار موسیٰ نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ کیسے اس لڑکی سے ہنس کر باتیں کر سکتے ہیں اور تم اپنے کام سے کام رکھو مجھ سے پوچھو"

روح کو اس لڑکی کا سردار موسیٰ سے فری ہونا ذرا بھی پسند نہیں ایا تھا روح کی آنکھوں میں ابھرنے والی تپش بتا رہی تھی کہ اس وقت اسے سردار موسیٰ کی اس لڑکی سے ہونے والی گفتگو پر اعتراض تھا۔ سردار موسیٰ، جو اب تک اپنی ہی دھن میں مگن تھا، روح کا یہ جاہ و جلال دیکھ کر ایک پل کو تھک گیا، پھر اس کے لبوں پر ایک دلکش اور شریر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ... تو یہ بات ہے!"

موسیٰ نے زیرِ لب کہا اور روح کے قریب ہو کر بیٹھ گیا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو، میرے شوہر کا نام مجھ سے پوچھنا، ان سے نہیں!"

روح نے مہندی آرٹسٹ کو سخت لہجے میں تنبیہ کی، جو بیچاری اب نظریں جھکائے اپنا کون (cone) سنبھال رہی تھی۔ روح کا غصہ ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا، اس نے رخ موڑ کر موسیٰ کو دیکھا جو بڑی ڈھٹائی سے اسے ہی نہار رہا تھا۔

"اور آپ... آپ کو بڑی ہنسی آ رہی ہے؟ سردار صاحب کو شاید زیادہ ہی شوق ہے اجنبی لڑکیوں سے بات کرنے کا"

روح نے آواز نیچی رکھی تاکہ باقی لوگ نہ سنیں، لیکن لہجے کی کاٹ صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"روحِ موسیٰ! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ میری بیوی اتنی 'خطرناک' حد تک جیلس (jealous) ہوتی ہے، تو میں شاید مسکرانا ہی چھوڑ دوں بھئی، کہیں تم اس بات پر میری جان نہ نکال لو کہ اس لڑکی نے میری مسکراہٹ کیوں دیکھی اور وہ تو بیچاری اپنا کام کر رہی ہے، رسم کے مطابق نام پوچھنا اس کا حق بنتا ہے۔ اب کیا میں اسے یہ کہتا کہ میرا نام خفیہ ہے؟"

موسیٰ نے گہرا سانس لیا اور اپنا ہاتھ روح کے پیچھے صوفے کی پشت پر پھیلا دیا۔

"حق نہیں بنتا ان کا!"

روح نے تڑخ کر جواب دیا۔

"نام پوچھنا تھا تو مجھ سے پوچھتی، آپ کی طرف دانت نکال کر دیکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور آپ بھی تو مسکراہٹ 'بکھیر رہے تھے۔ جیسے کوئی بڑا معرکہ سر کر لیا ہو۔"

موسیٰ نے ہنستے ہوئے اپنا سر جھکا لیا۔ اسے روح کا یہ روپ بے حد حسین لگ رہا تھا۔ محبت میں چھپی یہ جلن اسے احساس دلا رہی تھی کہ وہ اس لڑکی کے لیے کتنی اہمیت رکھتا ہے۔

"اچھا بابا معافی! اب اس بیچاری لڑکی کو تو معاف کر دو، دیکھو اس کے ہاتھ کانپ رہے ہیں۔ اگر تمہارے ہاتھ پر ڈیزائن خراب ہو گیا تو سارا الزام مجھ پر آئے گا۔"

موسیٰ نے منت بھرے لہجے میں کہا تو روح نے ایک نظر اس آرٹسٹ پر ڈالی جو واقعی سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔

"ارایم لکھ دو"

روح نے تھوڑا نرم پڑتے ہوئے آرٹسٹ سے کہا۔

"ارایم؟"

موسیٰ نے فوراً اعتراض کیا۔

"نہیں بالکل نہیں۔ پورا نام لکھا جائے گا روحِ موسیٰ اور دوسرے ہاتھ پر آپ نے موسیٰ کی دلہن لکھنا ہے اچھے سے لکھنا ہے"

سردار موسیٰ نے اس لڑکی کو دیکھ کر کہا جس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ پھر شروع ہو گئے؟"

روح نے گھور کر دیکھا۔

"ارے میں تو بس اسے سمجھا رہا تھا روح"

موسیٰ نے معصومیت سے کہا۔

"اتنے لوگوں کے سامنے اگر تم نے مجھے یوں گھورو تو لوگ کہیں گے سردار صاحب تو اپنی بیوی سے ڈرتے ہیں تو یہ بات بات پر گھورنا تو بند کرو روح"

سردار موسیٰ نے اسے کی گھورنے پر کہا۔

"تو ڈرنا چاہیے!"

روح نے ٹھوڑی اوپر اٹھا کر کہا۔

"محبت میں تھوڑا خوف بھی ضروری ہے تاکہ آپ کو یاد رہے کہ آپ کی ایک عدد جیلس بیوی بھی ہے جو کسی اور کو آپ سے بات کرتا دیکھ برداشت نہیں کر سکتی"

موسیٰ اس کے اس اعتراف پر مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا اس نے جھک کر روح کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اب غصے کی جگہ محبت کی چمک تھی۔

"تمہاری اس جیلسی پر تو میں اپنی جان وار دوں۔ سچ کہوں تو آج تم اس غصے میں اور بھی زیادہ قہر ڈھا رہی ہو۔ یہ حسن یہ مہندی کی خوشبو اور تمہارا یہ روپ... روح، تم نے واقعی مجھے اپنا اسیر بنا لیا ہے۔"

سردار موسیٰ نے دیوانہ وار کہا تھا۔

"باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔ابھی تھوڑی دیر پہلے ڈانس کر کے سب کو حیران کیا،اب اپنی باتوں سے میرا غصہ ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

روح نے شرما کر نظریں پھیر لیں۔

"کوشش نہیں، کامیابی!"

موسیٰ نے فخر سے کہا۔

"دیکھو، تمہارے چہرے کی لالی بتا رہی ہے کہ اب غصہ جا چکا ہے"

سردار موسیٰ کی بات پر روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا کیوں کہ اس کا غصہ واقعی جا چکا تھا۔



حویلی کے زنان خانے میں جہاں ایک طرف سردار موسیٰ اور روح کی محبت بھری نوک جھوک جاری تھی، وہیں دوسری جانب ایک اور کہانی اپنے رنگ بدل رہی تھی۔ یحییٰ، جو اب تک اپنی شرارتوں اور ڈانس سے پوری محفل کو گرمائے ہوئے تھا، اب کچھ دیر کے لیے اس ہنگامے سے دور ہونا چاہتا تھا۔ اس کی نظریں مسلسل ایک چہرے کو تلاش کر رہی تھیں—وہ چہرہ جو اس کے دل کی دھڑکنوں کا محور تھا ماہا۔ یحییٰ نے احتیاط سے ادھر ادھر دیکھا۔ سب لوگ باتوں اور قہقہوں میں مگن تھے، کسی کو اس کی کمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ دبے قدموں زنان خانے کی بالائی منزل کی طرف بڑھا جہاں ماہا کا کمرہ تھا۔ اس کے دل کی رفتار تیز ہو رہی تھی، کیونکہ آج وہ اسے ایک ایسی خوشخبری سنانے والا تھا جس کا انتظار ان دونوں کو بہت عرصے سے تھا۔

کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ یحییٰ نے اندر جھانکا تو دیکھا کہ ماہا آئینے کے سامنے بیٹھی اپنے ہاتھ پر لگی مہندی کو نہار رہی تھی۔ اس نے پرپل کلر کا نفیس لہنگا پہن رکھا تھا، بالوں کی لمبی چٹیا کندھے پر جھول رہی تھی اور ماتھے پر لگی چھوٹی سی بندیا اس کے حسن کو دوآتشہ کر رہی تھی۔ یحییٰ کچھ دیر وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا، جیسے اس منظر کو اپنی آنکھوں میں قید کر لینا چاہتا ہو۔

"ماشاءاللہ! نظرِ بد دور..."

یحییٰ کی اچانک آواز پر ماہا بری طرح اچھل پڑی۔ اس نے جلدی سے اپنا ہاتھ دوپٹے میں چھپایا اور گھبرا کر مڑی۔

"یحییٰ آپ... آپ یہاں اس وقت؟"

ماہا نے گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا، اس کی سانسیں پھول رہی تھیں یحییٰ مسکراتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوا اور اطمینان سے دروازہ بند کر دیا۔ یحییٰ نے کچھ بھی نہیں کہا وہ چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے آ کھڑا ہوا۔ ماہا نے نظریں جھکا لیں، اس کے گالوں پر حیا کی لالی پھیل گئی۔ یحییٰ نے اس کے چہرے کی طرف جھک کر دیکھا۔

"آج تو کمال لگ رہی ہو ماہا۔ ویسے تو تم ہمیشہ ہی پیاری لگتی ہو، لیکن یہ مہندی والے ہاتھ... یہ تمہاری شخصیت پر بہت جچ رہے ہیں۔"
اس نے آہستہ سے ماہا کا وہ ہاتھ تھاما جو اس نے دوپٹے میں چھپا رکھا تھا۔

"دکھاؤ تو، کیا ڈیزائن بنوایا ہے؟"

ماہا نے مزاحمت کی، لیکن یحییٰ کی گرفت مضبوط تھی۔اس نے جب اس کی ہتھیلی کھولی تو دیکھا کہ باریک بیلوں کے درمیان کہیں بہت چھوٹا سا کچھ لکھا ہوا تھا۔یحییٰ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"تو... کیا میری شرمیلی ماہا نے اپنے ہاتھ پر میرا نام لکھوایا ہے؟"
اس نے شرارت سے پوچھا۔

"میں نے... میں نے تو بس ڈیزائن بنوایا ہے۔"
ماہا نے اپنی نیچی نظریں اور بھی جھکا لیں۔

"اچھا؟ تو پھر ڈھونڈنے دو مجھے،"

یحییٰ نے چیلنج بھرے انداز میں کہا۔ وہ اس کی ہتھیلی پر بنے ڈیزائن میں اپنا نام تلاش کرنے لگا۔ ماہا کی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں، اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے ہاتھ کی پوروں سے یحییٰ کے لمس کی تپش اس کے وجود میں اتر رہی ہے۔ کچھ منٹ گزرنے کے بعد یحییٰ نے فاتحانہ انداز میں سر اٹھایا۔

"یہ رہا! یحییٰ بہت ہی خوبصورتی سے چھپایا ہے تم نے، لیکن میری نظروں سے بچنا مشکل ہے۔"

ماہا مسکرائی، اس کی مسکراہٹ میں فتح بھی تھی اور اقرار بھی۔ یحییٰ نے اس کا ہاتھ چھوڑے بغیر گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"آج روح اور نور مہندی لگوا رہی ہیں، کل وہ اس حویلی کی باقاعدہ زینت بن جائیں گی۔ جانتے ہو ماہا؟ میرا دل بہت بے تاب ہے اس دن کے لیے جب تم اسی طرح یہاں بیٹھ کر اپنے ہاتھوں پر مہندی لگوا رہی ہو گی، لیکن وہ مہندی کسی اور کی خوشی کے لیے نہیں، بلکہ صرف میرے نام کی ہو گی۔ وہ دن جب تم اس حویلی میں بیٹی بن کر نہیں، بلکہ یحییٰ کی بیوی اور اس کی عزت بن کر آؤ گی"

یحییٰ اس کی انکھوں میں دیکھ کر بول رہا تھا۔

"یحییٰ، آپ جانتے ہیں نا کہ یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ بابا..."

ماہا کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی۔۔

"پھوپھا مان گئے ہیں،"

یحییٰ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پر سکون لہجے میں کہا۔ماہا کو لگا جیسے اسے سنائی دینے میں غلطی ہوئی ہے۔اس نے حیرانی سے آنکھیں پھاڑ کر یحییٰ کو دیکھا۔

"کیا... کیا کہا آپ نے؟"

یحییٰ نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے اور اس کے قریب ہو گیا۔

"میں نے سید سائیں سے بات کی تھی۔میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ میں یحییٰ، ماہا کے بغیر ادھورا ہوں۔پہلے تو وہ تھوڑا سنجیدہ ہوئے، لیکن میری سچائی دیکھ کر ان کا دل پگھل گیا۔انہوں نے تمہارے بابا سے بات کی، اور تمہارے بابا نے ہامی بھر لی ہے۔"

یحییٰ نے سے تفصیل دی

"سچ؟ بابا مان گئے؟"

ماہا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، یہ خوشی کے آنسو تھے۔

"ہاں، لیکن ایک شرط پر،"

یحییٰ نے اسے چھیڑنے کے لیے ذرا سنجیدہ شکل بنائی۔

"انہوں نے کہا ہے کہ نکاح ابھی نہیں ہو گا، بلکہ تمہاری ایف ایس سی (F.Sc) کے امتحانات کے بعد ہو گا۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم پہلے اپنی تعلیم مکمل کرو۔"

یحییٰ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ مجھے تعلیم مکمل کرنی ہے، اور بابا کا مان بھی رکھنا ہے۔"

ماہا نے ایک لمبا سکون کا سانس لیا۔۔

"تو اب خوش ہو؟ یہ تمہارا سرپرائز تھا جو میں نے سنبھال کر رکھا تھا۔ اب سے تم صرف میری ہو، باقاعدہ طور پر۔ بس کچھ وقت کا انتظار ہے، پھر یہ یحییٰ، یہ حویلی تمہارے استقبال کے لیے تیار ہو گی۔"

یحییٰ نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔ ماہا نے پہلی بار سر اٹھا کر یحییٰ کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں صرف محبت اور سچائی تھی۔ اس نے دھیرے سے سر ہلایا، جیسے وہ اس خواب کی تعبیر پر مہر لگا رہی ہو۔ باہر ڈھولک کی تھاپ تیز ہو رہی تھی، شاید اب کوئی نیا گانا شروع ہوا تھا۔ یحییٰ نے اسے ایک آخری بار محبت بھری نظر سے دیکھا۔

"اب مجھے جانا چاہیے، اس سے پہلے کہ کوئی مجھے ڈھونڈتا ہوا یہاں پہنچ جائے اور سارا مزہ کرکرا کر دے۔ بس یاد رکھنا ماہا، تم میرا مان ہو، اور میں تمہارے ہر خواب کی حفاظت کروں گا۔"

وہ مڑا اور تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا، پیچھے ماہا کو ایک نئی دنیا کے خوابوں میں چھوڑ گیا۔ وہ اب بھی آئینے میں اپنے مہندی والے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی بہت جلد وہ یحییٰ کی ہو جاتی۔

💗💗

حویلی میں جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے مہندی کی گہما گہمی تھی، اب وہاں ایک پر سکون سی خاموشی چھا گئی تھی۔ نور، جو اپنے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی کے خوبصورت بیل بوٹے سجائے، بوجھل لہنگے کو سنبھالتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی، تھکن سے چور تھی۔ اس کی ہتھیلیوں پر رچی مہندی کی خوشبو پورے کمرے میں پھیل رہی تھی۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنی زلفوں کو درست کرنے ہی لگی تھی کہ اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ آئینے میں عکس ابھرا تو نور کے لبوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ آ گئی۔ ہاشم، جو دبے قدموں اس کے پیچھے چلا آیا تھا، اب دروازہ بند کر کے اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔

"آخر کار..."

ہاشم نے دھیمی اور گہری آواز میں کہا، اس کی نظریں نور کے سراپے کا طواف کر رہی تھیں۔

"آج فائنلی وہ دن آ گیا جب تم میری ہو جاؤ گی نور... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

نور نے حیا سے اپنی پلکیں جھکا لیں۔ ہاشم نے آگے بڑھ کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھا اور اسے دوبارہ آئینے کی طرف متوجہ کیا۔

"اپنی نظریں مت جھکاؤ نور، دیکھو تو سہی کہ تم آج کیا قہر ڈھا رہی ہو۔" ہاشم نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"تمہیں شاید اندازہ نہیں ہے کہ یہ روپ، یہ مہندی کا رنگ اور یہ لہنگا تمہارے حسن کو کس حد تک بڑھا رہا ہے۔ میں تو کب سے خود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن تمہاری ایک جھلک نے مجھے پھر سے اپنا دیوانہ بنا دیا ہے۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر نور کے ماتھے پر سجی بندیا کو چھوا۔

"تمہارا یہ ماتھا، جہاں میری محبت کا غرور سجتا ہے... تمہاری یہ آنکھیں، جن میں مجھے اپنے لیے بے پناہ پیار نظر آتا ہے، یہ مجھے اپنا اسیر بنا لیتی ہیں۔ اور تمہارے یہ لب..."
ہاشم کی آواز مزید گہری ہو گئی۔

"ان پر جب تم مسکراہٹ بکھیرتی ہو تو میرا دل اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے۔ میں تمہارے وجود کے ہر حصے کا دیوانہ ہوں نور۔ تم میری زندگی کی وہ روشنی ہو جس نے میرے اندھیروں کو ختم کر دیا۔"
نور کے دل کی دھڑکنیں اب ہاشم کے لفظوں کی تپش سے بے ترتیب ہو رہی تھیں۔ اس نے آہستہ سے ہاشم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا، جس پر ابھی تازی مہندی لگی تھی۔

"ہاشم، آپ... آپ اتنا پیار کریں گے تو میں خود کو کیسے سنبھالوں گی؟"
نور نے کانپتی آواز میں پوچھا۔ ہاشم نے ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ
اس کا ہاتھ اٹھایا اور اس کی ہتھیلی کو قریب سے دیکھنے لگا۔

"سنبھالنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اب تو تمہیں بکھرنا ہے، صرف
میرے لیے۔ لیکن پہلے مجھے وہ ڈھونڈنے دو جس کے بغیر یہ مہندی
ادھوری ہے۔"
وہ نور کی ہتھیلی پر بنے ڈیزائن میں اپنا نام تلاش کرنے لگا۔

"کہاں چھپایا ہے میرا نام؟ روح نے تو موسیٰ کا نام لکھوالیا، کیا میری نور نے
بھی میرے نام کی مہر اپنے ہاتھ پر لگائی ہے؟"

نور نے اپنی ہتھیلی کو تھوڑا پیچھے کرنے کی کوشش کی، لیکن ہاشم نے اسے مضبوطی سے تھام لیا۔

"ایسے نہیں نور، آج میں اپنا حق لے کر رہوں گا۔"

وہ بڑی باریک بینی سے مہندی کے پیچیدہ ڈیزائن کو دیکھنے لگا۔ پھولوں اور پتیوں کے درمیان، بہت ہی نفاست سے، نور نے 'ہاشم' کے حروف کو بکھیر رکھا تھا۔ جیسے ہی اسے اپنا نام نظر آیا، ہاشم کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"مل گیا!"

اس نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

"ہاشم... یہاں، میری دھڑکنوں کے بالکل قریب"

نور نے ہاشم۔ کی محبت دیکھی تو شرما کر بولی۔

"تمہارے ہاتھ کی یہ لکیریں اب میرے نام کی پابند ہو چکی ہیں۔"

اس نے نور کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا، مہندی کی ٹھنڈک اسے اپنے دل تک محسوس ہوئی۔ نور نے اپنی آنکھیں موند لیں، اس لمحے کی شدت نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ ہاشم نے اسے اپنی طرف موڑا۔ کمرے کی مدھم روشنی ان دونوں کے جذبات کو مزید گہرا کر رہی تھی۔ باہر کوئٹہ کی سرد ہوا کھڑکی کے پردوں کو لہرا رہی تھی، لیکن کمرے کے اندر کا درجہ حرارت ہاشم کی تپش سے بڑھتا جا رہا تھا۔

ہاشم نے جھک کر نور کی گردن کے قریب اپنی سانسوں کی تپش چھوڑی۔ نور کا وجود ایک انجانے خوف اور بے پناہ چاہت کے درمیان لرز اٹھا۔ ہاشم کے ہاتھ اب اس کے لہنگے کی کمر پر بندھی ڈوریوں کی طرف بڑھے۔ اس کی انگلیاں جب ریشمی ڈوریوں سے ٹکرائیں تو نور نے بے اختیار ہاشم کے کاندھوں کو تھام لیا۔

"ہاشم..."

اس کے منہ سے ایک دبی دبی سی پکار نکلی۔ ہاشم نے کچھ نہیں کہا، بس ایک جھٹکے سے وہ ڈوریاں کھول دیں۔ ریشمی لباس کا بوجھ نور کے وجود پر بوجھل ہونے لگا، لیکن ہاشم کے مضبوط ہاتھوں نے اسے سنبھال لیا۔ اس نے اپنے لب نور کے ننگے کندھے پر رکھ دیے، جہاں مہندی کی مہک اور اس کے جسم کی خوشبو ایک ہو رہی تھی۔ نور نے اپنی گردن ایک طرف جھکا دی، ہاشم کا لمس اسے کسی خوابناک وادی میں لے جا رہا تھا۔ ہاشم نے اسے مزید اپنے قریب کیا، یہاں تک کہ ان کے درمیان سانسوں کا فاصلہ بھی ختم ہو گیا۔ اس نے اپنے لب نور کے کان کے پاس لائے۔

"تم صرف میری ہو نور... آج، کل اور ہمیشہ کے لیے۔ کوئی طاقت ہمیں الگ نہیں کر سکتی۔"

اس نے نور کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اب صرف سپردگی تھی۔ ہاشم نے آہستگی سے اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے، ہاشم کے لمس نے جیسے وقت کو وہیں روک دیا تھا۔ وہ دونوں ہی ایک دُوسرے میں کھوئے ہوئے تھے۔



عدنان اپنے کمرے کی طرف دیا تھا۔ دروازہ آدھا کھلا تھا، اندر کی مدھم روشنی راہداری میں جھانک رہی تھی۔ عدنان نے مسکراتے ہوئے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ حفصہ بیڈ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی، لیکن اس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے ہاتھوں پر لگی گہری مہندی اب سوکھ رہی تھی، جس کی بھینی بھینی خوشبو پورے کمرے میں رچی ہوئی تھی۔

عدنان خاموشی سے اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔ حفصہ کو اس کے آنے کا احساس تو ہوا لیکن اس نے آنکھیں نہیں کھولیں، بس لبوں پر ایک ہلکی سی تھکی ہوئی مسکراہٹ ابھری۔

"کیا ہوا؟ میرا بچہ تھک گیا ہے؟"

عدنان نے نہایت پیار اور دھیمے لہجے میں پوچھا اور اپنا ہاتھ آہستہ سے اس کے ماتھے پر پھیرا۔

"ہمم..."

حفصہ نے آنکھیں کھولے بغیر بس ایک لمبی سانس بھری اور سر ہلا دیا۔

"آج سارا دن اتنی گہما گہمی رہی، پھر یہ مہندی کی رسم... سچ کہوں تو عدنان، اب تو ہمت جواب دے رہی ہے۔"

اس نے ابھی بھی اپنی آنکھیں بند رکھی تھی۔ عدنان نے اس کی معصومیت پر ایک دلکش مسکراہٹ بکھیر دی۔

"تھکن تو ہونی ہی تھی، آخر میری بیوی نے پورے فنکشن کی رونق جو بڑھائی ہے۔ لیکن فکر مت کرو، اب میں آ گیا ہوں نا۔"

اس نے حفصہ کا مہندی سے رچا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھام لیا۔ مہندی اب تقریباً سوکھ کر جھڑنے کے قریب تھی، جس کا رنگ گہرا سرخی مائل سیاہ ہو چکا تھا۔ عدنان نے اس کی ہتھیلی کو قریب کر کے بڑے غور سے دیکھنا شروع کیا۔

"اب یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟"

حفصہ نے تھوڑی سی آنکھ کھول کر اسے تجسس سے دیکھا۔

"اپنا نام تلاش کر رہا ہوں۔"

عدنان نے اس کے ہاتھوں پر نظریں جمائے جواب دیا۔

"آخر میری بیوی نے اپنے ہاتھ پر میرا نام تو لکھوایا ہی ہو گا اب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میری حفصہ نے مجھے کہاں چھپا کر رکھا ہے۔"

عدنان نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ حفصہ نے شرماتے ہوئے اپنی ہتھیلی بند کرنے کی کوشش کی لیکن عدنان نے اسے پکڑ لیا۔

"ایسے نہیں بیگم! محنت کی ہے تو صلہ بھی ملے گا۔"

وہ بڑی باریکی سے مہندی کے ڈیزائن میں غرق ہو گیا۔ باریک بیل بوٹوں، پھولوں اور پتیوں کے جال میں کہیں بہت نفاست سے 'عدنان' کے حروف بکھرے ہوئے تھے۔

"یہ رہا!"

عدنان نے فاتحانہ لہجے میں کہااور اس جگہ پر اپنی انگلی پھیری۔

"یہاں... بالکل بیچ میں۔اس کا مطلب ہے میں تمہاری ہر سوچ کے مرکز میں ہوں۔"

عدنان نے محبت سے کہاحفصہ نے شرما کر اپنی نظریں جھکالیں۔عدنان نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگالیا۔

"مہندی کا رنگ بہت گہرا چڑھا ہے حفصہ،اور کہتے ہیں مہندی جتنی گہری ہو،شوہر اتنا ہی زیادہ پیار کرنے والا ہوتا ہے۔تو اس کا ثبوت تو تمہارے ہاتھوں نے دے دیا ہے۔"

عدنان نے اس کی طرف دیکھا۔

"رنگ تو گہرا آنا ہی تھا، آخر آپ کی محبت کی تاثیر ہے یہ۔"
حفصہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ عدنان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک ابھری۔ اس نے حفصہ کے چہرے کی طرف جھکتے ہوئے کہا

"تو چلو آؤ... اب میں اپنی اور اپنی بیوی کی تھکن مٹاتا ہوں۔"
اس کے لہجے میں موجود شرارت اور گہرائی نے حفصہ کے دل کی دھڑکنیں تیز کر دیں۔ عدنان نے اسے آہستہ سے اپنی طرف کھینچا۔

"عدنان... یہ آپ کیا..."
حفصہ نے گھبرا کر اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ عدنان نے کچھ نہیں کہا، بس اس کے گال پر ایک پیار بھری 'کس' کی اور اس کے چہرے کی رنگت یکدم بدل گئی۔ عدنان اس کے ہونٹوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔

"عدنان میں تھک گئی ہوں"

حفصہ نے معصومیت سے کہا۔۔

"اسی کا تو علاج کر رہا ہوں تمہاری بھی تھکن میٹ ارہا ہوں اپنی بھی"

عدنان نے محبت سے کہا۔

"عدنان میرا دل کر رہا ہے میں ریسٹ کر رہا ہوں کل ویسے بھی بارات ہے اگر اپ ایسے مجھے تنگ کریں گے ساری رات جگا کر رکھیں گے تو کل میں پاگلوں کی طرح جمائیاں لیتی پھروں گی"

حفصہ نے معصومیت سے اسے منع کرنا چاہا لیکن عدنان کہاں پیچھے رہنے والا تھا اس نے بغیر اس کی ایک سنے اس کے ہونٹوں پر لب رکھ دیے تھے اور اس کے لمس کو اپنے اندر اتارنے لگا۔اس نے حفصہ کے ہونٹوں کو آزاد کیا تو وہ کالا انار کی طرح دہک رہے تھے۔

عدنان کی انگلیاں اب اس کے بلاؤز کی پشت کی طرف بڑھیں۔ حفصہ کا وجود ایک جھرجھری لے کر رہ گیا جب عدنان نے نہایت مہارت سے زپ کو نیچے کی طرف سرکایا۔ ریشمی لباس کا لمس اور ٹھنڈی ہوا نے حفصہ کے بدن میں ایک ارتعاش پیدا کر دیا اور وہ تڑپ کر عدنان کے سینے سے لگ گئی۔ عدنان نے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتے ہوئے اس کی گردن پر اپنی محبت کی شدتیں اتارنا شروع کر دیں۔ حفصہ کی سانسیں بے ترتیب ہو رہی تھیں اور اس نے بے اختیار عدنان کے کرتے کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا۔

"تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے حفصہ کہ تم اس وقت کتنی حسین لگ رہی ہو۔"

عدنان نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

"تمہارے آنے سے میری زندگی کے سارے ادھورے رنگ مکمل ہو گئے ہیں۔ میری بنجر زندگی میں تم ایک بہار بن کر آئی ہو۔ میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر تم نہ ہوتیں، تو میرا کیا ہوتا؟"

اس نے حفصہ کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا اور اس کی آنکھوں میں جھانکا جہاں اب صرف عدنان کا عکس تھا۔

"شکریہ حفصہ... میری زندگی کو اتنا خوبصورت بنانے کے لیے، مجھے اپنی محبت کے قابل سمجھنے کے لیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری زندگی کا ہر لمحہ خوشیوں سے بھر دوں گا۔"

حفصہ کی آنکھوں میں نمی تیرنے لگی، لیکن یہ خوشی کے آنسو تھے۔ اس نے اپنا سر عدنان کے کندھے پر ٹکا دیا۔ کمرے کی مدھم روشنی، مہندی کی مہک اور عدنان کے لمس کی تپش نے ایک ایسا جادوئی ماحول بنا دیا تھا جہاں وقت جیسے تھم گیا تھا۔۔

💗💗

رات گہری ہو گئی تھی اور ہر طرف خاموشی کا پہرہ تھا آریز نقوی بھاری قدموں سے قندیل کے کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا۔ آج کی رات خوشیوں اور جشن کی رات تھی، لیکن اس کے دل کے اندر ایک عجیب سی بے چینی اور پچھتاوے کی آگ دہک رہی تھی۔ وہ کمرے کے سامنے پہنچا اور آہستہ سے دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ کمرے کے اندر مدھم روشنی پھیلی ہوئی تھی جو دیواروں پر لگی لالٹینوں سے چھن کر آ رہی تھی۔ سامنے بیڈ پر قندیل سو رہی تھی۔ اس نے پرپل رنگ کا وہی جوڑا پہن کر رکھا تھا شاید وہ فنکشن کے بعد تھکن کی وجہ سے کپڑے تبدیل کیے بغیر ہی سو گئی تھی۔ آریز دبے قدموں اس کے قریب آیا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا۔ قندیل کا چہرہ اس وقت کسی معصوم کلی کی طرح لگ رہا تھا۔

اس کی لمبی پلکیں اس کے گالوں پر سایہ فگن تھیں اور ماتھے پر آئی ہوئی بالوں کی ایک لٹ اس کے حسن کو مزید گہرا کر رہی تھی۔ آریز اسے دیکھتا رہا۔ اس کی نظریں قندیل کے تراشیدہ نقش و نگار سے ہوتی ہوئی اس کے گلابی لبوں پر جا ٹکرائیں۔ اس لمحے آریز کا دل باغی ہونے لگا۔ وہ تمام دوریاں، وہ تمام نفرتیں جو ان کے درمیان حائل تھیں، ایک پل کے لیے دھندلا گئیں۔ اسے یاد آیا کہ یہ لڑکی اب اس کے نام سے منسوب ہے، یہ اس کی بیوی ہے۔ جذبات کی شدت میں آریز نے خود پر قابو کھو دیا اور دھیرے سے جھک کر اپنے لب اس کے لبوں پر رکھ دیے۔

اس کا لمس اتنا گہرا اور اچانک تھا کہ قندیل کی آنکھ کھل گئی۔ جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے اتنا قریب ہے، وہ بری طرح ہڑبڑا کر اٹھی اور جھٹکے سے پیچھے کی طرف ہوئی۔ اس کی آنکھوں میں خوف اور حیرت کے ملے جلے جذبات تھے۔

"آریز۔۔۔یہ۔۔۔یہ کیابد تمیزی ہے؟"

قندیل کی آواز کانپ رہی تھی، وہ بیڈ کی پشت سے جا لگی۔آریز نے اس کی طرف دیکھا لیکن اس کی آنکھوں میں ندامت کے ساتھ ساتھ محبت کی ایک تڑپ بھی تھی۔

"قندیل، میں۔۔۔میں خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔مجھے معاف کر دو، میں تمہیں دکھ نہیں دینا چاہتا تھا میں تم سے جو بھی ہمارے درمیان ماضی میں ہوا اس کی معافی مانگنا چاہتا ہوں"

آریز نے اس کی طرف دیکھ کر کہا وہ اپنے رشتے کو اگے بڑھانا چاہتا تھا اسی لیے وہ کسی بھی حالت پر قندیل کو راضی کرنا چاہتا تھا۔

"معافی؟"

قندیل نے تلخی سے ہنستے ہوئے کہا۔

"آپ کو لگتا ہے کہ ایک لفظ 'معافی' کہنے سے سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا؟
آپ نے میرے ساتھ کیا کیا ہے، کیا آپ بھول گئے؟"
قندیل نے سوال کیا تھا۔

"میں جانتا ہوں میں نے غلطیاں کی ہیں، قندیل۔"
آریز نے اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی لیکن قندیل نے جھٹک دیا۔

"لیکن میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ یہ نکاح، یہ رشتہ میرے لیے کوئی سودا
نہیں ہے۔ میں واقعی تمہیں اپنی زندگی بنانا چاہتا ہوں۔"
آریز نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر کہا قندیل بھی اس کے لیے نرم گوشا
رکھتی تھی لیکن اسے ایک موقع دیتے ہوئے اسے ڈر لگ رہا تھا۔

"محبت؟ آریز نقوی کے منہ سے یہ لفظ جچتا نہیں ہے۔ آپ نے تو میری ذات کا سودا کیا تھا، آپ نے مجھے مجبور کیا تھا۔ جس رشتے کی بنیاد ہی سودے بازی پر ہو، وہاں محبت کیسی؟"

قندیل کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ آریز کا دل اس کے لفظوں کی کاٹ سے چھلنی ہو گیا۔ اس نے خاموشی سے قندیل کے ہاتھوں کی طرف دیکھا، جہاں مہندی کے گہرے نقش بنے ہوئے تھے۔ اسے امید تھی کہ شاید اس ڈیزائن میں کہیں اس کا نام بھی چھپا ہو گا۔

"دکھاؤ مجھے اپنا ہاتھ۔"

آریز نے حکم کے بجائے التجا والے لہجے میں کہا۔ قندیل سمجھ گئی تھی وہ اپنا نام تلاش کرنا چاہتا ہے اس لیے اس نے خاموشی سے اپنے ہاتھ اس کے سامنے کر دیے۔ آریز نے بڑی بے تابی سے اس کی ہتھیلیوں پر بنے پیچیدہ ڈیزائن میں اپنا نام ڈھونڈنا شروع کیا۔ وہ ایک ایک لکیر، ایک ایک پھول کو غور سے دیکھ رہا تھا، لیکن 'آریز' کے حروف کہیں نظر نہیں آ رہے تھے۔ اس نے دوسرا ہاتھ دیکھا، وہاں بھی وہی ڈیزائن تھا لیکن نام غائب تھا۔ آریز کے چہرے پر دکھ کے سائے گہرے ہو گئے۔

"تم نے میرا نام نہیں لکھوایا؟"

اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

"روح نے موسیٰ کا نام لکھا، نور نے ہاشم کا، حفصہ نے عدنان کا۔۔۔ لیکن تم نے میرے نام کی ایک لکیر تک اپنے ہاتھ پر نہیں لگوائی؟ کیا میں تمہارے لیے اتنا ہی اجنبی ہوں؟"

آریز کا دل کٹ سا گیا تھا۔۔

"ہاں!"

قندیل نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

"آپ نے میرے ہاتھ پر اپنے نام کی مہندی نہیں، بلکہ اپنی حاکمیت کے نشان چھوڑے ہیں۔ میں نے یہ مہندی صرف اس لیے لگوائی کیونکہ یہ حویلی کی روایت تھی، آپ کی محبت کی وجہ سے نہیں۔ آپ میرے شوہر ضرور ہیں، لیکن میرے دل میں آپ کا کوئی مقام نہیں ہے۔"

قندیل نے دوٹوک جواب دیا۔

"قندیل، میں اپنی ہر غلطی کا ازالہ کروں گا۔"

آریز نے تڑپ کر کہا۔

"کچھ چیزوں کا ازالہ نہیں ہوتا، آریز۔"

قندیل نے اپنا رخ موڑ لیا۔

"آپ نے میری عزتِ نفس کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ آپ نے مجھے ایک چیز کی طرح خریدا تھا۔ اب اس جسم پر آپ کا حق ہو سکتا ہے، لیکن میری روح اور میری محبت پر آپ کا کوئی اختیار نہیں ہے۔"

آریز وہیں ساکت بیٹھا رہ گیا۔اسے احساس ہوا کہ مہندی کا رنگ تو چڑھ سکتا ہے، لیکن ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔اس نے ایک بار پھر قندیل کے ان ہاتھوں کو دیکھا جن پر اس کا نام نہیں تھا،اور اسے اپنی ہار کا یقین ہونے لگا۔وہ خاموشی سے اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا، پیچھے قندیل کے سسکنے کی آوازیں خاموش رات میں گونج رہی تھی۔وہ اسے اپنانا چاہتی تھی لیکن جو اس نے اس کے وجود کا سودا کیا اس کے ساتھ ڈیل کی وہ اسے یہ سب کرنے نہیں دے رہا تھا 7 رات وہ اس کے بستر پر اس کے اشاروں پر ناچتی رہی یہ چیز اسے اجازت نہیں دے رہی تھی ورنہ اس کے لیے نرم گوشا تو وہ بھی اب محسوس کرتی تھی۔



ایک نئی صبح کا آغاز ہوا تھا حویلی میں خوشیاں لوٹ آئی تھی ہر چہرہ خوش تھا ہر کسی کی زندگی میں خوشیاں تھی سب لوگ اج لیٹ اٹھے تھے کیونکہ رات میں سب ہی دیر سے سوئے تھے اس وقت دوپہر کے دو بج رہے تھے اور شام کے سات بجے بارات کا وقت تھا بارات حویلی سے ہال جانی تھی ہر چیز کا انتظام مکمل ہو چکا تھا۔ بس اب ناشتہ کرنے کے بعد سب نے اپنی تیاری شروع کرنی تھی۔ روح ناشتہ کر کے اپنے کمرے میں ائی تھی سامیہ بیگم بھی اس کے پیچھے ائی سامیہ بیگم کے ساتھ ساتھ آریز نقوی بھی تھا۔

"روح ہم اندر آجائیں"

سامیہ بیگم نے مسکرا کر پوچھا روح نے مڑ کر ان کی جانب دیکھا تھا۔

"آپ کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں ماں سائیں آپ میری ماں ہیں"

روح فوراً ان کے پاس ائی ان کے ساتھ لگ کر بولی تھی وہ سامیہ بیگم اور آریز کو اندر لے کر آئی سامیہ بیگم نے اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

"ویسے اتنی چھوٹی سی تھی میری روح اب دیکھو کتنی بڑی ہو گئی ہے اور اج اس کی بارات ہے"
سامیہ بیگم نے نم آنکھوں سے کہا۔

"ماں سائیں آپ فکر کیوں کر رہی ہیں اپ کی بیٹی ہمیشہ اپ کے پاس ہی رہے گی"
آریز نقوی نے سامیہ بیگم سے کہا۔

"مجھے پتہ ہے آریز لیکن میں ماں ہوں بس دل تھوڑا اداس ہے"
سامیہ بیگم نے اداسی سے کہا۔

"آپ فکر نہ کریں چاچی سائیں آپ کی بیٹی کو بہت خوش رکھوں گا آپ کو کبھی بھی شکایت کا موقع نہیں ملے گا"

سردار موسیٰ نے کمرے میں قدم رکھتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے پتہ ہے میرے شہزادے"

سامیہ بیگم نے محبت سے سردار موسیٰ کی طرف دیکھا۔ سامیہ بیگم نے نوٹس لیا تھا جب وہ پہلے دن آئی تو اس کے گلے میں وہ لاکٹ نہیں تھا جو اس کے بابا لائے تھے لیکن اب وہ اس کے گلے میں تھا۔

"یہ کہاں سے ایا"

سامیہ بیگم نے لاکٹ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ماں سائیں نے اپنے پاس سنبھال کر رکھا انھوں نے کل ہی دیا جب وہ جیولری دیکھ رہی تھی اور کہا یہ میری امانت ہے"

روح نے مسکرا کر بتایا اس لاکٹ پر ان کے شوہر کا لمس تھا سامیہ بیگم نے اس پر ہونٹ رکھے۔

"اسے ہمیشہ اپنے پاس سنبھال کر رکھنا"

سامیہ بیگم محبت سے بولی تو روح نے ہاں میں سر ہلایا۔

"موسیٰ"

سامیہ بیگم نے اب موسی کو مخاطب کیا۔۔

"جی چاچی سائیں"

موسیٰ نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میں اپنی روح کو خود تیار کرنا چاہتی ہوں تمہاری دلہن اسے میں بنانا چاہتی ہوں کیا مجھے اجازت ہے"

سامیہ بیگم نے پوچھا تو سردار موسیٰ ان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

"اپ میری ماں کی جگہ رکھتی ہیں اور روح اپ کی بیٹی ہے اپ کا اس پر حق ہے اپ کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے اگر اپ کا دل ہے اپ اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے میری دلہن بنائیں گی تو مجھے اس پر اعتراض کیوں ہوگا"

سردار موسیٰ نے ان کے ہاتھ تھام کر کہا۔

"سچ میں آیت بھابھی کی تربیت نظر آتی ہے"

سامیہ بیگم نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے تھے سردار موسی کو فخر ہوا تھا سامیہ بیگم نے ان کی ماں کی تربیت کی تعریف کی تھی۔

"روح میں تمھارے لیے یہ لایا ہوں ء
آریز نے اس کے اگے ایک باکس کیا روح نے وہ لیا جب اسے جب اسے کھول کر دیکھا تو اس میں ہیرے کی انگوٹھی تھی۔

"بھائی یہ میرے لیے بہت خاص ہیں کیونکہ اپ میرے لیے لائے ہیں لیکن میں اپ کو ایک مشورہ دوں گی"
روح نے اس باکس کو بند کر کے اپنی جیب میں رکھا تھا جب کہ وہ تینوں روح کو دیکھ رہے تھے۔

"اپ کو جب بھی لگے نا میرے لیے کوئی تحفہ لانا ہے تو اپ کے پاس تین اپشن ہوں گے یا تو اپ میرے لیے ڈھیر ساری چاکلیٹس لے ایئے گا یا تو اپ میرے لیے گول گپے لے ایئے گا یا میرے لیے گجرے لے ایئے گا کیونکہ یہ تینوں تحفے مجھے بہت پسند ہیں لیکن اپ کی بار میں اسے رکھ رہی ہوں کیونکہ اس کے اندر اپ کا خلوص ہے"

روح کی بات ہو وہ تینوں ہی اسے دیکھ مسکرا رہے تھے اج اس لڑکی کی بارات تھی اور بچپنا اس میں سے اب تک نہیں گیا تھا۔۔

وقت پر لگا کر اڑ رہا تھا۔ حویلی میں گہما گہمی اپنے عروج پر تھی، لیکن زنان خانے کے اس کمرے میں ایک عجیب سا سکون اور تقدس کا احساس تھا جہاں سامیہ بیگم اپنی زندگی کی سب سے بڑی آرزو پوری کر رہی تھیں۔ انہوں نے اپنی روح کو سردار موسیٰ کی دلہن خود بنانا تھا سامیہ بیگم نے روح کو مہرون اور سنہری بھاری عروسی جوڑا پہنایا تھا جو خاص طور پر اس دن کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ جب روح وہ جوڑا پہن کر نکلی تو سامیہ بیگم کے ہاتھ لرزنے لگے تھے۔

"میری بچی..."

سامیہ بیگم نے اسے کرسی پر بٹھایا اور اس کے چہرے پر میک اپ کے ہلکے مگر نفیس لمس دیے۔ روح کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں کاجل کی لکیر سے اور بھی گہری لگ رہی تھیں، جبکہ اس کے لبوں پر سرخ لپ اسٹک اس کے گورے رنگ پر قہر ڈھا رہی تھی۔ سامیہ بیگم نے بڑے پیار سے روح کے گلے میں وہ ہیروں کا ہار پہنایا جو حویلی کی روایت تھی، اور پھر اس کے اوپر وہی لاکٹ سجایا جو اس کے بابا کی نشانی تھا۔ ماتھے پر جھومر اور بندیا لگی تو روح کا روپ جیسے مکمل ہو گیا۔ پھر انھوں نے اسے نتھ پہنائی آخر میں سامیہ بیگم نے وہ بھاری کامدار دوپٹہ اس کے سر پر رکھا اور پنوں سے اسے سیٹ کیا۔

جب تیاری مکمل ہوئی اور روح آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی تو کمرے میں موجود ہر چیز جیسے اس کے حسن کے سامنے ماند پڑ گئی۔ اس کا میک اپ بالکل پرفیکٹ تھا پیسہ لگ رہا تھا جیسے سامیہ بیگم میک اپ میں ایکسپرٹ ہو وہ سردار موسی کی دلہن بن کر مکمل طور پر تیار کھڑی تھی اس کے بارات کے جوڑے کی لیس پر سردار موسی کی دلہن لکھا ہوا تھا جو کہ اس کے حسن کو مزید نکھٹ رہا تھا سامیہ بیگم نے اسے دیکھا تو ان کی آنکھیں بے اختیار بھر آئیں۔ وہ لبوں پر ہاتھ رکھ کر اسے نہارتی رہیں، ان کے پاس الفاظ نہیں تھے کہ اس حسن کی تعریف کر سکیں۔

"ماں سائیں... میں اچھی لگ رہی ہوں نا؟"

روح نے معصومیت سے پوچھا۔ سامیہ بیگم نے آگے بڑھ کر روح کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

"اچھی؟ روح، تم تو آج اس قدر خوبصورت لگ رہی ہو کہ میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں تمہیں میری ہی نظر نہ لگ جائے۔ آج تمہارے بابا زندہ ہوتے تو وہ دیکھ کر فخر کرتے کہ ان کی بیٹی کس قدر باوقار اور حسین لگ رہی ہے۔"

سامیہ بیگم کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر روح کے گال پر گرا۔ انہوں نے فوراً اسے صاف کیا اور روح کے ماتھے پر ایک طویل بوسہ دیا۔

"اللہ تمھارے نصیب بہت اچھے کرے۔ میری جان، اللہ تمھیں دنیا کی ہر خوشی دے۔ سردار موسیٰ کی محبت تمھارے لیے ہمیشہ ایسی ہی رہے جیسے آج ہے۔ تم اس حویلی کی وہ روح بنو جس کی خوشبو سے یہ در و دیوار ہمیشہ مہکتے رہیں۔ میری دعا ہے کہ تمھاری آنکھوں میں کبھی غم کا کوئی آنسو نہ آئے، اور اگر آئے بھی تو وہ صرف خوشی کا ہو۔"

سامیہ بیگم نے روح کو سینے سے لگالیا۔ روح کو ان کی آغوش میں وہ سکون محسوس ہوا جو اس نے اج تک عافیہ بیگم کی گود میں محسوس نہیں کیا تھا یا پھر اس کی کوئی تائی امی یا چاچی سائیں لیکن اج جو سکون اس کے دل میں اتر رہا تھا اس کا تو کوئی موازنہ ہی نہیں تھا سب ہی اس سے بہت محبت کرتے تھے لیکن سامیہ بیگم تو پھر اس کی اپنی ماں تھی نا جنہوں نے اسے جنم دیا تھا۔

"ماں سائیں، آپ روئیں مت۔ میں ہمیشہ آپ کی وہی چھوٹی روح رہوں گی جو آپ کے پیچھے پیچھے گھومتی تھی۔"
روح نے بچپن کی بات کی اسے وہ سب یاد تو نہیں تھا لیکن پھر بھی چھوٹے بچے ہمیشہ اپنی ماں کے پیچھے پیچھے ہی رہتے ہیں۔

"مجھے پتہ ہے میری بیٹی..."
سامیہ بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"لیکن آج تم ایک نئے سفر پر نکل رہی ہو۔ یہ سفر ذمہ داریوں کا ہے، محبت کا ہے، اور ایثار کا ہے۔ تم نے سردار موسیٰ کا مان بننا ہے، اس کی عزت بننا ہے اور اس حویلی کو تم نے سنبھالنا ہے کیونکہ تم اس حویلی کی سردارنی ہو" سامیہ بیگم نے روح کی آنکھوں کا کاجل اپنی انگلی سے درست کیا اور اسے صدقہ وار کر دعائیں دیں۔

"میری شہزادی، آج تمھارا شہزادہ تمھارا انتظار کر رہا ہے۔ اللہ تمھیں اپنی امان میں رکھے۔"

کمرے کے باہر ڈھول تاشوں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ بارات کی روانگی کا وقت قریب آ گیا تھا۔ روح نے ایک آخری بار آئینے میں اپنا عکس دیکھا، اس کے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ اس جوڑے میں، ان دعاؤں کے سائے میں، وہ صرف موسیٰ کی دلہن نہیں بن رہی تھی، بلکہ وہ اپنی زندگی کے سب سے خوبصورت امتحان کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ سامیہ بیگم نے اس کا ہاتھ تھاما اور اسے کمرے سے باہر لے آئیں، جہاں آریز اور باقی سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب آریز کی نظر اپنی بہن پر پڑی تو وہ بھی دنگ رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی چھوٹی سی شرارتی بہن آج اتنی بڑی اور باوقار دلہن بن گئی ہے۔ آریز اس کے پاس آیا تھا۔

"ماشاءاللہ اللہ میری بہن کو ہر خوشی نصیب کرے"

آریز نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے۔

"تھینک یو بھائی"

روح نے مسکرا کر کہا۔

"لگتا ہے کوئی مجھے بھول گیا ہے"

پیچھے سے ہاشم کی اواز ائی تھی جو کہ مکمل طور پر دولہے کے روپ میں اپنی کیوٹ سی بہن کے پاس ایا تھا ویسے تو اسے بارات لے کر جانی تھی لیکن وہ پہلے اپنی شہزادی سے ملنا چاہتا تھا۔۔

"بھائی ایسا کبھی ہو سکتا ہے"

روح نے آریز سے الگ ہو کر ہاشم کو گلے لگا لیا تھا ہاشم نے اسے اپنے اندر چھپایا اور اپنی چھوٹی سی بہن کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسوں آ گئے تھے۔۔

"ماشاءاللہ"

ہاشم نے اس کے ماتھے پر ہونٹ رکھے۔

"ابھی کل کے ہی بات ہے تم مجھ سے چاکلیٹس اور گول گپوں پر لڑتی تھی اور آج دیکھو"

ہاشم کی بات پر روح کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آگئی سامیہ بیگم اور آریز یہ منظر دیکھ رہے تھے انھوں نے روح کو کسی کے ساتھ بھی اتنا اٹیچ نہیں دیکھا تھا جتنا کہ ہاشم کے ساتھ دیکھا تھا اور موسیٰ کے ساتھ تو بات الگ تھی وہ اس کا شوہر تھا۔

"خیال رکھنا اپنا اب میں نکلتا ہوں بارات لے کر جانی ہے"

ہاشم نے اسے خود سے دور کیا تھا جس پر روح نے ہاں میں سر ہلایا تھا روح سامیہ بیگم اور آریز کے ساتھ ہال جا رہی تھی۔



نورا اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی اس نے بھی مہرون رنگ کا جوڑا پہنا ہوا تھا وہ مکمل طور پر دلہن کے روپ میں تھی وہ آج ہاشم کی دلہن بن کر تیار کھڑی تھی۔اس کا عروسی جوڑا،اس کی آنکھوں کی حیا اور اس کے وجود سے پھوٹتی خوشبو اس بات کی گواہ تھی کہ وہ ایک نئے جیون ساتھی کے نام اپنی زندگی کرنے جا رہی ہے۔

قندیل اس کے پاس بیٹھی اس کا دوپٹہ سیٹ کر رہی تھی۔قندیل کی اپنی زندگی میں اگرچہ تلخیوں کے سائے تھے، مگر اپنی بہن کے لیے اس کے دل میں ڈھیروں دعائیں تھیں۔

"نور... تم آج واقعی نور لگ رہی ہو،"
قندیل نے اس کا ہاتھ تھام کر دھیمے سے کہا۔

"ہاشم بھائی بہت خوش قسمت ہیں کہ انہیں تم جیسی ہم سفر ملی۔"
نور نے مسکرا کر قندیل کو دیکھا، مگر اس کی مسکراہٹ میں ایک بوجھل پن تھا۔

"قندیل، بس تھوڑا ڈر لگ رہا ہے۔ ایک نیا سفر کیا میں سب سنبھال پاؤں گی؟"

نور نے قندیل کی طرف دیکھا ابھی قندیل جواب دینے ہی والی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ریاست نقوی، آیت بیگم اور سردار موسیٰ کمرے میں داخل ہوئے۔اپنی بیٹی کو سرخ جوڑے میں، سر پر بھاری دوپٹہ اوڑھے اور زیورات میں لدی دیکھ کر ریاست نقوی کے قدم جیسے وہیں جم گئے۔

"میری شہزادی..."

ریاست نقوی کی آواز بھرا گئی۔وہ جو ہمیشہ ایک سخت گیر اور باوقار شخصیت کے مالک رہے تھے، آج اپنی بیٹی کے سامنے ایک کمزور باپ بن گئے تھے۔ نور فوراً کھڑی ہوئی اور اپنے بابا کے سینے سے جا لگی۔

"بابا سائیں!"

اس کی سسکی نکل گئی۔ ریاست نقوی نے لرزتے ہاتھوں سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔"

آج میرا بیٹی دلہن بنی ہے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ چھوٹی سی بچی جو میری انگلی تھام کر چلتی تھی، اتنی جلدی بڑی ہو جائے گی۔"

ریاست نقوی نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے تھے۔

آیت بیگم کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری تھے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ماں اور بیٹی کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"ریاست صاحب، روئیں مت۔ ہماری بیٹی اپنی ہی حویلی میں ہو گی بس کمرے کا فرق ہو گا۔ ہاشم اسے پھولوں کی طرح رکھے گا۔"

آیت بیگم نے مسکرا کر کہا ریاست نقوی نے قندیل کو بھی اپنے پاس بلایا اور اپنے ساتھ لگالیا۔ موسیٰ، جواب تک خاموشی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا، اپنی بہن کے قریب آیا۔ اس کی آنکھوں میں فخر اور اداسی کی ملی جلی کیفیت تھی۔ نور نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا، جس نے اسے ہمیشہ ایک باپ کی طرح تحفظ دیا تھا۔

"موسیٰ بھائی..."

نور نے اپنا ہاتھ موسیٰ کی طرف بڑھایا۔ موسیٰ نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"نور، آج میں بہت خوش ہوں۔ ہاشم میرا صرف یار نہیں، میرا بھائی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ تمہارا بہت خیال رکھے گا وہ تمہیں وہ ہر خوشی دے گا جس کی تم حقدار ہو۔"

موسیٰ کا لہجہ پختہ تھا، کیونکہ وہ ہاشم کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔اسے پتہ تھا کہ ہاشم کے دل میں نور کے لیے کتنا احترام اور محبت ہے۔

"میں جانتی ہوں بھائی وہ بہت اچھے ہیں لیکن پھر بھی مجھے رونا آرہا ہے" نور نے معصومیت سے کہا۔

"پگلی"

سردار موسیٰ نے اس کے ماتھے پر اپنے ہونٹ رکھے قندیل۔۔کو بھی اپنے پاس بلایا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔

" بابا سائیں اپ اور ماں سائیں نور کے ساتھ جائیں گیں ہم حال کے لیے نکلیں گیں"

سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا تو انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔



کوئٹہ کی ٹھنڈی ہواؤں میں آج ایک عجب سی تپش اور جوش تھا، کیونکہ آج حویلی کے دو چشم و چراغ، دو یارِ غار، سردار موسیٰ اور ہاشم نقوی اپنی زندگی کی سب سے بڑی خوشی سمیٹنے نکلے تھے۔ بارات کی شان و شوکت ایسی تھی کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ حویلی سے ہال تک گاڑیوں کی ایک طویل قطار تھی، جن کی ہیڈ لائٹس کی روشنی رات کے اندھیرے کو چیر رہی تھی۔ لیکن سب سے دلکش منظر بارات کے ہراول دستے کا تھا۔۔ سردار موسیٰ اور ہاشم نقوی سفید اور سنہری کامدار شیروانیاں پہنے، سروں پر شاہانہ پگڑیاں سجائے، اپنے اپنے سفید کڑیل گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان کی شخصیت کا رعب اور وقار گھوڑوں کی ٹاپ کے ساتھ ہم آہنگ ہو رہا تھا۔ موسیٰ کے چہرے پر ایک فاتحانہ سکون تھا، جبکہ ہاشم کی آنکھوں میں نور کو پانے کی بے تابی صاف جھلک رہی تھی۔

گھوڑوں کے آگے عدنان، رومان، یحییٰ اور حنان نے وہ اودھم مچایا تھا کہ ہر طرف دھوم مچ گئی۔ ڈھول کی تھاپ پر یہ تینوں یار اس طرح ناچ رہے تھے جیسے آج ان کی اپنی جیت کا دن ہو۔ بلوچی چھاپ اور روایتی رقص پر ان کے قدموں کی دھمک زمین کو ہلا رہی تھی۔ ان کے گلے میں موجود نوٹوں کے ہار اور چہروں پر موجود بے ساختہ خوشی بارات کی رونق کو دوبالا کر رہی تھی۔ جب بارات ہال کے دروازے پر پہنچی تو آتش بازی کے مظاہرے ہوئے کہ آسمان رنگوں سے بھر گیا۔ ٹھاہ ٹھاہ کی آوازوں کے ساتھ جب سردار موسیٰ اور ہاشم گھوڑوں سے اترے، تو آریز نقوی نے آگے بڑھ کر اپنے یاروں کا استقبال کیا۔

جیسے ہی دولہے اندر داخل ہوئے، ان پر گلاب کی پتیوں کی اس قدر بارش کی گئی کہ پورا راستہ سرخ قالین میں بدل گیا ہال کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ایک طرف مردوں کے لیے وسیع و عریض پنڈال تھا جہاں صوفے اور گاؤ تکیے لگے تھے، اور دوسری طرف خواتین کا حصہ تھا جو رنگ برنگی روشنیوں اور پردوں سے ڈھکا ہوا تھا تاکہ حویلی کی پردہ دار خواتین مکمل سکون سے تقریب کا حصہ بن سکیں۔ مردوں کے حصے میں جیسے ہی موسیٰ اور ہاشم داخل ہوئے، حویلی کے بڑوں اور معززین نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا۔ ریاست نقوی خود مہمانوں کی تواضع میں مصروف تھے، لیکن ان کی نظریں بار بار اپنے بیٹے اور داماد پر جا رہی تھیں۔

"ماشاءاللہ! آج تو میرے دونوں شہزادے بہت پیارے لگ رہے ہیں"

سید سائیں نے اپنے پوتوں کو دیکھ کر کہا تھا موسیٰ نے جھک کر سید سائیں کی داد وصول کی جبکہ ہاشم مسلسل مسکرا کر لوگوں کی مبارکبادیں وصول کر رہا تھا۔ عدنان اور یحییٰ نے اب بھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا، وہ بار بار دولہوں کے کان میں شرارتی جملے کس رہے تھے جس پر موسیٰ انہیں گھورتا تو وہ ہنس کر پیچھے ہو جاتے۔

💗💗

"یار ہم کب باہر جائیں گی"

روح جو کہ کمرے میں بیٹھی بیٹھی بور ہو گئی تھی اس لیے اس نے حفصہ کو دیکھ کر کہا جو کہ ان کے ساتھ ہی تھی۔

"بس لے جا رہے ہیں مامی بتا دیں"

حفصہ ابھی بات ہی کر رہی تھی کہ گلناز اور قندیل آئی تھی۔۔

"چلو سب باہر انتظار کر رہے ہیں"

گلناز نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا تھا جبکہ اس کی بات پر روح خوش ہو گئی تھی۔

"شکر ہے"

روح نے مسکرا کر کہا۔

"صبر لڑکی ایسی بھی کسی جلدی ہے"

گلناز اس کی اس بات پر اسکی طرف دیکھ کر بولی۔

"مجھے بس باہر جانا ہے"

روح نے معصومیت سے کہا۔

"باہر جانا ہے یہ موسیٰ بھائی کے پاس جانا ہے"
قندیل نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"اپنی باری آنے دو قندیل اگر میں نے تمھاری جان نہ عذاب کی ع دیکھنا"
روح نے اس کو گھور کر دیکھا جبکہ اس کی اس بات پر قندیل کو فوراً سے آریز کا خیال آیا تھا۔

"اچھا اچھا اب چلو"
حفصہ نے ان سے کہاں اور دلہنوں کو کھڑا کیا ان کے چہرے پر گھونگھٹ دیا اور وہ لوگ باہر کی طرف بڑھ گئے۔۔



ہال کا زنانہ حصہ اس وقت کسی پریستاں کا منظر پیش کر رہا تھا۔ دودھیا اور سنہری روشنیوں نے پورے پنڈال کو ایک جادوئی رنگ میں رنگ دیا تھا۔ مہکتے ہوئے تازہ گلابوں اور چنبیلی کے گجروں کی خوشبو فضا میں رچی بسی تھی۔ جیسے ہی اعلان ہوا کہ دلہنیں تشریف لا رہی ہیں، پورے ہال میں ایک خاموشی سی چھا گئی، سب کی نظریں اس طرف جمی تھی جہان سے دلہنوں نے آنا تھا۔

میوزک سسٹم پر ایک دھیمی اور مسحور کن دھن بجنے لگی۔ سب سے پہلے روح اور نور کی انٹری ہوئی۔ روح نے مہرون رنگ کا وہ شاہانہ جوڑا پہنا ہوا تھا جس کے دوپٹے کی باؤنڈری پر "سردار موسیٰ کی دلہن" کی کڑھائی تھی اور ساتھ میں ایک جالی دار دوپٹے سے گھونگھٹ کیا تھا وہ کہ بہت پیچھے تک پھیلا ہوا تھا جبکہ نور اپنے حیادار روپ میں کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ نور نے بھی بلکل اس کی طرح گھونگٹ کیا ہوا تھا۔

ان کے آگے آگے چھوٹی بچیاں پھولوں کی ٹوکریاں لیے پتیوں کی بارش کر رہی تھیں۔ گلناز، حفصہ، قندیل اور ماہا نے ان دونوں کو سہارا دے کر درمیان میں لیا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ ریڈ کارپٹ پر چلنا شروع ہوئیں، خواتین کی جانب سے "ماشاءاللہ" کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ ہر قدم پر ان کے بھاری جوڑوں کی سرسراہٹ اور پیروں میں پہنی پازیب کی چھن چھن ایک عجیب سماں باندھ رہی تھی۔

جب وہ دونوں اسٹیج پر پہنچیں اور مخصوص جگہ پر بیٹھ گئی تو سامیہ بیگم اور آیت بیگم نے آگے بڑھ کر ان کے ماتھے چومے۔ روح کے دل کی دھڑکنیں تیز تھیں، وہ بار بار گھونگھٹ کی اوٹ سے سامنے دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ موسیٰ کہاں ہے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہال کے مردانہ حصے سے دولہوں کی آمد کا شور اٹھا۔ سردار موسیٰ اور ہاشم نقوی، دونوں اپنے اپنے وقار کے ساتھ خواتین کے حصے کی طرف بڑھے۔ موسیٰ کی نظریں اسٹیج پر جمی تھیں جہاں اس کی زندگی کی سب سے بڑی جیت، اس کی روح بیٹھی تھی۔ ہاشم بھی اپنی مسکراہٹ چھپانے میں ناکام تھا، اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ آج نور واقعی اس کے نام ہونے جا رہی ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ اسٹیج کی سیڑھیوں کے قریب پہنچے، چار "سپاہی" ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ قندیل، حفصہ، ماہا اور گلناز نے ہاتھ جوڑ کر ایک انسانی دیوار بنا لی تھی۔

"رکیے رکیے سردار صاحب! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟"
گلناز نے شرارت سے کہا۔

"راستہ چھوڑو گلناز، ہمیں اپنی جگہ پر پہنچنے دو۔"

موسیٰ نے ابرو اچکا کر انہیں دیکھا۔

"ایسے کیسے ؟ اسٹیج تک جانے کا ٹیکس دینا پڑے گا"
حفصہ نے فوراً اپنا ہاتھ آگے کیا۔

"یہ کیا بات ہوئی"
ہاشم نے ان سب کو دیکھا۔

"یہ یہی بات ہوئی پیسے دیں گیں تو اندر جائیں گیں"
قندیل نے بھی فوراً سے کہا تھا۔

"یار دیکھو، بارات لانے میں سارا خرچہ ہو گیا، اب تو ہم خالی ہاتھ ہیں۔"
ہاشم نے جیب سے پرس نکالنے کی اداکاری کی اور پھر خالی ہاتھ دکھا دیے۔

"کنجوسی نہیں چلے گی ہاشم بھائی! آج تو جیب ڈھیلی کرنی ہی پڑے گی۔"
ماہا نے چہک کر کہا۔

"قندیل؟ تم تو میری بہن ہو نا؟ اپنے بھائی کا راستہ روکو گی؟"
موسیٰ نے قندیل کی طرف دیکھا، جو اس وقت بہت سنجیدہ بنی کھڑی تھی۔۔

"بھائی! رشتوں کا احترام اپنی جگہ، لیکن اس وقت میں 'دلہن' کی بہن ہوں اور آپ کے مدمقابل کھڑی ہوں۔ اگر اسٹیج تک جانا ہے تو پہلے جیب سے کڑکتے ہوئے نوٹ نکالیں، ورنہ آپ یہاں سے آگے نہیں جا سکتے۔"
موسیٰ کی طرف دیکھ کر بڑی معصومیت سے جواب دیا۔

"واہ! یعنی آج بہن بھی پارٹی بدل گئی؟"

موسیٰ نے قہقہہ لگایا۔

"پارٹی نہیں بدلی بھائی، بس قانون کی پاسداری کر رہی ہوں اس وقت میرا قانون دلہنوں کے ساتھ ہے وہاں ساتھ ساتھ رہوں گی تو پیسے آئیں گیں"

قندیل نے ڈھٹائی سے کہا۔

"اچھا بابا بتاؤ، کتنے پیسے چاہیے؟"

ہاشم نے ہار مانتے ہوئے پوچھا۔

"صرف پانچ لاکھ روپے!"

ماہا نے انگلیوں سے اشارہ کیا۔

"بس"

ہاشم نے ہنس کر بولا۔

"بس نہیں ہر ایک لڑکی کا پانچ لاکھ"

حفصہ نے ان کو درست کیا تھا۔

"کیا؟ پانچ لاکھ؟ تم لوگ اسٹیج بیچ رہی ہو یا ہمیں لوٹ رہی ہو؟"

پاشم کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ موسیٰ نے اپنی جیب سے پانچ سو کا ایک نوٹ نکالا اور قندیل کی طرف بڑھایا۔

"یہ لو، اور راستہ صاف کرو۔"

قندیل نے وہ نوٹ دیکھ کر ایسے منہ بنایا جیسے اسے کوئی کاغذ کا ٹکڑا دکھایا گیا ہو۔

"بھائی! یہ پانچ سو روپے تو ہم اس چھوٹی بچی کو بھی نہ دیں جو پھول پھینک رہی ہے۔ سردار موسیٰ کو یہ کنجوسی زیب نہیں دیتی۔"

ہال میں موجود خواتین اس تکرار سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ روح اور نور گھونگھٹ کے اندر دبی دبی ہنسی ہنس رہی تھیں۔ روح کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ گھونگھٹ اٹھا کر موسیٰ کی بے بسی دیکھے، لیکن حیا آڑے آ رہی تھی۔

"دیکھو بھائی! اگر پیسے نہیں دینے تو ہم یہاں سے نہیں ہلیں گے۔ بارات واپس لے جانی ہے تو لے جائیں۔"

حفصہ نے آخری وار کیا۔

"یار، یہ لڑکیاں تو واقعی سنجیدہ لگ رہی ہیں۔ آریز! کہاں ہو تم؟ آؤ اپنی ٹیم کو سنبھالو۔"

موسیٰ نے ہاشم کی طرف دیکھا۔ آریز مسکراتا ہوا قریب آیا۔ اس کی نظریں قندیل پر جمی تھیں، جو بڑی استقامت سے کھڑی تھی۔

"میں کچھ نہیں کر سکتا موسیٰ آج ان کا راج ہے۔ بہتر ہے کہ پیسے دے دو ورنہ یہ تمہیں ساری رات یہیں کھڑا رکھیں گی۔"
موسیٰ نے ایک لمبی سانس بھری اور اپنے کوٹ کی اندرونی جیب سے چیک نکالا۔

"یہ لو! یہ روح کی بہنوں کے لیے میری طرف سے تحفہ ہے کیا یاد کرو گی خوش ہو جاوگے اب تو راستہ چھوڑ دو؟"
سردار موسیٰ نے وہ قندیل کے آگے کیا اور قندیل نے لے لیا۔

"کیا 1 کروڑ"

قندیل نے جب چیک دیکھا تھا تو وہ حیران ہوئی جبکہ اس کی اس بات پر باقی سب کے بھی کان کھڑے ہو گئے۔

"ہاں کیا یاد کرو گے جاؤ کا سخی سردار سے پالا پڑا تھا ء
سردار موسیٰ نے مسکرا کر کہا وہ لڑکیاں فوراً سے سائیڈ ہو گئی تھی۔

"دیکھاؤ مجھے بھی"
گلناز نے قندیل سے چیک لیا وہ واقعی ایک کروڑ تھا لیکن ان کو نا جانے کیوں یقین نہیں آ رہا تھا۔ قندیل، گلناز اور حفصہ ابھی تک اس ہندسے کو گن رہی تھیں جو چیک پر درج تھا۔ ایک کروڑ کی رقم سردار موسیٰ کی طرف سے اپنی سالیوں اور بہنوں کے لیے پورے ہال میں ایک شور سا مچ گیا، ہر کوئی حیران تھا۔

"سردار صاحب! آپ نے تو ہمیں خرید ہی لیا،"

گلناز نے حیرت اور خوشی کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ کہا اور راستہ مکمل طور پر صاف کر دیا۔ سردار موسیٰ اور ہاشم نقوی وقار کے ساتھ آگے بڑھے۔ جیسے ہی موسیٰ، روح کے برابر صوفے پر بیٹھا، اسے محسوس ہوا کہ اس کے دل کی دھڑکنیں اس کی شیروانی کی تہوں کو چیر کر باہر نکل آئیں گی۔ روح کے وجود سے اٹھنے والی خاص مہک اسے اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔ دوسری طرف ہاشم بھی نور کے پہلو میں بیٹھ چکا تھا، اس کے چہرے پر ایک ایسی سکون آمیز مسکراہٹ تھی جیسے اسے برسوں کی تپسیا کا پھل مل گیا ہو۔ موسیٰ نے اپنا ہاتھ آہستہ سے بڑھایا اور روح کے کپکپاتے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔ روح نے ایک جھرجھری لی۔ اس کا لمس اتنا پُراثر تھا کہ روح کو اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

"گھونگھٹ اٹھاؤں؟"

موسیٰ نے نہایت مدھم، ریشمی آواز میں پوچھا۔ روح نے کوئی جواب نہیں دیا، بس اس کی جھکی ہوئی پلکیں اور تیز ہوتی سانسیں ہی اس کا اقرار تھیں۔

موسیٰ نے نہایت نفاست سے، لرزتی انگلیوں کے ساتھ مہرون کا مدار دوپٹے کا کنارہ پکڑا اور اسے آہستہ آہستہ اوپر اٹھانا شروع کیا۔

جیسے ہی روح کا چہرہ بے نقاب ہوا، سردار موسیٰ کا سانس وہیں اٹک گیا۔ وہ سامنے موجود حسن کو دیکھ کر ایک پل کے لیے بھول گیا کہ وہ کہاں بیٹھا ہے۔ روح کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں، جن میں حیا کی سرخی تیر رہی تھی، لال لب جو لرز رہے تھے، اور ماتھے پر سجا وہ جھومر... وہ واقعی بہت حسین لگ رہی تھی اس کی آنکھوں میں کاجل کی لکیر نے موسیٰ کے دل پر جیسے کوئی نقش کھینچ دیا تھا۔

"یا اللہ... روح! تم نے تو میرا دل ہی میرے کنٹرول میں نہیں چھوڑا میں نے سوچا تھا تم خوبصورت لگو گی، لیکن تم تو قہر ڈھا رہی ہو۔"

موسیٰ نے بے اختیار اپنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھا۔ روح نے شرما کر اپنی نظریں مزید جھکا لیں۔ موسیٰ نے آگے بڑھ کر، پوری دنیا سے بے نیاز ہو کر، روح کے چمکتے ہوئے ماتھے پر اپنے لب رکھ دیے۔

دوسری طرف ہاشم نے بھی نور کا گھونگھٹ اٹھایا۔ نور کی آنکھیں میں چمک تھی ہاشم نے اس کی آنکھوں میں جھانکا اور مسکرا کر اس کا دکھا اس نے بھی نور کے ماتھے پر پیار کیا اور اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھام لیا۔

"اتنا حسین چہرہ جان لو گی کسی یارِ ہاشم"
ہاشم نے مسکرا کر کہا تو وہ نظریں جھکا گئی تھی۔۔



آج پھر ڈانس کی باری آئی تھی ڈی جی نے میوزک لگایا تھا موسیٰ کے اشارے پر آج ڈانس وہ دونوں روح اور نور کے ساتھ کرنے والے تھے کیوں کہ وہاں ان کے علاوہ کوئی اور مرد نہیں تھا اس لیے کل تو حویلی کے مرد تھے تو ان کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا تھا لیکن اب وہاں ساری خواتین تھی۔

ہیر سیئے سہرا باندھ کے، میں تو آیا رے
ڈولی بارات بھی ساتھ میں، میں تو لایا رے

ماحول میں گانے کی بولے رقص کرنے لگی اور ساتھ میں وہ بھی موسیٰ اپنے سر پر بندھے سہرے کو ہلکا سا چھوتے ہوئے ایک دبنگ انٹری لیتا ہے۔ وہ شرارت سے روح کی طرف اشارہ کرتا ہے جیسے کہہ رہا ہو "دیکھو میں آ گیا"۔ روح شرماتے ہوئے اپنی سہیلیوں کے پیچھے چھپتی ہے لیکن نظریں موسیٰ پر ہی ہوتی ہیں۔

اب تو نہ ہوتا ہے اک روز انتظار سونی

آج نہیں تو کل ہے تجھ کو تو بس میری ہونی رے

موسیٰ گھڑی کی طرف اشارہ کر کے بے صبری ظاہر کرتا ہے اور پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر روح کو یقین دلاتا ہے۔ روح ہلکے سے سر ہلاتی ہے اور اپنی دوپٹہ لہراتے ہوئے ایک خوبصورت چکر (Twirl) لیتی ہے۔

آ کہہ دے زمانے سے تو، میرے عشق کی ہے داستاں

آ کہہ دے بہانے سے میں، تیرا جسم ہوں تو میری جاں

ہاشم بہت تمیز اور محبت سے نور کے سامنے آتا ہے۔ وہ ہوا میں ہاتھ لہراتا ہے جیسے پوری دنیا کو بتا رہا ہو۔ نور ہاشم کی طرف دیکھ کر مسکراتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی طرف ایک قدم بڑھاتے ہیں۔

مشکلوں سے ملتا ہے ایسا سونا پیار

سونی چیز تیرے جیسی نہ مجھ کو، نہ مجھ کو ایسی کھونی رے

ہاشم نور کے سر پر ہاتھ رکھنے کا اشارہ کرتا ہے (تحفظ کا احساس)۔ نور اپنی آنکھیں جھکا لیتی ہے اور پھر دونوں مل کر ایک ساتھ تالی بجاتے ہوئے رقص قدم (Steps) کرتے ہیں۔

نینوں لے کے میں جاواں گا، دل دے کے میں جاواں گا

یہاں دونوں لڑکے (موسیٰ اور ہاشم) اپنے ہاتھ آگے پھیلاتے ہیں جیسے اپنی دلہنوں کو بلا رہے ہوں۔ وہ بھنگڑا اسٹائل میں کندھے ہلاتے ہیں۔

تیرے نال میں آوانگی، سسرال میں جاوانگی

روح اور نور ایک ساتھ آگے بڑھتی ہیں۔ روح تھوڑا نخرے سے اور نور تھوڑی نزاکت سے۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر "ہاں" کا اشارہ کرتی ہیں اور اپنے پاؤں کی پائل چھنکاتے ہوئے ایک ساتھ رقص کرتی ہیں۔

گانے کے آخر میں موسیٰ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر روح کا ہاتھ تھام لیتا ہے۔ ہاشم نور کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے اور دونوں ایک ہی سمت میں دیکھ کر مسکراتے ہیں۔ سب باراتی تالیاں بجاتے ہیں اور پھولوں کی بارش ہوتی ہے۔

وہ چاروں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔



اب وہ دونوں جوڑے اسٹیج پر دوبارہ سنبھل کر بیٹھے ہی تھے کہ قندیل، حفصہ، گلناز اور ماہا کا لشکر ایک بار پھر حرکت میں آ گیا۔ اس بار ان کے ہاتھوں میں چاندی کے تھال تھے جن میں کامدار گلاسوں میں زعفران اور باداموں والا مہکتا ہوا دودھ رکھا تھا۔ لڑکیوں نے بڑے ٹشن کے ساتھ اسٹیج کی سیڑھیاں چڑھیں۔ قندیل کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا اور اس کے چہرے پر مخصوص فاتحانہ مسکراہٹ تھی جو کسی بھی دولہے کے لیے "خطرہ" ثابت ہو سکتی تھی۔ ہاشم نے جیسے ہی ان لڑکیوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا، اس نے فوراً اپنا ماتھا پیٹ لیا۔

"او تیری! لو بھئی موسیٰ، پھر سے لوٹ گئے ہم۔ ابھی تو ایک کروڑ کا جھٹکا سہہ کر سنبھلے تھے کہ یہ نیا ریڈ (Raid) پڑ گیا ہے۔"

ہاشم کی بات پر ہال میں قہقہہ گونج اٹھا۔ موسیٰ نے بھی مسکراتے ہوئے اپنے کوٹ کے بٹن ٹھیک کیے اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"یار ہاشم، مجھے تو لگ رہا ہے یہ لڑکیاں آج ہمیں پیدل ہی حویلی بھیج کر دم لیں گی۔"

سردار موسیٰ نے بھی کہا۔

"ہاشم بھائی! باتیں بنانا چھوڑیں اور ذرا اس شاہی دودھ کا ذائقہ چکھنے کی تیاری کریں۔ لیکن یاد رہے، اس کا ایک ایک گھونٹ بہت مہنگا پڑے گا۔"

قندیل نے دودھ کا گلاس ہاشم کے سامنے لہرایا۔

"مہنگا؟ بی بی! ابھی کچھ دیر پہلے 'راستہ روکا' کی مد میں ایک بھاری رقم دی ہے، کیا وہ کافی نہیں تھی؟"

ہاشم نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں

"وہ تو صرف انٹری فیس تھی، یہ تو انرجی ڈرنک ہے، اور اس کا ریٹ مارکیٹ سے بالکل الگ ہے۔"

گلناز نے شرارت سے لقمہ دیا۔ موسیٰ نے روح کی طرف دیکھا جو اپنی سہیلیوں کی اس مہم پر مسکرا رہی تھی۔

"روح! کچھ کہو اپنی سہیلیوں سے، کیا اپنے شوہر کو کنگال کرنے کا ارادہ ہے؟"

سردار موسیٰ نے روح کو دیکھا۔

"میں کیا کہہ سکتی ہوں بھائی؟ یہ ان کا حق ہے، اور ویسے بھی آپ نے خود کہا تھا کہ آپ سخی سردار ہیں۔"

روح نے معصومیت سے کندھے اچکائے۔

"مارے گئے! اچھا چلو، بتاؤ اب کیا مطالبہ ہے؟"
ہاشم نے بے بسی سے کہا۔

"مطالبہ سادہ ہے، پانچ پانچ لاکھ روپے فی گلاس!"
حفصہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

"پانچ لاکھ؟ کیا اس دودھ میں سونے کے ورق کے ساتھ ساتھ ہیرے بھی گھولے ہیں تم لوگوں نے؟"
ہاشم نے نقلی غش کھانے کی اداکاری کی۔۔

"ہیرے تو نہیں، لیکن ہماری محبت اور محنت ضرور شامل ہے،"
قندیل نے کہا۔

"ہمیں اتنا مہنگا دودھ نہیں پینا"

سردار موسیٰ نے انکار کر دیا۔۔

"یہ کیا بات ہوتی ہے یہ تو رسم ہے بھائی"

ماہا نے کہا تھا۔

"دے دو موسیٰ کیوں بچیوں کو تنگ کر رہے ہو"

کنزہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے تائی امی"

سردار موسیٰ نے کنزہ بیگم کی بات پر ہاں میں سر ہلایا اور 10 لاکھ کا چیک دیا تھا فی گلاس دودھ کی رسم کے بعد کھانا کھایا گیا تھا پھر رخصتی ہوئی تھی رخصتی میں سب خوش تھے کیوں کہ دونوں بچیاں اپنے ہی حویلی جا رہی تھی وہ خوشی خوشی کار میں بیٹھ گئے تھے اور حویلی جانے کے لیے رخصت ہو گئے۔۔



گاڑی جیسے ہی فارم ہاؤس کے احاطے میں رکی، قندیل نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑایا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ پورا لان برقی قمقموں، لال گلابوں اور موم بتیوں کی دھیمی روشنی سے نہایا ہوا تھا۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی میز سجی تھی جس پر ایک نفیس چاکلیٹ کیک رکھا تھا، اور اس کے اوپر کریم سے بہت ہی خوبصورت انداز میں "SORRY" لکھا ہوا تھا۔

"تم مجھے یہاں کیوں زبردستی لائے ہو آریز؟"

قندیل نے پلٹ کر اسے غصے سے دیکھا، حالانکہ اس کا دل اس خوبصورتی کو دیکھ کر پگھل رہا تھا۔

"تمہیں اندازہ ہے؟ اگر کسی کو پتہ چلا کہ میں اس وقت حویلی میں نہیں ہوں، تو کیا طوفان کھڑا ہو گا؟ سید سائیں، بابا سائیں... سب کیا سوچیں گے؟"

قندیل نے اس کی جانب دیکھ کر کہا۔

"کوئی کچھ نہیں کہے گا قندیل۔ میں سب دیکھ لوں گا۔ میں صرف اپنی بیوی کو ساتھ اج کچھ لمحے گزارنا چاہتا ہوں اسے منانا چاہتا ہوں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں میری جان"

آریز اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں غصہ نہیں تھا جو کبھی قندیل کو خوفزدہ کرتا تھا، بلکہ وہاں اب صرف ندامت تھی۔

"سودا کیا تھا آپ نے میرے ساتھ آریز نقوی! آپ نے میری ذات کی توہین کی تھی،"

قندیل کی آواز بھرا گئی۔

"میں جانتا ہوں،"

آریز نے تڑپ کر اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گیا۔

"میں نے جو کیا وہ کسی جرم سے کم نہیں تھا۔ میں نے وہ سودا صرف اسلیے کیا تھا کیونکہ تمھارا غصہ اور باتیں حد سے گزر رہی تھی ورنہ چھ ماہ تم میرے پاس تھی میں نے کچھ نہیں کہا لیکن سچ تو یہ ہے کہ اس سودے میں، میں خود بک گیا ہوں۔ قندیل، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ یہ الفاظ شاید چھوٹے لگیں، لیکن اس دل کی دھڑکنوں سے پوچھو جو صرف تمہارے لیے بے ترتیب ہوتی ہیں۔ مجھے ایک موقع دو، میں تمہارے ہر آنسوں کا حساب اپنی خوشیوں سے دوں گا۔"

آریز نقوی گھٹنوں کے بل بیٹھا اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا۔ قندیل اسے دیکھتی رہی۔ آریز نقوی جیسا انسان آج اس کے قدموں میں بیٹھا معافی مانگ رہا تھا۔ اس کی مزاحمت کی دیواریں آہستہ آہستہ گرنے لگیں۔ اس نے لرزتے ہاتھوں سے آریز کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیا ہوا"

قندیل کو بلکل خاموش دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"مجھے نہیں پتہ آریز لیکن سچ تو یہ ہے آپ کی قربت کا جادو مجھ پر بھی ہوا ہے صرف اپ پر نہیں اور اب ہمارا ساتھ اور زندگی دونوں ساتھ ہیں کیونکہ جہاں تک میں سید زادوں کو جانتی ہوں وہ مر جائیں گیں لیکن کبھی بھی اپنی بیوی کو نہیں چھوڑیں گے"

قندیل اس کی انکھوں میں جھانک کر بول رہی تھی۔

"بلکل ہر گز بھی نہیں"

آریز نقوی نے اس کے ہاتھ پر دباؤ دیتے ہوئے محبت سے کہا تھا۔

"تو کیا میری بیوی مان گئی ہے"

آریز اسے خاموش دیکھ کر بولا۔

"آپ وعدہ کریں کہ آپ پھر کبھی بھی ایسا نہیں کریں گے مجھے کبھی بھی تکلیف نہیں دیں گیں"

قندیل نے نم ہوتی انکھوں کے ساتھ کہا۔

"کبھی نہیں پرومس"

آریز نقوی نے اس کے آنسوں صاف کیے تھے۔

"تمہارا فیورٹ کیک"

آریز نقوی نے اسے چاکلیٹ کیک کی طرف متوجہ کیا تو وہ ہنس دی انہوں نے مل کر کیک کاٹا۔ آریز نے پہلا نوالہ اسے کھلایا اور پھر اپنے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر رکھ کر خود کھانے لگا۔

"میرا ساتھ دینے کے لیے شکریہ قندیل... میری زندگی میں رنگ بھرنے کے لیے شکریہ"

آریز نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

وہاں لان کے ایک کونے میں ایک چھوٹا سا روایتی "گجر" (لکڑی اور مٹی سے بنا ہوا خوبصورت کاٹیج) بنا ہوا تھا، جسے آریز نے خاص طور پر سجایا تھا۔ وہاں تازہ چنبیلی اور موتیے کے گجروں کا ڈھیر لگا تھا جن کی بھینی بھینی خوشبو پورے ماحول کو نشہ آور بنا رہی تھی۔ قندیل تھکن سے چور تھی، جیسے ہی وہ گجر کے قریب پہنچی، آریز نے ایک پل کی مہلت دیے بغیر اسے اپنی مضبوط باہوں میں بھر لیا۔

"آریز! کیا کر رہے ہو؟"

قندیل نے گھبرا کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈال دیے۔

"تم تھک گئی ہو، اب تمہارے اس بوجھ کو اٹھانا میرا کام ہے،"
آریز نے مسکرا کر کہا اور اسے اٹھائے ہوئے اندر کمرے میں لے آیا۔
کمرے کے اندر صندل کی لکڑی اور گلابوں کی مہک رچی بسی تھی۔ آریز نے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھایا، جو پھولوں کی پتیوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ خود اس کے قدموں میں بیٹھ گیا اور اس کے پاؤں سے وہ بھاری سینڈل اتارے جو وہ سارا دن پہنے رہی تھی۔ اس نے قندیل کا وہ ہاتھ تھاما جس پر مہندی لگی تھی لیکن آریز کا نام غائب تھا۔ آریز نے جیب سے ایک مہندی کا کون نکالا اور نہایت نفاست سے اس کی ہتھیلی کے عین درمیان میں اپنا نام "آریز" لکھ دیا۔

"تمہارے ہاتھ پر نہیں تھا، تو میں نے خود سے لکھ دیا... اب تم مکمل طور پر میری ہو،"

اس نے اس کے ہاتھ پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔ آریز نے اٹھ کر کمرے کی مدھم روشنی کو مزید مدھم کر دیا۔ وہ قندیل کے پیچھے آ کر بیٹھا اور اس کے سر سے وہ بھاری دوپٹہ ہٹایا جو اب اسے بوجھ لگ رہا تھا۔ قندیل کا وجود آریز کے لمس سے سلگنے لگا۔ آریز نے اس کے بالوں کی لٹ کو پیچھے کرتے ہوئے اس کی گردن پر اپنی محبت کے نشان ثبت کرنا شروع کر دیے۔۔

اس کی انگلیاں قندیل کے لباس کی ڈوریوں سے کھیلنے لگیں۔ قندیل نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں اور آریز کے مضبوط کندھوں پر اپنا سر ٹکا دیا۔ وہ تمام نفرتیں، وہ تمام تلخیاں اس ایک لمحے کی تپش میں پگھل کر بہہ گئیں۔ آریز نے اسے اپنی طرف موڑا اور اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا۔

"قندیل... آج اس رات کو گواہ بنا کر میں کہتا ہوں کہ تم میری روح ہو، میری کائنات ہو۔"

اس نے قندیل کے لبوں پر اپنا حق جتایا۔ اس کا لمس اتنا گہرا تھا کہ قندیل کو اپنے گرد کی دنیا مٹتی ہوئی محسوس ہوئی۔ آریز کی محبت میں وہ شدت تھی جو قندیل کو فنا کر دے۔ اس نے قندیل کو اپنے حصار میں اس طرح بھینچ لیا جیسے وہ اسے کبھی خود سے جدا نہیں ہونے دے گا۔

کمرے میں صرف ان کی سانسوں کی ترتیب کی تھی۔ آریز نے اس کے ماتھے، آنکھوں اور پھر لبوں کو اپنی تشنہ محبت سے سیراب کیا۔ قندیل جو اب تک ایک بند کلی کی طرح سمٹی ہوئی تھی، آریز کی قربت میں ایک پھول کی طرح کھلنے لگی۔ اریز نقوی نے اس کے بلاؤز کی زپ کھول دی جس سے اس کا ڈریس ڈھیلا ہو گا اس کے گردن پر اپنے ہونٹ رکھ کر وہ اپنے لمس چھوڑ رہا تھا اور اسے اپنی محبت سے روشنائس کر رہا تھا آج اتنے دنوں بعد کی قربت تھی تو اس کے عمل میں شدت تھی جس پر قندیل سسک اٹھتی۔

آریز نقوی نے اس کے دل والے مقام پر ہونٹ رکھتے خود کو اور اسے چھپا لیا اور پھر ہوتے رات اپنی من مانیاں کر کے وہ اس معصوم کی جان کو اپنے اندر سما رہا تھا آج آریز نقوی نے اس کی مرضی سے اس کے وجود پر اپنی محبت کی داستان لکھی تھی۔

حویلی کے سب سے بڑے اور عالیشان کمرے میں آج ایک عجب ہی خاموشی اور سحر طاری تھا۔ کمرہ سرخ گلابوں، اور موتیوں کی لڑیوں سے اس قدر سجا ہوا تھا کہ دیواروں کی چمک بھی ان کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ بیڈ کے عین وسط میں، سرخ و سنہری عروسی جوڑے میں ملبوس، روح بیٹھی تھی۔ اس کے سر پر موجود بھاری دوپٹہ اس کے حسن کو ایک پردے میں چھپائے ہوئے تھا، لیکن اس کے وجود سے اٹھنے والی کپکپاہٹ کمرے کے سکون میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ وہ اپنے موسیٰ کی زندگی میں ہمیشہ کے لیے آ گئی تھی وہ اس بات پر بہت خوش تھی لیکن انجانہ سا ڈر بھی اس کے اندر تھا۔

دروازہ آہستہ سے کھلا اور بند ہو گیا۔ سردار موسیٰ اندر داخل ہوا۔ شیروانی اتار کر وہ اب سفید قمیض میں تھا جس کے اوپر کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے، جو اس کی مردانہ وجاہت کو مزید نمایاں کر رہے تھے۔ وہ دبے قدموں بیڈ کے قریب آیا اور روح کے سامنے بیٹھ گیا۔

"اسلام علیکم میری پیاری شریکِ حیات"

سردار موسیٰ نے اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے کہا دل کی دھڑکنیں تو اس کی بھی بہت تیز تھی اپنے من پسندیدہ شخص کو جو حاصل کر لیا تھا۔

"وعلیکم السلام"

روح نے آہستہ سے جواب دیا۔ سردار موسیٰ نے آگے بڑھ کر روح کا گھونگھٹ آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا۔ جیسے ہی روح کا چہرہ سامنے آیا، موسیٰ کی سانسیں سینے میں مقید ہو گئیں۔ وہ سامنے موجود حسن کو دیکھ کر چند لمحے بولنا ہی بھول گیا۔ وہ پہلے بھی اسے اس روپ میں کچھ دیر پہلے دیکھ چکا تھا لیکن ایک بار پھر وہ لڑکی اس کا دل بے ترتیب کر گئی تھی۔

"روح..."

موسیٰ کی آواز میں بلا کی گہرائی اور محبت تھی۔

"جی"

روح نے آہستہ سے کہا۔

"تم واقعی اس روپ میں اپنی شوہر کی جان لے رہی ہو دلہن کا یہ روپ بہت آیا ہے تم پر"

سردار موسیٰ نے آگے بڑھ کر اپنے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھے تھے۔

"تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں روح... اس بات کے لیے کہ تم میری زندگی کا حصہ بنی میری اس ادھوری اور بنجر زندگی میں تم ایک ایسی بہار بن کر آئی ہو جس نے میرے وجود کے ہر کونے کو مہکا دیا ہے۔"

اس نے روح کا ایک ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا، جس پر لگی مہندی اب شوخ سرخی مائل ہو چکی تھی۔ روح نے خاموشی سے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کاجل کی لکیر اور آنسوؤں کی نمی نے موسیٰ کے دل پر قہر ڈھا دیا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں روح، آج میں تمہارا مان کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔
سردار موسیٰ کی زندگی، اس کا رعب و دبدبہ سب ایک طرف... اور
تمہاری ایک مسکراہٹ ایک طرف۔ تم اس حویلی کی ملکہ ہو، اور اس دل
کی دھڑکن بھی۔"
اس نے روح کے ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے لبوں سے چھوا۔

"تم نے میری زندگی کو اتنا خوبصورت بنا دیا ہے کہ اب مجھے جنت کی تمنا
بھی کم لگتی ہے۔ پوری زندگی، آخری سانس تک، میں تمہارا سایہ بن کر
تمہارے ساتھ رہوں گا"
روح کے لبوں پر ایک لرزتی ہوئی مسکراہٹ ابھری۔

"اور میں بھی آپ کے بغیر ادھوری ہوں موسیٰ... آپ نے مجھے جینا سکھایا
ہے۔"

روح نے شرماتے ہوئے کہا تھا موسیٰ نے اپنا دوسرا ہاتھ روح کے چہرے پر پھیرا، اس کے انگوٹھے نے روح کے نچلے لب کو سہلایا جو شدتِ جذبات سے کانپ رہے تھے۔ کمرے کی مدھم روشنی ان کے سراپے کو سنہری رنگ دے رہی تھی۔

"روح، کیا میں اپنی زندگی کی اس سب سے خوبصورت حقیقت کو اپنے قریب محسوس کر سکتا ہوں؟"

اس کی آواز اب سرگوشی میں بدل چکی تھی۔ روح نے جواب میں صرف اپنی آنکھیں موند لیں، جو اس کی جانب سے مکمل سپردگی کا اشارہ تھا۔

موسیٰ نے اسے اپنی مضبوط باہوں میں بھر لیا اور اسے آہستہ سے تکیوں کے سہارے پیچھے کی طرف لٹایا۔ اسے روح کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ وہ جانتا تھا اس کی روح کا جواب ہاں میں ہی ہو گا لیکن پھر بھی وہ اجازت لینا چاہتا تھا۔ سردار موسیٰ نے ایک باکس نکالا تھا اپنی پاکٹ سے جس میں ایک بریسلیٹ تھی جس پر روحِ موسیٰ لکھا تھا۔

"میں نے یہ اس لیے بنوایا کیوں کہ گلے میں پہلے ہی چاچا سائیں کا احساس ہے اور میں کبھی نہیں چاہتا کہ تم اسے اتارو اس لیے یہ میرا احساس اور میری محبت"

سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھ میں وہ بریسلٹ پہنائی۔۔

"یہ بہت خوبصورت ہے موسیٰ"

روح نے ہنس کر کہا۔

"اس بریسلیٹ کی اتنی اوقات کہاں کہ یہ خوبصورت ہوں خوبصورت تو اسے پہننے والی کلائیں ہیں"

سردار موسیٰ نے اس کے ہاتھوں پر کس کی پھر موسیٰ کے لب اب روح کے ماتھے پر تھے، جہاں اس نے ایک طویل اور محبت بھرا بوسہ ثبت کیا۔ پھر وہ نیچے کی طرف بڑھا، اس کی ناک کی نتھ نے جب موسیٰ کے گال کو چھوا تو ایک برقی لہر دونوں کے وجود میں دوڑ گئی۔ موسیٰ نے نہایت نزاکت سے اس کی گردن کے قریب اپنی محبت کی تپش اتاری۔ روح نے بے اختیار اس کی قمیض کے کالر کو اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا، اس کی سانسیں بے ترتیب ہو کر موسیٰ کی گردن سے ٹکرا رہی تھیں۔

فضا میں پھولوں کی مہک اب اور بھی تیز محسوس ہونے لگی تھی۔ موسیٰ نے روح کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور اس کے گلابی لبوں پر اپنا حق جتایا۔ اس لمس اتنا گہرا اور پیاسا تھا کہ وقت جیسے تھم گیا۔ روح کو اپنے گرد کی دنیا مٹتی ہوئی محسوس ہوئی، اب صرف موسیٰ کا لمس تھا اور اس کی خوشبو۔ موسیٰ کی انگلیاں اب روح کے لباس کی ڈوریوں اور زیورات سے الجھ رہی تھیں۔ اس نے ایک ایک کر کے وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں جو ان کے درمیان حائل تھیں۔ روح کا گورا رنگ سرخ جوڑے اور پھولوں کی پتیوں کے بیچ کسی چاند کی طرح دمک رہا تھا۔

موسیٰ نے اس کے سراپے کو اپنی ستائشی نظروں سے نوازا اور پھر اسے اپنے حصار میں اس طرح لے لیا جیسے وہ اسے اپنی روح کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔ ان کی دھڑکنیں اب ایک ہی تال پر دھڑک رہی تھیں۔ موسیٰ نے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اور اسے مزید اپنے قریب کھینچ لیا۔ ہر لمس میں ایک نیا عہد تھا، ہر سانس میں ایک نئی داستان۔ اس رات حویلی کا یہ کمرہ صرف دو وجودوں کا ملاپ نہیں تھا، بلکہ وہ منزلِ یار پانے کا وہ مقام تھا جہاں پہنچ کر روح اور موسیٰ ایک دوسرے میں فنا ہو گئے۔

باہر کوئٹہ کی سرد ہوائیں چل رہی تھیں، مگر اس کمرے کے اندر محبت کی وہ تپش تھی جو دو روحوں کو ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے میں ضم کر چکی تھی۔



حویلی کے ایک پُر سکون اور الگ تھلگ گوشے میں واقع کمرہ آج سفید موتیے اور گلاب کے پھولوں سے مہک رہا تھا۔ یہاں کی سجاوٹ موسیٰ کے کمرے سے مختلف تھی؛ یہاں ایک عجیب سی معصومیت اور پاکیزگی کا احساس تھا۔ بیڈ کے درمیان میں، مہرون اور سنہری کامدار جوڑے میں ملبوس نور بیٹھی تھی، جس نے اپنا سر جھکا رکھا تھا۔ اس نے ہاشم سے رشتہ جوڑنے کے بعد اس سے محبت کی تھی اور آج اس کی یہی محبت مکمل ہو گئی تھی وہ ہاشم کی بیوی بن کر اس کے کمرے میں موجود تھی اور یہی خیال اس کے دل کی دھڑکنوں کو بے قابو کر رہا تھا

۔

دروازہ ایک دھیمی دستک کے ساتھ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔ ہاشم نقوی، جو باہر کی تمام گہما گہمی سے فارغ ہو کر اب اپنی منزل کی طرف لوٹا تھا، کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے اپنی شیروانی اتار کر صوفے پر ڈالی اور اپنی آستینیں اوپر چڑھاتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا۔ اس کی نظریں سیدھی اس وجود پر پڑیں جو اس کے لیے کائنات کی سب سے قیمتی متاع تھی۔

"السلام علیکم... میری زندگی کا روشن ترین نور!"
ہاشم نے بیڈ کے کنارے، اس کے بالکل قریب بیٹھتے ہوئے نہایت دھیمے اور پرکشش لہجے میں کہا۔ اس کی آواز میں اپنائیت تھی جو نور کو ہمیشہ سے سکون دیتی آئی تھی لیکن آج اس میں ایک انجانی سی تپش بھی تھی۔

"و۔۔۔ وعلیکم السلام،"
نور نے بمشکل جواب دیا، اس کی آواز اس کے سینے میں ہی دم توڑ رہی تھی۔

"میں پہلے ہی بتادوں میری جان تم اپنے ہاشم کے دل کی دھڑکنیں تیز کر چکی ہو ایک بار"

ہاشم نے نہایت نرمی سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور نور کے گھونگھٹ کو تھاما۔ جیسے ہی اس نے ریشمی کپڑا پیچھے ہٹایا، سامنے ایک ایسا چہرہ تھا جس کی معصومیت نے ہاشم کے دل پر دستک دی۔ نور کی بڑی بڑی آنکھیں، جن میں حیا تھی، اور وہ گلابی ہونٹ جو شدتِ جذبات سے لرز رہے تھے۔

"آج میں واقعی خود کو دنیا کا خوش نصیب ترین انسان سمجھ رہا ہوں۔ وہ لڑکی، جس کے لیے میں نے ہر سجدے میں دعا مانگی، آج وہ واقعی میرے سامنے، میرے نام کے ساتھ جڑی بیٹھی ہے،"

ہاشم نے جھک کر نور کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ وہ بوسہ اتنا طویل اور عقیدت بھرا تھا کہ نور کی آنکھوں سے ایک آنسو نکل کر اس کے گال پر پھسل گیا۔ ہاشم نے وہ آنسو اپنے انگوٹھے سے صاف کیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اپنے سینے پر رکھ لیا، جہاں اس کا دل زور و شور سے دھڑک رہا تھا۔

"محسوس کر رہی ہو نور؟ یہ صرف دھڑکن نہیں ہے، یہ تمہارے نام کی پکار ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہیں وہ تمام خوشیاں دوں گا جن کی تم حقدار ہو۔ موسیٰ نے اپنی سب سے پیاری بہن مجھے سونپی ہے، اور میں اسے ایک نازک کانچ کی طرح سنبھال کر رکھوں گا۔"

نور نے پہلی بار ہمت کر کے نظریں اٹھائیں اور ہاشم کی آنکھوں میں دیکھا، جہاں اسے صرف اور صرف اپنے لیے پناہ نظر آئی۔

"میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ اللہ مجھے اتنا کچھ دے دے گا، ہاشم۔۔۔"

نور نے بھی آہستہ سے کہا۔

"ابھی تو شروعات ہے میری جان،"
ہاشم نے شرارت سے کہا اور اپنی جیب سے ایک چھوٹی سی مخملی ڈبیا نکالی۔
اس میں ہیرے کی ایک نزاکت بھری انگوٹھی تھی جس پر بہت باریک
حروف میں "H&N کنندہ تھا۔

"یہ اس بات کی نشانی ہے کہ ہاشم اور نور اب دو نام نہیں، ایک وجود
ہیں۔"

اس نے نور کی انگلی میں وہ انگوٹھی پہنائی اور پھر اس کے ہاتھ کو اپنے لبوں سے لگا لیا۔ ہاشم کا لمس اب نور کے وجود میں آگ لگا رہا تھا۔ اس نے نور کے گالوں کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا اور اس کے ماتھے سے اپنی پیشانی ٹکا دی۔ ان کی سانسیں اب ایک دوسرے میں ضم ہونے لگی تھیں۔ ہاشم نے نہایت نزاکت سے اس کی گردن کے پاس جھک کر اپنی محبت کی پہلی تپش اتاری۔ نور نے بے اختیار اپنی آنکھیں بند کر لیں اور ہاشم کے کندھے پر اپنی گرفت مضبوط کر لی۔

ہاشم نے اسے اپنی مضبوط باہوں میں بھر کر آہستہ سے تکیوں پر لٹایا۔اس کی انگلیاں اب نور کے زیورات اور لباس کی ڈوریوں سے الجھ رہی تھیں۔ہر رکاوٹ دور ہوتی گئی اور ان کے درمیان صرف ایک دوسرے کا لمس اور بے پناہ محبت باقی رہ گئی۔ہاشم نے اس کے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے وہ اس کی سانسوں کو اپنے اندر جذب کر رہا تھا اور اس کی خوشبو کو اپنے اندر اتار رہا تھا۔اس کے ہونٹوں پر سے ہوتے ہوئے وہ اس کی گردن پر آیا تھا اور اس نے وہاں اپنے لبوں کا لمس چھوڑا نور نے اپنی آنکھیں زور دے بند کر لی۔

"میں اپنے رب کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے اس لیے مجھے تم جیسی شریکِ حیات نصیب کی"
ہاشم نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"میری محبت مکمل ہو گئی میری نور مجھے مل گئی اس سے بڑی نعمت میرے لیے کچھ بھی نہیں ہو سکتی"

ہاشم کی باتوں پر نور کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔۔ہاشم کے ان الفاظ نے نور کے گرد جیسے حصار باندھ لیا تھا۔اس نے اپنا چہرہ ہاشم کے شانے میں چھپایا، جہاں اسے دنیا بھر کی راحت محسوس ہو رہی تھی۔ہاشم نے اس کی ٹھوڑی تھام کر چہرہ اوپر اٹھایا اور اس کی بھیگی پلکوں کو چوما۔

"آج کے بعد یہ نور کبھی نہیں روئے گی، یہ ہاشم کا وعدہ ہے۔"

ہاشم نے اس کے بالوں میں لگی موتیوں کی پنیں ایک ایک کر کے نکالنا شروع کیں، جس سے اس کے گھنے بال ریشم کی طرح بستر پر بکھر گئے۔ اس نے نور کے چہرے پر جھک کر اس کے کان کی لو کو چھوا، جس سے نور کے پورے وجود میں سنسنی دوڑ گئی۔ کمرے میں موجود شمعوں کی مدھم روشنی ان کے سائے دیواروں پر رقص کرواتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہاشم کے لمس میں بلا کی شدت تھی، لیکن اس میں ایک ایسی مٹھاس اور نرمی بھی تھی جو نور کے تمام خوف کو ختم کر رہی تھی۔ اس نے نور کے بازوؤں کو سہلاتے ہوئے اسے اپنے حصار میں مزید بھینچ لیا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ان کی قربت میں اضافہ ہو رہا تھا۔

"نور، تم میرا وہ خواب ہو جو سچ ہو گیا ہے، اور سچ کہوں تو اس سچائی کی تپش مجھے مسحور کر رہی ہے۔"

ہاشم نے اپنی پیشانی اس کی پیشانی سے ٹکائی اور نہایت دھیمے لہجے میں کہا۔

نور نے بے اختیار ہاشم کے گلے میں اپنی بانہیں ڈال دیں اور اسے اپنے قریب کر لیا۔ اس کے اس عمل نے ہاشم کے صبر کے بندھن توڑ دیے۔

ہاشم نے اس کے لبوں پر دوبارہ اپنے لب رکھے، اور اس بار اس میں ایک ایسی بے خودی تھی جو دو روحوں کے ایک ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔

وہ دونوں اس دنیا سے بے خبر، صرف ایک دوسرے کے احساس میں گم تھے۔

ہاشم نے اسے اپنی باہوں میں اٹھایا اور جیسے اسے اپنے وجود کا حصہ بنا لینا چاہتا ہو۔ اس رات، ان دونوں کے بیچ محبت کی وہ داستاں لکھی گئی جس میں الفاظ کی گنجائش نہیں تھی، صرف جذبوں کی زبان تھی جو خاموشی سے ایک دوسرے تک پہنچ رہی تھی۔ سحر ہونے تک وہ دونوں ایک دوسرے کی آغوش میں سکون کی نیند سو چکے تھے، جہاں اب نہ کوئی دوری تھی اور نہ کوئی ڈر، بس ایک ابدی ساتھ کا احساس تھا جو ان کی زندگیوں کو ہمیشہ کے لیے بدل چکا تھا۔



حویلی میں ہونے والی شادیوں کی گہما گہمی اب تھم چکی تھی۔ دروازہ بند کر کے عدنان جب کمرے میں داخل ہوا تو حفصہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے زیورات اتار رہی تھی۔ عدنان خاموشی سے اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور آئینے میں اس کا عکس دیکھنے لگا۔ حفصہ نے آئینے میں اسے دیکھ کر ایک دھیمی سی مسکراہٹ بکھیر دی۔

"اچھا میری جان ایسا کرو یہ سب چھوڑو یہاں آؤ"

حفصہ نے اپنے زیورات اتار دیے تھے اور عدنان نے اس کا ہاتھ تھاما اس کو بیڈ پر بیٹھا دیا اور خود بغیر کچھ کہے اپنا سر اس کی گود میں رکھ کر لیٹ گیا۔ حفصہ نے مسکرا کر عدنان کو دیکھا اور نہایت نرمی سے عدنان کے بالوں میں اپنی انگلیاں چلانے لگی۔

"بہت تھک گئے ہیں نا آپ؟"

حفصہ نے محبت پاش لہجے میں پوچھا۔

"تھکن تو ہے حفصہ، لیکن آج جب میں نے موسیٰ اور ہاشم کو اپنی اپنی منزل پاتے دیکھا، تو مجھے اپنا وہ وقت یاد آ گیا جب میں نے تمہارا ہاتھ تھاما تھا۔" عدنان نے آنکھیں موند لیں اور ایک گہرا سانس لیا۔ اس نے حفصہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے لبوں سے لگایا اور پھر اسے اپنی گرفت میں لے کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"حفصہ، سچ کہوں تو میں اکثر سوچتا ہوں کہ اگر تم میری زندگی میں نہ ہوتیں تو میرا کیا بنتا؟ میں وہ سرکش اور ضدی انسان تھا جسے صحیح اور غلط کی تمیز تک نہیں تھی۔ تم نے مجھے بدلا نہیں ہے، تم نے مجھے تراشا ہے۔ شکریہ میری زندگی میں آنے کے لیے، شکریہ مجھے ایک جانور سے انسان بنانے کے لیے۔"

عدنان اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"عدنان، آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ آپ میرے مجازی خدا ہیں، میں نے تو بس وہی کیا جو ایک بیوی کا حق ہوتا ہے۔"
حفصہ کی آنکھیں بھر آئیں۔

"نہیں حفصہ، تم نے حق سے بڑھ کر نبھایا ہے،"
عدنان اٹھ کر اس کے بالکل قریب بیٹھ گیا۔

"تمھاری محبت نے مجھے بالکل بدل دیا تمہارے انے سے پہلے تک میں ایک زندگی خود سر انسان تھا لیکن تمہاری محبت میں اس شخص کو بدل دیا اسے یور غلط کی پہچان کروائی اگر اج تم نہ ہوتی نا تو میرے پاس بھی سائیں گی ذرا کوئی رشتہ نہ ہو"

عدنان نے حفصہ کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔اس کی نظروں میں موجود شدت حفصہ کو اپنے وجود میں پگھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں حفصہ، شاید الفاظ میں کبھی بتا نہ سکوں، لیکن میرا ہر سانس تمہارا مرہونِ منت ہے۔"
عدنان نے جھک کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"اپ ماں سائیں کی وجہ سے بھی پریشان ہیں نہ"
حفصہ نے اس کی انکھوں میں دیکھ کر پوچھا۔

"پریشان نہ ہو اللہ بہتر کرے گا اور انشاءاللہ وہ بھی ایک دن صحیح راستہ دیکھ لیں گے"

حفصہ نے اس کا سر اپنے سینے میں چھپا لیا اور اس کے سارے دکھ اپنے اندر لینے لگی آج ہر کوئی خوش تھا لیکن عدنان تھوڑا اداس تھا کیوں کہ سید سائیں نے اسکی ماں سائیں کو اس حویلی سے بھیج دیا تھا وہ اب اپنی حویلی میں تھی بیٹی تھی کوئی بڑی سزا نہیں دے سکتے تھے لیکن ان کا اکیلا پن ہی ان کی سب سے بڑی سزا تھی عدنان نے ان کی خیال کے لیے ہر انتظام کیا تھا ممکن سے ممکن انتظام کیا تھا جو اس سے ہو سکا تھا۔

"انشاءاللہ"

عدنان مسکرا کر بولا تھا۔

"اچھا جاؤ تم چینج کر کے اؤ تھک گئی ہوں گی اس ڈریس میں"

عدنان مسکرا کر بولا تو حفصہ ہاں میں سر ہلاتے ہوئے واش روم چلی گئی تھی

عدنان نے اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا اتنی خوبصورت اور عقلمند شریک حیات ملنے جو ہر مشکل میں اس کے ساتھ ہوتی تھی اس نے اس بات پر بھی اپنے رب کا شکر ادا کیا تھا کہ گلناز اپنے گھر میں خوش تھی کیوں کہ ایک بھائی کر اس سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں چاہیے تھا۔

ختم شدہ

ضرور پڑھیے گا!